

سَعِيدُ الْحَقِّ

فِي تَخْرِيجِ

جَاءِ الْحَقِّ

تَكْرِيمًا لِمَنْزِلَةِ خَلْقِ الْمَدِينَةِ الْمَعْنِيَةِ الْمُسْلِمَةِ

تَخْرِيجُ وَتَكْرِيمُ

تَكْرِيمًا لِمَنْزِلَةِ خَلْقِ الْمَدِينَةِ الْمَعْنِيَةِ الْمُسْلِمَةِ

مَكْتَبَةُ الْفُرْقَانِ  
لِلْإِسْلَامِ وَالْحَقِّ  
34825119-34810554

عَلَى سِرِّهِ

# سعید الحق فی تخریج جاء الحق

مصنف

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

تحقیق و تخریج مع مزید دلائل

علامہ ابوالعباس سعید اللہ خان قادری

باہتمام

حافظ محمد جمیل قادری، محمد نواز تنولی

(ڈپٹی ایڈیٹر ماہنامہ سبب کراچی)

مکتبہ غوثیہ

نزد جامعۃ الفاطمہ للبنات، بالقابل مین گیٹ عسکری پارک یونیورسٹی روڈ کراچی۔

فون: 021-34926110/34910584

0300-2196801



## جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب: ..... سعید الحق فی تخریج جاء الحق  
مصنف: ..... علامہ ابوالعباس سعید اللہ خان قادری  
باہتمام: ..... محمد نواز تنولی  
محمد جمیل قادری (ڈپٹی ایڈیٹر ماہنامہ سبب کراچی)

زیر سرپرستی: سید شاہ تراب الحق قادری ثروت اعجاز قادری طارق محبوب  
(امیر جماعت اہلسنت کراچی) (سربراہ سنی تحریک) (سربراہ انجمن نوجوانان اسلام)

بتعاون: شبیر ابوطالب محمد ہاجرہ بی بی محمد کامران  
(حق ٹی وی) (سجادہ نشین دربار نقشبندیہ کراچی)

زیر نگرانی: علامہ سید مظفر حسین شاہ قادری (مقرر، شعلہ بیاں)  
علامہ سراج اختر القادری

لیگل ایڈوائزر: ایڈووکیٹ جاوید تنولی (ہائی کورٹ) ایڈووکیٹ سہیل بیگ نوری،  
ایڈووکیٹ اشفاق تنولی

کمپیوٹر کوڈ: M153

## انتساب

فقیر اس تحقیق و تخریج کو قدوة السالکین، زبدة العارفين، سلطان الزاہدین، سراج  
المقربین، شیخ طریقت رہبر شریعت، سیدی و مرشدی قبلہ حضرت سید میاں گل صاحب قادری  
دامت برکاتہم العالیہ اور پیر طریقت رہبر شریعت حضرت پیر میاں سید علی شاہ قادری دامت  
برکاتہم العالیہ کی بارگاہ عظمت پناہ میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ جن کی روحانی  
امداد و اعانت سے مجھ جیسے ناچیز کو اس مبارک کتاب کی تخریج و تحقیق کی توفیق حاصل ہوئی۔

خادم علمائے اہل سنت

سعيد الله خان قادری

آستانہ عالیہ قادریہ غوثیہ

نارتھ ناظم آباد پہاڑ گنج عثمان غنی کالونی بلاک R کراچی

## عرض ناشر

اللہ عزوجل کے فضل و کرم اور حضور ﷺ کی رحمت سے مکتبہ غوثیہ کراچی درس نظامی اور دیگر مختلف موضوعات پر ۱۵۰ ڈیڑھ سو سے زائد کتب شائع کر چکا ہے۔ سعید الحق فی تخریج جاء الحق بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جو کہ حضرت علامہ مولانا سعید اللہ خان قادری صاحب کی تالیف ہے۔ چونکہ جاء الحق عقائد اہل سنت کی ترجمانی کرنے والی ایک بہترین کتاب ہے لہذا اس لیے عرصہ دراز سے یہ خواہش تھی کہ موجودہ دور کے لحاظ سے اس کتاب کو عوام کے لیے نام صرف مزید آسان کر دیا جائے بلکہ تحقیق و تخریج اور مزید دلائل کو بھی اس میں شامل کیا جائے۔ ماشاء اللہ حضرت علامہ مولانا سعید اللہ خان قادری صاحب نے اس کام کو بہترین انداز میں سرانجام دیا۔

ان کے علاوہ علامہ سعید اللہ خان قادری صاحب کی تمام کتب مکتبہ غوثیہ شائع کر رہا ہے۔ جن میں سے چند مشہور کتب کے نام یہ ہیں:

(1) اقامت میں حی الفلاح پر کھڑے ہونے کا شرعی حکم (2) نام اقدس ﷺ سن کراگوٹھے چوسنے کا مدلل ثبوت (3) دعا بعد نماز جنازہ کا تحقیقی ثبوت (یہ ایک ضخیم کتاب ہے اس کتاب میں علامہ موصوف نے دلائل کے انبار لگا دیے ہیں اس موضوع پر شاید ہی عوام و خواص اہل سنت نے کوئی کتاب دیکھی ہو) (4) حیلہ اسقاط اور دوران قرآن کا مدلل ثبوت (5) تاریخ اسلام (دو جلدیں) (6) غیب کی خبریں دینے والا نبی (دو جلدیں) (7) ایک اہم سوال (8) امام اعظم رضی اللہ عنہ پر امام ابن ابی شیبہ کے اعتراضات کے مسکت جوابات (بڑی بہترین کتاب ہے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے غلاموں کے لئے ایک نایاب تحفہ ہے) (9) فقہ حنفی اور حدیث (مکمل سیٹ دس جلدیں) (امام اعظم رضی اللہ عنہ کے تمام غلاموں کو یہ کتاب ضرور مطالعہ کرنا چاہیے غیر مقلدین جو حنفی عوام کو دھوکہ دیتے ہیں کہ احتاف حدیث کو چھوڑ کر قیاس پر عمل کرتے ہیں اس کتاب کے مطالعہ کے بعد انشاء اللہ تمام شبہات دور ہو جائیں گے) (10) دیدار الہی (بہترین تحقیق کے ساتھ) (11) فتاویٰ سعید اللہ یہ تمام کتب اور ان کے علاوہ علامہ سعید اللہ خان قادری صاحب کی اور بہت سے محققانہ کتب آپ کو صرف مکتبہ غوثیہ ہی شائع کر رہا ہے۔

جیسا کہ قارئین بہتر جانتے ہیں کہ اس سے پہلے بھی مکتبہ غوثیہ کی کتب نہ صرف کراچی بیرون شہر بلکہ بیرون ممالک میں داد و تحسین حاصل کر چکی ہے لیکن پھر بھی قارئین علماء کرام و مشائخ عظام سے گزارش کروں گا کہ آپ اس سلسلہ میں ہماری مزید رہنمائی فرمائیں اور اگر ہماری پرنٹ کی ہوئی کسی بھی کتاب میں کمپوزنگ پروف ریڈنگ یا ان کے علاوہ کوئی غلطی پائیں ازراہ کرم ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح ہو سکے۔ اور اس ادارہ کے ساتھ آپ تعاون بھی فرمائیں تاکہ ہم مزید بہتر انداز میں کام کر سکیں۔

آپ کے تعاون و دعاؤں کا طلب گار

محمد قاسم جلالی

بانی و خادم مکتبہ غوثیہ کراچی

بروز ہفتہ ۲۲ محرم الحرام ۱۴۳۱ھ مطابق ۹ جنوری ۲۰۱۰



# فہرست

## سعید الحق فی تخریج جاء الحق (حصہ اول)

51	حاشیہ اولوالامر کون ہیں؟	14	انتساب
56	اقوال مفسرین و محدثین	23	دیباچہ
57	تقلید شخصی کا بیان	23	تمام فتوں سے بڑا اقتدو ہابیوں کا
58	حاشیہ تقلید شخصی کے چند مزید دلائل	24	و ہابیوں کے ظلم اہل اسلام خصوصاً اہل حرمین پر
61	پانچواں باب تقلید پر اعتراضات و جوابات	25	حاشیہ محمد عبدالوہاب نجدی کون تھے
63	چاروں مذہب حق ہونے کے معنے	28	حاشیہ اسماعیل دہلوی کون تھے
66	قیاس کی بحث	30	حاشیہ دیوبندیوں کے عقائد
70	بحث علم غیب	30	غیر مقلد اور دیوبندیوں میں فرق
70	حاشیہ مقدمہ علم غیب	34	وجہ تصنیف کتاب
70	غیب کی تعریف اور اس کی اقسام	39	تفسیر تادل تحریف کا فرق
75	حاشیہ علم غیب کی تعریف	40	تفسیر ہالرائے حرام ہے تفسیر کے مراتب
79	علم غیب کے متعلق چند فوائد	43	تقلید کی بحث
79	برہنہ چیزوں کا علم برائے نہیں	43	حاشیہ غیر مقلدیت ایک فتنہ ہے
80	تیسری فصل علم کے متعلق عقیدہ	44	باب اول تقلید کے معنے اور اس کی اقسام
81	حاشیہ علم غیب کے بارے میں عقیدہ اہل سنت	44	حاشیہ تقلید کے معنے
81	منکرین علم غیب سے سوالات	47	کن مسائل میں تقلید کی جاتی ہے
83	علم غیب کا ثبوت قرآنی آیات سے	48	کس پر تقلید واجب ہے اور کس پر نہیں
89	آیۃ الکرسی میں حضور کی نعت ہے	48	مجتہد کے چھ طبقے ہیں
100	حاشیہ منافقین کا عقیدہ حضور ﷺ کو علم غیب نہیں	50	چوتھا باب تقلید واجب ہونے کے دلائل
105	حضرت خضر و ابراہیم علیہم السلام کا علم		

- 106 شہوت کے معنی کی تفصیل
- 113 کل شئی متاعی ہیں اور کل ماکہ تخصیص کے جوابات
- 115 دوسری فصل علم غیب کی احادیث
- 115 حاشیہ کلی علم غیب کا ثبوت
- 118 حاشیہ صحابی رسول سواد بن قارب رضی اللہ عنہ
- کا کلی علم غیب کا عقیدہ
- 142 تیسری فصل شارحین احادیث کے اقوال میں
- در بارہ علم غیب
- 145 حاشیہ چند مزید احادیث سے علم غیب کا ثبوت
- 145 حاشیہ حدیث نمبر (۱) نجاشی رضی اللہ عنہ کے
- انتقال کی خبر دینا
- حدیث نمبر (۲) حضور ﷺ نے پہلے سے بتا دیا 149
- تم مجھ سے نیکی اور بدی کے بارے میں پوچھنے
- آئے ہو
- حدیث نمبر (۳) یہ بکری بغیر اجازت ذبح ہوئی ہے 150
- حدیث نمبر (۴) تمہارے پاس اہل جنت کا 151
- ایک شخص آ رہا ہے
- حدیث نمبر (۵) سب سے بد بخت انسان کون 153
- ہے؟
- حدیث نمبر (۶) زمین پر چلتا پھرتا شہید کو 156
- دیکھو
- حدیث نمبر (۷) امام حسین رضی اللہ عنہ اور علم 157
- غیب مصطفیٰ ﷺ
- حدیث نمبر (۸) بے شک امام حسن اور امام حسین 159
- رضی اللہ عنہما جنتی لو جو انوں کے سردار ہے
- حدیث نمبر (۹) سب سے پہلے مجھ سے وہ 160
- ملے گی جو تم سب میں دراز دست ہے
- حدیث نمبر (۱۰) اوئیں قرنی رضی اللہ عنہ اور 163
- علم غیب مصطفیٰ ﷺ
- حدیث نمبر (۱۱) دو عظیم گروہوں کے درمیان 113
- اللہ عز وجل اس کے ذریعہ صلح کرائے گا
- حدیث نمبر (۱۲) مہدی بن نوح رضی اللہ عنہا شہید ہے 167
- حدیث نمبر (۱۳) لیکن وہ شخص طہین مبارک کو سینے 169
- والا شخص ہے یعنی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ
- حدیث نمبر (۱۴) سب سے پہلے جو میری سنت 170
- کو بدلے گا وہ بنی امیہ کا آدمی ہوگا یعنی یزید
- حدیث نمبر (۱۵) عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ 171
- سے فرمایا تمہیں باقی جماعت شہید کرے گی
- حدیث نمبر (۱۶) عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ 176
- اور علم غیب مصطفیٰ ﷺ
- حدیث نمبر (۱۷) منافق کی موت کی خبر دینا 185
- حدیث نمبر (۱۸) وہ مال کہاں جو تم مکہ میں 189
- دفن کر کے آئے ہو
- حدیث نمبر (۱۹) ان نیزوں سے فدیہ ادا کرو 194
- جو جدے میں ہیں
- حدیث نمبر (۲۰) تو اسے بیل کا شکار کرتے 196
- ہوئے پائے گا
- حدیث نمبر (۲۱) وہ دو اونٹ کہاں ہیں جنہیں تم 198
- نے حقیقی میں قلاں قلاں وادی میں چمپا دیا ہے
- حدیث نمبر (۲۲) اس طرف سے کچھ سوار 200
- تمہارے پاس آئیں گے جو اہل مشرق کے
- بہترین لوگ ہیں
- حدیث نمبر (۲۳) اسی ترتیب سے خلفاء ہوں گے 203

- حدیث نمبر (۲۳) سب سے پہلے مجھ سے 204  
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ملے گی
- حدیث نمبر (۲۵) بے شک یہ ثعلبہ رضی اللہ 207  
عنه کے جوتوں کی آواز ہے جو مجھے ریحانہ کے  
قبول اسلام کی خوشخبری دینے آرہے ہیں
- حدیث نمبر (۲۶) ابوسفیان بن حرب رضی 208  
اللہ عنه کے دل کی بات بتانا
- حدیث نمبر (۲۷) عمیر بن وہب رضی اللہ عنه 211  
کا خفیہ منصوبہ ظاہر کر دیا
- حدیث نمبر (۲۸) تو نے اس کے رخسار میں 213  
ایک تل دیکھا ہے جس وجہ سے تیرے جسم کا  
ہر بال کھڑا ہو گیا
- حدیث نمبر (۲۹) میری امت میں ایک شخص 214  
وہب نامی ہوگا
- حدیث نمبر (۳۰) اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتا دیتا 215  
ہوں کہ کس چیز نے تمہیں وہیں روک رکھا؟
- حدیث نمبر (۳۱) یہ شیمابنت غیلہ ازدیہ اپنے 216  
نچر شہباز پر کالا دوپٹا اوڑھے موجود ہے
- حدیث نمبر (۳۲) زید بن صوحان رضی اللہ 217  
عنه کے اعضاء جنت میں پہلے داخل ہوں گے
- حدیث نمبر (۳۳) سراقہ تجھے کسریٰ کے کلغن 219  
پہنائے جائیں گے
- حدیث نمبر (۳۴) میری امت میں سے ایک 221  
شخص موت کے بعد کلام کرے گا
- حدیث نمبر (۳۵) یہ بچہ ایک قرن تک زندہ 224  
رہے گا
- حدیث نمبر (۳۶) آج وہ کوئی غیب کی بات 225
- کہہ دیتے ہیں تو وہ تو آج ہی یا کل وقت  
چاشت ضرور رونما ہو جاتی ہے
- حدیث نمبر (۳۷) حضور ﷺ نے مجھے 226  
میرے تمام دلی ارادوں سے مطلع فرمایا
- حدیث نمبر (۳۸) اے عثمان یاد رکھو وہ وقت 229  
کچھ دور نہیں کہ خانہ کعبہ کی چابی ایک  
صاحب اختیار کی حیثیت سے میرے پاس  
ہوگی
- حدیث نمبر (۳۹) تو اپنے دل میں کیا خیال 230  
کر رہا تھا؟
- حدیث نمبر (۴۰) اسی شب کسریٰ کو قتل 231  
کر دیا گیا جس روز آپ ﷺ نے یہ خبر دی  
تھی
- چوتھی فصل علماء امت کے اقوال 233
- حضور علیہ السلام لکھنا جانتے تھے 238
- پانچویں فصل مخالفین کی تائید علم غیب 239
- چھٹی فصل علم غیب کی عقلی دلیل 240
- حاشیہ: جمہور کے نزدیک حضور ﷺ نے سر کی 241  
آنکھوں سے رب کا دیدار نہیں کیا ہے۔
- علم غیب اولیاء 244
- حاشیہ: اولیاء کرام رحمہم اللہ کا تعلیم الہی سے 247  
غیب پر مطلع ہونا
- دوسرا باب علم غیب پر اعتراض و جواب 252
- حاشیہ ذاتی عطائی کا ثبوت 253
- حاشیہ عطائی علم غیب کا ثبوت 263
- پہلی فصل آیات قرآنیہ کے بیان میں 265
- لا اقول لکم میں نفی دو اور منفی تین ہیں اس کی 265



339	قیامت میں لوگ شفع کو بھول جائیں گے		غیب حکمت
339	حضرت یعقوب حضرت یوسف سے خبردار تھے	266	حضور مفاع الغیب ہیں
	ان کا رونا ترقی درجات کا سبب ہوا	268	علم عطائی غیب ہی نہیں
342	تیسری فصل عبارات فقہاء خلاف علم غیب کے	273	علم اور شعر کے معانی
	بیان میں	274	حاشیہ علم شعر کی تحقیق
344	حاشیہ بحر الرائق اور عالمگیری کی عبارتوں کا صحیح محل	280	خبر کا نسخ جائز ہے یا نہیں
		281	حاشیہ منافقین کی خبر دینا
345	علم غیب پر عقلی اعتراضات و جوابات	288	علم روح کی بحث اور امر کے معنی
349	حاضر و ناظر کی بحث	289	حضور علیہ الصلوۃ والسلام روح ہیں اور عالم
349	پہلا باب حاضر و ناظر کے ثبوت میں		امر ہے
349	پہلی فصل آیات قرآنیہ سے ثبوت	290	علم قیامت کی بحث فیہم انت من ذکرھا
353	دوسری فصل حاضر و ناظر کی احادیث کے		کی نفیس تو جہیں
	بیان میں	293	حدیث المأمول عنہا کی نفیس تحقیق
356	حاشیہ سینکڑوں میل دور غزوہ موتہ کے حالات		
	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بتائے	293	حضور علیہ السلام نے قیامت کی خبر دی عقلی دلیل
360	حاشیہ مجھ پر تہا زار خشوع اور رکوع پوشیدہ نہیں		
362	حاشیہ حضرت ساریر رضی اللہ عنہ کا واقعہ	295	علوم خمسہ کی بحث
365	تیسری فصل حاضر و ناظر کا ثبوت فقہاء اور علماء کے اقوال سے	299	حاشیہ علوم خمسہ کے مزید دلائل
		299	حاشیہ بارش کے نزول کا علم
365	حاشیہ حضور ﷺ کو سلام کرنے کی حکایت نہ کرے	301	حاشیہ مافی الارحام یعنی ماؤں کے رحم کا علم
		311	حاشیہ ماذا کسب عندا یعنی نکل اور آئندہ ہونے والے واقعات کا علم
369	حاشیہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو حضور نبی اکرم ﷺ پر سلام بھیجو		
		313	حاشیہ ہای ارض تموت یعنی مرنے کا وقت اور مرنے کی جگہ کا علم
374	چوتھی فصل حاضر و ناظر کا ثبوت مخالفین کی کتابوں سے	329	حاشیہ علم الساعۃ یعنی قیامت کا علم
		331	دوسری فصل نفی غیب کی احادیث
375	پانچویں فصل حاضر و ناظر کا ثبوت دلائل	339	جہل و لیسان و ذہول میں فرق

- عقلیہ سے  
425 عقلی دلائل  
427 دوسری فصل اس مسئلہ پر اعتراضات و  
جوابات  
439 حضور کے بے سایہ ہونے کا قرآنی آیات  
سے ثبوت  
439 احادیث سے ثبوت  
441 فقہاء کرام کے اقوال  
443 وہابی و یوہندی تائید  
444 دوسری فصل۔ اعتراضات و جوابات  
448 بحث نداء یا رسول اللہ  
451 دوسرا باب نداء یا رسول اللہ پر اعتراضات  
456 حاشیہ نداء یا رسول اللہ پر مزید دلائل  
464 اولیاء اللہ و انبیاء سے مدد مانگنا  
466 حاشیہ حضور ﷺ نے فرمایا اے عمر تمہاری مدد کی گئی  
474 حاشیہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا امام ابو حنیفہ  
رضی اللہ عنہ کی قبر سے برکت حاصل کرنا  
478 اولیاء اللہ سے مدد مانگنے کا عقلی ثبوت  
481 دوسرا باب اولیاء پر اعتراضات کے بیان میں  
485 رسالہ رحمت خدا وسیلہ اولیاء اللہ  
488 پہلا باب وسیلہ کے ثبوت میں  
494 احادیث سے وسیلہ کا ثبوت  
500 حاشیہ مزید احادیث سے ثبوت  
505 بزرگان دین کے اقوال  
509 اقوال مخالفین  
510 دیوبندیوں کے پیشوا بھی وسیلہ پر عقیدہ رکھتے  
تھے ہم وہ بھی پیش کرتے ہیں
- 378 دوسرا باب حاضر و ناظر پر اعتراضات  
382 حاشیہ میری ساری امت اپنے سب اعمال  
نیک و بد کے ساتھ میرے حضور پیش کی گئی  
391 حضور علیہ السلام کو بشر کہنے کی بحث  
391 نبی کی تعریف اور اس کے درجات  
392 پہلا باب اور اس بیان میں کہ نبی کو بشر یا بھائی  
کہنا حرام ہے  
394 دوسرا باب بشریت پر اعتراضات  
395 حاشیہ تم سے کسی ایک کی مثل بھی نہیں ہوں  
397 حاشیہ حضور علیہ السلام کے فضائل شریفہ  
امت کے لئے پاک  
رسالہ نور  
405 مقدمہ  
406 پہلی فصل مسئلہ نور کا ثبوت  
411 قرآنی آیات سے ثبوت  
412 حضرات مفسرین کے ارشادات  
413 حاشیہ مزید دلائل  
414 احادیث سے ثبوت  
415 حاشیہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی روایوں کی  
توثیق  
419 حاشیہ ولادت با سعادت کے وقت نور  
حضور ﷺ کے نور ہونے کے متعلق علمائے  
اسلام کے ارشادات  
423 خود علماء دیوبند کے اقوال

عقلی دلائل	512	جوابات
دوسرا باب وسیلہ اولیاء اللہ پر اعتراضات	515	ان اصحاب کے نام جنہوں نے قبروں پر گنبد بنائے
وجوابات		بحث مزارات اولیاء پر پھول ڈالنا چادریں چڑھانا
پہلا باب بدعت کی تعریف	532	چراغیں کرنا پہلا باب ان کے ثبوت میں
بدعت کی قسمیں اور ان کے احکام	535	بزرگوں کے چلوں کا حکم
بدعت کی قسموں کی پہچان اور علامتیں	536	نذر اولیاء
دوسرا باب اس کی تعریف اور تقسیم پر	539	رمضان شریف میں ختم قرآن پر چراغیں
اعتراضات		بحث قبر پر اذان دینا
بحث محفل میلاد شریف کے ثبوت میں	547	اذان کہنے کے کل کتنے مواقع ہیں
باب میلاد شریف کے ثبوت میں	547	اذان کے سات فائدے ہیں
دوسرا باب میلاد شریف پر اعتراضات وجوابات	553	دوسرا باب اذان قبر پر اعتراض وجواب
نعت گوئی اور نعت خوانی عبادت ہے	555	مدرسہ دیوبند اور ختم بخاری
تقسیم شیرینی کی بحث	555	قبر کا طواف اور دیوبندیوں کی کتاب
کسی کی یادگار منانا دن مقرر کرنا	557	معاذہ عید اور بعد نماز مصافحہ کا ثبوت
بحث قیام میلاد شریف کے بیان میں	559	بحث عرس بزرگان
دوسرا باب قیام میلاد پر اعتراضات وجوابات	565	دوسرا باب مسئلہ عرس پر اعتراضات وجوابات
فاتحہ، تیجہ، دسواں، چالیسواں کا بیان	570	مسئلہ قوالی کی نہایت نفیس تحقیق
پہلا باب فاتحہ کے ثبوت میں	571	جائز کام میں ناجائز کے ملنے اور داخل ہونے کا فرق
دوسرا باب فاتحہ پر اعتراضات وجوابات	576	بحث زیارت قبور کے لیے سفر کرنا
بحث دعا بعد نماز جنازہ کی تحقیق میں	581	دوسرا باب سفر عرس پر اعتراضات وجوابات
حاشیہ مزید دلائل	581	کیا حضرت فاروق نے درخت کٹوایا تھا
دوسرا باب اس دعا پر اعتراضات وجوابات	591	کفنی یا الفی لکھنے کے بیان
مزارات اولیاء پر گنبد بنانا	596	دوسرا باب کفنی لکھنے پر اعتراضات وجوابات
اختلاف زمانہ سے بعض احکام بدل جاتے	600	بحث بلند آواز سے ذکر کرنا
ہیں اس کی مثالیں		حاشیہ ذکر بالہر پر مزید دلائل
دوسرا باب گنبد مزارات پر اعتراضات و	602	بازاروں میں بھگیر کہنے سے عوام کو نہ روکو



- دوسرا باب ذکر الحج پر اعتراضات و جوابات 651  
 بحث اولیاء کے نام پر جانور پالنا 659  
 دوسرا باب اس پر اعتراضات و جوابات 661  
 بحث بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنا اور 666  
 تبرکات کی تعظیم کرنا 667  
 قبر کا بوسہ دینا 667  
 حاشیہ مزارات کو چومنا جائز ہے بہترین تحقیق 667  
 دوسرا باب اس پر اعتراضات و جوابات 683  
 سجدے کی تعریف اور اس کے اقسام و احکام 684  
 تبرکات کا ثبوت 685  
 بحث عبداللہی عبدالرسول نام رکھنا 689  
 دوسرا باب اس پر اعتراضات و جوابات 690  
 بحث اسقاط کا بیان 692  
 حیلہ شرعی کے جواز کے ثبوت میں 693  
 حاشیہ حیلہ اسقاط پر مزید دلائل 693  
 عورتوں کے کان کب سے چھیدے گئے 696  
 دوسری فصل روزے نماز کے فدیہ کے بیان میں 698  
 دوسرا باب حیلہ اسقاط پر اعتراضات و جوابات 702  
 نئی قبروں پر جہد تک حافظ بٹھانا 710  
 کتنے مخصوصوں سے حساب قبر نہیں ہوتا 710  
 قضاء عمری پڑھنے کی ترکیب 710  
 بحث اذان میں انگوٹھے چومنے کا بیان 712  
 اس کے دینی و دنیاوی فوائد 713  
 حاشیہ انگوٹھے چومنے پر مزید دلائل 713  
 دوسرا باب انگوٹھے چومنے پر اعتراضات و جوابات 719  
 بحث جنازے کے آگے کلمہ یا نعت بلند آواز 725
- سے پڑھنا  
 دوسرا باب اس پر اعتراضات و جوابات 728  
 زمانہ کے اختلاف سے احکام کیوں بدل 731  
 جاتے ہیں اور اس کی مثالیں 732  
 دیوبندی عقائد 735  
 اسلامی عقائد 736  
 ضمیمہ جاء الحق 741  
 قہر کبریا پر منکرین عصمت انبیاء 741  
 پہلا باب عصمت انبیاء کا ثبوت 743  
 دوسرا باب اس پر سوال و جواب 746  
 یوسف علیہ السلام کے بھائی نبی نہ تھے 754  
 لمعات المصابیح علی رکعات التراويح 757  
 پہلا باب بیس رکعت تراویح کا ثبوت 757  
 غیر مقلدین کے آرام و مسائل 759  
 دوسرا باب بیس رکعت تراویح پر سوال و جواب 760  
 حاشیہ بیس رکعات تراویح پر مزید دلائل 762  
 رسالہ طلاق الادلہ فی حکم طلاق ثلاثہ 767  
 پہلا باب اس کا ثبوت کہ ایک دم تین طلاقیں 768  
 تین ہوتی ہیں  
 دوسرا باب اس پر اعتراضات و جوابات 772  
 مختصر دلائل اذان سے قبل درود و سلام کا ثبوت 779  
 مختصر دلائل بحث مسئلہ ضا و غدا کی تحقیق 783  
 مختصر دلائل اقامت میں حی علی الفلاح پر 788  
 کھڑے ہونے کا شرعی حکم

# فہرست

## سعید الحق فی تخریج جاء الحق (حصہ دوم)

818	دوسری فصل اس پر سوال و جواب	799	وجہ تصنیف کتاب
820	چوتھا باب امام کے پیچھے قرات نہ کرو	801	حدیث صحیح، حسن، ضعیف
820	قرات خلف الامام کس آیت سے منسوخ ہے	802	کن چیزوں سے حدیث ضعیف حسن بن جاتی ہے
824	حاشیہ قرات کے منع پر مزید دلائل	803	حاشیہ جرح مبہم قبول نہیں
828	عقل کا تقاضا ہے کہ امام کے پیچھے قرات منع ہے	802	امام صاحب کی احادیث ضعیف نہیں
828	دوسری فصل اس مسئلہ پر سوالات و جوابات	805	حدیث ضعیف مقلد کو معسر نہیں مگر وہابی کے لیے
830	تلاوت و تعلیم قرآن میں فرق		موت ہے
834	اسی صحابہ مقتدی کی قرات کے مخالف ہیں	806	پہلا باب کانوں تک ہاتھ اٹھانا
836	پانچواں باب آمین آہستہ کہو	806	پہلی فصل اس کا ثبوت
836	پہلی فصل	808	حاشیہ مزید دلائل
839	دوسری فصل اس مسئلہ پر اعتراضات و جوابات	808	اس کے عقلی دلائل
841	ادنیٰ آمین کی حدیث قرآن و عقل کے خلاف ہے	809	دوسری فصل اعتراض و جواب
843	چھٹا باب رفع یدین نہ کرو	811	دوسرا باب ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے
845	حاشیہ رفع یدین نہ کرنے پر مزید دلائل	812	اس کے عقلی دلائل
848	امام اعظم کا امام اوزاعی سے رفع یدین کے	813	دوسری فصل اس پر اعتراض و جواب
849	متعلق عجیب مناظرہ	814	حاشیہ مزید دلائل
849	عقلی دلیل	816	تیسرا باب نماز میں بسم اللہ آہستہ پڑھنا
850	دوسری فصل اس پر سوال و جواب	817	عقلی دلیل
858	آخر کے عجیب معنی		

859	اذا ثبت الحدیث فهو مذہبی کی نفیس تحقیق	906	دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات و جوابات
860	ساتواں باب وتر واجب ہیں	907	تیرہواں باب بوقت جماعت سنت فجر پڑھنا
860	حاشیہ وتر واجب ہیں مزید دلائل	907	پہلی فصل
862	وتر تین رکعت ہیں اس پر اعتراضات و جوابات	910	دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات و جوابات
863	حاشیہ وتر تین رکعات ہیں مزید دلائل	913	چودھواں باب نمازیں جمع کرنا منع ہے
866	تین رکعات پر اعتراضات و جوابات	913	پہلی فصل
871	آٹھوں باب قنوت نازلہ منع ہے	915	دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات و جوابات
872	حضور نے کن دشمنوں کو معافی دی اور کن کے لئے بدو عافرائی	917	ہمارے معنی کی تائید
873	عقلی دلائل	920	پندرہواں باب سفر کا فاصلہ تین دن کی راہ ہے
874	دوسری فصل اس پر اعتراضات و جوابات	920	پہلی فصل
877	وتر میں دعائے قنوت ہمیشہ پڑھو	923	دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات و جوابات
879	نواں باب التیحات میں بیٹھنے کی کیفیت	925	سولہواں باب سفر میں سنت و نفل
879	پہلی فصل	925	پہلی فصل
882	دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات و جوابات	928	دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات و جوابات
885	دسواں باب بیس رکعت تراویح	931	سترہواں باب سفر میں قصر واجب ہے
885	پہلی فصل	931	پہلی فصل
887	حاشیہ بیس رکعات تراویح پر مزید دلائل	933	دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات و جوابات
892	اس مسئلے پر اعتراضات و جوابات	936	عثمان غنی نے منی میں اتمام کیوں کیا
894	دہائیوں سے سوالات	938	اٹھارہواں باب فجر میں اوجالاکرے
896	گیارہواں باب ختم القرآن پر روشنی کرنا	938	پہلی فصل
896	پہلی فصل	941	دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات و جوابات
898	دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات و جوابات	945	انیسواں باب ظہر ٹھنڈی کر کے پڑھو
901	بارہواں باب شبینہ ثواب ہے	945	پہلی فصل
901	پہلی فصل شبینہ کے ثبوت میں	947	دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات و جوابات
903	حاشیہ شبینہ پر مزید دلائل	950	بیسواں باب اذان و تکبیر کے الفاظ
		950	پہلی فصل



1002	سنت وحدیث کا فرق	953	دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات وجوابات
1003	دعا	957	اکیسواں باب مقفل کے پیچھے نماز ناجائز ہے
1005	گردن کا مسح کرنا بدعت نہیں	957	پہلی فصل
1007	حنفیوں کے لئے خوشخبری	959	دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات وجوابات
1012	مصنف کی دیگر معتقدانہ کتب	962	بائیسواں باب قے و خون سے وضو ٹوٹ جاتا ہے
		962	پہلی فصل
		964	قے اور خون میں عجیب فرق
		964	دوسری فصل اس پر سوال وجواب
		967	تیسواں باب ناپاک کنواں پاک کرنا
		967	پہلی فصل
		970	دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات وجوابات
		973	چوبیسواں باب نماز جمعہ وعیدین گاؤں میں نہیں ہوتیں
		975	دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات وجوابات
		979	پچیسواں باب نماز جنازہ میں الحمد شریف کی تلاوت نہ کرو
		979	پہلی فصل
		981	دوسری فصل اس مسئلے پر اعتراضات وجوابات
		983	خاتمہ
		983	امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب
		983	حاشیہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی شان
		987	چاروں اماموں کی ولادت و وفات عمر مزار
		992	دوسرا مسئلہ تقلید کی اہمیت
		997	قرآن وحدیث سے مسائل کے استنباط کا نمونہ
		1000	وہابی اور حدیث

## تَقْرِیْظُ مِیَارِک

# سرمایہ اہلسنت مجاہد اہلسنت امیر جماعت اہلسنت ممتاز عالم دین علامہ ومولانا سید شاہ تراب الحق قادری مدظلہ العالی

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

فاضل فوجوان مولانا سعید اللہ خان قادری صاحب نے بڑی محنت و شاقہ سے حکیم الامت مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ کی عالمی شہرت یافتہ کتاب ”جاء الحق“ کے دونوں حصوں کی تخریج فرمائی اور نئے انداز میں ترتیب دیا۔ کتاب بھی نہایت عمدہ ہے۔ جاء الحق کے دونوں حصوں میں درج قرآنی آیات و احادیث مقدسہ اور فقہی عبارات کے حوالہ جات کا اندراج اور نئی ترتیب یقیناً علماء اور طلباء کے لئے ایک عظیم تحفہ ہے۔ حضرت حکیم الامت علیہ الرحمہ کا ایک رسالہ ”وسیلہ“ اور ”مسئلہ نور“ بھی قارئین کی سہولت کی پیش نظر اس میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔ یہ دونوں رسائل بھی لائق مطالعہ ہیں۔

نیز مرتب نے تین اور مسلوں کا اضافہ کیا ہے۔ اور انہیں بھی بڑے اچھے طریقے سے تحریر فرمایا ہے جس میں خاص کر مسئلہ ”فناء“ ہے جسے عموماً بد مذہب ”ذال“ کے تخریج سے پڑھتے ہیں۔ اس مسئلہ پر بھی کافی شافی روشنی ڈالی ہے نیز اذان سے قبل دو روز و سلام کا مسئلہ بھی بحسن خوبی بیان کیا ہے اور اقامت صلوٰۃ کے وقت اگر امام پہلے سے موجود ہو تو مقتدیوں کو جی علی الصلاۃ پر کھڑے ہونے سے متعلق تحقیق بھی موجود ہے اہل سنت و جماعت کے نزدیک یہ ایسے مسلمات ہیں کہ کوئی دین سے ناواقف شخص ہی ان کا انکار کر سکتا ہے۔

مولانا موصوف ابھی نو عمر ہے ماشاء اللہ اپنی جوانی میں انہوں نے اس عظیم کام کو سرانجام دیا ہے آئندہ بھی موصوف سے مزید تحقیقی کام کی توقعات وابستہ ہیں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کی اس سعی کو اپنے دربار میں قبول فرما کر اجرا عظیم عطا فرمائے۔

مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ مولانا محمد قاسم جلالی برادر وی نے اپنے مکتبہ غوثیہ سے اس کی طباعت کا اہتمام کیا ہے یہ بھی لائق تحسین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو بھی اپنے دربار میں قبول فرمائے۔

سید شاہ تراب الحق قادری

امیر جماعت اہل سنت پاکستان کراچی

### تقریظ مبارک

الامام المحقق الحجة الثبت شيخ القرآن والحديث رئيس المحققين المحقق النبيل مفتی شاه

حسین گردیزی مد ظله العالی

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مولانا سعید اللہ خان قادری علم دوست شخصیت ہیں ان کے شب و روز مطالعہ میں ہی ہوتے ہیں۔ اور ہر وقت علم کی بات کرتے ہیں حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی قدس سرہ العزیز جلیل القدر عالم دین گزرے ہیں اور جاء الحق کے نام سے اختلافی مسائل پر ایک معرکہ الآرا کتاب لکھی ہے جو پاک و ہند میں نہایت ہی مقبول ہوئی۔ حضرت مولانا سعید اللہ خان قادری دامت برکاتہم العالیہ کے ذوق نے انہیں اس طرف مائل کیا کہ اس کے حوالے جات کی تخریج کی جائے اور مزید دلائل میں اضافہ کیا جائے چنانچہ اس مشکل کام کو اپنی محنت شاقہ سے پورا کر لیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس کام میں برکت اور قبولیت عامہ نصیب فرمائے اور ان کی عمر اور علم میں اضافہ فرمائے۔

مفتی شاہ حسین گردیزی

☆☆

بسم الله الرحمن الرحيم

عرصہ دراز سے یہ خواہش تھی کہ شہر کراچی میں اہلسنت والجماعت کا ایک ایسا مضبوط ادارہ ہو جو اہلسنت والجماعت کے علماء کی کتب کو پورے ملک سے منگوا کر عوام الناس اور علمائے اہلسنت تک پہنچا سکے اور اس کے ساتھ ساتھ علمائے اہلسنت کی کتب کو شائع بھی کرے اور اسے عوام تک پہنچا سکے۔ الحمد للہ اس کی کوجنتاب ”محمد قاسم جلالی صاحب“ نے مکتبہ غوثیہ کے ذریعے سے پورا کیا محمد قاسم جلالی صاحب جو کراچی ذات میں ایک انجمن ہیں بیک وقت کئی محاذوں پر کام کرتے نظر آتے ہیں اور اس کام میں انہیں نہ کسی صلے اور ستائش کی تمنا ہے اور نہ کسی سے داؤد و حمین کی تناسل دن رات کام کئے جا رہے ہیں ہم انہیں دیکھتے ہیں تو:

1: مکتبہ غوثیہ، 2: قاسم ہیکلکشنر، 3: دیکم و پلغیر ٹرسٹ، 4: جلدۃ الفاطمہ للبینات، 5: ماہنامہ ”سب“

ان کی کاوشوں کا نتیجہ ہے اہلسنت میں سب سے بڑا کام جو اب تک اتنے بڑے شہر کراچی میں کوئی دوسرا ادارہ یا شخصیت نہ کر سکی وہ درس نظامی کی کتب کی اشاعت نہیں ہے اہلسنت کو ہمیشہ سے یہ شکوہ رہا ہے کہ ہمیں اپنے اداروں میں دوسرے مسالک کی مطبوعہ و معینی درسی کتابیں پڑھانی پڑتی تھیں اب الحمد للہ اس کی نظامی کا سلسلہ شروع ہو چکا یہ کام اس نوجوان ”محمد قاسم جلالی“ کے حصے میں آیا ہے۔ درس نظامی کی کتب کا شائع کرنا اہلسنت جماعت کے لئے ان کا بہت بڑا کام ہے میری معلومات کے مطابق اب تک 50 سے زائد درسی کتب و شروحات قاسم جلالی صاحب شائع کر چکے ہیں باقی کتب اور شروحات کا سلسلہ تاحال جاری ہے۔ جس میں سے چند درج ذیل ہیں:

- 1: صحیح بخاری شریف، 2: مسلم شریف، 3: تفسیر صاوی، 4: حاشیہ طحاوی، 5: تفسیر جلالین، 6: حدیث الخو، 7: اصول النشاہی، 8: البیان المکشوری شرح قدوری، 9: بخاری الخو شرح حدیث الخو، 10: البشیر الکامل شرح مائے عامل، 11: مقامات حریری، 12: حریز الفواہی شرح اصول النشاہی، 13: البشیر المصیب لمحل شرح اہمذیب، 14: لطائف العانی شرح مختصر المعانی۔ اور دیگر کتب شائع ہو چکی ہیں طوالت کی وجہ سے صرف انہی کتب کے نام لکھے ہیں۔

میں محمد قاسم جلالی صاحب کا نہایت ممنون و مشکور ہوں کہ انہوں نے اس سے پہلے بھی میری کئی کتب شائع کی ہیں اور اب یہ کتاب سعید الحق شرح تخریج جاء الحق بھی محمد قاسم جلالی کی محنت اور کاوشوں کا ثمر ہے میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ قاسم جلالی کو دین و دنیا کی تمام بھلائیاں عطا فرمائے۔ آمین بجاہ الالہی الامین۔

محمد سعید اللہ خان قادری

آستانہ عالیہ قادریہ غوثیہ کراچی

## تقریظ مبارک

فقیہ الجلیل، استاذ العلماء تاج العلماء رہبر اہل سنت

مفتی اعظم پاکستان مفتی منیب الرحمن مدظلہ العالی

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

شیخ التفسیر علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی مراد آبادی قدس سرہ العزیز اہل سنت و جماعت کے مستند و مسلمہ اکابر میں سے ہیں۔ صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ و نور اللہ مرقدہ سے نسبت تلمذ رکھتے ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد وہ ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائے اور گجرات (پنجاب) میں متوطن ہوئے۔ یہ ہمارے ان اکابر میں سے ہیں جنہوں نے ابلاغ دین اور تحفظ مسلک اہل سنت و جماعت کے لئے اپنے عہد کے تقاضوں کا صحیح ادراک کیا، عام فہم انداز میں تفسیر نعیمی کے نام سے قرآن مجید کی مبسوط تفسیر لکھی جسے وہ مکمل نہ کر سکے اس کا تاریخی نام انہوں نے ”اشرف التفاسیر“ رکھا۔ مراۃ المناجیح کے نام سے شرح مشکوٰۃ لکھی۔ عقائد و شعائر مسلک اہل سنت کو عام فہم اور مدلل و مفصل انداز میں بیان کرنے کے لئے ”جاء الحق“ کے نام سے ایک وسیع علمی و تحقیقی کتاب لکھی تاکہ اپنے ہم مسلک لوگوں کی تسلی و تشفی کا ذریعہ بنے اور مخالفین کے لئے حجت قاطعہ اور برہان اتم ثابت ہو۔ حضرت کی اور بھی متعدد تصانیف ہیں ان کی تصانیف کو اللہ تعالیٰ نے قبول عام عطا فرمایا۔ علماء کرام، خطباء کرام، واعظین اور دینی مطالعے کا ذوق رکھنے والوں کے لئے یہ تمام کتابیں یکساں مفید ہیں۔ فاضل نوجوان عالم مولانا سعید اللہ خان قادری نے ”جاء الحق“ میں دیئے ہوئے علمی اور فقہی حوالہ جات کی تحقیق و تخریج کر کے اس کی افادیت میں کئی گنا اضافہ کر دیا ہے اور حسب ضرورت دلائل کا اضافہ بھی کیا ہے۔ یہ ایک عمدہ علمی کاوش ہے، اللہ تعالیٰ ان کی علمی، فکری اور تحقیقی مساعی کو ماجور و مقبول فرمائے۔ ان کے تحقیق و تصنیف میں اضافہ فرمائے اور ان کے علم و عمر میں برکتیں عطا فرمائے۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ”جاء الحق“ پر مخالفین نے جہاں جہاں نقد و جرح کی اور رد و قدح کی ہے اس سارے مواد کو یک جا کر کے تحقیقی اور اصلاحی انداز میں اس کا علمی محاکمہ کیا جائے تاکہ یہ ”جاء الحق“ کا صحیح حکم و تتمہ ثابت ہو۔

۴ نومبر ۲۰۰۹ء

مفتی منیب الرحمن

## تقریظ مبارک

### پیر طریقت محسن اہل سنت فخر اہل سنت

### علامہ محمد بشیر فاروقی قادری عطاری مدظلہ العالی

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد۔

”جاء الحق“ حضرت علامہ مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وہ تصنیف ہے جو مسلمانان عالم کے ایمانوں کی محافظ و جلا بخش ہے۔ اور عام مسلمانوں کے عقائد کی اصلاح کے لئے بہترین مشعل راہ ہے۔

مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی حیثیت اہل سنت و جماعت میں حکیم الامت کی ہے اور آپ کی کاوشیں ہمارے لئے باعث فخر ہیں۔ یوں تو حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی تصانیف کئی اور بھی ہیں مگر جس طرح تفاسیر میں نور العرفان کا اپنا مقام ہے اسی طرح جاء الحق کا اصولی و فروعی مسائل کے اعتبار سے اپنا مقام ہے۔ یوں تو حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی تمام کتب دلائل شرعیہ و دہقان قاطعہ سے بھر پور ہے مگر پھر بھی ان کے فیوض و برکات کو لوٹنے کے لئے حضرت مولانا سعید اللہ خان قادری نے اس کتاب جاء الحق پر مزید تحقیق کی اور حوالہ جات کی مکمل تخریج اور ساتھ ہی دلائل میں مزید اضافہ کر کے حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی خصوصی نظر عنایت کے مستحق بننے کی پوری کوشش کی ہے۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعاء ہے کہ مولانا سعید اللہ خان قادری کے علم و عمل و عمر میں مزید برکتیں اور ترقیاں عطا فرمائے اور انہیں اخلاص کے ساتھ مسلک حق اہل سنت و جماعت کی خدمت میں ہمیشہ کوشاں رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

محمد بشیر فاروقی قادری عطاری

۱۵ ذیقعدہ شریف

## تقریظ مبارک

خطیب ملت محقق اہل سنت عاشق رسول جگر گوشہ

خطیب پاکستان

حضرت علامہ و مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی مدظلہ العالی

بسم الله الرحمن الرحيم

والله اعلم بالصواب

فاضل نوجوان علامہ ابوالعباس سعید اللہ خان قادری ہر جمعہ جامع مسجد گزار حبیب میں ادا کرتے ہیں اور کبھی کبھی مجھ سے ملنے بھی آتے ہیں ان کی کھری کھری باتیں بھلی لگتی ہیں ان کی علمی لگن پر رشک ہوتا ہے تقریر سے انہیں شغف نہیں مگر تحریر کے حوالے سے بہت کم عرصے میں ان کی کاوشیں مقدار اور معیار میں خاصی ہیں۔ اسے علم کا جنون ہی کہیے کہ ان کا بیش تر وقت کتابیں کھوجتے رہنے میں گزرتا ہے۔

مسلمک حق اہل سنت و جماعت کی ترجمانی کے حوالے سے قیام پاکستان کے بعد وطن عزیز میں ”حکیم الامت“ کا مقبول خطاب پانے والے حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے نام اور کام کو آج بھی سمتوں میں اہل علم سراہتے ہیں۔ حب رسول (ﷺ) اور اہل سنت و جماعت کے صحیح عقائد و نظریات اور جائز معمولات کے بیان میں ان کے تحریری سرمائے سے خواص و عوام استفادہ کر رہے ہیں ان کی دو قابل قدر کتابوں کے انگریزی تراجم بھی پزیرائی پا رہے ہیں۔ اردو ترجمہ قرآن ”کنز الایمان“ کے تفسیری حاشیہ ”نور العرفان“ کو مفتی اعظم افریقہ حضرت مولانا مفتی محمد اکبر ہزاروی نے اور دوسری شاہ کار تالیف ”جاء الحق“ کو حضرت مولانا سید محمد علیم الدین مصباحی نے جنوبی افریقہ سے انگریزی میں شائع کیا ہے۔ اسی کتاب کے اردو متن پر فاضل محترم علامہ سعید اللہ خان قادری نے بہت محنت سے خوب محنت کی ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ وہ مشعلِ یدست ہیں اللہ کرے وہ یونہی چراغاں کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی اس محنت کو قبول فرمائے۔

کوکب نورانی اوکاڑوی

## تقريظ مبارك

### شيخ المشائخ ماهر اسرار شريعت سرمايه اهل سنت جامع الشريعت والطريقت منبع الفيوضات والبركات مفتي سيد احمد علي شاه نقشبندی مدظله العالی

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي جعل محمد رسول الله ﷺ سيد العرب وسيد العجم وسيد الانس والجان الذي ارسل الى الناس كافة وجعل تعظيمه ومحبه جز الايمان واخرج معانده وسابه من جملة المرسلين وعلى آله واصحابه الذين مثلهم في التوراة ومثلهم في الانجيل كزرع اخرج شطاها فاذره فاستغلظ فاستوى اما بعد!

اخي المكرم فاضل محترم جناب حضرت علامہ مولانا مفتی سعید اللہ خان قادری زیدہ مجیدہ مسلک اہل سنت و جماعت کی بہترین انداز میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس پر فتن دور میں جبکہ لادینیت و بد مذہبیت اپنی مختلف صورتوں میں مذہب حق اہل سنت و جماعت کے خلاف سازشیں کر رہی ہے۔ ان حالات کے پیش نظر عوام اہل سنت کو اپنے عقائد حقہ سے آگاہ نہایت ضروری اور لاپرواہی امر ہے۔ حضرت علامہ موصوف نوجوان عالم دین اور مذہب حق کا در در رکھنے والے شخص ہیں اور اپنی زندگی اسی مشن کے لیے وقف کی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر اور حضور خاتم المرسلین ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم۔

زیر نظر کتاب ”جاء الحق“ جس کے مصنف حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ حضرت مصنف رحمۃ اللہ نہایت مستند عالم دین اور سچے عاشق رسول ﷺ تھے۔ فقیر راقم الحروف نے اس کتاب مستطاب ”جاء الحق“ کا اول سے آخر تک مطالعہ کیا اور اسے مسلک حق کے عین موافق پایا۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کو بہترین انداز سے دلائل واضحہ و براہین قاطعہ سے مزین فرمایا اور بد مذہبیت، دیوبندیت اور وہابیت وغیرہا کا رد بلیغ فرمایا ہے۔ اور اہل سنت و جماعت کی حقانیت کو بھرپور دلائل سے ثابت فرمایا ہے۔

فقد طالعت هذا الكتاب ووجدته نصره الاسلام وعون اهل السنة والجماعة وسيفاً قاطعاً مسلواً على اعناق الوهابية والديوبندية وغيرها من الكفرة والبغاة فجاء الله تعالى المصنف جزاءً خيراً۔

وقال العلامة ابن عابدين الشامي رحمه الله عليه!

اعلم ان هؤلاء الكفرة والبغاة الفجرة اجمعوا بين اصناف الكفر والبغى والعناد وانواع الفسق



والزندقۃ والالحاد من شک فی کفرهم والحادهم ووجوب قتالهم فہو کافر مثلہم۔

(تنقیح المائدہ: باب الردۃ والنہج ص ۹۲)

اس کتاب مستطاب ”جاء الحق“ پر یہ شعر صادق آیا ہے۔

هذا الكتاب لو بیاع بوزنه او ما من الخسران انك اخذ

ذهب لکان البائع مغبوناً ذهباً وتترك جوہراً مكنوناً

یہ کتاب مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور میں خاص طور پر علماء کے لئے اور عموماً عوام کے لئے لکھی تھی جس کی وجہ سے تخریج وغیرہ کی طرف توجہ نہیں دی جاسکی بلکہ اصل مسائل اور ان کا حل بیان کیا گیا تھا۔ حضرت سعید اللہ خان قادری نے تخریج فرما کر عوام اہل سنت پر احسان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اجر عطا فرمائے اور ان کے علم و عمل و اخلاص میں برکت عطا فرمائے۔ ہم ارباب اختیار سے پر زور اپیل کرتے ہیں کہ اس کتاب کو نصاب میں شامل کیا جائے تاکہ نئی نسل اپنے عقائد سے کما حقہ آگاہ ہو سکے اور عقائد باطلہ سے اجتناب کر سکے۔

والسلام فقط مررہ: فقیر سعید احمد علی شاہ سیفی

## تقریظ مبارک

استاذ المکرم استاذ الاساتذہ شیخ المعقول والمنقول شیخ الحدیث

مفتی حسین شاہ چشتی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فقیر نے اس کتاب کے اہم مقامات کو مطالعہ فرمایا ماشاء اللہ خوب پایا۔ محترم و مکرم علامہ سعید اللہ خان قادری صاحب نے اس عظیم کتاب پر تحقیق کر کے اہل سنت پر عظیم احسان فرمایا۔ ان سے پہلے بھی علامہ صاحب تحقیقی کتب تحریر فرما چکے ہیں لیکن افسوس کہ ان کی بہت سے تحقیقی کتب اب تک منظر عام پر نہ آسکی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ذات کریم اس کتاب مستطاب کو امت مسلمہ کے افادہ و استفادہ کا بہترین ذریعہ بنائے اور مولف محترم کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

حسین شاہ حلیمی چشتی

مہتمم جامعہ حلیمیہ شیر شاہ کراچی

## تقریظ مبارک

استاذ العلماء شیخ الحدیث عالم حقانی حضرت علامہ

و مولانا مفتی محمد اسماعیل نورانی مدظلہ العالی

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على اشرف الانبياء وسيد المرسلين و على آله

الطيبين واصحابه الطاهرين

”جاء الحق“ حضرت حکیم الامت مفسر قرآن و شارح مشکوٰۃ مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ کی وہ گرانقدر اور مایہ ناز کتاب ہے جو موافقین اور مخالفین سب کے لیے نفع بخش ہے۔ موافقین کے لیے باعث تقویت ہے اور مخالفین کے لیے ذریعہ ہدایت۔ حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے اپنی اس بابرکت کتاب میں امت مسلمہ کے عقائد و معمولات کو نہایت حسین اور مدلل پیرایہ میں بیان فرمایا ہے۔ اور نہ صرف بیان فرمایا، بلکہ موجودہ دور میں امت مسلمہ کے ان عقائد و معمولات کو مخالفین کی جن رخنہ اندازیوں اور شکالات کا سامنا ہے ان کا بھی حضرت نے ازالہ فرمایا ہے۔

حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تصنیف لطیف کی وقعت اور موجودہ دور میں اس کی اہمیت کے پیش نظر ضرورت اس بات کی تھی کہ اس میں پیش کیے گئے دلائل و براہین کی تخریج و تحقیق کی جائے تاکہ اس کی افادیت میں مزید اضافہ ہو اور کسی کو مطمئن کرنے میں مزید آسانی ہو۔ سو فاضل جلیل حضرت علامہ سعید اللہ خان قادری (زید علمہ و فضلہ) نے اس عظیم کام کے لیے ہمت فرمائی اور بہت عرق ریزی کے ساتھ اس کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ انشاء اللہ العزیز علامہ کا یہ کام موافقین و مخالفین سب کے لیے نفع کا باعث ہوگا اور خود علامہ کے لیے مصنف علیہ الرحمۃ کی نگاہ کرم کے حصول کا ذریعہ ہوگا۔ فقط والسلام۔

محمد اسماعیل قادری نورانی

۱۵ ذی القعدہ ۱۴۳۰ھ

۴ نومبر ۲۰۰۹ء

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين خالق السموات والارضين والصلوة والسلام على من كان نبينا وادم بين الماء والطين اجمل الاجملين اكمل الاكملين سيدنا محمد واله واصحابه واهل بيته اجمعين۔

### دیباچہ

دین اسلام کو دنیا میں تشریف لائے ہوئے آج تقریباً پونے چودہ سو برس گزرے اس عرصہ میں اس پاک دین نے ہزار ہا بلاؤں سے مقابلہ کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس لہلہاتے ہوئے چمن پر بہت سی تیز آندھیاں آئیں اور اپنا اپنا زور دکھا کر چلی گئی مگر الحمد للہ کہ یہ چمن اسی طرح سرسبز و شاداب رہا۔ اس آفتاب پر بار بار تاریک بادل اور غبار آئے مگر یہ آفتاب اسی طرح چمکتا و مکتا رہا اور کیوں نہ ہوتا کہ رب تعالیٰ خود اس دین کا حافظ و ناصر ہے خود فرماتا ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون۔

**ترجمہ:** ہم نے ہی قرآن اتارا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

(بارہ سورۃ الحجرات نمبر ۹)

کبھی اس پر یزیدی بادل آئے اور کبھی حجازی غبار۔ کبھی مامونی طاقت نے اس کے سامنے آنے کی جرأت کی اور کبھی تاتاری قوتیں اس سے ٹکرائیں کبھی خارجی شورش نے اس سے مقابلہ کیا اور کبھی رخص کی طاقت نے اس کو زیر کرنے کی کوشش کی مگر وہ سب کی سب اس پہاڑ سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئیں اور یہ پہاڑ اسی طرح اپنی جگہ مضبوطی سے قائم رہا۔ اقامہا اللہ وادامہا اللہ تعالیٰ اس کو قائم دائم رکھے۔ مگر ان تمام فتنوں میں زبردست فتنہ اور تمام مصیبتوں میں خطرناک مصیبت وہابیوں کا فتنہ تھا۔ جس کی خبر بخبر صادق نبی اکرم ﷺ نے پہلے ہی دے دی تھی اور طرح طرح سے اس فتنہ سے مسلمانوں کو آگاہ کر دیا تھا۔

چنانچہ مشکوٰۃ جلد دوم باب ذکر الیمین والشام میں بخاری کے حوالے سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن دریائے رحمت مصطفیٰ ﷺ جوش میں ہے بارگاہ الہی میں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی جا رہی ہے۔ اللھم بارک لنا فی شامنا اے اللہ ہمارے لئے شام میں برکت دے اللھم بارک لنا فی یمننا اے اللہ ہم کو ہمارے یمن میں برکت دے حاضرین میں سے بعض نے عرض کیا وہی نجدنا یا رسول اللہ دعا فرمائیں کہ نجد میں برکت دے پھر حضور علیہ السلام نے وہی دعا فرمائی شام اور یمن کا ذکر فرمایا مگر نجد کا نام نہ لیا۔ انہوں نے پھر توجہ دلائی وہی نجدنا حضور یہ بھی دعا فرمائیں کہ نجد میں برکت ہو غرض تین بار یمن اور شام کے لئے دعائیں فرمائیں۔ بار بار توجہ دلانے پر نجد کو دعا نہ فرمائی بلکہ آخر میں فرمایا:

هناك الزلازل والفتن وبها يطلع قرن الشیطن۔

**ترجمہ:** میں اس ازلی محروم خطہ کو دعا کس طرح فرماؤں وہاں تو زلزلے اور فتنے ہونگے۔ اور وہاں شیطانی گروہ پیدا ہوگا۔

(صحیح البخاری کتاب الفتن باب قول النبی ﷺ من قبل المشرق ج ۶ ص ۳۵۹۸ رقم الحدیث ۶۶۸۱ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن الترمذی کتاب المناقب عن رسول اللہ ﷺ باب فی فصل الشام والیمین ج ۵ ص ۳۳ رقم الحدیث ۳۹۵۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۸ رقم

الحدیث ۵۹۸ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۶ ص ۲۹۰ رقم الحدیث ۷۳۰۱ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۱۲ ص ۳۸۳ رقم الحدیث ۳۳۲۲ مطبوعہ مطبعۃ الترہاد الحدیث عراق)، (الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۲۹ رقم الحدیث ۳۶۶۶ مطبوعہ دار المکتب العلمیہ بیروت)  
اس سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ کی نگاہ پاک میں دجال کے فتنہ کے بعد نجد کا فتنہ تھا جس کی اس طرح خبر دی۔

اسی طرح مشکوٰۃ جلد اول کتاب القصاص باب قتل اہل الروۃ میں بحوالہ نسائی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام ایک بار کچھ مال غنیمت تقسیم فرما رہے ہیں ایک شخص نے پیچھے سے عرض کیا یا محمد (ﷺ) آپ نے اس تقسیم میں انصاف نہ کیا حضور علیہ السلام نے غضبناک ہو کر فرمایا کہ ہمارے بعد تم کو ہم سے بڑھ کر کوئی عادل نہ ملے گا۔ پھر فرمایا کہ آخر زمانہ میں ایک قوم پیدا ہوگی جو قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا اور اسلام سے ایسے نکل جائیں گے۔ جیسے تیر شکار سے۔ پھر فرمایا:  
سیمامہم التحلیق لا یزالون یخربون حتی یشخرج اخرهم مع الدجال فاذا لقیتموہم ہم شر الخلق والخلیقۃ۔

**ترجمہ:** یعنی ان کی پہچان سرمنڈانا ہے یہ نکلے ہی رہیں گے یہاں تک کہ ان کی آخری جماعت دجال کے ساتھ ہوگی اگر تم ان سے ملو تو جان لو کہ وہ تمام خلقت میں بدتر ہیں۔

(سنن النسائی کتاب تحریم الدم باب من شہر سیفہ ثم وضع فی الناس ج ۷ ص ۱۱۹ رقم الحدیث ۳۱۰۳ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۲ ص ۳۱۲ رقم الحدیث ۳۵۶۶ مطبوعہ دار المکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد ج ۳ ص ۳۲۱ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (المخارخار المعروف بمسند البزار ج ۹ ص ۲۹۳ رقم الحدیث ۳۸۳۶ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)، (مستدرک للحاکم ج ۲ ص ۱۶۰ رقم الحدیث ۲۶۳۷ مطبوعہ دار المکتب العلمیہ بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۵۵۹ رقم الحدیث ۳۷۹۱ مطبوعہ مکتبۃ الرشید الریاض)

اس میں ان کی پہچان فرمائی گئی۔ سرمنڈانا آج بھی وہابی اس سے خالی مشکل ہی سے ملیں گے۔ کہیں فرمایا کہ بت پرستوں کو چھوڑیں گے اور مسلمانوں کو قتل کریں گے۔ دیکھو بخاری جلد اول کتاب الانبیاء متصل قصہ یاجوج وماجوج۔ و مسلم اور مشکوٰۃ باب المعجزات فصل اول۔ اسی جگہ مشکوٰۃ میں یہ بھی ہے۔

لئن ادر کتہم لا قتلہم قتل عاد۔

**ترجمہ:** اگر انہیں ہم پاتے تو قوم عاد کی طرح قتل فرمادیتے۔

(صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ تعرج الملائکۃ والروح الیہ ج ۶ ص ۲۷۰ رقم الحدیث ۶۹۹۵ و فی کتاب الانبیاء باب قول اللہ عزوجل واما عاد فاہلکوا بریح صرصر شدیدۃ عاتقہ ج ۳ ص ۲۱۹ رقم الحدیث ۳۱۶۶ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (صحیح مسلم کتاب الزکاة باب ذکر الخوارج وصفاتہم ج ۲ ص ۳۱ رقم الحدیث ۱۰۶۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد کتاب السنۃ باب فی قتال الخوارج ج ۳ ص ۲۳۳ رقم الحدیث ۳۷۶۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن النسائی کتاب تحریم الدم باب من شہر سیفہ ثم وضع فی الناس ج ۷ ص ۱۱۸ رقم الحدیث ۳۱۰۱ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)، (حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۷۲ مطبوعہ دار المکتب العربی بیروت)، (مصنف عبدالرزاق ج ۱ ص ۱۵۶ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

آج بھی دیوبندی عام طور پر ہندوؤں کے ساتھ ہیں مگر نفرت کرتے ہیں تو مسلمانوں سے۔ ان کے ہمیشہ حملے مسلمانوں پر خاص کر اہل حرمین پر ہی ہوئے۔

اس فرمان عالی کے مطابق بارہویں صدی میں نجد سے محمد ابن عبدالوہاب پیدا ہوا۔ اس نے کیا کیا اہل حرمین و دیگر مسلمانوں پر ظلم کئے اس کی داستان تو سیف الجبار اور یوارق محمدیہ علی ارغامات النجدیہ وغیرہ کتب تواریخ میں دیکھو۔ ان کے کچھ ظلم علامہ شامی نے اپنی

کتاب رد المحتار جلد سوم باب البغات کے شروع میں اس طرح بیان فرمائے ہیں۔

كما وقع في زماننا في اتباع عبد الوهاب الذين خرجوا من نجد وتغلبوا على الحرمين وكانوا ينتحلون الى الحنابلة لكن هم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خلف اعتقادهم مشركون واستباحوا بذلك قتل اهل السنة و قتل علماء هم حتى كسر الله شوكتهم وخرب بلادهم وظفر بهم عساكر المسلمين عام ثلث و ثلثين ومائتين والف۔

**ترجمہ:** جیسے کہ ہمارے زمانہ میں عبد الوهاب کے ماننے والوں کا واقعہ ہوا کہ یہ لوگ نجد سے نکلے اور مکہ و مدینہ شریف پر انہوں نے غلبہ کر لیا اپنے کو حنبلی مذہب کی طرف منسوب کرتے تھے لیکن ان کا عقیدہ یہ تھا کہ صرف ہم ہی مسلمان ہیں اور جو ہمارے عقیدہ کے خلاف ہے وہ مشرک ہے اس لئے انہوں نے اہل سنت والجماعت کا قتل جائز سمجھا اور ان کے علماء کو قتل کیا یہاں تک کہ اللہ نے وہابیوں کی شوکت توڑی اور ان کے شہروں کو ویران کر دیا اور اسلامی لشکروں کو ان پر فتح دی یہ واقعہ سنہ ۱۲۳۳ھ میں ہوا۔

(رد المحتار باب البغات ج ۳ ص ۳۲۹ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

حاشیہ.....☆

محمد بن عبد الوهاب نجدی ۱۱۱۱ھ مطابق ۵۷۵ھ میں نجد میں پیدا ہوا۔ ابتدائی عمر میں مدینہ منورہ علم حاصل کرتا تھا مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان آیا جایا کرتا تھا۔ اس کی اصل بنو نقیم سے ہے۔ اس کے اساتذہ میں شیخ محمد بن سلیمان الکردی الشافعی اور شیخ محمد حیات السدی لکھی بھی ہیں یہ دونوں اساتذہ اسی میں الحاد و ضلالت اور گمراہی کی علامات پاتے تھے اور فرماتے تھے کہ مبطل هذا ويضل الله به من ابعده واشقاه فكان لا امر كذا لك وما اخطأت فر استهم فيه۔ عنقریب یہ گمراہ ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے بعد میں آنے والے شقی لوگوں کو بھی گمراہ کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ان مشائخ کی فراست غلط نہ ہوئی۔ اس کے والد ماجد بھی اس میں الحاد کی علامت پاتے تھے اور اکثر اس کی برائی کرتے تھے لوگوں کو اس سے بچنے کی تاکید کرتے۔ اسی طرح اس کے بھائی علامہ سلیمان بن عبد الوهاب بھی اس کی ایجاد کردہ بدعات و ضلال اور عقائد باطلہ کا انکار کرتے تھے بلکہ انہوں نے اس کے رد میں ایک کتاب ”الصواعق الالہیہ فی رد الوہابیہ“ لکھی۔ ملاحظہ فرمائیں شیخ الاسلام مفتی حرم مکہ علامہ احمد بن زینی و حلان مکی رحمۃ اللہ علیہ کی الدرر السعیدہ ص ۳۲ اور محمد عبد الوهاب نجدی کے بھائی علامہ سلیمان بن عبد الوهاب کی کتاب الصواعق الالہیہ فی رد الوہابیہ ص ۵ مطبوعہ استانبول سن طبع ۱۹۷۵ء۔ عبد الحفیظ بن عثمان کی وجلاء القلوب و کشف الکروب مطبوعہ استانبول سن طبع ۱۲۹۸ھ۔

دیوبندیوں کے شیخ القرآن علامہ عبد البہادی شاہ منصوری اپنی کتاب ”تسمیل البخاری“ میں فرماتے ہیں:

لعل المراد منه قرن محمد بن عبد الوهاب النجدي الطاغی الباغی۔

(تسمیل البخاری ص ۲۱ مطبوعہ دارالعلوم تعلیم القرآن موضع شاہ منصور ضلع مردان)

مفتی حرم مکہ علامہ احمد بن زینی و حلان مکی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں۔

جاء رواية قرنا الشيطان بصيغة التثنية قال بعض العلماء المراد من قرنى الشيطان مسيلمة

الكذاب وابن عبد الوهاب۔

**ترجمہ:** ایک روایت میں ہے کہ دو قرن الشیطان (شیطان کے سینک) نکلیں گے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ان دونوں سے مراد

سیف الجبار وغیرہ میں ان کے مظالم بیشار بیان فرمائے کہ مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ میں بے گناہوں کو بے درلج قتل کیا اور حرمین شریف میں رہنے والوں کی عورتوں اور لڑکیوں سے زنا کیا ان کو غلام بنایا ان کی عورتوں کو اپنی لونڈیاں۔ سادات کرام کو بہت قتل و غارت کیا مسجد نبوی شریف کے تمام قالین اور جھاڑو فانوس اٹھا کر خیر لے گئے۔ تمام صحابہ کرام اہل بیت عظام کی قبروں کو گرا کر زمین سے ملا دیا یہاں تک کہ یہ بھی ارادہ کیا کہ خاص گنبد خضرا جس کے گرد روزانہ صبح و شام ملائکہ صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں اس کو بھی گرا دیا جائے مگر جو شخص اس بری نیت سے روضہ پاک پر گیا اس پر خدائے پاک نے ایک سانپ مقرر فرما دیا جس نے اس کو ہلاک کیا اور رب العلمین نے اپنے نبی کی اس آخری آرام گاہ کو ان سے محفوظ رکھا۔

حاشیہ.....☆  
مسئلہ کذاب اور محمد ابن عبد الوہاب ہیں۔

(الدرر السدیہ ص ۵۰ مطبوعہ پشاور)

علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی متوفی ۱۲۲۳ھ لکھتے ہیں۔

وقیل هذه الآية نزلت في الخوارج الذين يحرفون تاويل الكتاب والسنة ويستحلون بذلك دماء المسلمين واموالهم كما هو مشاهد الآن في نظائرهم وهم فرقة بارض الحجاز يقال لهم الوهابية يحسبون انهم على شئ الا انهم هم الكاذبون استحوذ عليهم الشيطان فانساهم ذكر الله اولئك حزب الشيطان الا ان حزب الشيطان هم الخاسرون نسال الله الكريم ان يقطع دابرهم۔

**ترجمہ:** علماء نے فرمایا ہے کہ یہ آیت ان خارجیوں کے حق میں نازل ہوئی ہے جو قرآن پاک اور حدیث شریف کی تاویل میں تحریف کرتے ہیں اور پھر اس تحریف کے ذریعے مسلمانوں کے خون بہانے اور مال و متاع لوٹ لینے کو جائز قرار دیتے ہیں جیسا کہ انہی جیسے لوگوں سے اس زمانہ میں بھی مشاہدہ میں آیا ہے یہ لوگ سر زمین حجاز میں ایک فرقہ ہے جنہیں وہابی کہا جاتا ہے ان کا خیال ہے کہ حق پر وہی ہیں حالانکہ درحقیقت یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ شیطان نے انہیں بہکا کر اللہ تعالیٰ کی یاد سے بھلا دیا ہے۔ یہ لوگ شیطانی گروہ ہیں اور حقیقتاً شیطانی گروہ کے لوگ ہی خسارہ میں رہنے والے ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ان کی جڑ کاٹ دے۔

(الصادی علی الجلالین ص ۳۹۷ مطبوعہ مصر)

علامہ محمد تھانوی دیوبندی نسائی شریف کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

کم يمرق السهم الخ يريد ان دخولهم اى الخوارج فى الاسلام ان الذين يدينون دين عبد الوهاب النجدى يسلكون مسالكه فى الاصول والفروع ويدعون فى بلادنا باسم الوهابيين وغير المقلدين ويزعمون ان تقليد احد الائمة الاربعة وضوان الله عليهم اجمعين شرك وان من خالفهم المشركون ويستحلون قتلنا اهل السنة وسبى نساينا وغير ذلك من العقائد الشنيعة التى وصلت الينا منهم بواسطة الشفقات وسمعناها بعض ايضا هم فرقة من الخوارج وقد صرح به العلامة الشامى فى كتابه رد المحتار عند قول صاحب الدر المختار۔

**ترجمہ:** جو محمد بن عبد الوہاب نجدی کا دین قبول کرتے ہیں اور اصول فروع میں اسی کے راستے پر چلتے ہیں ان کو ہمارے شہروں میں وہابی اور غیر مقلدین کہتے ہیں وہابی گمان کرتے ہیں کہ آئمہ اربعہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کی تقلید شرک ہے اور جو ہماری مخالفت کریں وہ مشرک ہیں وہابی ہم اہل سنت کا قتل اور ہماری عورتوں کو قید کرنا حلال مانتے ہیں ان کے دیگر عقائد فاسدہ جو ہمیں معتبر علماء کے ذریعے پہنچے

غرض کہ ان کے مظالم بے حد تکلیف وہ ہیں جن کے بیان سے کلیجہ منہ کو آتا ہے یزید نے اہل بیت کی دشمنی ان کی زندگی میں ہی کی۔ مگر تیرہ سو برس کے بعد صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کو ان کی قبروں میں ستانا ان وہابیوں ہی کے ہاتھ سے ہوا۔ اب بھی جو کچھ ابن سعود نے حرمین شریفین میں کیا وہ ہر حاجی پر روشن ہے کہ مکہ مکرمہ میں میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ کسی صحابی کی قبر شریف کا نشان بھی نہیں ملتا کہ کوئی فاتحہ بھی پڑھ لے۔ حضور ﷺ کی جائے ولادت میں میں نے ایک شامیانہ لگا ہوا دیکھا جہاں کتے گدھے بے تکلف پھر رہے تھے اس جگہ پہلے ایک قبہ بنا ہوا تھا جہاں لوگ نمازیں پڑھتے تھے اور اس کی زیارت کرتے تھے یہ حضرت آمنہ خاتون جنت کا مکان تھا اسی جگہ اسلام کا آفتاب چمکا مگر اس کی یہ بے حرمتی کی گئی۔ فانی اللہ المیت کی۔

یہ تو تھے عرب کے واقعات لیکن ہم کو اس وقت ہندوستان سے گفتگو کرنی ہے دہلی میں ایک شخص پیدا ہوا جس کا نام تھا مولوی اسماعیل اس نے محمد ابن عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید کا اردو میں خلاصہ کیا جس کا نام رکھا تقویۃ الایمان اور اس کی ہندوستان میں اشاعت کی۔ وہابی انہیں شہید کہتے ہیں کیونکہ یہ حضرت اسی تقویۃ الایمان کی بدولت سرحدی پٹھانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے دیکھو انوار آفتاب صداقت مگر مشہور کیا کہ سکھوں کے ہاتھوں مرے علی حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وہ وہابیہ نے جسے دیا ہے لقب شہید و ذبح کا وہ شہید لیجے نجد تھا وہ ذبح تیغ خیار ہے۔ ا

حاشیہ.....☆  
ہیں بعض علماء نے ان کو خوراج بھی بتایا ہے جیسا کہ علامہ شامی نے رد المحتار میں لکھا ہے۔

(حاشیہ زبانی شریف ص ۳۶۰)

محدث دیوبند اور شاہ کشمیری لکھتے ہیں۔

اما محمد بن عبدالوہاب النجدی فانہ کان رجلاً بليداً قليل العلم فكان يتسارع الى الحكم بالكفر ولا ينبغي ان يقتحم في هذا الوادي الا ان يكون متقبطاً متقناً عارفاً بوجوه الكفر واسبابه۔  
**ترجمہ:** ابن عبدالوہاب نجدی ایک غبی آدمی تھا۔ معمولی علم رکھتا تھا۔ کفر کا نفی دینے میں بڑی سرعت سے کام لیتا تھا۔ اس وادی میں قدم رکھنا اس کو زیبا ہے جو بڑا بیدار مغرور ہو۔ کفر کے وجوہ و اسباب کا حقیقی علم اور پوری معرفت رکھتا ہو۔

(فیض الباری ج ۱ ص ۱۷۱)

حسین احمد مدنی دیوبندی لکھتے ہیں۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتداً تیرہویں صدی نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ یہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لئے اس نے اہل سنت والجماعت سے قتل و قاتل کیا ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دینا رہا ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا رہا اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکلیف شاقہ پہنچائیں سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق شخص تھا اس وجہ سے اہل عرب کو خصوصاً اس کے اتباع سے دلی نفص تھا اور ہے اور اس قدر ہے کہ اتنا نہ قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے نہ مجوس سے نہ ہندو سے۔

(اشہاب القاب ص ۲۲ مطبوعہ محمدی پرنٹنگ پریس لاہور)

اگر سکھوں کے ہاتھوں قتل ہوئے ہوتے تو امرتسر یا مشرقی پنجاب کے کسی اور شہر میں مارے جاتے کیونکہ یہی سکھوں کا مرکز تھا سرحد تو پٹھانوں کا ملک ہے وہاں یہ مارے گئے معلوم ہوا کہ انہیں مسلمانوں نے قتل کیا اور ان کی لاش بھی غائب کر دی۔ اسی لئے ان کی قبر ہی نہیں۔ نیز دیوبندیوں کی مشہور کتاب ارداع ثلاثہ کے صفحہ نمبر ۱۳۹ پر ہے کہ سید احمد صاحب نے پہلا جہاد یا محمد خاں حاکم یاغستان سے کیا۔ اس جہاد میں مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی۔ مولوی اسماعیل دہلوی۔ مولوی محمد حسین صاحب رامپوری سید صاحب کے ہمراہ جہاد میں شریک تھے۔ نیز مولوی اسماعیل صاحب کامیرنٹی ہیرالال تھا (حیاء طیبہ) اور توپچی راجہ رام تھا غرضیکہ وہابی دیوبندیوں کے قلمی زبانی اور لکھواروں کے حملے مسلمانوں ہی پر ہوئے۔

☆..... حاشیہ

اسماعیل دہلوی قاتل حضرت شاہ عبدالغنی کے بیٹے حضرت شاہ عبدالعزیز کے بھانجے اور حضرت شاہ ولی اللہ کے پوتے تھے اسماعیل دہلوی قاتل کی تمام تصانیف میں یہ بدنامہ زمانہ کتاب بڑی مشہور ہوئی اس بدنامہ زمانہ کتاب کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) حضور نبی کریم ﷺ کی تذلیل و توہین۔

(۲) کفار و مشرکین کے حق میں نازل ہونے والی قرآنی آیتوں کو مسلمانوں پر چسپاں کر کے انہیں بے دروغ کافر و مشرک قرار دینا۔ اس کتاب سے مسلمانوں میں بڑا انتشار پھیلا جواب تک قائم ہے۔ اسماعیل دہلوی قاتل نے صوبہ سرحد کے مسلمانوں کے خلاف جہاد کیا ہے اور اسی مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے انہوں نے سچے بچے مسلمانوں کو مشرک اور کافر قرار دیا ان کو مفسد اور مخالف کہہ کر اپنی ساری علیت ان کے قتل کا جواز پیدا کرنے کے لیے انہیں مرتد ثابت کرنے اور ان کے اموال اور جائیدادوں کو مال غنیمت قرار دینے پر صرف کر دی۔

سید احمد اور اسماعیل قاتل صاحبان ان غیر وہابی مسلمانوں کو اہل کتاب کافروں میں شمار کرتے تھے مگر نصاریٰ بھی تو اہل کتاب ہیں جن سے ان کے مراسم بر خورداری قائم رہے۔ صرف اس لیے کہ وہ صاحبان بست و کشاد تھے۔ یہ لوگ انگریزوں سے جنگ کے تصور کی مخالفت کرتے رہے مگر اہل سنت و جماعت مسلمانوں کے قتل و خون کے جواز کی صورتیں نکالتے رہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

یہاں دو معاملے درپیش ہیں ایک تو مفسدوں اور مخالفوں کے ارتداد کا ثابت کرنا اور قتل و خون کے جواز کی صورت نکالنا اور ان کے اموال کو جائز قرار دینا اس بات سے قطع نظر کہ وہ ان کے ارتداد پر یا ان کی بغاوت پر مبنی ہے دوسرے یہ کہ اس کا آیا کوئی سبب ہے یا کچھ اور ہے جبکہ بعض اشخاص کے مقابلے میں ان کا مرتد ہونا ثابت ہو چکا ہے اور بعض کے متعلق بغاوت یا اس کا کوئی اور سبب اگرچہ پہلا طریقہ ہمارے پاس وہی تحقیق اور تفتیش کرنا ہے۔ کیونکہ ہم ان فتنہ پردازوں کو فی الحقیقت مرتدوں بلکہ اصل کافروں میں شمار کرتے ہیں اور ان کو اہل کتاب کافروں کے مثل جانتے ہیں۔ مکتوب مولوی محمد اسماعیل بنام سید احمد۔

(مکتوبات سید احمد شہید ص ۲۳۱ مترجم سخاوت مرزا نقیہ اکیڈمی کراچی)

انگریزوں کی مخالفت طاقت جانا سرحدی مسلمان تھے ان کو بدکردار منافق کہہ کر تحریک مجاہدین کے سربراہوں نے ان کی گندگی کو پاک کرنے کا مہم ارادہ کیا اور اس کے مقصد کے لیے ان پر چڑھائی کی خدا نے ان کو اپنے عزائم میں کامیاب نہ ہونے دیا۔ آج کے دانشوران یک سکھوں کے ساتھ لڑائیوں کا ذکر کرتے ہوئے مسلمانوں کی غدار کی کاروناروتے ہیں لیکن اصرار کرتے ہیں کہ ان مجاہدوں کی کوئی لڑائی مسلمانوں سے نہیں ہوئی سب سکھوں ہی سے ہوئی ہے سید احمد بریلوی صاحب خود مسلمانوں کو مرتد ثابت کرنے ان کے خلاف خونریزی کا جواز پیدا کرنے اور ان کا مال غنیمت کرنے کی بات کرتے ہیں اس گندگی کو پاک کرنے کے ارادے رکھتے ہیں ان اقوال



ابھی حال کا واقعہ ہے جو ۲۶ دسمبر ۱۹۶۱ء کے کوہستان وغیرہ کے تمام اخبارات میں چھپا کہ ایک دیوبندی عبدالقادر نامی نے پہلے تو حضرت داتا گنج بخش لاہوری کے آستانہ مقدس پر قلمی اشتہارات لگائے جن میں تحریر تھا کہ میت کے پاس دعا قبول کرنے کی طاقت نہیں ان کے مزارات پر نہیں مانگنا شرک و بدعت ہے پھر رات کے آخری حصہ میں تمام آستانہ پر مٹی کے تیل میں بھیکے ہوئے کپڑے رکھ دیئے سوئے ہوئے زائرین کے کپڑوں میں بھی مٹی کا تیل چھڑک دیا دیا سلائی جلا کر آگ لگانا چاہتا ہی تھا کہ پکڑا گیا۔ یہ واقعہ رات کے تین بجے ہوا اگر یہ ایک سیکنڈ کا موقع پالیتا تو سارا دربار اور سارے محلے اور ان تمام انسانوں کو جلا دیتا۔ یہ ہے ان ظالموں کی توحید اور تبلیغ۔ اسی گروہ نے ایک دن پہلے مسجد وزیر خاں کے صحن میں جو حمار ہے اسے آگ لگانے کی کوشش کی آگ لگا بھی دی مگر چونکہ وہاں لکڑی کا سامان نہ تھا اس لئے صرف دیواریں تو کالی ہو گئیں مگر آگ باقاعدہ نہ لگ سکی۔ کوہستان ۲۶ دسمبر ۱۹۶۱ بروز پیر۔

اسٹیل کے معتقدین دو گروہ بنے ایک تو وہ جنہوں نے اماموں کی تقلید کا انکار کیا جو غیر مقلد یا دہائی کہلاتے ہیں۔ دوسرے وہ جنہوں نے دیکھا کہ اس طرح اپنے کو ظاہر کرنے سے مسلمان ہم سے نفرت کرتے ہیں انہوں نے اپنے کو خفی ظاہر کیا نماز روزے میں ہماری طرح ہمارے سامنے آئے۔ ان کو کہتے ہیں گلابی دہائی یا دیوبندی۔ بھلا میرے آقا و مولے محبوب کبریا ﷺ کا معجزہ دیکھو کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ وہاں سے قرن الشیطن یعنی شیطانی گروہ نکلے گا۔ اردو میں قرن الشیطن کا ترجمہ ہے دیوبند۔ دیوار دو میں کہتے ہیں شیطان کو اور بند بمعنی گروہ تابعدار۔ یا یہ اضافت مقلوبی ہے۔ یعنی بند دیو شیطان کی جگہ یعنی ان دونوں فرقوں کے عقیدے بالکل ایک ہیں۔ اعمال میں کچھ ظاہری اختلاف ہے۔ دونوں محمد ابن عبد الوہاب کو اچھا جانتے ہیں۔ اس کے عقائد کے حامی چنانچہ دیوبندیوں کے پیشوا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اپنے فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب التعلیق صفحہ ۱۱۹ میں لکھتے ہیں۔

محمد ابن عبد الوہاب کے مقتدیوں کو دہائی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا جلی تھا۔ البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی اور ان کے مقتدی اچھے ہیں۔ مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے۔ ان میں فساد آ گیا ہے۔ اور عقائد سب کے متحد ہیں۔ اعمال میں فرق خفی، شافعی، مالکی، حنبلی کا سا ہے۔ رشید احمد۔

البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی اور ان کے مقتدی اچھے ہیں۔ مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے ان میں فساد آ گیا ہے اور عقائد سب کے متحد ہیں۔ اعمال میں فرق خفی، شافعی، مالکی، حنبلی کا سا ہے۔ رشید احمد۔

☆..... حاشیہ

دار شادات کو کوئی کہاں تک چھپا سکتا ہے۔

منافقین کے ساتھ جہاد کرنا جنگ مقدمہ الواجب ایک واجب معاملہ ہے اس لیے خاکسار سچے مسلمانوں کے ساتھ شہر پشاور اور قرب وجوار سے بدکردار منافقوں کی گندگی کو پاک کرنے کا مصمم ارادہ کر کے موضع پنجتار تک پہنچ گیا۔

مکتوب بنام سردار عالم خاں باجوڑی

(مکتوبات سید احمد شہید ص ۱۳۵ مترجم طاہرہ مرزا انیس اکیڈمی کراچی)

منشی محمد حسین محمود رئیس قصبہ ننڈوڑ ضلع بجنور کی کتاب فریاد المسلمین مطبع ریاض ہند امرتسر میں چھپی تھی اس کا ایک نسخہ لاہور کی ایک

لیکن موجودہ زمانہ میں بمقابلہ غیر مقلدین کے زیادہ خطرناک دیوبندی ہیں کیونکہ عام مسلمان ان کو پہچان نہیں سکتے ان لوگوں نے اپنی کتابوں میں حضور علیہ السلام کی ایسی توہین کی ہیں کہ کوئی کھلا ہوا مشرک بھی نہیں کر سکتا۔ مگر پھر بھی مسلمانوں کے پیشوا بننے میں اور اسلام کے ٹھیکیدار۔

(۱) مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے حفظ الایمان میں حضور علیہ السلام کے علم کو جانوروں کے علم کی طرح بتایا۔ (۲) مولوی غلیل احمد صاحب انیٹھوی نے اپنی کتاب براہین قاطعہ میں شیطان اور ملک الموت کا علم حضور علیہ السلام کے علم سے زیادہ بتایا۔ (۳) مولوی اسماعیل دہلوی نے نماز میں حضور علیہ السلام کے خیال کو گدھے اور تیل کے خیال سے بدتر لکھا۔ (۴) مولوی قاسم صاحب نانوتوی نے تحذیر الناس میں حضور علیہ السلام کو خاتم النبیین بمعنی آخری نبی ماننے سے انکار کیا اور کہا کہ حضور علیہ السلام کے بعد اگر اور بھی نبی آجائیں تب بھی خاتمیت میں کچھ فرق نہ آئے گا خاتم کے معنی ہیں اصلی نبی۔ دیگر نبی عارضی ہیں۔ یہی مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا کہ میں بروزی نبی ہوں۔ غرضیکہ مرزا غلام احمد اس مسئلہ میں ان کا شاگرد رشید ہوا۔

حاشیہ.....☆

لابریری میں موجود ہے۔

اس میں مصنف نے سید احمد بریلوی کے اعلان تکفیر کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ پنجاب کے امیر اور علماء ان کی ان حرکتوں سے سخت ناراض ہوئے اور سمجھ گئے کہ یہ جعلی پیر ہیں اور اصلی وہابی اس لیے ان سے بیعت روائیں ہے۔

جب کوئی امیر مسلمان اور عالم پنجاب کا ان کی طرف متوجہ نہ ہو واجب انہوں نے ان کی تکفیر کا فتویٰ جاری کیا اس فتویٰ تکفیر کے اجرا سے تمام ملک پنجاب کے امیر اور علماء ناراض ہو گئے اور جواب لکھے کہ تم وہابی مذہب ہو تم سے بیعت کرنا روائیں ہے۔

(فریاد المسلمین ص ۹۸ مطبوعہ ریاض ہند امرتسر)

وہابی خود ماننے ہیں کہ پنجاب والے خصوصاً ان کے معتقدات سے نفرت کرتے تھے اور مولوی اسماعیل نے ایسے ہی عقیدوں کو رواج دیا تھا جن سے اسلام کمزور ہوا اور انگریزی حکومت مضبوط ہوا اور سرکار دہلی علیہ السلام کی محبت کم ہو اور مسلمان کمزور ہوئے۔

(۱) اشرف علی تھانوی دیوبندی لکھتے ہیں۔

پھر یہ کہ آپ ﷺ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جاتا۔ اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید و عمر بلکہ صبی و جہنوں بلکہ حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔

(حفظ الایمان ص ۱۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

مرتنبی حسن در بنکھی اپنی کتاب توضیح البیان کے ص ۸ پر ایسا کے لفظ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ”واضح ہو کہ ”ایسا“ کا لفظ فقط مانند اور مثل ہی کے معنی میں مستعمل نہیں ہوتا بلکہ اس کے معنی اس قدر اور اتنے کے بھی آتے ہیں جو اس جگہ (تھانوی کی عبارت) متعین ہیں۔ اور ص ۷ پر لکھتے ہیں کہ (تھانوی کی) عبارت متنازعہ فیہا میں لفظ ایسا بمعنی اس قدر اور اتنا ہے پھر تشبیہ کیسی؟

اور حسین احمد نانڈوی دیوبندی اپنی کتاب الشہاب الثاقب ص ۱۰۲ پر لکھتے ہیں۔

وہ حضرت مولانا (تھانوی اس) عبارت میں لفظ ایسا فرما رہے ہیں۔ اگر لفظ اتنا ہوتا تو اس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام کے علم کو اور چیزوں کے علم کے برابر کر دیا۔ لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہ کا ہے۔

## حاشیہ.....☆

مرثی حسن صاحب اپنے تھانوی صاحب کی عبارت میں لفظ ایسا کو تشبیہ کا کلمہ نہیں مانتے کہ اگر تشبیہ کا کلمہ مانیں گے تو کفر ہو جائے گا اور حسین احمد مدنی صاحب اس عبارت میں لفظ ایسا کو تشبیہ کا کلمہ کہہ رہے ہیں اور مرثی حسن صاحب کے نزدیک جو معنی کفر ہے وہ ثابت کر رہے ہیں اور حسین احمد مدنی کے نزدیک جو معنی کفر ہے وہ مرثی حسن صاحب اپنے تھانوی کی اس عبارت میں ثابت کر رہے ہیں اس طرح تھانوی کو کفر سے بچانے کی کوشش میں یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کے فتوے سے خود کافر قرار پائے۔ ان دونوں نے یہ ثابت کر دیا کہ امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ نے تھانوی کی عبارت کا جو معنی و مفہوم بیان کیا ہے وہی اس عبارت سے ثابت ہے۔

(۲) ظلیل احمد سہارنپوری دیوبندی لکھتے ہیں۔

شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نفس سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کوئی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرنا ہے۔

(براین قاطعہ ص ۵۵ مطبوعہ نیشنل پرنٹنگ پریس دیوبند)

اس کفریہ عبارت سے متصل یہ بھی لکھا کہ:

الحی صل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال و کچھ کر محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس قائدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔

(براین قاطعہ ص ۵۵ مطبوعہ نیشنل پرنٹنگ پریس دیوبند)

ظلیل احمد صاحب کی یہ عبارت تو بظاہر بڑی مختصری ہے لیکن اس میں وہ بڑی ہولناک لرزہ خیز اور ایمان سوز باتیں کہہ گئے جن پر عجب نہیں کہ آسمان پھٹ کر گر پڑتا۔ یہ علمائے دیوبندی کا دل گردہ ہے کہ خوف خدا اور خطرہ روز جزا ہے اس قدر عاری ہو کر خدائے ذوالجلال جل شانہ کے سب سے باکمال محبوب ﷺ کی یوں نکل کر توہین و تنقیص کرتے ہیں اور اس پر ذرا نہیں شرماتے۔ آتش جہنم کو قطعاً خطرے میں نہیں لاتے۔ اس عبارت کے چند نکات ملاحظہ ہوں:

(۱) شیطان اور ملک الموت کو ساری زمین کا علم حاصل ہے۔

(۲) شیطان و ملک الموت کو ساری زمین کا علم ہونے کے قرآن و حدیث میں واضح دلائل موجود ہیں۔

(۳) ظلیل احمد صاحب کے نزدیک ایسی ایک بھی قطعی دلیل قرآن و حدیث میں نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ حضور ﷺ کو بھی یہ علم حاصل ہے۔

(۴) ظلیل احمد صاحب کے نزدیک اس علم کا حضور ﷺ کے لئے ثابت کرنا شرک ہے۔

(۵) جب حضور ﷺ کے لیے اس علم کا ثابت کرنا اٹھوئی صاحب کے مطابق شرک ہوا اور شیطان و ملک الموت کے لئے شرک نہ ہوا تو ثابت ہوا کہ اٹھوئی صاحب کے نزدیک خدا نے شیطان و ملک الموت کی اپنی خدائی میں نعوذ باللہ شامل کر رکھا ہے۔

(۶) جب اس علم کا حضور ﷺ کے لیے ثابت کرنا شرک ہے تو مخلوق کے جس فرد کے لیے بھی ثابت کیا جائے شرک ہی رہے گا لہذا شیطان و ملک الموت کے لئے نصوص سے ثابت کر کے ظلیل احمد صاحب کے مطابق قرآن و حدیث نے شرک کی تعلیم دی۔

(۷) جب اسے شیطان و ملک الموت کے لیے نصوص سے ثابت مان لیا تو مخلوق میں سے کسی فرد کے لئے بھی اس کا ثابت کرنا شرک نہ رہا۔ کیونکہ معلوم ہو گیا کہ یہ علم خدا تعالیٰ جل شانہ کی صفت حقہ نہیں ہے۔

ان صاحبوں کے یہاں توحید کے معنی ہیں انبیاء کی توہین جیسے کہ روافض کے یہاں حب علی کے معنی ہیں بغض صحابہ کرام حالانکہ یہ توحید توحید شیطانی توحید ہے۔ اس نے حضرت آدم کی عظمت سے انکار کیا۔ نبی کے سامنے نہ جھکا۔ پھر جو اس کا شر ہو ا وہ آج تک لوگ دیکھ رہے ہیں کہ ہر جگہ اس کی لاجل سے تواضع کی جاتی ہے۔

اسلامی توحید ہے اللہ تعالیٰ کو ایک جاننا اس کے محبوبوں کی عزت و عظمت کرنا جس کی تعلیم ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پہلے جزو میں اللہ کی وحدانیت کا اقرار ہے۔ دوسرے میں عظمت مصطفیٰ کا اظہار آج کل جس جگہ بھی دیکھا گیا مسلمانوں میں اہل سنت اور دیوبندیوں میں جھگڑے پڑے ہیں۔ ہر جگہ خانہ جنگی ہے ہر کار خیر کو روکنے کی کوشش۔ کہیں علم غیب پر بحث ہے تو کہیں حضور علیہ السلام کے حاضر و ناظر ہونے پر کھڑا۔ کہیں محفل میلاد و فاتحہ پر بحث۔ کہیں مزارات اولیاء اللہ پر قبہ بنانے پر مناظرہ۔ اگر چہ ان میں سے ہر ایک مسائل میں اہل سنت نے اعلیٰ درجہ کی تصانیف شائع فرمائیں جیسے مسئلہ تقلید میں انصار الحق مصنفہ حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ مسئلہ علم غیب میں الکلمۃ العلویا مصنفہ حضرت صدق الافاضل استاد مدظلہ مولانا الحاج محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی مدظلہ (رحمۃ اللہ علیہ) تیجہ فاتحہ وغیرہ میں انوار ساطعہ مصنفہ حضرت مولانا عبدالمسیح صاحب بیدل راپوری اور مسئلہ حاضر و ناظر عرس و زیارت قبور و تمام مسائل میں تصنیفات اعلیٰ حضرت مجدد ملتہ حاضر و مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ العزیز وغیرہ۔

مگر خیال یہ تھا کہ کوئی کتاب ایسی لکھی جائے جو ان تمام بحثوں کی جامع ہو جس کے پاس وہ کتاب ہو وہ تقریباً ہر مسئلہ میں مخالف سے گفتگو کر سکے اور مسلمانوں کے عقائد کو ان لوگوں سے بچا سکے اس لئے میں نے حسبہ اللہ اس کام کی ہمت کی۔ ہمت تو کردی مگر اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کا مجھ کو پورا پورا احساس ہے شروع کرنا میرا کام ہے اور اس کو اختتام پر پہنچانا میرے رب کے کرم پر موقوف ہے۔

حاشیہ.....☆

(۸) دریں حالات حضور ﷺ کے لئے اس کا ثبوت ماننے کو شرک ٹھہرا کر اٹھوئی صاحب نے رسول اللہ ﷺ کی توہین و تنقیص کی ہے  
(۹) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے یہ علم ثابت کرنے والی تمام آیتوں اور حدیثوں سے آنکھیں بند کر کے اٹھوئی صاحب کا لکھ دینا کہ فخر عالم (ﷺ) کی وسعت علم کی کوئی نص قطعی ہے؟ یعنی ایک نص کا اقرار بھی نہ کرنا۔ ایسا کر کے موصوف نے رسول اللہ ﷺ سے دلی عداوت رکھنے اور اپنے ایمان کی آنکھیں پھوٹ جانے کا ثبوت دیا ہے۔

خلیل احمد صاحب نے اس عبارت سے چند سطر پہلے دین و دیانت کا دامن جھٹک کر حضور ﷺ کے لئے اسی علم کے انکار پر ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے اور ایک بھی ثبوت نہ ملنے پر تلخیص سے کام لیتے ہوئے لکھتے ہیں۔  
شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا علم بھی نہیں۔

(براہین قاطعہ ص ۵۵ مطبوعہ نیشنل پرنٹنگ پریس دیوبند)

## تنبیہ جلیل

حالانکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو بے اصل فرماتے ہیں کہ: اصلہ نہ دارد۔ مگر دیوبندی دین کا طرہ امتیاز کذب افتراء ہے اور سرکار ﷺ کی توہین ہی مدار دین ہے چنانچہ ان کے نزدیک حضور ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ (معاذ اللہ)  
دیوبندیوں! قیامت ضرور آئے گی۔ حساب کتاب ضرور ہوگا۔ لہذا ہمیشہ کی جتنی ہوئی زمین میں یہ جواب دینے کے لئے تیار رہنا کہ جو علم اپنے مورث اعلیٰ شیطان ملعون کے لیے مان لیا۔ مگر اہل ایمان اگر محمد مصطفیٰ ﷺ کے لئے یہی علم ثابت کریں جو ان پیارے آقا و مولانا ﷺ

## ☆..... حاشیہ

کے غلاموں کو بھی حاصل ہے تو آپ کے نزدیک یہ شرک ہے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

(۳) اسماعیل دہلوی قتل لکھتے ہیں۔

زنا کے خیال سے (نماز میں) اپنی بیوی سے جماع کا خیال بہتر ہے اور شیخ اور ان جیسے معظمین خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں کی طرف اپنی توجہ کو لگا دینا اپنے نیل اور گدھے کے تصور میں استغراق سے کہیں زیادہ برا ہے۔

(صراط مستقیم ص ۸۴ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور)

اس عبارت میں اسماعیل دہلوی قتل نے حضور ﷺ کی بہت بڑی توہین کی ہے توہین کی صرف یہی وجہ نہیں کہ گدھے اور نیل کے تصور کے ساتھ آپ کی طرف توجہ لگا دینے کا ذکر ہے بلکہ آپ کی طرف توجہ لگا دینے کو گدھے اور نیل کے تصور میں استغراق سے زیادہ برا قرار دیا گیا ہے۔ اگر آدمی نماز میں ان آیات کی تلاوت کرے گا تو ضرور نبی پاک علیہ السلام کی طرف خیال جائے گا تو خیال تقسیم کے ساتھ آئے گا یا توہین کے ساتھ اگر تقسیم کے ساتھ آئے گا تو نمازی ویسے ہی کافر ہو جائے گا کیونکہ توہین انبیاء کفر ہے۔ اب اسماعیل دہلوی کے نزدیک نماز میں قرآن مجید پڑھنے کی کیا صورت ہوگی؟ اور نماز کے باہر تلاوت کرنا بھی شرک ٹھہرے گا کیونکہ اگر نماز میں نبی پاک ﷺ کی طرف خیال کا پھیرنا شرک کی طرف لے جاسکتا ہے تو نماز سے باہر بھی شرک کی طرف لے جاسکتا ہے۔ تو گویا اسماعیل دہلوی کے نزدیک نماز میں قرآن مجید کی تلاوت کرنی چاہیے نہ نماز کے باہر۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يا ايها الدين امنوا لا تقولوا راعنا وقلوا انظرونا۔

**ترجمہ:** اے ایمان والو! تم نہ کہو راعنا اور کہو انظرونا۔

(سورہ البقرہ آیت نمبر ۱۰۴)

اب ظاہر بات ہے کہ جو آدمی نماز میں یہ آیت کریمہ پڑھے گا اور کچھ سوجھ بوجھ رکھتا ہوگا تو ضرور غور کرے گا کہ اللہ تعالیٰ نے لفظ راعنا بولنے سے کیوں منع فرمایا تو پھر کیا یہ آیت کریمہ نماز میں پڑھنا منع ہے؟ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يا ايها النبی یا ايها الرسول یا ايها المزمّل یا ايها المدثر محمد رسول اللہ قرآن مجید کے اندر سیکڑوں آیات اور بھی ہیں جہاں انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ جب نمازی یہ آیات پڑھے گا تو کیا ذہن میں رسول اللہ ﷺ کا تصور نہیں آئے گا اور جب السلام علیک یا ایہا النبی پڑھے گا تو آپ ﷺ کا تصور نہیں آئے گا۔ اس طرح ایک حدیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں:

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله حدثني ابي ثناء عبد الله بن بكر ثناء حاتم بن ابي صغيرة ابو يونس عن عمرو بن دينار ان كريبا اخبره ان بن عباس قال اتيت رسول الله ﷺ من آخر الليل فصليت خلفه فاخذ بيدى فجزني فجعلني حذاءه فلما قبل رسول الله ﷺ على صلاته خنست فصلى رسول الله ﷺ فلما انصرف قال لي ما شأني اجعلك حذائي فتحنست فقلت يا رسول الله او ينبغي لاحد ان يصلي حذاءك وانت رسول الله الذي اعطاك الله قال فاعجبته فدعا الله لي ان يزيدني علما وفهما.....

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں رات کے آخری حصہ میں حضور ﷺ کے پاس آیا میں نے آپ کے پیچھے

اس کتاب میں ہر مسئلہ پر مختصر مگر جامع بحث کی گئی ہے۔ جن اصحاب کو زیادہ تفصیل منظور ہو وہ مسئلہ غیب میں الکلمۃ العلیا کا مطالعہ کریں کہ ایسی کتاب اس مسئلہ میں آج تک نہیں لکھی گئی اسی طرح دیگر مباحث میں اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ العزیز کی تصنیفات کا مطالعہ کریں۔

### ہدایات

اس کتاب میں حسب ذیل باتوں کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

(۱) اپنے دعوے کی وضاحت۔

(۲) اس کے دلائل قرآن و حدیث اور بزرگان دین محدثین و مفسرین کے اقوال سے۔

(۳) اس کی تائید مخالفین کی کتابوں سے۔

(۴) مخالفین کے اعتراضات آیات قرآنیہ اور احادیث و اقوال فقہاء سے۔

(۵) اعتراضات کے جوابات قرآن و احادیث و اقوال علماء کی روشنی میں۔

(۶) اپنے دعویٰ کے عقلی دلائل۔

(۷) مخالفین کے عقلی اعتراضات۔

(۸) ان کے عقلی جوابات۔

(۹) اس بات کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے کہ حتی الامکان کتابوں کا صفحہ نہ نقل کیا جائے کیونکہ صفحے بدل جاتے ہیں بلکہ باب اور فصل اور اگر

تفسیر کا حوالہ ہو تو پارہ سورۃ اور آیت۔

### حاشیہ.....☆

نماز پڑھی آپ نے میرا تھ پکڑ کر مجھے کھینچا آپ نے مجھے اپنے آگے کیا جب حضور ﷺ اپنی نماز کی طرف متوجہ ہوئے تو میں پھر پیچھے ہو گیا حضور ﷺ نے نماز پڑھ لی پھر نماز سے فارغ ہو کر مجھ سے فرمایا یہ کیا بات ہے؟ میں تمہیں اپنے آگے کرتا تھا اور تم پیچھے ہٹ جاتے تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا کسی شخص کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ آپ کے آگے نماز پڑھے حالانکہ آپ اللہ کے رسول ہیں جس نے آپ کو (بلند رتبہ) عطا کیا ہے حضور ﷺ یہ بات سن کر خوش ہوئے پھر آپ نے اللہ سے یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ میرے علم اور میرے فہم کو زیادہ کرے۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۰ رقم الحدیث ۳۰۶۱ مطبوعہ موسسۃ قرطبہ مصر)، (فتح الباری ج ۱ ص ۶۲۵ مطبوعہ دار السلفیہ بیروت)

اس حدیث مبارکہ میں تصریح ہے کہ حضرت امین عباس رضی اللہ عنہما نے عین نماز کی حالت میں حضور ﷺ کی تعظیم کی۔

اسی طرح ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:

عن عبد اللہ قال صلیت ذات لیلۃ مع رسول اللہ ﷺ فلم یزل قائم حتی هممت بامر سوء قلت وما

ذاک الامر قال هممت ان اجلس واتبرکھ۔

**ترجمہ:** حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی میں حضور

ﷺ کے ساتھ کھڑا رہا حتیٰ کہ میں نے ایک برے کام کا ارادہ کیا، ہم نے پوچھا آپ نے کیا ارادہ کیا؟ انہوں نے بتایا کہ میں نے یہ ارادہ

کیا تھا کہ میں بیٹھ جاؤں اور نبی کریم ﷺ کو قیام میں چھوڑ دوں۔

(سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۳۵۶ رقم الحدیث ۱۳۱۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (صحیح ابن خزیمہ ج ۲ ص ۸۶ رقم الحدیث ۱۱۵۴ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۰ مطبوعہ موسسۃ قرطبہ مصر)

## ☆..... حاشیہ

اس حدیث مبارکہ میں تصریح ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے عین نماز کی حالت میں حضور ﷺ کی تعظیم کی۔ نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے لیکن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیٹھ کر نماز پڑھنے کو برا کام جانا صرف اس لیے کہ میرے آقا ﷺ کھڑے ہوں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیٹھ جائیں۔

عبدالماجد دریابادی دیوبندی لکھتے ہیں کہ انہوں نے تھانوی کو خطا لکھا: نماز میں جی نہ لگنے کا مرض بہت پرانا ہے لیکن کبھی یہ تجربہ ہوا ہے کہ عین حالت نماز میں جب کبھی بجائے اپنے جناب (تھانوی) کو یا..... کو نماز پڑھتے فرض کر لیا تو اتنی دیر تک نماز میں دل لگ گیا لیکن مصیبت یہ ہے کہ خود یہ تصور بھی عرصہ تک قائم نہیں رہتا بہر حال اگر یہ عمل محمود ہو تو تصویب فرمائی جائے ورنہ آئندہ احتیاط رکھوں۔ (تھانوی کا) جواب ملا محمود ہے جب دوسروں کو اطلاع نہ ہو ورنہ سم قاتل ہے۔

(حکیم الامت ص ۶۳-۶۴ مطبوعہ اشرف پریس لاہور)

تھانوی کا قصد اخیال کرنا تو بہت اچھا اور جائز لیکن نبی کریم ﷺ کا خیال آجانا بھی تیل گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بھی بہت ہی برا قرار دینا یہ رسول کریم ﷺ کی توہین و بے ادبی ہے یا نہیں؟  
(۴) بانی دیوبند محمد قاسم نانوتوی دیوبندی لکھتے ہیں۔

اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

(تخذیر الناس ص ۳۴ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

نیز بانی دیوبند محمد قاسم نانوتوی دیوبندی اسی کتاب کے شروع میں لکھتے ہیں۔

اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جو لب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں سورسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدیم یا تاخر زمانے میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔

(تخذیر الناس ص ۳۴ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

اس کفریہ عبارت میں نانوتوی نے ختم نبوت کا انکار کیا۔ اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کی بتائی ہوئی خاتمیت پر ایمان رکھنا جس پر حیرہ سو برس سے زائد سے امت محمدیہ کا یہ اجماع چلا آ رہا ہے کہ حضور ﷺ کا زمانہ تمام سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد ہے اور آپ ﷺ سب میں آخری نبی ہیں یہ نانوتوی کے مطابق عوام کا خیال ہے اور یہ عقیدہ رکھنے والے نانوتوی کے نزدیک اہل فہم نہیں۔ اس عبارت میں نانوتوی نے کوئی بات ڈھکی چھپی نہیں رکھی بلکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اور حضور ﷺ کی بتائی ہوئی خاتمیت کے مقابلے میں نئی خاتمیت گھڑنے اور پوری امت محمدیہ کی مخالفت کر کے کفر و ارتداد کا وبال سر پر لینے کی وجہ بیان کر دی ہے۔

ناظرین اگر غور سے اس کتاب کا مطالعہ کریں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کو ایک سمندر پائیں گے جس سے بیش قیمت موتی حاصل ہوں گے اس کتاب میں سخت الفاظی اور کج بحثی سے پرہیز کیا گیا ہے اہل انصاف سے امید ہے کہ حق قبول کریں اور باطل سے بچیں کہ اسی میں دین و دنیا کی بھلائی ہے و ما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

(آیت ۸۸ سورہ ۱۱ پارہ ۱۲)

اس کتاب کا نام حضرت قبلہ عالم امیر ملت شیخ المشائخ قطب الوقت عالم ربانی پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری مدظلہ العالی و دامت برکاتہم القدسیہ نے جاء الحق و زهق الباطل حق آیا اور باطل مٹ گیا آیت ۸۱ سورہ ۷۱ پارہ ۱۵ تجویز فرمایا ہے میں نہایت فخر سے اس کتاب کو اسی نام سے موسوم کرتا ہوں اور اپنے رب سے امید کرتا ہوں کہ اس کتاب کو اسم باسمی فرمائے اور اپنے فضل و کرم سے اس قبول فرمائے۔ میرے لئے کفارہ سیات بنائے اور حسن خاتمہ نصیب فرمائے آمین۔

ضروری نوٹ :- مسلمانوں کا اصرار ہوا کہ اس کتاب میں تین مباحث اور زیادہ کئے جائیں (۱) سلطنت مصطفیٰ (۲) عصمت انبیاء (۳) بیس رکعت تراویح۔ چنانچہ اس سے پہلے ایڈیشن میں یہ تین بحثیں بڑھادی گئیں اور بھی دلائل کی زیادتی کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمادے۔

ناچیز احمد یار خاں نعیمی اوجھانوی بدایونی

ناظم مدرسہ غوثیہ نعیمیہ کجرات مغربی پاکستان

۳ شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ روز ایمان افروز شنبہ مبارکہ

فقیر ناچیز کے اس ادنیٰ سے خدمت و تحریج کا نام الامام المحقق الحجة الثبت مرشد العلماء شیخ القرآن و الحدیث رئیس المحققین المحقق النبیل مفتی شاہ حسین گردیزی مدظلہ العالی نے (سعيد الحق في تخريج جاء الحق) تجویز فرمایا ہے۔ میں نہایت فخر سے اس کو اسی نام سے موسوم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے استادوں کے درجات کو بلند فرمائے۔ اور ان کی خدمت کرنی کی توفیق عطا کرے۔ (آمین)



## مزید در مزید

اس ایڈیشن میں مضامین اور دلائل بہت سے زیادہ کئے گئے اور ایک رسالہ طلاق الاولہ فی حکم الطلاق السلسلہ بڑھایا گیا۔ جس میں دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ ایک دم تین طلاقیں تین ہی ہوں گی نہ کہ ایک۔ رب تعالیٰ قبول فرمائے۔

الحمد للہ یہ کتاب اب ۱۳۹۵ھ میں اٹھائیسویں بار چھپ رہی ہے اکثر بار دو دو ہزار چھپی اور اللہ تعالیٰ کے فضل حضور ﷺ کے کرم سے مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، افریقہ، لندن وغیرہ ووروز ممالک میں پہنچی۔ یہ سب رب تعالیٰ کی کرم نوازی ہے اس اٹھائیسویں ایڈیشن میں بہت تھوڑا سا اضافہ کیا گیا ہے۔

احمد یار خاں نعیمی اوجھانوی بدایونی

مدرسہ غوثیہ نعیمیہ گجرات (مغربی پاکستان)

۱۹ شوال ۱۳۸۵ھ ۲۲ فروری ۱۹۶۶ء دوشنبہ

## مزید در مزید

فقیر ناچیز نے بھی اس کتاب میں کئی اضافے کئے ہیں اور ان اختلافی مسائل میں چند مسائل کے رسائل کو بھی شامل کئے ہے جو اس کتاب میں شامل نہیں تھے ان میں مسئلہ نور و بشر، اور وسیلہ کے بارے میں حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے الگ رسالے تھے ان کو بھی اس کتاب میں شامل کر دیا ہے ان کے علاوہ فقیر ناچیز کے چند اختلافی مسائل پر رسالے جو اس کتاب میں شامل نہیں تھے ان کو بھی شامل کر دیا ہے مثلاً اذان سے پہلے درود و سلام کا شرعی حکم، اقامت میں حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کا شرعی حکم وغیرہ رسائل شامل ہیں۔

خادم علمائے اہل سنت

سعيد الله خان قادري

نارتھ ناظم آباد پہاڑ سنج عثمان غنی کالونی بلاک R کراچی

7 مارچ 2009 بروز ہفتہ رات ۱۲ بج کر ۳۰ منٹ

## بسم الله الرحمن الرحيم

### مقدمه

چونکہ اس کتاب میں ہر مسئلہ کے متعلق قرآنی آیات پیش کی جاویں گی۔ اور ان آیات کی تفسیر بھی بیان ہوگی۔ اس لئے تفسیر قرآن کے متعلق حسب ذیل باتیں لحاظ میں رکھنا ضروری ہیں۔

ایک تو ہے قرآن کی تفسیر دوسری قرآن کی تاویل۔ تیسری قرآن کی تحریف ان کی علیحدہ علیحدہ تعریضیں ہیں اور علیحدہ علیحدہ احکام۔  
(۱) قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرنا حرام ہے بلکہ اس کے لئے نقل کی ضرورت ہے قرآن کی جائز تاویل اسے علم و معرفت سے کرنا جائز اور باعث ثواب ہے قرآن پاک کی تحریف کرنا کفر ہے۔  
تفسیر:- قرآن کریم کے وہ احوال بیان کرنا ہیں جو عقل سے معلوم نہ ہو سکیں۔ ان میں نقل کی ضرورت ہو جیسے آیات کا شان نزول یا آیات کا ناخ و منوخ ہونا۔ اگر کوئی شخص بغیر حوالہ نقل اپنی رائے سے کہدے کہ فلاں آیت منسوخ ہے یا فلاں آیت کا یہ شان نزول ہے تو معتبر نہیں بلکہ کہنے والا گنہگار ہے۔

ما ننسخ من اية او ننسها نأت بخير منها او مثلها لم تعلم ان الله على كل شيء قدير۔  
**ترجمہ:** جو منسوخ کرتے ہیں کوئی آیت یا بھلا دیتے ہیں لاتے ہیں بہتر اس سے یا اس کی مثل کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔  
(پارہ اسورہ ۲ آیت ۱۰۶)

(۱) مشکوٰۃ کتاب العلم فصل دوم میں ہے۔

من قال في القرآن براه فليتبوء مقعده من النار۔

**ترجمہ:** جو شخص قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہے وہ اپنی جگہ جہنم میں بنالے۔

(سنن الترمذی کتاب التفسیر القرآن عن رسول اللہ ﷺ باب ما جاء في الذي يفسر القرآن براه ج ۵ ص ۱۹۹ رقم الحدیث ۲۹۵۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۵ ص ۳۰ رقم الحدیث ۸۰۸۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شعب الایمان المصنوع ج ۲ ص ۳۲۳ رقم الحدیث ۲۲۷۵۔  
۲۲۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۲۲۳ رقم الحدیث ۲۰۶۹ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۱۳۶ مطبوعہ مکتبۃ الرشید الریاض)

مشکوٰۃ میں اسی جگہ ہے۔

من قال في القرآن براه فاصاب فقد اخطا۔

**ترجمہ:** جس شخص نے قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہا۔ پس صحیح کہہ گیا تو بھی اس نے غلطی کی۔

(سنن الترمذی کتاب التفسیر القرآن عن رسول اللہ ﷺ باب ما جاء في الذي يفسر القرآن براه ج ۵ ص ۱۹۹ رقم الحدیث ۲۹۵۱۔ ۲۹۵۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۵ ص ۳۱ رقم الحدیث ۸۰۸۵۔ ۸۰۸۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۲ ص ۱۶۳ رقم الحدیث ۱۶۷۲ مطبوعہ مطبعۃ الزہراء الحدیث عراق)، (مسند ابویعلیٰ ج ۳ ص ۹۰ رقم الحدیث ۱۵۲۰ مطبوعہ دار المامون للتراث دمشق)، (طبرانی الاوسط ج ۵ ص ۲۰۸ رقم الحدیث ۱۰۰۰ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الریاض)، (شعب الایمان المصنوع ج ۲ ص ۳۲۳ رقم الحدیث ۲۲۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)،

اب تفسیر قرآن کے چند مرتبے ہیں۔ تفسیر بالقرآن۔ یہ سب سے مقدم ہے۔ اس کے بعد تفسیر قرآن بالآحادیث۔ کیونکہ حضور علیہ السلام صاحب قرآن ہیں۔ ان کی تفسیر قرآن نہایت ہی اعلیٰ۔ پھر قرآن کی تفسیر صحابہ کرام کے قول سے خصوصاً فقہاء صحابہ اور خلفائے راشدین کی تفسیر۔

دوسری تفسیر قرآن تابعین کے قول سے۔ یہ اگر روایت سے ہے تو معتبر ورنہ غیر معتبر ماخوذ از اعلیٰ کلمۃ اللہ للعلماۃ کوڑوی قدس سرہ۔  
(۲) تاویل قرآن یہ ہے کہ آیات قرآنیہ کے مضامین اور اس کی باریکیاں بیان کرے اور صرفی و نحوی قواعد سے اس میں طرح طرح سے نکات نکالے۔ یہ اہل علم کے لئے جائز ہے۔ ان میں نقل کی ضرورت نہیں اس کا ثبوت قرآنی آیات سے اور احادیث نبویہ و اقوال فقہاء سے ہے۔

رب کریم فرماتا ہے:

افلا يتدبرون القرآن ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافاً كثيراً۔

**ترجمہ:** تو کیا قرآن میں غور نہیں کرتے اگر یہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔

(بارہ سورۃ نساء آیت نمبر ۸۲)

تفسیر روح البیان میں اس آیت کے ماتحت يتدبرون کی تفسیر میں فرماتے ہیں يتاملون ويتبصرون ما فيه یعنی کیوں نہیں غور کرتے اس کے معنی میں اور کیوں نہیں عقل سے دیکھتے۔ ان خوبیوں کو جو قرآن میں ہیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۲۹۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مشکوٰۃ کتاب القصص فصل اول میں ہے کہ کسی صاحب نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ کے پاس قرآن کے سوا کچھ اور بھی عطیہ مصطفیٰ ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ تو فرمایا کہ:

ما عندنا الا ما فی القرآن الا فہما یعطى رجل فی کتابہ۔

**ترجمہ:** ہمارے پاس اس قرآن کے سوا۔ اور کچھ نہیں ہاں وہ علم و فہم ہے جو کسی کو کتاب الہی کے متعلق عطا کر دی جاتی ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب القصص فصل اول ص ۳۰۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اسی حدیث کے ماتحت مرقاۃ میں ہے۔

والمراد منه ما يستنبط به المعالي ويدرك به الاشارات والعلوم الخفية۔

**ترجمہ:** اس فہم سے مراد وہ علم ہے جس سے قرآن کے معنی مستنبط کئے جائیں اور جس سے اشارات معلوم ہوں اور چھپے ہوئے علوم کا پتہ لگے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۷ ص ۵۶ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ لبنان)

اس آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآنی معنی میں غور کرنا اور علم و عقل سے کام لینا اس سے مسائل کا استنباط کرنا جائز ہے۔ ہر جگہ نقل کی ضرورت نہیں۔

جمل حاشیہ جلالین میں ہے۔

اصل التفسیر الكشف واصل التاویل الرجوع وعلم التفسیر علم عن احوال القرآن من حیث دلالته علی مراد اللہ تعالیٰ بحسب الطاقة البشرية ثم هو قسمان تفسیر وهو ما لا يدرك الا بالنقل کاسباب النزول و تاویل وهو ما يمكن ادراكه بالقواعد العربية فهو مما يتعلق بالدراية والسر فی جواز

التاويل بالراى بشر وطه دون التفسير ان التفسير كشهادة على الله قطع بالله عنى بهذا اللفظ هذا المعنى ولا يجوز الا بتوقيف ولذا جزم الحاكم بان تفسير الصحابي فى حكم المرفوع والتاويل ترجيح لاحد المحتملات بلا قطع۔

**ترجمہ:** تفسیر کے لغوی معنے ہیں ظاہر کرنا اور تاویل کے معنے ہیں لو شاعلم تفسیر قرآن پاک کے ان حالات کا جاننا ہے جو اللہ کی مراد کو بتائیں طاقت انسانی کے مطابق پھر اس کی دو قسمیں ہیں ایک تو تفسیر اور تفسیر وہ ہے جو نقل کے بغیر نہ معلوم ہو سکے اور ایک تاویل اور تاویل وہ ہے جس کو عربی قاعدوں سے معلوم کر سکیں پس تاویل کا تعلق فہم سے ہے اور تاویل کے رائے سے جائز ہونے میں اور تفسیر کے رائے سے ناجائز ہونے میں راز یہ ہے کہ تفسیر تو خدائے پاک پر گواہی دیتا ہے اور اس کا یقین کرنا ہے کہ رب تعالیٰ نے اس کلمہ کے یہی معنی مراد لئے ہیں اور یہ بغیر بتائے جائز نہیں اسی لئے حاکم نے فیصلہ کر دیا کہ صحابی کی تفسیر مرفوع حدیث کے حکم میں ہے اور تاویل چندا احتمالات میں سے بعض کو ترجیح دے دینے کا نام ہے وہ بھی بلا یقین۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کتاب العلم فصل دوم میں من قال فى القرآن براہ کے تحت فرماتے ہیں۔

ای تکلم فى معناه اوفى قرآنه من تلقاء نفسه من غير تتبع اقوال الانمة من اهل اللغة والعربية للقواعد الشرعية بل يحسب ما يقتضيه عقله وهو مما يتوقف على النقل كاسباب النزول والناسخ والمنسوخ۔

**ترجمہ:** یعنی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کے معنی یا اس کی قراءت میں اپنی طرف سے کلام کرے لغت اور زبان جاننے والے اماموں کے قول کی تلاش نہ کرے شرعی قاعدوں کا لحاظ نہ رکھے بلکہ اس طرح کہہ دے جس کو اس کی عقل چاہے حالانکہ یہ معنی ایسے ہوں کہ جن کا سمجھنا نقل پر موقوف ہو جیسے کہ شان نزول اور ناخ و منسوخ۔

(مرقاۃ المفاتیح کتاب العلم فصل دوم ج ۱ ص ۲۹۱ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ لبنان)

ترمذی جلد دوم کتاب التفسیر کے شروع میں ہے:

وهكذا روى عن بعض اهل العلم من اصحاب النبی علیه السلام وغيرهم انهم شدوا فى هذا فى ان يفسر القرآن بغير علم۔

**ترجمہ:** بعض اہل علم صحابہ کرام وغیرہ سے یہی روایت ہے کہ وہ حضرات اس میں بہت سختی کرتے تھے کہ قرآن کی تفسیر بغیر علم کی جائے۔

(سنن الترمذی کتاب التفسیر القرآن عن رسول اللہ ﷺ باب ما جاء فى الذى يفسر القرآن بغير علم ج ۵ ص ۲۰۰ رقم الحدیث ۲۹۵۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس حدیث کے حاشیہ میں مجمع البحار سے نقل فرمایا:

لا يجوز ان يروا ان لا يتكلم احد فى القرآن الا بما سمعه فان الصحابة قد فسروا واختلفوا فيه على وجوه وليس كل ما قالوه سمعوه منه ولا نه لا يفيد دعاء عليه السلام اللهم فقهه فى الدين وعلمه التأويل۔

**ترجمہ:** یہ تو جائز نہیں کہ اس عبارت کی یہ مراد ہو کہ کوئی بھی قرآن میں بغیر سنے ہوئے کچھ کلام ہی نہ کرے کیونکہ صحابہ کرام نے قرآن کی تفسیریں کیں اور آپس میں بہت طرح ان میں اختلاف رہا اور ان کی ہر بات تو سنی ہوئی نہ تھی نیز پھر حضور علیہ السلام کا یہ دعا فرمانا بیکار ہوگا کہ اے اللہ ان کو دینی فقہ دے اور ان کو تاویل سکھا دے۔

نیز حضرت امام غزالی نے احیاء العلوم باب ہشتم میں فصل چہارم اس مقصد کے لئے مقرر کی ہے کہ قرآن کا سمجھنا بغیر نقل بھی جائز ہے وہ فرماتے ہیں کہ قرآن کے ایک ظاہری معنے ہیں اور ایک باطنی علماء ظاہری معنے کی تحقیق کرتے ہیں۔ اور صوفیائے کرام باطنی کی۔ حضرت علی رضی

اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو سورہ فاتحہ کی تفسیر سے ۷۰ اونتھ بھردوں۔ نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص قرآن سمجھ لیتا ہے وہ تمام علوم کو بیان کر سکتا ہے۔ پھر جو حدیث میں یہ آیا کہ جو شخص اپنی رائے سے قرآن میں کہے وہ خطا کار ہے اس کا مطلب یہ ہی ہے کہ جن باتوں کا علم بغیر نقل نہیں ہو سکتا۔ ان کو رائے سے بیان کرنا حرام ہے۔ دیکھو اس کی پوری بحث احیاء العلوم شریف کے اسی باب اسی فصل میں۔

(احیاء العلوم الباب الرابع فی فہم القرآن و تفسیرہ بالرای من غیر نقل ج ۱ ص ۲۸۸-۲۸۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

نیز آئمہ دین کا قرآنی آیات میں بڑا اختلاف رہتا ہے ایک صاحب کسی جگہ وقف کرتے ہیں۔ تو دوسرے اور جگہ ایک صاحب اسی آیت سے ایک مسئلہ نکالتے ہیں۔ دوسرے صاحب اس کے خلاف۔ جیسے کہ تہمت زنا لگانے والے کی گواہی مقشابہات کا علم وغیرہ۔ تو اگر آپ اپنے علم سے کلام الہی میں بالکل کلام نہیں کر سکتے ہر بات کے لئے نقل کی ضرورت ہے تو یہ اختلاف کیسا۔

(۳) تحریف یہ ہے کہ قرآن کے ایسے معنی یا مطلب بیان کرے جو کہ اجماع امت یا عقیدہ اسلامیہ یا اجماع مفسرین کے خلاف ہو یا خود تفسیر قرآن کے خلاف ہے اور کہے کہ اس آیت کے وہ معنی نہیں ہیں۔ بلکہ یہ معنی ہیں جو میں نے کہے۔ یہ صریح کفر ہے جیسے آیات قرآنیہ اور قراءت کا انکار کفر ہے ایسے ہی قرآن کے متواتر معنی کا انکار کفر ہے جیسے کہ مولوی قاسم نانوتوی صاحب نے خاتم النبیین کے معنی کئے۔ اصلی نبی۔ اور معنی آخری نبی کو خیال عوام یعنی غلط کہا اور نبوت کی دو قسمیں کر ڈالیں۔ اصلی اور عارضی۔ حالانکہ امت کا اجماع اور احادیث کا اتفاق اس پر ہے کہ خاتم النبیین کے معنی ہیں آخری نبی۔ اور حضور علیہ السلام کے زمانہ میں یا بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ یہ تحریف ہے۔ اسی قرآن کریم کی جن آیتوں میں غیر اللہ کو پکارنے کی ممانعت کی گئی ہے وہاں مفسرین کا اجماع ہے کہ اس سے مراد غیر خدا کو پوجنا ہے جیسے ولا تدع من دون الله ما لا ينفعك ولا يضرك (پارہ ۱۱ سورہ ۱۰ آیت نمبر ۱۰۶) خدا کے سوا ان کو نہ پوجو جو نفع نقصان نہ پہنچا سکیں۔

نیز قرآن کریم خود اس کی تفسیر فرماتا ہے ومن يدع مع الله الها اخر (پارہ ۱۸ سورہ ۲۳ آیت نمبر ۱۱) جو شخص خدا کے ساتھ دوسرے معبود کو پوجے۔

اب اسی تفسیر اور اجماع کے ہوتے ہوئے جو کہے کہ غیر اللہ کو پکارنا منع ہے۔ وہ قرآن میں تحریف کرتا ہے اس بحث کو خوب اچھی طرح خیال میں رکھنا چاہیے بہت فائدہ مند ہے اور آئندہ کام آئے گی۔



## تقليد کی بحث

تقليد کے باب میں پانچ باتیں خیال میں رہنا ضروری ہیں (۱) تقلید کے معنی اور اس کی قسمیں (۲) تقلید کوئی ضروری ہے اور کوئی منع (۳) تقلید کس پر لازم ہے اور کس پر نہیں (۴) تقلید کے واجب ہونے دلائل (۵) تقلید پر اعتراضات اور ان کے مکمل جوابات۔ اس لئے اس بحث کے پانچ باب کئے جاتے ہیں۔

حاشیہ.....☆

غیر مقلدیت ایک ایسا فتنہ ہے جس نے بیشتر مقامات پر لوگوں کو آزمائش اور پریشانی میں مبتلا کر رکھا ہے اس جماعت کے لوگ جہاں کہیں جاتے ہیں وہاں کی اچھی خاصی پرسکون فضا میں ہنگامہ اور شورش برپا کر دیتے ہیں اختلافی مسائل کو ہوا دے کر ماحول کو گرم کرنا اس جماعت کے بہت سے افراد کا خاص مشغلہ ہے۔ ہندوستان میں ۱۲۲۵ھ کے میں یہ نیا فرقہ ظاہر ہوا جس کے بانی عبدالحق بناری تھے یہ لوگ تقلید کو شرک کہتے ہیں اور مذاہب اربعہ کو مشرک فرقہ کہتے ہیں اور اپنے آپ کو ناجی گروہ کہتے ہیں۔

شروع دور میں اگرچہ بہت سے مجتہدین امت گزرے ہیں لیکن ان سب کی الگ الگ باقاعدہ اس انداز میں فقہ کی تدوین نہیں ہو سکی کہ ان کی تقلید کرنے والا دوسروں سے بے نیاز ہو جائے۔ یہ فخر و امتیاز اللہ تعالیٰ نے حضرات ائمہ اربعہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ، امام مالک رضی اللہ عنہ، امام شافعی رضی اللہ عنہ اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا ہے۔ کہ ان میں سے ہر ایک کے مذہب کی جزئیات اور اصول اس انداز میں مدون ہوئے کہ جو شخص دین کے جس مسئلہ میں رہنمائی چاہے اس کو ہر مذہب میں رہنمائی مل سکتی ہے۔

لیکن یہ ظالم غیر مقلدین ان اماموں کو طاغوت کہتے ہیں اور مقلدین کو مشرک کہتے ہیں یہ لوگ خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس لئے تقریباً تمام محدثین و فقہاء کرام مقلدین ہیں اور ان گمراہوں کے فتویٰ سے یہ تمام کافر ہوئے۔

ان هذا المذاهب الاربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الامة او من يعتد منها على جواز تقليدها الى يومنا هذا۔ وفي ذلك من المصالح مالا يخفى لاسيما في هذه الايام التي قصرت فيها الهمم جدا فاشربت النفوس الهوى واعجب كل ذي راي برايه۔

**ترجمہ:** یہ چاروں مذاہب جو مدون و مرتب ہیں ان کی تقلید پر آج تک امت کے معتبر افراد کا اتفاق چلا آ رہا ہے۔ اور اس میں جو مصالح ہیں وہ مخفی نہیں خاص کر اس زمانہ میں جبکہ لوگوں کی ہمتیں کوتاہ ہو گئی ہیں اور خواہش نفس لوگوں کے قلوب میں جاگزیں ہو چکی ہے اور اپنی رائے کو ہی اچھا سمجھنے کا دور دورہ ہے۔

(حجۃ اللہ بالغریح ص ۱۵۴)

علامہ آمدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

انه لم تزل العامة في زمن الصحابة والتابعين قبل حدوث المخالفين يستفتون المجتهدين

## باب اول

### تقلید کے معنی اور اس کے اقسام

تقلید کے دو معنی ہیں۔ ایک لغوی۔ دوسرے شرعی۔ لغوی معنی ہیں۔ قلاوہ در گردن بستن گلے میں ہار یا پٹہ ڈالنا۔ تقلید کے شرعی معنی یہ ہیں کہ کسی کے قول و فعل کو اپنے پر لازم شرعی جاننا یہ سمجھ کر کہ اس کا کلام اور اس کا کام ہمارے لئے حجت ہے کیونکہ یہ شرعی محقق ہے۔ جیسے کہ ہم مسائل شرعیہ میں امام صاحب کا قول و فعل اپنے لئے دلیل سمجھتے ہیں اور دلائل شرعیہ میں نظر نہیں کرتے۔

حاشیہ حسامی باب متابعت رسول اللہ ﷺ میں صفحہ ۸۶ پر شرح مختصر المنار سے نقل کیا اور یہ عبارت نور الانوار بحث تقلید میں بھی ہے:

التقلید اتباع الرجل غیرہ فیما سمعہ بقول او فی فعلہ علی زعم انہ محقق بلا نظر فی الدلیل۔

**ترجمہ:** تقلید کے معنی ہیں کسی شخص کا اپنے غیر کی اطاعت کرنا اس میں جو اس کو کہتے ہوئے یا کرتے ہوئے من لے یہ سمجھ کر کہ وہ اہل تحقیق میں سے ہے بغیر دلیل میں نظر کئے ہوئے۔

(حسامی شرح نامی ص ۱۹۰ مطبع مجبائی دہلی)

حاشیہ.....☆

ويتبعونهم في احكام الشريعة۔

**ترجمہ:** مخالفین کے ظہور سے قبل صحابہ و تابعین کے دور میں عام معمول یہ تھا کہ لوگ مجتہدین سے مسائل دریافت کرتے اور احکام شریعت میں ان کی پیروی کرتے تھے۔

(الاحکام فی اصول الاحکام ج ۳ ص ۱۹۸ مطبوعہ موسسۃ النکلی القاہرہ)

تقلید کا لغوی معنی قلاوہ ہے قلاوہ پٹے اور ہار کو کہتے ہیں اگر جانور کے گلے میں ہو تو پٹہ انسان کے گلے میں ہو تو ہار۔ اب قرینہ اور موقعہ کے لحاظ سے الگ الگ چیز کو کہتے ہیں یعنی قلاوہ جب حیوان کے گلے میں ڈالا جائے تو پٹہ کہلاتا ہے اور اگر انسان کے گلے میں ہو تو ہار کہلاتا ہے۔

والقلاوۃ ما جعل فی العنق یكون للانسان والفرس والکلب التي تهدی ونحوها۔

(لسان العرب ج ۳ ص ۳۶۶ مطبوعہ دار صادر بیروت)

منجد میں ہے:

القلاوۃ قلاوۃ وقلاوۃ ما جعل فی العنق من الحلی۔

(منجد ج ۱ ص ۶۳۹ مطبوعہ ایران)

حدیث مبارکہ میں بھی اس کا ذکر ہے:

استعارت من اسماء قلاوۃ۔

**ترجمہ:** حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اسماء رضی اللہ عنہا سے ہار مانگا تھا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)



نیز امام غزالی کتاب المستصفی جلد دوم صفحہ ۳۸۷ مطبوعہ مصر میں فرماتے ہیں التقلید هو قبول قول بلا حجة۔ مسلم الثبوت میں ہے:

التقلید العمل بقول الغير من غير حجة۔

ترجمہ وہی ہے جو اوپر بیان ہوا اس تعریف سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی اطاعت کرنے کو تقلید نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ ان کا ہر قول و فعل دلیل شرعی ہے تقلید میں ہوتا ہے۔ دلیل شرعی کو نہ دیکھنا۔ لہذا ہم حضور علیہ السلام کے امتی کہلائیں گے نہ کہ مقلد۔ اسی طرح صحابہ کرام و ائمہ دین حضور علیہ السلام کے امتی ہیں نہ کہ مقلد اسی طرح عالم کی اطاعت جو عام مسلمان کرتے ہیں اس کو بھی تقلید نہ کہا جائے گا کیونکہ کوئی بھی ان عالموں کی بات یا ان کے کام کو اپنے لئے حجت نہیں بناتا۔ بلکہ یہ سمجھ کر ان کی بات مانتا ہے کہ مولوی آدمی ہیں کتاب سے دیکھ کر کہہ رہے ہوں گے اگر ثابت ہو جائے کہ ان کا یہ فتویٰ غلط تھا کتب فقہ کے خلاف تھا تو کوئی بھی نہ مانے بخلاف قول امام ابو حنیفہ کے کہ اگر وہ حدیث یا قرآن یا اجماع امت دیکھ کر مسئلہ فرمادیں تو بھی قبول اور اگر اپنے قیاس سے حکم دیں تو بھی قبول ہوگا یہ فرق ضرور یاد رہے۔

حاشیہ..... ☆

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں۔

الامام العلامة المغرب شیخ الاسلام ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمری الاندلسی القرطبی المالکی۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۳۳۰-۳۳۱ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

النواوی الامام الحافظ الاوحد القدوة شیخ الاسلام علم الاولیاء محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف بن مری الحزامی الحورانی الشافعی صاحب التصانیف النافعة۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۲۷۰ برقم ۱۱۶۲ مطبوعہ دار صمیمی الرياض)

وامام الشافعیۃ ببغداد ابو اسحاق المروزی۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۸۵۵ مطبوعہ دار صمیمی الرياض)

البغوی الامام الحافظ الفقیہ المجتہد محی السنۃ ابو محمد الحسین بن مسعود بن محمد الفراء الشافعی صاحب معالم التنزیل.....

(تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۲۵۷ برقم ۱۰۶۲ مطبوعہ دار صمیمی الرياض)

المزنی شیخنا الامام العالم الحبر الحافظ الاوحد محدث الشام جمال الدین ابو الحجاج یوسف بن الزکی عبد الرحمن بن یوسف القضاعی الدمشقی الشافعی۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۳۹۸ برقم ۱۱۷۶ مطبوعہ دار صمیمی الرياض)

الحمیدی الامام العلم ابو بکر عبد اللہ بن الزبیر القرشی الاسدی الحمیدی المالکی۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۳۱۳ برقم ۳۱۹ مطبوعہ دار صمیمی الرياض)

ابن دقیق العید الامام الفقیہ المجتہد المحدث الحافظ العلامة شیخ الاسلام تقی الدین ابو الفتح محمد بن علی بن وہب بن مطیع القشیری المنفلوطی الصعیدی المالکی والشافعی۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۳۸۱ برقم ۱۱۶۸ مطبوعہ دار صمیمی الرياض)

تقليد دو طرح كى هے۔ تقليد شرعى اور غير شرعى۔ تقليد شرعى تو شريعت كے احكام ميں كسى كى بيروى كرنے كو كهتے هيں جيسے روزے، نماز، حج، زكوٰۃ وغيره كے مسائل ميں آئمہ دين كى اطاعت كى جاتى هے اور تقليد غير شرعى دنياوى باتوں ميں كسى كى بيروى كرتا هے جيسے طبيب لوگ علم طب ميں بوعلى سينا كى اور شاعر لوگ داغ امير يا مرزا غالب كى يا نحوى و صرنى لوگ سيويوہ اور خليل كى بيروى كرتے هيں اسى طرح ہر پيشہ اور پيشہ ميں اس فن كے ماہرين كى بيروى كرتے هيں يہ تقليد دنياوى هے۔

صوفيا ئے كرام جو وظائف و اعمال ميں اپنے مشائخ كے قول و فعل كى بيروى كرتے هيں وہ تقليد دينى تو هے مگر تقليد شرعى نهيں بلکہ تقليد فى الطريقت هے اس لئے يہ شرعى مسائل حرام و حلال ميں تقليد نهيں ہاں جس چيز ميں تقليد هے وہ دينى كام هے۔

تقليد غير شرعى اگر شريعت كے خلاف هے تو حرام هے اگر خلاف اسلام نہ ہو تو جائز هے بوزھى عورت ميں اپنے باب داداؤں كى ايجاد كى ہوئى شادى عظمى كى ان رسوں كى پابندى كريں جو خلاف شريعت هيں تو حرام هے طبيب لوگ جو طبى مسائل ميں بوعلى سينا وغيره كى بيروى كريں جو كہ مخالف اسلام نہ ہوں تو جائز هے اسى پہلى قسم كى حرام تقليد كے بارے ميں قرآن كريم جگہ جگہ ممانعت فرماتا هے اور ايسى تقليد كرنے والوں كى برائى فرماتا هے۔

ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذكرنا واتبع هواه و كان امره فرطا۔

**ترجمہ:** اور اس كا کہنا نہ مانو جس كا دل ہم نے اپنى ياد سے غافل كر ديا اور وہ اپنى خواہش كے پيچھے چلا اور اس كا كام حد سے گزر گيا۔ (پارہ ۱۵ سورة الكهف آيت نمبر ۲۸)

وان جاهدك على ان تشرك بى ما ليس لك به علم فلا تطعهما۔

**ترجمہ:** اور اگر وہ تجھ سے كوشش كريں كہ تو ميراث شريك ٹھہرا اس كو جس كا تجھ كو علم نهيں تو ان كا کہنا نہ مان۔

(پارہ ۲۱ سورة لقمان آيت نمبر ۱۵)

واذا قيل لهم تعالوا الى ما انزل الله والى الرسول قالوا حسبنا ما وجدنا عليه اباءنا اولو كان اباؤهم لا يعلمون شيئا ولا يهتدون۔

**ترجمہ:** اور جب ان سے کہا جائے كہ آؤ اس طرف جو اللہ نے اتارا اور رسول كى طرف کہیں ہم كو وہ بہت هے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا كو پايا۔ اگر چہ ان كے باپ دادا كچھ نہ جانيں اور نہ راہ پر ہوں۔

(پارہ ۷ سورة آيت نمبر ۱۰۳)

حاشیہ.....☆

شيخ الاسلام حافظ الحدیث امام ابو اسماعيل عبداللہ بن محمد بن علی الحر وی متوفى (۲۸۱ھ) كے بارے ميں امام ذہبى رحمۃ اللہ علیہ لکھتے هيں۔ كہ وہ حنبلى ہونے كے ساتھ منبر پر اس كى وصيت بھى كرتے تھے:

انا حنبلى ما حيث وان امت

فوصيتى للناس ان يتحنبلوا

**ترجمہ:** ميں حنبلى ہوں جب تك زندہ رہوں اور جب مر گيا تو لوگوں كو ميرى بھى وصيت هے كہ حنبلى ہو جائیں۔

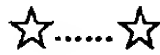
(تذكرة الحفاظ ج ۳ ص ۱۱۸۶ مطبوعہ دار مصمى الریاض)

يہ ایک مختصرى جھلک تھى جو آپ نے ملاحظہ فرمائی اس ليے يہ بيان ختم ہونے والا نهيں اس كو پورا بيان نهيں كيا جاسكتا هے بارہويں صدى تك عدم تقليد كا كوئى چرچا نهيں تھا اب غير مقلدين بتائے كہ يہ تمام فقہاء كرام مشرك تھے۔

واذا قيل لهم اتبعوا ما انزل الله قالوا بل نتبع ما الفينا عليه اباءنا۔

**ترجمہ:** اور جب ان سے کہا جاوے کہ اللہ کے اتارے ہوئے پر چلو تو کہیں گے ہم تو اس پر چلیں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا۔  
(پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۷۰)

ان میں اور ان جیسی آیتوں میں اسی تقلید کی برائی فرمائی گئی ہے جو شریعت کے مقابلہ میں جاہل باپ داداؤں کے حرام کاموں میں کی جاوے کہ چونکہ ہمارے باپ دادا ایسا کرتے تھے ہم بھی ایسا کریں گے چاہے یہ کام جائز ہو یا ناجائز۔ رہی شرعی تقلید اور آئمہ دین کی اطاعت اس سے ان آیات کو کوئی تعلق نہیں ان آیتوں سے تقلید آئمہ کو شرک یا حرام کہنا محض بے دینی ہے۔ اس کا بہت خیال رہے۔



## دوسرا باب

### کن مسائل میں تقلید کی جاتی ہے کن میں نہیں

تقلید شرعی میں کچھ تفصیل ہے شرعی مسائل تین طرح کے ہیں (۱) عقائد (۲) وہ احکام جو صراحۃً قرآن پاک یا حدیث شریف سے ثابت ہوں اجتہاد کو ان میں دخل نہ ہو (۳) وہ احکام جو قرآن یا حدیث سے استنباط و اجتہاد کر کے نکالے جائیں۔

عقائد میں کسی کی تقلید جائز نہیں۔ تفسیر روح البیان آخر سورہ حود زیر آیت نصیبہم غیر منقوض (پارہ ۱۲ سورہ ۱۱ آیت نمبر ۱۰۹) میں ہیں وفي الاية ذم التقليد وهو قبول قول الغير بلا دليل وهو جائز في الفروع والعمليات ولا يجوز في اصول الدين والاعتقاديات بل لا بد من النظر والاستدلال (تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۲۵۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) اگر کوئی ہم سے پوچھے کہ تو حیدور رسالت وغیرہ تم نے کیسے مانی تو یہ نہ کہا جاوے گا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے فرمانے سے یا کہ فقہ اکبر سے بلکہ دلائل تو حیدور رسالت سے کیونکہ عقائد میں تقلید نہیں ہوتی۔

مقدمہ شامی بحث تقلید المفقول الافضل میں ہے۔

(عن معتقدنا) ای عما نعتقدہ من غیر المسائل الفرعية مما يجب اعتقاده على كل مكلف بلا تقليد لاحد وهو ما عليه اهل السنة والجماعة وهم الاشاعرة والماتريدية۔

**ترجمہ:** یعنی جن کا ہم اعتقاد رکھتے ہیں فرعی مسائل کے علاوہ کہ جن کا اعتقاد رکھنا ہر مکلف پر بغیر کسی کی تقلید کے واجب ہے وہ عقائد وہ بھی ہیں جن اہل سنت والجماعت ہیں اور اہل سنت اشاعرہ اور ماتریدیہ ہیں۔

(رد المحتار علی در المختار بحث تقلید المفقول الافضل ج ۱ ص ۳۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

نیز تفسیر کبیر پارہ ۵ زیر آیت فاجروه حتی يسمع كلام الله (پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۶) میں ہے هذه الاية تدل على ان التقليد غير كاف في الدين وانه لا بد من النظر والاستدلال (ترجمہ:..... یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اصول دین میں تقلید غیر کافی ہے اور اس میں نظر و استدلال ضروری ہے۔ تفسیر کبیر ج ۱ ص ۲۲۸ سعید اللہ) صریح احکام میں بھی کسی کی تقلید جائز نہیں۔ پانچ نمازیں، نماز کی رکعتیں، تیس روزے میں کھانا پینا حرام ہونا یہ وہ مسائل ہیں جن کا ثبوت نص سے صراحۃً ہے اس لئے یہ نہ کہا

جائے گا کہ نمازیں پانچ اس لئے ہیں یا روزے ایک ماہ کے اس لئے ہیں کہ فقہ اکبر میں لکھا ہے یا امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے بلکہ اس کے لئے قرآن وحدیث سے دلائل دیئے جائیں گے۔

جو مسائل قرآن وحدیث یا اجماع امت سے اجتہاد واستنباط کر کے نکالے جائیں۔ ان میں غیر مجتہد پر تقلید کرنا واجب ہے مسائل کی جو ہم نے تقسیم کر دی اور بتا دیا کہ کون سے مسائل تقلید یہ ہیں اور کون سے نہیں اس کا بہت لحاظ رہے بعض موقعہ پر غیر مقلد اعتراض کرتے ہیں کہ مقلد کو حق نہیں ہوتا کہ دلائل سے مسائل نکالے پھر تم لوگ نماز روزے کے لئے قرآنی آیتیں یا احادیث کیوں پیش کرتے ہو اس کا جواب بھی اس امر میں آگیا کہ روزہ نماز کی فرضیت تقلیدی مسائل سے نہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ سوائے احکام خبر وغیرہ میں تقلید نہ ہوگی۔ جیسے کہ کفر یزید وغیرہ۔ نیز قیاسی مسائل میں فقہاء کا قرآن وحدیث سے دلائل پیش کرنا صرف مانے ہوئے مسائل کی تائید کیلئے ہوتا ہے وہ مسائل پہلے ہی سے قول امام سے مانے ہوئے ہوتے ہیں تو بلا نظر فی الدلیل کے یہ معنی نہیں کہ مقلد دلائل دیکھے ہی نہیں بلکہ یہ دلائل سے مسائل حل نہ کرے۔

## تیسرا باب

### کس پر تقلید کرنا واجب ہے اور کس پر نہیں

مكلف مسلمان دو طرح کے ہیں ایک مجتہد۔ دوسرے غیر مجتہد۔ مجتہد وہ ہے جس میں اس قدر علمی لیاقت اور قابلیت ہو کہ قرآنی اشارات ورموز سمجھ سکے اور کلام کے مقصد کو پہچان سکے اس سے مسائل نکال سکے۔ ناخ و منسوخ کا پورا علم رکھتا ہو۔ علم صرف و نحو و بلاغت وغیرہ میں اس کو پوری مہارت حاصل ہو احکام کی تمام آیتوں اور احادیث پر اس کی نظر ہو۔ اس کے علاوہ ذکی اور خوش فہم ہو دیکھو تفسیرات احمد یہ وغیرہ جو کہ اس درجہ پر نہ پہنچا ہو وہ غیر مجتہد یا مقلد ہے۔ غیر مجتہد پر تقلید ضروری ہے۔ مجتہد کے لئے تقلید منع۔ مجتہد کے چھ طبقے ہیں (۱) مجتہد فی الشرع (۲) مجتہد فی المذہب (۳) مجتہد فی المسائل (۴) اصحاب التخریج (۵) اصحاب الترتیب (۶) اصحاب التمییز (مقدمہ شامی بحث طبقات الفقہاء)

(۱) مجتہد فی الشرع وہ حضرات ہیں جنہوں نے اجتہاد کرنے کے قواعد بنائے۔ جیسے چاروں امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم اجمعین۔

(۲) مجتہد فی المذہب وہ حضرات ہیں جو ان اصول میں تقلید کرتے ہیں اور ان اصول سے مسائل شرعیہ فرعیہ خود استنباط کر سکتے ہیں جیسے امام ابو یوسف و محمد ابن مبارک رحمہم اللہ اجمعین۔ کہ یہ قواعد میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد ہیں اور مسائل میں خود مجتہد۔

(۳) مجتہد فی المسائل وہ حضرات ہیں جو قواعد اور مسائل فرعیہ دونوں میں مقلد ہیں۔ مگر وہ مسائل جن کے متعلق آئمہ کی تصریح نہیں ملتی۔ ان کو قرآن وحدیث وغیرہ دلائل سے نکال سکتے ہیں۔ جیسے امام طحاوی اور قاضی خان ثمس الآئمہ سرخسی وغیرہم۔

(۴) اصحاب التخریج وہ حضرات ہیں جو اجتہاد تو بالکل نہیں کر سکتے ہاں آئمہ میں سے کسی کے مجمل قول کی تفصیل فرما سکتے ہیں جیسے امام کرخی وغیرہ۔

(۵) اصحاب الترتیب وہ حضرات ہیں جو امام صاحب کی چند روایات میں سے بعض کو ترجیح دے سکتے ہیں یعنی اگر کسی مسئلہ میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو قول روایت میں آئے تو ان میں سے کس کو ترجیح دیں۔ یہ وہ کر سکتے ہیں۔ اسی طرح جہاں امام صاحب

اور صاحبین کا اختلاف ہو تو کسی کے قول کو ترجیح دے سکتے ہیں کہ ہذا اولیٰ یا ہذا اصح وغیرہ جیسے صاحب قدوری اور صاحب ہدایہ۔  
(۶) اصحاب تمیز وہ حضرات ہیں جو ظاہر مذہب اور روایات ناوردہ اسی طرح قول ضعیف اور قوی اور اقویٰ میں فرق کر سکتے ہیں کہ اقوال مردودہ روایات ضعیفہ کو ترک کر دیں۔ اور صحیح روایات اور معتبر قول کو لیں جیسے کہ صاحب کنز اور صاحب درمختار وغیرہ۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۲۷ مطبوعہ استانبول)

جن میں ان چھ وصفوں میں سے کچھ بھی نہ ہوں۔ وہ مقلد محض ہیں۔ جیسے ہم اور ہمارے زمانے کے عام علماء کہ ان کا صرف یہ ہی کام ہے کہ کتاب سے مسائل دیکھ کر لوگوں کو بتادیں۔

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ مجتہد کو تقلید کرنا حرام ہے تو ان چھ طبقوں میں جو صاحب ہیں جس درجہ کے مجتہد ہوں گے۔ وہ اس درجہ سے کسی کی تقلید نہ کریں گے۔ اور اس سے اوپر والے درجہ میں مقلد ہوں گے جیسے امام ابو یوسف و محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کہ یہ حضرات اصول اور قواعد میں تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں اور مسائل میں چونکہ خود مجتہد ہیں۔ اس لئے ان میں مقلد نہیں۔

ہماری اس تقریر سے غیر مقلدوں کا یہ سوال بھی اٹھ گیا کہ جب امام ابو یوسف و محمد علیہما الرحمۃ خفی ہیں اور مقلد ہیں تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ مخالفت کیوں کرتے ہیں۔ تو یہی کہا جاوے گا کہ اصول و قواعد میں یہ حضرات مقلد ہیں۔ اس میں مخالفت نہیں کرتے اور فرعی مسائل میں مخالفت کرتے ہیں اس میں خود مجتہد ہیں۔ وہ کسی کے مقلد نہیں۔

یہ سوال بھی اٹھ گیا کہ تم بہت سے مسائل میں صاحبین کے قول پر فتویٰ دیتے ہو اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو چھوڑتے ہو پھر تم حنفی کیسے؟ جواب آگیا کہ بعض درجہ کے فقہاء اصحاب ترجیح بھی ہیں جو چند قولوں میں سے بعض کو ترجیح دیتے ہیں اسی لئے ہم کو ان فقہاء کا ترجیح دیا ہوا جو قول ملا اس پر فتویٰ دیا گیا یہ سوال بھی اٹھ گیا کہ تم اپنے کو حنفی پھر کیوں کہتے ہو۔ یوسفی یا محمدی یا ابن مبارکی کہو! کیونکہ بہت سی جگہ تم ان کے قول پر عمل کرتے ہو امام ابو حنیفہ کا قول چھوڑ کر۔ جواب یہ ہی ہوا کہ چونکہ ابو یوسف و محمد ابن مبارک رحمہم اللہ تعالیٰ کے تمام اقوال امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے اصول اور قوانین پر بنے ہیں۔ لہذا ان میں سے کسی بھی قول کو لینا درحقیقت امام صاحب ہی کے قول کو لینا ہے جیسے حدیث پر عمل درحقیقت قرآن پر ہی عمل ہے کہ رب تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے مثلاً امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ کوئی حدیث صحیح ثابت ہو جاوے تو وہی میرا مذہب ہے۔ اب اگر کوئی محقق فی الہدایہ کوئی صحیح حدیث پا کر اس پر عمل کرے تو وہ اس سے غیر مقلد نہ ہوگا۔ بلکہ حنفی رہے گا کیونکہ اس نے اس حدیث پر امام صاحب کے اس قاعدے سے عمل کیا یہ پوری بحث دیکھو مقدمہ شامی مطلب ص ۱۱۱ امام اذا صح الحدیث فہو مذہبی (رد المحتار ج ۱ ص ۶۳ مطبوعہ استانبول) امام صاحب کے اس قول کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب کوئی حدیث صحیح ثابت ہوئی ہے تو وہ میرا مذہب بنی یعنی ہر مسئلہ اور ہر حدیث میں میں نے بہت جرح و نقد اور تحقیق کی ہے تب اسے اختیار کیا چنانچہ حضرت امام کے یہاں ہر مسئلہ کی بڑی چھان بین ہوتی تھی۔ مجتہد شاگردوں سے نہایت تحقیقی گفتگو کے بعد اختیار فرمایا جاتا تھا۔

اگر یہ مختصری تقریر خیال رکھی گئی تو بہت مشکلوں کو انشاء اللہ حل کر دے گی اور بہت کام آوے گی بعض غیر مقلد کہتے ہیں کہ ہم میں اجتہاد کرنے کی قوت ہے لہذا ہم کسی کی تقلید نہیں کرتے۔ اس کے لئے بہت طویل گفتگو کی ضرورت نہیں۔ صرف یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ اجتہاد کے لئے کس قدر علم کی ضرورت ہے اور ان حضرات کو وہ قوت علمی حاصل ہے یا نہیں۔

حضرت امام رازی، امام غزالی وغیرہ امام ترمذی و امام ابو داؤد وغیرہ حضور غوث پاک۔ حضرت بایزید بسطامی۔ شاہ بہاء الحق نقشبند اسلام میں ایسے پایہ کے علماء اور مشائخ گزرے کہ ان پر اہل اسلام جس قدر بھی فخر کریں کم ہے۔ مگر ان حضرات میں سے کوئی صاحب بھی مجتہد نہ ہوئے بلکہ سب مقلد ہی ہوئے خواہ امام شافعی کے مقلد ہوں۔ یا امام ابوحنیفہ کے رضی اللہ عنہم اجمعین۔ زمانہ موجودہ میں کون ان کی قابلیت کا ہے جب ان کا علم مجتہد بننے کے لئے کافی نہ ہوا۔ تو جن بے چاروں کو ابھی حدیث کی کتابوں کے نام لینا بھی نہ آتے ہوں وہ کس شمار میں ہیں۔

ایک صاحب نے دعویٰ اجتہاد کیا میں نے ان سے صرف اتنا پوچھا کہ سورۃ نکاح سے کس قدر مسائل آپ نکال سکتے ہیں اور اس میں حقیقت مجاز، صریح، و کنایہ ظاہر و نص کتنے ہیں۔ ان بے چارے نے ان چیزوں کے نام بھی نہ سنے تھے۔

## چوتھا باب

### تقلید واجب ہونے کے دلائل میں

اس باب میں ہم دو فضلیں لکھتے ہیں۔ پہلی فصل میں تو مطلقاً تقلید کے دلائل ہیں۔ دوسری میں تقلید شخص کے دلائل۔

فصل اول: تقلید کا واجب ہونا قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ اور عمل امت اور اقوال مفسرین سے ثابت ہے۔ تقلید مطلقاً بھی اور تقلید مجتہدین بھی ہر ایک تقلید کا ثبوت ہے۔

اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم۔

**ترجمہ:** ہم کو سیدھا راستہ چلا۔ ان کا راستہ جن پر تو نے احسان کیا۔

(سورۃ فاتحہ پارہ ۱ آیت نمبر ۵)

اس سے معلوم ہوا کہ صراط مستقیم وہی ہے جس پر اللہ کے نیک بندے چلے ہوں اور تمام مفسرین محدثین فقہاء اولیاء اللہ غوث و قطب و ابدال اللہ کے نیک بندے ہیں وہ سب ہی مقلد گزرے لہذا تقلید ہی سیدھا راستہ ہوا۔ کوئی محدث و مفسر، ولی غیر مقلد نہ گزرا۔ غیر مقلد وہ ہے جو مجتہد نہ ہو۔ پھر تقلید نہ کرے۔ جو مجتہد ہو کر تقلید نہ کرے۔ وہ غیر مقلد نہیں کیونکہ مجتہد کو تقلید کرنا منع ہے۔

لا یكلف الله نفساً الا وسعها۔

**ترجمہ:** اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔

(سورۃ بقرہ سورہ ۲ آیت نمبر ۲۸۶)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ طاقت سے زیادہ کام کی خدا تعالیٰ کسی کو تکلیف نہیں دیتا۔ تو جو شخص اجتہاد نہ کر سکے اور قرآن سے مسائل نہ نکال سکے۔ اس سے تقلید نہ کرنا اور اس سے استنباط کرنا طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالتا ہے۔ جب غریب آدمی پر زکوٰۃ اور حج فرض نہیں تو بے علم پر مسائل کا استنباط کرنا کیونکر ضروری ہوگا۔

والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذین اتبعوہم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

**ترجمہ:** اور سب میں اگلے پچھلے مہاجر و انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔  
(سورہ پاورہ ۱۱ آیت نمبر ۱۰۰)

معلوم ہوا کہ اللہ ان سے راضی ہے جو مہاجرین اور انصار کی اتباع یعنی تقلید کرتے ہیں۔ یہ بھی تقلید ہوئی۔

یا ایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔

**ترجمہ:** اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور حکم والوں کی جو تم میں سے ہوں۔

(پاورہ ۵ سورہ ۳ آیت ۵۹)

اس آیت میں تین ذاتوں کی اطاعت کا حکم دیا گیا۔ اللہ کی (قرآن) رسول علیہ السلام کی (حدیث) امر والوں کی (فقہ و استنباط کے علماء) مگر کلہ اطیعوا و جبکہ لایا گیا۔ اللہ کے لئے ایک اور رسول علیہ السلام اور حکم والوں کے لئے ایک۔ کیونکہ اللہ کی طرف اس کے فرمانے میں ہی اطاعت کی جائے گی نہ کہ اس کے فعل میں اور نہ اس کے سکوت میں۔ وہ کفار کو روزی دیتا ہے کبھی ان کو ظاہری فتح دیتا ہے وہ کفر کرتے ہیں۔ مگر ان کو فوراً عذاب نہیں بھیجتا۔ ہم اس میں رب تعالیٰ کی پیروی نہیں کر سکتے کہ کفار کی امداد کریں بخلاف نبی علیہ السلام و امام مجتہد کے کہ ان کا ہر حکم ان کا ہر کام اور ان کا کسی کو کچھ کرتے ہوئے دیکھ کر خاموش ہونا۔

حاشیہ..... ☆

اولوالامر کون ہیں؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، حضرت امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ، امام عطاء ابن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ، امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، امام عطاء ابن سائب رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو العالیہ المہرری رحمۃ اللہ علیہ، امام قتادہ بن دعامہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ضحاک بن مزاحم رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے علاوہ بہت سے مفسرین سے منقول ہے کہ اولوالامر سے مراد فقہاء اور علماء ہیں۔

امام محمد بن عبد اللہ ابو عبد اللہ الحاکم نیشاپوری متوفی ۳۵۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابو زکریا یحییٰ بن محمد العنبری ثنا محمد بن عبد السلام ثنا اسحاق بن ابراہیم انبا وکیع عن علی بن صالح عن عبد اللہ بن محمد بن عقیل عن جابر بن عبد اللہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم النساء قال اولی الفقہ والخیر هذا حدیث صحیح لہ شاهد و تفسیر الصحابی عندهما مسند۔

**ترجمہ:** حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ عز و جل کا فرمان اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم میں اولی الامر سے مراد فقہاء ہیں۔

(المسند رک ج ۲۱۱ رقم الحدیث ۳۲۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تفسیر طبری ج ۵ ص ۱۲۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

اولی الامر سے مراد علماء و فقہاء ہیں اللہ نے ان کی اطاعت واجب کی ہے۔

(المسند رک کتاب العلم فصل فی تو قیر العالم هذا بخار الصحیح فی الامرائج ج ۲۱۱ رقم الحدیث ۳۲۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

یہی امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۳۵۵ھ لکھتے ہیں۔

و تفسیر الصحابی عندهما مسند۔

**ترجمہ:** اور صحابی کی تفسیر امام بخاری و مسلم کے نزدیک مسند (مرفوع) ہوتی ہے۔

(مسند رک ج ۹ ص ۷۹ رقم الحدیث ۳۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تدریب الراوی للسیوطی ج ۱ ص ۱۹۲-۱۹۳ مطبوعہ مکتبۃ الریاض الحدیثہ الریاض)

## ☆ حاشیہ

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد حنبلی المقدسی متوفی ۶۴۳ھ روایت کرتے ہیں۔

ومسلما ان تفسیر الصحابی حدیث مسند۔

(الاحادیث المختارة ج ۲ ص ۶۲ مطبوعہ مکتبۃ النصفۃ الحمدیہ مکہ مکرمہ)

لیکن ہر تفسیر مرفوع کے حکم میں نہیں اس کی جانچ پڑتال کے بعد یہ حکم لگایا جائے گا اور اگر تفسیر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال متعارض ہوئے تو امام التفسیر حمر الامۃ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کو ترجیح دی جائے گی۔ معلوم ہوا کہ امام التفسیر حمر الامۃ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر مرفوع کے حکم میں ہے۔

امام زرکشی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں۔

یبحث عن صحیحۃ السند وينظر فی تفسیر الصحابی فان فسرہ من حیث اللغة فهم اهل اللسان فلاشك فی اعتمادهم وان فسرہ بما شاهد من الاسباب والقرائن فلاشك فيه وحينئذ ان تعارضت اقوال جماعة من الصحابة فان امکن الجمع فذلك وان تعذر قدم ابن عباس رضی اللہ عنہ لان النبی ﷺ بشره بذلك حيث قال اللهم علمه التاويل۔

**ترجمہ:** صحابی کی تفسیر کی جانچ پڑتال کی جائے گی اور اس سلسلہ میں اسناد کی طرف خصوصی توجہ دینی ہوگی۔ اگر صحابی نے لغت کی تائید سے تفسیر کی ہے تو اسے بسر و چشم قبول کیا جائے گا اس لئے کہ وہ اہل زبان ہیں اور ان کی زبان دینی پر کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں کیا جاسکتا اور اگر اسباب و قرائن کے مشاہدہ سے تفسیر کرتے ہیں تو اسے بھی کسی رد و قدح کے بغیر قبول کیا جائے گا اور اگر ایک نئی آیت کی تفسیر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال متعارض ہوئے تو دیکھا جائے گا کہ ان کے مابین جمع اور تطبیق ممکن ہے یا ناممکن؟ اگر تطبیق ممکن ہو تو ٹھیک ہے ورنہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کو ترجیح دی جائے گی اس لئے کہ ان کے حق میں حضور ﷺ نے قرآن مجید کی دعاء کی تھی۔ (البرہان فی علوم القرآن ج ۲ ص ۷۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی ج ۲ ص ۲۳۲-۲۳۵ نوح ۷۸ مطبوعہ مصطفیٰ البابی المکی مصر) یہ وہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں جن کو سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنے سینے مبارک سے لگا کر دعائے مبارک فرمائی تھی۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا مسدد حدثنا عبد الوارث عن خالد عن عكرمة عن ابن عباس قال ضمنی النبی ﷺ الی

صدره وقال اللهم علمه الحكمة۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے اپنے مبارک سینے سے لگا کر دعا کی اے اللہ! اسے حکمت سکھا دے۔

صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۳۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی..... الاستیعاب ج ۳ ص ۹۳۵ رقم ۱۵۸۸ مطبوعہ دار الجیل بیروت..... فضائل صحابہ لابن خلیل ج ۲ ص ۸۳۶ رقم الحدیث ۱۵۶۰ ص ۱۵۹ رقم الحدیث ۱۸۳۵ ص ۹۵۵-۹۵۶ رقم الحدیث ۱۸۵۶-۱۸۵۸-۱۸۵۹ ص ۹۶۳-۹۶۴ رقم الحدیث ۱۸۸۲-۱۸۸۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت..... حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۱۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت..... جامع السانید والسنن لابن کثیر ج ۳ ص ۸۳۹ رقم الحدیث ۵۶۲-۵۶۸-۵۶۹ ج ۳ ص ۸۷۶ رقم الحدیث ۲۰۷۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت..... التاجم الکبیر لام طبرانی ج ۱ ص ۲۱۳ رقم الحدیث ۱۱۵۳۱ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل..... الآحاد والثانی ذکر عبد اللہ بن عباس ج ۱ ص ۲۸۵-۲۸۶-۲۸۷ رقم الحدیث ۳۷۵-۳۷۷-۳۸۰-۳۸۱ مطبوعہ دار الریاء الریاض..... دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۱۹۲



تینوں چیزوں میں ان کی پیروی کی جاوے گی۔ اس فرق کی وجہ سے دو جگہ اطیعوا ابولا اگر کوئی کہے کہ امر والوں سے مراد سلطان اسلامی ہے تو سلطان اسلامی کی اطاعت شرعی احکام میں کی جاوے گی نہ کہ خلاف شرع چیزوں میں اور سلطان وہ شرعی احکام علماء مجتہدین ہی سے معلوم کرے گا حکم تو سب میں فقیہ کا ہوتا ہے۔ اسلامی سلطان محض اس کا جاری کرنے والا ہوتا اور اگر بادشاہ اسلامی بھی مراد لو۔ جب بھی تقلید تو ثابت ہوئی گئی۔ عالم کی نہ ہوئی بادشاہ کی ہوئی۔

یہ بھی خیال رہے کہ آیت میں اطاعت سے مراد شرعی اطاعت ہے۔

ایک نکتہ اس آیت میں یہ بھی ہے کہ احکام تین طرح کے ہیں۔ صراحتہ قرآن سے ثابت جیسے کہ جس عورت غیر حاملہ کا شوہر مر جائے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے ان کے لئے حکم ہوا اطیعوا اللہ دوسرے وہ جو صراحتہ حدیث سے ثابت ہیں جیسے کہ چاندی سونے کا زیور مرد کو پہننا حرام ہے اس کے لئے فرمایا گیا واطیعوا الرسول تیسرے وہ جو نہ تو صراحتہ قرآن سے ثابت ہیں نہ حدیث سے جیسے کہ چاول میں سود کی حرمت قطعی ہے۔ اس کے لئے فرمایا گیا اولی الامر منکم تین طرح کے احکام اور تین حکم۔

☆..... حاشیہ.....  
۱۹۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت..... طبرانی معجم باب العین من اسر علی ج ۱ ص ۱۹۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت..... مواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۳۵۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت..... کنز العمال ج ۱۱ ص ۳۱ رقم الحدیث ۳۳۵۸۲-۳۳۵۸۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت..... حجة اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین الباب الثامن فی المعجزات المحظوظة باستجابة دعاءه ص ۱۳۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت..... خصائص الکبریٰ باب دعاء الابن عباس ج ۲ ص ۲۸۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت..... فضائل الصحابة للنسائی ص ۲۳ رقم الحدیث ۷۴-۷۵-۷۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت..... الاحادیث المختارة ج ۱ ص ۲۲۲-۲۲۳ رقم الحدیث ۲۳۵ مطبوعہ مکتبۃ النہضة الحدیثہ مکرمہ..... ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ الفضل الثانی فی ذکر عبد اللہ بن عباس ویکنیٰ ابی العباس ذکر اسد کونینہ و مولدہ وصفتہ ص ۲۲۶ و ص ۲۲۷ ذکر دعاء التبی مطبوعہ دارالکتب المصریہ..... اعلام النبوة الباب الحادی عشر فیما اکرم بہ من اجلہ اربعہ ص ۱۷۴-۱۷۵ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت..... اتحہ الملطیہ فی تاریخ المدینۃ الشریفہ للسخاوی ذکر عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۳۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت..... صفوة الصفوة لابن جوزی ذکر عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ج ۱ ص ۴۶-۴۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت..... جامع الاحادیث الکبیر للسیوطی ج ۲ ص ۱۹۴ رقم الحدیث ۱۶۷۸-۱۶۷۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت..... سیر اعلام النبلاء ذکر عبد اللہ بن عباس المخرج ص ۳۳۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت..... امام حاکم فی المستدرک هذا حدیث صحیح الاستاذہ لم یخرجہ ج ۳ ص ۲۵۱ رقم الحدیث ۶۲۸۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت..... طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۳۶۵ مطبوعہ دار صادر بیروت.....

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله قشنا الوليد بن شجاع نا بن وهب اخبرني بن لهيعة عن بن هبيرة ان عمر بن الخطاب كان يقول ثم من كان سائلا عن شيء من القرآن فليسال عبداً بن عباس۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ جو قرآن کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہے تو وہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کریں۔  
(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۹۶ رقم الحدیث ۱۸۹۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاحادیث المختارة ترجمہ عبد اللہ بن عباس ج ۱ ص ۲۸۶ رقم الحدیث ۳۶۰ مطبوعہ دار الراية الرياض)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا ابو كريب قال ثنا بن ادريس قال اخبرنا ليث عن مجاهد في قوله اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر منكم قال اولي الفقه والعلم۔

(جامع البيان فی تفسیر القرآن المعروف بتفسیر طبری ج ۵ ص ۱۳۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون۔

**ترجمہ:** تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تم کو علم نہیں۔

(سورہ النحل آیت نمبر ۴۳)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص جس مسئلہ کو نہ جانتا ہو۔ وہ اہل علم سے دریافت کرے۔ وہ اجتہادی مسائل جن کے نکالنے کی ہم میں طاقت نہ ہو۔ مجتہدین سے دریافت کرے۔ وہ اجتہادی مسائل جن کے نکالنے کی ہم میں طاقت نہ ہو۔ مجتہدین سے دریافت کئے جائیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس سے مراد تاریخی واقعات ہیں۔ جیسا کہ اوپر کی آیت سے ثابت ہے لیکن یہ صحیح نہیں اس لئے کہ اس آیت کے کلمات مطلق بغیر قید کے ہیں اور پوچھنے کی وجہ سے نہ جانتا تو جس چیز کو ہم نہ جانتے ہوں اس کا پوچھنا لازم ہے۔

حاشیہ..... ☆

یہی امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ لکھتے ہیں۔

حدثنی المثنی قال ثنا عمرو بن عون قال ثنا هشيم عن عبد الملك عن عطاء و اولی الامر منکم قال الفقهاء والعلماء۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری ج ۵ ص ۱۳۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اسی طرح امام ابن ابی نجیح، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ، امام عطاء ابن سائب رحمۃ اللہ علیہ، امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے یہی معنی نقل کرتے ہیں۔ کہ مراد فقہاء اور علماء ہیں۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری ج ۵ ص ۱۳۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اسی طرح ابن کثیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ، امام عطاء رحمۃ اللہ علیہ، امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو العالیہ سے یہی معنی نقل کرتے ہیں۔ کہ مراد فقہاء اور علماء ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۱۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۲۶۸ھ لکھتے ہیں۔

یدل هذا علی صحة کون سوال العلماء واجبا و امتثاب فتواهم لازما۔

**ترجمہ:** یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ علماء سے پوچھنا واجب ہے۔ اور ان کے فتویٰ پر عمل کرنا لازم ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص ۲۶۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

ولم تختلف العلماء ان العامة علیها تقلید علمائها وانهم المرادون بقول الله عز وجل فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون۔

**ترجمہ:** علماء کا اتفاق ہو چکا ہے کہ عوام پر علماء کی تقلید واجب ہے۔ اور یہ کہ اس آیت کریمہ سے علماء ہی مراد ہیں۔

(جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲ ص ۱۳۰ مطبوعہ بیروت)

امام خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

لهذا یسوغ فیہ التقلید بدلیل قول الله تعالی فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون۔

**ترجمہ:** (یہ دوسری قسم کے مسائل) ان میں تقلید جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ فاسئلوا اهل الذکر الخ۔

(کتاب الفقہ والحق ج ۲ ص ۶۸ مطبوعہ بیروت)

واتبع سبيل من انا اب الى۔

**ترجمہ:** اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا۔

(سورہ ۳۱ آیت نمبر ۱۵)

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کی طرف رجوع کرنے والوں کی اتباع (تقلید) ضروری ہے یہ حکم بھی عام ہے کیونکہ آیت میں کوئی قید نہیں۔  
والذين يقولون ربنا هب لنا من ازواجنا وذرياتنا قررة اعين واجعلنا للمتقين اماما۔

**ترجمہ:** اور وہ جو عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم کو دے ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے آنکھوں میں ٹھنڈک اور ہم کو

پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔

اس آیت کی تفسیر میں معالم التنزیل میں ہے۔

فنقتدی بالمتقين ويقتدی بنا المتقون۔

**ترجمہ:** ہم پرہیزگاروں کی پیروی کریں اور پرہیزگار ہماری پیروی کریں۔

(تفسیر ابن عیسیٰ ج ۳ ص ۳۷۹ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی پیروی اور ان کی تقلید ضروری ہے۔

(پارہ ۱۹ سورہ ۲۵ آیت نمبر ۷۲)

فلو لا نفر من كل فرقة طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون۔

**ترجمہ:** تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈر سنا لیں  
اس امید پر کہ وہ سیکھیں۔

(پارہ ۱۱ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۲۲)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر شخص پر مجتہد بننا ضروری نہیں۔ بلکہ بعض توفیقہ بین اور بعض دوسروں کی تقلید کریں۔

ولو ردوه الى الرسول والى اولى الامر منهم لعلهم الذين يستنبطونه منهم۔

**ترجمہ:** اور اگر اس میں رسول اور امروا لے لوگوں کی طرف رجوع کرتے تو ضروران میں سے حقیقت جان لیتے وہ جو استنباط کرتے ہیں۔

(پارہ ۵ سورہ نساء آیت نمبر ۸۳)

اس سے صاف معلوم ہوا کہ احادیث اور اخبار اور قرآنی آیات کو پہلے استنباط کرنے والے علماء کے سامنے پیش کرے پھر جس طرح

وہ فرمادیں اس پر عمل کریں۔ خبر سے بڑھ کر قرآن وحدیث ہے لہذا اس کا مجتہد پر پیش کرنا ضروری ہے۔

يوم ندعوا كل اناس بامامهم۔

**ترجمہ:** جس دن ہر جماعت کو ہم اس کے امام کے ساتھ بلائیے۔

(پارہ ۱۵ سورہ ۱۷ آیت نمبر ۷۱)

اس کی تفسیر تفسیر روح البیان میں اس طرح ہے۔

او مقدم في الدين فيقال يا حنفي يا شافعي۔

**ترجمہ:** یا امام دینی پیشوا ہے۔ پس قیامت میں کہا جاوے گا کہ اے حنفی اے شافعی۔

(تفسیر روح البیان ج ۵ ص ۲۲۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن ہر انسان کو اس کے امام کے ساتھ بلایا جائے گا۔ یوں کہا جائے گا۔ کہ اے خفیو اے شفیو اے مالکیو چلو! تو جس نے امام ہی نہ پکڑا اس کو کس کے ساتھ بلایا جائے گا۔ اس کے بارے صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ جس کا کوئی امام نہیں اس کا امام شیطان ہے۔  
واذا قيل لهم امنوا كما امن الناس قالوا انؤمن كما امن السفهاء۔  
**ترجمہ:** یعنی جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ایسا ایمان لاؤ جیسا کہ مخلص مومن ایمان لائے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم ایسا ایمان لائیں جیسا یہ بے وقوف ایمان لائے۔

(پارہ اسورہ ۲ آیت نمبر ۱۳)

معلوم ہوا کہ ایمان بھی وہی معتبر ہے جو صالحین کا سا ہے۔ تو مذہب بھی وہی ٹھیک ہے۔ جو نیک بندوں کی طرح ہوا اور وہ تقلید ہے۔

## اقوال مفسرین و محدثین

داری باب الاقتداء بالعلماء میں ہے:

اخبرنا يعلى قال اخبرنا عبد الملك عن عطاء واطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر منكم قالوا اولو العلم والفقہ.....

**ترجمہ:** خبر دی ہم کو یعلیٰ نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے کہا عبد الملك نے انہوں نے عطاء سے روایت کی کہ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے میں سے امر والوں کی۔ فرمایا عطاء نے کہ اولو الامر علم اور فقہ والے حضرات ہیں۔

(سنن الداری باب الاقتداء بالعلماء ج ۱ ص ۸۳ رقم الحدیث ۲۱۹ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

تفسیر خازن زیر آیت۔

فاستلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون فاستلوا المومنین العلمین من اهل القرآن۔

**ترجمہ:** پس پوچھو تم ذکر والوں سے اگر تم نہیں جانتے۔ تم ان مومنوں سے پوچھو جو قرآن کریم کے علماء ہیں۔  
(تفسیر خازن ج ۳ ص ۷۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

تفسیر درمنثور میں اسی آیت فاستلوا اهل الذکر کی تفسیر میں ہے۔

اخرج ابن مردويه عن انس قال سمعت النبی ا يقول ان الرجل یصلی ویصوم ویحج ویغزو وانه لمنافق قالوا یا رسول الله بما ذا دخل علیه النفاق قال لطعنه علی امامه وامامه من قال قال الله فی کتابه

حاشیہ..... ☆

علامہ ابوبکر بھاص لکھتے ہیں۔

فقد حفت هذه الایة المعانی منها ان فی احکام الحوادث ما لیس بمنصوص علیہ بل مدلول علیہ ومنها ان علی العلماء استنباطہ والتوصل الی معرفتہ برده الی نظائرہ من المنصوص ومنها ان العامی علیہ تقلید العلماء فی احکام الحوادث۔

**ترجمہ:** یہ آیت کی احکام پر مشتمل ہے مجملہ ان احکام کے یہ بھی ہے کہ پیش آمدہ مسائل میں ایسے مسائل بھی ہیں جن پر قرآن صراحتاً دلالت نہیں کرتا بلکہ دلالت ان کا ذکر ہے اور یہ کہ علماء پر واجب ہے کہ ان مسائل کا استنباط کریں اور منصوصات میں غور و خوض کر کے ان کے نظائر تلاش کریں اور ان کا حکم متعین کریں اور یہ کہ پیش آمدہ مسائل میں غیر مجتہد پر مجتہدین کی تقلید واجب ہے۔

(احکام القرآن للجصاص ج ۲ ص ۲۱۵ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

فاستلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون۔

**ترجمہ:** امام ابن مرویہ نے حضرت انس سے روایت کی فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام سے سنا کہ فرماتے تھے کہ بعض شخص نماز پڑھتے ہیں روزے رکھتے ہیں حج اور جہاد کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ منافق ہوتے ہیں عرض کی یا رسول اللہ کس وجہ سے ان میں نفاق آگیا۔ فرمایا کہ اپنے امام پر طعنہ کرنے کی وجہ سے امام کون ہے فرمایا کہ رب نے فرمایا فاستلوا الآیۃ۔

(درمنثور ج ۳ ص ۱۱۹)

تفسیر صاوی سورہ کہف واذ کر ربک اذا نسبت (پارہ ۱۵ سورہ ۱۸ آیت نمبر ۲۳) کی تفسیر میں ہے۔

ولا یجوز تقلید ما عدا المذاهب الاربعہ ولو وافق قول الصحابة والحديث الصحيح والایۃ فالخارج عن المذاهب الاربعہ ضال مضل و ربما اذاه ذلك للكفر لان الاخذ بظواهر الكتاب والسنة من اصول الکفر۔

**ترجمہ:** یعنی چار مذہبوں کے سوا کسی کی تقلید جائز نہیں اگرچہ وہ صحابہ کے قول اور صحیح حدیث اور آیت کے موافق ہی ہو۔ جو ان چار مذہبوں سے خارج ہے وہ گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے۔ کیوں کہ حدیث و قرآن کے محض ظاہری معنی لینا کفر کی جڑ ہے۔

(تفسیر صاوی ج ۳ ص ۱۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

احادیث:۔ مسلم جلد اول صفحہ ۵۴ باب بیان ان الدین النصیحة میں ہے۔

عن تمیم بن الداری ان النبی ﷺ قال الدین النصیحة قلنا لمن قال لله ولکتابه ولرسوله ولائمة المسلمين وعامتهم۔

**ترجمہ:** تمیم داری سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ دین خیر خواہی ہے ہم نے عرض کیا کس کی؟ فرمایا اللہ کی اور اس کی کتاب کی اور اس کے رسول کی اور مسلمانوں کے امام کی اور عامہ مومنین کی۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان ان الدین النصیحة ج ۳ ص ۷۲ رقم الحدیث ۵۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس حدیث کی شرح نووی میں ہے۔

وقد یتناول ذلك على الائمة الذين هم علماء الدين وان من نصيحتهم قبول ما رووه وتقليد هم في الاحكام واحسان الظن بهم۔

**ترجمہ:** یہ حدیث ان اماموں کو بھی شامل ہے جو علمائے دین میں اور علماء کی خیر خواہی سے ہے ان کی روایت کی ہوئی احادیث کا قبول کرنا اور ان کے احکام میں تقلید کرنا اور ان کے ساتھ نیک گمان کرنا۔

(شرح النووی علی صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

## دوسری فصل..... تقلید شخصی کے بیان میں

مشکوٰۃ کتاب الامارۃ میں بحوالہ مسلم ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

من اتاكم وامركم جميع على رجل واحد يريد ان يشق عصاكم ويفرق جماعتكم فاقتلوه۔

**ترجمہ:** جو تمہارے پاس آوے حالانکہ تم ایک شخص کی اطاعت پر متفق ہو وہ چاہتا ہو کہ تمہاری لاشیں توڑ دے اور تمہاری جماعت کو متفرق کر دے تو اس کو قتل کر دو۔

(مشکوٰۃ کتاب الامارۃ والقضاء الفصل الاول ص ۳۲۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس سے مراد امام اور علماء دین ہی ہیں۔ کیونکہ حاکم وقت کی اطاعت خلاف شرع احکام میں جائز نہیں ہے۔

مسلم نے کتاب الامارۃ میں ایک باب باندھا باب وجوب طاعته الامراء فی غیر معصیۃ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۳۳) مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی) یعنی امیر کی اطاعت غیر معصیت میں واجب ہے اس سے معلوم ہوا کہ ایک ہی کی اطاعت ضروری ہے۔ مشکوٰۃ شریف کتاب البیوع باب الفرائض میں بروایت بخاری ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری نے حضرت ابن مسعود کے بارے میں فرمایا لا تسالونی فی مادام هذا العجر فیکم جب تک کہ یہ علامہ تم میں رہیں۔ مجھ سے مسائل نہ پوچھو۔ (صحیح بخاری کتاب الفرائض باب میراث ابنہ ابنہ مع ابنہ ج ۲ ص ۹۹۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (مشکوٰۃ کتاب البیوع باب الفرائض الفصل الثانی ص ۲۶۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ افضل کے ہوتے ہوئے مقبول کی اطاعت نہ کرے اور ہر مقلد کی نظر میں اپنا امام افضل ہوتا ہے۔ فتح القدیر میں ہے۔ من تولی امر المسلمین شیئاً فاستعمل علیہم رجلاً ویعلم ان فیہم من هو اولی بذالك و اعلم منه بكتاب الله وسنة رسوله فقد خان الله ورسوله وجماعة المسلمین۔

**ترجمہ:** جو شخص مسلمانوں کی حکومت کا مالک ہو۔ پھر ان پر کسی کو حاکم بنائے حالانکہ جانتا ہو کہ مسلمانوں میں اس سے زیادہ مستحق اور قرآن وحدیث کا جاننے والا ہے تو اس نے اللہ و رسول علیہ السلام اور عام مسلمانوں کی خیانت کی۔

حاشیہ..... ☆

### تقلید شخصی کے چند مزید دلائل

امام ابو یوسفؒ ترمذی متوفی ۲۴۰ھ روایت کرتے ہیں۔

عن حذیفۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر وعمر۔

**ترجمہ:** حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا تم میرے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پیروی اور اقتداء کرنا۔

(سنن الترمذی ج ۵ ص ۶۰۹ رقم الحدیث ۳۶۶۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (طبرانی الاوسط ج ۳ ص ۱۳۰ رقم الحدیث ۳۸۱۶ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الریاض)، (سنن الکبریٰ للبخاری ج ۸ ص ۱۵۳ مطبوعہ مکتبۃ دار البازمکۃ المکرمۃ)، (حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۱۰۹ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت) اس حدیث مبارکہ میں تقلید شخصی کا واضح ثبوت ہے۔ اس لئے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بات چلتی رہی۔ ان کی اتباع کی جاتی رہی ان کے انتقال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ان کی پیروی کی گئی۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابو النعمان حدثنا حماد عن ایوب عن عکرمۃ ان اهل المدينۃ سألوا ابن عباس عن امرأۃ طافت ثم حاضت قال لهم تنفرو قالوا لا ناخذ بقولک وندع قول زید۔

**ترجمہ:** عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ اہل مدینہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا کہ جس عورت نے طواف (زیارت) کر لیا ہو پھر اس کو حیض آجائے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جاسکتی ہے اہل مدینہ نے فرمایا ہم آپ کے قول کی وجہ سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بات چھوڑ کر آپ کی بات نہیں مانتے۔

(صحیح بخاری کتاب الحج باب اذا حاضت المرأة بعد ما فاقت ج ۲ ص ۶۲۵ رقم الحدیث ۱۶۷۱ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

من مات و ليس في عنقه بيعة مات ميتة جاهلية۔

**ترجمہ:** جو مر جائے حالانکہ اس کے گلے میں کسی کی بیعت نہ ہو۔ وہ جہالت کی موت مرا۔

(منکوة شریف کتاب الامارۃ والافتاء الفصل الاول ۳۲۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس میں امام کی بیعت یعنی تقلید اور بیعت اولیاء سب ہی داخل ہیں ورنہ بتاؤ فی زمانہ وہابی کس سلطان کی بیعت میں ہیں۔ یہ تو چند آیات و احادیث تھیں۔ اس کے علاوہ اور بھی پیش کی جاسکتی ہیں۔ مگر اختصار اسی پر قناعت کی گئی۔ اب امت کا عمل دیکھو۔ تو تبع تابعین کے زمانہ سے اب تک ساری امت مرحومہ اس ہی تقلید کی حامل ہے کہ جو خود مجتہد نہ ہو۔ وہ ایک مجتہد کی تقلید کرے اور اجماع امت پر عمل کرنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور ضروری ہے۔ قرآن فرماتا ہے:

ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع غير سبيل المؤمنين نوله ما توله و نصله جهنم و ساءت مصيرا۔

حاشیہ..... ☆

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

لا تتابعك وانت تخالف زيدا۔

**ترجمہ:** ہم آپ کی بات نہیں مانیں گے کہ آپ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی مخالفت کرتے ہیں۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۵۸۸ مطبوعہ دار السنن بیروت)

اس حدیث مبارکہ میں تقلید شخصی کا ثبوت ہے کہ اہل مدینہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کی تقلید کرتے تھے۔

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں۔

قال عبد الله بن ابي سليمان سمعت سعيد بن جبير يقول تستفتوني وفيكم ابراهيم النخعي۔

(تذكرة الحفاظ ج ۳ ص ۷۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ علم تھے اور علم ہی کی بات پر اعتماد کیا جاتا ہے اور ہم امام اعظم رضی اللہ عنہ کو اعظم سمجھتے ہیں لہذا انہی کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہیں۔

قال شعيب ابن الحجاب قال لي الشعبي عليك بذلك الا صم يعني ابن سيرين۔

**ترجمہ:** شعیب بن الحجاب کہتے ہیں کہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے کہا ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کو لازم پکڑو۔

(تذكرة الحفاظ ج ۳ ص ۷۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

روی احمد بن يحيى بن وزير عن ابن وهب قال لو كان بقي لنا عمرو بن الحارث ما اجتجنا الي مالك۔

**ترجمہ:** امام احمد بن یحییٰ بیان کرتے ہیں کہ ابن وہب کہا کرتے تھے اگر عمرو بن الحارث زندہ ہوتے تو ہم امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس نہ جاتے۔

(تذكرة الحفاظ ج ۳ ص ۱۸۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

وقال الشعبي اذا اختلف الناس في شيء فخذوا بما قال عمر۔

**ترجمہ:** امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ اگر کسی مسئلہ میں لوگوں کا اختلاف ہو تو اسی تحقیق پر عمل کرو جو حضرت عمر رضی اللہ

عنه سے ثابت ہو۔

(اعلام الموقعين فصل الصحابة سادة المقلين والعلماء ج ۱ ص ۲۳ مطبوعہ دار السنن بیروت)

**ترجمہ:** اور جو رسول کی مخالفت کے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راستہ چلے ہم اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دیں گے اور اس کو دوزخ میں داخل کریں گے۔ اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی ہے۔

(پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۱۱۵)

جس سے معلوم ہوا کہ جو راستہ عام مسلمانوں کا ہو اس کو اختیار کرنا فرض ہے اور تقلید پر مسلمانوں کی اجماع ہے۔

مکتوبہ باب الاعتصام بالکتاب والسنت میں ہے۔

اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شد شد فی النار۔

**ترجمہ:** بڑے گروہ کی پیروی کرو کیونکہ جو جماعت مسلمین سے علیحدہ رہا وہ علیحدہ کر کے جہنم میں بھیجا جاویگا۔

(مکتوبہ شریف کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنت الفصل الثانی ۳۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

نیز حدیث میں ہے۔

مراہ المؤمنون حسناً فهو عند الله حسن۔

**ترجمہ:** جس کو مسلمان اچھا جائیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

(امام حاکم فی المستدرک ج ۳ ص ۸۳-۸۴ رقم الحدیث ۴۳۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البحر الخار، المعروف بمسند المیزان ج ۵ ص ۲۱۲-۲۱۳ رقم الحدیث ۱۸۱۶ مطبوعہ مکتبہ العلوم والکلم المدینۃ المنورۃ)، (مسند احمد ج ۱ ص ۲۶۶ رقم الحدیث ۳۵۸۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۷۵ رقم الحدیث ۲۳۷۵ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (اعلام المتقین ابن جوزی ج ۱ ص ۶۵ مطبوعہ دار البیروت)، (مسند الطحاوی ج ۳ ص ۳۳ رقم الحدیث ۲۳۶۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (مجمع الزوائد وفتح القواعد ج ۱ ص ۷۷ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (کتاب الامار امام محمد حلیۃ الاولیاء افغانی ج ۲ ص ۱۹۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح السنۃ امام بغوی ج ۱ ص ۱۸۶-۱۸۷ رقم الحدیث ۱۰۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (کشف الخفاء وسترل الالباس ج ۲ ص ۲۳۵ رقم الحدیث ۲۲۱۴ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (المقاصد حسنا امام بخاری ج ۳ ص ۳۳۱ رقم الحدیث ۹۵۹ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت) اب دیکھنا یہ ہے کہ آج بھی اور اس سے پہلے بھی عام مسلمان تقلید شخصی ہی کو اچھا جانتے آئے اور مقلد ہی ہوئے آج بھی عرب و عجم میں مسلمان تقلید شخصی ہی کرتے ہیں اور جو غیر مقلد ہوا وہ اجماع کا منکر ہوا اگر اجماع کا اعتبار نہ کرو تو خلافت صدیقی و فاروقی کس طرح ثابت کرو گے وہ بھی تو اجماع امت سے ہی ثابت ہوئی۔ یہاں تک کہ جو شخص ان دونوں خلافتوں میں سے کسی کا بھی انکار کرے وہ کافر ہے۔ دیکھو شامی وغیرہ اسی طرح تقلید پر بھی اجماع ہوا۔

تفسیر خازن زیر آیت و کونوا مع الصالحین (پارہ ۱۱ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۱۹) میں ہے کہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انصار سے فرمایا کہ قرآن شریف نے مہاجرین کو صادقین کہا اولئک ہم الصادقون (پارہ ۲۸ سورہ ۵۹ آیت نمبر ۸) پھر فرمایا و کونوا مع الصالحین بچوں کے ساتھ رہو۔ لہذا اتم بھی علیحدہ خلافت نہ قائم کرو۔ ہمارے ساتھ رہو ایسے ہی میں غیر مقلدوں سے کہتا ہوں کہ بچوں نے تقلید کی ہے تم بھی ان کے ساتھ رہو۔ مقلد بنو۔

عقلی دلائل:- دنیا میں انسانی کوئی بھی کام بغیر دوسرے کی پیروی کے نہیں کر سکتا۔ ہر ہنر اور علم کے قواعد سب میں اس کے ماہرین کی پیروی کرنا ہوتی ہے۔ دین کا معاملہ تو دنیا سے کہاں زیادہ مشکل ہے۔ اس میں بھی اس کے ماہرین کی پیروی کرنا ہوگی۔ علم حدیث میں بھی تقلید ہے کہ فلاں حدیث اس لئے ضعیف ہے کہ بخاری نے یا فلاں محدث نے فلاں راوی کو ضعیف کہا ہے۔ اس کا قول ماننا یہی تو تقلید ہے قرآن کی قراءت میں قاریوں کی تقلید ہے کہ فلاں نے اس طرح اس آیت کو پڑھا ہے قرآن کے اعراب، آیات سب ہی تقلید ہی تو ہے نماز میں جب جماعت ہوتی ہے تو امام کی تقلید سب مقتدی کرتے ہیں حکومت اسلامی میں تمام مسلمان ایک بادشاہ کی تقلید کرتے ہیں۔



ریل میں بیٹھتے ہیں تو ایک انجن کی ساری ریل والے تقلید کرتے ہیں۔ غرضیکہ انسان ہر کام میں مقلد ہے اور خیال رہے کہ ان سب صورتوں میں تقلید شخص ہے نماز کے امام دو نہیں تو شریعت کے امام ایک شخص دو کس طرح مقرر کر سکتا ہے۔

مشکوٰۃ کتاب الجہاد باب آداب السفر میں ہے۔

اذا كان ثلثة في سفر فليومروا احدهم۔

**ترجمہ:** جبکہ تین آدمی سفر میں ہوں تو ایک کو اپنا امیر بنالیں۔

(مشکوٰۃ کتاب الجہاد باب آداب السفر الفصل الثانی ص ۳۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)



## پانچواں باب

### تقلید پر اعتراضات اور جوابات کے بیان میں

مسئلہ تقلید پر مخالفین کے اعتراضات دو طرح کے ہیں۔ ایک وہابیات طعنے اور تحسّران کے جوابات ضروری نہیں۔ دوسرے وہ جس سے مقلدین کو غیر مقلد دھوکا دیتے ہیں۔ اور عام مقلدین دھوکا کھا لیتے ہیں۔ یہ حسب ذیل ہیں۔

سوال (۱): اگر تقلید ضروری تھی تو صحابہ کرام کسی کے مقلد کیوں نہ ہوئے؟

جواب: صحابہ کرام کو کسی کی تقلید کی ضرورت نہ تھی۔ وہ حضور علیہ السلام کی صحبت کی برکت سے تمام مسلمانوں کے امام اور پیشوا ہیں کہ آمد دین امام ابو حنیفہ و شافعی وغیرہ وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کی پیروی کرتے ہیں۔

مشکوٰۃ باب فضائل الصحابہ میں ہے۔

اصحابی کالنجوم باہیم اقتدیتم اهتدیتم۔

**ترجمہ:** میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم جن کی پیروی کرو گے ہدایت پالو گے۔

(مشکوٰۃ ص ۵۵۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۲ ص ۳۷۷ برقم ۵۰۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند عبد بن حمید ص ۲۵۰ رقم الحدیث ۷۸۳ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ القاہرۃ)، (الاعتقاد للبیہقی ص ۳۱۹ مطبوعہ دارالآفاق الجدیدۃ بیروت)

علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين۔

**ترجمہ:** تم لازم پکڑو میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو۔

(سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۵-۱۶ رقم الحدیث ۳۲-۳۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (جامع الترمذی جلد ۲ ص ۹۲ مطبوعہ مکتبۃ اکرمیہ پشاور)، (سنن ابی داؤد ج ۳ ص ۲۰۰ برقم ۳۶۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام امام محبت الدین طبری ج ۱ ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۳۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۲۶-۱۲۷ برقم ۱۷۲۵-۱۷۲۶ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبیہ مصر)، (مسند الامام الطحاوی ج ۶ ص ۱۶۲ رقم الحدیث ۵۵۳۵ مطبوعہ مکتبۃ الحرمین للنشر والتوزیع دہلی)، (سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۱ ص ۱۱۳ مطبوعہ دارالاباز مکتبۃ المکرمۃ)، (شعب الایمان جلد ۶ ص ۶۷ رقم الحدیث ۵۱۵-۵۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جامع المسانید والسنن ابن کثیر ج ۹ ص ۲۳۰۵-۲۳۰۶ رقم الحدیث ۶۳۷۳-۶۳۷۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (کتاب الاعتقاد والحدیث الی سبیل الرشاد امام بیہقی ص ۲۲۹ مطبوعہ دارالآفاق الجدیدۃ بیروت)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۵۳۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح السنۃ امام بغوی ج ۱ ص ۸۱ رقم الحدیث ۱۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (السنۃ محمد بن نصر المروزی ص

۲۶- ۲۷ رقم الحدیث ۶۹ مطبوعہ موسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت)، (صحیح ابن حبان جلد ۱ ص ۱۷۸-۱۷۹ رقم الحدیث ۵ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر امام ابن عساکر ج ۲ ص ۳۲-۱۳۷ رقم الحدیث ۸۷۱-۸۷۲-۸۷۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (المسند المستخرج علی صحیح الانام سلسلہ امام ابو نعیم جلد ۱ ص ۳۳۵-۳۴ رقم الحدیث ۳۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء جلد ۵ ص ۲۲۰ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)، (سنن دارمی جلد ۱ ص ۵ رقم الحدیث ۹۵ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)، (مسند الشافعی امام طبرانی جلد ۱ ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۳۳۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (المجموع الکبیر امام طبرانی جلد ۱ ص ۱۸۵ رقم الحدیث ۶۳۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (وابن ابی عاصم فی السنۃ جلد ۱ ص ۲۹-۳۰ رقم الحدیث ۵۹۵۳-۵۹۵۴ مطبوعہ مکتبۃ الاسلامی بیروت)، (سیر اعلام النبلا ج ۳ ص ۵۰۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (السنن الوارودۃ فی النسخ جلد ۲ ص ۳۷۵ رقم الحدیث ۱۲۳ مطبوعہ دار العاصمۃ الریاض)، (اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ ج ۲ ص ۲۲ مطبوعہ دار طبعۃ الریاض)، (فتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر للفتاوی ج ۱ ص ۲۵۷ رقم الحدیث ۷۹-۷۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الموضوعات الکبری ص ۲۱۰ رقم الحدیث ۸۲۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

یہ سوال تو ایسا ہے۔ جیسے کوئی کہے ہم کسی کے امتی نہیں۔ کیونکہ ہمارے نبی علیہ السلام کسی کے امتی نہ تھے تو امتی نہ ہونا سنت رسول اللہ ہے۔ اس سے یہ بھی کہا جاوے گا کہ حضور علیہ السلام تو خود نبی ہیں سب آپ کی امت ہیں وہ کس کے امتی ہوتے۔ ہم کو امتی ہونا ضروری ہے ایسے ہی صحابہ کرام تمام کے امام ہیں۔ ان پر کون مسلمان امام ہوتا۔

نہر سے پانی اس کھیت کو دیا جاوے گا جو دریا سے دور ہو۔ مکمرین کی آواز پر وہی نماز پڑھے گا جو امام سے دور ہو الب دریا کے کھیتوں کو نہر کی ضرورت نہیں۔ صف اول کے مقتدیوں کو مکمرین کی ضرورت نہیں صحابہ کرام صف اول کے مقتدی ہیں۔ وہ بلا واسطہ سینہ پاک مصطفیٰ علیہ السلام سے فیض لینے والے ہیں ہم چونکہ اس بحر سے دور ہیں لہذا کسی نہر کے حاجت مند ہیں۔ پھر سمندر سے ہزار ہا دریا جاری ہوتے ہیں۔ جس سب میں پانی تو سمندر ہی کا ہے مگر ان سب کے نام اور راستے جدا ہیں کوئی گنگا کہلاتا ہے کوئی جمنایا ہے ہی حضور علیہ السلام آب رحمت کے سمندر ہیں۔ اس سینہ میں سے جو نہر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے سینہ سے ہوتی ہوتی آئی اسے حنفی کہا گیا جو امام مالک رضی اللہ عنہ کے سینہ سے آئی وہ مذہب مالکی کہلاتا ہے۔ پانی سب کا ایک ہے مگر نام جدا گانہ اور ان نہروں کی ہمیں ضرورت پڑی نہ کہ صحابہ کرام کو جیسے حدیث کی اسناد ہمارے لئے ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے نہیں۔

سوال (۲):۔ رہبری کے لئے قرآن وحدیث کافی ہیں۔ ان میں کیا نہیں جو کہ دفعہ سے حاصل کریں قرآن فرماتا ہے۔

ولا رطب ولا يابس الا في كتاب مبين۔

**ترجمہ:** اور نہ ہے کوئی تو اور خشک چیز جو ایک روشن کتاب میں لکھی نہ ہو۔

(سورہ الانعام آیت نمبر ۵۹)

ولقد يسرنا القرآن للذكر فهل من مدكر۔

**ترجمہ:** اور بے شک ہم نے قرآن یاد کرنے کے لئے آسان فرمادیا تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

(پانچواں سورہ ۵۴ آیت نمبر ۱۷)

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ قرآن میں سب ہے اور قرآن سب کے لئے آسان بھی ہے پھر کس لئے مجتہد کے پاس جاویں۔  
جواب:- قرآن وحدیث بے شک راہبری کے لئے کافی ہیں۔ اور ان میں سب کچھ ہے۔ مگر ان سے مسائل نکالنے کی قابلیت ہونا چاہیے۔ سمندر میں موتی ہیں۔ مگر ان کو نکالنے کے لئے غوطہ خوری کی ضرورت ہے آئمہ دین اس سمندر کے غوطہ زن ہیں۔ طب کی کتابوں میں سب کچھ لکھا ہے۔ مگر ہم کو حکیم کے پاس جانا اور اس سے نسخہ تجویز کرنا ضروری ہے۔ آئمہ دین طیب ہیں ولقد یسرنا القرآن من فرمایا ہے کہ ہم نے قرآن کو حفظ کرنے کے لئے آسان کیا ہے نہ کہ اس سے مسائل استنباط کرنے کیلئے۔ اگر مسائل نکالنا آسان ہیں تو پھر حدیث کی بھی کیا ضرورت ہے قرآن میں سب کچھ ہے اور قرآن آسان ہے نیز پھر قرآن سکھانے کے لئے نبی کیوں آئے۔ قرآن میں ہے وعلیہم الکتاب والحکمۃ (بارہ اسورہ ۲ آیت نمبر ۱۲۹) اور وہ نبی

ان کو کتاب اللہ اور حکمت کی باتیں سکھاتے ہیں۔ قرآن و حدیث روحانی دوائیں ہیں۔ امام روحانی طیب۔

سوال (۳) قرآن کریم نے تقلید کرنے والوں کی برائیاں فرمائی ہے۔ فرماتا ہے۔

اتخذوا احبارهم و رهبانهم اربابا من دون الله۔

**ترجمہ:** انہوں نے اپنے پادریوں اور جوگیوں کو اللہ کے سوا خدا بنا لیا۔

(پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۳۱)

فان تنازعتم فی شئینی فردوه الی الله ورسوله۔

**ترجمہ:** اور یہ کہ یہ ہی میرا سیدھا راستہ ہے تو اس پر چلو اور راہیں نہ چلو کہ تم کو اس کی راہ سے جدا کریں گی۔

(پارہ ۸ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۵۳)

وان هذا صراطی مستقیماً فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم۔

**ترجمہ:** پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔

(پارہ ۵ سورہ ۲ آیت نمبر ۵۹)

قالوا بل ننبع ما الفینا علیہ اباءنا۔

**ترجمہ:** تو کہیں گے بلکہ ہم تو اس پر چلیں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا۔

(پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۷۰)

ان آیات اور ان جیسی دوسری آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ و رسول کے حکم کے سامنے اماموں کی بات ماننا طریقہ کفار ہے اور سیدھا راستہ ایک ہی ہے چار راستہ حنفی، شافعی وغیرہ نیز ہے راستہ ہیں وغیرہ وغیرہ۔

جواب:- جس تقلید کی قرآن کریم نے پہلی فرمائی ہے۔ اس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ ولا تتبعوا السبل میں یہودیت یا نصرانیت وغیرہ خلاف اسلام راستے مراد ہیں۔ حنفی، شافعی وغیرہ چند راستے نہیں۔ بلکہ ایک اسٹیشن کی چار سڑکیں یا ایک دریا کی چار نہریں ہیں۔ ورنہ پھر تو غیر مقلدین کی جماعتیں ثنائی اور غزنوی کا کیا حکم ہے۔ عقائد بدلنے سے چاروں مذہب کے عقائد یکساں ہیں صرف اعمال میں فروغی اختلاف ہے جیسا کہ خود صحابہ کرام میں اختلاف رہا۔

سوال (۴):-

ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار مت مان کسی کا قول و قرار

دین حق را چار مذہب ساختند

جواب:- یہ شعر اصل میں چکڑالویوں کا ہے۔

ہوتے ہوئے کبریٰ کی گفتار مت مان نبی کا قول و قرار

دوسرا شعر بھی اس طرح ہے۔

سجد دو خشت علیحدہ ساختند

چار مذہب کا جواب ہم نے اپنے دیوان میں شعروں میں اس طرح دیا ہے۔

چار رسل فرشتے چار چار کتب ہیں دین چا

رسلے دونوں چار چار لطف عجب ہے چار میں

آتش و آب و خاک و باد سب کا انبی سے ہے چار کا سارا ماجرا ختم ہے چار یار میں  
ثبات :..... چار کا عدد تو خدا کو بڑا ہی پیارا ہے۔ کتنا میں بھی چار بھیجیں۔ اور دین بھی چار ہی بنائے انسان کا خیر بھی چار ہی چیزوں  
سے کیا وغیرہ۔ جب مقصود کے چاروں راستے گھر گئے تو پھر وہاں پہنچنا ناممکن کیونکہ راستے چار ہی ہو سکتے ہیں۔ خانہ کعبہ کے ارد گرد چار  
طرف نماز ہوتی ہے۔ مگر رخ سب کا کعبہ کو ایسے ہی حضور علیہ السلام تو کعبہ ایمان ہیں۔ چاروں مذہبوں نے چاروں راستے گھیر لئے۔ وہابی  
کس راستے سے وہاں پہچان گئے؟ کس نے کیا خوب کہا ہے۔

مذہب چار چوں چہار راہ اند بہر منت جو جاوہ پیاؤ  
خود کیے بنی از چہار طرف کعبہ راچوں تو سجدہ بنمائے

جس طرح قرآن کے ہوتے ہوئے حدیث کی ضرورت ہے اسی طرح حدیث کے ہوتے ہوئے فقہ کی ضرورت ہے فقہ قرآن و  
حدیث کی تفسیر ہے اور جو حکم کہ ہم کو نہ حدیث میں ملے نہ قرآن میں اس کو فقہ ہی بیان فرماتا ہے۔  
سوال (۵) :- تقلید میں غیر خدا کو اپنا حکم بنانا ہے اور یہ شرک ہے تو حدیث ماننا بھی شرک ہوا نیز سارے محدثین مفسرین مشرک  
ہو گئے کیونکہ ترمذی ابوداؤد مسلم وغیرہ حضرات تو مقلد ہیں۔ اور امام بخاری وغیرہ مقلدوں کے شاگرد و کھو یعنی شرح بخاری ہم نے دیوان  
سالمک میں اس سوال کا جواب یہ دیا ہے۔

جو تیری تقلید شرک ہوتی محدثین سارے ہوتے مشرک

بخاری و مسلم ابن ماجہ امام اعظم ابوحنیفہ!

کہ جتنے فقہ محدثین ہیں تمہارے خرمن سے خوشہ چیں ہیں

ہوں واسطے سے کہ بے وسیلہ امام اعظم ابوحنیفہ!

جس روایت میں ایک فاسق راوی آ جاوے۔ وہ روایت ضعیف یا موضوع ہے تو جس روایت میں کوئی مقلد آ جاوے تو مشرک آ گیا  
لہذا وہ بھی باطل پھر ترمذی و ابوداؤد تو خود مقلد ہیں۔ مشرک ہوئے ان کی روایات ختم ہوئیں۔ بخاری وغیرہ پہلے ہی ختم ہو چکی کہ وہ مشرکوں  
کے شاگرد ہیں۔ اب حدیث کہاں سے لاؤ گے۔ قرآن پاک فرماتا ہے۔

وان خفتم شقاق بینہما فابعثوا حکما من اہلہ و حکما من اہلہا۔

**ترجمہ:** اور اگر تم کہیاں بیوی کے جھگڑے کا خوف ہو تو ایک حکم مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک شیخ عورت والوں کی طرف سے بھیجو۔

(پارہ ۵ سورہ آیت نمبر ۳۵)

حضرت علی و معاویہ رضی اللہ عنہما نے جنگ صفین میں حکم بنایا ہے۔ خود حضور علیہ السلام نے بنی قریظہ کے معاملہ میں حضرت سعد ابن  
معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم بنایا۔ آیت کے معنی یہ ہیں کہ حقیقی حکم خدائے پاک ہی کا ہے اور جو اس کے سواء کے احکام ہیں۔ علماء فقہاء اور مشائخ  
کے اسی طرح احکام حدیث یہ تمام بالواسطہ خدائے تعالیٰ ہی کے حکم ہیں۔ اگر یہ معنی ہوں کہ کسی کا حکم سوائے خدا کے ماننا شرک ہے تو آج  
تمام دنیا جگہ کا فیصلہ کچھریوں کے مقدمات کو مانتی ہے۔ سب ہی مشرک ہو گئے۔

سوال (۶) قیاس مجتہدین ہے اور ظن کرنا گناہ ہے۔ قرآن میں اس سے ممانعت ہے۔ قرآن فرماتا ہے۔

یا ایہا الذین امنوا اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضاً۔

**ترجمہ:** اے ایمان والو بہت گمانوں سے بچو بے شک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے اور عیب نہ ڈھونڈو۔ اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو لہذا دین میں صرف کتاب و سنت پر عمل چاہیے۔

(پارہ ۲۶ سورہ ۲۹ آیت نمبر ۱۲)

اصل دین آمد کتاب مقدم و اشتن پس حدیث مصطفیٰ از جان مسلم واشتن

جواب:- اس کا جواب خاتمہ میں آدیکا کہ قیاس کسے کہتے ہیں اور اس کے احکام کیا ہیں۔

سوال (۷) امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو حدیث صحیح ثابت ہو جائے۔ وہی میرا مذہب ہے لہذا ہم نے ان کے قول حدیث کے خلاف پا کر چھوڑ دیئے انشاء اللہ غیر مقلدوں کو اس سے زیادہ دلائل نہ ملیں گے ان ہی کو بنا لگاڑ کر یا بڑھا کر بیان کرتے ہیں۔

جواب:- بے شک امام صاحب رضی اللہ عنہ کا یہ حکم ہے کہ اگر میرا قول کسی حدیث کے مقابل واقع ہو جائے تو حدیث پر عمل کرنا میرے مذہب پر عمل کرنا ہے۔ یہ تو امام صاحب کا انتہائی تقویٰ ہے اور واقعہ بھی یہ ہے کہ قیاس مجتہد وہاں ہوتا ہے جہاں نص موجود نہ ہو۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس زمانہ میں دنیا میں ایسا کون محدث ہے جو احادیث کا اس قدر علم رکھتا ہو کہ تمام احادیث پھر اس کی تمام اسنادوں پر اطلاع رکھتا ہو اور یہ بھی جانتا ہو کہ امام صاحب رضی اللہ عنہ نے یہ حکم کس حدیث سے لیا ہے۔ ہم لوگوں کی نظر صحاح ستہ سے آگے نہیں ہوتی پھر کس طرح فیصلہ کر سکتے ہیں کہ امام صاحب رضی اللہ عنہ یہ فرمان کسی حدیث سے ماخوذ نہیں یوں تو حدیث میں بھی آتا ہے۔

اذا بلغکم منی حدیث فاعرضوه علی کتاب اللہ فان وافقہ فاقبلوه والا فردوه۔

**ترجمہ:** جب تم کو میری کوئی حدیث پہنچے تو اس کو کتاب اللہ پر پیش کرو اگر اس کے موافق ہو تو قبول کر لو ورنہ رد کر دو۔

(مقدمہ تفسیرات احمد یہ ص ۲ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

تو اگر کوئی چکڑالوی کہے کہ بہت احادیث چونکہ خلاف قرآن ہیں اس لئے ہم حدیث چھوڑتے ہیں قرآن میں ہے کہ میراث تقسیم کر دو حدیث میں ہے کہ نبی کی میراث تقسیم نہیں ہوتی۔ جس طرح یہ کلام مردود ہے تمہارا قول بھی رد ہے۔

سوال (۸) امام اعظم کو حدیث نہیں آتی تھی۔ اس لئے ان کی روایات بہت کم ہیں اور جو ہیں وہ سب ضعیف۔

جواب:- امام اعظم بہت بڑے محدث تھے۔ بغیر حدیث دانی اس قدر مسائل کیسے استنباط ہو سکتے تھے ان کی کتاب مسند امام ابو حنیفہ اور امام محمد کی کتاب موطاء امام محمد سے ان کی حدیث دانی معلوم ہوتی ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی روایات بہت کم ملتی ہیں تو کیا وہ محدث نہ تھے کسی روایت احتیاط کی وجہ سے ہے۔ امام صاحب کی تمام روایات صحیح ہیں کیونکہ ان کا زمانہ حضور سے بہت قریب ہے بعد میں بعض روایات میں ضعف پیدا ہوا بعد کا ضعف حضرت امام کو مضرت نہیں۔ جس قدر اسناد بڑھی ضعف بھی پیدا ہوا۔

لطیفہ:- بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ تم کہتے ہو کہ چاروں مذہب حق ہیں یہ کس طرح ہو سکتا ہے حق تو صرف ایک ہی ہوگا۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ واجب ہے تو یا تو واجب ہوگی یا مکروہ۔ دونوں مسئلے صحیح کس طرح ہو سکتے ہیں۔

جواب:- یہ ہے کہ حق کے معنی یہاں صحیح واقعہ کے موافق نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ چاروں مذاہب میں سے کسی کی پیروی کر لو خدا کے یہاں پکڑ نہ ہوگی۔ کیونکہ مجتہد کی خطا بھی معاف ہے۔ امیر معاویہ اور مولیٰ علی اسی طرح عائشہ صدیقہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین میں جنگ بھی ہوئی۔ اور حق پر ایک ہی صاحب تھے مگر دونوں کو حق پر کہا جاتا ہے۔ یعنی کسی کی پکڑ عند اللہ نہیں ہوگی۔ جنگل میں ایک شخص کو

خبر نہیں کہ قبلہ کدھر ہے۔ اس نے اپنی رائے سے چار رکعت چار طرف پڑھیں۔ کیونکہ رائے بدلتی رہی۔ یہ بھی منہ پھیرتا رہا۔ قبلہ تو ایک ہی طرف تھا مگر نماز صحیح ہوگئی چاروں قبلہ درست ہیں۔ بلکہ مجتہد خطا بھی کرے تو بھی ایک ثواب پاتا ہے قرآن کریم نے حضرت داؤد علیہ السلام کی اجتہادی خطا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی درستی بیان فرمائی۔ مگر کسی پر عتاب نہ فرمایا۔ بلکہ فرمایا کلا اتینا حکما وعلما۔ مشکوٰۃ کتاب الامارۃ باب العمل فی القضاء میں ہے۔

اذا حکم الحکم فاجتہد واصاب فله اجران و اذا حکم فاجتہد فاخطا فله اجر واحد۔ (متفق علیہ)  
**ترجمہ:** جبکہ حاکم فیصلہ کرے تو اجتہاد کرے اور صحیح کرے تو اس کو وہ ثواب ہیں اور جب فیصلہ کرے اور اجتہاد کرے اور خطا کرے تو اس کو ایک ثواب ہے۔

(مشکوٰۃ الفصل الاول ص ۳۲۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس سے یہ اعتراض بھی اٹھ گیا کہ اگر شافعی رفع یدین کرے تو ٹھیک ہے اور اگر غیر مقلد کرے تو جرم ہے کیونکہ شافعی حاکم شرع مجتہد سے فیصلہ کرا کر رفع یدین کر رہا ہے اگر غلطی کرتا ہے تو بھی معاف ہے اور چونکہ غیر مقلد نے کسی مجتہد سے فیصلہ نہ کرایا۔ لہذا اگر صحیح بھی کرتا ہے تو بھی خطا کا رہے جیسے کہ آج حاکم کے بغیر کوئی شخص خود ہی قانون کو ہاتھ میں لے کر کوئی کام کرتا ہے مجرم ہے لیکن اگر حاکم کچھری سے فیصلہ کرا کر وہ ہی کام کیا تو اس پر جرم نہیں۔ حاکم جوابدہ ہے اگر حاکم نے غلطی کی ہے تو بھی اس کی پکڑ نہیں دیکھو حضور علیہ السلام نے بدر کے قیدیوں سے محض قیاس پر فدیہ لیا پھر آیت اس کے خلاف آئی۔ معلوم ہوا کہ اس قیاس سے رب راضی نہیں مگر وہ فدیہ کا روپیہ واپس نہ کرایا گیا۔ بلکہ ارشاد ہوا۔ فکلو مما غنمتم حلالاً طیباً (پارہ ۱۰ سورہ ۸ آیت نمبر ۶۹) وہ مال کھا لو حلال طیب معلوم ہوا کہ خطا اجتہادی پر کوئی پکڑ نہیں۔

خاتمہ قیاس کی بحث:- شریعت کے دلائل چار ہیں قرآن، وحدیث اجماع امت اور قیاس اجماع کے دلائل تو ہم بیان کر چکے ہیں کہ قرآن کا بھی حکم ہے اور حدیث کا بھی کہ عام جماعت مسلمین کے ساتھ رہو۔ جو اس سے علیحدہ ہو اوہ جہنمی ہے۔

قیاس کے معنی لغت میں اندازہ لگانا اور شریعت میں کسی فرعی مسئلہ کو اصل مسئلہ سے حلت اور حکم میں ملا دینا یعنی ایک مسئلہ ایسا اور درپیش آگیا۔ جس کا ثبوت قرآن وحدیث میں نہیں ملتا تو اس کی مثل کوئی وہ مسئلہ لیا جو قرآن وحدیث میں ہے اس کے حکم کی علت معلوم کر کے کہا کہ چونکہ وہ علت یہاں بھی ہے لہذا اس کا یہ حکم ہے جیسے کسی نے پوچھا کہ عورت کے ساتھ اغلام کرنا کیسا ہے؟ ہم نے جواب دیا کہ حالت حیض میں عورت سے جماع حرام ہے کیوں؟ پلیدی کی وجہ سے۔ اور اس میں بھی پلیدی ہے لہذا یہ بھی حرام ہے۔ کسی نے پوچھا جس عورت سے کسی کے باپ نے زنا کیا۔ وہ اس کے لئے حلال ہے یا نہیں؟ ہم نے کہا کہ جس عورت سے کسی کا باپ نکاح کرے وہ بیٹے کو حرام ہے۔ وطی یا جزیئہ کی وجہ سے لہذا یہ عورت بھی حرام ہے۔ اس کو قیاس کہتے ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ قیاس کرنے والا مجتہد ہو ہر کس ونا کس کا قیاس معتبر نہیں۔ قیاس اصل میں حکم شریعت کو ظاہر کرنے والا ہے خود مستقل حکم نہیں۔ یعنی قرآن وحدیث کا حکم ہوتا ہے مگر قیاس اسے یہاں ظاہر کرتا ہے قیاس کا ثبوت قرآن وحدیث کا حکم ہوتا ہے مگر قیاس اسے یہاں ظاہر کرتا ہے قیاس کا ثبوت قرآن وحدیث و افعال صحابہ سے ہے۔ قرآن فرماتا ہے۔

فاعتبروا یا ولی الابصار۔

**ترجمہ:** تو عبرت لو اے نگاہ والو۔

(پارہ ۲۸ سورہ ۵۹ آیت نمبر ۲)

يعنى كفار کے حال پر اپنے کو قیاس کرو کہ اگر تم نے ایسی حرکات کیں تو تمہارا بھی یہی حال ہوگا۔

نیز قرآن نے قیامت کے ہونے کو نیند پر اسی طرح کھیتی کے خشک ہو کر سرسبز ہونے پر قیاس فرما کر بتایا ہے۔ اول سے آخر تک کفار کی مثالیں بیان فرمائی ہیں۔ یہ بھی قیاس ہے۔ بخاری کتاب الاعتصام میں ایک باب باندھا۔

باب من شبه اصلاً معلوماً باصل مبین قد بین الله حکمها لیفہم به السائل۔

**ترجمہ:** جو کسی قاعدہ معلومہ کو ایسے قاعدے سے تشبیہ دے جس کا حکم خدا نے بیان فرمادیا ہے تاکہ سائل اس سے سمجھ لے۔

(صحیح بخاری کتاب الاعتصام ج ۲ ص ۸۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح بخاری ج ۶ ص ۲۶۶ رقم الحدیث ۶۸۸۴ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

اس میں ایک حدیث نقل کی۔ جس میں حضور علیہ السلام نے ایک عورت کو قیاس سے حکم فرمایا۔

ان امراء جاءت الى النبي ﷺ فقالت ان امی نذرت ان تحج افاحج عنها قال نعم حجی عنها ارءیت لو كان علی املك دين اکنت تقضينه قالت نعم قال اقضوا الذی له فان الله احق بالوفاء۔

**ترجمہ:** ایک عورت حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میری والدہ نے حج کی نذر مانی تھی کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ فرمایا ہاں کرو۔ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو تم اس کو ادا کرتیں عرض کیا ہاں۔ فرمایا وہ بھی قرض ادا کرو جو اللہ کا ہے کیوں کہ اللہ اداے قرض کا زیادہ مستحق ہے۔

(صحیح بخاری ج ۸ ص ۲۵۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

مشکوٰۃ کتاب الامارۃ باب ما علی الولاۃ اور ترمذی جلد اول شروع ابواب الاحکام اور داری میں ہے کہ جب حضرت معاذ ابن جبل کو حضور علیہ السلام نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو پوچھا کہ کس چیز سے فیصلہ کرو گے؟ عرض کیا کتاب اللہ سے۔ فرمایا اگر اس میں نہ پاؤ تو عرض کیا کہ اس کے رسول کی سنت سے فرمایا اگر اس میں بھی نہ پاؤ؟ تو عرض کیا کہ:

اجتهد برائی ولا الو قال فضرب رسول الله ﷺ علی صدره وقال الحمد لله الذی وفق رسول الله لما یرضی به رسول الله۔

**ترجمہ:** اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ راوی نے فرمایا کہ پس حضور علیہ السلام نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ اس خدا کا شکر ہے جس نے رسول اللہ کے قاصد کو اس کی توفیق دی جس سے رسول اللہ راضی ہیں۔

(جامع الترمذی ص ۲۱۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)، (مشکوٰۃ ص ۳۳۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (سنن ابی داؤد ج ۳ ص ۳۰۳ رقم الحدیث ۳۵۹۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند عبد بن حمید ج ۱ ص ۲ رقم الحدیث ۱۲۴ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ القاہرہ)، (مسند الامام المحمودی ج ۷ ص ۲۷۸ رقم الحدیث ۶۷۰ مطبوعہ مکتبۃ الحرمین للنشر والتوزیع دہلی)، (تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف ج ۸ ص ۳۲۹ رقم الحدیث ۱۱۳۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الدارمی ج ۲ ص ۲ رقم الحدیث ۶۶۸ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)، (سیر اعلام النبلا امام ذہبی ج ۱ ص ۳۲۸ رقم الحدیث ۳۲۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاستیعاب ابن عبد البر ج ۳ ص ۱۳۰ رقم الحدیث ۳۲۱۹ مطبوعہ دار الخلیل بیروت)، (شرح السنۃ امام بغوی ج ۵ ص ۳۵۲ رقم الحدیث ۳۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس سے قیاس کا پر زور ثبوت ہوا۔ چونکہ حضور علیہ السلام کی ظاہری حیات میں اجماع نہیں ہو سکتا اس لئے اجماع کا ذکر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نہ کیا۔ اسی طرح صحابہ کرام نے بہت سے احکام اپنے قیاس سے دیئے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو قیاس فرما کر مہر مثل دلوایا جو بغیر نکاح میں آئی اور شوہر مر گیا۔

دیکھو نسائی شریف جلد دوم صفحہ ۸۸ مطبع مجتہبی پاکستان۔

نسائی شریف میں جلد دوم کتاب القضاء باب الحکم باتفاق اهل العلم میں حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے۔

فمن عرض له منكم قضاء بعد اليوم فليقض بما في كتاب الله فليقض بما قضى به نبيه ﷺ فان جاء امره ليس في كتاب الله ولا قضى به نبيه ﷺ فليقض بما قضى به الصالحون فان جاءه امر ليس في كتاب الله ولا قضى به نبيه ﷺ ولا قضى به الصالحون فليجتهد رايه۔

**ترجمہ:** آج کے بعد جس پر کوئی فیصلہ پیش آجائے تو قرآن شریف سے فیصلہ کرے اگر ایسی چیز پیش آگئی جو قرآن شریف میں نہیں ہے تو اس سے فیصلہ کرے جو اللہ کے نبی ﷺ نے فیصلہ کیا لیکن اگر ایسی چیز پیش آجائے جو نہ قرآن شریف میں ہو اور نہ اللہ کے نبی ﷺ نے اس کا فیصلہ کیا ہو تو اس پر فیصلہ کرو جو نیک لوگوں نے فیصلہ کیا ہو لیکن اگر وہ چیز پیش آگئی جو نہ قرآن شریف میں ہے اور نہ اس کا فیصلہ نبی ﷺ نے کیا نہ صالحین نے تو اپنے قیاس سے اجتہاد کرے۔

امام نسائی اسی حدیث کے متعلق اسی جگہ فرماتے ہیں۔

قال ابو عبد الرحمن هذا الحديث جيد جيد۔

**ترجمہ:** یہ حدیث بڑی کھری ہے بڑی کھری ہے۔

(سنن النسائي المجتبى باب الحكم باتفاق اهل العلم ج ۲ ص ۳۰۵ مطبع مجبائی پاکستان و فی نسخہ ج ۸ ص ۳۳۰ رقم الحدیث ۵۳۹۷ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب) نسائی شریف میں اس جگہ حضرت قاضی شریح سے روایت ہے فرمایا کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں دریافت کیا کہ میں فیصلے کیسے کروں تو آپ نے جواب دیا۔

فكتب اليه ان اقض بما في كتاب الله فان لم تكن في كتاب الله فبسنه رسول الله فان لم يكن في كتاب الله ولا في سنة رسول الله ﷺ فاقض بما قضى به الصالحون فان لم يكن في كتاب الله ولا في سنة رسول الله ﷺ ولم يقض به الصالحون فان شئت فتقدم وان شئت فتأخر ولا ارى التأخر الا خيرا لك والسلام عليكم۔

**ترجمہ:** انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ قرآن شریف سے فیصلہ کرو۔ اگر اس میں نہ ہو تو سنت رسول اللہ سے فیصلہ کرو اور اگر نہ کتاب اللہ میں ہو نہ سنت رسول اللہ میں تو اس سے فیصلہ کرو جو اللہ کے نیک لوگوں نے فیصلہ کیا ہو (اجماع امت) لیکن اگر نہ تو وہ مسئلہ قرآن میں ہو نہ سنت میں اور نہ ہی اس کے متعلق صالحین کا فیصلہ ہو تو چاہو تو پیش قدمی کرو اور چاہو مہلت لو میں تمہارے لئے مہلت ہی کو بہتر جانتا ہوں۔

(سنن النسائي المجتبى باب الحكم باتفاق اهل العلم ج ۲ ص ۳۰۵ مطبع مجبائی پاکستان و فی نسخہ ج ۸ ص ۳۳۰ رقم الحدیث ۵۳۹۷ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب) (جامع بيان العلم و فضلہ باب اجتہاد الراي علی الاصول ج ۲ ص ۸۳۶ مطبوعہ دار ابن الجوزي)

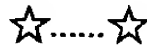
ان دونوں حدیثوں میں کتاب، سنت، اجماع امت اور قیاس کا ایسا صریح ثبوت ہے کہ اس کا نہ انکار ہو سکتا ہے۔ نہ کوئی تاویل۔ اب وہ راض جو غیر مقلد کرتے ہیں اجتنبوا کثیرا من الظن (پارہ ۲۶ سورہ ۳۹ آیت نمبر ۱۲) کہ بہت ظن سے بچو۔ اس میں ظن سے مراد بدگمانیاں ہیں یعنی مسلمانوں پر بدگمانیاں نہ کیا کرو اسی لئے اس آیت میں اس کے بعد غیبت وغیرہ کی ممانعت ہے ورنہ قیاس اور غیبت میں کیا تعلق جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے انما النجوى من الشيطان (پارہ ۲۸ سورہ ۵۸ آیت نمبر ۱۰) مشورہ کرنا شیطان کی طرف ہے۔ تو کیا ہر مشورہ شیطانی کام ہے۔ نہیں بلکہ جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مشورے ہوں وہ شیطانی ہیں ایسے ہی یہ ہے اور جس قیاس کی برائیاں آئی ہیں۔ وہ قیاس ہے جو حکم خدا کے مقابلہ میں کیا جائے جیسا کہ شیطان نے حکم جہدہ پا کر قیاس کیا اور حکم الہی کو رد کر دیا ہے کفر ہے غیر مقلد یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن فرماتا ہے انما اتبع ما یوحی الی انما (پارہ ۹ سورہ ۷۷ آیت نمبر ۲۰) حصر کے لئے ہے جس سے معلوم ہوا کہ



سوائے وحی کے اور کسی چیز کی پیروی نہ کی جائے نہ اجماع کی نہ قیاس کی صرف قرآن و حدیث کی پیروی ہو مگر انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اجماع و قیاس پر عمل بھی قرآن و حدیث پر ہی عمل ہے کہ قیاس مظہر ہے۔

آخر میں منکرین قیاس سے دریافت کرتا ہوں کہ جن چیزوں کی تصریح قرآن و حدیث میں نہ ملے یا بظاہر احادیث میں تعارض واقع ہو وہاں کیا کرو گے؟ مثلاً ہوائی جہاز میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اسی طرح اگر جمعہ کی نماز میں رکعت اول میں جماعت تھی۔ رکعت دوم میں جماعت پیچھے سے بھاگ گئی اب ظہر پڑھیں یا جمعہ؟ اسی طرح دیگر مسائل قیاسیہ میں کیا جواب ہوگا؟ اس لئے بہتر ہے کہ کسی امام کا دامن پکڑ لو۔ اللہ توفیق دے۔

آمین



## بحث علم غیب

اس میں ایک مقدمہ ہے اور دو باب اور ایک خاتمہ بمنہ و کرمہ

مقدمہ اس میں چند فصلیں ہیں

### پہلی فصل

### غیب کی تعریف اور اس کی اقسام کے بیان میں

غیب وہ چھپی ہوئی چیز ہے۔ جس کو انسان نہ تو آنکھ ناک کان وغیرہ حواس سے محسوس کر سکے اور نہ بلا دلیل بدایت عقل میں آسکے لہذا

حاشیہ.....☆.....

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صاحب لولاک ﷺ کو وہ اونچے سے اونچا اونچے سے اونچا رفیع سے رفیع تر مقام عطا کیا ہے جس کی بلندی تک رسائی کسی کے بس کی بات نہیں۔ بس اللہ تعالیٰ جل جلالہ ہی جانے کہ مقام مصطفیٰ ﷺ کی رفعت اور بلندی کیا ہے۔

سلطان الاولیاء حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ کا ارشاد مبارک ہے:

عام مومنوں کے مقام کی انتہا صالحین کے مقام کی ابتدا ہے اور صالحین کے مقام کی انتہا شہیدوں کے مقام کی ابتدا ہے اور شہیدوں کے مقام کی ابتدا صدیقیوں کے مقام کی ابتدا ہے اور صدیقیوں کے مقام کی انتہا نبیوں کے مقام کی ابتدا ہے اور نبیوں کے مقام کی انتہا رسولوں کے مقام کی ابتدا ہے اور رسولوں کے مقام کی انتہا اولوالعزم کے مقام کی ابتدا ہے اور اولوالعزم کے مقام کی انتہا حبیب خدا ﷺ کے مقام کی ابتدا ہے اور حبیب خدا ﷺ کے مقام کی انتہا کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں۔

حضور ﷺ کا علم کا مقام کوئی بیان نہیں کیا جاسکتا۔ حضور ﷺ کا علم تو دور کی بات حضور ﷺ کے غلاموں کے علم ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں: حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

و کانتی انظر الی اهل الجنة یتر اورون فیها و کانتی انظر الی اهل النار یبضاغون فیها فقال یا حارث عرفت فالزم ثلاثا۔

**ترجمہ:** گویا کہ میں اپنے رب کے عرش کو صاف صاف دیکھ رہا ہوں اور گویا کہ میں اہل جنت کی طرف دیکھ رہا ہوں وہ ایک دوسرے کی زیارت کر رہے ہیں اور میں گویا کہ میں اہل دوزخ کی طرف دیکھ رہا ہوں وہ اس میں بھوک کی شدت سے چلا رہے ہوں گے تب آپ نے تین بار فرمایا اے حارث تم نے (اللہ تعالیٰ کی) معرفت حاصل کر لی۔

(انجم الکبیر طبرانی ج ۳ ص ۲۶۶ رقم الحدیث ۳۳۶۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والادب المومل)

یہ حضور ﷺ کے ایک غلام کی شان ہے کہ زمین سے عرش کو جنت و دوزخ کو دیکھ رہے ہیں۔

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا احمد بن الحسين بن مابهرام ابو عبدالله الایدجی حدثنا محمد بن مرزوق البصری حدثنا هانیء بن یحییٰ السلمی حدثنا حسن بن جعفر الجفیری عن قتادة عن یحییٰ بن وثاب عن ابی هريرة قال: قال رسول الله ﷺ لما کلم الله موسى کان یصر دیب النمل علی الصفا فی اللیلة الظلماء من سیرة عشرة فراسخ۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب اللہ عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تو

پنجاب والے کے لئے بمبئی غیب نہیں۔ کیونکہ وہ یا تو آنکھ سے دیکھ آیا ہے یا سن کر کہہ رہا ہے کہ بمبئی ایک شہر ہے۔ یہ حواس سے علم ہوا۔ اسی طرح کھانوں کی لڑتیں اور ان کی خوشبو وغیرہ غیب نہیں کیونکہ یہ چیزیں اگرچہ آنکھ سے چھپی ہیں۔ مگر دوسرے حواس سے معلوم ہیں جن اور ملائکہ اور جنت و دوزخ ہمارے لئے اس وقت غیب ہیں۔ کیونکہ نہ ان کو حواس سے معلوم کر سکتے ہیں اور نہ بلا دلیل عقل سے۔

☆..... حاشیہ

موسیٰ علیہ السلام چیونٹی کے پاؤں کی آوازیں کے آندھیرے میں دس فرسخ کے فاصلے سنتے تھے۔

(طبرانی معرباب من اسماء صحیح ص ۳۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب عزوجل کا دیدار نہیں کیا صرف کلام فرمایا اور ان کے علم کا یہ مقام ہے تو سرکارِ دو عالم ﷺ کے علم مبارک کا کیا مقام ہوگا جنہوں نے اپنے سر کی آنکھوں سے رب کا دیدار کیا:

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله حدثني ابي ثناء عفان ثنا عبد الصمد بن كيسان ثنا حماد بن سلمة عن قتادة عن عكرمة عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ راي ربّي تبارك وتعالى۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔

(مسند احمد ص ۲۹۰ رقم الحدیث ۲۶۳۳ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)

امام علی بن ابی بکرؓ متوفی ۸۰ھ لکھتے ہیں۔

وعن ابن عباس انه كان يقول ان محمداً ﷺ راي ربه مرتين مرة يبصره ومرة بفؤاده رواه الطبراني في الاوسط ورجاله رجال الصحيح خلا جهور بن منصور الكوفي وجهور بن منصور ذكره ابن حبان في الثقات۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ایک مرتبہ اپنی آنکھ کے ساتھ اور ایک بار اپنے دل کے ساتھ اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اس کی سند صحیح ہے ماسواً جہور بن منصور کو فی کے امام ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ اور اس کے رجال صحیح ہیں۔

(معجم الزوائد مجمع الفوائد باب فی الرؤیۃ ج ۱ ص ۷۹ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)، (مواہب اللدیۃ ج ۳ ص ۳۹۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج الطبراني في (الاوسط) بسند صحيح عن ابن عباس انه كان يقول ان محمداً ﷺ راي ربه مرتين مرة يبصره ومرة بفؤاده۔

**ترجمہ:** امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الاوسط“ میں یہ سند صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے دو مرتبہ اپنے رب کو دیکھا ایک مرتبہ سر کی آنکھوں سے اور ایک مرتبہ دل کی آنکھوں سے۔

(خصائص الکبریٰ باب خصوصیت ﷺ بالاسراء ومارای من آیات ربہ الکبریٰ ج ۱ ص ۲۶۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (عمدة القاری شرح صحیح البخاری ج ۱۹ ص ۱۹۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربیہ بیروت)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشافعی متوفی ۹۳۲ھ لکھتے ہیں۔

روی الطبراني بسند صحيح عن ابن عباس انه كان يقول نظر محمد الى ربه مرتين مرة يبصره ومرة بفؤاده۔

(سبل المهدی والرشاد ج ۳ ص ۲۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

غيب دو طرح کا ہے ایک وہ جس پر کوئی دلیل قائم ہو سکے۔ یعنی دلائل سے معلوم ہو سکے دوسرا وہ جس کی دلیل سے بھی معلوم نہ کیا جاسکے پہلے غیب کی مثال جیسے جنت و دوزخ اور خدائے پاک کی ذات و صفات کہ عالم کی چیزیں اور قرآن کی آیات دیکھ کر ان کا پتہ چلتا ہے۔

☆..... حاشیہ

امام شہاب الدین غفاری ۱۰۶۹ھ فرماتے ہیں۔

ولما كانت هذه القوة حصلت للكليم بالتجلي فحصل لها للنبي ﷺ بعد الاسراء۔

**ترجمہ:** جب یہ قوت بصارت کلیم کو اللہ کی تجلی کے ساتھ حاصل ہے تو ہمارے پیارے آقا ﷺ کے لیے معراج کے بعد اس کا کیا حال ہوگا۔  
(نیم الریاض شرح الشفا ج ۱ ص ۳۸۱ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)

امام احمد بن عمرو بن عبدالحق عثمینی بزار متوفی ۲۹۲ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابو كرييب قال نا سفيان بن عيينة قال نا نعيم بن ضمضم عن ابن الحميري قال سمعت عمار بن ياسر يقول قال رسول الله ان الله وكل بقبري ملكا اعطاه اسماع الخلاق فلا يصلي على احد الى يوم القيامة الا ابلغني باسمه واسم ابه هذا فلان بن فلان قد صلي عليك۔

**ترجمہ:** حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عمار! بے شک اللہ نے ایک فرشتے کو تمام مخلوق کی سماعت عطا کی ہے اور جب میری وفات ہوگی تو وہ قیامت تک میری قبر پر کھڑا رہے گا پس میری امت میں سے جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھے گا وہ اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر کہے گا اے محمد (ﷺ)! فلاں فلاں شخص نے آپ پر درود پڑھا ہے پھر اللہ عز و جل اس کے ہر درود کے بدلہ میں اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔

(مسند لمیزار ج ۳ ص ۲۵۳-۲۵۵ رقم الحدیث ۱۳۳۵-۱۳۳۶ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورہ)، (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۶۲ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)

امام عبدالرؤف النادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ای قوة يقتدر بها علی سماع ما ينطق به كل مخلوق من انس وجن وغيرهما۔

(فیض القدر شرح جامع الصغیر ج ۲ ص ۳۸۳ مطبوعہ دار الفکر الاسلامیہ لاہور)

امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ای قوة يقتدر بها علی سماع ما ينطق به كل مخلوق من انس وجن وغيرهما۔

**ترجمہ:** یعنی اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کو ایسی قوت عطا فرمائی ہے کہ انسان اور جن اور اس کے سوا تمام مخلوق الہی کی زبان سے جو کچھ نکلتا ہے اس کو سنتا ہے۔

(زرقانی شرح المواہب ج ۵ ص ۳۳۶ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

تمام فرشتوں کے سردار حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

الا اخبرکم بافضل الملائکۃ؟ جبریل.....

**ترجمہ:** کیا میں تمہیں افضل فرشتہ جبرائیل کے بارے میں خبر نہ دو۔

(الجامع الصغیر فی احادیث البشیر المذہب ج ۱ ص ۱۷۱ رقم الحدیث ۲۸۶۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اور یہ تمام فرشتوں کے سردار حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور ﷺ کے غلام اور وزیر ہے یہ حضور ﷺ کے ایک خادم دربار فرشتہ کے علم کا

دوسرے غیب کی مثال جیسے قیامت کا علم کہ کب ہوگی۔ انسان کب مرے گا اور عورت کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی بد بخت ہے یا نیک بخت کہ ان کو دلائل سے بھی معلوم نہیں کر سکتے۔

حاشیہ.....☆

مقام ہے تو تمام فرشتوں کے سردار حضرت جبرئیل علیہ السلام اور ان کے آقا و مولا ﷺ کے علم مبارک کا کیا مقام ہوگا؟  
امام ابو یوسفی ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله ﷺ ما من نبی الا له وزیران من اهل السماء و وزیران من اهل الارض فاما وزیرای من اهل السماء فجبریل و میکائیل واما وزیرای من اهل الارض فابوبکر و عمر هذا حدیث حسن و غریب۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب فی مناقب ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کتھا ج ۵ ص ۶۱۶ رقم الحدیث ۳۶۸۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (تخریج الدلائل السعیدہ ص ۵۳ مطبوعہ دار القرب الاسلامی بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث الشیخ الحدیث ج ۱ ص ۱۴۷ رقم الحدیث ۲۳۳۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر ج ۲ ص ۱۸۶-۱۸۷ رقم الحدیث ۱۶۲۳۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم التریدۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۳۸۳ رقم الحدیث ۳۱۳۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مستدرک للحاکم ج ۲ ص ۲۹۰ رقم الحدیث ۳۰۳۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲۹۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۶۰ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)

امام مجاہد بن جبر الخزومی التابعی متوفی ۱۰۳ھ لکھتے ہیں۔

عن مجاهد یوسف فاکم ملک الموت قال حویت له الارض فجعلت له مثل الطست ینال منها حیث یشاء۔

**ترجمہ:** امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام روئے زمین ملک الموت کے سامنے ایک تھال کی طرح ہے وہ اس سے جو چیز چاہتے ہیں جہاں سے چاہتے ہیں پکڑ لیتے ہیں۔

(تفسیر مجاہد تحت سورۃ السجده آیت نمبر ۱۱ ج ۲ ص ۵۱۰ مطبوعہ المنعورات العلمیہ بیروت)، (تفسیر ابن کثیر تحت سورۃ السجده آیت نمبر ۱۱ ج ۳ ص ۴۵۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تفسیر بغوی ج ۳ ص ۴۹۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (تفسیر الشافعی ج ۳ ص ۲۱۳ مطبوعہ مؤسسۃ الاعلیٰ للطبوعات بیروت)، (جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری ج ۲ ص ۹۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الدر المنثور ج ۶ ص ۵۴۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج ۱۳ ص ۹۴ مطبوعہ دار الشعب القاہرہ)

امام عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن حیان الاصہبانی متوفی ۳۶۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن شعيب حدثنا احمد بن ابی سريج حدثنا عبد الله بن الجهم حدثنا عمرو بن ابی الآف عن بشير بن عاصم عن ابن ابی لیلی عن القاسم بن ابی بزة عن مجاهد رحمه الله تعالى فی قوله تعالى قل یوفکم ملک الموت الذی وکل بکم قال حویت له الارض فجعلت له مثل الطست یتناول منها حیث یشاء۔

**ترجمہ:** امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول ”قل یوفکم“ کے بارے میں فرماتے ہیں زمین ملک الموت کے لئے اس طرح سمیٹ لیا جاتا ہے جس طرح پلیٹ ہو وہ جہاں سے چاہے اُچک لے۔

(الخطبہ ج ۳ ص ۸۹۴ مطبوعہ دار العاصمۃ الریاض)

امام عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن حیان الاصہبانی متوفی ۳۶۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابو یحیی الرازی حدثنا هناد حدثنا قبيصة حدثنا سفيان عن رجل عن مجاهد رحمه الله تعالى قال جعلت الارض لملك الموت عليه السلام برها بحرهما و جبلها و سهلها كالطست یاخذ منها حیث یشاء۔

☆..... حاشیہ

**ترجمہ:** امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول ”قل یتوکلّم“ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ زمین ملک الموت کے لئے ایک پلیٹ کی طرح ہے اس کے پہاڑ، میدان، دریا، خشکی وہ جہاں سے چاہے اچک لے۔

(الخطمہ ج ۳ ص ۸۹۵ مطبوعہ دارالعاصرۃ الریاض)

حدیث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۳۳۰ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا ابو بکر بن مالک ثنا عبد الله بن احمد بن حنبل حدثني ابي ثنا عبد الرزاق اخبرنا الثوري عن رجل عن مجاهد قال جعلت الارض لملك الموت مثل الطست يتناول منها حيث شاء وجعلت له اعوان يتوفون الانفس ثم يقبضها منهم۔

**ترجمہ:** امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ملک الموت کے لئے زمین کو ایک پلیٹ کی مانند بنا دیا گیا ہے۔ وہ اس میں سے جہاں سے چاہتے ہیں جسے چاہتے ہیں لے لیتے ہیں اور ان کے کچھ مددگار مقرر کر دیتے ہیں جو روحوں کو قبض کرتے ہیں اور پھر ملک الموت ان روحوں کو ان سے لے کر اپنے قبضے میں کر لیتے ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء و طبقات الاسماء ذکر مجاہد بن جبر رحمۃ اللہ علیہ ج ۳ ص ۲۸۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام حسین بن سعود بنغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں۔

وروی ان ملک الموت جعلت له الدنيا مثل راحة اليد ياخذ منها صاحبها ما احب من غير مشقة فهو يقبض انفس الخلق في مشارق الارض ومغاربها۔

**ترجمہ:** روایت ہے کہ ملک الموت کے نزدیک تمام دنیا ہاتھ کی پتلی کی طرح ہے وہ بغیر کسی مشقت کے جس شخص کو چاہے پکڑ لیتا ہے وہ مشارق اور مغارب سے مخلوق کی روحوں کو قبض کر لیتا ہے۔

(تفسیر بنغوی ج ۳ ص ۳۹۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

ان ملک الموت ينظر في وجه كل آدمي ثلاثمائة نظرة وستين نظرة وبلغني ان ملك الموت ينظر في كل بيت تحت ظل السماء ستمائة مرة وبلغني ان ملك الموت قائم وسط الدنيا فينظر الدنيا كلها برها وبحرها وجبالها وهي بين يديه كالبيضة بين رجلي احدكم۔

**ترجمہ:** ملک الموت علیہ السلام (اتنے عظیم الجثہ ہیں کہ) ان کا سر آسمان میں ہے اور ان کے دونوں پاؤں زمین پر ہیں اور تمام دنیا ملک الموت کے سامنے اس طرح ہے جیسے ایک شخص کے سامنے کھانے کا ڈونگہ رکھا ہو اور وہ اس میں سے کھا رہا ہو۔

حضرت عزرائیل علیہ السلام ہر آدمی کے چہرے کو تین سو چھیانوے (366) مرتبہ دیکھتے ہیں۔

حضرت عزرائیل علیہ السلام آسمان کے نیچے ہر گھر کو چھ سو مرتبہ دیکھتے ہیں۔

حضرت عزرائیل علیہ السلام دنیا کے وسط میں قیام فرماتے ہیں اور دنیا بھر کے صحراء، سمندر اور پہاڑ ان کی نظر میں اس طرح ہیں جیسے تم میں سے ایک شخص کے قدموں میں اٹار کھا ہوا ہو۔

(الذکر فی احوال الموتی و امور الآخرة باب ماجاء ان الموت سكرات الخ ج ۱ ص ۲۷۷ مطبوعہ سعیدہ کتب خانہ صدف بلازہ محلہ جنگی پشاور)

یہ ایک مختصر سی جھلک آپ نے ملاحظہ فرمائی جب سرکار علیہ السلام کے غلاموں کے علم کا یہ مقام تو سوچئے اس محبوب رب العالمین کے علم

مبارک کا کیا مقام ہوگا؟

اسی دوسرے غیب کو مفاتح الغیب کہا جاتا ہے اور اس کو پروردگار عالم نے فرمایا فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضى من رسول۔ (پارہ ۲۹ سورہ ۷۲ آیت نمبر ۲۶، ۲۷) تفسیر بیضاوی یومنون بالغیب کے ماتحت ہے۔

والمراد به الخفی الذی لا یدرک الحس ولا تقتضیه بداهة العقل۔

**ترجمہ:** غیب سے مراد وہ چھپی ہوئی چیز ہے جس کو جو اس نہ پاسکیں اور نہ بداہتہ اس کو عقل چاہے۔

(انوار المنیر ج ۱ ص ۲۸ مطبوعہ مطبعہ البابی مصر)

تفسیر کبیر سورہ بقرہ کے شروع میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قول جمهور المفسرین ان الغیب هو الذی یکون غائباً عن الحاسة ثم هذا ینقسم الی ما علیہ دلیل والی ما لا دلیل علیہ۔

**ترجمہ:** عام مفسرین کا یہ قول ہے کہ غیب وہ ہے جو جو اس سے چھپا ہوا ہو۔ پھر غیب کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک تو وہ جس پر دلیل ہے دوسرے وہ جس پر کوئی دلیل نہیں۔

(تفسیر الکبیر ج ۲ ص ۲۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

تفسیر روح البیان میں شروع سورہ بقرہ یومنون بالغیب کے ماتحت ہے۔

وهو ما غاب عن الحس والعقل غیبة كاملة بحيث لا یدرک بواحد منها ابتداء بطریق البداهة وهو قسمان قسم لا دلیل علیہ وهو الذی ارید بقوله عنده مفاتح الغیب وقسم نصب علیہ دلیل کا الصانع وصفاته وهو المراد۔

**ترجمہ:** غیب وہ ہے جو جو اس اور عقل سے پورا پورا چھپا ہوا ہو اس طرح کہ کسی ذریعہ سے بھی ابتداء کھلم کھلا معلوم نہ ہو سکے۔ غیب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ قسم جس پر کوئی دلیل نہ ہو وہی اس آیت سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔ دوسری قسم وہ جس پر دلیل قائم ہو جیسے اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات۔ وہی اس جگہ مراد ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۳۲ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

حاشیہ..... ☆

علامہ جمال الدین محمد بن کرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۷ھ لکھتے ہیں۔

والغیب کل ما غاب عنک ابو اسحق فی قوله تعالیٰ یومنون بالغیب ای یومنون بما غاب عنهم مما اخبرهم به النبی امن امر البعث والجنة والنار وکل ما غاب عنهم مما انباہم به فهو غیب۔

**ترجمہ:** جو چیز تم سے غائب ہو وہ غیب ہے امام ابو اسحاق نے ”یومنون بالغیب“ کی تفسیر میں کہا ہے جو چیز متقین سے غائب تھی اور نبی ﷺ نے ان کو اس کی خبر دی وہ غیب ہے جیسے مرنے کے بعد اٹھنا جنت، دوزخ اور ہر وہ چیز جو ان سے غائب تھی اور نبی ﷺ نے ان کو اس کی خبر دی وہ غیب ہے۔

(لسان العرب ج ۱ ص ۶۵۲ مطبوعہ دار الایضاء بیروت)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۰ھ لکھتے ہیں۔

الغیب فی کلام العرب کل ما غاب عنک غایت الشمس تغیب والغیبة معروفة واغابت المرأة فهي مغیبة اذا غاب عنها زوجها ووقعنا فی غیبة وغیابة ای هبطت من الارض والغیابة الاجمة وهي جماع الشجر یغاب فیها ویسمى المظمن من الارض الغیب لانه غاب عن البصر۔

**فائدہ:** رنگ آنکھ سے دیکھا جاتا ہے۔ یوناک سے سونگھی جاتی ہے اور لذت زبان سے اور آواز کان سے محسوس ہوتی ہے۔ رنگت زبان و کان کے لئے غیب ہے اور یوناک کے لئے غیب ہے اگر کوئی اللہ کا بندہ ہو اور لذت کو ان کی شکلوں میں آنکھ سے دیکھ لے وہ بھی علم غیب اضافی ہے جیسے اعمال قیامت میں مختلف شکلوں میں نظر آئیں گے۔ اگر کوئی ان شکلوں کو یہاں دیکھ لے تو یہ بھی علم غیب ہے۔ حضور غوث پاک فرماتے ہیں۔

وما منها شهوراً ودهور  
ومرو تنقضي الا اتالی

کوئی مہینہ اور کوئی زمانہ عالم میں نہیں گزرتا مگر وہ ہمارے پاس ہو کر اجازت لے کر گزرتا ہے۔

☆..... حاشیہ

**ترجمہ:** محاورہ عرب میں غیب وہ ہے جو آپ کی نظروں سے پوشیدہ ہو۔ جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو کہتے ہیں ”غایبت الشمس“ اور غیبت کا معنی تو معروف ہے اور جب کسی عورت کا شوہر غائب ہو جائے تو کہا جاتا ہے ”اغایبت امرأۃ“ وہ عورت ”مغیبه“ کہلاتی ہے اور ہم ”غیبه و غیایه“ میں گر گئے سے مراد ہے کہ ہم گڑھے میں گر گئے اور ”الغیایه“ درختوں کے جھنڈ کو کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں ایک جگہ کافی درخت جمع ہوتے ہیں جن کے اندر چھپا جاسکتا ہے اور پست زمین کو ”الغیب“ کہا جاتا ہے کیونکہ زمین کا یہ حصہ نظر سے پوشیدہ ہوتا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۱۶۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں۔

ما لا يقع تحت الحواس ولا تقتضيه بداية العقول وانما يعلم بخبر الانبياء عليهم السلام۔

**ترجمہ:** غیب وہ ہوتا ہے جو حواس خمسہ میں نہ آسکے اور نہ ہی عقل کی تیزی اس کا ادراک کر سکے اور وہ صرف انبیاء علیہم السلام کی خبر سے معلوم ہو۔

(المفردات فی غریب القرآن ص ۳۶۷ مطبوعہ المکتبۃ الرضویۃ ایران)

امام ناصر الدین عبد اللہ بن عمر البیضاوی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں۔

والمراد به (ای بالغیب) الخفی الذی لا یدرکہ الحس ولا یقتضیه بدیۃ العقل۔

**ترجمہ:** غیب سے مراد ہر وہ مخفی شے ہے جس کا ادراک نہ تو حواس کر سکیں اور نہ ہی وہ عقل کی سرچ انہی کے دائرے میں آسکے۔

(انوار التنزیل ج ۱ ص ۲۸ مطبوعہ مصلطہ البابی مصر)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

الغیب کل ما اخبر به الرسول علیہ السلام مما لا تہتدی الیہ العقول من اشرط الساعۃ و عذاب القبر والحشر والنشر والصراط والمیزان والجنة والنار۔

**ترجمہ:** غیب وہ سب کچھ ہے جس کی خبر رسول اللہ ﷺ نے دی ان امور میں سے جن تک عقل راہ یاب نہیں ہو سکتی یعنی علامات قیامت، عذاب قبر، حشر، نشر، پل صراط، میزان، جنت اور دوزخ۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۱۶۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں۔

(بالغیب) بما غاب عنهم مما انباهم به النبی ﷺ من امر البعث والنشور والحساب وغير ذلك۔



اسی طرح جو چیرنی الحال موجود نہ ہونے یا بہت دور ہونے یا اندھیرے میں ہونے کی وجہ سے نظر نہ آ سکے وہ بھی غیب ہے اور اس کا جاننا علم غیب ہے۔ جیسے حضور علیہ السلام نے آئندہ پیدا ہونے والی چیزوں کو ملاحظہ فرمایا یا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہادند میں حضرت ساریہ کو مدینہ پاک سے دیکھ لیا اور ان تک اپنی آواز پہنچادی۔ اسی طرح کوئی پنجاب میں بیٹھ کر مکہ معظمہ یا دیگر دور دراز ملکوں کو مثل کف دست کے دیکھے یہ سب غیب ہی میں داخل ہیں۔

☆..... حاشیہ

**ترجمہ:** غیب سے مراد وہ امور ہیں جو متقین کی نظروں سے پوشیدہ تھے اور حضور ﷺ نے انہیں ان امور کی خبر دی جیسے مرنے کے بعد اٹھایا جانا، حشر، نشر، حساب اور دیگر امور غیبیہ۔

(تفسیر مدارک المتحول ج ۱ ص ۱۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام کبیر محدث شہیر حافظ حدیث ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصمعیانی متوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔  
لفظ نبی نبا سے مشتق ہے جس کا معنی ہے خبر اور نبی اللہ تعالیٰ سے بذریعہ وحی علم حاصل کر کے اہل جہان کو خبر عطا کرنے والا ہوتا ہے۔  
اور بعض کہتے ہیں لفظ نبی نبوة سے مشتق ہے جس کا معنی ہے جائے بلند اور نبی واقعتاً رفعت کی اعلیٰ تر قسم سے سرفراز ہوتا ہے اور اسے اللہ اور مخلوق کے مابین سفیر بنایا جاتا ہے۔

پہلے معنی کے اعتبار سے نبوت اور رسالت کے مفہوم میں کچھ فرق نہیں رہ جاتا کیونکہ رسول بروزن فعل کا معنی ہے مرسل یعنی بھیجا ہوا۔  
(کیونکہ فعل بمعنی مفعول اکثر استعمال ہوتا ہے) اور بھیجے جانے سے مراد یہی ہے کہ اسے بذریعہ وحی علم دے کر باخبر بنایا جائے اور یہی نبی کا معنی ہے۔

(دلائل النبوة لابن تیمیہ اصمعیانی اردو ص ۳۶ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

منجہ میں ہے۔

والنبي المنخبر عن الغيب او المستقبل بالهام من الله المنخبر عن الله وما يتعلق به تعالى۔  
**ترجمہ:** نبی کا مطلب ہے اللہ کی طرف سے الہام کی بنا پر غیب یا مستقبل کی باتیں بتانے والا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے تعلقات کی خبر دینے والا۔  
(المنجہ ص ۸۳ مطبوعہ مصر)

امام قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں۔

النبوة في لغة من همز ما خوذة من النبأ وهو الخبر والمعنى ان الله تعالى اطلعه على غيبه و اعلمه انه نبیه او يكون منخبراً عما بعثه الله تعالى به ومنبا بما اطلعه عليه۔

**ترجمہ:** نبوت اس شخص کی لغت میں جو ہمزہ پڑھتا ہے نبأ سے ماخوذ ہے بمعنی خبر۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے غیب پر مطلع فرمادیا اور اسے بتایا کہ وہ اللہ کا نبی ہے یا وہ خبر دینے والا ہے اس وحی کی جس کے ساتھ اللہ نے اسے بھیجا ہے اور بتانے والا ہے ان حقائق کا جن پر اللہ نے اسے مطلع فرمادیا۔

(المنجہ ص ۱۳۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

بذریعہ آلات کے جو چھپی ہوئی چیز معلوم کی جاوے وہ علم غیب نہیں۔ مثلاً کسی آلہ کے ذریعے سے عورت کے پیٹ کا بچہ معلوم کرتے ہیں یا کہ ٹیلیفون اور ریڈیو سے دور کی آوازن لیتے ہیں۔ اس کو علم غیب نہ کہیں گے۔ کیونکہ غیب کی تعریف میں عرض کر دیا گیا کہ جو عواس سے معلوم نہ ہو سکے۔ اور ٹیلیفون یا ریڈیو میں سے جو آواز نکلی۔ وہ آواز حواس سے معلوم ہونے کے قابل ہے آلہ سے جو پیٹ کے بچہ کا حال معلوم ہوا۔ یہ بھی غیب کا علم نہ ہوا۔ جبکہ آلہ نے اس کو ظاہر کر دیا تو اب غیب کہاں رہا۔

خلاصہ یہ کہ اگر کوئی آلہ چھپی ہوئی چیز کو ظاہر کر دے۔ پھر ظاہر ہو چکنے کے بعد ہم اس کو معلوم کر لیں تو علم غیب نہیں۔

حاشیہ.....☆

نیز امام قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں۔

النبوة هي الاطلاع على الغيب والاعلام بخواص النبوة۔

**ترجمہ:** نبوت کا معنی ہے غیب پر مطلع ہونا اور خصوصیات نبوت بتانا۔

(الشفاعرف حقوق المصطفى ج ۱ ص ۱۶۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں۔

النبي المنخبر عن الله فان الله تعالى اخبره عن توحیده واطلعه على غيبه واعلمه انه نبیه۔

**ترجمہ:** نبی کا معنی ہے اللہ کی طرف سے خبر دینے والا ہے شک اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اپنی توحید کی خبر دی اور اپنے غیب پر مطلع فرمایا اور آپ کو آپ کا نبی ہونا بتایا۔

(تاج العروس للزبیدی ج ۱ ص ۱۲۱ مطبوعہ المطبعة الخمریہ مصر)

الشیخ علامہ احمد بن محمد القسطلانی متوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں۔

النبوة التي هي الاطلاع على الغيب۔

**ترجمہ:** نبوت کے معنی یہی ہیں کہ علم غیب جاننا۔

(مواہب اللدنیہ المقصد الثانی الفصل الاول ج ۲ ص ۳۷ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

نیز یہی امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

النبوة ماخوذة من النبأ وهو الخبر ای ان الله تعالى اطلعه على غيبه۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ کو نبی اس لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اپنے غیب کا علم دیا۔

(مواہب اللدنیہ المقصد الثانی الفصل الاول ج ۲ ص ۳۵-۳۶ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

یہی الشیخ علامہ احمد بن محمد القسطلانی متوفی ۹۲۳ھ دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

قد اشتهر وانتشر امره ﷺ بین اصحابه بالاطلاع على الغيوب۔

**ترجمہ:** بے شک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مشہور و معروف تھا کہ نبی کریم ﷺ کو غیبوں کا علم ہے۔

(مواہب اللدنیہ المقصد الثانی الفصل الثالث ج ۳ ص ۵۵۳ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

## دوسری فصل..... ضروری فوائد کے بیان میں

علم غیب کے مسئلہ میں گفتگو کرنے سے پہلے چند باتیں خوب خیال میں رکھی جاویں تو بہت فائدہ ہوگا اور بہت سے اعتراضات خود بخود ہی دفع ہو جائیں گے۔

(۱) نفس علم کسی چیز کا بھی ہو برا نہیں۔ ہاں بری باتوں کا کرنا کرنے کے لئے سیکھنا برا ہے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ بعض علم دوسرے علموں سے زیادہ افضل ہوں۔ جیسے علم عقائد۔ علم شریعت۔ علم تصوف دوسرے علموں سے افضل ہیں مگر کوئی علم فی نفسہ برا نہیں جیسے بعض آیات قرآنیہ بعض سے زیادہ ثواب رکھتی قل هو اللہ میں تہائی قرآن کا ثواب ہے مگر حبت ید میں یہ ثواب نہیں۔ (دیکھو روح البیان ج ۱ ص ۱۳۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت زیر آیت ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۸۲) لیکن کوئی آیت بری نہیں۔ اس لئے کہ اگر کوئی علم برا ہوتا تو خدا کو بھی وہ حاصل نہ ہوتا کہ خدا ہر برائی سے پاک ہے نیز فرشتوں کو خدا کی ذات و صفات کا علم تو تھا۔ مگر حضرت آدم علیہ السلام کو عالم کی ساری اچھی بری چیزوں کا علم دیا۔ اور وہ ہی علم ان کی افضلیت کا ثبوت ہوا۔ اس علم کی وجہ سے وہ ملائکہ کے استاد قرار پائے اگر بری چیزوں کا علم برا ہوتا تو حضرت آدم علیہ السلام کو علم دے کر استاد نہ بنایا جاتا۔ نیز دنیا میں سب سے بدتر چیز ہے کفر و شرک۔ مگر فقہاء فرماتے ہیں کہ علم حسد و بغض اور الفاظ کفریہ و شرکیہ کا جاننا فرض ہے تاکہ اس سے بچے۔ اسی طرح جادو سیکھنا فرض ہے دفع جادو کے لئے شامی کے مقدمہ میں ہے:

وعلم الرياء وعلم الحسد والعجب وعلم الالفاظ المحرمة والمكفرة ونعمري هذا من اهم المهمات۔ (ملخصاً)

**ترجمہ:** یعنی علم ریا اور حسد و حرام اور کفریہ کلموں کا سیکھنا فرض ہے اور واللہ یہ بہت ہی ضروری ہے۔  
(رد المحتار علی درمختار مطلب فی فرض الکفایہ وفرض العین ج ۱ ص ۳۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)  
اسی مقدمہ شامی بحث علم نجوم و رمل میں فرماتے ہیں۔

وفي ذخيرة النظر تعلمه فرض لرد ساحر اهل الحرب۔

**ترجمہ:** ذخیرہ ناظرہ میں لکھا ہے کہ جادو سیکھنا فرض ہے اہل حرب کے جادو کو دفع کرنے کے لئے۔  
(رد المحتار علی درمختار مطلب فی فرض الکفایہ وفرض العین ج ۱ ص ۳۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

حاشیہ..... ☆

علامہ محمد عبدالباقی زرقانی المالکی متوفی ۱۱۲۳ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

اصحابہ ۱۰۰۰ جاز مون باطلاعه علی الغیب۔

**ترجمہ:** صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یقین کے ساتھ علم لگاتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کو غیب کا علم ہے۔

(شرح الطائفة الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ج ۷ ص ۲۰۰ مطبوعہ دار المرقفہ بیروت)

احیاء العلوم جلد اول باب اول فصل سوم برے علوم کے بیان میں ۲۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت میں ہے علم کی برائی خود علم ہونے کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ بندوں کے حق میں تین وجہوں سے ہے اول۔

اس بیان سے بخوبی واضح ہوا کہ نفس علم کسی شے کا برا نہیں۔ اب منکرین کا وہ سوال اٹھ گیا کہ حضور علیہ السلام کو بری چیزوں، چوری، زنا، جادو، اشعار کا علم نہیں تھا۔ کیونکہ ان جاننا عیب ہے۔ بتاؤ خدا کو بھی ان کا علم ہے یا نہیں؟ اسی لئے انہوں نے شیطان اور ملک الموت کا علم حضور علیہ السلام سے زیادہ مانا۔ یہ تو ایسا ہوا جیسے مجوسی کہتے ہیں کہ خدائے پاک بری چیزوں کا خالق نہیں ہے کیونکہ بری چیزوں کا پیدا کرنا بھی برا ہے۔ نعوذ باللہ۔ اگر علم جادو برا ہے تو اس کی تعلیم کے لئے رب کی طرف سے دفرشتے ہاروت وماروت کیوں زمین پر اترے؟ موسیٰ علیہ السلام کے جادو گروں نے جادو کے علم کے ذریعہ سے موسیٰ علیہ السلام کی حقانیت پہچانی اور آپ پر ایمان لائے۔ دیکھو علم جادو! ایمان کا ذریعہ بن گیا۔

(۲) سارے انبیاء اور ساری مخلوق کے علوم حضور علیہ السلام کو عطا ہوئے۔ اس کو مولوی محمد قاسم نانوتوی نے تحذیر الناس میں مانا ہے۔ جس کے سارے حوالے آتے ہیں تو جس چیز کا علم کسی مخلوق کو بھی ہے وہ حضور علیہ السلام کو ضرور ہے بلکہ سب کو جو علم ملا وہ حضور علیہ السلام ہی کی تقسیم سے ملا۔ جو علم شاگرد استاد سے لے ضروری ہے کہ استاد بھی اس کا جاننے والا ہو۔ انبیاء میں حضرت آدم علیہ السلام بھی ہیں۔ اس لئے ہم حضرت آدم و حضرت خلیل اللہ علیہما السلام کے علم سے بھی بحث کریں گے۔

(۳) قرآن اور لوح محفوظ میں سارے واقعات کل ماکان و مایکون میں ہیں اور اس پر ملائکہ اور بعض اولیاء و انبیاء کی نظریں ہیں اور ہر وقت وہ حضور علیہ السلام کے پیش نظر ہے۔ اس کے حوالہ بھی آتے ہیں۔ اس لئے ہم لوح محفوظ اور قرآنی علوم کا بھی ذکر کر دیں گے۔ اسی طرح کاتب تقدیر و فرشتہ کے علوم کا بھی ذکر کر دیں گے۔ یہ تمام بحثیں علم مصطفیٰ علیہ السلام کے ثابت کرنے کو ہیں۔

## تیسری فصل علم غیب کے متعلق عقیدہ اور علم غیب کے مراتب کے بیان میں

علم غیب کی تین صورتیں ہیں اور ان کے علیحدہ علیحدہ احکام ہیں۔

(۱) اللہ عز و جل عالم بذات ہے۔ اس کے بغیر بتائے کوئی ایک حرف بھی نہیں جان سکتا۔

(خالص الاعتقاد ص ۶۔ ۷ مطبوعہ دارالرضا لاہور)

(۲) حضور علیہ السلام اور دیگر انبیائے کرام کو رب تعالیٰ نے اپنے بعض غیوب کا علم دیا۔

(۳) حضور علیہ السلام کا علم ساری خلقت سے زیادہ ہے۔ حضرت آدم و خلیل علیہما السلام اور ملک الموت و شیطان بھی خلقت ہیں۔ یہ

تین باتیں ضروریات دین میں سے ہیں ان کا انکار کفر ہے۔

(۱) قسم دوم:- اولیائے کرام کو بھی بالواسطہ انبیائے کرام کچھ علوم غیب ملتے ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پانچ غیوں میں سے بہت سے جزئیات کا علم دیا۔ جو اس قسم دوم کا منکر ہے وہ گمراہ اور بد مذہب ہے کہ صدہا احادیث کا انکار کرتا ہے۔

(۱) قسم سوم :- حضور علیہ السلام کو قیامت کا بھی علم ملا کہ کب ہوگی۔

(۲) تمام گزشتہ اور آئندہ واقعات جو لوح محفوظ میں ہیں ان کا بلکہ ان سے بھی زیادہ کا علم دیا گیا۔

(۳) حضور علیہ السلام کو حقیقت روح اور قرآن کے سارے تشابہات کا علم دیا گیا۔

## چوتھی فصل :-

جب علم غیب کا منکر اپنے دعوے پر دلائل قائم کرے تو چار باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(ازادۃ الغیب ص ۴ مطبوعہ دارالرضا لاہور)

(۱) وہ آیت قطعی الدلالت ہو جس کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں اور حدیث ہو تو متواتر ہو۔

(۲) اس آیت یا حدیث سے علم کے عطا کی نفی ہو کہ ہم نے نہیں دیا۔ یا حضور علیہ السلام فرمادیں مجھ کو یہ علم نہیں دیا گیا۔

☆.....

## عقیدہ اہل سنت و جماعت

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کو بے شمار فضائل و کمالات سے نوازا ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کو تمام اولین و آخرین کے علوم سے زیادہ علوم عطا فرمائے اور آپ کو بہت سی مخفی چیزوں پر آگاہی عطا فرمائی اور یہ اللہ تعالیٰ کی عادت شریفہ ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں یعنی انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام پر مخفی چیزیں فرماتا ہے۔ علم ایک نعمت ہے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو دیگر نعمتوں کے علاوہ علم کی اس خاص نعمت سے بھی خوب نوازا مگر ہمارے حضور ﷺ تو اللہ پاک کے خاص محبوب اور اس کی بارگاہ میں سب سے زیادہ مکرم و مقرب ہیں اس لئے اللہ پاک نے جتنا علم آپ ﷺ کو عطا فرمایا وہ کسی اور کے حصے میں نہیں آیا۔

معزز قارئین .....! حکیم الامت مفتی احمد یار خاں رحمۃ اللہ علیہ کی اس عقیدہ علم غیب کی وضاحت سے اظہر من الشمس کی طرح واضح ہوا کہ اہل سنت و جماعت حضور ﷺ کے لیے عطائی کلی علم غیب مانتے ہیں نہ کہ ذاتی۔ دیوبندی اہل سنت و جماعت کو اس عقیدہ کی وجہ سے کافرو مشرک کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے لیے کلی علم غیب کا عقیدہ رکھنا شرک ہے۔ محمد سرفراز گلگھڑوی جو بڑے فخر سے کہتا ہے کہ چالیس سال سے کتابیں پڑھا کر بوڑھا ہو گیا ہوں۔ لیکن افسوس گلگھڑوی پر اور تمام روئے زمین کے دیوبندیوں پر کہ ان کو شرک کی تعریف بھی معلوم نہیں۔ گلگھڑوی صاحب آپ نے چالیس سال مسلمانوں کو کافر اور مشرک کہنے میں گزار دی مگر آپ کو شرک کی تعریف بھی نہیں آتی۔ دیوبندیوں کو اور خصوصاً گلگھڑوی کو اچھی طرح معلوم ہیں کہ اہل سنت و جماعت عطائی کلی علم غیب کے قائل ہیں اور یہ ہمارا متفقہ فیصلہ ہے غیر خدا کے لیے ایک ذرہ کا علم ذاتی نہیں اور جو مانے وہ کافر ہیں۔ امام اہل سنت شیخ الاسلام والمسلمین احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

بلاشبہ غیر خدا کے لیے ایک ذرہ کا علم ذاتی نہیں اس قدر ضروریات دین سے ہے اور منکر کافر۔ (خالص الاعتقاد ص ۴۶)

اب بتاؤ دیوبندیوں تمہارے نزدیک شرک کی تعریف کیا ہے؟ جس کی وجہ سے تم مسلمانوں کو کافر کہتے ہو۔ اگر آپ لوگوں کے

زادیک (معاذ اللہ) عطائی کلی علم غیب صفت بھی اللہ کی ہے تب تو تمہارا دعویٰ صحیح ہے اگر نہیں تو پھر تم لوگوں اپنے دماغ کا علاج کراؤ جو

(۲) صرف کسی بات کا ظاہر نہ فرمانا کافی نہیں ممکن ہے کہ حضور علیہ السلام کو علم تو ہو مگر کسی مصلحت سے ظاہر نہ کیا ہو اسی طرح حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ خدا ہی جانے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا یا مجھے کیا معلوم وغیرہ کافی نہیں کہ یہ کلمات کبھی علم ذاتی کی نفی اور مخیاط کو خاموش کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔

(۳) جس کے لئے علم کی نفی کی گئی ہو وہ واقعہ ہو اور قیامت تک کا ہو ورنہ کل صفات الہیہ اور بعد قیامت کے تمام واقعات کے علم کا ہم بھی دعوے نہیں کرتے یہ چار تفصیلات خوب خیال میں رکھی جائیں۔

☆..... حاشیہ.....

بلا وجہ مسلمانوں کو کافر اور مشرک کہتے ہو۔ لکھنؤ وی اپنی کتاب تنقید متین میں لکھتے ہیں:

شاہ صاحب فرماتے ہیں:

والشرك ان يثبت لغير الله سبحانه وتعالى شيئاً من صفاته المختصة به۔

شُرک یہ ہے کہ اللہ سبحانہ کی صفاتِ خاصہ میں سے کوئی صفت اس کے غیر کے لئے ثابت کی جائے۔

دیوبندیوں جواب دو کیا عطائی کلی علم غیب اللہ کی صفتِ خاصہ ہے، کیا حادث، متناہی، محدود اللہ عزوجل کی صفاتِ خاصہ ہے۔ اگر دیوبندیوں کے نزدیک یہ اللہ عزوجل کی صفتِ خاصہ ہے تب تو حضور ﷺ کے لیے یہ صفات ماننا شرک و کفر ہوگا اس لیے کے برابر ہو گئی۔ اور دیوبندیوں اگر آپ لوگوں کے نزدیک یہ صفات اللہ عزوجل کی نہیں ہیں تو پھر کس وجہ سے تم لوگ مسلمانوں کو کافر کہتے ہو۔ اور ان صفات کو حضور ﷺ کے لیے ماننے کو پھر کیوں شرک کی نسبت کرتے ہو۔ جب برابری نہ رہی تو پھر شرک بھی نہ رہا تو پھر ایسے مسلمانوں کو کافر کہنا خود کافر بننا ہے اس لیے کہ ہم بتا چکے ہیں کہ جب برابری نہ رہی تو پھر شرک تو تصور بھی نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ اس کو شرک قرار دیا جائے۔ اہل سنت و جماعت حضور ﷺ کے عطائی کلی علم غیب کے قائل ہیں اور عطائی کلی علم غیب اللہ عزوجل کی صفت نہیں۔ جب یہ صفت اللہ عزوجل کی نہیں تو پھر اس کو حضور ﷺ کے لیے ماننے کو شرک قرار دینا دیوبندیوں کا ظلم اور مسلمانوں کو کافر اور مشرک قرار دے کر خود کافر اور مشرک بننا نہیں تو اور کیا ہے؟

دیوبندیوں کا یقیناً یہی عقیدہ ہوگا کہ عطائی کلی علم غیب اللہ عزوجل کی صفتِ خاصہ ہے حادث، متناہی، محدود یہ سب (معاذ اللہ) اللہ عزوجل کی صفاتِ خاصہ ہے۔ یقیناً دیوبندیوں کا یہی عقیدہ ہوگا اسی وجہ سے تو کہتے ہیں کہ بریلویوں نے علم عزوجل اور حضور ﷺ کے علم کو برابر کر دیا ہے اسی وجہ سے بریلوی کافر اور مشرک ہیں۔ اور ایسا عقیدہ رکھنا دیوبندیوں کے لیے کوئی بعید نہیں۔ اسماعیل دہلوی قتل کی ایک عبارت اسی عقیدہ کی طرف اشارہ کر رہی ہیں۔ لکھتا ہے۔

پھر خواہ یوں سمجھ کہ یہ بات ان کو اپنی طرف سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے ہے غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

(تقویۃ الایمان ص ۱۰)

معلوم ہوا کہ دیوبندیوں کے نزدیک اس طرح کے عقیدے رکھنا کوئی محال نہیں۔

اس عقیدے کے بعد وہ اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ یعنی اہل سنت و جماعت کو کافر اور مشرک کہنے میں اس لیے اب اللہ عزوجل اور حضور ﷺ کے علم برابر ہوا اور یہی شرک ہے۔ دیوبندی اس عقیدے کے بعد اہل سنت و جماعت کو کافر اور مشرک قرار دینے میں تو کامیاب ہو گئے ہیں لیکن اس عقیدے کے بعد وہ کس چوٹی پر پہنچ گئے ہیں اور دیوبندیوں نے کونسا درجہ پایا ہے یہ دیوبندیوں کو معلوم ہو گیا ہوگا۔

## پہلا باب

### علم غیب کے ثبوت کے بیان میں

اس میں چھ فصلیں ہیں۔ پہلی فصل میں آیات قرآنیہ سے ثبوت۔ دوسری میں احادیث سے ثبوت تیسری میں احادیث کے شارحین کے۔ چوتھی میں علمائے امت اور فقہاء کے اقوال۔ پانچویں میں خود مفسرین کی کتابوں سے ثبوت۔ چھٹی میں عقلی دلائل اولیاء اللہ کے علم غیب کا بیان۔

### پہلی فصل..... آیات قرآنیہ میں۔

وعلم ادم الاسماء کلها ثم عرضهم علی الملائکۃ۔

**ترجمہ:** اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے پھر سب اشیاء ملائکہ پر پیش کیں۔

(بارہ سورہ ۲ آیت نمبر ۳۱)

### حاشیہ..... ☆

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

وحدثنا الحسن بن یحیی قال حدثنا عبدالرزاق قال حدثنا معمر عن قتادة فی قوله وعلم ادم الاسماء کلها قال علمه اسم کل شیء هذا بحر و هذا جبل و هذا کذا و هذا لکل شیء ثم عرض تلك الاسماء علی الملائکۃ فقال انبونی باسماء هؤلاء ان کنتم صدقین۔

**ترجمہ:** قتادہ رحمۃ اللہ علیہ آیت کریمہ ”وعلم ادم الاسماء کلها“ کے تحت فرماتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام کو ہر ایک چیز کے اسماء بتائے گئے کہ یہ دریا ہے یہ پہاڑ ہے اس طرح تمام چیزوں کے بتائے۔ پھر یہی اسماء ملائکہ پر پیش کر دی گئی اور فرمایا انبونی باسماء هؤلاء ان کنتم صدقین۔

(تفسیر عبدالرزاق ج ۱ ص ۳۳ مطبوعہ مکتبۃ الرشید الریاض)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ لکھتے ہیں۔

عن ابن عباس قال علم الله آدم الاسماء کلها وهی هذه الاسماء التي يتعارف بها الناس انسان ودابة وارض وسهل وبحر وجبل و حمار واشباه ذلك من الامم وغيرها۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام نام سکھادیئے اور وہ نام یہی ہیں جو لوگ جانتے ہیں جیسے انسان، چوپایہ، زمین، میدان، سمندر، پہاڑ، گدھا اور اس کی مانند دیگر مخلوقات کے۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف بتفسیر طبری ج ۱ ص ۷۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۸۱ھ اس آیت کے تحت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرمادے، مجاہد اور ابن جریر رحمہم اللہ کا قول نقل کرتے ہیں۔

علمه اسماء جميع الاشياء کلها جلیلہا وحقیقہا۔

**ترجمہ:** اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء موجودات کے نام سکھادیئے خواہ بڑی تھیں یا چھوٹی۔

(جامع الاحکام القرآن ج ۱ ص ۲۸۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر مدارک میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

ومعنى تعليمه اسماء المسميات انه تعالى اراد الاجناس التي خلقها وعلمه ان هذا اسمه فرس وهذا اسمه بعبر وهذا اسمه كذا وعن ابن عباس علمه اسم كل شئ حتى القصعة والغرفة۔

**ترجمہ:** حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام بتانے کے معنی یہ ہیں کہ رب تعالیٰ نے ان کو وہ تمام جنسیں دکھادیں جس کو پیدا کیا ہے اور ان کو بتا دیا کہ اس کا نام گھوڑا اور اس کا نام اونٹ اور اس کا نام فلاں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان کو ہر چیز کے نام سکھادیئے۔ یہاں تک کہ پیانی اور چلو کے بھی۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۳۵ مطبوعہ مکتبہ القرآن والسنة پشاور)

تفسیر خازن میں اسی آیت میں یہی مضمون بیان فرمایا اتنا اور بھی زیادہ فرمایا۔

وقيل علم ادم اسماء الملكة وقيل اسماء ذريته وقيل علمه اللغات كلها۔

**ترجمہ:** کہا گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو تمام فرشتوں کے نام سکھادیئے اور کہا گیا ہے کہ ان کی اولاد کے نام اور کہا گیا کہ ان کو تمام زبانیں سکھادیں۔

(الباب الاول في معاني التخريل المعروف بتفسير خازن ج ۱ ص ۳۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

تفسیر میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قوله اي علمه صفات الاشياء ونعوتها وهو المشهور ان المراد اسماء كل شئ من خلق من اجناس المحدثات من جميع اللغات المختلفة التي يتكلم بها ولد ادم اليوم من العربية والفارسية والرومية وغيرها۔

**ترجمہ:** آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے اوصاف اور ان کے حالات سکھادیئے اور یہی مشہور ہے کہ مراد مخلوق میں سے ہر حادث کی جنس کے سارے نام ہیں جو مختلف زبانوں میں ہونگے۔ جن کو اولاد آدم آج تک بول رہی ہے۔ عربی۔ فارسی۔ رومی وغیرہ۔

(تفسیر کبیر ج ۱ ص ۳۹۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حاشیہ.....☆

اس کے بعد امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۲۶۸ھ ہیں۔

قلت وقد روى هذا المعنى مرفوعا على ما ياتى وهو الذى يقتضيه لفظ كلها اذ هو اسم موضوع للاحاطة والعموم وفي البخارى من حديث انس عن النبي ﷺ قال ويجتمع المومنون يوم القيامة فيقولون لو استشفعنا الى ربنا فياتون ادم فيقولون انت ابو الناس خلقتك الله بيده واسجد لك ملائكته وعلمك اسماء كل شئ۔

**ترجمہ:** اور یہ معنی جیسا کہ آگے آرہا ہے مرفوعاً بیان کیا گیا ہے اور اسی معنی کا لفظ کہنا مقتضی ہے کیونکہ یہ اسم احاطہ اور عموم کے لئے موضوع ہے صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن ایمان والے اکٹھے ہوں گے اور عرض کریں گے کاش ہمارے رب کے حضور کوئی ہماری سفارش کر دے پس وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے ”آپ لوگوں کے باپ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے بنایا اور آپ کو اپنے فرشتوں سے سجدہ کروایا اور آپ کو تمام چیزوں کے نام سکھادیئے۔“

(الجامع لا حکام القرآن ج ۱ ص ۲۸۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)



تفسیر ابوالسعود میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وقیل اسماء ما کان وما یکون وقیل اسماء خلقه من المعقولات والمحسوسات والمتخیلات  
والموہومات والہمہ معرفۃ ذوات الاشیاء واسماءہا وخواصہا ومعارفہا اصول العلم وقوانین الصنعات  
وتفاصيل الاتہا وکیفیۃ استعما لاتہا۔

**ترجمہ:** کہا گیا ہے کہ حضرت آدم کو گزشتہ اور آئندہ چیزوں کے نام بتائیے اور کہا گیا ہے کہ اپنی ساری مخلوق کے نام بتائیے عقلی،  
حسی، خیالی، وہی چیزیں بتادیں ان چیزوں کی ذات، ان کے نام ان کے خاصے ان کی پہچان علم کے قواعد ہر نکتے قانون ان کے  
اوزاروں کی تفصیل اور ان کے استعمال کے طریقے کا علم حضرت آدم کو الہام فرمایا۔

(تفسیر ابی السعدون ج ۱ ص ۸۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

.....☆.....

علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں۔

المراء بها اسماء ما کان وما یکون الی یوم القیامۃ۔

**ترجمہ:** اس سے مراد جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب کے نام ہیں۔

(تفسیر روح المعانی ج ۱ ص ۲۲۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابی السعود محمد العبادی متوفی ۹۵۱ھ لکھتے ہیں۔

وقیل اسماء ما کان وما یکون الی یوم القیامۃ۔

**ترجمہ:** اور یہ قول بھی ہے کہ جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب کے نام مراد ہیں۔

(تفسیر ابی السعدون ج ۱ ص ۸۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں۔

وقیل اسماء ما کان وما یکون الی یوم القیامۃ۔

**ترجمہ:** اور یہ قول بھی ہے کہ جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب کے نام مراد ہیں۔

(تفسیر معالم التنزیل ج ۱ ص ۶۱ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

غیر مقلدوں کے امام محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں۔

والتاکید بقولہ (کلہا) یفید انہ علمہ جمیع الاسماء ولم یخرج عن ہذا شیء منها کائنات وما کان۔

**ترجمہ:** اللہ تعالیٰ کے فرمان ”کلہا“ کی تاکید کا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام نام سکھا دیئے اور اس سے  
جو کچھ ہونے والا ہے اور جو کچھ ہو چکا ہے کوئی شے بھی خارج نہیں۔

(تفسیر فتح القدیر ج ۱ ص ۶۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں۔

الصحیح انہ علمہ اسماء الاشیاء کلہا ذواتہا وصفاتہا و افعالہا۔

**ترجمہ:** صحیح یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے نام ان کی شکلیں اور ان کے افعال کا علم عطا فرمادیا تھا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۷۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وعلمه احوالها وما يتعلق بها من المنافع الدينية والدينية وعلم اسماء الملائكة واسماء ذريته واسماء الحيوانات والجمادات وصنعة كل شئ واسماء المدن والقرى واسماء الطير والشجر وما يكون واسماء كل شئ خلقها الى يوم القيمة واسماء المطعومات والمشروبات وكل نعيم في الجنة واسماء كل شئ وفي الخبر علمه سبع مائة الف لغات۔

**ترجمہ:** اور حضرت آدم علیہ السلام کو چیزوں کے حالات سکھائے اور جو کچھ ان میں دینی و دنیاوی نفع ہیں وہ بتائے ان کو فرشتوں کے نام ان کی اولاد اور حیوانات اور جمادات کے نام بتائے اور ہر چیز کا بنانا بتاتا تمام شہروں اور گاؤں کے نام پرندوں اور درختوں کے نام جو ہو چکا یا جو کچھ بھی ہوگا ان کے نام اور جو قیامت تک پیدا فرمائے گا ان کے نام اور کھانے پینے کی چیزوں کے نام جنت کی ہر نعمت غرضیکہ ہر چیز کے نام بتائیے حدیث میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سات لاکھ زبانیں سکھائی گئیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۱۳۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ان تفسیروں سے اتنا معلوم ہوا مانا کان اور مایکون کے سارے علوم حضرت آدم علیہ السلام کو دیئے گئے زبانیں چیزوں کے نفع و ضرر بنانے کے طریقے۔ آلات کا استعمال سب دکھائیے۔ لیکن اب میرے آقا و مولیٰ ﷺ کے علوم تو دیکھو۔ حق یہ ہے کہ یہ علم آدم میرے آقا کے علم کے دریا کا ایک قطرہ یا میدان کا ایک ذرہ ہیں۔

شیخ ابن عربی فتوحات مکیہ باب دہم میں فرماتے ہیں۔

اول نائب کان له ﷺ وخليفته ادم عليه السلام۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام کے پہلے خلیفہ اور نائب آدم علیہ السلام ہیں۔

معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام حضور علیہ السلام کے خلیفہ ہیں۔ خلیفہ اس کو کہتے ہیں جو اصل کی غیر موجودگی میں اس کی جگہ کام کرے۔ حضور علیہ السلام کی پیدائش پاک سے قبل سارے انبیاء حضور علیہ السلام کے نائب تھے یہ مولوی قاسم صاحب نے بھی تحذیر الناس میں لکھا ہے۔ جیسا کہ ہم بیان کریں گے خلیفہ کے علم کا یہ حال ہے۔

نیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض میں ہے۔

انه عليه السلام عرضت عليه الخلاق من لدن ادم الى قيام الساعة فعرّفهم كلهم كما علم ادم الاسماء كلها۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام پر ساری مخلوقات از حضرت آدم علیہ السلام تا روز قیامت پیش کی گئیں پس ان سب کو پہچان لیا جیسے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سب نام سکھائے۔

(نیم الریاض الباب الثالث فصل فیما ورد من ذکر مکاتیب ج ۲ ص ۲۰۸ مطبوعہ مکتبہ مہجرات ہند)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام سب کو جانتے پہچانتے ہیں۔

ویکون الرسول علیکم شہیدا۔

**ترجمہ:** اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ ہوں۔

(پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۴۳)

تفسیر عزیزی میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

رسول علیہ السلام مطلع است بنور نبوت بر دین ہر متدین بدین خود کہ در

کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان اور چیست و حجابی کہ بدان از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس آدمی شناسد گناہان شمارا دو درجات ایمان شمارا دو نیک شمارا اخلاق و نفاق شمارا لہذا شہادت او در دنیا بحکم شرع رد حق امت مقبول واجب العمل است۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام اپنے بنور نبوت کی وجہ سے ہر دیندار کے دین کو جانتے ہیں کہ دین کے کس درجہ تک پہنچا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے۔ اور کون سا حجاب اس کی ترقی سے مانع ہے پس حضور علیہ السلام تمہارے گناہوں کو اور تمہارے ایمانی درجات کو اور تمہارے نیک و بد اعمال اور تمہارے اخلاص اور نفاق کو پہچانتے ہیں۔ لہذا ان کی گواہی دنیا میں بحکم شرع امت کے حق میں قبول اور واجب ہے۔

(تفسیر عزیزی پارہ دوم رکوع اول زیر آیت و لیکن الرسول علیکم فہمید انج ص ۵۱۸ مطبوعہ ہند)

تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

هذا مبني على تضمين الشهيد معنى الرقيب و المطلع و الوجه في اعتبار تضمين الشهيد الاشارة الى ان التعديل و التنكية انما يكون عن حبرة و مراقبة بحال الشاهد۔ ومعنى شهادة الرسول عليهم اطلاقه رتبة كل متدين بدينه فهو يعرف ذنوبهم و حقيقة ايمانهم و اعمالهم و حسناتهم و اخلاصهم و نفاقهم و غير ذلك بنور الحق و امته يعرفون ذلك من سائر الامم بنوره عليه السلام۔

**ترجمہ:** یہ اس بنا پر ہے کہ کلمہ شہید میں محافظ اور خبردار کے معنی بھی شامل ہیں اور اس معنی کے شامل کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ کسی کو عادل کہنا اور صفائی کی گواہی دینا گواہ کے حالات پر مطلع ہونے سے ہو سکتا ہے اور حضور علیہ السلام کی مسلمانوں پر گواہی دینے کے معنی یہ ہیں کہ حضور علیہ السلام ہر دیندار کے دینی مرتبہ کو پہچانتے ہیں پس حضور علیہ السلام مسلمانوں کے گناہوں کو ان کو ایمان کی حقیقت کو ان کے اچھے برے اعمال کو ان کے اخلاص اور نفاق وغیرہ کو نور حق سے پہچانتے ہیں اور حضور علیہ السلام کی امت بھی قیامت میں ساری امتوں کے یہ حالات جانے کی مگر حضور السلام کے نور سے۔

(تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۱۳۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

ثم يروى بمحمد عليه السلام فيسأله عن امته فيزكيهم ويشهد بصدقهم۔

**ترجمہ:** پھر نبی امت میں حضور علیہ السلام کو بلایا جاوے گا پس رب تعالیٰ حضور علیہ السلام سے آپ کی امت کے حالات پوچھے گا تو آپ ان کی صفائی کی گواہی دیں گے اور ان کی سچائی کی گواہی دیں گے۔

(الباب التاویل فی معانی الترمذی المعروف تفسیر خازن ج ۱ ص ۸۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

تفسیر مدارک پارہ ۲ سورہ بقرہ میں اسی آیت ۱۴۳ کے ماتحت ہے۔

فیؤتی بمحمد عليه السلام فيسأل عن حال امته فيزكيهم ويشهد بعدالتهم..... ويزكيهم ويعلم بعد التكم۔

**ترجمہ:** پھر حضور علیہ السلام کو بلایا جاوے گا اور آپ کی امت کے حال پوچھے جائیں گے پس آپ اپنی امت کی صفائی بیان کریں گے اور ان کے عادل ہونے کی گواہی دے گے لہذا حضور تمہاری عدالت کو جانتے ہیں۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۸۸ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والتبشیر)

اس آیت اور ان تفاسیر میں یہ فرمایا گیا کہ قیامت کے دن دوسرے انبیائے کرام کی امتیں بارگاہ الہی میں عرض کریں گی کہ ہمارے پاس تیرا کوئی پیغمبر نہ پہنچا۔ ان امتوں کے نبی عرض کریں گے کہ خدایا ہم ان میں گئے تیرے احکام پہنچائے مگر ان لوگوں نے قبول نہ کیے۔ رب تعالیٰ کا انبیاء کو حکم ہوگا کہ چونکہ تم مدعی ہواپنا کوئی گواہ لاؤ۔ وہ اپنی گواہی کے لئے امت مصطفیٰ علیہ السلام کو پیش فرمائے گے مسلمان گواہی دیں گے کہ خدایا تیرے پیغمبر سچے ہیں انہوں نے تیرے احکام پہنچائے تھے۔

اب دو باتیں تحقیق کے لائق ہیں۔ اول یہ کہ یہ مسلمان گواہی کے قابل ہیں یا نہیں (فاسق و فاجر اور کافر کی گواہی قبول نہیں ہوتی۔ مسلمان پر ہیزگار کی گواہی قبول ہوتی ہے) دوسرے یہ کہ ان لوگوں نے اپنے سے پہلے پیغمبروں کا دیکھا نہ تھا۔ پھر گواہی کس طرح دے رہے ہیں مسلمان عرض کریں گے کہ خدایا ہم سے تیرے محبوب محمد ﷺ نے فرمایا تھا کہ پہلے پیغمبروں نے تبلیغ کی تھی اس کو سن کر ہم گواہی دے رہے ہیں تب حضور علیہ السلام کو بلایا جاوے گا اور حضور علیہ السلام دو باتوں کی گواہی دیں گے ایک یہ کہ یہ لوگ فاسق یا کافر نہیں تاکہ ان کی گواہی قبول نہ ہو۔ بلکہ مسلمان اور پڑھیزگار ہیں۔ دوسرے یہ کہ ہاں ہم نے ان سے کہا تھا کہ پہلے نبیوں نے اپنی قوم تک احکام الہیہ پہنچائے تب ان پیغمبروں کے حق میں ڈگری ہوگی۔

اس واقعہ سے چند باتیں حاصل ہونگیں۔ ایک یہ کہ حضور علیہ السلام قیامت تک کے مسلمان کے ایمان اعمال روزہ، نماز و نیت سے بالکل خبردار ہیں ورنہ پہلی یعنی صفائی کی گواہی کیسی ممکن نہیں کہ ایک مسلمان کا بھی کوئی حال آپ سے چھپا رہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی آنے والی نسل کا حال معلوم فرمایا کہ خدایا ان کی اولاد بھی اُتر ہوئی تو کافر ہوگی۔ ولا یلدوا الا فاجراً کفراً (پارہ ۲۹ سورہ ۷۱ آیت نمبر ۲۷) لہذا تو ان کو غرق کر دے حضرت خضر علیہ السلام نے جس بچہ کو قتل فرمایا اس کا آئندہ حال معلوم کر لیا تھا کہ آئندہ اگر زندہ رہا تو سرکش ہوگا تو سید الانبیاء علیہ السلام پر کسی کا حال کیونکر چھپ سکتا ہے دوسرے یہ کہ کدشہ پیغمبروں اور ان کی امتوں کے حالات حضور علیہ السلام نے بنور دیکھے تھے اور آپ کی گواہی دی ہوئی تھی اگر سنی ہوئی ہوتی تو ایسی گواہی تو اس سے پہلے مسلمان بھی دے چکے تھے سنی گواہی کی انتہاء دیکھی گواہی پر ہوتی ہے تیسرے یہ بھی معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ تو جانتا ہے کہ نبی سچے ہیں مگر پھر بھی گواہیاں لے کر فیصلہ فرماتا ہے اسی طرح حضور علیہ السلام مقدمات میں تحقیق فرمادیں اور گواہیاں وغیرہ لیں تو اس سے لازم یہ نہیں آتا کہ حضور علیہ السلام کو خبر نہ ہو۔ بلکہ مقدمات کا قاعدہ یہ ہی ہوتا ہے اور زیادہ تحقیق اس کی دیکھنا ہو تو ہماری کتاب شان حبیب الرحمن من آیات القرآن میں دیکھ اس گواہی کا ذکر آئندہ آیت میں بھی ہے۔

وجنتنا بک علی ہؤلاء شہیداً۔

**ترجمہ:** اور اے محبوب تم کو ان سب پر نگہبان بنا کر ہم لادینگے۔

(پارہ ۵ سورہ النساء آیت نمبر ۴۱)

تفسیر نیشاپوری میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

لان روحہ علیہ السلام شاہد علی جمیع الارواح والقلوب والنفوس بقولہ علیہ السلام اول ما خلق اللہ نوری۔

**ترجمہ:** اس لئے حضور علیہ السلام کی روح مبارک تمام روحوں اور دلوں اور نفسوں کے دیکھنے والی ہے کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے جو پہلے پیدا فرمایا وہ میرا نور ہے۔

تفسير روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

واعلم انه يعرض على النبي عليه السلام اعمال امته غدوة وعشية فيعرفهم بسيماهم اعمالهم فلذلك يشهد عليهم۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام پر آپ کی امت کے اعمال صبح و شام پیش کئے جاتے ہیں لہذا آپ امت کو ان کی علامات سے جانتے ہیں اور ان کے اعمال کو بھی اس لئے آپ ان پر گواہی دینگے۔

(تفسير روح البیان ج ۲ ص ۲۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسير مدارک میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

ای شاهد اعلیٰ من امن بالایمان وعلیٰ من کفر بالكفر وعلیٰ من نفاق بالنفاق۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام گواہ ہیں مومنوں پر ان کے ایمان کے کافروں پر ان کے کفر کے اور منافقوں پر ان کے نفاق کے۔  
(تفسير مدارک ج ۱ ص ۲۵۳ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنة پشاور)

اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام از اول تا روز قیامت تمام لوگوں کے کفر و ایمان و نفاق و اعمال وغیرہ سب کو جانتے ہیں اسی لئے آپ سب کے ہی گواہ ہیں یہ ہی تو علم غیب ہے۔

من ذا الذی یشفع عنده الا باذنه یعلم ما بین ایدیہم وما خلفہم۔

**ترجمہ:** وہ کون ہے جو اس کے یہاں شفاعت کرے بغیر اس کے حکم کے جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے۔

(سورہ البقرہ پارہ ۳ آیت نمبر ۲۵۵)

تفسير نیشاپوری میں اس آیت کے ماتحت ہے۔

یعلم محمد ﷺ ما بین ایدیہم من اولیات الامر قبل الخلائق وما خلفہم من احوال القیامة۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام مخلوق کے پہلے کے اول معاملات بھی جانتے ہیں اور جو مخلوق کے بعد قیامت کے احوال ہیں وہ بھی جانتے ہیں۔

روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

یعلم محمد ﷺ ما بین ایدیہم من الامور الاولیات قبل الخلائق وما خلفہم من احوال القیامة وفزع الخلق وغضب الرب۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام مخلوق کے پہلے کے حالات جانتے ہیں اللہ تعالیٰ کے مخلوقات کو پیدا کرنے کے پہلے کے واقعات اور ان کے پیچھے کے حالات بھی جانتے ہیں قیامت کے احوال مخلوق کی گھبراہٹ اور رب تعالیٰ کا غضب وغیرہ۔

(تفسير روح البیان ج ۱ ص ۳۳ مطبوعہ مکتبۃ اسلامیہ کوئٹہ)

اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ آیت الکرسی میں من ذا الذی سے لے کر الایمان تک تین صفات حضور علیہ السلام کے بیان ہوئیں۔ باقی اول و آخر میں صفات الہیہ ہیں۔ اس میں فرمایا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے پاس کوئی بغیر اجازت کسی کی شفاعت نہیں کر سکتا اور جن کو شفاعت کی اجازت ہے وہ حضور علیہ السلام ہیں اور شفیع کے لئے ضروری ہے کہ گنہگاروں کے انجام اور ان کے حالات سے واقف ہوتا کہ تا اہل کی شفاعت نہ ہو جاوے اور مستحق شفاعت سے محروم نہ رہ جائیں جیسے طبیب کے لئے ضروری ہے کہ قابل علاج اور لا علاج

مراشیں نہ جانے تو فرمایا گیا یعلم ما بین ایدیہم کہ جس کو ہم نے شفیق بنایا ہے۔ اس کو تمام کا علم بھی دیا ہے کیوں کہ شفاعت کبریٰ کے لئے علم غیب لازم ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام قیامت میں منافقین کو نہ پہچانیں گے۔ یا حضور علیہ السلام کو اپنی بھی خبر نہیں کہ میرا کیا انجام ہوگا محض غلط اور بے دینی ہے جیسا کہ آئندہ آتا ہے ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء اور وہ نہیں پاتے اس کے علم میں مگر جتنا وہ چاہے۔

تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

یحتمل ان تكون الهاء كناية عنه عليه السلام يعني هو شاهد على احوالهم يعلم ما بين ایدیہم من سيرهم ومعاملاتهم وقصصهم و ما خلفهم من امور الآخرة و احوال اهل الجنة والنار وهم لا يعلمون شيئا من معلوماته الا بما شاء من معلوماته علم الاولياء من علم الانبياء بمنزلة قطرة من سبعة ابحر وعلم الانبياء من علم نبينا عليه السلام بهذه المنزلة فكل رسول ونبي وولي اخذون بقدر القابلية والاستعداد مما لديه وليس لاحد ان يعدوه او يتقدم عليه۔

**ترجمہ:** احتمال یہ بھی ہے اس ضمیر سے حضور علیہ السلام مراد ہوں یعنی حضور علیہ السلام لوگوں کے حالات کو مشاہدہ فرمانے والے ہیں اور ان کے سامنے کے حالات جانتے ہیں ان کے اخلاق ان کے معاملات اور ان کے قصے وغیرہ اور ان کے پیچھے کے حالات بھی جانتے ہیں آخرت کے احوال جنتی و دوزخی لوگوں کے حالات اور وہ لوگ حضور علیہ السلام کے معلومات میں سے کچھ بھی نہیں جانتے مگر اسی قدر جتنا کہ حضور چاہیں اولیاء اللہ کا علم علم انبیاء کے سامنے ایسا ہے جیسے ایک قطرہ سات سمندروں کے سامنے اور انبیاء کا علم حضور علیہ السلام کے علم کے سامنے اسی درجہ کا ہے اور ہمارے حضور علیہ السلام کا علم رب الغلین کے سامنے اسی درجہ کا۔ پس ہر نبی اور ہر رسول اور ہر ولی اپنی اپنی استعداد اور قابلیت کے موافق حضور علیہ السلام سے ہی لیتے ہیں اور کسی کو یہ ممکن نہیں کہ حضور علیہ السلام سے آگے بڑھ جائے۔

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۲۵۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

يعني ان يطلعهم عليه وهم الانبياء والرسول وليكون ما يطلعهم عليه من علم غيبه دليلاً على نبوتهم كما قال الله تعالى 'فلا يظهر على غيبه احد الا من ارتضى من رسول'۔

**ترجمہ:** یعنی اللہ تعالیٰ ان کو اپنے علم پر اطلاع دیتا ہے اور وہ انبیاء و رسول ہیں تاکہ ان کا علم غیب پر مطلع ہوتا ان کی نبوت کی دلیل ہو جیسے رب نے فرمایا ہے کہ پس نہیں ظاہر فرماتا اپنے غیب خاص پر کسی کو سوائے اس رسول کے جس سے رب راضی ہے۔

(لباب التأویل فی معانی التنزیل المعروف بتفسیر خازن ج ۱ ص ۱۹۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ.....☆  
تفسیر کبیر میں ہے۔

اما قوله "الا بما شاء" ففیه قولان (احدهما) انهم لا يعلمون شيئا من معلومات الا ما شاء هو ان يعلمهم كما حكى عنهم قالوا (لا علم لنا الا ما علمتنا) والثاني انهم لا يعلمون الغيب الا عند اطلاع الله بعض انبيائه على بعض الغيب كما قال (عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا الا من ارتضى من رسول)۔

**ترجمہ:** اللہ تعالیٰ کے فرمان "الا بما شاء" کی تفسیر میں دو قول ہیں۔ پہلا یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معلومات میں سے کچھ نہیں جانتے مگر اس

تفسير معالم التنزيل میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

یعنی لا یحیطون بشئی من علم الغیب الا بما شاء مما اخبر به الرسل۔

**ترجمہ:** یعنی یہ لوگ علم غیب کو نہیں گھیر سکتے مگر جس قدر کہ خدا چاہے جس کی خبر رسولوں نے دی۔

(تفسير معالم التنزيل ج ۱ ص ۲۳۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

اس آیت اور ان تفاسیر سے اتنا معلوم ہوا کہ اس آیت میں یا تو خدا کا علم مراد ہے کہ خدا کا علم کسی کو حاصل نہیں ہاں جس کو رب ہی دینا چاہے تو اس کو علم غیب حاصل ہوتا ہے اور رب نے تو انبیاء کو دیا اور انبیاء کے ذریعہ سے بعض مومنین کو دیا۔ لہذا ان کو بھی یہ عطائے الہی علم غیب حاصل ہوا۔ کتنا دیا اس کا ذکر آئندہ آوے گا۔

یہ مراد ہے کہ حضور علیہ السلام کے علم کو کوئی نہیں پاسکتا۔ مگر جس کو حضور علیہ السلام ہی دینا چاہیں تو عطا فرمادیں۔ لہذا از آدم تا روز قیامت جس کو جس قدر علم ملا۔ وہ حضور علیہ السلام کے علم دریا کے دریا کا قطرہ ہے اس میں حضرت آدم اور فرشتوں وغیرہ کا علم بھی شامل ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کے علم کی وسعت ہم علم آدم کی آیت کے تحت بیان کر چکے ہیں۔

وما کان اللہ لیطلعکم فی الغیب ولكن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء۔

**ترجمہ:** اور اللہ کی شان یہ نہیں ہے کہ اے عام لوگو تم کو غیب کا علم دے ہاں اللہ جن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے۔

(بارہ آیت نمبر ۱۷۹)

حاشیہ.....☆

قدر جتنا اللہ انہیں علم عطا فرمادے جیسا کہ فرشتوں نے عرض کیا۔ ”ہمیں کچھ علم نہیں مگر اسی قدر جو تو نے ہمیں سکھایا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ غیب کو نہیں جانتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ بعض انبیاء کو بعض غیب پر مطلع فرمادے جیسا کہ فرمایا۔ عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول۔

(التفسير الكبير ج ۷ ص ۱۱۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

(ولكن اللہ یجتبی) ای یختار (من رسلہ) لا اطلاع غیبہ (من یشاء)

**ترجمہ:** اور اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنے غیب کی اطلاع کے لئے جن لیتا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۲۸۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابوالحیاء محمد بن یوسف قرطبی اندلسی متوفی ۵۱۳ھ لکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ علم الغیب سے جس پر چاہے اپنے رسولوں کو مطلع فرماتا ہے پس رسول کا غیب پر مطلع ہونا اللہ تعالیٰ کی اس کی طرف وحی کے ذریعہ ہے سوال اللہ تعالیٰ غیب سے یہ خبر دیتا ہے کہ فلاں شخص میں اخلاص ہے اور فلاں میں نفاق ہے اور یہ ان کو وحی کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے خود بہ خود بغیر واسطہ وحی کے معلوم نہیں ہوتا۔

(المحرر المحیط ج ۳ ص ۳۳۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابن ابی حاتم عن الحسن فی قوله ﴿وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب﴾ قال: ولا یطلع علی الغیب الا رسول۔

(الدر المنثور فی التفسیر المأثور ج ۲ ص ۱۸۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

تفسیر بیضاوی میں اس آیت کے ماتحت ہے۔

وما كان الله ليؤتي احدكم علم الغيب فيطلع على ما في القلوب من كفر وايمان ولكن الله يجتبي لرسالته من يشاء فيؤحي الله ويخبره ببعض المغيبات او ينصب له ما يدل عليه۔  
**ترجمہ:** خدا تعالیٰ تم میں سے کسی کو علم غیب نہیں دینے کا کو مطلع کرے اس کو کفر و ایمان پر جو کہ دلوں میں ہوتا ہے لیکن اللہ اپنی پیغمبری کے لئے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے پس اس کی طرف وحی فرماتا ہے اور بعض غیب کی ان کو خبر دیتا ہے یا ان کے لئے ایسے دلائل قائم فرماتا ہے جو غیب پر راہبری کریں۔  
 (انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۰۸ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

تفسیر خازن میں ہے۔

لكن الله يصطفى ويختار من رسله من يشاء فيطلعه على بعض علم الغيب۔  
**ترجمہ:** لیکن اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے پس ان کو خبردار کرتا ہے بعض علم غیب پر۔  
 (باب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۱ ص ۳۰۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

حاشیہ.....☆

علامہ سلیمان بن عمر بخاری متوفی ۲۵۶ھ لکھتے ہیں۔

والمعنى ولكن الله يصطفى ويختار من رسله من يشاء فيطلعه على الغيب۔  
**ترجمہ:** ولكن الله يجتبي كما معنى ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے پھر اسے غیب پر مطلع فرماتا ہے۔

(تفسیر الفتوحات الاکبر ج ۱ ص ۳۴۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں۔

يشكل على هذا ان الله تعالى قد يطلع على الغيب بعض اهل الكشف ذوى الانفس القدسية لان ذلك بطريق الوراثه لا استقلالاً وهم يقولون ان المختص بالرسول عليهم السلام۔  
**ترجمہ:** یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ کبھی اللہ تعالیٰ نفوس قدسیہ میں سے بعض اہل کشف کو بھی غیب پر مطلع فرماتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ بطور وراثت ہے یعنی انبیاء علیہم السلام کے واسطے سے اور انبیاء السلام کو بلا واسطہ غیب پر مطلع فرماتا ہے۔  
 (تفسیر روح المعانی ج ۳ ص ۱۳۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ناصر الدین عبد اللہ بن عمر البیضاوی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں۔

من خفيات الامور او من امور الدين والاحكام۔  
**ترجمہ:** یعنی امور خفیہ کا علم یا امور دینیہ اور احکام کا علم۔

(انوار التنزیل ج ۱ ص ۳۸۰ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

علامہ الفاضل الکامل الشیخ اسمعیل حتی خفی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں۔

(وعلمك) بالوحي من الغيب و خفيات الامور (عالم تكن تعلم) ذلك الى وقت التعليم۔  
**ترجمہ:** اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی کے ذریعہ غیب کا اور پوشیدہ باتوں کا وہ علم جو آپ نہ جانتے تھے عطا فرما دیا اور نہ جانتا اللہ تعالیٰ



تفسیر کبیر میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

فاما معرفة ذلك على سبيل الاعلام من الغيب فهو من خواص الانبياء۔

**ترجمہ:** لیکن ان باتوں کا بطریق غیب پر مطلع ہونے کے جان لینا یہ انبیاء کرام کی خصوصیت ہے۔

(التفسیر الکبیر ج ۹ ص ۱۱۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

تفسیر جلالین میں ہے۔ المعنى لكن الله يجتبي ان يصطفى من رسله من يشاء فيطلع على الغيب۔

**ترجمہ:** معنی یہ ہیں کہ اللہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے پس ان کو غیب پر مطلع کرتا ہے۔

وما كان الله ليطلعكم على الغيب فتعرفوا المناق قبل التميز لكن الله يجتبي يختار من يشاء فيطلع على غيبه كما اطلع النبي عليه السلام على حال المنافقين۔

**ترجمہ:** خدا تعالیٰ تم کو غیب پر مطلع نہیں کرے گا تا کہ فرق کرنے سے پہلے منافقوں کو جان لو۔ لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے چھانٹ لیتا ہے تو اس کو اپنے غیب پر مطلع فرماتا ہے جیسا کہ نبی علیہ السلام کو منافقین کے حال پر مطلع فرمایا۔

(تفسیر جلالین ص ۹۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت القاہرہ)

روح البیان میں ہے۔ فان غيب الخلاق والاحوال لا ينكشف بلا واسطة الرسول۔

**ترجمہ:** کیونکہ حقیقتوں اور حالات کے غیب نہیں ظاہر ہوتے بغیر رسول علیہ السلام کے واسطے سے۔

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۱۶۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس آیت کریمہ اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ خدا کا خاص علم غیب پیغمبر پر ظاہر ہوتا ہے بعض مفسرین نے جو فرمایا کہ بعض غیب اس سے مراد ہے علم الہی کے مقابلہ میں بعض اور کل ماکان و مایکون بھی خدا کے علم پر بعض ہے۔

وعلمك مالم تكن تعلم و كان فضل الله عليك عظيما۔

**ترجمہ:** اور تم کو سکھادیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

(سورہ النساء آیت نمبر ۱۱۳)

ای من الاحکام والغیب۔

**ترجمہ:** یعنی احکام اور علم غیب۔

(تفسیر جلالین ص ۹۷)

تفسیر خازن میں ہے۔

انزل الله عليك الكتاب والحكمة واطلعت على اسرارهما وواقفك على حقائقهما۔

**ترجمہ:** اللہ نے آپ پر قرآن اتارا اور حکمت اتاری اور آپ کو ان کے بھیدوں پر مطلع فرمایا اور ان کی حقیقتوں پر واقف کیا۔

(الباب التأويل في معاني التنزيل المعروف بتفسير خازن ج ۱ ص ۲۰۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

حاشیہ.....☆

کے تعلیم فرمانے کے وقت تھا۔ (جب تعلیم فرمادیا تو سب کچھ جان گئے)

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۲۸۲ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

امام حسین بن مسعود بنی متونی ۱۵۱ھ لکھتے ہیں۔

(و علمك مالم تكن تعلم) من الاحکام وقيل من علم الغیب۔

**ترجمہ:** (اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ سب علم عطا کر دیا جو آپ نہیں جانتے تھے) یعنی احکام میں سب اور علم غیب میں سے۔

(تفسیر معالم التنزيل ج ۱ ص ۹۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

مدارک میں ہے۔

یعنی من احکام الشرع وامور الدین وقیل علمک من علم الغیب مالم تکن تعلم وقیل معناه علمک من خفیات الامور واطلعت علی ضمانر القلوب وعلمک من احوال المنافقین وکیدهم۔

**ترجمہ:** یعنی شریعت کے احکام اور دین کی باتیں سکھائیں اور کہا گیا ہے کہ آپ کو علم غیب میں وہ وہ باتیں سکھائیں جو آپ نہ جانتے تھے اور کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کو چھپی چیزیں سکھائیں اور دلوں کے راز پر مطلع فرمایا اور منافقین کے کبر و فریب آپ کو بتادیئے۔

من امور الدین والشرائع او من خفیات الامور وضمانر القلوب۔

**ترجمہ:** دین اور شریعت کے امور سکھائے اور چھپی ہوئی باتیں دلوں کے راز بتائے۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۲۸۲ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسہ پشاور)

تفسیر حسینی بحر الحقائق سے اسی آیت کے ماتحت نقل فرماتے ہیں۔

آن علم ما کان وما یکون هست کہ حق سبحانہ در شب اسرا بدار حضرت عطا فرمود۔ چنانچہ در حدیث معراج هست کہ من در ذیہر عرش بودم قطره در خلق من ریختندہ فعلمت ما کان وما یکون۔

**ترجمہ:** یہ ما کان وما یکون کا علم ہے کہ حق تعالیٰ نے شب معراج میں حضور علیہ السلام کو عطا فرمایا۔ چنانچہ معراج شریف کی حدیث میں ہے کہ ہم عرش کے نیچے تھے ایک قطرہ ہمارے خلق میں ڈالائیں ہم نے سارے گزشتہ اور آئندہ کے واقعات معلوم کر لئے۔

(تفسیر قادری اردو ترجمہ حسینی ج ۱ ص ۱۹۲ مطبوعہ)

جامع البیان میں ہے

قبل نزول ذالک من خفیات الامور۔

**ترجمہ:** یعنی آپ کو وہ سب باتیں بتادیں جو قرآن کے نزول سے پہلے آپ نہ جانتے تھے۔

(تفسیر طبری ج ۵ ص ۲۷۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو تمام آئندہ اور گزشتہ واقعات کی خبر دے دی گئی۔ کلمہ ما عربی زبان میں عموم کے لئے ہوتا ہے تو آیت سے یہ معلوم ہوا کہ شریعت کے احکام دنیا کے سارے واقعات لوگوں کے ایمانی حالات وغیرہ جو کچھ بھی آپ کے علم میں نہ تھا سب ہی بتادیا اس میں یہ قید لگانا کہ اس سے مراد صرف احکام ہیں اپنی طرف سے قید ہے جو قرآن و حدیث اور امت کے عقیدے کے خلاف ہے۔ جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔

ما فرطنا فی الكتاب من شئی۔

**ترجمہ:** ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھانہ رکھا۔

(سورہ الانعام آیت نمبر ۳۸)

ان القرآن مشتمل علی جمیع الاحوال۔

**ترجمہ:** قرآن کریم تمام حالات پر شامل ہے۔

(الباب التاویل فی معانی التزیل المعروف تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

تفسیر انوار التزیل میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

یعنی اللوح المحفوظ فانه مشتمل علی ما بحری فی العالم من جلیل ودقیق لم یھمل فیہ امر حیوان ولا جماد۔

**ترجمہ:** کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے کیونکہ یہ لوح محفوظ ان باتوں پر مشتمل ہے جو عالم میں ہوتا ہے ہر ظاہر اور باریک اس میں کسی حیوان اور جہاد کا معاملہ چھوڑا نہ گیا۔

تفسیر عرائس البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

ای ما فرطنا فی الكتاب ذکر احد من الخلق لکن لا یبصر ذکرہ فی الكتاب الا المویدون بانوار المعرفة۔  
**ترجمہ:** یعنی اس کتاب میں مخلوقات میں سے کسی کا ذکر نہ چھوڑا ہے لیکن اس ذکر کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ مگر وہ جن کی معرفت کے انوار سے تائید کی گئی ہو۔

امام شعرانی طبقات کبریٰ میں فرماتے ہیں۔ ماخوذ از وخال السنان ص ۵۵۔

لو فتح الله عن قلوبکم اقفال السدد لا طلعت علی ما فی القرآن من العلوم واستعینتم عن النظر فی سواہ فان فیہ جمیع ما رقم فی صفحات الوجود قال الله تعالیٰ ما فرطنا فی الكتاب من شیء۔  
**ترجمہ:** اگر خدا تعالیٰ تمہارے دلوں کے بند قفل کھول دے تو تم ان علموں پر مطلع ہو جاؤ جو قرآن میں ہیں اور تم قرآن کے سوا دوسرے چیزوں سے بے پرواہ ہو جاؤ۔ کیونکہ قرآن میں تمام وہ چیزیں ہیں جو وجود کے صفحوں میں لکھی ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ ما فرطنا فی الكتاب من شیء۔

اس آیت اور ان تفسیروں سے معلوم ہوا کہ کتاب میں دنیا و آخرت کے سارے حالات موجود ہیں اب کتاب سے مراد یا تو قرآن ہے یا لوح محفوظ۔ اور قرآن بھی حضور علیہ السلام کے علم میں ہے اور لوح محفوظ بھی جیسا کہ آئندہ آوے گا۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ تمام دنیا و آخرت کے حالات حضور علیہ السلام کے علم میں ہوئے۔ کیونکہ سارے علوم قرآن اور لوح محفوظ ہیں۔ اور قرآن و لوح محفوظ حضور کے علم میں۔  
ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔  
**ترجمہ:** اور نہیں ہے کوئی تر اور خشک جو روشن کتاب میں نہ لکھا ہو۔

(پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۵۹)

روح البیان میں ہے۔

هو اللوح المحفوظ فقد ضبط الله فیہ جمیع المقدورات الکوئیة لقوائد ترجع الی العباد یعرفها العلماء بالله۔  
**ترجمہ:** وہ لوح محفوظ ہے کہ اللہ نے اس میں ساری ہو سکنے والی چیزیں جمع فرمادیں ان فائدہ دہنی وجہوں سے جو بندوں کی طرف لوٹنے ہیں۔ ان کو علمائے ربانی جانتے ہیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۵۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

(تفسیر کبیریہ ہی آیت) وفائدة هذا الكتاب امور احدها انه تعالیٰ کتب هذه الاحوال فی اللوح المحفوظ لتقف الملائكة علی نفاذ علم الله فی المعلومات فیکون ذلک عبرة تامة حاملة للملائكة الموکلبین باللوح المحفوظ لانهم یقابلون به ما یحدث فی صحيفة هذا العالم فیجدونه موافقاً له۔  
**ترجمہ:** اس لکھنے میں چند فائدے ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان حالات کو لوح محفوظ میں اس لئے لکھا تھا تا کہ ملائکہ خبردار ہو جائیں ان معلومات میں علم الہی جاری ہونے پر پس یہ بات ان فرشتوں کے لئے پوری پوری عبرت بن جائے جو لوح محفوظ پر مقرر ہیں کیونکہ وہ فرشتے ان واقعات کا اس تحریر سے مقابلہ کرتے ہیں جو عالم میں سننے ہوتے رہتے ہیں تو اس کو لوح محفوظ کے موافق پاتے ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۱۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

(تفسير خازن یہی آیت) والثانی ان المراد بالكتاب المبين هو اللوح المحفوظ لان الله كتب فيه علم ما يكون وما قد كان قبل ان يخلق السموات والارض وفائدة احصاء الاشياء كلها في هذا الكتاب لتقف الملكة على انفاذ علمه۔

**ترجمہ:** دوسری توجیہ یہ ہے کہ کتاب مبین سے مراد لوح محفوظ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں جو کچھ ہوگا اور جو کچھ آسمان وزمین کی پیدائش سے پہلے ہو چکا سب کا علم لکھ دیا، ان تمام چیزوں کے لکھنے سے اس کتاب میں فائدہ یہ ہے کہ فرشتے اس کے علم کے جاری کرنے پر واقف ہو جائیں۔

(الباب الاول فی معانی المتزیل المعروف بتفسیر خازن ج ۲ ص ۱۱۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(تفسیر مدارک یہی آیت) هو علم الله او اللوح۔

**ترجمہ:** وہ کتاب یا تو علم الہی ہے یا لوح محفوظ۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۳۶۳ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسہ پشاور)

تفسیر تنویر المقتیاس میں تفسیر ابن عباس میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

کل ذلك في اللوح المحفوظ مبين مقدارها وقتها۔

**ترجمہ:** یہ تمام چیزیں لوح محفوظ میں ہیں کہ ان کی مقدار اور ان کا وقت بیان کر دیا گیا ہے۔

(تفسیر تنویر المقتیاس میں تفسیر ابن عباس ص ۱۳۲ مطبوعہ المکتبۃ حقانیہ پشاور)

اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ لوح محفوظ میں ہر شے کی برائے و برائی و اعلیٰ چیز ہے اور لوح محفوظ کو فرشتے اور اللہ کے خاص بندے جانتے ہیں اور علم مصطفیٰ علیہ السلام ان سب کو محیط ہے لہذا یہ تمام علوم علم مصطفیٰ علیہ السلام کے دریا کے قطرے ہیں۔

نزلنا عليك الكتاب تبیاناً لكل شیء۔

**ترجمہ:** اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۶ آیت نمبر ۸۹)

تفسیر حسین یہی آیت نزلنا فرستادیم عليك الكتاب بر تو قرآن تبیاناً لكل شیء بیان روشن بوائے ہمہ چیز از امور دین و دنیا تفصیل واجمال۔

**ترجمہ:** ہم نے آپ پر یہ کتاب قرآن دین و دنیا کی ہر چیز کا روشن بیان بنا کر بھیجی تفصیلی واجمالی۔ (پارہ ۱۳ سورہ ۱۶ آیت نمبر ۸۹)

(تفسیر روح البیان یہی آیت) بتعلق بامور الدین من ذالك احوال الامم وانبیاء ہم۔

**ترجمہ:** اس کے بیان کے لئے جو دینی چیزوں سے تعلق رکھتی ہوں اور اس میں سے امتوں اور ان کے پیغمبروں کے حالات ہیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۵ ص ۸۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

(تفسیر اتقان یہی آیت) قال المجاهد يوماً ما من شیء فی العالم الا هو فی کتاب الله فقیل له فابین ذکر الخانات فقال فی قوله ليس عليكم جناح ان تدخلوا بيوتاً غير مسكونة فيها مناع لكم۔

**ترجمہ:** حضرت مجاہد نے ایک دن فرمایا کہ عالم میں کوئی شے ایسی نہیں جو قرآن میں نہ ہو تو ان سے کہا گیا کہ سرایوں کا ذکر کہاں ہے انہوں نے فرمایا کہ اس آیت میں ہے کہ تم پر گناہ نہیں کہ تم ان گھروں میں داخل ہو جس میں کوئی رہتا نہ ہو اور تمہارا وہاں سامان نہ ہو۔

(الاتقان ج ۲ ص ۱۶۰ مطبوعہ مصطفیٰ آبادی مصر)

ان آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم میں ہر برائی و اعلیٰ چیز ہے اور قرآن رب تعالیٰ نے محبوب علیہ السلام کو سکھایا۔ حمن علم لقرآن یہ تمام چیزیں علم مصطفیٰ علیہ السلام میں آئیں۔

و تفصیل الکتاب لاریب فیہ۔

**ترجمہ:** اور لوح محفوظ میں جو کچھ لکھا ہے قرآن سب کی تفصیل ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں۔

(پارہ ۱۱ سورہ ۱۰ آیت نمبر ۳۷)

(جلالین یہ ہی آیت) تفصیل الکتاب تبیین ما کتب اللہ تعالیٰ من الاحکام وغیرہا۔

**ترجمہ:** یہ تفصیلی کتاب ہے اس میں وہ احکام اور ان کے سوا دوسری چیزیں بیان کی جاتی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیں۔

(تفسیر جلالین ص ۲۷۲ مطبوعہ دارالحدیث القاہرہ مصر)

(جمل یہ ہی آیت) ای فی اللوح المحفوظ۔

**ترجمہ:** یعنی لوح محفوظ میں تفصیل ہے۔

(روح البیان یہ ہی آیت) ای و تفصیل ما حقق و اثبت من الحقائق والشرائع و فی التاویلات النجمیة ای تفصیل الجملة التي هي المقدر المكتوب فی الكتب الذي لا يتطرق اليه المحو والالابات لانه ازلی ابدی۔

**ترجمہ:** یعنی یہ قرآن ان شرعی اور حقیقت کی چیزوں کی تفصیل ہے جو ثابت کی جا چکی ہیں اور تاویلات تجمیہ میں ہے کہ اس تمام کی تفصیل ہے جو تقدیر میں آچکی ہیں اور اس کتاب میں لکھی جا چکی ہیں جس میں رد و بدل نہیں ہوتا کیونکہ وہ کتاب ازلی و ابدی ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۴ ص ۶۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس آیت و تفسیر سے ثابت ہوا کہ قرآن کریم میں احکام شرعیہ اور تمام علوم موجود ہیں۔ اس آیت سے پتہ لگا کہ قرآن میں سارے لوح محفوظ کی تفصیل ہے اور لوح محفوظ میں سارے علوم ہیں۔ ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ اور قرآن حضور علیہ السلام کے علم میں ہے۔ الرحمن علم القرآن لہذا سارا لوح محفوظ حضور علیہ السلام کے علم میں ہے کیونکہ قرآن لوح محفوظ کی تفصیل ہے۔

ما کان حدیثاً یفتی ولکن تصدیق الذی بین یدیه و تفصیل کل شیء۔

**ترجمہ:** یہ کوئی بناوٹ کی بات نہیں اپنے سے اگلی کلاموں کی تصدیق ہے اور ہر چیز کا مفصل بیان۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۱۱۱)

(تفسیر خازن یہ ہی آیت) یعنی ان هذا القرآن المنزل عليك یا محمد تفصیل کل شئی تحتاج الیہ

من الحلال والحرام والحدود والاحکام والقصص والمواعظ والامثال وغیر ذلك مما یحتاج الیہ العباد فی امر دینہم ودنیائہم۔

**ترجمہ:** یعنی اس قرآن میں جو آپ پر اتارا گیا۔ اے محمد ﷺ ہر اس چیز کی تفصیل ہے جس کی آپ کو ضرورت ہو حلال اور حرام سزائیں اور احکام اور قصے اور نصیحتیں اور مثالیں ان کے علاوہ اور وہ چیزیں جن کے بندوں کو اپنے دینی و دنیاوی معاملات میں ضرورت پڑتی ہے۔

(باب التاویل فی معانی المتزیل المعروف تفسیر خازن ج ۲ ص ۶۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

تفسیر حسینی میں ہے۔

و تفصیل کل شئی و بیان ہمہ چیزہا کہ محتاج باشد در دین و دنیا۔

ما من شئی فی العالم الا هو فی کتاب اللہ تعالیٰ۔

**ترجمہ:** یعنی اس قرآن میں ہر اس چیز کا بیان ہے جس کی دین و دنیا میں ضرورت ہو۔ (کتاب الامجاز لابن سراقہ میں ہے، عالم میں

کوئی چیز ایسی نہیں جو قرآن میں نہ ہو۔

الرحمن 0 علم القرآن 0 خلق الانسان 0 علمه البيان 0

**ترجمہ:** رحمان نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا ماکان وما یکون اس کو سکھایا۔ اللہ نے انسان کو محمد ﷺ پیدا فرمایا اور ان کو بیان یعنی ساری اگلی پچھلی باتوں کا بیان سکھادیا۔

(پارہ ۳ سورہ ۵۵ آیت نمبر ۱۳)

تفسیر خازن یہی آیت۔

قيل اراد بالانسان محمداً ﷺ علمه البيان يعني بيان ما كان وما يكون لانه عليه السلام نبى ء عن خبر الاولين والآخرين وعن يوم الدين۔

**ترجمہ:** کہا گیا ہے کہ انسان سے مراد محمد ﷺ ہیں کہ ان کو اگلے پچھلے امور کا بیان سکھادیا گیا کیونکہ حضور علیہ السلام کو اگلوں اور پچھلوں کی اور قیامت کے دن کی خبر دے دی گئی۔

(الباب التأويل في معاني التنزيل المعروف بتفسير خازن ج ۳ ص ۲۰۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

روح البیان یہی آیت۔

وعلم نبينا عليه السلام القرآن واسرار الالهية كما قال وعلمك ما لم تكن تعلم۔  
**ترجمہ:** یعنی ہمارے نبی علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے قرآن اور اپنی ربوبیت کے مجید سکھادیئے جیسا کہ خود رب تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کو سکھادیں وہ باتیں جو آپ نہ جانتے تھے۔

(تفسیر روح البیان ج ۹ ص ۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حاشیہ.....☆

امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۱۵۱ھ لکھتے ہیں۔

وقال ابن كيسان (خلق الانسان) يعني محمد ﷺ (وعلمه البيان) يعني بيان ما كان وما يكون لانه كان بين عن الاولين والآخرين وعن يوم الدين۔

**ترجمہ:** ابن کيسان فرماتے ہیں! اس آیت کریمہ میں انسان سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں اور بیان سے مراد جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے کیونکہ حضور نبی ﷺ اولین و آخرین اور یوم حشر کی خبر دیتے ہیں۔

(تفسیر عالم التنزيل ج ۳ ص ۲۶۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

علامہ احمد بن محمد صادی مالکی متوفی ۱۲۲۳ھ لکھتے ہیں۔

وقيل هو محمد ﷺ لانه الانسان الكامل والمراد بالبيان علم ما كان وما يكون وما هو كائن۔  
**ترجمہ:** اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد حضور ﷺ کی ذات گرامی ہے کیونکہ وہی انسان کامل ہیں اور بیان سے مراد ہے ہر اس واقعے کا علم جو ہو چکا ہے اور اور جو ہوگا اور (قیامت تک) ہونے والا ہے۔

(الصادی علی الجلالین ج ۳ ص ۱۵۳ مطبوعہ القاہرہ مصر)

امام ابی القریب عبد الرحمن بن ابی حریز متوفی ۹۰ھ لکھتے ہیں۔

انه محمد ﷺ علمه البيان ما كان وما يكون وقاله ابن كيسان۔

**ترجمہ:** انسان سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں اور بیان سے مراد ہے جو کچھ پہلے ہو چکا ہے اور جو آئندہ ہونے والا ہے اور یہ ابن کيسان کا قول ہے۔

(زاد المسیر ج ۸ ص ۱۰۶ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت)

(تفسير مدارك یہی آیت) الانسان ای الجنس او ادم او محمداً علیہ السلام۔

**ترجمہ:** انسان سے مراد جنس انسانی ہے یا آدم علیہ السلام یا حضور علیہ السلام۔

(تفسیر مدارک ج ۲ ص ۲۶۵ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والنہ پشاور)

(معالم التنزیل یہی آیت) وقیل الانسان ههنا محمد علیہ السلام وبیانه علمك مالک تمكن تعلم۔

**ترجمہ:** کہا گیا ہے کہ اس آیت میں انسان سے مراد حضور علیہ السلام ہیں اور بیان سے مراد ہے کہ آپ کو وہ تمام باتیں سکھائیں جو نہ جانتے تھے۔

(تفسیر معالم التنزیل ج ۳ ص ۲۶۷ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

تفسیر حسینی یہی آیت یا وجود محمد را بیا موزا نید دے۔

**ترجمہ:** یا مراد ہے کہ پیدا فرمایا حضور علیہ السلام کی ذات کو اور سکھایا ان کو جو ہو چکا ہے یا ہوگا۔

ان آیتوں اور تفاسیر سے معلوم ہوا کہ قرآن میں سب کچھ ہے اور اس کا سارا علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیا گیا۔

ما انت بنعمة ربك بمجنون۔

**ترجمہ:** تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں۔

(پارہ ۲۹ سورہ ۶۸ آیت نمبر ۲)

تفسیر روح البیان یہی آیت۔

ای لیس بمستور علما کان فی الازل وما سیکون الی الابد لان الجن هو الستریل انت عالم بما کان وخبیر بما سیکون۔

**ترجمہ:** یعنی آپ سے وہ باتیں چھپی ہوئی نہیں ہیں جو ازل میں تھیں اور وہ جوابدہ تک ہوگی۔ کیونکہ جن کے معنی ہیں چھپنا بلکہ آپ اس کو جانتے ہیں جو ہو چکا اور خبردار ہیں اس سے جو ہوگا۔

(تفسیر روح البیان ج ۹ ص ۳۳۰-۳۳۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس آیت و تفسیر سے علم غیب کلی ثابت ہوا۔

ولئن سالتهم ليقولن انما كنا نخوض و نلعب۔

**ترجمہ:** اور اے محبوب اگر تم ان سے پوچھو گے تو کہیں گے کہ ہم تو بویں ہی ہنسی کھیل میں تھے۔

(پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۶۵)

.....☆ حاشیہ.....

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

عن ابن عباس ایضاً وابن کیسان الانسان هاهنا يراد به محمد ﷺ والبيان بيان الحلال من الحرام والهدى من الضلال وقيل ما كان وما يكون لانه بين عن الاولين والآخرين ويوم الدين۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن کیسان فرماتے ہیں کہ یہاں انسان سے مراد تاجدار کائنات ﷺ کی ذات گرامی ہے اور بیان سے مراد حلال و حرام اور ہدایت و گمراہی کو جدا کرنے والا بیان ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ہے جو کچھ ہو چکا اور جو آئندہ ہوگا کیونکہ حضور ﷺ اولین آخرین اور یوم حشر کی خبر دیتے ہیں۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۷ ص ۱۵۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

(تفسير درمنثور طبری یہی آیت) عن مجاهد انه قال في قوله تعالى ولئن سألتهم ليقولن انما كنا المنافقين يحدثنا محمد ان ناقة فلان بواد كذا وكذا وما يدريه بالغيب۔

**ترجمہ:** حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اس آیت کے نزول کے بارے میں ولئن سألتهم کہ ایک منافق نے کہا تھا کہ محمد (ﷺ) خبر دیتے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی فلاں جنگل میں ہے ان کو غیب کی کیا خبر۔

(الدر المنثور فی التفسیر المأثور سورۃ توبہ آیت نمبر ۶۵ ج ۳ ص ۳۵۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ..... ☆

امام مجاہد بن جبر طبری المتوفی ۱۰۴ھ لکھتے ہیں۔

انا عبد الرحمن انا ابراهيم نا ورقاء عن ابن ابي نجيع عن مجاهد ولئن سألتهم ليقولن انما كنا نخوض ونلعب قال قال رجل من المنافقين يحدثنا محمد ان ناقة فلان بوادي كذا وكذا في يوم كذا وكذا وما يدريه ما الغيب۔

**ترجمہ:** امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اس آیت ولئن سألتهم ليقولن کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ایک منافق نے کہا محمد (ﷺ) ہمیں یہ حدیث سناتے ہیں کہ فلاں شخص کی اونٹنی فلاں وادی میں فلاں فلاں دن ہے یہ غیب کو کیا جانیں۔

(تفسیر مجاہد تحت سورۃ التوبہ آیت نمبر ۶۶ ج ۱ ص ۲۸۳ مطبوعہ المكتورات العلمیہ بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری المتوفی ۳۲۰ھ امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کرتے ہیں۔

انه قال في قوله تعالى ولئن سألتهم ليقولن انما كنا نخوض ونلعب قال رجل من المنافقين يحدثنا محمد ان ناقة فلان بوادي كذا وكذا وما يدريه بالغيب۔

ترجمہ:..... انہوں نے فرمایا کہ قول ”ولئن سألتهم“ الخ کی تفسیر میں کہ منافقین میں سے ایک شخص نے کہا کہ محمد (ﷺ) ہم سے بیان کرتے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی فلاں فلاں وادی میں ہے بھلا وہ غیب کی باتیں کیا جانیں۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری سورۃ توبہ آیت نمبر ۶۵ ج ۱ ص ۱۹۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام یوسف بن اسماعیل مہمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اخرج البيهقي وابونعيم عن موسى بن عقبة وعروة ان النبي ﷺ قدم من غزوة بني المصطلق فلما كان قرب المدينة حاجت ريح تكاد تدفن الراكب فقال رسول الله ﷺ بعثت هذه الريح لموت منافق فلما قدمنا المدينة اذا هو قد مات عظيم من عظماء المنافقين اى وهو رفاعه بن زيد بن ثابت وسكنت الريح آخر النهار فجمع الناس ظهرهم وفقدت راحلة رسول الله ﷺ من بين الابل فسعى لها الرجال يلتمسونها فقال رجل من المنافقين فى مجلس من الانصار ان محمداً ليحدثنا بما هو اعظم من شان الناقة الا لا يحدثه الله بمكان راحلته ثم قام المنافق وتركهم فعمد لرسول الله ﷺ يستمع الحديث فوجد الله قد حدثه حديثه فقال رسول الله ﷺ والمنافق يسمع ان رجلا من المنافقين شمت ان ضلت ناقة رسول الله ﷺ وقال افلا يحدثه الله بمكان ناقتة وان الله اخبرني بمكانها ولا يعلم الغيب الا الله هي في الشعب المقابل لكم وقد تعلق زمامها بشجرة فعمدوا اليها فجاءوا بها واقبل المنافق سرعاً حتى اتى النفر الذين قالوا عندهم ما قال فاذا هم جلوس مكانهم لم يقم احد منهم فقال انشدكم بالله هل اتى احد منكم محمداً فاخبره بالذي قلت قالوا اللهم لا ولا قمنا من مجلسنا هذا بعد قال فاني وجدت عنده حديثي وان كنت لفي شك من شانه فاشهد انه رسول الله۔ ووقع نحو ذلك في غزوة تبوك۔



☆..... حاشیہ

ترجمہ: حضرت موسیٰ بن عقبہ اور عروہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ غزوہ بنی معطلق سے لوٹے تو مدینہ شریف کے قریب سخت آنڈھی آئی قریب تھا کہ سارا لشکر ریت میں دب کر دفن ہو جاتا۔ حضور ﷺ نے اس مقام پر فرمایا: یہ آنڈھی ایک منافق کی موت کے لئے بھیجی گئی ہے چنانچہ جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو منافقین کا ایک سردار مرچکا تھا اس منافق کا نام رفاعہ بن زید بن تابوت تھا۔ شام کے وقت یہ آنڈھی تھی تو لوگوں نے اپنی ساریوں کو اکٹھا کیا ان میں سے نبی اکرم ﷺ کی اونٹنی گم ہو چکی تھی جس کی وجہ سے لوگوں میں اس کے تلاش کے لئے بھاگ دوڑ پڑ گئی۔ ایک منافق نے انصار کی مجلس میں کہا محمد (ﷺ) تو ہمیں بڑے بڑے واقعات کی خبریں دیتے ہیں اب اللہ انہیں ان کی اونٹنی کے بارے میں کیوں نہیں بتاتا؟ پھر وہ منافق اٹھ کھڑا ہوا اور نبی کریم ﷺ کے پاس گیا تاکہ آپ ﷺ کی گفتگو سے تو اس نے دیکھا کہ اللہ نے اس کی یہ بات نبی اکرم ﷺ کو بتادی ہے۔ اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا: جبکہ وہ منافق سن رہا تھا کہ ایک منافق شخص نے یہ ہرزہ سرائی کی ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی گم ہو گئی ہے اللہ آپ ﷺ کو کیوں نہیں بتلا دیتا کہ وہ اونٹنی اس وقت کہاں ہے؟ سن لو! اللہ نے مجھے آگاہ فرمادیا ہے کہ وہ اس وقت کہاں ہے؟ اور اس میں کوئی شہ نہیں کہ کوئی بالذات غیب کی بات نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے سن لو! وہ اونٹنی سامنے کی گھائی میں ہے اور اس کی مہار ایک درخت میں اٹکی ہوئی ہے۔ یہ سن کر لوگ اس اونٹنی کے پاس گئے اور اسے پکڑ کر لے آئے۔ وہ منافق بھاگتا ہوا ان لوگوں کے پاس آیا جن کی موجودگی میں اس نے وہ بات کہی تھی وہ لوگ ابھی اسی جگہ بیٹھے تھے اور ان میں سے کوئی بھی اٹھ کر نہ گیا تھا۔ اس نے کہا: میں تمہیں قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کیا تم میں سے کوئی ابھی تک اس مجلس سے اٹھا نہیں وہ کہنے لگا میری بات جا کر نہیں بتائی ہے۔ انہوں نے کہا: نہیں ہم میں سے کوئی ابھی تک اس مجلس سے اٹھا نہیں وہ کہنے لگا میری بات تو محمد ﷺ بیان فرما رہے تھے بخدا میں اب تک محمد ﷺ کے امر نبوت میں شک کرتا تھا۔ میں اب گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة امام بیہقی باب حبوب الریح الی دلت رسول اللہ علی موت عظیم من عظماء المنافقین ج ۳ ص ۵۹-۶۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (تیمم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۱۹۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامة الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ج ۲ ص ۲۰۷ مطبوعہ دارالعرفہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ باب ما وقع فی غزوۃ بنی المعطلق من الآیات والخصائص ج ۱ ص ۳۹۱-۳۹۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الہدی والرشاد ذکر اخبارہ ﷺ بحوت کبیر من المنافقین ج ۳ ص ۳۵۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة ج ۱ ص ۳۶۸-۳۶۹ مطبوعہ خیام القرآن پہلی کیشت لاہور)، (الدرر فی اختصار المغازی والسیر لابن عبد البر ص ۲۴۰-۲۴۱ مطبوعہ دارالمعارف القاہرہ مصر)

امام عبد الملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

ان قائلًا قال یزعم محمد انه یتاہی خبر السماء ولا یدری ابن ناقته واللہ ما اعلم الا ما علمنی اللہ وقد ولنی اللہ علیہا فہی فی هذا الشعب قد حبستها شجرة بزمائها فذهب رجال من المسلمین فوجدوها حیث قال رسول اللہ ﷺ وکما وصف۔

**ترجمہ:** ایک کہنے والا کہتا ہے کہ محمد (ﷺ) یہ گمان کرتے ہیں کہ آسمان سے ان کے پاس وحی آتی ہے مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے قسم بخدا! میں وہی جانتا ہوں جو اللہ تعالیٰ مجھے سکھاتا ہے۔ اب اس نے مجھے اس اونٹنی کے متعلق بتا دیا ہے وہ اس گھائی میں ہے اس کی ٹیکل ایک درخت کے ساتھ الجھی ہوئی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس گھائی میں گئے انہوں نے وہی اونٹنی کو پایا جہاں حضور ﷺ نے فرمایا اور بالکل اسی حالت میں پایا جس

اس آیت اور تفسیر سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے غیب کا انکار کرنا منافقین کا کام تھا۔ جس کو قرآن نے کفر قرار دیا۔

.....☆ حاشیہ.....

طرح حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا۔

(السیرۃ النبویہ المعروفہ بمرت ابن ہشام ج ۳ ص ۶۰ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصمہانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

ذكر ابن قتيبة في اعلام النبى ﷺ قال اعلام نبوته ان ناقة له ضلت فاقبل يسأل الناس عنها قال المنافقون هذا محمد يخبركم عن خبر السماء وهو لا يدري اين ناقته فحمد الله واثنى عليه وحكى قولهم ثم قال وانى لا اعلم الا ما علمنى ربى وقد اخبرنى انها فى وادى كذا متعلق بزماتها بشجرة فبادر الناس فوجدوها كذلك۔

(دلائل النبوة للإسمهاني ص ۱۳۷ رقم الحديث ۱۴۸ مطبوعہ دار طيبة الرياض)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ ان رجلا قال كذا وكذا وانى والله لا اعلم الا ما علمنى الله هى فى الوادى قد حبستها شجرة بزماتها فذهبوا فوجدوها۔

(الاصابة في تمييز الصحابة زيد بن اسيت ج ۲ ص ۶۱۹ رقم ۲۹۳۳ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب المروزی متوفی ۴۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال رسول الله ان منافقا يقول ليس محمد يزعم انه نبي و يخبركم بخبر السماء ولا يدري اين ناقته والله لا اعلم الا ما علمنى ربى وقد اعلمنى انها فى الوادى فى شعب كذا كذا حبستها شجرة بزماتها فبادر الناس فوجدوها كذلك۔

(اعلام النبوة ص ۱۵۹ مطبوعہ دار الكتاب العربی بیروت)

محمد بن ابی بکر الدمشقی اشہر بابن قیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں۔

فقال زيد بن اللصيت وكان منافقا ليس يزعم انه نبي ويخبركم عن خبر السماء وهو لا يدري اين ناقته فقال رسول الله ان رجلا يقول وذكر مقالته وانى والله اعلم الا ما علمنى الله وقد دلنى الله عليها وهى فى الوادى فى شعب كذا وكذا قد حبستها الشجرة بزماتها وهى فانطلقوا حتى تاتونى بها فذهبوا فاتوه۔

(زاد المعاد في هدي خير العباد فضل في غزوة تبوك ج ۳ ص ۵۳۲ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۴۴ھ روایت کرتے ہیں۔

قال حين ضلت ناقة رسول الله يزعم محمد انه ياتيه خبر السماء وهو لا يدري اين ناقته فقال رسول الله والله لا اعلم الا ما علمنى الله وقد دلنى الله عليها فهى فى هذا الشعب قد حبستها شجرة بزماتها فذهب رجال من المسلمين فوجدوها۔

(البدایة والنہایة ج ۳ ص ۲۴۰ مطبوعہ مکتبة المعارف بیروت)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

واخرج البيهقي وابونعيم من طريق ابن اسحاق عن عاصم بن عمر بن قتادة قال اخبرنى رجال

فلا يظهر على غيبه احد الا من ارتضى من رسول۔  
**ترجمہ:** تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

(پارہ ۲۹ سورہ ۷۲ آیت نمبر ۲۶)

تفسیر کبیر یہی آیت

ای وقت وقوع القیمۃ من الغیب الذی لا یمظہرہ اللہ لاحد فان قیل فاذا احملتم ذلك على القیمۃ: فكيف قال الا من ارتضى من رسول مع انه لا یمظہر هذا الغیب لاحد قلنا بل یمظہرہ عند قریب القیمۃ۔  
**ترجمہ:** یعنی قیامت کے آنے کا وقت ان نبیوں میں سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ کسی پر ظاہر نہیں فرماتا پس اگر کہا جاوے کہ جب تم نے اس غیب کو قیامت پر محمول کر لیا تو اب رب تعالیٰ نے یہ کیسے فرمایا مگر پسندیدہ رسولوں کو حالانکہ یہ غیب تو کسی پر بھی ظاہر نہیں کیا جاتا تو ہم کہیں گے کہ رب تعالیٰ قیامت کے قریب ظاہر فرماوے گا۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۷۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر عزیزی ص ۱۷۳۔ آنچه به نسبت همه مخلوقات عائب است غائب مطلق است مثل وقت آمدن قیامت و احکام تکوینیہ و سرعہ باری تعالیٰ در هر روز و هر شریعت و مثل حقائق ذات و صفات او تعالیٰ علی سبیل التفصیل این قسم را غیب خاص او تعالیٰ نیز می نامند فلا یمظہرہ علی غیبہ احدا پس مطلع نمی گد۔ هر غیب خاص خود میچکس را مگر کسی را کہ پسند می کنند و آن کس رسول باشد خواہ از جنس ملک و خواہ از جنس بشر مثل حضرت محمد علیہ السلام اور اظهار بعض از عیوب خاصہ خود می فرماند۔

**ترجمہ:** جو چیز تمام مخلوقات سے غائب ہو وہ غائب مطلق ہے جیسے قیامت کے آنے کا وقت اور روزانہ اور ہر چیز کے پیدائشی اور شرعی احکام اور جیسے پروردگار کی ذات و صفات بر طریق تفصیل اس قسم کو رب تعالیٰ کا خاص غیب کہتے ہیں پس اپنے خاص غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ اس کے سوا جس کو پسند فرماوے اور وہ رسول ہوتے ہیں خواہ فرشتے کی جنس سے ہوں یا انسان کی جنس سے جیسے حضرت محمد مصطفیٰ علیہ السلام ان کو اپنے بعض خاص غیب ظاہر فرماتا ہے۔

حاشیہ.....☆

من قومی یعنی الانصار ان ناقتہ رسول اللہ اضلت یوم تبوک فقال رجل من المنافقین کان معروفاً نفاقہ الیس محمد یزعم انه نبی ویخبرکم خیر السماء ولا یدری این ناقتہ فقال رسول اللہ او عنده عمارۃ بن حزن ان رجلاً قال هذا محمد یخبرکم انه نبی ویخبرکم بامر السماء وهو لا یدری این ناقتہ وانی واللہ ما اعلم الا ما علمنی اللہ وقد دلنی اللہ علیہا ہی بالوادی من شعب کذا قد حبستہا الشجرۃ بزما مها فانطلقوا فجاؤا بها فرجع عمارۃ الی رحلہ فحدثہم عما قال رسول اللہ ان خیر الرجل فقال رجل کان فی رحل عمارۃ انما قال المنافق واللہ هذه المقالة قبل ان تاتی۔

**ترجمہ:** نبی اور ابو نعیم عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے انصار کے کچھ لوگوں نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ کی اونٹنی تبوک کی جنگ میں گم ہو گئی تو ایک منافق نے جس کا نفاق مشہور و معروف تھا کہا کیا محمد ﷺ نبوت کے مدعی نہیں؟ وہ تمہیں آسمان کی خبریں دیتے ہیں حالانکہ انہیں پتہ نہیں کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے؟ یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا (عمارہ بن حزن بھی اس وقت وہاں موجود تھا) کہ ایک شخص نے کہا کہ محمد ﷺ تمہیں بتاتے ہیں کہ وہ نبی ہیں اور تمہیں آسمان کی خبریں دیتے ہیں حالانکہ انہیں معلوم نہیں کہ خود ان کی اپنی اونٹنی کہاں ہے

(تفسیر خازن یہی آیت) الا من یصطفیہ لربالہ ونبوتہ فیظہرہ علی من یشاء من الغیب حتی یتدل علی نبوتہ بما یشیر بہ من المعنیات فیکون ذلک معجزۃ لہ۔

**ترجمہ:** سو اس کے جس کو اپنی نبوت اور رسالت کے لئے جن لیا پس ظاہر فرماتا ہے۔ جس پر چاہتا ہے غیب تا کہ ان کی نبوت پر دلیل پکڑی جاوے ان غیب چیزوں سے جس کی وہ خبر دیتے ہیں پس یہ ان کا معجزہ ہوتا ہے۔

(الباب الاول فی معانی الشریل المعروف تفسیر خازن ج ۳ ص ۳۱۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

(روح البیان یہی آیت) قال ابن الشیخ انہ تعالی لا یطلع علی الغیب الذی یختص بہ تعالی علمہ الا لمرتضی الذی یکون رسولا وما لا یختص بہ یطلع علیہ غیر الرسول۔

**ترجمہ:** ابن شخ نے فرمایا کہ رب تعالیٰ اس غیب پر جو اس سے خاص ہے کسی کو مطلع نہیں فرماتا سوائے برگزیدہ رسول کے اور جو غیب کہ رب سے خاص نہیں اس پر غیر رسول کو بھی مطلع فرمادیتا ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۲۳۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ خدائے قدوس کا خاص علم غیب حتیٰ کہ قیامت کا علم بھی حضور علیہ السلام کو عطا فرمایا گیا اب کیا شے ہے جو علم مصطفیٰ علیہ السلام سے باقی رہ گئی۔

فاوحی الی عبدہ ما اوحی۔

**ترجمہ:** اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

(پارہ ۲۷ سورہ ۵۳ آیت نمبر ۱۰)

مدارج النبوۃ جلد اول وصل رویت الہی میں ہے۔

فاوحی الایۃ بتمام علوم ومعارف وحقائق و بشارات و اشارات اخبار و آثار و کرامات و کمالات در احیطہ این ابہام داخل است کہ مبہم آورد و بیان نہ کرد اشارات بآنکہ جز علم علام الغیوب و رسول محبوب بہ آن محیط نتواند شد مگر آن چہ آن حضرت بیان کردہ۔

**ترجمہ:** معراج میں رب نے حضور علیہ السلام پر جو سارے علوم اور معرفت اور بشارات اور اشارے اور خبریں اور کرامتیں و کمالات وحی فرمائے وہ اس ابہام میں داخل ہیں اور سب کو شامل ہیں ان کی زیادتی اور عظمت ہی کی وجہ سے ان چیزوں کو بطور ابہام ذکر کیا بیان نہ فرمایا۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان علوم غیبیہ کو سوائے رب تعالیٰ اور محبوب علیہ السلام کے کوئی نہیں احاطہ کر سکتا۔ ہاں جس قدر حضور نے بیان فرمایا وہ معلوم ہے۔

(مدارج النبوۃ فارسی ج ۱ ص ۱۷۰ مطبوعہ نور یہ رضویہ پبلشنگ ہلال سنخ لاہور)

اس آیت اور عبارت سے معلوم ہوا کہ معراج میں حضور علیہ السلام کو وہ علوم عطا ہوئے جن کو نہ کوئی بیان کر سکتا ہے اور نہ کسی کے خیال میں آسکتے ہیں ماکان و مایکون تو صرف بیان کے لئے ہے ورنہ اس سے بھی کہیں زیادہ کی عطا ہوئی۔

حاشیہ.....☆

بخدا! میں تو وہی جانتا ہوں جو مجھے خدا بتاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتادیا ہے کہ میری اونٹنی فلاں گھاٹی میں ہے اس کی نکیل ایک درخت میں پھنسی ہوئی ہے۔ یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گئے اور اسے پکڑ کر لے آئے۔ عمارہ لوٹ کر گھر آئے اور اہل خانہ کو نبی اکرم ﷺ کی منافق کے متعلق گفتگو بیان کی تو ایک شخص نے جو کہ عمارہ کے گھر میں تھا بتایا کہ واقعی ایک منافق نے آپ کے آنے پہلے یہ بات کی تھی۔

(ج۱ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

وما هو علی الغیب بضنین۔

**ترجمہ:** اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

(پارہ ۳۰ سورہ ۸۱ آیت نمبر ۲۳)

یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب ہو۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام لوگوں کو اس سے مطلع فرمادیتے ہوں۔  
(معالم التنزیل یہی آیت) علی الغیب وخبر السماء وما اطلع علیہ من الاخبار والقصص بضنین ای ببخیل یقول انه یاتیه علم الغیب فلا یبخل بہ علیکم بل یعلمکم وبخبرکم ولا یکتہم کما یکتہم الکاهن۔  
**ترجمہ:** حضور علیہ السلام غیب پر اور آسمانی خبروں پر اور ان خبروں و قصوں پر بخیل نہیں ہیں۔ مراد یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے پاس علم غیب آتا ہے پس وہ اس میں تم پر بخل نہیں کرتے بلکہ تم سکھاتے ہیں اور تم کو خبر دیتے ہیں جیسے کہ کاہن چھپاتے ہیں ویسے نہیں چھپاتے۔

(معالم التنزیل ج ۳ ص ۲۲۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

(خازن یہی آیت) یقول انه علیہ السلام یاتیه علم الغیب فلا یبخل بہ علیکم بل یعلمکم۔ ☆

**ترجمہ:** مراد یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے پاس علم غیب آتا ہے تو تم پر اس میں بخل نہیں فرماتے۔ بلکہ تم کو سکھاتے ہیں۔

(باب التادیل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۴ ص ۳۵۷ مطبوعہ دارالمرکز بیروت)

اس آیت و عبارات سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام لوگوں کو علم غیب سکھاتے ہیں۔ اور سکھائے گا وہ ہی جو خود جانتا ہے۔  
و علمہ من لدنا علما۔

**ترجمہ:** اور ان کو اپنا علم لدنی عطا کیا یعنی حضرت خضر کو۔

(پارہ ۱۵ سورہ ۱۸ آیت نمبر ۶۵)

(بیضاوی میں یہی آیت) ای مما یختص نباہ لایعلم الا بتوفیقنا وهو علم الغیب۔

**ترجمہ:** حضرت خضر کو وہ علم سکھائے جو ہمارے ساتھ خاص ہیں بغیر ہمارے بتائے کوئی نہیں جانتا اور وہ علم غیب ہے۔

(تفسیر بیضاوی ج ۳ ص ۱۰۰ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

تفسیر ابن جریر میں سیدنا عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے۔

قال انک لن تستطیع معی صبرا کان رجلا یعلم علم الغیب قد علم ذلک۔

**ترجمہ:** حضرت خضر نے فرمایا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہ تم میرے ساتھ صبر نہ کر سکو گے وہ خضر علم غیب جانتے تھے کہ انہوں نے جان لیا۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری ج ۱۵ ص ۲۲۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

روح البیان یہی آیت۔

هو علم الغیوب والاخبار عنها باذنه تعالیٰ کما ذهب الیه ابن عباس۔

**ترجمہ:** حضرت خضر کو جو لدنی علم سکھایا گیا وہ علم غیب ہے اور اس غیب کے متعلق خبر دینا ہے خدا کے حکم سے جیسا کہ اس طرف ابن

عباس رضی اللہ عنہما گئے ہیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۵ ص ۳۲۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

(تفسیر مدارک یہی آیت) یعنی الاخبار بطریق الالہام۔

**ترجمہ:** یعنی حضرت خضر کو غیب کی خبریں دیں اور کہا گیا ہے کہ علم لدنی وہ ہوتا ہے جو بندے کو الہام کے طریقہ پر حاصل ہو۔

(تفسیر مدارک ج ۲ ص ۲۲ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنتہ پشاور)

(تفسير خازن یہی آیت) ای علم الباطن الہاماً۔

**ترجمہ:** یعنی حضرت خضر کو علم باطن الہام کے طریقہ پر عطا فرمایا۔

اس آیت و تفسیری عبارتوں سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ نے حضرت خضر کو بھی علم غیب عطا فرمایا تھا جس سے لازم آیا کہ حضور علیہ السلام کو بھی علم غیب عطا ہوا۔ کیونکہ آپ تمام مخلوق الہی سے زیادہ عالم ہیں اور حضرت خضر علیہ السلام بھی مخلوق ہیں۔  
و كذلك نرى ابراهيم ملكوت السموات والارض۔

**ترجمہ:** اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں۔ ساری بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی۔

(پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۷۵)

تفسير خازن یہی آیت۔ اقيم على صخرة و كشف له عن السموات حتى رأى العرش والكرسى وما فى السموات و كشف له عن الارض حتى نظر الى اسفل الارضين و رأى ما فيها من العجائب۔

**ترجمہ:** حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صخرہ پر کھڑا کیا گیا اور ان کے لئے آسمان کھول دیئے گئے یہاں تک کہ انہوں نے عرش و کرسی اور جو کچھ آسمانوں میں ہے دیکھ لیا اور آپ کے لئے زمین کھول دی گئی یہاں تک کہ انہوں نے زمینوں کی چٹکی زمین اور ان عجائبات کو دیکھ لیا جو زمینوں میں ہیں۔

(الباب الاول فی معانی التزیل المعروف بتفسير خازن ج ۲ ص ۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(تفسير مدارک یہی آیت) قال مجاهد فرجت له السموات السبع فنظر الى ما فيهن حتى انتهى نظره الى العرش و فرجت له الارضون السبع حتى نظر الى ما فيهن۔

**ترجمہ:** مجاہد نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کے لئے ساتوں آسمان کھول دیئے گئے پس انہوں نے دیکھ لیا۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے یہاں تک کہ ان کی نظر عرش تک پہنچ گئی اور ان کے لئے سات زمینیں کھولی گئیں کہ انہوں نے وہ چیزیں دیکھ لیں جو زمینوں میں ہیں۔

(تفسير مدارک ج ۱ ص ۳۷ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنہ پشاور)

روح البیان یہی آیت عجائب و بدائع آسمانہا و زمین ہا از در درہ عرش تا تحت الثرى بروى منكشف ساخته۔

**ترجمہ:** ابراہیم کو آسمان و زمین کی عجائبات و غرائب دکھائے اور عرش کی بلندی سے تحت الثرى تک کھول دیا۔

(تفسير روح البیان ج ۳ ص ۷۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسير ابن جریر ابن ابی حاتم میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

انه جل له الامر سره و علانيته فلم يخف عليه شئ من اعمال الخلاق۔

**ترجمہ:** حضرت ابراہیم پر کھلی و پوشیدہ تمام چیزیں کھل گئیں پس ان پر مخلوق کے اعمال میں سے کچھ بھی چھپاتہ رہا۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف بتفسير طبری ج ۲ ص ۲۳۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حاشیہ.....☆

لام ناصر الدین عبد اللہ بن عمر البھاوی متوفی ۲۸۵ھ لکھتے ہیں۔

(وما هو) وما محمد عليه الصلوة والسلام (على الغيب) على من الوحي اليه وغيره من الغيوب (بضنين) بالضاد وهو البخل ای لا يبخل بالتبليغ والتعليم۔

(تفسیر کبیر یہی آیت) ان الله شق له السموت حتى راي العرش والكرسى والى حيث ينتهى اليه فوقية العالم الجسماني وراى ما فى السموت من العجائب والبدائع وراى ما فى بطن الارض من العجائب والغرائب۔  
**ترجمہ:** اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کے لئے آسمانوں کو چیر دیا یہاں تک کہ انہوں نے عرش و کرسی اور جہاں تک جسمانی علم کی فوقیت ختم ہوتی ہے دیکھ لیا۔ اور وہ عجیب و غریب چیزیں بھی دیکھ لیں جو آسمانوں میں ہیں۔ اور وہ عجیب و غریب چیزیں بھی دیکھ لیں جو زمین کے پیٹ میں ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۳۵ مطبوعہ دارالتراث العربیہ بیروت)  
 اس آیت اور ان تفسیری عبارات سے معلوم ہوا کہ از عرش تا تحت العرش حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دکھائے گئے اور مخلوق کے اعمال کے بھی ان کو خبر دی گئی اور حضور علیہ السلام کا علم ان سے کہیں زیادہ ہے تو ماننا پڑے گا کہ حضور علیہ السلام کو بھی یہ علوم عطا ہوئے۔  
 خیال رہے کہ عرش کے علم میں لوح محفوظ بھی آگئی اور لوح محفوظ میں کیا لکھا ہے اس کو ہم پہلے بیان کر چکے۔ لہذا امان کا نام و مایکون کا علم تو ان کو بھی حاصل ہوا اور علم ابراہیمی اور علم حضرت آدم علیہ السلام حضور علیہ السلام کے علم کے دریا کا قطرہ ہے۔  
 یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا

لا ياتيكم طعام ترزقانه الا نباتكمما بتاويله۔ ☆

(پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۳۷)

☆ ..... حاشیہ .....  
 ترجمہ: ..... اور محمد ﷺ وحی اور اس کے علاوہ غیب کی تبلیغ اور تعلیم میں بخل نہیں فرماتے۔  
 (ضمین) ضاد کے ساتھ ہے اور اس میں بخل کا معنی پایا جاتا ہے۔

(انوار التریل ج ۳ ص ۳۸۹ مطبوعہ مکتبۃ البابي مصر)

☆ امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں۔

والمعنى انه لا ياتيكم طعام ترزقانه الا اخبر تكما اى طعام هو واى لون هو وكم هو وكيف يكون عاقبته اى اذا اكله الانسان فهو يفيد الصحة او السقم وفيه وجه آخر قيل كان الملك اذا اراد قتل الانسان صنع له طعام فارسله اليه فقال يوسف لا ياتيكم طعام الا اخبر تكما ان فيه سما ام لا هذا هو المراد من قوله (لا ياتيكم طعام ترزقانه الا نباتكمما بتاويله) وحاصله راجع الى انه ادعى الاخبار عن الغيب وهو يجرى مجرى قول عيسى عليه السلام وانبئكم بما تاكلون وما تدرخرون۔

**ترجمہ:** اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ کھانا جو تمہیں دیا جاتا ہے تمہارے پاس ابھی آنے بھی نہیں پائے گا کہ میں تمہیں اس کے بارے میں خبر دے دوں گا کہ وہ کیا ہے کس رنگ کا ہے کتنا ہے اور اس کا انجام کیا ہوگا یعنی جب کوئی انسان اسے کھائے گا تو آیا وہ اس کی صحت کو فائدہ دے گا یا نقصان پہنچائے گا اس میں دوسرا قول یہ ہے کہ بادشاہ جب کسی شخص کو قتل کرنا چاہتا تو اس کے لئے کھانا تیار کروا کر بھیجتا حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے پاس وہ کھانا ابھی آنے کا بھی نہیں کہ میں تمہیں بتا دوں گا کہ اس میں زہر ہے یا نہیں مذکورہ آیت سے یہی مراد ہے اور حاصل کلام یہ ہے کہ آپ علیہ السلام نے غیب کی خبر دینے کی بات کی تھی اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول ”اور جو کچھ تم کھا کر آئے ہو اور جو کچھ تم اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو میں تمہیں (وہ سب کچھ) بتا دیتا ہوں“ کی طرح ہے۔

(التفسیر الکبیر ج ۱۸ ص ۱۳۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس کی تفسیر روح البیان و کبیر و خازن میں ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ میں تمہیں کھانے کے گزشتہ و آئندہ کے سارے حالات بتا سکتا ہوں کہ غلہ کہاں سے آیا اور اب کہاں جائے گا تفسیر کبیر نے تو فرمایا کہ یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ یہ کھانا نفع دے گا یا نقصان۔ یہ چیزیں وہ ہی بتا سکتا ہے جو ہر ذرہ کی خبر رکھتا ہو پھر فرماتے ہیں۔

ذلکما معا علمنی ربی۔

**ترجمہ:** یہ علم تو میرے علوم کا بعض حصہ ہے۔

(پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۳۷)

اب بتاؤ کہ حضور علیہ السلام کا علم کتنا ہوگا۔ علم یوسفی تو علم مصطفیٰ کے سمندر کا قطرہ ہے اور عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

وانبئکم بماتنا کلون وما تدخرون فی بیوتکم۔

**ترجمہ:** میں تمہیں بتا سکتا ہوں جو کچھ تم اپنے گھروں میں کھاتے اور جو کچھ جمع کرتے ہو۔

(پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۳۹)

حاشیہ.....☆

امام علی بن محمد الخازن متوفی ۵۷۵ھ لکھتے ہیں۔

انه عليه السلام اراد ان يبين لهما درجة في العلم اعلى واعظم مما اعتقدا فيه وذلك انهما طلبا منه علم التعبير ولا شك ان هذا العلم مبني على الظن والتخمين فاراد ان يعلمهما انه يمكنه الاخبار عن المغيبات على سبيل القطع واليقين وذلك مما يعجز الخلق عنه و اذا قدر على الاخبار عن المغيبات كان اقدر على تعبير الرؤيا بطريق الاولى انما عدل عن تعبير رؤياهما الى اظهار المعجزة لانه علم ان احدهما سيصلب فاراد ان يدخله في الاسلام ويخلصه من الكفر ودخول النار۔

ترجمہ: حضرت یوسف علیہ السلام ان کے سامنے اس درجہ علم سے بلند درجہ کو بیان کرنا چاہتے تھے جس کا انہیں آپ کی نسبت اعتقاد تھا کیونکہ انہوں نے آپ سے علم تعبیر کا مطالبہ کیا تھا اور اس میں شک نہیں یہ علم ظن اور اندازے پر مبنی ہے سو آپ نے چاہا کہ انہیں اس بات سے آگاہ کیا جائے کہ آپ غیب کی قطعی اور یقینی خبر دینے کی استطاعت بھی رکھتے ہیں تو خوابوں کی تعبیر بطریق اولیٰ بیان کر سکتے ہیں آپ دیکھو کھانا گھر میں کھایا اور رکھا گیا۔ جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام موجود نہیں تھے اور اس کی خبر آپ باہر دے رہے ہیں یہ ہے علم غیب۔ نے اظہار معجزہ کی خاطر ان کی خوابوں کی تعبیر بتانے سے وقتی طور پر اقرار فرمایا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ ایک کوسولی چڑھا دیا جائے گا

سو آپ نے کفر اور آگ سے چھٹکارا دلا کر اسے اسلام میں داخل کرنا چاہا۔

(باب التاویل فی معانی التشریل المعروف تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام علی بن محمد الخازن متوفی ۵۷۵ھ اس کے بعد لکھتے ہیں۔

(الانباتکم بتاویلہ) یعنی اخبرتکم بقدرہ ولونه والوقت الذی یصل الیکما فیہ قبل ان یاتیکما

یعنی قبل ان یصل الیکما و ای طعام اکلتم و کم اکلتم ومتی اکلتم۔

**ترجمہ:** یعنی میں تمہیں اس کی مقدار اس کا رنگ اور پہنچنے کا وقت کھانا پہنچنے سے قبل ہی بتا دوں گا اور یہ کہ کونسا کھانا تم نے کب اور کتنا کھایا ہے تمہیں اس کی بھی خبر دوں گا۔

(باب التاویل فی معانی التشریل المعروف تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)



## حاشیہ.....☆

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

وآیتنا عیسیٰ ابن مریم الیینات ای الآیات التي وضعت علی یدیہ من احياء الموتی وخلقہ من الطین کھینۃ الطیر ثم ینفخ فیہ فیكون طیرا باذن اللہ وابرأء الاسقام والخبر بکثیر من الغیوب مما یدخرون فی بیوتہم۔

**ترجمہ:** آیات سے مراد وہ معجزات ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دست اقدس سے ظہور پذیر ہوتے تھے۔ آپ علیہ السلام مردوں کو زندہ کر دیتے تھے وہ مٹی سے پرندے کی شکل بناتے پھر اس پر پھونک مارتے تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا مرلیض کو شفا یاب فرمادیتے تھے وہ لوگ جو کچھ اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے تھے آپ اس کے متعلق انہیں بتا دیتے بہت سے علوم غیبیہ کا اظہار فرماتے۔  
(السرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۷۷ مطبوعہ دار النجیل بیروت)

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عبدالرزاق قال نا معمر عن قتادة وانبئکم بما تاکلون و ما تدخرون فی بیوتکم قال انبئکم بما تاکلون من المائدة و ما تدخرون منها قال وکان اخذ علیہم فی المائدة حین نزلت ان یا کلوا ولا یدخروا فادخروا و خانوا فاجعلوا خنازیر حین ادخروا فذلک قولہ تعالیٰ فمن یکفر بعد منکم فانی اعدہ عذابا لا اعدہ احد من العلمین۔

**ترجمہ:** قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ ”وانبئکم الخ.....“ کے تحت فرمایا میں تمہیں خبر دیتا ہوں ان چیزوں کا جو تم کھائے ہو اور جو تم درختوں میں بچاتے ہو۔

(تفسیر عبدالرزاق ج ۱ ص ۱۲۱-۱۲۲ مطبوعہ مکتبۃ الرشید لریاض)

امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں۔

فی هذه الایة قولان (احدهما) انه علیہ الصلوۃ والسلام کان من اول مرة ینخر عن الغیوب روی السدی انه کان یلعب مع الصبیان ثم ینخرہم بافعال آبائہم وامہاتم وکان ینخر الصبی بان املک قد خبات لك کذا فیرجع الصبی الی اصلہ ویسکی الی ان یاخذ فذلک الشی ثم قالوا للصبیانہم لا تلعبوا مع هذا الساحر وجمعوہم فی بیت فجاء عیسیٰ علیہ السلام یطلبہم فقالوا لیسوا فی البیت فقال فمن فی هذا البیت قالوا خنازیر قال عیسیٰ علیہ السلام کذلک یكونون فاذاہم خنازیر (والقول الثانی) ان الاخبار عن الغیوب انما ظهر وقت نزول المائدة وذلک لان القوم نہوا عن الادخار فکانوا ینخزونون و یدخرون فکان عیسیٰ علیہ السلام ینخرہم بذلک۔

**ترجمہ:** اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں پہلا یہ کہ آپ نے پہلی مرتبہ شیعوں کی خبر اس وقت دی سدی نے روایت کیا ہے کہ آپ بچوں کے ساتھ کھیلتے پھر انہیں ان کے والدین کے افعال کی خبر دے دیتے آپ بچے کو خبر دیتے کہ اس کی ماں نے فلاں شے اس کے لیے فلاں جگہ چھپا کر رکھی ہے۔ بچہ گھر لوٹ آتا اور رو رو کر وہ شے حاصل کر لیتا۔ ان لوگوں نے بچوں سے کہا کہ وہ اس جادوگر کے ساتھ نہ کھیلا کریں۔ انہوں نے تمام بچوں کو ایک مکان میں جمع کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے بچوں کے بارے میں دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا

يا ايها الذين امنوا لاتسئلوا عن اشياء ان تبدلکم تسوکم۔

**ترجمہ:** اے ایمان والو! کسی باتیں ہمارے محبوب سے نہ پوچھو کہ اگر تم پر ظاہر کر دی جاویں تو تمہیں ناگوار ہوں۔

(پارہ ۷ سورہ ۵ آیت نمبر ۱۰۱)

بخاری شریف میں سیدنا عبد اللہ ابن عباس سے روایت کی:

عن ابن عباس قال کان قوم یساء لون رسول الله ﷺ استهزاء فيقول الرجل من ابى ويقول الرجل  
تصل ناقته اين ناقتي فانزل الله فيهم هذه الاية يا ايها الذين امنوا لاتسئلوا عن اشياء۔۔۔۔۔

(صحیح البخاری کتاب التفسیر ج ۲ ص ۲۶۵ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حاشیہ..... ☆

کہ وہ اس مکان میں نہیں ہیں۔ آپ نے پوچھا تو پھر اس مکان میں کیا ہے؟ انہوں نے کہا خزیر ہیں۔ آپ نے فرمایا ایسا ہی ہوگا۔ دیکھا تو وہ بچے خزیر بن یسے تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کا مجزہ اخبار غیب بوقت نزول مائدہ ظاہر ہوا۔ وہ ایسے کہ آپ کی قوم کو (مائدہ) کے جمع کرنے اور ذخیرہ کرنے سے منع کیا گیا تھا اس کے باوجود وہ لوگ جمع کر لیتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہیں اس کی خبر دے دیتے۔

(التفسیر الکبیر ج ۸ ص ۵۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام علی بن محمد الحازن متوفی ۷۱۵ھ لکھتے ہیں۔

ان شکم یعنی واخبرکم (بما تاكلون) ای معالم اعاینه (وما تدخرون فی بیوتکم) ای وما ترفعونه  
فتخبونه فی بیوتکم لتاكلوه فیما بعد ذلك قبل وکان عیسیٰ علیہ السلام یخبر الرجل بما اکل البارحة و  
بما یاکل الیوم و بما یدخره للعشاء۔

ترجمہ: اور میں تمہیں بتاتا ہوں جو کچھ تم کھا کر آئے ہو یعنی اس شے کے بارے میں بتاتا ہوں جسے میں نے دیکھا بھی نہیں اور جو کچھ تم اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو یعنی جو کچھ تم آئندہ کل کے لئے اٹھا کر جمع کرتے ہو کہا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی شخص نے جو گزشتہ کل کھایا تھا اور جو آج کھائے گا اور جو رات کے کھانے کے لئے جمع کرے گا سب کی خبر دے دیتے تھے۔

(الباب الاول فی معانی التزیل المعروف تفسیر خازن ج ۱ ص ۲۳۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں۔

ای اخبرکم بما اکل احدکم الان وما هو مدخر له فی بیتہ لغد۔

**ترجمہ:** میں تمہیں اس شے کی خبر دیتا ہوں جو تم میں سے کسی نے ابھی ابھی کھائی ہے اور اس شے کی بھی جو آئندہ کل کے لئے ذخیرہ کی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام کبیر محدث شہیر حافظ حدیث ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اعنہانی متوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

اگر کہا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام غیب کی خبر دیا کرتے تھے اور وہ کچھ بتا دیتے جو لوگ گھروں میں کھا کر آتے اور جو کچھ گھر میں چھوڑ کر آتے تھے تو نبی کریم ﷺ نے اس سے بھی کہیں عجب تر خبریں دی ہیں۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو یہی بتلاتے تھے کہ لوگ گھر کی دیوار کے پیچھے کیا کھاتے اور کیا چھوڑ کر آتے ہیں مگر نبی کریم ﷺ تو ایک ماہ یا اس سے بھی زائدہ مسافت پر واقع ہونے والے حوادث سے آگاہی دے دیتے تھے جیسے آپ نے نجاشی کے وصال اور غزوہ موتہ میں زید جعفر اور عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی اطلاع دی

☆..... حسانہ بیگ

بسا اوقات آپ کے پاس کوئی شخص کچھ پوچھنے آتا تو آپ فرماتے اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتلا دوں کہ تم کیا سوال کرنا چاہتے ہو۔ وغیرہ ذالک۔  
(دلائل النبوۃ لابن تیمیہ ص ۵۵۱-۵۵۲ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ آیت کریمہ لا تسئلوا عن اشیاء الخ کا شان نزول بیان فرماتے ہیں۔

قال رجل يا نبي الله من ابى قال ابوك فلان ونزلت هذه الآية يا ايها الذين امنوا لا تسالوا عن اشياء ان تبدلکم تسؤکم (الایۃ)۔

**ترجمہ:** ایک شخص نے کہا اے اللہ کے نبی میرا باپ کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا تیرا باپ فلاں ہے اور پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اے ایمان والو ایسی باتیں مت پوچھا کرو کہ اگر تمہارے آگے بیان کر دی جائیں تو تمہیں برا لگے۔

(صحیح البخاری کتاب الاعتصام ج ۲ ص ۸۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

جب معاندین حق کی گستاخیاں حد سے بڑھ گئیں اور ان کی طرف سے اٹھائے گئے سوالات کا سلسلہ طویل پکڑ گیا تو حضور ﷺ کے رخ انور پر ناراضگی اور برہمی کے آثار نمودار ہوئے روایات میں ہے کہ آپ ﷺ جلال میں آکر منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور یہ اعلان فرمایا جس کا ذکر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت میں بایں الفاظ کیا گیا ہے:

سئل النبی ﷺ عن اشياء کرهها فلما اكثر عليه غضب ثم قال للناس سلوني عما شئتم فقال رجل من ابى يا رسول الله قال ابوك فلان ونزلت هذه الآية يا ايها الذين امنوا لا تسالوا عن اشياء ان تبدلکم تسؤکم (الایۃ)۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ سے کچھ چیزوں کے بارے میں پوچھا گیا جنہیں آپ ﷺ نے ناپسند فرمایا۔ جب سوالات کا سلسلہ طوالت اختیار کر گیا تو آپ ﷺ ناراض ہو گئے پھر لوگوں سے فرمایا تم مجھ سے جس شے کے بارے میں چاہو سوال کرو ایک شخص نے کہا میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تیرا باپ فلاں ہے پھر دوسرا شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تیرا باپ شیبہ کا غلام سالم ہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے چہرے نور پر ناراضگی کی کیفیت دیکھی تو کہا یا رسول اللہ! ہم اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب العلم ج ۱ ص ۱۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (المحرر خازن المعروف بمسند المزاج ج ۸ ص ۱۳۶ رقم الحدیث ۳۶۵ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)، (مسند ابی یعلیٰ ج ۱ ص ۲۸۸-۲۸۹ رقم الحدیث ۳۰۳) مسلم شریف فی الفہائل باب تو قیر ﷺ ج ۳ ص ۱۸۳-۱۸۴ رقم الحدیث ۲۳۶۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا:

ان رسول الله ﷺ خرج حين زاغت الشمس فصلى الظهر فقام على المنبر فذكر الساعة وذكر ان فيها امور عظما ثم قال من احب ان يسال عن شيء الا اخبرتكم مادمت في مقامى هذا فاكثروا الناس في البكاء واكثر ان يقول سلوني فقام عبد الله بن حذافه السهمي فقال من ابى قال ابوك فلان ونزلت هذه الآية يا ايها الذين امنوا لا تسالوا عن اشياء ان تبدلکم تسؤکم (الایۃ)۔

(صحیح البخاری کتاب مواقیف الصلوٰۃ ج ۱ ص ۷۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

## حاشیہ.....☆

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وروی معمر عن وھب بن عبد اللہ عن ابی الطفیل قال شہدت علیاً یخطب وھو یقول سلونی فواللہ لا تسالونی عن شیء الا اخبرتکم وسلونی عن کتاب اللہ فواللہ ما من آیۃ الا وانا اعلم ابلیل نزلت ام بنھار ام فی سھل ام فی جبل۔

(الاستیعاب ذکر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۷۰۷ رقم ۱۸۵۵ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قال سلونی عما شئتم۔

(الاستیعاب ذکر عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۸۸۹ رقم ۱۵۰۸ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ان رسول اللہ ﷺ خرج فقام عبد اللہ بن حذافۃ ثم اکثر ان یقول سلونی فبرک عمر علی وکتبہ فقال رضینا باللہ ربنا وبالاسلام دیننا وبمحمد ﷺ نبینا ثلاثا فسکت۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ (منبر پر) تشریف لائے اور خطبہ دیا عبد اللہ بن حذافہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا؟ میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے۔ پھر آپ ﷺ بار بار فرمانے لگے مجھ سے پوچھو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوڑا نو بیٹھ کر عرض کی ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر رضی ہوئے آپ نے یہ کلمات تین مرتبہ ہر اے پھر حضور ﷺ نے سکوت اختیار فرمایا۔ (صحیح البخاری کتاب العلم ج ۱ ص ۲۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ان النبی ﷺ خرج حین زاعت الشمس فصلی الظهر فلما سلم قام علی المنبر فذكر الساعة وذكر ان بین یدیہا امورا عظما ثم قال من احب ان یسال عن شیء فلیسال عنہ فواللہ لا تسالونی عن شیء الا اخبرتکم به ما دمت فی مقامی هذا قال انس فاكثر الناس البكاء واكثر رسول اللہ ﷺ ان یقول سلونی قال انس فقام الیہ رجل فقال ابن مدخلی یا رسول اللہ قال النار فقام عبد اللہ بن حذافۃ فقال من ابی یا رسول اللہ؟ قال ابوک حذافۃ ثم اکثر ان یقول سلونی سلونی قال فبرک عمر علی وکتبہ فقال رضینا باللہ ربنا وبالاسلام دیننا وبمحمد رسولنا قال فسکت رسول اللہ ﷺ حین قال عمر ذلك۔

(صحیح البخاری کتاب الاعتصام ج ۲ ص ۱۰۸۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

فواللہ لا تسالونی عن شیء الا اخبرتکم به ما دمت فی مقامی هذا۔

(الاصالب فی ترمیم الحادیہ ذکر عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۵۷ رقم ۳۶۲۵ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصمعیانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

قال من احب ان یسالنی عن شیء فلیسالنی عنہ فواللہ لا تسالونی عن شیء الا اخبرتکم به ما دمت فی مقامی هذا۔ (دلائل النبوة للإمام عیسیٰ بن عیسیٰ ج ۸ ص ۸۷ رقم ۶۶ مطبوعہ دار لطیفہ الریاض)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ان الناس سالوا نبی اللہ ﷺ حتی احقوه بالمسئلة فخرج ذات یوم فصعد المنبر فقال سلونی لا

**ترجمہ:-** مخالفین سے ان دلائل کے جواب کچھ نہیں بنتے صرف یہ کہہ دیتے ہیں کہ جن آیات میں کل شئی کا ذکر ہوا یا فرمایا گیا مالم تکن تعلم (پارہ ۵ سورہ ۳ آیت نمبر ۱۱۳) ان میں مراد شریعت کے احکام ہیں نہ کہ اور چیزیں اس کے لئے چند دلائل لاتے ہیں۔  
 (۱) کل شئی غیر متناہی (بے انتہا) اور غیر متناہی چیزوں کا علم خدا کے سوا کسی کو ہوتا منطقی قاعدے سے بالکل باطل ہے دلیل تسلسل سے۔  
 (۲) بہت سے مفسرین نے بھی کل شئی کے معنے کئے ہیں من امور الدین یعنی دین کے احکام جیسے جلالین وغیرہ۔  
 (۳) قرآن پاک میں بہت جگہ کل شئی فرمایا گیا ہے مگر اس سے بعض چیزیں مراد ہیں جیسے واو بیت من کل شئی (پارہ ۱۹ سورہ ۲۷ آیت نمبر ۲۳) بلقیس کو کل شئی دی گئی۔ حالانکہ بلقیس کو بعض چیزیں ہی دی گئی تھیں۔  
 مگر یہ دلائل نہیں صرف غلط فہمی ہے اور دھوکا۔ ان کے جوابات یہ ہیں۔  
 عربی زبان میں کلمہ کل اور کلمہ ماعوم کے لئے آتے ہیں اور قرآن کا ایک ایک کلمہ قطعی ہے اس میں کوئی قید لگانا محض اپنے قیاس سے جائز نہیں۔ قرآن پاک کے عام کلمات کو حدیث احادیث سے بھی خاص نہیں بنا سکتے۔ چہ جائیکہ محض اپنی رائے سے۔

### حاشیہ.....☆

تسئلونعین شیئ الا بینتہ لکم فلما سمع ذلک القوم ارموا وورهبوا ان یسالوہ ان یکون بین یدی امر قد حضر قال انس فجعلت التفت یمینا وشمالا فاذا کل رجل لاف راسہ فی ثوبہ یمکی فانشا رجل من المسجد کان یلاحی فیدعی لغير ابيه فقال یانبی اللہ من ابی قال ابوک حذافہ ثم انشا عمر الخطاب فقال رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد رسولا عانذا باللہ من سوء الفتن فقال رسول اللہ ﷺ لم ار کالیوم قط فی الخیر والشر انی صورت لی الجنة والنار فیرایتها دون هذا الحائط۔  
 (صحیح مسلم کتاب الفصائل ج ۲ ص ۲۶۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔  
 فقال سلونی فواللہ لاتسالونی الیوم عن شی ما دمت فی مقامی هذا الا حدثکم به فقام رجل فقال من ابی یارسول اللہ فقال ابوک حذافہ۔  
 (تفسیر عبدالرزاق ج ۱ ص ۱۹۵ مطبوعہ مکتبۃ الرشید الریاض)

امام احمد بن عمرو بن الضحاک ابو بکر الشیبانی متوفی ۲۸۸ھ لکھتے ہیں۔  
 لا تسالونی عن شی الا اخبرتکم به فقام عبداللہ بن حذافہ فقال یارسول اللہ من ابی فقال ابوک حذافہ۔  
 (الا حادوث الثانی ومن ذکر عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۱۱۵ رقم الحدیث ۸۱۸ مطبوعہ دار الریاض)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال لاتسالونی عن شی الا بینتہ لکم۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ نے فرمایا تم مجھ سے جس چیز کے متعلق سوال کرو گے میں تمہیں اس چیز کے متعلق بیان کروں گا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۷۷ رقم الحدیث ۱۲۸۳۳ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبیہ مصر)

امام ابو عبداللہ محمد بن عبدالواحد حنبل المتقدسی متوفی ۲۴۳ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال سلونی فواللہ لا تسالونی عن شی الا ابیتکم به فقام رجل فقال یارسول اللہ من ابی قال ابوک حذافہ۔  
 (الا حادوث الثانی ج ۲ ص ۲۱۶ رقم الحدیث ۲۲۲۹ مطبوعہ مکتبۃ المنصفۃ الحدیثہ مکہ مکرمہ)

(۱) کل شیء غیر متناهی نہیں۔ بلکہ متناہی ہیں۔ تفسیر کبیر زیر آیت واحصی کل شئی عدداً (پارہ ۲۹ سورہ ۲۷ آیت نمبر ۲۸) ہے۔ قلنا لاشک ان احصاء العدد انما یکون فی المتناهی فاما لفظة کل شئی فانها لا تدل علی کونه غیر متناہ لان الشئی عندنا ۵ الموجودات والموجودات متناہیة فی العدد۔  
**ترجمہ:** اس میں شک نہیں کہ عدد سے شمار کرنا متناہی چیز میں ہو سکتا ہے لیکن لفظ کل شئی اس شئی کے غیر متناہی ہونے پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ ہمارے نزدیک شئی موجودات ہی ہیں اور موجود چیزیں متناہی میں شمار ہیں۔

تفسیر روح البیان میں اسی آیت واحصی کل شئی (پارہ ۲۹ سورہ ۲۷ آیت نمبر ۲۸) کے ماتحت فرمایا:  
وهذه الایة مما يستدل به علی ان المعدوم لیس بشئی لانه لو کان شیئاً لکان الایة متناہیة وکونه احصی عددها یقتضی کونها متناہیة لان احصاء العدد انما یکون فی المتناهی۔  
**ترجمہ:** اس آیت سے اس پر بڑی دلیل پکڑی جاتی ہے کہ معدوم (غیر موجود) شئی نہیں ہے کیونکہ اگر وہ بھی شئی ہوتی تو چیزیں غیر متناہی (بے انتہاء) ہو جاتیں۔ اور چیزوں کا شمار میں آنا چاہتا ہے کہ چیزیں متناہی ہوں کیونکہ عدد سے شمار متناہی ہو سکتی ہے۔

(۲) اگر بہت سے مفسرین نے کل شئی سے صرف شریعت کے احکام مراد لئے ہیں تو بہت سے مفسرین نے کلی علم غیب بھی مراد لیا ہے اور جبکہ بعض دلائل نفی کے ہوں۔ اور بعض ثبوت کے۔ تو ثبوت والوں کو ہی اختیار کیا جاتا ہے۔

نور الانوار بحث تعارض میں ہے۔ والمثبت اولی من النافی ثابت کرنے والے دلائل نفی کرنے والے سے زیادہ بہتر ہیں۔ تو جن تفسیروں کے حوالہ ہم پیش کر چکے ہیں۔ چونکہ ان میں زیادہ کا ثبوت ہے لہذا وہ ہی قابل قبول ہیں۔ نیز کل شئی کی تفسیر خود احادیث اور علمائے امت کے اقوال سے ہم بیان کریں گے کہ کوئی ذرہ کوئی قطرہ ایسا نہیں جو حضور علیہ السلام کے علم میں نہ آگیا ہو اور ہم مقدمہ کتاب میں لکھ چکے ہیں کہ تفسیر قرآن بالجہد ثبوت اور تفسیروں سے بہتر ہے لہذا حدیث ہی کی تفسیر مانی جاوے گی۔

نیز مفسرین نے امور دین سے تفسیر کی انہوں نے بھی دوسری چیزوں کی نفی تو نہ کی۔ لہذا تم نفی کہاں سے نکالتے ہو؟ کسی چیز کے ذکر نہ کرنے سے اس کی نفی کیسے ہوگی۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ تفکیم الحری یعنی تمہارے پڑے تم کو گری سے بچاتے ہیں۔ تو کیا پڑے سردی سے نہیں بچاتے؟ مگر ایک چیز کا ذکر نہ فرمایا۔ نیز دین تو سب ہی کو شامل ہے۔ عالم کی کون سے چیز ایسی ہے۔ جس پر دین کے احکام حرام حلال وغیرہ جاری نہیں ہوتے تو ان کا یہ فرمانا کہ نہ ہی علم مکمل کر دیا سب کو شامل ہے۔

(۳) بلیس وغیرہ کے قصہ میں جو کل شئی آیا ہے۔ وہاں قرینہ موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کل شئی سے اسطاعت کے کاروبار کی چیزیں ہیں۔ اس لئے وہاں گویا مجازی معنی مراد لئے گئے یہاں کونسا قرینہ ہے جس کی وجہ سے کل شئی کے حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنی مراد لئے جاویں خیال رہے۔ کہ قرآن کریم نے ہد ہد کا قول نقل فرمایا کہ اس نے کہا اوتیت من کل شئی بلیس کو ہر چیز دی گئی خود رب نے یہ خبر نہ دی۔ ہد ہد سمجھا کہ بلیس کو دنیا کی تمام چیزیں مل گئیں۔ مگر مصطفیٰ علیہ السلام کے لئے خود رب تعالیٰ نے فرمایا۔ تبیاناً لکل شئی ہد ہد غلطی کر سکتا ہے رب کا کلام غلط نہیں ہو سکتا اس نے تو یہ بھی کہا ولھا عرش عظیم کیا تخت بلیس عرش عظیم تھا۔ بلکہ قرآن کی اور آیتیں تو بتا رہی ہیں کہ کل شئی سے مراد یہاں عالم کی تمام چیزیں ہیں۔ فرماتا ہے۔ ولا دطب ولا یابس الا فی کتاب مبین کوئی خشک و تر چیز ایسی نہیں جو لوح محفوظ یا قرآن کریم میں نہ ہو پھر آنے والی احادیث اور علماء اور محدثین کے قول بھی اسی کی تائید کرتے ہیں کہ عالم کی ہر چیز کا حضور علیہ السلام کو علم دیا گیا۔ ہم حاضر و ناظر کی بحث میں انشاء اللہ بتائیں گے کہ تمام عالم ملک الموت کے سامنے ایسا ہے۔ جیسا ایک طشت۔ اور ابلیس آن کی آن میں تمام زمین کا چکر لگا لیتا ہے۔ اور یہ دیوبندی بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ساری مخلوقات سے زیادہ

حضور علیہ السلام کا علم ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کو بھی ان چیزوں کا علم ہو۔ حضرت آدم اور کاتب تقدیر فرشتہ کا علم ہم علوم خمسہ کی بحث میں بتائیں گے جس سے معلوم ہوگا کہ سارے علوم خمسہ ان کو حاصل ہوتے ہیں۔ اور حضور علیہ السلام تو ساری مخلوق سے زیادہ عالم لہذا حضور علیہ السلام کو بھی یہ علوم بلکہ اس سے زیادہ ماننا پڑیں گے۔ ہمارا مدعی ہر حال میں ثابت ہے۔ واللہ الحمد۔

## دوسری فصل ..... علم غیب کی احادیث کے بیان میں

اس فصل میں ہم نمبر وار احادیث بیان کرتے ہیں۔ پھر اسی نمبروں کی ترتیب سے تیسری فصل میں ان حدیثوں کی شرح بیان کریں گے۔  
(۱) بخاری کتاب بدء الخلق اور مشکوٰۃ جلد دوم باب بدء الخلق و ذکر الانبیاء میں حضرت فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:  
قام فینا رسول اللہ ﷺ مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اهل الجنة منازلهم و اهل النار منازلهم حفظ ذلك من حفظه ونسبه من نسبه۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام نے ایک جگہ قیام فرمایا پس ہم کو ابتداء پیدائش کی خبر دے دی۔ یہاں تک کہ جنتی لوگ اپنی منزلوں میں پہنچ گئے اور جہنمی اپنی میں جس نے یاد رکھا۔ اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔  
(صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب ما جاء فی قول الله وهو الذي يبدأ الخلق الخ ج ۱ ص ۲۵۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)۔ (صحیح مسلم کتاب القنن ج ۲ ص ۳۹۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۰۶ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)  
اس جگہ حضور علیہ السلام نے دو قسم کے واقعات کی خبر دی (۱) عالم کی پیدائش کی ابتداء کس طرح ہوئی (۲) پھر عالم کی انجہا کس طرح ہوگی۔ یعنی از روز اول تا قیام قیامت ایک ایک ذرہ بیان کر دیا۔

## حاشیہ ..... ☆

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبدان بن احمد ثنا عيسى بن يونس الرملة ثنا ضمرة بن ربيعة عن شوذب عن ابي نصره عن ابي سعيد الخدري قال ثم خطبنا رسول الله ﷺ فما ترك شيئا بين يدي الساعة الا حدثنا به حفظه من حفظه ونسبه من نسبه۔

(مسند الشاميين ج ۲ ص ۲۳۷ رقم الحديث ۱۲۷۸ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بيروت)

امام احمد بن عمرو بن الفضل ابوبکر الشيباني متوفی ۲۸۷ھ لکھتے ہیں۔

وقام رسول الله ﷺ في ذلك المقام فاخبر بما كائن الى قيام الساعة۔

(الآحاد والثنائي ج ۳ ص ۱۸۱ رقم الحديث ۱۵۱۰ مطبوعہ دار الريبية الرياض)

امام ابو عمرو عثمان بن سعيد المصنفی الدانی متوفی ۲۴۳ھ لکھتے ہیں۔

قام فينا رسول الله ﷺ مقاما حدثنا فيه بما هو كائن الى ان تقوم الساعة۔

(السنن الواردة في القنن باب اعلام النبي ﷺ الخ ج ۱ ص ۱۸۰ مطبوعہ دار العاصمة الرياض)

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں۔

قام فينا رسول الله ﷺ مقاما فحدثنا بما هو كائن الى قيام الساعة۔

(سير اعلام النبلاء فصل في بقیة کبراء الصحابة ج ۲ ص ۳۶۵ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بيروت)

## حاشیہ.....☆

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

عن عمرو وقال فبينا رسول الله ﷺ مقاماً فاجبرنا عن بدء الخلق حتى دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم حفظ ذلك من حفظه ونسبه من نسبه۔

**ترجمہ:** حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان ایک مجلس میں کھڑے ہوئے پھر آپ نے ابتداء خلق سے خبریں بیان کرنا شروع کیں حتیٰ کہ جنتیوں کے اپنے ٹھکانوں تک جانے اور جہنمیوں کو اپنے ٹھکانوں تک جانے کی خبریں بیان کیں جس شخص نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے اس کو بھلا دیا اس نے اس کو بھلا دیا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۵۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن ابی زید قال صلی بنا رسول الله ﷺ الفجر وصعد المنبر فخطبنا حتى حضرت الظهر فنزل فصلى ثم صعد المنبر فخطبنا حتى غربت الشمس فاجبرنا بما كان وما هو كائن فاعلمنا احفظنا۔

**ترجمہ:** حضرت ابو زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ ظہر کا وقت آگیا پھر منبر سے اترے اور ظہر کی نماز پڑھائی اور پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ عصر کا وقت آگیا پھر آپ منبر سے اترے اور عصر کی نماز پڑھائی پھر آپ نے ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا پھر آپ نے ہمیں تمام ماکان وما یكون کی خبریں دیں سو جو ہم میں زیادہ حافظہ والا تھا اس کو ان کا زیادہ علم تھا۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (مسند احمد ج ۳ ص ۱۵)، (مسند عبد بن حمید ج ۱ ص ۱۰۲۹)، (صحیح مسلم الجزء رقم الحدیث ۱۸۹۳)، (مسند عبد بن حمید رقم الحدیث ۱۰۲۹)، (مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۵)، (مسلم شریف کتاب الفتن ج ۲ ص ۳۹۰ رقم الحدیث ۲۲۱۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۲۱۷ رقم الحدیث ۲۸۹۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة ج ۶ ص ۳۱۳-۳۱۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۸۹ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکتبۃ المکرمہ)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۸۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (انسان المؤمن فی سیرۃ الامین المامون المعروفہ بالسیرۃ الخلیفہ ج ۳ ص ۲۸۹ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (مسند رک ج ۳ ص ۳۸۷)، (السنن الواردة فی الفتن باب اعلام النبی ﷺ ج ۱ ص ۱۸۱ مطبوعہ دارالعاصمۃ الریاض)

امام ابو عمرو عثمان بن سعید المقرئ متوفی ۳۴ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الرحمن بن عثمان بن عفان لصاحب قراءة علي وانا اسمع حدثنا جرير عن عطاء بن السائب عن يزيد عن ابی مريم عن ابیه قال قام فبينا رسول الله ﷺ مقاماً حدثنا فيه بما هو كائن الى ان تقوم الساعة۔

(السنن الواردة فی الفتن ج ۱ ص ۱۷۹-۱۸۰ رقم الحدیث ۱ مطبوعہ دارالعاصمۃ الریاض)

امام ابویسی ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابی سعید الخدری قال صلی بنا رسول الله ﷺ يوماً صلوة العصر بنهار ثم كان خطيباً فلم يدع شيئاً يكون الى قيام الساعة الا اخبرنا به حفظه من حفظه ونسبه من نسبه۔

**ترجمہ:** حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضور ﷺ نے ہمیں نماز عصر پڑھائی پھر آپ ﷺ نے خطا بفرمایا پس آپ ﷺ نے قیامت تک واقع ہونے والی ہر شے کے بارے میں ہمیں خبر دے دی۔ جس نے یاد رکھا سو یاد رکھا جس نے



## ☆.....

بمخاد یا سو بھول گیا۔

(جامع سنن الترمذی ابواب النین باب ما خبرنا فی اصحابہ بما هو کان الی یوم القیامۃ ص ۲۲ مطبوعہ مکتبہ اکریمہ پشاور)

امام نعیم بن حماد المرزوی ابو عبد اللہ متوفی ۲۸۸ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا نعیم بن حماد المرزوی حدثنا عبد اللہ بن المبارك عن معمر عن علی بن زید عن ابی نصرۃ عن ابی سعید الخدری وابن عیینہ عن علی بن زید عن ابی نصرۃ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال صلی بنا رسول اللہ ﷺ صلاة العصر بنهار ثم خطب الی ان غابت الشمس فلم يدع شیئا هو کان الی یوم القیامۃ الا حدثنا به حفظه من حفظه ونسبه من نسبه۔

(النعم بن حماد ما کان من رسول اللہ ﷺ من التقدم ومن اصحابہ فی النین ص ۲۲ ثم الخدری استہو بہ متعبہ التوحید شامہ)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وعن المغیرۃ بن شعبۃ انه قال قام فینا رسول اللہ ﷺ مقاما خبرنا بما یكون فی امتہ الی یوم القیامۃ وعاء من وعاء ونسبه من نسبه رواہ احمد والطبرانی ورجال احمد ورجال الطبرانی رجال عمر بن ابراہیم بن محمد وقد وثقہ ابن حبان۔

(معجم الزوائد باب فیما دلت من العلم ﷺ ص ۸۲ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (سنن الترمذی رقم الحدیث ۲۱۹۸)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج احمد والبخاری فی "تاریخہ" والطبرانی عن المغیرۃ بن شعبۃ قال: قام فینا رسول اللہ ﷺ مقاما فاخبرنا بما یكون فی امتہ الی یوم القیامۃ وعاء من وعاء ونسبه من نسبه۔

**ترجمہ:** امام احمد و بخاری رحمہما اللہ نے اپنی "تاریخ" میں اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان ایک جگہ کھڑے ہوئے اور قیامت تک جو کچھ آپ کی امت کرے گی، آپ نے ان سب کی خبر ہمیں دے دی جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو بھول کیا وہ بھول گیا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۸۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

اصبح رسول اللہ ﷺ ذات یوم فصلی الغداة ثم جلس حتی اذا کان من الضحی ضحك رسول اللہ ﷺ جلس مکانہ حتی صلی الاولی والعصر والمغرب کل ذلك لا یتکلم حتی صلی العشاء الآخرة ثم قام الی اہلہ فقال الناس لابی بکر لاتسال رسول اللہ ﷺ ما شانہ صنع الیوم شیالم یصنعه قط قال فسالہ فقال نعم عرض علی ما ہو کان من امر الدنیا و امر الآخرة۔

**ترجمہ:** ایک دن رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر ادا فرمائی پھر آپ ﷺ اسی جگہ بیٹھ گئے حتیٰ کہ چاشت کا وقت آ گیا حضور ﷺ اسی جگہ بیٹھے مسکرائے یہاں تک کہ آپ نے نماز ظہر عصر اور مغرب ادا فرمائی (اس دوران) کسی کے ساتھ کوئی گفتگو نہ فرمائی پھر عشاء ادا فرمائی پھر اٹھ کر اہل خانہ کے پاس تشریف لے گئے لوگوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کیا آپ حضور ﷺ سے آج کے عمل

## چاشنیہ.....☆

کے بارے میں دریافت نہیں کریں گے کہ پہلے کبھی آپ نے ایسا عمل نہیں فرمایا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! دنیا و آخرت میں ہونے والے تمام امور میرے اوپر پیش کیے گئے (یعنی مجھے ان کے بارے میں پیشگی آگاہ کیا گیا)

(مسند احمد ج ۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج احمد عن سمرۃ بن جندب قال: كسفت الشمس فصلى النبي ﷺ ثم قال انى والله لقد رأيت منذ قمت أصلى ما انتم لاقوه من امر دنیا کم و آخرتکم۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے سرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا آفتاب کو گھن لگا اور نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھا کر فرمایا خدا کی قسم! جب سے میں نماز کے لئے کھڑا ہوا میں تمہاری دنیا اور تمہاری آخرت کی ان باتوں کو دیکھ رہا ہوں جو تم کو پیش آئیں گی۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۸۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک مرتبہ سورج گرہن کے موقع پر حضور ﷺ نے صلوٰۃ الکسوف کے بعد ارشاد فرمایا۔

ما من شیء لم اکن رأیتہ الا رأیتہ فی مقامی هذا حتی الجنة والنار۔

**ترجمہ:** ہر وہ شے جو مجھے پہلے نہیں دکھائی گئی تھی میں نے اپنی اس جگہ کھڑے دیکھ لی ہے حتیٰ کہ جنت اور دوزخ بھی۔

(صحیح البخاری کتاب العلم ج ۱ ص ۱۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (خصائص الکبری باب تجلی ملکوت السموات والارض لہ ﷺ ج ۲ ص ۱۳۷-۱۳۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

نام آلودی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

فلم یقبض النبی ﷺ حتی علم کل شیء یمکن العلم بہ۔

**ترجمہ:** رسول اللہ ﷺ کا اس وقت تک وصال نہیں ہوا جب تک کہ آپ نے ہر اس چیز کو نہیں جان لیا جس کا علم ممکن تھا۔

(روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۵۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

**صحابی رسول سواد بن قارب** رضی اللہ عنہ کا کلی علم غیب کا عقیدہ

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصمعیانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

اخبرنا محمد بن ابی طاہر الخرقی انا ابو سعید النقاش انا ابو جعفر احمد ابن ابراہیم بن یوسف الضریر ثنا ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن النعمان التیمی ثنا بشر ابن حجر السیامی ثنا علی بن منصور هو الانساری عن عثمان بن عبد الرحمن هو الواقسی عن محمد بن كعب القرظی قال بینما عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جالس فی مسجد المدینة ومعہ ناس اذ مر رجل فی ناحية المسجد فقال له رجل من القوم یا امیر المومنین اتعرف هذا قال لا فمن هو هذا رجل من اهل الیمن له فیہم شرف وموضع یقال له یخلو بن قارب وهو الذی اتاہ رئیہ التابع من الجن بظہور رسول اللہ ﷺ قال عمر علی بہ فدعی الرجل فقال له عمر انت یخلو بن قارب قال نعم یا امیر المومنین قال انت الذی اتاک رؤیک بظہور رسول اللہ ﷺ قال نعم

## حاشية.....☆

قال فانت على ما كنت عليه من كهانتك فغضب الرجل غضباً شديداً وقال يا امير المؤمنين ما استقبلني احد بهذا منذ اسلمت فقال عمر رضى الله عنه يا سبحان ما كنا عليه من الشرك اعظم مما كنت عليه من كهانتك اخبرني ياتيانك رثيك بظهور رسول الله ﷺ قال نعم يا امير المؤمنين بينما انا ذات ليلة بين النائم واليقظان اذ اتاني رثي فضربنى برجله وقال قم يخلو بن قارب فافهم واعقل ان كنت تعقل انه قد بعث رسول من لوى بن غالب يدعو الى دين الله الى عبادته ثم الجنى يقول:

عجبت للجن وتجسا سها      وشدها العيس باحلا سها

تهوى الى مكة تبغى الهدى      بما خير الجن كانجا سها

فارحل الى الصفوة من هشار      واسمر بعينيك الى راسها

قال فلم ارفع راسا فقلت دعنى انام فاني امسيت ناعسا فلما ان كان الليلة الثانية اتاني فضربنى برجله وقال قم يا يخلو بن قارب فافهم واعقل انه قد بعث رسول الله ﷺ من لوى بن غالب يدعو الى الله والى عبادته ثم انشاء يقول الجنى:

عجبت للجن واخبارها      وشدها العيس باكوادها

تهوى الى مكة تبغى الهدى      ما مومن الجن ككفارها

فارحل الى الصفوة من هاشم      بين روايبها واحجارها

قال فلم ارفع بقوله راسا فقلت دعنى فاني امسيت ناعسا فلما كان الليلة الثالثة اتاني فضربنى برجله وقال قم يا يخلو بن قارب فافهم واعقل ان كنت تعقل انه قد بعث رسول من لوى بن غالب يدعو الى الله والى عبادته ثم انشا الجنى يقول:

عجبت للجن وتطلابها      وشدها العيس باقتابها

تهوى الى مكة تبغى الهدى      ما صادق الجن ككذابها

فارحل الى الصفوة من هاشم      ليس قد اماها كاذنا بها

قال فوقع فى قلبنى حب الاسلام ورغبت فيه فلما اصبحت شددت على راحلتى رحلها وانطلقت متوجها الى مكة فلما كنت ببعض الطريق اخبرت ان النبى ﷺ قد هاجر الى المدينة فقدمت المدينة فسالت عن النبى ﷺ ف قيل هو فى المسجد فانتبهت الى المسجد فعلمت ناقتى ودخلت المسجد فاذا رسول الله ﷺ والناس حوله فقلت اسمع مقالتي يا رسول الله فقال ادنه فلم يزل يدينى حتى صرت بين يديه فقال هات فاخبرني ياتيانك رثيك فقلت اتاني نجيبى بعد هذاء ورقدة ولم يك فيما قد بلوت بكاذب ثلاث ليال قوله كل ليلة اناك رسول الله من لوى بن غالب فشمرت من ذيل الازار ووسطت بى

.....☆ حاشیہ

الذعلب الوجناء بین السباسب فاشهد ان الله لا رب غیره وانك مامون علی كل غائب  
وانك ادنى المرسلین وسیلة  
فمرنا بما یاتيك یاخبر من مشی  
وان كان فیما جاء شیب الذوائب  
وكن لی شفیعاً یومر لا ذو شفاعه  
سواك بمعن عن یخلو بن قارب

ففرح النبی ﷺ واصحابه بمقالتی فرحاً شدیداً حتی روى ذلك فی وجوههم قال فوثب الیه عمر  
رضی اللہ عنہ فالتزمه وقال لقد كنت احب ان اسمع هذا الحديث منك فاخبرنی عن ربك هل یاتيك  
الیوم فقال اما منذ قرأت كتاب الله فلا ونعم العوض كتاب الله من الجن۔

**ترجمہ:** حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک روز تشریف فرما تھے کہ ان کے پاس سے  
ایک آدمی نر اعرش کیا گیا اے امیر المومنین! کیا آپ اس گزرنے والے شخص کو پیچھتے ہیں؟ فرمایا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ سواد بن  
قارب رضی اللہ عنہ ہے جس کے پاس اس کی جنیہ رسول اللہ ﷺ کے ظہور کی خبر لائی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ان کے اس خطبے  
کے بعد ہے جس میں انہوں نے منبر شریف پر کھڑے ہو کر پوچھا تھا کہ تم میں سواد بن قارب موجود ہیں؟ تو مجمع میں سے کسی نے جواب نہ  
دیا جب اگلے سال لوگ آفاق سے زیارت کے لئے مدینہ شریف آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا لوگو! کیا تم میں سواد بن قارب  
موجود ہیں؟ کیونکہ ان کے آغاز اسلام کا واقعہ بڑا عجیب ہے۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم اسی حالت میں تھے کہ حضرت سواد  
رضی اللہ عنہ آگئے لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ یہ حضرت سواد رضی اللہ عنہ تو انہوں نے ایک آدمی بھیج کر حضرت سواد رضی اللہ  
عنہ کو بلوایا وہ جب آئے تو پوچھا کیا تم سواد بن قارب ہو؟ انہوں نے کہا ہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کیا تمہارے اس  
تمہاری جنیہ نبی کریم ﷺ کے ظہور کی خبر لائی تھی کہا ہاں پوچھا کیا تم اب بھی کہانت کا شغل کرتے ہو؟ حضرت سواد رضی اللہ عنہ نے ناراض  
ہو کر کہا اے امیر المومنین جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے کسی نے مجھ سے ایسا کلام نہیں کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سبحان  
اللہ! ہمارا عقیدہ شرک اس کہانت سے کہیں بڑا گناہ تھا ایک اور روایت میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے اللہ معاف فرما۔ ہم  
زمانہ جاہلیت میں اس سے بڑے گناہ میں مبتلا تھے کہ ہم بتوں کی پرستش کرتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے رسول اللہ ﷺ کے طفیل  
اور اسلام کی برکت سے عزت عطا فرمائی۔ پھر فرمایا اے سواد! ہمیں اپنے آغاز اسلام کی تفصیل بیان کرو۔ عرض کیا ہاں اے امیر المومنین!  
میں ایک رات سونے اور جاگنے کے درمیان تھا کہ اچانک میری جیہ آئی اس نے اپنے پاؤں سے مجھے ٹھوکر ماری اور کہا اے سواد کھڑا ہو اور  
میری بات سن اور اگر تجھ میں عقل ہے تو سمجھ لے کہ لوی بن غالب میں ایک رسول مبعوث ہو چکا ہے جو اللہ کے دین اور اس کی عبادت کی  
دعوت دیتا ہے پھر اس نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے۔ میں نے جنوں سے تعجب کیا اور ان کی طلب اور ان کے سفید اونٹوں پر کجاوے کسنے  
سے تعجب کیا (جو) تیزی سے مکہ کی طرف جا رہے ہیں ہدایت کے متلاشی ہیں سچے جن جھوٹے جنوں کی مانند نہیں ہو سکتے پس بنی ہاشم کے  
ایک برگزیدہ شخص کی طرف کوچ کر جس کا مستقبل اس کے ماضی کی طرح نہیں۔ میں نے کہا مجھے چھوڑ دو تا کہ سولوں میری ساری شام بے  
خوابی میں کئی ہے میں نے اس کی بات پر سراو پر نہ اٹھایا جب دوسری رات ہوئی وہ میرے پاس آئی اور پاؤں کی ٹھوکر لگا کر کہنے لگا کہنے لگی

☆.....☆

کہ سوادٹھ اور میری بات غور سے سن اور ذہن نشین کر لے کہ لوی بن غالب میں سے ایک رسول مبعوث ہوا ہے جو اللہ کی طرف بلاتا ہے اور اس کی عبادت کی طرف دعوت دیتا ہے۔ پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔ میں نے جنوں سے اور ان کی حیرانی سے تعجب کیا اور ان کے سفید اونٹوں پر کاشمی کس کر دوڑانے سے وہ ہدایت کی تلاش میں مکہ کی طرف اڑتے جا رہے ہیں ایمان لانے والے جن کافر جنوں کی طرح نہیں ہیں لہذا تو بنی ہاشم کے اس چدید کی طرف روانہ ہو جو ریت کے ٹیلوں اور پتھروں کے درمیان ہے۔ میں نے اس سے کہا مجھے سونے دو کیونکہ میں شام سے سو نہیں سکا پس جب تیسری رات آئی تو اس نے مذکورہ بالا بات دہرائی اور یہ اشعار پڑھے۔ میں نے جنوں، ان کی تلاش، جستجو اور اونٹوں پر پالن کس کر دوڑانے سے حیرانی کا اظہار کیا جو ہدایت کے متلاشیوں کو لیکر مکہ کی جانب دوڑ رہی ہے۔ اچھے جن جنس جنوں کی مثل نہیں ہوتے لہذا تو بنو ہاشم کے اس ممتاز فرد کی طرف سفر اختیار کر اور اپنی آنکھیں اس کے چہرہ اقدس کی طرف اٹھا۔

سواد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے اس جلیہ کے یہ اشعار سنے تو فوراً کھڑا ہو گیا اور کہا اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو امتحان میں ڈال دیا ہے۔ میں نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر روانہ ہو گیا حتیٰ کہ مکہ شریف آگیا اور دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں اور آپ ﷺ کے آس پاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھے ہیں جب آپ ﷺ کی نظر مجھ پر پڑی تو فرمایا خوش آمدید اے سواد! ہمیں تمہارے آنے کا علم ہو چکا ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے کچھ اشعار کہے لہذا میرا کلام سنئے۔ فرمایا ہاں پڑھو تو میں نے یہ اشعار پڑھنے شروع کئے۔ میرے پاس میری جلیہ آئی جبکہ رات آچکی تھی اور نیند کا غلبہ تھا اور جو کچھ میں نے بیان کیا میں اس میں جھوٹا نہیں۔ وہ تین رات لگا تار آئی اور ہر رات بھی کہتی تھی کہ تیرے پاس ایک رسول لوی بن غالب میں تشریف لایا ہے تو میں نے ننگوٹ کس لیا اور میری حیرت فاقہ منوٹے رخسارے والی اونٹنی مجھے ٹیلوں کے درمیان غباروں میں لے آئی سو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہے اس کے بغیر کوئی رب نہیں اور آپ ہر غیب پر امین بنائے گئے ہیں بے شک آپ تمام رسولوں سے زیادہ قریب کا وسیلہ ہیں اے معزز اور اچھے آباؤ اجداد کے نور نظر! لہذا آپ ہم کو اس بات کا حکم دیجئے جو آپ کے پاس آتی ہیں اے بہترین رسول! اگرچہ اس حکم کی تعمیل میں بال سفید ہو جائیں اور اس روز آپ میرے شفیع بنیں جس دن آپ کے سوا کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا اور کوئی سواد بن قارب کی طرف سے مستغنی نہ کر سکے گا۔

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ اور آپ کے اصحاب میرے اس کلام سے بہت خوش ہوئے یہاں تک کہ اس خوشی کے آثار ان کے چہروں پر ظاہر ہو گئے۔ رسول اکرم ﷺ مسکراتے حتیٰ کہ آپ کی مبارک داڑھیں نظر آنے لگیں۔ حضرات براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سواد رضی اللہ عنہ کو سینے سے لگا لیا اور فرمایا مجھے بڑی خواہش تھی کہ تم سے تمہارے ایمان لانے کی داستان سنوں کیا اب بھی تمہارے پاس تمہاری جلیہ آتی ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ جب سے میں نے قرآن حکیم پڑھنا شروع کیا وہ نہیں آئی اور جنوں کے بدلے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی عیاض خوب عوض ہے۔

(دلائل النبوة وعلامہ صفحہ ۱۳۱-۱۳۲-۱۳۳ رقم الحدیث ۱۳۳ مطبوعہ دارطیۃ الریاض)، (اعلام النبوة فصل فی حثوف النہن ص ۲۳۳ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)

## حاشیہ.....☆

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ سبکی متوفی ۷۵۰ھ لکھتے ہیں۔

فأشهد ان الله لا شئ غيره  
وانك ادنى المرسلين وسيلة  
فمرنا بما ياتيك من رحي ربنا  
وكن لي شفيعاً يوم لا ذور شفاعه  
وانك مأمون على كل غائب  
الى الله يا ابن الاكرمين الاطايب  
وان كان فيما جنت شيب الذوائب  
بمغن فتبلا عن سواد بن قارب

**ترجمہ:** میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی شئی نہیں اور آپ ہر غیب پر امین بنائے گئے ہیں۔

بے شک آپ تمام رسولوں سے زیادہ قریب کا وسیلہ ہیں اے معزز اور اچھے آباؤ اجداد کے نور نظر!

اے رسول محترم ﷺ آپ ﷺ کے پاس ہمارے رب کی طرف سے جو وحی آتی ہے ہمیں اس کا حکم فرمائیں اگرچہ اس حکم کی تعمیل میں بال سفید ہو جائیں۔ اور اس روز آپ میرے شفیع بنیں جس دن آپ کے سوا کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا اور کوئی سواد بن قارب کی طرف سے مستغنی نہ کر سکے گا۔

(روض الانفج، ص ۳۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۱۳۵-۱۳۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام کبیر محدث شہیر حافظہ حدیث ابوالنعم احمد بن عبداللہ صفحہ ۳۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

نأني دني بعد ليل ومجعة  
نلات ليل قوله كل ليلة  
فشمريت عن ذيل الازار ووسط  
فأشهد ان الله لا رب غيره  
وانك ادنى المرسلين وسيلة  
فمرنا بما ياتيك يا خير مرسل  
وكن لي شفيعاً يوم لا ذور شفاعه  
ولمريك فيما قد بلوت بكاذب  
اناك رسول من لؤي بن غالب  
بي الذعلب الوجناء بين السباب  
وانك مأمون على كل غائب  
الى الله يا ابن الاكرمين الاطايب  
وان كان فيما جاء شيب الذوائب  
سواك بمغن عن سواد بن قارب

**ترجمہ:** میرے پاس میری جہیز آئی جبکہ رات آچکی تھی اور نیند کا غلبہ تھا اور جو کچھ میں نے بیان کیا میں اس میں جھوٹا نہیں۔ وہ تین رات لگا تار آئی اور ہر رات یہی کہتی تھی کہ تیرے پاس ایک رسول لوی بن غالب میں تشریف لایا ہے تو میں نے لگتو کس لیا اور میری تیز رفتار موٹے رخسارے والی اونچھے ٹیلوں کے درمیان غباروں میں لے آئی۔ پس میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی رب نہیں ہے اور آپ جملہ غیوب و اسرار پر اللہ تعالیٰ کے امین ہیں۔ بے شک آپ تمام رسولوں سے زیادہ قریب کا وسیلہ ہیں اے معزز اور اچھے آباؤ اجداد کے نور نظر! لہذا آپ ہم کو اس بات کا حکم دیجئے جو آپ کے پاس آتی ہیں اے بہترین رسول! اگرچہ اس حکم کی تعمیل میں بال سفید ہو جائیں اور

(۲) مشکوٰۃ باب المعجزات میں مسلم سے بروایت عمرو بن خطاب اسی طرح منقول ہے مگر اس میں اتنا اور ہے۔

فأخبرنا بما هو كائن الي يوم القيمة فاعلمنا أحفظنا۔

**ترجمہ:** ہم کو تمام ان واقعات کی خبر دے دی جو قیامت تک ہونے والے ہیں۔ پس ہم میں بڑا عالم وہ ہے جو ان باتوں کا زیادہ حافظ ہے۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

## حاشیہ.....☆

اس روز آپ میرے شفیع بنیں جس دن آپ کے سوا کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا اور کوئی سواد بن قارب کی طرف سے مستغنی نہ کر سکے گا۔

یہ سن کر رسول اکرم ﷺ اور آپ کے اصحاب میرے اس کلام سے بہت خوش ہوئے یہاں تک کہ اس خوشی کے آثار ان کے چہروں پر ظاہر ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر حضرت سواد رضی اللہ عنہ کو سینے سے لگالیا اور کہا یہ قصہ تم سے پھر سننا چاہتا ہوں۔

(دلائل النبوة اردو ص ۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱ مطبوعہ نصاب القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (الوفاء بحوال المصطفیٰ باب الاول فی ذکر الحوائف بنو قریظہ ج ۱ ص ۱۵۱-۱۵۲ مطبوعہ مصطفیٰ الباب ص ۱۵۱)، (السيرۃ النبویہ باب فی حوائف الجان خبر سواد بن قارب ج ۱ ص ۲۸۱ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ باب ما سمع من الکھان والاصوات فظہور التنبؤ عند بعضہ ج ۱ ص ۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الاصابۃ فی تیز الصحابہ سواد بن قارب رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۲۱۹ رقم ۳۵۸۵ مطبوعہ دار النیل بیروت)، (دلائل النبوة ج ۲ ص ۲۵۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام شامی صلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

فأشهد ان الله لا شئ غيره	وانك مأمون على كل غائب
وانك ادنى المرسلين شفاعه	الى الله يا ابن الاكرم مبن الاطايب
فمرنا بما ياتيك يا خير من مشى	وان كان فيما جاء شيب الذوانب
وكن لى شفيعا يوم لا ذر شفاعه	سواك بمغن قتيلا عن سواد بن قارب

قال: ففرح رسول الله ﷺ واصحابه بمقالتي فرحاً شديداً حتى رثى الفرح في وجوههم۔

**ترجمہ:** پس میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی رب نہیں ہے اور آپ جملہ غیب و اسرار پر اللہ تعالیٰ کے امین ہیں۔ بے شک آپ تمام رسولوں سے زیادہ قریب کا وسیلہ ہیں اے معزز اور اچھے آباؤ اجداد کے نور نظر الہیہ آپ ہم کو اس بات کا حکم دیجئے جو آپ کے پاس آتی ہیں اے بہترین رسول! اگرچہ اس حکم کی تعمیل میں بال سفید ہو جائیں۔

اور اس روز آپ میرے شفیع بنیں جس دن آپ کے سوا کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا اور کوئی سواد بن قارب کی طرف سے مستغنی نہ کر سکے گا۔

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے جب ایمان افروز تفسیر پڑھا اور شرف اسلام سے مشرف ہوئے تو رسول اکرم ﷺ کا چہرہ انور خوشی سے چودھویں کے چاند کی طرح چمکنے لگا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی انتہائی فرحت و مسرت کا اظہار فرمانے لگے۔

(سبل الہدی والرشاد الباب الرابع فی بعض ما سمع من الحوائف و تنکس الاصابہ ج ۲ ص ۲۰۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الاستیعاب ذکر سواد بن قارب رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۸۵ رقم ۱۱۰۹ مطبوعہ دار النیل بیروت)، (الاصابۃ فی تیز الصحابہ لابن حجر عسقلانی مختصر ج ۳ ص ۲۲۰ رقم ۳۵۸۵ مطبوعہ دار النیل بیروت)، (عمدة القاری للنعیمی ج ۱ ص ۸۷) (طبرانی کبیر ج ۷ ص ۹۱ رقم ۶۳۲۵ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (تواریخ العجائب لابن سعید النقاش ج ۱ ص ۸۳ رقم الہدیت ۶۷)

(۳) مشکوٰۃ باب الفتن میں بخاری و مسلم سے بروایت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ہے۔

ما تترك شيئا يكون في مقامه الى يوم القيمة الا حدث به حفظه من حفظه ونسيه من نسيه۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام نے اس جگہ قیامت تک کوئی چیز نہ چھوڑی مگر اس کی خبر دے دی جس نے یاد رکھا یا دکر کھا جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

(صحیح البخاری ج ۲ ص ۹۷۷ مطبوعہ کراچی)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۳۱۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (مواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۹۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (ابوداؤد رقم الحدیث ۴۲۲۰)، بخاری کتاب القدر (صحیح مسلم کتاب الفتن رقم الحدیث ۲۲۱۷ ج ۲ ص ۳۹۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۸۸ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکۃ المکرمہ)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۶-۳۳۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الانفا بحریف حقوق المصطفیٰ ج ۱ ص ۲۰۶-۲۰۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (شرح الطحاوی الترغی فی علی المواہب اللدیہ ج ۷ ص ۲۰۵ مطبوعہ دارالعرفہ بیروت)، (مشکوٰۃ المصابیح کتاب الفتن الفصل الاول ص ۲۶۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۵-۳۸۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (دلائل النبوة ملا صحنائی ص ۲۰۵ رقم الحدیث ۳۷۷ مطبوعہ دارطبیۃ الریاض)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۸۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۸۹ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکۃ المکرمہ)، (انسان النبوی فی سیرۃ الامین المامون المعروفہ بالسیرۃ الخلیفہ ج ۳ ص ۲۸۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (الاصافیہ فی تیز الصحیفہ ذکر حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۴۴ رقم الحدیث ۱۶۲۹ مطبوعہ دارالکحل بیروت)

(۴) مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین میں مسلم سے بروایت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔

ان الله زوى لى الارض فروعاً يت مشارق الارض ومغاربها۔

**ترجمہ:** اللہ نے میرے لئے زمین سمیت دی پس میں نے زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا۔

(صحیح مسلم کتاب الفتن و اشراط الساعۃ باب حلاک هذه الامۃ بعضہم بعض ج ۲ ص ۳۹۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۲۱ رقم الحدیث ۲۸۸۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، جامع الترمذی ابواب الفتن باب افضل الجہاد کلمۃ عدل عند سلطان ج ۲ ص ۴۰ مطبوعہ مکتبۃ اکریمیہ پشاور)، (المحرر الخارۃ المعروف بحمدہ ابو ارج ۸ ص ۳۱۳-۳۱۴ رقم الحدیث ۳۲۸۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورہ)، (مجمع الزوائد و منبع الفوائد باب فی قوله تعالیٰ اولیٰکم شیعا و یدین معکم یا س بعض ج ۷ ص ۲۲۳ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)، (مواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۹۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۳۹۵۲-۳۹۵۳ اتحاف السادۃ المتقین ج ۲ ص ۲۱۰-۲۱۱ المغنی للعراقی ج ۲ ص ۳۸۷-۳۸۸-۳۸۹-۳۹۰ البدایہ والنہایہ لابن کثیر ج ۶ ص ۲۹۹)، (شرح الطحاوی الترغی فی علی المواہب اللدیہ ج ۷ ص ۲۰۹ مطبوعہ دارالعرفہ بیروت)، (الوقایا بحوال المصطفیٰ الباب الثامن عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۰۷ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۲۳۹-۲۴۰ رقم الحدیث ۳۱۳۷-۳۱۳۸-۳۱۳۹ مطبوعہ مؤسسۃ ارسلتہ بیروت)، (دلائل النبوة لابن کثیر ج ۲ ص ۲۰۵ رقم الحدیث ۳۷۷ مطبوعہ دارطبیۃ الریاض)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۲۳۹-۲۴۰ رقم الحدیث ۳۱۳۷-۳۱۳۸-۳۱۳۹ مطبوعہ مؤسسۃ ارسلتہ بیروت)، (سنن ابوداؤد باب الفتن باب ذکر الفتن و دلائل کھانج ج ۳ ص ۹۵ رقم الحدیث ۴۲۵۲ مطبوعہ بیروت)، (سنن الترمذی باب الفتن باب سوال النبی ﷺ عما فی امت قال هذا حدیث حسن صحیح)، (دلائل النبوة لابن کثیر ج ۲ ص ۲۰۵ رقم الحدیث ۳۷۷ مطبوعہ دارطبیۃ الریاض)، (مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۸ مطبوعہ مکتب اسلام بیروت)، (دلائل النبوة للبیہقی ج ۶ ص ۵۸۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (تفسیر عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۱۰ مطبوعہ مکتبۃ الرشید الریاض)، (الا حادۃ الثانی ذکر ثوبان مولیٰ رسول اللہ ﷺ ج ۱ ص ۳۳۲-۳۳۳ رقم الحدیث ۳۵۶-۳۵۷ مطبوعہ دارالریاء الریاض)، (اعلام النبوة الباب العاشر فیما سمع من معجزات اقوال فصل اخبار الآحاد ص ۱۵۳ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر ج ۲ ص ۲۳ رقم الحدیث ۱۵۵۰۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۳۱۲ رقم الحدیث ۳۳۶۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (السنن الواردة فی الفتن باب اعلام النبی ﷺ ج ۱ ص ۱۸۳-۱۸۵ مطبوعہ دارالعاصمۃ الریاض)، (حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکر ابی قلابہ رحمۃ اللہ علیہ ج ۲ ص ۲۸۹ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۵ ص ۲۸۳ رقم الحدیث ۲۲۵۰۵ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبہ مصر)، (سنن ابوداؤد اول کتاب الفتن و الملام باب ذکر الفتن و دلائل کھانج ج ۳ ص ۹۷ رقم الحدیث ۴۲۵۲ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۸۸۹)، (سنن ابی داؤد رقم الحدیث ۴۲۵۲)، (سنن الترمذی رقم الحدیث ۲۱۸۲)، (سنن الترمذی رقم الحدیث ۱۶۳۷)، (صحیح ابن حبان ج ۱۶ رقم الحدیث ۷۲۳۶)، (سنن ابی داؤد رقم الحدیث ۳۹۵۲)، (طبری ج ۷ ص ۲۹۱)



(۵) مشکوٰۃ باب الساجد میں عبدالرحمن بن عائش سے روایت ہے۔

راءيت ربى عزوجل فى احسن صورة فوضع كفه بين كتفى فوجدت بردها بين ثدىي فعلمت ما فى السموات والارض۔

**ترجمہ:** ہم نے اپنے رب کو اچھی صورت میں دیکھا رب تعالیٰ نے اپنا دست قدرت ہمارے سینہ پر رکھا۔ جس کی ٹھنڈک ہم نے اپنے قلب میں پائی پس تمام آسمان وزمین کی چیزوں کو ہم نے جان لیا۔

(سنن الدارمی کتاب الروایا باب فی رویۃ الرب تعالیٰ فی النوم ج ۲ ص ۵۱ رقم الحدیث ۲۱۵۵ مطبوعہ نثرانہ ملتان)

حاشیہ.....☆

امام عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں۔

رايت ربى فى احسن صورة قال فيم يختصم الملا الا على قلت انت اعلم يا رب قال: فوضع كفه بين كتفى فوجدت بردها بين ثدىي فعلمت ما فى السموات والارض۔

**ترجمہ:** میں نے اپنے رب عزوجل کو بہترین صورت میں دیکھا رب ذوالجلال نے مجھ سے فرمایا کہ ملائکہ مقررین کس بات پر جھگڑا کرتے ہیں؟ میں نے عرض کی مولا تو ہی خوب جانتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا پھر میرے رب نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا میں نے اس کی ٹھنڈک اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان پائی پس مجھے ان تمام چیزوں کا علم ہو گیا جو کہ آسمانوں اور زمینوں میں تھیں۔

(سنن الدارمی کتاب الروایا باب فی رویۃ الرب تعالیٰ فی النوم ج ۲ ص ۵۱ رقم الحدیث ۲۱۵۵ مطبوعہ نثرانہ ملتان)، (کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ج ۸ ص ۳۷۸۔ تفسیر الطبری ج ۷ ص ۱۶۲۔ الدر المنثور ج ۳ ص ۲۳۔ طبقات الکبری لابن سعد ج ۷ ص ۱۵۰ از ادالمسیر ج ۱ ص ۱۵۵۔ تحف السادة المتقين ج ۱ ص ۳۱۶۔ ۳۱۷)

امام محمد بن حارون الروای فی متوفی ۳۰۸ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابن اسحاق حدثنا ابو صالح حدثني معاوية بن صالح عن ابى يحيى عن ابى يزيد عن ابى سلام الاسود عن ثوبان مولى رسول الله ﷺ انه قال خرج الينا رسول الله بعد صلاة الصبح فقال ان ربى اتانى الليلة فى احسن الصورة فقال لى يا محمد هل تدري فيم يختصم الملا الا على قلت لا اعلم يارب قال فوضع كفه بين كتفى حتى وجدت انا مله فى صدرى فتجلى لى ما بين السماء والارض.....

(مسند الروای فی ج ۱ ص ۳۲۹ رقم الحدیث ۶۵۶ مطبوعہ موسسۃ قرطبۃ القاهرة مصر)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله حدثني ابى ثنا عبد الرزاق انا معمر عن ايوب عن ابى قلابه عن ابن عباس ان النبى ﷺ قال اتانى ربى عزوجل الليلة فى احسن صورة احسبه يعنى فى النوم فقال يا محمد هل تدري فيم يختصم الملا الا على قلت لا قال النبى ﷺ فوضع يديه بين كتفى حتى وجدت بردها بين ثدىي او قال نحرى فعلمت ما فى السموات والارض۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا آج رات کو نیند میں میرا رب عزوجل حسین صورت میں میرے پاس آیا اور فرمایا اے محمد! کیا تم جانتے ہو کہ ملا اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں آپ نے فرمایا نہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا حتیٰ کہ میں نے اپنے سینے میں اس

☆.....

کی ٹھنڈک محسوس کی اور میں نے ان تمام چیزوں کو جان لیا جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں۔  
(مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۸ رقم الحدیث ۳۳۸۳ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبیہ مصر)۔ (السنۃ لابن ابی عاصم ج ۱ ص ۲۰۴ رقم الحدیث ۳۶۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)  
امام عبد بن حمید رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

فوضع یدیه بین کتفی حتی وجدت بردھا بین یدیی او قال نحری فعلمت ما فی السموات والارض۔  
**ترجمہ:** پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا حتیٰ کہ میں نے اپنے سینے میں اس کی ٹھنڈک محسوس کی اور میں نے ان تمام چیزوں کو جان لیا جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں۔

(مسند عبد بن حمید ج ۱ ص ۲۲۸ رقم الحدیث ۶۸۲ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ القاہرہ)

امام عبد الباقی بن قانع ابوالحسن متوفی ۳۵۱ھ روایت کرتے ہیں۔

فوضع یدیه بین کتفی فوجدت بردھا بین یدیی فعلمت ما فی السموات والارض۔  
(تجم الصحاہ ج ۲ ص ۱۰۲ رقم الحدیث ۵۵۳ مطبوعہ مکتبۃ القراءۃ الاثریۃ المدینۃ المنورہ)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

فوضع یدیه بین کتفی فوجدت بردھا بین یدیی فعلمت ما فی السموات والارض۔  
(مسند الشامیین ج ۱ ص ۳۳۹-۳۴۰ رقم الحدیث ۵۹۷ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)۔ (تجم الکبیر للطبرانی ج ۲ ص ۱۰۹ رقم الحدیث ۲۱۶ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)۔ (مسند ابن ارجس ص ۱۱۰-۱۱۱ رقم الحدیث ۲۶۶۸ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورہ)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

فوضع کفہ بین کتفی فوجدت بردھا بین یدیی فعلمت ما فی السموات والارض۔  
(جامع الاحادیث الکبیر ج ۲ ص ۸۲ رقم الحدیث ۱۵۶۸۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)۔ (فتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۲۳ رقم الحدیث ۱۲۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابی الفرج عبد الرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

رايت ربی تبارک وتعالی فی احسن صورة قال فیم يختصم الملا الاعلی قال قلت لا اعلم ای رب  
قال: فوضع کفہ بین کتفی فوجدت بردھا بین یدیی فعلمت ما فی السموات والارض۔

**ترجمہ:** میں نے اپنے رب عزوجل کو بہترین صورت میں دیکھا رب ذوالجلال نے مجھ سے فرمایا کہ ملائکہ مقررین کس بات پر جھگڑا کرتے ہیں؟ میں نے عرض کی مولا تو ہی خوب جانتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا پھر میرے رب نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا میں نے اس کی ٹھنڈک اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان پائی پس مجھے ان تمام چیزوں کا علم ہو گیا جو کہ آسمانوں اور زمینوں میں تھیں۔

(العلل المتناہیۃ باب فی ذکر صورۃ ج ۱ ص ۳۱ رقم الحدیث ۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)۔ (جامع سنن الترمذی کتاب التفسیر من سورۃ ص ج ۵ ص ۱۶۰ رقم الحدیث ۳۳۴۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)۔ (العلل المتناہیۃ باب فی ذکر صورۃ لابن جوزی ج ۱ ص ۳۲ رقم الحدیث ۱۲ و ۳۳ رقم الحدیث ۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)۔ (تحدیب الکمال ج ۱ ص ۲۰۴-۲۰۵ رقم الحدیث ۳۸۶۴ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)۔ (مل الہدی والرشاد ج ۱ ص ۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

## حاشیہ.....☆

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قال احتبس عنا رسول اللہ اذات عذاة عن صلاة الصبح حتى كدنا نتراءى عين الشمس فخرج سريعا فثوب بالصلاة فصلى رسول الله وتجاوز في صلاته فلما سلم دعا بصوته قال لنا على مصافكم كما انتم ثم انفلت الينا ثم قال اما انى ساعدتكم ما حبسنى عنكم العذاة انى قمت من الليل فتوضات واصلت ما قدرلى فنعست فى صلاتى حتى استثقلت فاذا انا برى تبارك وتعالى فى احسن صورة فقال يا محمد قلت لبيك رب قال فيم يختصم الملاء الا على؟ قلت لا ادرى قالها ثلاثا قال فرأيتہ وضع كفه بين كفتى حتى وجدت برد انا مله بين ثديى فتجلى لى كل شى وعرفت۔

**ترجمہ:** حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ صبح کی نماز کے وقت حضور ﷺ کو دیر ہو گئی اور ہم لوگوں نے آپ کا انتظار اس حد تک کیا کہ قریب تھا کہ آفتاب کی شعاع نظر آنے لگے اتنے میں حضور ﷺ تیزی سے تشریف لائے چنانچہ تکبیر کہی گئی اور آپ نے اختصار سے نماز پڑھائی۔ نماز سے فراغت کے بعد آپ نے با آواز بلند فرمایا جس طرح تم بیٹھے ہو اسی طرح صف بندی کیے ہوئے بیٹھے رہو پھر فرمایا میں اپنی تاخیر کا واقعہ تم کو سناتا ہوں پھر واقعہ سنایا (واقعہ یہ ہے) رات کے وقت وضو کر کے جس قدر نماز میرے لیے مقدور تھی میں نے پڑھی اس کے بعد مجھے نیند آ گئی اور میں نماز میں ہی سو گیا۔ یکا یک کیا دیکھتا ہوں کہ میں اپنے رب کے حضور میں ہوں اور میں نے اپنے رب کو (اس کی شان کے لائق) نہایت اچھی شکل میں دیکھا (مجھ سے) ارشاد ہوا اے محمد ﷺ میں نے عرض کی بلیک اے میرے پروردگار میں حاضر ہوں فرمایا اس وقت ملائکہ آسمانی کیا گفتگو کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کی مجھے معلوم نہیں تین مرتبہ یہی ارشاد ہوا حضور ﷺ فرماتے ہیں پھر میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے سینہ پر رکھا حتیٰ کہ میں نے اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنے سینے کے درمیان محسوس کی پس ہر چیز مجھ پر روشن ہو گئی اور میں نے پہچان لی۔

(جامع سنن الترمذی کتاب التفسیر من سورۃ ص ج ۵ ص ۳۶۸-۳۶۹ رقم الحدیث ۳۳۳۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الدارمی رقم الحدیث ۲۱۵۳ طبری کبیر ج ۲۰ رقم الحدیث ۲۱۶-۲۱۷ کمال ابن عدی ج ۶ ص ۲۳۳۳-۲۳۳۴ منہل الخیر رقم الحدیث ۲۶۶۸-۲۶۶۹ مستدرک ج ۱ ص ۵۲۱-۵۲۲ شرح السنۃ رقم الحدیث ۹۱۹ مسند احمد ج ۸ رقم الحدیث ۲۷۷۰)، (تختہ الاحوزی شرح ترمذی ج ۳ ص ۱۷۵ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)، (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

فوضع كفه بين كفتى فوجدت برد انا مله بين ثديى فتجلى لى كل شى وعرفته۔

**ترجمہ:** پھر میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے سینہ پر رکھا حتیٰ کہ میں نے اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنے سینے کے درمیان محسوس کی پس ہر چیز مجھ پر روشن ہو گئی اور میں نے پہچان لی۔

(الدر المنثور فی التفسیر المأثور سورہ ص آیت نمبر ۶۹ ج ۵ ص ۵۹۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

فوضع يده بين كفتى حتى وجدت برد ها بين ثديى او فى نحوى فعلمت ما فى السموات وما فى الارض۔  
(الدر المنثور فی التفسیر المأثور سورہ ص آیت نمبر ۶۹ ج ۵ ص ۵۹۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

☆..... كحاشية

قال فوضع كفيه بين كتفي حتى وجدت انامله في صدري فتجلى لي بين السماء والارض -  
(الدر المنثور في التفسير المأثور سورة ص آيت نمبر ٦٩ ج ٥ ص ٥٩٨ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)

امام جلال الدين سيوطي متوفى ٩١١ھ لکھتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

فوضع يده بين ثديي وبين كتفي فوجدت بردها بين ثديي فعلمني كل شيء -  
(الدر المنثور في التفسير المأثور سورة ص آيت نمبر ٦٩ ج ٥ ص ٥٩٨ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)

سيدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

فعلمت ما بين المشرق والمغرب -

**ترجمہ:** میں مشرق و مغرب کے درمیان ہر شے کو جان لیا۔

(جامع سنن الترمذی کتاب التفسیر من سورة ص ج ٢ ص ١٥٦ مطبوعہ مکتبہ اکرمیہ پشاور)، السنۃ لابن ابی عامر رقم الحدیث ٣٦٩ - جامع المسانید والسنن لابن کثیر  
مسند ابن عباس رقم الحدیث ١٣٥١)، (مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث ٢٦٠٨)

سيدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں ہے۔

فعلمت ما في السموات والارض -

**ترجمہ:** پس میں نے آسمانوں اور زمین کی ہر شے کو جان لیا۔

(جامع سنن الترمذی کتاب التفسیر من سورة ص ج ٢ ص ٣٦٨ - ٣٦٩ رقم الحدیث ٣٢٣٣ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، تفسیر عبدالرزاق ج ٢  
ص ١٦٩ - مسند احمد ج ١ ص ٣٦٨ - السنۃ لابن ابی عامر رقم الحدیث ٣٦٩ - جامع المسانید والسنن لابن کثیر مسند ابن عباس رقم الحدیث ١٣٥١)

محمد بن ابی بکر ابن التیم الجوزیہ متوفی ٥١٤ھ لکھتے ہیں۔

فوضع يده بين كتفي فعلمت ما بين السماء والارض الحديث وهو في الترمذی وسئل عنه  
البخاری فقال صحيح -

(زاد المعاد فصل في ملائكة جبرائيل ج ١ ص ١٣٦ - ١٣٧ مطبوعہ موسسة الرسالة بیروت)

امام ترمذی فرماتے ہیں۔

هذا حديث حسن سألت محمد بن اسمعيل عن هذا الحديث فقال صحيح -

**ترجمہ:** یہ حدیث حسن صحیح ہے میں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا حال پوچھا فرمایا صحیح ہے۔  
(سنن الترمذی کتاب التفسیر رقم الحدیث ٣٢٣٦ ج ٥ ص ١٦١ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ١٠١٣ھ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں لکھتے ہیں۔

فعلمت بسبب وصول ذلك الفيض ما في السموت والارض يعني اعلمه الله ما فيها من الملائكة  
والاشجار وغيرها وهو عبارة عن سعة علمه الذي فتح الله وقال ابن حجر اي جميع الكائنات التي في  
السموت بل وما فوقها كما يستفاد من قصة المعراج والارض هي بمعنى الجنس وجميع ما في الارضين  
السبع بل وما تحتها كما افاده اخبار عليه السلام عن الثور والحوث الذي عليهما والارضون -

**ترجمہ:** اس فیض ربانی کی بدولت میں نے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے جان لیا یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان کے اندر پائے جانے والے

(۶) شرح مواهب لدنيہ للرقاقی میں حضرت عبداللہ ابن عمر کی روایت سے ہے۔

ان الله رفع لي الدنيا فانا انظر اليها والى ما هو كائن فيها الى يوم القيامة كأنما انظر الى كفى هذا۔  
**ترجمہ:** اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے ساری دنیا کو پیش فرمادیا پس ہم اس دنیا کو اور جو اس میں قیامت تک ہونے والا ہے اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے اپنے اس ہاتھ کو دیکھتے ہیں۔

(شرح العلامة الرقاقی علی المواهب اللدنیہ المقصد الثالث الفصل الثالث القسم الثاني ج ۷ ص ۲۰۶ مطبوعہ دار المرقۃ بیروت)

(۷) مشکوٰۃ باب المساجد بروایت ترمذی ہے۔

فتجلی لی کل شئی وعرفت۔

**ترجمہ:** پس ہمارے لئے ہر چیز ظاہر ہو گئی اور ہم نے پہچان لی۔

(جامع سنن الترمذی کتاب التفسیر من سورۃ ص ج ۵ ص ۱۶۰ رقم الحدیث ۳۶۳۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

.....☆.....

فرشتوں درختوں اور دیگر چیزوں کا علم عطا فرمادیا۔ یہ حدیث آپ ﷺ کی اس وسعت علم سے عبارت ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔  
امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے آسمانوں کی بلکے ان سے بھی اوپر کی تمام مخلوقات کو جان لیا جیسا کہ حدیث معراج سے ثابت ہے اور زمین جنس کے معنی میں ہے معنی آپ ﷺ نے سات زمینوں کی بلکہ ان سے بھی نیچے کی تمام چیزوں کو جان لیا جیسا کہ قرآن اور احادیث ﷺ نے بتل اور مچھلی کی خبر دی جن پر زمینیں قائم ہیں۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۱۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج الطبرانی عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ ان الله قد رفع لي الدنيا فانا انظر اليها والى ما هو كائن فيها الى يوم القيامة كأنما انظر الى كفى هذه جلياناً جلالة الله لنبيه كنه جلالة النبيين من قبله۔  
طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ عزوجل نے ساری دنیا کو اٹھا کر میرے پیش نظر کر دیا ہے اور میں اسے دیکھ رہا ہوں اور قیامت تک جو کچھ اس میں ہونے والا ہے میں اسے اس طرح واضح طور پر دیکھ رہا ہوں جیسے میری یہ ہتھیلی ہے۔ اللہ عزوجل نے اپنے نبی کے لئے اس طرح منکشف فرمایا جس طرح آپ سے پہلے نبیوں کے لئے منکشف کیا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۸۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مجمع الزوائد منبع الفوائد باب اخبارہ ﷺ بالمغیبات ج ۸ ص ۲۹۰ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۳۳۸ حدیث بن کریم ج ۶ ص ۱۰۱ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (مجمع الجوامع رقم الحدیث ۳۸۳۹)، (کنز العمال رقم الحدیث ۳۱۸۱۰-۳۱۹۷۱ ج ۱۱ ص ۳۷۸ و ۳۷۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامة الرقاقی علی المواهب اللدنیہ ج ۷ ص ۲۰۳-۲۰۵ مطبوعہ دار المرقۃ بیروت)، (جامع الکبیر الحدیث رقم الحدیث ۳۸۳۹)، (الترغیب والترہیب للاسماعیل الاصمہانی ج ۲ ص ۲۱۱ مطبوعہ دار الحدیث القاہرۃ مصر)، (مجمع الجوامع للسیوطی رقم الحدیث ۳۸۳۹)

امام نعیم بن حماد المروزی ابو عبد اللہ متوفی ۲۸۸ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا الحكم بن نافع عن سعيد بن مسنان حدثنا ابو الزاهرية عن كثير بن مرة ابى شجرة عن ابن

(۸) سند امام احمد بن حنبل میں بروایت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔

لقد ترکنا رسول اللہ ﷺ ما یحک طائر جناحیه الا ذکر لنا منه علماً۔

**ترجمہ:** ہم کو حضور علیہ السلام نے اس حال پر چھوڑا کہ کوئی پرندہ اپنے پر بھی نہیں ہلاتا۔ مگر اس کا ہم کو علم بتا دیا۔ ☆

(سند احمد ج ۵ ص ۱۵۳ رقم الحدیث ۲۱۳۹۹ مطبوعہ مؤسسة قرطبیہ بیروت)

حاشیہ..... ☆

عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ ان الله رفع لحي الدنيا فانا انظر اليها والى ما هو كان في يوم القيامة كما انظر الى كفي هذه جليان من الله جلالة لبيته كما جلا للنبيين قبله۔

(الحسن النعم بن حماد ما كان من رسول اللہ ﷺ من التقدم ومن اصحابه في القن التي هي كانه ج ۱ ص ۲۷ رقم الحدیث ۲ مطبوعہ مکتبۃ التوحید القاہرۃ)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۳۱۶ رقم الحدیث ۳۳۹۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام یوسف بن اسماعیل بیہاقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

واخرج احمد بن سعد والطبرانی عن ابي ذر قال: لقد ترکنا رسول اللہ ﷺ وما یحک طائر جناحیه فی السماء الا ذکر لنا منه علماً۔

ترجمہ: امام احمد و ابن سعد اور طبرانی رحمہم اللہ نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس حال میں چھوڑا کہ آسمان میں جو پرندہ پر مارتا ہے آپ نے اذروئے علم ہم سے اس کا ذکر کر دیا ہے۔

(تجۃ القلم العالمین فی فضائل سید المرسلین ص ۳۳۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الشفاعہ لرف حق المصطفیٰ ج ۱ ص ۲۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح اعلامہ الزرقانی علی المواہب اللدیہ المقصد الثامن الفصل الثالث القسم الثاني ج ۲ ص ۲۰۲ مطبوعہ دار المرفقہ بیروت)، (مجمع الزوائد کتاب خدمات منہج باب فیما اوتی من العلم الخ ج ۸ ص ۲۶۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سند احمد ج ۵ ص ۱۵۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سند احمد ج ۵ ص ۳۸۹-۳۸۷ مطبوعہ مکتبۃ الاسلامیہ بیروت)، (تیم الریاض القسم الاول فی تعظیم اعلیٰ الالہی قدر الہی ﷺ ج ۳ ص ۱۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

(وقال ابو ذر) المصحابی المشہور فی حدیث رواہ احمد والطبرانی وغيرهما بسند صحیح۔ لقد ترکنا رسول اللہ ﷺ ای ذهب عنا وانتقل الی الآخرة من بین اظهرونا ولم يدع شینا الا بینہ لنا بحيث لا یخفی علینا شیء من بعده وكان قد خطب قبل موته خطبا اطال فیہا مرة من الصباح الی الظهر ومرة من الظهر الی قبیل الغروب لم يدع شینا الا بینہ لا صحابہ (وما یحک طائر جناحیه فی السماء) ای فی الجو وهو کناہیہ نسخة الا ذکرنا منه علما ای تذکرنا من طیر انہ علما یتعلق بہ فکیف بغيرہ مما یهمنا فی الارض؟ وهذا تمثیل لبيان کل شیء تفصیلا حارۃ واجمالا اخری۔

(تیم الریاض فصل فیما طلع علیہ من الغیوب وما یكون ج ۳ ص ۱۵۱-۱۵۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن احمد بن جمیع الصید اوی متوفی ۴۰۲ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن مخلص الشیخ الصالح بیغداد حدثنا عیسیٰ بن ابی حرب حدثنا یحییٰ بن ابی بکر حدثنا سفیان بن غنظہ عن ابی الطفیل عن ابی ذر قال: لقد ترکنا رسول اللہ ﷺ وما من طائر یقلب جناحیه فی السماء الا وهو یدکرنا منه علماً۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس حال میں چھوڑا ہے کہ فضائے آسمانی میں جو پرندہ پر مارتا ہے آپ نے اذروئے علم ہم سے اس کا ذکر کر دیا ہے۔

(مجم الثیوخ ص ۱۴۲ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

## حاشیہ.....☆.....

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وعن ابی الدرداء قال لقد ترکنا رسول اللہ ﷺ وما فی السماء طائر یطیر بجناحیه الا ذکرنا منه علما رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح۔

(مجمع الزوائد باب فیما اوتی من العلم فی الجہنم ج ۸ ص ۲۶۳ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

حدثنا محمد بن عبد اللہ الحضرمی ثنا محمد بن عبد اللہ بن یزید المقرئ ثنا سفیان بن عیینہ عن فطر عن ابی الطفیل عن ابی ذر قال ثم ترکنا رسول اللہ ﷺ وما طائر یقلب جناحیه فی الهواء الا وهو یذکرنا منه علما قال فقال رسول اللہ ﷺ ما بقی شیء یقرب من الجنة ویباعد من النار الا وقد بین لکم۔

(المجموع لکبیر للطبرانی ج ۲ ص ۵۵ رقم الحدیث ۱۶۳۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

امام ابویعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

حدثنا محمد بن ابی بکر حدثنا یحییٰ عن فطر بن خلیفہ عن عطاء قال قال ابو الدرداء ثم لقد ترکنا رسول اللہ ﷺ وما فی السماء طیر یطیر بجناحیه الا ذکرنا منه علما۔

(مسند ابویعلیٰ ج ۹ ص ۶۶ رقم الحدیث ۵۱۰۹ مطبوعہ دار المأمون للتراث دمشق)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثناء بن نمیر ثنا الاعمش عن منذر ثنا اشیاخ من التیم قالوا قال ابو ذر ثم لقد ترکنا محمد ﷺ وما یحرف طائر بجناحیه فی السماء الا ذکرنا منه علما۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اس حال میں چھوڑا کہ فضا میں جو بھی اپنے پروں سے اڑنے والا پرندہ تھا آپ نے ہمیں اس سے متعلق علم کا ذکر کیا۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۵۳ رقم الحدیث ۲۱۳۹۹ مطبوعہ مؤسسة قرطبہ مصر)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

رواہ احمد والطبرانی وزاد فقال النبی ﷺ ما بقی شیء یقرب الجنة ویباعد من النار الا وقد بین لکم ورجال الطبرانی رجال محمد بن عبد اللہ بن یزید المقرئ وهو ثقة وفي اسناد احمد من لم یسم۔

(مجمع الزوائد باب فیما اوتی من العلم فی الجہنم ج ۸ ص ۲۶۳ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

امام بزار رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

كتب الی محمد بن عبد اللہ بن یزید المقرئ یخبرنی فی کتابہ ثنا ابن عیینہ حدثہ عن فطر بن خلیفہ عن ابی الطفیل عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال لقد ترکنا رسول اللہ ﷺ وما طائر فی ماسماء یقلب جناحیه الا وقد اوجدنا فیہ علما۔

(مسند البزار ج ۹ ص ۳۴۱ رقم الحدیث ۳۸۹۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورہ)

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وقال ابو ذر لقد ترکنا رسول اللہ ﷺ وما یحرف طائر جناحیه فی السماء الا ذکرنا منه علما۔  
(الاستیعاب ذکر ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۶۵۵ رقم الحدیث ۲۹۳۵ مطبوعہ دار النجیل بیروت)

(۹) مشکوٰۃ باب الغن فصل ثانی میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

ما تارك رسول الله ﷺ من قائل فتنه الى ان تقضى الدنيا يبلغ من ثلث مائة فصا عدا قد سماه لنا باسمه واسم ابيه واسم قبيلته رواه ابو داود۔

**ترجمہ:** انہیں چھوڑا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی فتنہ چلائے والے کو دنیا کے ختم ہونے تک جن کی تعداد تین سو سے زیادہ تک پہنچے گی مگر ہم کو اس کا نام اس کے باپ کا نام اس کے قبیلے کا نام بتادیا۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الغن فصل ثانی ص ۳۶۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۱۰) مشکوٰۃ باب ذکر الانبياء میں بخاری سے بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔

خفف عن داود القرآن فكان يامر دو آبه تسرج فيقرء القرآن قبل ان تسرج۔

**ترجمہ:** حضرت داؤد علیہ السلام پر قرآن (زبور) کو اس قدر ہلکا کر دیا گیا تھا کہ وہ اپنے گھوڑوں کو زین لگانے کا حکم دیتے تھے تو آپ ان کی زین سے پہلے زبور پڑھ لیتے تھے۔

(صحیح البخاری کتاب الانبیاء ج ۱ ص ۳۷۵ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

یہ حدیث اس جگہ اس لئے بیان کی گئی کہ اگر حضور علیہ السلام نے ایک وعظ میں از اول تا آخر واقعات بیان فرمادیے تو یہ بھی آپ کا معجزہ تھا۔ جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام آن کی آن میں ساری زبور شریف پڑھ لیتے تھے۔

(۱۱) مشکوٰۃ باب مناقب اہل البیت میں ہے۔

تلد فاطمة ان شاء الله غلاما يكون في حبرك۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام نے خبر دی کہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے فرزند پیدا ہوگا۔ جو تمہاری پرورش میں رہے گا۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب اہل بیت النبی الفصل الاول ص ۵۷۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۱۲) بخاری باب اثبات عذاب القبر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل ہے۔

مر النبي ﷺ بقبرين يعذبان فقال انهما يعذبان وما يعذبان في كبير اما احدهما فكان لا يستزهِ من البول واما الآخر فكان يمشي بالنميمة ثم اخذ جريدة رطبة فشققها بنصفين ثم غرز في كل قبر واحدة وقال لعله ان يخفف عنهما ما لم ييبسا۔

حاشیہ.....☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

واخرج ابو يعلى وابن منيع والطبراني مثله، عن ابى الدرداء۔

**ترجمہ:** ابو یعلیٰ، وابن منیع، اور طبرانی رحمہم اللہ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل روایت کی۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۸۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

شیخ علامہ احمد بن محمد القسطلانی متوفی ۹۲۳ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

لا شك ان الله تعالى قد اطلعه على ازيد من ذلك والقي عليه علوم الاولين والآخرين۔

**ترجمہ:** کچھ شک نہیں کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی زائد حضور کو علم دیا اور تمام اگلے پچھلوں کا علم حضور پر القاف فرمایا۔

(مواعظ اللہ فی المقصد الثامن الفصل الثالث ج ۳ ص ۹۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)



**ترجمہ:** حضور علیہ السلام دو قبروں پر گزرے جن میں عذاب ہو رہا تھا تو فرمایا کہ ان دونوں شخصوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور کسی وشوار بات میں عذاب نہیں ہو رہا ہے ان میں سے ایک تو پیشاب سے نہ پچتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا پھر ایک تر شاخ کو لے کر اس کو آدھا آدھا چیرا پھر ہر قبر میں ایک ایک کو گاڑ دیا اور فرمایا کہ جب تک یہ ٹکڑے خشک نہ ہوں گے ان دونوں شخصوں سے عذاب میں کمی کی جاوے گی۔

(صحیح البخاری ج ۱ ص ۶۱۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۳۱ مطبوعہ)، (سنن ابی داؤد باب الاستبراء من البول ج ۱ ص ۶ رقم الحدیث ۲۰-۲۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن الترمذی ج ۱ ص ۷ مطبوعہ)، (سنن الکبریٰ امام ترمذی ج ۱ ص ۱۰۴ مطبوعہ)، (صحیح ابن خوزیمہ ج ۱ ص ۳۰۳ رقم الحدیث ۵۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۷۷ مطبوعہ)، (مسند ابی حنوفہ ج ۱ ص ۱۹۶ مطبوعہ)، (صحیح ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۵۲ مطبوعہ)، (مسند ابی یعلیٰ ج ۳ ص ۳۳ مطبوعہ)، (مسند اسحاق بن راہویہ ج ۱ ص ۲۳۶ مطبوعہ)، (مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۵ رقم الحدیث ۱۹۸۰ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبیہ مصر)، (طبرانی الاوسط ج ۳ ص ۱۰۲ رقم الحدیث ۲۳۳۳ مطبوعہ)، (مسند عبد بن حمید ج ۱ ص ۳۶۶ رقم الحدیث ۳۰۴ مطبوعہ)، (دلائل النبوة امام ترمذی ج ۲ ص ۲۲ مطبوعہ)، (الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عسکری ج ۲ ص ۳۸۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۵۸۸ رقم الحدیث ۶۷۵۳ مطبوعہ)، (خصائص الکبریٰ باب ما وقع فی غزوة ذات الرقاع من الآیات والمعجزات ج ۱ ص ۳۷۱-۳۷۲ ج ۲ ص ۱۳۸-۱۳۹ باب فیما اطلع علیہ من احوال البرزخ والجنۃ والنار غیر ما تقدم مطبوعہ دار المکتب العلمیہ بیروت)، (الکنز لابن الجارود باب التزہ فی الابدان والقباب عن النجاسات ج ۱ ص ۳۲ رقم الحدیث ۱۳۰ مطبوعہ مؤسسۃ الکتاب الثقافیہ بیروت)، (معجم الصحابیہ ج ۳ ص ۱۳۲-۱۳۳ رقم الحدیث ۱۱۱۷ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)، (سنن الدارمی باب الاقامۃ من البول ج ۱ ص ۲۰۵ رقم الحدیث ۳۹ مطبوعہ دار المکتب العربی بیروت)، (سنن ابن ماجہ باب التشہید فی البول ج ۱ ص ۱۲۵ رقم الحدیث ۳۳۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

(۱۳) بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ اور تفسیر خازن میں زیر آیت لاتسئلوا عن اشیاء ان تبدلکم (پارہ ۷ سورہ ۵ آیت نمبر ۱۰) ہے۔  
قام علی المنبر فذكر الساعة وذكر ان بين يديها امور اعظاما ثم قال ما من رجل احب ان يسئل عن شئ فليسئل عنه فوالله لاتسئلوني عن شئ الا اخبركم ما دمت في مقامى هذا فقام رجل فقال ابن مدخلی قال النار فقام عبد الله ابن حذافه فقال من ابی قال ابوك حذافه ثم كثير ان يقول سلوني سلوني۔  
**ترجمہ:** حضور علیہ السلام منبر پر کھڑے ہوئے پس قیامت کا ذکر فرمایا کہ اس سے پہلے بڑے بڑے واقعات ہیں پھر فرمایا کہ جو شخص جو بات پوچھنا چاہے پوچھ لے قسم خدا کی جب تک ہم اس جگہ یعنی منبر پر ہیں تم کوئی بات ہم سے نہ پوچھو گے مگر ہم تم کو اس کی خبر دیں گے ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ میرا ٹھکانا کہاں ہے؟ فرمایا جہنم میں عبد اللہ اب حذافہ نے کھڑے ہو کر دریافت کیا کہ میرا باپ کون ہے فرمایا حذافہ۔ پھر بار بار فرماتے رہے کہ پوچھو پوچھو۔

(صحیح البخاری کتاب الاعتصام ج ۲ ص ۱۰۸۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

☆..... حاشیہ

نیم ریاض میں ہے۔

هذا تمثيل لبيان كل شئ تفصيلاً تارةً واجملاً أخرى۔

**ترجمہ:** یہ ایک مثال دی ہے اس کی کہ نبی شیخین نے ہر چیز بیان کرنے کی کبھی تفصیلاً کبھی اجمالاً۔

(نیم ریاض شرح الشفاء للقاضی عیاض فصل من ذک ما اطلع علیہ من الغیب ج ۳ ص ۱۵۳ مطبوعہ مکتبات ہند)، (شرح العلامة الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثامن الفصل الثالث القسم الثانی ج ۷ ص ۲۰۶ مطبوعہ دار البرقہ بیروت)

خیال رہے کہ جنہی یا جنتی ہونا علوم خمسہ میں سے ہے کہ سعید ہے یا شقی اسی طرح کون کس کا بیٹا ہے یہ ایسی بات ہے کہ جس کا علم سوائے اس کی ماں کے اور کسی کو نہیں ہو سکتا قرآن ان نگاہوں کے جو کہ اندھیرے اجالے دنیا و آخرت سب کو دیکھتی ہیں۔ (۱۳) مشکوٰۃ باب مناقب علی رضی اللہ عنہ میں ہے۔

قال يوم خيبر لا عطين هذه الراية غدا رجلاً يفتح الله على يديه يحب الله ورسوله۔  
**ترجمہ:** حضور علیہ السلام نے خیبر کے دن فرمایا کہ ہم کل یہ جھنڈا اس کو دیں گے جس کے ہاتھ پر اللہ خیبر فتح فرمادے گا اور وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۶۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (صحیح البخاری کتاب فضائل الصحابة باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۳۵۷ رقم الحدیث ۳۴۹۹ مطبوعہ دارالین کثیر بیروت)، (صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۸۷۲ رقم الحدیث ۲۳۰۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۶ ص ۳۶۲ رقم الحدیث ۱۲۸۳۷ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکتبۃ المکتبۃ)، (صحیح مسلم کتاب الفضائل باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۷۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح البخاری کتاب الجہاد کتاب المناقب۔ کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر ج ۲ ص ۵۰۶-۶۰۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (تیسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۱۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل المہدی والرشاد ج ۱ ص ۶۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الانصار ج ۱ ص ۲۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (اتحاف سادۃ المتقین ج ۸ ص ۳۳۳-۳۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۳۸۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (تاریخ الامم والملوک المعروف تاریخ الطبری ج ۲ ص ۱۳۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبری صغیر باب الحکم من اسمہ محمد ج ۲ ص ۱۰۱-۱۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند سعد ص ۵۱ مطبوعہ دار البیضاء الاسلامیہ بیروت)، (زاد المعادی حدی خیر العباد فی غزوۃ خیبر ج ۳ ص ۳۲۰ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاصابة فی تیزر الصحابة ذکر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۵۶۹ برقم ۵۶۹۲ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)

حاشیہ..... ☆

امام محمد بن سعد متوفی ۲۴۰ھ لکھتے ہیں۔

قال قال رسول الله ﷺ يوم خيبر لا دفن الراية الى رجلاً يحب الله ورسوله ويحب الله ورسوله۔  
**ترجمہ:** حضور ﷺ نے خیبر کے دن فرمایا کہ میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اسے دوست رکھتے ہیں اور وہ محصور یہود کے قلعہ کو فتح کرے گا۔  
(طبقات الکبریٰ ابن سعد غزوۃ خیبر ج ۲ ص ۱۱۰ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام عبد الملک بن ہشام متوفی ۲۴۳ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ لا عطين الراية غدا رجلاً يحب الله ورسوله يفتح الله على يديه ليس بفوار۔  
**ترجمہ:** حضور ﷺ نے فرمایا میں کل ایسے آدمی کو جھنڈا عطا کروں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائے گا وہ بھاگے گا نہیں۔  
(السيرة النبوية المعروف سيرة ابن هشام ذكر المسير الى خيبر ج ۳ ص ۳۰۵ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)، (روض الانف للسبیل غزوۃ خیبر ج ۳ ص ۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

## حاشیہ.....☆

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

قال يوم خيبر ثم لادفعن الراية الى رجل يحب الله ورسوله او يحب الله ورسوله فدعا عليا وانه لارمد ما يبصر موضع قدمه فتنفل في عينه ثم دفعها اليه يفتح الله عليه۔  
(نفاك صحابه لابن حنبل ج ۲ ص ۵۸۴ رقم الحديث ۹۸۸ مطبوعه مؤسسة الرسالة بيروت)، (مسند احمد ج ۳ ص ۵۲ مطبوعه كتب اسلامي بيروت)

امام حارث بن ابی اسامه متوفی ۲۸۲ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال رسول الله لا عطين الراية رجلا يحب الله ورسوله يفتح الله على يديه..... قال فما رجع حتى فتح على يديه۔  
(بخية الباحث عن زوائد مسند الحارث بن اسامه كتاب المغازي باب ما جاء في شان خيبر ج ۲ ص ۸۰ رقم الحديث ۶۹۶ مطبوعه مركز خدمة السنة والسيرة النبوية المدينة المنورة)

امام ابو جعفر محمد بن جرير طبري متوفی ۳۲۰ھ لکھتے ہیں۔

لا عطينها غدا رجلا يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله۔  
(تاريخ الامم والملوك المعروف تاريخ الطبري غزوة خيبر ج ۲ ص ۱۳۷ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)

امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعيب نسائي متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں۔

قال يوم خيبر لا عطين هذه الراية غدا يفتح الله على يديه يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله۔  
**ترجمہ:** حضور ﷺ نے فرمایا کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا یا وہ شخص جھنڈا پکڑے گا جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتے ہیں یا فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔  
(نفاك الصالحات للنسائي ص ۱۵-۱۶ رقم الحديث ۳۶-۳۷-۳۸ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)، (الذرية الطاهرة النبوية ص ۸ رقم الحديث ۱۳۱ مطبوعه ابدار السلفية الكويت)

امام محمد بن حبان بن احمد ابو حاتم القمي متوفی ۳۵۳ھ لکھتے ہیں۔

لا عطين الراية غدا رجلا يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله يفتح الله على يديه۔  
(السيرة النبوية واخبار الفقهاء لابن حبان السنة السابعة من الهجرة غزوة خيبر ص ۶۰۲ مطبوعه دار الفكر بيروت)، (الفتا لابن حبان السنة الرابعة من الهجرة ج ۲ ص ۱۳ مطبوعه دار الفكر بيروت)

محدث کبير امام ابو حنيم احمد بن عبد الله سنهاني متوفی ۳۳۰ھ لکھتے ہیں۔

قال يوم خيبر لا عطين هذه الراية رجلا يفتح الله على يديه يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله۔  
**ترجمہ:** حضور ﷺ نے فرمایا کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا یا وہ شخص جھنڈا پکڑے گا جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتے ہیں یا فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔

(حلیہ الاولیاء و طبقات الاصفیاء علی بن ابی طالب ج ۲ ص ۶۲ مطبوعه دار الكتب العربیة بیروت)

حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

قال رسول الله ﷺ لا عطين الراية غدا رجلا يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله ليس بغرار يفتح الله عز وجل على يديه۔

(الدرر في اختصار المغازي والسيرة لابن عبد البر ص ۱۹۸ مطبوعه دار المعارف القاهرة مصر)

(۱۵) مشکوٰۃ باب المساجد میں ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

عروضت علی اعمال امتی حسنہا وسینہا فوجدت فی محاسن اعمالہا الا ذی یماط عن الطريق۔  
**ترجمہ:** ہم پر ہماری امت کے اعمال پیش کئے گئے اچھے بھی اور برے بھی ہم نے ان کے اچھے اعمال میں وہ تکلیف دہ چیز بھی پائی جو راستے سے ہٹا دی جائے۔

(صحیح مسلم کتاب المساجد باب النہی عن البصاق فی المسجد ج ۱ ص ۲۰۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۰ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (دلائل النبوۃ للاصبہانی ص ۲۰۶ رقم الحدیث ۲۸۰ مطبوعہ دارطبیۃ الریاض)، (مسند ابوعمرانہ ج ۱ ص ۲۰۶ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۲۹۱ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

.....☆.....

امام حافظ ابوبکر احمد بن حسین یحییٰ متوفی ۲۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

قال رسول اللہ ﷺ لا عطين الراية غدا رجلا يحب الله ورسوله يفتح الله عليه۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ نے فرمایا کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کو محبوب رکھتا ہے اور وہ محصور یہود کے قلعہ کو فتح کرے گا۔

قال رسول اللہ ﷺ لا عطين الراية غدا اولياخذن الراية غدا رجلا يحبه الله ورسوله او قال يفتح الله عليه۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ نے فرمایا کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا یا وہ شخص جھنڈا پکڑے گا جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتے ہیں یا فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔

(دلائل النبوۃ باب ما جاء فی بیث السرایا الی حصون خیر واخبار النبی ﷺ علی یدی علی بن ابی طالب الخ ج ۳ ص ۲۰۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصبہانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

قال يوم حبيب لا عطين هذه الراية غدا رجلا يفتح الله على يديه يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ نے خیر کے دن فرمایا کہ کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اسے دوست رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔

(دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۱۳۳ رقم الحدیث ۸۹۱ مطبوعہ دارطبیۃ الریاض)، (منوۃ الصغۃ ذکر حبہ اللہ عزوجل وحبہ رسول اللہ ﷺ ج ۱ ص ۳۱۱ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)

امام ابی الریح سلیمان بن موسی الکلاعی الاندلسی متوفی ۶۳۳ھ لکھتے ہیں۔

قال قال رسول الله يوم حبيب لا عطين الراية غدا رجلا يحب الله ورسوله يفتح الله على يديه۔

(الاكتفاء بما تضمنه من مغازي رسول الله والشايد الخلفاء غزوة خيبر ج ۲ ص ۱۹۱ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)، (سنن الترمذی باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ج ۵ ص ۶۳۸ رقم الحدیث ۳۷۲۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ذکر اختصاصه باعطاء الراية يوم خيبر وفتحها علی یدیہ ص ۷۲-۷۳ مطبوعہ دارالکتب المصریہ)، (تخریج الدلائل السعیدہ ص ۷۵ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (البدایہ والنہایہ غزوة خيبر فی اولها ج ۳ ص ۱۸۵ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)، (السیرۃ النبویہ الیٰ بن کثیر غزوة خيبر فی اولها ج ۳ ص ۳۳۷ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)، (وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام ص ۱۰۶ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (خصائص الکبریٰ باب ما وقع فی غزوة حبيب من الآيات المعجزات ج ۱ ص ۳۱۸-۳۱۹ مطبوعہ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الاستیعاب ذکر عام بن الاکوع رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۷۸۷ رقم الحدیث ۱۳۱۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المأمون المعروفہ بالسیرۃ الخلدیہ ج ۲ ص ۷۳-۷۴ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)

اس حدیث مبارکہ میں حضور ﷺ نے یہ بھی بتا دیا کہ کل کیا ہوگا (معانی غدا) اور یہ بھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کل کیا کریں گے (ماذا تسکب غدا)

(۱۶) مسلم جلد دوم کتاب الجہاد باب غزوہ بدر میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔  
قال رسول الله ﷺ هذا مصرع فلان يضع يده على الارض ههنا ههنا قال فما ماط احدهم عن موضع يد رسول الله ﷺ۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ فلاں شخص کے گرنے کی جگہ ہے اور اپنے دست مبارک کو اُدھر اُدھر زمین پر رکھتے تھے راوی نے فرمایا کہ کوئی بھی مقتولین میں سے حضور علیہ السلام کے ہاتھ کی جگہ سے ذرا بھی نہ ہٹا۔

(صحیح مسلم کتاب الجہاد باب غزوہ بدر ج ۲ ص ۱۰۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۸-۳۶۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (نیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۱۹۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (اتحاف سادات المتقین ج ۸ ص ۳۳۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۳۸۶ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (مختصر سیرۃ الرسول عبد الوہاب نجدی ص ۱۰۲ مطبوعہ دارالکتب بیروت)، (اوقاف باحوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ۳ ص ۳۰۶ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)، (بل الہدی والرشاد غزوہ بدر الکبری ج ۳ ص ۵۳-۵۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ غزوہ بدر العظمی ج ۳ ص ۲۷۶ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)، (السیرۃ النبویہ لابن کثیر الطبری ج ۲ ص ۳۳۷ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)، (انفصول فی اختصار سیرۃ الرسول لابن کثیر ص ۱۱۷ مطبوعہ دارالکتب بیروت)، (التجہ اللطیفۃ فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ لایام سخاوی باب مناقبہ و حسانہ ج ۱ ص ۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (انسان العیون فی سیرۃ الایمں المامون المعروفۃ بالسیرۃ الحلبیہ باب غزوہ بدر الکبری ج ۳ ص ۵۵ مطبوعہ دارالعرفۃ بیروت)، (صفوۃ الصفوۃ لابن جوزی ذکر طرف من اخبارہ بالغائبات ج ۱ ص ۱۰۲ مطبوعہ دارالعرفۃ بیروت)، (طرائف الاوسط ج ۸ ص ۲۱۹ رقم الحدیث ۸۳۵۳ مطبوعہ دارالحرمین القاقرۃ)

خیال رہے کہ کون کس جگہ مرے گا۔ یہ علوم خمسہ میں سے ہے جس کی خبر حضور علیہ السلام جنگ بدر میں ایک روز پہلے دے رہے ہیں۔

.....☆ حاشیہ.....

امام ابو داؤد متوفی ۲۵۷ھ روایت کرتے ہیں۔

قال انس قال رسول الله ﷺ هذا مصرع فلان غدا ووضع يده على الارض وهذا مصرع فلان غدا ووضع يده على الارض فقال والذي نفسي بيده ما جاوز احد منهم عن موضع يد رسول الله ﷺ فاخذوا بارجلهم فسحبوا فالتقوا في قليب بدر۔

**ترجمہ:** حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (جنگ بدر کے دن) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگلے یہ فلاں کے گرنے کی جگہ ہے اور آپ نے زمین پر ہاتھ رکھا اور کل یہ فلاں کے گرنے کی جگہ ہے اور زمین پر ہاتھ رکھا تھا کوئی شخص اس سے بالکل متجاوز نہیں ہوا (اسی جگہ گر کر مرا) پھر رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ان کو تھپٹ کر بدر کے کنوئیں میں ڈال دیا گیا۔

(سنن ابی داؤد باب فی الاسیرینال مندویضرب و یقرن ج ۳ ص ۵۸ رقم الحدیث ۲۶۸۱ مطبوعہ دارالکتب بیروت)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۱ھ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں لکھتے ہیں۔

وفیه معجزتان من اعلام النبوة احدهما اخبارہ ﷺ بمصرع جبا برتهم فلم يتعد مصرعه الثانية اخبار ﷺ بان الغلام الذی کانوا يضربونه يصدق اذا تركوه ويكذب اذا ضربوه وكان كذلك فی نفس الامر۔

**ترجمہ:** اس حدیث مبارکہ میں حضور ﷺ کے دو معجزوں کا ذکر ہے جو کہ آپ کی نبوت کی نشانیاں ہیں۔ ایک آپ ﷺ کا ان کے جابر سرداروں کی قتل گاہوں کی خبر دینا کہ کسی نے اپنی قتل گاہ سے تجاوز نہ کیا۔ دوسرا معجزہ آپ ﷺ کا یہ بتانا کہ جس لڑکے کو وہ مار رہے تھے۔ جب اسے چھوڑتے تو وہ بچ بولتا اور جب اسے مارتے تو وہ جھوٹ بولتا اور یہی حقیقت تھی۔ (سچ کیا تھا اور جھوٹ کیا؟ اس کو صحابہ کرام رضی

(۱۷) مشکوٰۃ باب المعجزات میں حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ ☆

فقال رجل تالله ان رءيت كاليوم ذئب يتكلم فقال الذئب اعجب من هذا رجل في النخلات بين الحرنين يخبركم بما مضى وما هو كائن بعدكم۔

**ترجمہ:** شکاری آدمی نے کہا کہ میں نے آج کی طرح کبھی نہ دیکھا کہ بھیڑیا باتیں کر رہا ہے تو بھیڑیا بولا کہ اس سے عجیب بات یہ ہے کہ (ایک صاحب (حضور) دو میدانوں کے درمیانی نخلستان (مدینہ منورہ) میں ہیں اور تم کو گزشتہ اور آئندہ کی خبریں دے رہے ہیں۔ (سیرۃ ابن اسحاق اعلام النبوة ص ۲۶۱ رقم الحدیث ۳۳۳ مطبوعہ معھ الدراسات والابحاث للتحریب) (طبقات الکبریٰ ابن سعد ذکر علامات النبوة بعد نزول الوحی علی رسول اللہ ﷺ ج ۱ ص ۱۷۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (اعلام النبوة فی معجزہ بما تھم من الہام ص ۱۸۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۳ ص ۸۳ رقم الحدیث ۱۸۰۹ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبہ مصر)، (الاستیعاب ج ۲ ص ۶۳۹ مطبوعہ دار الخلیل بیروت)، (دلائل النبوة وادلائل صحابی ص ۱۱۲-۱۱۳ رقم الحدیث ۱۱۶ ص ۱۸۲ رقم الحدیث ۳۳۳ مطبوعہ دار طبعہ الریاض)

حاشیہ..... ☆

اللہ عنہم نہ سمجھ سکے اور آقا علیہ السلام نے واضح فرما دیا یہی غیب بتانا سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دوسرا معجزہ تھا) (صحیح مسلم مع نوادی کتاب الجہاد باب غزوۃ بدر ج ۲ ص ۱۰۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

يقول هذا مصرع فلان وهذا مصرع فلان فما عدا واحد منهم مصرعه ذلك الذي حده رسول الله ﷺ (الدرر في اخبار المغازی والسير لابن عبد البر ص ۱۰۵ مطبوعہ دار المعارف القاہرۃ مصر)

امام ابی العباس احمد بن احمد الخطیب متوفی ۸۱۸ھ لکھتے ہیں۔

واخبر عن مصارع المشركين يوم بدر فوجد كل واحد في مصرعه الذي اخبر به۔ (وسيلة الاسلام بالنبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ص ۱۳۳ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

محمد بن ابی بکر الدمشقی الشیرباین قیم الجوزیہ متوفی ۸۷۷ھ لکھتے ہیں۔

وجعل يشير بيده هذا مصرع فلان وهذا مصرع فلان وهذا مصرع فلان ان شاء الله فما تعدى احد منهم مضوع اشارته۔ (زاو العاد فی ہدی خیر العباد ج ۳ ص ۶۱ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام علی بن برہان الدین الخلیفی الشافعی متوفی ۱۰۶۶ھ لکھتے ہیں۔

يقول هذا مصرع عتبة بن ربيعة وهذا مصرع شيبة بن ربيعة وهذا مصرع امية بن خلف وهذا مصرع ابي جهل بن هشام وهذا مصرع فلان غدا ان شاء الله تعالى اى ويضع ﷺ يره الشريفة على الارض فما تنحى احدثهم عن موضع يده۔

(انسان النعمان فی سیرۃ الامین المامون المعروفہ بالسرۃ الخلیفۃ باب غزوۃ بدر الکبریٰ ج ۲ ص ۳۳۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

☆ امام ابی القرج عبد الرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

قال الذئب اعجب من هذا رجل في النخلات بين الحرتين يخبركم بما مضى وما هو كائن من بعدكم۔ **ترجمہ:** بھیڑیے نے کہا یہ تو کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے دراصل حیرت و تعجب کا موجب تو یہ بات ہے کہ سکستانوں کے درمیان نخلستان میں ایک ہستی جلوہ فرما ہے جو گزرے ہوئے واقعات بھی بتلاتے ہیں اور آنے والے بھی۔

(الوقایا بحوال المصطفیٰ باب الثانی فی ذکر اعلام الوحش ج ۱ ص ۱۵۹ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

## حاشیہ.....☆

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۲۶۸ھ لکھتے ہیں۔

فقال الذئب اعجب من هذا رجل في النخلات بين الحرثين يخبركم بما مضى وما هو كائن بعدكم۔  
**ترجمہ:** بھیڑیا کہنے لگا اے کبریوں والے! اس سے کہیں زیادہ عجیب بات تو یہ ہے کہ ان دو سنگستانوں کے درمیان کھجوروں کے باغات والے شہر میں ایک مرد خدا جلوہ فرما ہے جو تمہیں ماضی کی خبریں بھی دیتا ہے اور جو کچھ تمہارے بعد مستقبل میں ہونے والا ہے ان واقعات کی خبریں بھی دیتا ہے۔

(الذکر فی احوال الموتی و امور الآخرة باب امور تکون بین یدی الساعۃ ج ۲ ص ۵۴۷ مطبوعہ سعید یہ کتب خانہ صدف پلازہ محلہ جنگلی پشاور)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۴۰۷ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال الذئب اعجب من هذا رجل في النخلات بين الحرثين يخبركم بما مضى وما هو كائن بعدكم۔  
**ترجمہ:** بھیڑیے نے کہا اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ ایک آدمی دو میدانوں کے درمیان واقع نخلستان (مدینہ) میں بیٹھ کر بتلا رہا ہے کہ کیا ہو چکا ہے اور آئندہ کیا ہوگا۔

(البدایۃ والنہایۃ قصۃ الذئب و صحابۃ بالرسالۃ ج ۶ ص ۱۳۴ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)

امام اسحاق بن ابراہیم راہویہ متوفی ۲۳۸ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال الذئب او اعجب من ذلك رجل بين النخلات بين الحرثين يخبركم بما مضى وما هو كائن بعدكم۔  
(مسند اسحاق بن راہویہ ج ۱ ص ۳۵۷ رقم الحدیث ۳۶۰ مطبوعہ مکتبۃ الایمان المدینہ المنورہ)

امام کبیر محدث شہیر حافظ حدیث ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصمغانی متوفی ۳۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال اعجب من هذا رجل في النخلات بين الحرثين يخبر بما مضى وما هو كائن بعدكم۔  
**ترجمہ:** بھیڑیے نے کہا اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ ایک آدمی دو میدانوں کے درمیان واقع نخلستان (مدینہ) میں بیٹھ کر بتلا رہا ہے کہ کیا ہو چکا ہے اور آئندہ کیا ہوگا۔

(دلائل النبوة امام ابو نعیم اصمغانی اردو ص ۳۳۷-۳۳۸ مطبوعہ رضاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

اخرج أحمد وابن سعد والبخاري وصحاحه وابو نعيم من طرق عن ابي سعيد الخدري قال: بينما راع يرعى بالحرّة اذ عرض ذئب لشاة من شياهه فقال الراعي بين الذئب وبين الشاة فاقعى الذئب على ذنبه ثم قال للراعي الا تتقى الله تعالى تحول بيني وبين رزق ساقه الله تعالى الى فقال الراعي العجب من الذئب يتكلم بكلام الانس فقال الذئب الا احذثك باعجب من ذلك رسول الله ﷺ بين الحرثين يحدث الناس بانباء ما قد سبق فساقي الراعي غنمه حتى قدم المدينة فدخل على النبي ﷺ فحدث بحديث الذئب فقال رسول الله ﷺ صدق صدق الا انه من اشراط الساعة كلام السباع للانس والذي نفسي بيده لا تقوم الساعة حتى تكلم السباع الانس ويكلم الرجل شراك نعله وعذبة سوطه ويخبره فخذ بهما احداث اهل من بعده۔

**ترجمہ:** امام احمد و ابن سعد و بزار رحمہم اللہ اور حاکم و بیہقی رحمہما اللہ دونوں نے صحیح بتا کر اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد سندوں کے

(۱۸) تفسیر خلاص پارہ ۲ ری آیت ما کان اللہ لیذر المؤمنین علی ما اتم علیہ (پارہ ۲ سورہ ۳ آیت نمبر ۱۷۹) ہے۔

قال رسول اللہ علیہ السلام عرضت علی امتی فی صورہا فی الطین کما عرضت علی ادم و عملت من یوم من نبی ومن یکفر بنی فبلغ ذلک المنافقین قالوا استہزاء زعم محمدا انه یعلم من یوم من بہ ومن یکفر ممن لم یخلق بعد یونحن معہ وما یعرفنا فبلغ ذلک رسول اللہ ﷺ فقام علی المنبر فحمد اللہ اثنی علیہ ثم قال ما بال افوام طعنوا فی علمی لاتسنلونی عن شئی فیما بینکم و بین الساعۃ الا انباتکم۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم پر ہماری امت پیش فرمائی گئی اپنی اپنی صورتوں میں مٹی میں جس طرح کہ حضرت آدم علیہ السلام پر پیش ہوئی تھی ہم کو بتا دیا کیا کون ہم پر ایمان لاویگا اور کون کفر کرے گا۔ یہ خبر منافقین کو پہنچی تو وہ ہنس کر کہنے لگا کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کی پیدائش سے پہلے ہی کافر دھوس کی خبر ہو گئی ہم تو ان کے ساتھ ہیں اور ہم کو نہیں پہچانتے یہ خبر حضور علیہ السلام کو پہنچی تو آپ منبر پر کھڑے ہوئے اور خدا کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا کہ قوموں کا کیا حال ہے کہ ہمارے علم میں طعن کرتے ہیں اب سے قیامت تک کسی چیز کے بارے میں جو بھی تم ہم سے پوچھو گے ہم تم کو خبر دیں گے۔

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ حضور علیہ السلام کے علم میں طعن کرنا منافقوں کا طریقہ ہے۔ دوسرے یہ کہ قیامت تک کے واقعات سارے حضور علیہ السلام کے علم میں ہیں۔

(الباب الاول فی معانی التخریل المعروف تفسیر خازن ج ۱ ص ۳۲۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۱۹) مشکوٰۃ کتاب النسخ باب الملاحم فصل اول میں مسلم سے بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہے۔

انی لاعرف اسماء ہم واسماء اباہم و الوان خیلہم خیر فوارس او من خیر فوارس علی ظہر الارض۔

**ترجمہ:** ہم ان (دجال سے جہاد کی تیاری کرنے والوں) کے نام ان کے باپ دادوں کے نام ان کے گھوڑوں کے رنگ پہچانتے ہیں۔

حاشیہ..... ☆

ساتھ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ حرہ میں ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا اچانک بھیڑ یا اس کی بکریاں میں سے ایک بکری پر لپکا تو چرواہا بکری اور بھیڑ کے درمیان حائل ہو گیا۔ بھیڑ یا اپنی دم پر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد اس نے چرواہے سے کہا کیا تو خدا سے نہیں ڈرتا کہ میرے اور اس رزق کے درمیان جسے اللہ تعالیٰ نے میری طرف بھیجا حائل ہوتا ہے؟ چرواہے نے کہا تعجب ہے کہ بھیڑ یا انسان جیسی بات کرتا ہے۔ بھیڑیے نے کہا کیا میں اس سے زیادہ تعجب کی بات نہ بتاؤں وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ ان دونوں پہاڑوں کے درمیان گزشتہ واقعات کی خبریں لوگوں کو بتا رہے ہیں۔ یہ سن کر اس چرواہے نے اپنی بکریوں کو ہانک دیا اور خود مدینہ منورہ چل دیا اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس نے بھیڑیے کی بات بیان کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اس نے سچ کہا اس نے سچ کہا لوگوں سن لو انسانوں سے درندوں کا بات کرنا قیامت کی علامتوں میں سے ایک ہے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک درندے انسانوں سے بات نہ کریں اور مردے اس کی جوتی کا تسمہ اور اس کے کوڑے کا پھندہ بات کرے گا اور اس کی ران اسے وہ بات بتائے گی جو اس کے جانے کے بعد اس کی بیوی سے رونما ہوئی ہوگی۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصوصیات مصطفیٰ ﷺ محمد ہارون مجاہد پویندی ج ۲ ص ۲۵۲ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)،

(مجمع الزوائد و منبع الفوائد باب اخبار الذب بنو النبی ﷺ ج ۸ ص ۲۹۴ مطبوعہ منسۃ المعارف بیروت)، (حیۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین الباب

السادس فی معجزات ﷺ المتعلقة بتکلیف الیہانہ لہ وشہادتها برسالة الغصن ۳۳۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)



وہ روئے زمین پر بہترین سوار ہیں۔

(مسلم رقم الحدیث ۲۲۲۴ کتاب النہن باب فصل فی اشراف السلفہ ج ۲ ص ۹۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)۔ سند احمد ج ۱ ص ۳۸۵۔ مستدرک للحاکم ج ۳ ص ۳۷۔ مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث ۲۰۸۱۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۱۳۹۔ (مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث ۵۳۲۲ کتاب النہن باب الملاحم الفصل الاول ص ۳۶۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)۔ (شرح العلامة الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ج ۷ ص ۲۰۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)۔ (مواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۲۰) مشکوٰۃ شریف باب مناقب ابی بکر و عمر میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ کیا کوئی ایسا بھی ہے جس کی نیکیاں تاروں کے برابر ہوں فرمایا ہاں وہ عمر ہیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب ابی بکر و عمر الفصل الثالث ص ۵۶۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو قیامت تک کے سارے لوگوں کے تمام ظاہری اور پوشیدہ اعمال کی پوری خبر ہے اور آسمانوں کے تمام ظاہر و پوشیدہ تاروں کا بھی تفصیلی علم ہے۔ حالانکہ بعض بعض تارے اب تک فلاسفہ کو سائنسی آلات سے بھی معلوم نہ ہو سکے۔ حضور علیہ السلام نے ان دونوں چیزوں کو ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ عمر کی نیکیاں تاروں کے برابر ہیں۔ دو چیزوں کی برابری یا کمی بیشی وہ ہی بتا سکتا ہے جسے دونوں چیزوں کا علم بھی ہو اور مقدار بھی معلوم ہو۔

ان کے علاوہ اور بہت سے احادیث پیش کی جاسکتی ہیں۔ مگر اختصار اسی قدر پر کفایت کی گئی ان احادیث سے اتنا معلوم ہوا کہ تمام عالم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے اس طرح ہے جیسے اپنی کف دست۔ خیال رہے کہ عالم کہتے ہیں ماسواء اللہ کو تو عالم اجسام عالم ارواح عالم امر عالم امکان عالم ملائکہ عرش و فرش غرضیکہ ہر چیز پر حضور علیہ السلام کی نظر ہے اور عالم میں لوح محفوظ بھی ہے۔ جس میں سارے حالات ہیں۔ دوسرے یہ معلوم ہوا کہ اگلے پچھلے سارے واقعات پر بھی اطلاع رکھتے ہیں۔ تیسرے یہ معلوم ہوا کہ تاریک راتوں میں تنہائی کے اندر جو کام کئے جاویں وہ بھی نگاہ مصطفیٰ علیہ السلام سے پوشیدہ نہیں کہ عبد اللہ کے والد حذیفہ کو بتا دیا۔ چوتھے یہ معلوم ہوا کہ کون کب مرے گا۔ یہاں مرے گا۔ کس حال میں مرے گا۔ کافر یا مومن عورت کے پیٹ میں کیا ہے یہ بھی میرے حضور علیہ السلام پر مخفی نہیں غرضیکہ ذرہ ذرہ اور قطرہ قطرہ علم میں ہے ﷺ۔



## تیسری فصل..... شارحین احادیث کے اقوال میں درباہ علم غیب

(۱) عینی شرح بخاری۔ فتح الباری ارشاد الساری شرح بخاری۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں حدیث نمبر ۱ کے ماتحت ہے۔  
 فیہ دلالة علی انه اخبر فی المجلس الواحد بجميع احوال المخلوقات من ابتداءها الی انتهائها۔  
**ترجمہ:** اس حدیث میں دلالت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک ہی مجلس میں ساری مخلوقات کے سارے حالات کی ازابتداء تا انتہاء خبر دے دی۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۳ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ بنگال)، (ارشاد الساری ج ۵ ص ۲۵۰)، (حاشیہ صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۵۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)،  
 (فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۶ ص ۲۹۱ مطبوعہ دارالنشر الکتب الاسلامیہ لاہور)، (عمدة القاری ج ۱ ص ۱۱۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

(۲) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ اور شرح شفا الملائع قاری و زرقانی شرح مواہب۔ نسیم الریاض شرح شفا میں حدیث نمبر ۳ میں ہے۔  
 وحاصله انه طوی له الارض وجعلها مجموعة کهيئة کف فیہ مرءة ینظر الی جمعها وطواها  
 بنقریب بعیدها الی قریبها حتی اطلعت علی ما فیها۔

**ترجمہ:** اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے لئے زمین سمیٹ دی گئی اور اس کو ایسا جمع فرما دیا گیا جیسے ایک ہاتھ میں  
 آئینہ ہو اور وہ شخص اس پوزے آئینے کو دیکھتا ہے اور زمین کو اس طرح سمیٹا کہ دور والی کو قریب کر دیا اس کے قریب کی طرف۔ یہاں تک  
 کہ ہم نے دیکھ لیا ان تمام چیزوں کو جو زمین میں ہیں۔

حالات شہیہ..... ☆.....

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد الساری میں اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ میں امام طبری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں۔  
 قال الطبری حتی غایة اخبرنا ای اخبرنا مبتدئا من بدء الخلق حتی انتهی الی دخول اهل الجنة  
 الجنة ووضع الماضي موضع المضارع للتحقق المستفاد من قول الصادق الامین ودل ذلك علی انه اخبر  
 بجميع احوال المخلوقات منذ ابتدئت الی ان تفنی الی ان تبعث۔  
**ترجمہ:** طبری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا حتی اخبرنا کی غایت کے لئے ہے یعنی آپ ﷺ نے ہمیں مخلوق کی پیدائش سے لے کر لوگوں کے  
 جنت میں داخل ہونے تک کے بارے میں خبر دے دی اور یہاں ماضی مضارع کی جگہ آیا ہے صادق اور امین نبی ﷺ کے فرمان گرامی  
 سے حاصل ہونے والے تحقق کی وجہ سے یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضور ﷺ نے تمام مخلوقات کے تمام احوال ازابتداء تا انتہاء  
 اور دوبارہ اٹھائے جانے تک کے بارے میں خبر دے دی۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۳ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ بنگال)

حافظ شہاب الدین احرار بن جریر غزالی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

وفی تیسیر ایراد ذلك فی مجلس واحد من خوارق العادة امر عظیم و یقرب ذلك مع کون  
 معجزاته لامرئیه فی کثرتها انه ﷺ اعطی جوامع الکلم و مثل هذا من جهة اخرى ما رواه الترمذی من  
 حدیث عبد اللہ بن عمرو ابن العاص خرج علينا رسول الله ﷺ و فی یدہ کتابان فقال الذی فی یدہ الیمینی  
 هذا الکتاب من رب العالمین فیہ اسماء اهل الجنة واسماء آبائهم و قبائلهم ثم اجمل علی آخرهم فلا  
 یزاد فیهم ولا ینقص منهم ابدا ثم قلل للذی فی شماله مثله فی اهل النار۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ ایک ہی مجلس میں روز قیامت تک کہ احوال و واقعات کا بیان فرماتا آپ کا عظیم معجزہ ہے اور آپ ﷺ کی شان جوامع

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں حدیث نمبر ۵ کے ماتحت ہے۔

فعلمت بسبب وصول ذلك الفيض ما في السموات والارض يعني ما علمه الله مما فيهما من الملائكة والاشجار وغيرها وهو عبارة عن سعة علمه الذي فتح الله وقال ابن خنجر اى جميع الكائنات التي في السموات بل وما فوقها كما يستفاد من قصة المعراج والارض هي بمعنى الجنس وجميع ما في الارضين السبع بل وما تحتها كما افاده اخباره عليه السلام عن النور والحوث الذي عليهما الارضون۔

**ترجمہ:** اس فیض کے پہنچنے سے ہم نے تمام وہ چیزیں جان لیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں یعنی آسمان و زمین میں وہ چیزیں جو اللہ نے بتائیں فرشتے اور درخت وغیرہ یا آپ کے اس وسیع علم کا بیان ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر ظاہر فرمایا۔ ابن حجر نے فرمایا کہ جان لی وہ تمام مخلوقات جو آسمانوں (بلکہ جو اس کے اوپر ہے) جیسا کہ حدیث معراج سے معلوم ہوتا ہے (اور زمین میں ہے اور تمام وہ چیزیں جو ساتویں زمین بلکہ جو اس نیچے ہیں جیسا کہ ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے جن میں حضور علیہ السلام نے گائے اور بھٹی کی خبر ہے دی جن پر زمینیں قائم ہیں۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۱۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ لبنان)

اشیاء السموات شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث ۵ کے ماتحت ہے۔

دانستہ ہر چہ در آسمانها و ہر چہ در زمینها بود عبارت ست از حصول تمامہ علوم جزئی و کلی و احاطہ آں۔

**ترجمہ:** یہ حدیث تمام جزئی و کلی علموں کے حاصل ہونے اور اس کے احاطہ کا بیان ہے۔

(اشیاء السموات قاری الفصل الثانی باب المساجد ج ۱ ص ۳۵۷ مطبوعہ مکتبہ حنفیہ پشاور)

حاشیہ..... ☆

الکلم (طویل کلام کو چند جملوں میں بیان کرنا) کا آئینہ دار ہے۔ اور اس کی مثال ایک دوسری جہت سے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے جسے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔ کہ حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے در آنحالیکہ آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں دائیں ہاتھ والی کتاب کے بارے میں فرمایا یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے ہے اس میں اہل جنت اور ان کے آباء اور ان کے قبیلوں کے نام ہے ان پر کبھی بھی نہ کوئی نام زیادہ ہو سکتا ہے اور نہ کوئی نام کم ہو سکتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے بائیں ہاتھ والی کتاب کے بارے میں اہل دوزخ کی نسبت اسی کی مثل بیان فرمایا۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۶ ص ۲۹۱ مطبوعہ دارالمنیر الکتب الاسلامیہ لاہور)

امام بدرالدین عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں۔

وفي ابواب ذلك كله في مجلس واحد امر عظيم من خوارق العادة و كيف وقد اعطى جوامع الكلم مع ذلك۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ ایک ہی مجلس میں روز قیامت تک کے احوال و واقعات کا بیان فرماتا آپ ﷺ کے معجزات میں سے ایک عظیم معجزہ ہے اور ایسا کیوں نہ ہو کہ آپ ﷺ کو اس کے ساتھ جوامع الکلم بھی عطا کیے گئے۔

(عمدة القاری ج ۱۵ ص ۱۱۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ احمد قسطلانی متونی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

وهذا من خوارق العادة ففيه تيسير القول الكثير في الزمن القليل۔

**ترجمہ:** اور آپ ﷺ کا ابتدائے خلق سے قیامت تک کے احوال کی ایک ہی مجلس میں خبر دینا آپ ﷺ کے معجزات میں سے ایک ہے اس حدیث میں کثیر کلام کر کے تھوڑے وقت میں بیان کر دینے کا معجزہ ہے۔

(ارشاد الساری ج ۵ ص ۲۵۰)

احد الملعات میں حدیث نمبر ۷ کے ماتحت بیان فرمایا۔

پس ظاہر شد مبراہر چیز از علوم دشنا ختم همه را۔

**ترجمہ:** ہم پر ہر قسم کا علم ظاہر ہو گیا اور ہم نے سب کو پہچان لیا۔

(احد الملعات فارسی مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

علامہ ذرقانی شرح مواہب میں اسی حدیث نمبر ۷ کے ماتحت فرماتے ہیں۔

ای اظہر و کشف لی الدنیا بحیث احطت بجمع ما فیہا فانا انظر الیہا والی ما ہو کائن فیہا الی بوم القیمة کانما انظر الی کفی هذه اشارة الی انه نظر حقیقة دفع به انه ارید بالنظر العلم۔

**ترجمہ:** یعنی ہمارے سامنے دنیا ظاہر کی گئی اور کھولی گئی کہ ہم نے اس کی تمام چیزوں کا احاطہ کر لیا پس ہم اس دنیا کو اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے کہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے حقیقتہً ملاحظہ فرمایا یہ احتمال دفع ہو گیا کہ نظر سے مراد علم ہے۔

(شرح العلامة الذرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثامن الفصل الثالث القسم الثاني ج ۷ ص ۲۰۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

(۸) امام احمد قسطلانی مواہب شریف میں زیر حدیث نمبر ۸ فرماتے ہیں۔

ولا شک ان الله قد اطلعه علی ازید من ذلك والقی علیہ علم الاولین والآخرین۔

**ترجمہ:** اس میں شک نہیں کہ اللہ نے حضور کو اس سے بھی زیادہ پر مطلع فرمایا اور آپ کو سارے اگلے پچھلے حضرات کا علم دیا۔

(مواہب اللدنیۃ المقصد الثامن الفصل الثالث ج ۳ ص ۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ملاحظی قاری مرقاة میں حدیث نمبر ۷ کے ماتحت فرماتے ہیں۔

یخربکم بما مضی ای سبق من خبر الاولین من قبلکم وما ہو کائن بعدکم ای من نبا الاخرین فی

الدنیا ومن احوال الاجمعین فی العقبی۔

**ترجمہ:** تم کو حضور علیہ السلام اگلوں کی گزری ہوئی خبریں دیتے ہیں اور جو کچھ تمہارے بعد پچھلوں کی خبریں ہیں وہ بھی بتاتے ہیں۔

دنیاوی حالات اور آخرت کے سارے حالات۔

(۹) مرقاة میں حدیث نمبر ۱۹ کے ماتحت فرماتے ہیں۔

فیہ مع کونہ من المعجزات دلالة علی ان علمہ علیہ السلام محیط بالکلیات والعزایات من

الکائنات وغیرہا۔

**ترجمہ:** اس حدیث میں معجزہ ہونے کے ساتھ ہی ساتھ اس پر بھی دلالت ہے کہ حضور علیہ السلام کا علم کلی اور جزئی واقعات کو گھیرے ہوئے ہے۔

(مرقاة شرح مشکوٰۃ ج ۱۰ ص ۱۵۱ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ لبنان)

محدثین کے ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام تمام عالم کو اور اس میں ازل تا ابد ہونے والے واقعات کو اس طرح

ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ جیسے کوئی اپنے ہاتھ میں آئینہ لے کر اس کو دیکھتا ہے اس عالم میں لوح محفوظ بھی ہے دوسرے یہ معلوم ہوا کہ تمام

اولین و آخرین یعنی انبیاء و ملائکہ و اولیاء کا علم آپ کو عطا فرمایا گیا۔ انبیاء میں حضرت آدم و حضرت خلیل و حضرت خضر علیہم السلام داخل ہیں۔

اور ملائکہ میں حاملین عرش اور حاضرین لوح محفوظ بھی شامل ہیں اور ان کا علم تو سارے ماکان و مایکون کو محیط ہے۔ تو حضور علیہ السلام کے

علم کا کیا پوچھنا۔ اس وسعت علم میں علوم خسہ بھی آگئے۔

## چند مزید احادیث سے علم غیب کا ثبوت

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے چند احادیث بیان فرمائی فقیر ناچیز علم غیب کے ثبوت میں مزید ۱۴۰ احادیث پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔

### حدیث نمبر (۱)..... نجاشی رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر دینا

نجاشی ملک حبشہ کے بادشاہ کا لقب تھا جو کوئی وہاں کا بادشاہ ہوتا تھا اسے نجاشی کہتے تھے اس نجاشی کا نام اصمہ رضی اللہ عنہ تھا جو پہلے عیسائی تھا لیکن جب حضور ﷺ کا نامہ مبارک جس میں اس کو دعوت اسلام دی گئی تھی ملا تو حضور ﷺ پر ایمان لے آیا اور آپ ﷺ کی رسالت کا اقرار کیا۔

امام علی بن محمود بن سعد الخزاز متوفی ۹۹ھ لکھتے ہیں۔

فاسلم النجاشی وشهد ان لا اله الا الله وان محمد رسول الله۔

**ترجمہ:** نجاشی رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور گواہی دی تو حیدر رسالت کی۔

(تخریج الدلائل السمعیہ ص ۲۹۷ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

امام ابی الفرج عبد الرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

نجاشی رضی اللہ عنہ نے فرمایا

ولولا ما انا فيه من الملك لابتته حتى اقبل نعله۔

**ترجمہ:** اگر میں ملک (حکمرانی) کے مسائل میں نہ ہوتا تو میں آپ ﷺ کے پاس آ کر آپ ﷺ کے نعلین کو چومتا۔

(صفوة الصفوة ج ۱ ص ۵۱۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ ایک طویل روایت میں لکھتے ہیں۔

فقام رسول الله ﷺ فتوضا ثم دعا اللهم اغفر للنجاشی فقال المسلمون آمین۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ کھڑے ہوئے اور وضو کیا اور پھر تین مرتبہ دعا کی اے اللہ نجاشی کی مغفرت فرما پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آمین کہا۔

(المعجم الکبیر طبرانی ما اسند جعفر رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۱۱۰ رقم الحدیث ۱۳۷۸ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں۔

فقام رسول الله ﷺ فتوضا ثم دعا ثلاث مرات اللهم اغفر للنجاشی فقال المسلمون آمین۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ کھڑے ہوئے اور وضو کیا اور پھر تین مرتبہ دعا کی اے اللہ نجاشی کی مغفرت فرما پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آمین کہا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۳۳۷ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

امام ابوداؤد متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں:

عن عائشة رضي الله عنها قالت لما مات النجاشی كنا نتحدث انه لا يزال يری علی قبره نور۔

## ☆ حاشیہ.....

**ترجمہ:** حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں ہم گفتگو کیا کرتے تھے کہ نجاشی رضی اللہ عنہ کی قبر پر ہمیشہ ایک نور نظر آتا ہے۔

(سنن ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی النوریری عند قبر الشہید ج ۱ ص ۳۳۱-۳۳۲ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)، (سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی النوریری عند قبر الشہید ج ۳ ص ۱۶ رقم الحدیث ۲۵۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (دلائل النبوة باب فی رسول اللہ ﷺ النجاشی النجاشی فی الیوم الخ ج ۳ ص ۳۱۱-۳۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سیرۃ ابن اسحاق حدیث الحجۃ الاولی الی الحبشہ ج ۳ ص ۲۰۱ رقم الحدیث ۲۹۲ مطبوعہ معہ الدراسات والبحاث للتعریب)، (روض الانف للکھلی باب النور الذی کان علی قبر النجاشی ج ۲ ص ۱۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۳۳۰-۳۳۹ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاصابہ فی تمیز الصحابہ ذکر اصحہ بن ابی النجاشی رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۲۰۶ رقم الحدیث ۳۷۳ مطبوعہ دار البیروت)، (الاکفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ ﷺ الخلفاء ذکر اصحہ ج ۱ ص ۲۳۸ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)، (السیرۃ النبویہ لابن کثیر باب ہجرۃ من حاجر من اصحاب رسول اللہ ﷺ من مکہ الی ارض الحبشہ فرار ابدتھم من الحبشہ ج ۲ ص ۲۳ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

اور جب نجاشی رضی اللہ عنہ وفات پا گئے تو حضور ﷺ اسی دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کی وفات کی خبر سنائی اور ان پر نماز جنازہ پڑھا اور نماز جنازہ کے بعد حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کے لئے دعا بھی فرمائی۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۷۱ھ روایت کرتے ہیں۔

وحدثني عبد الملك بن شعيب بن الليث قال حدثني ابي عن جدي قال نا عقيل بن خالد عن ابن شهاب عن سعيد بن المسيب و ابي سلمة بن عبد الرحمن انهما حدثاه عن ابي هريرة رضي الله عنه انه قال: نعى لنا رسول الله ﷺ النجاشي صاحب الحبشة في اليوم الذي مات فيه فقال استغفروا لأخيكم۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی وفات کی اسی دن خبر دی جس دن اس کا انتقال ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو۔

(مسلم شریف ج ۱ ص ۳۰۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (اکمال اکمال المعلم شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۸۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مواہب اللدیہ ج ۳ ص ۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعيب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں۔

انبا قتيبة بن سعيد قال ثنا سفيان عن الزهري عن ابي سلمة عن ان ابي هريرة قال ثم لما مات النجاشي قال النبي ﷺ استغفروا لله۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نجاشی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ان کے لئے استغفار کرو۔ (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۱ ص ۶۵ رقم الحدیث ۲۱۶۸-۲۱۶۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نسائی شریف ج ۱ ص ۲۸۷ مطبوعہ مکتبہ پاکستان لاہور)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۳۱ رقم الحدیث ۲۱۶۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۱ رقم الحدیث ۲۸۱ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبہ مصر)، (منہج ابی ہریرہ ج ۱ ص ۳۱۰ رقم الحدیث ۱۸۰۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (فتح الربانی مع شرح بلوغ الامانی ج ۷ ص ۲۲۰-۲۲۱ رقم الحدیث ۷۳ مطبوعہ مصر)، (المعنی لابن الجارود کتاب الجہاد ج ۱ ص ۱۳۱ رقم الحدیث ۵۳۳ مطبوعہ مؤسسۃ الکتاب الثقافیہ بیروت)، (الاصابہ فی تمیز الصحابہ ذکر جریر بن عبد اللہ بن جابر رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۷۵ رقم الحدیث ۱۱۳۸ مطبوعہ دار البیروت)، (مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۱ رقم الحدیث ۲۸۱ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبہ مصر)، (حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکر عبد الرحمن بن محمد رحمۃ اللہ علیہ ج ۹ ص ۲۸-۲۹ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

## ☆ حاشیہ.....

امام ابی منصور محمد بن محمد محمود الماتریدی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں۔

وعن الحسن قال: لما مات النجاشي، قال رسول الله ﷺ: استغفروا لأخيكم۔

**ترجمہ:** حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب نجاشی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو۔

(۲ دیلات اہل السنۃ تفسیر الماتریدی ج ۲ ص ۵۶۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا العباس بن احمد ان الحسن بن عبيد بن شعبة حدثنا ابي ثناء شريك عن الشيباني عن الشعبي عن جرير قال قال له النبي ﷺ ان اخاكم النجاشي قد مات فاستغفروا له۔

**ترجمہ:** حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تمہارا بھائی نجاشی وفات پا گیا ہے ان کے لئے استغفار کرو۔ (المعجم الکبیر طبرانی ج ۱ ص ۱۲۳ الحدیث ۲۳۳۷-۲۳۳۸-۲۳۵۰ مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی عراق)، (المعجم الکبیر طبرانی ج ۲ ص ۳۱۳ الحدیث ۲۳۳۷-۲۳۵۰ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (مسند الشافعی ج ۱ ص ۸۵ الحدیث ۱۱۱۶ ص ۱۰۴ الحدیث ۱۵۵ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)، (حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکر عبد الرحمن بن محمد رحمۃ اللہ علیہ ج ۱ ص ۲۸-۲۹ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)، (دلائل النبوة لابی نعیم اصفہانی اردو ص ۳۹۸ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا يونس قال ثنا بن وهب قال اخبرني مالك عن بن شهاب عن سعيد بن المسيب عن ابي هريرة ثم ان رسول الله ﷺ نعى للناس النجاشي في اليوم الذي مات فيه ثم خرج الى المصلى فصف بهم وكبر عليه اربع تكبيرات۔

(شرح معانی الآثار باب الکبر علی الجناز ج ۱ ص ۳۹۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام ابو بکر احمد بن حسین بن عیسیٰ متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابي هريرة انه قال نعى لنا رسول الله ﷺ النجاشي صاحب الحبشة في اليوم الذي مات فيه فقال استغفروا لأخيكم۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی وفات کی اسی دن خبر دی جس دن اس کا انتقال ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو۔

(السنن الکبریٰ ج ۳ ص ۵۷۷ الحدیث ۶۹۳۲ ص ۸۲ الحدیث ۷۰۲۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة باب نبی رسول اللہ ﷺ النجاشی الحدیث ۶۹۳۲ ص ۸۲ الحدیث ۷۰۲۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (تخريج الاثراف بمعونة الاثراف ج ۱ ص ۳۱۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الاستیعاب ج ۱ ص ۱۶۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (تخريج الاثراف بمعونة الاثراف ج ۱ ص ۲۳۱ الحدیث ۱۳۱۷ ص ۳۱ الحدیث ۱۳۲۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (مسند الریج باب صلاة الجناز ج ۱ ص ۱۹۳ الحدیث ۳۷۹ مطبوعہ دارالحکمة بیروت)، (شرح السنن ج ۳ ص ۳۳۹ الحدیث ۱۳۸۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الا حادیث القارة ج ۵ ص ۳۰ الحدیث ۱۶۳۹ ج ۶ ص ۶۱-۶۲ الحدیث ۲۰۳۷-۲۰۳۸ مطبوعہ مکتبۃ المصنعة الحدیث مکہ مکرمہ)، (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۳۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (جامع المسانید والسنن ج ۲ ص ۵۹۰ الحدیث ۳۸۰ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (تخريج المحتاج ج ۲ ص ۱۳ الحدیث ۸۸۳ مطبوعہ دارحزام مکہ المکرمہ)، (الاصابة فی تميز الصحابة ذکر صحبة بن ابي النجاشي رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۲۰۶ الحدیث ۲۷۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (عمدة الاحکام کتاب الجناز ج ۲ ص ۱۵۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (خلاصة البدای النضر ج ۱ ص ۲۶۶ الحدیث ۹۲۹ مطبوعہ مکتبۃ الرشاد الریاض)، (تفہیم الکبیر کتاب الجناز ج ۲ ص ۱۲۵ الحدیث ۷۷۳ مطبوعہ المدینۃ المنورة)،

☆.....

(الدر المنثور فی التفسیر المأثور ج ۲ ص ۲۰۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (فتح الوصاحب کتاب الجہان فی ملاحہ کیمیت ج ۱ ص ۱۶۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (روض الانف مع سیرۃ النبیہ لامام ابن ہشام ج ۲ ص ۱۱۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الاکتفاء بما تنصیر من مغازی رسول اللہ واثباتہ اختلاف، ذکر الحجۃ الی ارض الحبشہ ج ۱ ص ۲۳۹ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)، (شرح زرقانی علی الموطاء ج ۲ ص ۸۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الشفا بجمع حقائق حقوق المصطفیٰ ج ۱ ص ۲۱۰-۲۱۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (نیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۲ ص ۲۰۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۸۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامة الزرقانی علی المواہب اللدیہ ج ۲ ص ۲۰۶ مطبوعہ دارالعرفہ بیروت)، (الوقایا بحوال المصطفیٰ الباب الرابع فی ذکر ارسال رسول اللہ ﷺ الی الحبشہ و کتاب الیہ ج ۲ ص ۳۶ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر)، (اعلام النبوة الباب العاشر فیما سمع من معجزات اقوالہ فصل اخبار الاحاد ص ۱۵۷ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)، (تجمیع الصحیحہ ج ۱ ص ۱۳۹ رقم ۱۵۵ ص ۱۹۲ رقم ۲۱۶ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریہ المدینۃ المحمورۃ)، (السیرۃ النبویہ و اخبار الخلفاء لابن حبان ص ۳۶۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابو بکر احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

قوله ولا اراه الا قد مات يريد والله اعلم قبل بلوغ الهدية اليه وهذا القول صدر منه قبل موته ثم لما مات نعاہ فی اليوم الذي مات فيه وصلى عليه۔

**ترجمہ:** امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا کہ ”میں نہیں دیکھتا مگر یہ کہ وہ فوت ہو گیا ہے“ واللہ اعلم آپ نے ہدیوں کو اس کی طرف بھیجنے سے پہلے خبر دینے کا ارادہ فرمایا اور اس کے فوت ہونے سے پہلے آپ نے ان کلمات کو صادر فرمایا۔ اس کے بعد جب وہ فوت ہوا تو حضور ﷺ نے اسی دن اس کے فوت ہونے کی خبر دیدی اور اس پر ناز پڑی تھی۔

(دلائل النبوة باب نبی رسول اللہ ﷺ الحبشہ الحبشہ فی اليوم الرابع ج ۳ ص ۳۱۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۶۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۸۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (تجمیع الزوائد و منبع الفوائد باب اخبار رسول اللہ ﷺ بالمغنیات ج ۸ ص ۲۹۲ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)، (دلائل النبوة و ملا صحابی ص ۱۵۰ رقم الحدیث ۱۶۲ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۳ھ روایت کرتے ہیں۔

وروی الحافظ البیهقی من طریق مسلم بن خالد الزنجی عن موسیٰ بن عقبۃ عن ابیہ عن ام کلثوم قالت: لما تزوج النبی ﷺ ام سلمۃ قال قد اهدیت الی النجاشی او اقی من مسک وحلۃ وانی لا اراه قد مات ولا اری الهدیۃ الا سترد علی فان ردت علی اظنہ قال فسمتها بینکن او فہی لک قال فکان کما قال رسول اللہ ﷺ مات النجاشی ورددت الهدیۃ.....

**ترجمہ:** بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تو آپ نے فرمایا، میں نے نجاشی کی طرف سے چند مشک کے اوقیے اور جوڑے بھیجے ہیں۔ میں اسے نہیں دیکھتا مگر یہ کہ وہ فوت ہو گیا ہے اور میں ان ہدیوں کو نہیں دیکھتا مگر یہ کہ اسے میری طرف واپس کر دیا ہے تو یہ بھی خبر ایسے ہی واقع ہوئی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نجاشی فوت ہو گیا اور ہدیہ واپس آگئے۔

(السیرۃ النبویہ نبی رسول اللہ ﷺ الحبشہ فی اليوم الذي مات فيه بارض الحبشہ ج ۳ ص ۳۹۳ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)

علم غیب مصطفیٰ ﷺ

اس حدیث مبارکہ سے نبی کریم ﷺ کا علم غیب ثابت ہوا جو قال نبی لنا رسول اللہ ﷺ النجاشی صاحب الحبشۃ فی اليوم الذي مات فيه سے واضح ہے۔ حضور ﷺ نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی رضی اللہ عنہ کی وفات کی اسی دن خبر دی جس دن اس کا انتقال ہوا تھا۔



☆ حاشیہ

**حدیث نمبر (۲)**..... حضور ﷺ نے پہلے سے بتا دیا تم مجھ سے نیکی اور بدی کے بارے میں پوچھنے آئے ہو

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاسماعانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

اخبرنا احمد بن علي بن خلف انا ابو عبد الرحمن السلمي انا ابو بكر الربوي يحي انا الحسن بن سفيان ثنا حرملة انا ابن وهب حدثني معاوية عن ابي عبد الله محمد الاسدي انه سمع وابصة الاسدي قال جنت لاسال النبي ﷺ عن البر والاثم، فقال: من قبل ان اسأله عنه يا وابصة: اخبرك بما جنت تسألني عنه؟ قلت: اخبرني يا رسول الله۔ قال: جنت تسألني عن البر والاثم۔ قلت: اي والذي بعثك بالحق، فقال: البر ما انشرح له صدرك والاثم ما حاك في نفسك وان أفثاك عنه الناس۔

**ترجمہ:** حضرت وابصہ اسدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا، میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں اس لئے آیا کہ میں نیکی اور بدی کے بارے میں پوچھوں مگر میرے پوچھنے سے قبل حضور ﷺ نے فرمایا:

اے وابصہ رضی اللہ عنہ! کیا میں تمہیں بتا دوں جو تم مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! مجھے بتائیے۔ فرمایا تم مجھ سے نیکی اور بدی کے بارے میں پوچھنے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ آپ نے بالکل صحیح فرمایا۔

فرمایا نیکی وہ عمل ہے جس سے انشراح صدر تمہیں حاصل ہو اور بدی وہ ہے جس سے تمہارے دل میں انقباض ہو۔ اگرچہ لوگوں نے تم سے اس کے کرنے کو کہا ہو۔

(دلائل التبع بدلا ص ۱۱۵ رقم الحدیث ۱۱۹ مطبوعہ دار طیبۃ الرياض)

امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

عن وابصة بن معبد الاسدي ان رسول الله ﷺ قال لو ابصت ثم جنت تسال عن البر والاثم قال قلت نعم۔

**ترجمہ:** حضرت وابصہ بن معبد الاسدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے وابصہ سے فرمایا تم نیکی اور گناہ کے متعلق پوچھنے آئے ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔

(سنن الدارمی باب دع و ما یریک الامال یریک ج ۲ ص ۳۲۰ رقم الحدیث ۲۵۳۳ دار الکتاب العربی بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال لي ادن يا وابصة ادن يا وابصة فدنوت منه حتى مست ركبتي ركبته فقال يا وابصة اخبرك ما جنت تسألني عنه او تسألني فقلت: يا رسول الله فاخبرني قال: جنت تسألني عن البر والاثم قلت نعم۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اے وابصہ رضی اللہ عنہ! کیا میں تمہیں بتا دوں جو تم مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! مجھے بتائیے۔ فرمایا تم مجھ سے نیکی اور بدی کے بارے میں پوچھنے آئے ہو؟ وابصہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ نے بالکل صحیح فرمایا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۸ مطبوعہ مؤسسة قرطبة مصر)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر وابصہ بن معبد ج ۲ ص ۲۲۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

☆..... حاشیہ

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج احمد و البزار، و ابو يعلى، و البيهقي و ابو نعيم، عن وابصة الاسدي قال: جئت لاسأل النبي ﷺ عن البر والاثم، فقال: من قبل ان أسأله عنه يا وابصة: اخبرك بما جئت تسألني عنه؟ قلت: اخبرني يا رسول الله. قال: جئت تسألني عن البر والاثم. قلت: اي والذي بعثك بالحق، فقال: البر ما انشرح له صدرك والاثم ما حاك في نفسك وان أفنك عنه الناس.

**ترجمہ:** امام احمد و بزار، ابو یعلیٰ، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت وابصہ اسدی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا، میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں اس لئے آیا کہ میں نیکی اور بدی کے بارے میں پوچھوں مگر میرے پوچھنے سے قبل حضور ﷺ نے فرمایا: اے وابصہ رضی اللہ عنہ! کیا میں تمہیں بتا دوں جو تم مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! مجھے بتائیے۔ فرمایا تم مجھ سے نیکی اور بدی کے بارے میں پوچھنے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ آپ نے بالکل صحیح فرمایا۔

فرمایا نیکی وہ عمل ہے جس سے انشراح صدر تمہیں حاصل ہو اور بدی وہ ہے جس سے تمہارے دل میں انقباض ہو۔ اگرچہ لوگوں نے تم سے اس کے کرنے کو کہا ہو۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة للبیہقی ج ۶ ص ۲۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سل الہدی والرشاد ج ۱ ص ۱۰۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حیۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصوصیات مصطفیٰ ﷺ محمد ہارون دیوبندی ج ۲ ص ۲۵۱ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)، (المطالب العالیہ ج ۱ ص ۳۱۲-۳۱۳ مطبوعہ مکہ مکرمہ)، (مجمع الزوائد وفتح القوائد ج ۳ ص ۲۷۶ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

امام محمد عبدالباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۳ھ لکھتے ہیں۔

وهو الاخبار بالغيب۔

(شرح الطائفة الزرقانی علی المواہب اللدیہ ج ۷ ص ۲۱۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

### حدیث نمبر (۳)..... یہ بکری بغیر اجازت ذبح ہوئی ہے

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

اخرج البيهقي، عن رجل من الانصار: دعت امرأة النبي ﷺ الى طعام، فلما وضع اخذ النبي ﷺ لقمة، فجعل يبلو كها في فمه ثم قال: اجلد لحم شاة اخذت بغير حق، فسالت المرأة فذكرت ان جارتها ارسلتها بغير اذن زوجها.

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک انصاری سے روایت کی۔ اس نے کہا کہ ایک عورت نے نبی کریم ﷺ کے کھانے کی دعوت کی۔ جب کھانا رکھا گیا تو حضور ﷺ نے لقمہ لے کر منہ میں اسے چبایا تو فرمایا، میں اس گوشت کو اس بکری کا پاتا ہوں جسے ناحق پکڑ لیا گیا تھا۔ اس عورت سے پوچھا گیا، اس عورت نے کہا کہ اس کی ہمسایہ نے اس گوشت کو اپنے شوہر کی اجازت لئے بغیر بھیجا تھا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة للبیہقی ج ۶ ص ۳۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۸۸ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکہ المکرمہ)، (حیۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۸۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابو داؤد متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن العلاء اخبرنا ادریس اخبرنا عاصم بن کلیب عن ابیه عن رجل من الانصار قال ثم خرجنا مع رسول الله ﷺ فی جنازة فرأیت رسول الله ﷺ وهو علی القبر یوصی الحافر اوسع من قبل رجلیه اوسع من قبل رأسه فلما رجع استقبله داعی امرأة فجاء وجنی بالطعام فوضع یدیه ثم وضع القوم فاکلوا فنظر أبونا رسول الله ﷺ یلوك لقمة فی فمه ثم قال اجد لحم شاة اخذت بغير اذن اهلها فارسلت المرأة قالت یا رسول الله انی ارسلت الی البقیع یشترى لی شاة فلم اجد فارسلت الی جاری قد اشترى شاة ان ارسل الی بها بثمانها فلم یوجد فارسلت الی امرأته فارسلت الی بها فقال رسول الله ﷺ اطعمیه الاساری۔

**ترجمہ:** انصار کے ایک آدمی سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ میں گئے آپ قبر کھودنے والے کو وصیت فرما رہے تھے کہ پیروں کی جانب سے قبر کو کشادہ کرو اور سر کی جانب سے قبر کو کشادہ کرو جب آپ واپس ہوئے تو ایک عورت کی طرف سے دعوت دینے والا آیا آپ نے اس کی دعوت کو قبول کر لیا اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے پس کھانا لایا گیا آپ نے اپنا ہاتھ رکھا پھر قوم نے اپنا ہاتھ رکھا سب نے کھایا ہم نے رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھا آپ اپنے منہ میں ایک لقمہ چبا رہے تھے آپ نے فرمایا مجھے یہ علم ہوا کہ یہ اس بکری کا گوشت ہے جس کو اس کے مالک کی مرضی کے بغیر لیا گیا ہے پھر اس عورت کو بلایا گیا اس نے کہا یا رسول اللہ میں نے کسی کو منڈی کی طرف بھیجا تھا تا کہ میرے لیے بکری خرید لی جائے تو بکری نہیں ملی میں نے اپنے پڑوسی کو پیغام بھیجا جس نے ایک بکری خریدی تھی کہ وہ بکری مجھے قیمت کے عوض بھیج دے تو وہ پڑوسی نہیں ملا میں نے اس کی بیوی کو پیغام بھیجا تو اس نے اس وہ بکری مجھے بھیج دی تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دو۔

(سنن ابی داؤد باب فی ابتناہ الشحات ج ۳ ص ۲۳۲ رقم الحدیث ۳۳۳۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام علی بن عمر الدارقطنی بغدادی متوفی ۳۸۵ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ اجد لحم شاة اخذت بغير اذن اهلها۔

**ترجمہ:** آپ ﷺ نے فرمایا میں اس گوشت کو اس بکری کا پاتا ہوں جسے اس کے مالک کی اجازت کے ذریعہ کیا گیا ہے۔

(سنن الدارقطنی ج ۳ ص ۲۸۵ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سل اللہ فی الدلائل ج ۱ ص ۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۸۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابی القریع عبد الرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۵ھ لکھتے ہیں۔

قال لحم شاة اخذت بغير اذن اهلها۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ نے فرمایا یہ اس بکری کا گوشت ہے جو مالک کی اجازت کے بغیر حاصل کر کے ذبح کی گئی ہے۔

(الوفاء بحوال المصطفی الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۱۲ مطبوعہ مصطفی البابا بمصر)، (التحقیق فی احادیث الخلاف ج ۲ ص ۲۱۲ رقم الحدیث ۱۵۵۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

**حدیث نمبر (۴)..... تمہارے پاس اہل جنت کا ایک شخص آ رہا ہے**

محمد بن عبد اللہ ابو عبد اللہ الحاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حاشیہ.....☆

کنا عند النبی ﷺ فقال النبی ﷺ يطلع عليكم رجل من اهل الجنة فاطلع ابوبکر فسلم ثم اجلس۔  
**ترجمہ:** ہم نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے پاس اہل جنت کا ایک شخص آ رہا ہے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔

(المستدرک کتاب معرفۃ الصحابہ ج ۳ ص ۳۷۳ رقم الحدیث ۳۴۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج الحاكم وصححه، عن ابن مسعود قال: قال النبی ﷺ يطلع عليكم رجل من هل الجنة فاطلع ابوبکر فسلم ثم جلس۔

**ترجمہ:** حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بتا کر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے پاس اہل جنت کا ایک شخص آ رہا ہے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۸۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ روایت کرتے ہیں۔

محمد بن العباس بن الحسين ابوبکر القاص كان شيخاً فقيراً يقص في جامع المنصور وفي الطرقات والاسواق وسمعته يقول حدثنا ابوبکر محمد بن احمد المفيد حدثنا الحسن بن علي بن زيد حدثنا حاجب بن سليمان حدثنا وكيع بن الجراح حدثنا سفيان بن سعيد الثوري قال حدثني سفيان بن عيينة عن عمرو بن دينار عن جابر بن عبد الله قال كنا ثم النبی ﷺ يطلع عليكم رجل لم اصحهما الله بعدى احدا هو خير منه ولا الفضل وله شفاعه مثل شفاعه النبيين فما برحنا حتى طلع ابوبکر الصديق فقام النبی ﷺ فقبله والتزاه۔

**ترجمہ:** حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اس وقت تم پر وہ شخص چمکے گا کہ اللہ نے میرے بعد اس سے بہتر و بزرگ تر کسی کو نہیں بنایا اور اس کی شفا شفاعت کی مثل ہوگی پس ہم حاضر ہی تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے تو حضور نبی کریم ﷺ نے قیام فرمایا پھر ان کو بوسہ دیا اور گلے لگایا۔

(تاریخ بغداد ج ۳ ص ۱۲۳-۱۲۴ رقم الحدیث ۱۱۳۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام محبت الدین طبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

و عن جابر بن عبد الله قال كنا ثم النبی ﷺ يطلع عليكم رجل لم اصحهما الله بعدى احدا هو خير منه ولا الفضل وله شفاعه مثل شفاعه النبيين فما برحنا حتى طلع ابوبکر فقام النبی ﷺ فقبله والتزاه۔

**ترجمہ:** حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اس وقت تم پر وہ شخص چمکے گا کہ اللہ نے میرے بعد اس سے بہتر و بزرگ تر کسی کو نہیں بنایا اور اس کی شفا شفاعت کی مثل ہوگی پس ہم حاضر ہی تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے تو حضور نبی کریم ﷺ نے قیام فرمایا پھر ان کو بوسہ دیا اور گلے لگایا۔

(الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ج ۲ ص ۲۸ رقم الحدیث ۳۳۵ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

## حاشیہ.....☆

## حدیث نمبر (۵)..... سب سے بد بخت انسان کون ہے؟

امام کبیر محدث شہیر حافظ حدیث ابونعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ غزوہ عثیرہ میں ہم رکاب تھے ایک جگہ ہم نے پڑاؤ کیا وہاں ہم نے چند چھوٹی سی کھجوروں کو دیکھا اور ان کے نیچے مٹی کی دھول پر ہی سو گئے ہمیں نبی ﷺ کے سوا کسی نے بیدار نہ کیا آپ تشریف لائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاؤں کو آہستہ سے ٹولا اور حالت یہ تھی کہ ہم مٹی سے لت پت تھے آپ ﷺ نے فرمایا علی اٹھو! کیا میں تمہیں بتلاؤں نہیں کہ سب سے بد بخت انسان کون ہے؟ ایک تو قوم ثمود کا وہ مرد احمر جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے پاؤں کاٹے تھے اور دوسرا وہ جو تم پر اس جگہ وار کرے گا۔ آپ نے اپنی سر کی ایک جانب اشارہ کیا اور یہ تر ہو جائے گی آپ نے اپنی داڑھی مبارک پکڑ لی۔ (یعنی سر سے لے کر داڑھی تک خون ہی خون ہوگا)

(دلائل النبوة لابن قیم اصفہانی اردو ص ۳۹۷ مطبوعہ خفاء القرآن پہلی کیشز لاہور)، (تاریخ الامم والملوک المعروف بتاريخ الطبری ج ۲ ص ۱۳۰-۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (فضائل صحابہ لابن خلیل ج ۲ ص ۲۸۶-۶۸۷ رقم الحدیث ۱۱۷۲ مطبوعہ موسسة الرسالة بیروت)، (الاحادیث الثانی ذکر علی بن ابی طالب ج ۱ ص ۱۴۷ رقم الحدیث ۱۷۵ مطبوعہ دار الراية الرياض)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله حدثني ابي نا وكيع قال حدثني قتيبة بن قدامة الرؤاسي عن ابيه عن الضحاک بن مزاحم قال قال رسول الله ﷺ يا علي تدرى من شر الاولين وقال وكيع مرة عن الضحاک عن علي قال قال رسول الله ﷺ ثم يا علي تدرى من اشقى الاولين قلت والله ورسوله اعلم قال عاقر الناقة قال تدرى من شر وقال مرة من اشقى الآخرين قلت الله ورسوله اعلم قال قاتلك۔ (فضائل صحابہ لابن خلیل ج ۱ ص ۵۶۱ رقم الحدیث ۹۵۳ مطبوعہ موسسة الرسالة بیروت)، (ذخائر العتق فی مناقب ذوی القربی ذکر وصف قاتله بائق الاخرین ص ۱۱۵ مطبوعہ دار الکتب المصریة)

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد حنبلی المقدسی متوفی ۶۴۳ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال علی ان رسول الله ﷺ عهد الی انی لا اموت حتی اوامر ثم تخضب هذه یعنی لحیته من دم هذه یعنی هامته فقتل وقتل ابو فضالة مع علی یوم صفین اسنادہ ضعیف۔

ترجمہ: تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے عہد فرمایا کہ میں اس وقت تک نہیں مروں گا جب تک میں خلیفہ نہ بن جاؤں پھر میرے داڑھی کو میرے چہرے کے خون سے رنگ دیا جائے۔

تو آپ رضی اللہ عنہ بھی قتل ہوئے اور ابو فضالہ رضی اللہ عنہ بھی یوم صفین کے روز قتل ہوئے۔

(الاحادیث الثانی ج ۲ ص ۳۲۳ رقم الحدیث ۷۰۲ مطبوعہ مکتبة النھضة الحدیثہ کہ کرمہ)

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۳۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

لا اموت حتی تخضب هذه من هذه وضرب بیده علی لحیته و هامته۔

ترجمہ: میں نہیں مروں گا جب تک میرے داڑھی کو میرے چہرے کے خون سے رنگ نہ دیا جائے۔

(اعلام النبوة الباب الثانی عشر فی انذارہ بما سجد بعدہ ص ۷۹ والباب العاشر فیما من منجزات اقوالہ فصل اخبار الاحادیث ص ۱۵۷ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

## حاشیہ.....☆

امام محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اخبرنا عبيد الله ان النبي ﷺ قال لعلي يا علي من شقي الاولين والآخرين قال الله ورسوله اعلم قال اشقى الاولين عاقر الناقة واشقى الآخرين الذي يطعنك يا علي و اشار الى حيث يطعن قال اخبرنا الفضل بن دكين قال اخبرنا سليمان بن القاسم الثقفي قال حدثني امي عن ام جعفر سريه علي قالت اني لاصب على يديه الماء اذ ارفع راسه فاخذ بلحيته فرفعه الى كلاهما فقال واهل لك لتخضين بدم قالت فاصيب يوم الجمعة۔

**ترجمہ:** حضرت عبيد اللہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ اگلوں اور پچھلوں میں بد بخت ترین کون ہے۔ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ جانتا ہے فرمایا اگلوں کا سب سے زیادہ بد بخت ذال ح علیہ السلام کی اونٹنی کے ہاتھ پاؤں کاٹنے والا تھا اور پچھلوں کا بد بخت ترین وہ ہوگا جو تمہیں نیزہ مارے گا اور آپ ﷺ نے اس مقام پر اشارہ کیا جہاں وہ نیزہ مارے گا۔

امام جعفر سمری علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہی تھی یکا یک انہوں نے اپنا سر اٹھایا پھر اپنی داڑھی پکڑ کر اسے ناک تک بلند کیا کہ تیرے لئے خوشی ہے کہ تو ضرور ضرور خون میں رنگی جائے گی پھر جمعے کے دن ان پر حملہ کیا گیا۔

(طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۵ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (فضائل صحابہ لابن فضیل ج ۲ ص ۶۹۳ رقم الحدیث ۱۱۸۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الآحاد والثانی ذکر علی بن ابی طالب ج ۱ ص ۱۳۵ رقم الحدیث ۱۷۳ مطبوعہ دار الریاء)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ص ۹۸ مطبوعہ دار الکتب المصریہ)، (التکمیل للکبیر للعلانی ج ۱ ص ۱۰۶ رقم الحدیث ۱۷۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (دلائل النبوة لابن ہشام ج ۱ ص ۱۳۰ رقم الحدیث ۱۳۳ مطبوعہ دار طبعہ الریاض)، (الاحادیث الخارئة ج ۲ ص ۲۵-۲۶ رقم الحدیث ۳۰۵ مطبوعہ مکتبۃ المنهجۃ الحدیث مکہ مکرمہ)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج الحاكم وصححه عن علي قال قال لي رسول الله ﷺ انك مستضرب ضربة ههنا وضربة ههنا و اشار الى صدغيه فيسيل دمهما حتى تخضب لحيتك وله طرق كثيرة عن علي۔

**ترجمہ:** حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بتا کر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ آپ نے کہا مجھ سے رسول اللہ ﷺ فرمایا تمہیں اس جگہ اور اس جگہ ضرب لگائی جائے گی اور حضور ﷺ نے دونوں کپڑوں کی طرف اشارہ کیا اور ان دونوں زخموں سے خون بہہ کر تمہاری داڑھی کو رنگین کر دے گا۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۲۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الخصائص ج ۱ ص ۲۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۲۹۷ رقم الحدیث ۳۱۵۶۲ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (دلائل النبوة لابن ہشام ج ۱ ص ۱۰۶ رقم الحدیث ۱۷۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (الاحادیث الخارئة ج ۲ ص ۲۵-۲۶ رقم الحدیث ۳۰۵ مطبوعہ مکتبۃ المنهجۃ الحدیث مکہ مکرمہ)، (الاستیعاب ذکر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۱۲۵ رقم الحدیث ۱۸۵۵ مطبوعہ دار الجمل بیروت)، (مسند البزار ج ۳ ص ۲۵۲ رقم الحدیث ۱۳۳۳ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورہ)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مواہب اللدیہ ج ۳ ص ۹۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المہادیہ والنبیایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۱۳ مطبوعہ مکتبۃ التجاریہ مکہ مکرمہ)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر ج ۲ ص ۲۸ رقم الحدیث ۱۵۵۲۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

## حاشیہ.....☆

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن عبد الله الحضرمي ثنا ابو كريب وحدثنا القاسم بن عباد الخطابي ثنا سويد بن سعيد قال ثنا رشيد بن سعد عن يزيد بن عبد الله بن الهاد عن عن عثمان بن صهيب عن ابيه عن النبي ﷺ ثم انه قال يوماً لعلي رضي الله عنه من اشقى الاولين؟ قال الذي عقر الناقة يا رسول الله ﷺ قال صدقت فمن اشقى الآخرين؟ قال لا علم لي يا رسول الله قال: الذي يضرب على هذه وأشار النبي ﷺ بيده الى يافوخه فكان علي رضي الله عنه يقول لاهل العراق: اما والله لو ددت انه قد فخصب هذه يعني لحيته من هذه ووضع يده على مقدم راسه۔ واللفظ لحديث سويد بن سعيد وقال الحضرمي في حديث وأشار بيده الى يافوخه۔

**ترجمہ:** حضرت عثمان بن صہیب اپنے باپ صہیب رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ ایک دن حبیب کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا یہ بتلاؤ پہلے لوگوں میں سے بد بخت کون تھا۔ آپ نے عرض کیا جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو قتل کیا اور پاؤں کاٹے آپ نے فرمایا تم نے ٹھیک جواب دیا ہے۔ یہ بتلاؤ پچھلے لوگوں اور آنے والوں میں سے بد بخت کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا معلوم نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا جو شخص آپ کو کینچی پر وار کر کے شہید کر دے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل عراق کو فرماتے تھے بخدا میں چاہتا ہوں اور پسند کرتا ہوں کہ کوئی بد بخت اٹھتا اور اس اور اس جگہ (یعنی دارمیں مبارک اور سر اقدس کی اسی جانب) کو خون آلود کرتا اور میں درجہ شہادت کو پالیتا۔

(المجموع للشيخ الطبرانی ج ۸ ص ۳۸ رقم الحديث ۳۱۱ ج ۳ ص ۲۷ رقم الحديث ۲۰۳۷-۲۰۳۸ مطبوعه مكتبة العلوم والحكم الموصل)، (الوقایا حوال المصطفی الباب الخامس عشر في اخبار رسول الله ﷺ بالتأنيبات ج ۱ ص ۳۱۵ مطبوعه مطبعة البابي مصر)، (مغوة المغوة ذكر مقتله رضي الله عنه ج ۱ ص ۳۳۳ مطبوعه دار المعرفه بيروت)، (المبدية والتكملة ذكر مقتل امير المؤمنين علي بن ابي طالب ودار ذن الاحاديث النبوية من الاخبار بمقتله وكيفية ج ۲ ص ۳۳۳ مطبوعه مكتبة المعارف بيروت)، (مسند الحارث زواكره في كتاب المناقب باب فضل علي بن ابي طالب رضي الله عنه ج ۲ ص ۹۰۵ رقم الحديث ۹۸۵ مطبوعه مركز خدمة السنة والاسرة النبوية المدية السورة)، (مسند ابی یعلیٰ مسند علی رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۳۷۷ رقم الحديث ۲۸۵ مطبوعه دارالمأمون للتراث دمشق)

امام عبد الملك بن هشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

اشقى رجلين ثم قال الاحد ثكما كما باشقى الناس وجلين قلنا بلى يا رسول الله قال احمير ثمود الذي عقر الناقة والذي يضربك يا علي على هذه وضع يده على قرنه حتى يبل منها هذه واخذ بلحيته۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ نے فرمایا کیا میں تمیں تمام لوگوں میں سے دو بد بخت آدمیوں کے متعلق نہ بتاؤں؟ ہم نے عرض کی ضرور یا رسول اللہ ﷺ۔ حضور ﷺ نے فرمایا ایک قوم غمزد کا وہ شخص جس نے اونٹنی کو نہیں کاٹ دی تھیں اور دوسرا وہ شخص اے علی! تیرے اس مقام پر ضرب لگائے گا (حضور ﷺ نے اپنا دست اقدس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر کی چوٹی پر رکھا) یہاں تک کہ اس مقام کے خون سے یہ جگہ بھی تر ہو جائے گی۔

(الاسرة النبوية المعروف سيرت ابن هشام غزوة العشرة ج ۳ ص ۱۲۲ مطبوعه دار الجليل بيروت)

علامہ ابوالقاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ سیلی متوفی ۱۵۵ھ لکھتے ہیں۔

## اشقى الناس

وذكر اشقى الناس قال وهو احمير ثمود الذي عقر الناقة صالح واسمه قدار بن سالف وامه فذيرة وهو من التسعة رهط المذكورين في سورة النمل وقد ذكرت اسماءهم في التعريف والاعلام۔

.....☆.....

سب سے بڑا بد بخت انسان

**ترجمہ:** علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے بڑا بد بخت انسان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ قوم شہود کا وہ شخص ہے جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کوچیں کاٹ ڈالی تھیں۔ اس کا نام قد ار بن سالف ہے اور اس کی ماں فذیرہ ہے۔ یہ ان نواشخاص میں سے ہے جن کا ذکر سورہ فحل میں ہے۔ میں نے ان کے اسماء کتاب التعریف والاعلام میں ذکر کر دیے ہیں۔  
(روض الاناف المسمی تکذیب علی بانی تراب ج ۳ ص ۴۰-۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام علی بن محمود بن سعود الخزاعی متوفی ۵۹ھ لکھتے ہیں۔

وهو من معجزات النبی ﷺ وهو من باب اخباره بالغیوب۔

**ترجمہ:** یہ معجزات النبی ﷺ میں سے ہیں اور یہ اخبار الغیب کے باب میں سے ہے۔

(تخریج الدلائل السعویہ الفصل الثانی فی ذکر کسبهم واخبارهم رضی اللہ عنہم ص ۱۸۸ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

### حدیث نمبر ۶۶..... زمین پر چلتا پھرتا شہید دیکھو

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

ومن انذاره ما رواه عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ ﷺ من احب ان ينظر الى شهيد يمشی علی وجه الارض فلينظر الى طلحة بن عبيد اللہ۔

**ترجمہ:** حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو ارادہ رکھتا ہو کہ میں زمین پر چلتا پھرتا شہید دیکھوں تو اسے چاہئے کہ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھے۔

(اعلام النبوة الباب الثانی عشر فی انذاره بما سجد بعدہ ص ۱۸۱ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ان رسول اللہ ﷺ نظر اليه فقال من احب ان ينظر الى شهيد يمشی علی وجه الارض فلينظر الى طلحة بن عبيد اللہ يوم الجمل۔

**ترجمہ:** بے شک حضور ﷺ نے فرمایا جو چاہے کہ زمین پر چلتا پھرتا شہید دیکھوں تو اسے چاہئے کہ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھے۔ پھر طلحہ رضی اللہ عنہ یوم جمل میں شہید ہوئے۔

(الاستیعاب ذکر طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۶۶ رقم ۲۸۰ مطبوعہ دار الجمل بیروت)، (تفہیم الخیر لابن حجر عسقلانی ج ۱ ص ۳۱ رقم الحدیث ۱۹ مطبوعہ المدینۃ المنور)، (دلائل النبوة تیسری ج ۳ ص ۳۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ طلحہ بن عبید اللہ ج ۷ ص ۲۳۹ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۲۵-۲۶ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد حنبلی المتقدسی متوفی ۶۴۳ھ روایت کرتے ہیں۔

عن موسى بن طلحة عن ابيه قال قال کان النبی ﷺ اذا رآنی قال من احب ان ينظر الى شهيد يمشی علی وجه الارض فلينظر الى طلحة بن عبيد اللہ اسنادہ حسن۔

**ترجمہ:** حضرت موسی بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو محبوب رکھتا ہے کہ زمین پر چلتا پھرتا شہید دیکھے تو اسے چاہئے کہ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھے۔ اس حدیث مبارکہ کی اسناد حسن ہے۔

(الاحادیث المختارۃ ج ۳ ص ۴۴ رقم الحدیث ۸۵۰ مطبوعہ مکتبۃ النعمۃ الحمدیہ مکہ مکرمہ)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)



## ☆ حاشیہ

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا علي بن محمد وعمر بن عبد الله الاودي قالنا وكيع ثنا الصلت الازدي ثنا ابو نصره عن جابر ان طلحة مر على النبي ﷺ فقال ثم شهيد يمشی على وجه الارض۔

**ترجمہ:** حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے فرمایا شہید زمین پر چل رہا ہے۔

(سنن ابن ماجہ فضل طلحہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۳۶ رقم الحدیث ۱۲۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱ ص ۱۱۷ رقم الحدیث ۲۱۵ مطبوعہ مکتبۃ العلوم و احکام الموصل)، (تخریج الدلائل السمعیۃ ص ۲۳۶ و ۳۷ ذکر طلحہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۶۹۶ رقم الحدیث ۳۳۳۷۱ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر اندریز ج ۲ ص ۵۰۷ رقم الحدیث ۸۳۲۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء و طبقات الامتلاء ذکر منذر بن مالک رحمۃ اللہ علیہ ج ۳ ص ۱۰۰ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

امام عبد الملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

قال ابن هشام وذكر عبد العزيز بن محمد الدراوردي ان النبي ﷺ قال من احب ان ينظر الى شهيد يمشی على وجه الارض فلينظر الى طلحة بن عبيد الله۔

**ترجمہ:** حضرت عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ دراوردی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی شہید کو زمین پر چلتا پھرتا دیکھنا چاہے وہ طلحہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔

(السیرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۲۹ مطبوعہ دار الخلیل بیروت)، (تاریخ بغداد ج ۳ ص ۳۸۳ رقم الحدیث ۲۲۶۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابو یوسفی ترمذی متوفی ۲۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

جابر بن عبد الله رضي الله عنه فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا

من سره ان ينظر الى شهيد يمشی على وجه الارض فلينظر الى طلحة بن عبيد الله۔

**ترجمہ:** جو شخص شہید کو زمین پر چلتے پھرتے دیکھنے سے خوش ہو وہ طلحہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔

(سنن الترمذی باب مناقب طلحہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ ج ۵ ص ۶۴۳ رقم الحدیث ۳۷۳۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربیہ بیروت)، (سنن ابن ماجہ فضل طلحہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۳۶ رقم الحدیث ۱۲۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۰۰ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (انسان العیون فی سیرۃ الامامون المعروفہ بالسیرۃ الخلیہ باب غزوۃ بدر الکبریٰ ج ۲ ص ۴۰۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

## حدیث نمبر ۷۰۰

حسین رضی اللہ عنہ اور علم غیب مصطفیٰ ﷺ

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابن عساكر عن محمد بن عمرو بن حسن قال: كنا مع الحسين رضي الله عنه بنهر كربلاء فنظر الى شمر بن ذي الجوشن فقال: صدق الله ورسوله قال رسول الله ﷺ كاني انظر الى كلب ابقع يلغ في دماء اهل بيتي و كان شمر ابرص۔

ابن عساكر رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن عمرو بن حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا ہم امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا کی نہر پر تھے۔ آپ نے شمر بن ذی الجوشن کو دیکھ کر فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ج فرمایا۔ گویا میں چتکبرے کتے کو دیکھ رہا

## ☆ حاشیہ

ہوں جو میری اہل بیت کا خون پی رہا ہے۔ چونکہ شرمعون برص کے مرض میں مبتلا تھا۔  
(خصائص الکبریٰ باب اخبارہ علیہ السلام بقتل حسین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج البيهقي عن الشعبي قال: ان ابن عمر قدم المدينة فاخبر ان الحسين قد توجه الى العراق فلحقه في مسيرة ليلتين من المدينة فقال له: ان الله تعالى خير نبيه بين الدنيا وبين الآخرة فاحترار الآخرة ولم يرد الدنيا وانكم بضعة منه والله لا يليها احد منكم ابدا وما صرفها الله عنكم الا للذي هو خير لكم فارجعوا فابي فاعتنقه ابن عمر وقال: استودعتك الله من قيل۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آئے۔ انہیں معلوم ہوا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ عراق کی طرف روانہ ہو چکے ہیں تو وہ مدینے سے دو دن کی مسافت پر جا کر ان سے ملے اور ان سے کہا اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم ﷺ کو دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار کرنے کو فرمایا تو حضور ﷺ نے آخرت کو اختیار کیا اور دنیا کو رد کیا چونکہ آپ رسول اللہ ﷺ کے جزو ہیں۔ خدا کی قسم آپ میں سے کسی کو دنیا کبھی نہیں حاصل ہوگی اور اللہ تعالیٰ نے آپ حضرات سے اس دنیا کو اس چیز کے ساتھ پھیر دیا ہے جو آپ حضرات کے لئے اس سے بہتر ہے لہذا آپ واپس چلے مگر امام حسین رضی اللہ عنہ نے واپسی سے انکار کر دیا تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے یہ کہتے ہوئے معاف کیا کہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں کیونکہ آپ شہید ہیں۔

(خصائص الکبریٰ باب اخبارہ علیہ السلام بقتل حسین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۲۶ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکۃ المکرمہ)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۴۷۰-۴۷۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الاصابة فی تہذیب الصحابة ذکر انس بن الحارث رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۱۲۱ رقم ۲۲۶ مطبوعہ دارالحیلم بیروت)

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو الحسن علی بن احمد بن عبدان، اخبرنا احمد بن عبيد الصنفار، قال حدثنا بشر بن موسى الاسدي، اخبرنا الحسن بن موسى الاشيب، اخبرنا حماد عن عمار بن ابي عمار، عن عبد الله بن عباس قال: رأيت رسول الله ﷺ فيما يرى النائم نصف النهار اشعت اغبر في يده فارورة فيها دم فقلت بابي انت يا رسول الله ما هذه؟ قال: هذا دم الحسين واصحابه لم ازل النقطه منذ اليوم قال: فاحصوا ذلك اليوم فوجد قتل ذلك اليوم۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک دن دوپہر کے وقت خواب میں اس حالت میں دیکھا کہ آپ کے بال مبارک گرد آلود ہیں اور آپ کے دست مبارک میں خون کی بوتل ہے۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے۔ آج میں شروع دن سے اس خون کو اس وقت تک جمع کرتا رہا ہوں تو میں نے اپنے خواب کے وقت کو یاد رکھا تو یہ وہی وقت تھا جس دن وہ شہید کئے گئے۔

☆..... حاشیہ  
(دلائل البیہ قباب ماجار ذیہ النبی ﷺ فی المنام ج ۷ ص ۳۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ باب اخبارہ ﷺ مقتل حسین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الذکر فی احوال الموتی وامور الآخرة باب ماجاء فی بیان مقتل الحسین رضی اللہ عنہ ولا رضی عن قاتلہ ج ۲ ص ۳۷۵-۳۷۶ مطبوعہ سعیدیہ کتب خانہ صدف پلازہ محلہ چکی پشاور)، (فضائل صحابہ لابن فضیل ج ۲ ص ۷۸ رقم الحدیث ۱۳۸-۱۳۸۱ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت)، (ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ ذکر مقتل الحسین رضی اللہ عنہ و ذکر قاتلہ و ابن قتل و متی قتل ص ۱۳۸-۱۳۹ مطبوعہ دار الکتب المصریہ)، (الاصابة فی تمیز الصحابة ذکر حسین بن علی رضی اللہ عنہما ج ۲ ص ۸۱ رقم ۲۶۷ مطبوعہ دار الخلیل بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله حدثني ابي ثنا عبد الرحمن ثنا حماد بن سلمة عن عمار بن ابي عمار عن بن عباس قال ثم رأيت النبي ﷺ في المنام بنصف البهار اشعت اغبر معه قارورة فيها دم يلتقطه او يتبع فيها شينا قال قلت يا رسول الله ما هذا قال دم الحسين واصحابه لم ازل اتبعه منذ اليوم قال عمار فحفظنا ذلك اليوم فوجدناه قتل ذلك اليوم۔

**ترجمہ:** حضرت عمار بن ابی عمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہیں اور آپ دو پہر کے وقت ایک شیشی اٹھائے ہوئے ہیں جس میں خون بھرا ہوا ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کا خون ہے میں آج دن سے لے کر اب تک یہ خون جمع کرتا رہا ہوں۔ حضرت عمار بن ابی عمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے وہ دن یاد رکھا پھر معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اسی دن شہید کیا گیا تھا۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۲۳۲ رقم الحدیث ۲۱۶۵ مطبوعہ موسسۃ قرطیہ مصر)

امام حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو عبد الله الحافظ اخبرنا احمد بن علي المقرئ اخبرنا ابو عيسى الترمذی اخبرنا ابو سعيد الاشج اخبرنا ابو خالد الاحمر قال: حدثنا رزيق قال: حدثني سلمی قالت دخلت على ام سلمة وهي تبكي فقلت ما يبكيك؟ قالت رأيت رسول الله ﷺ في المنام وعلى راسه ولحيته التراب فقلت مالك يا رسول الله قال: شهدت قتل الحسين ألفا۔

**ترجمہ:** حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے سرمبارک اور آپ کی داڑھی شریف گرد آلود ہے۔ یہ حال دیکھ کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا ابھی ابھی مقتل حسین سے آ رہا ہوں۔

(دلائل البیہ قباب ماجار ذیہ النبی ﷺ فی المنام ج ۷ ص ۳۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ باب اخبارہ ﷺ مقتل حسین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ ذکر مقتل الحسین رضی اللہ عنہ و ذکر قاتلہ و ابن قتل و متی قتل ص ۱۳۸-۱۳۹ مطبوعہ دار الکتب المصریہ)، (تحفة الاشراف بمعرفۃ الاطراف ج ۱۳ ص ۳۸ رقم الحدیث ۱۸۲۷۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ذکر حسین بن علی رضی اللہ عنہما ج ۳ ص ۲۹۰ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت)

**حدیث نمبر ۶۸۰**..... بے شک امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں

امام ابویوسفی ترمذی متوفی ۲۴۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمود بن غيلان حدثنا ابو داود الحفري عن سفيان عن زيد بن ابي زياد عن بن ابي نعم

حاشیہ.....☆

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ثم الحسن والحسين سيدا شباب اهل الجنة هذا حديث حسن صحيح۔

**ترجمہ:** حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ (سنن الترمذی باب مناقب الحسن والحسين عليهما السلام قال ابويعسى هذا حديث حسن صحيح ج ۵ ص ۶۵۶ رقم الحديث ۳۷۶۸ مطبوعه دار احياء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۳ ص ۳ رقم الحديث ۱۱۰۱۲ مطبوعه مؤسسه قریطہ مصر)، (تاریخ بغداد ج ۶ ص ۶۷۲ رقم الحديث ۳۷۶۸ مطبوعه دار الكتب العلمیہ بیروت)، (مسند الحارث زوائد المستفی کتاب المناقب باب فضل فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ والحسن والحسين ج ۲ ص ۹۰۸ رقم الحديث ۹۸۹ مطبوعه مركز خدمة السنة والسمرة النبویہ المدنیہ المنورة)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ذکر قول رسول اللہ ﷺ سره ان عظمای رجل من اهل البیة فلیطرق الی الحسن ج ۱ ص ۱۲۹-۱۳۰ مطبوعه دار الكتب المصریة)، (مجموع الصحاح ج ۱ ص ۱۳۳ رقم الحديث ۱۳۹ مطبوعه مکتبه الغرباء الاثریہ المدنیہ المنورة)، (سیر اعلام النبلاء ذکر حسین بن علی رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۲۸۲-۲۸۳ مطبوعه مؤسسه الرسالہ بیروت)

علامہ ابوعبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

قال النبی ﷺ فيه وفي الحسن انهما سيدا شباب اهل الجنة۔

**ترجمہ:** حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے بڑے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا: بے شک امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما جنتی نو جوانوں کے سردار ہیں۔

(الذکر فی احوال الموتی وامور الآخرة باب ما جاء فی بیان مقتل الحسين رضی اللہ عنہ ولا رضی عن قاتله ج ۲ ص ۲۷۲-۲۷۳ مطبوعه سعید یہ کتب خانہ صدف پلازہ محلہ جنگی پشاور)، (ابن ماجہ رقم الحديث ۱۱۸)، (مسند احمد ج ۳ ص ۶۲۳)، (المحکم ج ۳ ص ۱۶۶-۱۶۷)، (ابن خبان رقم الحديث ۲۲۲۹)، (حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۱۳۹)، (تاریخ بغداد ج ۴ ص ۲۰۷)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ذکر انھما سید شباب اهل البیہ ج ۱ ص ۱۲۹ مطبوعه دار الكتب المصریہ)، (وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام ص ۷۸ مطبوعه دار الغرب الاسلامی بیروت)، (فتح الکبیر فی ضم التزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۲۲ رقم الحديث ۱۳۰ مطبوعه دار الفکر بیروت)، (مختصر المختصر ما جاء فی معجزات ﷺ ج ۱ ص ۸ مطبوعه عالم الکتب بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ذکر حسن بن علی رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۲۵۱ مطبوعه مؤسسه الرسالہ بیروت)، (الاصافیہ فی تیز الصحاح ج ۱ ص ۵۲۲ رقم الحديث ۱۲۵۳ و ذکر حسن بن علی رضی اللہ عنہما ج ۲ ص ۷۱ رقم الحديث ۱۷۲۱ مطبوعه دار النجیل بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر اندیرج ج ۲ ص ۵۲۹ رقم الحديث ۸۷۷ مطبوعه دار الكتب العلمیہ بیروت)

**حدیث نمبر ۹۹.....** سب سے پہلے مجھ سے وہ ملے گی جو تم سب میں دراز دست ہے

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

اخرج مسلم عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ اسر عكن لحوقا بی اطول لكن یداً فكن يتناولن ایہن اطول یداً فکانت زینب اطول یداً لانها کانت تعمل بیدها وتصدق۔

**ترجمہ:** مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم ازواج میں سے وہ زوجہ مجھے سب سے پہلے ملے گی جو تم سب میں دراز دست ہے۔ تو ہم ناچتی تھیں کہ کس کے ہاتھ طویل ہیں تو وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان کے ہاتھ طویل تھے کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے عمل کرتیں اور صدقہ دیا کرتی تھیں۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۱۹ مطبوعه دار الكتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۸ مطبوعه المکتبه التجاریہ مکہ المکرمہ)، (مواہب اللہ نیر ج ۳ ص ۹۸ مطبوعه دار الكتب العلمیہ بیروت)، (مجموع مسک رقم الحديث ۱۰۱ حاکم مستدرک ج ۳ ص ۹۵ طحاوی مشکل الآثار ج ۱ ص ۸۲)۔ (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۳۷۲ مطبوعه دار الكتب العلمیہ بیروت)، (اتحاف السادة المتعلمین ج ۷ ص ۱۸۵ کثر العمال رقم الحديث ۱۵۹۵۲)۔ (سبل الہدی والرشاد ج ۱ ص ۱۰۰ مطبوعه دار الكتب العلمیہ بیروت)، (حیۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۳ مطبوعه دار الكتب العلمیہ بیروت)،

## حاشیہ.....☆

(نیم ریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۲۰۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت) (الشفا بحر نفح حقوق المصطفیٰ ج ۱ ص ۲۱۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۳۸۶ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (اتحاف سادة المتقين ج ۸ ص ۳۳۰-۳۳۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامة الزرقانی علی المواهب اللدنیہ ج ۷ ص ۲۱۲ مطبوعہ دارالمرکز بیروت)، (مجمع الزوائد وفتح القوائد باب اخبارہ علیہ السلام بالمغنیات ج ۸ ص ۲۹۲ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)، (البدایہ والنہایہ تزویجہ بنت جحش ج ۳ ص ۱۳۹ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)، (السیرۃ النبویہ لابن کثیر ذکر نزول الحجاب ص ۳۵۳ عرسما الذی ولی اللہ عقد نکاح ج ۳ ص ۲۶۶ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)، (مغفۃ المغفۃ لابن جوزی ج ۲ ص ۳۹ مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۱۷۲ رقم الحدیث ۱۷۹۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الامتیاء ذکر زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ج ۲ ص ۵۳ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۵۵ مطبوعہ دارصادر بیروت)

قال محمد بن عمر هذا الحديث وهل في سودة وانما هو في زينب بنت جحش وكانت اول نساء رسول الله ﷺ لحوقا به وتوفيت في خلافة عمر بن الخطاب وبقيت سودة بنت زمعة فيما حدثنا محمد بن عبد الله بن مسلم عن ابيه ان سودة توفيت في شوال سنة اربع وخمسين بالمدينة في خلافة معاوية بن ابي سفيان قال محمد بن عمر وهذا الثبت عندنا۔

**ترجمہ:** لیکن محمد بن عمر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں دادی کو وہم ہو گیا ہے آپ ﷺ کی وفات کے بعد ازواج مطہرات میں سے سب سے پہلے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تھا اور یہ انتقال دور فاروقی میں ہوا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا انتقال محمد بن عبد اللہ بن مسلم کی روایت کے مطابق دور معاویہ میں شوال ۵۴ھ کو ہوا اور یہی روایت ہمارے نزدیک زیادہ صحیح و قابل اعتماد ہے۔

(طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۵۵ مطبوعہ دارصادر بیروت)

امام محمد بن حبان بن احمد ابو حاتم التمیمی متوفی ۳۵۳ھ لکھتے ہیں۔

وهي اول نساء رسول الله ﷺ وفاة۔

**ترجمہ:** وہ (زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا) رسول اللہ ﷺ کے وفات ہونے والی سب سے پہلی بیوی تھی۔

(الشفات ج ۳ ص ۱۴۲ رقم الحدیث ۳۸۵ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وكانت اول نساء النبي ﷺ وفلة بعده ولحوقا به روى اسماعيل بن ابي خالد عن الشعبي عن عبد الرحمن بن ابزي قال صليت مع عمر على ام المؤمنين زينب بنت جحش وكانت اول نساء النبي ﷺ وفاة۔

حدثنا عبد الوارث حدثنا قاسم بن اصبغ حدثنا احمد بن زهير حدثنا معاوية بن عمرو حدثنا المسعودي عن القاسم قال كانت زينب بنت جحش وكانت اول نساء النبي ﷺ لحوقا به۔

**ترجمہ:** وہ (زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا) سب سے پہلی ملنے والی بیوی تھی۔

(الاستيعاب ذکرام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ج ۳ ص ۱۸۵ رقم الحدیث ۳۳۵ مطبوعہ دارالبحر بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

اول من يلحقني من اهلي انت يا فاطمة واول من يلحقني من ازواجي زينب وهي اطول لكن كفا۔

(الجامع الصغير فی احادیث البشیر اندیرج ج ۱ ص ۱۶۸ رقم الحدیث ۲۸۳۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۳۳۵ رقم الحدیث ۲۸۸۸ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

## حاشیہ.....☆

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ سہلی متوفی ۵۵ھ لکھتے ہیں۔

وفی الحدیث انه قال لازواجه اسر عكن بی اطولکن یداً فاجتمعن يتطاولن فطالتهن سودة فماتت زینب تلك صفة زینب بنت جحش۔

**ترجمہ:** حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات سے کہا تم میں سب سے پہلے مجھے وہ ملے گی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ایک جگہ جمع ہو کر اپنے ہاتھوں کی پیمائش کرنے لگیں۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ طویل تھے مگر ان میں سب سے پہلے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے وصال فرمایا۔ حضور ﷺ نے ہاتھ کی طوالت سے صدقہ اور نیکی میں زیادتی مراد لی تھی اور یہ خوبی حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔

(روض الانف من شرح شعرہ ج ۲ ص ۶۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حدیث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصنہانی متوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن ابراهيم ثنا محمد بن سفیان بن موسى الصفار ثنا محمد بن آدم ثنا محمد بن السماك عن اسماعيل بن بی خالد عن عامر ثنا عبدالرحمن بن ابزی قال صلیت خلف ابن عمر علی زینب زوج النبی ﷺ بالمدينة و كانت اول نسائه بعده موقا فکبر علیها اربعا۔

**ترجمہ:** حضرت عبدالرحمن ابن ابزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے مدینہ منورہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے زینب رضی اللہ عنہا زوج نبی ﷺ کی نماز جنازہ پڑھی آپ ﷺ کی پردہ فرمانے کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا پہلی زوجہ مطہرہ تھیں جنہوں نے وفات پائی۔ چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کی نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہی۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر محمد بن مسلم بن سہاک رحمۃ اللہ علیہ ج ۸ ص ۲۱۱ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)

امام ابوبکر احمد بن حسین بن یحییٰ متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

وهی اول نساء رسول الله ﷺ وفاة بعده۔

**ترجمہ:** وہ (زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا) رسول اللہ ﷺ کے وفات ہونے والی سب سے پہلی بیوی تھی۔

(دلائل النبوة امام بیہقی باب تسمیہ ازواج النبی ﷺ واولادہ رضی اللہ عنہم ج ۷ ص ۲۸۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام ابی العباس احمد بن احمد الخطیب متوفی ۸۱۰ھ لکھتے ہیں۔

وهی اول ازواجه لحوقا به۔

**ترجمہ:** وہ (زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا) سب سے پہلی ملنے والی بیوی تھی۔

(وسیلۃ الاسلام بالنسب علیہ الصلاۃ والسلام ص ۵۷ مطبوعہ دارالغرب الاسلامی بیروت)

امام محمد بن عبدالباقی زرقانی متوفی ۱۱۳۲ھ لکھتے ہیں۔

وروی البزار عن عبدالرحمن بن ابزی انه صلی مع عمر علی زینب فکبر اربعا و كانت اول نساء النبی ﷺ موقا۔

**ترجمہ:** حضرت عبدالرحمن ابن ابزی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھی چار تکبیرات کہی اور یہ آپ ﷺ کے سب سے پہلی بیوی تھی جس کی وفات ہوئی تھی۔

(شرح الزرقانی علی الموطاء ج ۲ ص ۷۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

☆..... حاشیہ

علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں۔  
واخر ج الطبرانی من طریق الشعبي ان عبد الرحمن بن ابی اخبره انه صلى مع عمر علي زينب  
نبت جحش و كانت اول نساء النبي ﷺ ماتت بعده۔  
(اتحاف سادة المتقين ج ۸ ص ۳۳۱ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۷ھ روایت کرتے ہیں۔  
قال الواقدي وغيره من اهل السير والمغازي والتواريخ توفيت سنة عشرين من الهجرة وصلى  
عليها امير المؤمنين عمر بن الخطاب رضي الله عنه ودفنت بالقيع وهي اول امرأة صنع لها النعش۔  
(البدایة والنہایة تزويد زينب بنت جحش ج ۳ ص ۱۳۹ مطبوعه مكتبة العارف بيروت)، (السير النبوية لابن کثير ذكر نزول الحجاب ص ۳۳۱ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)  
عقدنا ج ۳ ص ۲۷۶ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)

### حدیث نمبر ۱۰..... اولیٰ قرنی رضی اللہ عنہ اور علم غیب مصطفیٰ ﷺ

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔  
واخر ج مسلم عن عمر قال: ان رسول الله ﷺ حدثنا ان رجل من اهل اليمن يقدم عليكم ولا ع  
بها الا اماله قد كان به بياض فدعا الله ان يذهب عنه فاذا به عن الا موضع الدينار يقال له اويس فمن لقيه  
منكم فليامر به فليستغفر له۔  
مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے  
ارشاد فرمایا کہ اہل یمن کا ایک شخص تمہارے پاس آئے گا اور یمن میں صرف اپنی والدہ کو ہی چھوڑ کر آئے گا۔ اس کے جسم پر سفیدی تھی تو اس  
نے اللہ عزوجل سے اسے دور کرنے کی دعا کی تو وہ سفیدی اس سے جاتی رہی۔ صرف ایک دینار کے برابر سفیدی باقی ہے۔ اس کا نام  
اویس رحمۃ اللہ علیہ ہے تو تم میں سے جو کوئی اس سے ملاقات کرے تو اسے چاہئے کہ اس سے مغفرت کی دعا کی درخواست کرے۔  
(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۳۰ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)، (مل الہدیٰ والرشاد ج ۱ ص ۱۰۰-۱۰۱ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)، (البدایة والنہایہ  
ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۸ مطبوعه المكتبة التجارية مكة المكرمة)، (طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۶۲ مطبوعه دار صادر بيروت)، (تہذیب النہد ج ۱ ص ۳۸۶۔  
میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۷۸)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۴ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔  
واخر ج البيهقي من وجه آخر عن عمر ان رسول الله ﷺ سيكون في التابعين رجل من قرن يقال  
له: اويس بن عامر يخرج به رضح فيدعو الله ان يذهب عنه فيذهب فيقول: اللهم دع لي في جسدي منه ما  
اذكر به نعمتك علي فيدع له في جسده فمن اذركه منكم فاستطاع ان يستغفر له فليستغفر له۔  
تیسری روایت نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تابعین میں  
قرن کا ایک شخص ہوگا۔ اس کا نام اویس بن عامر رحمۃ اللہ علیہ ہوگا۔ اس کے جسم میں سفیدی ظاہر ہوگی وہ اللہ عزوجل سے اسے دور کرنے  
کی دعا کرے گا اور وہ دور ہو جائے گی۔ چنانچہ وہ دعا کرے گا "اللهم دع لي في جسدي منه ما اذكر به نعمتك  
علي" اے خدا میرے جسم سے اس سفیدی کو دور کر دے اور میرے جسم میں اتنی سفیدی چھوڑ دے کہ میں تیری نعمت کو یاد رکھوں تو اللہ  
عزوجل اس کے جسم میں اتنی سفیدی چھوڑ دے گا کہ اتم میں سے کوئی اگر اس سے ملے تو اور وہ استطاعت رکھتا ہو کہ اس سے استغفار

## حاشیہ.....☆

کرائے تو اسے لازم ہے کہ اس سے استغفار کی درخواست کرے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۲۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سبل المهدی والرشاد ج ۱ ص ۱۰۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل المنہجۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۶۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۳-۳۹۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر اولیس بن عامر القرنی سید العباد و علم الاصفیاء ج ۲ ص ۸۰ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ذکر اولیس القرنی رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۲۰ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

محدث کبیر امام الباقیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۳۳۰ھ لکھتے ہیں۔

قالوا یا رسول اللہ کیف لنا برجل منهم قال ذاك اويس القرني قالوا وما اويس القرني قال اشهل ذا صهوة بعيد ما بين المنكبين معتدل القامة آدم شديد الادمة ضارب بذفنه الى صدره رام بذقنه الى موضع سجوده واضع يمينه على شماله يتلو القرآن يبكى على نفسه ذو طمرين لا يؤبه له متزر بازار صوف ورداء صوف مجهول في اهل الارض معروف في اهل السماء لو اقسم على الله لا ير قسمه الا وان تحت منكبه الا يسر لمعة بيضاء الا وانه اذا كان يوم القيامة قيل للعباد ادخلوا الجنة ويقال لاويس قف فاشفع فاشفع الله عز وجل في مثل عدد ربيعة ومضر يا عمرو و يا علي اذا انتما لقيتماه فاطلبا اليه ان يستغفر لكما يغفر الله لكما۔

**ترجمہ:** صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ ان بزرگوں میں سے ہمیں کوئی آدمی مل سکتا ہے؟ فرمایا ہاں ”اویس قرنی“ ہے جس سے تمہاری ملاقات ہوگی صحابہ رضی اللہ عنہم نے اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی علامات پوچھیں ارشاد فرمایا اس کی آنکھیں سرخ مائل ہوں گی سرخ بالوں والا ہوگا۔ کشادہ کاندھوں والا مایہ قند والا گندم گوں، سینے پر بالوں والا، دایاں بائیں پر رکھتا ہوگا قرآن کی تلاوت کرے گا اور اپنے پر بہت روتا ہوگا اہل ساء میں مشہور ہے اگر اللہ پر کسی کام کے کرنے کی قسم کھالے تو اللہ اسے اپنی قسم میں بری کر دیتا ہے سنو اس کے بائیں کاندھے کے نیچے ایک چمک ہوگی اہل زمین میں اسے کوئی نہیں جانتا اون کا ازار باندھا ہوگا اون ہی کی چادر اوڑھی ہوگی خوب سن لو۔ قیامت کے دن عام لوگوں سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ اور اویس رضی اللہ عنہ سے کہا جائے گا کہ ادھر کھڑے ہو جاؤ اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی اے عمرو علی رضی اللہ عنہما جب تمہاری ان سے ملاقات ہوگی تو ان سے استغفار کرنا اللہ تمہاری مغفرت فرمائے گا۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر اولیس بن عامر القرنی سید العباد و علم الاصفیاء ج ۲ ص ۸۲ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)، (الاصابہ فی تیز اصحابہ ذکر اولیس بن عامر رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۲۱۹ رقم ۵۰۰ مطبوعہ دارالکحل بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

سیکون فی امتی رجل یقال له اويس بن عبد الله القرني وان شفاعة فی امتی مثل ربيعة ومضر۔

(الجامع الصغیر فی احادیث البشیر الذی یحرف الحسن ج ۱ ص ۲۹۳ رقم الحدیث ۳۷۷۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم التریادۃ الی الجامع الصغیر ج ۲ ص ۵۸ رقم الحدیث ۶۹۳۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

امام محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قال رسول الله ﷺ خلیلی من هذه الامة اويس القرني۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ نے فرمایا اس امت میرا خلیل اویس قرنی ہے۔

(طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۶۳ مطبوعہ دارصادر بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر الذی یحرف الحسن ج ۱ ص ۲۳۰ رقم الحدیث ۳۹۴۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم التریادۃ الی الجامع الصغیر ج ۲ ص ۸۵ رقم الحدیث ۶۰۴۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت)



☆.....

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابن سعد والحاكم عن عبد الرحمن بن ابي ليلي قال: نادى رجل من اهل الشام يوم صفين فقال فيكم اويس القرني؟ قالوا: نعم قال اني سمعت رسول الله ﷺ يقول ان من خير التابعين اويس القرني ثم ضرب دابته فدخل فيهم۔

**ترجمہ:** ابن سعد وحاکم رحمہما اللہ نے عبد الرحمن بن ابی لیلی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ جنگ صفین کے روز اہل اشام کے ایک آدمی نے پکارا کہ کیا تم میں اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا ہاں ہیں۔ اس نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ خیر التابعین ہیں۔ اس کے بعد وہ شخص اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر اپنے لشکر میں چلا گیا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۲۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۸ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکتبۃ المکرمہ)، (سبل الہدی والرشاد ج ۱ ص ۱۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۳۷۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) حاکم مستدرک ج ۳ ص ۴۰۲۔ (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۶۲ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین الماسون المعروفۃ بالسیرۃ الخلیفہ ج ۲ ص ۵۳۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر اللہ یرج اص ۲۳۳ رقم الحدیث ۴۰۰۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) (سبل الہدی والرشاد ج ۱ ص ۱۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۳۷۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۲ ص ۹۱ رقم الحدیث ۶۱۱۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

حدثنا ابو بکر بن مالک ثنا عبد الله بن احمد بن حنبل حدثني ابي وعبيد الله بن عمر قالانا ثنا عبد الله بن الاشعث بن سوار عن محارب بن دثار قال قال رسول الله ﷺ ان من امتي من لا يستطيع ان ياتي مسجده او مصلاه من العري يحجزه ايمانه ان يسال الناس منهم اويس القرني وفرات بن حيان۔

**ترجمہ:** حضرت محارب بن دثار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ میری امت میں سے ایسے لوگ ہیں جو ننگے ہونے کی وجہ سے اپنی مسجد اور عید گاہ میں نہیں جاسکتے اور ان کا ایمان ان کو لوگوں سے مانگنے سے روکتا ہے ان میں سے اویس قرنی اور فرات بن حیان رضی اللہ عنہما ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر عبد الرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ ج ۹ ص ۳۸ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر اویس بن عامر رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۲۲۱ رقم ۵۰۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابن سعد والحاكم من طريق أسير بن جابر عن عمر انه قال لاويس القرني استغفر لي قال: كيف استغفر لك وانت صاحب رسول الله ﷺ قال سمعت رسول الله ﷺ يقول ان خير التابعين رجل يقال له اويس القرني۔

**ترجمہ:** ابن سعد وحاکم رحمہما اللہ نے بطریقہ اسیر بن جابر رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ آپ میرے لئے استغفار فرمائیں۔ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں آپ کے لئے کیونکر استغفار کروں جبکہ آپ خود رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے

## ☆ حاشیہ

فرمایا خیر التابعین وہ شخص ہے جس کا نام اولس قرنی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۲۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الہدی والرشاد ج ۱ ص ۱۰۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (نیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۱۸۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

## حدیث نمبر ۱۱..... دو عظیم گروہوں کے درمیان اللہ عزوجل اس کے ذریعہ صلح کرائے گا

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

للحسن ان ابني هذا سيد ولعل الله ان يصلح به بين فئتين عظيمتين من المسلمين۔

**ترجمہ:** بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت امام حسن رضی اللہ

عنہ کی بابت فرمایا میرا یہ فرزند سردار ہے اور توقع ہے کہ اللہ عزوجل مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں کے درمیان اس کے ذریعہ صلح کرائے گا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۲۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (مواہب اللدیہ ج ۳ ص ۱۰۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶

ص ۲۱۳-۲۱۵ مطبوعہ المكتبة التجارية مکہ المکرمہ)، (سبل الہدی والرشاد ج ۱ ص ۱۵۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة امام تہجد ج ۶ ص ۳۳۳ مطبوعہ

دارالکتب العلمیہ بیروت)، (انسان النعمان فی سیرۃ الامین المامون المعروف بالسیرۃ المحلیہ ج ۳ ص ۲۸۸ مطبوعہ دارالاحیاء التراث العربی بیروت)، (نیم الریاض فی

شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۱۹۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الغیاثر یق حقوق المصطفیٰ ج ۱ ص ۲۱۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (اتحاف سادة

المجتہدین ج ۸ ص ۳۳۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامة الزرقانی علی المواہب اللدیہ ج ۷ ص ۲۱۷ مطبوعہ دارالمرکز بیروت)، (الوقایا حوال المصطفیٰ

الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۰۹ مطبوعہ معطفہ البابی مصر)، (مجمع الزوائد و منبع الفوائد باب ما جاء فی الحج وما کان بعدہ ج ۷ ص ۲۵۰

مطبوعہ مؤسسة المعارف بیروت)، (دلائل النبوة لابن نعیم اصحبا فی اردو ص ۹۸ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص

۳۳۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة و ملا صحافی ص ۱۱۲ رقم الحدیث ۱۱۳ مطبوعہ دارحیۃ الریاض)، (فنائن صحابہ لابن ضیل ج ۲ ص ۶۸ رقم الحدیث

۱۳۵۳ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)، (نفائس الصلوة للنسائی ص ۱۹-۲۰ رقم الحدیث ۶۲-۶۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الاحادیث المختارة ج ۵ ص ۲۲۳

رقم الحدیث ۱۸۵۲ وقال انا قد سمعت مطبوعہ مكتبة النهضة الحدیث مکہ مکرمہ)، (ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ ذکر وصف قتالہ باشتی الآخیرین ص ۱۲۵ مطبوعہ دارالکتب

المصریہ)، (اعلام النبوة الباب الثانی عشر فی انوارہ بما سجد بعدہ ص ۱۸۲ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)، (وسيلة الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام ص ۱۳۳

مطبوعہ دارالغرب الاسلامی بیروت)، (الفصول فی اختصار سیرۃ الرسول لابن کثیر فصل الاخبار بالنبوب المستقبلیہ ص ۲۱۲ مطبوعہ دارالعلم بیروت)، (منقبة الصغوة

لابن جوزی ج ۱ ص ۲۰ مطبوعہ دارالمعرفة بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر الذریہ ج ۱ ص ۱۳۲ رقم الحدیث ۲۱۶۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح

الکبیر فی ضم الزیادة الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۲۶۵ رقم الحدیث ۲۸۷۲ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۱ ص ۵۳۱ رقم الحدیث ۱۷۱۸ مطبوعہ دارالکتب

العلمیہ بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ذکر حسن بن علی رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۲۵۱ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)، (الاصابة فی تمیز الصحابة و ذکر حسن بن علی رضی اللہ عنہما ج

۲ ص ۷۱ رقم الحدیث ۱۷۱۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (صحیح بخاری رقم الحدیث ج ۳ ص ۲۴ رقم الحدیث ۶۳۲۹)، (سنن الترمذی ج ۵ رقم الحدیث ۳۷۹۸)، (سنن ابی داؤد رقم

الحدیث ج ۳ ص ۲۶۲۳)، (سنن التسانی ج ۲ رقم الحدیث ۱۳۰۹، صحیح ابن حبان ج ۱۵ رقم الحدیث ۶۹۶۳، مستدرک ج ۵ ص ۴۴، طبرانی کبیر ج ۳ رقم الحدیث ۲۵۹۱، مجمع

الزوائد ج ۹ ص ۱۷۵)، (طبرانی معجم باب الملام ج ۱ ص ۲۷۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصحبا فی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

قال الامام رحمه الله في هذا الحديث من دلالة النبوة انه كان الامر كما ذكره صلح الله به

بين جند العراق و جند الشام۔

**ترجمہ:** امام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث نبوة پر دلالت کرتی ہے کہ اسی طرح ہوا جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ اللہ

عزوجل نے اس کے ذریعے عراقی اور شامی لشکروں میں صلح فرمادیا۔

(دلائل النبوة و ملا صحافی ص ۱۱۲ رقم الحدیث ۱۱۳ مطبوعہ دارطیبة الریاض)

حاشیہ.....☆

**حدیث نمبر ۱۲۰۶.....ام ورقہ بنت نوفل رضی اللہ عنہا شہیدہ ہے**

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اخبرنا ابو الحسن علی بن احمد بن عمر بن حفص المقرئ بن الحمامی رحمہ اللہ ببغداد ثنا احمد بن سلمان النجار ثنا جعفر بن محمد بن شاکر ثنا ابو نعیم ثنا الولید بن جمیع حدثنی جدتی عن ام ورقہ بنت عبد اللہ بن الحارث ثم وکان رسول اللہ ﷺ يزورها ويسميها الشهيدة وكانت قد جمعت القرآن وکان رسول اللہ ﷺ حين غزا بدرًا قالت تاذن لي فاخرج معك امري مرضكم لعل الله تعالى يهدي لي شهادة قال ان الله تعالى مهدي لك شهادة فكان يسميها الشهيدة وکان النبی ﷺ قد امرها ان تؤم اهل دارها وانها غمتها جارية لها و غلام كانت قد دبرتهمما فقتلها في اماره عمر فقیل ان ام ورقہ قتلها جارتها و غلامها وانهما هربا فاتى فکانا اول مصلوبين بالمدينة فقال عمر رضی اللہ عنہ صدق رسول اللہ ﷺ کان يقول انطلقوا نزور الشهيدة۔

**ترجمہ:** حضرت ام ورقہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کی ملاقات کے لیے رسول اللہ ﷺ تشریف لے جاتے اور آپ نے ان کا نام الشہیدہ رکھا تھا، وہ قرآن کی حافظہ تھیں جب رسول اللہ ﷺ غزوہ بدر کے لیے تشریف لے گئے تو انہوں نے کہا آپ مجھے اجازت دیں تو میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں اور زخموں کی مرہم پٹی اور بیماریوں کی تیمارداری کروں، شاید اللہ تعالیٰ مجھے شہادت عطا فرمائے آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تم کو شہادت عطا فرمائے گا اور آپ ان کو الشہیدہ کہتے تھے اور نبی کریم ﷺ نے ان کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھر کی خواتین کی امامت کیا کریں ان کو مال غنیمت میں سے ایک باندی اور ایک غلام ملا تھا جن کو انہوں نے بدر کر دیا تھا (یعنی ان سے کہہ دیا تھا کہ میرے مرنے کے بعد تم آزاد ہو) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان دونوں نے حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو قتل کر دیا اور دونوں بھاگ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے ان کو پکڑ لیا گیا اور ان دونوں کو سولی پر لٹکایا، مدینہ طیبہ میں ان کو سب سے پہلی سولی دی گئی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا تھا آپ فرماتے تھے چلو الشہیدہ کی زیارت کے لیے چلیں۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱۱ ابواب اثبات الملة المرأة غیر حارج ۳ ص ۳۰ رقم الحدیث ۵۱۳۶ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکتبہ المکرمۃ)، (الاصابة فی تمیز الصحابة لابن حجر عسقلانی ج ۸ ص ۳۲۱ رقم الحدیث ۱۲۲۹۳ مطبوعہ دار النجیل بیروت)، (مسند احمد ج ۶ ص ۳۰۵ رقم الحدیث ۲۷۳۲۳ مطبوعہ مؤسسة قرطبة مصر)، (صحیح ابن خزيمة ج ۱ ابواب صلاة النساء فی الجماعة باب الملة المرأة النساء فی القریعة ج ۳ ص ۸۹ رقم الحدیث ۱۶۷۶ مطبوعہ المکتب السلاوی بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

اخرج ابو داود وابو نعیم عن جمیع وعبدالرحمن بن خلاد الانصاری عن ام ورقہ بنت نوفل ان النبی ﷺ لما غزا بدرًا قالت: يا رسول الله ائذن لي في الغزو معك لعل الله تعالى ان يرزقني شهادة قال قري في بيتك فان الله يرزقك الشهادة فكانت تسمى الشهيدة وكانت قد قرأت القرآن ثم انها دبرت غلاما لها و جارية فقاما اليها من الليل فغماها بقטיפه حتى ماتت وذلك في اماره عمر فامر بها فصلبا فکانا اول مصلوب بالمدينة

**ترجمہ:** ابو داؤد و ابو نعیم رحمہما اللہ نے جمیع اور عبدالرحمن بن خلاد و انصاری رضی اللہ عنہما سے ان دونوں نے ام ورقہ بنت نوفل رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ جب بدر گئے تو کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے غزوہ بدر میں اپنی معیت میں جانے کی اجازت دیجئے۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے شہادت نصیب فرمائے۔ آپ نے فرمایا تم اپنے گھر میں بیٹھی رہو۔ اللہ عز و جل تمہیں شہادت نصیب فرمائے گا۔ تو ان کو لوگ شہیدہ کے نام سے پکارتے تھے۔

## حاشیہ.....☆

اس کی شہادت کا واقعہ یہ ہوا کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت کر رہی تھیں اور انہوں نے ایک غلام اور باندی کو مدبر کیا تھا۔ وہ دونوں رات کے وقت ان کے پاس آئے اور ایک چادر سے ان کا گلگھونٹا یہاں تک کہ وہ فوت ہو گئیں۔ یہ واقعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کا ہے۔ چنانچہ انہوں نے ان دونوں کو حکم دیا اور دونوں کو سولی دی گئی۔ یہ دونوں مدینہ منورہ میں سب سے پہلے سولی چڑھنے والے تھے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۲۸-۲۲۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۸ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکتبۃ المکرمہ) (مسئل الہدی والرشاد ج ۱ ص ۱۰۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۳۸۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت) (مسند احمد ج ۶ ص ۴۰۵) (الاصابہ ج ۳ ص ۵۰۵)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۶۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الوقایا حوالہ المصطفیٰ الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالانساب ج ۱ ص ۳۱۷ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)، (اعلام النبوة ص ۱۶۵ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وقال صدق رسول الله ﷺ حين كان يقول انطلقوا بنا نزور الشهيدة۔

**ترجمہ:** حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور ﷺ نے سچ فرمایا تھا چنانچہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ شہیدہ کے گھر چلو۔ (الاستیعاب فی معرفۃ الاسحاب باب الواو ج ۳ ص ۱۹۶۵ رقم ۳۲۲۳ مطبوعہ دارالکلیل بیروت)

امام محمد ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

فقال عمر صدق رسول الله ﷺ كان يقول انطلقوا بنا نزوروا الشهيدة۔

**ترجمہ:** حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور ﷺ نے سچ فرمایا تھا چنانچہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ آؤ شہیدہ کی ملاقات کے لئے چلیں۔

(طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۴۷۵ مطبوعہ دار صادر بیروت)

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصنہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔

فقال عمر رضى الله عنه صدق رسول الله ﷺ كان يقول انطلقوا فنزوروا الشهيدة۔

**ترجمہ:** حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور ﷺ نے سچ فرمایا تھا چنانچہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ شہیدہ کے گھر چلو۔ (حلیۃ الاولیاء و طبقات الامنیاء ذکر ام و رقة النصار یہ رضی اللہ عنہا ج ۲ ص ۶۳ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)

امام ابی الفرج عبد الرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔ (آدام فرقہ رضی اللہ عنہا کی زیارت کریں)

فقال عمر صدق رسول الله ﷺ كان يقول انطلقوا بنا نزور الشهيدة رحمها الله۔

**ترجمہ:** حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا تھا آؤ شہیدہ کی زیارت کریں۔

(منوۃ المغنوة ج ۲ ص ۷۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرجه ابن راهويه وابن سعد والبيهقي وابو نعيم من وجه آخر وزاد في آخره فقال عمر: صدق

رسول الله ﷺ وكان يقول انطلقوا فنزور الشهيدة۔

ابن راهويه ابن سعد بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے دوسری سند کے ساتھ اسے روایت کیا۔ اس میں اسنا زیادہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

☆.....

نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے حج فرمایا تھا آؤ شہیدہ کی زیارت کریں۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۲۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)؛ (المبدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۹ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکتبۃ المکرمہ)؛ (سبل المہدی والبرشاذ ج ۱ ص ۱۰۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)؛ (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۳۸۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)؛ (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

**حدیث نمبر ۱۲۰**..... لیکن وہ شخص نعلین مبارک کو سینے والا شخص ہے یعنی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

امام محبت الدین ابو العباس احمد بن عبد اللہ متوفی ۲۹۴ھ لکھتے ہیں۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ يقول ان منکم من یقاتل علی تاویل القرآن کما قاتلت علی تنزیلہ قال ابو بکر رضی اللہ عنہ انا هو یا رسول اللہ قال لا ولكن خاصف النعل فی الحجر وکان اعطی علیا نعله یخصفها۔

**ترجمہ:** حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا کہ بے شک تم میں سے ایک تاویل قرآن پر جگہ کرے گا جیسے کہ اس کے زول پر جگہ کیا تھا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کیا وہ میں ہوں اے اللہ کے رسول ﷺ تو حضور ﷺ فرمانے لگے نہیں بلکہ جو تے کے سینے والا حجرے میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جو تا مبارک دیا تھا تا کہ اس کو سی لے۔

( ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربی ص ۶۷ مطبوعہ دارالکتب المصریہ )

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد اللہ قال حدثنی ابی قحشا یحییٰ بن آدم نا یونس عن ابی اسحاق عن زید بن یثیع قال قال رسول اللہ ﷺ ثم لینتھین بنو ولیعة او لا بعثن الیہم رجلا کنفسی یمضی فیہم امری یقتل المقاتلة ویسبی الذریۃ قال فقال ابوذر فما راعنی الا برد کف عمر فی حجزتی من خلفی فقال من تراه یعنی قلت ما یعینک ولكن خاصف النعل۔

(فضائل صحابہ الامین ضمیمہ ج ۱ ص ۵۷۱ رقم الحدیث ۹۶۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

فقال ابو بکر انا هو یا رسول اللہ قال لا قال له عمر انا هو یا رسول اللہ قال لا ولكنه خاصف النعل قال وفي کف علی نعل یخصفها لرسول اللہ ﷺ۔

( تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۳۳ رقم ۳۵۳۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت )

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

اخرج الحاكم وصححه والبيهقي عن ابی سعید قال: كنا مع رسول اللہ ﷺ فانقطعت نعله فتخلف علی یخصفها فمشی قليلا ثم قال ان منکم من یقاتل علی تاویل القرآن کما قاتلت علی تنزیلہ فقال ابو بکر انا قال لا قال عمر: انا قال لا ولكن خاصف النعل۔

**ترجمہ:** حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بتا کر اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے آپ کی نعلین مبارک ٹوٹ گئی تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پیچھے رہ کر اسے سینے لگے پھر کچھ دور چل کر فرمایا تم میں سے ایک شخص وہ ہے جو قرآن کی تاویل پر جنگ کرے گا جس طرح کہ میں اس کی تنزیل پر جنگ کرتا ہوں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

☆..... شبیہ.....

نے عرض کیا کیا وہ میں ہوں؟ فرمایا نہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں ہوں؟ فرمایا نہیں۔ لیکن وہ شخص نطفین مبارک کو سینے والا شخص ہے یعنی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۳۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۶۱۳ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکہ المکرمہ)، (سبل الہدیٰ والرشاد ج ۱ ص ۱۵۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النعمۃ امام سیبوی ج ۲ ص ۲۳۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۶۱۳ رقم الحدیث ۳۲۹۶۷ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

### حدیث نمبر ۱۴۰..... سب سے پہلے جو میری سنت کو بدلے گا وہ بنی امیہ کا آدمی ہوگا یعنی یزید

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابن ابی شیبۃ وابویعلی والبیہقی عن ابی ذر سمعت رسول اللہ ﷺ يقول ان اول من یبدل سنتی رجل من بنی امیہ۔

قال البیہقی: یشبه ان یکون هو یزید بن معاویہ۔

**ترجمہ:** ابن ابی شیبہ وابویعلیٰ اور بیہقی رحمہم اللہ ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا سب سے پہلے جو میری سنت کو بدلے گا وہ بنی امیہ کا آدمی ہوگا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا شبہ ہوتا ہے کہ غالباً وہ آدمی یزید بن معاویہ ہے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۳۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الہدیٰ والرشاد ج ۱ ص ۸۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۲۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر اللہ ج ۱ ص ۱۶۹ رقم الحدیث ۲۸۳۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الایادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۳۳۵ رقم الحدیث ۳۶۸۲ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

امام حارث بن ابی اسامہ متوفی ۲۸۲ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا الحکم بن موسیٰ ثنا الولید بن مسلم عن الازاعمی عن مکحول عن ابی عبیدۃ بن الجراح قال قال رسول اللہ ﷺ لا یزال امر امتی قائما بالقسط حتی یکون اول من یشمله رجل من بنی امیہ یقال له یزید۔

**ترجمہ:** حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یزید بن ہشیم معتدل اور عدل و انصاف پر قائم رہے گا البتہ بنی امیہ کا ایک آدمی جس کا نام یزید ہے اس میں رخنہ ڈالے گا۔

(بغیۃ الباحث عن زوائد مستدرک حارث بن اسامہ کتاب الامارۃ باب فی ولایۃ السوء ج ۲ ص ۶۳۲ رقم الحدیث ۶۱۶ مطبوعہ مرکز خدمۃ السنۃ والسرۃ العلمیۃ المدینۃ المنورۃ)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابن منیع والبیہقی وابونعیم عن ابی عبیدۃ بن الجراح قال قال رسول اللہ ﷺ لا یزال هذا الامر معتدلاً قائماً بالقسط حتی یشمله رجل من بنی امیہ یقال له یزید۔

**ترجمہ:** ابن منیع وابویعلیٰ و بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یزید بن ہشیم معتدل اور عدل و انصاف پر قائم رہے گا البتہ بنی امیہ کا ایک آدمی جس کا نام یزید ہے اس میں رخنہ ڈالے گا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۳۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۶۱۳ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکہ المکرمہ)، (سبل الہدیٰ والرشاد ج ۱ ص ۸۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۲۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

## حاشیہ.....☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابو نعیم عن معاذ بن جبل ان النبی ﷺ قال اتکم الفتن کقطع اللیل المظلم کلما ذهب رسل جاء رسل تناسخت النبوة فصارت ملکاً امسک یا معاذ واحص فلما بلغت خمسة قال یزید لا یمارک الله فی یزید ثم ذرفت عیناه فقال نعی الی حسین وایتت بترتبه واخبرت بقتله فلما بلغت عشرة قال الولید اسم فرعون هادم شرائع الاسلام یؤ بدمه رجل من اهل بیتہ۔

**ترجمہ:** ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم پر اندھیری رات کے ٹڑے کی مانند فتنے آئے جب ایک رسول گیا دوسرا رسول آگیا اور نبوت منسوخ ہوگئی اور بادشاہت آگئی۔ اے معاذ رضی اللہ عنہ یاد رکھو اور گنو۔ پھر جب پانچ تک پہنچے تو فرمایا یزید۔ اللہ عزوجل یزید میں برکت نہ دے اس کے بعد آپ کے چشمان مبارک سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا مجھے امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی گئی اور ان کے قتل کی مٹی لائی گئی ہے اور مجھے ان کے قاتل کی خبر دی گئی۔ اس کے بعد جب شمار دس تک پہنچی تو فرمایا ولید۔ یہ فرعون کا نام ہے۔ وہ اسلامی شریعت کا ڈھانے والا ہوگا۔ اس کے ہلبیت کا ایک آدمی اس کا خون بہائے گا۔ (خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۳۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

### حدیث نمبر ۱۵۰..... عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تمہیں باغی جماعت شہید کرے گی

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

اخرج الشيخان عن ابی سعید ومسلم عن ام سلمة وابی قتادة ان رسول الله ﷺ قال لعمار تقتلك الفئة الباغية هذا الحديث متواتر رواه من الصحابة بضعة عشر كما بينت ذلك الاحاديث المتواترة۔  
**ترجمہ:** شیخین رحمہما اللہ نے ابوسعید و مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا تمہیں باغی جماعت شہید کرے گی۔ یہ حدیث متواتر ہے اسے دس صحابیوں نے روایت کیا ہے جیسا کہ احادیث متواترہ میں میں نے اسے بیان کیا ہے۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۳۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی صغیر باب العین من اسد عرج ص ۱۸۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (مواہب اللہ ج ۳ ص ۱۰۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (معجم البخاری رقم الحدیث ۲۸۱۲-۲۸۱۳- معجم مسلم رقم الحدیث ۷۰-۷۱-۷۲-۷۳- مسند الطیالسی ص ۲۸۸ رقم الحدیث ۲۰۶۸)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۲ ص ۵۳۶)، (معجم الزوائد مشع النوائد باب فیما کان یخصم یوم صفین رضی اللہ عنہم ج ۳ ص ۲۴۳-۲۴۵ مطبوعہ موسسة المعارف بیروت)، (معجم الکبیر للطبرانی ج ۱ ص ۳۲۰ رقم الحدیث ۹۵۹ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصول)، (کنز العمال رقم الحدیث ۲۳۷۳۶-۲۳۷۳۷-۳۳۵۵۱)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۱۰ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکة المکرمہ)، (سل الہدی والرشاد ج ۱ ص ۱۵۱-۱۵۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۲۲۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجة اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۴ ص ۱۷۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (اتحاف سادة المتعلمین ج ۸ ص ۳۳۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (مسند ابن جعد ص ۱۸۲ رقم الحدیث ۱۱۷۵-۲۳۵-۲۳۶ رقم الحدیث ۱۶۲۱-۱۶۲۲ مطبوعہ موسسة تادیر بیروت)، (احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۳۸۵ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (شرح العلامة الزرقانی علی المواہب اللدیہ ج ۷ ص ۲۲۰ مطبوعہ دارالمعرفة بیروت)، (الوقایا بحوال المصطفی الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۰۸ مطبوعہ مصطفی البابی مصر)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۳۲۳-۳۲۵ رقم الحدیث ۳۱۶۹۸-۳۱۶۹۹-۳۱۷۱۸-۳۱۷۱۹-۳۱۷۲۰ رقم الحدیث ۳۳۵۵۱-۳۳۵۵۲-۳۳۵۵۳-۳۳۵۵۴-۳۳۵۵۵-۳۳۵۵۶-۳۳۵۵۷-۳۳۵۵۸-۳۳۵۵۹-۳۳۵۶۰-۳۳۵۶۱-۳۳۵۶۲-۳۳۵۶۳-۳۳۵۶۴-۳۳۵۶۵-۳۳۵۶۶-۳۳۵۶۷-۳۳۵۶۸-۳۳۵۶۹-۳۳۵۷۰-۳۳۵۷۱-۳۳۵۷۲-۳۳۵۷۳-۳۳۵۷۴-۳۳۵۷۵-۳۳۵۷۶-۳۳۵۷۷-۳۳۵۷۸-۳۳۵۷۹-۳۳۵۸۰-۳۳۵۸۱-۳۳۵۸۲-۳۳۵۸۳-۳۳۵۸۴-۳۳۵۸۵-۳۳۵۸۶-۳۳۵۸۷-۳۳۵۸۸-۳۳۵۸۹-۳۳۵۹۰-۳۳۵۹۱-۳۳۵۹۲-۳۳۵۹۳-۳۳۵۹۴-۳۳۵۹۵-۳۳۵۹۶-۳۳۵۹۷-۳۳۵۹۸-۳۳۵۹۹-۳۳۶۰۰-۳۳۶۰۱-۳۳۶۰۲-۳۳۶۰۳-۳۳۶۰۴-۳۳۶۰۵-۳۳۶۰۶-۳۳۶۰۷-۳۳۶۰۸-۳۳۶۰۹-۳۳۶۱۰-۳۳۶۱۱-۳۳۶۱۲-۳۳۶۱۳-۳۳۶۱۴-۳۳۶۱۵-۳۳۶۱۶-۳۳۶۱۷-۳۳۶۱۸-۳۳۶۱۹-۳۳۶۲۰-۳۳۶۲۱-۳۳۶۲۲-۳۳۶۲۳-۳۳۶۲۴-۳۳۶۲۵-۳۳۶۲۶-۳۳۶۲۷-۳۳۶۲۸-۳۳۶۲۹-۳۳۶۳۰-۳۳۶۳۱-۳۳۶۳۲-۳۳۶۳۳-۳۳۶۳۴-۳۳۶۳۵-۳۳۶۳۶-۳۳۶۳۷-۳۳۶۳۸-۳۳۶۳۹-۳۳۶۴۰-۳۳۶۴۱-۳۳۶۴۲-۳۳۶۴۳-۳۳۶۴۴-۳۳۶۴۵-۳۳۶۴۶-۳۳۶۴۷-۳۳۶۴۸-۳۳۶۴۹-۳۳۶۵۰-۳۳۶۵۱-۳۳۶۵۲-۳۳۶۵۳-۳۳۶۵۴-۳۳۶۵۵-۳۳۶۵۶-۳۳۶۵۷-۳۳۶۵۸-۳۳۶۵۹-۳۳۶۶۰-۳۳۶۶۱-۳۳۶۶۲-۳۳۶۶۳-۳۳۶۶۴-۳۳۶۶۵-۳۳۶۶۶-۳۳۶۶۷-۳۳۶۶۸-۳۳۶۶۹-۳۳۶۷۰-۳۳۶۷۱-۳۳۶۷۲-۳۳۶۷۳-۳۳۶۷۴-۳۳۶۷۵-۳۳۶۷۶-۳۳۶۷۷-۳۳۶۷۸-۳۳۶۷۹-۳۳۶۸۰-۳۳۶۸۱-۳۳۶۸۲-۳۳۶۸۳-۳۳۶۸۴-۳۳۶۸۵-۳۳۶۸۶-۳۳۶۸۷-۳۳۶۸۸-۳۳۶۸۹-۳۳۶۹۰-۳۳۶۹۱-۳۳۶۹۲-۳۳۶۹۳-۳۳۶۹۴-۳۳۶۹۵-۳۳۶۹۶-۳۳۶۹۷-۳۳۶۹۸-۳۳۶۹۹-۳۳۷۰۰-۳۳۷۰۱-۳۳۷۰۲-۳۳۷۰۳-۳۳۷۰۴-۳۳۷۰۵-۳۳۷۰۶-۳۳۷۰۷-۳۳۷۰۸-۳۳۷۰۹-۳۳۷۱۰-۳۳۷۱۱-۳۳۷۱۲-۳۳۷۱۳-۳۳۷۱۴-۳۳۷۱۵-۳۳۷۱۶-۳۳۷۱۷-۳۳۷۱۸-۳۳۷۱۹-۳۳۷۲۰-۳۳۷۲۱-۳۳۷۲۲-۳۳۷۲۳-۳۳۷۲۴-۳۳۷۲۵-۳۳۷۲۶-۳۳۷۲۷-۳۳۷۲۸-۳۳۷۲۹-۳۳۷۳۰-۳۳۷۳۱-۳۳۷۳۲-۳۳۷۳۳-۳۳۷۳۴-۳۳۷۳۵-۳۳۷۳۶-۳۳۷۳۷-۳۳۷۳۸-۳۳۷۳۹-۳۳۷۴۰-۳۳۷۴۱-۳۳۷۴۲-۳۳۷۴۳-۳۳۷۴۴-۳۳۷۴۵-۳۳۷۴۶-۳۳۷۴۷-۳۳۷۴۸-۳۳۷۴۹-۳۳۷۵۰-۳۳۷۵۱-۳۳۷۵۲-۳۳۷۵۳-۳۳۷۵۴-۳۳۷۵۵-۳۳۷۵۶-۳۳۷۵۷-۳۳۷۵۸-۳۳۷۵۹-۳۳۷۶۰-۳۳۷۶۱-۳۳۷۶۲-۳۳۷۶۳-۳۳۷۶۴-۳۳۷۶۵-۳۳۷۶۶-۳۳۷۶۷-۳۳۷۶۸-۳۳۷۶۹-۳۳۷۷۰-۳۳۷۷۱-۳۳۷۷۲-۳۳۷۷۳-۳۳۷۷۴-۳۳۷۷۵-۳۳۷۷۶-۳۳۷۷۷-۳۳۷۷۸-۳۳۷۷۹-۳۳۷۸۰-۳۳۷۸۱-۳۳۷۸۲-۳۳۷۸۳-۳۳۷۸۴-۳۳۷۸۵-۳۳۷۸۶-۳۳۷۸۷-۳۳۷۸۸-۳۳۷۸۹-۳۳۷۹۰-۳۳۷۹۱-۳۳۷۹۲-۳۳۷۹۳-۳۳۷۹۴-۳۳۷۹۵-۳۳۷۹۶-۳۳۷۹۷-۳۳۷۹۸-۳۳۷۹۹-۳۳۸۰۰-۳۳۸۰۱-۳۳۸۰۲-۳۳۸۰۳-۳۳۸۰۴-۳۳۸۰۵-۳۳۸۰۶-۳۳۸۰۷-۳۳۸۰۸-۳۳۸۰۹-۳۳۸۱۰-۳۳۸۱۱-۳۳۸۱۲-۳۳۸۱۳-۳۳۸۱۴-۳۳۸۱۵-۳۳۸۱۶-۳۳۸۱۷-۳۳۸۱۸-۳۳۸۱۹-۳۳۸۲۰-۳۳۸۲۱-۳۳۸۲۲-۳۳۸۲۳-۳۳۸۲۴-۳۳۸۲۵-۳۳۸۲۶-۳۳۸۲۷-۳۳۸۲۸-۳۳۸۲۹-۳۳۸۳۰-۳۳۸۳۱-۳۳۸۳۲-۳۳۸۳۳-۳۳۸۳۴-۳۳۸۳۵-۳۳۸۳۶-۳۳۸۳۷-۳۳۸۳۸-۳۳۸۳۹-۳۳۸۴۰-۳۳۸۴۱-۳۳۸۴۲-۳۳۸۴۳-۳۳۸۴۴-۳۳۸۴۵-۳۳۸۴۶-۳۳۸۴۷-۳۳۸۴۸-۳۳۸۴۹-۳۳۸۵۰-۳۳۸۵۱-۳۳۸۵۲-۳۳۸۵۳-۳۳۸۵۴-۳۳۸۵۵-۳۳۸۵۶-۳۳۸۵۷-۳۳۸۵۸-۳۳۸۵۹-۳۳۸۶۰-۳۳۸۶۱-۳۳۸۶۲-۳۳۸۶۳-۳۳۸۶۴-۳۳۸۶۵-۳۳۸۶۶-۳۳۸۶۷-۳۳۸۶۸-۳۳۸۶۹-۳۳۸۷۰-۳۳۸۷۱-۳۳۸۷۲-۳۳۸۷۳-۳۳۸۷۴-۳۳۸۷۵-۳۳۸۷۶-۳۳۸۷۷-۳۳۸۷۸-۳۳۸۷۹-۳۳۸۸۰-۳۳۸۸۱-۳۳۸۸۲-۳۳۸۸۳-۳۳۸۸۴-۳۳۸۸۵-۳۳۸۸۶-۳۳۸۸۷-۳۳۸۸۸-۳۳۸۸۹-۳۳۸۹۰-۳۳۸۹۱-۳۳۸۹۲-۳۳۸۹۳-۳۳۸۹۴-۳۳۸۹۵-۳۳۸۹۶-۳۳۸۹۷-۳۳۸۹۸-۳۳۸۹۹-۳۳۹۰۰-۳۳۹۰۱-۳۳۹۰۲-۳۳۹۰۳-۳۳۹۰۴-۳۳۹۰۵-۳۳۹۰۶-۳۳۹۰۷-۳۳۹۰۸-۳۳۹۰۹-۳۳۹۱۰-۳۳۹۱۱-۳۳۹۱۲-۳۳۹۱۳-۳۳۹۱۴-۳۳۹۱۵-۳۳۹۱۶-۳۳۹۱۷-۳۳۹۱۸-۳۳۹۱۹-۳۳۹۲۰-۳۳۹۲۱-۳۳۹۲۲-۳۳۹۲۳-۳۳۹۲۴-۳۳۹۲۵-۳۳۹۲۶-۳۳۹۲۷-۳۳۹۲۸-۳۳۹۲۹-۳۳۹۳۰-۳۳۹۳۱-۳۳۹۳۲-۳۳۹۳۳-۳۳۹۳۴-۳۳۹۳۵-۳۳۹۳۶-۳۳۹۳۷-۳۳۹۳۸-۳۳۹۳۹-۳۳۹۴۰-۳۳۹۴۱-۳۳۹۴۲-۳۳۹۴۳-۳۳۹۴۴-۳۳۹۴۵-۳۳۹۴۶-۳۳۹۴۷-۳۳۹۴۸-۳۳۹۴۹-۳۳۹۵۰-۳۳۹۵۱-۳۳۹۵۲-۳۳۹۵۳-۳۳۹۵۴-۳۳۹۵۵-۳۳۹۵۶-۳۳۹۵۷-۳۳۹۵۸-۳۳۹۵۹-۳۳۹۶۰-۳۳۹۶۱-۳۳۹۶۲-۳۳۹۶۳-۳۳۹۶۴-۳۳۹۶۵-۳۳۹۶۶-۳۳۹۶۷-۳۳۹۶۸-۳۳۹۶۹-۳۳۹۷۰-۳۳۹۷۱-۳۳۹۷۲-۳۳۹۷۳-۳۳۹۷۴-۳۳۹۷۵-۳۳۹۷۶-۳۳۹۷۷-۳۳۹۷۸-۳۳۹۷۹-۳۳۹۸۰-۳۳۹۸۱-۳۳۹۸۲-۳۳۹۸۳-۳۳۹۸۴-۳۳۹۸۵-۳۳۹۸۶-۳۳۹۸۷-۳۳۹۸۸-۳۳۹۸۹-۳۳۹۹۰-۳۳۹۹۱-۳۳۹۹۲-۳۳۹۹۳-۳۳۹۹۴-۳۳۹۹۵-۳۳۹۹۶-۳۳۹۹۷-۳۳۹۹۸-۳۳۹۹۹-۳۴۰۰۰-۳۴۰۰۱-۳۴۰۰۲-۳۴۰۰۳-۳۴۰۰۴-۳۴۰۰۵-۳۴۰۰۶-۳۴۰۰۷-۳۴۰۰۸-۳۴۰۰۹-۳۴۰۱۰-۳۴۰۱۱-۳۴۰۱۲-۳۴۰۱۳-۳۴۰۱۴-۳۴۰۱۵-۳۴۰۱۶-۳۴۰۱۷-۳۴۰۱۸-۳۴۰۱۹-۳۴۰۲۰-۳۴۰۲۱-۳۴۰۲۲-۳۴۰۲۳-۳۴۰۲۴-۳۴۰۲۵-۳۴۰۲۶-۳۴۰۲۷-۳۴۰۲۸-۳۴۰۲۹-۳۴۰۳۰-۳۴۰۳۱-۳۴۰۳۲-۳۴۰۳۳-۳۴۰۳۴-۳۴۰۳۵-۳۴۰۳۶-۳۴۰۳۷-۳۴۰۳۸-۳۴۰۳۹-۳۴۰۴۰-۳۴۰۴۱-۳۴۰۴۲-۳۴۰۴۳-۳۴۰۴۴-۳۴۰۴۵-۳۴۰۴۶-۳۴۰۴۷-۳۴۰۴۸-۳۴۰۴۹-۳۴۰۵۰-۳۴۰۵۱-۳۴۰۵۲-۳۴۰۵۳-۳۴۰۵۴-۳۴۰۵۵-۳۴۰۵۶-۳۴۰۵۷-۳۴۰۵۸-۳۴۰۵۹-۳۴۰۶۰-۳۴۰۶۱-۳۴۰۶۲-۳۴۰۶۳-۳۴۰۶۴-۳۴۰۶۵-۳۴۰۶۶-۳۴۰۶۷-۳۴۰۶۸-۳۴۰۶۹-۳۴۰۷۰-۳۴۰۷۱-۳۴۰۷۲-۳۴۰۷۳-۳۴۰۷۴-۳۴۰۷۵-۳۴۰۷۶-۳۴۰۷۷-۳۴۰۷۸-۳۴۰۷۹-۳۴۰۸۰-۳۴۰۸۱-۳۴۰۸۲-۳۴۰۸۳-۳۴۰۸۴-۳۴۰۸۵-۳۴۰۸۶-۳۴۰۸۷-۳۴۰۸۸-۳۴۰۸۹-۳۴۰۹۰-۳۴۰۹۱-۳۴۰۹۲-۳۴۰۹۳-۳۴۰۹۴-۳۴۰۹۵-۳۴۰۹۶-۳۴۰۹۷-۳۴۰۹۸-۳۴۰۹۹-۳۴۱۰۰-۳۴۱۰۱-۳۴۱۰۲-۳۴۱۰۳-۳۴۱۰۴-۳۴۱۰۵-۳۴۱۰۶-۳۴۱۰۷-۳۴۱۰۸-۳۴۱۰۹-۳۴۱۱۰-۳۴۱۱۱-۳۴۱۱۲-۳۴۱۱۳-۳۴۱۱۴-۳۴۱۱۵-۳۴۱۱۶-۳۴۱۱۷-۳۴۱۱۸-۳۴۱۱۹-۳۴۱۲۰-۳۴۱۲۱-۳۴۱۲۲-۳۴۱۲۳-۳۴۱۲۴-۳۴۱۲۵-۳۴۱۲۶-۳۴۱۲۷-۳۴۱۲۸-۳۴۱۲۹-۳۴۱۳۰-۳۴۱۳۱-۳۴۱۳۲-۳۴۱۳۳-۳۴۱۳۴-۳۴۱۳۵-۳۴۱۳۶-۳۴۱۳۷-۳۴۱۳۸-۳۴۱۳۹-۳۴۱۴۰-۳۴۱۴۱-۳۴۱۴۲-۳۴۱۴۳-۳۴۱۴۴-۳۴۱۴۵-۳۴۱۴۶-۳۴۱۴۷-۳۴۱۴۸-۳۴۱۴۹-۳۴۱۵۰-۳۴۱۵۱-۳۴۱۵۲-۳۴۱۵۳-۳۴۱۵۴-۳۴۱۵۵-۳۴۱۵۶-۳۴۱۵۷-۳۴۱۵۸-۳۴۱۵۹-۳۴۱۶۰-۳۴۱۶۱-۳۴۱۶۲-۳۴۱۶۳-۳۴۱۶۴-۳۴۱۶۵-۳۴۱۶۶-۳۴۱۶۷-۳۴۱۶۸-۳۴۱۶۹-۳۴۱۷۰-۳۴۱۷۱-۳۴۱۷۲-۳۴۱۷۳-۳۴۱۷۴-۳۴۱۷۵-۳۴۱۷۶-۳۴۱۷۷-۳۴۱۷۸-۳۴۱۷۹-۳۴۱۸۰-۳۴۱۸۱-۳۴۱۸۲-۳۴۱۸۳-۳۴۱۸۴-۳۴۱۸۵-۳۴۱۸۶-۳۴۱۸۷-۳۴۱۸۸-۳۴۱۸۹-۳۴۱۹۰-۳۴۱۹۱-۳۴۱۹۲-۳۴۱۹۳-۳۴۱۹۴-۳۴۱۹۵-۳۴۱۹۶-۳۴۱۹۷-۳۴۱۹۸-۳۴۱۹۹-۳۴۲۰۰-۳۴۲۰۱-۳۴۲۰۲-۳۴۲۰۳-۳۴۲۰۴-۳۴۲۰۵-۳۴۲۰۶-۳۴۲۰۷-۳۴۲۰۸-۳۴۲۰۹-۳۴۲۱۰-۳۴۲۱۱-۳۴۲۱۲-۳۴۲۱۳-۳۴۲۱۴-۳۴۲۱۵-۳۴۲۱۶-۳۴۲۱۷-۳۴۲۱۸-۳۴۲۱۹-۳۴۲۲۰-۳۴۲۲۱-۳۴۲۲۲-۳۴۲۲۳-۳۴۲۲۴-۳۴۲۲۵-۳۴۲۲۶-۳۴۲۲۷-۳۴۲۲۸-۳۴۲۲۹-۳۴۲۳۰-۳۴۲۳۱-۳۴۲۳۲-۳۴۲۳۳-۳۴۲۳۴-۳۴۲۳۵-۳۴۲۳۶-۳۴۲۳۷-۳۴۲۳۸-۳۴۲۳۹-۳۴۲۴۰-۳۴۲۴۱-۳۴۲۴۲-۳۴۲۴۳-۳۴۲۴۴-۳۴۲۴۵-۳۴۲۴۶-۳۴۲۴۷-۳۴۲۴۸-۳۴۲۴۹-۳۴۲۵۰-۳۴۲۵۱-۳۴۲۵۲-۳۴۲۵۳-۳۴۲۵۴-۳۴۲۵۵-۳۴۲۵۶-۳۴۲۵۷-۳۴۲۵۸-۳۴۲۵۹-۳۴۲۶۰-۳۴۲۶۱-۳۴۲۶۲-۳۴۲۶۳-۳۴۲۶۴-۳۴۲۶۵-۳۴۲۶۶-۳۴۲۶۷-۳۴۲۶۸-۳۴۲۶۹-۳۴۲۷۰-۳۴۲۷۱-۳۴۲۷۲-۳۴۲۷۳-۳۴۲۷۴-۳۴۲۷۵-۳۴۲۷۶-۳۴۲۷۷-۳۴۲۷۸-۳۴۲۷۹-۳۴۲۸۰-۳۴۲۸۱-۳۴۲۸۲-۳۴۲۸۳-۳۴۲۸۴-۳۴۲۸۵-۳۴۲۸۶-۳۴۲۸۷-۳۴۲۸۸-۳۴۲۸۹-۳۴۲۹۰-۳۴۲۹۱-۳۴۲۹۲-۳۴۲۹۳-۳۴۲۹۴-۳۴۲۹۵-۳۴۲۹۶-۳۴۲۹۷-۳۴۲۹۸-۳۴۲۹۹-۳۴۳۰۰-۳۴۳۰۱-۳۴۳۰۲-۳۴۳۰۳-۳۴۳۰۴-۳۴۳۰۵-۳۴۳۰۶-۳۴۳۰۷-۳۴۳۰۸-۳۴۳۰۹-۳۴۳۱۰-۳۴۳۱۱-۳۴۳۱۲-۳۴۳۱۳-۳۴۳۱۴-۳۴۳۱۵-۳۴۳۱۶-۳۴۳۱۷-۳۴۳۱۸-۳۴۳۱۹-۳۴۳۲۰-۳۴۳۲۱-۳۴۳۲۲-۳۴۳۲۳-۳۴۳۲۴-۳۴۳۲۵-۳۴۳۲۶-۳۴۳۲۷-۳۴۳۲۸-۳۴۳۲۹-۳۴۳۳۰-۳۴۳۳۱-۳۴۳۳۲-۳۴۳۳۳-۳۴۳۳۴-۳۴۳۳۵-۳۴۳۳۶-۳۴۳۳۷-۳۴۳۳۸-۳۴۳۳۹-۳۴۳۴۰-۳۴۳۴۱-۳۴۳۴۲-۳۴۳۴۳-۳۴۳۴۴-۳۴۳۴۵-۳۴۳۴۶-۳۴۳۴۷-۳۴۳۴۸-۳۴۳۴۹-۳۴۳۵۰-۳۴۳۵۱-۳۴۳۵۲-۳۴۳۵۳-۳۴۳۵۴-۳۴۳۵۵-۳۴۳۵۶-۳۴۳۵۷-۳۴۳۵۸-۳۴۳۵۹-۳۴۳۶۰-۳۴۳۶۱-۳۴۳۶۲-۳۴۳۶۳-۳۴۳۶۴-۳۴۳۶۵-۳۴۳۶۶-۳۴۳۶۷-۳۴۳۶۸-۳۴۳۶۹-۳۴۳۷۰-۳۴۳۷۱-۳۴۳۷۲-۳۴۳۷۳-۳۴۳۷۴-۳۴۳۷۵-۳۴۳۷۶-۳۴۳۷۷-۳۴۳۷۸-۳۴۳۷۹-۳۴۳۸۰-۳۴۳۸۱-۳۴۳۸۲-۳۴۳۸۳-۳۴۳۸۴-۳۴۳۸۵-۳۴۳۸۶-۳۴۳۸۷-۳۴۳۸۸-۳۴۳۸۹-۳۴۳۹۰-۳۴۳۹۱-۳۴۳۹۲-۳۴۳۹۳-۳۴۳۹۴-۳۴۳۹۵-۳۴۳۹۶-۳۴۳۹۷-۳۴۳۹۸-۳۴۳۹۹-۳۴۴۰۰-۳۴۴۰۱-۳۴۴۰۲-۳۴۴۰۳-۳۴۴۰۴-۳۴۴۰۵-۳۴۴۰۶-۳۴۴۰۷-۳۴۴۰۸-۳۴۴۰۹-۳۴۴۱۰-۳۴۴۱۱-۳۴۴۱۲-۳۴۴۱۳-۳۴۴۱۴-۳۴۴۱۵-۳۴۴۱۶-۳۴۴۱۷-۳۴۴۱۸-۳۴۴۱۹-۳۴۴۲۰-۳۴۴۲۱-۳۴۴۲۲-۳۴۴۲۳-۳۴۴۲۴-۳۴۴۲۵-۳۴۴۲۶-۳۴۴۲۷-۳۴۴۲۸-۳۴۴۲۹-۳۴۴۳۰-۳۴۴۳۱-۳۴۴۳۲-۳۴۴۳۳-۳۴۴۳۴-۳۴۴۳۵-۳۴۴۳۶-۳۴۴۳۷-۳۴۴۳۸-۳۴۴۳۹-۳۴۴۴۰-۳۴۴۴۱-۳۴۴۴۲-۳۴۴۴۳-۳۴۴۴۴-۳۴۴۴۵-۳۴۴۴۶-۳۴۴۴۷-۳۴۴۴۸-۳۴۴۴۹-۳۴۴۵۰-۳۴۴۵۱-۳۴۴۵۲-۳۴۴۵۳-۳۴۴۵۴-۳۴۴۵۵-۳۴۴۵۶-۳۴۴۵۷-۳۴۴۵۸-۳۴۴۵۹-۳۴۴۶۰-۳۴۴۶۱-۳۴۴۶۲-۳۴۴۶۳-۳۴۴۶۴-۳۴۴۶۵-۳۴۴۶۶-۳۴۴۶۷-۳۴۴۶۸-۳۴۴۶۹-۳۴۴۷۰-۳۴۴۷۱-۳۴۴۷۲-۳۴۴۷۳-۳۴۴۷۴-۳۴۴۷۵-۳۴۴۷۶-۳۴۴۷۷-۳۴۴۷۸-۳۴۴۷۹-۳۴۴۸۰-۳۴۴۸۱-۳۴۴۸۲-۳۴۴۸۳-۳۴۴۸۴-۳۴۴۸۵-۳۴۴۸۶-۳۴۴۸۷-۳۴۴۸۸-۳۴۴۸۹-۳۴۴۹۰-۳۴۴۹۱-۳۴۴۹۲-۳۴۴۹۳-۳۴۴۹۴-۳۴۴۹۵-۳۴۴۹۶-

## حاشیہ.....☆

(فضائل الصحابة للنسائي ص ۵۱ رقم الحديث ۷۰ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)، (تكملة الشيوخ ص ۲۸۳ مطبوعه مؤسسة الرسالة بيروت)، (الاحاد والثنائي ذكراني بقيادة الانصاري ج ۳ ص ۳۳۶ رقم الحديث ۱۸۷۰ مطبوعه دار الراية الرياض)، (البدایة والنهاية ج ۷ ص ۳۱۲ مطبوعه مكتبة المعارف بيروت)، (السيرة النبوية فصل بناء مسجد الشريف في مدة مقامه عليه السلام بدراي اليوب رضى الله عنه ج ۲ ص ۲۶۸ مطبوعه دار الكتاب العربي بيروت)، (تكملة الصحابة ج ۱ ص ۲۳۶ رقم ۲۶۷ ج ۲ ص ۲۷۶ رقم ۳۷۲ مطبوعه مكتبة الغرابة الاثرية المدية المحورة)، (تخرج الدلالات السبعية ص ۹۷ مطبوعه دار الغرب الاسلامي بيروت)، (وسيلة الاسلام بالنبي عليه الصلاة والسلام ص ۷۸ مطبوعه دار الغرب الاسلامي بيروت)، (المفصول في اختصار سيرة الرسول لابن كثير فصل الاخبار بالغيوب المستقبلي ص ۲۱۲ مطبوعه دار القلم بيروت)، (الثقات لابن حبان ذكر قدم النبي المدية ج ۱ ص ۱۳۵ و ۱۴۱ مطبوعه دار الفكر بيروت)، (الذرية الطاهرة النبوية ص ۱۴ رقم الحديث ۱۰۹ مطبوعه الدار السلفية الكويت)، (السيرة النبوية واخبار الخلفاء لابن حبان ص ۱۳۳ و ۵۳۲ ذكر قدم النبي عليه السلام مطبوعه دار الفكر بيروت)، (الجامع الصغير في احاديث البشير المذكور حرف العين ج ۱ ص ۳۳۶ رقم الحديث ۳۳۶ ج ۲ ص ۵۶۰ و ۵۶۱ رقم الحديث ۹۲۳ حرف الواو مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)، (تحفة الاشراف بمعرفة الاطراف ج ۱ ص ۱۳ رقم الحديث ۱۸۲۵ مطبوعه دار احياء التراث العربي بيروت)، (جامع الاحاديث الكبير ج ۲ ص ۸۸۲ رقم الحديث ۷۸۹۳ مطبوعه دار الفكر بيروت)، (الفتح الكبير في فهم التريادة الى الجامع الصغير ج ۲ ص ۳۳ رقم الحديث ۵۴۱۸ مطبوعه دار الفكر بيروت)، (سير اعلام النبلاء ج ۱ ص ۴۱۹-۴۲۰-۴۲۱ مطبوعه مؤسسة الرسالة بيروت)، (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۲۵۲-۲۵۳-۲۵۴ مطبوعه دار صادر بيروت)، (الاستيعاب ذكر حضرت عمار بن ياسر رضى الله عنه ج ۳ ص ۱۱۳۹ رقم ۱۸۶۳ مطبوعه دار النجمل بيروت)، (حلية الاولياء وطبقات الاصفياء ذكر يزيد بن وهب رحمه الله عليه ج ۳ ص ۷۲ ذكر عبد الله بن ابي العزير رحمة الله عليه ج ۳ ص ۳۶۱ مطبوعه دار الكتاب العربي بيروت)، (الاصابة في تميز الصحابة ذكر اسماعيل بن عبد الرحمن النضالي تابعي رضى الله عنه ج ۱ ص ۲۳۳ رقم ۵۳۰ مطبوعه دار النجمل بيروت)، (مسند الحارث زوائد شمسى كتاب المناقب باب فضل عمار بن ياسر رضى الله عنه ج ۲ ص ۹۲۳ رقم الحديث ۱۰۷-۱۰۸ مطبوعه مركز خدمة السنة والسير النبوية المدية المحورة)، (الاستيعاب ج ۲ ص ۵۳۳ رقم ۸۳۲ مطبوعه دار النجمل بيروت)

امام ابن عبد البر رحمه الله عليه لکھتے ہیں۔

وتواترت الآثار عن النبي ﷺ انه قال تقتل عمار الفتنه الباغية وهذا من اخباره بالغيب واعلام النبوة ﷺ وهو من اصح الاحاديث۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ سے متواتر آثار اس بارے میں نقل کی گئی ہے کہ عمار رضی اللہ عنہ کو ایک باغی گردہ قتل کرے گا اور یہ رسول اللہ ﷺ کا اخبار الغیب ہے اور یہ اعلام النبوة ہے۔ اور یہ حدیث مبارک صحیح ہے۔

(الاستيعاب ذكر حضرت عمار بن ياسر رضى الله عنه ج ۳ ص ۱۱۳۹ رقم ۱۸۶۳ مطبوعه دار النجمل بيروت)

امام ابی العباس احمد بن احمد الخطيب متوفى ۸۱۰ھ لکھتے ہیں۔

ومن معجزاته الاخبار بالغيوب والتكلم على ما فى الضمائر وذلك فى غير ما موطن بما هو كثير شائع ومن ذلك قوله لعمار بن ياسر تقتلك الفتنه الباغية وآخر شربة شربها من الدنيا شربة لبن وتقدم للقتال يوم صفين وقاتل حتى قتل۔

(وسيلة الاسلام بالنبي عليه الصلاة والسلام ص ۱۳۳ مطبوعه دار الغرب الاسلامي بيروت)

امام نووى رحمه الله عليه لکھتے ہیں۔

وقال قبل ان يقتل انتونى بشربة لبن فانى سمعت رسول الله ﷺ يقول آخر ثم ثم شربة تشربها من الدنيا شربة لبن وثبت فى الصحيح ان رسول الله ﷺ قال ويح عمار تقتله ثم ثم الفتنه الباغية۔

(تكملة الاسماء ج ۲ ص ۳۵۱ رقم ۳۶۵ مطبوعه دار الفكر بيروت)



## حاشیہ.....☆

امام احمد بن عمرو بن الفحاک ابو بکر الشیبانی متوفی ۲۸۷ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا بن کاسب نا يوسف بن الماجشون عن ابيه عن ابی عبيدة بن محمد بن عمار بن ياسر عن  
عمار بن ياسر قال حدثني جيبی رسول الله ان آخر زادی من الدنيا ملقة لبن۔

(الآحاد والثانی ذکر عمار بن یاسر ج ۱ ص ۲۰ رقم الحدیث ۲۷۱ مطبوعہ دار الریاض)

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ان رسول الله ﷺ عهد الى ان آخر شربة تشربها من الدنيا شربة لبن۔

(الاستيعاب ذکر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۱۳۹ رقم الحدیث ۱۸۶۳ مطبوعہ دار الخلیل بیروت)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قال فشرب ثم قال قال رسول الله ﷺ ان آخر شربة تشربها من الدنيا شربة لبن ثم تقدم فقتل۔

(سير اعلام النبلاء ج ۱ ص ۲۲۵ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصنہانی متوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد احمد بن الحسن ثنا عبد الله بن احمد بن حنبل حدثني ابی ثنا محمد بن جعفر ثنا  
شعبة عن عمرو ابن دينار عن رجل من اهل مصر يحدث ان عمرو بن العاص اهذى الى ناس هذايا لفضل  
عمار بن ياسر فقيل له فقال سمعت رسول الله ﷺ يقول تقتل عمارا الفنة الباغية۔

**ترجمہ:** حضرت عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مصری شخص نے فرمایا کہ ایک بار حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ  
نے لوگوں میں ہدایا تقسیم کئے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ دیا۔ ان سے ان کی وجہ پوچھی گئی انہوں نے فرمایا میں  
ان کے متعلق حضور ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا اے عمار تیرا قاتل ایک باغی گروہ ہوگا۔

(حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکر امام شعبہ بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ ج ۷ ص ۱۹۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

ان کے علاوہ محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصنہانی متوفی ۴۳۰ھ نے دوسندوں کے ساتھ امام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ  
عنہا سے اور چار سندوں کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے اور ایک سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے اور  
ایک سند کے حظلہ بن سوید رضی اللہ عنہ سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

(حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکر امام شعبہ بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ ج ۷ ص ۱۹۶۔ ۱۹۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

یہی محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصنہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا جعفر بن محمد بن عمرو ثنا الو حصين الوادعي ثنا يحيى بن الحماني ثنا خالد بن عبد الله  
عن عطاء بن السائب عن ابی اليختری وميسرة ان عمارا يوم صفين اتى بلبن فشربه ثم قال ان النبي ﷺ  
قال هذه آخر شربة اشربها من الدنيا فقام فقاتل حتى قتل۔

**ترجمہ:** عطاء بن سائب کے سلسلہ سند سے ابوالختری اور ميسرة کا قول مروی ہے:

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو جنگ صفین کے روز دو وہ پیش کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نوش کر کے فرمایا حضور نبی کریم ﷺ  
کے فرمان کے مطابق اس کے بعد میرے وطن میں کوئی چیز نہیں جائے گی۔ اس کے بعد عمار رضی اللہ عنہ قتال میں مشغول ہو گئے اور بالآخر

## حاشیہ.....☆

قال کرتے کرتے دنیا سے چلے گئے۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر عمار بن یاسر ج ۱ ص ۱۳۱ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۱۵۲)، (اتحاف السادة المتقین ج ۱ ص ۲۳۰)، (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۹۸)، (کنز العمال رقم الحدیث ۳۳۵۳۹)، (جامع الصغیر للمسیوطی رقم الحدیث ۲۲۹۶)

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

عمار والفئة الباغية قال فدخل عمار بن ياسر وقد اقلوه بالبن فقال يا رسول الله قتلوني يحملون على ما لا يحملون قالت ام سلمة زوج النبي ﷺ فرأيت رسول الله ﷺ ينفذ وفرته بيده وكان رجلا جعدا وهو يقول ويح ابن سمية ليسوا بالذين يقتلونك انما تقتلك الفئة الباغية۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور باغی گروہ

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ مسجد کی جگہ میں داخل ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان پر بہت زیادہ اینٹیں رکھی تھیں انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ انہوں نے مجھے ہلاک کر دیا ہے اور مجھ پر اتنا بوجھ ڈالا ہے جسے میں اٹھا نہیں سکتا۔ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ اپنی زلف مبارک کو دست اقدس سے صاف فرما رہے تھے آپ ﷺ کے بال مبارک تھکھریالے تھے آپ ﷺ نے فرمایا اسے سمیہ کے نو نظریہ لوگ تمہیں قتل نہیں کریں گے تمہیں تو ایک باغی گروہ شہید کرے گا۔ (السيرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۲۵ مطبوعہ دار النیل بیروت)

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ سیکی متوفی ۱۵۵ھ لکھتے ہیں۔

وفي جامع معمر بن راشد ان عمارا كان ينقل في بياض المسجد لبنة عنه ولبنة عن رسول الله والناس ينقلون لبنة واحدة فقال له النبي اجبر ولك اجران واخر زادك من الدنيا شربة لبن وتقتلك الفئة الباغية۔

**ترجمہ:** جامع معمر بن راشد میں ہے کہ تعمیر مسجد نبوی کے وقت حضرت عمار رضی اللہ عنہ بیک وقت دو دو اینٹیں اٹھا کر لارہے تھے۔ ایک اینٹ اپنی طرف سے اور دوسری اینٹ حضور ﷺ کی طرف سے جب کہ باقی لوگ ایک ایک اینٹ اٹھا کر لارہے تھے۔ حضور ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا لوگوں کے لئے ایک گنا جب کہ تمہارے لئے دو گنا اجر ہے اور دنیا سے تمہاری آخری خوراک دودھ ہوگا اور تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔

(روض الانف ذکر سمیہ ام عمار ج ۲ ص ۳۳۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام احمد بن عمرو بن الضحاک ابوبکر الشیبانی متوفی ۲۸۸ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابوبکر ثنا وكيع عن سفيان عن حبيب بن ابي ثابت عن ابي البختری قال لما كان يوم صفين واشتدت الحرب قال عمار انتوني بشراب اشربة ثم قال اني سمعت رسول الله يقول ان آخر شربة تشربها شربة لبن قال ثم تقدم فقتل۔

(الآحاد والثانی ذکر عمار بن یاسر ج ۱ ص ۲۰۸ رقم الحدیث ۲۷۷ مطبوعہ دار الریاض)

امام محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قال اخبرنا وكيع بن الجراح قال اخبرنا سفيان عن حبيب بن ابي ثابت عن ابي البختری قال قال عمار يوم صفين انتوني بشربة لبن فان رسول الله ﷺ قال لي ان آخر شربة تشربها من الدنيا شربة لبن فاتى بلبن فشربه ثم تقدم فقتل۔

حاشیہ.....☆

قال اخبرنا الفضل بن دكين اخبرنا سفيان عن حبيب بن ابي ثابت عن البخري قال اتى عمار يومئذ بلبن ففتحك وقال وقال لي رسول الله ﷺ ان آخر شراب تشربه لبن حتى تموت.

**ترجمہ:** البخري رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ صفین میں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے پاس دودھ کا شربت لاؤ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ دنیا کا آخری شربت جو تم پیو گے وہ دودھ کا شربت ہوگا دودھ لایا گیا اس دودھ کو انہوں نے نوش فرمایا پھر آگے بڑھے اور شہید ہو گئے۔

ابی البخري رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں اس روز عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پاس دودھ لایا گیا تو وہ مسکرائے اور کہا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے آخری مشروب جو تم پیو گے وہ دودھ ہوگا یہاں تک کہ (اسے پی کر) تم اس دنیا سے رخصت ہو جاؤ گے۔

(طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۲۵۷ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۳۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

وقال لعمار تقتلك الفئة الباغية و آخر زادك من الدنيا صاع من لبن۔

(اعلام النبوة الباب العاشر فيما من معجزات احواله فصل اخبار الاحاد ص ۱۵۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام علی بن محمود بن سعود الخزازی متوفی ۵۹۹ھ لکھتے ہیں۔

وهو من اخبار بالغيب واعلام النبوة ﷺ وهو من اصح الاحاديث وكانت صفين في ربيع الآخر سنة سبع وثلاثين ودفن في ثيابه ولم يغسل۔

(تخریج الدلالات السمعیة ص ۹۷ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

امام ابو بکر احمد بن حسین بنکلی متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا علی بن احمد بن عبدان اخبرنا احمد بن عبيد الاسفاطي حدثنا ابو مصعب حدثنا يوسف الماجشون عن ابيه عن ابي عبيدة بن محمد بن عمار بن ياسر عن مولاة لعمار قالت: اشتكى عمار شكوى ارق منها فغشي عليه فافاق ونحن نبكي حوله فقال ما تبكون اتخشون ان اموت على فراشي؟ اخبرني حبيبي ﷺ انه تقتلني الفئة الباغية وان آخر ادمي من الدنيا مذقة من لبن۔

**ترجمہ:** حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی کنیز سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو سخت بیماری لاحق ہوئی اور ان پر بے حوشی طاری ہو گئی۔ پھر انہیں افاقہ ہوا تو دیکھا کہ ہم سب ان کے گرد رہے ہیں۔ اس وقت انہوں نے فرمایا کیا لوگ ڈر رہے تھے کہ میں اپنے بستر پر مر جاؤں گا مجھے میرے حبیب رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ مجھے باغی جماعت قتل کرے گی اور دنیا میں میری آخری غذا پانی ملا ہوگا دودھ ہوگا۔

(دلائل النبوة ج ۶ ص ۳۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۱۰ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکة المکرمہ)، (سبل الہدی والرشاد ج ۱ ص ۱۵۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۹۔ حاکم مستدرک ج ۳ ص ۳۸۹، (حجة علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامة الزرقانی علی المواہب اللدیة ج ۷ ص ۲۲۰ مطبوعہ دار المرفعة بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۲۶۷ رقم الحدیث ۳۳۵۵۵ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)، (مجمع الزوائد وفتح القوائد باب فیما کان ینضم یوم صفین رضی اللہ عنہم ج ۷ ص ۲۳۶ مطبوعہ مؤسسة المعارف بیروت)

## حاشیہ.....☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج احمد وابن سعد والطبرانی والحاكم وصححه والبيهقي وابو نعيم عن ابي البختری ان عمار بن ياسر اتى يوم صفين بشربة من لبن فضحك فقیل له: مم تضحك؟ فقال ان رسول الله ﷺ قال آخر شراب تشربه من الدنيا شربة لبن ثم تقدم فقتل۔

**ترجمہ:** امام احمد وابن سعد اور طبرانی وحاكم رحمہم اللہ نے صحیح بتا کر اور بیہقی و ابو نعیم رحمہما اللہ نے ابو البختری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ یوم صفین حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا اور اسے دیکھ کر انہوں نے تبسم کیا۔ لوگوں نے ان سے پوچھا اس میں ہنسنے کی کون سی بات ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا میں آخری غذا جسے تم پیو گے وہ دودھ کا شربت ہے۔ اس کے بعد وہ آگے بڑھے اور شہید ہو گئے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۱۰ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکتبۃ المکرمہ)، (دلائل النبوة امام مہتممی ج ۶ ص ۳۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله قال حدثني ابي قسنا وكيع قال قال سفیان وقال ابو قیس عن الهذیل قال ثم اتى النبی ﷺ فقیل ان عمارا وقع فمات فقال ما مات عمار۔

**ترجمہ:** حضرت ہذیل رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے لوگوں نے عرض کیا حضرت عمار رضی اللہ عنہ پر چھت گر گئی ہے اور وہ فوت ہو گئے ہیں آپ نے فرمایا حضرت عمار رضی اللہ عنہ فوت نہیں ہوئے ہیں۔

(فخائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۸۵۷ رقم الحدیث ۱۵۹۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابن سعد عن هذیل قال اتى النبی ﷺ فقیل له ان عمارا وقع عليه حائط فمات فقال ما مات عمار۔

**ترجمہ:** ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ہذیل رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے لوگوں نے عرض کیا حضرت عمار رضی اللہ عنہ پر چھت گر گئی ہے اور وہ فوت ہو گئے ہیں آپ نے فرمایا حضرت عمار رضی اللہ عنہ فوت نہیں ہوئے ہیں۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

## حدیث نمبر ۱۶..... عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور علم غیب مصطفیٰ ﷺ

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

يطلع عليكم رجل من اهل الجنة فطلع عمر ثم قال يطلع عليكم رجل من اهل الجنة فطلع عثمان۔

**ترجمہ:** تمہارے پاس اہل جنت میں سے ایک شخص آئے گا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے پھر فرمایا تمہارے پاس اہل جنت میں سے ایک شخص آئے گا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔

(طبرانی الاوسط ج ۷ ص ۵۰۴ رقم الحدیث ۶۶۹۹۸ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الریاض)

## حاشیہ.....☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج احمد والطبرانی وابو نعیم عن ابن عمر وان رسول الله ﷺ كان في حش من حشان المدينة فاستاذن رجل خفيض الصوت فقال انذن له وبشره بالجنة على بلوى تصيبه فاذا هو عثمان (خصائص الكبرى ج ۲ ص ۲۰۷ مطبوعہ دار الكتب العلمية بيروت) (البدای والنہای ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۶ مطبوعہ المكتبة التجارية مكة المكرمة) (احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۳۸۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) (اتحاف سادة المتقين ج ۸ ص ۳۲۹ مطبوعہ دار الكتب العلمية بیروت) (شرح العلامة الزرقانی علی المصابہ للمذنب ج ۷ ص ۱۵۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت) (جامع الاحادیث الکبیر ج ۲ ص ۳۵۸-۳۵۹ رقم الحدیث ۱۷۱۵۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت) (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۳۸۸ مطبوعہ دار الكتب العلمية بیروت) (دلائل النبوة لابن قیم منہاجی اردو ص ۳۹۶-۳۹۷ مطبوعہ نداء القرآن بیلی کیشتر لاہور)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج الطبرانی عن زید بن ثابت ثابت سمعت رسول الله ﷺ يقول مر بي عثمان وعندي ملك من الملائكة فقال شهيد يقتله قومه انا لنستحي منه۔

**ترجمہ:** طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا میرے ساتھ عثمان رضی اللہ عنہ چلے۔ اس وقت میرے پاس ایک فرشتہ تھا۔ اس نے کہا یہ شہید ہوں گے اور ان کی قوم ان کو شہید کرے گی اور ہم تمام فرشتے ان سے حیاء کرتے ہیں۔

(خصائص الكبرى ج ۲ ص ۲۰۷ مطبوعہ دار الكتب العلمية بيروت) (حجۃ العظمیٰ العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۹ مطبوعہ دار الكتب العلمية بيروت) (کنز العمال ج ۱۱ ص ۵۹۶ رقم الحدیث ۳۲۸۶۱ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج البزار والطبرانی في (الوسط) عن الزبير بن العوام قال: قتل النبي ﷺ يوم الفتح رجلا من قريش صبوا ثم قال لا يقتل قرشي بعد هذا اليوم صبوا الا رجل قتل عثمان بن عفان قتله فان لا تفعلوا تقتلوا قتل الشاء۔

**ترجمہ:** بزار و طبرانی رحمہما اللہ نے ”وسط“ میں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے دن ایک قریشی آدمی کو قتل کر کے فرمایا آج کے بعد جبر کے ساتھ کسی قریشی کو قتل نہیں کیا جائے گا مگر ایک آدمی عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو قتل کرے گا لہذا تم اس آدمی کو قتل کرو یا نہ۔ اگر تم نے اسے قتل نہ کیا تو تم بکریوں کی مانند قتل کئے جاؤ گے۔

(خصائص الكبرى ج ۲ ص ۲۰۷ مطبوعہ دار الكتب العلمية بيروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج الحاكم وصححه والبيهقي عن ابی هريرة انه قال و عثمان محصور سمعت رسول الله ﷺ يقول ستكون فتنة واختلاف قلنا يا رسول الله ﷺ ما تاملنا قال عليكم بالامير واصحابه و اشار الى عثمان۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بتا کر اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے اس وقت فرمایا جب کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلوایوں نے محصور کر رکھا تھا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا فتنہ و اختلاف رونما ہوگا۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے لئے اس وقت کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا تم امیر اور ان اصحاب کے دامن سے وابستہ رہنا اور

## ☆ حاشیہ.....

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابویسٰی ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبد الوهاب الثقفي حدثنا ايوب عن ابي قلابه عن ابي الاشعث الصنعاني ثم ان خطباء قامت بالشام وفيهم رجال من اصحاب رسول الله ﷺ فقام آخرهم رجل يقال له مرة بن كعب فقال لو لا حديث سمعته من رسول الله ﷺ ما قمت وذكر الفتن فقربها فمر رجل مقنع في ثوب فقال هذا يومئذ على الهدى فقامت اليه فاذا هو عثمان بن عفان قال فاقبلت عليه بوجه فقلت هذا قال نعم قال هذا حديث حسن صحيح وفي الباب عن بن عمر وعبد الله بن حوالة وكعب بن عجرة۔

**ترجمہ:** حضرت کعب مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتنوں کا ذکر کیا اور بتایا کہ وہ غریب واقع ہونے والے ہیں اس وقت ایک شخص کپڑے سے اپنے آپ کو ڈھانپے ہوئے گزرانی کریم ﷺ نے فرمایا یہ شخص اس وقت ہدایت پر ہوگا میں نے کھڑے ہو کر دیکھا تو وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے میں نے پھر آپ کی طرف رخ کر کے پوچھا یہ؟ آپ نے فرمایا ہاں۔

(سنن الترمذی باب فی مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ج ۵ ص ۲۸۸ رقم الحدیث ۳۷۰۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابویسٰی ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

عن بن عمر قال ثم ذكر رسول الله ﷺ فتنة فقال يقتل فيها هذا مظلوما لعثمان۔

**ترجمہ:** حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فتنوں کا ذکر کیا۔ پھر آپ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا کہ یہ شخص فتنوں میں مظلوماً قتل کیا جائے گا۔

(سنن الترمذی باب فی مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ج ۵ ص ۲۸۰ رقم الحدیث ۳۷۰۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابویسٰی ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

عن عائشة ان النبي ﷺ قال ثم يا عثمان انه لعل الله يقمصك قميصاً فان ارادوك على خلعه فلا تخلعه لهم۔

(سنن الترمذی باب فی مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ج ۵ ص ۲۸۸ رقم الحدیث ۳۷۰۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (فضائل صحابہ لابن خلیل ج ۱ ص ۴۹۳ رقم الحدیث ۸۰۴ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاكتفاء بما تضمنته من مغازی رسول الله ﷺ الاخفاء مثل عثمان رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۳۳ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)، (البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۱۸۱ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)، (التحذیر والبیان فی مقتل الشہید عثمان ص ۱۲۳ مطبوعہ دار الشافعیۃ لدوحۃ قطر)، (حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفياء ذکر عثمان بن عفان ج ۱ ص ۵۸ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)، (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۱۱۳)، (معصف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲ مطبوعہ کراچی)، (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۶ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابن ماجة والحاكم وصححه والبيهقي وابونعيم عن عائشة ان رسول الله ﷺ دعا عثمان فجعل يشير اليه ولون عثمان يتغير فلما كان يوم الدار قلنا لا تقاتل قال: لا ان رسول الله ﷺ عهد الى امرنا فاننا صابر نفسى عليه۔

**ترجمہ:** ابن ماجہ و حاکم رحمہما اللہ نے صحیح بتا کر اور بیہقی و ابونعیم رحمہما اللہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور آپ نے ان کی طرف اشارہ فرما رہے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا رنگ متغیر

## ☆ حاشیہ

ہو رہا تھا۔ چنانچہ جب یوم الدار یعنی وہ دن آیا جس میں انہیں محصور کیا گیا تو ہم نے عرض کیا، کیا آپ جنگ نہیں کریں گے؟ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا انہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے اس امر کا عہد لیا ہے لہذا میں اس پر اپنی جان کا خیال نہ کروں گا۔ صابر رہوں گا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۲۰۲ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکہ - المکرمہ)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۳۹۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت) (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج الحاكم وابن ماجه وابو نعيم عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ لعثمان ان الله مقصمك قميصاً فان اردك المنافقون على خلعه فلا تخلعه۔

**ترجمہ:** حاکم وابن ماجہ اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیص پہنائے گا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الہدی والرشاد ج ۱ ص ۱۳۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۵۸۷ رقم الحدیث ۳۳۸۰۲ ص ۵۹۷ رقم الحدیث ۳۳۸۶۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (فضائل صحابہ لابن فضیل ج ۱ ص ۳۵۳ رقم الحدیث ۱۸۷۷ ص ۵۰۰ رقم الحدیث ۸۱۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاکفاء بما تسمی من معازی رسول اللہ والاشیاء الخلفاء مقتل عثمان رضی اللہ عنہ ج ۴ ص ۳۳۳ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)، (البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۱۸۰ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)، (مفودۃ الصلوۃ لابن جوزی ذکر حلیۃ من فضاہلک رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۲۹۸-۲۹۹ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۵۱۵ رقم الحدیث ۳۷۵۵ مطبوعہ مکتبۃ الرشدا لریاض)، (مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۹ رقم الحدیث ۲۵۲۰۳ مطبوعہ موسسۃ قرطہ مصر)، (سنن الترمذی کتاب المناقب باب فی مناقب عثمان رضی اللہ عنہ ج ۵ ص ۶۲۸ رقم الحدیث ۳۷۰۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۵ ص ۳۳۶ رقم الحدیث ۶۹۱۵ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (موارد القلماں ج ۱ ص ۵۳۹ رقم الحدیث ۲۱۹۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سنن ابن ماجہ المتقدمہ ج ۱ ص ۳۱ رقم الحدیث ۱۱۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند الشافعی ج ۲ ص ۲۲۶ رقم الحدیث ۱۳۳۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله حدثني ابي ثنا يحيى عن اسماعيل قال ثنا قيس عن ابي سهله عن عائشة قالت قال لي رسول الله ﷺ ادعوا الي بعض اصحابي قلت ابو بكر قال لا قلت عمر قال لا قلت ابن عمك علي قال لا قالت قلت عثمان قال نعم فلما جاء قال تنحى فجعل يساره ولون عثمان يتغير فلما كان يوم الدار وحصر فيها قلنا يا امير المؤمنين الا تقاتل قال لا ان رسول الله ﷺ عهد الي عهدا واني صابر نفسي عليه۔

**ترجمہ:** حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے فرمایا میرے بعض صحابہ کو میرے پاس بلاؤ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بلاؤں؟ آپ ﷺ نے منع فرمایا۔ پھر میں نے عرض کیا۔ عمر رضی اللہ عنہ کو؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں پھر میں نے عرض کیا عثمان رضی اللہ عنہ کے چچا کے بیٹے علی رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں پھر میں نے عرض کیا عثمان رضی اللہ عنہ کو؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں پس جب وہ آگئے تو آپ ﷺ نے فرمایا (اے عائشہ) ذرا پیچھے ہو کر بیٹھ جاؤ پھر آپ ﷺ ان سے سرگوشی فرمانے لگے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا رنگ تبدیل ہونے لگا پھر یوم دار آیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس میں محصور ہو گئے ہم نے کہا اے امیر المؤمنین آپ قتال نہیں کریں گے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں بے شک حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے (اس دن کی) وصیت فرمائی

## حاشیہ.....☆

تھی اور میں اس وصیت پر صبر کرنے والا ہوں۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۵۱ رقم الحدیث ۲۳۹۸ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)، (متدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۰۶ رقم الحدیث ۲۵۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند ابویعلی ج ۸ ص ۲۳۳ رقم الحدیث ۳۸۰۵ مطبوعہ دار الماسون للتراث دمشق)، (الاستیعاب ذکر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۰۳ رقم الحدیث ۷۷۸۸ مطبوعہ دار النکمل بیروت) امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

حدثنا احمد بن داود المکی ثنا محمد بن اسماعیل الوساوسی ثنا ضمرة بن ربيعة عن ربيعة عن عبد الله بن شاذب عن ابی الجویریة عن بدر بن خالد قال وقف علينا زید بن ثابت يوم الدار فقال الا نستحيون ممن تستحي منه الملائكة قلنا وما ذاك؟ قال سمعت رسول الله ﷺ يقول مر بنی عثمان وعندي ملك من الملائكة فقال شهيد يقتله قومه انا لنستحي منه قال بدر فانصرفنا عنه عصابة من الناس۔

**ترجمہ:** حضرت بدر بن خالد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یوم الدار کو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہمارے پاس کھڑے ہوئے اور کہا کیا تم اس شخص سے حیاء نہیں کرتے جس سے ملائکہ بھی حیاء کرتے ہیں ہم نے کہا وہ کون ہے؟ راوی نے کہا میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا فرشتوں میں سے ایک فرشتہ میرے پاس تھا جب عثمان رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرا تو اس نے کہا یہ شخص شہید ہے اس کی قوم اس کو قتل کرے گی اور ہم ملائکہ اس سے حیاء کرتے ہیں بدر بن خالد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر ہم نے آپ رضی اللہ عنہ سے لوگوں کے ایک گروہ کو دور کیا۔

(طبرانی کبیر ج ۵ ص ۱۵۹ رقم الحدیث ۳۹۳۹ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (مسند الشامیین للطبرانی ج ۲ ص ۲۵۸ رقم الحدیث ۱۲۹۷ مطبوعہ موسسہ الرسالة بیروت)، (معجم الزوائد ج ۹ ص ۸۲ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

ان عهد رسول الله ﷺ الى عهدنا وانا صابرون نفسی علیہ۔

(الاستیعاب ذکر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۰۳ رقم الحدیث ۷۷۸۸ مطبوعہ دار النکمل بیروت)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

عن ابن عمر قال كنت مع رسول الله ﷺ اذ جاء رجل الى النبي فصافحه فلم ينزع النبي يده من يد الرجل حتى انتزع الرجل يده ثم قال له يا رسول الله جاء عثمان قال امرؤ من اهل الجنة۔

**ترجمہ:** حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ تھا۔ اس دوران ایک آدمی حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے آپ ﷺ کے ساتھ مصافحہ کیا تو حضور ﷺ نے اپنا ہاتھ اس شخص کے ہاتھ سے اس وقت تک نہ چھڑایا جب تک خود اس آدمی نے آپ ﷺ کا ہاتھ نہ چھوڑا پھر اس آدمی نے آپ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لائے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا وہ اہل جنت میں سے ہے۔

(طبرانی کبیر ج ۱۲ ص ۳۰۵ رقم الحدیث ۱۳۲۹۵ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (طبرانی الاوسط ج ۱ ص ۹۸ رقم الحدیث ۳۰۰۰ مطبوعہ دار الحرمین القاہرہ)، (معجم الزوائد ج ۹ ص ۸۷ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

عن ابن عمر رضي الله عنهما ان عثمان اصبح فحدث فقال اني رايت النبي ﷺ في المنام الليلة فقال يا عثمان افطر عندنا فاصبح عثمان صائما فقتل من يومه رضي الله عنه هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخبرنا به۔



## ☆ حاشیہ

**ترجمہ:** حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ صبح کے وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہمیں فرمایا بے شک میں نے حضور ﷺ کو گزشتہ رات خواب میں دیکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے عثمان آج ہمارے پانچ روزہ افطار کرو۔ پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے روزہ کی حالت میں صبح کی اور اسی روز انہیں شہید کر دیا گیا۔

(مشترک للحاکم ج ۳ ص ۱۱۰ رقم الحدیث ۳۵۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

یوم یموت عثمان تصلی علیہ ملائکۃ السماء۔

**ترجمہ:** حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس دن عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت واقع ہوگی اس دن آسمان کے فرشتے اس پر درود بھیجیں گے۔

(طبرانی الاوسط ج ۳ ص ۲۸۷ رقم الحدیث ۳۱۷۲ مطبوعہ دار الحرمین القامریۃ)، (الفردوس بما ثور الخطاب ج ۵ ص ۵۳۳ رقم الحدیث ۸۹۹۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (لسان المیزان لابن حجر ج ۵ ص ۲۶۲ رقم الحدیث ۷۹۸ مطبوعہ موسسۃ الاعلیٰ المطبوعات بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد اللہ قال حدثنی ابی قتنا اسود بن عامر قتنا سنان بن ہارون عن کلب بن وائل عن بن عمر قال ثم ذکر رسول اللہ ﷺ فتنہ لمر رجل فقال یقتل هذا المقنع یومئذ مظلوما قال فنظرت فاذا هو عثمان بن عفان۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۱ ص ۳۵۱ رقم الحدیث ۷۲۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمان ذکر وفاته الی ذر رضی اللہ عنہ ص ۷۷ مطبوعہ دار الشافعیۃ الدوحۃ قطر)

علامہ محمد بن یحییٰ بن ابی بکر الامدلی متوفی ۳۱۷ھ لکھتے ہیں۔

فقال هذا واصحاب علی الحق فاتبعته فاذا هو عثمان رضی اللہ عنہ۔

(التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمان ص ۷۷ مطبوعہ دار الشافعیۃ الدوحۃ قطر)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ یطلع علیکم رجل من اهل الجنة فطلع عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ وفي لفظ اول من یدخل علیکم من هذا الفج رجل من اهل الجنة فدخل عثمان بن عفان۔

(جامع الاحادیث الکبیر ج ۲ ص ۱۸۸ رقم الحدیث ۱۶۲۵۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۱ ص ۳۵۳ رقم الحدیث ۳۲۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابن عدی وابن عساكر عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ يا عثمان انك ستؤني الخلافة من بعدي وسيريدك المنافقون على خلعها فلا تخلعها وسم في ذلك اليوم فانك تظفر عندی۔

**ترجمہ:** ابن عدی وابن عساكر رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا اے عثمان رضی اللہ عنہ! میرے بعد تمہیں خلافت دی جائے گی اور منافقین چاہیں گے کہ تم اسے چھوڑ دو تو تم اسے نہ چھوڑنا اور تم اس دن روزہ

## ☆ حاشیہ.....

رکھنا کیونکہ تم میرے پاس افطار کرو گے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الشمید والبیان فی مقتل الشہید عثمان ص ۱۲۴ مطبوعہ دارالثقافة الدوحة قطر)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۲ ص ۲۹۳ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۵۴۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج الحاكم وصححه عن عبدالله بن حوالة قال قال رسول الله ﷺ نهجمون علي رجل معتجر ببردة يبايع الناس من اهل الجنة فهجمت علي عثمان وهو معتجر ببردة حبرة يبايع۔

**ترجمہ:** حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بتا کر عبد اللہ بن حوالہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم لوگ ایک ایسے شخص پر بلوہ کرو گے جو چادر سے عمامہ باندھے گا اور وہ جنتی لوگوں کی بیعت لے گا تو جب لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر بلوہ کیا تو وہ حیری چادر کا عمامہ باندھے بیعت لے رہے تھے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابو عبدالله الحافظ حدثنا ابو العباس محمد بن يعقوب حدثنا ابو عبدالله محمد بن عبد الله بن عبد الحكم المصري حدثنا ابي حبيب عن ربيعة بن لقط التميمي عن عبدالله بن حوالة عن رسول الله ﷺ قال من نجا من ثلاث فقد نجا قالوا ماذا يا رسول الله؟ قال موتي وقتل خليفة مصطبر بالحق يعطيه ومن الدجال۔

**ترجمہ:** حضرت عبد اللہ بن حوالہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا جو تین باتوں سے محفوظ رہا اس نے نجات پائی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کیا باتیں ہیں؟ فرمایا میری رحلت ہے اور اس خلیفہ کا قتل ہے جو حق پر قائم رہ کر حق پر جان دے گا۔

(دلائل النبوة ج ۶ ص ۳۹۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج الحاكم وصححه والبيهقي عن ابن مسعود قال قال رسول الله ﷺ ان رحي الاسلام ستدور بعد خمس او ست او سبع و ثلاثين فان يهلكوا فسيبيل من هلك وان يقيم لهم دينهم يقيم سبعين قال عمر يا نبي الله مما مضى؟ قال: لا بل مم بقي قال البيهقي وكذلك كان ملك بني امية الى ان دخله الوهن وظهرت الدعاة بخراسان نحو سبعين سنة۔

**ترجمہ:** حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بتا کر اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسلام کی چکی پچیس یا چھتیس یا ستیس یا ستر سال کے بعد گھومے گی تو اگر وہ لوگ ہلاک ہوئے تو راہ صواب ہلاک ہونے والوں میں ہے اور اگر ان کا دین ان کے لئے قائم رہا تو ستر سال تک قائم رہے گا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا نبی اللہ ﷺ یہ مدت گزشتہ سال سے ہے؟ فرمایا نہیں جو آئندہ آئے گا۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا۔ بنی امیہ کی حکومت اس سال میں رہی۔ یہاں تک کہ جب ان میں کستی در انداز ہوئی تو ۷۰ھ کے قریب خراسان سے دعویٰ کرنے والوں کا ظہور ہوا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة ج ۶ ص ۳۹۳-۳۹۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

## ☆ حاشیہ.....

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

قال رأيت النبي ﷺ في المنام فقال عثمان افطر عندنا صائما وقتل من يومه۔

(البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۸۲ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)

علامہ محمد بن یحییٰ بن ابی بکر الاندلسی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں۔

قال رأيت النبي ﷺ فقال يا عثمان افطر عندنا فاصبح صائما ثم قتل من يومه رحمه الله۔

(التحمید والبیان فی مثل الشہید عثمان ص ۷۸ مطبوعہ دار الشفاۃ الدوحۃ قطر)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

و ذكر فتنة كائنة فمر رجل متفجع فقال هذا واصحابه يومئذ فاذا عثمان بن عفان۔

**ترجمہ:** آپ ﷺ قریب تر ہونے والے فتنوں کا ذکر فرما رہے تھے اسی اثناء میں ایک شخص گزرا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس دن یہ شخص ہدایت پر ہوگا۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۱ ص ۵۰۷ رقم الحدیث ۸۲۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

واخيرنا ابو بكر بن فورك اخبرنا عبد الله بن جعفر حدثنا يونس بن حبيب حدثنا ابو داود حدثنا اسماعيل بن جعفر عن عمرو بن ابی عمرو مولى المطلب عن المطلب هكذا قال ابو داود۔ عن حذيفة قال قال رسول الله ﷺ لا تقوم الساعة حتى تقتلوا امامكم وتجتلدوا باسيا فكم ويرث دنيا كم شرار كم۔

**ترجمہ:** حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تم اپنے امام کو قتل نہ کرو گے اور ایک دوسرے کو اپنی گوار سے قتل کرو گے اور تمہارے شریک لوگ تمہاری دنیا کے وارث بن جائیں گے۔

(دلائل النبوة ج ۶ ص ۳۹۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۰۲ مطبوعہ مکتبۃ التجاریہ مکہ المکرمہ)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج البيهقي وابونعيم في (المعرفة) عن عبد الرحمن بن عديس سمعت رسول الله ﷺ يقول يخرج اناس يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية يقتلون في جبل لبنان قال ابن لهيعة كان عبد الرحمن بن عديس البلوي سار باهل مصر الى عثمان فقتله ثم قتل ابن عديس بعد ذلك بعام او عامين بجبل لبنان۔

**ترجمہ:** بیہقی اور ابونعیم رحمہما اللہ نے ”المعرفة“ میں عبد الرحمن بن عدیس سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے کمان سے تیر نکل جاتا ہے اور وہ لبنان کے پہاڑوں میں قتل کئے جائیں گے۔ ابن

لہیعہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عبد الرحمن بن عدیس ان بلوائیوں میں شامل تھا جو اہل مصر کے ساتھ قتل عثمان رضی اللہ عنہ کی غرض سے چلے تھے۔ ان بلوائیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا۔ اس واقعہ کے ایک یا دو سال بعد لبنان کے پہاڑ میں ابن عدیس کو قتل کیا گیا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۳۹۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۳۹۱-۳۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الاحادیث الخارئة ج ۱ ص ۵۲۷ رقم الحدیث ۳۹۴ مطبوعہ مکتبۃ المدینۃ المکرمہ)

## ☆ حاشیہ.....

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج الحارث بن ابی اسامة فی (مسندہ) عن مهاجر بن حبیب قال: بعث عثمان الی عبد اللہ بن سلام وهو محصور فقال له ارفع راسک یرى هذه الکوة فان رسول الله ﷺ اشرف منها اللیلة فقال یا عثمان احصروک قلت نعم فادلی لی دلو فشربت منه فانی اجد برده علی کبدی ثم قال لی ان شئت دعوت الله فینصرك علیهم وان شئت افطرت عندنا فاخترت الفطر عندہ فقتل فی یومہ۔

**ترجمہ:** حارث بن ابی اسامہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں مهاجر بن حبیب رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو کسی کو بھیج کر بلوایا اور وہ اس وقت محصور تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے کہا اپنا سر اٹھا کر اس روزن کو دیکھو۔ آج رات رسول اللہ ﷺ اس روزن سے رونق افروز ہوئے اور فرمایا اے عثمان رضی اللہ عنہ تم محصور ہو؟ میں نے عرض کیا ہاں تو آپ نے ایک ڈول لٹکایا اور میں نے اس سے پانی پیا اور میں اپنے اندر اس کی ٹھنڈک اب تک پارہا ہوں۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا اگر تم چاہو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں۔ وہ تمہیں ان پر غالب کر دے گا اور اگر تم چاہو تو ہمارے پاس آ کر افطار کرو تو میں نے آپ ﷺ کے پاس حاضر ہونے کو اختیار کیا ہے اور وہ اسی دن شہید کئے گئے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله حدثنی ابی ثنا وکیع عن اسماعیل بن ابی خالد قال قال قیس فحدثنی ابو سہلہ ان عثمان قال یوم الدار حین حصر ثم ان النبی ﷺ عهد الی عهدا فانا صابر علیہ قال قیس فکانوا یرونہ ذلک الیوم۔

**ترجمہ:** حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابو سہلہ رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یوم الدار (محاصرہ کے دن) کو فرمایا جب وہ محصور تھے کہ بے شک حضور ﷺ نے مجھے ایک وصیت فرمائی تھی پس میں اسی پر صابر ہوں اور حضرت قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ اس کا انتظار کیا کرتے تھے۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۶۹ رقم الحدیث ۵۰۱ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبہ مصر)، (صحیح ابن حبان ج ۱ ص ۱۵۶ رقم الحدیث ۶۹۱۸ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الا حادیث البخاریہ للحدیثی ج ۱ ص ۵۲۵ رقم الحدیث ۳۹۱ مطبوعہ مکتبۃ النصحۃ الحدیثۃ مکتبۃ المکرمۃ)، (حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۵۸ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابن منیع فی (مسندہ) من طریق النعمان بن بشیر عن نائلۃ بنت الفرافصۃ امراة عثمان قالت لما حصر عثمان ظل صائما فلما کان عند الافطار سالهم الماء العذب فمنعوه فبات فلما کان فی السحر قال: ان رسول الله ﷺ اطلع علی علی هذا السقف ومعه دلو من ماء فقال اشرب یا عثمان فشربت حتی رویت ثم قال اردد فشربت حتی امتلات۔

**ترجمہ:** ابن منیع رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ”مسند“ میں بطریق نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ محصور ہو گئے تو روزے سے رہنے لگے۔ ایک دن افطار کا وقت آیا تو انہوں نے بلوائیوں سے افطار کے لئے شیریں پانی مانگا مگر انہوں نے پانی دینے سے انکار کر دیا۔ آپ نے تنگی کے عالم میں رات بسر کی۔ پھر جب سحر کا وقت آیا تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اس چھت سے رونق افروز ہوئے۔ آپ کے ساتھ پانی کا ڈول تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے عثمان رضی اللہ عنہ! پانی پیو تو میں نے پیا یہاں تک کہ میں سیراب ہو گیا۔ پھر فرمایا اور زیادہ پیو تو میں نے پیا۔ یہاں تک کہ میں سیر ہو گیا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

## حاشیہ.....☆

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ لکھتے ہیں۔

قال وذاك انه رأى من الليل ان نبي الله ﷺ يقول: افطرونا عندنا الليلة۔

(تاریخ الامم والملوک المعروف بتاريخ الطبری ج ۲ ص ۶۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال انی رأیت رسول الله ﷺ فی منامی هذا فقال انک شاهد معنا الجمعة۔

(دلائل النبوة باب ما جاء رؤیة النبی ﷺ فی المنام ج ۷ ص ۴۷۷-۴۷۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

## حدیث نمبر ۱۷

.....منافق کی خبر دینا

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج مسلم عن ابی حمید قال: خرجنا مع رسول الله ﷺ فی غزوة تبوك فاتينا وادی القرى علی حدیقة لامرأة فقال اخرصوها فخرصناها وخرصها رسول الله ﷺ عشرة اوسق وقال احصيها حتی نرجع اليك ان شاء الله تعالی فانطلقنا حتی قدمنا تبوك فقال رسول الله ﷺ ستهب علیکم الليلة ریح شديدة فلا یقم فیما احد منکم ومن كان له بعیر فلیشد عقاله فهبت ریح شديدة فقام رجل فحملته الریح حتی القته بجبل طی ثم اقبلنا حتی قدمنا وادی القرى فسال رسول الله ﷺ المرأة عن حدیقتها کم بلغ تمرها فقالت بلغ عشرة اوسق۔

**ترجمہ:** مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ابی حمید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھرانوں کے حملہ کی خبر سن کر تبوک کی طرف روانہ ہوئے دوران سفر وادی قرئی میں ایک خاتون کے باغ کے پاس سے گزرے سرور کو نمین ﷺ نے فرمایا تم اس باغ کی کھجوروں کا تخمینہ لگاؤ۔ ہم نے تخمینہ لگا کر حضور ﷺ کا اندازہ دس اوسق تھا۔ اس عورت سے کہا تم اپنی کھجوروں کا ناپ تول کر لیا اور ہم انشاء اللہ تمہارے پاس واپس آئیں گے۔ ہم میدان تبوک میں تھے کہ ایک روز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا آج رات میں شدید ہوا اور سخت جھکڑ چلیں گے۔

(خصائص الکبریٰ باب ما وقع فی غزوة تبوک من المعجزات ج ۱ ص ۳۵۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مختصر سیرۃ الرسول ص ۱۵۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (حجۃ النعل العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۸۷-۳۸۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الوقایا بحوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۰۷ مطبوعہ مصطفیٰ الباب ص ۲۱۲ مطبوعہ دار طبعہ الریاض)، (المسیرۃ النبویہ ابن کثیر ذکر مروره علیہ السلام فی ذی حجاب الی تبوک بمسکن ثم ودعصرهم بالبحر ج ۳ ص ۲۲ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۳-۲۲۵)، (البدایہ والنہایہ ذکر غزوة تبوک فی رجب منہاج ص ۱۲ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)، (تخریج الدلائل السمعیہ ص ۵۵۳ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (زاد المعاد فی حدی خیر العباد فضل فی غزوة تبوک ج ۳ ص ۵۳۱ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

بعثت هذه الریح لموت منافق فلما قدم المدينة فاذا منافق عظیم من المنافقین قد مات۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا آج کسی منافق کی موت کی علامت ہے مگر جب ہم مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا منافقین کا پیشوا امرچکا تھا۔ (مسلم شریف کتاب صفات المنافقین)، (تیسرے الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۱۹۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تاریخ الامم والملوک المعروف بتاريخ الطبری ج ۲ ص ۱۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة امام بیہقی باب خمس انبی ﷺ فی مسیرہ واخبارہ عن الریح ج ۵ ص ۲۳۸-۲۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الہدی والارشاد ج ۱ ص ۵۰-۶۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

## ☆ حاشیہ

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

حين مات قد مات اليوم عظيم من عظماء المنافقين ورفاعة بن زيد التابوت قال له رسول الله ﷺ حين هبت عليه الريح وهو الذي قافل من غزوة بني المصطلق فاشتدت عليه حتى اشفق المسلمون منها فقال لهم رسول الله ﷺ لا تخافوا فانما هبت لموت عظيم من عظماء الكفار فلما قدم رسول الله ﷺ المدينة وجد رفاعة بن زيد التابوت مات ذلك اليوم الذي هبت فيه الريح۔

**ترجمہ:** منافقین کے سرداروں میں سے ایک سردار آج مر گیا ہے۔ رفاعة بن زيد بن تابوت کا تعلق بھی اسی قبیلے سے تھا۔ جب حضور ﷺ غزوہ بنی مصطلق سے واپس تشریف لارہے تھے تو راستہ میں شدید آندھی کا سامنا کرنا پڑا۔ مسلمان اسے دیکھ کر گھبرا گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں یہ آندھی کفار کے عظیم سرداروں میں سے ایک سردار کی موت کے لئے آئی ہے۔ جب حضور ﷺ مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہو گئے تو معلوم ہوا کہ رفاعة بن زيد اسی دن مرا تھا جب شدید آندھی آئی تھی۔

(السير والنویر المعروف بسیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۶۰-۶۱ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)

یہی امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ لا تخافوها فانما هبت لموت عظيم من عظماء الكفار فلما قدموا المدينة وجدوا رفاعة بن زيد بن التابوت احد بنی قینقاع وکان عظيما من عظماء اليهود وكهفا للمنافقين مات في ذلك اليوم۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ نے فرمایا اس آندھی سے نہ ڈرو یہ آندھی ایک بڑے منافق کی وجہ سے چلی ہے۔ جب صحابہ مدینہ طیبہ پہنچے تو انہوں نے رفاعة بن زيد کی موت کی خبر سنی جو بنی قینقاع سے تعلق رکھتا تھا یہ یہودیوں کا ایک سردار تھا اور منافقوں کی پناہ گاہ تھا یہ اسی دن مرا تھا جس روز آندھی چلی تھی۔

(السير والنویر المعروف بسیرت ابن ہشام غزوہ بنی المصطلق فی شعبان سنہ ۳ ص ۲۵۵ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)

حافظ ابوبکر احمد بن حسین یحییٰ متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

قال بعثت هذه الريح لموت منافق قال فقدما المدينة فاذا منافق عظيم من المنافقين قد مات۔  
**ترجمہ:** حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ آندھی کسی منافق کی موت کی علامت ہے پھر جب ہم مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا منافقین کا پیشوا فوت ہو گیا۔

لفظ حديث حفص وفي رواية ابى معاوية ابى معاوية قال هبت ريح شديدة والنبي ﷺ في بعض اسفاره فقال هذه لموت منافق قال فلما قدمنا المدينة اذا هو قد مات عظيم من عظماء المنافقين۔  
(دلائل النبوة باب محبوب الریح اتی دلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من عظماء المنافقين الخ ج ۳ ص ۶۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال هذه لموت منافق قال فلما قدمنا المدينة اذا هو قد مات منافق عظيم من عظماء المنافقين۔  
**ترجمہ:** حضور ﷺ نے فرمایا ایک منافق کی موت کی وجہ سے یہ آندھی بھیجی گئی ہے جب ہم مدینہ طیبہ پہنچے تو ایک بہت بڑا منافق مر چکا تھا۔  
(مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۵ رقم الحديث ۱۴۴۱۸ مطبوعہ مؤسسہ قرطبیہ مصر)

## حاشیہ.....☆

امام عبد بن حمید بن نصر ابو محمد اکیس متوفی ۲۳۹ھ لکھتے ہیں۔

لنا ابراهيم بن الاشعث لنا فضيل بن عياض عن سليمان عن ابي سفيان عن جابر ثم كنا مع النبي ﷺ سفر هاجت ريح تكاد تدفن الراكب فقال رسول الله ﷺ بعثت هذه الريح لموت منافق فلما رجعنا الى المدينة وجدنا مات في ذلك اليوم منافق عظيم النفاق فسمعت اصحابنا بعد يقولون هو رافع بن التابوت۔

(مسند عبد بن حمید ج ۱ ص ۳۱۵ رقم الحديث ۱۰۲۹ مطبوع مكتبة السنة القاهرة)

امام ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب الماردی متوفی ۳۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال رسول الله هذا الموت منافق عظيم النفاق قد مات في ذلك الوقت۔

(اعلام النبوة الباب العاشر فيما سمع من معجزات اقواله اصل اخبار الآحاد ص ۱۵۶ مطبوع دار الكتاب العربي بيروت)

حافظ ابو بكر احمد بن حسين بن يحيى متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

فوجدوا رفاعه بن زيد بن التابوت مات في ذلك اليوم وكان من بني قينقاع وكان اظهر الاسلام وكان كهفا للمنافقين۔

(دلائل النبوة باب محبوب الریح التي دلت رسول الله على موت عظيم من عظماء المنافقين ج ۳ ص ۶۱ مطبوع دار الكتب العلمية بيروت)

امام ابی الفرج عبد الرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۰ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ هبت هذه الريح لموت منافق مات بالمدينة فقدم المدينة فاذا منافق عظيم من المنافقين مات ذلك اليوم۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ آدمی مدینہ منورہ میں ایک منافق کے مرنے کی وجہ سے چل رہی ہے پھر جب ہم مدینہ پہنچے تو واقعی منافقین میں سے ایک بہت بڑا منافق اسی دن جہنم واصل ہو چکا تھا۔

(الوقایا حوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر في اخبار رسول الله ﷺ بالانبياء ج ۱ ص ۳۱۰ مطبوع مطبعة البابي مصر)

امام ابی الریج سلیمان بن موسی الکلاعی الاندلسی متوفی ۶۳۳ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله لا تخافوها فانما هبت لموت عظيم من الكفار فلما قدموا المدينة وجدوا رفاعه بن زيد بن التابوت احد بني قينقاع وكان من عظماء يهود وكهفا للمنافقين مات ذلك اليوم۔

(الاكفاء بما تقرر من معاني رسول الله ﷺ الخلفاء غزوة بني المصطلق وهي غزوة الربيع ج ۲ ص ۱۶۲-۱۶۳ مطبوع عالم الكتب بيروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۴۷ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال رسول الله لا تخافوها فانما هبت لموت عظيم من الكفار فلما قدموا المدينة وجدوا رفاعه بن زيد بن التابوت احد بني قينقاع وكان من عظماء يهود وكهفا للمنافقين مات ذلك اليوم۔

(البدایة والنہایة ج ۳ ص ۱۵۸ غزوة بني المصطلق من غزواته ج ۳ ص ۲۳۰ مطبوع مكتبة المعارف بيروت)، (السيرة النبوية لابن كثير غزوة بني المصطلق من غزواته ج ۳ ص ۲۹۱ مطبوع دار الكتاب العربي بيروت)

امام ابی العباس احمد بن احمد الخطیب متوفی ۸۱۰ھ لکھتے ہیں۔

فقال هذه بعثت لموت منافق فمات بالمدينة رجل من عظماء المنافقين۔

(وسيلة الاسلام للنبي عليه الصلاة والسلام ج ۳ ص ۱۳۳ مطبوع دار الغرب الاسلامي بيروت)

## حاشیہ.....☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ بعثت هذه الريح لموت منافق فلما قدمنا المدينة اذا هو قد مات من عظماء المنافقين۔  
ترجمہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ آندھی کسی منافق کی موت کی علامت ہے پھر جب ہم مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا منافقین کا پیشوا فوت ہو گیا۔  
(خصائص الکبریٰ باب ما وقع في غزوة بني المصطلق من الآيات والخصائص ج ۱ ص ۳۹۱ مطبوعہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشافعی متوفی ۹۳۲ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ بعثت هذه الريح لموت منافق فلما قدمنا المدينة اذن قد مات من عظیم من عظماء المنافقين۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ آندھی کسی منافق کی موت کی علامت ہے پھر جب ہم مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا منافقین کا پیشوا فوت ہو گیا۔

(سبل الهدی والرشاد ذکر اخبارہ ﷺ بموت کبیر من المنافقین الخ ج ۳ ص ۳۵۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

یہی علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشافعی متوفی ۹۳۲ھ لکھتے ہیں۔

وهو رفاعه بن زيد بن ثابت مات ذلك اليوم كان كهفاً للمنافقين۔

(سبل الهدی والرشاد ذکر اخبارہ ﷺ بموت کبیر من المنافقین الخ ج ۳ ص ۳۵۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔

فقال النبي ﷺ هذا لموت منافق قال فقدمنا المدينة فوجدنا منافقاً عظيماً النفاق مات يومئذ۔

(حلیۃ الاولیاء و طبقات الامتلاء ذکر وہب بن منہ رحمۃ اللہ علیہ ج ۳ ص ۹ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

امام علی بن برہان الدین الحنفی الشافعی متوفی ۱۰۶۶ھ لکھتے ہیں۔

هذه الريح لموت عظیم من الکفار وفي رواية لموت منافق وفي لفظ مات اليوم منافق عظیم النفاق في المدينة فكان كما قال عليه الصلاة والسلام مات في ذلك اليوم زيد بن رفاعه بن ثابت وكان كهفاً للمنافقين۔

(انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفہ بالسیرۃ الحلیہ ج ۳ ص ۵۹۹ مطبوعہ دار السنۃ بیروت)

محمد ہارون معاذیدہ یونیدی لکھتے ہیں۔

حضرت جابر سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر سے واپس تشریف لارہے تھے جب مدینہ کے قریب پہنچے تو ایک شدید ہوا چلی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ ہوا ایک منافق کی موت کے لئے چلی ہے چنانچہ جب آپ مدینے میں داخل ہوئے تو لوگوں نے خبر دی کہ آج رفاعہ بن زید مر گیا ہے۔ یہ فیض فی الحقیقت بہت بڑا منافق تھا۔

(خصوصیات مصطفیٰ ﷺ ج ۲ ص ۲۵۰ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

فقال النبي ﷺ انما هبت لموت منافق عظیم النفاق وهو رفاعه بن ثابت۔

(الاصابة فی تیزر الصحابة رفاعہ بن ثابت ج ۲ ص ۲۸۸ برقم ۲۶۶۳ مطبوعہ دار الجیل بیروت)



☆ حاشیہ

## حدیث نمبر ۱۸۵ ..... وہ مال کہاں جو تم مکہ میں دفن کر کے آئے ہو

امام ابی عبد اللہ بن مسلم بن قتیبة الدینوری متوفی ۲۷۱ھ لکھتے ہیں۔

قال انه ليس لي مال۔ قال فاين المال الذي وضعته عند ام الفضل بمكة حين خرجت وليس معكما احد ثم قلت ان اصبحت في سفرى هذا فللفضل كذا ولعبد الله كذا؟ قال والذي بعثك بالحق نبيا ما علم بهذا احد غيرها واني لا اعلم انك رسول الله ففدى نفسه بمائة اوقية۔ وكل واحد باربعين اوقية۔ هكذا قال ابن اسحاق۔

(المعارف ص ۹۲ مطبوعہ دار الكتب العلمية بيروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله حدثني ابي ثناء زيد قال قال محمد يعني بن اسحاق حدثني من سمع عكرمة عن بن عباس قال ثم كان الذي اسر العباس بن عبد المطلب ابا السير بن عمرو وهو كعب بن عمرو احد بنى مسلمة فقال له رسول الله ﷺ كيف اسرته يا ابا السير قال لقد اعانتي عليه رجل ما رأيته يعد ولا قبل هيئته كذا هيئته كذا قال فقال رسول الله ﷺ لقد اعانك عليه ملك كريم وقال للعباس يا عباس افد نفسك وابن اخيك عقيل بن ابي طالب ونوفل بن الحرث وحليفك عتبة بن جحدم احد بنى الحرث بن فهر قال فابي وقال اني قد كنت مسلما قبل ذلك وانما استكرهوني قال الله اعلم بشانك ان يك ما تدعى حقا فالله يجزيك بذلك واما ظاهر التابعين فقد كان علينا فافد نفسك وكان رسول الله ﷺ قد اخذ منه عشرين اوقية ذهب فقال يا رسول الله احسبها لي من فداي قال لا ذاك شي اعطانا الله منك قال فانه ليس لي مال قال فاين المال الذي وضعته بمكة حيث خرجت ثم ام الفضل وليس معكما احد غير كما فقلت ان اصبحت في سفرى هذا فللفضل كذا ولعبد الله كذا قال فوالذي بعثك بالحق ما علم بهذا احد من الناس غيروي وغيرها واني لا اعلم انك رسول الله۔

**ترجمہ:** امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ جس شخص نے عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے سنا اس نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی کہ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے (جنگ بدر میں) عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو گرفتار کیا وہ ابوالسرکب بن عمرو تھے۔ ان کا تعلق بنو سلمہ سے تھا۔ ان سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا ابوالسرکب نے اس کو کیسے گرفتار کیا تھا؟ انہوں نے کہا اس معاملہ میں ایک ایسے شخص نے میری مدد کی تھی جس کو میں نے اس سے پہلے دیکھا تھا نہ اس کے بعد اس کی ایسی ایسی ہیئت تھی۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہاری مدد ایک مکرم فرشتہ نے کی تھی۔ اور عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے عباس تم اپنا فدیہ بھی دو اور اپنے بیٹے عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن الحرث کا فدیہ بھی دو اور اپنے حلیف عتبہ بن جحدم کا فدیہ بھی دو جن کا تعلق بنو الحارث بن فھر سے ہے۔ عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا فدیہ دینے سے انکار کیا اور کہا میں اس غزوہ سے پہلے اسلام قبول کر چکا تھا یہ لوگ مجھے زبردستی اپنے ساتھ لائے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تمہارے معاملہ کو خوب جانتے والا ہے اگر تمہارا دعویٰ برحق ہے تو اللہ تم کو اس کی جزا دے گا۔ لیکن تمہارا ظاہر حال یہ ہے کہ تم ہم پر حملہ آور ہوئے ہو سو تم اپنا فدیہ ادا کرو۔ اور رسول اللہ ﷺ اس سے بیس اوقیہ سونا (بطور مال غنیمت) وصول کر چکے تھے۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! اس بیس اوقیہ سونے کو میرے فدیہ میں کاٹ لیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں! یہ وہ مال ہے جو اللہ نے ہمیں تم سے لے کر دیا ہے۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا میرے پاس اور مال تو نہیں ہے خصوصاً رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ مال کہاں ہے جو نے مکہ سے روانگی کے وقت ام الفضل کے پاس رکھا تھا اس وقت تم دونوں کے پاس اور کوئی نہیں تھا اور تم نے یہ کہا تھا کہ اگر میں اس ہم میں کام آگیا تو

## حاشیہ.....☆

اس مال میں سے اتنا فضل کو دینا اتنا کرم کو دینا اور اتنا عبد اللہ کو دینا تب عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میرے اور ام الفضل کے سوا اس کو اور کوئی نہیں جانتا اور اب مجھے یقین ہو گیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔  
(مسند احمد ج ۱ ص ۳۵۳ رقم حدیث ۳۳۱۰ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبہ مصر)، (دلائل النبوة للشیخ ج ۳ ص ۱۳۳-۱۳۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۵۱۳ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (فتح القدیر غیر مقلد شوکانی ج ۲ ص ۳۲۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ناصر الدین عبد اللہ بن عمر البیضاوی متوفی ۶۹۵ھ لکھتے ہیں۔

فقال ابن الذهب الذي دفعته الى ام الفضل وقت خروجك وقلت لها اني لا ادري ما يصيبني في وجهي هذا فان حدث بي حدث فهو لك ولعبد الله وعبيد الله والفضل وقثم فقال العباس وما يدريك قال اخبرني به ربي تعالي قال فاشهد انك صادق وان لا اله الا الله وانك رسوله والله لم يطلع عليه احد الا الله۔  
(انوار التزيل ج ۳ ص ۱۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (زوالسیر فی علم التفسیر لابن جوزی ج ۳ ص ۳۸۳ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (تفسیر ابو سعید ج ۳ ص ۳۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام حسین بن مسعود بخاری متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ فابن الذهب الذي دفعته الى ام الفضل وقت خروجك من مكة وقلت لها اني لا ادري ما يصيبني في وجهي هذا فان حدث بي حدث فهو لك ولعبد الله ولعبيد الله وللفضل وقثم يعني الاربعة فقال له العباس وما يدريك قال اخبرني به ربي عز وجل قال العباس اشهد انك صادق وقال لا اله الا الله وانك عبده ورسوله ولم يطلع عليه احد الا الله عز وجل۔  
(تفسیر بخاری ج ۲ ص ۲۲۳ مطبوعہ دار السرخس بیروت)، (تفسیر روح المعانی ج ۱ ص ۳۶-۳۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله حدثني ابي ثنا زيد قال قال محمد يعني بن اسحاق حدثني من سمع عكرمة عن بن عباس قال ثم كان الذي اسر العباس بن عبد المطلب ابا السير بن عمرو وهو كعب بن عمرو احد بني سلمة فقال له رسول الله ﷺ كيف اسرته يا ابا السير قال لقد اعانتني عليه رجل ما رأيته بعد ولا قبل هيئته كذا هيئته كذا قال فقال رسول الله ﷺ لقد اعانك عليه ملك كريم الخ۔

**ترجمہ:** امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ جس شخص نے عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے سنا اس نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی کہ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے (جنگ بدر میں) عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو گرفتار کیا وہ ابوالسیر کعب بن عمرو تھے۔ ان کا تعلق بنو سلمہ سے تھا۔ ان سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا ابوالسیر تم نے اس کو کیسے گرفتار کیا تھا؟ انہوں نے کہا اس معاملہ میں ایک ایسے شخص نے میری مدد کی تھی جس کو میں نے اس سے پہلے دیکھا تھا نہ اس کے بعد اس کی ایسی ایسی ہیئت تھی۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہاری مدد ایک کرم فرشتہ نے کی تھی۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۳۵۳ رقم حدیث ۳۳۱۰ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبہ مصر)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۴۰ھ لکھتے ہیں۔

قال فابن المال الذي وضعت بمكة حين خرجت ثم ام الفضل بنت الحارث ليس معكما احد ثم قلت لها ان اصبحت في سفرى هذا فللفضل كذا وكذا ولعبد الله كذا وكذا قال والذي بعثك بالحق ما علم بهذا احد غيري وغيرها واني لا علم انك رسول الله ففدى العباس نفسه وابن اخيه وحليفه۔

## حاشیہ.....☆

**ترجمہ:** حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ مال کہاں ہے جو تم نے روانگی کے وقت مکہ میں ام الفضل بنت الحارث کے پاس رکھا تھا جب کہ تم دونوں کے ساتھ کوئی نہ تھا؟ تم نے ان سے کہا تھا کہ اگر مجھے اس سفر میں موت آگئی تو فضل کے لئے اتنا اتنا اور عبد اللہ کے لئے اتنا اتنا ہے انہوں نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے حق کے ساتھ آپ کو مبعوث کیا کہ اس کا سوائے میرے اور ام الفضل کے کسی کو علم نہ تھا۔

(طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۳ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ لکھتے ہیں۔

فقال العباس: يا رسول الله احسبها لي في فدائي قال: لا ذاك شيء اعطانا الله عز وجل منك قال: فانه ليس لي مال قال فابن المال الذي وضعته بمكة حيث خرجت من عند ام الفضل بنت الحارث ليس معكما احد ثم قلت لها: ان اصبحت في سفري هذا فللفضل كذا وكذا ولعبد الله كذا وكذا ولقسم كذا وكذا ولعبد الله كذا كذا قال: والذي بعثك بالحق ما علم هذا احد غيري وغيرها واني لا علم انك رسول الله، ففدى العباس نفسه وابني اخيه وحليفه.

(تاريخ الامم والملوك المعروف بتاريخ الطبري ج ۳ ص ۳۲ مطبوعہ دار الكتب العلمية بيروت)، (دلائل النبوة لابن القيم اردو ص ۳۲۳ مطبوعہ نداء القرآن، پہلی کیشنر لاہور)

علامہ ابوالقاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ کبلی متوفی ۵۷۰ھ لکھتے ہیں۔

وكان العباس عم النبي في الاسرى ففدى نفسه وفدى اخيه فقال للنبي لقد تركتني اتكفف قريشاً فقيرا معدما فقال النبي ابن الذهب التي عند ام الفضل وعددها كذا وكذا وقلت لها كيت وكيت فقال من اعلمك بهذا يا ابن فقال الله.

**ترجمہ:** غزوہ بدر کے قیدیوں میں نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا تم اپنا اور اپنے دو بھتیجوں کا فدیہ ادا کرو۔ اس پر وہ نبی کریم ﷺ سے کہنے لگے۔ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں فقیر اور کنگال ہو کر قریش کے سامنے ہاتھ پھیلاتا پھروں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا وہ سونا کہاں گیا جو تم نے ام الفضل رضی اللہ عنہا کے پاس چھوڑا جس کی مالیت اتنی ہے اور تم نے اسے فلاں فلاں بات بھی کہی تھی؟ اس پر عباس رضی اللہ عنہ گویا ہوئے اے میرے بھتیجے تجھے سب کچھ کس نے بتایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔

(روض الانف التتمی حول خاتم بدر ج ۳ ص ۱۳۳-۱۳۴ مطبوعہ دار الكتب العلمية بيروت)

امام محمد بن عبد الباقي الزرقاني المالکی متوفی لکھتے ہیں۔

(ومن ذلك اخباره عليه الصلاة والسلام بالمال) اي الذهب (الذي تركه عمه العباس) لما خرج الى بدر ومعه عشرون اوقية من ذهب ليطعم بها المشركين فاخذت منه في الحرب (عند ام الفضل) زوجته لتربية الاولاد ان مات (بعد ان كتبه) وسال ان يحسب العشرين اوقية من فدائه فاتى فقال تركتني اتكفف قريشاً فقال فابن الذهب الذي دفعته الى ام الفضل وقت خروجك من مكة فقال ما علمه غيري وغيرها وما يدريك فقال اخبرني ربي.

(شرح العلامة الزرقاني على المواهب اللدنية ج ۷ ص ۲۰۸ مطبوعہ دار المرقفة بيروت)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الثامی متوفی ۹۳۳ھ لکھتے ہیں۔

وروي ابو داود عن ابن عباس رضي الله عنهما ان النبي ﷺ جعل فداء اهل الجاهلية يوم بدر اربعمائة وادعى العباس انه لا مال عنده فقال له رسول الله ﷺ فابن المال الذي دفنته انت وام الفضل وقلت لها ان اصبحت في سفري هذا لبنى الفضل وعبد الله وقسم؟ فقال والله اني لا علم انك رسول الله ان هذا الشيء ما علمه الا انا وام الفضل.

☆ حاشیہ.....

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جنگ بدر کے دن الہی جاہلیت کا قند یہ چار سو (درہم) مقرر کیا اور حضرت عباس نے یہ دعویٰ کیا کہ ان کے پاس بالکل مال نہیں ہے تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اچھا تو وہ مال کہاں ہے جو تم نے اور ام الفضل نے مل کر دفن کیا تھا اور تم نے کہا تھا کہ اگر میں اس مہم میں کام آگیا تو یہ مال میرے ان بیٹوں کا ہے الفضل، عبد اللہ اور حم۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم مجھے اب یقین ہو گیا کہ آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں اس بات کا میرے اور ام الفضل کے سوا کسی کو علم نہیں تھا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد غزوہ بدر الکبریٰ ج ۳ ص ۶۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۱۹۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن حبان بن احمد ابو حاتم التمیمی متوفی ۳۵۴ھ لکھتے ہیں۔

فقال العباس فانه ليس لي مال فقال رسول الله ﷺ فاین المال الذی وضعته بمكة حين خرجت عند ام الفضل وليس معكما احد وقلت ان اصبحت في سفري هذا فللفضل كذا ولقستم كذا ولعبد الله كذا۔ قال والذی بعثك بالحق ما علم بهذا احد من الناس غیری و غیرهما وانی اعلم انک رسول الله۔

**ترجمہ:** حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میرے پاس تو مال نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا عباس وہ مال کہاں ہے جو تم نے مکہ مکرمہ سے نکلتے وقت ام الفضل کے پاس رکھا اور اس وقت صرف تم دونوں میاں بیوی تھے اور تیسرا کوئی فرد تمہارے ساتھ نہیں تھا۔ اور تم کہہ رہے تھے کہ اگر میں ہلاک ہو جاؤں اور جنگ میں مارا جاؤں تو اس میں سے اتنا مال فضل کے لئے ہے اتنا حصہ تیرا ہے اور اتنا حصہ عبد اللہ کا۔ انہوں نے عرض کیا مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اس مال کو میرے اور آپ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور نہ کسی کو اس کا علم تھا میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں ﷺ۔

(الثقات ج ۱ ص ۱۸۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (اعلام النبوة ص ۶۲ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (دلائل النبوة والاصحاحی ص ۱۳۷ رقم الحدیث ۱۵۰ مطبوعہ دار طبعہ الریاض)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۴۷ھ روایت کرتے ہیں۔

قال فاین المال الذی دفنته انت وام الفضل وقلت لها ان اصبحت في سفري فهذا لبنی الفضل و عبد الله وقسم فقال والله انی لا اعلم انک رسول الله ان هذا شیء ما علمه الا انا وام الفضل۔

(البدایہ والنہایہ غزوہ بدر الکبریٰ ج ۳ ص ۲۹۹ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)، (السیرۃ النبویہ لابن کثیر فصل حکم اساری بدر ج ۲ ص ۳۰۶ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (المصول فی اختصار سیرۃ الرسول لابن کثیر ص ۲۰۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام ص ۱۰۲ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

امام علی بن برہان الدین الحنفی الشافعی متوفی ۷۶۶ھ لکھتے ہیں۔

فقال له رسول الله ﷺ فاین المال الذی دفعته لام الفضل یعنی زوجته وقلت لها ان اصبحت فهذا لبنی الفضل و عبد الله وقسم وفي كلام ابن قتيبة فللفضل كذا ولعبد الله كذا وقسم كذا فقال والله انی لا اعلم انک رسول الله ان هذا شیء ما علمه الا انا وام الفضل زاد فی رواية وانا اشهد ان لا اله الا الله وانک عبده ورسوله۔

(انسان العیون فی سیرۃ الامین المأمون المعروف بالسیرۃ الحلبیہ باب غزوہ بدر الکبریٰ ج ۲ ص ۲۵۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

☆.....

امام جلال الدين سيوطي متوفى ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابن اسحاق والبيهقي عن الزهري وجماعة ان العباس قال لرسول الله ﷺ ما عندى ما افتدى به قال فاين المال الذى دفنته انت وام الفضل فقلت لها ان اصبحت فى سفرى هذا فهذا المال لابنى الفضل وقسم فقال العباس والله انى لا علم انك رسول الله والله ان هذا شئ ما علمه احد غيرى وغير ام الفضل۔

**ترجمہ:** ۱۔ ابن اسحاق اور بیہقی امام زہری سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس فدیہ دینے کے لئے کچھ نہیں آپ نے فرمایا وہ مال کہاں ہے جو تم نے اور ام الفضل نے دفن کیا تھا اور تم نے دم رخصت یہ کہا کہ اگر میں مارا جاؤں تو یہ مال میرے بیٹوں فضل اور قسم کے لئے ہے۔ یہ سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ بولے! اللہ کی قسم مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ بخدا اس معاملے کا میرے اور ام الفضل کے سوا کسی کو قطعاً علم نہ تھا۔

(خصائص الکبریٰ باب ما وقع فی غزوة بدر من الآيات والمجرات ج ۳ ص ۳۳۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الدر المنثور فی التفسیر المأثور تحت آیت نمبر ۷ سورۃ الانفال ج ۳ ص ۳۶۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابی الفرج عبد الرحمن بن الجوزی متوفى ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

عن ابن عباس قال: لما اسر العباس وطلب منه الفداء قال ليس لى مال فقال له رسول الله ﷺ فاين المال الذى وضعت بمكة حين خرجت عند ام الفضل وليس معكما احد وقلت ان اصبحت فى سفرى هذا فللفضل كذا ولقسم كذا ولعبد الله كذا۔ قال والذى بعثك بالحق ما علم بهذا احد من الناس غيرى وغيرك وانى اعلم انك رسول الله۔

**ترجمہ:** حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جنگ بدر میں ستر کفار کے ساتھ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی قید ہو گئے تھے اور سرور عالم ﷺ نے ان سے فدیہ طلب فرمایا تو انہوں نے عرض کیا میرے پاس تو مال نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا عباس وہ مال کہاں ہے جو تم نے مکہ مکرمہ سے نکلتے وقت ام الفضل کے پاس رکھا اور اس وقت صرف تم دونوں میاں بیوی تھے اور تیسرا کوئی فرد تمہارے ساتھ نہیں تھا۔ اور تم کہہ رہے تھے کہ اگر میں ہلاک ہو جاؤں اور جنگ میں مارا جاؤں تو اس میں سے اتنا مال فضل کے لئے ہے اتنا حصہ تیرا ہے اور اتنا حصہ عبد اللہ کا۔ انہوں نے عرض کیا مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اس مال کو میرے اور آپ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور نہ کسی کو اس کا علم تھا میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں ﷺ۔

(الوقایا بحوال المصنف الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۱ مطبوعہ مطبعۃ البابى مصر)

علامہ یوسف بن اسماعیل النہانی متوفى ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں۔

اخرج ابو نعیم بسند صحيح عن ابن عباس رضى الله عنهما قال قال العباس حين اخذ رسول الله ﷺ منه الفداء بعد وقعة بدر لقد تركتني فقير قريش ما بقيت قال كيف تكون فقير قريش وقد استودعت بنادق الذهب ام الفضل وقلت لها ان قلت فقد تركتك غنية ما بقيت فقال العباس اشهد ان الذى تقوله قد كان وما اطلع عليه الا الله۔

واخرج ابن اسحاق والبيهقي عن الزهري وجماعة ان العباس قال لرسول الله ﷺ ما عندى ما افتدى به قال فاين المال الذى دفنته انت وام الفضل فقلت لها ان اصبحت فى سفرى هذا فهذا المال لابنى الفضل وقسم فقال العباس والله انى لا علم انك رسول الله والله ان هذا شئ ما علمه احد غيرى وغير ام الفضل۔

## حاشیہ.....☆

**ترجمہ:** حاکم نے یہ روایت اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فدیہ لیا گیا تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! جب تک میں زندہ رہوں گا آپ مجھ کو قریش کا فقیر بنا کے چھوڑیں گے آپ ﷺ نے جواب دیا آپ قریش کے فقیر کیونکر بنیں گے آپ نے تو سونے کے ڈھیر ام الفضل کے حوالے کئے ہیں اور ان سے کہا کہ اگر میں مارا جاؤں تو تاحیات تیرے لئے یہ سونا تجھ کو غنی رکھے گا یہ سن کر عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں کیونکہ جس بات کی آپ خبر دے رہے ہیں اس پر سوائے اللہ کے اور کوئی مطلع نہیں کر سکتا۔

ابن اسحاق اور بیہقی امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس فدیہ دینے کے لئے کچھ نہیں آپ نے فرمایا وہ مال کہاں ہے جو تم نے اور ام الفضل نے دفن کیا تھا اور تم نے دم رخصت یہ کہا کہ اگر میں مارا جاؤں تو یہ مال میرے بیٹوں فضل اور قثم کے لئے ہے۔ یہ سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ بولے! اللہ کی قسم! مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اس معاملے کا میرے اور ام الفضل کے سوا کسی کو قطعاً علم نہ تھا۔

(ج۱۰۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامة الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ج ۷ ص ۲۰۸ مطبوعہ دارالرفقہ بیروت)

محمد حارون معاویہ دیوبندی لکھتے ہیں۔

آپ ﷺ کا پوشیدہ دہشت کا حال بتا دینا

حضرت عبداللہ بن عباس اور ام المومنین عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ جنگ بدر میں کافروں کو شکست ہوئی تو حضور ﷺ کے چچا عباس بن عبدالمطلب جو اس وقت ایمان نہیں لائے تھے بھی اسیر ہو کر آئے تھے۔ حضور ﷺ نے قیدیوں کے عوض فدیہ طلب کیا تو انہوں نے عرض کی کہ میرے پاس اتنا مال نہیں ہے کہ زرفدیہ ادا کر سکوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ مال کیا ہوا؟ جو قثم ام الفضل (حضرت عباس کی زوجہ) کے پاس دفن کیا ہے اور اس سے کہہ آئے تھے کہ اگر میں مارا جاؤں تو یہ مال میری اولاد کے لئے ہے حضرت عباس نے کہا یا رسول اللہ! خدا کی قسم اس مال کی میرے اور ام الفضل کے سوا کسی کو خبر نہ تھی۔ (مسند احمد)

(خصوصیات مصطفیٰ ﷺ ج ۲ ص ۲۵۰-۲۵۱ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

## حدیث نمبر ۱۹..... ان نیزوں سے فدیہ ادا کرو جو جدے میں ہیں

امام محمد بن سعد متوفی ۲۴۰ھ لکھتے ہیں۔

قال اخبرنا علي بن عيسى النوفلي عن ابيه عن عمه اسحاق بن عبد الله بن الحارث بن نوفل قال لما اسير نوفل بن الحارث ببدر قال له رسول الله ﷺ افد نفسك يا نوفل قال مالي شيء افدى به نفسي يا رسول الله قال افد نفسك بما حلك التي بجدة قال اشهد انك رسول الله۔

**ترجمہ:** حضرت عبداللہ بن الحارث بن نوفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نوفل بن الحارث بدر میں گرفتار کئے گئے تو ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے نوفل! اپنی جان کا فدیہ دو عرض کی یا رسول اللہ! میرے پاس تو کچھ بھی نہیں جس سے میں اپنی جان کا فدیہ دوں فرمایا کہ اپنی جان کا فدیہ ان نیزوں سے ادا کرو جو جدے میں ہیں۔ عرض کی میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔

(طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۶ مطبوعہ دار صادر بیروت)

## ☆ حاشیہ

امام علی بن محمود بن سعید الخزاز متوفی ۷۸۹ھ لکھتے ہیں۔

قال لما اسر نوفل بن الحارث يوم بدر قال له رسول الله ﷺ افد نفسك قال مالي شيء افتدى به قال افد نفسك برماحك التي بجدة قال والله ما علم احد ان لي زماحا بجدة غيري بعد الله اشهد انك رسول الله ففدى نفسه بها وكانت الف ربح۔

(تخريج الدلالات السمعية ص ۶۹۶ مطبوعه دار الغرب الاسلامي بيروت)

امام محبت الدين ابو العباس احمد بن عبد الله متوفی ۶۹۳ھ لکھتے ہیں۔

عن عبد الله بن الحرث بن نوفل قال لما اسر نوفل بن الحارث ببدر قال له رسول الله ﷺ افد نفسك قال مالي شيء افتدى به قال افد نفسك برماحك التي بجدة فقال والله ما علم احد ان لي بجدة رماحا غيري بعد الله اشهد انك رسول الله وفدى نفسه بها فكانت الف ربح ذكره ابو عمر۔

( ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ص ۲۳۳ مطبوعه دار الکتب المصریہ )

امام ابی العباس احمد بن احمد الخفیب متوفی ۸۱۰ھ لکھتے ہیں۔

ومنهم نوفل بن الحارث بن عبد المطلب ابن عم النبي اسر يوم بدر فبمن اسر من المشركين وقال له النبي افد نفسك فقال ما عندي شيء فقال له ورمحك التي بجدة فقال والله ما علم بها احد اشهد انك رسول الله وفدى نفسه وكانت الف ربح۔

(وسيلة الاسلام بالنبي عليه الصلاة والسلام ص ۸۱ مطبوعه دار الغرب الاسلامي بيروت)

امام جلال الدين سيوطي متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

اخرج ابن سعد والبيهقي عن عبد الله بن الحارث بن نوفل قال لما اسر نوفل بن الحارث ببدر قال له رسول الله ﷺ افد نفسك يا نوفل قال مالي شيء افدى به نفسي قال افد نفسك من مالك الذي بجدة قال اشهد انك رسول الله ﷺ ففدى نفسه بها۔

**ترجمہ:** حضرت عبد اللہ بن حارث بن نوفل کہتے ہیں کہ جب نوفل بن حارث بدر کے مقام پر قیدی ہوئے تو حضور ﷺ نے ان سے فرمایا اپنا فدیہ دیکر آزادی حاصل کر لو تو انہوں نے جواب دیا کہ میرے پاس تو جان چھڑانے کے لئے کوئی چیز نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس مال سے فدیہ دو جو جدہ میں ہے یہ سن کر نوفل پکار اٹھے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں پھر اس مال کا فدیہ دیکر رہائی حاصل کر لی۔

(خصائص الکبری باب ما وقع فی غزوة بدر من الآيات والعجرات ج ۱ ص ۳۳۲ مطبوعه دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

عن عبد الله بن الحارث بن نوفل قال لما اسر نوفل بن الحارث ببدر قال له رسول الله ﷺ افد نفسك قال مالي شيء افتدى به قال افد نفسك برماحك التي بجدة قال والله ما علم احد ان لي بجدة رماحا غيري بعد الله اشهد انك رسول الله ففدى نفسه بها وكانت الف ربح۔

(الاستيعاب ذكر نوفل بن الحارث رضي الله عنه ج ۳ ص ۱۵۱۲-۱۵۱۳ رقم ۶۶۳۲ مطبوعه دار الجليل بيروت)، (سبل الهدى والرشاد غزوة بدر الكبرى ج ۳ ص ۶۹ مطبوعه دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

واخرج بن سعد من طريق اسحاق بن عبد الله بن الحارث بن نوفل عن ابيه قال لما اسر نوفل يوم

حاشیہ.....☆

بدر قال له النبي ﷺ افد نفسك برماحك التي بجدة فقال والله ما علم احد ان لي بجدة رماحا بعد  
غيري اشهد انك انك رسول الله ففدى نفسه بها وكانت الف ربح -

(الاصابة في تميز الصحابة ذكره نوفل بن حارث رضي الله عنه ج ٦ ص ٣٤٩ رقم ٨٨٣٢ مطبوعه دار النخيل بيروت)

علامہ ابو القاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ سکینی متوفی ۱۵۵ھ لکھتے ہیں۔

نوفل بن الحارث

ومنهم نوفل بن الحارث بن عبد المطلب يقال اسلم عام الخندق وهاجر وقيل بل اسلم حين  
وذلك ان النبي قال له افد نفسك قال ليس لي مال افدى به قال افد نفسك التي بجدة قال والله ما علم  
احد ان لي بجدة ارحاما الله اشهد انك رسول الله -

**ترجمہ:** مسلمان ہونے والے اسیران بدر میں سے ایک حضرت نوفل بن حارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ  
نے غزوہ خندق کے سال اسلام قبول کیا اور مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ اسی وقت اسلام لے آئے تھے جب آپ  
کو قید کیا گیا۔ واقعہ یوں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا اپنا فدیہ ادا کرو۔ انہوں نے عرض کی میرے پاس فدیہ کی ادائیگی کے لئے مال  
نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ان نیزوں کے ذریعے فدیہ ادا کرو جو تم نے جدہ میں رکھے ہیں۔ حضور ﷺ کا یہ ارشاد سن کر وہ کہنے لگے قسم بخدا  
اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اس بات کا علم نہ تھا کہ جدہ میں میرے نیزے پڑے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔  
(روض الانف تسمیہ من امر من الشریکین یوم بدر ج ۳ ص ۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ یوسف بن اسماعیل النہبانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

اخرج ابن سعد والبيهقي عن عبد الله بن الحارث بن نوفل قال لما أسر نوفل بن الحارث ببدر قال  
له رسول الله ﷺ افد نفسك يا نوفل قال مالي شيء افدى به نفسي قال افد نفسك من مالك الذي بجدة  
قال اشهد انك رسول الله ﷺ ففدى نفسه بها -

**ترجمہ:** حضرت عبد اللہ بن حارث بن نوفل کہتے ہیں کہ جب نوفل بن حارث بدر کے مقام پر قیدی ہوئے تو حضور ﷺ نے ان سے فرمایا  
اپنا فدیہ دیکر آزادی حاصل کر لو تو انہوں نے جواب دیا کہ میرے پاس تو جان چھڑانے کے لئے کوئی چیز نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس مال  
سے فدیہ دو جو جدہ میں ہے یہ سن کر نوفل پکاراٹھے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں پھر اس مال کا فدیہ دیکر رہائی حاصل کر لی۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

## حدیث نمبر ۶۲۰..... تو اسے نیل کا شکار کرتے ہوئے پائے گا

علامہ یوسف بن اسماعیل النہبانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

اخرج البيهقي وابن منده من طريق ابن اسحاق حدثني يزيد بن رومان وعبد الله بن ابي بكر ان  
رسول الله ﷺ بعث خالد بن الوليد الى اكيذر رجل من كنانة كان ملكا على دومة وكان نصرانيا فقال  
النبي ﷺ انك ستجده بصيد البقر فخرج خالد حتى اذا كان من حصنه منظر العين في ليلة مقمرة صافية  
وهو على سطح ومعه امراته فأتته البقرة بقرونها باب القصر فقالت له امراته هل رابت مثل هذا قط قال  
لا والله قالت فمن ترك مثل هذا قال لا احد فنزل فامر بفرسه فاسرج وركب معه نفر من اهل بيته فخرجوا  
بمطار دهم فتلفتهم خيل رسول الله ﷺ فاخذته فقال رجل من طيى يقال له بجير بن بجرة في ذلك:



☆.....

رايت الله يهدي كل مادي  
فانا قد امرنا بالجهاد

تبارك سائق البقرات انى  
فمن بك حانداً عن ذى نبوك

فقال له النبى ﷺ لا يفضض الله فاك فاتى عليه تسعون سنة لما تحرك له ضرر ولا سن-

**ترجمہ:** حضرت یزید بن رومان اور حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دومہ کے حکمران اکیدر کی طرف بھیجا اکیدر نصرانی تھا۔ حضور ﷺ نے پیش گوئی فرمائی کہ تم اسے اس حالت میں پاؤں گے کہ وہ جنگلی گائے کے شکار میں مصروف ہوگا چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے یہاں تک کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ قلعے کے اتنے قریب پہنچ گئے جہاں سے آدمی نظر آسکتا تھا رات چاندنی تھی۔ اکیدر اپنی بیوی کے ہمراہ قلعہ کی چھت پر تھا۔ اسی اثناء میں ایک جنگلی گائے قلعہ کے دروازہ کے ساتھ سر کرانے لگی۔ اکیدر کی بیوی نے اس سے کہا کیا آپ نے کبھی ایسا منظر دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں اس کی بیوی نے کہا کیا اس طرح کے شکار کو چھوڑا جاسکتا ہے؟ اکیدر نے کہا نہیں کوئی یہ موقع ہاتھ سے ضائع نہیں کر سکتا۔ وہ قلعہ کی چھت سے نیچے آیا۔ حکم دیا کہ گھوڑے پر زمین رکھی جائے۔ پھر اس پر سوار ہوا اس کے ہمراہ اس کے گھرانے کے چند آدمی تھے۔ وہ اپنے شکار کے لئے روانہ ہوئے تو نبی اکرم ﷺ کے قافلے سے ان کی ٹڈ بھیز ہو گئی۔ انہوں نے اسے گرفتار کر لیا اور اس کے بھائی حسان کو قتل کر دیا جس پر دیباچ کی سنہری تباہی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے چھین کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اکیدر کے ہمراہ بھیج دیا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اکیدر کو لیکر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے انہیں جاں بخشی فرمائی اور جزیہ پر صلح کر لی۔ پھر اسے رہا کر دیا۔ بنو طے کے ایک شخص بنجیر نے اس واقعہ کا یوں ذکر کیا ہے۔  
بابرکت ہے وہ جو نسل گائیوں کو ہنکا کر لانے والا ہے میں نے دیکھا کہ اللہ ہر طالب ہدایت کو ہدایت دیتا ہے۔  
پس جو شخص جوک والے نبی سے منحرف ہوتا ہو تو ہمیں تو جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔

نبی رحمتہ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس شاعر کو دعا دیتے ہوئے فرمایا اللہ تمہارے منہ کو سلامت رکھے اس دعا کا ثمرہ یہ ہے کہ نوے سال کی عمر میں اس شخص کی نہ تو داڑھ میں حرکت ہوئی نہ اس کا کوئی دانت ٹوٹا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۵۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (تیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۲۱۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة امام تہجدی باب بعث انبی ﷺ خالد بن الولید الی اکیدر دومۃ الخ ج ۵ ص ۲۵۰-۲۵۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری ج ۱ ص ۲۶۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة لابن نعیم اصغمانی اردو ص ۲۷۸-۲۷۹ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (طبقات الکبری ابن سعد ج ۲ ص ۱۶۶ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

ثم ان رسول الله ﷺ دعا خالد بن الوليد فبعته الى اکیدر دومة وهو اکیدر بن عبد الملك رجل من كندة كان ملكا عليها و كان نصرانيا فقال رسول الله ﷺ لخالد انك ستجده يصيد البقر۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بلایا اور اسے دومہ کے اکیدر کی طرف بھیجا یہ اکیدر بن عبدالملک تھا۔

.....☆ حاشیہ

یہ بنو کندہ کا ایک فرو تھا اور وہ کبادشاہ تھا یہ نصرانی تھا۔ حضور ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو اسے بیل شکار کرتے ہوئے پائے گا۔

(السیرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام ج ۵ ص ۲۰۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام محمد بن حبان بن احمد ابو تم التمیمی متوفی ۳۵۳ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ لخالد انك ستجدہ يصيد البقر الوحش۔

(السیرۃ النبویہ واخبار الخلفاء لابن حبان ص ۳۷۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۳۶۳ھ لکھتے ہیں۔

وقال له يا خالد انك ستجدہ يصيد البقر۔

(الدرر فی اختصار المغازی والسیر لابن عبد البر ص ۲۴۱ مطبوعہ دار المعارف القاہرہ مصر)

محمد بن ابی بکر الدمشقی الشہر باین قیم الجوزیہ متوفی ۵۱۱ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ لخالد انك ستجدہ يصيد البقر۔

(زاد المعاد فی حدیث نیر العباد فی بیعت رسول اللہ خالد بن الولید الی اکیدر دومہ ج ۳ ص ۵۲۸ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۴۳ھ روایت کرتے ہیں۔

وقال رسول الله ﷺ لخالد انك ستجدہ يصيد البقر۔

(السیرۃ النبویہ بحوالہ علیہ السلام خالد بن الولید الی اکیدر دومہ ج ۳ ص ۳۰-۳۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (البدایہ والنہایہ بحوالہ علیہ السلام خالد بن

الولید الی اکیدر دومہ ج ۵ ص ۱۷ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب المادوری متوفی ۳۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

ومن اعلامہ انه بعث خالد بن الولید من تبوك فی اربع مائۃ وعشرين فارسا التی اکیدر بن

عبد الملك بدومة الجندل من كندة فقال خالد يا رسول الله كيف لي به وسط بلاد كلب وانما انا في عدد

يسير فقال ستجدہ يصيد البقر فتأخذه۔

(اعلام النبوة ص ۱۶۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

**حدیث نمبر ۲۱**..... وودوا ونث کہاں ہیں جنہیں تم نے عقیق میں فلاں فلاں وادی میں چھپا دیا ہے

امام عبد الملك بن ہشام متوفی ۳۱۳ھ لکھتے ہیں۔

قال ابن هشام ويقال لما انصرف رسول الله ﷺ من غزوة بني المصطلق ومعه جویریۃ بنت الحارث وكان بذات الجیش دفع جویریۃ الی رجل من الانصار ودیعة وامره بالاحتفاظ بها وقدم رسول الله ﷺ المدینۃ فاقبل ابوہا الحارث بن ابی ضرار بفداء ابنتہ فلما كان بالعقیق نظر الی الابل الت جاء بها للفداء فرغب فی بعیرین منها ففیہما فی شعب من شعب العقیق ثم التی الی النبی ﷺ وقال یا محمد اصبت مبتنی وهذا فداؤہا فقال رسول الله ﷺ فاین البعیران اللذان غیتہما بالعقیق فی شعب کذا وكذا فقال الحارث اشهد ان لا اله الا الله وانك محمد رسول الله فوالله ما اطلع علی ذلك الا الله فاسلم الحارث واسلم معه ابنان له وناس من قومه وارسل الی البعیرین فجاء بهما فدفع الابل الی النبی ﷺ ودفع الیہ ابنتہ جویریۃ فاسلمت وحسن اسلامہا فخطبها رسول الله ﷺ الی ابيہا فزوجه اياها واحد قها اربع مائۃ درهم۔

## ☆ حاشیہ

**ترجمہ:** حضرت ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ کہا جاتا ہے کہ جب حضور ﷺ غزوہ بنی مصطلق سے واپس ہوئے جبکہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا آپ کے ساتھ تھیں آپ ﷺ نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بطور امانت ایک انصاری کو دے دیں اور حفاظت کا حکم دیا۔ حضور ﷺ نے طیبہ پہنچے تو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا باپ حارث اپنی بیٹی کا فدیہ لے کر پہنچا جب عقیق کے مقام پر پہنچا تو اپنے اونٹوں کو دیکھا جو فدیہ کے طور پر لایا تھا اسے دو اونٹ بہت اچھے لگے اور عقیق کی وادیوں میں انہیں چھپا دیا پھر حضور ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا۔ عرض کی اے محمد ﷺ آپ نے میری بیٹی کو پکڑ لیا ہے یہ اونٹ اس کا فدیہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ دو اونٹ کہاں ہیں جنہیں تم نے عقیق میں فلاں فلاں وادی میں چھپا دیا ہے حارث نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ کی قسم! اس بات پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی آگاہ نہیں۔ حارث مسلمان ہو گیا ساتھ ہی اس کے دو بیٹے بھی مسلمان ہو گئے اور اس کی قوم کے کئی لوگ بھی مسلمان ہو گئے حارث نے دونوں اونٹوں کو لانے کے لئے ایک آدمی بھیجا جو ان دونوں اونٹوں کو لے آیا۔ اونٹ حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کئے۔ حضور ﷺ نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو حارث کے حوالے کر دی۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کر لیا اور بہت اچھی مسلمان ثابت ہوئیں۔ حضور ﷺ نے ان کے والد کو دعوت نکاح دی، ان کے والد نے اپنی بیٹی کا نکاح حضور ﷺ سے کر دیا اور حضور ﷺ نے چار سو درہم مہر عطا کیا۔

(السيرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام غزوۃ بنی المصطلق فی شعبان سہ ست ج ۳ ص ۲۵۹ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)

یہی امام عبد الملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ فاین البعیران اللذان غیبتہما بالعقیق فی شعب کذا و کذا فقال الحارث اشہد ان لا اله الا الله وانک محمد رسول الله فوالله ما اطلع علی ذلك الا الله۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ نے فرمایا وہ دو اونٹ کہاں ہیں جنہیں تم نے عقیق میں فلاں فلاں وادی میں چھپا دیا ہے حارث نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ کی قسم! اس بات پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی آگاہ نہیں۔

(السيرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام ذکر احوال و احوال ﷺ ج ۶ ص ۵۹ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

قال فلما کان بالعقیق نظر الی الابل فرغب فی بعیرین منها فغیبتہما فی شعب ثم جاء فقال یا محمد هذا فداء ابنتی فقال فاین البعیران اللذان غیبتہما بالعقیق فقال الحارث اشہد ان لا اله الا الله وانک رسول الله والله ما یتحقق علی ذلك الا الله۔

(الإصابة فی تیز الصحابہ ذکر الحارث بن ابی ضرار رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۵۷۹ رقم ۱۳۲۹ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)، (خصائص الکبریٰ باب ما وقع فی غزوۃ بنی المصطلق من الآیات والنصائح ج ۳ ص ۳۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (ملہ المحدثی والارشاد غزوۃ بنی المصطلق ج ۳ ص ۳۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام علی بن برہان الدین الحنفی الشافعی متوفی ۱۰۶۶ھ لکھتے ہیں۔

عن عبد الله بن زياد رضي الله عنه قال افاء اى غنم رسول الله تعالى ﷺ فى غزوة بنى المصطلق جویریة بنت الحارث وقدم رسول الله ﷺ المدينة فاقبل ابوها فى فداها فلما كان بالعقیق نظر الى ابله التى يفدى بها ابنته فرغب فى بعیرین منها كانا من افضلها فغیبتہما فی شعب من شعاب العقیق ثم اقبل علی رسول الله ﷺ فقال یا محمد اصبتہم ابنتی هذا فداؤها فقال له رسول الله ﷺ فاین البعیران اللذان غیبتہ بالعقیق فی شعب کذا و کذا فقال الحارث اشہد انک رسول الله ما اطلع علی ذلك الا الله واسلم۔

## حاشیہ.....☆

**ترجمہ:** حضرت عبداللہ بن زیاد بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ غزوہ بنی مصلط میں جو یہ بنت حارث بطور غنیمت عطا فرمائی تو ان کا باپ حارث ان کی رہائی کے لئے فدیہ لے کر آیا جب وادی عقیق میں پہنچا تو ان اونٹوں کی طرف دیکھا جو اپنی بیٹی کے فدیے میں دیئے تھے اسے دواؤں ان میں سے بہت پسند آئے پس ان دونوں اونٹوں کو وادی عقیق کی ایک گھائی میں غائب کر دیا پھر دیگر اونٹوں کو ہنکا کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا محمد! میری بیٹی آپ کے ہاں گرفتار ہے یہ اس کا فدیہ ہے فرمایا: وہ دونوں اونٹ کہاں ہیں جو تم نے وادی عقیق میں غائب کئے ہیں یہ سن کر حارث نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ واقعی میں نے ان دونوں اونٹوں کو عقیق میں غائب کیا اور اس بات پر سوائے اللہ کے کوئی آگاہ نہ تھا۔ اس کے بعد حارث نے اسلام قبول کر لیا۔ (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروف بالسیرۃ الخلیفہ ج ۲ ص ۵۸۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (جۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

### حدیث نمبر (۲۲)..... اس طرف سے کچھ سوار تمہارے پاس آئیں گے جو اہل مشرق کے بہترین لوگ ہیں

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو علی الحسین بن محمد الروذباری انبانا اسماعیل بن محمد ابن اسماعیل الصفار حدثنا الحسين بن الفضل بن السمع حدثنا قيس بن حفص الدارمي حدثنا طالب بن حجير العبدی حدثنا هود بن عبد الله بن سعيد انه سمع مزیدة انصری قال بينما النبی ﷺ يحدث اصحابه اذ قال لهم سيطلع عليكم من هاهنا ركب هم خير اهل المشرق فقام عمر فتوجه نحوهم فلقى ثلاثة عشر راكبا فقال من القوم؟ قالوا من بني عبد القيس الخ۔

**ترجمہ:** مزیدہ انصری بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ جو گفتگو تھے کہ دوران گفتگو فرمایا: عنقریب اس طرف سے کچھ سوار تمہارے پاس آئیں گے جو اہل مشرق کے بہترین لوگ ہیں۔ یہ ارشاد سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور اس جانب روانہ ہو گئے تو 13 افراد پر مشتمل ایک وفد ان سے ملا پوچھا: کس قبیلہ سے تمہارا تعلق ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ ہم بنی عبد القیس سے ہیں۔

(دلائل النبوة باب وفد عبد القیس و اخبار انبی ﷺ بطوعم قبل تدومم ج ۵ ص ۳۲۶-۳۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۵ ص ۳۷۷ مطبوعہ مکتبۃ التجاریہ مکۃ المکرمہ)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروف بالسیرۃ الخلیفہ ج ۲ ص ۵۸۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام نہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

واخرج ابن شاهين من طريق حسين بن محمد قال حدثنا ابي حدثنا جعفر بن الحاکم العبدی عن صخار بن العباس ومزیلة بن مالک فی نفر من عبد القیس قالوا کان الاشج اشج عبد القیس صدیقاً لراهب بدایین فلقیه عاماً فاخبره ان نبیا یخرج بمکة یا کل الهدیة ولا یا کل الصدقة بین کتفیه علامۃ یتظهر علی الادیان ثم مات الراهب فبعث الاشج ابن اخته فاتی مکة عام الهجرة فلقى النبی ﷺ ورأى صحة العلامة فاسلم الاشج وکنم اسلامه حینا ثم خرج فی ستة عشر رجلاً وقدم المدينة فخرج النبی ﷺ فی الليلة التي قدموا فی صباحها فقال لباتین ركب من قبل المشرق م یکرهوا علی الاسلام لصاحبهم علامة فقدم اشج عبد القیس فی نفر من قومه کان قدومهم عام الفتح۔

## ☆ حاشیہ.....

**ترجمہ:** ابن شاپن رحمۃ اللہ علیہ صحابہ بن عباس اور مزیدہ بن مالک سے روایت کرتے ہیں (یہ مزیدہ وفد عبد القیس کے ایک رکن تھے) وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے راہب کا دوست تھا۔ ایک سال اس سے ملاقات ہوئی تو اس نے بتایا کہ مکہ شریف میں ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے جو ہدیہ قبول کرتا ہے مگر صدقہ نہیں کھاتا اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک نشانی ہے اور وہ سارے ادیان پر غالب آجائے گا۔ اس کے بعد راہب کی موت واقع ہو گئی۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے تحقیق حال کے لئے اپنے بھانجے کو مکہ شریف بھیجا وہ ہجرت کے سال آیا اور نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی اور نبوت کی نشانیوں کو صحیح پا کر اسلام لے آیا۔ نبی کریم ﷺ نے اس سورہ الحمد اور سورہ العلق کی تعلیم دی۔ اس کے بعد اسے حکم دیا کہ اب جا کر اپنے ماموں کو اسلام کی دعوت دو چنانچہ اس نے لوٹ کر اپنے ماموں کو تمام حالات سے آگاہ کیا جس کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے پانچ اسی رات نبی کریم ﷺ نے پیش گوئی فرمائی کہ مشرق کی طرف سے ایک قافلہ آنے والا ہے جنہیں اسلام مدینہ آیا جس صبح یہ وفد مدینہ پہنچا اسی رات نبی کریم ﷺ نے پیش گوئی فرمائی کہ مشرق کی طرف سے ایک قافلہ آنے والا ہے جنہیں اسلام کے لئے مجبور نہیں کیا گیا بلکہ برضا اور رغبت آرہے ہیں ان کے رہنما کی ایک علامت ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اپنی قوم کے چند نفوس کے ساتھ آیا یہ فتح مکہ کے سال کا واقعہ ہے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۴۰ھ لکھتے ہیں۔

نظر رسول الله ﷺ الى الافق صبيحة ليلة قدموا وقال لياتين ركب من المشرقين لم يكرهوا قد انضوا الركاب وافنوا الزاد بصاحبهم علامة اللهم اغفر لعبد آلف اتوني لا يسألوني مالا هم خير اهل المشرق۔

**ترجمہ:** نبی کریم ﷺ نے اس رات جس کی صبح بنو عبد القیس کا وفد آیا تھا۔ افق کی طرف دیکھ کر فرمایا: مشرکین کی ایک جماعت آئے گی جنہیں اسلام کے لئے مجبور نہیں کیا گیا ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ سفر کی صعوبتوں نے ان کے جانوروں کو دبلا کر دیا ہے۔ ان کا زادراہ ختم ہو چکا ہے اور ان کے سردار کی ایک نشانی ہے پھر دعا فرمائی ہے اے اللہ! عبد القیس کو معاف فرما وہ حصول مال کے لئے میرے پاس نہیں آئے وہ اہل مشرق کے بہترین لوگ ہیں۔

(طبقات الکبریٰ ابن سعد و توفیقہ عربیہ وفد عبد القیس ج ۱ ص ۳۱۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام احمد بن عمرو بن الفحاک ابو یکر الشیبانی متوفی ۲۸۰ھ لکھتے ہیں۔

سیطلع علیکم من هذا الوجه ركب هم خير اهل المشرق.....

(الآحاد والثانی ج ۳ ص ۳۱۴ رقم الحدیث ۱۶۹۰ مطبوعہ دارالریایۃ الریاض)

امام عبد الباقی بن قانع ابوالحسن متوفی ۳۵۱ھ روایت کرتے ہیں۔

وخیر اهل المشرق عبد القیس۔

(معجم الصحابہ ج ۲ ص ۳۲۶ رقم الحدیث ۸۸۳ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر الذریج ص ۲۳۷ رقم الحدیث ۴۰۵۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۵۷۰ھ روایت کرتے ہیں۔

## حاشیہ.....☆

سپطلع من هاهنا ركب هم خير اهل المشرق۔

(السيرة النبوية وفد عبد القيس ج ۳ ص ۸۰ مطبوعه دار الكتاب العربي بيروت)، (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۹۱۔ بزار رقم الحديث ۲۷۲۶۔ الاصابه ج ۱ ص ۲۱۶ رقم ۱۰۳۲۔ الاستيعاب ج ۱ ص ۲۳۷۔ ۲۳۹)، (انسان العيون في سيرة الائمة الميامون المعروفه بالسيرة الخليلية ج ۳ ص ۲۵۱ مطبوعه دار المرقه بيروت)، (خصائص الكبرى ج ۲ ص ۲۶ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت) (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۵ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۵ ص ۳۶۔ ۳۷ مطبوعه مکتبۃ التجاریہ مکتبۃ المکرمہ)، (السيرة النبوية وفد عبد القيس ج ۳ ص ۸۰ مطبوعه دار الكتاب العربي بيروت)، (الاستيعاب بما تضمنته من منافي رسول الله والاشياء الخلقاء وفد عبد القيس ج ۲ ص ۳۲۸ مطبوعه عالم الكتب بيروت)، (الاحاد والثنائي ذكر الازرع بن الزارع ج ۳ ص ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶ رقم الحديث ۱۶۸ مطبوعه دار الرية الرياض)، (الاستيعاب في معرفة الاصحاب لابن عبد البر ج ۱ ص ۱۳۱ مطبوعه دار الجيل بيروت)، (مجموعه الصلبيہ ج ۱ ص ۲۴۱ رقم ۲۷۵ مطبوعه مکتبۃ الغرباء الاثرية المدینہ المنورہ)، (زاد المعاد فی حدی خیر العباد فی فضل وفد عبد القيس ج ۳ ص ۶۰۶ مطبوعه مؤسسه الرساله بيروت)

ابام جلال الدين سيوطي متوفى ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج الحاكم عن انس ان وفد عبد القيس من اهل هجر قدموا على رسول الله ﷺ فبينما هم قعود عنده اذ اقبل عليهم فقال لكم تمرة تدعونها كذا حتى عذ الوان تمرهم اجمع فقال له رجل من القوم بابي انت وامى يا رسول الله والله لو كنت ولدت في جوف هجر ما كنت باعلم منك الساعة اشهد انك رسول الله فقال ﷺ ان ارضكم رفعت لى منذ قعدتم الى فنظرت من ادناها الى اقصاها فخير تمراتكم البرنى يذهب الداء ولا داء فيه۔

**ترجمہ:** حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اہل ہجر سے عبد القیس کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں باریاب ہوا وہ بیٹھے تھے کہ اچانک آپ ﷺ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: تمہارے ہاں کئی قسم کی کھجوریں ہوتی ہیں اور تم فلاں رنگ کی کھجور کو اس نام سے پکارتے ہو یہ سن کر ایک شخص بولا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اگر آپ ﷺ کی ولادت مقام حجر میں ہوتی تو اس سے زیادہ آپ ان کھجوروں کے متعلق علم نہ رکھتے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا جب تم میرے پاس بیٹھے تو تمہاری سرزمین اٹھا کر میرے سامنے کر دی گئی اور میں نے اسے ایک سرے سے دوسرے تک بالتفصیل دیکھا تمہاری کھجوروں میں سے بہترین کھجور ”برنی“ ہے جو بیماری کو دور کرتی ہے اور خود اس میں کوئی بیماری نہیں۔

(خصائص الكبرى ج ۲ ص ۷۷ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۵ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)

محدث کبیر امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا قيس بن حفص قال حدثنا طالب بن حجيرة العبدی قال حدثني هود بن عبد الله بن سعد سمع جده مزيلة العبدی قال ثم جاء اشج يمشي حتى اخذ بيد النبي ﷺ فقبلها فقال له النبي ﷺ اما ان فيك لخلقين يحبهما الله ورسوله قال جبلا جبلت عليه او خلقا معي؟ قال لا بل جبلت عليه قال الحمد لله الذي جبلني على ما يحب الله ورسوله۔

**ترجمہ:** مزیدہ عبدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اشج رضی اللہ عنہ پیدل چلتے ہوئے بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک کو پکڑ کر بوسہ دیا تو نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تمہارے اندر دو خصلتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ پسند کرتے ہیں۔ اس نے عرض کیا کیا وہ ایسی چیزیں ہیں؟ جن پر میں پیدا ہوا ہوں۔ (یعنی فطرتی) یا وہ بعد میں پیدا کی گئیں ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ بلکہ وہ فطری ہیں جن پر تم پیدا کیے گئے ہو۔ اشج رضی اللہ عنہ نے کہا سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے میرے اندر

☆.....حاشیہ

ایسی خصلتیں پیدا فرمائیں جن کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محمد ﷺ پسند فرماتے ہیں۔

(الادب المفرد ص ۲۰۶ رقم الحدیث ۵۸۷ مطبوعہ دار البشائر الاسلامیۃ بیروت)، (التاریخ الکبیر للبخاری مختصر ج ۸ ص ۳۰-۳۱ رقم ۲۰۳۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۲۰ ص ۳۳۵ رقم الحدیث ۸۱۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

امام ابو یعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

يطلع عليكم من هذا الوجه ركب من خير اهل المشرق-

(مسند ابی یعلیٰ ج ۱۲ ص ۲۳۵-۲۳۶-۲۳۷ رقم الحدیث ۶۸۵۰ مطبوعہ دار المأمون للتراث دمشق)

امام حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

انه سيطلع عليكم من هذا الوجه ركب هم من خير اهل المشرق.

(نوادرا الاصول فی احادیث الرسول ج ۳ ص ۳۷ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)

**حدیث نمبر (۳۲)..... اسی ترتیب سے خلفاء ہوں گے**

امام حارث بن ابی اسامہ متوفی ۲۸۲ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا يحيى بن عبد الحميد الحماني ثنا حشرج بن نباتة حدثني سعيد بن جهمان عن سفينة مولى رسول الله قال لما بنى رسول الله المسجد وضع حجرا ثم قال ليضع ابوبكر حجره الى جنب حجري ثم قال ليضع عمر حجره الى جنب حجري ثم قال ليضع عثمان حجره الى جنب حجري عمر ثم قال هؤلاء الخلفاء من بعدى-

(بنية الباحث عن زوائد من المراثي والحداد - كتاب الاميرة قباب ماجا في الخلفاء ج ٢ ص ٦٢١ رقم الحديث ٥٩٣ مطبوع مركز خدمة السنة والسيرة العلمية - المدينة المنورة)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۴۲ھ روایت کرتے ہیں۔

وَقَدْ قَالَ الْحَافِظُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّلَائِلِ حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْحَافِظُ أَمْلَأَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ بْنُ إِسْحَاقَ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ بْنُ شَرِيكَ حَدَّثَنَا نَعِيمُ بْنُ حَمَادٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ أَخْبَرَنَا حُشْرَجُ بْنُ نَبَاتَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُمَهَانَ عَنْ سَفِينَةَ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ جَاءَ أَبُو بَكْرٍ بِحَجَرٍ فَوَضَعَهُ ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ بِحَجَرٍ فَوَضَعَهُ ثُمَّ جَاءَ عِثْمَانُ بِحَجَرٍ فَوَضَعَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ هَؤُلَاءِ وَلَاةُ الْأَمْرِ بَعْدِي۔

ثم رواه من حديث يحيى بن عبد الحميد الحماني عن حشرج عن سعيد عن سفينة قال لما بنى رسول الله ﷺ المسجد وضع حجراً ثم قال ليضع أبو بكر حجراً إلى جنب حجري ثم ليضع عمر حجراً إلى جنب حجر أبي بكر ثم ليضع عثمان حجراً إلى جنب حجر عمر فقال رسول الله ﷺ هؤلاء الخلفاء من بعدي.

(السيرة النبوية: فصل بناء مسجد الشرف في مدة مقامه عليه السلام بدار أبي أيوب رضي الله عنه ج ٢ ص ٢٦٩-٢٧٠ مطبوعه دار الكتب العربي بيروت)، (دلائل النبوة للشيخ ج ٢ ص ٥٥٣ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)، (محرر ج ٣ ص ١٣ مطبوعه مصر)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابو يعلى والحاكم وابو نعيم عن عائشة قالت: اول حجر حمله النبي ﷺ لبناء المسجد ثم حمل ابو بكر حجر اثم حمل عثمان حجر ا فقال رسول الله ﷺ هو لاء الخلفاء بعدى.

**ترجمہ:** ابو بلی وحاکم اور ابونعیم رحمہم اللہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا نبی کریم ﷺ نے

## حاشیہ.....☆

مسجد کی بنیاد کے لئے سب سے پہلے خود پتھر اٹھایا۔ آپ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پتھر اٹھایا پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پتھر اٹھایا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پتھر اٹھایا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے بعد (اسی ترتیب سے) یہ حضرات خلفاء ہوں گے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۰۰ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکتبۃ المکرمہ)، (سبل الہدیٰ والرشاد ج ۱ ص ۸۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابو یعلیٰ والحارث بن اسامہ وابن حبان والحاکم وصححه والبیہقی وابو نعیم عن سفینۃ قال: لما بنی رسول اللہ ﷺ المسجد جاء ابو بکر بحجر فوضعه ثم جاء عمر بحجر فوضعه ثم جاء عثمان بحجر فوضعه فقال النبی ﷺ هؤلاء ولایۃ الامر بعدی۔

**ترجمہ:** وابو یعلیٰ وحارث بن اسامہ، ابن حبان وحاکم رحمہم اللہ نے صحیح بتا کر اور بیہقی وابو نعیم رحمہما اللہ نے سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ جب نبی کریم ﷺ نے مسجد کی بنیاد رکھی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پتھر لائے۔ آپ نے اسے رکھا۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پتھر لائے آپ نے اسے رکھا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پتھر لائے اور آپ نے اسے رکھا اس وقت آپ نے فرمایا میرے بعد اسی ترتیب سے خلفاء ہوں گے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الہدیٰ والرشاد ج ۱ ص ۸۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابو نعیم عن قطبۃ بن مالک قال: مررت برسول اللہ ﷺ ومعہ ابو بکر وعمر وعثمان وهو يؤسس مسجد قباء فقلت یا رسول اللہ تبنی هذا البناء وانما معک هؤلاء الثلاثة قال ان هؤلاء اولیاء الخلفاء بعدی۔

**ترجمہ:** ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم تھے اور آپ مسجد قبا کی تعمیر فرما رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ اس کی تعمیر فرما رہے ہیں درآں حالیکہ آپ کے ساتھ صرف یہی تین حضرات ہیں۔ آپ نے فرمایا میرے بعد یہی تین صاحبان خلافت ہیں۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الہدیٰ والرشاد ج ۱ ص ۸۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

## حدیث نمبر ۲۴..... سب سے پہلے مجھ سے حضرت فاطمہ رض اللہ عنہا ملے گی

امام ابویسی ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن بشار حدثنا عثمان بن عمرو اخبرنا اسرا ئیل عن میسرۃ بن حبیب عن المنہال بن عمرو عن عائشۃ بنت طلحۃ عن عائشۃ ام المؤمنین ثم قالت ما رأیت احد اشبه سمنا ودلا وهدیا برسول اللہ فی قیامها وقعودها من فاطمۃ بنت رسول اللہ ﷺ قالت وكانت اذا دخلت علی النبی ﷺ قام الیہا فقبلہا واجلسہا فی مجلسہ وكان النبی ﷺ اذا دخل علیہا قامت من مجلسہا فقبلتہ واجلسہ فی مجلسہا فلما مرض النبی ﷺ دخلت لفاطمۃ فاکت علیہ فقبلتہ ثم رفعت راسہا فبکت ثم اکت علیہ ثم رفعت راسہا فضحکت قلت ان كنت لاظن ان هذه من اعقل نساتنا فاذا هی من النساء فلما توفي النبی ﷺ قالت لها ارایت حين



حاشیہ.....☆

اکبت علی النبی ﷺ فرفعت راسک فیکبت ثم اکبت علیہ فرفعت راسک فضحکت ما حملک علی ذلك قالت انی اذا لبذرة اخبرنی انه میت من وجعه هذا فیکبت ثم اخبرنی انی اسرع اهلہ لحوقاً به لذلک حين ضحکت۔

**ترجمہ:** ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے قریب کسی کو نہیں دیکھا جو اپنی نشست پر خواست اور زندگی کے عام معمولات میں آپ کے سب سے زیادہ مشابہ ہو، جب وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں تو آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے ان کو بوسہ دیتے اور ان کو اپنے پاس بٹھاتے جب نبی کریم ﷺ بیمار ہو گئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور جھک کر آپ ﷺ کو بوسہ دیا اور سر اٹھا کر رونے لگیں پھر دوبارہ آپ ﷺ پر جھکیں اور سر اٹھا کر ہنسنے لگیں جب نبی کریم ﷺ فوت ہو گئے تو میں نے ان سے کہا جب آپ پہلی بار نبی کریم ﷺ پر جھکی تھیں تو رونے لگیں تھیں پھر جب آپ دوبارہ جھکیں اور سر اٹھایا تو آپ ہنسنے لگیں تھیں۔ اس کا کیا سبب تھا؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں آپ کا راز بتا رہی ہوں پہلی بار آپ ﷺ نے یہ بتایا تھا کہ آپ اس درد اور اس بیماری سے فوت ہو جائیں گے تو میں رونے لگی پھر دوسری بار آپ ﷺ نے یہ بتایا تھا کہ آپ کے اہل میں سے سب سے پہلے میں آپ کے ساتھ طوں گی تو میں ہنسنے لگی۔

(سنن الترمذی باب فضل فاطمہ بنت محمد ﷺ ج ۵ ص ۷۰۰ رقم الحدیث ۳۸۷۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (دلائل النبوة امام بیہقی باب ما جاء فی نعیہ نفسہ ﷺ الی ابنہ فاطمہ رضی اللہ عنہا الخ ج ۷ ص ۱۶۳-۱۶۵ ج ۶ ص ۳۶۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۹۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) صحیح البخاری رقم الحدیث ۳۶۲۳-صحیح مسلم رقم الحدیث ۹۹-سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۱۶۲۱-مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۱۲۹-طبرانی کبریٰ ج ۱۱ ص ۳۳۰)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ج ۳ ص ۳۲۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تیمم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۱۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (اشفا جعفر یف حقوق المصطفیٰ ج ۱ ص ۲۰۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (اتحاف سادة المتقین ج ۸ ص ۳۳۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۳۸۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (شرح العلامة الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ج ۷ ص ۲۱۲ مطبوعہ دار المرقفہ بیروت)، (الوقایا بحوال المصطفیٰ ج ۲ ص ۷۸۱ مطبوعہ مکتبۃ الباب فی مصر)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۳۶۹-۳۷۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)۔

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

فاخبرنی انی اول من یتبعہ من اهلہ فضحکت۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۷۵۴ رقم الحدیث ۱۲۳۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابراهيم بن عبد الله نا سليمان بن داود نا عباد بن العوام نا هلال بن حباب عن عكرمة عن بن عباس قال قال رسول الله ﷺ لفاطمة ثم انت اول لحوقا بی۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۶۴ رقم الحدیث ۱۳۳۵ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت)

امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں۔

فاخبرنی انی اسرع اهلہ به لحوقاً وانی سیدة نساء اهل الجنة الا مریم بنت عمران فرفعت راسی فضحکت۔

(فضائل الصحابة للنسائی ص ۷۶-۷۷ رقم الحدیث ۲۶۱-۲۶۲-۲۶۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (کتاب الوقایا للنسائی ص ۲۳ رقم الحدیث ۲ مطبوعہ مکتبۃ التراث الاسلامی القاہرہ مصر)، (الذریۃ الظاہرۃ النبویہ ص ۱۰۰ رقم الحدیث ۱۸۵ مطبوعہ الدار السلفیۃ الکویت)

## حاشیہ.....☆

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۳۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔  
ومن انداره ماروی انه قال لفاطمة رضى الله تعالى عنها انك اول اهل بيتي لحا قبي ونعم السلف  
انا لك فكانت اول من مات بعده من اهل بيته۔  
(اعلام النبوة الباب الثاني عشر في انداره بما سمعت بعده ص ۱۸۱ مطبوعه دار الكتب العربی بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔  
وانك اول اهل بيتي لحوقا بي ونعم السلف انا لك فبكيت لذلك ثم قال الا ترضين ان تكوني  
سيدة نساء هذه الامة او نساء المؤمنين قالت فضحكت لذلك۔  
(مسند احمد احاديث فاطمة بنت رسول الله ﷺ ج ۶ ص ۲۸۲ رقم الحديث ۲۶۳۵۶ مطبوعه مؤسسة قرطبة مصر)، (الدرر في اختصار المغازي والسير لابن  
عبد البر ذكر وفاة النبي ﷺ ص ۲۷۰ مطبوعه دار المعارف القاهرة مصر)

محدث کبير امام ابو نعیم احمد بن عبد الله اصفهانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔  
قال يا فاطمة اما ترضين ان تكوني سيدة نساء العالمين او نساء هذه الامة فضحكت۔  
**ترجمہ:** حضور ﷺ نے فرمایا اے فاطمہ کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تم جہانوں اور اس امت کی عورتوں کی سردار ہو؟ میں یہ  
بات سن کر ہنس پڑی۔

(حلیہ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکر فاطمہ بنت رسول الله ﷺ ج ۲ ص ۴۰ مطبوعه دار الكتب العربی بیروت)، (دلائل النبوة علامہ ص ۹۸ رقم الحديث  
۹۳ مطبوعه دار طبعہ الریاض)، (مفہوم الصفوة ج ۲ ص ۱۲ مطبوعه دار المعرفه بیروت)، (ذخائر الحقیقی فی مناقب ذوی القربی ص ۴۰ مطبوعه دار الكتب المصریہ)،  
(وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام ص ۱۳۳ مطبوعه دار الغرب الاسلامی بیروت)، (الاستیعاب ذکر سیدۃ النساء فاطمہ رضى الله عنها بنت رسول الله ﷺ ج  
۳ ص ۱۸۹۳ رقم ۳۰۵ مطبوعه دار البیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ لکھتے ہیں۔  
حدثنا ابن جريج عن الزهري عن عروة قال: توفيت فاطمة بعد النبي ﷺ بستة اشهر۔  
(تاریخ الامم والملوک المعروف بتاريخ الطبری ج ۲ ص ۲۵۳ مطبوعه دار الكتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۴۰ھ لکھتے ہیں۔  
وقال انت اسرع اهلى بي لحوقا قالت فبكيت لذلك۔  
(طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۷ مطبوعه دار صادر بیروت)

حافظ ابو عمرو دین عبد البر مالکی متوفی ۳۶۳ھ لکھتے ہیں۔  
وماتت فاطمة رضى الله عنها بنت رسول الله ﷺ وكانت اول اهله لحوقا به وصلى عليها على بن  
ابى طالب۔  
(الاستیعاب ذکر سیدۃ النساء فاطمہ رضى الله عنها بنت رسول الله ﷺ ج ۳ ص ۱۸۹۸ رقم ۳۰۵ مطبوعه دار البیروت)

علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی خفی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں۔  
من معجزاته ﷺ (اخبر فاطمة ابنته رضوان الله عليها) وهي الزهراء تكنى بام ايها ولدت سنة احدى واربعين  
من ولد ايها ﷺ وهي اصغر البنات (بانها اول اهله لحاقا به فكان كذلك) فانها توفيت بعده بستة اشهر۔  
(اتحاف سادة المتقين ج ۸ ص ۳۳۰ مطبوعه دار الكتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ..... ☆.....

## حدیث نمبر ۲۵۰..... بے شک یہ ثعلبہ رضی اللہ عنہ کے جوتوں کی آواز ہے جو مجھے ریحانہ کے قبول

اسلام کی خوشخبری دینے آرہے ہیں

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

اخرج البيهقي من طريق ابن اسحاق قال حدثني عبد الله بن ابي بكر بن محمد بن عمرو بن حزم ان النبي ﷺ اصفطى لنفسه من نساء بني قريظة وريحانة بنت عمرو فابت ان تسلم فغزلها ووجد في نفسه لذلك فينما هو في مجلس من اصحابه اذ سمع وقع نعلين خلفه فقال ان هاتين لنعلا ابن سعية يشترني باسلام ريحانة۔  
**ترجمہ:** یہی جنتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے بنی قریظہ کی عورتوں میں سے ریحانہ بنت عمرو کو اپنی زوجیت کے لئے پسند فرمایا تو اس نے اسلام لانے سے انکار کر دیا۔ اس سے آپ کبیدہ خاطر ہوئے۔ ابھی آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ آپ نے اپنے پیچھے دو جوتوں کے گرنے کی آواز سنی فرمایا: یہ دونوں جوتے ابن سعیہ کے ہیں جو مجھے ریحانہ کے اسلام لانے کی بشارت دے رہا ہے۔

(خصائص الکبریٰ باب ما وقع في غزوة بني قريظة من الآيات ج ۱ ص ۳۸۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام عبد الملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

فبينما هو مع اصحابه اذ سمع وقع نعلين خلفه فقال ان هذا ثعلبة بن سعية يشترني باسلام ريحانة فجاءه فقال يا رسول الله قد اسلمت ريحانة فسر به ذلك من امرها۔  
**ترجمہ:** ایک موقع پر حضور ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ اپنے پیچھے کسی آنے والے کے جوتوں کی آواز سنی۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا بے شک یہ ثعلبہ بن سعیہ رضی اللہ عنہ کے جوتوں کی آواز ہے جو مجھے ریحانہ کے قبول اسلام کی خوشخبری دینے آرہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے حاضر خدمت ہو کر بتایا یا رسول اللہ ﷺ ریحانہ نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اس کے اس عمل پر آپ ﷺ کو بہت زیادہ خوشی ہوئی۔  
(السيرة النبوية المعروف سيرة ابن هشام ج ۳ ص ۲۰۵-۲۰۶ مطبوعہ دار الجمل بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۴۷ھ روایت کرتے ہیں۔

فبينما رسول الله ﷺ في اصحابه اذ سمع وقع نعلين فقال ان هاتين لنعلا ابن سعية يشترني باسلام ريحانة فجاءه يقول يا رسول الله قد اسلمت ريحانة فسر بذلك۔

(السيرة النبوية ج ۳ ص ۵۰۳ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، ابن عساکر سيرة ج ۱ ص ۱۹۵ کتاب المغازی وادتی ج ۲ ص ۵۲۰

حافظ ابو بکر احمد بن حسین یمینی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

فبينما هو في مجلس مع اصحابه اذ سمع وقع نعلين خلفه فقال ان هذا لثعلبة بن سعية يشترني باسلام ريحانة الخ۔

**ترجمہ:** ابھی آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ آپ نے اپنے پیچھے دو جوتوں کے گرنے کی آواز سنی فرمایا: یہ دونوں جوتے ابن ثعلبہ کے ہیں جو مجھے ریحانہ کے اسلام لانے کی بشارت دے رہا ہے۔

(دلائل النبوة باب نزول بنی قریظہ علی حکم سعید بن سعد رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۲۳-۲۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

## ☆ حاشیہ.....

امام علی بن ربیع الدین الحلی الشافعی متوفی ۱۰۶۶ھ لکھتے ہیں۔

فینما هو ﷺ فی مجلس من اصحابه اذ سمع وقع نعلین خلفه فقال ان هاتین لنعلای مبشری  
باسلام ریحانہ۔

**ترجمہ:** ابھی آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ آپ نے اپنے پیچھے دو جوتوں کے گرنے کی آوازی سن کر فرمایا: یہ دونوں جوتے ابن ثعلبہ کے ہیں جو مجھے ریحانہ کے اسلام لانے کی بشارت دے رہا ہے۔

(انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفہ بالسیرۃ الحلیہ، خزائن قرطوب، ج ۳ ص ۶۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ یوسف بن اسماعیل النہانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

اخرج البیهقی من طریق ابن اسحاق قال حدثنی عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم  
ان النبی ﷺ اصفطی لنفسه من نساء بنی قریظۃ ریحانۃ بنت عمرو فابت ان تسلم فعزلها ووجد فی نفسه  
لذلك فینما هو فی مجلس من اصحابه اذ سمع وقع نعلین خلفه فقال ان هاتین لنعلای سعیۃ یبشرنی  
باسلام ریحانہ۔

**ترجمہ:** بیہقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے بنی قریظہ کی عورتوں میں سے ریحانہ بنت عمرو کو اپنی زوجیت کے لئے پسند فرمایا تو اس نے اسلام لانے سے انکار کر دیا۔ اس سے آپ کبیدہ خاطر ہوئے۔ ابھی آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ آپ نے اپنے پیچھے دو جوتوں کے گرنے کی آوازی سن کر فرمایا: یہ دونوں جوتے ابن ثعلبہ کے ہیں جو مجھے ریحانہ کے اسلام لانے کی بشارت دے رہا ہے۔

(بحۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۳-۳۳۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

### حدیث نمبر ۲۶۱..... ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کے دل کی بات بتانا

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ عسکری متوفی ۱۰۶۵ھ لکھتے ہیں۔

وروینا باسناد عن عبد اللہ بن ابی بکر قال خرج النبی علی ابی سفیان وهو فی المسجد فلما الیہ  
ابو سفیان قال فی نفسه لیت شعری بای شئی غلبتنی فاقبل النبی حتی ضرب بین کتفیه وقال باللہ غلبتک  
یا اباسفیان فقال ابو سفیان اشهد انک رسول اللہ۔

**ترجمہ:** ہم نے ایک متصل سند سے عبداللہ بن ابی بکر سے روایت نقل کی ہے کہ حضور ﷺ ابوسفیان کی طرف تشریف لے گئے۔ جب ابوسفیان نے آپ کو دیکھا تو دل میں کہا کاش میں جانتا کہ تو نے کس وجہ سے مجھ پر غلبہ پایا ہے۔ حضور ﷺ تشریف لائے۔ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان اپنا ہاتھ مارا اور فرمایا اے ابوسفیان اللہ تعالیٰ کی مدد سے تم پر غالب آیا ہوں تو ابوسفیان نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

(روض الانف عن اسلام ابی سفیان و صحابہ ج ۳ ص ۱۷۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابی اسحاق السبعی ان ابا سفیان بن حرب بعد فتح مکة کان جالسا فقال فی نفسه لو جمعت  
لمحمد جمعا انه لیحدث نفسه بذلك اذ ضرب النبی ﷺ بین کتفیه وقال اذا یخزیک اللہ قال فرفع راسه  
فاذا النبی ﷺ قائم علی راسه فقال ما ایقنت انک نبی حتی الساعة ان کنت لاحد نفسی بذلك۔

## ☆ حاشیہ.....

**ترجمہ:** ابوسفیان بن حرب فتح مکہ کے بعد ایک دن بیٹھا تھا کہ اس نے اپنے دل میں کہا اے کاش میں محمد ﷺ کے مقابل ایک لشکر اکٹھا کر سکوں ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ حضور ﷺ نے اس کی بیٹھ پر تھکی دیکر فرمایا اگر ایسا ہوا تو اللہ تعالیٰ تمہیں رسوا کرے گا۔ اس نے سراٹھا کر دیکھا تو نبی اکرم ﷺ اس کے سر پر کھڑے تھے کہنے لگا بخدا میں اب تک یہ یقین نہیں کرتا تھا کہ آپ نبی ہیں اور یہ (لشکر جمع کرنے کی) بات تو میرے دل ہی میں آئی تھی جس سے آپ آگاہ ہو گئے۔

(دلائل النبوة باب اسلام عند بنت عتبة بن ربيعة ج ۵ ص ۱۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ باب ما وقع فی فتح مکة من المعجزات والخصائص ج ۱ ص ۳۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جہ اللہ علی العالمین فی میزات سید المرسلین ص ۳۵۶-۳۵۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۴۶ھ روایت کرتے ہیں۔

وقال محمد بن سعد عن الواقدي عن محمد بن حرب عن اسماعيل بن ابي خالد عن ابي اسحاق ان ابا سفيان بن حرب بعد فتح مكة كان جالسا فقال في نفسه لو جمعت لمحمد جمعا فانه ليحدث نفسه بذلك اذ ضرب رسول الله ﷺ بين كفيه وقال اذا يخزيك الله قال فرفع راسه فاذا رسول الله ﷺ قائم على راسه فقال ما ايقنت انك نبى حتى الساعة۔

**ترجمہ:** ابوسفیان بن حرب فتح مکہ کے بعد ایک دن بیٹھا تھا کہ اس نے اپنے دل میں کہا اے کاش میں محمد ﷺ کے مقابل ایک لشکر اکٹھا کر سکوں ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ حضور ﷺ نے اس کی بیٹھ پر تھکی دیکر فرمایا اگر ایسا ہوا تو اللہ تعالیٰ تمہیں رسوا کرے گا۔ اس نے سراٹھا کر دیکھا تو نبی اکرم ﷺ اس کے سر پر کھڑے تھے کہنے لگا بخدا میں اب تک یہ یقین نہیں کرتا تھا کہ آپ نبی ہیں اور یہ (لشکر جمع کرنے کی) بات تو میرے دل ہی میں آئی تھی جس سے آپ آگاہ ہو گئے۔

(السيرة النبوية خطبة التبي ﷺ عام الفتح ج ۳ ص ۵۳۱ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

امام حارث بن ابی اسلمہ متوفی ۱۸۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا الحكم بن موسى ثنا ابي الرجال انبا عبد الله بن ابي بكر قال كان ابوسفیان بن حرب جالسا في ناحية المسجد فخرج النبي ﷺ من بعض بيوت ملتحفا في ثوب فقال ابوسفیان وهو في مجلسه ليت شعري باي شيء غلبتني قال فاقبل النبي ﷺ حتى ضرب ظهره بيده وقال بالله غلبتك قال اشهد انك رسول الله ثم۔ (مسند الحارث زوائد مشي كتاب علامات النبوة باب انصار الله تعالى ج ۲ ص ۸۷ رقم الحديث ۹۳۹ مطبوعہ مركز خدمة السيرة النبوية المدينة المنورة)

محمد بن ابی بکر الاشعري باين قيم الجوزية متوفی ۱۹۷ھ لکھتے ہیں۔

وابوسفیان ابن حرب، وعتاب بن اسيد، والحارث بن هشام واشراف قريش جلوس بفناء الكعبة۔ فقال عتاب: لقد اكرم الله اسيد ان لا يكون سمع هذا فيسمع منه ما يغيبه فقال الحارث: اما والله لو اعلم انه حق لاتبعته فقال ابوسفیان اما والله لا اقول شيئا لو تكلمت لاخبرت عنى هذه الحصباء فخرج عليهم النبي ﷺ فقال قد علمت الذي قلت ثم ذكر ذلك لهم۔ الحارث وعتاب يشهد انك رسول الله ﷺ والله ما اطلع على هذا احد كان معنا۔ فنقول اخبرك۔

(زاد المعاد في هدي خير العباد فصل في الفتح الاكبر ج ۳ ص ۳۱۰ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)، (جامع الاحاديث الكبير ج ۲ ص ۱۸۱ رقم الحديث ۱۲۲۱۶ مطبوعہ دار الفكر بیروت)، (مختصر سيرة الرسول ص ۱۳۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابوبکر احمد بن حسين يهني متوفی ۲۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

وعن سعيد بن المسيب قال لما كان ليلة دخل الناس مكة ليلة الفتح لم يزوالوا في تكبير وتهليل

## حاشیہ ☆

و طواف بالبيت حتى اصبحوا فقال ابوسفیان لہند التریں ہذا من اللہ؟ ثم اصبح فغدا ابوسفیان الی رسول اللہ ﷺ فقال لہ رسول اللہ ﷺ قلت لہند التریں ہذا من اللہ! نعم ہو من اللہ فقال ابوسفیان اشہد انک عبد اللہ ورسولہ والذی یحلف بہ ابوسفیان ما سمع قولی ہذا احد من الناس الا اللہ عزوجل و ہند۔

**ترجمہ:** حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جس رات مکہ فتح ہوا تو مسلمان مکہ میں داخل ہوئے وہ ساری رات تسبیح و تہلیل اور طواف کعبہ میں مشغول رہے۔ یہ منظر دیکھ کر ابوسفیان نے اپنی بیوی ہند سے کہا: کیا تجھے اللہ کی یہ شان بے نیازی نظر آ رہی ہے؟ جب صبح ہوئی تو دربار رسالت میں حاضر ہوا نبی اکرم ﷺ نے اسے دیکھتے ہی فرمایا ہاں واقعی یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ ابوسفیان نے یہ سن کر کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں جب میں نے یہ بات کہی تھی تو سوائے اللہ اور ہند کے اسے سننے والا کوئی اور نہ تھا۔

(دلائل النبوة باب اسلام ہند بنت عتبہ بن ربیعہ ج ۵ ص ۳۰۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ باب ما وقع فی فتح مکہ من المعجزات والخصائص ج ۱ ص ۴۴۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (تجید اللہ فی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۵۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سبل المہدی والرشاد ج ۵ ص ۳۷۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۴۶ھ روایت کرتے ہیں۔

ثم روى البيهقي من طريق ابن خزيمة وغيره عن ابي حامد بن الشرفي عن ابي محمد بن يحيى الدهلي حدثنا موسى بن اعيان الجزري حدثنا ابي عن اسحاق بن راشد عن سعيد بن المسيب قال لما كان ليلة دخل الناس مكة ليلة الفتح لم يزلوا في تكبير وتهليل و طواف بالبيت حتى اصبحوا فقال ابوسفیان لہند اتری ہذا من اللہ؟ قالت نعم ہذا من اللہ قال ثم اصبح ابوسفیان فغدا الی رسول اللہ ﷺ فقال رسول اللہ ﷺ قلت لہند اتری ہذا من اللہ؟ قالت نعم ہذا من اللہ فقال ابوسفیان اشہد انک عبد اللہ ورسولہ والذی یحلف بہ ما سمع قولی ہذا احد من الناس غیر ہند۔

**ترجمہ:** حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جس رات مکہ فتح ہوا تو مسلمان مکہ میں داخل ہوئے وہ ساری رات تسبیح و تہلیل اور طواف کعبہ میں مشغول رہے۔ یہ منظر دیکھ کر ابوسفیان نے اپنی بیوی ہند سے کہا: کیا تجھے اللہ کی یہ شان بے نیازی نظر آ رہی ہے؟ جب صبح ہوئی تو دربار رسالت میں حاضر ہوا نبی اکرم ﷺ نے اسے دیکھتے ہی فرمایا ہاں واقعی یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ ابوسفیان نے یہ سن کر کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں جب میں نے یہ بات کہی تھی تو سوائے اللہ اور ہند کے اسے سننے والا کوئی اور نہ تھا۔

(السيرۃ النبویہ خطبۃ النبی ﷺ عام الفتح ج ۳ ص ۵۴۲ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)

امام ابی الفرج عبد الرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۸ھ لکھتے ہیں۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال لقی رسول اللہ ﷺ ابا سفیان بن حرب فی الطواف فقال یا ابا سفیان اما کان بینک وبينہند کذا و کذا؟ فقال ابوسفیان فی نفسه افشت علی ہند سری لا فعلن بها ولا فعلن فلما فرغ رسول اللہ ﷺ من طوافہ لحق اباسفیان فقال یا ابا سفیان لا تظلم ہندا فانہا لم تفش من سرك شيئا فقال ابوسفیان اشہد انک رسول اللہ ﷺ فمن انباک بما فی نفسی۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی دوران طواف ابوسفیان اور ہند کے درمیان ملاقات

## ☆ حاشیہ.....

ہو گئی۔ آپ ﷺ فرمایا ابوسفیان تمہارے اور ہند کے درمیان ایسی ایسی باتیں ہوئی ہیں۔ ابوسفیان نے دل میں کہا کہ ہند نے میرا راز فاش کر دیا۔ میں اس کا ایسا ایسا حشر کروں گا جب نبی کریم ﷺ طواف سے فارغ ہوئے تو ابوسفیان سے ملے اور فرمایا ابوسفیان! ہند سے اس قسم کی گفتگو نہ کرنا ہند نے تمہارا راز فاش نہیں کیا یہ سن کر ابوسفیان کہنے لگا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں آپ کو کس نے بتلایا کہ میں دل ہی میں ہند پر ظلم و زیادتی اور تشدد و سختی کا سوچ رہا تھا۔

(الوقایا بحال المعطفی الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغامات ج ۱ ص ۳۱۳-۳۱۴ مطبوعہ مطبعۃ البانی مصر)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۵۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ باب اوتغ فی فتح مکہ من المعجزات والخصائص ج ۱ ص ۳۳۱-۳۳۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) امام بہائی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قوال العلامة السيد احمد دحلان رحمه الله تعالى والحاصل ان ابا سفيان كان في اول الامر مستكرها فلم ينزل رسول الله ﷺ يترفق به ويتألفه حتى تمكن الاسلام من قلبه وقد فقت عينه في غزوة الطائف فجاء بها في يده الى النبي ﷺ فقال له ان شئت ارجعها الله اليك خيرا مما كانت وان شئت خيرا منها في الجنة فرمى بها وقال خيرا منها في الجنة وفقت عينه الاخرى يوم اليرموك في خلافة عمر رضي الله عنه وكان يبحث الناس ويحرضهم على القتال ويقول هذا يوم من ايام الله انصروا ههنا الله ينصركم۔

**ترجمہ:** علامہ سید احمد دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ابوسفیان کو شروع شروع میں یہ انقلاب ناگوار گزرا مگر نبی اکرم ﷺ اس کے ساتھ نرمی اور تالیف قلب سے کام لیتے رہے ہاں تک کہ اسلام اس کے دل میں جم گیا۔ بعد میں غزوہ طائف کے دوران اس کی ایک آنکھ پھوٹ گئی تو وہ اسے ہتھیلی پر اٹھا کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہو تو اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھ کو پہلے سے بہتر صورت میں لوٹا دے یا یہ پسند کرو کہ اللہ تعالیٰ جنت میں تمہیں اس سے بہتر آنکھ عطا کر دے۔ یہ سن کر ابوسفیان نے اپنی آنکھ پھینک دی اور کہا میں جنت کی اس سے اچھی آنکھ پسند کرتا ہوں اس کی دوسری آنکھ خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں یرموک کی لڑائی کے دوران پھوٹ گئی۔ وہ مجاہدین کو جہاد و قتال پر براہیجئے کرتے اور ترغیب دیتے ہوئے کہہ رہا تھا لوگو! یہ اللہ کے عظیم ایام میں سے ایک دن ہے۔ تم اللہ کی دین کی مدد کرو وہ تمہاری مدد کرے گا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۵۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

## حدیث نمبر ۲۷..... عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ کا خفیہ منصوبہ ظاہر کر دیا

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

فقال له ما لك والسلاح فقال انسيته علي لما دخلت قال ولم قدمت قال قدمت في فدى ابني قال فما جعلت لصفوان بن امية في الحجر فقال وما جعلت له قال جعلت له ان تقتلني علي ان يعطيك كذا وكذا وعلى ان يقضى دينك ويكفيك مؤونة وعيالك فقال عمير اشهد ان لا اله الا الله وانك رسول الله فوالله يا رسول الله ما يتحقق علي هذا احد غيري وغير صفوان واني اعلم ان الله اخبرك به۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ نے عمیر سے فرمایا کہ تمہیں کیا ہوا کہ ہتھیار لئے ہو۔ انہوں نے کہا کہ حاضر ہوتے وقت میں بھول کے تلواریں چلا آیا۔ فرمایا کہ تم کیوں آئے؟

عمیر نے کہا کہ میں اپنے لڑکے کے فدیے میں آیا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم نے حرم میں صفوان بن امیہ سے عہد کیا کہ؟ عرض کی میں نے کچھ نہیں کیا۔ فرمایا تم نے یہ کیا کہ مجھے اس شرط پر قتل کرو گے کہ وہ تمہیں یہ چیزیں دے گا۔ تمہارا قرض ادا کرے گا اور تمہارے عیال کا خرچ برداشت کرے گا۔

## حاشیہ.....☆

عمیر نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ یا رسول اللہ واللہ میرے اور صفوان کے سوا کسی کو اطلاع نہ تھی۔ میں جانتا ہوں کہ اللہ نے آپ کو آگاہ کر دیا۔

(طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۲۰۰ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

قال فما ذا شرطت لصفوان في الحجر ففرع عمير وقال ماذا شرطت له قال تحملت له بقتلي علي ان يعول اولادك ويقضى دينك والله حائل بينك وبين ذلك فقال عمير اشهد انك رسول الله واشهد ان لا اله الا الله۔

(الاصابة في تميز الصحابة ذكر عمير بن وهب رضي الله عنه ج ۳ ص ۷۲۷ رقم ۶۲۲ مطبوعہ دار الجليل بیروت)

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب المادری متوفی ۴۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال له فما شرطت لصفوان بن امية في الحجر ففرع عمير وقال ماذا شرطت له قال تحملت له بقتلي علي ان يقضى دينك والله تعالى حائل بينك وبين ذلك قال عمير اشهد انك لرسول الله وانك صادق واشهد ان لا اله الا الله كنا نكذبك بالوحى وبما ياتيك من السماء وهذا الحديث كان بيني وبين صفوان كما قلت لم يطلع عليه احد غيري۔

(اعلام النبوة ص ۱۶۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (دلائل النبوة وعلامتها ص ۱۳۰-۱۳۱ رقم الحديث ۱۵۳ مطبوعہ دار طيبة الرياض)

امام عبدالملک بن هشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

قال اصدقني ما الذي جئت له قال ما جئت الا لذلك قال بل قعدت و صفوان بن امية في الحجر فذكرتما اصحاب القلب من قريش ثم قلت لو لا دين علي وعيال عنده لخرجت حتى اقتل محمدا فتحمل لك صفوان بدينك وعيالك علي ان تقتلني له والله حائل بينك وبين ذلك قال عمير اشهد انك رسول الله۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ نے فرمایا مجھے جی بات بتاؤ تم کیوں آئے ہو؟ اس نے کہا میں تو اسی مقصد کے لئے آیا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا بلکہ تو اور صفوان بن امیہ نے حجر میں بیٹھ کر کنوئیں میں ڈالے جانے والے قریش کا تذکرہ کیا پھر تو نے کہا اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا اور میرے ہاں اہل و عیال نہ ہوتے تو میں محمد (ﷺ) کو قتل کرنے کے لئے ضرور روانہ ہوتا۔ صفوان بن امیہ نے تیرے قرض اور تیرے اہل و عیال کی ذمہ داری اس شرط پر اٹھائی کہ تو اس کی خاطر مجھے قتل کرے گا حالانکہ تیرے اور اس کے ارادے کی تکمیل کے درمیان اللہ تعالیٰ حائل ہے۔ عمیر کہہ اٹھا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

(السيرة النبوية المعروفة بسيرة ابن هشام اسلام عمير بن وهب بعد تحريض صفوان له على قتل الرسول ج ۳ ص ۲۱۳ مطبوعہ دار الجليل بیروت)، (الاكتفاء بما تضمنه من معاني رسول الله والاشياء الخلفاء غزوة بدر الكبرى ج ۲ ص ۳۸ مطبوعہ عالم الکتاب بیروت)، (انسان العيون في سيرة الامين المأمون المعروفة بالسيرة الحلبية باب غزوة بدر الكبرى ج ۲ ص ۳۵۷ مطبوعہ دار المعرفة بیروت)، (تجويد النظم في معجزات سيد المرسلين ص ۳۵۳-۳۵۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تيسر الرياض في شرح شفاء القاضی عياض ج ۳ ص ۱۹۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مختصر سيرة الرسول ص ۱۳۸ مطبوعہ دار القلم بیروت)، (تاريخ الامم والملوك المعروف بتاريخ الطبري ج ۲ ص ۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الوقايا حوال المصطفى الباب الثاني عشر في اخبار رسول الله ﷺ بالانساب ج ۱ ص ۳۱۸-۳۱۹ مطبوعہ مطبعة البابي مصر)، (خصوصيات مصطفى ﷺ محمد هارون معاوية ديوبندي ج ۲ ص ۲۳۷ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)، (مجمع الزوائد منبع القواعد باب اخباره ﷺ بالمفصلات ج ۸ ص ۲۸۷-۲۸۸ مطبوعہ مؤسسة المعارف بیروت)، (خصائص الكبرى ج ۲ ص ۳۳۲-۳۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (السيرة النبوية لابن كثير اسلام عمير بن وهب بعد تحريض صفوان له على قتل الرسول ﷺ ج ۲ ص ۳۲۸-۳۲۹ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)، (المعجم في اختصار سيرة الرسول لابن كثير ص ۲۰۸ مطبوعہ دار القلم بیروت)، (الاستيعاب ذكر حضرت عمير بن وهب رضي الله عنه ج ۳ ص ۱۲۲۲ رقم ۱۹۹۷ مطبوعہ دار الجليل بیروت)، (الاستيعاب ذكر صفوان بن امير رضي الله عنه ج ۲ ص ۷۲۰ رقم ۱۲۱۳ مطبوعہ دار الجليل بیروت)



حاشیہ.....☆

**حدیث نمبر ۲۸۰**..... تو نے اس کے رخسار میں ایک تل دیکھا ہے جس وجہ سے تیرے جسم کا ہر بال کھڑا ہو گیا

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابن سعد عن عبد الرحمن بن سابط قال: خطب رسول الله ﷺ امرأة من كلب فبعث عائشة تنظر اليها فذهبت ثم رجعت فقال لها رسول الله ﷺ: ما رأيت؟ قالت: ما رأيت طائلاً فقال لها رسول الله ﷺ: لقد رأيت طائلاً لقد رأيت خالاً بخدها اقشعرت كل شعرة منك فقالت يا رسول الله: ما دونك سر۔

**ترجمہ:** ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے عبد الرحمن بن سابط رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی کلب کی ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دیکھنے کے لئے بھیجا تو وہ گئیں۔ جب وہ واپس آئیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا، تم نے کیا دیکھا؟ انہوں نے کہا میں نے کوئی خاص بات نہیں دیکھی۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا تم نے ایک خاص بات دیکھی ہے تم نے دیکھا کہ اس کے رخسار پر ایک تل ہے جس کو دیکھ کر تمہارے بدن کے تمام روکنے کھڑے ہو گئے۔ اس پر انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے یعنی آپ کو ہر شے کا علم ہے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۸۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابی الفرج عبد الرحمن بن الجوزی متوفی ۷۵۵ھ لکھتے ہیں۔

عن عائشة ان النبي ﷺ ارسل عائشة الى امرأة فقلت: ما رأيت طائلاً قال لقد رأيت خالاً بخدها اقشعرت ذؤابتك فقلت: ما دونك سر ومن يستطيع ان يكتمك۔

**ترجمہ:** حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو اس عورت کو دیکھنے بھیجا جس کے لئے آپ نے پیغام نکاح دیا تھا تو انہوں نے آکر کہا میں نے کوئی خاص بات نہیں دیکھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے اس کے رخسار پر تل دیکھا ہے جس سے تمہارے روکنے کھڑے ہو گئے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا آپ ﷺ سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رہتی۔ خواہ کوئی آپ سے کتنا ہی چھپائے۔ کسی میں یہ جرأت ہے۔

(الوفاء باحوال المصطفى الباب الخامس عشر في اخبار رسول الله ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۱۲ مطبوعہ مصطفیٰ البابي مصر)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۸۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ابوالقاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ سبکی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں۔

قد روى انه السلام انه خطب امرأة فارسل عائشة لتنظر اليها فلما رجعت اليه قالت ما رأيت بلى لقد رأيت خالاً قد خدها اقشعرت منه كل شعرة في جسدك۔

**ترجمہ:** روایت کی گئی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک عورت کو دعوت نکاح دی اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دیکھنے کے لئے بھیجا جب حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا واپس آئیں تو عرض کی میں تو اس میں کوئی فائدہ نہیں دیکھتی تو حضور ﷺ نے فرمایا تو نے اس کے رخسار میں ایک تل دیکھا ہے جس وجہ سے تیرے جسم کا ہر بال کھڑا ہو گیا۔

(روض الافصحی غیرۃ النساء النبی والصحف الی المرأة ج ۳ ص ۲۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

☆.....

## حدیث نمبر ۲۹..... میری امت میں ایک شخص وہب نامی ہوگا

امام حارث بن ابی اسامہ متوفی ۲۸۲ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا الحكم بن موسى ثنا الوليد عن مروان بن سالم من اهل قرقيسيا ثنا الاحوص بن حكيم عن خالد بن معدان عن عبادة بن الصامت يكون في امتي رجلان رجل يقال له وهب يهب الله له الحكمة ورجل يقال له غيلان هو اضر على امتي من ابليس۔

**ترجمہ:** حضرت عبادة بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کا نام وہب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اسے حکمت عطا فرمائے گا اور ایک شخص ہوگا جس کا نام غیلان ہوگا۔ وہ شیطان سے زیادہ لوگوں کو ضرر پہنچائے گا۔ (غیلان دمشق قد ریفہ فرقہ کا سردار ہے۔ اسی نے سب سے پہلے قدر کے باب میں اختراعات کیں)

(بغیۃ الباحث عن زوائد منہ الخارث ج ۱ و ۲ ص ۶۱۱ رقم الحدیث ۶۱۵ مطبوعہ مرکز خدمۃ السنۃ والسنۃ المدینۃ المنورۃ)

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

عن عبادة بن الصامت قال: قال رسول الله ﷺ: يكون في امتي رجل يقال له وهب يهب الله له الحكمة ورجل يقال له غيلان هو اضر على امتي من ابليس۔

**ترجمہ:** حضرت عبادة بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کا نام وہب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اسے حکمت عطا فرمائے گا اور ایک شخص ہوگا جس کا نام غیلان ہوگا۔ وہ شیطان سے زیادہ لوگوں کو ضرر پہنچائے گا۔ (غیلان دمشق قد ریفہ فرقہ کا سردار ہے۔ اسی نے سب سے پہلے قدر کے باب میں اختراعات کیں)

(دلائل النبوة ج ۶ ص ۳۹۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۵۳۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۵۳۳ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (دلیلی، الفردوس بآثار الخطاب ج ۵ ص ۳۵۳ رقم الحدیث ۸۷۲۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (مجمع الجوامع ج ۹ ص ۲۹۰ رقم الحدیث ۲۸۸۰۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۱۸۹ رقم الحدیث ۳۱۱۶۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۳۳ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (جامع الکبیر الاحادیث ج ۹ ص ۳۳۷-۳۳۸ رقم الحدیث ۲۸۸۰۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۲۶-۲۲۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سل المہدی والرشاد ج ۱ ص ۱۰۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۱۹ ص ۳۸۹-۳۹۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۳۳ جز ۲ ص ۲۷۵ رقم الحدیث ۱۳۲۹۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

واخبرنا علي بن احمد بن عبدان، اخبرنا احمد بن عبيد الصقار، حدثنا احمد بن العباس، حدثنا هشام بن عمار، حدثنا الوليد هو ابن مسلم، حدثنا ابن لهيعة، عن موسى بن وردان، عن ابي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: ينشق الشيطان بالشام نعقة يكذب ثلاثهم بالقدر۔ وفي هذا ان اصح اشارة الى غيلان القدرى وما ظهر بالشام بسببه من التكذيب بالقدر حتى قتل۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ایک شیطان شام میں پکارے گا اور دو تہائی شام قدر کو جھٹلائیں گے۔ اس حدیث میں غیلان قدری کی طرف اشارہ ہے۔

(دلائل النبوة ج ۶ ص ۳۹۶-۳۹۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۲۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سل المہدی والرشاد ج ۱ ص ۱۰۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۳۳ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

## حاشیہ.....☆

## حدیث نمبر ۳۰..... اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتا دیتا ہوں کہ کس چیز نے تمہیں وہیں روکے رکھا؟

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبد اللہ کبلی متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں۔

وروی الزبیر فی حدیث اسندہ ان رسول اللہ بعث رجلا الی عثمان ورقیة فاحتبس علیہ الرسول فقال له ان شئت اخبرتك ما قال نعم قال وقفت تنظر الی عثمان ورقیة تعجب من حسنهما۔

**ترجمہ:** علامہ زبیر (بن بکار رحمۃ اللہ علیہ) نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ایک شخص کو کچھ تحائف دے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا۔ وہ قاصد کافی عرصہ وہیں ٹھہرا رہا جب وہ واپس آیا تو حضور ﷺ نے اسے فرمایا اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتا دیتا ہوں کہ کس چیز نے تمہیں وہیں روکے رکھا؟ اس نے عرض کی ہاں! حضور ﷺ نے فرمایا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے حسن و جمال نے تجھے وہاں روکے رکھا۔ اس نے عرض کی حضور ﷺ نے سچ نے فرمایا۔ میں ان کے حسن و جمال کی دکاشی میں کھویا رہا۔

(روض الانف باب الحجر الی ارض الحبشہ ج ۲ ص ۹۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

قال الزبیر بن بکار حدثنی محمد بن سلام الجمحی قال حدثنی ابو المقدام مولی عثمان قال بعث النبی ﷺ مع رجل بلصف الی عثمان فاحتبس الرجل له النبی ﷺ ما حبسك الا كنت تنظر الی عثمان ورقیة تعجب من حسنهما وجاء من اوجه متواترة ان رسول الله ﷺ بشره بالجنة وعده من اهل الجنة وشهد له بالشهادة۔

(الاصابة فی تميز الصحابة عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۳۵۶ رقم ۵۲۵۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشافعی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں۔

اخرج ابن عساكر من طريق ابی عاصم قال: حدثنی مولی لعثمان بن عفان ان رسول الله ﷺ بعث الی عثمان يهدية فاحتبس الرسول ثم جاء فقال له رسول الله ﷺ ما حبسك؟ ثم قال: ان شئت اخبرتك بما حبسك كنت تنظر الی عثمان مرة والی رقیة مرة ایهما احسن۔ قال: ای والذي بعثك بالحق انه الذي حبسني۔

**ترجمہ:** ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق ابی عاصم رضی اللہ عنہ روایت کی۔ کہا کہ مجھ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایک غلام نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی چیز ہدیہ بھیجی اور وہ قاصد کچھ دیر ٹھہرا رہا۔ پھر وہ قاصد آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا تم کس لئے ٹھہرے رہے؟ پھر فرمایا اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتاؤں کہ کس بنا پر تم ٹھہرے رہے؟ فرمایا تم ایک نظر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ڈالتے تھے اور ایک نظر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پر اور یہ دیکھتے تھے کہ ان میں سے کون زیادہ حسین ہے۔ اس نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اسی بات نے مجھے ٹھہرائے رکھا تھا۔

(سبل الہدی والرشاد ج ۱ ص ۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۸۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابی علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشافعی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابن عساكر من طريق الزبیر بن بکار قال: حدثنی محمد بن سلام الجمحی قال: حدثنی ابو المقدام مولی عثمان بن عفان قال: بعث النبی ﷺ مع رجل بظلف الی عثمان بن عفان فاحتبس الرجل فقال النبی ﷺ: ان شئت اخبرتك ما حبسك قال: نعم يا رسول الله۔ قال: تنظر الی عثمان ورقیة تعجب من حسنهما۔

## ☆ حاشیہ.....

**ترجمہ:** ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق زبیر بن بکار رضی اللہ عنہ روایت کی کہ مجھ سے محمد بن سلام رحمۃ اللہ نے حدیث بیان کی کہا کہ مجھ سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے غلام ابوالمقدام نے حدیث بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کے ہاتھ بکری کے پائے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے یہاں بھیجے وہ آدمی کچھ دیر ٹھہرا رہا۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا اگر تم چاہو تو میں بتا دوں کہ کس لئے تم وہاں ٹھہرے رہے اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! ضرور بتائیے۔ آپ نے فرمایا تم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر ان کے حسن پر تعجب کر رہے تھے۔

(سبل الہدی والرشاد ج ۱۰ ص ۵۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۸۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

### حدیث نمبر ۴۱..... یہ شیمابنت نفیلہ از دیہ اپنے چچر شہباء پر کالا دوپٹہ اوڑھے موجود ہے

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۳۳۰ھ لکھتے ہیں۔

وخزیم من المهاجرين وهو الذي لما ان اخبر النبي اصحابه ان الحيرة رفعت له فراى الشيماء بنت بقلبة معتجرة بخمار اسود على بغلة شهباء قال يا رسول الله ان نحن فتحناها فوجدناها على هذه الصفة وهي لى قال هي لك ثم سار مع خالد بن الوليد الى مسيلمة فقتلوا مسيلمة ثم سار معه نحو الطف حتى دخلوا الحيرة فكان اول من لقيهم فيها بنت بقلبة على البغلة الشهباء كما نعتها رسول الله ﷺ فتعلق بها خزيم وادعاه فشهد له محمد بن مسلمة وعبد الله بن عمر فسلمها اليه خالد بن الوليد فنزل اليها اخوها عبدالمسيح فقال له بعنيها فقال لا انفصها والله من عشر مائة فدفع اليه الفا وقال لو قلت مائة الف لدفعتها اليك فقال ما كنت احسب ان مالا اكثر من عشر مائة۔

**ترجمہ:** حضرت خزیم رضی اللہ عنہ مہاجرین میں سے ہیں یہ وہی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا یہ حیرہ بیضا ہے جسے میرے سامنے لایا گیا ہے اور یہ شیمابنت نفیلہ از دیہ اپنے چچر شہباء پر کالا دوپٹہ اوڑھے موجود ہے خزیم رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم نے حیرہ کو فتح کر لیا اور ہم نے شیماء کو اسی حالت میں پایا تو کیا وہ میری ہوگئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں وہ تیری ہوگئی پھر حضرت خزیم رضی اللہ عنہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسیلہ کذاب کو قتل کرنے چل پڑے چنانچہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسیلہ کذاب کو جہنم واصل کیا پھر حضرت خزیم رضی اللہ عنہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ حیرہ کی طرف چل دیئے۔ جب مسلمانوں کا لشکر حیرہ میں داخل ہوا تو سب سے پہلے انہیں (شیماء) بنت نفیلہ سیاہی مائل ایک طاقتور چچر پر سوار ملی جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اس کی حالت بیان فرمائی تھی چنانچہ اسے دیکھتے ہی خزیم رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ چٹ گئے اور اس کا دعویٰ کرنے لگے ان کے متعلق حضور ﷺ کے فرمان کی گواہی حضرت محمد بن مسلمہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے دی۔ لہذا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے شیماء حضرت خزیم رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی۔ پھر شیماء کے پاس اس کا بھائی عبد المسیح قلعے سے نیچے اتر کر آیا اور خزیم رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا شیماء کو مجھے بیچ دے۔ خزیم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا بخدا میں ایک ہزار سے کم نہیں کروں گا چنانچہ عبد المسیح نے ایک ہزار دے کر شیماء کو لے لیا اور پھر کہنے لگا اگر تم ایک لاکھ بھی مانگتے میں وہ بھی دے دوں گا۔ حضرت خزیم رضی اللہ عنہ کہنے لگے میں تو یہ سمجھتا رہا کہ مال دس سو (یعنی ایک ہزار) سے زیادہ ہوتا ہی نہیں۔

(حدیث الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر حضرت خزیم بن اوس رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۳۶۳ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)۔ (السيرة النبوية ذکر ما کان من الحوادث

بجاء جوع علیہ السلام الی المدینہ منصرف من تبوک ج ۳ ص ۳۶۔ ۳۷ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج البخاری فی "تاریخہ" والطبرانی والبیہقی وابونعیم عن خذیم بن اوس ابن حارثہ بن لام قال: هاجرت الى رسول الله ﷺ من تبوك فقال رسول الله ﷺ: هذه الحيرة البيضاء قد رفعت لي وهذه الشهباء بنت نفيلة الازدية عل بغلة شهباء معتجرة بخمار اسود فقلت يا رسول الله: ان نحن دخلنا الحيرة فوجدتها كما تصف فهي لي۔ قال: هي لك فلما كان زمن ابي بكر وفرغنا من مسيلمة اقبلنا الى الحيرة فاول من تلقانا حين دخلناها الشهباء بنت نفيلة كما قال رسول الله ﷺ على بغلة شهباء معتجرة خمار اسود فتعلقت بها وقلت: هذه وهبها لي رسول الله ﷺ فدعاني خالد بن الوليد عليها بالبينة فاتيت بها وكانت البينة محمد بن مسلمة ومحمد بن بشير الانصاريين فسلمها الي فنزل الينا اخوها يريد الصلح، فقال: بعنيها۔ قلت: لا انقصها والله من عشرة مائة درهم فاعطاني الف درهم فقيل لي: لو قلت مائة الف لدفعها اليك فقلت: ما كنت احسب ان عددا اكثر من عشر مائة۔

**ترجمہ:** بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "تاریخ" میں اور طبرانی نے بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے خذیم بن اوس بن حارثہ بن لام رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کی جانب اس وقت ہجرت کی جب کہ آپ تبوک سے واپس تشریف لائے تھے رسول اللہ ﷺ نے اس وقت فرمایا یہ حیرہ بیضا ہے جسے میرے سامنے لایا گیا ہے اور یہ شیماء بنت نفیلہ ازدیہ اپنے خچر شہباء پر کالا دوپٹہ اوڑھے موجود ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اگر ہم حیرہ میں داخل ہوں اور میں اسے ویسا ہی پاؤں جیسا کہ آپ نے صفت بیان کی تو کیا وہ میرے لئے ہوگی۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ تمہارے لئے ہے۔ چنانچہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت آیا اور ہم مسلمہ کذاب کے استیصال سے فارغ ہوئے تو حیرہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ ہمارے داخل ہونے کے بعد جو عورت سب سے پہلے ہمیں ملی وہ شیماء بنت نفیلہ تھی اور اسی حال میں تھی جس حالت کی خبر رسول اللہ ﷺ نے دی تھی یعنی وہ اپنے خچر شہباء پر سوار کالا دوپٹہ اوڑھے تھی اور میں اس کے ساتھ متعلق ہو گیا اور میں نے کہا یہی وہ عورت ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے مجھے عطا فرمایا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس پر مجھ سے شہادت طلب فرمائی اور میں نے اس کی شہادت پیش کی۔ وہ شہادت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اور محمد بن بشر انصاری رضی اللہ عنہ کی تھی تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے میرے حوالہ کر دیا۔ پھر اس کا بھائی ہمارے پاس صلح کی غرض سے آیا اور اس نے کہا اسے فروخت کر دو۔ خدا کی قسم دس سو درہم سے کم نہ کروں گا تو اس نے مجھے ایک ہزار درہم دے دیئے۔ پھر مجھ سے کسی نے کہا اگر تم ایک لاکھ درہم مانگتے تو ضرور دیتا۔ میں نے کہا میں دس سو درہم سے زیادہ کتنی جتنا ہی نہ تھا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۸۶۔ ۱۸۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۱ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکۃ المکرمہ)، (سل اللہ والارشاد ج ۱ ص ۳۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مجمع الزوائد وفتح القوائد باب اخبار النبی ﷺ بالمغنیات ج ۸ ص ۲۹۱۔ ۲۹۲ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)، (دلائل النبوة لابن قیم ص ۲۸۸ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (الاصابة فی تیز العصبیۃ ذکر خیر بن اوس رضی اللہ عنہما ج ۲ ص ۲۴۷۔ ۲۴۸ مطبوعہ دار النجیل بیروت)، (دلائل النبوة وطلاصمائی ص ۱۵۰ رقم الحدیث ۱۶۱ مطبوعہ دار طبعہ الریاض)

**حدیث نمبر ۳۲۰**..... زید بن صوحان رضی اللہ عنہ کے اعضاء جنت میں پہلے داخل ہوں گے

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو سعید المالینی اخبرنا ابو احمد بن عدی اخبرنا ابو یعلیٰ حدثنا ابراہیم بن سعید الجوهري

## حاشیہ.....☆

حدثنا حسين بن محمد عن الهذيل بن بلال عن عبد الرحمن بن مسعود العبدی عن علي قال قال رسول الله ﷺ من سره ان ينظر الى رجل يسبقه بعض اعضائه الى الجنة فلينظر الى زيد بن صوحان۔

**ترجمہ:** حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اس سے خوش ہوتا ہے کہ وہ ایسے شخص کو دیکھے جس کے بعض اعضاء جنت میں پہلے داخل ہوں گے اسے چاہئے کہ وہ زید بن صوحان رضی اللہ عنہ کو دیکھے۔

(دلائل النبوة ج ۶ ص ۲۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۳۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۰۹ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکہ المکرمہ)، (سبل الہدی والرشاد ج ۱ ص ۱۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الاصابہ ج ۱ ص ۵۸۲)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۲۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) (حام ج ۱ ص ۳۳۷ - حیلۃ الایام ج ۱ ص ۸۸ - ابن عدی ج ۷ ص ۲۵۸۳)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

قال اخبرنا يعلى بن عبيد قال حدثنا الاجلح عن عبيد بن لاحق قال كان رسول الله ﷺ في سفر فنزل رجل من القوم فساق بهم ورجز ثم نزل آخر ثم بدا لرسول الله ﷺ ان يواسى اصحابه فنزل فجعل يقول جندب وما جندب والاقطع الخير زيد ثم ركب فلدنا منه اصحابه فقالوا يا رسول الله سمعناك الليلة تقول جندب وما جندب والاقطع الخير زيد فقال رجلا ن يكونان في هذه الامة يضرب احدهما حصول تفرق بين الحق والباطل والآخر تقطع يده في سبيل الله ثم يتبع الله آخر جسده باوله قال يعلى قال الاجلح اما جندب فقتل الساحر ثم الوليد بن عقبة واما زيد فقطعت يده يوم جلوا و قتل يوم الجمل۔

**ترجمہ:** آپ ﷺ اگلے روز جب صحابہ رضی اللہ عنہم کے قریب ہوئے تو انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ رات ہم نے آپ سے یہ سنا جندب کیا ہے جندب؟ زید نے اس سے خیر قطع کر دیا اس کی کیا حقیقت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میری امت میں دو آدمی ہوں گے ان میں سے ایک دوسرے کو نکوار مارے گا جس سے حق و باطل کے درمیان تفریق ہو جائے گی دوسرے کا ہاتھ اللہ کے راستے میں کاٹا جائے گا اور دوسرے موقع پر وہ قتل ہوگا۔

اجلح کہتے ہیں کہ جندب رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ کے موجود ایک جادوگر کو قتل کیا اور زید رضی اللہ عنہ کا ہاتھ یوم جلوا کے موقع پر ہاتھ کاٹا گیا۔ (طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۲۳ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (الاستیعاب ذکر زید بن صوحان رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۵۵۶ - ۵۵۷ رقم ۸۵۲ مطبوعہ دار الخلیل بیروت)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

عن عبد الرحمن بن مسعود العبدی قال سمعت عليا يقول قال رسول الله ﷺ من سره ان ينظر الى من يسبقه بعض اعضائه الى الجنة فلينظر الى زيد بن صوحان۔ وروى بن منده من طريق الجريري عن عبد الله بن بريده عن ابيه قال ساق رسول الله ﷺ باصحابه فجعل يقول جندب وما جندب والاقطع الخير زيد فاستل عن ذلك فقال اما جندب فيضرب حصول يكون فيها امة وحده واما زيد فرجل من امتي تدخل الجنة يده قبل بدنه فلما ولي الوليد بن عقبة الكوفة في زمن عثمان فذكر قصة جندب في قتله الساحر واما زيد بن صوحان فقطعت يده يوم القادسية وقتل يوم الجمل۔

**ترجمہ:** عبد الرحمن بن مسعود العبدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو چاہے کہ ایسے آدمی کو دیکھے جس کے بعض اعضاء جنت میں پہلے داخل ہوں گے تو وہ زید بن صوحان کو دیکھے۔

(الاصابہ فی تیزر الصحابة زید بن صوحان رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۶۴۷ رقم ۲۹۹۹ مطبوعہ دار الخلیل بیروت)

## حاشیہ.....☆

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۳۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

ماوی ان النبی ذکر زید بن صوحان فقال زید و ما زید یسبقه عضو منه الی الجنة فقطعت یدہ یوم نہاوند فی سبیل اللہ۔

**ترجمہ:** بے شک رسول اللہ ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کونسا زید جس کا ایک عضو جنت میں پہلے داخل ہوگا تو نہاوند کے دن زید رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اللہ کے راستے میں کٹ گیا۔

(اعلام النبوة الباب العاشر فیما من معجزات اقوالہ فصل اخبار الآحاد ص ۱۵۸ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابن عساکر عن الحارث الاعور قال: کان مما ذکرہ رسول اللہ ﷺ زید الخیر وهو زید بن صوحان قال رسول اللہ ﷺ سیکون بعدی رجل من التابعین وهو زید الخیر یسبقه بعض اعضاءہ الی الجنة بعشرين سنة فقطعت یدہ الیسری بنہاوند وعاش بعد ذلك عشرين سنة ثم قتل یوم الجمل بین یدي علي وقال قبل ان یقتل: انی رايت یدی خرجت من السماء تشیر الی ان تعال وانا لاحق بها۔

**ترجمہ:** ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حارث اعور رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے جن زید الخیر کا ذکر فرمایا تھا وہ زید بن صوحان رضی اللہ عنہ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے بعد تابعین میں سے ایک شخص ہوگا اور وہ زید الخیر ہے۔ وہ اپنے جسم کا ایک حصہ بیس سال پہلے جنت کی طرف بھیجے گا چنانچہ ان کا بایاں ہاتھ نہاوند میں قطع ہوا۔ اس کے بعد وہ بیس سال زندہ رہے۔ پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سامنے یوم الجمل میں شہید ہوئے۔ زید بن صوحان رضی اللہ عنہ نے شہید ہونے سے پہلے فرمایا کہ میں اپنے ہاتھ کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ آسمان سے نکلا ہے اور اپنی طرف آنے کا اشارہ کر رہا ہے اور میں اس سے ملنے والا ہوں۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۳۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

## حدیث نمبر ۲۲۰.....سراقہ تجھے کسریٰ کے نگن پہنائے جائیں گے

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج البيهقي عن الحسن ان عمر اتي بسواري كسرى فالبسهما سراقه بن مالك فبلغا منكيه فقال الحمد لله سواري كسرى بن هرمز في یدی سراقه بن مالك اعرابي من بني مدلج۔

**ترجمہ:** بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس کسریٰ کے نگن لائے گئے اور ۱۱ دونوں نگنوں کو سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو پہنایا گیا اور وہ نگن اس کے شانوں تک پہنچے۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ کسریٰ بن هرمز کے نگن سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ بنی مدلج کے اعرابی کے ہاتھوں میں ہے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مواہب اللدیہ ج ۳ ص ۹۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة ج ۶ ص ۳۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۱ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکۃ المکرمہ)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حسب الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۲۰۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الشفاء جعفر یف حقوق المصطفیٰ ج ۱ ص ۳۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الاکفاء بما تقمہ من معازی رسول اللہ ﷺ والاشکاء ذکرا لحدیث عن الخرج رسول اللہ ﷺ والابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما ج ۱ ص ۳۲۸ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

حاشیہ.....☆

امام ابو بکر احمد بن حسین بن یحییٰ متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

قال الشافعی: وانما البسهما سراقة لان النبی ﷺ قال لسراقة ونظر الی ذراعیه: کانی بک قد

لبست سواری کسری۔

**ترجمہ:** امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ سراقة بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کنگنوں کو اس بنا پر پہنا کہ نبی کریم ﷺ نے سراقة بن مالک رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم نے کسری کے کنگن پہن رکھے ہیں۔

(دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۳۲۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۱ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکتبۃ المکرّمہ)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب المادوری متوفی ۳۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

ومن اعلامہ انه رأى ذراعى سراقة بن مالك بن جعشم دقيقين اشعرين فقال كيف بك اذا البست

بعدي سواری کسری فلما تحت فارس دعاه عمر والبسه سواری کسری وقال له قل الحمد لله الذى

سلبها کسری بن هرمز والبسهما سراقة بن جعشم۔

(اعلام النبوۃ الباب العاشر فیما مع من معجزات اقوال فصل اخبار الآحاد ص ۱۵۶ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج من طريق ابن عتبة عن اسرايل ابى موسى عن الحسن ان رسول الله ﷺ قال لسراقة بن

مالك كيف بك اذا لبست سواری کسری قال: فلما اتى عمر بسواری کسری دعا سراقة فالبسه وقال:

قل الحمد لله الذى سلبهما کسری ابن هرمز والبسهما سراقة الاعرابی۔

**ترجمہ:** یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت ابن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ اسرائل بن ابی موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے حسن رضی اللہ عنہ سے

روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ کسری کے کنگن پہننے وقت تمہارا کیا حال ہوگا راوی نے کہا کہ جب کسری کے کنگن دربار فاروقی میں

لائے گئے تو حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے سراقة بن مالک رضی اللہ عنہ کو بلا کر پہنایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ جس نے کسری بن

ہرمز سے ان کنگنوں کو چھین کر سراقة بن مالک رضی اللہ عنہ اعرابی کو پہنایا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام یحییٰ ج ۶ ص ۳۲۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین

فی معجزات سید المرسلین ص ۳۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۲۰۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ

بیروت)، (اتحاف سادة المستقین ج ۸ ص ۳۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۳۸۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربیہ بیروت)،

(شرح العلامة الزرقانی علی المواهب اللدنیہ ج ۷ ص ۲۰۸ مطبوعہ دار المرتدہ بیروت)

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

وانما فعلها عمر لان رسول الله ﷺ قد بشر بها سراقة حين اسلم واخبره ان الله سيفتح عليه بلاد فارس ويغتمه

ملك كسرى فاستعبد ذلك سراقة في نفسه وقال اكسرى ملك الملوك فاخبره النبی ان حليته ستجعل عليه

تحقيقا للوعده كان اعرابيا بوالا على عقبه ولكن الله يعز بالاسلام اهله ويسخ على محمد نعمته وفضله۔

**ترجمہ:** حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سب کچھ حضرت سراقة رضی اللہ عنہ کو اس لئے پہنایا تھا کیونکہ حضور ﷺ نے انہیں اس وقت

شارت دی تھی جب انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا عنقریب ایران کے شہر فتح ہو جائیں گے اور کسری کا ملک مسلمانوں



☆..... حاشیہ

کے زیر تکلیف ہوگا لیکن حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ نے دل میں اسے ناممکن سمجھا اور کہا کیا وہ کسریٰ جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے؟ حضور ﷺ نے اس وقت فرمایا عنقریب اس کے زیورات اسے پہنائے جائیں گے آپ ﷺ نے یہ اس لئے فرمایا تھا تا کہ آپ ﷺ کی خبر کی تحقیق ہو جائے۔ حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ اگرچہ ایک بدو تھے لیکن اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اسلام کے ساتھ اعزاز بخشا ہے اور حضور ﷺ اور آپ ﷺ کی امت مرحومہ پر فضل و کرم کا ابر رحمت برساتا ہے۔

(روض الانف ج ۲ ص ۳۲۳ مطبوعہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

وقال بن عیینة عن اسراييل عن ابي موسى عن الحسن ان رسول الله ﷺ قال لسراقه بن مالك كيف بك اذا لبست سواري كسرى قال فلما اتى عمر بسواري كسرى ومنطقته وتاجه دعا سراقه فالبسه وكان رجلا ازب كثير شعر الساعدين فقال له ارفع يدك وقل الحمد لله الذي سلبهما كسرى بن هرمز والبسهما سراقه الاعرابي۔

(الاصابة في تميز الصحابة سراقه بن مالك رضي الله عنه ج ۳ ص ۳۱ رقم ۳۱۷ مطبوعہ دار الجليل بیروت)

حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۳۶۳ھ لکھتے ہیں۔

وروى عن سفيان بن عيينة عن ابي موسى عن الحسن ان رسول الله ﷺ قال لسراقه بن مالك كيف بك اذا لبست سواري كسرى قال فلما اتى عمر بسواري كسرى ومنطقته وتاجه دعا سراقه بن مالك فالبسه اياهما۔

(الاستيعاب ذكر سراقه بن مالك رضي الله عنه ج ۲ ص ۵۸۱ رقم ۹۱۶ مطبوعہ دار الجليل بیروت)

### حدیث نمبر ۳۴..... میری امت میں سے ایک شخص موت کے بعد کلام کرے گا

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا القاضي ابو احمد محمد بن احمد بن ابراهيم ثنا علي بن علي بن العباس البجلي ثنا جعفر بن محمد بن رباح الاشجعي حدثني ابي عن عبيدة عن عبد الملك ابن نمير في مع عبد الملك بن عمرو الصحيح عبد الملك بن عمير الفرسى بفتح الفاء ابو عمرو الكوفي القبطي عن ربعي بن حراش قال كنا اربع اخوة وكان الربيع اخونا اكثرنا صلاة واكثرنا صياما في الهواجر وانه توفي فينا نحو حوله وقد بعثنا من يتاع لنا كفنا اذ كشف الثوب عن وجهه فقال السلام عليكم فقال القوم وعليكم السلام يا اخا بني عباس ابعث الموت قال نعم اني لقيت ربي عز وجل بعدكم فلقيت غضبان واستقبلني بروح وريحان واستبرق الا وان القاسم ﷺ ينتظر الصلاة علي فعجلوني ولا تؤخروني ثم كان بمنزلة حصاة رمى بها في طست فسمى الحديث الى عائشة رضي الله عنها فقالت اما اني سمعت رسول الله ﷺ يقول يتكلم رجل من امتي بعد الموت۔

**ترجمہ:** حضرت ربیع بن حراش رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چار بھائی تھے الربیع رحمۃ اللہ علیہ ہم سے زیادہ نمازیں پڑھنے والا اور سخت روزے رکھنے والا تھا اس کی وفات ہو گئی ہم اس کے ارد گرد کھڑے تھے اور کسی کو کفن خریدنے کے لئے بھیج چکے تھے کہ اچانک اس نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹا دیا اور سب کو سلام کیا لوگوں نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا اے بنی عباس کے بھائی! کیا تم موت کے بعد گفتگو کر رہے ہو؟ اس نے کہا ہاں میں تمہارے بعد اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملا کہ اللہ تعالیٰ بالکل غصے میں نہ تھا اس نے میرا پھولوں

☆..... حاشیہ  
خوشبو اور ریشم کے پھونوں سے استقبال کیا سنو! ابوالقاسم علیہ السلام میری نماز جنازہ کے مختصر ہیں لہذا جلدی کرو اور مجھے دیر نہ ہونے دو۔ پھر ایسے ہوا جیسے ایک کنکر کو طشت میں پھینکا جاتا ہے۔

(یعنی تکفین و تدفین میں بہت جلدی کی گئی) اس کے بعد یہ معاملہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا کہ میری امت میں سے ایک شخص موت کے بعد کلام کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو ان کے آنسو بہنے لگے آپ ﷺ نے اپنی جدائی کی اطلاع دی حتیٰ کہ جدائی کا وقت قریب آگیا۔ (حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکر ربیع بن خراش رحمۃ اللہ علیہ ج ۳ ص ۳۶۷-۳۶۸ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

اخرج الطبرانی فی (الاوسط) بسند جید عن حذیفۃ: سمعت النبی ﷺ یقول یكون فی امتی رجل یتکلم بعد الموت۔

**ترجمہ:** طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”اوسط“ میں بسند حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا میری امت میں ایک شخص ہوگا جو مرنے کے بعد کلام کرے گا۔

واخرج البيهقي وصححه وابونعيم من طرق عن ربعي بن حراش قال: مات اخي الربيع وكان اصومنا في اليوم الحار واقومنا في الليلة الباردة فسجته فضحك فقلت يا اخي: احياة بعد الموت؟ قال: لا ولكنني لقيت ربي فلقيني بروح وريحان ووجه غير غضبان فقلت كيف رايت الامر؟ قال: ايسر مما تظنون فذكر لعائشة فقالت: صدق ربعي سمعت رسول الله ﷺ يقول من امتي من يتكلم بعد الموت۔ وفي لفظ يتكلم رجل من امتي بعد الموت من خير التابعين۔

قلت: لهذا الحديث طرق وقد استوفيت اخبار من تكلم بعد الموت في (كتاب البرزخ)۔

**ترجمہ:** بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بتا کر اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق ربیع بن خراش رحمۃ اللہ علیہ روایت کی انہوں نے کہا کہ میرا بھائی ربیع فوت ہو گیا۔ وہ ہم میں گرمی کے دنوں میں زیادہ روزہ دار اور سردی کی راتوں میں زیادہ قیام کرنے والا تھا۔ میں نے اس کے جد پر چاروں ڈالی تو وہ ہنسنے لگا اس پر میں نے کہا اے بھائی! کیا مرنے کے بعد بھی (دنیاوی) زندگانی ہے؟ اس نے کہا نہیں بات یہ ہے کہ میں نے اپنے رب سے ملا اور میرا رب مجھ سے روح و ریحان اور ایسے وجہ کریم کے ساتھ ملا جو غضب ناک نہ تھا میں نے پوچھا تم نے امر کو کیسا دیکھا اس نے کہا جتنا تم گمان کر سکتے ہو اس سے زیادہ آسان میں نے دیکھا اس کے بعد یہ واقعہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا۔ تو انہوں نے فرمایا ربیع رضی اللہ عنہ نے کچھ کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا میری امت میں ایک شخص مرنے کے بعد کلام کرے گا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ میری امت میں ایک شخص مرنے کے بعد کلام کرے گا اور وہ خیر التابعتین سے ہوگا۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس روایت کی بکثرت سندیں ہیں جن کو میں نے ”کتاب البرزخ“ میں مرنے کے بعد کلام کرنے والوں کی خبروں کے ضمن میں جمع کیا ہے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل المنہجۃ اردو ص ۵۲۲ مطبوعہ منار القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (سبل الہدی والرشاد ج ۱ ص ۱۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۵۶ مطبوعہ المكتبة التجارية مکتبہ المکتبہ)، (شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور رامام سیوطی ص ۷۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۳۶۷)، (بیچہ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مجمع الزوائد و منبع الفوائد باب اخبارہ علیہ السلام لمغنیات ج ۸ ص ۲۹۴ مطبوعہ موسسة المعارف بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۵۰ مطبوعہ دار صادر بیروت)

## حاشیہ.....☆

امام ابو بکر احمد بن حسین بنی متوفی ۳۵۸ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔  
هذا اسناد صحيح لا يشك حديثي في صحته۔

(دلائل النبوة ج ۶ ص ۳۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

فسمی الحديث الى عائشة رضى الله عنها فقالت اما انى سمعت رسول الله ﷺ يقول يتكلم رجل من امتي بعد الموت۔

**ترجمہ:** اس کے بعد یہ معاملہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا کہ میری امت میں سے ایک شخص موت کے بعد کلام کرے گا۔

(سیر اعلام النبلاء ذکر ربیع بن حراش ج ۳ ص ۳۶۱ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وعدت رسول الله ﷺ ان لا يذهب في ادر كه قال فما شبهت خروج نفسه الا كحصاة القيت في ماء فرسبت فذكر ذلك لعائشة فصدقت بذلك وقالت قد كنا نتحدث ان رجلا من هذه الامة يتكلم بعد الموت۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ مجھ سے ملے بغیر نہ جائیں گے اس کے بعد اس کی جان کا ٹکنا اتنی ہی تیزی سے ہوا جیسے ایک پتھر کو پانی میں پھینکا جائے اور گرتے ہی وہ ڈوب جائے۔ اس کے بعد یہ واقعہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں سنایا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے اس واقع کی تصدیق فرمائی اور فرمایا کہ ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ اس رات شخص اپنی موت کے بعد گفتگو کرے گا۔

(سیر اعلام النبلاء ذکر ربیع بن حراش ج ۳ ص ۳۶۱ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ دوسری سند سے روایت کرتے ہیں۔

ووعدني رسول الله ﷺ ان لا يذهب في ادر كه قال فما شبهت خروج نفسه الا كحصاة القيت في ماء فرسبت فذكر ذلك لعائشة فصدقت بذلك وقالت قد كنا نتحدث ان رجلا من هذه الامة يتكلم بعد الموت۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ مجھ سے ملے بغیر نہ جائیں گے اس کے بعد اس کی جان کا ٹکنا اتنی ہی تیزی سے ہوا جیسے ایک پتھر کو پانی میں پھینکا جائے اور گرتے ہی وہ ڈوب جائے۔ اس کے بعد یہ واقعہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں سنایا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے اس واقع کی تصدیق فرمائی اور فرمایا کہ ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ اس رات شخص اپنی موت کے بعد گفتگو کرے گا۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر ربیع بن حراش رحمۃ اللہ علیہ ج ۳ ص ۳۶۸ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

امام ابن ابی حاتم ۳۲۷ھ لکھتے ہیں۔

ربیع بن حراش اخو ربیع بن حراش الذي تكلم بعد الموت وذكره امره لعائشة فقالت سمعت رسول الله ﷺ يقول انه يتكلم رجل من امتي بعد الموت من خير التابعين۔

(البرج والتحدیل ج ۳ ص ۳۵۱ رقم ۲۰۶۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربیہ بیروت)

حاشیہ.....☆

## حدیث نمبر ۳۵۰..... یہ بچہ ایک قرن تک زندہ رہے گا

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج الحاكم والبيهقي وابونعيم من طريق محمد بن زياد الالهاني عن عبد الله بن بسر ان النبي ﷺ وضع يده على راسه وقال يعيش هذا الغلام قرنا فعاش مائة سنة وكان في وجهه ثللول فقال لا يموت هذا حتى يذهب الثللول من وجهه فلم يمت حتى ذهب۔

**ترجمہ:** حاکم و بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے بطریق محمد بن زیاد الہانی رحمۃ اللہ علیہ عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے اپنا دست اقدس ان کے سر پر رکھا اور فرمایا یہ بچہ ایک قرن تک زندہ رہے گا تو وہ ۱۰۰ اھ تک زندہ رہے اور ان کے چہرے پر مہاسہ تھا خصوصاً پیشانی پر نے فرمایا یہ بچہ اس وقت تک نہ مرے گا جب تک یہ مہاسہ اس کے چہرے سے دور نہ ہو جائے تو وہ فوت نہ ہوئے جب تک وہ مہاسہ دور نہ ہوا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۳۲-۲۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۳۵ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکہ المکرمہ)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام احمد بن عمرو بن عبد الحلق متوفی ۲۹۲ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابراهيم بن سعيد قال: نا يحيى بن صالح قال: نا محمد ابن القاسم الطائي قال: سمعت عبد الله بن بسر رضى الله عنه يقول: قال لي رسول الله ﷺ لتدر كن قرنا قال: فبلغنا انه اتت عليه مائة سنة (البحر الزخار، المعروف بسمه المزار ج ۸ ص ۳۳۰ رقم الحديث ۳۵۰۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورہ)، (التاریخ الکبیر ج ۳ ص ۲۱۳-البحر والحدیث ج ۳ ص ۶۲-۶۵-کشف الاستار مناقب عبد اللہ بن بسر ج ۳ ص ۲۸۰ رقم الحديث ۲۷۴۷-حاکم مستدرک الحنفی والملاحم ج ۳ ص ۵۰۰)

امام حارث بن ابی اسلمہ متوفی ۱۸۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا داؤد بن رشيد ثنا ابو حيوه عن ابراهيم بن محمد بن زياد عن ابيه عن عبد الله بن بسر ثم ان النبي ﷺ وضع يده على راسه وقال يعيش هذا الغلام قرنا قال فعاش مائة سنة وكان في وجهه ثللول فقال لا يموت هذا حتى يذهب هذا الثللول من وجهه فلم يمت حتى ذهب الثللول من وجهه۔ (مسند الحارث بن اسلمہ ج ۱ کتاب الثاقب باب مناقب عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۹۳ رقم الحديث ۱۰۳ مطبوعہ مرکز خدمۃ السنۃ والسنۃ المدینۃ المنورہ)

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد حنبلی المقدسی متوفی ۶۴۳ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو جعفر محمد ان فاطمة اخبرتهم ابنا محمد بن ربيعة ابنا سليمان الطبراني ثنا ابو زرعة عبد الرحمن بن عمرو الدمشقي ثنا يحيى بن صالح الوحاظي ثنا الحسن بن ايوب الحضرمي عن عبد الله بن بسر انه كان في راسه شامة فقال له النبي ﷺ ليدر كن هذا قرنا۔

(الاحاديث التجارية ج ۹ ص ۵۶-۵۷ رقم الحديث ۳۷-۳۸-۳۹ مطبوعہ مکتبۃ النهضة المدینۃ المنورہ)

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد حنبلی المقدسی متوفی ۶۴۳ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو جعفر ايضا ان فاطمة بنت عبد الله اخبرتهم ابنا محمد بن عبد الله بن ربيعة ابنا سليمان بن احمد الطبراني ثنا عبد الله بن احمد بن حنبل ثنا داود بن رشيد ثنا ابو حيوه شريح بن يزيد عن ابراهيم بن محمد بن زياد الالهاني عن ابيه عن عبد الله بن بسر قال وضع رسول الله ﷺ يده على راسه وقال يعيش هذا الغلام قرنا فعاش مائة سنة وكان في وجهه ثللول فقال لا يموت حتى يذهب الثللول من وجهه فلم يمت حتى ذهب الثللول من وجهه۔

(الاحاديث التجارية ج ۹ ص ۹۰ رقم الحديث ۷۲ مطبوعہ مکتبۃ النهضة المدینۃ المنورہ)، (جامع الاحاديث السيرة ج ۲ ص ۲۵۲ رقم الحديث ۶۷۵۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

☆ حاشیہ

حدیث نمبر ۲۶۱ آج وہ کوئی غیب کی بات کہہ دیتے ہیں تو وہ تو آج ہی یا کل وقت چاشت

ضرور رونما ہو جاتی ہے

امام محمد بن حبان بن احمد ابو حاتم التمیمی متوفی ۳۵۴ھ لکھتے ہیں۔

نبی یری ما لا الناس حوله  
وان قال فی یوم مقالة غائب  
لیهننی ابابکر سعادة جده  
وتتلو کتاب اللہ فی کل مشہد  
فتصدیقہ فی الیوم او فی ضحوة الیوم او غد  
بصحبتہ من یسعد اللہ یسعد

**ترجمہ:** وہ ایسے نبی محترم ﷺ ہیں جو ان چیزوں کا مشاہدہ فرماتے ہیں جنہیں لوگ نہیں دیکھ سکتے وہ ہر مقام پر اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اگر آج وہ کوئی غیب کی بات کہہ دیتے ہیں تو وہ تو آج ہی یا کل وقت چاشت ضرور رونما ہو جاتی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی رفاقت کی سعادت مبارک ہو۔ درحقیقت جسے اللہ تعالیٰ سعادت مند کرتا ہے وہی سعید ہوتا ہے۔ (السرۃ النبویہ و اخبار الخلفاء لابن حبان ص ۱۳۷ ذکر ہجرت رسول اللہ ﷺ الی یثرب فاجاء بہ حسان بن ثابت مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابو القاسم عبدالرحمن بن عبد اللہ سیلی متوفی ۱۷۵ھ لکھتے ہیں۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔

لقد نزلت منه الی اهل یثرب  
نبی یری ما لا الناس حوله  
وان قال فی یوم مقالة غائب  
لیهن ابابکر سعادة جده  
درکاب مدی حلت علیہم باسعد  
وتتلو کتاب اللہ فی کل مشہد  
فتصدیقہ فی الیوم او فی ضحی الغد  
بصحبتہ من یسعد اللہ یسعد

**ترجمہ:** آپ ﷺ کے طفیل اہل یثرب کو ہدایت نصیب ہوئی اور تمام سعادتیں ان کا مقدر ہو گئیں۔ وہ ایسے نبی محترم ﷺ ہیں جو ان چیزوں کا مشاہدہ فرماتے ہیں جنہیں لوگ نہیں دیکھ سکتے وہ ہر مقام پر اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اگر آج وہ کوئی غیب کی بات کہہ دیتے ہیں تو وہ تو آج ہی یا کل وقت چاشت ضرور رونما ہو جاتی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی رفاقت کی سعادت مبارک ہو۔ درحقیقت جسے اللہ تعالیٰ سعادت مند کرتا ہے وہی سعید ہوتا ہے۔

(روض الاناف حدیث ام معبد ج ۲ ص ۲۲۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ یوسف بن اسماعیل المنہانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وفینا رسول اللہ یتلو کتابہ

لذا نشق معروف من الصبح ساطع

اور ہم میں اللہ کے رسول ہیں جو اس کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں جب اٹھنے والی صبح سے بھلائی پھوٹتی ہے۔

.....☆.....

ارانا الهدى بعد العمى فقلوبنا  
به موقنات ان ما قال واقع  
آپ نے ہمیں اندھے پن کے بعد راستہ دکھایا پس ہمارے دل یہ یقین رکھتے ہیں کہ آپ جو فرمائیں گے لامحالہ وہ واقع ہو کر رہے گا۔  
حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔

نبي يري ما لا يري الناس حوله  
ويتلو كتاب الله في كل مشهد  
نبي عليه السلام اپنے اگر وہ کچھ دیکھتے ہیں جو لوگ نہیں دیکھ سکتے آپ ہر مجلس میں اللہ کی کتاب کی تلاوت فرماتے ہیں۔  
فان قال في يوم مقالة غائب  
فتصد بقها في ضحوة اليوم او غدا  
اگر آپ نے کسی روز غائب کی بات بتائی تو اس کی تصدیق اسی روز چاشت کے وقت آجاتی ہے یا اگلے روز واقع ہو جاتی ہے۔  
(بحجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) (مختصر سیرۃ الرسول ص ۸۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

**حدیث نمبر ۶۳۷**..... حضور ﷺ نے مجھے میرے تمام دلی ارادوں سے مطلع فرمایا

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

اخرج ابن سعد وابن عساكر عن عبد الملك بن عبيد وغيره قالوا كان شيبة ابن عثمان يحدث عن اسلامه قال لما كان عام الفتح ودخل رسول الله ﷺ مكة عنوة قلت اسير مع قريش الى هوازن بحثين فعسى ان اختلطوا ان اصيب من محمد غرة فاكون انا الذي قمت بئار قريش كلها واقول لو لم يبق من العرب والعجم احد الا اتبع محمدا ما اتبعته ابدا فكنت مترصدا لما خرجت له لا يزداد الامر في نفسي الا قوة فلما اختلط الناس اقتحم رسول الله ﷺ عن بغلته واصلت السيف وذنوت اريد ما اريد منه ورفعت سيفي حتى كدت اسوره فرفع لي شواظ من نار كالبرق كاد يمحشني فوضعت يدي على بصرى خرفا عليه والتفت التي رسول الله ﷺ فناداني يا شيبة ادن مني فذنوت فمسح صدرى ثم قال اللهم اعذه من الشيطان قال فوالله لهُو كان ساعتئذ احب الي من سمعي وبصرى ونفسي واذهب الله ما كان بي ثم قال ادن فقاتل فتقدمت امامه اضرب بسيفي الله يعلم اني احب ان اقيه بنفسي كل شيء ولو لقيت تلك الساعة ابى لو كان حيا لا وقعت به السيف حتى رجع الى معسكره فدخل خباءه فدخلت عليه فقال يا شيب الذي اراد الله بك خير مما اردت بنفسك ثم حدثني بكل ما اضمرت في نفسي مما لم اذكره لاحد قط فقلت اني اشهد ان لا اله الا الله وانكر رسول الله ﷺ ثم قلت استغفر لي يا رسول الله قال غفر الله لك۔

**ترجمہ:** عبد الملک بن عبید وغیرہ محدثین بیان کرتے ہیں کہ شیبہ بن عثمان اپنے اسلام لانے کی داستان (مندرجہ ذیل الفاظ میں) بیان کرتے تھے۔ وہ کہتے کہ جب فتح مکہ کا سال آیا اور نبی اکرم ﷺ نے بزرگہ پر قبضہ کر لیا، تو میں نے کہا کہ میں بنو قریش کے ہمراہ بنو هوازن کے پاس حنین میں چلا جاتا ہوں، ہو سکتا ہے، کہ جلد ہی یہ دونوں گروہ محمد ﷺ کا باہم ملکر مقابلہ کریں اور میں موقع پا کر تمام قریش کی ہزیمت کا بدلہ لے لوں۔ میں کہا کرتا تھا کہ اگر عرب و عجم میں کوئی شخص بھی باقی نہ رہے۔ سب محمد (ﷺ) کی اطاعت اختیار کر لیں تب بھی میں آپ ﷺ کی اتباع نہ کروں گا چنانچہ میں اپنے عزائم کی تکمیل کے لئے منتظر تھا۔ آتش انتقام سینے میں بھڑک رہی تھی پھر جب دونوں گروہوں کا آمنا سامنا ہوا۔ نبی کریم ﷺ اپنے خچر سے نیچے آئے میں تلوار سونت کر اپنے ارادے کی تکمیل کے لئے ان کے قریب ہوا۔ میں نے تلوار بھی لہرائی ہی تھی کہ بجلی کی طرح آگ کے شعلے بلند ہوئے جنہوں نے مجھے ہلا کر رکھ دیا۔ میں نے بیٹائی چھن جانے کے

## ☆ شبیبہ.....

خوف سے اپنے ہاتھ آنکھوں پر رکھ لئے۔ اسی اثناء میں نبی اکرم ﷺ نے میری جانب التفات فرمایا اور صدا دی۔ اے شبیبہ! میرے قریب آؤ۔ میں آپ ﷺ کے قریب گیا، تو آپ ﷺ نے اپنا دست اقدس میرے سینہ پر پھرا اور فرمایا: اے اللہ! اسے شیطان کے شر سے محفوظ فرما۔ شبیبہ بیان کرتے ہیں بخدا! وہ گھڑی مجھے اپنی آنکھ، کان اور جان سے زیادہ عزیز اور پیاری ہے۔ میرے سینہ کا بغض و کینہ جاتا رہا۔ نبی اکرم ﷺ نے پھر فرمایا: میرے قریب آ جاؤ اور قال کرو، چنانچہ میں نے آگے بڑھ کر تیغ زنی شروع کی۔ خدا جانتا ہے، کہ اس وقت مجھے سب سے زیادہ یہ عزیز تھا کہ میں اپنی جان کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کا دفاع کروں۔ اس گھڑی میری یہ حالت تھی کہ میرا والد بھی میرے سامنے آتا، تو اس کو بھی تیغ کر دیتا۔ اس کے بعد حضور ﷺ اپنی لشکر گاہ کی طرف لوٹے اور خیمہ میں تشریف لائے۔ میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے شبیبہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ جس چیز کا ارادہ فرمایا ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو تمہارے دل میں آئی تھی اس کے بعد حضور ﷺ نے مجھے میرے تمام دلی ارادوں سے مطلع فرمایا: حالانکہ میں نے ان ارادوں سے کسی کو قطعاً آگاہ نہیں کیا تھا میں نے عرض کیا ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ آپ (محمد ﷺ) اللہ کے رسول ہے۔ پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے لئے دعائے مغفرت فرمائیے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہاری مغفرت فرما دی ہے۔

(خصائص الکبریٰ باب ما وقع فی غزوة حنین من اعجاز ج ۳ ص ۳۸۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة والابی نعیم عثمانی اردو ص ۱۷۱ مطبوعہ دار القرآن بیلی کینٹر لاہور) امام ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب المادودی متوفی ۳۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال لی الذی اراد اللہ بک خیر مما اردتہ لنفسک وحدثنی بجميع ما زورتہ فی نفسی فقلت ما اطلع علی هذا الا اللہ فاسلمت۔

(اعلام النبوة ص ۱۶۳ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

امام محمد بن اسحاق بن العباس القاسمی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال مالک یا شبیبہ اذن فدنوت فوضع رسول اللہ ﷺ یدہ علی صدری قال فستخرج اللہ عز وجل الشیطان من قلبی فرفعت الیہ بصری وهو واللہ احب الی من سمعی ومن بصری ومن ابی وامی۔

(اخبار مکہ فی قدیم الدرر ص ۷۷ ذکر المواضع الہی وفعال رسول اللہ ﷺ واسبابہ رضی اللہ عنہم ج ۵ ص ۹۲ رقم الحدیث ۲۸۹۷ مطبوعہ دار خضر بیروت)

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصمعی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

وقال یا شبیبہ اذن فدنوت فوضع یدہ علی صدری فستخرج اللہ الشیطان من قلبی فرفعت الیہ بصری فلهو احب الی من سمعی وبصری۔

**ترجمہ:** نبی اکرم ﷺ نے میری جانب التفات فرمایا اور صدا دی۔ اے شبیبہ! میرے قریب آؤ۔ میں آپ ﷺ کے قریب گیا، تو آپ ﷺ نے اپنا دست اقدس میرے سینہ پر پھرا اور فرمایا: اے اللہ! اسے شیطان کے شر سے محفوظ فرما۔ شبیبہ بیان کرتے ہیں بخدا! وہ گھڑی مجھے اپنی آنکھ، کان اور جان سے زیادہ عزیز اور پیاری ہے۔ میرے سینہ کا بغض و کینہ جاتا رہا۔

(دلائل النبوة والاصمعی ج ۱ ص ۱۸۲-۱۸۳ رقم الحدیث ۲۳۶۶ مطبوعہ دار طبعہ الریاض)

امام ابی الفرج عبدالرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

فقال یا شبیبہ الذی اراد اللہ بک خیر مما اردتہ لنفسک ثم حدثنی بكل ما اضمرت فی نفسی مما لم اذکرہ لاحد قط فقلت انی اشہد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ ثم قلت استغفر لی یا رسول اللہ قال غفر اللہ لک۔

## ☆ حاشیہ.....

**ترجمہ:** حضور ﷺ نے فرمایا: اے شیعہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ جس چیز کا ارادہ فرمایا ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو تمہارے دل میں آئی تھی اس کے بعد حضور ﷺ نے مجھے میرے تمام دلی ارادوں سے مطلع فرمایا: حالانکہ میں نے ان ارادوں سے کسی کو قطعاً آگاہ نہیں کیا تھا میں نے عرض کیا ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ آپ (محمد ﷺ) اللہ کے رسول ہے۔ پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے لئے دعائے مغفرت فرمائیے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہاری مغفرت فرمادی ہے۔ (مغفوة الصفوة ج ۱ ذکر شیعہ بن عثمان بن طلحة رضی اللہ عنہ ص ۲۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر ج ۲ ص ۲۸ رقم الحدیث ۱۵۵۱۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الاستیعاب ذکر شیعہ بن عثمان رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۱۲ رقم ۱۳۰۵ مطبوعہ دار النجیل بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۵۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۲۳۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۵ ص ۱۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

فخطب الناس يومئذ ودعا عثمان بن طلحة تالدة خالدة لا ينزعها منكم احد الا السهو۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ نے اس روز لوگوں کو نصیحت کی عثمان بن طلحة کو بلا کر چابی دے دی اور فرمایا کہ اولاد ابی طلحة اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے لے لو وہ تم سے سوائے ظالم کے اور کوئی نہ چھینے لگا۔

(طبقات الکبریٰ ابن سعد رضی اللہ عنہ عام الفتح ج ۲ ص ۱۳۷ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۱۲ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)، (الاستیعاب ذکر شیعہ بن عثمان رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۱۳ رقم ۱۳۰۵ مطبوعہ دار النجیل بیروت)، (تخریج الدلائل اسمعیلیہ ص ۲۶۱ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج الطبرانی عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ خذوها يا بني طلحة خالدة تالدة لا ينزعها منكم الا ظالم يعني حجابة الكعبة۔

(الدر المنثور فی التفسیر المأثور تحت سورة النساء آیت نمبر ۵۸ ج ۲ ص ۳۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الدرر فی اختصار المغازی والسير لابن عبد البر ص ۲۲۰ مطبوعہ دار المعارف القاہرہ مصر)

علامہ یوسف بن اسماعیل النبیانی متوفی ۱۳۵۰ھ علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

وكان شعبة من خيار المسلمين ودفع له رسول الله ﷺ مفتاح الكعبة والى ابن عمه عثمان بن طلحة بن ابی طلحة وقال خذوها خالدة مخلدة تالدة الى يوم القيامة يا بني ابی طلحة لا ياخذها منكم الا ظالم وهو جد هؤلاء بنی شعبة الذين يلون حجابة البيت الذين بايدهم حجابة الكعبة ومفتاحها الى يومنا هذا انتهى كلام ابن اثير قلت وبنو شعبة هذا هم الذين يلون مفتاح الكعبة الى يومنا هذا وهو العام السابع عشر من القرن الرابع عشر وفي قوله ﷺ خذوها خالدة مخلدة تالدة الى يوم القيامة ابی طلحة معجزة اخرى له ﷺ لا اطلاعه على بقاء سلالتهم حتى يتوارثوها وبشارة لهم بان سلالتهم تبقى الى يوم القيامة يتوارثونها الا ان يسلط الله عليهم ظالما ينزعها من ايدهم ولم يسلط الى الآن۔

**ترجمہ:** حضرت شیعہ رضی اللہ عنہ کا شمار بہترین مسلمانوں میں ہوتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے کعبہ شریف کی کنجی انہیں اور ان کے چچا زاد بھائی عثمان بن طلحة کو عطا فرمائی اور فرمایا: یہ کنجی لے لو اے اولاد ابی طلحة! یہ تمہارے پاس ابد الابد تک رہے گی اور سوائے ظالم کے کوئی تم سے چھین نہ سکے گا۔ ابوظہر ان بنو شیعہ کا جد ہے جو بیت اللہ شریف کے دربان ہیں۔ کعبہ شریف کی کنجی آج انہی کے پاس ہے۔ انتہی کلام ابن اثیر۔



## حاشیہ.....☆

امام نبھانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ آج تک یعنی 1317ھ تک کئی برداری کا منصب اسی گھرانے کے پاس ہے نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد کہ یہ کنجی ابدال باد تک ابی طلحہ کے گھرانے میں رہے گی میں ایک اور معجزہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو اس بات کا بھی علم تھا کہ ابو طلحہ کی نسل باقی رہے گی اور وہ نسل در نسل اس منصب کے وارث بنیں گے۔ نیز یہ بشارت ہے کہ ان سے سوائے کسی ظالم کے کوئی یہ چابی چھین نہ سکے گا۔ چنانچہ یہ پیش گوئی سچ ثابت ہوئی اور آج تک کوئی اس منصب پر تسلط نہیں جاسکا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۵۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

## حدیث نمبر ۲۸ ﴿.....﴾ اے عثمان یاد رکھو وہ وقت کچھ دور نہیں کہ خانہ کعبہ کی چابی ایک صاحب اختیار

## کی حیثیت سے میرے پاس ہوگی

محمد بن ابی بکر الدمشقی الشہر بابن قیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں۔

وذكر ابن سعد في الطبقات عن عثمان بن طلحة قال كنا نفتح الكعبة في الجاهلية يوم الاثنين والخميس فاقبل رسول الله يوما يريد ان يدخل الكعبة مع الناس فغلظت له ونلت منه فحلم عني ثم قال يا عثمان لعلك ستري هذا المفتاح يوما بيدى اضعه حيث شئت فقلت: لقد هلك قريش وذلت فقال: بل عمرت وعزت يومئذ ودخل الكعبة فوقعت كلمته منى موقعا ظننت ان الامر سيصير الى ما قاله فلما كان يوم الفتح قال يا عثمان اتنى بالمفتاح فاتيته به فاخذه منى ثم دفعه الى وقال خذوها خالدة تالدة لا ينزعها منكم الا ظالم۔

**ترجمہ:** ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات میں حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ زمانہ جاہلیت میں دو شنبہ اور پنج شنبہ کو کعبہ طواف کے لئے کھولا جاتا تھا۔ ان دنوں کے علاوہ ایک روز آپ ﷺ تشریف لائے اور کعبۃ اللہ میں داخل ہونا چاہا مگر میں نے سختی سے روک دیا۔ آپ ﷺ نے تحمل و برداشت سے کام لیا اور فرمایا اے عثمان رضی اللہ عنہ یاد رکھو وہ وقت کچھ دور نہیں ہے کہ خانہ کعبہ کی چابی ایک صاحب اختیار کی حیثیت سے میرے پاس ہوگی اور میں جسے چاہوں گا تو لیت کے ساتھ چابی عطا کروں گا۔ میں نے کہا تھا کہ اے محمد (ﷺ) کیا اس وقت قریش مرچکے ہوں گے یا پھر وہ ذلت رسوائی کو برداشت کر لیں گے؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا تھا عثمان رضی اللہ عنہ! ایسا نہیں ہے اس دن قریش کو عزت اور معافی ملے گی یہ فرما کر آپ ﷺ کعبہ میں داخل ہو گئے اس کے بعد میں آپ ﷺ کو کعبہ کے اندر داخلہ سے نہ روک سکا۔ لیکن آپ ﷺ کی باتیں میرے دل میں گھر کر گئی تھیں۔ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ حضور ﷺ نے جو فرمایا ہے وہ ہو کر رہے گا پھر میں نے مسلمان ہو جانے کا ارادہ کیا تو میری قوم نے مجھے جہز کا اور سختی کے ساتھ خائف کر دیا۔ فتح مکہ کے روز حضور ﷺ نے کعبۃ اللہ کی چابی مجھ سے طلب فرمائی میں نے چابی دی اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ میں لے کر پھر مجھ ہی کو عطا فرمادی اور کہا یہ چابی ہمیشہ تمہارے پاس رہے گی۔ تم سے کسی کا چابی لینا دار اصل ظلم سے چھین لینے کے مترادف ہوگا۔

(زاد المعاد فی حدی خیر العباد فضل فی الفتح الا عظم ج ۳ ص ۳۰۹ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

قال يا عثمان لعلك ستري هذا المفتاح يوما بيدى اضعه حيث شئت فقلت: لقد هلك قريش وذلت فقال: بل عمرت وعزت يومئذ ودخل الكعبة فوقعت كلمته منى موقعا ظننت ان الامر سيصير الى ما قال فاردت الاسلام فاذا قومي يزبرونني زبرا شديدا فلما كان يوم فتح مكة قال لي يا عثمان انت

## ☆..... حاشیہ

بالمفتاح فاتيته به فاخذه مني ثم دفعه الي وقال خذها خالدة تالدة لا ينزعها منكم الا ظالم فلما وليت ناداني فرجعت اليه فقال الم يكن الذي قلت لك؟ فذكرت قوله لي بمكة قبل الهجرة لعلك ستري هذا المفتاح يوما بيدي اضعه حيث شئت فقلت: بل اشهد انك رسول الله۔

(خصائص الكبرى باب ما وقع في فتح مكة من المعجزات والخصائص ج ۱ ص ۳۳۲-۳۳۳ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)، (سبل الهدى والارشاد ج ۱ ص ۶۵-۶۶ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)

امام علی بن یزید بن ابی طالب الشافعی متوفی ۱۰۶۶ھ لکھتے ہیں۔

قال يا عثمان لعلك ستري هذا المفتاح يوما بيدي اضعه حيث شئت۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ نے فرمایا اے عثمان رضی اللہ عنہ یاد رکھو وہ وقت کچھ دور نہیں ہے کہ خانہ کعبہ کی چابی ایک صاحب اختیار کی حیثیت سے میرے پاس ہوگی اور میں جسے چاہوں گا تو لیت کے ساتھ چابی عطا کروں گا۔

(انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروف بالسیرۃ الخلیفہ ج ۳ ص ۵۳ مطبوعه دار السیرۃ بیروت)

## حدیث نمبر ۳۹..... تو اپنے دل میں کیا خیال کر رہا تھا؟

حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۳۶۳ھ لکھتے ہیں۔

فقال له ما تحدث به نفسك قال لا شيء كنت اذكر الله عز وجل فضحك النبي عليه السلام وقال استغفر الله لك ووضع يده عليه السلام على صدر فضالة فكان فضالة يقول والله ما رفع يده عن صدري حتى ما اجد على ظهر الارض احب الي منه۔

(الدرر في اختصار المغازي والسير لابن عبد البر ص ۲۲۲ مطبوعه دار المعارف القا حرة مصر)

امام عبد الملك بن هشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

کیا تو فضالہ ہے؟

افضالة؟

اس نے جواب دیا:

جی ہاں میں فضالہ ہوں۔

نعم

آپ ﷺ نے فرمایا:

تو اپنے دل میں کیا خیال کر رہا تھا؟

ماذا كنت تحدث نفسك؟

اس نے کہا:

لا شيء كنت اذكر الله فضحك النبي ثم قال استغفر الله میں اللہ ہے (تمہارے لئے) مغفرت طلب کرتا ہوں۔  
ثم وضع يده على صدري فسكن قلبه فكان فضالة يقول والله ما رفع يده عن صدري حتى ما من خلق الله شيء احب الي منه۔

اللہ کی قسم آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینے سے ہٹایا نہیں تھا کہ مجھے آپ ﷺ کی ذات کائنات کی ہر شے سے زیادہ محبوب ہوگی۔

(السیرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام ج ۵ ص ۸۰ مطبوعه دار النجیل بیروت)

## حاشیہ.....☆

امام ابی الریح سلیمان بن موسی الکلاعی الاندلسی متوفی ۶۳۳ھ لکھتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

ما ذا كنت تحدث نفسك؟ تو اپنے دل میں کیا خیال کر رہا تھا؟

اس نے کہا:

لا شيء كنت اذكر الله فضحك النبي ثم قال استغفر الله میں اللہ سے (تمہارے لئے) مغفرت طلب کرتا ہوں۔  
ثم وضع يده على صدرى فسكن قلبه فكان فضالة يقول والله ما رفع يده عن صدرى حتى ما من خلق الله شيء احب الى منه۔

اللہ کی قسم آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینے سے ہٹایا نہیں تھا کہ مجھے آپ ﷺ کی ذات کائنات کی ہر شے سے زیادہ محبوب ہو گئی۔  
(الاكتفاء بما تضمنه من مغازي رسول الله والاشي الخلفاء غزوة الفتح ج ۲ ص ۲۳۰ مطبوعہ عالم الكتب بیروت)

محمد بن ابی بکر الدمشقی الشہر باین قیم الجوزیہ متوفی ۵۷۷ھ لکھتے ہیں۔

وهم فضالة بن عمير بن الملوح ان يقتل رسول الله وهو يطوف بالبيت فلما دنا منه قال له رسول الله افضالة؟ قال نعم فضالة يا رسول الله قال ما ذا كنت تحدث به نفسك؟ قال لا شيء كنت اذكر الله قال: فضحك النبي ﷺ ثم قال استغفر الله ثم وضع يده على صدره فسكن قلبه۔ وكان فضالة يقول والله ما رفع يده عن صدرى حتى ما خلق الله شيء احب الى منه۔

(زاد المعاد في هدي خير العباد فصل في الفتح الاعظم ج ۳ ص ۳۱۲-۳۱۳ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۷ھ روایت کرتے ہیں۔

وقال ابن هشام وحدثني بعض اهل العلم ان فضالة بن عمير بن الملوح يعني الليثي اراد قتل النبي ﷺ وهو يطوف بالبيت عام الفتح فلما دنا منه قال رسول الله ﷺ افضالة؟ قال نعم فضالة يا رسول الله قال ما ذا كنت تحدث به نفسك؟ قال لا شيء كنت اذكر الله قال: فضحك النبي ﷺ ثم قال استغفر الله ثم وضع يده على صدره فسكن قلبه۔

فكان فضالة يقول والله ما رفع يده عن صدرى حتى ما من خلق الله شيء احب الى منه.....

(السيرة النبوية خطبة النبي ﷺ عام الفتح ج ۳ ص ۵۳۸-۵۳۹ مطبوعہ دار الكتب العربي بیروت)، (سبل الهدى والارشاد ج ۵ ص ۲۳۵ مطبوعہ دار الكتب العلمية بیروت)، (انسان العيون في سيرة الامين المامون المعروفة بالسيرة الخلفية ج ۳ ص ۵۶ مطبوعہ دار المعرفة بیروت)

### حدیث نمبر ۴۰..... اسی شب کسری کو قتل کر دیا گیا جس روز آپ ﷺ نے یہ خبر دی تھی

اخرج البزار وابو نعیم والبيهقي عن دحية رضى الله عنه ان كسرى لما كتب اليه النبي ﷺ كتب كسرى الى صاحبه بصنعاء يتوعده ويقول الا تكفيني رجلا خراج بارضك يدعوني الى دينه لتكفينه او لا فعلمن بك فبعث صاحب صنعاء الى النبي ﷺ فلما قرأ النبي ﷺ كتاب صاحبهم تركهم خمس عشرة ليلة ثم قال اذهبوا الى صاحبكم فقولوا ان ربي قتل ربك الليلة فانطلقوا فاخبروه قال دحية ثم جاء الخبر بان كسرى قتل تلك الليلة۔

**ترجمہ:** حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے شہنشاہ ایران کو گرامی نامہ لکھا تو اس نے صنعاء کے گورنر کو دھمکی آمیز خط لکھا اور کہا کہ کیا تم میری طرف سے اس شخص کا بندوبست نہیں کرو گے جو تمہارے علاقے میں ظاہر ہوا اور اپنے دین

حاشیہ.....☆

کی طرف دعوت دیتا ہے تم یہ کام سرانجام دو گے یا پھر میں تمہیں اس کی پاداش میں سزا دوں گا چنانچہ صنعاء کے گورنر نے اپنا اپنی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا جب نبی اکرم ﷺ نے حاکم صنعاء کا خط پڑھا تو پندرہ دن تک اس اپنی کو کوئی جواب نہ دیا پھر آپ نے اس اپنی اور اس کے ساتھیوں کو فرمایا تم اپنے حاکم کے پاس چلے جاؤ اور اسے بتا دو کہ میرے پروردگار نے تمہارے حکمران کو قتل کر دیا ہے۔ پس وہ روانہ ہو گئے اور عامل صنعاء کو جا کر نبی اکرم ﷺ کی اس غیبی خبر سے آگاہ کیا حضرت وحید کلبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ عرصہ کے بعد یہ خبر آ گئی کہ اسی شب کسری کو قتل کر دیا گیا جس روز آپ ﷺ نے یہ خبر دی تھی۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مجمع الرواۃ فی فضائل النبی ﷺ باب اخبارہ ﷺ بالمعنیات ج ۸ ص ۲۹۰۔

۲۹۱ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)

امام حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

قد کان کتب الی کسری فکتب کسری الی صاحبہ بصنعاء یتوعدہ ویقول الا تکفینی رجلا خرج بارضک یدعوننی الی دینہ لتکفینہ او لافعلن بک فبعث صاحب صنعاء الی النبی ﷺ فلما قرأ النبی ﷺ کتاب صاحبہم ترکہم خمس عشرة لیلة ثم قال لهم اذهبوا الی صاحبکم فقولوا ان ربی قد قتل ربک اللیلة فانطلقوا فاخبروه قال دحیة ثم جاء الخبر بان کسری قتل تلك اللیلة۔

**ترجمہ:** جب نبی کریم ﷺ نے شہنشاہ ایران کو گرامی نامہ لکھا تو اس نے صنعاء کے گورنر کو دھمکی آمیز خط لکھا اور کہا کہ کیا تم میری طرف سے اس شخص کا بندوبست نہیں کرو گے جو تمہارے علاقے میں ظاہر ہوا اور اپنے دین کی طرف دعوت دیتا ہے تم یہ کام سرانجام دو گے یا پھر میں تمہیں اس کی پاداش میں سزا دوں گا چنانچہ صنعاء کے گورنر نے اپنا اپنی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا جب نبی اکرم ﷺ نے حاکم صنعاء کا خط پڑھا تو پندرہ دن تک اس اپنی کو کوئی جواب نہ دیا پھر آپ نے اس اپنی اور اس کے ساتھیوں کو فرمایا تم اپنے حاکم کے پاس چلے جاؤ اور اسے بتا دو کہ میرے پروردگار نے تمہارے حکمران کو قتل کر دیا ہے۔ پس وہ روانہ ہو گئے اور عامل صنعاء کو جا کر نبی اکرم ﷺ کی اس غیبی خبر سے آگاہ کیا حضرت وحید کلبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ عرصہ کے بعد یہ خبر آ گئی کہ اسی شب کسری کو قتل کر دیا گیا جس روز آپ ﷺ نے یہ خبر دی تھی۔

(دلائل النبوة باب ما جاء فی موت کسری و اخبار النبی ﷺ بذکرک ج ۴ ص ۳۹۰۔ ۳۹۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سل المحدثی والرشاد ج ۱ ص ۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

ان رجلا من اصل فارس اتی النبی ﷺ فقال ﷺ (دلائل النبوة باب ما جاء فی موت کسری و اخبار النبی ﷺ بذکرک ج ۴ ص ۳۹۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

فجاء اه من الغد فقال لهما ابلغا صاحبكما ان ربی قد قتل ربہ کسری فی هذه اللیلة لسبع الثلاثاء لعشر لیال مضین من جمادی الاولى سنة سبع۔

**ترجمہ:** دوسرے دن وہ دونوں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم دونوں اپنے صاحب (بازان) کو یہ خبر پہنچا دو کہ اسی شب کو جو شب سہ شنبہ ۱ جمادی الاول ۷ھ تھی سات بجے میرے رب نے اس کے رب (کسری) کو قتل کر دیا ہے۔

(طبقات الکبریٰ ابن سعد ج ۱ ص ۲۶۰ مطبوعہ دار صادر بیروت)

## چوتھی فصل..... علمائے امت کے اقوال کے بیان میں دربارہ علم غیب

مدارج النبوة کے خطبہ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔  
 ہو الاول والاخر والظاهر والباطن وهو بكل شئی علیم۔  
**ترجمہ:** وہ ہی اول ہے وہ ہی آخر وہ ہی ظاہر وہ ہی پوشیدہ اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

(پارہ ۲۷ سورہ ۵۷ آیت نمبر ۳)

یہ خدا کی حمد بھی ہے اور نعمت مصطفیٰ علیہ السلام بھی۔

حاشیہ..... ☆

امام عبد الملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

فقتل اللہ کسری فی الیوم الذی قال رسول اللہ ﷺ  
 قال ابن ہشام قتل علی یدی ابنہ شیر وہ وقال خالد بن حق الشیانی۔

وکسری اذ تقسمہ بنوہ  
 باسیاف کما اقسم اللہام

تمخضت المعنوں له بیوم  
 انی ولکل حاملہ تمام

**ترجمہ:** کسری اسی دن قتل ہوا جس دن کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا اس کو اس کے بیٹے شیر وہ نے قتل کیا تھا خالد بن حق الشیانی نے اسی واقعہ کے متعلق کہا ہے۔ اور کسری کو اس کے بیٹے اس طرح طرح تقسیم کر رہے تھے جس طرح گوشت تقسیم کیا جاتا ہے اس کی موت کے لئے ایک دن مختص تھا وہ دن آگیا اور حاملہ کے وضع حمل کا وقت آئی جاتا ہے۔

(السیرة النبویة المعروف سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۱۹۱-۱۹۲ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصمہانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

ان ربی قد قتل ربہ الغداة۔

(دلائل النبوة علامہ اصمہانی ص ۲۳۴ رقم الحدیث ۳۴۲ مطبوعہ دار طبعہ الریاض)

امام ابی الریح سلیمان بن موسی الکلاعی الاندلسی متوفی ۶۳۲ھ لکھتے ہیں۔

ان ربی عز وجل قد قتل کسری فی هذه الليلة فانطلقنا حتی قدما علی باذان فاخبرناہ بذلك۔

(الاكتفاء بما تضمنه من مغازی رسول اللہ والکتاب الخلفاء ج ۲ ص ۲۸۸ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۷ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال رسول اللہ ان ربی قد قتل الليلة ربک۔

(البدایة والنہایة ج ۱ ص ۴۰۰ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت)

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

و فی هذا الخبر من آیات الغیوب ما لا یعلمہ الا اللہ او من اطلعه علیہ۔

(اعلام النبوة الباب العاشر فیما من منجزات اقوالہ فصل اخبار آحاد ص ۱۵۵ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)

چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وہو اذانا است بہمہ چیز از شیونان و احکام و صفات حق و اسماء و افعال و آثار و بہمہ علوم

ظاہر و باطن و اول و آخر احاطہ نمودہ و مصداق فوق کمال ذی علم علم شد۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام تمام چیزیں کے جاننے والے ہیں اور انہوں نے خدائے پاک کی شانیں اس کے احکام حق تعالیٰ کے صفات اور افعال اور سارے ظاہری باطنی اول و آخر کے علوم کا احاطہ فرمالیا ہے۔

(مدارج النبوة مقدمة الكتاب ج ۲ ص ۳ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ کھمر)

ای مدارج جلد اول باب پنجم در ذکر فضائل آنحضرت صفحہ ۱۴۴ میں ہے۔

از زمان آدم تا نفعہ اولیٰ بروی علیہ السلام منکشف ساختند تاہمہ احوال اودا از اول و آخر معلوم گردو و یاران خود و انیز از بعضی احوال خبر داد۔

**ترجمہ:** حضرت آدم علیہ السلام سے صور پھونکنے تک تمام حضور علیہ السلام پر ظاہر فرمادیا تا کہ اول سے آخر تک کے سارے حالات آپ کو معلوم ہو جائیں اور حضور علیہ السلام نے بعض حالات کی خبر اپنے صحابہ کو بھی دی۔

(مدارج النبوة باب پنجم وصل خصائص آنحضرت ج ۲ ص ۱۴۴ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ کھمر)

علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں۔

وقد تواترت الاخبار و اتفقت معانیہا علی اطلاعه علیہ السلام علی الغیب و لا ینا فی الایات الدالۃ علی انہ لا یعلم الغیب الا اللہ لان المنفی علمہ علیہ السلام من غیر واسطۃ اما اطلاعه علیہ باعلام اللہ فمحقق بقولہ تعالیٰ الا من ارتضیٰ من رسول۔

**ترجمہ:** احادیث اس پر متواتر ہیں اور ان کے معانی اس پر متفق ہیں کہ حضور علیہ السلام کو غیب پر اطلاع ہے اور یہ مسئلہ ان آیتوں کے خلاف نہیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ خدا کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا کیونکہ جس غیب کی نفی ہے وہ علم بغیر واسطہ ہے (ذاتی) لیکن حضور کا غیب پر مطلع ہونا اللہ کے بتانے سے وہ ثابت ہے رب کے اس قول سے کہ سوائے پسندیدہ رسول کے۔

شفا شریف میں قاضی عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں (ماخوذ از خرپوتی شرح قصیدہ بردہ)

خص اللہ تعالیٰ بہ علیہ السلام بالاطلاع علی جمیع مصالح الدنیا والدین و مصالح امته و کان فی الامم و ما سیکون فی امته من النقیب و القطمیر و علی جمیع فنون المعارف کا احوال القلب و الفرائض و العبادۃ و الحساب۔

**ترجمہ:** اللہ نے حضور علیہ السلام کو خاص فرمایا تمام دینی و دنیاوی مصلحتوں پر مطلع فرما کر اور اپنی امت کے مصلحت اور گزشتہ امتوں کے واقعات اور اپنی امت کے اونی سے ادنیٰ واقعہ پر خبردار فرمادیا۔ اور تمامی معرفت کے فنون پر مطلع فرمادیا جیسے دل کے حالات و فرائض عبادات اور علم حساب۔

قصیدہ بردہ میں ہے۔

ومن علومك علم واللوح والقلم

فان من جودك الدنيا وضرتها

اور لوح و قلم کا علم آپ کے علوم کا بعض حصہ ہے  
(قصیدۃ البردہ ص ۷ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ کھمر)

**ترجمہ:** دنیا و آخرت آپ ہی کے کرم سے ہے

شرح قصیدہ بردہ مصنف علامہ ابرہیم بجوری میں اس شعر کے ماتحت ہے۔

فان قيل اذا كان علم اللوح والقلم بعض علومه عليه السلام فما البعض الاخر اجيب بان البعض الاخر هو ما اخبره الله تعالى من احوال الآخرة لان القلم انما كتب في اللوح ما هو كائن الى يوم القيمة۔  
**ترجمہ:** اگر کہا جاوے کہ جب لوح و قلم کا علم حضور کے علوم کا بعض ہوا تو دوسرے بعض کون سے علوم ہیں جواب دیا جاوے گا کہ وہ بعض آخرت کے حالات کا علم ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو خبر دی کیونکہ قلم نے تو لوح میں وہ ہی لکھا ہے جو قیامت تک ہونے والا ہے۔

ملا علی قاری جل العقد شرح قصیدہ بردہ میں اسی شعر کے ماتحت فرماتے ہیں۔

وكون علومها من علومه عليه السلام ان علومه تنوع الى الكليات والجزئيات وحقائق ومعارف وعوارف تتعلق بالذات والصفات وعلمها يكون نهرا من يحور علمه وحرفا من مسطور علمه۔  
**ترجمہ:** اور لوح و قلم کے علوم حضور علیہ السلام کے علوم کے بعض اس لئے ہیں کہ حضور کے علوم منقسم ہیں جزئیات اور کلیات اور حقائق اور معرفت اور ان معارف کی طرف جس کا تعلق ذات اور صفات سے ہے لہذا لوح و قلم کا علم حضور کے علم دریاؤں کی ایک نہر ہے اور حضور علیہ السلام کے علم کی سطروں کا ایک حرف۔

(الزبدة العمدۃ فی شرح البردة ص ۱۷ مطبوعہ حمید علماء سکندریہ غیر پور سندھ)

ان عبارتوں نے فیصلہ فرمادیا کہ وہ لوح و قلم جن کے علوم کو قرآن نے فرمایا کہ۔

ولا رطب ولا يابس الا في كتاب مبين۔

**ترجمہ:** کوئی خشک و تر چیز ایسی نہیں جو لوح محفوظ میں نہ ہو۔

(پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۵۹)

اس کے علوم علم مصطفیٰ ﷺ کے سمندروں کا ایک قطرہ ہے تو معلوم ہوا کہ ماکان وما یكون کا علم حضور علیہ السلام کے علم کے دفتر کا ایک نقطہ ہے۔

امام یومیری صاحب قصیدہ بردہ اپنے دوسرے قصیدہ ام القرط میں فرماتے ہیں۔

وسع العالمين علما وحلما فهو بحر لم تعيها الاعياء

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام نے اپنے علم و اخلاق سے جہانوں کو گھیر لیا۔ پس آپ ایسے سمندر ہیں کہ اس کو گھیرنے والے نہ گھیر سکے۔

(مجموع المnton متن قصيدة الهزمية في مدح خير البرية ص ۱۸ مطبوعہ قطر)

شیخ سلیمان جمل اس شعر کی شرح میں فتوحات احمدیہ میں فرماتے ہیں۔

ای وسع علمه علوم العلمين الانس والجن والملئكة لان الله تعالى اطلعه على العالم كله فعلم علم الاولين والآخرين وما كان وما يكون وحسبك علمه علم القرآن وقد قال الله تعالى ما فرطنا في الكتاب من شئ۔

**ترجمہ:** فرشتوں آپ کا علم تمام جہانوں یعنی جن و انسان اور فرشتوں کے علم کو گھیرے ہوئے ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے آپ کو تمام عالم پر خبردار فرمایا پس اگلے پچھلوں کا علم سکھایا اور ماکان وما یكون بتایا اور حضور علیہ السلام کے علم کے لئے علم قرآن کافی ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے اس کتاب میں کوئی چیز اٹھانہ رکھی۔

امام ابن حجر مکی اس شعر کی شرح میں افضل القری میں فرماتے ہیں۔

لان الله تعالى اطلعه على العالم فعلم الاولين والاخرين وما كان وما يكون۔

**ترجمہ:** کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام جہان پر خبردار فرمایا پس آپ نے اولین و آخرین کو اور جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا اس کو جان لیا۔

(انباء المصطفیٰ بحال سر داغی ص ۱۹۔ مطبوعہ دار الرضاء لاہور)

ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ سارے جہان والوں کا علم حضور علیہ السلام کو دیا گیا۔ جہان والوں میں حضرت آدم و ملائکہ اور ملک الموت اور شیطان وغیرہ سب ہی ہیں۔ اور ملک الموت و شیطان کے لئے علم غیب تو دیوبندی بھی جانتے ہیں۔

امام بوصیری قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں۔

وكلهم من رسول الله ملتصق  
غرفاً من البحر ادر شفا من الدیم

تمام رسول حضور علیہ السلام سے ہی لینے والے ہیں  
سمندر سے ایک چلو یا تیز بارش سے چھینٹا

علامہ خرپوٹی شرح قصیدہ بردہ میں اس شعر کے ماتحت فرماتے ہیں۔

ان جميع الانبياء كل واحد منهم طلبوا واخذوا العلم من علمه عليه السلام الذي كالبهر في السعة والكرم من كرمه عليه السلام الذي هو كالديم لانه عليه السلام مفيض وهم مستفاضون لانه تعالى خلق ابتداء روحه عليه السلام ووضع علوم الانبياء وعلم ما كان وما يكون ثم خلقهم فاخذوا علومهم منه عليه السلام۔

**ترجمہ:** ہر نبی نے حضور علیہ السلام کے اس علم سے مانگا اور لیا جو وسعت میں سمندر کی طرح ہے اور سب نے کرم حضور علیہ السلام کے اس کرم سے حاصل کیا جو تیز بارش کی طرح ہے کیونکہ حضور علیہ السلام فیض دینے والے ہیں اور وہ نبی فیض لینے والے۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے اولاً حضور علیہ السلام کی روح پیدا فرمائی پھر اس روح میں نبیوں کے اور ماکان و مایکون کے علم رکھے پھر ان رسولوں کو پیدا فرمایا پس ان سب نے اپنے علوم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لئے۔

(عمیرۃ الشہیدۃ شرح قصیدۃ بردۃ از علامہ خرپوٹی ص ۸۳ مطبوعہ نور محمد کراچی)

حافظ سلیمان ایریز شریف صفحہ ۲۵۸ فرماتے ہیں۔

يعلم عليه السلام من العرش الى القرش ويطلع على جميع ما فيها وهذا العلوم بالنسبة اليه عليه السلام كالف من ستين جزء التي هي القرآن العزيز۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام عرش سے فرش تک کو جانتے ہیں اور جو کچھ ان میں ہے اس کی خبر رکھتے ہیں اور یہ سارے علوم حضور علیہ السلام کی نسبت سے ایسے ہیں جیسے الف ۶۰ جزو کی نسبت ہے جو قرآن کریم ہیں۔

امام قسطلانی مواہب میں فرماتے ہیں۔

النوبة ماخوذة من النبا بمعنى الخبر اي اطلعه الله على الغيب۔

**ترجمہ:** نبوت بنا سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں خبر یعنی اللہ نے ان کو غیب پر خبردار فرمایا۔

(مواہب اللدنیہ المقصد الثانی الفصل الاول ج ۲ ص ۳۵۔ ۳۶ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

مواہب لدنیہ جلد دوم صفحہ ۱۹۲ القسم الثانی فیما اخبر به عليه السلام من الغيوب میں ہے۔

لا شك ان الله تعالى قد اطلعه على ازيد من ذلك والقی عليه علم الاولين والاخرين۔



**ترجمہ:** اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو اس سے بھی زیادہ پر اطلاع دی اور آپ پر انگوں پچھلوں کا علم پیش کر دیا۔  
(مواہب اللدنیہ المقصد الثامن الفصل الثالث ج ۳ ص ۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت مجدد الف ثانی مکتوبات شریف جلد اول مکتوب ۳۱۰ میں فرماتے ہیں۔

مر علم کہ مخصوص بہ اوست سبحانہ خاص رسل را اطلاع مے بخشند مدارج النبوة جلد اول میں ہے۔ از بعض صلحا از اہل فضل شنیدہ شدہ کہ بعض از عرفا کتابیہ نوشتہ امذا ثبات کردہ اند کہ آن حضرت را تمام علوم الہی معلوم ساخته بودند و این سخن بظاہر مخالف بسیاری از اولہ است

**ترجمہ:** جو علم رب تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اس پر خاص رسولوں کو اطلاع دیتے ہیں۔ بعض علمائے صالحین میں سے سنا گیا ہے کہ بعض عارفین نے کوئی کتاب لکھی ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام کو تمام علوم الہیہ معلوم کرا دیے گئے تھے۔ یہ کلام بظاہر تو بہت سے دلائل کے خلاف ہے نہ معلوم کہ قائل نے اس سے کیا سہل ہے۔

یہ عبارت اس لئے پیش کی گئی کہ بعض لوگوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم خدا کے علم کے برابر مانا اور فرق صرف ذاتی اور عطائی کا جانا۔ مگر شیخ عبدالحق نے ان کو شرک نہ مانا۔ بلکہ عارف کہا۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب ماننا شرک نہیں۔ میرزا ہد رسالہ کے خطبہ میں ہے۔

كان صو ادق التصديقات بطائعها متوجهته الى حضرته الا قدس وحقائق التصورات بانفسها مائلته الى جناب المقدس فوجه المعلى مركز المعقولات تصوراتها وتصديقاتها ونفسه العليا منبع العقلیات نظرياتها وفطرياتها۔

اس کی شرح لواء الہدی مصنفہ غلام یحییٰ میں اس عبارت کے تحت ہے۔ فداتہ علیہ السلام جامع بین جمیع انحاء العلوم۔ سبحان اللہ اس عبارت نے پردے اٹھا دیئے۔ منطقیوں نے بھی یارگاہ نبوت میں پیشانی رگڑ دی۔

مولانا بحر العلوم عبدالحق لکھنوی علیہ الرحمۃ خطبہ حواشی میرزا ہد رسالہ میں فرماتے ہیں۔

علمہ علوم ما احتوی علیہ العلم الا علی وما استطاع علی إحاطتها اللوح الاولی لم یلد الدھر مثله من الازل ولم یلد الی الابد فلیس له من فی السموت والارض کفوا احد۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام کو رب نے وہ علوم سکھائے جن پر علم اعلیٰ بھی مشتمل نہیں اور جس کے گھیرنے پر لوح محفوظ قادر نہیں نہ تو آپ کی مثل زمانے میں پیدا ہوا نازل سے اور نہ اب تک ہوا اور آسمانوں و زمین میں کوئی آپ کا ہمسر نہیں۔

علامہ شنوانی جمع التہلیہ میں فرماتے ہیں۔

قد وارد ان الله تعالیٰ لم یخرج النبی علیہ السلام حتی اطلعه علی کل شئی۔

**ترجمہ:** یہ وارہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو دنیا سے نہ نکالا یہاں تک کہ آپ کو ہر چیز پر مطلع فرما دیا۔

(خالص الاعتقاد ص ۷۲ مطبوعہ دارالرضا لاہور)

شرح عقائد نسفی صفحہ ۷۱ میں ہے۔

بالجملة العلم بالغیب امر تفرد به الله تعالی لا سبیل الیہ للعباد الا باعلام منه او الہا ما بطریق المعجزة او الکرامۃ۔

**ترجمہ:** خلاصہ کلام یہ ہے کہ غیب جاننا ایک ایسی بات ہے جو خدا سے خاص ہے بندوں کو اس تک کوئی راہ نہیں بغیر رب کے بتائے یا

الہام فرمائے معجزے یا کرامت کے طریقہ پر۔

در مختار شروع کتاب الحج میں ہے۔

فرض الحج سنة تسع وانما اخره عليه السلام العشر لعذر مع علمه ببقاء حيوته ليكمل التبليغ۔

**ترجمہ:** حج ۹ھ میں فرض ہوا اور حضور علیہ السلام نے اس کو سنہ ۱۰ھ تک موخر فرمایا کسی عذر کی وجہ سے اور حضور علیہ السلام کو اپنی زندگی پاک کے باقی رہنے کا علم بھی تھا۔ تاکہ تبلیغ پوری ہو جائے۔

(الدر المختار کتاب الحج ص ۱۵۹ مطبوعہ مطبع مجتہائی لاہور پاکستان)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کب وفات ہوگی اس کا جاننا علوم غمہ سے ہے مگر حضور علیہ السلام کو اپنی وفات کی خبر تھی۔ کہ سنہ ۹ھ میں نہ ہوگی۔ اسی لئے اس سال حج نہ فرمایا۔ ورنہ حج فرض ہوتے ہی اس کا ادا کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ ہم کو موت کی خبر نہیں۔

خرپوتی نے شرح قصیدہ بردہ میں اس شعر کے ماتحت بیان فرمایا۔

واقفون لديه عند حدهم وفي حديث يروى عن معاوية انه كان يكتب بين يديه عليه السلام فقال له الق الدواة وحرف القلم و اقم الباء و فرق السين ولا تعور العيم مع انه عليه السلام لم يكتب ولم يقرأ من كتاب الاولين۔

**ترجمہ:** حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ وہ حضور علیہ السلام کے سامنے لکھا کرتے تھے۔ پس حضور علیہ السلام نے ان کو فرمایا کہ دوات اس طرح رکھو۔ قلم کو پھیرا اب کو سیدھا کرو سین میں فرق کرو اور یم کو ٹیڑھا کرو۔ باوجودیکہ حضور علیہ السلام نے لکھنا نہ سیکھا اور نہ آگلوں کی کتاب پڑھی۔

تفسیر روح البیان میں زیر آیت ولا تخطه بيمينك (پارہ ۲۱ سورہ ۲۹ آیت نمبر ۲۸) ہے۔

كان عليه السلام يعلم الخطوط ويخبر عنها۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام خطوں کو جانتے تھے اور اس کی خبر بھی دیتے تھے۔

(تفسیر روح البیان ج ۶ ص ۶۱۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام علم خط بھی بخوبی جانتے تھے۔ اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب شان حبیب الرحمن بابايات القرآن میں دیکھوے مثوی شریف میں ہے۔

سرمه کن در چشم خاك اولياء

کاملان از دور نامت بشنومذ

بلکه پیش از زادن تو سالها

حال تو داند يك يك موبممو

اسی مثوی شریف میں مولانا کفار قیدیوں کا ایک واقعہ نقل فرما کر فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے ارشاد فرمایا:

بنگرم سر عالم بینم نہاد

من شمارا وقت ذرات الست

آدم و حوا نرسنه از جهان

دیدہ امر بابستہ و منکوس و بست

از حدود آسمان سے عمدہ آنچہ دانستہ بدر افزوں نہ شد  
یعنی ہم سارے جہان کو اس وقت سے دیکھ رہے ہیں جب آدم و حوا پیدا بھی نہ ہوئے تھے اے کافر قیدیو ہم نے تمہیں بیشاق کے دن مومن اور نمازی دیکھا تھا۔ اس لئے تمہیں قید کیا ہے کہ تم ایمان لاؤ۔ بے ستون آسمان کی پیدائش ہم نے دیکھی ہے اس سے کچھ نہ زیادہ ہوا۔  
علمائے کرام کے ان اقوال سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے سارے انبیاء ملائکہ سے زیادہ علوم عطا فرمائے لوح و محفوظ و قلم کے علوم حضور علیہ السلام کے علموں کا قطرہ ہے اور عالم کی کوئی چیز ایسی نہیں جو اس چشم حق بین سے مخفی رہی ہو۔

## پانچویں فصل..... مخالفین کی تائید کے بیان میں

اب تک تو مخالفین کی عبارات سے علم غیب حضور علیہ السلام کے لئے ثابت کیا گیا۔ اب مخالفین کے اکابر کی وہ عبارات پیش کی جاتی ہیں۔ جن سے مسئلہ علم غیب بخوبی حل ہو جاتا ہے۔

حاجی امداد اللہ صاحب شام امدادیہ صفحہ ۱۱ میں فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء و اولیاء کو نہیں ہوتا میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں۔ دریافت و ادراک مغیبات کا ان کو ہوتا ہے۔ اصل میں یہ علم حق ہے۔ آنحضرت علیہ السلام کو حدیبیہ اور حضرت عائشہ کے معاملات کی خبر نہ تھی۔ اس کو دلیل اپنے دعویٰ کی سمجھتے ہیں۔ یہ غلط ہے کیونکہ علم کے واسطے توجہ ضروری ہے۔

(ماخوذ از انوار غیبیہ صفحہ ۲۵)

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی لطائف رشیدیہ صفحہ ۲۷ میں فرماتے ہیں۔ انبیاء علیہ السلام کو ہر دم مشاہدہ امور غیبیہ اور تبطیق (حضور حق تعالیٰ کا رہتا ہے) کما قال النبی علیہ السلام لو تعلمون ما اعلم لضحکم قليلاً و لیکتم کثیراً اور فرمایا انی اری ما لا ترون۔

(انوار غیبیہ صفحہ ۳۲)

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی تکمیل الیقین مطبوعہ ہندوستان پرچنگ پریس صفحہ ۱۳۵ میں فرماتے ہیں کہ شریعت میں وارد ہوا ہے کہ رسل و اولیاء غیب اور آئندہ کی خبر دیا کرتے ہیں۔ کیونکہ جب خدا غیب اور آئندہ کے حوادث کو جانتا ہے اس لئے کہ ہر حادثہ اس کے علم سے اسی کے ارادے کے متعلق ہونے سے اسی کے فعل سے پیدا ہوتا ہے تو پھر اس سے کون امر مانع ہو سکتا ہے۔ کہ یہ ہی خدا ان رسل و اولیاء میں سے جسے چاہے اے غیب یا آئندہ کی خبر دے دے۔ اگرچہ ہم اس کے قائل ہیں کہ فطرت انسانی کا یہ مستقنی نہیں کہ وہ بذاتہ اور خود مغیبات میں سے کسی شے کو جان سکے لیکن اگر خدا کسی کو بتا دے تو اس کو کون روک سکتا ہے۔ پس ان لوگوں کو جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ خدا کے بتائے سے ہی معلوم ہوتا ہے اور پھر وہ لوگ اوروں کو خبر دے دیتے ہیں۔ ان میں سے ایسا کوئی نہیں جو بذاتہ علم غیب کا دعویٰ کرتا ہو۔ چنانچہ شریعت محمدیہ بالذات علم غیب کے دعویٰ کرنے کو اعلیٰ درجہ کے منوعات میں شمار کرتی ہے۔ اور جو اس کا دعویٰ کرے اس کو کافر بتاتی ہے۔

مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی تحذیر الناس کے صفحہ ۴ پر لکھتے ہیں۔ علوم اولین مثلاً اور ہیں اور علوم آخرین اور لیکن وہ سب علم رسول اللہ میں مجتمع ہیں۔ اسی طرح سے عالم حقیقی رسول اللہ ہیں اور انبیاء باقی اور اولیاء بالعرض ہیں۔

اس آخری عبارت پر غور کرنا چاہیے کہ مولوی قاسم صاحب نے حضور علیہ السلام میں اولین اور آخرین کا علم جمع مانا ہے۔ اور اولین میں حضرت آدم و حضرت خلیل و حضرت ابراہیم علیہم السلام اسی طرح سارے ملائکہ حاملان عرش و حاضرین لوح محفوظ بھی شامل ہیں لہذا ان سب کے علوم سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم زیادہ ہونا چاہیے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے علم کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

## چھٹی فصل..... علم غیب کے عقلی دلائل اور اولیاء کے علم غیب کے بیان میں

چند عقلی دلائل سے بھی علم ماکان و مایکون کا ثابت ہے وہ دلائل حسب ذیل ہیں۔

(۱) حضور سید عالم ﷺ سلطنت الہیہ کے وزیر اعظم بلکہ خلیفہ اعظم ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو خلیفہ اللہ بنایا گیا۔ تو حضور علیہ السلام اس سلطنت کے خلیفہ اعظم اور زمین میں نائب رب العلمین ہیں۔ اور سلطنت کے مقرر کردہ حاکم میں دو وصف لازم ہیں۔ ایک تو علم دوسرے اختیارات۔ اس دنیاوی سلطنت کے حکام جس قدر بڑا درجہ رکھتے ہیں۔ اسی قدر ان کی معلومات اور اختیارات زیادہ ہوتے ہیں۔ کلکٹر کو سارے ضلع کا علم و اختیارات۔ وائسرائے کو سارے ملک کے متعلق علم و اختیارات ضروری ہیں کہ ان دو وصفوں کے بغیر وہ حکومت کر ہی نہیں سکتے۔ اور سلطانی قانون رعایا میں جاری ہی نہیں کر سکتا۔ اسی طرح حضرات انبیاء میں جن کا جس قدر بڑا درجہ اسی قدر ان کے اختیارات اور علم زیادہ۔ حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت کی رب العالمین نے ان کے علم ہی سے ثابت فرمایا کہ چونکہ ان کو اتنا وسیع علم دیا ہے وہ ہی خلافت الہیہ کے لئے موزوں ہیں پھر ملائکہ سے سجدہ کرانا ان کے اختیارات خصوصاً کثیوت تھا کہ ملائکہ بھی ان کے سامنے جھک گئے۔ چونکہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ السلام سارے عالم کے نبی اور عرش و فرش کے لوگ آپ کے امتی ہیں۔ لہذا ضروری تھا کہ آپ کو تمام انبیاء سے زیادہ علم اور زیادہ اختیارات دیئے جاویں۔ اسی لئے بہت سے معجزات دکھائے گئے۔ چاند اشارے سے پھاڑا۔ ڈوبا ہوا سورج واپس فرمایا۔ بادل کو حکم دیا۔ پانی برسا، پھر حکم دیا۔ کھل گیا۔ یہ سب اپنے خداداد اختیارات کا اظہار تھا۔

(۲) مولوی قاسم صاحب نانوتوی نے تخریر الناس میں لکھا ہے کہ انبیاء امت سے علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ رہا عمل۔ اس میں بظاہر کبھی امتی نبی سے بڑھ جاتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ عمل میں امتی نبی سے بڑھ سکتے ہیں۔ مگر علم میں نبی کا زیادہ ہونا ضروری ہے اور حضور علیہ السلام کے امتی تو ملائکہ بھی ہیں لیکن للعلمین نذیراً (پارہ ۱۸ سورہ ۲۵ آیت نمبر ۱) تو علم میں حضور علیہ السلام کا ملائکہ سے زیادہ ہونا ضروری ہے ورنہ پھر حضور علیہ السلام کس وصف میں امت سے افضل ہوں گے اور ملائکہ حاضرین لوح محفوظ کو تو ماکان و مایکون کا علم ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ حضور علیہ السلام کو اس سے بھی زیادہ علم ہو۔

(۳) چند سال کامل استاد کی صحبت میں رہ کر انسان عالم بن جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام قبل ولادت پاک کرڈوں برس رب تعالیٰ کی بارگاہ خاص میں حاضر رہے تو حضور کیوں نہ کامل عالم ہوں۔ روح البیان نے لفظ جاء کم کی تفسیر میں فرمایا کہ حضرت جبریل نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا کہ ایک تارہ ستر ہزار سال بعد چمکتا تھا۔ اور میں نے اسے بہتر ہزار دفعہ چمکتے دیکھا۔ فرمایا وہ تارہ ہم ہی تھے۔ حساب لگالو۔ کتنے کرڈوں برس دربار خاص میں حاضری رہی۔

(۴) اگر شاگرد کے علم میں کچھ کمی رہے تو اس کی صرف چار ہی وجہ ہو سکتی ہیں۔ اولاً تو یہ کہ شاگرد نا اہل تھا۔ استاذ سے پورا فیض لے نہ سکا۔ دوم یہ کہ استاذ کامل نہ تھا کہ مکمل سکھانہ سکا۔ سوم یہ کہ استاذ یا پختل تھا کہ پورا پورا علم اس شاگرد کو نہ دیا یا اس سے زیادہ کوئی اور پیارا شاگرد تھا کہ اس کو سکھانا چاہتا ہے۔ چوتھے یہ کہ جو کتاب پڑھائی وہ ناقص تھی۔ ان چار وجہوں کے سوا اور کوئی وجہ ہو سکتی ہی نہیں۔ یہاں سکھانے والا پروردگار سیکھنے والے محبوب علیہ السلام۔ کیا سکھایا قرآن اور اپنے خاص علوم بتاؤ آیا رب تعالیٰ کامل استاذ نہیں۔ یا رسول اللہ علیہ السلام لائق شاگرد نہیں؟ حضور علیہ السلام سے زیادہ کوئی اور پیارا ہے؟ یا کہ قرآن مکمل نہیں؟ جب ان میں سے کوئی نہیں۔ رب تعالیٰ کامل عطا فرمانے والا محبوب علیہ السلام کامل لینے والے۔ قرآن کریم کامل کتاب۔ الرحمن علم القرآن وہی سب سے زیادہ مقبول بارگاہ۔ پھر علم کیوں ناقص۔

(۵) رب تعالیٰ نے ہر بات لوح محفوظ میں کیوں لکھی۔ لکھنا تو اپنی یادداشت کے لئے ہوتا ہے کہ بھول نہ جائیں۔ یاد دوسروں کے بتانے کے لئے رب تعالیٰ تو بھول سے پاک لہذا اس نے دوسروں ہی کے لئے لکھا اور حضور علیہ السلام تو دوسروں سے زیادہ محبوب لہذا وہ تم پر حضور کے لئے ہے۔

(۶) غیب کی غیب رب تعالیٰ کی ذات ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ویدار کی تمنا فرمائی تو فرما دیا گیا۔ لہذا ترانی تم ہم کو دیکھ نہ سکو گے۔ جب محبوب علیہ السلام نے رب ہی کو معراج میں اپنی ان ظاہری مبارک آنکھوں سے دیکھ لیا۔ تو عالم کیا چیز ہے جو آپ سے چھپ سکے۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہیں ہو بھلا جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

ویدار الہی کی بحث ہماری کتاب شان حبیب الرحمن میں دیکھو۔ ☆

حاشیہ..... ☆

☆ جمہور کے نزدیک حضور ﷺ نے سر کی آنکھوں سے رب کا دیدار کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ما کذب الفواد ما رای۔

ترجمہ: دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔

(تفسیر نور العرفان ص ۶۳۲ پارہ ۲ سورۃ النجم آیت ۱۱: مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

امام التفسیر حمزہ الامت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے رب عزوجل کو دیکھا۔

(تویر المقباس ص ۵۶۱ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ محلہ جنگلی پشاور)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ولقد راہ نزلة اخرى 0 عند سدرۃ المنتہی۔

ترجمہ: اور انہوں نے تو وہ جلوہ دوبار دیکھا۔ سدرۃ المنتہی کے پاس۔

(تفسیر نور العرفان ص ۶۳۲ پارہ ۲ سورۃ النجم آیت ۱۳-۱۲ مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حتى جاء سدرۃ المنتہی ودنا الجبار رب العزة فتدلی حتی کان منه قاب قوسین او ادنی۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حتیٰ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سدرۃ المنتہی پر آئے اور جبار رب

العرزت آپ کے قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہوا حتیٰ کہ وہ آپ سے دو کمانوں کی مقدار رہ گیا یا اس سے بھی زیادہ نزدیک۔

(صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۱۲۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

نام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج الترمذی وحسنہ والطبرانی وابن مردويه والبيهقي في الاسماء والصفات عن ابن عباس

في قول الله ولقد راہ نزلة اخرى قال ابن عباس قد راى النبي ﷺ ربه عزوجل۔

(الدر المنثور في التفسير المأثور سورة النجم آیت نمبر ۱۱ ج ۶ ص ۱۵۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

☆.....

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں۔

بتحقیق دید آنحضرت اہرورد گدار خود را جل و علا در یار یکے چوں نزدیک  
سدرة المنتہ بود و در مرجوہ بالائے عرش ہر آمد۔

**ترجمہ:** حقیق آنحضرت ﷺ نے اپنے پروردگار جل و علا کو دوبارہ دیکھا ایک بار جب آپ سدرہ کے قریب تھے اور دوسری بار جب آپ عرش پر جلوہ گر ہوئے۔

(اشعۃ اللمعات فارسی کتاب الفتن باب رویۃ اللہ تعالیٰ فصل الثانی ج ۳ ص ۳۵۳ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثناء ابو معاویۃ ثنا الاعمش عن زیاد بن الحصین عن ابی العالیۃ عن بن  
عباس ثم فی قوله عز وجل ما کذب الفواد ما رای قال رای محمد ربہ عز وجل بقلیہ مرتین۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۳ رقم الحدیث ۱۹۵۷ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)

امام طبری بن ابی بکر عثمی متوفی ۸۰۷ھ لکھتے ہیں۔

وعن ابن عباس انه کان یقول ان محمداً ﷺ رای ربہ مرتین مرة ببصرہ ومرة بفؤادہ رواہ  
الطبرانی فی الاوسط ورجالہ رجال الصحیح خلا جهور بن منصور الکوفی وجهور بن منصور ذکرہ ابن  
حبان فی الثقات۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ایک مرتبہ اپنی آنکھ کے ساتھ اور  
ایک بار اپنے دل کے ساتھ اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اس کی سند صحیح ہے ماسوا جهور بن منصور کوئی کے امام ابن  
حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ اور اس کے رجال صحیح ہیں۔

(مجمع الزوائد منبع الفوائد باب فی الروایۃ ج ۱ ص ۹۷ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (اہب اللہ بیۃ ج ۳ ص ۳۹۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج الطبرانی فی (الاوسط) بسند صحیح عن ابن عباس انه کان یقول ان محمداً ﷺ رای  
ربہ مرتین مرة ببصرہ ومرة بفؤادہ۔

**ترجمہ:** امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الاوسط“ میں یہ سند صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے دو مرتبہ  
اپنے رب کو دیکھا ایک مرتبہ سر کی آنکھوں سے اور ایک مرتبہ دل کی آنکھوں سے۔

(خصائص الکبریٰ باب خصوصیت ﷺ بالاسراء ومارای من آیات ربہ الکبریٰ ج ۱ ص ۲۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (عمدة القاری شرح صحیح البخاری ج ۱۹  
ص ۱۹۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربیہ بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثناء عفان ثنا عبد الصمد بن کیسان ثنا حماد بن سلمۃ عن قتادة عن  
عکرمۃ عن بن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ رای ربی تبارک و تعالیٰ۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۰ رقم الحدیث ۲۶۳۲ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)

(۷) شیطان دنیا کا گمراہ کرنے والا ہے اور نبی ﷺ دنیا کے ہادی۔ گویا شیطان وہابی بیماری ہے۔ اور نبی علیہ السلام طیب مطلق۔ رب تعالیٰ نے شیطان کو گمراہ کرنے کے لئے اتنا وسیع علم دیا کہ دنیا کا کوئی شخص اس کی نگاہ سے غائب نہیں۔ پھر اسے یہ بھی خبر ہے کہ کون گمراہ ہو سکتا ہے۔ کون نہیں۔ اور جو گمراہ ہو سکتا ہے۔ وہ کس حیلہ سے۔ ایسے ہی وہ ہر دین کے ہر مسئلہ سے خبردار ہے اس لئے ہر نیکی سے روکتا ہے۔ ہر برائی کراتا ہے۔ اس نے رب تعالیٰ سے عرض کیا تھا۔ لا غوینہم اجمعین الا عبادک منهم المخلصین۔ (پارہ ۱۲ سورہ ۱۵ آیت نمبر ۳۹، ۴۰) جب گمراہ کرنے والے کو اتنا علم دیا گیا۔ تو ضرور دیکھا ہے کہ دنیا کے طیب مطلق ﷺ ہدایت دینے کے لئے اس سے کہیں زیادہ علم والے ہوں کہ آپ ہر شخص کو اس کی بیماری کو اس کی استعداد کو اس کے علاج کو جانیں۔ در نہ ہدایت مکمل نہ ہوگی۔ اور رب تعالیٰ پر اعتراض پڑے گا کہ اس نے گمراہ کرنے والے کو قوی کیا اور ہادی کو کمزور رکھا۔ لہذا اگر وہی تو کامل رہی اور ہدایت ناقص۔

حاشیہ..... ☆

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الایمان بالقدر فصل اول کے آخر میں ہے۔

كما ان النبي ﷺ راه في الدنيا لانقلابه نورا۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام نے دنیا میں رب کو دیکھا۔ کیونکہ خود نور ہو گئے تھے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۱۶۳ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ لبنان)

امام عمرو بن عاصم الفحاک الشعمانی متوفی ۲۸۷ھ لکھتے ہیں۔

ثنا فضل بن سهل ثنا محمد عن اسماعيل بن زكريا عن عاصم عن الشعبي عن عكرمة عن ابن عباس قال رأى محمد ربه۔

(السنن لابن ابی عاصم ج ۱ ص ۱۸۹ رقم الحدیث ۳۳۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

اس کے حاشیہ پر ہے۔

استادہ صحیح موقوف وهو علی شرط البخاری۔

(السنن لابن ابی عاصم ج ۱ ص ۱۸۹ رقم الحدیث ۳۳۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

امام ابو یوسف لیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن عمرو بن نيهان بن صفوان البصري الثقفی حدثنا يحيى بن كثير الغنبري ابو غسان حدثنا سلم بن جعفر عن الحكم بن ابان عن عكرمة عن ابن عباس قال رأى محمد ربه قلت اليس الله يقول لا تدركه الابصار وهو يدرك الابصار قال ويحك ذلك اذا تجلى نوره الذي هو نوره وقال اريه مرتين۔

قال ابو عيسى هذا حديث حسن غريب من هذا الوجه۔

**ترجمہ:** عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا:

آنکھیں اسے احاطہ نہیں کرتیں اور سب آنکھیں اس کے احاطہ میں ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ اس وقت ہوگا جب وہ اپنے اس نور سے چمکی فرمائے گا جو اس کا خاص نور ہے آپ نے اپنے رب کو دوسرے دیکھا ہے۔

(۸) رب تعالیٰ نے حضور ﷺ کو نبی کے خطاب سے پکارا یا لکھا النبی اور نبی کے معنی ہیں۔ خبر دینے والا۔ اگر اس خبر سے صرف دین کی خبر مراد ہو تو ہر مولوی نبی ہے اور اگر دنیا کے واقعات مراد ہوں تو ہر اخبار۔ ریڈیو، خط، تاریخیچے والا نبی ہو جاوے۔ معلوم ہوا کہ نبی میں نبی خبریں معتبر ہیں یعنی فرشتوں کی اور عرش کی خبر دینے والا جہاں تارا اخبار کام نہ آسکیں۔ وہاں نبی کا علم ہوتا ہے معلوم ہوا کہ علم غیب نبی کے معنی میں داخل ہے۔

یہاں تک تو حضور علیہ السلام کے علم غیب کی بحث تھی۔ اب یہ بھی جاننا چاہیے کہ حضور علیہ السلام کے صدقے سے اولیائے کرام کو بھی علم غیب دیا جاتا ہے۔ مگر ان کا علم نبی علیہ السلام کے واسطے سے ہوتا ہے اور ان کے علم کے سندر کا قطرہ۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں کتاب عقائد تالیف ابو عبد اللہ شیرازی سے نقل فرماتے ہیں۔

العبد ينقل في الاحوال حتى يصير الى نعت الروحانية فيعلم الغيب۔

**ترجمہ:** بندہ حالات میں منتقل ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ روحانیت کی صفت پالیتا ہے۔ پس غیب جانتا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح کتاب الایمان الفصل الاول تحت حدیث ۲ ج ۱ ص ۱۲۸ مطبوعہ المکتبۃ الحسینیہ کربلا)

اسی کتاب مرقاۃ میں کتاب عقائد سے نقل فرمایا:

يطلع العبد على حقائق الاشياء ويتجلى له الغيب وغيب الغيب۔

**ترجمہ:** کامل بندہ چیزوں کی حقیقتوں پر مطلع ہو جاتا ہے اس پر غیب اور غیب الغیب کھل جاتے ہیں۔

(مرقاۃ المفاتیح کتاب الایمان الفصل الاول تحت حدیث ۲ ج ۱ ص ۱۱۹ مطبوعہ المکتبۃ الحسینیہ کربلا)

مرقاۃ جلد دوم صفحہ ۶ باب الصلوٰۃ علی النبی وفضلہا میں فرماتے ہیں۔

النفوس الزكية القدسية اذا تجردت عن العلائق البدنية خروجت واتصلت بالملاء الاعلى ولم

يبق له حجاب فترى الكل كالمشاهد بنفسها او باخبار الملك لها۔

**ترجمہ:** پاک و صاف نفس جبکہ بدنی علاقوں سے خالی ہو جاتے ہیں تو ترقی کر کے بزم بالا سے مل جاتے ہیں اور ان پر کوئی پردہ باقی

نہیں رہتا۔ پس وہ تمام چیزوں کا مثل محسوس و حاضر کے دیکھتے ہیں خواہ تو اپنے آپ یا فرشتہ کے الہام سے۔

(مرقاۃ المفاتیح باب الصلوٰۃ علی النبی وفضلہا فصل الثانی ج ۲ ص ۳۳۲ مطبوعہ مکتبۃ امدادیہ بکرا)

شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی سورہ جن میں فرماتے ہیں۔

اطلاع ہر لوح محفوظ و دیدن نقوش نیز از بعض اولیاء بنواتر منقول است۔

.....☆..... حاشیہ

یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(سنن الترمذی باب ومن سورۃ النجم ج ۵ ص ۳۹۵ رقم الحدیث ۳۲۷۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)۔ (الریۃ لابن ابی عامر قال الحق عن ابن عباس صحیح لا تنکرہ الامتزی ج ۱ ص ۱۸۸ رقم الحدیث ۳۳۳ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)۔ (کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ج ۲ ص ۱۹۰۔ ۱۹۱ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)۔ (تفسیر مجاہد ج ۲ ص ۶۲۸ مطبوعہ المنشورات العلمیہ بیروت)۔ (اشعۃ الملتعات قاری کتاب الفتن باب رویۃ اللہ تعالیٰ الفصل الثانی ج ۳ ص ۳۵۲ مطبوعہ مکتبۃ خانیہ پشاور)۔ (جامع المسانید والسنن لابن اثیر ج ۳ ص ۸۲۷ رقم الحدیث ۲۱۳۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)۔ (بل المعادی والرشاد ج ۳ ص ۶۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)۔ (حاشیۃ التاوی بن سوۃ علی صحیح البخاری للتاوی مالکی ج ۳ ص ۵۳۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)۔

اس مسئلہ کی پوری تحقیق فقیر ناچیز کی کتاب ”ویدار الہی“ میں ملاحظہ فرمائیں۔ (سعید اللہ)



روح محفوظ کی خبر رکھنا اور اس کی تحریر دیکھنا بعض اولیاء اللہ سے بھی بطریق توأتر منقول ہے۔

(تفسیر عزیزی قاری پارہ ۲۹ تحت سورہ جن ص ۲۱۶-۲۱۷ مطبوعہ قندھار افغانستان)

امام ابن حجر کی کتاب الاعلام میں اور علامہ شامی ہل الجسام میں فرماتے ہیں۔

الخواص يجوز ان يعلم الغيب في قضية او قضاء كما وقع لكثير منهم واشتهر۔

**ترجمہ:** جائز ہے کہ خاص خاص حضرات کسی معاملہ یا فیصلے میں غیب جان لیں جیسا کہ بہت سے اولیاء اللہ سے واقع ہوا اور یہ مشہور بھی ہو گیا۔

(الاعلام بقواطع الاسلام لابن حجر مکی ص ۳۵۹ مطبوعہ مکتبۃ الحقیقۃ استنبول ترکی) (سئل الجسام من مجموعۃ رسائل ابن عابدین ج ۲ ص ۳۱۱ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور)

شاہ ولی اللہ صاحب الطاف القدس میں فرماتے ہیں۔

نفس کلیہ بجائے جسد عارف مے شود و ذات و عارف بجائے روح او همه عالم

بعلم حضوری مے بیند۔

**ترجمہ:** عارف کا نفس بالکل جسم بن جاتا ہے اور عارف کی ذات بجائے روح کے ہو جاتی ہے وہ تمام عارف کو علم حضوری سے دیکھتا ہے۔

زرقاتی شرح مواہب جلد ۷ ص ۲۲۸ میں فرماتے ہیں۔

قال فی لطائف المنن اطلاع العبد علی غیب من غیوب اللہ بدلیل خبر اتفقوا من فراسة المومن فانه ينظر بنور اللہ لا يستغرب وهو معنی كنت بصره الذی يبصره فمن الحق بصره فاطلاعه علی الغیب لا يستغرب۔

**ترجمہ:** لطائف المنن میں فرمایا کہ کامل بندے کا اللہ کے غیبوں میں سے کسی غیب پر مطلع ہو جاتا عجیب نہیں اس حدیث کی وجہ سے کہ مومن کی دانت کی سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور یہی اس حدیث کے معنی ہیں کہ رب فرماتا ہے کہ میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے پس اس کا دیکھنا حق کی طرف سے ہوتا ہے لہذا اس کا غیب پر مطلع ہونا کچھ عجیب بات نہیں۔

(زرقاتی شرح مواہب جلد ۷ ص ۲۲۸ مطبوعہ دار العرفہ بیروت)

امام شعرانی الیواقیت والحواہر میں فرماتے ہیں۔

للمجتهدین القدم فی علوم الغیب۔

**ترجمہ:** فیہی علوم میں مجتہدین کا قدم مضبوط ہے۔

(الیواقیت والحواہر فی بیان عتبات کائنات کتاب التوحید والاربعون ج ۲ ص ۲۸۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

نظرت الی بلاد اللہ جمیعاً کحردلته علی حکم اتصالی

**ترجمہ:** ہم نے اللہ کے سارے شہروں کو اس طرح دیکھ لیا۔ جیسے چندرائی کے دانے ہوئے ہوں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی زبدۃ الاسرار میں حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں۔

قال رضی اللہ عنہ یا ابطال ابطال هلمو وخذ واعن هذا البحر الذی لا ساحل له وعزة ربی ان السعداء والاشقیاء یعرضون علی وان بویوة عینی فی اللوح المحفوظ وانا غائض فی بحار علم اللہ۔

**ترجمہ:** اے بہادر وائے فرزندو! آؤ اس دریا سے کچھ لے لو۔ جس کا کنارہ ہی نہیں۔ تم ہے اپنے رب کی کہ تحقیق نیک بخت اور

بد بخت لوگ مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں اور ہمارا گوشہ چشم لوح محفوظ رہتا ہے اور میں اللہ کے علم کے سمندر میں غوطے لگا رہا ہوں۔  
(زبدۃ الاسرار مترجم من مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور)

مولانا جامی نجات الانس میں حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندیہ قدس سرہ کا قول نقل فرماتے ہیں۔  
حضرت عزیزان علیہ الرحمۃ گفتہ امذ کہ زمین در نظر این طائفہ چوں سفرہ  
ایست دمامی گویم کہ چوں ناخن است هیچ چیز از نظر ایشان غائب نیست۔  
**ترجمہ:** حضرت عزیزان علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ اس گروہ اولیاء کی نظر میں زمین دسترخوان کی طرح ہے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ ناخن  
کی طرح ہے کہ کوئی چیز ان کی نظر سے غائب نہیں۔

(نفعات الانس ترجمہ خواجہ بہاء الحق والدين النقشبندی ص ۳۸۷-۳۸۸ مطبوعہ انتشارات کتاب فروشی)  
امام شعرانی کبریت احمر میں فرماتے ہیں۔

واما شيخنا السيد علي الخواص رضي الله عنه فسمعت يقول لا يكمل الرجل عندنا حتى يعلم  
حركات مريد في انتقاله في الاصلاب وهو من يوم الست الى استقراره في الجنة اوفي النار۔  
**ترجمہ:** ہم نے اپنے شیخ سید علی خواص رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارے نزدیک اس وقت تک کوئی مرد کامل نہیں ہوتا جب  
تک کہ اپنے مرید کی حرکات کسی کو نہ جان لے۔ یوم میثاق سے لے کر اس کے جنت یا دوزخ میں داخل ہونے تک کو۔  
(الكبريت الاحمر بها مشال الديواقيت والجواهر الباب الرابع والثمانين ومانين ج ۲ ص ۳۳۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)  
شاہ ولی اللہ صاحب فیوض الحرمین میں فرماتے ہیں۔

ثم انه ينجذب الى حيز الحق فيصير عبد الله فيتجلى له كل شئ۔

**ترجمہ:** پھر وہ مرد عارف بارگاہ حق کی طرف جذب ہو جاتے ہیں پس وہ اللہ کے بندے ہوتے ہیں اور ان کو ہر چیز ظاہر ہو جاتی ہے۔  
(فیوض الحرمین ص ۱۷۵ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی)

مشکوٰۃ جلد اول کتاب الدعوات باب ذکر اللہ والتقرب میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بروایت بخاری۔  
فاذا احبته فكنتم سمعه الذي يسمع به وبصره الذي يبصر به ويده الذي يبطش بها ورجله  
الذي يمشي بها۔

**ترجمہ:** رب تعالیٰ فرماتا ہے پس جبکہ میں اس بندے سے محبت کرتا ہوں تو اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ  
بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں جس سے وہ چلتا ہے۔  
(صحیح بخاری کتاب الرقاق باب التواضع ج ۵ ص ۲۳۸ رقم الحدیث ۶۱۳۷ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۲ ص ۵۸ رقم الحدیث ۳۷۷ مطبوعہ  
موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (سنن الکبیری للبیہقی ج ۱۰ ص ۲۱۹ مطبوعہ دار الباز مکتبۃ المکرمۃ)، (الترغیب الکبیر للہیثمی ج ۲ ص ۲۶۹ رقم الحدیث ۶۹۶ مطبوعہ  
موسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت)

یہ بھی خیال رہے کہ حضرت خضر علیہ السلام والیاس علیہ السلام اس وقت زقین پر زندہ ہیں۔ اور یہ حضرات اب امت مصطفیٰ علیہ السلام  
کے ولی ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائیں گے وہ بھی اس امت کے ولی کی حیثیت سے ہوں گے۔ ان کے علوم کا ہم پہلے  
ذکر کر چکے ہیں۔ ان کے علوم بھی اب حضور علیہ السلام کی امت کے اولیاء کے علوم ہیں۔

حاشیہ.....☆

اولیاء کرام رحمہم اللہ کا تعلیم الہی سے غیب پر مطلع ہونا معجزات سید الانبیاء علیہم السلام سے ہے جو آپ کے صدق نبوت و رسالت اور دین اسلام کی حقانیت و صداقت کی دلیل ہے (اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار اور بے حد و حساب معجزات عطاء فرمائے ہیں) لہذا ایسے اولیاء کرام بھی بحمد اللہ کثیر التعداد ہیں اور ہر دور اور ہر علاقہ میں موجود رہے ہیں اور ان شاء اللہ رہیں گے۔  
امام ابو یوسفی ترمذی متوفی ۲۵۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن اسماعیل حدثنا احمد بن ابی الطیب حدثنا مصعب بن سلام عن عمرو بن قیس عن عطية عن ابی سعيد الخدري قال قال رسول الله ﷺ ثم اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله ثم قرأ ان في ذلك لآيات للمتوسمين۔

**ترجمہ:** حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے یہ آیت کریمہ پڑھی۔ ذلك لآيات للمتوسمين۔ (سنن الترمذی باب من سورة الحجرج ۵ ص ۲۹۸ رقم الحديث ۳۱۷ مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت)، (المعجم الكبير ج ۸ ص ۱۰۲ رقم الحديث ۷۳۹۷ مطبوعه مکتبه العلوم والحکم الموصل)، (تاریخ بغداد وحرف الکاف من اباء الحمدین ج ۳ ص ۱۹۱ رقم ۱۲۳۳ مطبوعه دار لکب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۲۸۱-۲۸۲ مطبوعه دار الکتاب العربی بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ لکھتے ہیں۔

حدثني ابو شريحيل الحمصي قال ثنا سليمان بن سلمة قال ثنا المؤمل بن سعيد بن يوسف الرحبي قال ثنا ابو المعلى اسد بن وداعة الطائي قال ثنا وهب بن منبه عن طاؤس بن كيسان عن ثوبان قال قال رسول الله ﷺ احذروا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله وينطق بتوفيق الله۔  
**ترجمہ:** حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور اس کی توفیق سے بولتا ہے۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری تحت سورة الحجرات آیت نمبر ۵ ج ۱ ص ۳۶-۳۷ مطبوعه دار الفکر بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا عبد الاعلى بن واصل قال ثنى سعيد بن محمد الجرمي قال ثنا عبد الواحد بن واصل قال ثنا ابو بشر المزلق عن ثابت البناني عن انس قال قال رسول الله ﷺ ان الله عبادا يعرفون الناس بالتوسم۔  
**ترجمہ:** حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں جو لوگوں کو توسم (فراست) سے پہچان لیتے ہیں۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری تحت سورة الحجرات آیت نمبر ۵ ج ۱ ص ۳۶ مطبوعه دار الفکر بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ لکھتے ہیں۔

حدثني احمد فتبعده قال ثنا الحسن بن محمد قال ثنا الفرات بن السائب قال ثنا ميمون بن مهران عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ اتقوا فراسة المؤمن فان المؤمن ينظر بمنور الله۔  
**ترجمہ:** حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے

## ☆ حاشیہ.....

دیکھتا ہے۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف بتفسیر طبری تحت سورۃ الحجرات آیت نمبر ۵ ج ۳ ص ۳۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ذکر میمون بن مهران رحمۃ اللہ علیہ ج ۳ ص ۹۴ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)

دلیوں کے امام مشکل کشا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علم کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں:

اخرج ابن عساكر عن الحسن بن محمد العلوي قال: كنت بالكوفة وانا صبي في المسجد الجامع وقد جاء القرامطة بالحجر الاسود وكان اهل الكوفة قد رووا عن امير المؤمنين علي عليه السلام انه قال: كاني بالاسود الدنداني من اولاد حام قد دلى الحجر الاسود من القنطرة السابعة في مسجدى هذا يقال له (رخمة) وذكروا اسمه بالحاء (رحمة) قال: فلما دخلوا المسجد قال السيد القرمطي يا رخمة بالحاء قم فقام اسود دنداني من اولاد حام كما ذكر امير المؤمنين فاعطاه الحجر وقال: اطلع الي سطح المسجد ودل الحجر فاخذه وطلع فجاء يدليه من القنطرة الاولى وكان انسانا دفعه الي الثانية وكان كلما اراد ان يدليه من القنطرة مشى الي قنطرة اخرى حتى وصل الي القنطرة السابعة ودلاه منها فكبر الناس لقول امير المؤمنين وتصحيح قوله۔

**ترجمہ:** ابن عساكر رحمۃ اللہ علیہ نے الحسن بن محمد علوی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے کہا میں بچپن میں کوفہ کی جامع مسجد میں تھا جب کہ قرامطہ (جو کہ ملاحدہ روانہ کی قوم تھی اور خلافت عباسیہ میں انہوں نے خروج کیا تھا) حجر اسود کو لائے تو اہل کوفہ نے امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت بیان کی کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا گویا میں اسود دندانی کو جو کہ حام کی اولاد سے ہے دیکھ رہا ہوں کہ اس نے میری اس مسجد کے ساتویں کنگرے سے حجر اسود کو گرایا ہے۔ اس کا نام رخمہ ہے۔ (علماء اس کا نام رحمہ ماء کے ساتھ بتاتے ہیں) راوی نے بیان کیا جب قرامطہ مسجد کے اندر آئے تو ان کے سردار نے کہا اے رخمہ اٹھ تو اسود دندانی (جو کہ اولاد حام سے تھا جیسا کہ امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا تھا) اٹھا اور اسے حجر اسود سے مسجد کی چھت پر لے جا اور اوپر سے اسے گرا دے تو وہ حجر اسود کو لے کر مسجد کی چھت پر چڑھا اور وہ پہلے کنگرے کے قریب سے اسے گرانے لگا تو ایک انسان نے دوسرے کنگرے کی طرف دھکیل دیا پھر جب وہ اسے وہاں سے گرانے لگا تو تیسرے کنگرے کی طرف دھکیل دیا۔ یہاں تک کہ وہ ساتویں کنگرے سے پاؤں پٹپٹ اور وہاں سے اس نے حجر اسود کو گرا دیا۔ یہ واقعہ: یہ کہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے قول کی صداقت پر لوگوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا کہ کس طرح ان کی غیبی خبر صحیح ثابت ہوئی۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۷۳-۲۷۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۳۶۳ھ حضرت ابو الطفیل عامر بن وائلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

قال شهدت علي بن ابي طالب يخطب فقال في خطبته سلوني فوالله لا تسألوني عن شيء الى يوم القيامة الا حدثتكم به۔

**ترجمہ:** میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے خطبہ میں حاضر تھا امیر المومنین نے خطبہ میں ارشاد فرمایا مجھ سے دریافت کرو خدا کی قسم قیامت تک جو چیز ہونے والی ہے مجھ سے پوچھو میں بتا دوں گا۔

(جامع بیان العلم وفضلہ باب فی ابتداء العالم جلساء بالفائدة وقوله سلوني ج ۳ ص ۳۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربی ص ۸۳ مطبوعہ دار الکتب المصریہ)

## حاشیہ.....☆

علامہ سید شریف رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

الجفر والجامعة کتابان لعلی رضی اللہ عنہ قد ذکر فیہا علی طريقة علم الحروف الحوادث التي تحدث الى انقراض العالم وكانت الائمة المعروفة من اولاده يعرفونہما ويحكمون بهما وفي كتاب قبول العهد الذي كتبه علی بن موسی رضی اللہ عنہما الى الامون انك قد عرفت من حقوقنا ما لم يعرفه ابناؤك فقبلت منك عهدك الا ان الجفر والجامعة يدلان علی انه لا یتیم ولمشاخ المغاربة نصیب من علم الحروف ینتسبون فیہ الى اهل البيت ورأيت انا بالشام نظما اشیر فیہ بالرموز الي احوال ملوك مصر و سمعت انه مستخرج من ذینك الكتابین اه۔

**ترجمہ:** یعنی جفر وجامعہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی دو کتابیں ہیں بے شک امیر المومنین نے ان دونوں میں علم الحروف کی روش پر ختم دنیا تک جتنے وقائع ہونے والے ہیں سب ذکر فرمادیے ہیں اور ان کی اولاد و ایجاد سے ائمہ مشہورین رضی اللہ عنہم ان کتابوں کے رموز پہچانتے اور ان سے احکام لگاتے تھے۔ اور مامون رشید نے جب امام علی رضا ابن امام موسی کاظم رضی اللہ عنہما کو اپنے بعد ولی عہد کیا اور خلافت نامہ لکھ دیا امام رضی اللہ عنہ نے اس کے قبول میں فرمان بنام مامون رشید تحریر فرمایا اس میں ارشاد فرماتے ہیں کہ تم نے ہمارے حق پہچانے جو تمہارے باپ دادا نے نہ پہچانے اس لئے میں تمہاری ولی عہد قبول کرتا ہوں۔ مگر جفر وجامعہ بتا رہی ہیں کہ یہ کام پورا نہ ہوگا۔ (چنانچہ ایسا ہی ہوا اور امام رضی اللہ عنہ نے مامون رشید کی زندگی ہی میں شہادت پائی) اور مشائخ مغرب اس علم سے حصہ اور اس میں اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم سے اپنے انتساب کا سلسلہ رکھتے ہیں۔ اور میں نے ملک شام میں ایک نظم دیکھی جس میں شاہان مصر کے احوال کی طرف رموز میں اشارہ کیا ہے میں نے سنا کہ وہ احکام انہی دونوں کتابوں سے نکالے ہیں۔ اٹھئی۔

(شرح المواقف النوع الثاني المقصد الثاني ج ۶ ص ۲۲ مطبوعہ ایران)

الشیخ کمال الدین الدمری محمد بن موسی بن عیسی متوفی ۸۰۸ھ لکھتے ہیں۔

الجفر جلد کتبہ جعفر الصادق کتب فیہ لاهل البيت کل ما یحتاجون الی علمہ وکل ما یکون الی یوم القيمة۔

**ترجمہ:** جفر ایک جلد ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے لکھی اور اس میں اہل بیت کرام کے لئے جس چیز کے علم کی انھیں حاجت پڑے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب تحریر فرمادیا۔

(حیاء الحیوان الکبری تحت لفظ الجفرة ج ۱ ص ۲۹ مطبوعہ مطبعۃ البابي مصر)، (وفیات الاعیان ترجمہ عبدالمومن صاحب المغرب ج ۳ ص ۶۳۰ مطبوعہ دارالثقافت بیروت)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال: دخلت علی عثمان رضی اللہ عنہ وکنت قد لقيت امرأة فی طريقي فتنظرت اليها شذرا وتاملت محاسنها فقال عثمان رضی اللہ عنہ لما دخلت يدخل علی احدکم واثرت الزنا ظاهر علی عينيه۔

**ترجمہ:** حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جاتا تھا راستہ میں ایک عورت ملی میر نے اس کو دیکھا اور اس کے حسن کا اچھی طرح معائنہ کیا جب میں خدمت عثمان میں حاضر ہوا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ بعض آدمی میرے پاس ایسے آتے ہیں جن کی آنکھوں میں زنا کا اثر ہوتا ہے۔

(احیاء علوم الدین ج ۳ ص ۲۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (اتحاف سادات المتقین ج ۸ ص ۳۷۹-۳۸۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

## حاشیہ.....☆

علامہ یوسف بن اسماعیل البہانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

ما ذكره التاج السبكي في الطبقات وغيره انه دخل عليه رجل كان قد لقي امرأة في الطريق فتاملها فقال له عثمان رضي الله عنه يدخل احدكم وفي عينيه الزنا فقال الرجل اوحى بعد رسول الله ﷺ قال لا ولكنها فراسة المؤمن وانما ظهر عثمان هذا تاديبا لهذا الرجل وزجرا له عن شيء صنعه۔ قال واعلم ان المرء اذا صفا قلبه صار ينظر بنور الله فلا يقع بصره على كدر او صاف الا عرفه ثم تختلف المقامات فمنهم من يعرف ان هناك كبيرا ولا يدري ما اصله ومنهم من يكون اعلى من هذا المقام فيدري اصله كما اتفق لعثمان رضي الله عنه فلان تامل الرجل للمرأة اورثه كدرا فابصره عثمان وفهم سببه۔

**ترجمہ:** امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ علماء بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیات میں سے ایک عورت ملی تو اس نے عورت کو نظر بھر دیکھا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف روئے سخن کر کے فرمایا تم میں سے کچھ لوگ ہمارے پاس اس حالت میں آتے ہیں کہ ان کی نگہوں میں زنا کا اثر ہوتا ہے یہ سن کر ایک شخص بولا کیا حضور انور ﷺ کے بعد بھی وحی کا سلسلہ قائم ہے فرمایا نہیں بلکہ یہ مومن کی فراست ہے (اور وہ ربانی تور سے دکھتا ہے) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کا اظہار اس لئے کیا کہ اس آدمی کی اصلاح ہو اور وہ اس قسم کی بے جا حرکت سے باز رہے۔

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آدمی کا دل جب صاف ہو جاتا ہے تو وہ نوری خداوندی سے دیکھتا ہے اس کی نظر جس صاف یا گدلی چیز پر پڑتی ہے وہ اسے اچھی طرح پہچان لیتا ہے پھر اس صفائے قلبی کے مختلف مقامات ہوتے ہیں بعض حضرات کا مقام اس سے اعلیٰ ہوتا ہے تو وہ اس کے اصل سبب سے آگاہ ہوتے ہیں ہی مقام حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حاصل تھا جب اس شخص نے عورت کو گھور کر دیکھا تو اس کی نظر اس میل کیل سے بوجھل ہو گئیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب اس کی آنکھوں میں گندگی دیکھی تو اس کا سبب بھی معلوم کر لیا۔

(بحۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۶۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام شمس الدین السخاوی متوفی ۹۰۲ھ عبد اللہ بن عمر بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

و ظهرت له في الناس كرامات واخبار بالمغيبات۔

(الفتح الملطية فی تاريخ المدرۃ الشریعة برقم ۲۱۸۱ ج ۲ ص ۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

نیز یہی امام شمس الدین السخاوی متوفی ۹۰۲ھ عبد الرحمن بن الجبرتی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

و يخبر احيانا بالمغيبات۔

(الفتح الملطية فی تاريخ المدرۃ الشریعة للسخاوی ترجمہ عبد الرحمن بن الجبرتی ج ۲ ص ۱۶۰ برقم ۲۵۸۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں۔

الخامس وهو في الاخبار عن المغيبات قوله تعالى عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا الا من ارتضى من رسول خص الرسل من بين المرتضين بالاطلاع على الغيب فلا يطلع غيرهم وان كانوا اولياء مرتضين الجواب ان الغيب ههنا ليس للعموم بل مطلق او معين هو وقت وقوع القيمة بقريضة السباق ولا يبعد ان يطلع عليه بعض الرسل من الملائكة او البشر فيصح الاستثناء۔

**ترجمہ:** یعنی معتزلہ کی پانچویں دلیل خاص علم غیب کے بارے میں ہے وہ گمراہ کہتے ہیں کہ اولیاء کو غیب کا علم نہیں ہو سکتا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر مسلط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو جب غیب پر اطلاع رسولوں کے ساتھ خاص ہے تو

☆.....☆

اولیاء کیونکر غیب جان سکتے ہیں ائمہ اہل سنت نے جواب دیا کہ یہاں غیب عام نہیں جس کے یہ معنی ہوں کہ کوئی غیب رسولوں کے سوا کسی کو نہیں بتاتا جس سے مطلقاً اولیاء کے علوم غیب کی نفی ہو سکے بلکہ یہ تو مطلق ہے (یعنی کچھ غیب ایسے ہیں کہ غیر رسول کو نہیں معلوم ہوتے) یا خاص وقت وقوع قیامت مراد ہے (کہ خاص اس غیب کی اطلاع رسولوں کے سوا اوروں کو نہیں دیتے) اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ اوپر کی آیت میں غیب قیامت ہی کا ذکر ہے (تو آیت سے صرف اتنا نکلا کہ بعض غیبوں یا خاص وقت قیامت کی تعیین پر اولیاء کو اطلاع نہیں ہوتی نہ یہ کہ اولیاء کوئی غیب نہیں جانتے اس پر اگر شبہ کیجئے کہ اللہ تو رسولوں کا استثناء فرما رہا ہے کہ وہ ان غیبوں پر مطلع ہوتے ہیں جن کو اور لوگ نہیں جانتے اب اگر اس سے تعیین وقت قیامت لیجئے تو رسولوں کو بھی استثناء نہ رہے گا کہ یہ تو ان کو بھی نہیں بتایا جاتا۔ اس کا جواب یہ فرمایا کہ) ملائکہ یا بشر سے بعض رسولوں کو تعیین وقت قیامت کا علم ملتا کچھ بعد نہیں تو استثناء کہ اللہ عز و جل نے فرمایا ضرور صحیح ہے۔  
(شرح القاصد المحمّد الثامن المولیٰ مولیٰ العارف باللہ تعالیٰ ج ۲ ص ۲۰۳-۲۰۵ مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

الحجة السادسة لاشك ان المتولي للافعال هو الروح لا البدن ولهذا نرى ان كل من كان اكثر علماً باحوال عالم الغيب كان اقرب قلباً ولهذا قال علي كرم الله تعالى وجهه والله ما قلعت باب خبير بقوة جسدانية ولكن بقوة ربانية وكذلك العبد اذا واطب على الطاعات بلغ الى المقام الذي يقول الله تعالى كنت له سمعاً وبصراً فاذا صار نور اجلال الله تعالى سمعاً له سمع القريب والبعيد واذا صار ذلك النور بصراً له رأى القريب والبعيد واذا صار ذلك النور بدا له قدر على التصرف في الصعب والسهل والبعيد والقريب۔

**ترجمہ:** یعنی اہل سنت کی چھٹی دلیل یہ ہے کہ بلاشبہ افعال کی متولی تو روح ہے نہ کہ بدن۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ جسے احوال عالم غیب کا علم زیادہ ہے اس کا دل زیادہ زبردست ہوتا ہے ولہذا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا خدا کی قسم میں نے خیر کا دروازہ جسم کی قوت سے نہ کھیرا بلکہ ربانی طاقت سے اسی طرح بندہ جب ہمیشہ طاعت میں لگا رہتا ہے تو اس مقام تک پہنچتا ہے جس کی نسبت رب عز و جل فرماتا ہے کہ وہاں میں خود اس کے کان آنکھ ہو جاتا ہوں تو جب اجلال الہی کا نور اس کا کان ہو جاتا ہے۔ بندہ نزدیک و دور سب سنتا ہے اور جب وہ نور اس کی آنکھ ہو جاتا ہے بندہ نزدیک و دور سب دیکھتا ہے اور جب وہ نور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہے بندہ کھل و دشوار و نزدیک و دور میں تصرفات کرتا ہے۔

(مفتاح الغیب تفسیر الکبیر تحت آیت ۱۸ سورۃ نمبر ۹ ج ۲ ص ۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

☆.....☆

## دوسرا باب

### علم غیب پر اعتراضات کے بیان میں

اس باب میں چار فصلیں ہیں۔ پہلی فصل ان آیات قرآنیہ کے بیان میں جو حق الفین پیش کرتے ہیں دوسری فصل احادیث کے بیان میں تیسری فصل اقوال علماء و فقہاء کے بیان میں۔ چوتھی فصل عقلی اعتراضات کے بیان میں۔

اس بات کے شروع سے پہلے بطور مقدمہ چند ضروری بحثیں قابل غور ہیں۔

(۱) جن آیات و احادیث یا اقوال فقہاء میں حضور علیہ السلام کے علم غیب کی نفی ہے ان میں یا تو ذاتی علم مراد ہے یا اتمی معلومات یعنی رب تعالیٰ کے معلومات کے برابر عطائی علم کی نفی نہیں ورنہ پھر آیات و احادیث میں جو ہم اثبات میں بیان کر چکے ہیں مطابقت کیوں کر ہوگی۔

علامہ ابن حجر قنوی حدیث میں اس قسم کے تمام دلائل کے جواب میں فرماتے ہیں۔

معناها لا يعلم ذلك استقلالاً و علم احاطة الا الله تعالى اما المعجزات والكرامات فباعلام الله

تعالیٰ۔

**ترجمہ:** ان کے معنی یہ ہیں کہ مستقل طور پر (ذاتی) اور احاطہ کے طور پر کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے لیکن معجزات اور کرامات پس وہ خدا کے بتانے سے ہوتے ہیں۔

(فتاویٰ حدیثیہ ص ۲۶۸ مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر)

حق الفین کہتے ہیں کہ جن دلائل میں علم غیب کا ثبوت ہے اس سے مراد مسائل وینیہ کا علم ہے۔ اور جن میں نفی ہے ان سے مراد باقی دنیاوی چیزوں کے علوم ہیں۔ مگر یہ تو جیہ ان آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ و اقوال علمائے امت کے خلاف ہے۔ جو ہم نے ثبوت میں پیش کی ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کا علم۔ اسی طرح لوح محفوظ کا علم سب ہی چیزوں کو شامل ہے۔ پھر حضور علیہ السلام کا فرمانا کہ تمام عالم ہمارے سامنے مثل ہاتھ کے ہے لہذا یہ توجیہ بالکل باطل ہے۔

(۲) حق الفین کے پیش کردہ دلائل کہ رب فرماتا ہے کہ غیب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ یا حضور فرماتے ہیں کہ میں غیب نہیں جانتا یا فقہاء فرماتے ہیں کہ جو غیر خدا کے لئے علم غیب مانے وہ کافر ہے۔ وہ خود حق الفین کے بھی خلاف ہیں۔ کیونکہ بعض علوم غیبیہ کے تو وہ بھی قائل ہیں۔ صرف جمیع ماکان و مایکون میں اختلاف ہے ان آیات و اقوال فقہاء سے تو یہ بھی نہیں بچ سکتے۔ کیونکہ اگر ایک بات کا بھی علم مانا۔ ان دلائل کے خلاف ہوا سالیہ کلیہ کی نفی ہو جیہ جزئیہ ہوتی ہے۔

(۳) حق الفین کہتے ہیں کہ ان دلائل میں کل علم غیب کی نفی ہے نہ کہ بعض کی تو جھگڑا ہی ختم ہو گیا۔ کیونکہ ماکان و مایکون علم الہی کے سمندروں کا قطرہ ہے۔ ہم بھی حضور علیہ السلام کے لئے علوم الہیہ کے مقابلہ میں بعض ہی علم کے قائل ہیں۔

(۴) حق الفین کہتے ہیں کہ علم غیب خدا کی صفت ہے لہذا غیر خدا کے لئے ماننا کفر ہے اس کفر میں وہ بھی داخل ہو گئے۔ کیونکہ صفت الہیہ میں اگر ایک میں شرکت مانی تو کفر ہوا جو شخص عالم کی ایک چیز کا خالق کسی بندے کو مانے وہ بھی بے دین ہے۔ تمام عالم کا خالق کسی کو مانے تو بھی کافر اور وہ بھی بعض علم غیب تو حضور علیہ السلام کے لئے ثابت کرتے ہیں۔ پھر کفر سے کیسے بچے ہاں یہ کہو کہ ذاتی علم خدا کی صفت عطائی علم حضور علیہ السلام کی صفت لہذا اشرف نہ ہوا۔ یہی ہی ہم کہتے ہیں۔



حاشیہ.....☆

## ذاتی عطائی کا ثبوت

ہدایت دینے کون؟

### ذاتی

ہدایت دینے والا اللہ عزوجل ہے۔

### عطائی

امام ابو یوسفی ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

عن عبد الرحمن بن ابی عمیرہ وکان من اصحاب رسول اللہ ﷺ عن النبی ﷺ ثم انه قال لمعاویۃ اللہم اجعلہ ہادیا مہدیا واهد بہ۔

**ترجمہ:** حضرت عبدالرحمن بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا اور اس کے سبب سے ہدایت دے۔

(سنن الترمذی باب مناقب لمعاویۃ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ج ۵ ص ۶۸۷ رقم الحدیث ۳۸۴۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۴ ص ۲۱۶ مطبوعہ مؤسسة قرطبہ مصر)، (حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۳۵۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۰۸ رقم ۲۸ مطبوعہ دار کتب العلمیۃ بیروت)، (مسند الشافعی ج ۱ ص ۱۸۱ رقم الحدیث ۳۱۱ ص ۱۹۰ رقم الحدیث ۳۳۳ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)، (حلیۃ الاولیاء و طبقات الامضاء ذکر بشر بن حارث رحمۃ اللہ علیہ ج ۸ ص ۳۵۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (سیر اعلام النعماء ج ۳ ص ۱۲۵-۱۲۶ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)، (الاستیعاب ذکر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۱۱۳ رقم ۱۸۵۵ مطبوعہ دار النجیل بیروت)

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال ثم اللہم اجعلہ ہادیا مہدیا واهد بہ۔

**ترجمہ:** رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا اور اس کے سبب سے ہدایت دے۔

(آئیم الاوسط ج ۱ ص ۲۰۵ رقم الحدیث ۶۵۶ مطبوعہ دار الفکر من القا حرة)، (الاستیعاب ذکر عبدالرحمن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۸۳۳ رقم ۱۳۳۵ مطبوعہ دار النجیل بیروت)

### ذاتی

ان اللہ بالناس الرؤف رحیم۔

**ترجمہ:** بے شک اللہ لوگوں پر بہت مہربان رحم کرنے والا ہے۔

(سورہ البقرہ آیت نمبر ۱۴۳)

وان اللہ بکم رؤف رحیم۔

**ترجمہ:** بے شک اللہ مہربان رحم کرنے والا ہے۔

(سورہ النور آیت نمبر ۲۰)

## حاشیہ.....☆

وان الله بكم لرؤف رحيم-

**ترجمہ:** اور بے شک اللہ تم پر مہربان رحم کرنے والا ہے۔

(سورہ الحدید آیت نمبر ۹)

ربنا انك رء وف رحيم-

**ترجمہ:** اے ہمارے رب بے شک تو ہی نہایت مہربان رحم کرنے والا ہے۔

(سورہ الحشر آیت نمبر ۱۰)

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی دو صفتوں کو واضح کیا گیا ہے کہ اللہ عزوجل رؤف بھی ہے اور رحیم بھی۔ وہ رب قدوس اپنے بندوں پر رحمت کرنے والا ہے۔ کائنات کے ذرے ذرے میں اس کی مہربانیوں کے بے شمار جلوے نظر آتے ہیں۔ مخلوق کے ہر فرد کی زندگی میں بے شمار نعمتیں اور آسائشیں اسی رب کریم و مہربان کی عنایت و رحمت سے ہیں۔

یہ صفات اللہ تعالیٰ کی ذاتی ہیں اور اس نے اپنے بندوں کو یہ صفات عطا فرمائی ہیں ان کے لیے یہ صفات عطائی ہیں بالخصوص سرور عالم ﷺ تو جملہ عالمین کے لیے رحمۃ العلمین بنا کر بھیجے گئے اس لیے آپ رحیم بھی ہے اور رؤف بھی۔

لقد جاءكم رسول من انفسكم عزيز عليه ما عنتم حريص عليكم بالمؤمنين رؤف الرحيم-

**ترجمہ:** بے شک تمہارے پاس تم میں سے وہ رسول آیا جس پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہارا بڑا خیر خواہ مومنوں پر بڑا شفقت ور رحیم۔

(سورہ قوبہ آیت نمبر ۱۲۸)

پچھلی آیات میں اللہ عزوجل شانہ کی صفات حسنہ کریمہ رؤف اور رحیم بتائی گئی ہیں۔ آیت مذکورہ میں رسول اللہ ﷺ کے لئے رؤف اور رحیم بتایا گیا ہے بس رب کریم کے لئے یہ صفات عالیہ حقیقی ذاتی ہیں اور حضور ﷺ کے لئے بطور صورت صفت عطائی ہیں یعنی حقیقتاً اللہ جل شانہ مومنوں کے لئے رؤف اور رحیم ہے اور حضور ﷺ اس کی عطا سے۔ یہ دونوں صفات رسول اکرم ﷺ کی قرآن میں مذکور ہیں جو انکار کرے کافر ہو جائے گا اب دونوں کو ملا کر کہ اللہ بھی رؤف رحیم ہے اور حضور ﷺ بھی رؤف رحیم ہیں اب نتیجہ نکالے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر رؤف رحیم ہے حضور ﷺ اس کی عطا سے بلکہ اللہ جل شانہ کی رحمت اور فضل مومنوں کو رسول اللہ ﷺ کے وسیلے سے ملتا ہے۔

امام نور الدین علی بن ابی بکر البکری متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں۔

وعن جریر قال سمعت رسول الله ﷺ يقول ارحم من في الارض ير حملك من في السماء۔ رواه الطبرانی و رجاله رجال الصحيح۔

**ترجمہ:** حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم ان پر رحم کرو جو زمین میں ہیں تم پر وہ رحم کرے گا جو آسمان میں ہے۔ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح ہیں۔

(مجموع تراجم و تفسیر القرآن ج ۸ ص ۱۹۰ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)، (مجموع التفسیر طبرانی ج ۱ ص ۲۳۳۸-۲۳۳۹-۲۳۴۰)

مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی عراق)، (مجموع التفسیر طبرانی ج ۲ ص ۳۵۶ رقم الحدیث ۲۵۰۲ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، انکم الموصیٰ) حلیہ الانوار ج ۴ ص ۳۱۰۔

تفسیر البیہاق رقم الحدیث ۵۹۷۵۔ جامع المسند واسن جریر ابن عبد اللہ رقم الحدیث ۱۵۸۷)، (المجمع الصغیر فی احادیث الشیخ الحدیث ج ۱ ص ۲۴ رقم الحدیث

۹۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۶۱۹ مطبوعہ دارالمصنعی الریاض)

☆..... شہید

اللہ کریم ہے:

یا ایہا الانسلان ما غوک بربک الکریم۔

**ترجمہ:** اے انسان تجھے کس چیز نے فریب دیا ہے رب کریم کے بارے میں۔

(سورہ انفطار آیت نمبر ۶)

غیر اللہ بھی کریم ہے مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ولہم اجر کریم۔

**ترجمہ:** اور ان کے لیے اجر کریم ہے۔

(سورہ الحدید آیت نمبر ۱۸)

انہ القرآن کریم۔

**ترجمہ:** بے شک یہ عزت والا قرآن ہے۔

(سورہ الواقعة آیت نمبر ۷۷)

لا الہ الا ہو رب العرش الکریم۔

**ترجمہ:** کوئی معبود نہیں سوا اس کے عزت والے عرش کا مالک ہے۔

(سورہ المؤمنون آیت نمبر ۱۱۶)

انہ لقول رسول کریم۔ ۵ وما ہو بقول شاعر قلیلاً ما تؤمنون ۵ ولا بقول کاهن قلیلاً ما تذکرون۔

(سورہ الحاقة آیت نمبر ۳۲-۳۰)

انہ لقول رسول کریم۔

**ترجمہ:** بے شک یہ عزت والے رسول کا پڑھنا ہے۔

(سورہ التکوین آیت نمبر ۱۹)

## عطائی

قال رسول اللہ ﷺ اذا اتاکم کریم قوم فاکرموہ۔

(المیزان لابی داؤد ج ۳ ص ۳۷۷ رقم الحدیث ۵۱۱ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (اکامل فی ضعفاء الرجال ج ۱ ص ۶۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الاستیعاب  
در معنی ابن خضرمۃ النجاشی رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۹۲۸ رقم ۱۵۸۰ مطبوعہ دار النجاشی بیروت)، (سنن ابن ماجہ ابواب الادب باب ۱۱ تا کم کریم قوم فاکرموہ ص  
۲۶۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر جریر بن عبد اللہ بن جابر رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۳۷۵ رقم ۱۱۳۸ مطبوعہ دار النجاشی بیروت)، (طہران الاوسط ج ۵ ص  
۳۶۰ رقم ۱۱۵۸۲ مطبوعہ دار الخیرین القاہرہ)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مسلمان کو ایک ذمی کے بدلہ میں قتل کروایا اور فرمایا جو  
لوگ اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں میں ان میں سب سے زیادہ کریم ہوں۔

(سنن دار قطنی ج ۳ رقم الحدیث ۳۲۳۲)

## حاشیہ.....☆

وقال انا اكرم من وفي بدمته هذا خطا من وجهين احدهما وصلة بذكر بن عمر فيه وانما هو -  
(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۳۰ مطبوعہ مکتبہ دارالباہر مکتبہ المکتبہ)  
بچھلی آیات میں رسول کریم سے جبریل علیہ السلام مراد ہیں۔ آیات مذکورہ میں متعدد چیزوں کو کریم کہا گیا ہے اجر کریم قرآن کریم  
عرش کریم اور جبریل کریم جس سے معلوم ہوا کہ یہ اللہ عطا کریم ہیں۔  
اللہ ولی الذین امنوا۔

**ترجمہ:** اللہ ولی ہے ایمان والوں کا۔

انما ولیکم اللہ ورسوله والذین امنوا۔

**ترجمہ:** تمہارا ولی ہے اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے۔

ولی مددگار اور کارساز کو کہتے ہیں یعنی مدد کرنے والا اور کلام بتانے والا۔

پہلی آیت کریمہ سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ مومنوں کا مددگار و کارساز ہے۔

دوسری آیت کریمہ میں بطور خلافت رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے خلفاء کو بھی مسلمانوں کا مددگار و کارساز بتایا گیا ہے۔ اور  
حدیث مبارکہ میں ہے:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ آواز بلند فرماتے ہوئے سنا کہ سنو فلاں شخص کی  
آل میرے ولی نہیں ہیں میرا ولی اللہ ہے اور نیک مومن میرے ولی ہیں۔

(صحیح مسلم ج ۱۱ ص ۱۱۵۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح البخاری ج ۲ ص ۸۸۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

## عطانی

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

.....من كنت وليه فعلي وليه۔

**ترجمہ:** جس کا میں مولیٰ ہوں علی رضی اللہ عنہ اس کا مولیٰ ہے۔

(فضائل صحابہ لابن فضیل ج ۲ ص ۲۸۹ رقم الحدیث ۱۱۷۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد حنبلی المقدسی متوفی ۶۳۳ھ روایت کرتے ہیں۔

ثم اخذ بيد علي رضي الله عنه فاقامه وقال من كان الله ورسوله وليه فهذا وليه۔

**ترجمہ:** پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر حضور ﷺ نے فرمایا جس کا مولیٰ اللہ اور اس کا رسول ہے تو یہ اس کا مولیٰ ہوگا۔

(الحادیث البخاری ج ۳ ص ۲۱۳ رقم الحدیث ۱۱۷۷ مطبوعہ مکتبۃ المدینۃ بیروت)

حافظ غماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۴۳ھ روایت کرتے ہیں۔

ان الله ولي المؤمنين و من كنت وليه فهذا وليه۔

**ترجمہ:** بے شک اللہ تعالیٰ مومنوں کا مولیٰ ہے، اور جس کا میں مولیٰ ہوں تو یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کا مولیٰ ہے۔

(السیرۃ النبویہ ج ۳ ص ۳۵۲ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)

☆.....

امام محبت الدین ابو العباس احمد بن عبد اللہ متوفی ۶۹۳ھ لکھتے ہیں۔

قال ان عليا مني وانا منه وهو ولي كل مومن بعدى۔

**ترجمہ:** فرمایا حضور ﷺ نے کہ بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ مولیٰ ہے اس کا جو مومن ہے میری بعد۔

( ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ ذکرانہ من النبیؐ اندولیٰ کل مومن من بعدہ ص ۲۸ مطبوعہ دار الکتب المصریہ )

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

من كنت وليه فعلي وليه۔ (حسن)

**ترجمہ:** جس کا میں مولیٰ ہوں علی رضی اللہ عنہ اس کا مولیٰ ہے۔

(الجامع الصغير فی احادیث الشیخ الحدیث رقم الحدیث ۵۴۲ ص ۲ ج ۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

فان العزة لله جميعا۔

**ترجمہ:** بے شک عزت تو سب اللہ کے لئے ہے۔

ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين۔

**ترجمہ:** اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے لئے ہے۔

عزت میں عظمت شان و شوکت اور رب دبدبہ سب شامل ہیں۔ پہلی آیت کریمہ میں عزت ساری اللہ جل شانہ کے لئے بتائی گئی۔

دوسری آیت کریمہ میں عزت اللہ جل شانہ اس کے رسول ﷺ اور مومنین کا ملین کے لئے بتائی گئی۔

الله يتوفى الانفس حين موتها

**ترجمہ:** اللہ قبض کرتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت۔

(سورہ الزمر آیت نمبر ۴۲)

قل يتوفكم ملك الموت الذي وکل بكم۔

**ترجمہ:** اے نبیؐ فرمادو! کہ تمہاری جانوں کو ملک الموت قبض کرتا ہے جو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔

وسلنا يتوفونهم۔

**ترجمہ:** ہمارے رسول انہیں فوت کرتے ہیں۔

پہلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جان قبض کرنے کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے۔ دوسری تیسری آیت کریمہ میں موت کے فرشتے

کی طرف۔ یعنی حقیقتاً جان قبض کرنے والا اللہ ہے اور حکم الہی سے فرشتے۔

بہت سی صفات خداوندی اس کے بندوں میں ہیں۔ (۱) علیم (۲) سمیع (۳) بصیر (۴) خبیر۔ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔ قرآن مجید

میں اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں اپنے لئے ان کا ذکر فرمایا ہے۔

واعلموا ان الله بكل شئ عليم۔

**ترجمہ:** اور جان لو بے شک اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

(البقرة آیت نمبر ۲۳)

☆..... حاشیہ

وہو السميع العليم۔

**ترجمہ:** بے شک وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

(سورہ انبیاء آیت نمبر ۳)

انه عليم بذات الصدور۔

**ترجمہ:** بے شک وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

(سورہ زمر آیت نمبر ۷)

وہو عليم بذات الصدور۔

**ترجمہ:** اور وہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

والله خبير بما تعملون۔

**ترجمہ:** اللہ کو تمہارے اعمال کی خبر ہے۔

ان الله عليم خبير۔

**ترجمہ:** اللہ بے شک عظیم خیر ہے۔

یہ صفات اللہ تعالیٰ کی ذاتی ہیں اور بغیر کسی اسباب کے وہ دیکھتا ہے جانتا ہے سنتا ہے باخبر ہے یہ ہم سب کا عقیدہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ صفات اپنی مخلوق کو عطا فرمائی ہیں ان کے لئے یہ عطائی صفات ہیں۔

عطائی مثالیں

و بشر وہ بغلام عليم۔

(سورہ الزاریات پارہ ۲۶)

**ترجمہ:** اور اسے ایک علم والے لڑکے کی بشارت دی۔ اسی آیت میں حضرت اسحاق علیہ السلام کو عظیم کہا گیا ہے دوسری آیت کریمہ میں ہے:

فبشرناه بغلام حليم۔

(سورہ الصافات پارہ ۲۳)

یہاں حلیم سے حضرت اسماعیل علیہ السلام مراد ہیں انہیں اللہ تعالیٰ نے حلیم کی صفت سے نوازا۔ حالانکہ حلیم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے تو وہی بات ہوئی کہ حلیم اللہ کا ذاتی صفت ہے اور اسماعیل علیہ السلام کی عطائی۔

انہی حفيظ عليم۔

**ترجمہ:** بے شک میں حفیظ اور عظیم ہوں۔

(سورہ یوسف آیت نمبر ۵۵)

اس آیت میں دو مشتق اللہ تعالیٰ کی حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے بیان ہوئی ہیں حالانکہ یہ دونوں صفتیں اللہ کی ہیں۔

الرحمن فاستل به خبيروا۔

**ترجمہ:** وہ بڑی مہر والا تو کسی جاننے والے سے اس کی تعریف پوچھیے۔

(سورہ القرآن پارہ ۱۹)

☆.....

اس آیت میں خیر حضور ﷺ کے لیے کہا گیا ہے حالانکہ خیر اللہ تعالیٰ کی صفت ہے تو ماننا پڑے گا کہ خیر اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے اور نبی پاک ﷺ کے لئے عطائی۔

ہر انسان سمیع و بصیر ہے

انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج فجعلناه سمیعاً بصیراً۔

(سورہ الدھر پارہ ۲۹)

اس آیت میں سمیع و بصیر ہر انسان کو کہا گیا ہے تو ثابت ہوا کہ سمیع و بصیر اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت اور انسان کی عطائی۔

هو الاول والاخر والظاهر والباطن وهو بكل شئ علیم۔

**ترجمہ:** وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔

(سورہ الحمد آیت نمبر ۳ پارہ ۲۷)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی پانچ صفات کا ذکر ہے۔ (۱) اول (۲) آخر (۳) ظاہر (۴) باطن (۵) علیم۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوہ کے مقدمہ میں یہ جملہ صفات حضور ﷺ کے لیے ثابت فرمائی ہیں۔ وہ بھی اسی قاعدہ پر کہ یہ صفات اللہ تعالیٰ کی ذاتی ہیں لیکن یہی صفات اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمائی ہیں مثلاً آپ ﷺ اول ہیں اس بنا پر کہ آپ کی تخلیق موجودات میں سب سے اولیٰ ہے اور آخر میں اس لیے کہ آپ اللہ کے آخری نبی ہیں اور ظاہر اس لیے کہ آپ کے انوار نے سب کو گھیر رکھا ہے جس سے سارا جہان روشن ہے اور باطن اس لیے کہ آپ کے وہ اسرار ہیں جن کی حقیقت کا ادراک ناممکن ہے اور قرب و بعید کے لوگ آپ کے جمال و کمال میں دنگ ہو کر رہ گئے ہیں اور وہو بكل شئ علیم اس لیے کہ فوق کل ذی علم علیم کی صفات آپ ہی میں موجود ہیں۔

مولیٰ اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت:

قرآن مجید میں ہے:

بل اللہ مولکم۔

**ترجمہ:** بلکہ اللہ تمہارا مولیٰ ہے۔

(پارہ ۳ سورہ آل عمران)

ثم ردوا الی اللہ مولہم الحق۔

(سورہ الانعام پارہ ۷ آیت نمبر ۲۶)

ان اللہ مولکم نعم المولیٰ ونعم النصیر۔

**ترجمہ:** پس جان لو کہ اللہ تمہارا مولیٰ ہے تو کیا ہی اچھا مولیٰ ہے اور کیا ہی اچھا مددگار۔

(پارہ ۱۹ سورہ الانفال آیت نمبر ۳۰)

هو مولنا۔

(سورہ تحریم آیت نمبر ۲)

هو مولکم۔

☆ حاشیہ.....

**ترجمہ:** وہ تمہارا مولیٰ ہے۔

(سورہ حج آیت نمبر ۷۸)

واللہ مولکم۔

**ترجمہ:** اور اللہ تمہارا مولیٰ ہے۔

(سورہ تحریم آیت نمبر ۲)

انت مولنا۔

**ترجمہ:** تو ہمارا مولیٰ ہے۔

(سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۸۶)

ذالک بان اللہ مولیٰ الذین امنوا وان الکافرین لا مولیٰ لہم۔

(سورہ محمد آیت نمبر ۱۱)

قرآن کی ان آیات سے واضح ہے کہ مولیٰ اللہ ہے مولیٰ اس وحدہ لا شریک کا صفاتی نام ہے اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ایک جنگ کے موقع پر کفار سے فرمایا:

اللہ مولنا ولا مولیٰ لکم۔

**ترجمہ:** اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور (اے کافرو) تمہارا کوئی مولیٰ نہیں۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی ج ۲ ص ۵۷۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک اور مقام پر فرمایا

لا یقل العبد السیدہ مولای فان مولکم اللہ عزوجل۔

**ترجمہ:** کوئی غلام اپنے آقا کو ”میرا مولیٰ“ نہ کہے کیونکہ بے شک سب کا مولیٰ اللہ عزوجل ہے۔

(مسلم شریف کتاب الاطلاق من الادب وغیرہ باب حکم اطلاق لفظ العبد والامۃ والمولیٰ والسید ج ۲ ص ۲۳۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

**عطائی مثالیں**

قرآن واحادیث و عرف عرب اور شریعت اسلام میں مولیٰ کا اطلاق غیر اللہ پر بار بار ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

فان اللہ هو مولہ وجبریل وصالح المؤمنین والملائکۃ بعد ذالک ظہیر۔

**ترجمہ:** تو بے شک اللہ اس کا مولیٰ ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

(سورہ التحریم آیت نمبر ۲)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا احمد بن حنبل قال سمعت مقاتلا یقول ثم فی قول اللہ عزوجل فان اللہ هو مولاه

جبریل وصالح المؤمنین قال ابو بکر و عمر و علی۔

**ترجمہ:** علی بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے مقاتل رحمۃ اللہ علیہ سے سنا جو کہتے تھے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ذکر فرمایا کہ فان اللہ هو

مولاه جبریل وصالح المؤمنین۔ فرمایا ابو بکر، عمر علی رضی اللہ عنہم۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۱ ص ۴۱۶ رقم الحدیث ۶۳۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)



## حاشیہ.....☆

امام ابن اعرابی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وان تظاهر عليه فان الله هو مولاہ و جبریل و صالح المومنین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما۔

(مجموع ابن اعرابی ج ۳ ص ۳۳۴ رقم الحدیث ۱۳۳۰)

قرآن پاک نے اللہ تعالیٰ کو بھی مولیٰ کہا اور حضرت جبریل علیہ السلام اور صالح مومنین کو بھی۔ اُنہی قرآن و حدیث میں لفظ "ولی اللہ" کے لئے آیا ہے تو اس کے محبوب و مقبول بندوں کے لیے بھی آیا ہے۔

حافظ نور الدین علی بن ابی بکر البیہقی متوفی ۸۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

من كنت مولاہ فعلى مولاہ۔

**ترجمہ:** جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہیں۔

(مجمع الزوائد من فضائل الخوارج ج ۹ ص ۱۱۱ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)، (جامع الترمذی ج ۲ ص ۲۱۳ مطبوعہ مکتبہ اکرمیہ پشاور)، (ملکوتہ المصاحح ص ۶۲۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۴۹۵ و ۵۰۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (موارد الطالبان الی زوائد ابن حبان ج ۱ ص ۵۲۳ رقم الحدیث ۲۲۰۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر للسیوطی ج ۷ ص ۳۶۸ رقم الحدیث ۲۳۰۰۳-۲۳۰۰۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مجمع الجوامع للسیوطی ج ۷ ص ۲۷۰ رقم الحدیث ۲۳۰۰۳-۲۳۰۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الزیل لابن ابی عاصم ج ۲ ص ۶۰۲ رقم الحدیث ۱۳۵۵-۱۳۵۶-۱۳۵۷-۱۳۵۸-۱۳۵۹ ص ۶۰۵ تا ۶۰۷ رقم الحدیث ۱۳۵۹-۱۳۶۱-۱۳۶۲ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (فتح الکبیر فی شرح الترمذی الی الجامع الصغیر للنسائی ج ۳ ص ۲۲۵ رقم الحدیث ۱۲۶۲۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (فضائل محلیہ لابن خضیل ج ۲ ص ۵۶۹ رقم الحدیث ۹۵۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت)، (مسند احمد ج ۱ ص ۸۳ رقم الحدیث ۶۳۱ مطبوعہ موسسۃ قرطبیہ مصر)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۲۳ ص ۷۷ رقم الحدیث ۹۱۰۵-۸۷ رقم الحدیث ۹۱۱۲ ص ۸۸ رقم الحدیث ۹۱۳۹-۹۱۳۳-۹۱۳۴ رقم الحدیث ۹۱۵۱ ص ۹۱۲ رقم الحدیث ۹۳۱۱ ص ۹۳۱ رقم الحدیث ۹۳۱۳-۹۳۱۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (الاستیعاب ابن عبد البر ج ۳ ص ۱۰۹ رقم الحدیث ۱۸۵۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الاحادیث الخارقات وقال اسادہ حسن ج ۲ ص ۸۶-۸۷ رقم الحدیث ۴۶۳ ص ۴۷۹-۴۸۰ رقم الحدیث ۴۸۰-۴۷۹ مطبوعہ ج ۳ ص ۱۳۹ رقم الحدیث ۹۳۷ وقال اسادہ حسن مکتبہ انھضتہ احیاء مکتبہ)، (اسد الغالبہ فی معرفۃ الصحابہ ج ۳ ص ۲۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (المستدرک ج ۳ ص ۱۱۸ رقم الحدیث ۳۵۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند ابی ہریرۃ ج ۲ ص ۲۸۲ رقم الحدیث ۵۰۵۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن ابن ماجہ ج ۱۲ مطبوعہ قدیمی خانہ)، (جامع المسند و السنن ابن اثیر ج ۱۹ ص ۵۳۶ ج ۳ ص ۸۹۸ رقم الحدیث ۳۰۰۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (فضائل الصحابہ للنسائی ج ۱ ص ۱۳ رقم الحدیث ۳۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۳ ص ۸۹ رقم الحدیث ۳۰۳۹ مطبوعہ المکتبہ الفیصلیہ بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۶۰۲ و ۶۰۹ و ۶۱۰ رقم الحدیث ۳۲۹۰۳-۳۲۹۰۴-۳۲۹۰۵-۳۲۹۰۶-۳۲۹۰۷-۳۲۹۰۸-۳۲۹۰۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت)، (طبرانی صغیر ج ۱ ص ۱۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الدر المنثور فی التفسیر لما یورثت آیت نمبر ۵۵ سورہ المائدہ ج ۲ ص ۵۱۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (السمیۃ النبیۃ لابن کثیر ج ۳ ص ۳۳۹-۳۵۷ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ ص ۶۹ مطبوعہ دار الکتب المصریہ)، (الشمعہ و النبیان فی مقتل الشہید عثمان ص ۲۳۳ مطبوعہ دار ثقافت الدوحہ قطر)، (مجموع الصحابہ ج ۱ ص ۱۹۹ رقم الحدیث ۲۲۵ مطبوعہ مکتبہ الغرباء الاثریہ المدینہ المنورہ)، (تخریج الدلائل البسمیہ ص ۲۷ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (مفہوم الصلوٰۃ لابن جوزی ذکر حمل من مناقب رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۳۱۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث النبی اللہ یوسف بن شریل رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۳۶۶ رقم الحدیث ۵۵۹۸ و ۵۵۹۹ ج ۳ ص ۵۳۲ رقم الحدیث ۹۰۰۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الاصابہ فی تمیز الصحابہ زیہ بن شریل رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۶۰۹-۶۰۸ رقم الحدیث ۲۹۰۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (نزهة الخفا ص ۱۰۲ مطبوعہ موسسۃ الکتب الثقافیہ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۳ ص ۳۷ رقم الحدیث ۴۰۵۳ مکتبہ العلوم و افتاء المومنین)

مددگار ذاتی:

مالك من دون الله من ولي ولا نصير۔

**ترجمہ:** اللہ کے سوا تمہارا نہ کوئی حمایتی نہ مددگار۔

وما النصر الا من عند الله۔

## حاشیہ.....☆

وان يخلدكم فمن ذا الذي ينصركم من بعده۔

(سورہ آل عمران ۱۶۰)

ولا يجدن من دون الله ولياً ولا نصيراً۔

(سورہ النساء آیت نمبر ۱۲۳)

ولا يجدون لهم من دون الله ولياً ولا نصيراً۔

(سورہ النساء سورہ الاحزاب ۱۷۰)

وما النصر الا من عند الله۔

(سورہ الانفال آیت نمبر ۱۰)

قرآن پاک کی ان آیات مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے کہ نصیر ”اللہ“ ہے وہی مددگار ہے کسی کی مدد و نصرت کرنا اسی کے دست قدرت میں ہے۔

## مددگار عطائی:

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

من انصاري الى الله قال الحواريون نحن انصار الله۔

(سورہ آل عمران آیت نمبر ۵۲)

ولينصرون الله من ينصروه۔

**ترجمہ:** اور بے شک اللہ ضرور مدد کرے۔ اس کی جو اس کی مدد کرے گا۔

(سورہ الحج آیت نمبر ۴۰)

يا ايها الذين امنوا ان تنصروا الله ينصركم ويثبت اقدامكم۔

**ترجمہ:** اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔

(سورہ محمد آیت نمبر ۷)

واجعل لنا من لدنك ولياً واجعل من لدنك نصيراً۔

**ترجمہ:** اے اللہ ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی دے دے اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار دے۔

(سورہ النساء آیت نمبر ۷۷)

## ولی

یہ لفظ اللہ عزوجل کی صفت ہے اور بندگان خدا کے لیے اس کا استعمال مجازاً ہے گویا یہ صفت اللہ تعالیٰ کی ذاتی ہے اور بندگان خدا کے لیے عطائی۔

الله ولي الذين امنوا يخرجهم من الظلمت الى النور۔

**ترجمہ:** اللہ ہے ایمان والوں کا انہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔

(سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۵۷)

☆ حاشیہ.....

وهو الولی الحمید۔

(سورہ شوریٰ آیت نمبر ۲۸)

واللہ ولی المؤمنین۔

ترجمہ: اور ایمان والوں کا ولی اللہ ہے۔

(سورہ آل عمران آیت نمبر ۶۸)

## عطائی مثالیں

انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا..... الخ۔

ترجمہ: بے شک اللہ تمہارا ولی ہے اور اس کا رسول ﷺ اور ایمان والے۔

نحن اولیاء کم فی الحیوة الدنیا والاخرۃ۔

ترجمہ: ہم تمہارے ولی ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

ان الذین امنوا وهاجروا وجاهدوا باموالہم وانفسہم فی سبیل اللہ والذین او وبنصروا اولئک بعضهم اولیاء بعض۔

ترجمہ: بے شک جو ایمان لائے اللہ کے لیے گھریا چھوڑے اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے لڑے اور وہ جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی وہ ایک دوسرے کے ولی ہیں۔

اس آیت میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے اولیاء کا لفظ استعمال ہوا اور یہ بھی کہ ہر صحابی ولی ہیں۔

ان آیات اور احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ذاتی اور عطائی کا یہ عقیدہ اہل سنت و جماعت پر یلوی کا اختراع نہیں بلکہ قرآن و احادیث مبارکہ سے ثابت ہیں۔ اور بالخصوص مسئلہ علم غیب کے بارے میں چند حوالا جات ملاحظہ فرمائیں:

## عطائی علم غیب کا ثبوت

علامہ سید شریف رحمۃ اللہ علیہ حواشی کشاف میں فرماتے ہیں۔

وانما لم یجز الاطلاق فی غیرہ تعالیٰ لانہ یتبادر منہ تعلق علمہ بہ ابتداء فیکون تناقضا اما اذا قید وقیل اعلمہ اللہ تعالیٰ الغیب او اطلعه علیہ فلا محذور فیہ۔

ترجمہ: علم غیب کا اطلاق غیر اللہ پر اس لئے ناجائز ہے کہ اس سے غیر اللہ کے علم کا غیب کے ساتھ ابتداء (بالذات) متعلق ہونا متبادر ہوتا ہے تو اس طرح تاہیں لازم آتا ہے لیکن اگر علم غیب کے ساتھ کوئی قید لگا دی جائے اور یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو غیب کا علم عطا فرمایا ہے یا اس کو غیب پر مطلع فرمایا ہے تو اس صورت میں کوئی ممانعت نہیں۔

(حاشیہ سید الشریف علی الکشاف ج ۱ ص ۱۲۸ مطبوعہ تہران)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

واما الذی علیہ دلیل فلا یمنع ان نقول نعلم من الغیب ما لنا علیہ دلیل وفید الکلام ولا یلتبس۔

ترجمہ: اور غیب جس پر دلیل ہے پس آپ کا یہ کہنا کچھ منع نہیں کہ ہم کو اس غیب کا علم ہے جس میں ہمارے لئے دلیل ہے۔ یہ کلام مفید ہے اور اس میں کوئی التباس نہیں۔

(تفسیر الکبیر ج ۲ ص ۲۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

## حاشیہ.....☆

تفسیر غرائب القرآن و رغائب الفرقان میں ہے۔

لم ينف الا الدراية من قبل نفسه وما نفى الدراية من جهة الوحي۔

**ترجمہ:** رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات سے جاننے کی نفی فرمائی ہے خدا کے بتائے سے جاننے کی نفی نہیں فرمائی۔  
(تفسیر غرائب القرآن تفسیر انبیا پوری ج ۸ ص ۲۶ مطبوعہ مطبعۃ البابی مصر)

نسیم الریاض میں ہے۔

لم يكلفنا الله الايمان بالغيب الا وقد فتح لنا باب غيبه۔

**ترجمہ:** ہمیں اللہ تعالیٰ نے ایمان بالغیب کا جب بھی حکم دیا ہے کہ اپنے غیب کا دروازہ ہمارے لئے کھول دیا ہے۔  
(نسیم الریاض فصل من ذلك ما اطلع عليه من الغيوب ج ۳ ص ۱۵۱)، (زقانی علی المواہب ج ۷ ص ۲۰۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

تفسیر بیضاوی میں ہے۔

وهو قسمان قسم لا دليل عليه وهو المعنى بقوله تعالى وعنده مفاتيح الغيب لا يعلمها الا هو  
وقسم نصب عليه دليل كالصانع وصفاته واليوم الآخر واحواله۔

**ترجمہ:** غیب کی دو اقسام ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو۔ فرمان باری تعالیٰ وعنده مفاتيح الغيب..... الخ سے یہی مفہوم ہے اور دوسری قسم وہ ہے جس پر کوئی دلیل قائم ہو جیسے صانع (ذات باری تعالیٰ) اور اس کی صفات، یوم آخرت اور احوال قیامت۔  
(انوار التنزیل ج ۸ ص ۲۷ مطبوعہ مطبعۃ البابی مصر)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ثم هذا الغيب ينقسم الى ما عليه دليل والى ما ليس عليه دليل۔

**ترجمہ:** غیب کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ ہے جس پر دلیل قائم ہو اور دوسری وہ جس پر دلیل قائم نہ ہو۔  
(تفسیر الکبیر ج ۲ ص ۲۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

علامہ الفاضل الکامل الشیخ اسمعیل حق حقی متوفی ۱۱۱۳ھ لکھتے ہیں۔

وهو قسمان قسم لا دليل عليه وهو اريد بقوله سبحانه وعنده مفاتيح الغيب لا يعلمها الا هو  
وقسم نصب عليه دليل كالصانع وصفاته۔

**ترجمہ:** غیب کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو۔ اور فرمان باری تعالیٰ وعنده مفاتيح الغيب..... الخ سے یہی مراد ہے اور دوسری قسم وہ ہے جس پر کوئی دلیل قائم ہو جیسے صانع اور اس کی صفات۔

(تفسیر روح البیان ج ۸ ص ۳۲ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

## پہلی فصل..... آیات قرآنیہ کے بیان میں

قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب۔

**ترجمہ:** تم فرما دو کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ کہو کہ میں آپ غیب جان لیتا ہوں۔

(بارہ سورہ الانعام آیت نمبر ۵۰)

اس آیت کی چار توجہیں مفسرین نے کی ہیں اولاً تو یہ کہ علم غیب ذاتی کی نئی ہے۔ دوم یہ کہ کل علم غیب کی نئی ہے۔ تیسرے یہ کہ یہ کلام تواضع انکسار کے طور پر بیان فرمادیا گیا ہے۔ چہارم یہ کہ آیت کے معنی یہ ہیں میں دعویٰ نہیں کرتا کہ میں غیب جانتا ہوں۔ یعنی دعویٰ علم غیب کی نئی نہ کہ علم غیب کی۔ ملاحظہ ہوں تفاسیر۔

تفسیر نیشاپوری میں اس آیت کے ماتحت ہے۔

يحتمل ان يكون ولا اعلم الغيب عطفاً على لا اقول لکم ای قل لا اعلم الغيب فيكون فيه دلالة ان الغيب بالاستقلال لا يعلمه الا الله۔

**ترجمہ:** اس آیت میں یہ احتمال بھی ہے کہ لا اعلم کا عطف لا اقول پر ہو یعنی اے محبوب فرما دو کہ میں غیب نہیں جانتا تو اس میں دلالت اس پر ہوگی کہ غیب بالاستقلال یعنی ذاتی سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔

(تفسیر نیشاپوری ج ۲ ص ۱۱۰ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

تفسیر بیضاوی یہی آیت۔

لا اعلم الغيب مالم يوح الي او لم يتصب عليه دليل۔

**ترجمہ:** میں غیب نہیں جانتا جب تک اس کی مجھ پر وحی نہ کی جاوے یا کوئی دلیل اس پر قائم نہ ہو۔

(انوار التنزيل ج ۲ ص ۳۱۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

یا اس سے مراد کل علم کی نئی ہے۔ تفسیر کبیر میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قوله لا اعلم الغيب يدل على اعترافه بانه غير عالم بكل المعلومات۔

**ترجمہ:** یہ فرمان کہ میں غیب نہیں جانتا حضور علیہ السلام کے اس اقرار پر دلالت کرتا ہے کہ آپ سارے معلومات نہیں جانتے۔

(تفسیر کبیر ج ۲ ص ۱۱۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

یہ کلام بطور تواضع و انکسار فرمایا گیا۔ تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وانما نفی عن نفسه الشريفة هذه الاشياء تواضعاً لله تعالى واعترافاً للعبودية فلسست اقول شيئاً من ذلك ولا ادعيه۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام نے ان چیزوں کی اپنی ذات کریمہ سے نفی فرمائی رب کے لئے عاجزی کرتے ہوئے اور اپنی بندگی کا اقرار فرماتے ہوئے یعنی میں اس میں سے کچھ نہیں کہتا اور کسی چیز کا دعویٰ نہیں کرتا۔

(باب التاويل في معاني التنزيل المعروف بتفسير خازن ج ۲ ص مطبوعہ دار الكتب العلمية بيروت)

تفسیر عرائس البیان میں ہے۔

وتواضع حين اقام نفسه مقام الانسانية بعد ان كان اشرف خلق الله من العرش الى الثرى و اطهر من الكر و بتين والرو حانين خضوعاً لجبروته وخشوعاً لملكوته۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام نے انکسار فرمایا کہ اپنی ذات کو انسانیت کی جگہ میں رکھا ورنہ آپ از عرش تا فرش ساری مخلوق میں اشرف ہیں اور ملائکہ اور روحانین سے زیادہ سترے ہیں۔ حق تعالیٰ کی شان جباری کے سامنے عاجزی کے طور پر اس کی سطوت کے سامنے ہستی کے اظہار کے طریقہ پر یہ فرمایا۔

یہ دعویٰ علم غیب کی نفی ہے کہ میں علم غیب کا دعویٰ نہیں کرتا۔ تفسیر نیشاپوری میں ہے۔

ای لا ادعی المقدرة علی کل المقدورات والعلم بكل المعلومات۔

**ترجمہ:** یعنی میں تمام مقدورات پر قدرت رکھنے اور تمام معلومات کے جاننے کا دعویٰ نہیں کرتا۔ تفسیر کبیریہ ہی آیت۔

ای لا ادعی کوئی موصوفاً بعلم الله و بمجموع هذین الکلامین حصل انه لا یدعی الالهیة۔

**ترجمہ:** یعنی میں اللہ کے علم کے متصف ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا اور ان دونوں باتوں کے مجموعہ کا مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام خدا ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے۔

(تفسیر کبیریہ ج ۳ ص ۵۳۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

روح البیان میں یہی آیت۔

عطف علی عندی خزائن الله ولا مذیلة مذکرة للنفی ای ولا ادعی انی اعلم الغیب من افعاله تعالیٰ علی انها عندی ولكن لا اقول لكم فمن قال ان نبی الله لا یعلم الغیب فقد اخطا فیما اصاب۔

**ترجمہ:** اس کا عطف عند خزائن اللہ پر ہے اور لازماً کہہ دینا ہے نفی کا یاد دلانے والے یعنی میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ خدا کے افعال میں غیب جانتا ہوں اس بنا پر کہ خزائن اللہ میرے پاس تو ہیں مگر میں یہ کہتا نہیں۔ تو جو شخص یہ کہے کہ نبی اللہ غیب نہیں جانتے تھے اس نے غلطی کی اس آیت میں جس میں یہ مصیب تھا۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۳۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر مدارک میں یہی آیت۔

ومحل لا اعلم الغیب النصب عطفاً علی محل عندی خزائن الله لانه من جملة المقول کانه قال لا اقول لكم هذا القول ولا هذا القول ولا اعلم الغیب۔

**ترجمہ:** ولا اعلم الغیب کا اعراب زیر ہے عندی خزائن اللہ کے محل پر عطف کی وجہ سے کیونکہ یہ بھی کہی ہوئی بات میں سے ہے گویا آپ نے یوں فرمایا کہ میں تم سے نہ یہ کہتا ہوں اور نہ یہ۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۳۶۵ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والنہ پشاور)

تفسیر نیشاپوری۔ ای قل لا اعلم الغیب فیکون فیہ دلالة علی ان الغیب باستقلال لا یعلم الا الله۔

(تفسیر نیشاپوری ج ۶ ص ۱۱۰ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

**نکتہ:** اس آیت میں لا اقول دو جگہ پر ہے پہلے لا اقول کے بعد دو چیزوں کا ذکر ہے کہ میں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے

خزانے ہیں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ غیب جانتا ہوں۔ دوسرے لا اقول کے بعد صرف ایک چیز کا ذکر ہے میں نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں۔ اس لئے کہ پہلے دو میں تو دعویٰ کی نفی ہے اور مدعی کا ثبوت اور دوسرے قول میں دعویٰ اور مدعی دونوں کی نفی ہے۔ یعنی میرے پاس اللہ کے خزانے بھی ہیں اور میں غیب بھی جانتا ہوں۔ مگر ان کا دعویٰ نہیں کرتا۔ حدیث پاک میں ہے۔ اوتیت مفتاح خزائن الارض۔ (مشکوٰۃ باب فضائل

سید المرسلین (یعنی مجھ کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئیں اور علم غیب کی احادیث ہم پیش کر چکے ہیں۔ اور نہ واقع میں فرشتہ ہوں اور نہ اس کا دعویٰ کرتا ہوں۔ اگر یہ نکتہ نہیں۔ تو ایک ہی جگہ لا اقول کافی تھا۔ دو جگہ کیوں لایا گیا اگر ہماری بیان کی ہوئی تو ہمیں نہ کی جادیں تو یہ آیت مخالفین کے بھی خلاف ہے کیونکہ بعض علم غیب تو وہ بھی مانتے ہیں۔ اور یہ آیت بالکل نفی کر رہی ہے۔ نیز یہاں لکم میں کفار سے خطاب ہے یعنی اے کافروں میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس خزانے ہیں تم تو چور ہو۔ چوروں کو خزانے نہیں بتائے جاتے۔ تم شیطانوں کی طرح اسرار کی چوری نہ کر لو۔ رب تعالیٰ نے بھی شیطان کو آسمان پر جانے سے اسی لئے روکا کہ وہ چور ہے۔ یہ تو صدیق سے کہا جاوے گا کہ مجھے خزانہ الہیہ کی کنجیاں سپرد ہوئیں نیز یہاں عندی فرما کر بتایا کہ خزانہ میرے پاس نہیں میری ملک میں ہیں۔ کیوں کہ خزانہ خزانچی کے پاس اور مالک کی ملک میں ہوتا ہے۔ میں خزانچی نہیں کیا نہ دیکھا کہ ان کے اشارہ پر بادل برسا۔ ان کی انگلیوں سے چشمے جاری ہوئے۔

ولو كنت اعلم الغيب لاستكثرت من الخير۔

**ترجمہ:** اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا کہ میں نے بہت بھلائی جمع کر لی۔

(پارہ ۹ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۸۸)

اس آیت کے بھی مفسرین نے تین مطلب بتائے ہیں۔ ایک یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ کلام بطور انکسار کے ہے۔ دوسرے یہ کہ اس میں تمام معلومات الہیہ جاننے کی نفی کرنا مقصود ہے۔ تیسرے یہ کہ علم غیب ذاتی کی نفی ہے۔

تیسیم الریاض میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وقوله ولو كنت اعلم الغيب فان المنفى علمه من غير واسطة واما اطلاعه عليه السلام باعلام الله تعالى فامر متحقق بقوله تعالى فلا يظهر على غيبه احدا الا من ارتضى من رسول۔

**ترجمہ:** علم غیب کا ماننا اس آیت کے منافی نہیں کہ لو کنت اعلم الغیب الخ کیونکہ نفی علم بغیر واسطہ کی ہے لیکن حضور علیہ السلام کا غیب پر مطلع ہونا اللہ کے بتانے سے واقع ہے رب تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے فلا یظہر علی غیبہ الخ کل معلومات الہیہ جاننے کی نفی ہے۔

(تیسیم الریاض و سن ذک ما طلع علیہ من الغیب ج ۳ ص ۱۵۰ مطبوعہ مکتبہ مہجرات ہند)

شرح مواقف میں میر سید شریف فرماتے ہیں۔

الاطلاع على جميع المغيبات لا يجب للنبي و لذا قال عليه السلام لو كنت اعلم الغيب (الایة) وجميع مغيبات الدنيا والاخرة فالجواب انه قال ذلك تواضعا۔

**ترجمہ:** تمام غیبوں پر مطلع ہونا نبی کے لئے ضروری نہیں اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا لو کنت اعلم الغیب الخ۔ تمام غیب غیر متناہی ہیں۔ (یہ کلام انکسار کے طور پر ہے اگر تم کہو کہ یہ آیت گزشتہ کلام کے خلاف ہے۔ کہ حضور علیہ السلام کو تمام دینی و دنیاوی غیبوں پر مطلع کر دیا گیا تو جواب یہ ہے کہ یہ کلام لا اعلم الغیب بطور انکسار فرمایا گیا ہے۔

تفسیر خازن میں جمل حاشیہ جلال اسی آیت کے ماتحت نقل کیا۔

فان قلت قد اخبر النبي عليه السلام عن المغيبات قد جاءت احاديث في الصحيح بذلك وهو من اعظم معجزاته فكيف الجمع بينه وبين قوله لو كنت اعلم الغيب قلت يحتمل ان يكون قاله تواضعا وادبا والمعنى لا اعلم الغيب الا ان يطلعني الله عليه وبقدره لي ويحتمل ان يكون قال ذلك قبل ان يطلعه الله على الغيب فلما اطلعه الله اخبر به۔

**ترجمہ:** جس اگر تم کہو کہ حضور علیہ السلام نے بہت سے غیبوں کی خبر دی ہے اور اس کے متعلق بہت سی احادیث صحیحہ وارد ہیں۔ اور علم

غيب تو حضور علیہ السلام کا بڑا معجزہ ہے تو ان باتوں میں اور اس آیت میں لو کنت اعلم الغیب میں مطابقت کس طرح ہوگی تو میں کہوں گا کہ یہاں احتمال یہ ہے کہ یہ کلام انکسار کے طریقہ پر فرمایا ہو اور اس کے معنی یہ ہیں کہ میں غیب نہیں جانتا بغیر خدا کے بتائے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ کلام غیب پر مطلع ہونے سے پہلے کا ہو۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو غیب پر مطلع فرمادیا تو خبریں دیں۔

(تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۸۰)، (فتوحات الہیہ تفسیر جمل ج ۳ ص ۱۵۸)

علامہ سیمان جمل نے فتوحات الہیہ حاشیہ جلالین جلد دوم صفحہ ۲۵۸ میں اسی کی مثل فرمایا۔

ای قل لا اعلم الغیب فیکون فیہ دلالة علی ان الغیب بالاستقلال لا یعلم الا اللہ۔

**ترجمہ:** یعنی فرمادو کہ میں غیب نہیں جانتا الخ پس اس میں آیت اس پر دلالت ہے کہ غیب بالاستقلال یعنی ذاتی خدا کے سوائے کوئی نہیں جانتا۔

(فتوحات الہیہ حاشیہ جلالین جلد دوم ص ۲۱۷ مطبوعہ کراچی)

تفسیر صاوی یہی آیت۔

او ان علمہ بالمغیب کلا علم من حیث انه لا قدرة له علی تغیر ما قدر الله فیکون المعنی حینئذ لو کان لی علم حقیقی بان اقدر علی ما ارید وقوعه لاستکثرت من الخبر۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام کا علم غیب جانتا نہ جاننے کی طرح ہے۔ کیونکہ آپ کو اس چیز کے بدلنے پر قدرت نہیں جو اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمادیں۔ تو معنی یہ ہوئے کہ اگر مجھ کو علم حقیقی ہوتا اس طرح کہ میں اپنی مراد کے واقع کرنے پر قادر ہوتا تو خیر بہت سی جمع کر لیتا۔

(تفسیر صاوی ج ۲ ص ۳۰۷ مطبوعہ دارالتراث العربی بیروت)

یہ تو جب نہایت ہی نفس ہے کیونکہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سی خیر جمع کر لیتا اور مجھ کو تکلیف نہ پہنچتی۔ اور صرف کسی چیز کا جانا خیر جمع کرنے اور مصیبت سے بچنے کے لئے کافی نہیں جب تک کہ خیر کے حاصل کرنے اور مصیبت سے بچنے پر مستقل قدرت نہ ہو۔ مجھ کو علم ہے کہ بڑھا پا آوے گا اور اس وقت مجھ کو یہ تکالیف پہنچیں گی۔ مگر مجھے پڑھا پے کے دفع کرنے پر قدرت نہیں۔ مجھے آج خبر ہے کہ غلہ چند روز کے بعد گراں ہو جاوے گا۔ کہ میرے پاس آج روپیہ نہیں کہ بہت سا غلہ خرید لوں خرید نہیں سکتا۔ معلوم ہوا کہ خیر حاصل کرنا مصیبت سے بچنا علم اور قدرت دونوں پر موقوف ہے اور یہاں قدرت کا ذکر نہیں۔ تو علم غیب سے وہ علم مراد ہے جو قدرت حقیقی کے ساتھ ہو یعنی علم ذاتی جو لازم الوہیت ہے جس کے ساتھ قدرت حقیقی لازم ہے ورنہ آیت کے معنی نہیں درست ہوتے۔ کیونکہ مقدم اور تالی میں لزوم نہیں رہتا اور اس کے بغیر قیاس درست نہیں ہوتا۔

نیز دیوبندی تو اس آیت کے یہ معنی کرتے ہیں کہ اگر میں غیب جانتا تو بہت خیر جمع کر لیتا اور مجھے کوئی مصیبت نہ پہنچتی۔ مگر چونکہ نہ میرے پاس خیر ہے اور نہ مصیبت سے بچا لہذا غیب نہیں جانتا۔

ہم یہ ترجمہ کر سکتے ہیں کہ غور کر لو اگر میرے پاس خیر ہو اور میں مصیبت سے بچوں تو سمجھ لو کہ مجھے علم غیب بھی ہے میرے پاس بہت خیر

تو ہے۔ من یوت الحکمتہ فقد اوتی خیرا کثیرا (پارہ ۳ سورہ ۲ آیت نمبر ۲۶۹) نیز انا اعطینک الکونثر۔ نیز بعنہم

الکتب والحکمة۔ (پارہ ۲ سورہ ۵ آیت نمبر ۶۷) اور میں مصیبت سے بھی محفوظ کہ رب تعالیٰ نے فرمایا واللہ یعصمک من الناس

لہذا مجھے علم غیب بھی ہے۔ یہ آیت تو علم غیب کے ثبوت میں ہے نہ کما انکار میں۔



روح البیان یہی آیت۔

وقد ذهب بعض المشائخ الى ان النبي عليه السلام كان يعرف وقت الساعة باعلام الله وهو لاينا في الحصر في الآية كما لا يخفى۔

**ترجمہ:** بعض مشائخ اس طرف گئے ہیں کہ نبی علیہ السلام قیامت کا وقت بھی جانتے تھے اللہ کے بتانے سے اور ان کا یہ کلام اس آیت کے حق کے خلاف نہیں۔ جیسا کہ مخفی نہیں اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی ان کو وہی جانتا ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۱۰ ص ۳۸۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مفسرین نے فرمایا ہے کہ مفاتیح الغیب (غیب کی کنجیوں) سے مراد یا تو غیب کے خزانے ہیں۔ یعنی سارے معلومات الہیہ کا جاننا یا اس سے مراد ہے غیب کو حاضر کرنے یعنی چیزوں کے پیدا کرنے پر قادر ہونا۔ کیونکہ کنجی کا کام یہی ہوتا ہے کہ اس سے قفل کھولا جائے اور اندر کی چیز باہر اور باہر کی چیز اندر کر دی جائے اسی طرح حاضر کو غائب اور غائب کو حاضر کرنا یعنی پیدا کرنے اور موت دینے کی قدرت پروردگار ہی کو ہے۔ تفسیر کبیر میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

فكذلك ههنا لما كان عالما بجميع المعلومات عبر هذا المعنى بالعبارة المذكورة وعلى التقدير الثاني المراد منه القدرة على كل الممكنات۔

**ترجمہ:** جب کہ پروردگار تمام معلومات کا جاننے والا ہے تو اس مطلب کو اس عبارت سے بیان کیا اور دوسری صورت پر مراد اس سے سارے ممکنات پر قادر ہونا ہے۔

(تفسیر کبیر مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وقلم تصويرها الذي هو مفتاح يفتح به باب علم تكوينها على صورتها وكونها هو الملكوت فبقلم ملكوت كل شئ يكون كل شئ وقلم الملكوت بيد الله لان الغيب هو علم التكوين۔

**ترجمہ:** ان چیزوں کے نقش باندھنے کا قلم جو الٰہی کنجی ہے جس سے ان چیزوں کے پیدائش کا دروازہ کھولا جاتا ہے (ان کی مناسب صورتوں پر) وہی ملکوت ہے پس ہر چیز کے ملکوت کے قلم سے ہر چیز کی ہستی ہوتی ہے اور ملکوت کا قلم اللہ کے ہاتھ میں اس لئے کہ غیب سے مراد پیدا کرنے کا جانتا ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۵۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

لان الله تعالى لما كان عالما بجميع المعلومات عبر هذا المعنى بهذا العبادة وعلى التفسير الثاني يكون المعنى وعنده خزائن الغيب والمراد منه القدرة الكاملة على كل الممكنات۔

**ترجمہ:** کیونکہ رب تعالیٰ جب تمام معلومات کا جاننے والا ہے تو اس کے معنی کو اس عبارت سے بیان کیا اور دوسری تفسیر پر اس کے معنی یہ ہو گئے کہ اس کے نزدیک غیب کے خزانے ہیں اور اس سے مراد ہے ہر ممکن چیز پر قدرت کاملہ۔

(تفسیر خازن مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

یا اس سے مراد ہے کہ غیب کی کنجیاں بغیر تعلیم الہی کوئی نہیں جانتا۔ تفسیر عرائس البیان میں ہے۔

قال الحريري لا يعلمها الا هو ومن يطلع عليها من خليل وحبيب اي لا يعلمها ولون و الاخرون قبل اظهاره تعالى ذلك لهم۔

**ترجمہ:** حریری نے فرمایا کہ ان کتبوں کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور سوائے ان محبوبوں کے جن کو اللہ خبردار کرے کوئی نہیں جانتا یعنی ان کو اگلے پچھلے اللہ کے ظاہر فرمانے سے پہلے نہیں جانتے۔

تفسیر عنایت القاضی یہی آیت۔

وجہ اختصاصہا بہ تعالیٰ انہ لا یعلمہا کما ہی ابتداء الا ہو۔

**ترجمہ:** ان غیب کی کتبوں کے خدا تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جیسی وہ ہیں اس طرح ابتداء خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(عنایۃ القاضی علی التفسیر المبیحہ ج ۳ ص ۲۳ مطبوعہ دار صاریر دت)

اس آیت کے اُردو مطلب نہ بیان کئے جاویں، نوام نے بتائے تو یہ محققین کے بھی خلاف ہے کیونکہ بعض علم غیب وہ بھی مانتے ہیں۔ اور اس میں علم غیب کی بالکل نفی ہے۔

**نکتہ:-** بعض صاحبوں نے مجھ سے فرمایا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس جگہ ایک نکتہ لکھا ہے وہ یہ کہ اس آیت میں ہے۔ عندہ مفاتیح الغیب (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۵۹) دوسری میں ہے لہ مقالید السموات والارض (پارہ ۲۲ سورہ ۳۹ آیت نمبر ۶۳) مفاتیح اور مقالید دونوں کے معنی ہیں کتبیاں اور اگر مفاتیح کا اول وآخر حرف یعنی م، ح، لہو اور مقالید کا اول وآخر حرف یعنی م، دلو تو بنتا ہے محمد (ﷺ) جس سے سمجھ میں آتا ہے کہ ذات رسول اللہ ﷺ ہی ظہور عالم کی کتبھی ہے لا یعلمہا الا ہو میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضور علیہ السلام جیسے ہیں ویسا کوئی نہیں جانتا۔ حقیقت محمد یہ کورب ہی جانے مفاتیح جمع اس لئے بولا کہ آپ کی ہر ادارہ۔ ساجی ہے آپ کا نور عالم کی کتبھی کل الخلق من نوادی قیامت میں آپ کا سجدہ شفاعت کی کتبھی ہے جنت میں آپ کا نام ہر نعمت کی کتبھی اور جنت میں آپ کا جانا سب کے لئے جنت کے کھلنے کی کتبھی ہے۔ دیکھو ہماری کتاب شان حبیب الرحمن۔

**نکتہ:-** اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کے پاس غیب کی کتبیاں ہیں اب یہ سوال ہے کہ اس کتبھی سے کسی کے لئے دروازہ غیب کھولا بھی گیا یا نہیں؟ یا کسی کو کوئی کتبھی دی گئی یا نہیں؟ اس کا جواب قرآن وحدیث سے پوچھو قرآن فرماتا ہے۔ افنا فتحنالک فتحا مبینا (پارہ ۲۶ سورہ ۲۸ آیت نمبر ۱) ہم نے آپ کے لئے ظاہر طور پر کھول دیا۔ کیا کھول دیا؟ اس کی نفیس تو جہیں ہماری کتاب شان حبیب الرحمن من آیات القرآن میں دیکھو۔ قفل اور کتبھی میں وہی چیز رکھی جاتی ہے۔ جو کھول کر نکالنی ہو اور جسے نکالنا نہ ہو۔ وہ زمین میں دفن کر دی جاتی ہے۔ یہ لگا کہ غیب کسی کو دیتا تھا اس لئے کتبھی بھی بھیجی۔

حدیث میں ہے۔ اوتیت مفاتیح خزائن الارض۔ مجھ کو زمین کے خزانوں کی کتبیاں دے دی گئیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو کتبھی دی بھی گئی آپ ﷺ کے لئے فتح باب بھی ہوا۔

قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ۔

**ترجمہ:** تم فرماؤ خود غیب نہیں جانتے وہ آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ۔

(پارہ ۲۰ سورہ ۷۰ آیت نمبر ۶۵)

اس آیت کے بھی مفسرین نے دو مطلب بیان فرمائے غیب ذاتی کوئی نہیں جانتا۔ کلی غیب کوئی نہیں جانتا۔

تفسیر المودج جلیل میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

معناہ لا یعلم الغیب بلا دلیل الا اللہ او بلا تعلیم او جمیع الغیب۔

**ترجمہ:** اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ بغیر دلیل یا بغیر بتائے یا سارے غیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(خالص الاعتقاد ۱۵ مطبوعہ دارالرضا لاہور)

تفسیر مدارک یہی آیت۔

والغیب مالم یقم علیہ دلیل ولا اطلع علیہ مخلوق۔

**ترجمہ:** غیب وہ ہے جس پر کوئی دلیل نہ ہو اور کسی مخلوق کو اس پر مطلع نہ کیا گیا ہو۔

(تفسیر مدارک ج ۲ ص ۲۳۶ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنہ پشاور)

مدارک کی اس توجیہ سے معلوم ہوا کہ ان کی اصطلاح میں جو علم عطائی ہو وہ غیب نہیں کہا جاتا غیب صرف ذاتی کو کہتے ہیں۔ اب کوئی اشکال ہی نہیں رہا۔ جس آیات میں غیب کی نفی ہے وہ علم ذاتی کی ہے اس آیت کے کچھ آگے ہے۔ ما من غائبة فی السماء والارض الا فی کتب مبین۔ (پارہ ۲۰ سورہ ۲۷ آیت نمبر ۷۵) جس سے معلوم ہوا کہ ہر غیب لوح محفوظ یا قرآن میں محفوظ ہے۔ فتاویٰ امام نووی میں ہے۔

ما معنی قول اللہ لا یعلم من فی السموات و اشباه ذلك مع انه قد علم ما فی غد فی الجواب معناه لا یعلم ذلك استقلالاً واما المعجزات والکرامات فحصلت باعلام اللہ لا استقلالاً۔

**ترجمہ:** آیت لا یعلم من فی السموات وغیرہ کے کیا معنی ہیں۔ حالانکہ حضور علیہ السلام آئندہ کی باتیں جانتے ہیں جواب اس کے معنی یہ ہیں کہ غیب کو مستقل طور پر (ذاتی) کوئی نہیں جانتا لیکن معجزات اور کرامات پس یہ رب کے بتانے سے حاصل ہوئے نہ کہ بالاستقلال۔

(فتاویٰ الامام النووی ص ۷۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن حجر کی فتاویٰ حدیثیہ میں فرماتے ہیں۔

ما ذکرناه فی الایات صرح به النووی فی فتاواه فقال لا یعلم ذلك استقلالاً و علم احاطة بكل المعلومات۔

**ترجمہ:** ہم نے اس آیت کے بارے میں جو کچھ کہا اس کی امام نووی نے اپنے فتاویٰ میں تصریح کی ہے انہوں نے کہا کہ غیب مستقل طور پر سارے معلومات الہیہ کو کوئی نہیں جانتا۔

(فتاویٰ حدیثیہ ص ۲۶۸ مطبوعہ مکتبۃ البابا مصر)

شرح شفاء خفاجی میں ہے۔

هذا الاینا فی الایات الدالة علی انه لا یعلم الغیب الا اللہ فان النفی علما من غیر واسطة اما اطلاعه علیہ باعلام اللہ فامرہ متحقق۔

**ترجمہ:** کلام ان آیات کے خلاف نہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ غیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کیونکہ نفی بے واسطہ علم کی ہے لیکن اللہ کی تعلیم سے جانتا یہ ثابت ہے۔

(نیم الریاض ج ۳ ص ۵۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اگر اس آیت کے یہ مطلب نہ مانے جاویں تو مخالفین کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہ بھی بعض غیبوں کا علم حضور علیہ السلام کو مانتے ہیں۔ اور اس میں بالکل نفی ہے۔ نیز انہوں نے شیطان و ملک الموت کو علم غیب مانا ہے دیکھو براہین قاطعہ صفحہ ۵ پھر اس آیت کا کیا مطلب

بتائیں گے قرآن کریم میں ہے ان الحکم الا للہ حکم خدا کے سوا کسی کا نہیں لہ ما فی السموت وما فی الارض (پارہ ۶ سورہ ۴ آیت نمبر ۱۷۱) خدا کی ہی وہ تمام چیزیں ہیں جو آسمان و زمین میں ہیں۔ و کفی باللہ شہیداً۔ (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۷۹) اللہ کافی گواہ ہے۔ و کفی باللہ وکیلًا (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۸۱) اللہ کافی وکیل ہے۔ و کفی باللہ حمیلاً (پارہ ۴ سورہ ۴ آیت نمبر ۶) اللہ کافی حساب لینے والا ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ حکومت ملکیت گواہی، وکالت حساب لینا سب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اب بادشاہ کو حاکم ہر شخص کو اپنی چیزوں کا ملک مشرکین کو وکیل محاسب اور عام لوگوں کو مقدمات کا گواہ بنا جاتا ہے۔ یہ کیوں؟ صرف اس لئے کہ ان آیات میں حکومت ملکیت وغیرہ سے حقیقی اور ذاتی مراد ہے اور دوسروں کے لئے یہ اوصاف بہ عطائے الہی مانے گئے اسی طرح آیات غیب میں بھی توجیہ کرنا لازم ہے کہ حقیقی کی غیر سے نفی ہے اور عطائی کا ثبوت۔

وما علمناه الشعر وما ينبغي له ان هو الا ذکر وقرآن مبین۔

**ترجمہ:** اور ہم نے اس کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن۔

(پارہ ۲۳ سورہ یس آیت نمبر ۶۹)

مفسرین نے اس آیت کے تین مطلب بتائے ہیں اولاً یہ کہ علم کے چند معنی ہیں۔ جانتا بلکہ (مشق و تجربہ وغیرہ) اس جگہ علم کے دوسرے معنی مراد ہیں۔ یعنی ہم نے نبی کریم ﷺ کو شعر گوئی کا ملکہ نہ دیا نہ یہ کہ ان کو اچھا برا صحیح غلط شعر پہچاننے کا شعور نہ دیا۔ دوسرے یہ کہ شعر کے دو معنی ہیں ایک تو وزن و قافیہ والا کلام (غزل) دوسرے جھوٹی اور وہمی و خیالی باتیں چاہے نظم ہوں یا نثر اس آیت میں یہ دوسرے معنی ہی مراد ہیں۔ یعنی ہم نے ان کو جھوٹی اور وہمی باتیں نہ سکھائیں وہ جو کچھ فرماتے ہیں حق ہے۔ تیسرے یہ کہ شعر سے مراد اس جگہ اجمالی کلام ہے۔ یعنی ہم نے ان کو ہر چیز کی تفصیل بتائی ہے نہ کہ معنی اور جمالی باتیں و تفصیلاً لکل شئی علم بمعنی ملکہ قرآن کریم فرماتا ہے۔ و علمناه صنعة لبوس لكم (پارہ ۷ سورہ ۲۱ آیت نمبر ۸۰) اور ہم نے ان کو تہا ر ایک پہنا دیا تاکہ سکھایا۔

دلیلی نے حضرت جابر سے روایت کیا۔

علموا بینکم الرمی۔

**ترجمہ:** یعنی اپنی اولاد کو تیر اندازی سکھاؤ۔

(التردوس بما ثور الخطاب ج ۳ ص ۱۱ رقم الحدیث ۳۰۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

والاصح انه كان يحسنه ولكن كان يميز جيد الشعر وردیه۔

**ترجمہ:** زیادہ صحیح یہ ہے کہ آپ شعر بخوبی پڑھتے نہ تھے لیکن اچھے اور ردی شعر میں فرق فرما لیتے تھے۔

(تفسیر روح البیان ج ۷ ص ۵۰۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

روح البیان یہی آیت ان المحرم علیہ انما هو انشاء الشعر آپ کے لئے شعر بنانا منع تھا۔ شعر کے معنی ہیں جھوٹا کلام، کفار ملکہ کرتے تھے کہ قرآن کریم شعر ہے اور حضور علیہ السلام شاعرین بل ہو شاعروں اس شعر سے مراد جھوٹا کلام تو ان کے اس کلام کی تردید اسی آیت نے کر دی کیونکہ فرمایا گیا ہے۔ ان هو الا ذکر وقرآن مبین۔ (پارہ ۲۳ سورہ ۲۱ آیت نمبر ۱۹) وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن یہاں اگر شعر سے مراد منظوم کلام ہو تو اس عبارت سے آیت کا کیا حلق ہوگا۔

مدارک یہی آیت۔ (پارہ ۲۳ سورہ یس آیت نمبر ۶۹)

ای و ما علمنا النبی علیہ السلام قول الشعر او ما علمناه بتعلیم القرآن الشعر علی معنی ان القرآن لیس شعر۔

**ترجمہ:** یعنی ہم نے نبی علیہ السلام کو شعر کہنا نہ سکھایا، ہم نے ان کو قرآن کی تعلیم سے شعر نہ سکھایا۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم شعر نہیں۔  
(تفسیر مدارک التنزیل ج ۲ ص ۳۰۳ مطبوعہ مکتبہ القرآن والنہ پشاور)

خازن یہی آیت۔

ولما نفی ان یكون القرآن من جنس الشعر قال الله تعالى ان هو الا ذكر و قرآن مبين۔  
**ترجمہ:** جبکہ اس کی تردید فرمادی کہ قرآن کریم شعر کی جنس سے ہو تو رب تعالیٰ نے فرمادیا کہ نہیں ہے وہ مگر نصیحت اور روشن کتاب۔  
(باب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

قیل ان کفار قریش قالوا ان محمدا شاعر وما یقوله شعر فانزل الله تکذیبا لهم و ما علمناه الشعر۔  
**ترجمہ:** کہا گیا ہے کہ کفار قریش نے کہا تھا کہ حضور علیہ السلام شاعر ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں (قرآن) وہ شعر ہے اس کی تکذیب کے لئے رب تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔

(باب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

**تنبیہ:** اس جگہ مخالفین یہ سوال کرتے ہیں کہ روایات میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام کی زبان پاک شعر کے موافق نہ تھی یعنی آپ کو شعر پڑھتے تھے تو وزن بگڑ جاتا۔ دیکھو اسی خازن میں ہے۔

ای ما یسهل له ذلك وما یصلح منه بحیث لو اراد نظم شعر لم یتات لذلك۔  
**ترجمہ:** یعنی آپ کو شعر پڑھنا آسان نہ تھا اور آپ سے درست نہ ادا ہوتا تھا اگر کسی شعر کو نظم فرمانے کا ارادہ فرماتے تو نہ ہو سکتا تھا یعنی ہم نے آپ کو اس طرح کیا ہے کہ اگر آپ شعر پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو نہ ہو سکتا تھا۔

(باب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

مدارک ای جعلناه بحیث لو اراد قراءه شعر لم یتات له ولم یستهل۔  
**ترجمہ:** یعنی ہم نے آپ کو اس طرح کیا ہے کہ اگر آپ شعر پڑھنے کا ارادہ فرمائیں تو آسان نہ ہو۔

(تفسیر مدارک ج ۳ ص ۳۰۵ مطبوعہ مکتبہ القرآن والنہ پشاور)

تفسیر کبیر میں ہے۔

وما یستهل له حتی انه ان تمتم له بیت شعر سمع منه مزاحفاً۔  
**ترجمہ:** آپ کو شعر آسان نہیں یہاں تک کہ اگر کسی کو ادا فرمانے کا ارادہ فرمائیں تو آپ سے ٹوٹا ہوا سنا جاتا ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۳۰۴-۳۰۵ مطبوعہ دارالاحیاء التراث العربی بیروت)

اس کا جواب یہ ہے کہ شعر کا علم اور ہے شعر کا پڑھنا اور بڑے بڑے شعر اور علماء کا کر پڑھ نہیں سکتے بہت سے نعت خواں اور اقوال علم شعر نہیں رکھتے مگر شعر پڑھنے پر پورے قادر ہوتے ہیں۔ آپ روٹی پکانا جانتے نہیں مگر اچھی بری موٹی باریک خوب جان لیتے ہیں۔

آپ کی ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو شعر پڑھنے کا ملکہ اور مشق نہ تھی۔ نہ کہ شعر کی پہچان نہ تھی۔ یہی ہم نے کہا تھا۔ حضور علیہ السلام کو بعض شعر پسند تھے اور بعض ناپسند۔

روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

كان احب الحديث عليه السلام الشعر وايضا كان ابغض الحديث اليه عليه السلام الشعر۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام کو شعر بہت پسند بھی تھا اور نہایت ناپسند بھی۔

(تفسیر روح البیان ج ۷ ص ۵۰۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

نیز احادیث سے ثابت ہے کہ آپ نے بعض شعراء کے شعر پڑھے ہیں اور ان کی تعریف فرمائی ہے جیسے کہ الاكل شني ماما خلا الله باطل اگر اچھے برے شعر کی پہچان نہیں تو یہ تعریف فرمانا کیسا؟ شعر سے مراد اجمالی یعنی غیر مفصل کلام اور معنی ہیں۔ روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قال الشيخ الاكبر اعلم ان الشعر محل للاجمال واللفظ والتورية اي مار مزنا محمداً عليه السلام شنيا ولا الغزنا ولا خطبناه بشنى ونحن نريد شينا ولا جعلنا له الخطاب حيث لم يفهم۔

**ترجمہ:** جانا چاہیے کہ شعر اجمالی اور بھٹکنے اور اشاروں کا مقام ہے یعنی ہم نے حضور علیہ السلام کے لئے کسی چیز کے اشارے نہ کئے اور نہ یہ کیا کہ ہم ارادہ کچھ فرمائیں اور خطاب کچھ کریں اور ان سے اس طرح اجمالی کلام نہ فرمایا کہ سمجھ میں نہ آوے۔

(تفسیر روح البیان ج ۷ ص ۵۰۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حاشیہ..... ☆

مناظر اہل سنت مفتی عبد المجید سعیدی رضوی مدظلہ العالی اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں۔

**علم شعر کی تحقیق**

رہی سورۃ یٰسین شریف کی آیت وما علمنه الشعر وما ينبغي له الاية۔ جس کا ترجمہ معترض نے اس طرح کیا ہے ”اور نہ تو ہم نے اس پر غیر کو شعر سیکھائے اور نہ ہی اس کے لائق ہے۔“ (ملاحظہ ص ۲۳) تو یہ بھی اس کی جہالت قبیحہ کا نتیجہ ہے کیونکہ اس کا دعویٰ علم غیب کے متعلق ہے جبکہ شعر کا علم غیب سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر شعر کی نفی علم غیب کی نفی کی دلیل ہے تو اس کا ثبوت علم غیب کا ثبوت ہوگا اور تمام شعراء معترض کے طور پر عالم الغیب قرار پائیں گے۔ پس شعر، علم غیب نہیں تو معترض کی دلیل غلط ہوئی۔ علم غیب ہے تو وہ بقلم خود بہت ہی بڑا مشرک ہوا کیونکہ وہ اس سے ایک دو، دس، بیس اور سو پچاس نہیں اربوں کمر بوں شعراء کو علماء الغیب مان چکا ہے۔

باقی اس سے یہ سمجھنا بھی اس کی سخت جہالت ہے کہ آپ ﷺ کو کلام منظوم کی پہچان نہیں دی گئی کیونکہ آیت ہذا میں بنیادی طور پر الشعر سے مراد کلام منظوم مراد نہیں بلکہ کلام منظوم کے ماخذ کی نفی مراد ہے جو وہم اور کذب ہے اور معنی یہ ہیں کہ ہم نے آپ کو جس کلام سے نوازا ہے وہ ہماری خیالی نہیں کہ کذب ہو بلکہ وہ ترجمان حق و حقیقت ہے جس کی دلیل اس آیت کا اگلا حصہ بھی ہے جسے معترض شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گیا ہے اور وہ یہ ہے ”ان هو الا ذکر وقرآن مبین“ یعنی وہ تو محض نصیحت اور قرآن مبین ہے اگر الشعر سے مراد کلام منظوم ہو تو آیت کا یہ آخری حصہ اس سے مربوط نہیں رہتا کیونکہ اشعار بھی تو نصیحت پر مبنی ہوتے ہیں جیسا کہ پند نامہ، نصیحت نامہ، اور تحفہ نصائح کتابیں اس کی واضح دلیل ہیں۔ جو منظوم ہیں ورنہ اس کا کیا مطلب بنے گا کہ قرآن شعر نہیں بلکہ نصیحت ہے۔ علاوہ ازیں قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ہے کہ بعض کفار و مشرکین حضور ﷺ کو شاعر کہتے تھے جب یہ امر حقیقت ثابتہ اور نہایت واضح تھا کہ آپ ﷺ شاعری اور شعر گوئی بمعنی معروف کرتے ہی نہیں تھے تو ان کا آپ کو شاعر کہنے کا کیا معنی؟ کیا وہ لوگ اتنا بے وقوف تھے کہ انہیں نظم و نثر کا فرق بھی معلوم

## حاشیہ.....☆

نہیں تھا؟ چنانچہ پ ۱۱۱ الانبیاء آیت نمبر ۵ میں ہے بل ہوشاعر۔ نیز پ ۲۹ سورۃ الحاقہ آیت نمبر میں ہے۔ انہ لقول رسول کریم وما ہو بقول شاعر۔ نیز حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے قول اسلام کے قصہ میں ہے کہ انہوں نے اپنے بھائی کو حضور ﷺ کے ہاں حالات کا جائزہ لے کر آنے کی غرض سے پوچھا ان کے بھائی نے واپس آ کر انہیں بتایا ایتہ یا ممر بمکارم اخلاق و کلاما ما ہو بالشعر۔ یعنی میں نے آپ کو بزرگ اخلاق کا حکم دیتے دیکھا اور آپ سے ایسا کلام سنا جو شعر نہیں ملاحظہ ہو۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۴۳-۵۴۵ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

### و بطریق اخر

اسے یوں بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ شعر گوئی میں چونکہ زیادہ تر تخیل کا دخل ہوتا ہے اور تخیلات غلط بھی ہو سکتے ہیں خصوصاً جب کہ کسی متعین کلام منثور سے ہٹ کر نظم کی زبان میں مضمون تشکیل دینا ہو اس لئے ایسے کلام عموماً جھوٹ پر مبنی یا کم از کم کذب آمیز ضرور ہوتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو شعر گوئی سے دور اور محفوظ رکھا پس اس صورت میں پیش نظر آیت شعر سے نتیجہ شاعری مراد

قرار پائے گا اور اس کا مفہوم یہ بنے گا کہ ہمارا یہ کلام ہمارے محبوب کا خود ساختہ اور شعر (جھوٹ و باطل) کیونکر ہو سکتا ہے جب کہ ہم نے انہیں شعر گوئی کے فن کی مہارت اور اس کا ملکہ ہی نہیں دیا اس تقدیر پر علم معنی ملکہ ہوگا جو عربی میں مروج اور ثابت ہے چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا و علمنہ صنعة لبوس لکم یعنی ہم نے اپنے پیغمبر داؤد علیہ السلام کو تمہارے لیے زر ہیں بنانے کا ملکہ عطا فرمایا ملاحظہ ہو (پ ۱۱۱ الانبیاء آیت نمبر) جبکہ ملکہ کی نفی علم بمعنی دانستن کی نفی ہرگز نہیں سینکڑوں امور کو ہر شخص جانتا ہے کہ اس طرح سے کیے جاتے ہیں مگر جب انہیں کر کے دکھانے کو کہا جائے تو وہ نہیں کر سکتے۔ ہر ایک کو معلوم ہے روٹی بنا کر تو بے پر نہیں ڈال سکتے پس اسے معترض کا حضور ﷺ کی معاذ اللہ علم کی نفی کی دلیل سمجھنا خود اس کی اپنی کم علمی اور جہالت ہے جب کہ یہاں ملکہ کی نفی بھی آپ ﷺ کی عظمت ہے جیسے امی ہونا آپ کے لئے شان ہے۔ فافهم ولا تکن من الغافلین لاسیما الوہابیین۔

(علم النبی ﷺ ص ۷۸-۸۰ مطبوعہ قادریہ پبلشرز کراچی)

احادیث سے ثابت ہے کہ آپ نے بعض شعراء کے شعر پڑھے ہیں اور بعض شعراء کی تعریف فرمائی ہے:

مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

عن عائشة قالت ذکر عند رسول اللہ ﷺ الشعر فقال رسول اللہ ﷺ هو کلام فحسنہ حسن و قبحہ قبیح رواہ الدارقطنی وروی الشعبي عن عروة مرسلًا۔

**ترجمہ:** ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا حضور ﷺ کے حضور مبارک میں اشعار کا تذکرہ ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ ایک ایسا کلام ہے کہ اس کا اچھا، اچھا ہے اور اس کا برا، برا ہے۔

(مشکوٰۃ شریف باب البیان والشعر الفصل الثانی ص ۳۱۰-۳۱۱ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (کامل ابن عدی ج ۳ ص ۲۷۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الادب المفرد ص ۲۹۹ رقم الحدیث ۸۶۳ مطبوعہ دار البیضاء اسلامیہ بیروت)

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ غزوہ خندق کے دن مٹی کھود رہے تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ کا پیٹ مبارک

## ☆ حاشیہ

خاک آلود ہو گیا اور آپ ﷺ پر منظم کلام پڑھ رہے تھے۔

واللہ لولا اللہ ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا

اللہ کی قسم اگر اللہ ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے

فانزلن سکنینا علینا وثبت الاقدام ان لا قینا

پس تو ہم پر طمانیت نازل فرما اور دشمن کے مقابلہ کے وقت ہم کو ثابت قدم رکھ

ان لا یغنی عننا ان ارادوا قتلتنا ابینا

بے شک پہلوؤں نے ہمارے خلاف بغاوت کی اگر وہ ہم کو قتل میں ڈالنے کا ارادہ کریں گے تو ہم انکار کریں گے اور رسول

اللہ ﷺ اپنا اپنا کام کرار کرتے اور اس پر آواز کو بلند فرماتے۔

(صحیح البخاری کتاب الجہاد والسر باب الرجز فی الحرب ورفع الصوت فی حفر الخندق ج ۳ ص ۱۱۰۳ رقم الحدیث ۲۸۷۰ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن

الکبریٰ للنسائی ج ۵ ص ۲۶۹ رقم الحدیث ۸۸۵۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۳۳۰ رقم الحدیث ۱۸۰۳ مطبوعہ دار احیاء التراث

العربی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱ ص ۳۹۷ رقم الحدیث ۳۵۳۵ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مصحف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۷۹ رقم الحدیث

۳۶۰۶۹ مطبوعہ مکتبۃ الرشدا لریاض)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

عن جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ کان فی بعض المشاهد وقد دمیٹ اصبعہ فقال

هل انت الا اصبع دمیٹ

وفی سبیل اللہ ما لقیٹ۔

**ترجمہ:** حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کسی جہاد میں تھے کہ آپ ﷺ کی انگشت

مبارک خون آلود ہو گئی۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

تو ایک انگلی ہے جو خون آلود ہوئی۔ اور تو نے جو پایا اللہ کی راہ میں پایا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الجہاد ج ۳ ص ۱۰۳۱ رقم الحدیث ۲۶۲۸ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن الترمذی ج ۵ ص ۲۲۲ رقم الحدیث ۳۳۳۵ مطبوعہ دار احیاء

التراث العربی بیروت)، (سند ابویعلیٰ ج ۳ ص ۱۰۱ رقم الحدیث ۱۵۳۳ مطبوعہ دار المامون التراث دمشق)، (مصحف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۸۰ رقم الحدیث

۳۶۰۷۱ مطبوعہ مکتبۃ الرشدا لریاض)

امام ابویعلیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

عن شریح عن عائشة رضی اللہ عنہا قال قیل لها هل کان النبی ﷺ یتمثل بشیء من الشعر؟

قالت کان یتمثل بشعر ابن رواحة رضی اللہ عنہ ویتمثل ویقول:

وباتیک بالاخبار من لم تزود۔

وقال ابو عیسیٰ هذا حدیث حسن صحیح۔

**ترجمہ:** حضرت شریح روایت کرتے ہیں کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ کیا حضور نبی اکرم ﷺ شعر بھی

پڑھا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا (ہاں) آپ ﷺ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کا یہ شعر پڑھتے:



منہم من قصصنا علیک ومنہم من لم نقص علیک۔

**ترجمہ:** ان نبیوں میں سے کسی کا احوال تم سے بیان فرمایا اور کسی کا وال نہ بیان فرمایا۔

(پارہ ۲۳ سورہ ۳۰ آیت نمبر ۷۸)

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے چند توجہیں فرمائی ہیں۔ ایک یہ کہ اس میں تمام انبیاء کے حالات کا علم دینے کی نفی نہیں۔ بلکہ قرآن کریم میں صراحتہ ذکر کی نفی ہے۔ یعنی بعض انبیاء کے واقعات صراحتہ بیان نہ فرمائے۔ دوسرے یہ کہ ذکر تفصیلی کی نفی ہے۔ اور اجمالی ذکر سب کا فرمایا گیا ہے۔ تیسرے یہ کہ وحی ظاہر میں سب کا بیان نہ ہوا۔ وحی خفی میں سب کا ذکر فرمایا گیا۔ تفسیر صاوی میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

ان النبی علیہ السلام لم یخرج من الدنیا حتی علم جمیع الانبیاء تفصیلاً کیف لا وہم مخلقون منه وخلفہم لیلۃ الاسراء فی بیت المقدس ولكنه العلم المکنون وانما ترک بیان قصصہم لامتہ رحمۃ بہم فلم یكلفہم الا بما کانوا یطیقون۔

حاشیہ.....☆

تیسرے پاس وہ شخص خبریں لے کر حاضر ہوگا جسے تو نے ان کے لانے کے لئے زادراہ بھی نہیں دیا ہوگا۔ (سنن الترمذی کتاب الادب ج ۵ ص ۱۳۹ رقم الحدیث ۲۸۴۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۶ ص ۲۲۸ رقم الحدیث ۱۰۸۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (معجم ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۷۲ رقم الحدیث ۲۶۰۱۳ مطبوعہ مکتبۃ الرشید الریاض) امام مسلم بن حجاج متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عن عمرو بن الشرید رضی اللہ عنہ عن ابیہ قال ردفت رسول اللہ ﷺ یوماً فقال هل معک من شعر امیۃ بن ابی الصلت شیء؟ قلت نعم قال ہیۃ فانشدتہ بیتا فقال ہیۃ لم انشدتہ بیتا فقال ہیۃ حتی انشدتہ مائۃ بیت۔

**ترجمہ:** حضرت عمرو بن شرید رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضور نبی اکرم ﷺ کے پیچھے سوار ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں امیہ بن الصلت کے اشعار میں سے کچھ یاد ہیں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں (یا رسول اللہ!) آپ ﷺ نے فرمایا سناؤ میں نے ایک شعر سنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا اور سناؤ میں نے ایک اور شعر سنایا آپ ﷺ نے فرمایا اور سناؤ حتیٰ کہ میں نے آپ ﷺ کو ایک سوا شعر کو سنائے۔

(معجم مسلم کتاب الشعر ج ۳ ص ۱۷۶ رقم الحدیث ۲۲۵۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (الارباض ج ۱ ص ۲۷۸ رقم الحدیث ۹۹ مطبوعہ دار البیضاء الاسلامیہ بیروت)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۶ ص ۲۲۸ رقم الحدیث ۱۰۸۳۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مجل الیوم واللیلۃ ج ۱ ص ۵۵۰ رقم الحدیث ۹۹۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (معجم ابن حبان ج ۱۳ ص ۹۷ رقم الحدیث ۸۲۷۵ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (غیرانی بیروت ج ۷ ص ۳۱۵ رقم الحدیث ۷۲۳۸ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والفہم الموصل)

عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ قال کان اصحاب النبی ﷺ یتناشدون الشعر ورسول اللہ ﷺ یسمع۔  
**ترجمہ:** حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کو اشعار سنایا کرتے جبکہ حضور نبی اکرم ﷺ بھی سماعت فرماتے۔

(طبرانی کبیر ج ۲ ص ۲۲۱ رقم الحدیث ۱۹۱۰ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والفہم الموصل)

اور تاریخ واسطی کی روایت میں یہ بھی اضافہ ہے:

ورسول اللہ ﷺ یتبسم۔

**ترجمہ:** کہ حضور نبی اکرم ﷺ ان کے اشعار کو سن کر تبسم فرماتے بھی ہوا کرتے۔

(تاریخ واسطی ج ۱ ص ۱۵۶ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام دنیا سے تشریف نہ لے گئے یہاں تک کہ تمام انبیاء کو تفصیلاً جان لیا۔ کیونکہ نہ جانیں وہ سب پیغمبر آپ ہی سے پیدا ہوئے اور شب معراج بیت المقدس میں آپ کے مقتدی بنے لیکن یہ علم کون ہے اور ان پیغمبروں کے قصے چھوڑ دیئے امت کے لئے ان پر رحمت فرماتے ہوئے پس ان کو طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔

(تفسیر صادی ج ۵ ص ۱۹۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۵ میں ہے۔

هذا لا ينا في قوله تعالى منهم من لم نقصص عليك لان المنفى هو التفصيل والثابت هو الاجمال او النفي مقيد بالوحي الجلي والاثبات معحقق بالوحي الخفي۔

**ترجمہ:** یہ کلام اس آیت کے خلاف نہیں کہ منهم من لم نقصص عليك کیونکہ نفی تو علم تفصیلی کی ہے اور ثبوت علم اجمالی کا ہے یا نفی وحی ظاہر (قرآن) کی ہے اور ثبوت وحی خفی (حدیث) کا ہے۔

(مرقاۃ ج ۵ ص ۵۰)

قرآن فرماتا ہے:

كلا نقصص عليك من انباء الرسل ما نثبت به فؤادك۔

**ترجمہ:** اور سب کچھ ہم تم کو رسولوں کی خبریں سناتے ہیں جس سے تمہارا دل ٹھہرائیں۔

(پارہ ۱۲ سورہ ۱۱ آیت نمبر ۱۲۰)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

يوم يجمع الله الرسل فيقول ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا انك انت علام الغيوب۔

**ترجمہ:** جس دن اللہ جمع فرمادے گا رسولوں کو۔ پھر فرما دے گا کہ تم کو کیا جواب ملا۔ عرض کریں گے ہمیں کچھ علم نہیں ہے شک تو یہی غیبوں کا خوب جاننے والا ہے۔

(پارہ ۷ سورہ ۵ آیت نمبر ۱۰۹)

مفسرین نے اس آیت کریمہ کی دو توجہیں فرمائی ہیں اولیٰ یہ کہ خدا یا تیرے علم کے مقابلہ میں ہم کو علم نہیں۔ دوسرے یہ کہ ادباً یہ عرض کیا گیا۔ تیسرے یہ کہ قیامت میں جس وقت نفسی نفسی فرمانے کا وقت ہوگا اس وقت انبیائے کرام یہ فرمائیں گے۔ بعد میں پھر عرض کریں گے کہ ہم نے اپنی قوم کو تبلیغ احکام کی مگر انہوں نے نہ مانا۔ وہ کفار کہیں گے کہ ہم کو احکام نہ پہنچے۔ جس پر امت مصطفیٰ علیہ السلام انبیائے کرام کی گواہی دے گی۔ تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔ (پارہ ۷ سورہ ۵ آیت نمبر ۱۰۹)

فعلى هذا القول انما نفوا العلم عن انفسهم وان كانوا علماء لان علمهم صار كلاً علم عند علم الله۔  
**ترجمہ:** پس اس قول کی بنا پر پیغمبروں نے اپنی ذات سے علم کی نفی کی اگرچہ وہ جانتے تھے کیونکہ علم اللہ کے علم کے سامنے مثل نہ ہونے کے ہو گیا۔

(باب التاویل فی معانی التزیل المعروف تفسیر خازن ج ۲ ص ۸۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

مدارک میں ہے۔

قالوا ذلك تادبا اي علمنا ساقط مع علمك فكانه لا علم لنا۔

**ترجمہ:** ان انبیاء نے یہ عرض کیا ادباً یعنی ہمارا علم تیرے علم کے ساتھ ساقط ہے پس گویا ہم کو علم ہی نہیں۔

(تفسیر مدارک ج ۵ ص ۳۵۰ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والحدیث پشاور)

تفسیر کبیر میں ہے۔

ان الرسل علیہم السلام لما علموا ان الله عالم لا یجهل حلیم لا یسفه عادل لا یظلم علموا ان قولہم لا یفید خیرا ولا یدفع شرا فالادب فی السکوت و تفویض الامر الی الله وعدله فقالوا الا علم لنا۔  
**ترجمہ:** (ازخازن) انبیائے کرام نے جب جان لیا کہ اللہ عالم ہے بے علم نہیں۔ حلیم ہے سفیہ نہیں۔ انصاف والا ہے ظالم نہیں تو وہ سمجھ گئے کہ ان کی بات نہ تو بھلائی کا فائدہ دے گی اور نہ مصیبت کو دفع کرے گی۔ پس ادب خاموشی میں ہے اور معاملہ کو اللہ کے عدل کی طرف سپرد کر دینے میں ہے لہذا انہوں نے عرض کر دیا کہ ہم کو علم نہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۶۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

تفسیر بیضاوی یہی آیت۔

وقیل المعنی لا علم لنا الی جنب علمک۔

**ترجمہ:** کہا گیا ہے کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہم کو تیرے علم کے مقابل علم نہیں۔

روح البیان میں ہے۔

ان هذا الجواب یكون فی بعض مواطن القيمة وترجع عقولہم الیہم فیشهدون علی قومہم انہم بلغوا الرسالة وان قومہم کیف ردوا علیہم۔

**ترجمہ:** یہ جواب قیامت کے بعض موقعوں میں ہوگا۔ اور اس کے بعد حواس قائم ہوں گے تو اپنی قوم پر گواہی دیں گے کہ ہم نے رسالت کی تبلیغ فرمادی اور ہمارے قوم نے کیا جواب دیا۔ (ملخصاً)

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۵۳۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

وما ادری ما یفعل بی ولا بکم۔

**ترجمہ:** اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جاوے گا اور تمہارے ساتھ کیا۔

(پارہ ۲۶ سورہ الاحقاف آیت نمبر ۹)

اس سے مخالفین دلیل پکڑتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو نہ تو اپنی خبر تھی۔ نہ کسی اور کی کہ قیامت میں ہم سے کیا معاملہ کیا جاوے گا۔ لیکن اس کی تفسیر میں مفسرین کے دو قول ہیں۔ اولاً یہ کہ اس آیت میں درایت کی نفی ہے نہ کہ علم کی۔ درایت انکل اور قیاس سے جاننے کو کہتے ہیں۔ یعنی میں بغیر وحی اپنے قیاس سے یہ امور نہیں جانتا۔ وحی سے جانتا ہوں۔ دوسرے یہ کہ یہ آیت حضور علیہ السلام کو یہ باتیں بتانے سے پہلے کی ہے۔ لہذا یہ منسوخ ہے۔

تفسیر صاوی میں ہے یہی آیت۔

ما خرج علیہ السلام من الدنیا حتی علمہ الله فی القرآن ما یعمل بہ وبالمومنین فی الدنیا والاخر اجمالاً وتفصیلاً۔

**ترجمہ:** کہ ان سے اور مومنین سے اور کافروں سے دنیا اور آخرت میں کیا کیا جاوے گا۔ ان سے اور مومنین سے اور کافروں سے دنیا اور آخرت میں کیا کیا جاوے گا۔

(تفسیر صاوی ج ۵ ص ۲۷۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ملا عبد الرحمن ابن محمد مشقی رسالہ تائخ و منسوخ میں فرماتے ہیں۔ وما ادری ما یفعل بی ولا بکم نسخ بقولہ۔ انا

فتحنا لك آيت ما ادرى منسوخ ہے انا فتحنا لك سے۔

تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

لما نزلت هذه الآية فرح المشركون فقالوا واللات والعزى ما امرنا وامر محمد الا واحد او ماله علينا من مزية وفضل لولا انه ما ابتدع ما يقوله لا خبره الذى بعثه بما يفعل به فانزل الله عز وجل ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك (الاية) فقالت الصحابة هيننا لك يا نبي الله قد علمت ما يفعل بك فما ذا يفعل بنا فانزل الله ليدخل المؤمنين والمؤمنات جنت (الاية) وانزل وبشر المؤمنين بان لهم من الله فضلا كبيرا وهذا قول انس وقتادة وعكرمة قالوا انما هذا قبل ان يخبر بغفران ذنبه وانما اخبر بغفران ذنبه عام الحديبية فنسخ ذلك۔

**ترجمہ:** جب یہ آیت نازل ہوئی تو مشرک خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ لات و عزی کی قسم ہمارا اور حضور علیہ السلام تو یکساں حال ہے ان کو ہم پر کوئی زیادتی اور بزرگی نہیں اگر وہ قرآن کو اپنی طرف سے گھڑ کر نہ کہتے ہوتے تو ان کو بھیجے والا خدا انہیں بتا دیتا کہ ان سے کیا معاملہ کرے گا تو رب نے یہ آیت ۳۱ اری لی یغفر لك الله ما تقدم من ذنبك يا رسول الله آپ کو مبارک ہوا آپ نے توبہ کیا تو آپ نے ساتھ ہوگا ہم سے کیا معاملہ کیا جاوے گا تو یہ آیت اتری کہ داخل فرمائے گا اللہ مسلمان مرد اور عورتوں کو جنتوں میں (الایہ) اور یہ آیت اتری کہ مسلمانوں کو خوشخبری دیجئے کہ ان کے لئے اللہ کی طرف سے بڑا نفع ہے یہ حضرت انس اور قتادہ و عکرمة کا قول ہے۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس آیت سے پہلے لی ہے جبکہ حضور علیہ السلام کو ان کی مغفرت کی خبر دی گئی مغفرت کی خبر آپ کو حدیبیہ کے سال دی گئی تو یہ آیت منسوخ ہو گئی۔

(الباب الاول فی معانی التزیل المعروف تفسیر خازن ج ۲ ص ۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اگر کوئی کہے کہ آیت لا ادری خبر ہے اور منسوخ نہیں ہو سکتی تو اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ بہت سے علماء نسخ خبر جائز کہتے ہیں۔ جیسے وان تبدوا (الایہ) لا یکلف الله نفسا (پارہ ۳ سورہ ۲ آیت نمبر ۲۸۶) سے منسوخ ہے ایسے ہی لا ادری کو ابن عباس و انس و ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے انا فتحنا لك سے منسوخ بنانا (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) در منسوخ ج ۷ ص ۳۷۷-۳۷۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت و ابوسعود ج ۶ ص ۶۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) دوسرے یہ کہ یہاں گویا فرمایا گیا۔ قل لا ادری اور قل امر ہے۔ نسخ کا تعلق اسی سے ہے۔ تیسرے یہ کہ بعض آیات صورت میں خبر اور معنی میں حکم ہیں جیسے کتب علیکم الصیام (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۸۳) واللہ علی الناس حج البیت (پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۹۷) وغیرہ ان جیسی خبروں کا نسخ جائز ہے چوتھے یہ کہ اعتراض ہم پر نہیں بلکہ ان تفاسیر اور احادیث پر ہے جس سے نسخ ثابت ہے۔

اگر اس آیت کے مذکور بالا مطلب نہ بیان کئے جاویں تو صد ہا احادیث کی مخالفت ہوگی حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن لواء الحمد ہمارے ہاتھ میں ہوگا آدم و آدمیان ہمارے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ شفاعت کبریٰ ہم فرمائیں گے۔ ہمارا حوض ایسا ہوگا۔ اس کے برتن اس طرح کے ہوں گے وغیرہ وغیرہ ابو بکر جنتی ہیں۔ حسن و حسین جو انان جنت کے سردار ہیں۔ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا خواتین جنت کی سردار ہیں۔ کسی کو فرمایا کہ تو جہنمی ہے۔ ایک آدمی بہت اچھا جہاد کر رہا ہے صحابہ کرام نے اس کی تعریف کی فرمایا کہ وہ جہنمی ہے۔ آخر کا اس نے خود کشی کی۔ اگر معاذ اللہ حضور علیہ السلام کو اپنی بھی خبر نہ ہو تو اپنی اور دیگر حضرات کی یہ خبریں کس طرح سنا رہے ہیں وہ تو جس کے ایمان کی رجسٹری فرمادیں۔ وہ کامل مومن ہے۔ اس جگہ بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ مگر اختصار اسی پر کفایت کرتا ہوں خدا درست سمجھ عطا فرماوے۔ آمین۔

لا تعلمهم نحن نعلمهم۔

**ترجمہ:** تم ان کو نہیں جانتے ہم ان کو جانتے ہیں۔

(پارہ ۱۱ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۰)

اس آیت سے مخالفین دلیل پکڑتے ہیں کہ حضور علیہ السلام دربار میں آنے والے منافقوں کو نہ پہچانتے تھے پھر علم غیب کیسا؟ مگر مفسرین نے اس آیت کی یہ توجیہ کی ہے کہ اس آیت کے بعد یہ آیت نازل ہوئی ولتعرفنہم فی لحن القول (پارہ ۲۶ سورہ محمد آیت نمبر ۳۰) اور ضرورتاً ان کو بات کے طریقہ سے پہچان لو گے لہذا یہ آیت منسوخ ہے یا یہ توجیہ ہے کہ بغیر ہمارے بتائے ان کو نہیں پہچانتے۔ جمل میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

فان قلت کیف نفی عنه علم بحال المنافقین و البتہ فی قوله تعالیٰ ولتعرفنہم فی لحن القول فالجواب ان اية النفي نزلت قبل اية الاثبات۔

**ترجمہ:** اگر تم کہو کہ حضور علیہ السلام کے منافقین کا حال جاننے کی نفی کیوں کی گئی حالانکہ آیت ولتعرفنہم فی لحن القول میں اس کے جاننے کا ثبوت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ نفی کی آیت ثبوت کی آیت سے پہلے اتری ہے اس آیت کے بعد کوئی بھی منافق حضور علیہ السلام کی حرفت میں کلام نہ کرتا تھا۔ مگر حضور علیہ السلام ان کو پہچان لیتے تھے اور اس کے فساد باطن اور نفاق پر دلیل پکڑتے تھے۔

تفسیر بیضاوی یہی آیت۔

خفی علیک حالہم مع کمال فطنتک و صدق فراستک۔

**ترجمہ:** آپ پر ان کا حال باوجود آپ کی کمال سمجھ اور سچی مردم شناسی کے مخفی رہ گیا۔

(تفسیر بیضاوی ج ۳ ص ۱۶۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں اندازے سے پہلے لگانے کی نفی ہے۔ اگر اس آیت کی یہ توجیہیں نہ کی جاویں تو ان احادیث کی مخالفت ہوگی جن سے ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام منافقوں کو پہچانتے تھے۔ مگر پردہ پوشی سے کام لیتے تھے۔

یعنی شرح بخاری جلد ۴ صفحہ ۲۲۱ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

خطب رسول اللہ ﷺ یوم الجمعة فقال اخرج یا فلان فانک منافق فاخرج منهم ناسا ففضیحہم۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام نے جمعہ کے دن خطبہ پڑھا۔ پس فرمایا کہ اے فلاں نکل جا کیونکہ تو منافق ہے ان میں سے بہت سے آدمیوں کو رسوا کر کے نکال دیا۔

(عمدة القاری شرح صحیح البخاری ج ۳ ص ۲۲۱)

شرح شفا للاحی قاری جلد اول صفحہ ۲۳۱ میں فرماتے ہیں۔

عن ابن عباس کان المنفقون من الرجال ثلثة مائة ومن النساء مائة وسبعین۔

**ترجمہ:** ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ منافقین مرد تین سو تھے اور عورتیں ایک سو ستر۔

(شرح شفا للاحی ج ۱ ص ۲۳۱)

\*\*\*\*\*

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا احمد بن يحيى الحلواني قال حدثنا الحسين بن محمد بن عمرو العنقري قال حدثنا ابي

## حاشیہ.....☆

قال حدثنا اسباط بن نصر عن السدی عن ابی مالک عن بن عباس ثم فی قوله وممن حولکم من الاعراب منافقون ومن اهل المدينة مردوا علی النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم سنعذبهم مرتین ثم یردون الی عذاب عظیم قال قام رسول اللہ ﷺ یوم جمعة خطیباً فقال قم یا فلان فاخرج فانک منافق اخرج یا فلان فانک منافقاً فاخرجهم بأسمائهم ففضحهم ولم یکن عمر بن الخطاب شہد تلك الجمعة لحاجة كانت له فلقیهم عمر وهم یخرجون من المسجد فاختاباً منهم استحياء انه لم یشهد الجمعة وظن الناس قد انصرفوا واخبروا هم من عمر فظنوا انه قد علم بامرهم فدخل عمر المسجد فاذا الناس لم ینصرفوا فقال له رجل ابشر یا عمر فقد فضح الله المنافقین الیوم فهذا العذاب الاول والعذاب الثانی عذاب القبر۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کریمہ (التوبہ ۱۰۱) کی تفسیر میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا اے فلاں تو نکل جا تو منافق ہے۔ آپ ﷺ نے منافقوں کا نام لے لے کر ان کو مسجد سے نکال دیا اور ان کو رسوا کر دیا اسی دن کسی کام کی وجہ سے اس وقت تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں نہیں پہنچے تھے جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو وہ مسجد سے نکل رہے تھے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے چھپ رہے تھے ان کا یہ گمان تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حقیقت واقعہ کا پتا چل گیا ہے ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا آپ کو خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ نے آج منافقین کو رسوا کر دیا یہ ان پر عذاب اول تھا اور عذاب ثانی عذاب قبر ہے۔

(المجمع الاوسط ج ۱ ص ۲۳۱-۲۳۲ رقم الحدیث ۷۹۲ مطبوعہ دار الحرمین القاہرہ)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۴۷ھ روایت کرتے ہیں۔

وروی الحافظ البیہقی من طریق ابی احمد الزبیری عن عن سفیان الثوری عن سلمة بن کھیل عن عیاض بن عیاض عن ایہ عن ابی مسعود قال خطبنا رسول اللہ ﷺ فقال: ان منکم منافقین فمن سمیت فلیقم قم یا فلان قم یا فلان قم یا فلان حتی عد ستا و ثلاثین۔

(السیرة النبویة و ذکر اقوام خلفوا من العصاة غیر هؤلاء ج ۳ ص ۳۵ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

اخرج البیہقی، عن ابن مسعود قال: خطبنا رسول اللہ ﷺ فقال فی خطبته ایہا الناس ان منکم منافقین فمن سمیت فلیقم قم یا فلان قم یا فلان حتی عد ستا و ثلاثین۔

**ترجمہ:** امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! بلاشبہ تم لوگوں میں منافقین موجود ہیں تو میں جس کا نام لوں وہ اٹھ جائے۔ اور فلاں اٹھ جا اور فلاں اٹھ جا۔ اس طرح چھتیس منافقوں کے نام لئے۔

(خصائص الکبری ج ۲ ص ۱۷۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۲۸۶ ج ۵ ص ۲۸۳-۲۸۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۳ رقم الحدیث ۲۳۴۰۲ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)، (تجہ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۸۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ہاشم بن القاسم قال حدثنی سلیمان عن ثابت یعنی البنانی قال: اجتمع المنافقون فتکلموا

## ☆ حاشیہ

بينهم، فقال رسول الله ﷺ ان رجلا منكم اجتمعوا فقالوا كذا وقالوا كذا فقوموا فاستغفروا الله واستغفر لكم فلم يقوموا فقال ذلك ثلاث مرات، فقال لتقومن او لاسمينكم باسمائكم، فقال: قم يا فلان فقاموا خزايا متنعين۔

**ترجمہ:** حضرت ثابت البنانی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ منافقین مجتمع ہوئے اور انہوں نے آپس میں گفتگو کی۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کچھ لوگ مجتمع ہوئے اور انہوں نے ایسا ایسا کیا کہ تم لوگ اٹھ جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو۔ میں بھی تمہارے لئے استغفار کروں گا مگر کوئی نہ اٹھا۔ پھر حضور ﷺ نے اس طرح تین مرتبہ فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم لوگ خود اٹھ جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو ورنہ میں تمہارے نام لے کر پکاروں گا۔ بالآخر آپ نے فرمایا اؤ ظلال اٹھ جاؤ وہ تمام کے تمام ذلیل و خوار ہو کر اٹھے۔ (طبقات الکبریٰ ابن سعد ذکر علامات النبوة بعد نزول الوحي علی رسول اللہ ﷺ ج ۱ ص ۶۷ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۸۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام رازی "لا تعلمهم ونحن نعلمهم" سورہ توبہ پارہ ۹ آیت نمبر ۱۰ کے تحت لکھتے ہیں۔

عن السدی عن انس بن مالك قام النبی ﷺ خطيباً يوم الجمعة فقال اخرج يا فلان فانك منافق اخرج يا فلان فانك منافق فخرج من المسجد ناسا وفضحهم۔

**ترجمہ:** سدی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ جمعہ کے روز خطاب کے لئے کھڑے ہوئے پس فرمایا اے فلاں! تو نکل جا بے شک تو منافق ہے اے فلاں! تو (بھی) نکل جا بے شک تو (بھی) منافق ہے پس آپ نے (منافق) لوگوں کو مسجد سے رسوا کر کے نکال باہر کیا۔

(التفسير الكبير ج ۱۶ ص ۱۷۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تفسير ابن كثير ج ۲ ص ۳۸۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام محمد بن محمد العمادی ابوسعود متوفی ۹۵ھ لکھتے ہیں۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما ان النبي ﷺ قام خطيباً يوم الجمعة فقال اخرج يا فلان فانك منافق اخرج يا فلان فانك منافق فخرج ناسا وفضحهم فهذا هو العذاب الاول۔

(تفسير ابوسعود ج ۳ ص ۹۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۱ھ لکھتے ہیں۔

قال قام رسول الله ﷺ خطيباً يوم الجمعة فقال اخرج يا فلان فانك منافق اخرج يا فلان فانك منافق فخرج من المسجد۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا اے فلاں! تو نکل جا تو منافق ہے۔ آپ ﷺ نے منافقوں کا نام لے لے کر ان کو مسجد سے نکال دیا۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف بتفسیر طبری ج ۱۱ ص ۱۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الدر المنثور ج ۲ ص ۲۸۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام حسین بن مسعود بخاری متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں۔

قال الكلبي والسدی قام النبی ﷺ خطيباً يوم الجمعة فقال اخرج يا فلان فانك منافق اخرج ناسا من المسجد وفضحهم فهذا هو العذاب الاول۔

(تفسير بخاری ج ۲ ص ۳۲۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

## حاشیہ.....☆

امام ابی الفرج عبدالرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۰ھ لکھتے ہیں۔  
قالہ ابن عباس قال وقام رسول اللہ ﷺ یوم جمعة خطیباً فقال یا فلان اخرج فانک منافق ویا فلان اخرج ففضحهم۔

(زاد السیر فی علم التفسیر لابن جوزی ج ۳ ص ۲۸۲ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۶ھ لکھتے ہیں۔  
وقال السدی عن ابی مالک عن ابن عباس فی هذه الآیة قال قام رسول اللہ ﷺ خطیباً یوم الجمعة فقال اخرج یا فلان انک منافق و اخرج یا فلان فانک منافق فاخرج من المسجد ناسا منهم فضحهم۔  
(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۸۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں۔  
اخرج ابن ابی حاتم والطبرانی فی الاوسط وغيرهما عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قام رسول اللہ ﷺ یوم جمعة خطیباً فقال قم فلان فاخرج فانک منافق اخرج یا فلان فانک منافق فاخرجهم باسمائهم ففضحهم۔

(تفسیر روح المعانی ج ۱۱ ص ۱۱۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

محقق اہل سنت مفتی محمد خان قادری مدظلہ العالی اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں۔  
اگر ذہن میں یہ سوال ابھرے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی لا تعلمہم (تم ان منافقین کو نہیں جانتے) واضح کر رہا ہے کہ آپ ﷺ کو منافقین کے احوال سے آگاہی نہ تھی اس کے باوجود کیسے کہا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ کو آگاہی تھی۔  
اس سلسلہ میں چند گزارشات درج ذیل ہیں۔

(۱) بلاشبہ یہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ آپ ﷺ کو منافقین کا علم نہ تھا مگر جب دیگر آیات قرآنیہ آشکار کر رہی ہیں کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمادیا تھا جیسا کہ فرمایا و علمک ما لم تکن تعلم (اور اللہ نے تعلیم دیدی اس چیز کی جو تم نہیں جانتے تھے) تو یوں کہا جائے گا پہلے آپ ﷺ کو علم نہ تھا یہ علم بعد میں دیا گیا۔

(۲) مفسرین کرام نے ان الفاظ قرآنیہ کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ آپ ﷺ انہیں نہیں جانتے ہاں ہم جانتے ہیں اور ہم تمہیں ان سے مطلع کر دیں گے۔

امام ابواللیث سرقندی متوفی ۳۸۶ھ ان الفاظ کا مفہوم یوں بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لانی عالم السر والعلانیة ونعلم نفاقہم نعرفک حالہم۔

**ترجمہ:** میں ظاہر و خفی جانتا ہوں اور ان کے نفاق کو بھی جانتا ہوں اور ان کا حال تم پر آشکار کر دوں گا۔

(بحر العلوم ج ۲ ص ۸۲)

امام عبدالرحمن ابن جوزی متوفی ۵۹۰ھ کے الفاظ ہیں۔

لا تعلم انت حتی نعلمک بہم۔

**ترجمہ:** تم نہیں جانتے یہاں تک کہ ہم تم کو آگاہ نہیں کر دیتے۔

(زاد السیر ج ۳ ص ۲۷۲)



☆.....

یہی الفاظ امام ابوالحسن علی بن محمد ماوردی متوفی ۳۵۰ھ کے ہیں۔

امام علاء الدین علی بن محمد خازن حضرت کلینی اور سدی سے روایت نقل کرنے کے بعد (کہ حضور ﷺ نے دوران خطبہ جمعہ متعدد منافقین کو مسجد سے ذلیل و رسوا کر کے نکال دیا) لکھتے ہیں۔

فان صح هذا القول فيحتمل ان يكون بعد ان اعلنه الله حالهم وسماهم له لان الله سبحانه و تعالى قال لا تعلمهم نحن نعلمهم ثم بعد ذلك اعلمه بهم۔

**ترجمہ:** اگر یہ روایت درست ہے تو ممکن ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے احوال اور ناموں پر آپ ﷺ کو مطلع فرمادیا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے تم انہیں نہیں جانتے ہم انہیں جانتے ہیں پھر اس کے بعد آپ ﷺ کو آگاہ فرمادیا۔

(لباب التاويل ج ۲ ص ۲۷۶)

شیخ محمد علی صابونی رقمطراز ہیں۔

ای لا تعلمهم انت يا محمد لمهارتهم في النفاق بحيث يخفى امرهم على كثيرين ولكن نحن نعلمهم ونخبرك عن احوالهم۔

**ترجمہ:** اے محمد ﷺ ان کے ماہر نفاق ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ انہیں نہیں جان سکتے ان کا معاملہ بہت سوں پر مخفی ہے لیکن ہم جانتے ہیں اور ان کے احوال سے آپ ﷺ کو باخبر کر دیں گے۔

(مفوة التفسير ج ۱ ص ۸۷۷)

شیخ مصطفیٰ المحصوری کے بھی تقریباً یہی الفاظ ہیں۔

لا تعرفهم باعيانهم لمهارتهم في النفاق بحيث يخفى امرهم على كثير ولكن نحن نعلمهم ونخبرك عن احوالهم۔

(المعتمد ج ۲ ص ۳۲۷)

یہ آیت پہلے کی ہے

جیسا کہ ہم نے عرض کیا کہ یہ پہلے کا معاملہ ہے بعد میں حضور ﷺ کو منافقین کا علم عطا کر دیا گیا اس پر مفسرین کرام کی تصریحات بھی موجود ہیں۔ جب سوال پیدا ہوا کہ سورہ محمد کی آیت ”ولا تعرفهم في لحن القول“ بتاریخی ہے کہ آپ ﷺ منافقین کو جانتے تھے اس کی تفسیر میں آپ متعدد صحابہ کے اقوال بھی ملاحظہ کریں گے کہ اس کے بعد آپ ﷺ پر کوئی منافق مخفی نہ رہا تو اس کے جواب میں مفسرین نے کہا سورہ توبہ کی آیت مبارکہ ”لا تعلمهم“ پہلے کی اور سورہ محمد کی آیت بعد میں نازل ہوئی۔ آئیے چند مفسرین کرام کی تصریحات ملاحظہ کریں۔

(۱) امام سلیمان الجمل متوفی ۱۲۰۳ھ بھی اعتراض نقل کر کے امام کرنی کے حوالہ سے جواب دیتے ہیں۔

فان قلت كيف نفى علمه بحال المنافقين هنا واثبتته في قوله ولا تعرفهم في لحن القول فالجواب ان آية النفي نزلت قبل آية الاثبات فلا تنافي فيهما۔

**ترجمہ:** سوال یہاں منافقین کے احوال کے علم کی نفی کیسے کر دی حالانکہ تصریح فی لحن القول میں اس کا اثبات ہے۔ جواب آیت نفی

☆.....☆

اثبات سے پہلے کی ہے لہذا منافات نہیں ہے۔

(الفتوحات الالهية ج ۲ ص ۳۱۲)

(۲) امام احمد صاوی متوفی ۱۲۳۱ھ نے بھی یہی الفاظ ذکر کئے۔

ان قلت کیف نفی علمہ بحال المنافقین هنا واثبتہ فی قوله (لتعرفنہم فی لحن القول) فالجواب ان آية النفی نزلت قبل آية الاثبات۔

**ترجمہ:** سوال یہاں احوال منافقین کی آپ ﷺ سے نفی کی جارہی ہے حالانکہ ولتعرفنہم فی لحن القول میں علم ثابت ہے جواب آیت نفی آیت اثبات سے پہلے کی ہے۔

(حاشیہ صاوی ج ۳ ص ۶۸)

(۳) شیخ صدیق حسن توحی متوفی ۱۳۵۷ھ لکھتے ہیں۔

لاینا فی هذا قوله تعالى (ولتعرفنہم فی لحن القول) لان آية النفی نزلت قبل آية الاثبات۔

**ترجمہ:** یہ ارشاد گرامی ولتعرفنہم فی لحن القول کے منافی نہیں کیونکہ آیت نفی آیت اثبات سے پہلے کی ہے۔

(فتح البیان ج ۳ ص ۱۷۰)

(۴) شیخ ثناء اللہ امرتسری متوفی ۱۳۲۱ھ نے تعلیم کے تحت لکھتے ہیں۔

ای الآن علما قطعیا۔

**ترجمہ:** آپ ابھی تک ان کے بارے میں علم قطعی نہیں رکھتے۔

اس پر حاشیہ لکھا۔

فيه اشارة الى ان ما يروى ان حذيفة صاحب سر رسول الله ﷺ كان يعلم المنافقين باعلامه ﷺ فهو بعد هذه الآية فلا تعارض لقوله تعالى لعل الله يحدث بعد ذلك امرا۔

**ترجمہ:** اس میں اس طرف اشارہ ہے جو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ صاحب سر رسول اللہ ﷺ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ حضور

ﷺ کے بتانے کی وجہ سے منافقین کو جانتے تھے تو وہ اس آیت کے بعد کا معاملہ ہے لہذا کوئی تعارض نہیں۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے شاید

اللہ تعالیٰ اس کے بعد کسی امر کو پسند فرمائے۔

سورہ محمد کی تفسیر میں ان کے الفاظ یہ ہیں۔

ولتعرفنہم الآن فی لحن القول۔

**ترجمہ:** تم ضرور اب لحن قول سے انہیں پہچان لو گے۔

(تفسیر القرآن ص ۳۳۳)

مولانا محمد نعیم دیوبندی (استاذ تفسیر دارالعلوم دیوبند) نے اس اعتراض و جواب کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

لا تفہم دوسری آیت میں ولتعرفنہم ان فرمایا گیا ہے ان دونوں آیتوں میں تعارض کا جواب یہ ہے کہ انکار کی آیت پہلے ہے اور اثبات کی بعد کی۔

(علم نبوی اور منافقین ص ۱۹ تا ۲۰ مطبوعہ کاروان اسلام پبلیکیشنز لاہور)

ہم اثبات علم غیب میں ایک حدیث پیش کر چکے ہیں۔ جس میں حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہم پر ہماری امت پیش کی گئی۔ لہذا ہم نے منافقوں اور کفار اور موثرین کو پہچان لیا۔ اس پر منافقین نے اعتراض کیا اور قرآن کی آیت ان کے جواب کے لئے آئی۔ ان سب دلائل میں مطابقت کرنے کے لئے یہ توجیہ کرنا ضروری ہے۔ نیز یہ کلام اظہار غضب کے لئے ہوتا ہے اگرچہ کو باپ مارنے لگے اور کوئی باپ سے بچائے تو وہ کہتا ہے کہ اس خبیث کو تم نہیں جانتے میں جانتا ہوں اس سے علم کی نفی نہیں۔

(۱۰) رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولا تصل علی احد منہم مات ابدًا (پارہ ۱۰ سورۃ التوبہ آیت نمبر ۸۴) حضور علیہ السلام نے عبد اللہ بن ابی منافق کی نماز جنازہ یا تو پڑھ لی یا پڑھنا چاہی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے منع کیا۔ مگر ان کی عرض نہ سنی۔ تب یہ آیت اتری۔ جس میں آپ کو منافقین کی نماز جنازہ سے روکا گیا۔ اگر علم غیب تھا تو معاف کا جنازہ کیوں پڑھا؟

جواب:- اس منافق کا حضرت امین عباس پر کچھ احسان تھا اور اس کا فرزند مخلص مومن تھا اور خود اس منافق نے وصیت کی تھی کہ میرا جنازہ حضور پڑھائیں۔ اس وقت تک اس کی ممانعت نہ تھی۔ لہذا دینی مصلحت سے اجازت پر عمل فرمایا۔ تفسیر کبیر ج ۶ ص ۱۱۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت و روح البیان نے فرمایا کہ اس کی وصیت علامت توبہ تھی اور شریعت کا حکم ظاہر پڑا ہے۔ جس پر حضور نے عمل فرمایا۔ رب کو منظور نہ تھا کہ حبیب کا دشمن ظاہری عزت بھی پاوے۔ لہذا قرآن کریم نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تائید فرمادی غرض کہ اس مسئلہ کو علم غیب سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کا منافق ہونا ظاہر تھا۔ مگر اس نماز میں بہت سی مصلحتیں تھیں۔ کریم کا کرم غیر اختیارای ہوتا ہے۔ اور پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو پتہ لگ جائے مگر حضور ﷺ کو پتہ نہ لگے۔

و یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما او تیتع من العلم الا قلیلاً۔

**ترجمہ:** اور تم سے روح کو پوچھتے ہیں۔ تم فرماؤ کہ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور تم کو علم نہ ملا مگر تھوڑا۔

(پارہ ۱۵ سورہ ۱۷ آیت نمبر ۸۵)

مخالفین اس آیت سے دلیل لاتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو روح کا علم نہ تھا کہ روح کیا چیز ہے لہذا آپ کو علم غیب کلی نہ ہوا اس میں تین امور قابل غور ہیں۔ اولاً یہ کہ اس آیت میں یہ کہاں ہے کہ ہم نے حضور علیہ السلام کو یہ علم نہیں دیا۔ یا حضور علیہ السلام نے کہاں فرمایا کہ مجھے روح کا علم نہیں ملا۔ لہذا اس آیت کو نفی علم روح کی دلیل بنانا محض غلط ہے۔ اس میں تو پوچھنے والے کافروں سے فرمایا گیا کہ تم کو علم بہت تھوڑا سا دیا گیا ہے تم کو روح کی حقیقت کا علم نہیں دوسرے یہ کہ قل الروح من امر ربی کے معنی حضرت قبلہ عالم شیخ مہر علی شاہ صاحب فاضل گولڑوی علیہ الرحمۃ نے سیف چشتیائی میں حضرت محی الدین ابن عربی سے یہ نقل فرمایا کہ قل الروح من امر ربی فرمادو کہ روح امر رب سے ہے۔ یعنی عالم بہت سے ہیں عالم عناصر عالم ارواح عالم امر عالم امکان وغیرہ تو روح عالم امر کی چیز ہے اور تم لوگ عالم عناصر کے تم اس کی حقیقت کو نہیں جان سکتے کیونکہ اے کافر تم کو تھوڑا علم دیا گیا ہے۔ روح البیان میں زیر آیت۔ لا تدركہ الابصار وهو بدرك الابصار (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۰۳) ہے۔

لانه تجاوز فی تلك الليلة عن عالم العناصر ثم عن عالم الطبیعیة ثم عن عالم الارواح حتی وصل الی عالم الامر وعین الراس من عالم الاجسام فانسلخ عن الكل وراى ربه بالکل۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام معراج کی رات عالم عناصر سے آگے بڑھے پھر عالم طبیعت سے پھر عالم ارواح سے یہاں تک کہ عالم امر تک جا پہنچے اور سر کی آنکھ عالم اجسام سے ہے پس آپ ان تمام چیزوں سے علیحدہ ہو گئے اور رب تعالیٰ کو کل ذات سے دیکھا۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۱۰۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ شب معراج میں حضور علیہ السلام نے عالم امر کی سیر ہی نہیں فرمائی بلکہ خود بھی عالم امر میں سے بن گئے۔ اور اپنے ربؐ کو دکھایا۔ اور اسی عالم امر کی روح بھی ہے۔ پھر آپؐ پر روح کیونکر مغلغلی رہ سکتی ہے۔ جس طرح ہم جسموں کو جانتے پہچانتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام آدھے بشر اور آدھے روح تھے کیونکہ حضرت مریم علیہ السلام تو بشر تھیں اور حضرت جبریل علیہ السلام روح فساد سلسلہ روح حسنا (پارہ ۱۶ سورہ ۱۹ آیت نمبر ۱۷) ہم نے حضرت مریم علیہ السلام کے پاس اپنی روح یعنی جبریل کو بھیجا۔ اور آپؐ کی پیدائش حضرت جبریل کی پھونک سے ہوئی۔ اس لئے دونوں امور آپؐ میں موجود ہیں۔ فتوحات مکیہ باب ۵۷۵ میں شیخ اکبر فرماتے ہیں۔

فكان نصفه بشرا ونصفه الاخر روحا مطهرا ملكا لان جبريل وهبه لمریم۔

**ترجمہ:** حضرت کج علیہ السلام نصف بشر اور نصف دوم پاک روح ہیں۔ کیونکہ جبریل نے حضرت مریم کو انہیں بخشا۔

اور ان کی پیدائش بھی حضور علیہ السلام کے نور سے ہے۔ تو گویا حضور علیہ السلام از سر تا پا روح ہیں۔  
روح البیان نے اسی آیت لا تذکر کے ماتحت لکھا ہے۔

الحقیقت المحمدیہ ہی حقیقة الحقائق وهو الموجود العام الشامل۔

**ترجمہ:** حقیقت محمدیہ تمام حقیقتوں کی حقیقت ہے اور وہ ہی وجود عام ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۱۰۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

لہذا آیت کے معنی یہ ہوئے کہ روح وہ جو امر یعنی کن سے بلا واسطہ پیدا ہو۔ اور وہ تو حقیقت محمدیہ ہے۔ کہ بلا واسطہ ان کی پیدائش ہے اور سب کی پیدائش ان کے نور سے ہے مطلب یہ ہوا کہ عالم کی روح حقیقی میں ہوں۔ تفسیر کبیر نے اس جگہ فرمایا کہ یہاں روح سے قرآن یا جبریل مراد ہیں۔ کفار نے سوال کیا تھا کہ قرآن کیا ہے شعر ہے یا کہانت؟ جبریل کون ہیں؟ اور کیسے آتے ہیں؟ جواب دیا گیا کہ قرآن امر الہی ہے نہ شعر ہے نہ جادو۔ جبریل امر الہی سے آتے ہیں۔ وما ننزل الا بامر ربك (پارہ ۱۶ سورہ ۱۹ آیت نمبر ۶۳) اسی کبیر میں ہے۔

فاذا كان معرفت الله تعالى ممكنة بل حاصلة فاي مانع يمنع من معرفة الروح۔

ترجمہ:۔۔۔ جب حضور علیہ السلام خدا کو پہچانیں تو روح کو کیوں نہ پہچانیں۔

(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۳۹۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تیسرے یہ کہ مفسرین و محدثین نے تصریح فرمائی ہے کہ حضور علیہ السلام کو روح کا علم تھا۔ تفسیر خازن نے اسی آیت کے ماتحت لکھا۔  
قيل ان النبي عليه السلام علم معنى الروح لكن لم يخبر به لان ترك الاخبار كان علما لنبوته والقول الاصح ان الله استأثر بعلم الروح۔

**ترجمہ:** کہا گیا ہے کہ نبی علیہ السلام کو حقیقت روح معلوم تھی لیکن اس کی خبر نہ دی کیونکہ یہ خبر نہ دینا آپؐ کی نبوت کی علامت اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ علم روح سے خاص ہے۔

(باب التاویل فی معانی التذریل المعروف تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس عبارت میں علم روح ماننے والوں کو مشرک نہ کہا گیا اور نہ ان کے قول کو غلط بتایا۔

تفسیر روح البیان اسی آیت کی تفسیر میں ہے۔

جل منصب حبيب الله ان يكون جاهلا بالروح مع انه عالم بالله وقد من الله عليه بقوله وعلمك ما لم تكن تعلم۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام کی شان اس سے بلند ہے کہ آپ روح سے ناواقف ہوں حالانکہ آپ اللہ سے واقف ہیں رب نے آپ پر ایمان بتایا کہ فرمایا جو کچھ آپ نے جانتے تھے وہ آپ کو بتادیا۔

(تفسیر روح البیان ج ۵ ص ۲۳۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر مدارک یہی آیت۔

وقیل کان السؤال عن خلق الروح یعنی مخلوق ام لا لقوله من امر ربی دلیل خلق الروح فکان جواباً۔  
**ترجمہ:** کہا گیا ہے کہ سوال روح کی پیدائش سے متعلق تھا کہ روح مخلوق بھی ہے یا نہیں اور رب کا فرمان من امر ربی روح کے مخلوق ہونے کی دلیل ہے لہذا یہ جواب ہو گیا۔

(تفسیر مدارک الشریعہ ج ۱ ص ۲۷ مطبوعہ مکتبہ القرآن والنہ پشاور)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں روح کا علم ہونے نہ ہونے سے بحث ہی نہیں ہو رہی ہے یہاں تو ذکر تلویت روح کا ہے۔  
مدارج النہوت جلد دوم صفحہ ۴۰ وصل ایذا رسانی کفار فقراء صحابہ را میں شیخ فرماتے ہیں۔

چہ گونہ جرات کنند مومن عارف کہ نفسی علم بحقیقت روح از سید المرسلین و امام العارفین کنند و دادہ است اور احق سبحانہ علم ذات و صفات خود و فتح کردہ برافے او فتح مبین از علوم اولین و آخرین روح انسانی چہ باشد کہ در جنب جامعیت و فطرہ ایست از دنیا و ذرہ ایست از پیدا۔

ترجمہ:..... مومن عارف یہ ہمت کس طرح کر سکتا ہے کہ حضور علیہ السلام سے حقیقت روح کے علم کی نفی کرے حالانکہ رب نے ان کو اپنی ذات و صفات کا علم دیا ہے اور ان پر علوم اولین و آخرین کھول دیئے حضور علیہ السلام کے علم کے مقابل روح انسانی کی کیا حقیقت ہے وہ تو اس دریا کا ایک قطرہ اور جنگل کا ایک ذرہ ہے۔

(مدارج النہوت ج ۲ ص ۳۰-۳۱ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ)

احیاء العلوم میں امام غزالی فرماتے ہیں:

ولا تظن ان ذلك لم يكن مكشوفاً لرسول الله ﷺ فان من لم يعرف نفسه فكيف يعرف الله سبحانه فلا يبعد ان يكون ذلك مكشوفاً لبعض الاولياء والعلماء۔

**ترجمہ:** تم یہ گمان نہ کرنا کہ روح حضور علیہ السلام کو ظاہر نہ تھی۔ کیونکہ جو اپنے کو نہ پہچانے گا۔ وہ اللہ کو کس طرح پہچان سکتا ہے یہ بھی بعید نہیں کہ روح بعض اولیاء و علماء کو ظاہر ہو۔

(احیاء العلوم ج ۳ ص ۱۱۲ مطبوعہ مصر)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو علم روح عطا ہوا بلکہ حضور کے صدقے سے بعض علماء و اولیاء کو بھی ملا۔ بعض لوگوں نے اس کا انکار بھی کیا۔ مگر وہ بلا دلیل ہے۔ نیز جب ثبوت نفی کے دلائل ہوں تو ثبوت کو اختیار کرنا چاہیے جیسا کہ ہم قاعدہ اصول کا بیان کر چکے ہیں۔

(۱۲) عفا الله عنك لما اذنت لهم (پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۴۳) غزوہ تبوک میں بعض منافقین نے غلط بہانہ کر کے شرکت نہ کی۔ حضور علیہ السلام کو ان کی حیلہ سازی کا پتہ نہ لگا اور انہیں جہاد میں نہ جانے کی اجازت دینے دی اس آیت میں آپ پر عتاب فرمایا گیا کہ کیوں اجازت دی۔ اگر آپ کو علم غیب ہوتا۔ تو اصل حال آپ پر ظاہر ہوتا۔

جواب:- نہ اس آیت میں آپ پر عتاب ہے اور نہ حضور ان کے فریب سے بے خبر تھے۔ بلکہ حضور علیہ السلام نے ان کی پردہ پوشی

فرماتے ہوئے اجازت دی۔ رب نے فرمایا کہ اے مجرموں کے پردہ پوش! آپ نے ان کو رسوا کیوں نہ کیا؟ عتاب غلطی پر ہوتا ہے یہاں غلطی کون سے ہوئی تھی؟ عفا اللہ کلمہ دعائے ہے نہ کہ عتاب۔

يسئلونك عن الساعة ايان مرسها فيم انت من ذكرها۔

**ترجمہ:** تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں کہ وہ کب کے لئے ٹھہری ہوتی ہے تم کو اس بیان سے کیا تعلق۔

(پارہ ۳۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۳۲-۳۳)

اس آیت سے مخالفین دلیل لاتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو قیامت کا علم نہ تھا کہ کب ہوگی۔ لہذا آپ کو علم غیب کلی نہ ہوا۔ جواب صحیح یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو یہ علم بھی عطا فرمایا۔ مفسرین نے اس آیت کی چند توجہیں کی ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ آیت علم قیامت عطا کرنے سے پہلے کی ہے دوم یہ کہ اس سے مقصود ساکین کو جواب دینے سے روکنا ہے نہ کہ آپ کے علم کی نفی۔ تیسرے یہ کہ اس آیت میں فرمایا گیا۔ انت من ذکرها (پارہ ۳۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۳۳) آپ اس قیامت کی نشانیوں میں سے ایک ہیں آپ کو دیکھ کر ہی جان لینا چاہیے کہ قیامت قریب ہے۔ چوتھے یہ کہ اس میں فرمایا گیا ہے کہ دنیا میں آپ یہ باتیں بتانے نہیں بھیجے گئے۔

تفسیر صاوی یہی آیت۔

وهذا قبل اعلامه بوقتها فلاننا في انه عليه السلام لم يخرج من الدنيا حتى اعلمه الله بجميع مغيبات الدنيا والاخرة۔

**ترجمہ:** یہ آیت حضور علیہ السلام کو قیامت کے وقت کی خبر دینے سے پہلے کی ہے لہذا یہ اس قول کے خلاف نہیں کہ حضور علیہ السلام دنیا سے نہ گئے یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو دنیا و آخرت کے سارے علوم دے دیئے۔

(تفسیر صاوی ج ۶ ص ۲۳۱-۲۳۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

روح البیان میں یہی آیت۔

قد ذهب بعض المشائخ الى ان النبي عليه السلام كان يعرف وقت الساعة باعلام الله وهو لاينا في الحصر في الاية۔

**ترجمہ:** بعض مشائخ ادھر گئے ہیں کہ نبی علیہ السلام قیامت کے وقت جانتے تھے اللہ کے بتانے سے اور یہ قول اس آیت کے حصر کے خلاف نہیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۱۰ ص ۳۸۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

روح البیان میں یہی آیت پارہ ۹ زیر آیت يسئلونك كانك حفي عنها (پارہ ۹ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۸) (تفسیر روح البیان ج

۳ ص ۳۷۱-۳۷۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) میں بھی ہے اور وہاں یہ بھی ہے کہ دنیا کی کل عمر ۷۰ ہزار سال ہے۔ یہ روایت صحیح ثابت ہے جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو قیامت کا علم ہے۔

تفسیر خازن یہی آیت۔

وقيل معناه فيم انكار لسؤالهم اي فيم هذا السؤال ثم قال انت يا محمدا من ذكرها اي من علامتها لانك اخر الرسل فكفاهم ذلك دليلا على ذنوها۔

ترجمہ:..... کہا گیا ہے کہ فیما کفار کے سوال کا انکار ہے یعنی ان کا سوال کس شمار میں ہے پھر فرمایا کہ آپ اے محمد (ﷺ) اس قیامت کی نشانیوں میں سے ہیں۔ کیونکہ آپ آخری نبی ہیں پس ان کو یہ دلیل کافی ہے قیامت قریب ہونے پر۔

(لباب التأویل فی معانی التنزیل المعروف بتفسیر خازن ج ۲ ص ۲۷۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

تفسیر مدارک یہی آیت۔

او كان رسول الله عليه السلام لم يزل يذكر الساعة ويسئل عنها حتى نزلت فهو تعجب من كثرة ذكرها۔

**ترجمہ:** یا حضور علیہ السلام قیامت کا بہت ہی ذکر فرماتے تھے اور اس کے بارے میں سوال کئے جاتے تھے یہاں تک کہ آیت اتری پس یہ آیت تعجب ہے آپ کے زیادہ ذکر قیامت فرمانے پر۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۳۵۴ مطبوعہ مکتبہ القرآن والسنہ پشاور)

اب اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ آپ مس قدر ذکر قیامت فرماتے ہیں۔

مدارک یہی آیت۔

او فیم انکار لسوالمهم عنها ای فیم هذا السؤال ثم قال انت من ذكرتها وانت اخر الانبياء علامة من علامتها فلا معنى لسوالمهم عنها۔

ترجمہ:..... یا نبیا کفار کے سوال کا انکار ہے یعنی یہ سوال کس شمار میں ہے پھر فرمایا کہ آپ اس قیامت کی نشانیوں میں سے ہیں۔ کیونکہ آپ آخری نبی ہیں۔ قیامت کی علامت میں سے ایک علامت ہیں اب ان کے قیامت کے پوچھنے کے کوئی معنی ہی نہیں۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۳۵۴ مطبوعہ مکتبہ القرآن والسنہ پشاور)

اب اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ ان کا قیامت کے متعلق پوچھنا لغو ہے آپ خود اس کی علامت ہیں وہ کیوں پوچھتے ہیں۔ مدارک یہی آیت۔

قیل فیم انت من ذكرها متصل بالسؤال ای يسئلونك عن الساعة ايان مرسها ويقولون اين انت من ذكرها ثم استأنف فقال الى ربك۔

ترجمہ:..... اور کہا گیا ہے کہ فیما انت سوال سے ملا ہوا ہے یعنی کفار آپ سے پوچھتے ہیں کہ قیامت کا قیام کب ہوگا؟ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ کو اس کا علم کہاں سے آیا پھر رب تعالیٰ نے اپنی بات شروع کی الی ربک۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۳۵۴ مطبوعہ مکتبہ القرآن والسنہ پشاور)

اب اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ کفار نے پوچھا کہ آپ کو یہ علم کہاں سے ہے۔ رب نے فرمایا کہ اللہ کی طرف سے تو یہ آیت علم

قیامت کا ثبوت ہے۔ مدارک یہی آیت۔

انما انت منذر من يخشها ای لم تبعث لتعلمهم بوقت الساعة انما انت النخ۔

**ترجمہ:** یعنی آپ اس لئے نہیں بھیجے گئے کہ ان کو قیامت کے وقت کی خبر دیں۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۳۵۴ مطبوعہ مکتبہ القرآن والسنہ پشاور)

اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ کفار کا یہ کہنا کہ اگر آپ قیامت کی خبر دے دیں تو آپ نبی ہیں درنہ نہیں۔ محض یہودہ ہے کیونکہ قیامت

کی خبر دینا نبوت کے فرائض میں سے نہیں۔ نبی کے لئے تبلیغ احکام ضروری ہے۔

مدارج النبوة جلد دوم صفحہ ۴۰ وصل ایذ رسائی کفار قراء صحابہ میں ہے۔

وبعض علماء علم ساعته نیز مثل این معنی گفتہ اند۔

**ترجمہ:** یعنی بعض علماء نے روح کی طرح حضور کو قیامت کا علم بھی مانا۔

(مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۰-۳۱ مطبوعہ مکتبہ نور یہ رضویہ)

يسئلونك كانك حفي عنها قل انما علمها عند الله۔

**ترجمہ:** تم سے ایسا پوچھتے ہیں گویا تم نے اس کو خوب تحقیق کر رکھا ہے تم فرماؤ کہ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔

(پارہ ۹ سورہ ۷ آیت نمبر ۱۸۷)

مخالفین اس آیت کو پیش کر کے کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو قیامت کا علم نہیں۔ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ اس آیت میں یہ کہاں ہے کہ آپ ﷺ کو قیامت کا علم نہیں دیا۔ اس میں تو یہ ہے کہ اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ دینے کی نفی نہیں۔ دوم یہ کہ یہ علم قیامت دینے سے قبل کی آیت ہے۔

تفسیر صاوی یہی آیت۔

والذی یجب الايمان به ان النبی علیہ السلام لم ینتقل من الدنیا حتی اعلمه اللہ بجميع المغيبات النبی تحصل فی الدنیا والاخرة فهو یعلمها کما هی عین یقین لما ورد رفعت لی الدنیا فانا انظر فیما کما انظر الی کفی هذه وورد انه اطلع لی الجنة وما فیها والنار وما فیها وغير ذلك مما تواترت الاخبار ولكن امر بکتمان بعضها۔

**ترجمہ:** جس پر ایمان لانا ضروری ہے یہ ہے کہ نبی علیہ السلام دنیا سے منتقل نہ ہوئے یہاں تک کہ رب نے آپ کو وہ تمام غائب چیزیں بتادیں جو دنیا اور آخرت میں آیا کہ ہمارے سامنے دنیا پیش کی گئی۔ پس ہم اس میں اس طرح نظر کر رہے ہیں جیسے اپنے اس ہاتھ میں یہ بھی آیا ہے کہ ہم کو جنت اور وہاں کی نعمتوں اور دوزخ اور وہاں کے عذابوں پر اطلاع دی گئی علاوہ ازیں اور متواتر خبریں ہیں لیکن بعض کے چھپانے کا حکم دیا گیا۔

(تفسیر صاوی علی الجلالین تحت آیت۔ سلو تک عن الساعة ایان مرصھا پارہ ۹ سورۃ الاعراف آیت ۱۸۷ ج ۲ ص ۳۳ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

تفسیر خازن میں اسی آیت میں ہے کہ اس کی اصل عبارت یہ ہے۔ یسئلونک عنہا کما نک حقی یعنی یہ لوگ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں گویا آپ ان پر بڑے مہربان ہیں۔ اور آپ ان کو بتائی دیں گے حالانکہ یہ اسرار الہی میں سے ہے اغیار سے چھپاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو قیامت کا علم ہے مگر اظہار کی اجازت نہیں۔

یسئلونک الناس عن الساعة قل انما علمها عند اللہ۔

**ترجمہ:** لوگ تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ کہ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔

(پارہ ۲۲ سورہ ۳۳ آیت نمبر ۶۳)

جواب:- تفسیر صاوی یہی آیت۔

انما وقت السؤال والا فلم یخرج نبینا علیہ السلام حتی اطلعه اللہ علی جميع المغيبات ومن جملتها الساعة۔

**ترجمہ:** یعنی اس قیامت پر کوئی مطلع نہیں اور یہ سوال کے وقت تھا اور نہ نبی علیہ السلام تشریف نہ لے گئے یہاں تک کہ آپ کو اللہ نے تمام غیبیوں پر مطلع فرمادیا۔ جس میں سے قیامت بھی ہے۔

(حاشیہ الصاوی علی تفسیر الجلالین ج ۳ ص ۲۸۹ مطبوعہ قاہرہ مصر)

روح البیان یہی آیت۔

ولیس من شرط النبی ان یعلم الغیب بغير تعلیم من اللہ تعالیٰ۔

**ترجمہ:** اور نبی شرائط میں سے یہ نہیں ہے کہ اللہ کے بغیر بتائے غیب جانے۔

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۲۸۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)



اس آيت میں کسی کو علم قیامت دینے کی نفی نہیں ہے لہذا اس سے حضور علیہ السلام کے نہ جاننے پر دلیل پکڑنا غلط ہے۔ تفسیر صاوی میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

المعنى لا يفيد علمه غيره تعالى فلا ينافي ان رسول الله عليه السلام لم يخرج من الدنيا حتى اطلع على ما كان وما يكون وما هو كائن ومن جملته علم الساعة۔

**ترجمہ:** معنی یہ ہیں کہ قیامت کا علم خدا کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔ پس یہ آیت اس کے خلاف نہیں کہ نبی علیہ السلام دنیا سے تشریف نہ لے گئے یہاں تک کہ رب تعالیٰ نے ان کو سارے اگلے پچھلے واقعات پر مطلع فرمادیا۔ ان میں سے قیامت کا علم بھی ہے۔

(تفسیر صاوی ج ۵ ص ۵۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مخالفین علم قیامت کی نفی کی دلیل میں شروع مشکوٰۃ کی وہ روایت پیش کرتے ہیں کہ حضرت جبریل نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا اخبرنی عن الساعة مجھے قیامت کے متعلق خبر دیجئے تو فرمایا ما المسؤل عنها باعلم من السائل یعنی اس بارے میں ہم سائل سے زیادہ جاننے والے نہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ آپ کو قیامت کا علم نہیں۔

مگر دلیل بھی محض لغو ہے دو وجہ سے ایک یہ کہ اس میں حضور علیہ السلام نے اپنے جاننے کی نفی نہیں کی بلکہ زیادتی علم کی نفی کی۔ ورنہ فرماتے لا اعلم میں نہیں جانتا اتنی دراز عبارت کیوں ارشاد فرمائی؟ اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اے جبریل اس مسئلہ میں میرا اور تمہارا علم برابر ہے کہ مجھ کو بھی خبر ہے اور تم کو بھی اس مجمع میں یہ پوچھ کر از ظاہر کرنا مناسب نہیں۔ دوسرے یہ کہ جواب سن کر حضرت جبریل نے عرض کیا۔ فاذہن امارا تھا تو قیامت کی نشانیاں ہی بتا دیجئے اس پر حضور علیہ السلام نے چند نشانیاں بیان فرمائیں کہ اولاد نافرمان ہوگی اور کمین لوگ عزت پائیں گے وغیرہ وغیرہ جس کو قیامت کا بالکل علم ہی نہ ہو۔ ان سے اس کے نشان پوچھنا کیا معنی؟ نشان اور پتہ تو جاننے والے سے پوچھا جاتا ہے۔

حضور علیہ السلام نے قیامت قائم ہونے کا دن بتایا۔ مشکوٰۃ باب الجمعہ میں ہے۔

لا تقوم الساعة الا في يوم الجمعة۔

**ترجمہ:** قیامت قائم نہ ہوگی مگر جمعہ کے دن۔

(سنن ابی داؤد باب تفریع ابواب الجمعہ باب فضل يوم الجمعة ولیلۃ الجمعہ ج ۵ ص ۲۷۴ رقم الحدیث ۴۱۰۳۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

کلمہ اور بیچ کی انگلی ملا کر فرمایا۔

بعثت انا والساعة كهايتين۔

**ترجمہ:** ہم اور قیامت اس طرح ملے ہوئے بیچے گئے ہیں۔ (مشکوٰۃ باب خطبہ يوم الجمعة)

(صحیح البخاری کتاب الرقاق باب قول النبی ﷺ بعثت انا والساعة كهايتين ج ۵ ص ۲۲۸۵ رقم الحدیث ۶۱۳۸۔ ۶۱۳۹ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)۔ (مشکوٰۃ باب الخطبہ يوم الجمعة الفصل الاول ص ۱۲۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

یعنی ہمارے زمانہ کے بعد پس قیامت ہی ہے اور اس قدر علامات قیامت ارشاد فرمائیں کہ ایک بات بھی نہ چھوڑی۔ آج میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ ابھی قیامت نہیں آسکتی کیونکہ نہ ابھی دجال آیا نہ حضرت مسیح و مہدی نہ آفتاب مغرب سے نکلا۔ ان علامات نے قیامت کو بالکل ظاہر فرمادیا۔ پھر قیامت کا علم نہ ہونے کے کیا معنی؟ پس زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ سنہ نہ بتایا کہ فلاں سنہ میں قیامت ہوگی۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ پاک میں سنہ مقرر ہی نہ ہوئی تھی۔ سنہ ہجری عہد قادری میں مقرر ہوئی کہ ہجرت تو ربیع الاول

میں ہوئی مگر سنہ ہجری کا آغاز محرم سے ہوتا ہے بلکہ اس زمانہ میں قاعدہ یہ تھا کہ سال جو کوئی بھی انھم واقعہ ہوا اس سے سال منسوب کر دیا۔ سال قبل سال فتح سال حدیبیہ وغیرہ۔ تو سنہ ہجری کس طرح بتایا جاسکتا تھا۔ اس دن کی علامات وغیرہ سب بتادیئے اور جو ذات اس قدر تفصیلی علامتیں بیان کرے وہ بے علم کس طرح ہو سکتی ہے؟ نیز ہم ثبوت علم غیب میں وہ حدیث پیش کر چکے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے قیامت تک کے من وعن واقعات بیان کر دیئے۔ اب کیسے ممکن ہے کہ قیامت کا علم نہ ہو۔ کیونکہ دنیا ختم ہوتے ہی قیامت ہے اور حضور علیہ السلام کو یہ علم ہے کہ کونسا واقعہ کس کے بعد ہوگا تو جو آخری واقعہ ارشاد فرمایا وہ ہی دنیا کی انتہاء ہے اور قیامت کی ابتداء دہلی ہوئی چیزوں میں سے ایک کی انتہاء کا علم دوسری کے ابتداء کا علم ہوتا ہے۔ اس پر خوب غور کر لیا جاوے۔ نہایت نفیس تحقیق ہے جو حضرت صدر الافاضل مرشدی استاذی مولانا سید نعیم الدین صاحب مراد آبادی نے ایک تقریر کے دوران میں ارشاد فرمائی۔

اعتراض۔ ۱۶ ان الله عنده علم الساعة وينزل الغيث ويعلم ما فى الارحام وما تدرى نفس ماذا تكسب غدا وما تدرى نفس باى ارض تموت ان الله علیم خبیر۔

**ترجمہ:** بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم اور انا تارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی بے شک اللہ جانتے والا بتانے والا ہے۔

(پارہ ۲۱ سورہ لقمان آیت نمبر ۳۳)

اس آیت سے مخالفین کہتے ہیں کہ پانچ چیزوں کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں یہ اللہ کی صفت ہے جو کسی غیر کے لئے ثابت کرے وہ مشرک ہے اسی کو علوم خمسہ کہتے ہیں قیامت کب ہوگی بارش کب ہوگی عورت کے پیٹ میں لڑکا یا لڑکی اور کل کیا ہوگا اور کون کہاں مرے گا؟ اس آیت کی تائید میں شرح مشکوٰۃ کی روایت پیش کرتے ہیں کہ حضرت جبریل نے حضور علیہ السلام سے قیامت کے متعلق دریافت کیا۔ تو فرمایا۔ فی خمس لا یعلم هن الا الله ثم قرء ان الله عنده علم الساعة یعنی پانچ چیزیں وہ ہیں جن کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ پھر یہی آیت تلاوت فرمائی۔ ہم علوم خمسہ کے بارے میں نہایت متصفانہ تحقیق کرتے ہیں اور تاظہیرین سے انصاف کی توقع اور اپنے رب سے تمنائے قبول رکھتے ہیں اولاً اس آیت کی تفسیریں مفسرین کے اقوال پھر بعض حدیث کے متعلق محدثین کے اقوال پھر اپنی تحقیق پیش کرتے ہیں۔

تفسیرات احمدیہ زیر آیت مذکورہ۔

ولك ان تقول ان علم هذه الخمسة وان لا يعلمها احد الا الله لكن يجوز ان يعلمها من يشاء من محبيه واولياء بقريته قوله تعالى ان الله علیم خبیر بمعنى المخبر۔

**ترجمہ:** اور تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ ان پانچوں باتوں کو اگرچہ خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ لیکن جائز ہے کہ خدا پاک اپنے ولیوں اور محبوبوں میں سے جس کو چاہے سکھائے اس قول کے قرینہ سے کہ اللہ جانتے والا بتانے والا ہے خبیر بمعنی مخبر۔

(التفسیرات الاحمدیہ ص ۶۰۸ پارہ ۲۱ سورہ لقمان تحت آیت ۳۳ مطبوعہ مکتبہ تحفانہ پشاور)

تفسیر صادی آیت ما ذا تكسب غداً (پارہ ۲۱ سورہ ۳۱ آیت نمبر ۳۳) کے ماتحت فرماتے ہیں۔

ای من حيث ذاتها واما باعلام الله للعبد فلا مانع منه كالانبياء وبعض الاولياء وقال تعالى ولا يحيطون بشئ من علمه الا بما شاء وقال تعالى فلا يظهر على غيبه احدا الا من ارتضى من رسول فلا مانع من كون الله يطلع بعض عباده الصالحين على بعض المغيبات فتكون معجزة للنبي وبكرامة للولي ولذلك قال العلماء الحق انه لم يخرج نبينا من الدنيا حتى اطلعه على تلك الخمس۔

**ترجمہ:** یعنی ان باتوں کو کوئی اپنے آپ نہیں جانتا لیکن کسی بندے کا اللہ کے بتانے سے جانتا اس سے کوئی مانع نہیں جیسے انبیاء اور بعض اولیاء۔ رب نے فرمایا کہ یہ لوگ خدا کے علم کو نہیں گھیر سکتے مگر جس قدر رب چاہے اور فرمایا کہ اپنے غیب پر کسی کو ظاہر نہیں فرماتا سوائے برگزیدہ رسولوں کے پس اگر خدا تعالیٰ اپنے بعض نیک بندوں کو بعض غیبوں پر مطلع فرمادے تو کوئی مانع نہیں پس یہ علم نبی کا معجزہ اور ولی کی کرامت ہوگا اسی لئے علماء نے فرمایا کہ حق یہ ہے کہ حضور علیہ السلام دنیا سے تشریف نہیں لے گئے یہاں تک ان کو ان پانچوں باتوں پر رب نے مطلع فرمادیا۔

(الصادی علی الجلالین ج ۳ ص ۲۶۰ مطبوعہ مصر)

تفسیر عرائس البیان زیر آیت ویعلم ما فی الارحام (پارہ ۲۱ سورہ ۳۱ آیت نمبر ۳۲) ہے۔

وسمعت ایضاً من بعض اولیاء اللہ انه اخبر ما فی الرحم من ذکر وانثی وراثت بعینی ما اخبر۔

**ترجمہ:** ہم نے بعض اولیاء کو سنا کہ انہوں نے پیٹ کے پچڑ کی یا لڑکے کی خبر دی اور ہم نے اپنی آنکھوں سے وہی دیکھا جس کی انہوں نے خبر دی تھی۔

تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وما روى عن الانبياء والاولياء من الاخبار عن الغيوب فتعليم الله تعالى اما بطريق الوحي او بطريق الالهام والكشف وكذا اخبر بعض الاولياء عن نزول المطر واخبر عما في الرحم من ذكر وانثی فوقع كما اخبر۔

**ترجمہ:** اور جو غیب کی خبریں انبیاء و اولیاء سے مروی ہیں پس یہ اللہ کی تعلیم سے ہے یا وحی یا الہام کے طریقے سے۔ اور اسی طرح بعض اولیاء نے بارش آنے کی خبر دی اور بعض نے رم کے پچڑ کے یا لڑکی کی خبر دی تو وہی ہوا جو انہوں نے کہا تھا۔

(تفسیر روح البیان ج ۵ ص ۵۵ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

قیامت کے علم کی تحقیق ہم اس سے پہلے کر چکے ہیں۔ جو علوم غیبیہ میں سے ہے۔

ان تفاسیر کی عبارتوں سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ نے علوم غیبیہ اپنے حبیب علیہ السلام کو دیئے اور اس آیت میں خبر بمعنی خبر ہے اس کے متعلق اور بھی تفاسیر کی عبارتیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ مگر اس پر اختصار کرتا ہوں۔ اب دوسری مشکوٰۃ شروع کتاب الایمان کی حدیث کہ یہ پانچ چیزیں کوئی نہیں جانتا اس کی شرحیں ملاحظہ ہوں امام قرطبی امام عسقلانی شرح بخاری میں اور ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کتاب الایمان فصل اول میں اسی حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں۔

فمن ادعی علم شیء منها غیر مسند الی رسول اللہ ﷺ کان کاذباً فی دعوہ۔

**ترجمہ:** پس جو شخص ان پانچوں میں سے کسی چیز کے علم کا دعویٰ کرے حضور علیہ السلام کی طرف بغیر نسبت کئے ہوئے وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔

(عمدة القاری شرح البخاری کتاب الایمان باب سوال جبریل النبی ﷺ ج ۱ ص ۲۹۰ مطبوعہ ادارۃ المطابعۃ السمریۃ بیروت)، (ارشاد الساری شرح البخاری کتاب الایمان باب سوال جبریل النبی ﷺ ج ۱ ص ۱۳۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (فتح الباری ج ۱ ص ۱۲۳ مطبوعہ دار نشر الکتب لاہور)، (مرقاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۶۵ مطبوعہ مکتبۃ امدادیہ لبنان)، (روح المعانی ج ۲ ص ۱۱۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

لمعات میں شیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ اسی حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں۔

المراد لا یعلم بدون تعلیم اللہ۔

**ترجمہ:** مراد یہ ہے کہ ان پانچوں باتوں کو بغیر اللہ کے بتائے کوئی نہیں جانتا۔

(لمعات الفتح شرح مشکوٰۃ المصابیح تحت الحدیث ۳ ج ۱ ص ۷۳ مطبوعہ مکتبۃ المعارف العلمیہ شیش محل لاہور)

ایحدہ للمعات میں شیخ عبدالحق اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

مراد آنسب کہ ہم تعلیم الہی بحساب عقل ایہنا اندامنا امور الغیب امذکر کہ جز خدائے تعالیٰ کسے آن رامذ امذ مگر آنکہ دیے تعالیٰ از نزد خود کسے رابوحی والہام بدنامذ۔

**ترجمہ:** مراد یہ ہے کہ ان امور غیب کو بغیر اللہ کے بتائے ہوئے عقل کے اندازہ سے کوئی نہیں جان سکتا۔ کیونکہ ان کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ مگر وہ جس کو اللہ اپنی طرف سے بتا دے۔ وحی یا الہام سے۔

(ایحدہ للمعات ج ۱ ص ۳۳ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ)

امام قسطلانی شرح بخاری کتاب التفسیر سورہ رعد میں فرماتے ہیں۔

لا يعلم متى تقوم الساعة الا الله الا من ارتضى من رسول فانه يطلع من يشاء من غيبه والولى التابع له ياخذ عنه۔

**ترجمہ:** کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب ہوگی سوائے اللہ کے اور پسندیدہ رسول کے کیونکہ رب تعالیٰ اس کو اپنے غیب پر مطلع فرماتا ہے اور ان کا تابع ولی ان سے وہ غیب لیتا ہے۔

(ارشاد الساری شرح مجمع البخاری کتاب التفسیر سورہ الرعد ج ۷ ص ۱۸۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

انجام الحلیہ حاشیہ ابن ماجہ باب اشراط الساعۃ زیر حدیث خمس لا یعلمہن الا اللہ ہے۔

اخبر الصديق زوجته بنت خارجه انها حامله بنت فولدت بعد وفاته ام كلثوم بنت ابى بكر فهذا من الفراسة والظن ويصدق الله فراسة المومن۔

**ترجمہ:** صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی بنت خارجہ کو خبر دی کہ وہ بیٹی ہے حاملہ ہیں۔ لہذا صدیق کی وفات کے بعد ام کلثوم بنت صدیق پیدا ہوئیں پس یہ فراست اور ظن ہے خدا تعالیٰ مومن کی فراست کو سچا کر دیتا ہے۔

(انجام الحلیہ حاشیہ ابن ماجہ ابواب الفتن باب اشراط الساعۃ ۲۹۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

سید شریف عبدالعزیز مسعود تاب الا بریز میں فرماتے ہیں۔

هو عليه السلام لا يخفى عليه من شئ من الخمس المذكورة في الآية وكيف يخفى ذلك والاقطاب السبعة من امته الشريفة يعلمونها وهم دون الغوث فكيف بالغوث بسيد الاولين والآخرين الذي هو سبب كل شئ ومنه كل شئ۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام پر ان پانچ مذکورہ میں سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں اور حضور پر یہ امور مخفی کیونکر ہو سکتے ہیں حالانکہ آپ کی امت کے ساتھ قطب ان کو جانتے ہیں پس غوث کا کیا پوچھنا اور پھر سید الانبیاء علیہ السلام کا کیا کہنا جو ہر چیز کے سبب ہیں اور جن سے ہر چیز ہے۔

(الابریز الباب الثانی ص ۱۶۷-۱۶۸ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

علامہ جلال الدین سیوطی روض النضر شرح جامع صغیر میں اسی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں۔

قوله عليه السلام الا هو معناه بانه لا يعلمها احد بذاته الا هو لكن قد يعلم به باعلام الله فان لم يعلمها وقد وجدنا ذلك بغير واحد كمارء ينا جماعة علموا متى يموتون علموا ما في الارحام۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام کا فرمانا الا هو اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کو اپنے آپ خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا لیکن کبھی اللہ کے بتانے سے

جان لیتے ہیں کیونکہ یہاں وہ لوگ ہیں جو جانتے ہیں ہم نے متعدد کو ایسا پایا جیسے ہم نے ایک جماعت کو دیکھا کہ وہ جان لیتے ہیں کہ کب مرینگے اور جانتے ہیں شکم کے پچھو۔

(خالص الاعتقاد ص ۷۶ مطبوعہ دارالرضاء لاہور)

یہی جلال الدین سیوطی خاصاً شریف میں فرماتے ہیں۔

عرض فیہ ما ہو کائن فی امتہ حتی تقوم الساعة۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام پر تمام وہ چیزیں پیش کر دی گئیں جو آپ کی امت میں قیامت تک ہونے والی ہیں۔

علامہ بیہقی شرح قصیدہ بردہ صفحہ ۷۴ میں فرماتے ہیں۔

لم یخرج ﷺ من الدنیا الا یعد ان اعلمہ اللہ تعالیٰ بہذہ الامور ای الخمسة۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ دنیا سے تشریف نہ لے گئے مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ان پانچ چیزوں کا علم بتا دیا۔

(حاشیہ الباجوری علی البرودۃ تحت الیست فان من جودک الدنیا ص ۹۲ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

جمع النہایہ میں علامہ شتوئی فرماتے ہیں۔

قد ورد ان اللہ تعالیٰ لم یخرج النبی ﷺ حتی اطلعه علی کل شی۔

**ترجمہ:** یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو دنیا سے خارج نہ کیا یہاں تک کہ ہر چیز پر مطلع کر دیا۔

(خالص الاعتقاد ص ۷۷-۷۸ مطبوعہ دارالرضاء لاہور)

یہی علامہ شتوئی اسی جمع النہایہ میں فرماتے ہیں۔

قال بعض المفسرین لا یعلم ہذا الخمس علما لدنیا ذاتیا بلا واسطۃ الا اللہ فالعلم بہذا الصفة

مما اختص اللہ بہ واما بواسطۃ فلا یختص بہ۔

**ترجمہ:** بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ان پانچ باتوں کو ذاتی طور پر بلا واسطہ تو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا پس اس طرح کا علم خدا سے

خاص ہے لیکن علم بالواسطہ وہ خدا سے خاص نہیں۔

فتوحات وہبیہ شرح اربعین نووی میں فاضل ابن عطیہ فرماتے ہیں۔

الحق کما قال جمع ان اللہ لم یقض نبینا علیہ السلام حتی اطلعه علی کل ما ابہم عنہ الا انہ امر

بکم بعض والاعلام ببعض۔

**ترجمہ:** حق وہی ہے جو ایک جماعت نے کہا ہے کہ اللہ نے حضور علیہ السلام کو وفات نہ دی یہاں تک کہ پوشیدہ چیزوں پر خبردار

کر دیا لیکن بعض کے چھپانے اور بعض کے بتانے کا حکم دیا۔

شاہ عبدالعزیز صاحب بستان المحمدین صفحہ ۱۱۴ میں فرماتے ہیں۔

نقل می کنند کہ والد شیخ ابن حجر دافر زند نمی ذیست کشیدہ خاطر بحضور شیخ رسید

شیخ فرمود اذ پشت تو فرزند می خواہد بر آمد کہ بعلم دنیا را پر کند۔

**ترجمہ:** نقل ہے کہ شیخ ابن حجر کے والد کا کوئی بچہ نہ جیتا تھا۔ طول دل ہو کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے شیخ نے فرمایا کہ تمہاری

پشت سے ایسا فرزند ہوگا کہ اپنے علم سے دنیا کو بھر دے گا۔

(بستان المحمدین اردو فارسی ص ۳۰۴ مطبوعہ حاج امین سعید کھنٹی کراچی)

یہاں تک تو علوم خمسہ کے نقلی دلائل تھے۔ اس کی عقلی دلیل یہ ہے کہ مخالفین بھی مانتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا علم تمام مخلوق سے زیادہ ہے جس کا حوالہ ہم مخذیر الناس سے پیش کر چکے ہیں اب دیکھنا یہ ہے کہ مخلوق میں سے کسی کو ان پانچ چیزوں کا علم دیا گیا یا نہیں۔ مشکوٰۃ کتاب الایمان بالقدر میں ہے کہ شکم مادر میں بچہ بننے کا ذکر فرماتے ہوئے حضور علیہ السلام نے فرمایا:

ثم یبعث الله الیہ ملکاً باریع کلمت فی کتب عملہ واجلہ ورزقہ وشقی او سعید ثم ینفخ فیہ الروح۔  
**ترجمہ:** یعنی پھر رب تعالیٰ ایک فرشتہ کو چار باتیں بتا کر بھیجتا ہے وہ فرشتہ لکھ جاتا ہے اس کا کمال اس کی موت اس کا رزق اور یہ کہ نیک بخت ہے یا بد بخت پھر روح پھونکی جاتی ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان بالقدر الفصل الاول ص ۲۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

یہ ہی علوم خمسہ ہیں اور تمام موجودہ اور گزشتہ لوگوں کی یہ پانچ باتیں وہ فرشتہ کاتب تقدیر جانتا ہے مشکوٰۃ اسی باب میں ہے۔

کتاب الله مقادیر الخلاق قبل ان یخلق السموات والارض بخمسين الف سنة۔

**ترجمہ:** اللہ نے زمین و آسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پہلے مخلوقات کی تقدیریں لکھ دیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان بالقدر الفصل الاول ص ۱۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ لوح محفوظ میں علوم خمسہ ہیں۔ تو وہ ملائکہ جو لوح محفوظ پر مقرر ہیں اسی طرح انبیاء و اولیاء جن کی نظر لوح محفوظ پر رہتی ہے ان کو یہ علوم خمسہ حاصل ہوئے۔ مشکوٰۃ کتاب الایمان بالقدر میں ہے کہ یشاق کے دن حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اولاد کی روحیں سیاہ و سفید رنگ میں دکھادی گئیں کہ سیاہ روحیں تو کافروں کی ہیں اور سفید مسلمانوں کی۔ معراج میں حضور علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس طرح دیکھا کہ ان کے داہنے جانب سفید اور بائیں جانب سیاہ رنگ کی ارواح ہیں یعنی جتنی دوزخی لوگ مومنوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور کفار کو ملاحظہ فرما کر غمگین۔ اسی مشکوٰۃ کتاب الایمان بالقدر میں ہے کہ ایک دن حضور علیہ السلام اپنے دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں لئے ہوئے مجمع صحابہ میں تشریف لائے۔ اور داہنے ہاتھ کی کتاب کے بارے میں فرمایا کہ اس میں تمام جہنمی لوگوں کے نام مع ان کے قبیلے کے ناموں کے ہیں۔ اور دوسری کتاب میں تمام دوزخیوں کے نام مع ان کے قبائل کے ہیں۔ اور آخر میں ان ناموں کا ٹوٹل بھی لگا دیا گیا ہے۔ کہ کل کتنے۔ اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری نے مرقات میں فرمایا۔ الظاهر من الاشارات انهما حسیان وقبل تمثیل۔ اشارہ سے یہ ہی ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ کتابیں دیکھنے میں آرہی ہیں۔ اسی مشکوٰۃ باب عذاب القبر میں ہے کہ جو مردہ نکرین کے امتحان میں کامیاب یا نام ہوتا ہے تو نکرین کہتے ہیں۔ قد کسا نعلم انک تقول هذا ہم تو پہلے ہی سے جانتے تھے کہ تو یہ کہے گا۔ معلوم ہوا کہ نکرین کو امتحان میت سے پہلے ہی سعادت اور شقاوت کا علم ہوتا ہے۔ امتحان تو فقط پابندی قانون یا معترض کا منہ بند کرنے کو ہوتا ہے حدیث میں ہے کہ جب کسی صالح آدمی کی بیوی اس سے لڑتی ہے تو جنت سے حور پکارتی ہے کہ یہ تیرے پاس چند دن کا مہمان ہے پھر ہمارے پاس آنے والا ہے اس سے جھگڑا نہ کر مشکوٰۃ کتاب النکاح فی عشرة النساء معلوم ہوا کہ حور کو بھی خبر ہوتی ہے کہ اس کا خاتمہ بالخیر ہوگا حضور علیہ السلام نے جنگ بدر میں ایک دن پہلے زمین پر نشان لگا کر فرمایا کہ یہاں فلاں کافر مرے گا اور یہاں فلاں موت کی زمین کا علم ہوا۔ (مشکوٰۃ کتاب الیہاد)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ علوم خمسہ کا علم اللہ نے بعض بندوں کو بھی دیا ہے پھر حضور علیہ السلام کا علم ان سب کے علموں کو بھیجا تو کس طرح ممکن ہے کہ حضور علیہ السلام کو علوم خمسہ حاصل نہ ہوں اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ پانچ علوم عطائی حادث ہو کر خدا کی صفت نہیں۔ ورنہ کسی کو ان میں سے ایک بات کا بھی علم نہ ہوتا۔ صفت الہی میں شرکت نہ تو کلاً جائز نہ بعضاً۔ ان دلائل کے جواب انشاء اللہ مخالف سے نہ بن سکیں گے۔

## علوم خمسہ کے مزید دلائل

### بارش کے نزول کا علم

ثم ياتي من بعد ذلك عام فيه يغاث الناس وفيه يعصرون-

**ترجمہ:** اس کے بعد جو سال آئے گا اس میں لوگوں پر خوب بارش نازل کی جائے گی اور اس سال انکو کارس بھی خوب نچوڑیں گے۔

(سورۃ یوسف آیت نمبر ۴۹)

والصفت صفاً فالزجرت زجراً 0

(سورۃ الصفت آیت نمبر ۲)

امام علی بن محمد الحازن متوفی ۵۷۵ھ لکھتے ہیں۔

قال ابن عباس هم الملائكة يصفون كصفوف الخلق في الدنيا للصلاة-

**ترجمہ:** وہ فرشتے ہیں جو صف بستہ کھڑے ہوں گے جیسے دنیا میں لوگ نماز کے لئے۔

(الباب الاول فی معانی التذلل المعروف تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

دوسری آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

يعني الملائكة تزجر السحاب وتسوقه-

**ترجمہ:** آیت سے مراد ہے کہ فرشتے بادلوں کو چلاتے ہیں۔ (یعنی بارش برسانے کی غرض سے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں)

(الباب الاول فی معانی التذلل المعروف تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۸۰ھ لکھتے ہیں۔

وذكر القسطلاني انه عز وجل اذا امر بالغيث وسوقه الى ما شاء من الاماكن علمته الملائكة

الموكلون به ومن شاء سبحانه من خلقه عز وجل-

**ترجمہ:** امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب بارش کا حکم دیتا ہے اور جس جگہ چاہتا ہے بادلوں کو بھیج دیتا ہے تو وہ

فرشتے جن کے سپرد یہ کام ہے۔ اس کے بارے میں جان لیتے ہیں اور اللہ کی مخلوق میں سے جسے اللہ چاہے وہ بھی جان جاتا ہے۔

(تفسیر روح المعانی ج ۲ ص ۱۱۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابویسی ترمذی متوفی ۳۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

ويوسل الله عليهم مطرا لا يكن منه بيت وبر ولا مدر فيغسل الارض يتر كها كالزلفة-

**ترجمہ:** اللہ ایک بارش بھیجے گا جو زمین کو دھوے گی اور ہر گھر خواہ مٹی کا یا ہوا ہوا کھال کا خیمہ ہو وہ آئینہ کی طرف صاف ہو جائے گا۔

(سنن الترمذی باب اجابۃ فی الدجال قال ابویسیٰ ہذا حدیث حسن صحیح غریب ج ۳ ص ۵۱۰ رقم الحدیث ۲۲۳۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

ثم يوسل الله عليهم مطرا لا يكن منه بيت مدر ولا وبر فيغسله حتى يتر كها كالزلفة-

**ترجمہ:** اللہ ایک بارش بھیجے گا جو زمین کو دھوے گی اور ہر گھر خواہ مٹی کا یا ہوا ہوا کھال کا خیمہ ہو وہ آئینہ کی طرف صاف ہو جائے گا۔

(سنن ابن ماجہ باب الدجال وخروج یحییٰ بن مریم وخروج یاجوج وما جوج ج ۲ ص ۱۳۵۸ رقم الحدیث ۵۷۵۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۸۱)

مطبوعہ مؤسسة قرطبة مصر

## حاشیہ.....☆

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله حدثني ابني ثنا ابو كامل وعفان قالنا حماد عن سهيل قال عفان في حديثه قال انا سهيل بن ابى صالح عن ابيه عن ابى هريرة قال قال رسول الله ﷺ ثم لا تقوم الساعة حتى يمطر الناس مطرا لا تكن منه بيوت المدبر ولا تكن منه الا بيوت الشعر۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس وقت تک قیامت واقع نہیں ہوگی جب تک کہ اتنی زبردست بارش نہ ہو جس سے کوئی پختہ بنا ہوا گھر محفوظ رہے نہ خیمہ۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۲ رقم الحدیث ۷۵۵۴ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبہ مصر)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

رواہ احمد ورجالہ رجالہ الصحيح۔

**ترجمہ:** اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

(مجمع الزوائد ج ۷ ص ۳۳۱ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں۔

فیرغب نبی اللہ عیسیٰ واصحابہ الی اللہ فیرسل اللہ طیرا کاعناق البخت فتحملہم فتنطر حہم حیث شاء اللہ ثم یرسل اللہ مطرا لا یکن منه بیت مدر ولا بر فیغسل الارض حتی یتروکھا کالزلفۃ۔

**ترجمہ:** پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ بختی اونٹوں کی گردنوں کی مانند پرندے بھیجے گا یہ پرندے ان لاشوں کو اٹھائیں گے اور جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا وہاں پھینک دیں گے پھر اللہ ایک بارش بھیجے گا جو زمین کو دھو دے گی اور ہر گھر خواہ مٹی کا بنا ہوا ہو یا کھال کا خیمہ ہو وہ آئینہ کی طرف صاف ہو جائے گا۔

(صحیح مسلم باب ذکر الدجال وصفہ وما وجعہ ج ۳ ص ۲۲۵۰ تا ۲۲۵۳ رقم الحدیث ۲۹۳۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربیہ بیروت)، (سبل الہدی والارشاد ج ۱ ص ۱۰۷ تا ۱۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابن عباس قال اصابتنا سحابۃ، ولم نطلع فیہا فخرج علينا النبی ﷺ فقال ان ملکاً موکلاً بالسحاب دخل علی آنفا فسلم علی فاخبرنی انه یسوق بالسحاب الی واد بالیمن یقال له صریح، فجاء فاکب بعد ذلك فسالناہ عن السحابۃ فاخبر انہم مطروا فی ذلک الیوم۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ ہم نے ایک بدلی دیکھی اور رسول اللہ ﷺ باہر ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا یہ بدلی کا موکل فرشتہ ابھی میرے پاس آیا اور اس نے مجھے سلام کر کے بتایا کہ اس بدلی کو یمن کی اس وادی کی طرف لے جا رہا ہوں جس کا نام صریح ہے۔ اس کے بعد ہمارے پاس ایک سوار آیا۔ اس نے اس سے اس بدلی کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ بدلی اسی دن برسی تھی۔

(دلائل النبوة ج ۶ ص ۳۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۸۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۷۵ مطبوعہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)



## حاشیہ.....☆

اسی طرح امام جلال الدین سیوطی حنفی ۹۱۱ھ نے باب باندھا ہے۔  
باب اخبارہ عن السحابۃ التي مطرت باليمن۔  
بادل کو ملاحظہ فرما کر خبر دینا کہ یہ یمن میں بر سے گا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۷۵ مطبوعہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی حنفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

قال البيهقي: وبلغ شاهد مرسل، عن بكر بن عبد الله المزني ان النبي ﷺ اخبر عن ملك السحاب انه يجي من بلد كذا وانهم مطروا يوم كذا وانه ساله متى تمطر بلدنا؟ فقال: يوم كذا وعنده ناس من المنافقين، فحفظوه ثم سالوا عن ذلك فوجدوا تصديقه فآمنوا وذكروا ذلك للنبي ﷺ فقال لهم: زادكم الله ايماناً۔

**ترجمہ:** بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس حدیث کی شاہد وہ مرسل روایت ہے جو بکر بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ابر کے فرشتہ کی خبر دی کہ یہ فرشتہ فلاں شہر سے آ رہا ہے اور فلاں دن ان پر بارش ہوگی ہے اور آپ نے پوچھا ہمارے شہر میں کب بارش ہوگی؟ اس نے کہا فلاں دن ہوگی۔ اس وقت کچھ منافقین موجود تھے۔ انہوں نے اس دن کو یاد رکھا کہ اس بات کی تصدیق کریں اور انہوں نے اس کی تصدیق کی اور وہ ایمان لائے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا آپ نے ان کو عادی کہ ”زادکم اللہ ایماناً“  
(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۷۵ مطبوعہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۸۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

## ما فی الارحام یعنی ماؤں کے رحم کا علم

قال انما انا رسول ربك لاهب لك غلاماً زكياً 0

**ترجمہ:** جبریل نے کہا میں صرف آپ کے رب کا فرستادہ ہوں تاکہ آپ کو ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔

(سورہ مریم آیت نمبر ۱۹)

قالوا لا تخف و بشروه بغلم عليم 0

**ترجمہ:** فرشتوں نے کہا آپ مت ڈریں اور ان کو علم والے لڑکے کی بشارت دی۔

(سورہ الذاریات آیت نمبر ۲۸)

## حدیث نمبر ۱۰۰۰۰۰

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں۔

ان الله عز وجل اذا اراد ان يخلق العبد قال الملك يارب ذكر ام انثى فيقول الرب ماشاء يكتب الملك يارب اشقى ام سعيد فيقول الرب ماشاء ويكتب الملك ثم يقول يارب ما هو لاق فيقول الرب ماشاء ويكتب الملك ثم يقول الملك ما رزقه فيقول الله ماشاء ويكتب الملك ثم يقول يارب ما اجله فيقول الرب ماشاء ويكتب الملك۔

**ترجمہ:** اللہ عزوجل جب کسی بندے کو پیدا کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو فرشتہ عرض کرتا ہے یارب! لڑکا یا لڑکی؟ رب تعالیٰ تو جو چاہتا ہے فرمادیتا ہے اور فرشتہ لکھ لیتا ہے پھر فرشتہ کہتا ہے یارب! بد بخت یا نیک بخت؟ پس رب (کائنات) جو چاہتا ہے فرمادیتا ہے اور فرشتہ

## حاشیہ.....☆

لکھ لیتا ہے پھر فرشتہ کہتا ہے یا رب! یہ کس کو ملنے والا ہے؟ پس رب کریم جو چاہتا ہے فرمادیتا ہے اور فرشتہ لکھ لیتا ہے پھر فرشتہ کہتا ہے اس کا رزق کتنا ہے؟ پس اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے فرمادیتا ہے اور فرشتہ لکھ لیتا ہے پھر فرشتہ کہتا ہے یا رب! اس کی موت کب ہوگی؟ تو رب تعالیٰ جو چاہتا ہے فرمادیتا ہے اور فرشتہ لکھ لیتا ہے۔

(طبرانی کبیر ج ۳ ص ۶۷۱ رقم الحدیث ۳۳۰ مطبوعہ مطبعہ الزعماء الحدیثیہ عراق موصل)، (المجامع الصغیر فی احادیث البشیر الذریج ص ۱۱۳ رقم الحدیث ۱۸۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

یدخل الملك على النطفة بعد ما تستقر في الرحم باربعين او خمسة واربعين ليلة فيقول يا رب اشقي۔  
(بخاری شریف کتاب الانبیاء باب خلق آدم وذرئہ ج ۱ ص ۳۶۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (مکتوۃ المصاحف کتاب الایمان باب الایمان بالتقدیر الفصل الاول ص ۲۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (طبرانی صغیر باب من اسما ص ۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن احمد بن جمیع الصید اوی متوفی ۳۰۲ھ روایت کرتے ہیں۔

فیكتب رزقه واجله وعمله وشقيا او سعيدا۔

(تہذیب الشیوخ ص ۶۰ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

علامہ یوسف بن اسماعیل النہبانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

قال ای رب شقی ام سعید ذکر او انشی فما الرزق فما الاجل فیكتب كذلك فی بطن امہ۔  
(فتح الکبیر فی فہم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۳۲۳ رقم الحدیث ۳۲۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حدیث مبارکہ میں لفظ کلمات واقع ہے جو کلمۃ کی جمع ہے اس سے قضاء و قدر کا ہر ایک علیحدہ علیحدہ باب مراد ہے مثلاً وہ فرشتہ انسان کا رزق اور اجل یعنی اس کے عالم دنیا میں رہنے کے کل لمحات اور اس کے اعمال اور پھر یہ کہ وہ بد بخت ہے یعنی ایسا کہ اس کے لیے دوزخ واجب اور نیک بخت یعنی اس کے لیے بہشت واجب ہوگی یہ تمام باتیں اس کی ماں کے پیٹ کے اندر موجودگی میں لکھی جاتی ہیں۔ یہ حدیث شریف اہلسنت وجماعت کے دلائل میں سے ایک ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ اور ان کے طفیل دیگر محبوبوں کو مافی الارحام کا علم عطا فرماتا ہے۔ انہوں نے ان نادانوں پر کہ وہ ایک فرشتے کے لیے تو مانتے ہیں لیکن فرشتوں کے نبی ﷺ اور ان کے آئمہ کرام کے لئے شرک کا فتویٰ لگاتے ہیں۔

## حدیث نمبر ۲.....

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابو بکر ثنا معاذ بن هشام ثنا علی بن صالح عن سماک عن قابوس قال قالت ام الفضل ثابا رسول الله رأيت كان في بيتي عضوا من اعضائك قال خيرا رأيت تلد فاطمة غلاما فترضعه فولدت حسينا او حسنا فارضعه بلبن قسم۔

**ترجمہ:** حضرت قابوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ ہمارے گھر میں آپ کے اعضاء میں سے ایک عضو ہے آپ ﷺ نے فرمایا تم نے اچھا خواب دیکھا ہے عنقریب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا اور تم اس کو دودھ پلاؤ گی پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت امام حسین یا امام حسن رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے

## ☆ حاشیہ

اور انہوں نے حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کو دودھ پلایا۔  
(سنن ابن ماجہ باب تعبیر الرؤیا ج ۲ ص ۱۲۹۳ رقم الحدیث ۳۹۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)۔ (التحقیق فی احادیث الخلاف ج ۵ ص ۱۰۵ رقم الحدیث ۸۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام احمد بن ابی بکر بن اسماعیل الکفانی متوفی ۸۴۰ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔  
هذا اسناد رجاله ثقات وهو صحيح۔

(مصابح الرجاہ باب تعبیر الرؤیا ج ۳ ص ۵۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

اخبرنا عبد الله بن بكر بن حبيب السهمي حدثنا حاتم بن ابي صغيرة عن سماك بن حرب ان ام الفضل امرأة العباس بن عبد المطلب قالت يا رسول الله رايت فيما يرى النائم كان عضو من اعضائك في بيتي قال خيرا رايت تلد فاطمة غلاماً وترضعينه بلبان ابنك قثم قال فولدت الحسين فكفلته ام الفضل۔  
**ترجمہ:** سماک بن حرب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ام فضل رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے خواب دیکھا کہ گویا آپ کے اعضاء میں سے کوئی عضو اڑ کر میرے گھر آ گیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے ایک مبارک خواب دیکھا ہے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوگا اور تم اسے اپنے بچے قثم رضی اللہ عنہ کے ساتھ دودھ پلاؤ گی پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے ام فضل رضی اللہ عنہا نے انہیں اپنی کفالت میں لے لیا۔

(طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۷۸ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

تلد فاطمة غلاماً وترضعينه بلبان ثم ابنك فولدت حسيناً۔  
**ترجمہ:** فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوگا اور تم اسے اپنے بچے قثم رضی اللہ عنہ کے ساتھ دودھ پلاؤ گی پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

(طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۷۸ مطبوعہ دار صادر بیروت)

## حدیث نمبر ۳۰۰

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابو نعیم عن ابن عباس قال: حدثتني ام الفضل قالت: مروت بالنبي ﷺ فقال انك حامل بغلام فاذا ولدت فائتيني به قلت يا رسول الله اني ذاك وقد تحالفت قريش ان لا ياتوا النساء قال هو ما قد اخبرتك قالت فلما ولدته اتيت به فاذن في اذنه اليمنى واقام في اليسر والباء من ريقه وسماه عبد الله وقال اذهبى بابي الخلفاء فاخبرت العباس فاتاه فذكر له فقال هو ما اخبرتك هذا ابو الخلفاء حتى يكون منهم السفاح حتى يكون منهم من يصلني بعيسى عليه السلام۔

**ترجمہ:** ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا مجھ سے ام فضل رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ میں نبی کریم ﷺ کے سامنے سے گزری تو آپ نے فرمایا تم ایک فرزند کی حاملہ ہو۔ جب وہ بچہ پیدا ہو تو

## حاشیہ.....☆

اسے میرے پاس لانا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے بچے کیسے ہوگا۔ جب کہ قریش نے قسم اٹھائی رکھی ہے کہ وہ عورتوں کے پاس نہ آئیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ ایسا ہی ہوگا جیسا میں نے تم سے فرمایا۔ وہ کہتی ہیں جب میرے بچے پیدا ہوا تو اسے آپ کے پاس لائی اور حضور ﷺ نے اس کے داہنے کان میں اذان دی اور بائیں کان میں اقامت کہی۔ اور اس بچے کے منہ میں لعاب دہن اقدس ڈالا اور اس کا نام عبد اللہ رکھا۔ پھر فرمایا خلفاء کے باپ کو اب لے جاؤ۔ جب میں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے واقعہ عرض کیا تو وہ حضور کی خدمت میں آئے اور آپ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا جو بات تم سے ام فضل رضی اللہ عنہا نے کہی ہے وہ حقیقت ہے۔ یہ ابوالخلفاء ہے۔ یہاں تک کہ ان میں سے کچھ بدکار ہوں گے اور کچھ ان میں سے ہدایت یافتہ ہوں گے حتیٰ کہ ان میں سے ایک وہ ہوگا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھے گا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۳ ص ۲۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سل الہدیٰ والرشاد ج ۱ ص ۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جیدۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامة الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ج ۷ ص ۲۲۲-۲۲۳ مطبوعہ دار المرقۃ بیروت)، (دلائل النبوة لابن تیمیہ ص ۳۹۶ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

منا الذی یصلی عیسیٰ ابن مریم خلفہ۔

(الجامع الغیری فی احادیث البشیر الخیر ج ۲ ص ۵۰۴ رقم الحدیث ۸۲۶۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله قال حدثني ابو عبد الله محمد بن ابي خلف قتنا عثمان يعني الحراني عن سعيد بن عبد العزيز عن داود بن علي قال حملت ام الفضل في الشعب فقال النبي ﷺ ثم اني لارجوا ان يبيض الله وجوهنا بغلام فولدت عبد الله بن عباس۔

(فہمائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۹۸۲ رقم الحدیث ۱۹۳۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت)

امام محبت الدین ابوالعباس احمد بن عبد اللہ متوفی ۶۹۳ھ لکھتے ہیں۔

فقال يا ام الفضل فقلت لبیک یا رسول اللہ قال انک حامل بغلام۔

(ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ ذکرانہ ابوالخلفاء ص ۲۳۶ مطبوعہ دار الکتب المصریہ)

امام محبت الدین ابوالعباس احمد بن عبد اللہ متوفی ۶۹۳ھ لکھتے ہیں۔

ذكر حديث ام الفضل ان هذا ابنك ابو الخلفاء منهم من يصلی بعیسی بن مریم۔

(ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ ذکرانہ ابوالخلفاء ص ۲۳۶ مطبوعہ دار الکتب المصریہ)

## حدیث نمبر ۴۰۰.....

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصمغانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

وعن ميسرة قال خرج رسول الله ﷺ فقال يا عباس هل ترى في السماء من نجم؟ فقلت نعم اری الثريا قال يملك هذه الامة من ولدك عددها۔

ترجمہ: حضرت ميسره رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ تشریف لائے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا دیکھو کیا

## ☆ حاشیہ

آسمان میں کسی ستارہ کو دیکھتے ہو۔ میں نے عرض کیا ہاں ثریا کو دیکھ رہا ہوں۔ فرمایا سنو! ان ستاروں کی تعداد کے موافق تمہارے صلب کی اولاد اس امت کی حکمران ہوگی۔

(دلائل النبوة للامام الحنفی ص ۲۲۶ رقم الحدیث ۳۲۶ مطبوعہ دار طبعہ الرياض)، (ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ ذکر ماجاء فی ان الخلافة فی ولده ص ۲۰۵ مطبوعہ دار الکتب المصریہ)

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد حنبلی المقدسی متوفی ۲۴۳ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو طاهر المبارك بن ابی المعالی الحریمی ان هبة الله اخبرهم ابنا الحسن ابنا احمد ثنا عبد الله حدثني ابی ثنا عبيد بن ابی قرة ثنا ليث بن سعد عن ابی قبيل عن ابی ميسرة عن العباس قال كنت ثم النبي ﷺ ذات ليلة فقال انظر هل ترى في السماء من نجم؟ قال قلت نعم قال ما ترى قال قلت ارى الثريا قال اما انه يلي هذه الامة بعددها من صلبك اثنين في فتنة ثم في اسناده لا باس به ثم۔

(الا حاديث المختارة ج ۸ ص ۳۸۳-۳۸۵-۳۸۶ رقم الحدیث ۳۷۴-۳۷۵-۳۷۶ مطبوعہ مکتبہ النصفية الحديث مكرمة)

امام جلال الدين سيوطي متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج احمد والحاكم والبيهقي وابو نعيم عن العباس قال: كنت عند النبي ﷺ ذات ليلة فقال انظر هل ترى في السماء من نجم؟ قلت نعم ارى الثريا قال اما انه يلي هذه الامة بعددها من صلبك اثنين في فتنة۔

**ترجمہ:** امام احمد وحاكم اور بیہقی و ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا ایک رات میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھا۔ آپ نے فرمایا دیکھو کیا آسمان میں کسی ستارہ کو دیکھتے ہو۔ میں نے عرض کیا ہاں ثریا کو دیکھ رہا ہوں۔ فرمایا سنو! ان ستاروں کی تعداد کے موافق تمہارے صلب کی اولاد اس امت کی حکمران ہوگی اور وہ فتنہ کے وقت حکمران ہوں گے۔

(خصائص الکبریٰ خلافت بنی العباس ج ۲ ص ۲۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۸۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

## حدیث نمبر ۴۵

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن انس قال مات ابن لابی طلحة من ام سليم فقال لاهلها لا تحدثوا ابا طلحة بانه حتى اكون انا احده قال فجاء فقربت اليه عشاء فاكل وشرب قال ثم صنعت له احسن ما كان تصنع قبل ذلك فوقع بها فلما رات انه قد شبع واصاب منها قالت يا ابا طلحة ارايت لو ان قوما اعاروا عاريتم اهل بيت فطلبوا اعاريتهم الهم ان يمنعوهم؟ قال لا قالت فاحتسب ابنك قال فغضب فقال تر كني حتى تلطخت ثم اخبرتنی بابن ابی فانطلق حتى اتی رسول الله ﷺ فاخبره بما كان فقال رسول الله ﷺ بارك له لكما غابر ليلتكما قال فحملت۔

(مسلم شریف کتاب النکاح باب فضائل ام سليم رضی اللہ عنہا ج ۲ ص ۲۹۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین الباب الثامن فی المعجزات المستحقة باستجابة دعاء ﷺ ص ۳۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ باب دعاء ﷺ ج ۲ ص ۲۸۸-۲۸۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفياء ذکر رمضاء ام سليم رضی اللہ عنہا ج ۲ ص ۵۸ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصمہانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

فقال لی ابو طلحة احمله حتى تاتي به النبي ﷺ فاتي به النبي ﷺ وبعثت معه بتمرات فاخذه

## حاشیہ.....☆

النبی ﷺ فقال امعه شئ قالوا نعم تمرات فآخذه النبي ﷺ فمضغها ثم اخذها من فيه فجعله في الصبي ثم حنكه وسماه عبد الله وفي بعض الروايات فولد لعبد الله جماعة قرأوا القرآن ببركة دعا رسول الله ﷺ.

(دلائل النعم وعلامہ صفائی ص ۲۷۲ رقم الحدیث ۲۱۳ مطبوعہ دار طبعہ انریاض)

## حدیث نمبر ۶۱.....

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کہتے ہیں۔

اخرج البيهقي عن علي قال قال لي رسول الله ﷺ سب ولد لك بعدي غلام قد نحلته اسمي وكنيتي۔

**ترجمہ:** بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ فرمایا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے بعد تم سے ایک بچہ پیدا ہوگا۔ اس کا نام میرے نام پر اور اس کی کنیت میری کنیت پر تم رکھو گے۔

(دلائل النعمۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۳۸۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، حلیۃ الالیاء ج ۳ ص ۱۷۴۔ تاریخ الکبیر ج ۱ ص ۱۸۲۔ تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۳۵۴۔ طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۹۱)، (سنن الہندی والرشاد ج ۱ ص ۱۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۲۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۱۱۵ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)، (فضائل محابہ لابن فضیل ج ۲ ص ۶۷۶ رقم الحدیث ۱۱۵۵ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد ضلی المقدسی متوفی ۶۳۳ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا المولى بن عبد الرحيم بن الاخوة باصبهان ان الحسين بن عبد الملك اخبرهم قراءه عليه انا ابراهيم سبط بحرويه انا محمد بن المقرئ انا ابو يعلى الموصلي ثنا عبيد الله يعني القواريري ثنا يحيى عن فطر عن منذر ابى يعلى عن محمد بن الحنفية عن علي انه استاذن رسول الله ﷺ في ان ولد له بعده ان يسميه باسمه وكنيته بكنيته قال فكانت رخصة من رسول الله ﷺ فكان اسمه محمدا وكنيته ابو القاسم ورواه وكيع عن فطر اسناده صحيح۔

(الاحاديث الثمينة ج ۲ ص ۳۴۳ رقم الحدیث ۷۲۰ مطبوعہ مکتبۃ التھذیب الحدیث مکہ مکرمہ)، (منوعة المعنوة ذکر المصنفين من طبقات اهل المدينة من التابعين ومن بعدهم ج ۲ ص ۷۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

## حدیث نمبر ۶۲.....

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن عروة قال لقي رسول الله ﷺ رجلاً من اهل البادية وهو يتوجه الى بدر لقيه بالروحاء فساله القوم عن خبر الناس فلم يجدوا عنده خبرا فقالوا اله سلم علي رسول الله ﷺ فقال اوفيكم رسول الله ﷺ قالوا نعم قال الاعرابي فان كنت رسول الله ﷺ فاخبرني ما في ناقتي هذه فقال له سلمة بن سلامة بن وقش وكان غلاما حدثا لاتصال رسول الله ﷺ؟ انا اخبرك نزوت عليهما ففى بطنها سخله منك۔

**ترجمہ:** عروہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بدر کی جنگ کو جا رہے تھے تو مقام روحہ پر ایک بدوی ملا اس سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے کچھ حالات پوچھے لیکن اس نے کچھ نہ بتایا پھر اسے کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کو سلام عرض کیجئے کہا کیا تم میں رسول اللہ ﷺ ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا ہاں۔ اعرابی بدوی نے کہا بتاؤ میری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے؟ سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے نہ پوچھو میری طرف متوجہ ہو میں تجھے خبر دیتا ہوں کہ اس کے پیٹ میں تیری نالائق حرکت کا نتیجہ ہے۔

## ☆ حاشیہ.....

(مستدرک للحاکم منقیہ شریفہ سلمہ بن سلامہ وقال هذا صحيح مرسل ج ۳ ص ۵۱۸ تم المحدث ۵۸۲۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (عنوان غزوۃ المیدان الکبریٰ الرجل اعترض رسول اللہ وجواب سلمہ لد ۳ ص ۲۵۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (امام الدیلمی فی حیوۃ النبی ان تحت لفظ "السخلۃ" ج ۳ ص ۲۷۹ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۷ھ روایت کرتے ہیں۔

لقى رجلاً من الاعراب فسألوه عن الناس فلم يجدوا عنده خبراً فقال له الناس مسلم علي رسول الله ﷺ قال اوفيكُم رسول الله ﷺ؟ قالوا نعم فسلم عليه ثم قال لئن كنت رسول الله فاخبرني عما في بطن ناقتي هذه قال له سلمة بن سلامة بن وقش لا تسأل رسول الله ﷺ واقبل علي فانا اخبرك عن ذلك نزوت عليها فففي بطنها منك سخله فقال رسول الله ﷺ مه افحشت علي الرجل ثم اعرض عن سلمة۔  
(السيرة النبوية الطريقتين الى بدر ج ۲ ص ۳۳۳ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)، (الروض الانف ج ۳ ص ۴۴)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الثانی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں۔

فاخبرني عما في بطن ناقتي هذه فقال سلمة بن سلامة بن وقش لا تسأل رسول الله ﷺ واقبل علي فانا اخبرك عن ذلك قد نزوت عليها فففي بطنها منك سخله فقال رسول الله ﷺ مه افحشت علي الرجل ثم اعرض عن سلمة۔

**ترجمہ:** اعرابی بدوی نے کہا بتاؤ میری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے؟ سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے نہ پوچھو میری طرف متوجہ ہو میں تجھے خبر دیتا ہوں کہ اس کے پیٹ میں تیری نالائق حرکت کا نتیجہ ہے۔

(سئل احمدی دار شاذ غزوۃ بدر الکبریٰ ج ۳ ص ۲۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام علی بن برہان الدین النکلی الشافعی متوفی ۱۰۶۶ھ لکھتے ہیں۔

قال ان كنت رسول الله فاخبرني بما في بطن ناقتي هذه فقال له سلامه بن سلامة بن وقش لا تسأل رسول الله ﷺ اقبل علي انا اخبرك عن ذلك نزوت عليها فففي بطنها منك سخله۔

(انسان النبیون فی سیرۃ الامین الماسون المعروفة بالسیرۃ الخلیفہ باب غزوۃ بدر الکبریٰ ج ۳ ص ۲۸۵ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے نوعمر صحابی نے پیٹ کا حال بتا دیا حضور نبی کریم ﷺ نے اعرابی کا یہ سوال سن کر خاموشی فرمائی تاکہ اس کی نالائق حرکت کا پردہ فاش نہ ہو لیکن اس نوعمر صحابی رضی اللہ عنہ نے اعرابی کو یہ بتا دیا کہ اس اونٹنی کے پیٹ میں کس کا علقہ ہے۔

حضور ﷺ کی رؤف رحیمیہ پر قربان جنہوں نے علم ہونے کے باوجود اس اعرابی کا پردہ فاش کرنا مناسب نہ سمجھا اور اس صحابی رضی اللہ عنہ کا یہ خبر دے دینا اسی بات کی دلیل ہے کہ آقا و عالم ﷺ کے علم کی شان تو بہت بلند ہے بلکہ ان کی بدولت غلاموں کو بھی مافی الارحام کا علم ہوتا ہے یہی وجہ تھی کہ اعرابی حیران ہو گیا۔

## حدیث نمبر ۸۶.....

امام محمد بن سعد متوفی ۲۴۰ھ لکھتے ہیں۔

قال اخبرنا عارم بن الفضل قال اخبرنا حماد بن زيد عن اسحاق بن سويد ان ابا بكر اوصى

## حاشیہ.....☆

بالخمس قال اخبرنا الفضل بن دكين قال اخبرنا سفيان بن عيينة عن الزهري عن عروة عن عائشة قالت لما حضر ابا بكر الوفاة جلس فتشهد ثم قال اما بعد يا بنیة فان احب الناس غنى الى بعدى انت وان اعز الناس على فقرا بعدى انت واني كنت نحللك جداد عشرين وسقا من مالي فوددت والله انك حزته واخذته فانما هو مال الوارث وهما اخواك واختاك قالت قلت هذا اخواي فمن اختاي قال ذات بطن انة خارجة فاني اظنها جارية۔

**ترجمہ:** حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وقت قریب آیا تو وہ بیٹھے خطبہ و تشہد پڑھا پھر کہا کہ اما بعد پیاری بیٹی عائشہ رضی اللہ عنہا مجھے اپنے بعد سب سے زیادہ تمہاری بے نگری بے نیازی محبوب ہے اور اپنے بعد تمہاری مفلسی محتاجی مجھے سب سے بے زیادہ بُرائ ہے میں نے اپنے مال کا مال میں وسق غلہ تمہیں بخش دیا واللہ میں چاہتا تھا کہ تم اس پر قبضہ کرتیں اور اسے لیتیں لیکن وہ اب تو صرف وارثوں کا مال ہے اور وہ تمہارے دونوں بھائی اور دونوں بہنیں ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا یہ تو میرے دونوں بھائی ہیں بہنیں کون ہیں؟

(طبقات ابن سحر ج ۳ ص ۱۹۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ لکھتے ہیں۔

انها قالت ان ابا بكر الصديق كان نحلها جاد عشرين

(موطا امام مالک کتاب الاقضية ج ۲ ص ۶۳۵)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قال ابو بكر الصديق رضي الله عنه لعائشة رضي الله عنها عند موته انما هما اخواك واختاك وكانت زوجته حاملا فولدت بنتا فكان قد عرف قبل الولادة انها۔

**ترجمہ:** حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اپنی وفات کے وقت فرمایا کہ تیرے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں آپ کی زوجہ اس وقت حاملہ تھیں اور بعد میں بیٹی پیدا ہوئی تو پیدا ہونے سے پہلے ہی معلوم کر لیا کہ لڑکی پیدا ہوگی۔

(احیاء علوم الدین ج ۳ ص ۲۲۲-۲۲۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (اتحاد سادة المتقين ج ۸ ص ۳۷۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابی الفرج عبد الرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۰ھ لکھتے ہیں۔

قال لما حضر ابا بكر الوفاة جلس فتشهد ثم قال اما بعد يا بنیة فان احب الناس غنى الى بعدى انت وان اعز الناس على فقرا بعدى انت واني كنت نحللك جداد عشرين وسقا من مالي فوددت والله انك حزته وانما هو اخواك واختاك قالت قلت هذان اخواي فمن اختاي قال ذو بطن ابنة خارجة فاني اظنها جارية و في رواية قد القى في روعي انها جارية فولدت ام كلثوم۔

(منهجه الصلوة ذكر مرض ابی بكر و وفاته رضي الله عنه ج ۱ ص ۲۲۵-۲۲۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

علامہ ابوالقاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ بن متوفی ۱۷۹ھ لکھتے ہیں۔

وخبيب هو الذي خلف علي بنت خارجة بعد ابي بكر صديق واسمها حبيبة وهي التي يقول ابوبكر عند وفاته ذو بطن بنت خارجة بن ابي زهير ام كلثوم بنت ابي بكر۔

**ترجمہ:** حضرت خبيب رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد حضرت حبیبة بنت خارجہ



## ☆ حاشیہ.....

رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا۔ یہ وہی خوش نصیب خاتون ہیں جن کے متعلق وقت وصال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا ان کے بطن اقدس میں بچی ہے۔ یہ خارجہ بنت ابی زہیر کی نور نظر تھیں اور وہ بچی حضرت ام کلثوم بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما تھیں۔

(روضہ الاف زول طلحہ وصحیب علی ضییب بن اساف ج ۲ ص ۳۰۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ یوسف بن اسماعیل النہانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

وصح من حدیث عروہ بن الزبیر عن عائشة رضی اللہ عنہا ان ابابکر الصديق رضی اللہ عنہ کان نحلہا جداد عشرین وسقا من ماله بالغابة فلما حضرته الوفاة قال واللہ یا بنیة ما من الناس احب الی غنی بعدی منك ولا اعز علی فقرا بعدی منك وانی كنت قد نخلتک جداد عشرین وسقا فلو كنت حزتہ کان لك وانما هو اليوم مال وارث وانما هما اخواک واختاک فاقسموه علی کتاب اللہ قالت عائشة یا ابت واللہ لو کان کذا وکذا لتركته انما هی اسماء فمن الاخری فقال ابوبکر ذو بطن ارأها جاریة فکان ذلك قال التاج السبکی وفيه کرامتان لابی بکر رضی اللہ عنہ احدهما اخباره انه يموت فی ذلك المرض حيث قال وانما هو اليوم مال وارث والثانية اخباره بمولود یولد له وهو جاریة۔

**ترجمہ:** حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے صحیح حدیث نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے مقام غائبہ کے مال سے بیس وتس کھجوریں بطور ہدیہ عطا فرمائیں جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: بیٹی! میں اپنے وصال کے بعد تم سے زیادہ کسی کے مالدار ہونے کا تمنی ہوں نہ تم سے زیادہ کسی کی تنگ دستی کی فکر ہے میں نے تم کو کھجوروں کے جو بیس وتس دیئے تھے اگر تم اس پر قبضہ کر لیتیں تو وہ تمہاری ہو جاتیں مگر اب تو اس میں میراث جاری ہوگی اور ورثاء میں تمہارے دو بھائی اور دو بہنیں شامل ہیں پس کتاب اللہ کے مطابق وراثت تقسیم کرنا عرض کیا اباجی اگر بہت سامال بھی ہوتا تو چھوڑ دیتی لیکن میری تو صرف ایک بہن اسماء ہے یہ دوسری کون ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ ابھی شکم مادر میں ہے اور میرے علم کے مطابق وہ لڑکی ہے چنانچہ جس طرح انہوں نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔

امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دو کرامتیں ہیں ایک تو یہ خبر دینا کہ اس مرض میں ان کا وصال ہو جائے گا کیونکہ فرمایا اب یہ کھجوریں وارثوں کا مال ہے دوسری یہ خبر دینا کہ جو بچہ پیدا ہوگا وہ لڑکی ہے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین المطلب الثالث فی ذکر حیلۃ من کرامات اصحاب رسول اللہ ﷺ ص ۶۱۱-۶۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

## حدیث نمبر ۹۰.....

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ اخبرنا ابو حامد احمد بن علی المقرئ حدثنا ابو عیسی الترمذی حدثنا احمد بن ابراہیم حدثنا عفان بن مسلم حدثنا عثمان بن الحمید بن لاحق عن جویریۃ بن اسماء عن نافع قال: بلغنا ان عمر بن الخطاب قال ان ولدی رجلا بوجه شین یلی فیملا الارض عدلا قال نافع: لا احسبه الا عمر بن عبد العزیز۔

**ترجمہ:** حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری نسل میں ایک شخص ہوگا جس کے چہرے پر بد نما نشان ہوگا مگر وہ زمین کو انصاف سے بھر دے گا۔ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں گمان نہیں رکھتا مگر یہ کہ وہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

## ☆ حاشیہ.....

(دلائل النبوة ج ۶ ص ۳۹۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۳۳ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکہ المکرمہ)، (سبل الہدی والرشاد ج ۱ ص ۱۱۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

اخیر نا ابو علی الحسین بن محمد الروذباری حدثنا ابو بکر محمد بن مہرویہ بن عباس بن سنان الرازی قال قرات علی محمد بن ایوب قلت: اخبرکم عثمان بن طلوت اخبرنا سلیمان بن حرب حدثنا مبارک بن فضالہ عن عبيد اللہ بن عمر عن نافع قال: کان ابن عمر يقول كثيرا: ليت شعري هذا الذي من ولد عمر بن الخطاب في وجهه علامة يملأ الارض عدلا۔

**ترجمہ:** حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کفر فرمایا کرتے تھے کہ کاش میں اس شخص کو جان لیتا کہ جو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی نسل میں سے ہے اور اس کے چہرے پر بد نما نشان ہے اور وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

(دلائل النبوة ج ۶ ص ۳۹۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۳۳ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکہ المکرمہ)، (سبل الہدی والرشاد ج ۱ ص ۱۱۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (جامع الاحادیث الکبریٰ ج ۲ ص ۳۶۳ رقم الحدیث ۱۷۱۸۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ذکر عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ج ۵ ص ۱۲۲ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

و حدثنا ابو بکر بن مالک ثنا عبد اللہ بن احمد بن حنبل حدثني ابي ثنا سليمان بن حرب ثنا مبارك بن فضالہ عن عبيد اللہ بن عمر عن نافع قال: كنت اسمع ابن عمر كثيرا يقول ليت شعري من هذا الذي في وجهه علامة من ولد عمر يملأ الارض عدلا۔

**ترجمہ:** حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو فرماتے سنا تھا۔ کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے کس کے چہرے میں علامت ہے۔ جو زمین کو انصاف سے بھر دے گا؟

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ج ۵ ص ۲۵۳ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ذکر عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ج ۵ ص ۱۱۶ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

امام ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۵۰ھ لکھتے ہیں۔

عبد اللہ بن دینار قال: قال ابن عمر: يا عجباً، يزعم الناس ان الدنيا لا تنقضي حتى يملئ رجل من آل عمر يعمل بمثل عمل عمر، قال: فكانوا يرونه بلال بن عبد اللہ بن عمر، قال: وكان بوجهه اثر، فلم يكن هو، واذا هو عمر بن عبد العزيز، وامه ابنة عاصم بن عمر بن الخطاب۔

**ترجمہ:** عبد اللہ بن دینار نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ کسی عجیب بات ہے لوگوں کا خیال ہے کہ دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک آل عمر میں ایک ایسا شخص پیدا نہ ہوگا جو عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی گزارے گا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ ایسا شخص بلال بن عبد اللہ بن عمر ہو سکتے ہیں۔ اور اس کے بعد ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کے چہرہ پر نشان بھی ہوگا لیکن ایسا کوئی شخص بھی بجز عمر بن عبدالعزیز کے اور کوئی نہیں ہے۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۲۴ جز ۲ ص ۱۰۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربیہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل

## حاشیہ.....☆

النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۳۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الہدی والرشاد ج ۱ ص ۱۱۵-۱۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج عبد الله بن احمد في (زوائد الزهد) على بن ابي طالب قال: لا تلعنوا بنى امية فان فيهم اميراً صالحاً يعنى عمر بن عبدالعزيز رحمة الله عليه۔

**ترجمہ:** عبد اللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ”الزوائد“ میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ بنی امیہ پر لعنت نہ کرو کیونکہ ان میں ایک امیر ایسا ہے جو مرد صالح ہے یعنی عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الہدی والرشاد ج ۱ ص ۱۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج البيهقي عن سعيد بن المسيب انه قال: الخلفاء ابوبكر والعمران، فقيل له: من عمر الآخر؟ قال يوشك ان تعرفه۔ قال البيهقي: وابن المسيب مات قبل عمر بن عبدالعزيز بسنتين ولا يقوله الا توفيقاً۔

**ترجمہ:** بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ خلفاء حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ کسی نے ان سے پوچھا دوسرے عمر کون ہیں؟ فرمایا قریب ہے کہ تم اسے جان لو گے۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت ابن المسیب رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے دو سال پہلے فوت ہوئے اور انہوں نے یہ بات توفیق الہی سے سنا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۳۹۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الہدی والرشاد ج ۱ ص ۱۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ہندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ان جبرئیل اتانی فبشرونی ان فی بطنها منی غلاماً و انه اشبه الخلق بی و امرنی ان اسمہ ابراهيم و کنانی بابی ابراهيم۔

**ترجمہ:** جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے بشارت دی کہ ماریہ رضی اللہ عنہا کے پیٹ میں مجھ سے لڑکا ہے وہ تمام مخلوق سے زیادہ مجھ سے مشابہ تر ہے انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں اس کا نام ابراہیم رکھوں اور جبریل علیہ السلام نے میری کنیت ابوالبراء رکھی۔

(کنز العمال ج ۱۱ ص ۴۷۱ رقم الحدیث ۳۲۲۱۳-۳۲۲۱۶ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

## ماذا تكسب غدا یعنی کل اور آئندہ ہونے والے واقعات کا علم

### حدیث نمبر ۶۱.....

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

انکم ستاتون غدا ان شاء الله تعالى عين تبوك و انکم لن تاتوا بها حتی یضحی النہار لمن جاء فلا

.....☆ حال شیعہ

بمس من مانها شیا حتی اتی۔

**ترجمہ:** کل تم (اسلامی لشکر) تبوک کے چشمہ پر پہنچ جاؤ گے اور تم وہاں چاشت سے پہلے نہ پہنچ سکو گے پس جو کوئی پہلے پہنچ جائے تو وہ اس چشمہ کے پانی کو ہاتھ نہ لگائے یہاں تک کہ میں آ جاؤں۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

انکم ستاتون غدا ان انشاء الله عین قبول۔

**ترجمہ:** انشاء اللہ کل صبح چشمہ تبوک پر پہنچ جاؤ گے۔

(خصائص الکبریٰ باب ما وقع فی غزوہ تبوک من المعجزات ج ۳ ص ۳۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

### حدیث نمبر ۲

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

ثم نزل غدا ان شاء الله بخيف بن كنانة۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ نے فرمایا کل ان شاء اللہ ہماری منزل خیف بن کنانہ میں ہوگی۔

(صحیح مسلم باب استحباب النزول بالحف یم البصر والصلوة ج ۲ ص ۹۲۵ رقم الحدیث ۳۱۲ مطبوعہ دار حیات التراث العربی بیروت)، (سنن ابی داؤد باب انحصار ج ۲ ص

۲۱۰ رقم الحدیث ۲۰۱۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

### حدیث نمبر ۳

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ صنفانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔

عن ابی هريرة قال بينا رسول الله ﷺ في حلقة من اصحابه اذ قال ليصلين معكم غدا رجل من اهل الجنة قال ابو هريرة فطمعت ان اكون انا ذلك الرجل فغدوت فوصلت خلف النبي ﷺ فاقمت في المسجد حتى انصرف الناس وبقيت انا وهو فبينما نحن عنده اذ اقبل رجل اسود منتور بخرقه مرتد برقعة فجاء حتى وضع يده في يد رسول الله ﷺ ثم قال يا نبي الله ادع الله لي فدعا النبي ﷺ له بالشهادة۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کل صبح تمہارے ساتھ ایک جنتی آدمی نماز پڑھے گا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے امید ہوئی کہ ہو سکتا ہے وہ میں ہوں چنانچہ صبح کو میں نے حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی لوگ واپس لوٹ گئے مگر میں برابر مسجد میں ہی بیٹھا رہا اور حضور ﷺ بھی بیٹھے رہے اسی دوران ایک کالا آدمی معمولی کپڑے کا ازار باندھے ہوئے برقعہ اوڑھے ہوئے سامنے آیا اور حضور ﷺ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ رکھ کر کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے میرے لئے دعا کیجئے چنانچہ آپ ﷺ نے اس کے لئے شہادت کی دعا کی۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر اہل بیت بن عامر القرنی رحمۃ اللہ علیہ ج ۲ ص ۸۱ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)

## بأى ارض تموت يعنى مرنے کا وقت اور مرنے کی جگہ کا علم

### حدیث نمبر ۱۰۱.....

امام ابن حجر عسلائی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

عن الاقرع بن شفی العکلی قال قال دخل علی النبی ﷺ فی مرضی فقلت لا احسب الا انی میت من مرضی قال کلا لتیقین ولتھا جرن الی ارض الشام وتموت وتدفن بالربوة من ارض فلسطين۔

**ترجمہ:** حضرت اقرع بن شفیعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ میری بیماری کے زمانہ میں تشریف لائے۔ اس وقت میں عرض کیا میرا گمان یہی ہے کہ میں اپنے اس مرض سے جانبر نہ ہو سکوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ تم ضرور زندہ رہو گے اور سرزمین شام کی طرف ضرور ہجرت کرو گے اور وہاں فوت ہو کر فلسطین کے ٹیلہ پر دفن ہو گے۔

(الاصابة فی تیز الصحابة ذکر اقرع بن شفیعی رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۱۰۳ برقم ۲۳۲ مطبوعہ دارالکلیل بیروت)، (الاستیعاب فی معرفة الاصحاب مختصر ج ۱ ص ۱۰۳ مطبوعہ دارالکلیل بیروت)

امام عبدالباقی بن قانع ابوالحسن متوفی ۳۵۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا یحیی بن عبدالباقی الثغری ابو محمد نا ابو العارث الحسن بن موسی الرملی نا محمد بن فھر بن جمیل العکلی قال حدثنی امیة ولفاف ابنا المفضل عن ابیہما عن جدهما لفاف بن کدر عن الاقرع بن شفی العکلی قال مرضت فدخل علی النبی ﷺ فقلت احسب انی میت فی مرضی هذا فقال کلا لتبعثن وتھا جرن الی الشام فتموت وتدفن بها۔

(تجم الصحابة ج ۱ ص ۶۸ برقم ۶۶ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء لاثریۃ المدینۃ المنورۃ)

امام ابن حجر عسلائی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

ودفن بالرملة۔

**ترجمہ:** اور رملہ میں مدفون ہوئے۔

(الاصابة فی تیز الصحابة ذکر اقرع بن شفیعی رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۱۰۳ برقم ۲۳۲ مطبوعہ دارالکلیل بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

اخرج ابن السکن وابن منلة كلاهما فی (الصحابة) وابن عساكر فی تاریخه من طرق عن الاقرع بن شفی العکلی قال: دخل علی النبی ﷺ فی مرض: لا احسب الا انی میت من مرضی قال کلا لتیقین ولتھا جرن الی ارض الشام وتموت وتدفن بالربوة من ارض فلسطين فمات فی خلافة عمر ودفن بالرملة۔

**ترجمہ:** ابن السکن اور ابن منندہ رحمہما اللہ دونوں نے ”الصحابة“ میں اور ابن عساکر فی تاریخہ میں کئی سندوں کے ساتھ اقرع بن شفیعی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ میری بیماری کے زمانہ میں تشریف لائے۔ اس وقت میں عرض کیا میرا گمان یہی ہے کہ میں اپنے اس مرض سے جانبر نہ ہو سکوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ تم ضرور زندہ رہو گے اور سرزمین شام کی طرف ضرور ہجرت کرو گے اور وہاں فوت ہو کر فلسطین کے ٹیلہ پر دفن ہو گے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں فوت ہوئے اور رملہ میں مدفون ہوئے۔

☆..... حاشیہ: (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۱۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۶۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الہدیٰ والرشاد ج ۱ ص ۹۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

### حدیث نمبر ۲۰۰.....

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ سبکی متوفی ۵۷۵ھ لکھتے ہیں۔  
وفی حدیث آخر انه علیه السلام ذکر آخر من يموت من هذه الامة فقال رجلا من مزينة جبلا من جبال العرب يقال له ورقان كل هذا من قول البكري في كتاب معجم ما۔  
**ترجمہ:** آپ ﷺ نے اس شخص کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا جو امت مسلمہ میں سے سب سے آخر میں مرے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سب سے آخر میں مرنے والے مزینہ کے دو آدمی ہوں گے جو عرب کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر خیمہ زن ہوں گے اس پہاڑ کا نام ورقان ہے۔  
(روض الانف ج ۱ ص ۲۳۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

### حدیث نمبر ۲۰۱.....

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔  
واخرج ابن سعد عن مالك بن ابی عامر قال كان الناس يتوفون ان يدفنوا موتاهم في حش كوكب فكان عثمان يقول يوشك ان يهلك رجل صالح فيدفن هناك فياتسي الناس به فكان عثمان اول من دفن هناك۔  
**ترجمہ:** ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے مالک بن ابی عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا۔ لوگ ”حش کوكب“ میں اپنے مردوں کو دفن کرنے سے بھاگتے تھے۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ عنقریب ایک مرد صالح فوت ہوگا اور اسے اس جگہ دفن کیا جائے گا اور لوگ اس کی اقتدا کریں گے۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہلے شخص تھے جو اس جگہ دفن کئے گئے۔  
(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۱۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔  
وكان عثمان رضي الله عنه قبل لك يمر بحش كوكب فيقول ليدفن ههنا رجل صالح قال ابوالقاسم الحش البستان۔  
(المعجم الکبیر طبرانی ج ۱ ص ۸۷ رقم الحدیث ۱۰۹ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

امام علی بن محمود بن سعود الخزاعی متوفی ۸۷۹ھ لکھتے ہیں۔  
قال مالك وكان عثمان يمر بحش كوكب فيقول انه سيدفن هاهنا رجل صالح وقيل انهم لما دفنوه غيبوا قبره رحمه الله تعالى۔  
(تخریج الدلالات اسمعیہ ص ۲۰۵ مطبوعہ دارالغرب الاسلامی بیروت)

امام علی بن محمود بن سعود الخزاعی متوفی ۸۷۹ھ لکھتے ہیں۔  
وقال البكري وحش كوكب بضم الحاء وتشديد الشين موضع بالمدينة وهو الذي دفن فيه عثمان رضي الله عنه۔  
(تخریج الدلالات اسمعیہ ص ۲۰۶ مطبوعہ دارالغرب الاسلامی بیروت)

امام ابی عبداللہ بن مسلم بن حمیہ الدینوری متوفی ۲۷۶ھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔  
ودفن بالبقیع لیلا وصلی علیہ جبر بن مطعم واخفوا قبره قال ابو اليقظان قتل يوم الجمعة سنة

## ☆.....

خمس وثلاثين ودفن بارض يقال لها حش كوكب رجل من الانصار۔

(العارف ص ۱۱۳ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)

امام شمس الدين السخاوی متوفی ۹۰۲ھ لکھتے ہیں۔

مشهد عثمان بن عفان وهو اول من دفن به في بستان كان يقال له حش كوكب بالقيع۔

(المنهج الملطية في تاريخ المدينة الشريفة ج ۳ ص ۳۲ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)

حافظ ابن عبد البر متوفی ۳۶۸ھ لکھتے ہیں۔

قال مالك وكان عثمان رضى الله عنه يمر بحش كوكب فيقول انه سيدفن هنا رجل صالح۔

(الاستيعاب ذكر عثمان بن عفان رضى الله عنه ج ۳ ص ۱۰۲۸ رقم ۱۷۷۸ مطبوعه دار الجليل بيروت)

حافظ ابن عبد البر متوفی ۳۶۸ھ لکھتے ہیں۔

ودفن ليلا بموضع يقال له حش كوكب۔

(الاستيعاب ذكر عثمان بن عفان رضى الله عنه ج ۳ ص ۱۰۲۸ رقم ۱۷۷۸ مطبوعه دار الجليل بيروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

اخبرنا ابو بكر بن عبد الله بن ابي اويس قال حدثني عم جدتي الربيع بن مالك بن ابي عامر عن

ابيه قال كان الناس يتوفون ان يدفنوا موتاهم في حش كوكب فكان عثمان بن عفان يقول يوشك ان

يهلك رجل صالح فيدفن هناك فياتسى الناس به۔

قال مالك بن ابي عامر فكان عثمان بن عفان اول من دفن هناك۔

**ترجمہ:** حضرت ربيع بن مالک بن ابی عامر نے اپنے والد سے روایت کی کہ لوگ آرزو کرتے کہ ان کی متھیں حش کوكب میں دفن کی

جائیں۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کہا کرتے کہ عنقریب ایک مرد صالح وفات پائے گا اور وہاں دفن کیا جائے گا اور لوگ اس کی

پیروی کریں گے۔

مالک بن ابی عامر نے کہا کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پہلے شخص تھے جو وہاں دفن کیے گئے۔

(طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۷۷ مطبوعه دار صادر بيروت)

## حدیث نمبر ۴۰۰.....

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله حدثني ابي ثنا ابو النضر ثنا ابراهيم بن سعد عن محمد بن اسحاق عن عبد الله بن ابي

رافع عن ابيه عن ام سلمى قالت اشتكت فاطمة شكواها التي قبضت فيه فكنت امرضا فلما صبحت يوم ما كامل

ما رأيتها في شكواها تلك قالت وخرج علي لبعض حاجته فقالت يا امه اسكبي لي غسلا فسكبت لها غسلا

فاغتسلت كاحسن ما رأيتها فتغسل ثم قالت ثم اعطيني ثيابي الجدد فاعطيتها فلبستها ثم قالت يا امه قدمي لي

فراشي وسط البيت ففعلت واضطجعت واستقبلت القبلة وجعلت يدها تحت خدها ثم قالت يا امه اني

مقبوضة الآن وقد تطهرت فلا يكشفني احد فقبضت مكانها قالت فجاء علي فاخبرته۔

**ترجمہ:** حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنی مرض موت میں مبتلا ہوئیں تو میں ان کی

تجاواری کرتی تھی۔ مرض کے اس پورے عرصہ کے دوران میں جہاں تک میں نے دیکھا ایک صبح ان کی حالت قدرے بہتر تھی۔ حضرت علی

## حاشیہ.....☆

رضی اللہ عنہ کسی کام سے باہر گئے۔ سیدہ رضی اللہ عنہا نے کہا امی جان میرے غسل کرنے کے لیے پانی لائیں۔ میں پانی لائی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اچھی طرح غسل کیا۔ پھر فرمایا امی جان مجھے نیا لباس دیں۔ میں نے ایسا ہی کیا اسے آپ رضی اللہ عنہا نے زیب تن فرمایا اور قبلہ رخ ہو کر لیٹ گئیں ہاتھ مبارک رخسار مبارک کے نیچے کر لیا پھر فرمایا امی جان اب میری وفات ہوگی میں پاک ہو چکی ہوں لہذا کوئی مجھے (غسل دینے کے لیے) بے پردہ نہ کرے۔ پس اسی جگہ آپ کی وفات ہوگئی۔ حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں بعد ازاں حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور میں نے انہیں سیدہ کے وصال کی اطلاع دی۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۳۲۱ رقم الحدیث ۲۷۵۶ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)، (فضائل الصحابة ج ۲ ص ۲۲۹ رقم الحدیث ۱۰۸۴ مطبوعہ موسسہ الرسالة بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۷۷ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (تیمم الریاض فی شرح شفاء المصاب فی عیاض ج ۳ ص ۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (العلل المتناہیة لابن جوزی ج ۱ ص ۲۶۰-۲۶۱ رقم الحدیث ۳۱۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ص ۵۳ مطبوعہ دار الکتب المصریہ) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ثم قالت يا امه اني مقبوضة الآن وقد تطهرت فلا يكشفني احد فقبضت مكانها قالت فجاء علي فاخبرته۔  
**ترجمہ:** پھر فرمایا امی جان اب میری وفات ہوگی میں پاک ہو چکی ہوں لہذا کوئی مجھے (غسل دینے کے لیے) بے پردہ نہ کرے۔ پس اسی جگہ آپ کی وفات ہوگئی۔ حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں بعد ازاں حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور میں نے انہیں سیدہ کے وصال کی اطلاع دی۔

(معجم الزوائد ج ۹ ص ۲۱۱ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (نصب الرایۃ لاحادیث الہدیہ ج ۲ ص ۲۵۰ مطبوعہ دار الحدیث مصر)

امام الخافض ابو بکر محمد بن احمد الدولابی متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا الحسن بن علي بن عفان حدثنا معاوية بن هشام حدثنا علي ابن صالح عن سماك بن حرب عن قابوس بن المخارق قال قلت ام الفضل يا رسول الله كان عضوا من اعضائك في بيتي قال خيرا رايته تلد فاطمة غلاما فترضعه بلبن فقم فولدت الحسن فارضعته بلبن فقم۔  
(الذرية الطاهرة النعمية ص ۲ رقم الحدیث ۱۱۶ مطبوعہ الدار السلفیة الکویت)

امام الخافض ابو بکر محمد بن احمد الدولابی متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں۔

قالت فاطمة اسبكي لي يا امه غسلا فسكبت لها غسلا فاغتسلت كاحسن ما كنت اراها تفتسل قالت ثم قالت يا امه ناوليني ثيابي الجدد قالت فناولتها فلبستها ثم جاءت الى البيت الذي كانت فيه فقالت قدمي فراشي وسط البيت فاضطجعت فاطمة عليه ووضعت يدها اليمنى تحت خصرها ثم استقبلت القبلة ثم قالت فاطمة يا امه اني مقبوضة الآن فلا يكشفني احد ولا يغسلني احد قالت فقبضت مكانها فقالت ودخل علي بن ابي طالب فاخبرته بالذي قالت امرتني فقالت علي والله لا يكشفها احد فاحتملها فدفنها بغسلها ذلك ولم يكفنها احد ولا غسلها احد۔

(الذرية الطاهرة النعمية ص ۱۱۳ رقم الحدیث ۲۱۵ مطبوعہ الدار السلفیة الکویت)

امام ابی الفرج عبد الرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۰ھ لکھتے ہیں۔

عن عبد الله بن عمرو قال: قال رسول الله ﷺ ينزل عيسى بن مريم الى الارض فيتزوج ويولد له ويمكث خمسا واربعين سنة ثم يموت فيدفن معي في قبري فاقوم انا وعيسى بن مريم من قبر واحد بين



☆..... حاشیہ

ابی بکر و عمر۔

**ترجمہ:** حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (آسمان سے) زمین کی طرف نزول فرماہوں گے شادی کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی پینتالیس سال زمین پر رہیں گے پھر ان کا وصال ہوگا اور میرے مقبرے میں دفن ہوں گے میں اور عیسیٰ بن مریم ایک ہی مقبرہ سے اٹھیں گے اور ابوبکر و عمر ہمارے دائیں بائیں ہوں گے۔ (الوقایا حوال المصطفیٰ الباب الثانی فی حشر عیسیٰ بن مریم مع مینا ﷺ ج ۲ ص ۸۱۳ مطبوعہ مصطفیٰ الباب فی مصر)، (مکتوۃ الصالح باب قرب السائدہ ص ۲۸۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

### حدیث نمبر ۵۰۰۰

امام ابوبکر احمد بن حسین یحییٰ متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

واخبرنا ابو نصر عمر بن عبدالعزیز بن عمر بن قتادة اخبرنا ابو العباس محمد بن اسحاق بن ايوب الضبعي حدثنا الحسن بن علي بن زياد حدثنا اسماعيل بن ابي اويس قال: حدثني ابو معن الانصاري اسنده۔ قال: بينا عمر ابن عبدالعزیز يمشي الى مكة بفلاة من الارض اذ رأى حية ميتة، فقال: علي بمحفار فقالوا: نكفك اصلحك الله قال: لا ثم اخذه فحفر له ثم لفه ف خرقة ودفنه فاذا هاتف يهتف لا يرونه رحمة الله عليك يا سرق فاشهد لسمعت رسول الله ﷺ تموت يا سرق في فلاة من الارض يدفنك خير امتي فقال له عمر بن عبدالعزیز من انت يرحمك الله قال انا رجل من الجن وهذا سرق ولم يكن ممن بايع رسول الله ﷺ من الجن احد غيري وغيره واشهد لسمعت رسول الله ﷺ يقول تموت يا سرق بفلاة من الارض ويدفنك خير امتي۔

**ترجمہ:** حضرت ابو معن انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ایک دن چٹیل میدان میں مکہ مکرمہ کی طرف جا رہے تھے کہ اچانک انہوں نے ایک مرا ہوا سانپ دیکھا تو انہوں نے کہا کہ اس کو دفن کرنا مجھ پر لازم ہے اور جنوں نے کہا ہم تمہارے لئے کافی ہیں (ہم آپ کو اس سے منع کرتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کی اصلاح فرمائے) اللہ تعالیٰ تمہاری بھلائی فرمائے یعنی بہتر بدلہ دے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نہیں ایسا نہیں ہو سکتا پھر سانپ کو اٹھایا اور ایک گڑھا کھودا پھر ایک کپڑے میں اسے لپیٹ کر دفن کر دیا پھر اچانک ایک عجیب سی آواز دینے والے نے آواز دی جو نظر نہیں آ رہا تھا اے سُرَق! تم پر اللہ کی رحمت ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے اے سُرَق! تم ایک چٹیل میدان میں مرو گے اور تم کو میری امت کا بہترین آدمی دفن کرے گا تو عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا تم کون ہو؟ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے اس نے کہا میں ایک جن ہوں اور یہ سُرَق ہے اور جنوں میں سے میرے اور اس کے علاوہ کوئی باقی نہ رہا جس نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے اے سُرَق! تم چٹیل میدان میں مرے گا اور تجھے میرا بہترین امتی دفن کرے گا۔

(دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۳۹۳-۳۹۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۳۳ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکہ المکرمہ)، (القطب المرجان فی احکام الجنان للسیوطی اردو ص ۱۱۲-۱۱۳ مطبوعہ عظمیٰ پبلشرز دارالعلوم صادق الاسلام کراچی)

## ☆ حاشیہ

یہی امام ابو بکر احمد بن حسین بن یحییٰ متوفی ۳۵۸ھ دوسری سند سے روایت کرتے ہیں۔

واخبرنا ابو محمد عبد اللہ بن یحییٰ السکری ببغداد اخبرنا اسماعیل بن محمد الصفار حدثنا عباس بن عبد اللہ الترقفی حدثنا محمد بن فضیل و لیس بابن غزو ان حدثنا العباس بن ابی راشد عن ابیہ قال: نزل بنا عمر بن عبد العزیز فلما رحل قال لی مولای: اركب معه فشیعه قال: فرکبت فمرونا بواد فاذا نحن بحیة مینة مطروحة علی الطريق فنزل عمر فتحاها وواراها ثم وکب فبینا نحن نسیر اذا هاتف یهتف وهو یقول یا خرقاء یا خرقاء۔ قال فالتفتنا یمینا وشمالا فلم نر احدا فقال له عمر اسالك بالله ایها الهاتف ان كنت ممن یظهر الاظهرت وان كنت ممن لا یظهر اخبرنا ما الخرقاء؟ قال: الحیة التی دفنتم بمکان کذا وکذا فانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لها یوما: یا خرقاء تموتین بفلاة من الارض یدفنک خیر مومن من اهل الارض یومئذ فقال له عمر ومن انت یرحمک الله قال: انا من التسعة او السبعة۔ شک الترقفی۔ الذین بايعوا رسول الله ﷺ فی هذا المکان او قال: فی هذا الوادی۔ شک الترقفی ایضا فقال له عمر: الله انت سمعت هذا من رسول الله ﷺ؟ قال: الله انی سمعت رسول الله ﷺ فدمعت عینا عمر وانصرفنا۔

**ترجمہ:** ابی راشد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ہاں اترے جب کوچ کیا تو میرے آقا نے مجھے کہا کہ سوار ہو کر ان کے ساتھ چلو چنانچہ میں سوار ہو کر ساتھ ہولیا جب ہم ایک وادی سے گزرے تو ہمیں راستے پر پڑا ہوا ایک مردہ سانپ نظر آیا۔ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اتر کر اسے راستے سے ہٹایا اور دفن کر دیا اور پھر سوار ہو گئے۔ ہم چل رہے تھے کہ اچانک ہاتف کی آواز آئی۔ اے خرق! اے خرق! ہم نے مڑ کر دائیں بائیں دیکھا مگر کوئی نظر نہ آیا۔ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے پکار کر کہا اے ہاتف! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیکر کہتا ہوں کہ اگر تو ظاہر ہو تو لوگوں میں سے ہے تو سامنے آ اور اگر ظاہر نہ ہونے والوں میں سے ہے تو بتا کہ خرق کون ہے؟ اس نے جواب دیا وہی سانپ ہے جو آپ نے فلاں مقام پر دفن کیا ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔ آپ ایک دن اس سے فرما رہے تھے۔ اے خرق! تیری فلاں جگہ میں موت ہوگی اور تمہیں اس زمانے کا ایک بہترین مومن دفن کرے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تو کون ہے؟ اللہ تجھ پر رحم کرے۔ اس نے جواب دیا میں ان نوجوات میں سے ہوں جنہوں نے اس جگہ نبی کریم ﷺ کے دست اقدس پر بیعت کی تھی تو عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیا کیا تم نے واقعی رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سنی تھی؟ اس نے کہا ہاں یہ سن کر عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور پھر ہم وہاں سے لوٹ آئے۔

(دلائل النبوة ج ۶ ص ۳۹۳-۳۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ العالمین فی حجرات سید المرسلین ص ۲۹۷-۲۹۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ صنفانی متوفی ۳۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن احمد بن ہارون ثنا عبد اللہ بن الحسن بن اخت عبدان ثنا نصر بن داود بن طغرق ثنا محمد بن الفضل ثنا العباس بن راشد عن ابیہ راشد قال زار عمر بن عبد العزیز مولای فلما اراد الرجوع قال لی شیعة فلما برزنا اذا نحن بحیة سوداء مینة فنزل عمر فدفنها فاذا هاتف یهتف یا خرقاء یا خرقاء انی سمعت رسول الله ﷺ یقول لهذه الحیة لتموتن بفلاة من الارض ولیدفنک خیر اهل الارض فقال نشدتک الله ان كنت ممن یظهر الاظهرت لی قال انا من السبعة الذین بايعوا رسول الله ﷺ فی هذا الوادی وانی سمعته یقول لهذه الحیة لتوتن بفلاة من الارض ولیدفنک خیر اهل الارض یومئذ فبکی عمر حتی کاد ان یسقط عن راحلته وقال یا راشد انشدک الله ان تخبر بهذا احدا حتی یوارینی التراب۔

**ترجمہ:** حضرت راشد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میرے آقا عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے زیارت کی، جب واپس ہونے

☆ ..... حاشیہ .....  
 لگے تو مجھ سے فرمایا اس کے ساتھ چلو، ہم نکلے تو ہم نے ایک کالا سانپ مرا پایا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اترے اور اسے دفن کر دیا  
 اچانک ایک غیبی آواز آئی اے خرقاء خرقاء میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس سانپ کے بارے میں فرماتے سنا تھا تو فلاں زمین کے بیابان  
 میں مرے گا اور تجھے اہل زمین کا بہترین شخص دفن کرے گا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں تجھے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں اگر تو ظاہر ہو سکتا  
 ہے تو مرے سامنے آ۔ اس نے کہا میں ان سات شخصوں میں سے ایک ہوں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اسی وادی میں بیعت کی تھی  
 اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس سانپ کے بارے میں میں فرماتے سنا کہ تو فلاں زمین کے بیابان میں مرے گا۔ تجھے اس دن اہل  
 زمین کا بہترین شخص دفن کرے گا تو عمر رحمۃ اللہ علیہ رونے لگے اور قریب تھا کہ سواری سے گر پڑتے فرمایا راشد میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ  
 دیتا ہوں کہ جب تک مجھے مٹی کے سپر نہیں کر دیتے اس کی کسی کو اطلاع نہ کرو گے۔

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الامم ذکر عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ج ۵ ص ۳۳۱ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

یا سرق فاشهد لسمعت رسول الله ﷺ يقول تموت یا سرق بفلاة من الارض فیدفنك خیر امتی  
 فقال له عمر بن عبدالعزیز من انت قال انا رجل من الجن وهذا سرق ولم یکن بقی ممن بايع النبی ﷺ  
 غیرى وغیره۔

(الاصابة فی تیز الصحابة سرق رضی اللہ عنہ آخر مؤمن الجن ج ۳ ص ۳۵ رقم ۳۱۲۵ مطبوعہ دار الجیل بیروت)

### حدیث نمبر ۶۶۰.....

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

اخرج الحاکم والبیہقی عن ام الفضل بنت الحارث قالت: دخلت علی رسول الله ﷺ یوما  
 بالحسین فوضعتہ فی حجره ثم خانت منی التفاتة فاذا عینا رسول الله ﷺ تهریقان من الدموع فقال اتانی  
 جبریل فاخبرنی ان امتی ستقتل ابنی هذا واتانی بتربة من تربته حمراء۔

**ترجمہ:** حاکم و بیہقی رحمہما اللہ نے ام فضل بن الحارث رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے کہا ایک دن میں امام حسین رضی اللہ عنہ  
 کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور میں نے انہیں آپ کی آغوش میں دے دیا۔ کچھ دیر بعد میں نے آپ کی طرف  
 دیکھا تو آپ کی چشمان مبارک آنسوؤں سے ڈبڈب رہی تھیں پھر آپ نے مجھ سے فرمایا کہ میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں  
 نے مجھے خبر دی کہ میری امت میرے اس فرزند کو شہید کر دے گی اور میرے پاس ان کے قتل کی سرخ مٹی لائے۔

(خصائص الکبریٰ باب اخبارہ ﷺ نقل حسین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۲۵ مطبوعہ المکتبۃ  
 التجاریہ مکہ مکرمہ)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۲۶۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۲ مطبوعہ  
 دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی نعم الایادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۲۲ رقم الحدیث ۱۲۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابن راهویه والبیہقی وابونعیم عن ام سلمة ان رسول الله ﷺ اضطجع ذات یوم فاستیقظ  
 وهو حائر وفي يده تربة حمراء یقلبها قلت ما هذه التربة یا رسول الله؟ قال اخبرنی جبریل ان هذا یعنی  
 الحسین یقتل بارض العراق وهذه تربتها۔

**ترجمہ:** ابن راهویہ، بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن محو ستراحت تھے آپ

## حاشیہ.....☆

بیدار ہوئے تو تمکین تھے اور آپ کے دست اقدس میں سرخ مٹی تھی جسے آپ پلٹ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ مٹی کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے مجھے بتایا کہ حسین رضی اللہ عنہ سرزمین عراق میں قتل کئے جائیں گے اور یہ ان کے مقتل کی مٹی ہے۔

(خصائص الکبریٰ باب اخبارہ ﷺ بقتل حسین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۲۳ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکتبہ المکرمہ)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۳۶۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حیۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ ذکر مقتل الحسین رضی اللہ عنہ ذکر قاتلہ وابتلائہ مٹی قتل و مٹی قتل ص ۱۳۷ مطبوعہ دارالکتب المعرفیہ)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابراهيم بن عبد الله نا حجاج نا حماد عن ابان عن شهر بن حوشب عن ام سلمة قالت ثم كان جبريل عليه اسلام ثم النبي ﷺ والحسين معي فبكى فتركه فذنا من النبي ﷺ فقال جبريل عليه السلام اتحبه يا محمد فقال نعم ان امنتك ستقتله وان شئت اريتك ومن تربة الارض التي يقتل بها نارا اياه فاذا الارض يقال له كربلاء۔

(فہمائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۸۲ رقم الحدیث ۱۳۹۱ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام احمد بن عمرو بن الضحاک ابو بکر الشیبانی متوفی ۲۸۸ھ لکھتے ہیں۔

قال اخبرني جبريل عليه السلام ان هذا يقتل بارض العراق للحسين فقلت يا جبريل ارنى تربة الارض التي يقتل فيها و هي هذه۔

(الآحاد والثانی ج ۱ ص ۳۱۰ رقم الحدیث ۳۲۹ مطبوعہ دارالریاض الریاض)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

عن انس ان ملك المطر استاذن ان ياتي النبي ﷺ فاذن له فقال لام سلمة املكي علينا الباب لا يدخل علينا احد قال وجاء الحسين ليدخل فمعه فوثب فدخل فجعل يقعد على ظهر النبي ﷺ وعلى منكبيه وعلى عاتقه قال فقال الملك للنبي ﷺ اتحبه؟ قال نعم قال: اما ان امنتك ستقتله وان شئت اريتك المكان الذي يقتل فيه فضر ب بيده فجاء بطينة حمراء فاخذتها ام سلمة فصرتها في خمارها قال ثابت بلغنا انها كربلاء۔

**ترجمہ:** حضرت انس بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بارش کے فرشتے نے رسول اللہ ﷺ کے دربار میں حاضر ہونے کی اجازت مانگی اور اسے اجازت دی گئی۔ اس وقت حضور ﷺ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف فرما تھے فرشتے کی آمد پر حضور ﷺ نے فرمایا اے ام سلمہ! دروازے کا دھیان رکھنا کوئی اندر نہ آئے جب آپ دروازے پر نگہبانی فرما رہی تھیں تو اسی دوران امام حسین رضی اللہ عنہ اندر آئے اور نبی کریم ﷺ کے دوش مبارک پر سوار ہونے لگے فرشتے نے پوچھا آپ ان سے محبت کرتے ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہاں اس نے کہا آپ کی امت ان کو قتل کر دے گی اگر چاہیں تو میں آپ کو وہ جگہ دکھا دوں جہاں انہیں قتل کیا جائے گا تو فرشتے نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور سرخ مٹی آپ کو دکھائی اور اس مٹی کو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے لے لیا اور اسے اپنے کپڑے میں باندھ لیا اور ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ وہ جگہ كربلاء ہے۔

(التذکرۃ فی احوال الموتی و الامور الآخرة باب ما جاء فی بیان مقتل الحسین رضی اللہ عنہ ولا رضی عن قاتلہ ج ۲ ص ۳۷۲-۳۷۳ مطبوعہ سعید یہ کتب خانہ صفد پلازہ محلہ جنگلی پشاور)، (مسند احمد ج ۳ ص ۲۳۲)، (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۸۷)، (المصنفاء الکبیر للعلیق ج ۳ ص ۳۱۵)، (المحرر کون اللہ ارقطی رقم الحدیث ۳۸۲)

## حاشیہ.....☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج البيهقي وابونعيم عن انس قال: استاذن ملك المطر ان ياتي رسول الله ﷺ فاذن له فدخل الحسين فجعل يقع على منكب النبي ﷺ فقال الملك اتجبه؟ قال النبي ﷺ نعم قال: فان امك تقتله وان شئت اريتك المكان الذي يقتل فيه فضرب بيده فاراه ترابا احمر فاخذته ام سلمة فصرت في ثوبها فكانت نسمع انه يقتل بكر بلاء۔

**ترجمہ:** بیہقی و ابونعیم رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ بارش کے فرشتے نے رسول اللہ ﷺ کے دربار میں حاضر ہونے کی اجازت مانگی اور اسے اجازت دی گئی۔ اسی دوران امام حسین رضی اللہ عنہ اندر آئے اور نبی کریم ﷺ کے دوش مبارک پر سوار ہونے لگے فرشتے نے پوچھا آپ ان سے محبت کرتے ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہاں اس نے کہا آپ کی امت ان کو قتل کر دے گی اگر چاہیں تو میں آپ کو وہ جگہ دکھا دوں جہاں انہیں قتل کیا جائے گا تو فرشتے نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور سرخ مٹی آپ کو دکھائی اور اس مٹی کو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے لے لیا اور اسے اپنے کپڑے میں باندھ لیا اور ہم سنا کرتے تھے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو کربلا میں شہید کیا جائے گا۔

(خصائص الکبریٰ باب اخبارہ علیہ السلام محل حسین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت) (مواعظ اللہیہ ج ۳ ص ۱۰۰-۱۰۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت) (طبرانی کبیر ج ۳ ص ۱۱۲- ابن عساکر ج ۳ ص ۳۲۸- کنز العمال رقم الحدیث ۳۷۶۹) (البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۲۳ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکتبۃ المکرمہ) (سبل المہدی والرشاد ج ۱ ص ۱۵۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت) (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۲۶۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت) (مسند احمد ج ۳ ص ۲۳۲- ج ۳ ص ۲۶۵) (تسمیہ الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۱۶۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت) (الاشفاہ فی حقوق المظنی ج ۱ ص ۲۱۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت) (شرح الطائفة الزرقانی علی المواہب اللدیہ ج ۷ ص ۳۱۸ مطبوعہ دارالرفقہ بیروت) (دلائل النبوة لابن تیمیہ ص ۹۸ مطبوعہ فضاء القرآن بجلی کیشنر لاہور) (ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ ذکر مقتل الحسین رضی اللہ عنہ و ذکر قتالہ و ابن قتل و حتی قتل ص ۱۳۶- ۱۳۷ مطبوعہ دارالکتب المصریہ)

امام کبیر محدث شہیر حافظ حدیث ابو نعیم احمد بن عبد اللہ صفحہ ۱۰۳۰ متوفی ۳۳۰ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

جبکہ سلیمان بن احمد کی روایت میں ہے کہ اسے نبی کریم ﷺ نے سوگھا تو فرمایا کرب اور بلا کی بوسہ اس میں، تو کہتے ہیں ہم سنا کرتے تھے کہ امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ کربلا میں شہید ہوں گے۔

(دلائل النبوة لابن تیمیہ ص ۹۸ مطبوعہ فضاء القرآن بجلی کیشنر لاہور)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابو نعيم عن ام سلمة قالت: كان الحسن والحسين يلعبان ببیتى فنزل جبريل فقال يا محمد: ان امك تقتل ابنك هذا من بعدك واوما الى الحسين واتاه بقرعة فشمها ثم قال ریح کرب وبلاء وقال يا ام سلمة اذا تحولت هذه التربة دما فاعلمی ان ابني قد قتل فجعلتها فی قارورة۔

**ترجمہ:** ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما میرے گھر میں آکر کھیل رہے تھے اسی وقت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ کی امت آپ کے اس فرزند کو آپ کے بعد شہید کر دے گی اور جبریل علیہ السلام نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا اور انہوں نے مٹی لا کر دی۔ آپ نے اسے سوگھا کر فرمایا کرب و بلا کی بوسہ اور فرمایا اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا جب یہ مٹی خون سے بدل جائے تو جان لینا کہ میرا فرزند شہید کر دیا گیا تو انہوں

## ☆.....

نے اس مٹی کو شیشی میں محفوظ کر لیا۔

(خصائص الکبریٰ باب اخبارہ رحمۃ اللہ علیہ مقتل حسین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مائیک قرطبی متوفی ۲۶۸ھ لکھتے ہیں۔

ذکر ابو علی سعید بن عثمان بن السکن الحافظ قال: حدثنا ابو عبد اللہ الحسین بن اسماعیل قال حدثنا محمد بن ابراہیم الحلوانی قال ابن السکن واخبرنی ابو بکر محمد بن اسماعیل حدثنا احمد بن عبد اللہ بن زیاد الحداد قال حدثنا سعید بن عبد الملک بن واقد قال حدثنا عطاء بن مسلم عن اشعث بن سحیم عن ابیہ عن انس بن الحارث قال قال رسول اللہ ﷺ ان ابنی هذا یقتل بارض من ارض العراق فمن ادرکه منکم فلینصره فقتل انس یعنی مع الحسین بن علی علیہما السلام۔

**ترجمہ:** حضرت انس بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے شک میرا یہ بیٹا (امام حسین رضی اللہ عنہ) عراق کی سرزمین پر قتل کیا جائے گا۔ پس تم میں سے جو شخص اس زمانے کو پائے وہ اس کی مدد کرے رحمۃ اللہ علیہ من سالمہ رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ ابن علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ گئے اور ان کے ساتھ ہی شہید ہوئے۔

(الذکر فی احوال الموتی وامور الآخرة باب ما جاء فی بیان مقتل الحسین رضی اللہ عنہ ولا رضی عن قتالہ ج ۲ ص ۲۷۲ مطبوعہ سعیدیہ کتب خانہ صدف پلازہ محلہ جنگی پشاور)، (کنز العمال رقم الحدیث ۳۳۳۱۳) (دلائل النبوة لابی نعیم اصفہانی اردو ص ۹۸ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (خصائص الکبریٰ باب اخبارہ رحمۃ اللہ علیہ مقتل حسین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۴۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت) (ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربی ذکر اخبار النبی الحسین والحنف علی نصرہ ص ۱۴۶ مطبوعہ دارالکتب المصریہ)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج البيهقي عن ابی سلمة بن عبد الرحمن ان الحسين دخل علی النبی ﷺ وعنده جبریل فی مشربة عائشة فقال له جبریل: ستقتله امتك وان شئت اخبرتك بالارض التي یقتل فیها و اشار جبریل بیده الی الطف بالعراق فاخذ تربة حمراء فاراه اياها۔

**ترجمہ:** بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوسلمہ بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اس وقت جبریل علیہ السلام حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں تھے تو حضور ﷺ سے جبریل امین علیہ السلام نے کہا آپ کی امت ان کو شہید کر دے گی اگر آپ چاہیں تو وہ مٹی آپ کو بتا دوں جہاں انہیں شہید کیا جائے گا اور جبریل امین علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے مقام طف کی طرف اشارہ کیا جو عراق میں ہے اور سرخ مٹی لے کر آپ کو دکھائی۔

(خصائص الکبریٰ باب اخبارہ رحمۃ اللہ علیہ مقتل حسین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة لابی نعیم ج ۶ ص ۶۷۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد ج ۶ ص ۲۹۳)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مائیک قرطبی متوفی ۲۶۸ھ لکھتے ہیں۔

وقال ابن عبد البر (الاستیعاب) قتل يوم الاحد لعشر مضین من المحرم بموضع من ارض الكوفة یقال له کربلاء ویعرف بالطف ایضا۔

**ترجمہ:** امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے ”الاستیعاب“ میں کہا کہ آپ کو اتوار کے دن محرم الحرام کی ۱۰ تاریخ کو کوفہ کے ایک مقام جس

## حاشیہ.....☆

کا نام ”کر بلا“ ہے وہاں پر شہید کیا گیا تھا۔ کر بلا ہی کو ”طف“ بھی کہتے ہیں۔  
(لہذا کوفی احوال المولیٰ و امور الآخرة باب جاء فی بیان مقتل الحسین رضی اللہ عنہ و لارضی عن قتالہ ج ۲ ص ۲۷۳-۲۷۴ مطبوعہ سعید کتب خانہ صدف بازار محلہ جلی پشاور)  
امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابو نعیم عن اصبع بن نباتة قال: اتينا مع علي موضع قبر الحسين فقال ههنا مناخ و كابهم و موضع رحالهم و مهرانق دمانهم فتية من آل محمد يقتلون بهذه العرصة تبكي عليهم السماء و الارض۔  
**ترجمہ:** ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اصبع بن نباتہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا ہم حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر کی جگہ آئے۔ آپ نے فرمایا اس جگہ ان کے اونٹ باندھے جائیں گے۔ اس جگہ ان کا سامان رکھا جائے گا اور اس جگہ ان کا خون بہایا جائے گا۔ آل محمد ﷺ کی ایک جماعت اس میدان میں قتل کی جائے گی اور ان پر زمین و آسمان روتیں گے۔  
(خصائص الکبریٰ باب اخبارہ ﷺ مقتل حسین رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۱۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة لابی نعیم اصفہانی اردو ص ۵۲۰ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

## حدیث نمبر (۷).....

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج الحاكم و ابو نعیم عن ام ذر قالت: لما حضرت ابا ذر الوفاة قال سمعت رسول الله ﷺ يقول لنفر انا فيهم ليموتن رجل منكم بفلاة من الارض يشهده عصابة من المومنين وليس من اولئك النفر احد الا وقد مات في قرية او جماعة فانا ذلك الرجل فابصرى الطريق فقلت اني وقد ذهب الحاج و نقطعت الطريق فبينما انا وهو كذلك اذا انا برجال على رحالهم فالتحت بثوبي فاسرعوا الي حتى وقفوا علي فحضره و قاموا عليه حتى دفنوه۔

**ترجمہ:** حاکم و ابو نعیم رحمہما اللہ نے ام ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ جب ابو ذر رضی اللہ عنہ کی رحلت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے ان لوگوں سے جن میں میں بھی تھا فرمایا تم میں سے ایک شخص بیابان سرزمین میں فوت ہوگا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کے پاس آئے گی تو ان لوگوں میں کوئی فرد ایسا نہیں ہے جس نے آبادی اور جماعت میں وفات نہ پائی ہو۔ البتہ ایک میں ہی وہ شخص رہ گیا ہوں لہذا تم سر راہ انتظار کرو اس پر میں نے کہا اس زمانے میں لوگ کہاں آتے جاتے ہیں کیونکہ حجاج گزر چکے ہیں اور راستہ رک چکا ہے۔ ہم اسی حال میں تھے اور وہ وفات پا چکے تھے کہ اچانک چند سواروں کو اونٹوں پر دیکھا اور میں نے ہاتھ اور کپڑے سے انہیں اشارہ کیا اور وہ لوگ تیزی سے ساتھ آکر کھڑے ہو گئے اور وہ لوگ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ٹھہر کر انہیں دفن کیا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۲۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ و النہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۰۳ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکتبۃ المکرم)، (دلائل النبوة امام تہمتی ج ۶ ص ۳۰۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۵)، (الوقایا احوال المصطفیٰ الباب الخامس عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ بالغائبات ج ۱ ص ۳۱۵-۳۱۶ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)، (حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکر ابو ذر غفاری ج ۱ ص ۷۰ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)، (مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۵)، (مستدرک ج ۳ ص ۳۲۵)، (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۷۱-۱۷۲)، (موارد النعمان رقم الحدیث ۲۲۶۰)، (ترغیب والترہیب ج ۳ ص ۲۲۰)، (تبیح الترمذ ج ۳ ص ۳۱۳)۔ (کنز العمال رقم الحدیث ۳۶۸۹۲)

امام ابی الفرج عبد الرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۰ھ لکھتے ہیں۔

يقول لنفر انا فيهم ليموتن رجل منكم بفلاة من الارض يشهده عصابة من المومنين۔  
**ترجمہ:** جب ابو ذر رضی اللہ عنہ کی رحلت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے ان

## ☆ حاشیہ.....

لوگوں سے جن میں میں بھی تھا فرمایا تم میں سے ایک شخص بیابان سرزمین میں فوت ہوگا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کے پاس آئے گی۔  
(منوۃ الصلوۃ ذکر وفات ابی ذر رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۵۹۸ مطبوعہ دار السلفۃ بیروت)

حافظ ابو عمرو ابن عبدالبر مالکی متوفی ۳۶۳ھ لکھتے ہیں۔

ان رسول اللہ راى اباذر یمشی فی ناحیة العسکر وحده فقال یرحم اللہ اباذر یمشی وحده یموت وحده ویبعث وحده فكان کما قال ﷺ مات بالربذة وحده۔

(الدرر فی اختصار المغازی والسير لابن عبدالبر ص ۲۳۱ مطبوعہ دار المعارف القاہرہ مصر)

محمد بن ابی بکر الدمشقی الشیخ بایں قیم الجوزیہ متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں۔

فنظر ناظر من المسلمین فقال یرحم اللہ ان هذا الرجل یمشی علی الطريق وحده فقال رسول اللہ کن اباذر فلما تأمله القوم قالوا یرحم اللہ واللہ هو ابوذر فقال رسول اللہ یرحم اللہ اباذر یمشی وحده ویبعث وحده ویبعث وحده..... قال فستهل عبد اللہ یسکی ویقول صدق رسول اللہ یمشی وحده وتموت وحده وتبعث وحده۔

(زاد المعاد فی حدی خیر العباد فضل فی غزوة تبوک ج ۳ ص ۵۳۲ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۴۰ھ لکھتے ہیں۔

ویقول صدق رسول اللہ ﷺ یمشی وحده وتموت وحده وتبعث وحده۔

**ترجمہ:** عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور ﷺ نے کچھ فرمایا تھا کہ تم (ابوذر رضی اللہ عنہ) تنہا جاؤ گے تمہارے گھر اور (قیامت میں) تنہا اٹھائے جاؤ گے۔

(طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۲۳۵ مطبوعہ دار صادر بیروت) (انسان النعمان فی سیرۃ الامین المامون السروۃ بالسیرۃ الکلیبیہ ج ۳ ص ۱۰۸ مطبوعہ دار السلفۃ بیروت)

علامہ محمد بن یحییٰ بن ابی بکر الاندلسی متوفی ۵۴۱ھ لکھتے ہیں۔

عن اسماعیل بن رافع عن محمد بن کعب ان رسول اللہ ﷺ قیل له عام تبوک تخلف ابوذر وهو فی الطريق فطلع فقال یرحم اللہ اباذر یمشی وحده ویبعث وحده..... واذا ركب من اهل الکوفۃ فیہم ابن مسعود رضی اللہ عنہ فمالوا الیہ وابن مسعود بیکی ویقول صدق رسول اللہ ﷺ یموت وحده ویبعث وحده۔

(التحمید والبیان فی منہل احمد عثمان ذکر وفات ابی ذر رضی اللہ عنہ ص ۸۷ مطبوعہ دار الشافعیۃ الدوحۃ قطر)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج الحارث بن ابی اسامۃ عن ابی المثنی الملیکی ان رسول اللہ ﷺ کان اذا خرج الی اصحابہ قال: عویمر حکیم امتی وجندب طرید امتی یبعث وحده ویبعث وحده واللہ یکفیه وحده۔

**ترجمہ:** حارث بن ابی اسامہ رحمۃ اللہ علیہ نے ابوالمثنیٰ ملسکی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تشریف لاتے تو فرماتے عویمر رضی اللہ عنہ میری امت کا دانشور ہے اور جندب (ابوذر رضی اللہ عنہ) میری امت کا تنہا شخص ہے۔ یہ تنہا زندگی گزارے گا اور تنہا فوت ہوگا اور صرف اللہ تعالیٰ ہی اس کی کفایت کرے گا۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۲۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۲۸-۳۲۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)



## ☆ حاشیہ.....

## جدید نمبر (۸).....

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله حدثني ابي ثنا الحكم بن نافع ابو اليمان ثنا صفوان بن عمرو عن راشد بن سعد عن عاصم بن زيد السكوني ثم ان معاذ لما بعثه النبي ﷺ خرج الى اليمن معه النبي ﷺ يوصيه ومعاذ راكب و رسول الله ﷺ يمشي تحت راحلته فلما فرغ يا معاذ انك عسى ان تلقاني بعد عامي هذا ولعلك ان تمر بمسجدى وقبرى فبكي معاذ بن جبل جشعا لفراق رسول الله ﷺ فقال النبي ﷺ لا تبك يا معاذ للبكاء او ان البكاء من الشيطان۔

**ترجمہ:** حضرت عاصم بن حمید السکونی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب نبی کریم ﷺ نے یمن کی طرف بھیجا ان کے ساتھ نبی کریم ﷺ بھی باہر نکلے آپ ﷺ ان کو وصیت فرما رہے تھے، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سوار تھے اور نبی کریم ﷺ ان کے ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ جب آپ ﷺ فصیحیت سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے معاذ! امید ہے کہ اس سال کے بعد تم مجھ سے ملاقات نہیں کرو گے اور شاید کہ تم میری مسجد اور قبر کے پاس سے گزرو، حضور ﷺ کی جدائی کے خیال سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رونے لگے حضور ﷺ نے فرمایا اے معاذ مت روؤ کیونکہ (آواز) سے رو تا شیطان کا کام ہے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۳۲۵ رقم الحدیث ۲۲۱۰۷-۲۲۱۰۶-۲۲۱۰۵ مطبوعہ موسسۃ قرطیہ مصر)، (مسند الشافعیین ج ۲ ص ۹۷ رقم الحدیث ۹۸۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو الحسين بن بشران العدل انبانا ابو عمرو عثمان بن احمد حدثنا عبد الكريم بن الهيثم حدثنا ابو اليمان حدثنا صفوان بن عمرو عن راشد بن سعد عن عاصم بن حميد السكوني ان معاذ بن جبل لما بعثه النبي ﷺ الى اليمن فخرج النبي ﷺ يوصيه ومعاذ انك عسى ان لا تلقاني بعد عامي هذا ولعلك ان تمر بمسجدى وقبرى فبكي معاذ خشعا لفراق النبي ﷺ فقال له النبي ﷺ لا تبك يا معاذ البكاء او ان البكاء من الشيطان۔

(دلائل النبوة باب بعث معاذ بن جبل والي مولى الاشعري رضي الله عنهما الى اليمن ج ۵ ص ۴۰۴-۴۰۵ مطبوعہ دار الكتب العلمية بیروت)

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوروی متوفی ۴۲۹ھ روایت کرتے ہیں۔

ومن انذاره ما رواه معاذ بن جبل قال بعثني رسول الله ﷺ الى اليمن فخرج معي يوصيني فلما فرغ قال يا معاذ انك عسى ان لا تلقاني بعد هذا ولعلك ان تمر بمسجدى وقبرى فبكي معاذ ثم التفت رسول الله ﷺ فاقبل وجهه۔

(اعلام النبوة الباب الثاني عشر في انذاره بما سجد بعده ص ۱۸۰ مطبوعہ دار الكتب العربي بیروت)، (مفوة الصغرة ذكر ثناء رسول الله ﷺ على معاذ ومثبه معذوم راكب ج ۱ ص ۳۹۴ مطبوعہ دار العرفۃ بیروت)

امام مہمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اخرج احمد والبيهقي عن عاصم بن حميد السكوني ان النبي ﷺ ارسل معاذ بن جبل الى اليمن فخرج معه يوصيه فلما فرغ قال يا معاذ انك عسى ان لا تلقاني بعد عامي ولعلك ان تمر بمسجدى وقبرى فبكي معاذ۔ واخرجه احمد من وجه آخر عن عاصم بن معاذ موصولا۔ واخرج البيهقي من طريق الزهري عن

## ☆ حاشیہ.....

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ قال لما حجج النبی ﷺ بعث معاذ الی الیمن ثم توفي رسول الله ﷺ۔

**ترجمہ:** عاصم ابن حمید سکونی سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا اور وصیت کرتے ہوئے ان کے ہمراہ باہر تشریف لائے جب وصیت کر چکے تو فرمایا شاید! آئندہ تم سے ملاقات نہ ہو سکے گی اور میری مسجد اور قبر کے پاس سے گزر دو گے یہ سن کر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رو پڑے۔

(بحرہ النہج فی معجزات سید المرسلین ص ۳۵۰-۳۵۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (انسان العجم فی سیرۃ الامین المامون المعروفہ بالسیرۃ الخلیفہ ج ۳ ص ۲۸۹-۲۹۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

## حدیث نمبر ۹۹.....

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۳۳۰ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا ابو حامد بن جبلة ثنا محمد بن اسحاق ثنا هناد بن اسرى ثنا قبيصة ثنا سفیان عن عمرو بن سعيد بن ابی حسین قال اخبرني كثير بن تميم الداري قال كنت جالسا مع سعيد بن جبیر فطلع عليه ابنه عبد الله بن سعيد وكان به من الفقه فقال اني لا علم خیر حالته فقال وما هو قال ان يموت فاحتسبه۔ حدثنا عبد الرحمن بن العباس ثنا ابرهيم الحربي ثنا اسحاق ابن اسماعيل ثنا سفیان عن حميد الاعرج قال اقبل ابن لسعيد بن جبیر فقال اني لا علم خیر خلة فيه ان يموت فاحتسبه۔

**ترجمہ:** کثیر بن تیم داری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے میں ان کا بیٹا عبد اللہ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ آیا جو فقہ کا کچھ علم رکھتا تھا۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے اس کے بہترین حالات کا علم ہے پوچھا وہ کیا ہے؟ تو فرمایا کہ اس کی موت واقع ہو جائے گی اور ایسا ہی ہوا۔

حضرت حمید بن الاعرج رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کا بیٹا ان کے پاس آیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں اس کی ایک بہترین حالت سے واقف ہوں اور وہ یہ کہ اس کی موت واقع ہو جائے گی پھر ایسا ہی ہوا۔

(حلیۃ الاولیاء و طبقات الامامیاء ذکر سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ ج ۳ ص ۲۷۵ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)

## حدیث نمبر ۱۰۰.....

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۳۳۰ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا ابو بكر بن مالك ثنا عبد الله بن احمد حدثني احمد بن ابراهيم ثنا علي بن اسحاق قال اخبرنا عبد الله يعني ابن المبارك قال انبانا عيسى بن عمر عن السدي قال - لدثني ابن عم لعمر بن عتبة قال نزلنا في مرج حسن فقال عمرو بن عتبة ما احسن هذا المرج ما احسن الآن لو ان مناديا نادى يا خيل الله اركبي فخرج رجل فكان في اول من لقي فاصيب ثم جئ به فدفن في هذا المرج قال فما كان باسرع من ان نادى مناد يا خيل الله اركبي فخرج عمرو في سرعان الناس في اول من خرج فاتي عتبة فاخبر بذلك فقال علي عمرا فارسل في طلبه فما ادرك حتى اصيب قال فما اراده دفن الا في مـركز رمحه وعتبة يومئذ على الناس۔

**ترجمہ:** عیسیٰ بن عمرو بن عمرو السدی کی سند سے بیان کیا کہ عمرو بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ کے چچا زاد بھائی کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک خوبصورت چراگاہ میں اترے تو عمرو بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ چراگاہ کتنی خوبصورت ہے اور اب کتنا اچھا ہوگا کہ ایک منادی آواز دے کہ اے اللہ کے لشکر سوار ہو جاؤ چنانچہ ایک شخص نکلے گا اور پہلے حملہ آوردے میں ہوگا اسے زخم لگے گا اور اسے لایا جائے گا اور شہادت

حاشیہ.....☆

کے بعد ہمیں دفن کیا جائے گا چنانچہ فوراً ہی ایک منادی نے آواز لگائی اے اللہ کے لشکر سوار ہو جاؤ کہا عمرو کے میرے پاس لاؤ عمرو کو میرے پاس لاؤ۔ یہ کہہ کر اس نے کسی کو بھیجا مگر وہ انہیں پانہ رکھا اور عمرو شہید ہو گئے۔ میں نے دیکھا کہ عمرو کو اس جگہ میں دفن کیا گیا اور عتبہ اس دن لوگوں کے پاس تھا۔

(حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکر عمرو بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ ج ۳ ص ۲۷۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام مزنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قال حدثني احمد بن ابراهيم قال حدثنا علي بن اسحاق قال اخبرنا عبد الله يعني ابن المبارك قال عيسى بن عمر عن السدي قال حدثني بن عم لعمر بن عتبة قال نزلنا في مرج حسن فقال عمرو بن عتبة ما احسن هذا المرج ما احسن الآن لو ان مناديا نادى يا خيل الله ار كبي فخرج رجل فكان في اول من لقي فاصيب ثم جئ به فدفن في هذا المرج قال فما كان باسرع من ان نادى مناد يا خيل الله ار كبي فخرج عمرو في سرعان الناس في اول من خرج فأتى عتبة فاخبر بذلك فقال علي عمرا فارسل في طلبه فما ادرك حتى اصيب قال فما اراده دفن الا في مركز ومحه وعتبة يومئذ على الناس۔

**ترجمہ:** عیسیٰ بن عمرو بن عمرو السدی کی سند سے بیان کیا کہ عمرو بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ کے چچا زاد بھائی کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک خوبصورت چراگاہ میں اترے تو عمرو بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ چراگاہ کتنی خوبصورت ہے اور اب کتنا اچھا ہوگا کہ ایک منادی آواز دے کہ اے اللہ کے لشکر سوار ہو جاؤ چنانچہ ایک شخص نکلے گا اور پہلے حملہ آور دستے میں ہوگا سے زخم لگے گا اور اسے لایا جائے گا اور شہادت کے بعد ہمیں دفن کیا جائے گا چنانچہ فوراً ہی ایک منادی نے آواز لگائی اے اللہ کے لشکر سوار ہو جاؤ کہا عمرو کے میرے پاس لاؤ عمرو کو میرے پاس لاؤ۔ یہ کہہ کر اس نے کسی کو بھیجا مگر وہ انہیں پانہ رکھا اور عمرو شہید ہو گئے۔ میں نے دیکھا کہ عمرو کو اس جگہ میں دفن کیا گیا اور عتبہ اس دن لوگوں کے پاس تھا۔

(تحدیب الکمال ج ۲۲ ص ۱۳۲-۱۳۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

## حدیث نمبر ۱۱۰

امام ابویسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا قتيبة حدثنا الليث عن بن شهاب انه سمع عبيد الله بن عبد الله بن نبة الانصاري يحدث عن عبد الرحمن بن يزيد الانصاري عن بنی عمرو بن عوف يقول سمعت عمي مجمع بن جارية الانصاري يقول سمعت رسول الله يقول ثم يقتل بن مريم الدجال بباب لد۔

**ترجمہ:** مجمع بن جاریہ الانصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابن مریم علیہ السلام، دجال کو باب لد پر قتل کریں گے۔

(سنن الترمذی باب جاء فی قتل عیسیٰ بن مریم الدجال ج ۳ ص ۵۱۵ رقم ۲۲۳۳ قال ابویسیٰ هذا حدیث حسن صحیح مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

یقتل بن مريم الدجال بباب لد۔

**ترجمہ:** عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام، دجال کو باب لد پر قتل کریں گے۔

(المجم الکبیر للطبرانی ج ۱۹ ص ۳۳۳-۳۳۵ رقم الحدیث ۱۰۷۶-۱۰۷۷-۱۰۷۸-۱۰۷۹-۱۰۸۰-۱۰۸۱ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

## ☆ حاشیہ.....

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

یقتل بن مریم الدجال بباب لد۔

**ترجمہ:** عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام، دجال کو بابل پر قتل کریں گے۔

(صحیح ابن حبان ذکر الاخبار من قال اسبح ووصف الموضع الذي يقتله فيرج ۱۵ ص ۲۲۱-۲۲۲ رقم الحدیث ۶۸۱۱ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حافظ ابن عبد البر متوفی ۴۶۸ھ لکھتے ہیں۔

یقتل بن مریم الدجال بباب لد۔

**ترجمہ:** عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام، دجال کو بابل پر قتل کریں گے۔

(الاستیعاب عبد الرحمن بن یزید رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۸۵۶ رقم الحدیث ۱۳۶۲ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)

## حدیث نمبر ۱۲۰۰.....

امام نعیم بن حماد رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا سلم بن قتيبة عن ابي مودود المديني عن عثمان بن الضحاك عن يوسف بن عبد الله بن سلام عن ابيه قال نجد في التوراة ان عيسى ابن مريم يدفن مع محمد ﷺ۔

قال ابو مودود وقد بقي في البيت موضع قبر عيسى ابن مريم۔

(النعيم بن حماد ج ۲ ص ۵۸۰ رقم الحدیث ۱۶۲۱ مطبوعہ مکتبۃ التوحید القاہرہ مصر)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں۔

قال واذا جاز نزوله مرة جاز نزوله مرارا ثم يكون نزوله الظاهر حين يكسر الصليب ويقتل الخنزير ويتزوج حينئذ امرأة من بني جذام واذا مات دفن في حجرة روضة رسول الله ﷺ۔

(السيرۃ النبویۃ اسلام سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۳۳۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

ثم يقبض الله روح عيسى ويدفون الموت ويدفن الى جانب النبي ﷺ في الحجرة۔

**ترجمہ:** پھر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح مبارک قبض فرمائے گا اور وہ موت کا ذائقہ چکھیں گے اور حجرہ مبارک میں حضور ﷺ کے پہلو میں دفن کیے جائیں گے۔

(الذکر فی احوال الموتی وامور الآخرة ج ۲ ص ۵۶۰-۵۶۱ مطبوعہ سعیدہ کتب خانہ صدف پلازہ محلہ جنگی پشاور)

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ تورات میں حضرت محمد ﷺ کی صفت لکھی

ہوئی ہے اور عیسیٰ بن مریم علیہا السلام آپ کے ساتھ دفن کیے جائیں گے ابو مودود نے کہا آپ کے روضہ میں ایک قبر کی جگہ رکھی ہوئی ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث ۳۶۳۷)

امام نور الدین علی بن ابی بکر البیہقی متوفی ۸۵۸ھ لکھتے ہیں۔

وعن عبد الله بن سلام قال يدفن عيسى بن مريم عليه السلام مع رسول الله ﷺ وصاحبيه رضي الله

عنهما فيكون قبره رابع۔

**ترجمہ:** حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کے ساتھ

## حاشیہ.....☆

مذکور ہوں گے۔ اس بناء پر عیسیٰ علیہ السلام کی چوتھی قبر ہوگی۔  
(مجمع الزوائد وفتح القوائد باب ذکر المسيح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ج ۸ ص ۲۰۹ مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت)، (رواہ الطبرانی وابن عساکر و البخاری فی تاریخہ عن عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ)

امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ذکر ابن عساکر ان وفات عیسیٰ تھیں بالمدینۃ فیصلی علیہ هنا لك ویدفن بالحجرۃ النبویۃ۔  
**ترجمہ:** ابن عساکر نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات مدینہ میں ہوگی وہاں پر ہی آپ کا جنازہ پڑھایا جائے گا اور نبی کریم ﷺ کے حجرہ میں دفن کئے جائیں گے۔

(مختصر تاریخ دمشق ج ۲۰ ص ۱۵۴-۱۵۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

## علم الساعة یعنی قیامت کا علم

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبد اللہ بن علی متوفی ۵۱۵ھ لکھتے ہیں۔  
اذ تقوم الساعة۔

**ترجمہ:** اسی روز (جمعہ) قیامت قائم ہوگی۔

(روض الانف ج ۲ ص ۲۵۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابوداؤد متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں۔  
وفیه تقوم الساعة۔

**ترجمہ:** اسی روز (جمعہ) میں قیامت قائم ہوگی۔

(سنن ابی داؤد باب تفریع ابواب الجمعة باب فضل یوم الجمعة وليلة الجمعة ج ۳ ص ۲۷۷ رقم الحدیث ۴۰۳۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ لکھتے ہیں۔

وفیه تقوم الساعة۔

(معنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۷ رقم الحدیث ۵۵۱۶ مطبوعہ مکتبۃ الرشید الریاض)، (شعب الایمان للبیہقی ج ۳ ص ۹۰ رقم الحدیث ۲۹۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ ثنا الربیع بن سلیمان ثنا عبد اللہ بن وهب اخبرنی ابن ابی الزناد عن ابيه عن موسى بن ابي عثمان عن ابيه عن ابي هريرة قال قال رسول الله ﷺ سيد الايام يوم الجمعة فيه خلق آدم وفيه ادخل الجنة وفيه اخرج منها ولا تقوم الساعة الا في يوم الجمعة۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن سید الايام ہے اس میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اسی دن ان کو جنت میں داخل کیا گیا اسی دن وہ جنت سے باہر لائے گئے اور قیامت صرف جمعہ کے دن ہی قائم ہوگی۔

(شعب الایمان ج ۳ ص ۹۰ رقم الحدیث ۲۹۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الاحادیث المختارة ج ۹ ص ۳۲۳-۳۲۴-۳۲۵-۳۲۶-۳۲۷ رقم الحدیث ۳۹۵-۳۹۶ مطبوعہ مکتبۃ النعمان الحدیث مکہ مکرمہ)، (المیامع الصغیر فی احادیث البشیر ابو جعفر السنن ج ۱ ص ۲۹۱ رقم الحدیث ۴۷۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر ج ۲ ص ۱۳۵ رقم الحدیث ۱۶۰۲۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفياء ذکر رفائذ ابولبابہ رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۳۶۶ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

اعتراض ۷: او ما يعلم تاويله الا الله (پارہ ۳ سورہ عمران آیت نمبر ۷) تشابہات آیات کی تاویل رب تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو تشابہات آیات کا علم نہ تھا۔

جواب: اس آیت میں یہ کہاں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے تشابہات کا علم کسی کو دیا بھی نہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ الرحمن علم القرآن اپنے حبیب کو رحمان نے قرآن سکھایا۔ جب رب نے سارا قرآن حضور کو سکھا دیا تو تشابہات بھی سکھا دیئے۔ اسی لئے خفی مذہب کا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام تشابہات کو جانتے ہیں ورنہ ان کا نازل کرنا بیکار ہوگا۔ شافعیوں کے نزدیک علماء بھی جانتے ہیں وہ والراسخون فی العلم (پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۷) پر وقف کرتے ہیں۔ شوافع کے ہاں اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ تشابہات کا علم اللہ تعالیٰ اور مضبوط علماء کے سوا کسی کو نہیں۔

☆ ..... شہادت  
امام صدر الشریعہ عبد اللہ بن مسعود خفی متوفی ۳۷ھ صاحب التوضیح حضور ﷺ کے اجتہاد پر گفتگو کرتے ہوئے صاف اور واضح طور پر لکھتے ہیں۔  
لانه اسبق الناس فی العلم وانه يعلم المتشابه والمجمل فمحال ان يخفى عليه معاني النصوص۔  
**ترجمہ:** آپ ﷺ علم میں تمام لوگوں سے کہیں آگے ہیں اور آپ ﷺ متشابه اور مجمل رکھتے ہیں لہذا معانی نصوص کا آپ ﷺ سے مخفی رہنا محال ہے۔

(التوضیح باب افعال النبی ﷺ ص ۴۹۲)

امام بدر الدین زرکشی متوفی ۹۳ھ لکھتے ہیں۔  
لايسوغ لاحد ان يقول ان رسول الله ﷺ لم يعلم المتشابه فاذا جاز ان يعرفه الرسول مع قوله (وما يعلم تاويله الا الله) جاز ان يعرفه الربانيون من صحابته والمفسرون من امته الاترى ان ابن عباس كان يقول انا من الراسخين في العلم ..... ونحن لم نر المفسرين الى هذه الغاية توقفوا عن مئني من القرآن فقالوا هو متشابه لا يعلمه الا الله بل امره على التفسير حتى فسروا الحروف  
**ترجمہ:** کسی کا یہ کہنا جائز نہیں کہ رسول اللہ ﷺ متشابه کا علم نہیں رکھتے جب وہ علم تاویلہ الا اللہ پر وقف کے باوجود رسول اللہ ﷺ انہیں جانتے ہیں تو پھر امت کے ربانیوں اور صحابہ اور مفسرین کا انہیں جانتا بھی جائز ہوگا۔ کیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نہیں کہ میں راسخین میں شامل ہوں۔ اور ہم کسی مفسر کو نہیں جانتے کہ اس نے تفسیر کرنے میں یہ کہہ کر توقف کیا ہو کہ یہ تشابہ ہے اور اسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان کے سامنے انہوں نے تمام کی تفسیر کی حتیٰ کہ حروف مقطعات کی بھی۔

(البرہان فی علوم القرآن ج ۲ ص ۸۴)

شیخ احمد جیون لکھتے ہیں۔

هذا في حق الامة واما في حق النبي عليه السلام فكان معلوما والابطال فائدة التخاطب وبصير التخاطب بالمهمل كالتكلم بالزنجي مع العربي۔

**ترجمہ:** یہ بات حق امت میں ہے حضور ﷺ کو ان کا ہم چور نہ خطاب کا فائدہ باطل اور بے معنی لازم آئے گا۔ جیسے حبشی کسی عربی سے گفتگو کرے۔

(تور الانوار ص ۹۳)

## دوسری فصل..... نفی غیب کی احادیث کے بیان میں

مخالفین نفی غیب کے لئے بہت سی احادیث پیش کرتے ہیں ان سب کا اجمالی جواب تو یہ ہے کہ ان احادیث میں حضور علیہ السلام نے یہ نہ فرمایا کہ مجھے رب نے فلاں چیز کا علم نہ دیا بلکہ کسی میں تو ہے۔ اللہ اعلم کسی میں ہے مجھے کیا خبر کسی میں ہے کہ فلاں بات حضور علیہ السلام نے نہ بتائی۔ کسی میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فلاں سے یہ بات پوچھی۔ اور یہ بات پوچھی۔ اور یہ تمام باتیں علم کی نفی ثابت نہیں کرتیں۔ نہ بتانا یا پوچھنا یا اللہ اعلم فرمانا اور بہت سی مصلحتوں کی وجہ سے بھی ہو سکتا ہے بہت سی باتیں خدا نے بندوں کو نہ بتائیں۔ سوال کے باوجود مخفی رکھا۔ بہت سی چیزوں کے متعلق پروردگار عالم فرشتوں سے پوچھتا ہے کیا اس کو بھی علم نہیں۔ ایک حدیث صحیح قطعی الدلائل ایسی لاؤ۔ جس میں عطاء علم غیب کی نفی ہو۔ مگر انشاء اللہ نہ لائیں گے۔ یہ جواب نہایت کافی تھا۔ مگر پھر بھی ان کی مشہور احادیث عرض کر کے جواب عرض کرتا ہوں۔ وبالله التوفیق۔

**اعتراض (۱).....** مشکوٰۃ باب اعلان النکاح کی پہلی حدیث ہے کہ حضور علیہ السلام ایک نکاح میں تشریف لے گئے جہاں انصار کی کچھ بیچیاں دف بجا کر جنگ بدر کے مقتولین کے مرثیہ کے گیت گانے لگیں ان میں سے کسی نے یہ مصرع پڑھا۔  
وفینا نبی بعلم ما فی غد۔

حاشیہ..... ☆.....  
امام ابو بکر بن احمد سرخسی متوفی ۳۹۰ھ لکھتے ہیں۔

ولاشك ان درجته فی ذالك اعلى من درجة غيره وقد كان يعلم المتشابه الذي لا يقف احد من الامة بعده على معناه۔

**ترجمہ:** بلاشبہ آپ ﷺ کا اس میں درجہ تمام سے کہیں بلند ہے آپ متشابہات کا علم رکھتے ہیں جن کے معنی سے کوئی امتی آگاہ نہیں۔  
(اصول السرخسی ج ۲ ص ۹۴)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی ۱۲۲۵ھ لکھتے ہیں۔  
والحق عندی انها من المتشابهات وهي اسرار بين الله تعالى وبين رسول الله ﷺ لم يقصد بها افهام العامة بل افهام الرسول ﷺ او من شاء افهامه من اكمل اتباعه۔

**ترجمہ:** ہمارے نزدیک حق یہی ہے کہ مقطعات متشابہات میں سے ہیں یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان راز ہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے کامل اتباع کرنے والوں سے جس کو چاہا ان سے آگاہی عطا فرمادے۔  
(تفسیر المنظر ج ۱ ص ۱۴ مطبوعہ کوئٹہ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں۔  
فلا يعرف بعد رسول الله ﷺ الا الاولياء الورثة فهم يعرفونه من تلك الحاضرة وقد تنطق لهم الحروف مما فيها كما كانت تنطق لمن سبغ بكفه الحصى وكلمه الضب والظبي۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ کے بعد انہیں آپ کے وارث اولیاء ہی جان سکتے ہیں اور انہیں اس بارگاہ سے ہی یہ فیض نصیب ہوتا ہے تو ان کے ساتھ یہ حروف ہم کلام ہو کر اپنے معانی سے آگاہ کرتے ہیں جیسا کہ آپ ﷺ سے گوہ، ہرن اور تھلی کے پتھروں نے گفتگو کی۔  
(تفسیر روح المعانی ج ۱ ص ۱۳۶)

**ترجمہ:** ہم میں ایسے نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں۔

(سنن الترمذی کتاب الکاح عن رسول اللہ ﷺ باب ماجاء فی اعلان الکاح ج ۳ ص ۳۹۹ رقم الحدیث ۱۰۹۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابن ماجہ کتاب الکاح ج ۱ ص ۶۱۱ رقم الحدیث ۱۸۹۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۳ ص ۱۸۹ رقم الحدیث ۵۸۷۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۸۱ رقم الحدیث ۳۹۲۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۳۲۲ رقم الحدیث ۵۵۶۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ چھوڑ دو۔ وہ ہی گائے جاؤ جو پہلے گارہی تھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو علم غیب نہیں تھا اگر ہوتا تو آپ ان کو یہ کہنے سے نہ روکتے۔ سچی بات سے کیوں روکا۔

**جواب:-** اولاً تو غور کرنا چاہیے کہ یہ مصرع خوان بچیوں نے تو بتایا ہی نہیں کیونکہ بچیوں کو شعر بتانا نہیں آتا اور نہ کسی کافر و مشرک نے بنایا۔ کیوں کہ وہ حضور علیہ السلام کو نبی نہیں مانتے تھے لامحالہ یہ کسی صحابی کا شعر ہے۔ بتاؤ وہ شعر بتانے والے صحابی معاذ اللہ مشرک ہیں یا نہیں؟ پھر حضور علیہ السلام نے نہ تو اس شعر بتانے والے کو برا کہا نہ شعر کی مذمت کی۔ بلکہ ان کو گانے سے روکا۔ کیوں روکا۔؟ چار وجہ سے اولاً تو یہ کہ اگر کوئی ہمارے سامنے ہماری تعریف کرے۔ تو بطور انکسار کہتے ہیں ارے میاں! یہ باتیں چھوڑو وہ ہی باتیں کرو۔ یہ بھی انکسار فرمایا۔ دوم یہ کہ کھیل کود، گانے بجانے کے درمیان نعت کے اشعار پڑھنے سے ممانعت فرمائی اس کے لئے ادب چاہیے۔ تیسرے یہ کہ غیب کی نسبت اپنی طرف کرنے کو ناپسند فرمایا۔ چوتھے یہ کہ مرثیہ کے درمیان نعت ہونا ناپسند فرمایا۔ جیسا کہ آج کل نعت خواں کرتے ہیں کہ نعت و مرثیہ کو ملا کر پڑھتے ہیں۔ مرقاۃ میں اسی حدیث کے ماتحت ہے۔

لکراہۃ نسبة علم الغیب الیہ لانہ لا یعلم الغیب الا اللہ وانما یعلم الرسول من الغیب ما اعلمہ او لکراہۃ ان یدکر فی اثناء ضرب الدف وثناء مرثیۃ القتلی لعلو منصبہ عن ذالک۔

**ترجمہ:** منع فرمایا علم کی نسبت اپنی طرف کرنے کو۔ کیونکہ علم غیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور رسول وہ ہی غیب جانتے ہیں جو اللہ بتائے یا یہ ناپسند کیا کہ آپ کا ذکر دف بجانے میں یا متتولین کے مرثیہ کے درمیان کیا جاوے کہ آپ کا درجہ اس سے اعلیٰ ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۶ ص ۲۱۰ مطبوعہ مکتبۃ امدادیہ لبنان)

ابو الممعات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے۔

گفتہ اند کہ منع آنحضرت ازہی قول بجهت آن است کہ دروے استاد علم غیب است بہ آنحضرت دانا خوش امد و بعضے گویند کہ بجهت آن است کہ ذکر شریف دے در اثناء لہو مناسب نہ باشد۔

**ترجمہ:** شارحین نے کہا ہے حضور علیہ السلام منع فرماتا اس لئے ہے کہ اس میں علم غیب کی نسبت حضور کی طرف ہے۔ لہذا آپ کو ناپسند آئی اور بعض نے فرمایا کہ آپ کا ذکر شریف کھیل کود میں مناسب نہیں۔

(ابو الممعات باب اعلان الکاح والخطبہ والشرط ج ۳ ص ۱۱۷ مطبوعہ مکتبۃ حقانیہ پشاور)

**اعتراض (۲).....** مدینہ پاک میں انصار باغوں میں زبردخت کی شاخ مادہ درخت میں لگاتے تھے تاکہ پھل زیادہ دے اس فعل سے انصار کو حضور علیہ السلام نے منع فرمایا (اس کام کو عربی میں تلخ کہتے ہیں) انصار نے تلخ چھوڑ دی۔ خدا کی شان پھل گھٹ گئے اس کی شکایت سرکارِ دو عالم ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئی تو فرمایا۔

انتم اعلم بامور دنیا کم۔

**ترجمہ:** اپنے دنیاوی معاملات تم جانتے ہو۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)



معلوم ہوا کہ آپ کو یہ علم نہ تھا کہ شیخ روکنے سے پھل گھٹ جاویں گے اور انصار کا علم آپ سے زیادہ ثابت ہوا۔

**جواب :-** حضور علیہ السلام کا فرنا انتم اعلم بامور دنیا کم اظہار ناراضی ہے کہ جب تم صبر نہیں کرتے تو دنیاوی معاملات تم جانو۔ جیسے ہم کسی سے کوئی بات کہیں اور وہ اس میں کچھ تامل کرے تو کہتے ہیں بھائی تو جان۔ اس سے نفی علم مقصود نہیں۔ شرح شفاء ملا علی قاری بحث معجزات میں فرماتے ہیں۔

وخصه الله من الاطلاع على جميع مصالح الدنيا والدين واستشكل بانه عليه السلام وجد الانصار يلقحون النخل فقال لو تركتموه فتركوه فلم يخرج شيئا او خرج شيئا فقال انتم اعلم بامور الدنيا كم قال الشيخ السوسي اراد ان يحملهم على خرق العوائد في ذلك الى باب التوكل واما هناك فلم يمتثلوا فقال انتم اعرف بدنيا كم ولو امثلوا وتحملوا في سنة او سنتين لكفوا امر هذه المحنة۔

**ترجمہ:** اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو تمام دینی و دنیاوی مصلحتوں پر مطلع فرمانے سے خاص فرمایا اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضور نے انصار کو درختوں کی تلخ کرتے ہوئے پایا تو فرمایا کہ تم اس کو چھوڑ دیتے تو اچھا تھا انہوں نے چھوڑ دیا تو کچھ پھل ہی نہ آیا یا ناقص آیا تو فرمایا کہ اپنے دنیاوی معاملات تم جانو۔ شیخ سنوسی نے فرمایا کہ آپ نے چاہا تھا کہ ان کو خلاف عادت کام کر کے باب توکل تک پہنچادیں۔ انہوں نے نہ مانا تو فرمایا کہ تم جانو۔ اگر وہ مان جاتے اور دو ایک سال نقصان برداشت کر لیتے تو اس محنت سے بچ جاتے۔ (شرح الشفاء للقاری علی ہامش نسیم الریاض ج ۳ ص ۲۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ملا علی قاری اسی شرح شفاء جلد دوم صفحہ ۲۳۸ میں فرماتے ہیں۔

ولو ثبتوا على كلامه افاقوا اني الفن تقع عنهم كلفة المعالجة۔

**ترجمہ:** اگر وہ حضرات حضور کے فرمان پر ثابت رہتے تو اس فن میں فوقیت لیجاتے۔ اور ان سے اس تلخ کی محنت دور ہو جاتی۔ (شرح الشفاء للقاری علی ہامش نسیم الریاض ج ۳ ص ۲۵۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

**فصل الخطاب میں علامہ قیصری سے نقل فرمایا:**

ولا يعزب عن علمه عليه السلام مثقال ذرة في الارض ولا في السماء من حيث مرتبته وان كان يقول انتم اعلم بامور دينكم۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام کے علم سے زمین و آسمان میں ذرہ بھر چیز بھی پوشیدہ نہیں اگرچہ آپ فرماتے تھے کہ دنیاوی کام تم جانو۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کبھی کاشتکاری نہ کی تھی اور نہ کاشتکاروں کی صحبت حاصل کی۔ مگر زمانہ قحط آنے سے پہلے حکم دیا کہ غلہ خوب کاشت کرو۔ اور فرمایا۔

فما حصد ثم فذر وہ في منبلة۔

**ترجمہ:** کہ جو کچھ کاٹو اس کو بالی ہی میں رہنے دو۔

(پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۴۷)

یعنی گیہوں کی حفاظت کا طریقہ سکھایا۔ آج بھی غلہ کو بھوسے میں رکھ کر اس کی حفاظت کرتے ہیں ان کو کھیتی باڑی کا خفیہ راز کس طرح معلوم ہوا اور فرمایا۔

قال اجعلني على خزائن الارض اني حفيظ عليم۔

**ترجمہ:** مجھ کو زمین کے خزانوں پر مقرر کر دو میں اس کا محافظ اور ہر کام جاننے والا ہوں۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۵۵)

یہ ملکی انتظامات وغیرہ کس سے سیکھے؟ تو کیا حضور علیہ السلام کی دانائی اور حضور کا علم حضرت یوسف علیہ السلام سے بھی کم ہے۔ معاذ اللہ۔

**اعتراض (۳)۔**.....ترمذی کتاب التفسیر سورہ انعام میں ہے کہ حضرت مسروق عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت فرماتے ہیں کہ جو شخص کہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے کو دیکھا یا کسی شئی کو چھایا وہ جھوٹا ہے۔  
ومن زعم انه يعلم ما فی غد فقد اعظم الفریۃ علی اللہ۔  
**ترجمہ:** اور جو کہے کہ حضور علیہ السلام کل کی بات جانتے ہیں اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا۔

(سنن الترمذی کتاب التفسیر سورہ انعام ج ۵ ص ۲۶۲ رقم الحدیث ۳۰۶۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)  
**جواب:-** حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ تیوں باتیں اپنے ظاہری معنی پر نہیں ہیں آپ کے یہ قول اپنی رائے سے ہیں۔ اس پر کوئی حدیث مرفوع پیش نہیں فرماتیں بلکہ آیات سے استدلال فرماتی ہیں رب تعالیٰ کو دیکھنے کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت پیش فرمائی۔ اور اب تک جمہور اہل اسلام اس کو مانتے چلے آئے ہیں۔ دیکھو اس کی تحقیق مدارج اور نسیم الریاض وغیرہ میں ہماری کتاب شان حبیب الرحمن سورہ والنجم میں اسی طرح صدیقہ کا فرمانا کہ حضور علیہ السلام نے کوئی چیز نہ چھپائی۔ اس سے مراد احکام شریعہ تبلیغیہ ہیں۔ ورنہ بہت سے اسرار الہیہ پر لوگوں کو مطلع نہ فرمایا۔

مشکوٰۃ کتاب العلم فصل دوم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو حضور علیہ السلام سے دو قسم کے علوم ملے۔ ایک وہ جن کی تبلیغ کر دی۔ دوسرے وہ کہ اگر تم کو بتاؤں تو تم میرا گلا کاٹ دو۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم فصل الثانی ص ۳۵ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)  
اس سے معلوم ہوا کہ اسرار الہیہ نامحرم سے چھپائے گئے۔ اسی طرح صدیقہ کا یہ فرمان کہ کل کی بات حضور علیہ السلام نہیں جانتے تھے اس سے مراد ہے بالذات نہ جانتا ورنہ صد ہا احادیث اور قرآنی آیات کی مخالفت لازم آوے گی۔ حضور علیہ السلام نے قیامت کی دجال امام مہدی لی اور حوض کوثر کی شفاعت بلکہ امام حسین کی شہادت کی۔ جنگ بدر ہونے سے پیشتر کفار کے قتل کی۔ اور جگہ قتل کی خبر دی۔ نیز اگر صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمان کے ظاہری معنی بھی کئے جاویں تو مخالفین کے بھی تو خلاف ہے کہ وہ بھی بہت سے غیوب کا علم مانتے ہیں اور اس میں بالکل نفی ہے۔ مجھے آج یقین ہے کہ کل پنجشنبہ ہوگا۔ سورج نکلے گا۔ رات آوے گی یہ بھی تو کل کی بات کا علم ہوا۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے معراج جسمانی کا بھی انکار فرمایا۔ مگر یہ ہی کہا جاتا ہے کہ واقعہ معراج ان کے نکاح میں آنے سے پیشتر کا ہے۔ جواب تک ان کے علم میں نہ آیا تھا۔

**اعتراض (۴)۔**.....صدیقہ کا ہار گم ہو گیا۔ جگہ جگہ تلاش کرایا گیا نہ ملا پھر انٹ کے نیچے سے برآمد ہوا اگر حضور علیہ السلام کو علم تھا تو لوگوں کو اسی وقت کیوں نہ بتا دیا کہ ہار وہاں ہے۔ معلوم ہوا کہ علم نہ تھا۔

**جواب:-** اس حدیث سے نہ بتانا معلوم ہوا نہ کہ نہ جانتا اور نہ بتانے میں صد ہا حکمتیں ہوتی ہیں حضرات صحابہ نے چاند کے گھٹنے بڑھنے کا سبب دریافت کیا۔ رب تعالیٰ نے نہ بتایا تو کیا خدائے پاک کو بھی علم نہیں؟ مرضی الہی یہ تھی کہ صدیقہ کا ہار گم ہو مسلمان اس کی تلاش میں۔ یہاں رک جاویں ظہر کا وقت آ جاوے پانی نہ ملے۔ تب حضور علیہ السلام سے عرض کیا جاوے کہ اب کیا کریں تب آیت تیمم نازل ہو جس سے حضرت صدیقہ کی عظمت قیامت تک مسلمان معلوم کر لیں کہ ان کے طفیل ہم کو تیمم ملا۔ مگر اسی وقت ہار بتا دیا جاتا۔ تو آیت تیمم کیوں

نازل ہوتی۔ رب کے کام اسباب سے ہوتے ہیں۔ تعجب ہوتا ہے کہ جو آنکھ قیامت تک کے حالات کو مشاہدہ کرے۔ اس سے اونٹ کے نیچے کی چیز کس طرح مخفی رہے۔ شان محبوب علیہ السلام پہچانتے کی خدا تو فیض دے۔

**اعتراض (۵)۔۔۔۔۔ مشکوٰۃ باب الخوض والشفاء میں ہے۔**

ليردن على اقوام اعرفهم ويعرفونني ثم بحال بيني وبينهم فاقول انهم مني فيقال انك لاتدري ما احدثوا بعدك فاقول محققا محققا لمن غير بعدى۔

**ترجمہ:** حوض پر ہمارے پاس کچھ قومیں آئے گی جن کو ہم پہچانتے ہیں اور وہ ہم کو پہچانتے ہیں پھر ہمارے اور ان کے درمیان آڑ کر دی جاوے گی ہم کہیں گے کہ یہ تو ہمارے لوگ ہیں تو کہا جاوے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا نئے کام کئے پس فرمائیں گے کہ دوری ہو دوری ہو اس کو جو میرے بعد دین بدلے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الخوض والشفاء فصل الاول ص ۲۸۷-۲۸۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو قیامت میں بھی اپنے پرانے اور مومن و کافر کی پہچان نہ ہوگی کیونکہ آپ مرتدین کو فرمائیں گے کہ یہ میرے صحابہ ہیں اور ملائکہ عرض کریں گے کہ آپ نہیں جانتے۔

**جواب:-** حضور علیہ السلام کا ان کو صحابی کہنا طعن کے طور پر ہوگا کہ ان کو آنے دو یہ تو ہمارے بڑے مخلص صحابہ ہیں اور ملائکہ کا یہ عرض کرنا ان کو سنا کر عمکین کرنے کے لئے ہوگا۔ ورنہ ملائکہ نے ان کو یہاں تک آنے ہی کیوں دیا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے کہ جہنمی کا فر سے کہا جاوے گا۔

ذق انك انت العزيز الكريم۔

**ترجمہ:** عذاب چکے۔ تو تو عزت کرم والا ہے۔

(پارہ ۲۵ سورہ ۴۳ آیت نمبر ۴۹)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سورج کو دیکھ کر فرمایا تھا۔ هذا ربی (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۷) یہ میرا رب ہے۔

پھر غور کی بات تو یہ ہے کہ آج تو حضور علیہ السلام اس سارے واقعہ کو جانتے ہیں اور فرماتے ہیں اعرفہم ہم ان کو پہچانتے ہیں کیا اس دن بھول جائیں گے؟ نیز قیامت کے دن مسلمانوں کی چند علامات ہوں گی۔ اعضاء وضو کا چمکنا چہرہ انورانی ہونا یسوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ (پارہ ۴ سورہ ۳ آیت نمبر ۱۰۶) داہنے ہاتھ میں نامہ اعمال کا ہونا۔ پیشانی پر سجدہ کا داغ ہونا۔ (دیکھو مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ) اور کفار کی علامت ہوگی ان کے خلاف ہونا۔ اور ان لوگوں کو ملائکہ کا روکنا۔ ان کے ارتداد کی خاص علامت ہوگی۔ جو آج بیان ہو رہی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اتنی علامات کے ہوتے ہوئے حضور ان کو نہ پہچانیں۔ نیز آج تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنتی و جہنمی لوگوں کی خبر دے دی۔ عشرہ مبشرہ کو بشارت دی۔ دو کتابیں صحابہ کرام کو دکھادیں۔ جن میں جنتی اور جہنمی لوگوں کے نام ہیں وہاں نہ پہچاننے کے کیا معنی؟ حضور علیہ السلام کو خبر نہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ يعرف المجرمون بسیمائهم (پارہ ۲۷ سورہ ۵۵ آیت نمبر ۴۱) نیز فرماتا ہے سیمائهم فی وجوہهم من اثر السجود (پارہ ۲۶ سورہ ۲۸ آیت نمبر ۲۹) معلوم ہوا کہ قیامت میں نیک و بد لوگوں کی علامات چہروں پر ہوں گی۔

مشکوٰۃ باب الخوض والشفاء میں ہے کہ جنتی مسلمان جہنمی مسلمانوں کو نکالنے کے لئے جہنم میں جائیں گے اور ان کی پیشانی کے داغ سجدہ دیکھ کر ان کو محل چکنے کے بعد نکالیں گے اور ان سے فرمایا جاوے گا۔

فمن وجدتم فی قلبه مثقال دینار من خیر فاخر جوہ۔

**ترجمہ:** جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان پاؤ۔ اس کو نکال لے جاؤ۔

(مشکوۃ المصابیح باب الخوض والشفاعۃ ص ۳۹۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)  
دیکھو جتنی مسلمان دوزخی مسلمانوں کے دل کے ایمان کو پہچانتے ہیں۔ بلکہ یہ بھی جانتے ہیں کہ کس کے دل میں کس درجہ کا ایمان ہے۔ دینار کے برابر یا ذرہ کے برابر۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چہرہ دیکھ کر علامات دیکھ کر بھی خبر نہیں ہوئی کہ یہ مسلمان ہیں یا کافر۔ اللہ تعالیٰ سمجھ نصیب کرے۔

**اعتراض (۶).....** بخاری جلد اول کتاب الجہاد میں حضرت ام العلاء کی روایت ہے۔

واللہ ما ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی۔

**ترجمہ:** خدا کی قسم میں نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جاوے گا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی بھی خبر نہ تھی کہ قیامت میں مجھ سے کیا معاملہ ہوگا۔

حاشیہ.....☆

صحیح یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس موقع پر ما یفعل بہ فرمایا تھا۔ جس کا تعلق حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے ہے اور ما یفعل بی کے لفظ صحیح ثابت نہیں۔ اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ مدینہ منورہ کا واقعہ ہے جبکہ اللہ تعالیٰ ہجرت سے پہلے ہی آپ ﷺ سے فرما چکا ہے۔ عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا۔

**ترجمہ:** یعنی وہ وقت عنقریب آنے والا ہے جس میں آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر ظاہر فرمائے گا۔

نیز فرمایا:

وللاخرة خیر لك من الاولی ولسوف یعطیک ربك فترضی۔

**ترجمہ:** یعنی اے محبوب آخرت آپ کے لئے دنیا کی بہ نسبت ضرور بہتر ہے اور وہ وقت ضرور عنقریب آ رہا ہے جس میں آپ کا رب آپ کو اتادے گا کہ آپ راضی اور خوش ہو جائیں گے۔

تو حضور ﷺ کیسے فرما سکتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ میرا کیا حال ہوتا ہے۔

دوم اس کا ثبوت یہ ہے کہ بعض جگہ اس حدیث کے الفاظ میں ما یفعل بہ ہے۔ دیکھئے اسی بخاری شریف میں ہے:

واللہ ما ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بہ۔

(صحیح البخاری کتاب الشہادات ج ۱ ص ۳۶۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اسی طرح کتاب المناقب میں ہے۔

واللہ ما ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بہ۔

(صحیح البخاری کتاب المناقب ج ۱ ص ۵۵۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

نیز بخاری شریف ص ۱۶۶ کے حدیث کے حاشیہ پر ہے:

قال الداؤدی ما یفعل بی وہم الصواب بہ اخی بعثمان۔

(صحیح البخاری کتاب الجہاد حاشیہ نمبر ۱۱ ج ۱ ص ۱۶۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

**جواب:-** اس جگہ علم کی نفی نہیں۔ بلکہ درایت کی نفی ہے۔ یعنی میں اپنے انگل و قیاس سے نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔ بلکہ اس کا تعلق وحی الہی سے ہے تو اے ام العلاء تم جو عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے کی گواہی محض قیاس سے دے رہی ہو یہ معتبر نہیں۔ اس غیب کی خبروں میں تو انبیاء کرام بھی قیاس نہیں فرماتے۔ ورنہ مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین میں ہے کہ ہم اولاد آدم کے سردار ہیں اس روز لواء الحمد ہمارے ہاتھ میں ہوگا۔ آدم و آدمیان ہمارے جھنڈے کے نیچے ہو گئے ان کی مطابقت کس طرح کی جاوے گی۔

**اعتراض (۷)۔۔۔۔۔** بخاری جلد دوم کتاب المغازی باب حدیث افک میں ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تہمت لگی۔ آپ اس پر پریشان تو رہے مگر وحی آئے ہوئے کچھ نہ فرما سکے کہ یہ تہمت صحیح ہے یا غلط اگر علم غیب ہوتا تو پریشانی کیسی؟ اور اتنے روز تک خاموشی کیوں فرمائی۔

**جواب:-** اس میں بھی نہ بتانا ثابت ہے نہ جاننا۔ نہ بتانے سے نہ نہ جاننا لازم نہیں آتا۔ خود رب نے بھی بہت روز تک ان کی عصمت کی آیات نہ اتاریں تو کیا رب کو خبر نہ تھی نیز بخاری کی اسی حدیث میں ہے:

ما علمت علی اہلی الا خیر۔

**ترجمہ:** میں اپنی بیوی کی پاکدامنی ہی جانتا ہوں۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی ج ۲ ص ۱۵۲۰ رقم الحدیث ۳۹۱۰ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (صحیح مسلم ج ۳ ص ۲۱۳۲ رقم الحدیث ۷۰۷۷۰ دار احیاء التراث العربی بیروت)

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم ہے، وقت سے پہلے اظہار نہیں اور یہ تو ہو سکتا ہی نہیں کہ نبی کریم ﷺ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بدگمانی ہوئی ہو۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے مسلمانوں کو عتاب فرمایا۔

لولا اذ سمعتموه ظن المؤمنون والمؤمنات بانفسهم خیراً وقالوا هذا افک مبین۔

**ترجمہ:** یعنی مسلمان مردوں و عورتوں نے اپنے دلوں میں نیک گمانی کیوں نہ کی اور فوراً کیوں نہ کہا کہ یہ کھلا ہوا بہتان ہے۔

(پارہ ۱۸ سورہ ۲۴ آیت نمبر ۱۲)

پتہ لگا کہ نزول براءت سے پہلے ہی مسلمانوں پر نیک گمانی واجب اور بدگمانی حرام تھی اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حرام سے معصوم ہیں۔ تو آپ بدگمانی ہرگز نہیں فرما سکتے۔ ہاں آپ کا فوراً یہ فرمانا ہذا افک مبین آپ پر واجب نہ تھا کیونکہ آپ کے گھر کا معاملہ تھا۔ رہی پریشانی اور اتنا سکوت یہ کیوں ہوا؟ پریشانی کی وجہ معاذ اللہ لاعلمی نہیں ہے۔ اگر کسی عزت و عظمت والے کو غلط الزام لگا دیا جاوے اور وہ خود جانتا بھی ہو کہ یہ الزام غلط ہے۔ پھر بھی اپنی بدنامی کے اندیشہ سے پریشان ہوتا ہے لوگوں میں افواہ کا پھیلنا ہی پریشانی کا باعث ہوا۔

حاشیہ.....☆

علامہ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۹ھ لکھتے ہیں۔

قال ابن عباس ما بغت امرأة نبی قط۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کسی نبی کی بیوی نے کبھی بدکاری نہیں کی۔

(زاد المسیر ج ۸ ص ۳۱۵ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت)، (الکشاف ج ۳ ص ۵۷۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (الدر المنثور ج ۸ ص ۲۲۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (المجامع لاحکام القرآن ج ۱۸ ص ۲۰۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (تفسیر الثعالبی ج ۳ ص ۳۱۷ مطبوعہ موسسۃ الاعلیٰ للمطبوعات بیروت)، (معالم التنزیل ج ۳ ص ۳۶۸ مطبوعہ دار العرف بیروت)

اگر آیات نزول کے انتظار میں نہ فرمایا جاتا۔ اور پہلے ہی عصمت کا اظہار فرمایا جاتا تو منافقین کہتے کہ اپنی اہل خانہ کی حمایت کی۔ اور مسلمانوں کو تہمت کے مسائل نہ معلوم ہوتے اور پھر مقدمات میں تحقیقات کرنے کا طریقہ نہ آتا اور صدیقہ الکبریٰ کو صبر کا وہ ثواب نہ ملتا جواب ملا۔ اس تاخیر میں صدمہ ہا حکمتیں ہیں۔ اور یہ تو مسئلہ عقد کا ہے کہ نبی کی بیوی بدکار نہیں ہو سکتیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات۔

**ترجمہ:** گندی عورتیں گندے مردوں کے لئے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لئے۔

(بارہ ۱۸ سورہ آیت نمبر ۲۶)

اس گندی سے مراد گندی زنا ہے۔ یعنی نبی کی بیوی زانیہ نہیں ہو سکتی۔ ہاں کا فرہ ہو سکتی ہے کہ کفر سخت جرم ہے۔ مگر گھنونی چیز نہیں۔ ہر شخص اس سے عار نہیں کرتا اور زنا سے ہر طبیعت نفرت اور عار کرتی ہے اسی لئے انبیاء کی بیوی کو کبھی خواب میں احتلام نہیں ہوتا۔ دیکھو مشکوٰۃ کتاب الغسل کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس پر تعجب فرمایا کہ عورت کو کبھی احتلام ہوتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ باب فی المرأة تری فی منامها مایری الرجل ج ۱ ص ۱۹ رقم الحدیث ۶۰۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اور اس کی تحقیق ہماری کتاب شان حبیب الرحمن میں بھی ہے۔ تو کیا حضور علیہ السلام کو عقیدے کا یہ مسئلہ بھی معلوم نہیں تھا کہ صدیقہ سید الانبیاء کی زوجہ پاک ہیں ان سے یہ قصور ہو ہی نہیں سکتا۔ نیز مرضی الہی یہ تھی کہ محبوب علیہ السلام کی عصمت کی گواہی ہم براہ راست دیں اور قرآن میں یہ آیات اتار کر قیامت تک کہ مسلمانوں سے تمام دنیا میں ان کی پاکدامنی کے خطبے پڑھوا لیں کہ نمازی نمازوں میں ان کی عفت کے گیت گایا کریں اب اگر حضور علیہ السلام خود ہی بیان فرمادیتے تو یہ خوبیاں حاصل نہ ہوتیں غرضیکہ علم تو تھا اظہار نہ تھا۔

لطف یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کو زلیخا نے تہمت لگائی۔ تو رب تعالیٰ نے ان کی صفائی خود بیان نہ فرمائی بلکہ ایک شیر خوار بچہ کے ذریعہ پاکدامنی فرمادی۔ حضرت مریم علیہ السلام کو تہمت لگی۔ تو شیر خوار روح اللہ سے ان کی عصمت ظاہر کی۔ مگر محبوب علیہ السلام کی محبوبہ زوجہ کو الزام لگا تو کسی بچہ یا فرشتہ سے عصمت کی گواہی نہ دلائی گئی۔ بلکہ یہ گواہی خود خالق نے دی اور گواہی کو قرآن کا جزو بنایا۔ تاکہ یہ گواہی ایمان کا رکن بنے اور مخلوق کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبوبیت کا پتہ چلے۔

حاشیہ.....☆

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ لکھتے ہیں۔

عن الضحاک ما بغت امرأة نبي قط۔

**ترجمہ:** ضحاک بیان کرتے ہیں کہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی بدکاری نہیں کی۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری ج ۲۸ ص ۷۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابوالحسن علی بن احمد الواحدی نیشاپوری متوفی ۳۶۸ھ لکھتے ہیں۔

قال ابن عباس ما بغت امرأة نبي قط۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کسی نبی کی بیوی نے کبھی بدکاری نہیں کی۔

(الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز المعروف تفسیر الواحدی ج ۳ ص ۳۲۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج ابن عساکر عن اشروس الخراسانی رضی اللہ عنہ یرفعو الی النبی ﷺ انه قال ما بغت امرأة نبي قط۔

**ترجمہ:** اشروس خراسانی بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کسی نبی کی بیوی نے کبھی زنا نہیں کیا۔

(الدر المنثور ج ۸ ص ۲۲۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۳ ص ۵۳ رقم الحدیث ۱۷۷۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

**تنبیہ:-** ایک جہل ہے ایک نسیان ایک ذہول۔ جہل نہ جانتا ہے۔ نسیان جان کر حافظہ سے نکل جاتا۔ ذہول یہ ہے کہ کوئی چیز حافظہ میں ہو مگر ادھر توجہ نہ رہے۔ ایک شخص قرآن نہ پڑھا دوسرے نے حفظ کر کے بھلا دیا۔ تیسرا شخص حافظہ کامل ہے۔ اگر کسی وقت کوئی آیت اس سے پوچھی تو بتا نہ سکا۔ توجہ نہ رہی۔ پہلا تو قرآن سے جاہل۔ دوسرا تسی، تیسرا ذلیل ہوا انبیاء کرام کو بعض وقت کسی خاص چیز کا نسیان ہو سکتا ہے مگر بعد میں اس پر قائم نہیں رہتے۔ قرآن کریم سیدنا آدم علیہ السلام کے لئے فرماتا ہے۔ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عِزًّا (پارہ ۱۶ سورہ ۲۰ آیت نمبر ۱۱۵) وہ بھول گئے ہم نے ان کا قصہ نہ پایا۔ حضرت آدم علیہ السلام کی نظر لوح محفوظ پر تھی۔ یہ تمام واقعات پیش نظر تھے۔ مگر ارادہ الہی کہ کچھ مدت کے لئے نسیان ہو گیا۔ قیامت میں شفیع کی تلاش میں سارے مسلمان جن میں محدثین و مفسرین و فقہاء سب ہی ہیں۔ انبیاء کرام کے پاس جائیں گے کہ آپ شفاعت فرمادیں۔ وہ شفاعت تو نہ کریں گے اور نہ شفیع لہذا عین کا صحیح پتہ دیں گے۔ خیال سے فرمادیں گے کہ حضرت نوح کے پاس جاؤ۔ وہاں جاؤ وہاں جاؤ شاید وہ تمہاری شفاعت کریں۔ حالانکہ دنیا میں سب کا عقیدہ تھا اور ہے کہ قیامت میں شفیع لہذا عین حضور علیہ السلام ہی ہیں۔ یہ ہوا ذہول کہ ان باتوں کی طرف توجہ نہ رہی۔ اگر حضور علیہ السلام کسی وقت کوئی بات نہ بتائیں تو اس کی وجہ ذہول (ادھر توجہ نہ ہونا) ہو سکتی ہے۔ بے علمی ثابت نہ ہوگی رب تعالیٰ فرماتا ہے: **وَأَنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمَنِ الْغَافِلِينَ** (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۳) اگرچہ آپ اس سے پہلے واقعہ حضرت یوسف علیہ السلام سے بے پرواہ تھے غافل فرمایا جاہل نہ فرمایا۔ غافل وہ کہ واقعہ علم میں ہے۔ مگر ادھر دھیان نہیں ملتا تھا۔ کسی نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے پوچھا۔

ذمصرش بونے بیواہن شمیمی جرا در چالا کنعانتس ندیدی!

**ترجمہ:** کہ آپ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے کرتہ کی خوشبو مسرے تو پائی۔ مگر کنعان کے کنوئیں میں رہے۔ تو آپ معلوم نہ کر سکے۔ جواب دیا۔

دے پیدا و دیگر در نہان است

بگفت احوال ماہرق جہاں است

گہے ہر پشت پانے خود نہ بینیم

گہے ہر طارم اعلیٰ نشینیم!

**ترجمہ:** فرمایا کہ ہمارا حال بجلی کی تڑپ کی طرح ہے کبھی ظاہر کبھی چھپا ہوا۔ قرآنی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو علم تھا کہ ماہ کنعان مصر میں تجلی دے رہا ہے۔ فرماتے ہیں۔ **وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ**۔

**ترجمہ:** مجھے خدا کی طرف سے وہ باتیں معلوم ہیں جو تم کو نہیں معلوم۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۸۶)

روح البیان پارہ ۱۲ زیر آیت **وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ** (پارہ ۱۲ سورہ ۱۱ آیت نمبر ۲۵) میں ہے کہ رب تعالیٰ کو اپنے پیاروں کا رونا بہت پسند ہے حضرت نوح علیہ السلام اتنا روتے کہ نام ہی نوح ہوا۔ یعنی نوح اور گریہ زاری کرنے والے۔ حضرت یعقوب کے رونے کے لئے فراق یوسف سب ظاہری تھا ورنہ ان کا رونا بلندی درجات کا سبب تھا۔ لہذا ان کا یہ رونا حضرت یوسف علیہ السلام سے بے خبری کی وجہ سے نہ تھا بلکہ **المعجاز فطرۃ الحقیقۃ شویٰ** میں ہے۔

حسن لیلیٰ عکس رخسار منست

عشق لیلیٰ نیست امیں کار منست

خوش بیاید فالنہ شب مانے نو

خوش بیاید فالنہ شب مانے نو

بنیامین مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک جیلہ سے روک لیا۔ بھائیوں نے اگر قسم کھائی اور قافلے والوں کی گواہی پیش کی کہ بنیامین مصر میں شامی قیدی بنائے گئے مگر فرمایا:

بل سولت لکم انفسکم امرا۔

**ترجمہ:** کہ تمہارے نفس نے تمہیں جیلہ کھا دیا۔

(پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۱۸)

یعنی یوسف کو بھی مجھ سے میری اولاد نے ہی جدا کیا اور بنیامین کو بھی، میری اولاد یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے جیلہ ہی سے روکا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل واقعہ کی خبر ہے۔ پھر بنیامین مصر میں یعقوب علیہ السلام کے دو فرزند رو گئے تھے ایک بنیامین دوسرا یہودا۔ مگر فرماتے ہیں۔

عسی الله ان یاتیننی بہم جمیعاً۔

**ترجمہ:** قریب ہے کہ اللہ ان تینوں کو مجھ سے ملائے۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۸۳)

تین کون تھے؟ حضرت یوسف علیہ السلام ہی تو تھے۔ جب زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو گھر میں بند کر کے بری خواہش ظاہر کرنا چاہی تو اس بند مکان میں یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے اور واثق تلے انگلی دبا کر اشارہ کیا کہ ہرگز نہیں۔ اسے فرزند یہ کام تمہارا نہیں ہے کہ تم نبی کے بیٹے ہو جس کو قرآن فرماتا ہے:

وہم بہا لولا ان راہرہاں رہ۔

**ترجمہ:** وہ بھی زلیخا کا قصد کر لیتے اگر رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے۔

(پارہ ۱۴ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۲۳)

یہ بھی خیال رہے کہ برادران یوسف علیہ السلام نے خبر دی کہ ان کو بھڑیا کھا گیا ہے اور آپ کو قمیص اور بھڑیے کی خبر سے ان کا جھوٹا ہونا معلوم ہو گیا تھا کہ بھڑیے نے عرض کیا تھا کہ ہم پر انبیاء کا گوشت حرام ہے، دیکھو تفسیر خازن، روح البیان سورہ یوسف۔ پھر آپ اپنے فرزند کی تلاش میں جنگل میں کیوں نہ گئے؟ معلوم ہوا کہ باختر تھے مگر راز دار تھے جانتے تھے کہ فرزند سے مصر میں ملاقات ہوگی۔ اسی طرح یوسف علیہ السلام کو بہت سے موقع ملے مگر والد کو اپنی خبر نہ دی معلوم ہوا کہ حکم کا انتظار تھا کنعان سے بٹھے ہوئے یعقوب علیہ السلام اپنے فرزندوں کی ایک بات دیکھ لیں۔ مگر حضور علیہ السلام اپنی طیبہ طاہرہ صدیق کی بیٹی حضرت صدیقہ کے حالات سے بے خبر ہوں۔ مگر جو رب ان کو اتنا علم دیتا ہے طاقت مضبوط بھی دیتا ہے کہ دیکھتے ہیں مگر بے مرضی الہی راز فاش نہیں کرتے۔ اللہ اعلم حیث یجعل رسالہ (پارہ ۸ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۲۳) ہماری یہ تقریر اگر خیال میں رہی تو بہت مفید ہوگی۔ انشاء اللہ۔

**اعتراض (۸)۔۔۔۔۔** حدیث شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے بعض ازواج کے گھر شہد ملاحظہ فرمایا اس پر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا حبیب اللہ آپ کے وہن پاک سے مغایر کی بو آ رہی ہے۔ تو فرمایا کہ ہم نے مغایر نہیں استعمال فرمایا۔ شہد پیا ہے۔ پھر حضور نے اپنے پر شہد حرام کر لیا۔ جس پر یہ آیت اتری لم تحرم ما احل اللہ للک۔ (پارہ ۲۸ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۴۷)

(منہج مسلم ج ۲ ص ۱۱۰۰ رقم الحدیث ۱۴۷۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد ج ۳ ص ۳۳۳ رقم الحدیث ۱۴۷۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

معلوم ہوا کہ اپنے وہن پاک کی بو کا بھی علم نہ تھا کہ اس سے بو آ رہی ہے یا نہیں۔



**جواب:-** اس کا جواب اسی آیت میں ہے۔ تبتغی مراضات ازواجک (پارہ ۲۸ سورہ ۶۶ آیت نمبر ۱) اے حبیب یہ حرام فرما تا آپ کی بجزی سے نہیں بلکہ ان معترض ازواج کی رضا کے لئے ہے نیز اپنے منہ کی بوغیب نہیں محسوس چیز ہے پر صحیح الدماغ محسوس کر لیتا ہے کیا دیوبندی انبیاء کے حواس کو بھی ناقص ماننے لگے ان کے حواس کی قوت کو مولانا روم نے بیان فرمایا:

نطق آب و نطق خاک و نطق گھل

فلسفی گگو منکر حنانه است

**اعتراض (۹).....** اگر نبی ﷺ کو علم غیب تھا تو خبر میں زہر آلود گوشت کیوں کھالیا۔ اگر جانتے ہوئے کھایا تو یہ خود کشی کو کوشش ہے۔ جس سے نبی معصوم ہے۔

**جواب:-** اس وقت حضور علیہ السلام کو یہ بھی علم تھا کہ اس میں زہر ہے اور یہ بھی خبر تھی کہ زہر ہم پر حکم الہی اثر نہ کرے گا اور یہ بھی خبر تھی کہ رب تعالیٰ کی مرضی یہ ہی تھی کہ ہم اسے کھالیں تاکہ بوقت وفات اس کا اثر لوٹے اور ہم کو شہادت کی وفات عطا فرمائی جاوے راضی برضا تھے۔

**اعتراض (۱۰).....** اگر حضور علیہ السلام کو علم غیب تھا تو میر معونہ کے منافقین دھوکے سے آپ سے ستر (۷۰) صحابہ کرام کیوں لے گئے؟ جنہیں وہاں لے جا کر شہید کر دیا۔ اس آفت میں انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیوں پھنسا یا۔

**حاشیہ.....☆**

مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

وعن ام سلمة قالت يا رسول الله ﷺ لا يزال يصيبك في كل عام وجع من الشاة المسمومة التي اكلت قال ما اصابني شئ منها الا وهو مكتوب علي وادم في طينته رواه ابن ماجه۔

**ترجمہ:** ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ نے جس زہر آلود بکری کا گوشت تناول فرمایا تھا اس کی وجہ سے آپ پر ہر سال تکلیف ظاہر ہوتی رہتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا یعنی ابوالبشر آدم علیہ السلام کی خلقت سے بھی پہلے لکھ دیا گیا تھا کہ یہ تکلیف مجھے پہنچے گی پس اس کے باعث مجھے جو بھی دکھ پہنچا وہ اسی لکھت کے مطابق ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الایمان بالقدر الفصل الثامن م ۳۵ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۴۰ھ لکھتے ہیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لان احلف تسعا ان رسول الله ﷺ قتل قتلا احب الي من ان احلف واحدة وذلك بان اتخذه نبيا وجعله شهيدا۔

**ترجمہ:** مجھے ایک بار حلفیہ کہنے سے نو بار حلفیہ یہ بیان کرنا زیادہ محبوب ہے کہ رسول اللہ ﷺ شہید بھی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی بھی بنایا اور مرتبہ شہادت پر فائز بھی فرمایا ہے۔

(الطبقات ابن سعد ج ۱ ص ۲۷۰ م ۳۵ مطبوعہ بیروت)

ابن کثیر لکھتے ہیں۔

كان المسلمون ليرون ان رسول الله ﷺ مات شهيدا مع ما اكرمه الله به من النبوه۔

**ترجمہ:** یعنی مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نبی ہونے کے ساتھ ساتھ شہید بھی ہیں۔

(البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۳۸۹ مطبوعہ بیروت)

**جواب:-** جی ہاں حضور علیہ السلام کو یہ بھی خبر تھی کہ میر معونہ والے منافقین ہیں اور یہ بھی خبر تھی کہ یہ لوگ ان ستر صحابہ کو شہید کر دیں گے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی خبر تھی کہ مرضی الہی یہی ہے اور ان ستر کی شہادت کا وقت آ گیا ہے۔ یہ بھی جانتے تھے کہ رب تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا بندے کی شان ہے ابراہیم علیہ السلام تو مرضی الہی پاکر فرزند پر چھری لے کر تیار ہو گئے کیا یہ بے گناہ پر ظلم تھا؟ نہیں بلکہ رضائے مولیٰ پر رضا تھی۔ اچھا بتاؤ رب تعالیٰ کو تو خبر تھی کہ گوشت میں زہر ہے۔ اور میر معونہ والے ان ستر کو شہید کر دیں گے۔ اس نے وحی بھیج کر کیوں نہ روک دیا۔ اللہ تعالیٰ سمجھ دے۔

## تیسری فصل ..... علم غیب کے خلاف عبارات فقہاء کے بیان میں

**اعتراض (۱).....** فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

رجل تزوج بغير شهود فقال الرجل والمرءة خذا ورسول راه گواه كبريم قالوا يكون كفرا لانه اعتقد ان رسول الله عليه السلام يعلم الغيب وهو ما كان يعلم الغيب حين كان في الحيوۃ فكيف بعد الموت۔  
**ترجمہ:** کسی نے بغیر گواہوں کے نکاح تو مرد اور عورت نے کہا کہ ہم نے خدا اور رسول کو گواہ کیا تو لوگوں نے کہا کہ یہ قول کفر ہے کیونکہ اس نے اعتقاد کیا کہ رسول اللہ علیہ السلام غیب جانتے ہیں حالانکہ آپ تو غیب زندگی میں نہ جانتے تھے چہ جائیکہ موت کے بعد۔  
(فتاویٰ قاضی خان ج ۳ ص ۸۸۳ مطبوعہ نولکھوہرہ)

**اعتراض (۲).....** شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

وذكر الحنفية تصريحاً بالتكفير باعتقاد ان النبي عليه السلام يعلم الغيب لمعاوضة قوله تعالى قل لا يعلم من في السموات والارض الغيب الا الله۔  
**ترجمہ:** حنفیوں نے صراحت ذکر کیا ہے کہ یہ اعتقاد کہ نبی علیہ السلام غیب جانتے تھے کفر ہے کیونکہ یہ عقیدہ خدا کے پاک کے اس فرمان کے خلاف ہے کہ فرما دو آسمانوں اور زمین کا غیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(شرح فقہ اکبر ص ۸۵ مطبوعہ مصر)

ان دونوں عبارتوں سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو علم غیب ماننا کفر ہے۔

**جواب:-** ان دونوں عبارتوں کا اجمالی اور الزامی جواب تو یہ ہے کہ منافقین بھی حضور علیہ السلام کو بعض علم غیب مانتے ہیں۔ لہذا وہ بھی کافر ہوئے کیونکہ ان عبارتوں میں کل یا بعض کا ذکر تو نہیں بلکہ یہ ہے کہ جو بھی حضور علیہ السلام کو علم غیب مانے وہ کافر ہے۔ خواہ ایک کا مانے یا زیادہ کا۔ تو وہ بھی خیر من میں مولوی اشرف علی تھانوی نے حفظ الایمان میں بچوں، پاگلوں اور جانوروں کو بعض علم غیب مانا ہے۔ مولوی خلیل احمد صاحب نے براہین قاطعہ میں شیطان اور ملک الموت کو وسیع علم غیب مانا۔ مولوی قاسم صاحب نے تحذیر الناس میں کمال ہی کر دیا کہ ساری مخلوقات سے حضور علیہ السلام کا علم زیادہ مانا اب ان تینوں صاحبوں پر کیا حکم لگایا جاوے گا؟ تفصیلی جواب یہ ہے کہ قاضی خان کی عبارت میں ہے قالوا لوگوں نے کہا اور قاضی خان وغیرہ فقہاء کی عادت یہ ہے کہ وہ قالوا اس جگہ بولتے ہیں جہاں ان کو یہ قول پسند نہ ہو۔ شامی جلد پنجم صفحہ ۴۴۵ میں ہے۔

لفظة قالوا تذكر فيما فيه خلاف۔

**ترجمہ:** لفظ قالوا ہاں بولا جاتا ہے جہاں اختلاف ہو۔

(شامی جلد پنجم صفحہ ۴۴۵)

غنیۃ المستملی شرح مدیۃ المصلی بحث قوت میں ہے۔

کلام قاضی خان یبشر الی عدم اختیارہ لہ حیث قال قالوا لا یصلی علیہ فی القعدۃ الا خیرۃ فنفی

قوله قالوا اشارة الى عدم استحسانه له والى انه غير مروي عن الائمة كما قلناه فان ذلك متعارف في عباراتهم لمن استقر اها۔

**ترجمہ:** قاضی خان کا کلام ان کی ناپسندیدگی کی طرف اشارہ کرتا ہے کیونکہ انہوں نے کہا قالوا الخ ان کے قالوا کہنے میں اشارہ اھر ہے کہ یہ قول پسندیدہ نہیں اور یہ اماموں سے مروی نہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا کیونکہ یہ فقہاء کی عبارات میں شائع ہے اس کو معلوم ہے جو ان کی تلاش کرے۔  
(نغیہ المستملی شرح مدیة المصلی باب ملوۃ الوتر ذکر الجبر القوت ص ۳۶۳ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

در مختار کتاب النکاح میں ہے۔

تزوج رجل بشهادة الله ورسوله لم يجوز بل قيل يكفر۔

**ترجمہ:** ایک شخص نے نکاح کیا اللہ اور رسول کی گواہی سے تو نہیں جائز ہے بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ وہ کافر ہو جاوے گا۔

اس عبارت کے ماتحت شامی نے تا تاریخانیہ سے نقل ہے۔

وفي الحجة ذكر في الملتقط انه لا يكفر لان الا شياء تعرض على روح النبي ﷺ وان الرسل يعرفون بعض الغيب قال الله تعالى عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا الا من ارتضى من رسول اه، قلت بل ذكروا في كتب العقائد ان من جملة كرامات الاولياء الاطلاع على بعض المغيبات۔

**ترجمہ:** ملقط میں ہے کہ وہ کافر نہ ہوگا کیونکہ تمام چیزیں حضور علیہ السلام کی روح پر پیش کی جاتی ہیں اور رسول بعض غیب جانتے ہیں رب نے فرمایا ہے کہ پس نہیں ظاہر فرماتا اپنے غیب پر کسی کو سوائے پسندیدہ رسول کے میں کہتا ہوں کہ کتب عقائد میں ہے کہ اولیاء اللہ کی کرامات میں سے بعض غیبوں پر مطلع ہوتا بھی ہے۔

(رد المحتار کتاب النکاح قبیل فصل فی المحرمات ج ۲ ص ۲۷۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

شامی باب المرتدین میں مسئلہ بزاز یہ ذکر فرما کر فرمایا:

حاصله ان دعوى الغيب معارضة لنص القرآن يكفر بها الا اذا اسند ذلك صريحا او دلالة الى سبب كوحى او الهام۔

**ترجمہ:** اس کا خلاصہ یہ ہے دعویٰ علم غیب نص قرآنی کے خلاف ہے کہ اس سے کافر ہوگا مگر جبکہ اس کو صراحت یا دلالت کسی سبب کی طرف نسبت کر دے جیسے کہ وحی یا الہام۔

(رد المحتار کتاب الجہاد باب المرتد ج ۳ ص ۲۹۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

معدن الحقائق شرح کنز الدقائق اور خزائن الروایات میں ہے۔

وفي المضمرة والصحيح انه لا يكفر لان الانبياء يعلمون الغيب ويعرض عليهم الا شياء فلا يكون كفرا۔  
**ترجمہ:** مضمورات میں ہے صحیح ہے کہ وہ شخص کافر نہ ہوگا کیونکہ انبیائے کرام غیب جانتے ہیں اور ان پر چیزیں پیش کی جاتی ہیں۔ پس یہ کفر نہ ہوگا۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ عقیدہ علم غیب پر فتوے کفر لگانا غلط ہے۔ بلکہ فقہاء کا بھی عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو علم غیب دیا گیا۔ ملا علی قاری کی عبارت پوری نقل نہیں کی۔ اصل عبارت یہ ہے جو مطلب واضح کرتی ہے۔

ثم اعلم ان الانبياء لم يعلموا المغيبات من الا شياء والا ما اعلمهم الله وذكر الحنفية تصريحاً بالكفر۔ الخ۔  
**ترجمہ:** پھر جانو کہ انبیائے کرام غیب چیزوں کو نہیں جانتے سوائے اس کے جو ان کو اللہ نے بتا دیں اور حنفیوں نے کفر کی تصریح کی جو نبی علیہ السلام کو علم غیب جانے الخ۔

(شرح فقہ اکبر ص ۱۸۵ مطبوعہ مصر)

اب پورا مطلب معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام کو علم غیب ذاتی ماننے کو ملا علی قاری کفر فرما رہے ہیں نہ کہ عطائی۔ کیونکہ عطائی کو تو مان رہے ہیں اور پھر ان کی عبارتیں ہم ثبوت علم غیب میں پیش کر چکے ہیں کہ ملا علی قاری حضور علیہ السلام کو تمام ماکان و مایکون کا علم مانتے ہیں۔

حاشیہ..... ☆

علماء دیوبند کے نزدیک عقیدہ کے لیے قطعی دلیل کی ضرورت ہے تو کیا یہ بحر الرائق کی عبارت قطعی دلیل ہے۔ اور بحر الرائق اور عالمگیری کی اس عبارت کا تعلق عقیدہ سے ہے۔ لہذا باب اعتقاد میں ان سے استدلال کرنا غلط ہے۔ مسائل فقہ میں تقلید ائمہ کی لازم ہوتی ہے نہ کہ متاخرین فقہاء کی لہذا اگر دیوبندیوں میں اہمیت ہے تو امام صاحب یا صاحبین رحمہم اللہ سے تکفیر ثابت کریں۔

### بحر الرائق اور عالمگیری کی عبارتوں کا صحیح محل

بحر الرائق اور عالمگیری میں جو کفر کے فتویٰ دیے گئے ہیں وہ اس صورت پر محمول ہوں گے کہ جب کوئی ذاتی علم غیب اعتقاد کرے۔ دیکھیے۔ جامع الفصولین میں ہے۔

يجاب بانه يمكن التوفيق بان المنفى هو العلم بالاستقلال لا العلم بالاعلام او المنفى هو المجزوم به لا المظنون ويؤيده قوله تعالى اتجعل فيها من يفسد فيها الآية لانه غيب اخبر به الملائكة ظنا منهم او باعلام الحق فينبغي ان يكفر لو ادعاه مستقلا لا لو اخبر به باعلام في نومه او يقظته بنوع من الكشف اذ لا منافاة بينه وبين الآية لما مر من التوفيق۔

**ترجمہ:** (یعنی فقہاء نے دعویٰ علم غیب پر حکم کفر کیا اور حدیثوں اور ائمہ ثقافت کی کتابوں میں بہت غیب کی خبریں موجود ہیں جن کا انکار نہیں ہو سکتا) اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں تطبیق ہوں ہو سکتی ہے کہ فقہاء نے اس کی نفی کی ہے کہ کسی کے لئے بذات خود علم غیب مانا جائے خدا کے بتائے سے علم غیب کی نفی نہ کی یا نفی قطعی کی ہے نہ نفی کی اور اس کی تائید یہ آیت کریمہ کرتی ہے فرشتوں نے عرض کی کیا تو زمین میں ایسوں کو خلیفہ کرے گا جو اس میں فساد و خوریزی کریں گے ملائکہ غیب کی خبر بولے مگر ظنا یا خدا کے بتائے سے تو کئی خبر اس پر چاہئے کہ کوئی بے خدا کے بتائے علم غیب ملنے کا دعویٰ کرے نہ یوں کہ براہ کشف جاتے یا سوتے میں خدا کے بتائے سے ایسا علم غیب آیت کے کچھ منافی نہیں۔

(جامع الفصولین الفصل الثامن والاربعون ج ۲ ص ۳۰۲ مطبوعہ اسلامی کتب خانہ کراچی)

رد المحتار میں ہے۔

قال في التتار خانية وفي الحجة ذكر في الملتقط انه لا يكفر لان الاشياء تعرض على روح النبي ﷺ وان الرسل يعرفون بعض الغيب قال الله تعالى عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا الا من ارتضى من رسول اه، قلت بل ذكروا في كتب العقائد ان من جملة كرامات الاولياء الاطلاع على بعض المغيبات وردوا على المعتزلة المستدلين بهذه الآية على نفیها۔

ترجمہ: تاتارخانیہ میں ہے کہ فتاویٰ حجتہ میں ہے ملتقط میں فرمایا کہ جس نے اللہ و رسول کو گواہ کر کے نکاح کیا کافر نہ ہوگا اس لئے کہ اشیاء نبی ﷺ کی روح مبارک پر عرض کی جاتی ہیں اور بے شک رسولوں کو بعض علم غیب ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو علامہ شامی نے فرمایا کہ بلکہ ائمہ اہل سنت نے کتب عقائد میں فرمایا کہ بعض غیبوں کا

علم ہوتا اولیاء کی کرامت سے ہے اور محقر نے اس آیت کو اولیاء کرام سے اس کی نفی پر دلیل قرار دیا ہے ہمارے ائمہ نے اس کا رد کیا یعنی ثابت فرمایا کہ آیہ کریمہ اولیاء سے بھی مطلقاً علم غیب کی نفی نہیں فرماتی۔

(رد المحتار کتاب النکاح قبیل فصل فی المعومات ج ۲ ص ۶۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

## چوتھی فصل علم..... غیب پر عقلی اعتراضات کے بیان میں

**اعتراض (۱).....** علم غیب خدا کی صفت ہے اس میں کسی کو شریک کرنا شرک فی الصفت ہے لہذا حضور علیہ السلام کے لئے علم غیب ماننا شرک ہے۔  
**جواب:-** غیب جاننا بھی خدا کی صفت ہے حاضر چیزوں کا جاننا بھی خدا کی صفت ہے۔ عالم الغیب والشہادۃ اسی طرح سننا دیکھنا زندہ ہونا سب خدا کی صفت ہیں۔ تو اگر کسی کو حاضر چیز کا علم مانا یا کسی کو سمیع یا بصیر یا حی مانا ہر طرح مشرک ہوا۔ فرق یہ ہی کیا جاتا ہے کہ ہمارا سننا دیکھنا زندہ رہنا خدا کے دینے سے ہے اور حادث ہے۔ خدا کی یہ صفات ذاتی اور قدیم پھر شرک کیسا؟ اسی طرح علم غیب نبی عطا کی اور حادث اور متناہی ہے۔ رب کو علم ذاتی قدیم اوکل معلومات غیر متناہیہ کا ہے نیز یہ شرک تو تم پر لازم ہے۔ کیونکہ تم حضور علیہ السلام کے لئے علم غیب مانتے ہو بعض ہی کا سہی۔ اور خدا کی صفت میں کلاً و بعضاً ہر طرح شریک کرنا شرک ہے۔ نیز مولوی حسین علی صاحب وال بھجروالے جو مولوی رشید احمد صاحب کے خاص شاگرد ہیں۔ اپنی کتاب بلغۃ النحر ان زیر آیت يعلم مستقرها ومستودعها کل فی کتب مبین (پارہ ۱۲ سورہ ۱۱ آیت نمبر ۶) میں لکھتے ہیں کہ خدا کو ہر وقت مخلوقات کے اعمال کا علم نہیں ہوتا۔ بلکہ بندے جب اعمال کر لیتے ہیں۔ تب علم ہوتا ہے۔ اب تو علم غیب خدا کی صفت رہی ہی نہیں۔ پھر کسی کو علم غیب ماننا شرک کیوں ہوگا؟

**اعتراض (۲).....** حضور علیہ السلام کو علم غیب کب حاصل ہوا تم بھی تو کہتے ہو کہ شب معراج منہ میں قطرہ چپکا یا گیا اس سے علم غیب ملا اور کبھی کہتے ہو کہ خواب میں رب کو دیکھا کہ اس نے اپنا دست قدرت حضور علیہ السلام کے شانہ پر رکھا۔ جس سے تمام علوم حاصل ہوئے۔ کبھی کہتے ہو کہ قرآن تمام چیزوں کا بیان ہے۔ اس کے نزول ختم ہونے سے علم غیب ملا۔ اس میں کوئی بات درست ہے۔ اگر نزول قرآن سے پہلے علم مل چکا تھا تو قرآن سے کیا ملا۔ تحصیل حاصل محل ہے۔

**جواب:-** حضور علیہ السلام کو نفس علم غیب تو ولادت سے پہلے ہی عطا ہو چکا تھا کیونکہ آپ ولادت سے قبل عالم ارواح میں نبی تھے۔

حاشیہ..... ☆

اگر بحر الرائق کی عبارت کی تاویل نہ کی جائے تو یہ سب علماء (جن کی عبارتیں ہم پہلے نقل کر چکے ہیں) تکفیر کی زد میں آتے ہیں۔ اور بحر الرائق کی اس عبارت میں مطلق علم غیب کا اعتقاد رکھنے پر کفر کا فتویٰ ہے جزی علم غیب کوئی مانے یا نگی ہر صورت میں اس کی تکفیر کی گئی ہے اور مجلس نکاح میں تو جزی واقعہ ہے تو جو اس میں گواہ مان رہا ہے وہ بعض علم غیب ہی ثابت کر رہا ہے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ در مختار کے کفر والے قول کو رد کرتے ہوئے فرمایا:

ان الرسل یعرفون بعض الغیب۔

تو اس سے صاف ظاہر ہوا کہ فقہاء کرام رحمہم اللہ کا فتویٰ کفر مطلق تھا بعض علم غیب کا مدعی بھی اس کی زد میں تھا اور کلی کا بھی۔ کیونکہ اگر فقہاء کرام رحمہم اللہ علیہ علم غیب جاننے کے معتقد کی تکفیر کرتے اور بعض علم غیب کے مدعی کو مسلمان جانتے تو علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ ان الرسل یعرفون بعض الغیب۔ کہہ کر ان کی تکفیر کو رد نہ کرتے اب فقہاء کرام کے فتویٰ کی زد میں تمام دیوبندی بھی آجائیں گے۔ خصوصاً مگھڑوی صاحب بھی اس فتویٰ کی زد میں آئے گے۔ مگھڑوی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام کو بعض علوم کا عطا ہونا ایک مسلمہ حقیقت ہے اور کوئی مسلمان اس کا منکر نہیں۔ (تنقید التین ص ۱۹۷)

بحر الرائق در مختار میں عبارت مطلق ہے لہذا ان عبارت کی رو سے مگھڑوی صاحب کی بھی تکفیر ہو جائے گی۔ مگھڑوی صاحب اگر بعض علم غیب تسلیم کریں تو بحر الرائق کی عبارت کی رو سے کافر بنتے ہیں اور اگر بعض کا انکار کریں تو اپنی تنقید متین والی عبارت کی روشنی میں کافر بنتے ہیں۔

كنت نبيا وادم بين الطين والماء

(مجمع الزوائد وفتح الغوائد ج ۸ ص ۲۲۳ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)، (جامع الکبیر الاحادیث للسیوطی ج ۶ ص ۳۶۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (الاسیرۃ النبویہ لابن کثیر کتاب مبعث رسول اللہ ﷺ کثیرا و ذکر فی من ابشارہ بک ج ۱ ص ۳۳۶ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)، (حاکم فی المستدرک ج ۲ ص ۶۰۸-۶۰۹ وقال هذا حديث صحيح الا شاذ ولم يخرجاه)، (دلائل النبوة للبيهقي ج ۱ ص ۸۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۲۲)، (فیض القدير ج ۵ ص ۵۳)، (القا صمد الحسین ۵۲۹-۵۳۱)، (كشف الخفاء ج ۲ ص ۱۶۹)، (مجم الصلابة ج ۱ ص ۳۳۷ برقم ۳۳۷ و ج ۳ ص ۱۲۹ برقم ۱۰۰۳ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)، (المجم الکبیر للطبرانی ج ۲۰ ص ۳۵۳ رقم الحدیث ۸۳۳ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (التاریخ الکبیر للبخاری ج ۷ ص ۲۵۱ رقم الحدیث ۱۰۹۳۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد ج ۵ ص ۵۹ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبیہ مصر)، (حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۲۲ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)، (صحیح ابن حبان رقم الحدیث ۲۰۹۳)، (السنن لابن ابی عامر رقم الحدیث ۴۱۰)، (الاستیعاب ذکر مسیرۃ الغر رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۳۸۸ برقم ۲۵۸۲ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)، (الاحادیث المختارۃ ج ۹ ص ۱۳۲-۱۳۳-۱۳۴ رقم الحدیث ۱۲۳-۱۲۴ مطبوعہ مکتبۃ النصفۃ المدینۃ مکہ مکرمۃ)، (طبقات الکبریٰ ابن سعد ج ۱ ص ۱۳۸ مطبوعہ دارصادر بیروت)، (معصف ابی حنیفہ ج ۱۳ ص ۲۹۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)، (الاصابة فی تميز الصلابة ذکر عبد اللہ بن ابی الحدیث عاصم رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۳۷ برقم ۳۵۸۹ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)

اور نبی کہتے ہی اس کو ہیں جو غیب کی خبر رکھے مگر ماکان و مایکون کی تکمیل شب معراج میں ہوئی۔ لیکن یہ تمام علوم شہودی تھے کہ تمام اشیاء کو نظر سے مشاہدہ فرمایا۔ پھر قرآن نے ان ہی دیکھی ہوئی چیزوں کا بیان فرمایا اسی لئے قرآن میں ہے۔ تبیاننا لکل شئی (پارہ ۱۲ سورہ ۱۶ آیت نمبر ۸۹) ہر چیز کا بیان اور معراج میں ہوا فتح جلی لسی کل شئی و عرفت دیکھنا اور ہے بیان کچھ اور۔ جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرما کر ان کو تمام چیزیں دکھادیں۔ بعد میں ان کے نام بتائے۔ وہ شاہدہ تھا اور یہ بیان۔ اگرچہ چیزیں دکھائی نہ گئی تھیں تو ثم عرضہم علی الملائکۃ (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۳۱) کے کیا معنی ہوں گے۔ یعنی پھر ان چیزوں کو ملائکہ پر پیش فرمایا لہذا دونوں قول صحیح ہیں کہ معراج میں بھی علم ہوا۔ اور قرآن سے بھی۔ اگر کہا جاوے کہ پھر نزول قرآن سے کیا فائدہ سب باتیں تو پہلے ہی سے حضور کو معلوم تھیں۔ بتائی جاتی ہے نامعلوم چیز۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نزول قرآن صرف حضور علیہ السلام کے علم کے لئے نہیں ہوتا۔ بلکہ اس سے ہزار ہا دیگر فائدے ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ کسی آیت کے نزول سے پہلے اس کے احکام جاری نہ ہوں گے۔ اس کی تلاوت وغیرہ نہ ہوگی اگر نزول قرآن حضور علیہ السلام کے علم کے لئے ہے تو بعض سورتیں دوبار کیوں نازل ہوئیں۔

تفسیر مدارک میں ہے۔

فاتحة الكتاب مكية وقيل مدنية والاصح انها مكية ومدنية بمكة ثم نزلت بالمدينة.

**ترجمہ:** سورہ فاتحہ مکی ہے اور کہا گیا ہے کہ مدنی ہے اور صحیح تر یہ ہے کہ یہ مکی بھی ہے اور مدنی بھی اور اولاً مکہ میں نازل ہوئی پھر مدینہ میں۔

(مدارک المتبریل ج ۵ ص ۵ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنة پشاور)

مشکوٰۃ حدیث معراج میں ہے کہ حضور علیہ السلام کو شب معراج میں پانچ نمازیں اور سورہ بقرہ کی آخری آیات عطا ہوئیں۔ مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۲۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی اس حدیث کی شرح میں طاعلی قاری نے سوال کیا کہ معراج تو مکہ معظمہ میں ہوئی اور سورہ بقرہ مدنی ہے۔ پھر اس کی آخری آیات معراج میں کیسے عطا ہوئیں؟ تو جواب دیتے ہیں۔

حاصله انه وقع تكرار الوحي فيه تعظيما له واهتماما لسانه فإوحى الله اليه في تلك الليلة بلا واسطة جبريل.

**ترجمہ:** خلاصہ یہ ہے کہ اس میں وحی مکرر ہوئی حضور علیہ السلام کی تعظیم اور آپ کے اتمام شان کے لئے۔ پس اللہ نے اس رات بغیر

واسطہ جبریل وحی فرمادی۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۱۱ ص ۱۵۶ مطبوعہ مکتبۃ اعدادیہ لبنان)

اسی حدیث کے ماتحت لمعات میں ہے۔

نزلت عليه ﷺ ليلة المعراج بلا واسطة ثم نزل بها جبريل فانثت في المصاحف۔

**ترجمہ:** شب معراج میں یہ آیات بغیر واسطہ کے اتریں پھر ان کو جبریل نے اتار تو قرآن میں رکھی گئیں۔

(حاشیہ مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۲۹-۵۳۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

بتاؤ کہ دوبار نزول کس لئے ہوا؟ حضور علیہ السلام کو تو پہلے نزول سے علم حاصل ہو چکا تھا۔ نیز ہر سال ماہ رمضان میں جبریل امین حضور علیہ السلام کو سارا قرآن سناتے تھے۔ مقدمہ نور الانوار تعریف کتاب میں ہے۔ لانه كان ينزل عليه السلام دفعة واحدة في كل شهر رمضان جملة بتاؤ یہ نزول کیوں تھا؟ بلکہ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کو تمام آسمانی کتابوں کا پورا علم تھا رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

يا اهل الكتاب قد جاءكم رسولنا يبين لكم كثيرا مما كنتم تخفون من الكتاب ويعفوا عن كثير۔

**ترجمہ:** یعنی اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے وہ رسول آگئے جو تمہاری بہت سی چھپائی ہوئی کتاب کو ظاہر فرماتے ہیں اور بہت سے درگزر فرماتے ہیں۔

(پارہ ۶ سورہ ۵ آیت نمبر ۱۵)

اگر حضور علیہ السلام کے علم میں ساری کتب آسمانی نہیں تو ان کا ظاہر فرمانا یا نہ فرمانا کیا معنی حقیقت یہ ہے کہ حضور علیہ السلام اول ہی سے قرآن کے عارف تھے۔ مگر قرآنی احکام نزول سے قبل جاری نہ فرمائے اسی لئے بخاری کی پہلی حدیث میں ہے کہ حضرت جبریل نے غار احرا میں پہلی بار آکر عرض کیا اقرء آپ پڑھیے یہ نہ عرض کیا کیا کہ فلاں آیت پڑھیے اور پڑھو اسی سے کہتے ہیں جو جانتا ہو۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ما انا بقارء میں نہیں پڑھنے والا میں تو پڑھانے والا ہوں پڑھ تو پہلے ہی لیا ہے لوح محفوظ میں قرآن ہے اور حضور علیہ السلام کے علم میں پہلے ہی سے ہے۔ آپ ولادت سے پہلے نبی صاحب قرآن ہیں بغیر وحی کے نبوت کیسی لہذا اماننا ہوگا کہ قبل ولادت ہی قرآن کے عارف ہیں آج بھی بعض بچے حافظ پیدا ہوتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ نے پیدا ہوتے ہی فرمایا انا انسانی الکتب (پارہ ۱۶ سورہ ۱۹ آیت نمبر ۳) رب نے مجھے کتاب دی۔ معلوم ہوا کہ ابھی سے کتاب کو جانتے ہیں۔ بعض پیغمبروں کے لئے فرمایا اتيناہ الحکم صبا (پارہ ۱۶ سورہ ۱۹ آیت نمبر ۱۲) ہم نے انہیں بچپن ہی سے علم و حکمت دی۔ حضور نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کر کے امت کی شفاعت کی۔ حالانکہ سجدہ اور شفاعت حکم قرآنی ہے۔ حضور غوث پاک نے ماہ رمضان میں ماں کا دودھ نہ پیا۔ یہ بھی حکم قرآنی ہے۔ نور الانوار کے خطبہ میں خلق کی بحث میں ہے یعنی ان العمل بالقرآن کان جبلة له من غير تکلیف معلوم ہوا کہ قرآن پر عمل کرنا حضور علیہ السلام کی پیداؤں کی عادت ہے ہمیشہ حلیمہ دانی کا ایک پستان پاک چوسا۔ دوسرا بھائی کے لئے چھوڑا۔ یہ عدل و انصاف بھی قرآنی حکم ہے۔ اگر ابتداء سے قرآن کے عارف نہیں تو یہ عمل کیسے فرما رہے ہیں۔ دیوبندیوں کا ایک مشہور اعتراض یہ بھی ہے کہ تمہاری پیش کردہ آیتوں کے عموم سے لازم آتا ہے کہ حضور کا علم رب کے برابر ہو۔ مگر ان آیتوں میں قیامت تک کی قید لگاتے ہو عالم تکن تعلم میں نہ تو قیامت کی قید ہے نہ ما کان وما یكون کا ذکر۔ اور ایک دفعہ خاص ہونے سے آئندہ خصوص کا دروازہ کھل جاتا ہے دیکھو کتب اصول۔ لہذا ہم ان آیتوں میں احکام شرعیہ کی قید لگاتے ہیں یعنی اس سے صرف شرعی احکام مراد ہیں۔

**جواب:-** اس کا یہ ہے کہ یہاں آیت میں تخصیص نہیں۔ بلکہ عقل استثنا ہے کیونکہ رب کا علم غیر متناہی ہے مخلوق کا دماغ غیر متناہی علوم نہیں لے سکتا۔ برہان تسلسل وغیرہ سے لہذا امتناہی ہوگا۔ احادیث سے پتہ لگا کہ قیامت تک کی حضور نے خبر دی اسی لئے یہ دعویٰ کیا گیا استثنا کا اور حکم ہے اور تخصیص کا حکم دوسرا دیکھو اقیمو الصلوة سے بچے دیوانے حائضہ خارج ہیں یہ تخصیص نہیں بلکہ استثنا ہے۔

فقیر نے یہ مختصری تقریر علم غیب کے متعلق کر دی۔ اس کی زیادہ تحقیق کرنا ہو تو رسالہ مبارکہ الکلمۃ العلیاء کا مطالعہ کرو۔ جو کچھ میں نے کہا یہ اس بحر کی ایک لہر ہے چونکہ مجھے اور مسائل پر بھی گفتگو کرنا ہے۔ لہذا اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد والہ واصحابہ اجمعین برحمتک و هو ارحم الراحمین۔





## حاضر و ناظر کی بحث

اس بحث میں ایک مقدمہ اور دو باب ہیں

### مقدمہ حاضر و ناظر کی لغوی اور شرعی معنی کی تحقیق میں

حاضر کے لغوی معنی ہیں سامنے موجود ہونا یعنی غائب نہ ہونا المصباح المنیر میں ہے۔ حاضر حضرۃ مجلس القاضی و حضر الغائب حضوراً قدم من غیبتہ۔ مثنی الادب میں ہے حاضر حاضر شومذہ۔ ناظر کے چتر معنی ہیں دیکھنے والا، آنکھ کا تلس، نظر، ناک کی رگ، آنکھ کا پانی۔ المصباح المنیر میں ہے۔ والناظر السواد الاصغر من العين الذي يبصر به الانسان شخصه۔ قاموس اللغات میں ہے۔ والناظر السواد في العين او البصر بنفسه وعرق في الانف وفيه ماء البصر مختار الصحاح میں ابن ابی بکر رازی کہتے ہیں۔ الناظر في المقله السواد الاصغر الذي فيه الماء العين۔ (المختار الصحاح ص ۳۹۱) جہاں تک ہماری نظر کام کرے وہاں تک ہم ناظر ہیں اور جس جگہ تک ہماری دسترس ہو کہ تصرف کر لیں وہاں تک ہم حاضر ہیں۔ آسمان تک نظر کام کرتی ہے وہاں تک ہم ناظر یعنی دیکھنے والے ہیں مگر وہاں ہم حاضر نہیں۔ کیونکہ وہاں دسترس نہیں۔ اور جس حجرے یا گھر میں ہم موجود ہیں وہاں حاضر ہیں کہ اس جگہ ہماری پہنچ ہے۔ عالم میں حاضر و ناظر کے شرعی معنی یہ ہیں کہ قوت قدسیہ والا ایک ہی جگہ رہ کر تمام عالم کو اپنے کف دست کی طرح دیکھے اور دور و قریب کی آوازیں سنے یا ایک آن میں تمام عالم کی سیر کرے اور صد ہا کوس پر حاجتمندوں کی حاجت روائی کرے۔ یہ رفتار خواہ صرف روحانی ہو یا جسم مثالی کے ساتھ ہو یا اسی جسم سے ہو جو قبر میں مدفون یا کسی جگہ موجود ہے ان سب معنی کا ثبوت بزرگان دین کے لئے قرآن و حدیث و اقوال علماء سے ہے۔

## پہلا باب

### حاضر و ناظر کے ثبوت میں

اس میں پانچ فصلیں ہیں

#### پہلی فصل۔ آیات قرآنیہ سے ثبوت

(۱) یا ایہا النبی انا ارسلناک شاحداً و مبشراً و نذیراً و داعیاً الی اللہ باذنه و سراجاً منیراً۔

**ترجمہ:** اے غیب کی خبریں بتانے والے بے شک ہم نے تم کو بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دینا اور ڈر سنانا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانا اور چمکادینے والا آفتاب۔

(پارہ ۲۲ سورہ الاحزاب آیت نمبر ۳۶)

حاشیہ.....☆

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ اپنے جسم اقدس کے ساتھ روضہ منورہ میں تشریف فرما ہیں۔ اور تمام کائنات آپ کے سامنے حاضر ہے۔ جسے آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں آپ جب چاہیں جہاں چاہیں تشریف لے جاسکتے ہیں۔ مگر ایک وقت میں متعدد جگہوں پر تشریف لے جانا چاہیں تو یہ بھی ممکن ہے۔ یہی حاضر و ناظر کا صحیح مفہوم ہے نہ یہ کہ آپ اپنے مخصوص جسم کے ساتھ ہر جگہ بالفعل موجود ہوتے ہیں جیسا کہ دیوبندیوں، وہابیوں نے اہل سنت پر انتراء باعدھا ہے اور پھر اسے بنیادینا کر لغو اور لائینی اعتراضات کا سلسلہ شروع کر دیا۔ جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

شاہد کے معنی گواہ بھی ہو سکتے ہیں اور حاضر و ناظر بھی، گواہ کو شاہد اس لئے کہتے ہیں کہ وہ موقع پر حاضر تھا۔ حضور علیہ السلام کو شاہد یا تو اس لئے فرمایا گیا کہ آپ دنیا میں عالم غیب کی دیکھ کر گواہی دے رہے ہیں ورنہ سارے انبیاء گواہ تھے یا اس لئے کہ قیامت میں تمام انبیاء کی یحییٰ گواہی دیں گے یہ گواہی بغیر دیکھے ہوئے نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح آپ کا میثرا اور نذیر اور داعی الی اللہ ہوتا ہے کہ سارے پیغمبروں نے یہ کام کئے مگر سن کر حضور علیہ السلام نے دیکھ کر۔ اسی لئے معراج صرف حضور کو ہوئی۔ سراج منیر آفتاب کو کہتے ہیں وہ بھی عالم میں ہر جگہ ہوتا ہے گھر گھر میں موجود۔ آپ بھی ہر جگہ موجود ہیں۔ اس آیت کے ہر کلمہ سے حضور علیہ السلام کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہے۔

(۲) و کذا لک جعلنکم امة وسطا لتکونوا شهداء علی الناس ویكون الرسول علیکم شہیداً۔

**ترجمہ:** اور بات یونہی ہے کہ ہم نے تم کو سب امتوں میں افضل کیا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان اور گواہ۔ (پارہ ۲ سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۴۳)

(۳) فکيف اذا جئنا من کل امة بشہيد وجئنا بک علی ہولاء شہيداً۔

**ترجمہ:** تو کیسی ہوگی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب تم کو ان سب پر گواہ و نگہبان بنا کر لائیں۔ (پارہ ۵ سورہ آیت نمبر ۴۱)

ان آیتوں میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ قیامت کے دن دیگر انبیاء کرام کی امتیں عرض کریں گی کہ ہم تک تیرے پیغمبروں نے تیرے احکام نہ پہنچائے تھے۔ انبیاء کرام عرض کریں گے کہ ہم نے احکام پہنچائے ان کی گواہی پر اعتراض ہوگا کہ تم نے ان پیغمبروں کا زمانہ نہ پایا۔ تم بغیر دیکھے کیسے گواہی دے رہے ہو؟ یہ عرض کریں گے کہ ہم سے حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا تب حضور علیہ السلام کی گواہی لی جاوے گی۔ آپ دو گواہیاں دیں گے ایک تو یہ کہ نبیوں نے تبلیغ کی۔ دوسری یہ کہ یہ میری امت والے قابل گواہی ہیں۔ پس مقدمہ ختم۔ انبیاء کرام کے حق میں ڈگری۔ اگر حضور علیہ السلام نے گذشتہ انبیاء کی تبلیغ اور آئندہ اپنی امت کے حالات کو خود چشم حق بین سے ملاحظہ نہ فرمایا تھا تو آپ کی گواہی پر جرح کیوں نہ ہوئی؟ جیسی کہ امت کی گواہی پر جرح ہوئی تھی معلوم ہوا کہ یہ گواہی دیکھی ہوئی تھی اور پہلی سنی ہوئی۔ اس سے آپ کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہوا۔ اس آیت کی تحقیق ہم بحث علم غیب میں کر چکے ہیں۔

(۴) لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم۔

**ترجمہ:** بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔

(پارہ ۱۱ سورہ آیت نمبر ۱۲۸)

اس آیت سے تین طرح حضور علیہ السلام کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہے ایک یہ کہ جاء کم میں قیامت تک کے مسلمانوں سے خطاب ہے کہ تم سب کے پاس حضور علیہ السلام تشریف لائے جس سے معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام ہر مسلمان کے پاس ہیں اور مسلمان تو عالم میں ہر جگہ ہیں تو حضور بھی ہر جگہ موجود ہیں۔ دوم یہ فرمایا گیا من انفسکم تمہاری نفسوں میں سے ہیں یعنی ان کا آنا تم میں ایسا ہے جیسے جان کا قالب میں آنا کہ قالب کی رگ رگ اور رو ٹکٹے میں موجود اور ہر ایک سے خبردار رہتی ہے۔ ایسے ہی حضور علیہ السلام ہر مسلمان کے ہر فعل سے خبردار ہیں۔

آنکھوں میں ہیں لیکن مثل نظریوں دل میں ہیں جیسے جسم میں جاں

ہیں مجھ میں وہ لیکن مجھ سے نہاں اس شان کی کی جلوہ نمائی ہے!

اگر اس آیت کے صرف یہ معنی ہوتے کہ وہ تم میں سے ایک انسان ہیں تو منکم کافی تھا من انفسکم کیوں ارشاد ہوا؟ تیسرے یہ کہ

فرمایا گیا عزیز علیہ ما عنتم ان پر تہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے جس سے معلوم ہوا کہ ہماری راحت و تکلیف کی ہر وقت حضور کو خبر ہے تب ہی تو ہماری تکلیف سے قلب مبارک کو تکلیف ہوتی ہے ورنہ اگر ہماری خبر ہی نہ ہو تو تکلیف کیسی؟ یہ کلمہ بھی حقیقت میں انفسکم کا بیان ہے کہ جس طرح جسم کے کسی عضو کو دیکھ ہو تو روح کو تکلیف اسی طرح تم کو دکھ درد ہو تو آقا کو گرائی اس کرم کے قربان ﷺ۔

(۵) **ترجمہ:** اد ظلموا انفسہم جاء وک فاستغفرو اللہ و مستغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ تو اباً رحیم۔

**ترجمہ:** اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمادیں۔ تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

(پارہ ۵ سورہ ۴۲ آیت نمبر ۶۳)

اس سے معلوم ہوا کہ گنہگاروں کی بخشش کی سبیل صرف یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شفاعت مانگیں۔ اور حضور کرم کریمانہ سے شفاعت فرمادیں۔ اور یہ تو مطلب ہو سکتا نہیں کہ مدینہ پاک میں حاضر ہوں۔ ورنہ پھر ہم فقیر پر دیسی گنہگاروں کی مغفرت کی کیا سبیل ہوگی۔ اور مالدار بھی عمر میں ایک دو بار ہی پہنچتے ہیں اور گناہ دن رات کرتے ہیں۔ لہذا تکلیف مانوق الطاقات ہوگی لہذا مطلب یہ ہوا کہ وہ تمہارے پاس موجود ہیں تم غائب ہو تو تم بھی حاضر ہو جاؤ کہ ادھر متوجہ ہو جاؤ۔

یار نزدیک ترا من بمن است وین عجب ہیں کہ من اذوئے دورم

معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر ہیں۔

(۶) وما ارسلناک الا رحمة للعالمین۔

**ترجمہ:** اور ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

(سورہ الحج آیت نمبر ۴۰)

پھر فرماتا ہے:

ورحمتی وسعت کل شیئی۔

**ترجمہ:** اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے۔

(پارہ ۹ سورہ ۷۱ آیت نمبر ۱۵۶)

معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام جہانوں کے لئے رحمت ہیں۔ اور رحمت جہانوں کو محیط ہے۔ لہذا حضور علیہ السلام جہانوں کو محیط خیال رہے کہ رب کی شان ہے رب العالمین۔ حبیب کی شان ہے رحمة العالمین معلوم ہوا کہ اللہ جس کا رب ہے۔ حضور علیہ السلام اس کے لئے رحمت۔ (۷) وما کان اللہ ليعذبہم وانت فیہم۔

**ترجمہ:** اور اللہ کا کام نہیں کہ عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔

(پارہ ۹ سورہ ۱۸ آیت نمبر ۲۳)

یعنی عذاب الہی اس لئے نہیں آتا کہ ان میں آپ موجود ہیں اور عام عذاب تو قیامت تک کسی جگہ بھی نہ آوے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام قیامت تک ہر جگہ موجود ہیں۔ بلکہ روح البیان میں فرمایا ہے کہ حضور علیہ السلام ہر سعید و شقی کے ساتھ رہتے ہیں۔ اس کا ذکر تیسری فصل میں آتا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

واعلموا ان فیکم رسول اللہ۔

**ترجمہ:** جان لو کہ تم سب میں رسول اللہ تشریف فرما ہیں۔

(پارہ ۲۶ سورہ ۲۹ آیت نمبر ۷)

یہ تمام صحابہ کرام سے خطاب ہے، اور صحابہ کرام تو مختلف جگہ رہتے تھے معلوم ہوا کہ حضور سب جگہ ان کے پاس ہیں۔  
(۹) وَكَذَٰلِكَ نُوْهِیْ اِبْرٰهٖمَ مُلْكُوتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ۔

**ترجمہ:** اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں۔ ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔

(پارہ ۷ سورہ ۶ آیت ۷۵)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رب نے تمام عالم پیشمر سر ملاحظہ کرا دیا۔ حضور علیہ السلام کا درجہ ان سے اعلیٰ ہے لہذا ضروری ہے کہ آپ نے بھی عالم کو مشاہدہ فرمایا ہو۔ اس آیت کی تحقیق بحث علم غیب میں گزر گئی۔  
(۱۰) اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ۔

**ترجمہ:** اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا کہ تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا۔

(پارہ ۳۰ سورہ الفیل آیت نمبر ۱)

(۱۱) اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعٰد۔

**ترجمہ:** کیا تم نے نہ دیکھا کہ تمہارے رب نے قوم عاد کے ساتھ کیا کیا۔

(پارہ ۳۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۶)

قوم عاد اور اصحاب فیل کا واقعہ ولادت پاک سے پہلے کا ہے مگر فرمایا جاتا ہے الم ترکیا آپ نے نہ دیکھا یعنی دیکھا ہے اگر کوئی کہے کہ قرآن کریم کفار کے بارے میں فرماتا ہے:

اَلَمْ یُرَوْا کَمْ اَهْلَکْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قُرُنٍ۔

**ترجمہ:** کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کر دیں۔

(پارہ ۷ سورہ الانعام آیت نمبر ۶)

کفار نے اپنے سے پہلے کفار کو ہلاک ہوتے نہ دیکھا تھا۔ مگر فرمایا گیا کہ کیا نہ دیکھا انہوں نے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں ان کفار کے اجڑے ہوئے ملک اور تباہ شدہ مکانات کا دیکھنا مراد ہے اور چونکہ کفار مکہ اپنے سفروں میں ان مقامات سے گزرتے تھے اس لئے فرمایا گیا کہ یہ لوگ ان چیزوں کو دیکھ کر عبرت کیوں نہیں پکڑتے۔ حضور علیہ السلام نے نہ تو ظاہر میں دنیا کی سیاحت فرمائی اور نہ قوم عاد وغیرہ کے اجڑے ہوئے ملکوں کو بظاہر دیکھا۔ اس لئے ماننا ہوگا کہ یہاں نور نبوت سے دیکھنا مراد ہے۔

(۱۱) قرآن کریم جگہ جگہ اذ فرماتا ہے وَاِذَا قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ (پارہ ۷ سورہ ۲ آیت نمبر ۳۰) جبکہ آپ کے رب نے فرشتوں سے

کہا وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهِ (پارہ ۷ سورہ ۲ آیت نمبر ۶۷) جبکہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا وغیرہ وغیرہ اس جگہ مفسرین محذوف نکالتے ہیں اذ کر یعنی اس واقعہ کو یاد کرو۔ اور یاد وہ چیز دلائی جاتی ہے جو پہلے سے دیکھی بھالی ہو اور توجہ نہ ہو جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام گزشتہ واقعات حضور کے دیکھے ہوئے ہیں۔ روح البیان نے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے سارے واقعات حضور علیہ السلام مشاہدہ فرما رہے تھے اس کا ذکر آگے آتا ہے اگر کوئی کہے کہ بنی اسرائیل سے بھی خطاب ہے وَاِذْ نَجَّیْنٰکُمْ مِنْ اِلْ فِرْعَوْنَ (پارہ ۷ سورہ

۲ آیت نمبر ۳۹) اس وقت کو یاد کرو جب کہ ہم نے تم کو آل فرعون سے نجات دی تھی۔ حضور علیہ السلام کے زمانہ کے یہودی اس زمانہ میں کہاں تھے مگر مفسرین یہاں بھی اذ کرو محذوف نکالتے ہیں۔ جواب دیا جائے گا کہ ان بنی اسرائیل کو تاریخی واقعات معلوم تھے۔ کتب تواریخ پڑھی تھیں۔ اس طرف ان کو متوجہ کیا گیا۔ حضور علیہ السلام نے نہ کسی سے پڑھانے کتب تواریخ کا مطالعہ فرمایا اور نہ کسی مورخ کی صحبت میں رہے نہ تعلیم یافتہ قوم میں پرورش پائی اب آپ کو بحر نور نبوت علم کا ذریعہ کیا تھا۔

(۱۲) النبی اولی بالمومنین من انفسهم۔

**ترجمہ:** نبی مسلمانوں سے ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہے۔

(پارہ ۲۱ سورہ ۳۳ آیت نمبر ۶)

مولوی قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند تحذیر الناس صفحہ ۱۰ میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں اولی کے معنی قریب ترین ہیں۔ تو آیت کے معنی ہوئے نبی مسلمانوں سے ان کی جان سے بھی زیادہ قریب ہیں سب سے زیادہ قریب ہم سے ہماری جان اور جان سے بھی قریب نبی علیہ السلام ہیں اور زیادہ قریب چیز بھی چھپی رہتی ہے۔ اسی زیادتی قرب کی وجہ سے آنکھ سے نظر نہیں آتے۔

**تبیہ:** اس جگہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تم مقلد ہو اور مقلد کو آیات یا احادیث سے دلیل لینا جائز نہیں وہ تو قول امام پیش کرے۔ لہذا تم صرف امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول ہی پیش کر سکتے ہو۔ اس کا جواب چند طرح سے ہے۔ ایک یہ کہ آپ خود حاضر و ناظر نہ ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اس بارے میں امام صاحب کا قول پیش کریں۔ دوسرے یہ کہ ہم تقلید کی بحث میں عرض کر چکے ہیں کہ مسئلہ عقائد میں تقلید نہیں ہوتی۔ بلکہ مسائل فقہیہ اجتہادیہ میں ہوتی ہے۔ یہ مسئلہ عقیدہ کا ہے۔ تیسرے یہ کہ صریح آیات و احادیث سے مقلد بھی استدلال کر سکتا ہے۔ ہاں ان سے مسائل استنباط نہیں کر سکتا۔ طحاوی میں ہے۔

وما فهم الاحکام من نحو الظاهر والنص والمفسر فلیس مختصا به (ای بالمجتہد) بل یقدر علیہ العلماء الاعم۔

**ترجمہ:** جو احکام ظاہر نص و مفسر سے سمجھ جاویں۔ وہ مجتہد سے خاص نہیں۔ بلکہ اس پر عام علماء قادر ہیں۔

مسلم الثبوت میں ہے۔

وایضا شاع و ذاع احتجاجهم سلفا و خلفا بالعمومات من غیر نکیو۔

**ترجمہ:** نیز عام آیات سے دلیل پکڑنا خلف و سلف میں بغیر کسی انکار کے شائع ہے۔

قرآن بھی فرماتا ہے فاستلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون (پارہ ۱۴ سورہ ۱۶ آیت نمبر ۴۳) اگر تم نہ جانتے ہو تو ذکر والوں سے پوچھو۔ اجتہادی مسائل ہم نہیں جانتے ان میں آئمہ کی تقلید کرتے ہیں اور صریح آیات کا ترجمہ جانتے ہیں اس میں تقلید نہیں۔ چوتھے یہ کہ مسئلہ حاضر و ناظر پر فقہاء محدثین اور مفسرین کے اقوال بھی آئندہ فصلوں میں آرہے ہیں دیکھو اور غور کرو کہ حاضر و ناظر کا عقیدہ سارے مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔

## دوسری فصل..... حاضر و ناظر کی احادیث کے بیان میں

اس میں تمام وہ احادیث پیش کی جاویں گی جو مسئلہ علم غیب میں گزر چکی ہیں۔ خصوصاً حدیث نمبر ۶ و ۷ و ۸ و ۱۹ جن کا مضمون یہ ہے کہ ہم تمام عالم کو مثل کف دست دیکھ رہے ہیں۔ ہم پر ہماری امت اپنی صورتوں میں پیش ہوئی اور ہم ان کے نام ان کے باپ دادوں کے نام، ان کے گھوڑوں کے رنگ جانتے ہیں وغیرہ وغیرہ اسی طرح ان کی شرح میں محدثین کے اقوال گزر چکے ہیں وہ پیش کئے جائیں گے خصوصاً امر قاتلہ، زرقانی وغیرہ کی عبارتیں ان کے علاوہ حسب ذیل احادیث اور بھی پیش کی جاویں گی۔

مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر میں ہے۔

(۱) فیقولان ما کنت تقول فی هذا الرجل لمحمد۔

**ترجمہ:** مکررین میت سے پوچھتے ہیں کہ تم ان کے (محمد رسول اللہ ﷺ) کے بارے میں کیا کہتے تھے۔

(مشکوٰۃ اثبات عذاب القبر الفصل الثانی ص ۲۵ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم کتاب الجزیۃ صفحہ ۱۱۱ باب عرض مقدمات من الجزیۃ او النار علیہ و اثبات عذاب القبر و نحوہ منہج ص ۲۲۰ رقم الحدیث ۲۸۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اشعة اللمعات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے

یعنی هذا الرجل کہ می گویند آنحضرت داسی خوانند۔ هذا الرجل سے مراد حضور علیہ السلام کی ذات ستودہ صفات ہے۔ اشعة اللمعات میں یہی حدیث ہے یا باحضر ذات شریف جسے در عیانے بہ این طریق کہ در قبر مثالی دے علیہ السلام حاضر ساخته باشد و در دین جالبشارتے است عظیم مر مشنان غمزہ دہا کہ سر امید این شانز حار دمنده و زندہ در گور دروند خانے داورد یا قبر میں ظاہر ظہور آپ کی ذات شریف کو کرتے ہیں اس طرح کہ قبر میں حضور علیہ السلام کا وجود مثالی موجود کر دیتے ہیں اور اس جگہ مشتاقان غمزہ کو بڑی خوشخبری ہے کہ اگر اس شادی کی امید پر جان دے دیں اور زندہ قبروں میں چلے جائیں تو اس کا موقع ہے۔

(بوجود اللمعات ج ۱ ص ۱۱۵ مطبوعہ تھویند)

حاشیہ مشکوٰۃ میں یہی حدیث ہے:

قیل یکشف للمیت حتی یری النبی علیہ السلام وہی بشری عظیمہ۔

**ترجمہ:** کہا گیا ہے کہ میت سے حجاب اٹھا دیے جاتے ہیں یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کو دیکھتا ہے اور یہ بڑی ہی خوشخبری ہے۔

(حاشیہ مشکوٰۃ اثبات عذاب القبر الفصل الاول ص ۲۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

قسطانی شرح بخاری جلد ۳ صفحہ ۳۹۰ کتاب الجنائز میں ہے۔

قیل یکشف للمیت حتی یری النبی علیہ السلام وہی بشری عظیمہ للمومن ان صح۔

**ترجمہ:** کہا گیا ہے کہ میت سے حجاب اٹھا دیے جاتے ہیں یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کو دیکھتا ہے اور یہ بڑی ہی خوشخبری ہے اگر ٹھیک رہے۔

(ارشاد الساری شرح بخاری کتاب الجنائز ص ۳۹۰ مطبوعہ مصر)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہذا الرجل معبود و نہی کی طرف اشارہ ہے کہ فرشتے مردہ سے پوچھتے ہیں کہ وہ جو تیرے ذہن میں موجود ہیں انہیں تو کیا کہتا تھا؟ مگر یہ درست نہیں کیونکہ ایسا ہوتا تو کافر میت سے سوال نہ ہوتا کیونکہ وہ تو حضور علیہ السلام کے تصور سے خالی الذہن ہے۔ نیز کافراں کے جواب میں یہ نہ کہتا۔ میں نہیں جانتا بلکہ پوچھتا تم کس کے بارے میں سوال کرتے ہو؟ اس کے لا اداری کہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضور کو آنکھوں سے دیکھ تو رہا ہے مگر پہچانتا نہیں اور یہ اشارہ خارجی ہے۔

اس حدیث اور عبارتوں سے معلوم ہوا کہ قبر میں میت کو حضور علیہ السلام کا دیدار کرنا سوال ہوتا ہے تو اس شخص الضعی بدرالادنی ﷺ کو جو تیرے سامنے جلوہ گر ہیں۔ کیا کہتا تھا ہذا اشارہ قریب ہے معلوم ہوا کہ دیکھا کہ قریب کر کے پھر پوچھتے ہیں۔ اسی لئے حضرات صوفیائے کرام اور عشاق موت کی تمنا کرتے ہیں اور قبر کی پہلی رات کو دولہا کے دیدار کی رات کہتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارہ تیرا

جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے

مولانا آسی فرماتے ہیں۔

جس کے جویاں تھے ہاں گل کی ملاقات کی رات

آج پھولے نہ سائیں کفن میں آسی

ہم نے اپنے دیوان میں عرض کیا ہے۔

اس شب پہ عید صدقے اس کا جواب کیسا

مرقد کی بجلی شب ہے دولہا کی دید کی شب

اسی لئے بزرگان دین کے وصال کے دن کو روز عرس کہتے ہیں عرس کے معنی ہیں شادی کیونکہ عروس یعنی محمد رسول اللہ ﷺ دولہا کے

ویدار کا دن ہے۔

اور ایک وقت میں ہزار ہا جگہ ہزاروں مردے دفن ہوتے ہیں۔ تو اگر حضور علیہ السلام حاضر و ناظر نہیں ہوتے تو ہر جگہ جگہ گری کیسی؟ ثابت ہوا کہ حجاب ہماری نگاہوں پر ہے۔ ملائکہ اس حجاب کو اٹھا دیتے ہیں جیسے کہ دن میں کوئی خیمہ میں بیٹھا ہو اور آفتاب اس کی نگاہ سے غائب ہو کسی نے اس خیمہ کو اوپر سے ہٹا کر سورج دکھایا۔

(۲) مشکوٰۃ باب التحریض علی قیام اللیل میں ہے۔

استیقظ رسول اللہ ﷺ لیلۃ فزعاً یقول سبحن اللہ ماذا انزل اللیلۃ من الخزائن وماذا انزل من الفتن۔  
**ترجمہ:** ایک شب حضور علیہ السلام گھبرائے ہوئے بیدار ہوئے فرماتے تھے کہ سبحان اللہ اس رات میں کس قدر خزانے اور کس قدر فتنے اتارے گئے ہیں۔

(مشکوٰۃ باب التحریض علی قیام اللیل ص ۹۰، مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)۔ (التحمید لابن عبد البر ج ۲ ص ۲۳۸ مطبوعہ وزارة علوم الاوقاف والشؤون الاسلامیہ المغرب)  
اس سے معلوم ہوا کہ آئندہ ہونے والے فتنوں کو چشم ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

(۳) مشکوٰۃ باب المعجزات میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

نعمی النبی علیہ السلام زیدا وجعفر وابن رواحة للناس قبل ان یاتیہم خیرہم فقال اخذ الراية زید فاصیب الی حتی اخذ الراية سیف من سیوف اللہ یعنی خالد ابن الولید حتی فتح اللہ علیہم۔ ☆  
**ترجمہ:** حضور علیہ السلام نے زید اور جعفر اور ابن رواحہ رضی اللہ عنہم کی ان کی خبر موت آنے سے پہلے لوگوں کو خبر موت دے دی۔ فرمایا کہ اب جھنڈا اللہ کی ٹکوار خالد ابن ولید نے لیا تا آنکہ کہ اللہ نے ان کو فتح دے دی۔

(صحیح البخاری ج ۲ ص ۲۱۱ مطبوعہ تہذیبی کتب خانہ کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ موت جو کہ منورہ سے بہت ہی دور ہے وہاں جو کچھ ہو رہا ہے اس کو حضور مدینہ سے دیکھ رہے ہیں۔

حاشیہ..... ☆

(۱) امام ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر متوفی ۳۶۳ھ لکھتے ہیں۔

عن ام سلمۃ ان رسول اللہ ﷺ قال ذات لیلۃ یا سبحان اللہ ماذا نزل من الفتن وما فتح من الخزائن فایقظوا صواحب الحجر فرب کاسیۃ فی الدنیا ہمام یوم القیامۃ۔

فی هذا الحدیث علم من اعلام نبوتہ ﷺ بخبرہ عن الغیب وذلك انه اخبر بما کان بعدہ من الفتن فکان کما قال ﷺ فتن کما وقع القطر وکاللیل المظلم۔

وکذلك قوله ماذا فتح اللہ اللیلۃ من الخزائن یرید واللہ اعلم من ارزاق العباد من خزائن اللہ الی لا تنفذ یرید ما یفتح اللہ علی هذه الامۃ من اخذها الکفر والاسعاع فی المال واللہ اعلم۔

وهذا ایضا من الغیب الذی لا یعلمہ الا هو ومثله من الانبیاء والرسل صلوات اللہ علیہم۔

وقد یجوز ان تكون لیلۃ القدر ففیہا یفرق کل امر حکیم قیل ما یکون فی کل عام ویجوز ان تكون لیلۃ غیرہا قضی اللہ فیہا بقضائہ واعلمہ رسولہ ﷺ وقد یجوز ان تكون لتلك اللیلۃ اخوات مثلہا وهذه امور لا یعلمہا الا من اطعہ اللہ علیہا ممن ارتضی من رسلہ صلوات اللہ علیہم۔

(التحمید لابن عبد البر ج ۲ ص ۲۳۹ مطبوعہ وزارة علوم الاوقاف والشؤون الاسلامیہ المغرب)

## ☆ حاشیہ

## سینکڑوں میل دور غزوہ موتہ کے حالات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بتانے

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

عن انس رضی اللہ عنہ ان النبی انعی زیدا او جعفرأ و ابن رواحة للناس قبل ان یاتیهم خبرهم فقال اخذ الراية زید فاصیب ثم اخذ جعفر فاصیب ثم اخذ ابن رواحة فاصیب و عیناه تذرفان حتی اخذ الراية سيف من سیوف الله یعنی حتی فتح الله علیهم۔

**ترجمہ:** حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت زید، حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ کی خبر آنے سے پہلے ان کے شہید ہو جانے کے متعلق لوگوں کو پہلے ہی بتا دیا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب جھنڈا زید نے سنبھالا ہوا ہے لیکن وہ شہید ہو گئے۔ پھر جعفر نے جھنڈا سنبھال لیا، تو وہ بھی شہید ہو گئے۔ پھر ابن رواحہ نے جھنڈا سنبھالا ہے اور وہ بھی جام شہادت نوش کر گئے۔ یہ فرماتے ہوئے آپ کے چشمان مبارک اشک بار تھیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی تلواریں میں سے ایک تلوار (یعنی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ) نے جھنڈا سنبھال لیا ہے اور اس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے کافروں پر فتح مرحمت فرمادی۔

(صحیح البخاری ج ۲ ص ۶۱۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۱۶۰ سنن الکبریٰ ج ۸ ص ۱۵۴، (دلائل النبوة تہذیبی باب ما جاء فی غزوہ موتہ و ما غمر فی تاریخ النبی ﷺ ج ۳ ص ۳۶۵-۳۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الہدیٰ و الارشاد ج ۱ ص ۶۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جہ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (انجم الکبیر طبرانی ج ۲ ص ۱۰۵ رقم الحدیث ۱۳۵۹ مطبوعہ مکتبۃ العلوم و احکام الموصل)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروف بالسمیۃ و الخلیفہ ج ۳ ص ۶۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (نیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۲۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (انصار جعفر یف حقوق المصطفیٰ ج ۱ ص ۱۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تاریخ الامم و الملوک المعروف بتاریخ الطبری ج ۲ ص ۱۵۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح العلامة الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ج ۷ ص ۲۰۹ مطبوعہ دار المرقفہ بیروت)، (الوقایا بحوال المصطفیٰ الباب الفاسم عشر فی اخبار رسول اللہ ﷺ ج ۱ ص ۳۱۳ مطبوعہ مکتبۃ البابا مصر)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۳۶۷-۳۶۸ رقم الحدیث ۳۱۷۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ باب ما وقع فی غزوہ موتہ من الآیات و المعجزات ج ۱ ص ۴۳۰-۴۳۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الاحادیث المختارۃ ج ۹ ص ۱۶۲-۱۶۳ رقم الحدیث ۱۳۸-۱۳۹ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ بیروت)، (ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ ذکر ما جاء فیہ بطریق جوامع مع الملایکہ فی الجہد ص ۲۱۸ مطبوعہ دار الکتب المصریہ)، (اعلام النبوة الباب العاشر فیما سمع من معجزات احوال الامام ج ۱ ص ۱۵۷ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (تخریج الدلائل السمعیہ ص ۳۷ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروف بالسمیۃ و الخلیفہ ج ۲ ص ۷۰ مطبوعہ دار المرقفہ بیروت)، (مغفۃ الصفوۃ لابن جوزی ذکر وفاتہ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۵۱۹ مطبوعہ دار المرقفہ بیروت)، (المرکبۃ فی احوال السون و امور الآخرة لقرطبی باب ما جاء فیہ ان یسی اذا نزل یجد فی لہ محمد ﷺ خلقا من حواریہ ج ۲ ص ۵۶۸-۵۶۹ مطبوعہ سعید بک کتب خانہ صدف بلازہ محلہ جلی پشاور)، (حلیۃ الاولیاء و طبقات الامم ذکر عبد اللہ بن رولہ الانصاری ج ۱ ص ۱۲۰ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت) حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا علی بن عبد العزیز ثنا محمد بن عبد اللہ الرقاشی و حدثنا ابو مسلم الکشی ثنا لیمان بن حرب قال ثنا حماد بن زید ثنا ایوب عن حمید بن ہلال عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ ثم ان رسول اللہ ﷺ نعی زیدا و صاحبیه قبل ان یاتیہ الخبر و عیناه تذرفان۔

**ترجمہ:** حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کو زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی شہادت کی خبر دی گئی جب کہ آپ ﷺ نے انہیں یہ خبر شہادت سے پہلے ہی دیدی تھی۔ آپ ﷺ کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈب رہی تھیں۔ (انجم الکبیر طبرانی ج ۲ ص ۱۰۵ رقم الحدیث ۱۳۶۰ مطبوعہ مکتبۃ العلوم و احکام الموصل)، (حلیۃ الاولیاء و طبقات الامم ذکر حمید بن ہلال رحمۃ اللہ علیہ ج ۲ ص ۲۵۳ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (وسیلۃ الاسلام بالنبی علیہ الصلاۃ والسلام ص ۱۰۸ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت) حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۶ھ روایت کرتے ہیں۔

كما اخبر بذلك كله رسول الله ﷺ اصحابه الذين بالمدينة يومئذ وهو قائم على المنبر فنعى اليهم الامراء واحد واحدا وعيناه تذرفان ﷺ والحديث في الصحيح۔



حاشیہ.....☆

**ترجمہ:** آپ ﷺ نے مدینہ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو منبر پر کھڑے ہو کر خبر دی اور ایک ایک امیر کی شہادت کی خبر دی اور آپ ﷺ کے آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

(تفسیر سیرۃ الرسول لابن کثیر ص ۱۷۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

۱۔ اہل اللہ بن سید علی متوفی ۹۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج البيهقي وابو نعيم عن موسى بن عقبة عن ابن شهاب قال زعموا ان رسول الله ﷺ قال مر علي جعفر بن ابي طالب في الملائكة يطير كما يطرون له جناحان وزعموا ان يعلى بن منبه قدم على رسول الله ﷺ بنخبر اهل مودة فقال له رسول الله ﷺ ان شئت فاخبرني وان شئت اخبرتك قال اخبرني يا رسول الله فاخبره رسول الله ﷺ خبرهم كله ووصفه لهم فقال والذي بعثك بالحق ما تركت من حديثهم حرفا لم تذكره وان امرهم لكما ذكرت فقال ﷺ ان الله رفع لي الارض حتى رايت معرفتهم۔

**ترجمہ:** موسیٰ ابن عقبہ ابن شہاب زہری سے نقل کرتے ہیں کہ علمائے سیرت کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرشتوں کے جھرمٹ میں اڑتے ہوئے گزرے ہیں ان کے دو پر تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ یعلیٰ بن منبہ شہیدان موتہ کی خبر لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: چاہو تو مجھے خبر دو یا تمہیں پسند ہو تو میں وہاں کے حالات بیان کروں یعلیٰ بولے یا رسول اللہ ﷺ آپ ہی ان کے حالات ارشاد فرمادیں تو نبی اکرم ﷺ نے غزوہ موتہ کے تمام حالات اور شہیدوں کے واقعات بیان کر دیے یہ سن کر یعلیٰ کہنے لگے اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا آپ نے غزوہ موتہ کی کہانی کا ایک حرف تک نہیں چھوڑا بلکہ پورا واقعہ حرف بحرف بیان فرمادیا ہے حضور ﷺ نے فرمایا دراصل اللہ نے زمین اٹھا کر میرے سامنے رکھ دی یہاں تک کہ میں نے لڑائی کا پورا منظر چشم خود دیکھا ہے۔

(خصائص الکبریٰ باب ما وقع فی غزوۃ موتہ من الآیات والمعجزات ج ۱ ص ۳۳۰-۳۳۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة بیہقی باب ما جاء فی غزوۃ موتہ وما ظهر فی تأیید النبی ﷺ ج ۳ ص ۳۶۳-۳۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (بحرہ القلی العائین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (انسان النبوة فی سیرۃ الامامون المعروفہ باسمۃ الخلیفۃ ج ۲ ص ۹۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (زاد المعاد فی حدی خیر العباد فی غزوۃ موتہ ج ۳ ص ۳۸۵ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الانکشاف بانقضاء من مغازی رسول اللہ ﷺ الخلفاء غزوۃ موتہ من ارض الشام ج ۲ ص ۲۰۹ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)، (السیرۃ النبویہ غزوۃ موتہ ج ۳ ص ۳۳۵ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۴۰ھ لکھتے ہیں۔

قال رسول الله ﷺ كان الذي رايتم مني انه احزنني قتل اصحابي حتى رايتهم في الجنة اخوانا على سرور تتقابلين ورايت في بعضهم اعراضا كانه كره السيف ورايت جعفر ا ملكا ذا جناحين مضرجا بالدماء مصبوغ القوادم۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم نے جو میری حالت دیکھی یہ ہے کہ مجھے میرے اصحاب کے قتل نے غمگین کر دیا یہاں تک کہ میں نے انہیں اس طرح جنت میں دیکھ لیا کہ وہ بھائی بھائی ہیں آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہیں ان میں سے ایک میں نے کسی قدر اعتراض (روگردانی) کو دیکھا گویا انہیں تلوار ناپسند ہے میں نے جعفر کو دیکھا کہ وہ ایک فرشتے ہیں جن کے دو بازو ہیں جو خون میں رنگے ہیں اور جن کے قدم بھی رنگے ہوئے ہیں۔

(طبقات الکبریٰ ابن سعد سریر موتہ ج ۲ ص ۱۳۰ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربی ذکر ما جاء انہ بطیر بیتا صحن مع الملائکۃ فی الجیز ص ۲۱۶ مطبوعہ دار الکتب المصریہ)، (انجم الکبیر طبرانی ج ۲ ص ۱۰۷ رقم الحدیث ۱۳۶۶ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والادب المومل)، (اکمال فی شفاء الرجال ج ۱ ص ۲۳۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربی ذکر ما جاء انہ بطیر بیتا صحن مع الملائکۃ فی الجیز ص ۲۱۶ مطبوعہ دار الکتب المصریہ)، (السیرۃ النبویہ ذکر جعفر بن ابی طالب

## ☆ حاشیہ.....

ج ۳ ص ۵۸ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)، (المجامع الصغیر فی احادیث البشیر اندر حرف الراہ ج ۱ ص ۲۶۸ رقم الحدیث ۳۳۸۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی نظم التزیادۃ الی المجمع الصغیر ج ۲ ص ۱۲۱ رقم الحدیث ۶۵۰۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الاستیعاب فی معرفۃ الاسحاب ج ۱ ص ۲۳۳ مطبوعہ دار النجیل بیروت)، (سیر اعلام النلاء ج ۵ ص ۱۲۲ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاصافیۃ فی تفسیر الصحابہ ذکر جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۳۸۷ رقم الحدیث ۱۱۶۸ مطبوعہ دار النجیل بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله قال حدثني ابي قننا يزيد قال انا اسماعيل عن رجل ان النبي ﷺ قال ثم لقد رأيتني في لجنة و جناحيه مضر جين بالدماء مصبوغ القوام يعني جعفرًا۔

(فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۸۹۰ رقم الحدیث ۱۶۹۱ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الآحاد والثانی ج ۱ ص ۲۸۲ رقم الحدیث ۳۶۰ مطبوعہ دار الاریاء الریاض)، (السیرۃ النبویہ المعروف سیرت ابن ہشام ج ۵ ص ۲۸ مطبوعہ دار النجیل بیروت)

امام حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو عبد الله الحافظ قال اخبرنا ابو سعيد احمد بن يعقوب الثقفي قال حدثنا يوسف بن يعقوب قال حدثنا محمد بن ابي بكر قال حدثنا عمر بن علي عن اسماعيل بن ابي خالد عن عامر قال كان ابن عمر اذا حيا ابن جعفر قال "السلام عليك يا ابن ذى الجناحين۔"

**ترجمہ:** حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب ابن جعفر رضی اللہ عنہ کو سلام کرتے تو کہتے:

"السلام عليك يا ابن ذى الجناحين۔"

(دلائل النبوة امام بیہقی باب ما جاء في غزوة موتة وما ظهر في تاجير النبي ﷺ ج ۲ ص ۳۷۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (خصائص النبوی باب ما وقع في غزوة موتة من الآيات والمجرات ج ۱ ص ۳۳۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (فضائل الصحابہ للنسائی ج ۱ ص ۱۸ رقم الحدیث ۵۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ذکر ما جاء ان بطير يجناحين مع الملائكة في الجنة ص ۲۱۶ مطبوعہ دارالکتب المصریہ)، (السیرۃ النبویہ ذکر جعفر بن ابی طالب ج ۳ ص ۵۷ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)، (المجامع الاحادیث الکبیر ج ۲ ص ۲۶۵ رقم الحدیث ۱۶۱۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (المجموع الکبیر طبرانی ج ۲ ص ۱۰۹ رقم الحدیث ۱۴۷۳ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (خصائص الکبری باب ما وقع في غزوة موتة من الآيات والمجرات ج ۱ ص ۳۳۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (وسيلة الاسلام بالنبی ص ۱۰۸ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (المجامع الصغیر فی احادیث البشیر اندر حرف الراہ ج ۱ ص ۳۵۵ رقم الحدیث ۳۱۸۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن عمر بن واقد متوفی ۲۰۷ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثني محمد بن صالح عن غاصم بن عمرو بن قنادة وحدثني عبد الجبار ابن عمارة بن عبد الله بن ابي بكر، زاد احدهما، علي صاحبه في الحديث قالوا لما التقى الناس بموتة جلس رسول الله ﷺ علي المنبر وكشف له ما بينه وبين الشام فهو ينظر الي معركتهم فقال رسول الله ﷺ اخذوا الراية زيد بن حارثة فجاءه الشيطان فحبب اليه الحياة وكره اليه الموت وحبب اليه الدنيا فقال الآن حين استحکم الايمان في قلوب المومنين تحبب الي الدنيا فمضى قدما حتى استشهدا فصلى عليه رسول الله ﷺ وقال استغفروا له فقد دخل الجنة وهو يسعى ثم اخذ الراية جعفر بن ابي طالب فجاءه الشيطان فمناه الحياة وكره اليه الموت ومناه الدنيا فقال الآن حين استحکم الايمان في قلوب المومنين تمنيني الدنيا ثم معني قدما حتى استشهدا فصلى عليه رسول الله ﷺ ودعا له ثم قال "استغفروا لأخيكم فانه شهيد دخل الجنة فهو يطير في الجنة بجناحين من ياقوت حيث يشاء من الجنة....."

**ترجمہ:** واقدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب موتہ میں دونوں لشکر آمنے سامنے آئے تو نبی ﷺ نے منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور معرکہ جنگ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے گئے نبی ﷺ نے فرمایا زید نے جھنڈا اٹھالیا۔ شیطان ان کے پاس آیا اور سمجھانے لگا کہ زندگی محبوب چیز ہے اور موت بری اس نے زید رضی اللہ عنہ کدل میں دنیا کی محبت ڈالنے کی کوشش کی تو زید رضی اللہ عنہ نے کہا اب تو آیا ہے

☆ حیات شہیدہ

جب کہ مومنوں کے دل میں ایمان مستحکم ہو چکا ہے تو انہیں دنیا کی طرف مائل کرنا چاہتا ہے اس کے بعد وہ لڑتے رہے اور شہید ہو گئے۔ پھر نبی ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا اس کے لئے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہو گئے اور وہاں سیر کر رہے ہیں۔

پھر حضور ﷺ نے فرمایا اب جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اٹھالیا۔ ان کے پاس بھی شیطان آیا اور ان کے دل میں زندگی کی محبت اور موت سے کراہت ڈالنا چاہی تو انہوں نے کہا اس وقت جب کہ مومنوں کے دل میں ایمان مستحکم ہو چکا ہے تو انہیں دنیا کی طرف مائل کرنا چاہتا ہے اس کے بعد وہ لڑتے رہے اور شہید ہو گئے۔ پھر نبی ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لئے دعا فرمائی پھر فرمایا اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہو چکا اور وہاں اپنی خواہش سے جہاں چاہتا ہے اپنے دویا قوتی پروں کے ساتھ اڑ رہا ہے۔

(کتاب المغازی ج ۲ ص ۲۱۰-۲۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل البیہ ج ۲ ص ۱۹۲-۱۹۳ مطبوعہ حیدرآباد دکن ہند)

حافظ ابوبکر احمد بن حسین یحییٰ متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

قال الواقدي: فحدثني محمد بن صالح التمار عن عاصم بن عمر ابن قدامة قال: وحدثني عبد الجبار بن عمار بن غزيرة عن عبد الله بن ابي بكر بن حزم زاد احدهما، علي صاحبه في الحديث قال لما التقى الناس بمؤتة جلس رسول الله ﷺ على المنبر وكشف ما بينه وبين الشام فهو ينظر الى معتركهم قال رسول الله ﷺ اخذوا الراية زيد بن حارثة فجاءه الشيطان فحبب اليه الحياة وكره اليه الموت وحبب اليه الدنيا فقال الآن حين استحکم الايمان في قلوب المومنين يحبب الي الدنيا فمضى قدما حتى استشهدا فصلى عليه رسول الله ﷺ وقال استغفروا له وقد دخل الجنة وهو يسعى ثم اخذ الراية جعفر بن ابي طالب فجاءه الشيطان فمناه الحياة وكره اليه الموت ومناه الدنيا فقال الآن حين استحکم الايمان في قلوب المومنين تمسني الدنيا ثم معي قدما حتى استشهدا فصلى عليه رسول الله ﷺ ودعا له ثم قال "استغفروا لآخيكم فانه شهيد دخل الجنة فهو يطير في الجنة بجناحين من ياقوت حيث يشاء من الجنة".

**ترجمہ:** واقدي رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب موت میں دونوں اشرار آئے تو نبی ﷺ نے سورہ میں منبر پر چڑھ کر فرمایا اور معرکہ جنگ واپنی آنکھوں سے دیکھنے لگے نبی ﷺ نے فرمایا زید نے جھنڈا اٹھالیا۔ شیطان ان کے پاس آیا اور بھانے لگا کہ زندگی محبوب چیز ہے اور موت بری اس نے زید رضی اللہ عنہ کے دل میں دنیا کی محبت ڈالنے کی کوشش کی تو زید رضی اللہ عنہ نے کہا اب تو آیا ہے جب کہ مومنوں کے دل میں ایمان مستحکم ہو چکا ہے تو انہیں دنیا کی طرف مائل کرنا چاہتا ہے اس کے بعد وہ لڑتے رہے اور شہید ہو گئے۔ پھر نبی ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا اس کے لئے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہو گئے اور وہاں سیر کر رہے ہیں۔

پھر حضور ﷺ نے فرمایا اب جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اٹھالیا۔ ان کے پاس بھی شیطان آیا اور ان کے دل میں زندگی کی محبت اور موت سے کراہت ڈالنا چاہی تو انہوں نے کہا اس وقت جب کہ مومنوں کے دل میں ایمان مستحکم ہو چکا ہے تو انہیں دنیا کی طرف مائل کرنا چاہتا ہے اس کے بعد وہ لڑتے رہے اور شہید ہو گئے۔ پھر نبی ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لئے دعا فرمائی پھر فرمایا اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہو چکا اور وہاں اپنی خواہش سے جہاں چاہتا ہے اپنے دویا قوتی پروں کے ساتھ اڑ رہا ہے۔

(دلائل البیہ ج ۲ ص ۲۱۰-۲۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تاریخ دمشق الكبير ج ۱۱ ص ۲۵۸-۲۵۹ رقم الحدیث ۳۵۹۱-۳۵۹۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (السيرة النبوية ج ۳ ص ۳۳۲-۳۳۳ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)، (مواهب اللدنیہ ج ۳ ص ۹۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)،

(۴) مشکوٰۃ جلد دوم باب الکرامات کے بعد وفاة النبی علیہ السلام میں ہے۔

وان موعداکم الحوض وانی لانتظر الیه وانا فی مقامی۔

**ترجمہ:** تمہاری ملاقات کی جگہ حوض کوثر ہے۔ میں اس کو اسی جگہ سے دیکھ رہا ہوں۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب باب وفاة النبی الفصل الاول ص ۵۴ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

(۵) مشکوٰۃ باب تسویۃ الصف میں ہے۔ اقیموا صفوفکم فانی اراکم من ورائی۔

**ترجمہ:** اپنی صفیں سیدھی رکھی کیونکہ ہم تم کو اپنے پیچھے بھی دیکھتے ہیں۔ (۱)

(مشکوٰۃ المصابیح باب تسویۃ الصف الفصل الاول ص ۹۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

\*\*\*\*\* حاشیہ..... ☆

(البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۲۳۳ مطبوعہ مکتبۃ التجاریہ مکہ المکرمۃ)، (نصب الرایۃ ج ۲ ص ۲۹۱-۲۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (غنیۃ المستملی ص ۲۹۰ مطبوعہ مکتبۃ اسلامیہ کوئٹہ)، (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج ۴ ص ۶۳۰ مطبوعہ مکتبۃ رشیدیہ کوئٹہ)، (حاشیہ کتاب الاثار امام محمد ج ۲ ص ۱۰۵-۱۰۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (عون المعبود ج ۹ ص ۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

موت ملک شام میں دمشق کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔ جو مدینہ منورہ سے بہت فاصلہ پر ہے وہاں کے حاکم نے حضور ﷺ کے قاصد کو قتل کیا تھا اس لئے حضور ﷺ نے اس کی طرف لشکر بھیجا اور اس لشکر پر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا اور ارشاد فرمایا کہ زید رضی اللہ عنہ، شہید ہو جائے تو پھر جعفر رضی اللہ عنہ امیر ہوں اگر وہ بھی شہید ہو جائے تو عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ امیر ہوں اور اگر وہ بھی شہید ہو جائے تو مسلمان اپنے میں سے کسی کو امیر بنالیں جیسا آپ ﷺ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا کہ اس لڑائی میں یہ صاحب شہید ہوئے سب لوگوں نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سردار کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر فتح دی گویا حضور ﷺ نے اس واقعہ کے ہونے سے پہلے لوگوں کو بطور اختیار بالنبی خبر دی۔ نہ صرف خبر دی بلکہ آنکھوں سے مشاہدہ فرما کر ان کے لئے نماز جنازہ کے بعد دعائیں کیں گویا آنکھوں سے مشاہدہ فرما کر ان کے لئے دعائیں کیں۔ گویا آپ میدان جنگ میں موجود تھے۔ اس حدیث مبارکہ سے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم غیب اور حاضر و ناظر ہونا بھی ثابت ہوا۔

## مجھ پر تمہارا خشوع اور رکوع پوشیدہ نہیں

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز ادا کی اور منبر پر تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے نماز اور رکوع کے بارے میں فرمایا۔ انی لاراکم من ورائی کما اراکم۔ یقیناً میں تمہیں پیچھے بھی اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح (سامنے سے) دیکھتا ہوں۔

(بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ باب عظمۃ الامام انس ج ۱ ص ۵۹ مطبوعہ ندوی کتب خانہ کراچی)

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد ضلی المقدسی متوفی ۶۴۳ھ روایت کرتے ہیں۔

فانی اراکم من وراء ظہری۔

(الاحادیث المختارۃ ج ۶ ص ۱۰۲ رقم الحدیث ۲۰۹۲ مطبوعہ مکتبۃ النصفۃ المدینہ مکہ مکرمہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: هل ترون قبلنی ههنا فوالله ما يخفى علی خشوعکم ولا رکوعکم انی لاراکم من وراء ظہری۔ کیا تم دیکھتے ہو کہ میرا منہ (میری توجہ) اسی قبلہ کی طرف ہے جبکہ اللہ کی قسم مجھ پر تمہارا خشوع اور رکوع پوشیدہ نہیں۔ میں تمہیں اپنی پشت سے بھی دیکھتا ہوں۔

(بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ)

(۶) ترمذی جلد دوم باب العلم باب ما جاء في ذهاب العلم من ہے۔

كنا مع النبي عليه السلام فشحص بصره الى السماء ثم قال هذا او ان يختلس العلم من الناس حتى لا يقدر وامنه على شئني۔

**ترجمہ:** ہم حضور علیہ السلام کے ساتھ تھے کہ آپ نے اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھائی اور فرمایا کہ یہ وہ وقت ہے جب کہ علم لوگوں سے چھین لیا جاوے گا حتیٰ کہ اس پر بالکل قابو نہ پائیں گے۔

(سنن الترمذی کتاب العلم باب ما جاء في ذهاب العلم ج ۵ ص ۳۱ رقم الحدیث ۲۶۵۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری مراقۃ کتاب العلم میں فرماتے ہیں۔

فكانه عليه السلام لما نظر الى السماء كشف باقتراب اجله فاخبر بذلك۔

**ترجمہ:** جب حضور علیہ السلام نے آسمان کی طرف دیکھا تو آپ پر آپ کی موت کا قرب ظاہر ہو گیا تو اس کی خبر دے دی۔

(مراقۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۸ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ بستان)

(۷) مشکوٰۃ شروع باب الفتن فصل اول میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے مدینہ پاک کی ایک پہاڑی پر کھڑے ہو کر صحابہ کرام سے پوچھا کہ میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں کیا تم بھی دیکھتے ہو؟ عرض کیا کہ نہیں فرمایا:

فاني ارى الفتن تقع خلل بيوتكم كوقوع المطر۔

**ترجمہ:** میں تمہارے گھروں میں بارش کی طرح فتنے گرتے دیکھتا ہوں۔

(مشکوٰۃ المسابیح کتاب الفتن الفصل الاول ص ۶۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

حاشیہ.....☆

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصمعی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

هل ترون قبلتي ههنا فوالله ما يخفى على خشوعكم ولا ركو عكم اني لا راكم من وراء ظهري۔

**ترجمہ:** کیا تم دیکھتے ہو کہ میرا منہ (میری توجہ) اسی قبلہ کی طرف ہے جبکہ اللہ کی قسم مجھ پر تمہارا خشوع اور رکو ع پوشیدہ نہیں۔ میں تمہیں اپنی پشت سے بھی دیکھتا ہوں۔

(دلائل النبوة ج ۱ ص ۱۷۲ رقم الحدیث ۵۶ مطبوعہ دار طبعیہ الرياض)

امام ابو عوانہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا يونس بن عبد الاعلى قال انبا ابن وهب ان مالك حدثه عن ابي الزناد عن الاعرج عن ابي هريرة ان رسول الله ﷺ قال هل ترون قبلتي ها هنا فوالله ما يخفى على خشوعكم ولا ركو عكم اني لا راكم من وراء ظهري۔

(مسند ابو عوانہ باب ايجاب اقامة الركوع والسجود واما مساجد ص ۶۲ رقم الحدیث ۱۷۱۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

امام ابو عوانہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

فوالله اني اراكم من خلفي او قال من خلف ظهري اذا ركعتم وسجدتم۔

(مسند ابو عوانہ باب ايجاب اقامة الركوع والسجود واما مساجد ص ۶۲ رقم الحدیث ۱۷۱۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

امام ابو عوانہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

وقال لهم اني اراكم من امامي ومن خلفي۔

(مسند ابو عوانہ ج ۱ ص ۶۱ رقم الحدیث ۷۰۷ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

معلوم ہوا کہ یزیدی و مجازی فتنے جو عرصہ کے بعد ہونے والے تھے انہیں بھی ملاحظہ فرما رہے تھے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی چشم حق بین آئندہ کے واقعات اور دور قریب کے حالات اور حوض کوثر جنت و دوزخ وغیرہ کو ملاحظہ فرماتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کے طفیل حضور کے خدام کو بھی خدائے قدوس یہ قدرت و علم عطا فرماتا ہے۔

(۸) مشکوٰۃ جلد دوم باب الکرامات میں ہے کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک لشکر کا سردار ساریہ کو بنا کر نہادند بھیجا۔

فیما عمر یخطب فجعل یصیح یا ساریۃ الجبل۔ ☆

**ترجمہ:** عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں خطبہ پر ہتھے ہوئے پکارنے لگے کہ اے ساریہ پہاڑ کو لو۔

کچھ عرصہ کے بعد اس لشکر سے قاصد آئے اور انہوں نے بیان کیا کہ ہم کو دشمن نے شکست دے دی تھی کہ ہم نے کسی پکارنے والے کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا کہ ساریہ پہاڑ کو لو۔ تو ہم نے پہاڑ کو اپنی پشت کے پیچھے لیا۔ خدانے ان کو شکست دے دی۔

(مشکوٰۃ المسابیح باب وفاة النبی ص ۵۳۶ مطبوعہ نوریہ کتب خانہ کراچی)

☆..... حاشیہ

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

فانی اراکم من وراء ظہری۔

(الجامع الصغیر فی احادیث البخیر المدبر ج ۱ ص ۸۵ رقم الحدیث ۱۳۷۰-۱۳۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ یوسف بن اسماعیل المنہانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

فواللہ انی لاراکم من بعدی ظہری اذا رکتکم و اذا مسجلتکم۔

(انجاء البکیر فی سماء التریادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۲۰۸ رقم الحدیث ۲۲۵۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

☆ امام کبیر محدث شہیر حافظ حدیث ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصمغانی متوفی ۳۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جنگ کے لئے لشکر بھیجا اور ایک فتنس کو ان کا امیر بنایا جسے ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے ایک روز عمر فاروق رضی اللہ عنہ خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے کہ دوران خطبہ نہ مینا یا نہ ساریہ انجبل یا ساریۃ الجبل اے ساریہ پہاڑ کی پناہ لو۔ تو لوگوں نے دیکھا کہ اسی وقت جمعہ کے دن ساریہ پہاڑ کی حرف تیل دیتے۔ حالانکہ ان کے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے درمیان ایک مہینے کے سفر کا فاصلہ تھا۔

(دلائل المنہجۃ لابن نعیم اصمغانی ص ۵۱۸-۵۱۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل المنہجۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۳۷۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (اتحاف سادۃ المتقین ج ۸ ص ۳۷۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (احیاء علوم الدین ج ۳ کتاب غائب القلوب ص ۲۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (کنز العمال ج ۱۲ ص ۵۷۱ رقم الحدیث ۳۵۷۸۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاصابۃ فی تہذیب الصلۃ ساریہ بن زید رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۶ رقم ۳۰۳۶ مطبوعہ دار النخیل بیروت)، (طبقات الشافعیۃ الکبری ج ۲ ص ۳۲۲ طبع جدید دار احیاء الکتب العربیہ بیروت)، (تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۵۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (کتاب الاعتقاد ص ۲۰۳ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

نیز کچھ طور بعد لکھتے ہیں۔

چند ہی روز بعد حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کا پیغام رساں ان کا خط لے کر آ گیا جس میں لکھا تھا کہ جمعہ کے روز دشمن سے ہمارا سامنا ہوا ہم نے نماز فجر سے لڑنا شروع کیا اور جمعہ کے وقت آ گیا اور سارے اپنا رخ بد لئے لگے۔ تو اچانک ہم نے سنا کوئی پکار کر کہہ رہا تھا۔

اے ساریہ پہاڑ یہ آواز دو مرتبہ آئی.....

(دلائل المنہجۃ لابن نعیم اصمغانی ص ۵۱۸-۵۱۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

## ☆ حاشیہ.....

علامہ یوسف بن اسماعیل المنہانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

قال التاج السبکی ومنها على يد امير المؤمنين عمر الفاروق الذي قال فيه النبي ﷺ لقد كان فيمن قبلكم ناس محدثون فان يك في امتي احد فانه عمر قصة سارية بن زعيم الخلدجي كان عمر رضى الله عنه قد امر سارية على جيش من جيوش المسلمين وجهزه على بلاد فارس فاشتد على عسكره الحال على باب نهاوند وهو ويحصرها وكثرت جموع الاعداء وكاد المسلمون يهزمون وعمر رضى الله عنه بالمدينة فصعد المنبر وخطب ثم استغاث في اثناء خطبته باعلى صوته يا سارية الجبل من استرعى الذنب الغنم فقد ظلم فاسمع الله عز وجل سارية وجيوشه اجمعين وهم على باب نهاوند صوت عمر فلجئوا الى الجبل وقالوا هذا صوت امير المؤمنين فنجوا وانتصروا هذا ملخصها قال رحمه الله وسمعت الشيخ الامام الوالد يعنى ابيه تقي الدين السبكي رحمه الله يزيد فيها ان عليا رضى الله عنه كان حاضرا فقبل له ما هذا الذي يقول امير المؤمنين وابن سارية منا الآن فقال علي كرم الله وجهه دعوه فما دخل في امر الا وخرج منه ثم تبين الحال بالآخرة قال التاج قلت عمر رضى الله عنه لم يقصد اظهار هذه الكرامة وانما كشف له وراى القوم عيانا وكان كمن هو بين اظهرهم حقيقة وغاب عن مجلسه بالمدينة واشتغلت حواسه بما هم المسلمون بنهاوند فخطب اميرهم خطاب من هو معه اذ هو معه حقيقة او كمن هو معه واعلم ان ما يخرجه الله على لسان اوليائه من هذه الامور يحتمل ان يعرفوا بها وهي كرامة على كلا الحالين۔

**ترجمہ:** امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی کرامات میں سے مشہور کرامت وہ ہے جس کی طرف حضور ﷺ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں کچھ لوگ محدث ہوئے ہیں اگر میری امت میں کسی کو یہ شرف ملا تو وہ عمر ہیں اس کرامت کا مظہر ساریہ بن زعم الخلدی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ساریہ رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کے ایک لشکر کا امیر بنایا پھر انہیں بلاد فارس کی طرف بھیجا انہوں نے نہادند کا محاصرہ کیا مگر سخت پریشانی سے دوچار ہوئے کیونکہ دشمن دستوں کو بڑی وسعت تک مل رہی تھی اور قریب تھا کہ مسلمان شکست سے دوچار ہو جاتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں تشریف فرما تھے آپ (جمعہ کے روز) منبر شریف پر جلوہ گر ہوئے اور خطبہ کے دوران بلند آواز سے سے پکار کر فرمایا اے ساریہ پہاڑ کی طرف دیکھو جو غص بھیرے کو بھیر بکریوں کا نگہبان بناتا ہے وہ ظلم کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے نہادند کے درے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ آواز حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ اور ان کے سارے لشکر کو سنو ادا ابلی لشکر کہنے لگے یہ آواز تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہے پھر پہاڑ کی اوٹ میں آگئے اور چاؤ کر لیا اس طرح انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامت سے غیبی امداد مل گئی۔ ملخصاً

امام تاج الدین السبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے اپنے والد گرامی امام تقي الدين سبكي رحمۃ اللہ علیہ سے سنا وہ اس روایت میں اتنا اور اضافہ کرتے تھے کہ اس مجلس میں حضرت علی حیدر کرار رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے ان سے پوچھا گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس خطاب کی حقیقت کیا ہے؟ ساریہ رضی اللہ عنہ تو ہم سے بہت دور ہیں فرمایا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنے حال پر چھوڑ دو وہ جس معاملے میں داخل ہوتے ہیں اس سے نکلنے کا راستہ بھی دیکھ لیتے ہیں آخر کار اس خطاب کا سارا راز کھل گیا (جب لشکر ساریہ رضی اللہ عنہ نے فتح یاب ہو کر واپسی اختیار کی اور سارا واقعہ بیان کیا)۔

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس کرامت کے اظہار کا ارادہ نہیں رکھتے تھے دراصل ان پر کشف کی حالت طاری ہوئی اور محاذ جنگ کا نقشہ نظروں کے سامنے آگیا گویا آپ وہاں بنفس نفیس موجود تھے اور مدینہ کی مجلس میں نہ تھے آپ کے حواس اس وقت نہادند کے مقام پر مسلمانوں کے اوپر پڑنے والی افتاد میں مستغرق تھے اسی لئے آپ نے سالار لشکر کو اس طرح

(۹) امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فقہ اکبر اور علامہ جلال الدین سیوطی نے جامع کبیر میں حارث ابن نعمان اور حارث ابن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ایک بار میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو سرکار نے مجھ سے سوال فرمایا کہ اے حارث تم نے کس حال میں دن پایا۔ میں نے عرض کیا کہ سچا مومن ہو کر۔ فرمایا کہ تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے میں نے عرض کیا۔  
و کانتی انظر الی عرش ربی بارزا و کانتی انظر الی اهل الجنة یتر اوروں فیہا و کانتی انظر الی اهل النار یتضاعون فیہا۔  
**ترجمہ:** میں گویا عرش الہی کو ظاہر دیکھ رہا ہوں۔ اور گویا جنتیوں کو ایک دوسرے سے جنت میں ملنے ہوئے اور دوزخیوں کو دوزخ میں شور مچاتے ہوئے دیکھتا ہوں۔

(المجم الکبیر طبرانی ج ۳ ص ۲۶۶ رقم الحدیث ۳۳۶۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المومل)

اسی قصہ کو مشہور شریف میں نقل کیا ہے۔

مشت جنت مفت دوزخ پیش من	مست پیدا مہر جوں بت این پیش من
بلک ہیک دامی شناسر خلق را	ہمجو گندمر من فرجودر آسیا
کہ بہشتی کہ دوزگانہ کی است	پیش من پیدا چو مورد ماہی است
من بگویر یا فرد بندمر نفس	لب گزیدش مصطفیٰ یعنی کہ بس

میرے سامنے ۸ بہشت اور ۷ دوزخ ایسے ظاہر ہیں۔ جیسے ہندو کے سامنے بت ہیں ہر ایک مخلوق کو ایسا پہنچاتا ہوں جیسے چکی میں جو اور گیہوں۔ کہ جنتی کون ہے اور دوزخی کون۔ میرے سامنے یہ یہ سب مچلی اور چوٹی کی طرح ہیں۔ چپ رہوں یا کچھ اور کہوں۔ حضور نے ان کا منہ پکڑ لیا کہ بس۔

جب اس آفتاب کے زروں کی نظر کا یہ حال کہ جنت و دوزخ، عرش، و فرش، جنتی و دوزخی کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں تو اس آفتاب کو نین کی نظر کا کیا پوچھنا ہے۔

(۱۰) حضور ﷺ نے نماز کسوف، جماعت صحابہ کو پڑھائی بحالت نماز ہاتھ اٹھایا جیسے کچھ لیتا چاہتے ہیں بعد نماز صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ نماز میں یہ جنبش کیسی تھی۔ فرمایا ہم پر جنت پیش کی گئی چاہا کہ ہم اس کا ایک خوشہ توڑ لیں۔ مگر چھوڑ دیا تاکہ لوگوں کا علم بالذیب قائم رہے۔ اگر یہ توڑ لیتے تو لوگ تا قیامت اس سے کھاتے رہتے اس سے پتہ لگا کہ حضور مدینہ میں کھڑے ہیں ہاتھ اٹھایا تو جنت میں پہنچا جسم مدینہ میں ہے ہاتھ جنت الفردوس کے باغ کے خوشہ پر یہ ہے حاضر و ناظر کے معنی۔ اسی طرح حضور کا ہاتھ مدینہ منورہ سے ہماری ڈوبتی کشتی پر پہنچ کر بیڑا پار کر سکتا ہے۔

حاشیہ..... ☆

خطاب کیا گویا آپ رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ موجود ہوں حقیقت یہ ہے کہ روحانی تعلق کی بناء پر آپ ان کے ساتھ ہی تھے یہ بات بھی حاشیہ خیال میں رہے کہ اللہ تعالیٰ اس قسم کی باتیں جو اپنے مقربین کی زبان سے جاری فرماتا ہے اس کے بارے میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ ہو سکتا ہے انہیں ان باتوں کا علم و عرفان ہوتا ہو دوم یہ کہ بغیر ادراک و احساس کے یہ باتیں صادر ہو جائیں بہر حال دونوں صورتوں میں کرامت کا تحقق ہوتا ہے۔

(بحیۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین المطلب الثالث فی ذکر حملۃ من کرامات اصحاب رسول اللہ ﷺ ص ۶۱۲-۶۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)



## تیسری فصل..... حاضر و ناظر کا ثبوت فقہاء اور علماء امت کے اقوال سے

(۱) در مختار جلد سوم باب المرتدین بحث کرامات اولیاء میں ہے۔

یا حاضر یا ناظر لیس بکفر۔

**ترجمہ:** اے حاضر اے ناظر کہنا کفر نہیں ہے۔

(فتاویٰ شامی ج ۳ ص ۳۳۷ مطبوعہ مکتبہ ماحدیہ کوئٹہ)

شامی میں اسی کے ماتحت ہے۔

فان الحضور بمعنى العلم شائع ما يكون من نجوى ثلثة الا هورا بعضهم والناظر بمعنى الروية الم يعلم بان الله يرى فالمعنى يا عالم من رى۔

**ترجمہ:** (بزازیہ) کیونکہ حضور بمعنی علم مشہور ہے قرآن میں ہے کہ نہیں ہوتا تین کا مشورہ مگر رب ان کا چوتھا ہوتا ہے اور ناظر بمعنی دیکھنا ہے رب فرماتا ہے کیا نہیں جانتا کہ اللہ دیکھتا ہے پس اس کے معنی یہ ہوئے کہ اے عالم اے دیکھنے والے۔

(فتاویٰ شامی ج ۳ ص ۳۳۷ مطبوعہ مکتبہ ماحدیہ کوئٹہ)

(۲) در مختار جلد اول باب کیفیت الصلوٰۃ میں ہے۔

ويقصد بالفاظ التشهد الانشاء كانه يحيى على الله ويسلم على نبيه نفسه۔

**ترجمہ:** التحیات کے لفظوں میں خود کہنے کی نیت کرے گویا نمازی رب کو تحیہ اور خود نبی علیہ السلام کو سلام عرض کر رہا ہے۔

(در مختار علی ہاشم رد المحتار ج ۱ ص ۶۷۶ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استانبول)

شامی میں اسی عبارت کے ماتحت فرماتے ہیں۔

ای لا يقصد الاخبار والحكاية عما وقع في المعراج منه عليه السلام ومن ربه ومن الملائكة۔ ☆

**ترجمہ:** یعنی التحیات میں معراج کے اس کلام کے قصہ کی نیت نہ کرے جو حضور علیہ السلام اور رب تعالیٰ اور ملائکہ کے درمیان ہوا۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۶۷۶ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استانبول)، (فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۷۳ مطبوعہ مصر)

حاشیہ..... ☆

علامہ احمد طحاوی متوفی ۲۴۱ھ لکھتے ہیں۔

لا حكاية سلام رسول الله ﷺ۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ کو سلام کرنے کی حکایت نہ کرے۔

(حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۲۲۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں۔

في قصد المصلى انشاء هذه الالفاظ مرآة له قاصدا معناه الموضوع له من عنده كانه يحيى الله

سبحانه وتعالى ويسلم على النبي ﷺ۔

**ترجمہ:** نمازی کو تشہد کے الفاظ پڑھتے وقت بالارادہ و قصد یہ نیت کرنی چاہیے کہ ان الفاظ کی حقیقت اور مفہوم موضوع ادا کر رہا ہوں گویا وہ اللہ تعالیٰ کے حضور تمام مالی، جسمانی عبادات کی انشاء کر رہا ہے اور انسانی طور پر ہی رسول اللہ ﷺ کو عرض سلام کر رہا ہے۔

(مرآۃ الفلاح علی نور الابصار باب الامتہ کے متصل ماقبل ص ۷۷ مطبوعہ مطبعۃ البابي مصر)

فقہاء کی ان عبارات سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ کو حاضر و ناظر کہنا کفر نہیں ہے اور احتمیات میں حضور علیہ السلام کو حاضر جان کر سلام عرض کرے احتمیات کے متعلق اور بھی عبارات آتی ہے مجمع البرکات میں شیخ عبدالحق دہلوی فرماتے ہیں۔ وے علیہ السلام بر احوال و اعمال امت مطلع است بر مقرران و خاصان و درگاہ خود مفیض و حاضر و ناظر است۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنے رسالہ ہزوم کمی بہ سلوک اقرب السبل بالتوجہ سید المرسل میں فرماتے ہیں۔

باجندہیں اختلاف و کثرت مذاہب کہ در علماء امت هست يك کس داد دریں مسئلہ خلاقی نیست کہ آنحضرت علیہ السلام بحقیقت حیات یے شائبہ مجازد تو ممر تاویل دائرہ روایتی است و بر اعمال امت حاضر و ناظر است و مرطالبان حقیقت را و متوجہان آنحضرت را مفیض و مرہی (اذخال السار)

**ترجمہ:** اس اختلاف و مذاہب کے باوجود جو علمائے امت میں سے اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ حضور علیہ السلام حقیقی زندگی سے بغیر تاویل و مجاز کے احتمال کے باقی اور دائم ہیں اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں اور حقیقت کے طلبکار اور حاضرین بارگاہ کو فیض رساں اور مربی۔

(مکتوبات بر حاشیہ اخبار الاخیار ص ۱۵۵ مطبوعہ ہند)

حاشیہ..... ☆

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۷۶۰ھ لکھتے ہیں۔

انما ذکرنا بعض معانی التشهد لما ان المصلي يقصد بهذه الالفاظ معانيها مرأة له على وجه الانشاء كما صرح به المجتبی بقوله ولانه من ان يقصد بالفاظ التشهد معناها التي وضعت لها من عنده كانه يحيى الله ويسلم على النبي ﷺ۔

**ترجمہ:** ہم نے تشہد کے بعض معانی اس لیے ذکر کیے تاکہ نمازی ان کی ادائیگی کے وقت ان کے معانی کی انشائی نیت کرے جیسا کہ اس کی بخوبی نے تصریح فرمائی۔ وہ کہتے ہیں اس لیے کہ نمازی کو الفاظ تشہد کے حقیقی معانی قصد کرنے جائیں گویا وہ اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تحیت اور نبی ﷺ کے حضور سلام عرض کر رہا ہے۔

(بحر الرائق تشہد ابن مسعود ج ۱ ص ۳۳۳ مطبوعہ مطبعہ علیہ مصر)

محدث کبیر امام بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں۔

ان المصلين لما استقبحوا باب الملكوت بالتحیات اذن لهم بالدخول في حريم الذي لا يموت فقرت اعينهم بالمناجات فنبهوا على ان ذلك بواسطة نبي الرحمة وبركة متابعتة فاذا التفتوا فاذا الحبيب في حرم الحبيب حاضر فاقبلوا عليه قائلين السلام عليك ايها النبي ورحمته الله وبركاته۔

**ترجمہ:** نمازیوں نے جب عبادات کے حقے پیش کر کے باب ملکوت پر دستک دی تو انہیں بارگاہ الوہیت میں دخول کی اجازت مل گئی اور اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنے کے سبب ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں پھر ان کو بتایا کہ یہ مرتبہ ان کو رسول اللہ ﷺ کی رحمت برکت اور آپ کی بیرونی سے ملا ہے جب وہ اس تنبیہ سے متوجہ ہوئے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہیں تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر سلام عرض کیا السلام عليك ايها النبي ورحمته الله وبركاته۔

(عمدة القاری شرح صحیح البخاری ج ۶ ص ۱۱۱ مطبوعہ ادارۃ المطابع المیریہ مصر) (فتح الباری ج ۲ ص ۳۵۸ مطبوعہ دار النشر الکتاب الاسلامیہ لاہور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح فتوح الغیب صفحہ ۳۳۳ میں فرماتے ہیں۔ امام الانبیاء علیہم السلام بحیات حقیقی و دنیاوی حی و باقی و منصرف ان درین جا سخن نیست۔ انبیاء علیہم السلام دنیاوی حقیقی زندگی سے زندہ اور باقی و عمل درآمد فرمانے والے ہیں اس میں کوئی کلام نہیں۔

مرقاۃ باب ما یقال عند من حضرہ الموت کے آخر میں ہے۔

ولا تبع بعد عن الاولیاء حیث طویت لهم الارض وحصل لهم ابدان مکتسبة متعددة وجدوا فی اماکن مختلفه فی ان واحد۔

**ترجمہ:** یعنی اولیاء اللہ ایک آن میں چند جگہ ہو سکتے ہیں اور ان کے بیک وقت چند اجسام ہو سکتے ہیں۔

(مرقاۃ المفاتیح کتاب الجنائز مایقال عند من حضرہ الموت الفصل الثالث ج ۲ ص ۱۱۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شفا میں ہے۔

ان لم یکن فی البیت احد فقل السلام علی ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ۔

**ترجمہ:** جب گھر میں کوئی نہ ہو تو تم کہو کہ اے نبی تم پر سلام اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔

(شفا بحرہ تعریف حقوق المعطی فصل فی المواطن النبی ص ۲۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

اس کے ماتحت ملا علی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں۔

لان روح النبی علیہ السلام حاضر فی بیوت اهل الاسلام۔

**ترجمہ:** کیونکہ نبی علیہ السلام کی روح مبارک مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے۔

(شرح شفا ملا علی قاری علی ہاشم نیم الریاض فصل فی المواطن النبی ج ۲ ص ۲۳ مطبوعہ مرکز اہل سنت یرکات رضا کجرات ہند)

شیخ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمۃ مدارج النبوة میں فرماتے ہیں۔

ذکر کن اور اور و دیرست بروے علیہ السلام و باش در حال ذکر گویا یا حاضر است پیش تو در حالت حیات دی بنی تو اور امتاد ب باجلال و تعظیم و ہیبت و حیاء بدانکہ دے علیہ السلام می بیند و جی شتو و کلام ترا زیر اکر دے علیہ السلام متعفف است بصفات الہیہ و یکے از صفات الہی آن است کرانا جلیس من ذکر فی۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام کو یاد کرو اور درود بھیجو اور حالت ذکر میں ایسے رہو کہ حضور حالت حیات میں تمہارے سامنے ہیں اور تم ان کو دیکھتے ہو ادب اور جلال اور تعظیم اور ہیبت و حیاء سے رہو اور جانو کہ حضور علیہ السلام دیکھتے اور سنتے ہیں تمہارے کلام کو کیونکہ حضور علیہ السلام

حاشیہ.....☆

علامہ عبد الوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں۔

انما امر الشارع المصلی بالصلوۃ والسلام علی رسول اللہ ﷺ فی التشہد لیبینہ الغافلین فی جلوسہم بین یدی اللہ عزوجل علی شہود نبیتہم فی تلك الحضرۃ لانه لا یفارق حضرۃ اللہ ابدا لیخاطبونہ بالسلام مشافہۃ۔

**ترجمہ:** اللہ تعالیٰ نے نمازی کو دوران نماز صلوۃ و سلام کا حکم اس لیے دیا تاکہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے حضور غفلت سے بیٹھے ہیں انہیں یہ تنبیہ کر دی جائے کہ اس بارگاہ میں ان کے نبی بھی موجود ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے کبھی بھی جدا نہیں ہوتے لہذا نمازی آپ کو بالمشافہ سلام عرض کریں۔

(میزان الکبریٰ للشعرانی ج ۱ ص ۱۶۷ باب مفت الصلوۃ کے آخر میں مع رحمۃ اللہ مطبوعہ معظمتی البانی مصر)

صفات الہی سے موصوف ہیں اور اللہ کی ایک صفت یہ ہے کہ میں اپنے ذاکر کا ہم نشین ہوں۔

(مدارج النبوة باب یازدہم وصل نوع ثانی کہ تعلق معنی است الخ ج ۲ ص ۲۱۱ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ کھر)

امام ابن الحاج مدخل میں اور امام تسطانی مواہب جلد دوم صفحہ ۳۸ فصل ثانی زیارۃ قبرہ الشریف میں فرماتے ہیں۔

وقد قال علماءنا لا فرق بین موتہ و حیوۃ علیہ السلام فی مشاہدۃ لامتہ و معرفتہ باحوالہم و نیاتہم و عزائمہم و خواطرہم و ذالک جلی عندہ لا خفاء بہ۔

**ترجمہ:** ہمارے علماء نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام کی زندگی اور وفات میں کوئی فرق نہیں اپنی امت کو دیکھتے ہیں اور ان کے حالات و نیات اور ارادے اور دل کی باتوں کو جانتے ہیں یہ آپ کو بالکل ظاہر ہے۔ اس میں پوشیدگی نہیں۔

(المدخل لابن الحاج فصل فی الکلام علی زیارۃ سید المرسلین ج ۱ ص ۲۵۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (المواہب للذیہ المقصد العاشر الفصل الثانی ج ۳ ص ۵۸۰ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

وقال الغزالی مسلم علیہ اذا دخلت فی المسجد فانه علیہ السلام یحضر فی المسجد۔

**ترجمہ:** امام غزالی نے فرمایا کہ جب تم مسجدوں میں جاؤ تم حضور علیہ السلام کو سلام عرض کرو کیونکہ آپ مسجدوں میں موجود ہیں۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۳ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ لبنان)

نیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض جلد سوم کے آخر میں ہے۔

الانبیاء علیہم السلام من جهة الاجسام والظواهر مع البشر وبواطنهم وقواہم الروحانية ملكية ولذا ترى مشارق الارض و مغاربها تسمع اطيوط السماء وتشم رائحة جبریل اذا اراد النزول اليهم۔

**ترجمہ:** انبیائے کرام جسمانی اور ظاہری طور پر بشر کے ساتھ ہیں اور ان کے باطن اور روحانی قوتیں ملکی ہیں اسی لئے وہ زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھتے ہیں اور آسمانوں کی چڑچڑاہٹ سنتے ہیں اور جبریل کی خوشبو پالیتے ہیں جب وہ ان پر اترتے ہیں۔

(نیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض جلد سوم)

\*\*\*\*\*

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

ان سائر الانبیاء علیہم وسلم اذن لهم فی الخروج من قبورهم للتصرف فی الملكوت العلوی والسفلی۔

**ترجمہ:** بے شک رسول اللہ ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اجازت ہے کہ آسمان و زمین کی سلطنت الہی میں تصرف فرمانے کے لئے اپنے مزارات طیبہ سے باہر تشریف لے جائیں۔

(الحاوی للفتاویٰ تخریر الحکک فی امکان رویۃ النبی والملك ج ۲ ص ۲۶۳ مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت)

امام ابن حجر مکی ہمتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

روح نبینا ﷺ ربما تظهر فی سبعین الف صورة۔

**ترجمہ:** ہمارے نبی ﷺ کی روح اقدس ستر ہزار صورتوں میں جلوہ گر ہوتی ہے۔

(الفتاویٰ الکبریٰ کتاب الصلوٰۃ باب الجمع ج ۲ ص ۹ مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت)

امام اسماعیل بن یوسف مہبانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

فلا یخفی علیہ ﷺ من امور امتہ شیئی القریب منهم البعید۔

**ترجمہ:** حضور پر امت کے امور میں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں خواہ قریب ہو یا دور۔

(شواہد الحق ص ۱۵۰ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر)

دلائل الخیرات کے خطبہ میں ہے۔

وقیل لرسول اللہ اراءیت صلوۃ المصلین علیک ممن غاب عنک ومن یاترے بعدک ما خالہما عندک فقال اسمع صلوۃ اهل محبتی و اعرفہم وتعرض علی صلوۃ غیرہم عرضا۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ سے دور رہنے والوں اور بعد میں آنے والوں کے درودوں کا آپ کے نزدیک کیا حال ہے تو فرمایا کہ ہم محبت والوں کے درود تو خود سنتے ہیں اور ان کو پہچانتے ہیں اور غیر محبت والوں کا درود ہم پر پیش کر دیا جاتا ہے۔ شفاء قاضی عیاض جلد دوم میں ہے۔

عن علقمۃ قال اذا دخلت المسجد اقول السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ☆  
**ترجمہ:** علقمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب میں مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو کہتا ہوں کہ سلام ہو آپ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور برکات۔

(شرح شفا ج ۲ ص ۳ مطبوعہ مصر)، (القول البدیع للکافوی ص ۱۸۵ مطبوعہ مدینہ منورہ)، (شفاء عریف حقوق المصطفیٰ فصل فی المواضع التي یستحب فیہا الصلاۃ والسلام علی النبی ﷺ ج ۲ ص ۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس کی تائید ابوداؤد ابن ماجہ باب الدعاء عند دخول المسجد کی حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

مدارج النبوة صفحہ ۳۵ جلد دوم قسم چہارم وسلم حیات انبیاء میں ہے۔

اگر بعد ازاں گوید کہ حق تعالیٰ جس شریف راہ والے و قدرتے بحکیمہ است کہ در ہر مکانے کہ خواہد تشریف بخشد خواہ بعینہ خواہ مثال خواہ بر آسمان خواہ بر زمین خواہ در قبر یا غیر دے صورتے دارد و باوجود ثبوت نسبت خاص بقبر در ہمہ حال۔

**ترجمہ:** اس کے بعد اگر کہیں کہ رب تعالیٰ نے حضور کے جسم پاک کو ایسی حالت و قدرت بخشی ہے کہ جس مکان میں چاہیں تشریف لے جائیں خواہ بعینہ اس جسم سے خواہ جسم مثالی سے خواہ آسمان پر خواہ قبر میں تو درست ہے۔ قبر سے ہر حال میں حاصل نسبت رہتی ہے۔ (مدارج النبوة قسم چہارم وسلم حیات انبیاء ج ۲ ص ۳۵)

☆..... حاشیہ

نیز لکھتے ہیں۔

فہی لا یحبہا شیئی من الاکوان ان مہما تباعدت الامکنۃ و تفادمت الازمان ولذلكہ یسمع الخطاب من جمیع المعلنین۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ کی روح مبارک سے کائنات میں کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہو سکتی اور یہ بات نہیں کہ آپ ﷺ کی آرام کی جگہ دور ہو اور یا بہت زمانے گزر چکے ہوں اس لئے حضور ﷺ تمام زمانوں کے خطبات سنتے ہیں۔

(شواہد الحق ص ۱۵۱ مطبوعہ معطفی البابی مصر)

☆ امام ابوداؤد متنی ۵۷۲ لکھتے ہیں۔

عن ابی حمید الساعدی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا دخل احدکم المسجد فلیسلم علی النبی ﷺ ثم لیقل اللہم افتح لی ابواب رحمتک واذا خرج فلیقل اللہم انی اسالک من فضلک۔

**ترجمہ:** حضرت ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو

مصباح الہدایت ترجمہ عوارف المعارف مصنفہ شہاب الدین سہروردی صفحہ ۱۶۵ میں ہے۔

پس باید کہ بندہ ممیختان کہ حق سبحانہ را پیوستہ بر جمیع احوال خود ظاہراً و باطناً واقف و مطلع بیند رسول اللہ علیہ السلام را نیز ظاہر و باطن حاضر داند۔ تا مطالعہ صورت تعظیم و وفات اور مسودہا بہ محافظت آداب حضرتش دلیل بر و از مخالفت دے سرادا علاناً شرم دارد و هیچ دقیقہ از وقایع آداب صحبت او فردنہ گزارد۔

**ترجمہ:** پس چاہیے کہ بندہ جس طرح حق تعالیٰ کو ہر حال میں ظاہر و باطن طور پر واقف جانتا ہے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام کو بھی ظاہر و باطن حاضر جانے تاکہ آپ کی صورت کا دیکھنا آپ کی ہمیشہ تعظیم و قار کرنے اور اس بارگاہ کے ادب کی دلیل ہو جاوے اور آپ کی ظاہر و باطن میں مخالفت سے شرف کرے اور حضور علیہ السلام کی محبت پاک کے ادب کا کوئی دقیقہ نہ چھوڑے۔

(مصباح الہدایت ترجمہ عوارف المعارف ص ۱۶۵)

فقہاء و علماء امت کے ان اقوال سے حضور علیہ السلام کا حاضر و ناظر ہونا بخوبی واضح ہوا اب ہم آپ کو یہ دکھاتے ہیں کہ نمازی نماز میں حضور علیہ السلام کے متعلق کیا خیال رکھے اس کے متعلق ہم درمختار اور شامی عبارات میں تو شروع فصل میں پیش کر چکے ہیں۔ دیگر بزرگان دین کی اور عبارتیں سنیں اور اپنے ایمان کو تازہ کیجئے۔

احمد الممعات کتاب الصلوٰۃ باب التمشید اور مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۱۳۵ باب پنجم ذکر فضائل آنحضرت میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

و بعضی عرفا گفته اند کہ این بہجت سریان حقیقت محمدیہ است در ذرات موجودات و افراد ممکنات پس آنحضرت در ذرات مصلیان موجود و حاضر است پس مصلی را باید کہ اذیں معنی آگاہ باشد و اذیں شہود غافل نہ بود تا احوال قرب و اسرار معرفت منور و فائدہ مگر در۔

**ترجمہ:** بعض عارفین نے کہا ہے کہ الحیات میں یہ خطاب اس لئے ہے کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ذرہ ذرہ میں اور ممکنات کے ہر

.....☆.....  
(سنن ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب فیما یقول الرجل عند دخول المسجد ص ۱۲۶ رقم الحدیث ۳۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن ابن ماجہ کتاب المساجد و الجماعات باب الہ عام عند دخول المسجد ص ۲۵۴ رقم الحدیث ۷۷۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن داہمی ج ۱ ص ۳۷۷ رقم الحدیث ۱۳۹۳ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۵ ص ۳۹۷ رقم الحدیث ۲۰۳۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (سنن الکبریٰ ج ۲ ص ۳۳۱ رقم الحدیث ۳۱۱۵ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکتبۃ المکرمۃ)، (مسند ابی یوسف ج ۱ ص ۳۳۵ رقم الحدیث ۱۳۳۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام محمد بن یزید ابن ماجہ مؤلف ۲۷۷ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا دخل احدکم المسجد فلیسلم علی النبی ﷺ و لیقل اللہم افتح لی ابواب رحمتک و اذا خرج فلیسلم علی النبی ﷺ و لیقل اللہم اعصمنی من الشیطان الرجیم۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں کوئی مسجد میں داخل ہو تو اسے چاہئے کہ وہ حضور نبی اکرم ﷺ پر سلام بھیجے اور یہ کہے اے اللہ میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اور جب باہر نکلے تو حضور نبی اکرم ﷺ پر سلام بھیجے اور کہے اے میرے اللہ مجھے شیطان مردود سے بچا۔

(سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۵۴ رقم الحدیث ۷۷۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند ابی یوسف ج ۱ ص ۳۳۵ رقم الحدیث ۱۳۳۳ مطبوعہ مکتبۃ المکرمۃ)، (مسند ابی یوسف ج ۱ ص ۳۳۵ رقم الحدیث ۱۳۳۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

فرد میں سرایت کئے ہے۔ پس حضور علیہ السلام نمازوں کی ذات میں موجود حاضر ہیں نمازی کو چاہیے کہ اس معنی سے آگاہ رہے اور اس شہود سے غافل نہ ہوتا کہ قرب کے نور اور معرفت کے بھیدوں سے کامیاب ہو جاوے۔

(۱۸۱) (معانی باب التہجد ج ۳ ص ۱۸۱) (مطبوعہ اشیش کل روڈ لاہور)

احیاء العلوم جلد اول باب چہارم فصل سوم نماز کی باطنی شرطوں میں امام غزالی فرماتے ہیں۔

واحضرنی قلبک النبی علیہ السلام و شخصہ الکریم و قل السلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

(احیاء العلوم ج ۱ ص ۷۵) (مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

اسی طرح مراقبہ باب التہجد میں ہے۔ مک الختام میں نواب صدیق حسن خاں بھوپالی وہابی صفحہ ۲۳۲ پر وہی عبارت لکھتے ہیں جو ہم نے ابھی بحث المعانی کی التحیات کے بارے میں لکھی کہ نمازی کو چاہیے کہ حضور کو حاضر و ناظر جان کر التحیات میں سلام کرے پھر یہ شعر لکھتے ہیں۔

در راہ عشق مرحلہ قرب و بعد نیست

عشق کی راہ میں دور و قریب کی منزل نہیں ہے

میں تم کو دیکھتا ہوں اور دعا کرتا ہوں!

علامہ شیخ مجدد فرماتے ہیں۔

وخطوب علیہ السلام کانه اشارۃ الی انه تعالیٰ یکشف له عن المصلین من امته حتی یکون کالحاضر ینبہد لهم بالعقل اعمالهم و لیکون تذکر حضورہ سببا لمزید الخشوع والخضوع۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام کو نماز میں خطاب کیا گیا شاید کہ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت میں سے نمازیوں کا حال آپ پر ظاہر فرمادیتا ہے۔ حتیٰ کہ آپ مثل حاضر کے ہوتے ہیں اس کے اعمال کو سمجھنے میں اور اس لئے کہ آپ کی حاضرت کا خیال زیادتی خشوع و خضوع کا سبب ہو جاوے۔

مسئلہ حاضر و ناظر پر بعض فقہی مسائل بھی موقوف ہیں۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ زوج مشرق میں ہو اور زوجہ مغرب میں اور بچہ پیدا ہو۔ اور زوج کہتا ہے کہ بچہ میرا ہے تو بچہ اسی کا ہے کہ شاید یہ ولی اللہ ہو اور کرامت سے اپنی بیوی کے پاس پہنچا ہو۔

حاشیہ.....☆

غیر مقلد نواب حسن خاں لکھتے ہیں۔

وبعضی از عرفا قدس سرہمہ گفتہ اند کہ این خطاب بجهت سریان حقیقت محمدیہ است علیہ الصلوٰۃ والسلام در ذرات موجودات و افراد ممکنات پس آن حضرت ﷺ در ذوات مصلیان موجود و حاضر ست پس مصلی باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد و ازیں شہود غافل نبود تا بہ انوار قرب و اسرار معرفت منور و فاضل گردد۔

**ترجمہ:** بعض عارفین قدس سرہمہ نے فرمایا کہ نماز میں رسول اللہ ﷺ کو اس لیے خطاب کر کے سلام عرض کیا جاتا ہے کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ذروں میں ممکنات کے ہر فرد میں جلوہ گر ہے پس نبی اکرم ﷺ نمازیوں کے اندر موجود اور حاضر ہیں۔ پس نمازی کو چاہیے کہ اس معنی و مفہوم سے آگاہ رہے اور سرکارِ دو عالم ﷺ کی اس جلوہ گری سے غافل نہ ہوتا کہ انوارِ قرب اور اسرارِ معرفت سے منور اور فیضیاب ہو۔

(مسک الختام شرح بلوغ المرام ج ۱ ص ۴۵۹)

دیکھو شامی جلد دوم باب ثبوت النسب شامی جلد سوم باب المرتدین مطلب کرامات اولیاء میں ہے۔

وطی المسافة منه لقوله عليه السلام رويت لي الارض ويدل عليه ما قالوا فيمن كان في المشرق وتزوج امرأة بالمغرب فانت بولد يلحقه وفي انتشار خانية ان هذه المسئلة تويد الجواز۔

**ترجمہ:** اور راستے طے کرنا بھی اسی کرامت میں سے ہے حضور کے فرمانے کی وجہ سے کہ میرے لئے زمین سمیت دی گئی۔ اس پر وہ مسئلہ دلالت کرتا ہے جو فقہاء نے کہا کہ کوئی شخص مشرق میں ہو اور مغرب میں رہنے والی عورت سے نکاح کرے پھر وہ عورت بچہ جنے تو بچہ اس مرد سے ملحق ہوگا اور تارخانہ میں ہے کہ یہ مسئلہ اس کرامت کے جائے ہونے کی تائید کرتا ہے۔

(فتاویٰ شامی باب المرتد مطلب کرامات الاولیاء ج ۳ ص ۳۳۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شامی یہی مقام۔ والانصاف ما ذكره الامام النسفي حين سئل عما يحكي ان الكعبة كانت تزور واحد من الاولياء هل يجوز القول به فقال نقض العادة على سبيل الكرامة لاهل الولاية جائز عند اهل السنة۔

**ترجمہ:** انصاف کی بات وہ ہی ہے جو امام نسفی نے اس وقت کہے جب کہ ان سے سوال کیا گیا کہ کہا جاتا ہے کہ کعبہ ایک ولی کی زیارت کرنے جاتا ہے کیا یہ کہنا جائز ہے تو انہوں نے فرمایا کہ اولیاء اللہ کے لئے خلاف عادت کام کرامت کے طریقہ پر اہل سنت کے نزدیک جائز ہے۔

(فتاویٰ شامی باب المرتد مطلب کرامات الاولیاء ج ۳ ص ۳۳۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کعبہ معظمہ بھی اولیاء اللہ کی زیارت کرنے کے لئے عالم میں چکر لگاتا ہے۔

تفسیر روح البیان سورہ ملک کے آخر میں ہے۔

قال الامام الغزالي والرسول عليه السلام له الخيار في طواف العالم مع ارواح الصحابة لقد راه كثير من الاولياء۔

**ترجمہ:** امام غزالی نے فرمایا ہے کہ حضور علیہ السلام کو دنیا میں سیر فرمانے کا اپنے صحابہ کرام کی روحوں کے ساتھ اختیار ہے آپ کو بہت سے اولیاء اللہ نے دیکھا ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۱۱۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

انتباه الاذکیاء فی حیات الاولیاء میں علامہ جلال الدین سیوطی صغیر پر فرماتے ہیں۔

النظر فی اعمال امته والاستغفار لهم من السيئات والدعاء بكشف البلاء عنهم والتردد فی افطار الارض والبركة فیها وحضور جنازة من صالحی امته فان هذه الامور من اشغاله كما وردت بذلك الحديث والاثار۔

**ترجمہ:** اپنی امت کے اعمال میں نگاہ رکھنا ان کے لئے گناہوں سے استغفار کرنا ان سے دفع ہلاکی دعا فرمانا اطراف زمین میں آنا جانا اس میں برکت دینا اور اپنی امت میں کوئی صالح آدمی مر جاوے تو اس کے جنازے میں جانا یہ چیزیں حضور علیہ السلام کا مشغلہ ہیں جیسے کہ اس پر احادیث اور آثار آئے ہیں۔

(الحادی للفتاویٰ کتاب البعث رسال انباء الاولیاء ج ۲ ص ۱۸۳-۱۸۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام غزالی المہد من العلال میں فرماتے ہیں۔

ادباب قلوب مشامدہ می کنند در بیداری انبیا۔ وملانکہ دراومم کلام می شوند بایشان۔



**ترجمہ:** صاحب دل حضرات جاگتے ہوئے انبیاء و ملائکہ کو دیکھتے ہیں۔ اور ان سے بات چیت کرتے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی شرح صدر میں فرماتے ہیں۔

ان اعتقد الناس ان روحه و مثاله في وقت قراءة المولد و ختم رمضان و قراء القصائد يحضر جاز۔

**ترجمہ:** اگر لوگ یہ عقیدہ رکھیں کہ حضور علیہ السلام کی روح اور آپ کی مثال مولود شریف پڑھنے اور ختم رمضان اور نعت خوانی کے وقت آتی ہے تو جائز ہے۔

مولوی عبدالحی صاحب رسالہ ترویج البیان تبصریح حکم شرب الدخان میں فرماتے ہیں کہ ایک شخص نعت خواں تھا اور حقہ بھی پیتا تھا۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ نبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب تم مولود شریف پڑھتے ہو تو ہم رونق افروز مجلس ہوتے ہیں۔ مگر جب حقہ آجاتا ہے۔ تو ہم فوراً مجلس سے واپس ہو جاتے ہیں۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی نگاہ پاک ہر وقت عالم کے ذرہ ذرہ پر ہے اور نماز تلاوت قرآن محفل میلاد شریف اور نعت خوانی کی مجالس میں اسی طرح صالحین کی نماز جنازہ میں خاص طور پر اپنی جسم پاک سے تشریف فرما ہوتے ہیں۔

تفسیر روح البیان پارہ ۲۶ سوہ فتح زیر آیت انا ارسلناک شاحداً ہے۔

فانه لما كان اول مخلوق خلقه الله كان شاهداً بوحداية الحق وشاهداً بما اخرج من العدم الى الوجود من الارواح والنفوس والاجرام والاركان والاجساد والمعادن والنبات والحيوان والملك والجن والشيطان والانسان وغير ذلك لتلايشد عنه ما يمكن للمخلوق واسرار افعاله وعجائبه۔

**ترجمہ:** چونکہ حضور علیہ السلام کی پہلی مخلوق ہیں اس لئے اس کی وحدانیت کے گواہ ہیں اور ان چیزوں کو مشاہدہ کرنے والے ہیں جو عدم سے وجود میں آئے ارواح نفوس اجسام معدنیات نباتات حیوانات فرشتے اور انسان وغیرہ تاکہ آپ پر رب کے وہ اسرار اور عجائب مخفی نہ رہیں جو کسی مخلوق کے لئے ممکن ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۹ ص ۲۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اسی جگہ کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں۔

فشاهد خلقه و ما جرى عليه من الاكرام والاحراج من الجنة بسبب المخالفة و ما تاب الله عليه الى اخر ما جرى الله عليه وشاهد خلق ابليس و ما جرى عليه۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کا پیدا ہونا ان کی تعظیم ہونا اور خطا پر جنت سے علیحدہ ہونا اور پھر توبہ قبول ہونا آخر تک کے سارے معاملات جو ان پر گزرے سے کو دیکھا اور ابلیس کی پیدائش اور جو کچھ اس پر گزرا اس کو بھی دیکھا۔

(تفسیر روح البیان ج ۹ ص ۲۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور نے عالم ظہور میں جلوہ گری سے پہلے ہر ایک کے ایک ایک حالات کا مشاہدہ فرمایا۔

یہی صاحب روح البیان کچھ آگے چل کر اسی مقام پر فرماتے ہیں۔

قال بعض الكبار ان مع كل سعيد رفيقه من روح النبي عليه السلام هي الرقيب العتيد عليه ولما قبض الروح المحمدي عن ادم الذي كان به دائماً لا يضل ولا ينسى جرمه عليه ما جرى من النسيان وما يتبعه۔

**ترجمہ:** بعض اکابر نے فرمایا کہ ہر سعید کے ساتھ حضور علیہ السلام کی روح رہتی ہے اور یہی رقیب عتید سے مراد ہے اور جس وقت روح محمدی کی توجہ دائی حضرت آدم علیہ السلام سے ہٹ گئی تب ان سے نسیان اور اس کے نتائج ہوئے۔

(تفسیر روح البیان ج ۹ ص ۲۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ایک حدیث میں ہے کہ جب زانی زنا کرتا ہے تو اس سے ایمان نکل جاتا ہے۔

روح البیان میں اسی جگہ ہے کہ ایمان سے مراد توجہ مصطفیٰ ہے یعنی جو مومن کوئی اچھا کام کرتا ہے تو حضور علیہ السلام کی توجہ کی برکت سے کرتا ہے اور جو گناہ کرتا ہے وہ ان کی بے توجہی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس سے حضور علیہ السلام کا حاضر و ناظر ہونا بخوبی ثابت ہوا۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصیدہ نعمان میں فرماتے ہیں۔

واذا نظرت فلا اری الا  
اور جب دیکھتا ہوں تو آپ کے سوا کچھ نظر نہیں آتا

واذا سمعت فحنت قول طیباً  
جب میں سنتا ہوں تو آپ ہی کا ذکر سنتا ہوں

## چوتھی فصل ..... حاضر و ناظر کا ثبوت مخالفین کی کتابوں سے

تخذیر الناس صفحہ ۱۸۱ مولوی قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند کہتے ہیں کہ النبی اولیٰ بالمومنین من انفسہم (پارہ ۲۱ سورہ ۳۲ آیت نمبر ۶) کو بعد لحاظ صلہ من انفسہم کے دیکھ کر یہ ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ علیہ السلام کو اپنی امت کے ساتھ وہ قرب ہے کہ ان کی جانوں کو بھی ان کے ساتھ حاصل نہیں کیونکہ اولیٰ بمعنی اقرب ہے۔ ترجمہ صراط مستقیم مصنفہ مولوی اسماعیل دہلوی صفحہ ۱۳ میں چوتھی ہدایت جب عشق کے بیان میں کوئلے اور آگ کی مثال دے کر کہتے ہیں۔ اسی طرح جب اس طالب کے نفس کا دل کو رحمانی کوشش اور جذب کی موجیں احادیث کے دریاؤں کی تہ میں کھینچ کر لے جاتی ہے تو ناالحق اور لبس فی حبیبی سوری اللہ کا آواز اس سے صادر ہونے لگتا ہے اور یہ حدیث قدسی كنت مسمعه الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ الذی یبطش بہا اور ایک اور روایت کی رو سے لسانہ الذی یتکلم بہ اسی حالت کی حکایت ہے۔ اس عبارت میں صاف اقرار ہے کہ جب انسان فانی اللہ ہو جاتا ہے۔ تو خدا کی طاقت سے دیکھتا سنتا اور چھوٹا اور بڑھتا ہے۔ یعنی عالم کی ہر چیز کو دیکھتا ہے ہر دور و نزدیک کی چیزوں کو پکڑتا ہے یہی حاضر و ناظر کے معنی ہیں اور جب معمولی انسان فانی اللہ کون ہو سکتا ہے تو بدرجہ اولیٰ حضور علیہ السلام حاضر و ناظر ہوئے۔ امداد السلوک صفحہ ۱۰ میں مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی لکھتے ہیں۔

ہر مرید یقین داند کہ روح شیخ مقید بیک مکان نیست پس ہر جا کہ مرید باشد قریب یا بعید اگر چہ از شیخ دور است اما روحانیت او دور نیست جوں این امر محکم دارد و ہر وقت شیخ را بیان دواردد و ربط قلب پیدا آید و ہر دم مستفید بود۔ شیخ را بقلب حاضر آورد و بلسان حال سوال کند البتہ روح شیخ باذن اللہ تعالیٰ الفاء خواہد کرد مگر ربط نامر شوط است و بسبب ربط قلب شیخ و لسان قلب ناطق می شود و بسوی حق تعالیٰ درآید و کشاند و حق تعالیٰ او را محدث می کند۔

**ترجمہ:** مرید یہ بھی یقین سے جانے کہ شیخ کی روح ایک جگہ میں قید نہیں ہے مرید جہاں بھی ہو دور ہو یا نزدیک اگر چہ پیر کے جسم سے دور ہے لیکن پیر کی روحانیت دور نہیں جب یہ بات چنت ہو گئی تو ہر وقت پیر کی یاد آئے اور دل تعلق اس سے ظاہر ہوا اور ہر وقت اس سے فائدہ لیتا رہے مرید واقعہ جات میں پیر کا محتاج ہوتا ہے شیخ کو اپنے دل میں حاضر کر کے زبان حال سے اس سے مانگے پیر کی روح اللہ کے

حکم سے ضرور التاء کر لینی۔ مگر پورا تعلق شرط ہے اور شیخ سے اسی تعلق کی وجہ سے دل کی زبان گویا ہو جاتی ہے اور حق تعالیٰ کی طرف راہ کھل جاتی ہے اور حق تعالیٰ اس کو صاحب الہام کر دیتا ہے۔

(امداد السلوک ص ۱۰)، (الشباب الثالث ص ۶۱-۶۲ مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند ضلع سہارنپور)

اس عبارت میں حسب ذیل فائدے ہیں

1..... پیر کا مریدوں کے پاس حاضر و ناظر ہونا

2..... مرید کا تصور شیخ میں رہنا

3..... پیر کا حاجت روا ہونا

4..... مرید خدا کو چھوڑ کر اپنے پیر سے مانگے

5..... پیر مرید کو التاء کرتا رہے

6..... پیر مرید کا دل جاری کر دیتا ہے۔

جب پیر میں یہ طاقتیں ہیں تو ملائکہ اور انسانوں کے شیخ الشیوخ ہیں رحمۃ اللہ علیہ ان میں یہ چھ صفات ماننا کیوں شرک ہے؟ اس عبارت نے تو مخالفین کے سارے مذہب پر پانی ہی پھیر دیا واللہ الحمد سب تقویۃ الایمان ختم۔ حفظ الایمان صفحہ ۷ میں مولوی اشرف علی صاحب تھانوی لکھتے ہیں کہ ابو یزید سے پوچھا گیا طے زمین کی نسبت۔ تو آپ نے فرمایا یہ کوئی چیز کمال کی نہیں دیکھو ابلیس مشرق سے مغرب تک ایک لحظہ میں قطع کرتا ہے۔

اس عبارت میں صاف اقرار ہے کہ آنا فنا مشرق سے مغرب تک پہنچ جانا اہل اللہ کو تو کیا کفار و شیاطین سے بھی ممکن ہے بلکہ ہوتا رہتا ہے اور یہ حاضر و ناظر کے معنی ہیں۔ تقویۃ الایمان کے لحاظ سے شرک ہے۔ مسک الختام مصنفہ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی دہلوی کی عبارت ہم بحث ثبوت میں پیش کر چکے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ التحیات میں السلام علیک سے خطاب اس لئے ہے کہ حضور علیہ السلام عالم کے ذرہ ذرہ میں موجود ہیں۔ لہذا نمازی کی ذات میں موجود و حاضر ہیں۔

ان عبارات سے حضور علیہ السلام کا حاضر و ناظر ہونا بخوبی واضح ہے۔

## پانچویں فصل..... حاضر و ناظر ہونا کا ثبوت دلائل عقلیہ سے

اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات جان کمالات ہے یعنی جس قدر کمالات کہ دیگر انبیائے کرام یا آئندہ اولیائے نظام یا کسی مخلوق کو مل چکے یا ملیں گے وہ سب بلکہ ان سے بھی زیادہ حضور علیہ السلام کو عطا فرمادیئے بلکہ حضور ہی کے ذریعہ سے ان کو ملے۔ قرآن کریم فرماتا ہے: فبہذا ہم اقتدہ (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۹۰) آپ ان سب کی راہ چلو۔ اس کی تفسیر روح البیان میں ہے۔

فجمع اللہ کل خصلۃ فی حبیبہ علیہ السلام۔

ترجمہ: اللہ نے ہر نبی کی خصلت حضور علیہ السلام کو عطا فرمائی۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۸۱ مطبوعہ دارالافتاء دارالاحیاء التراث العربی بیروت)

مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

حسن یوسف در عیسیٰ بد بیضا داری  
آنچه خوابان همه دارند نوشتها داری  
نیز مولوی محمد قاسم صاحب تذکرۃ الناس صفحہ ۲۹ میں لکھتے ہیں اور انبیاء رسول اللہ ﷺ سے لے کر امتوں کو پہنچاتے ہیں۔ غرض اور انبیاء میں جو کچھ ہے وہ نقل اور عکس محمدی ہے اس قاعدے پر بہت سے دلائل قرآن و احادیث و اقوال علماء سے پیش کئے جاسکتے ہیں۔ مگر چونکہ مخالفین اس کو مانتے ہیں۔ اس لئے اس پر زیادہ زور دینے کی ضرورت نہیں۔ تو پہلا قاعدہ یہ مسلم ہے کہ جو صفت کمال کسی مخلوق کو ملی وہ تمام اعلیٰ وجہ الکمال حضور علیہ السلام کو عطا ہوئی۔ اب ہم بتاتے ہیں کہ حاضر و ناظر ہونا عطا کیا گیا ماننا پڑے گا کہ یہ صفت بھی حضور علیہ السلام کو عطا ہوئی۔ اب ہم بتاتے ہیں کہ حاضر و ناظر ہونا کس کس مخلوق کو عطا ہوا۔ ہم نے اس بحث حاضر و ناظر کے مقدمہ میں عرض کر دیا ہے کہ حاضر و ناظر ہونے کے تین معنی ہیں ایک جگہ رہ کر تمام عالم کو مثل کف دست کے دیکھنا۔ ایک آن میں عالم کی سیر کر لینا اور صد ہا کوس پر کس کی مدد کرونا اس جسم یا جسم مثالی کا متعدد جگہ موجود ہو جانا۔ یہ صفات بہت سی مخلوقات کو ملی ہیں۔

(۱) روح البیان اور خازن تفسیر کبیر وغیرہ تفاسیر میں پارہ ۷ سورہ انعام۔

حتى اذا جاء احدكم الموت توفته رسلنا۔

**ترجمہ:** یہاں تک کہ آئے تم میں سے کسی کو موت تو فوات دیتے ہیں اس کو ہمارے رسول۔

(پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۶۱)

آیت ۶۱ کی تحت ہے جعلت الارض لملك الموت مثل الطشت يتناول من حيث شاء۔

**ترجمہ:** یعنی ملک الموت کے لئے ساری زمین طشت کی طرح کر دی گئی ہے کہ جہاں سے چاہیں لے لیں۔

(تفسیر بغوی ج ۳ ص ۲۹۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

اسی روح البیان میں اسی جگہ ہے۔

نيس على ملك الموت صعوبة في قبض الارواح وان كثرت وكانت في امكنة متعددة۔

**ترجمہ:** ملک الموت پر روحیں قبض کرنے میں کوئی دشواری نہیں اگرچہ روحیں زیادہ ہوں اور مختلف جگہ میں ہوں۔

(روح البیان ج ۶ ص ۳۳۴ مطبوعہ مکتبہ المدینہ بلقان)

تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

ما من اهل بيت شعر ولا صدر الا ملك الموت يطيف بهم يوماً مرتين۔

**ترجمہ:** کوئی خیمہ اور مکان والے نہیں مگر ملک الموت ہر روز ان کے پاس دو بار جاتے ہیں۔

(تفسیر بغوی ج ۳ ص ۲۹۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

مکتوۃ باب فصل الاذان میں ہے کہ جب اذان اور تکبیر ہوتی ہے تو شیطان ۳۶ میل بھاگ جاتا ہے پھر جہاں یہ ختم ہوئی کہ پھر

موجود اس ناری کی رفتار کا یہ عالم ہے۔

(مکتوۃ المصابیح باب فصل الاذان الفصل الثالث ص ۶۶ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

جب ہم سو تے ہیں تو ہماری ایک روح جسم سے نکل کر عالم میں سیر کرتی ہے جسے روح سیرانی کہتے ہیں جس کا ثبوت قرآن پاک میں

ہے۔ ویسک آخری اور جہاں کسی نے جسم کے پاس کھڑے ہو کر اس کو اٹھایا وہ ہی روح جو ابھی مکہ معظمہ یا مدینہ پاک میں تھی آنا فانا جسم

میں آکر داخل ہو گئی اور آدمی بیدار ہو گیا۔ روح البیان زیر آیت۔ وهو الذی یتوفکم باللیل (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۶۰) ہے۔

فاذا انتبه من النوم عادت الروح الى جسد باسرع من لحظة۔

**ترجمہ:** یعنی جب انسان نیند سے بیدار ہوتا ہے تو روح جسم میں ایک لمحہ سے بھی کم میں لوٹ آتی ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۵۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ہمارا نور نظر آن کی آن میں آسمانوں پر جا کر زمین پر آ جاتا ہے ہمارا خیال آن واحد میں تمام عالم کی سیر کر لیتا ہے بجلی تارلیفون اور لاؤڈ سپیکر کی قوت کا یہ عالم ہے کہ آدھے سینکڑ میں زمین کے قطر کو طے کر لیتے ہیں حضرت جبریل کی رفتار کا یہ عالم ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام جب آدھے کنویں سے نیچے چلے اور حضرت جبریل سدرہ سے چلے یوسف علیہ السلام ابھی کنویں کی تہ کہ نہ پہنچے تھے کہ جبریل سدرہ سے وہاں پہنچ گئے۔ دیکھو تفسیر روح البیان زیر آیت ان یجعلوه فی غیابت الجب (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۱۵) حضرت ظیل نے خلق اسمعیل پر چھری چلائی ابھی چھری روانہ نہ ہوئی تھی کہ جبریل سدرہ سے مع ذنبہ ظیل اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت سلیمان کے وزیر آصف ابن برخیا نے ایک پلک جھپکنے سے پہلے بلقیس کا تخت یمن سے لاکر شام میں حضرت سلیمان کی خدمت میں حاضر کر دیا جس کا ثبوت قرآن میں ہے کہ انا اتیک بہ قبل ان یوتد الیک طرفک (پارہ ۹ سورہ ۲۷ آیت نمبر ۴۰) معلوم ہوا کہ آصف کو یہ بھی خبر تھی کہ تخت کہاں ہے۔ خیال کرنا چاہیے کہ پلک جھپکنے سے پہلے یمن گئے بھی اور لوٹ بھی آئے اور اتنا وزنی تخت بھی لے آئے۔ رہی یہ بحث کہ حضرت سلیمان میں تخت لانے کی طاقت تھی یا نہیں کہ وہ ہم اسی بحث کے دوسرے باب میں بیان کریں گے۔ انشاء اللہ۔

معراج میں سارے انبیاء نے بیت المقدس میں حضور علیہ السلام کے پیچھے نماز ادا کی۔ حضور پراق پر تشریف لے گئے۔ اور براق کی رفتار کا یہ عالم کہ حد نظر اس کا ایک قدم پڑتا تھا۔ مگر رفتار انبیاء کا یہ عالم کہ ابھی بیت المقدس میں مقعدی تھے اور ابھی مختلف آسمانوں پر پہنچ گئے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ہم نے فلاں آسمان پر فلاں پیغمبر سے ملاقات کی جس سے معلوم ہوا کہ براق کی یہ برق رفتاری خراماں تھی کہ دولہا گھوڑے پر سوار ہو کر خراماں ہی جایا کرتے ہیں اور انبیاء کی خدمت گزاری کا وقت تھا۔ ابھی بیت المقدس میں اور ابھی افلاک پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ائحة اللعنا ت آخر باب زیارة القبر میں فرمایا کہ ہر پینشنہ کے دن مردوں کی ردیں اپنے خویش واقارب کے یہاں جا کر ان سے ایصال ثواب کتنا کرتی ہیں۔ اب اگر کسی میت کے خویش واقربا دوسرے ممالک میں بھی رہتے ہوں تو وہاں ہی پہنچیں گی۔

ہماری اس گفتگو سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ سارے عالم پر نگاہ رکھنا ہر جگہ کی آفاقا سیر کر لینا ایک وقت میں چند جگہ پایا جانا یہ وہ صفات ہیں کہ رب نے اپنے بندوں کو عطا فرمائی ہیں۔ اس سے دو باتیں لازم آئیں ایک تو یہ کہ کسی بندے کو ہر جگہ حاضر و ناظر ماننا شرک نہیں کہ شرک کہتے ہیں۔ خدا کی ذات و صفات میں کسی اور کو شریک ماننا۔ یہاں یہ نہیں دوسرے یہ کہ حضور علیہ السلام کے خدام میں ہر جگہ رہنے کی طاقت ہے تو حضور علیہ السلام میں بدرجہ اولیٰ یہ صفت ہے۔

(۲) دنیا میں پانی اور دانہ ہر جگہ موجود نہیں۔ بلکہ خاص خاص جگہ ہے۔ پانی تو کنویں اور تالاب و دریا وغیرہ میں ہے دانہ کھیت یا گھروں وغیرہ میں۔ مگر ہوا اور دھوپ عالم کے گوشہ گوشہ میں ہے کہ فلاسفہ کے نزدیک خلا محال ہے ہر جگہ ہوا ہے۔ اس لئے کہ ہوا اور روشنی کی ہر وقت ہر چیز کو ضرورت ہے اور حبیب خدا علیہ السلام کی بھی ہر مخلوق الہی کو ہر وقت ضرورت ہے۔ جیسا کہ ہم روح البیان وغیرہ کے حوالے سے ثابت کر چکے تو لازم ہے کہ حضور علیہ السلام کی ہر جگہ جلوہ گری ہے۔

(۳) حضور علیہ السلام تمام عالم کی اصل ہیں۔ وکل الخلق من نوری اور اصل کا اپنی فرع میں مادہ کا سارے مشتقات میں ایک

کا۔ ا۔ بعد وہاں میں رہنا ضروری ہے۔

ہر ایک ان سے ہے وہ ہر اک میں ہیں  
وہ ہیں ایک علم حساب کے  
بنے دو جہاں کی وہ ہی بناء  
وہ نہیں جو ان سے بنا نہیں

## دوسرا باب

### مسئلہ حاضر و ناظر پر اعتراضات کے بیان میں

**اعتراض (۱)۔۔۔۔۔** ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہے علی کل شئی شہیدا (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر دو) بیکل شئی محیط۔ (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۱۲۶) لہذا غیر میں یہ صفت ماننا شرک فی نصف ہے۔

**جواب:-** ہر جگہ میں حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہرگز نہیں۔ خدائے تعالیٰ جگہ اور مکان سے پاک ہے کتب عقائد میں ہے۔ لایجری علیہ وزمات ولا یشتمل علیہ مکان۔ خدا پر نہ زمانہ گزرے کیونکہ زمانہ سقلی اجسام پر زمین میں رہ کر گزرتا ہے انہیں کی عمر ہوتی ہے۔ چاند سورج ستارے حور و غلمان فرشتے بلکہ آسمان پر عیسیٰ علیہ السلام معراج میں حضور علیہ السلام زمانہ سے علیحدہ ہیں اور نہ کوئی جگہ خدا کو گھیرے خدا تعالیٰ حاضر ہے مگر بغیر جگہ کے اسی لئے ہم استوی علی العرش (پارہ ۱۳ سورہ ۱۳ آیت نمبر ۲) کو کشابہات سے مانا گیا ہے، بیکل شئی ء محیطا (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۱۲۶) وغیرہ آیات میں مفسرین فرماتے ہیں علما و قدرۃ یعنی اللہ کا علم اور اس کی قدرت عام کو گھیرے ہوئے ہے۔

سر عرش تخت نشین ہونے؟

وہی لا مکان کے مکین ہونے

ولا خدا ہے جس کا مکان نہیں

ولا نبی میں جن کے میں یہ مکان

خدا ہر جگہ ماننا بے دینی ہے۔ ہر جگہ میں ہونا تو رسول خدا ہی کی شان ہو سکتی ہے اور اگر مان بھی لیا جائے تو بقرض محال بھی حضور علیہ السلام کی یہ صفت عطائی۔ حادث مخلوق بقضاء الہی میں ہے اور خدا کی یہ صفت ذاتی قدیم غیر مخلوق ہے کسی کے قبضے میں نہیں اتنے فرق ہوتے ہوئے شرک کیسا؟ جیسے حیوۃ سمح بصر وغیرہ فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات صفحہ ۹۱ میں ہے۔ فخر و عالم علیہ السلام کو مولود میں حاضر جانا بھی غیر ثابت ہے اگر باعلام اللہ تعالیٰ جانتا ہے تو شرک نہیں ورنہ شرک ہے۔ یہ ہی مضمون براہین قاطعہ صفحہ ۲۳ میں ہے مولوی رشید احمد صاحب نے رجسٹری فرمادی کہ غیر خدا کو ہر جگہ حاضر و ناظر جانا بہ عطاء الہی شرک نہیں اگر کوئی کہے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ خالقیت و جوہر قدم وغیرہ دیگر صفات الہیہ بھی پیغمبروں کو عطائی مان لو اور حضور کو خالق واجب قدم کہا کرو تو اس کا جواب یہ ہے کہ چار صفات قابل عطا نہیں کہ ان پر الوہیت کا مدار ہے وجوب، قدیم، خلق، نہ مرنا دیگر صفات کی تجلی مخلوقات میں بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے سمع بصر حیات وغیرہ مگر

ان میں بھی بڑا فرق ہوگا رب کی یہ صفات ذاتی، واجب نہ مثنیٰ والی اور حقوق کی عطائی ممکن، فانی۔

جو ہوتی خدائی بھی دینے کے قابل خدا بن کے آتا وہ بندہ خدا

## اعتراض (۲) قرآن کریم فرماتا ہے:

وما كنت لذيهم اذ يلقون اقلامهم۔

**ترجمہ:** آپ ان کے پاس نہ تھے جبکہ وہ لوگ اپنے اپنے تحریر میں مشغول رہتے تھے۔

(پارہ ۳، سورہ ۱۱۲ آیت نمبر ۲۲)

حضرت مریم علیہ السلام کے حاصل کرنے لئے۔

وما كنت لذيهم اذا جمعوا امرهم۔

**ترجمہ:** آپ ان کے پاس نہ تھے جب کہ انہوں نے اپنے معاملہ پر اتفاق کیا۔

(پارہ ۳، سورہ ۱۱۲ آیت نمبر ۱۰۲)

وما كنت بجانب الغربي اذ قضينا الى موسى۔

**ترجمہ:** آپ مغربی کنارہ میں نہ تھے جبکہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف حکم بھیجا۔

(پارہ ۲، سورہ ۲۸ آیت نمبر ۲۶)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ گزشتہ زمانہ میں جو یہ مذکورہ واقعات ہوئے اس وقت آپ وہاں موجود نہ تھے صاف ظاہر ہوا کہ حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں۔

جواب یہ سوال اس وجہ سے ہے کہ معترض کو حاضر و ناظر کے معنی کی خبر نہیں ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ حاضر و ناظر کی تین صورتیں ہیں ایک جگہ رہ کر سارے عالم کو دیکھنا۔ آن کی آن میں سارے عالم کی سیر کر لینا۔ ایک وقت میں چند جگہ ہونا۔ ان آیات میں فرمایا گیا کہ آپ بایں جسم پاک وہاں موجود نہ تھے ان میں یہ کہاں ہے کہ آپ ان واقعات کو ملاحظہ بھی نہیں فرما رہے تھے اس جسد غسری سے وہاں نہ ہونا اور ہے اور ان واقعات کو مشاہدہ فرمانا کچھ اور بلکہ آیات مذکورہ کا مطلب یہی ہے کہ اے محبوب علیہ السلام آپ وہاں بایں جسم موجود نہ تھے لیکن پھر بھی آپ کو ان واقعات کا علم اور مشاہدہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ آپ سچے نبی ہیں یہ آیات تو حضور کا حاضر و ناظر ہونا ثابت کر رہی ہیں۔ تفسیر صاوی میں وما كنت بجانب الطور الآیہ کی تفسیر میں ہے۔

وهذا بالنظر الى العالم الجسماني لاقامة الحجة على الخصم واما بالنظر الى العالم الروحاني فهو حاضر رسالة كل رسول وما وقع من لدن ادم الى ان ظهر بجسمه الشريف۔

**ترجمہ:** یعنی یہ فرمانا کہ موسیٰ علیہ السلام کے اس واقعہ کی جگہ نہ تھے جسمانی لحاظ سے ہے عالم روحانی کی حیثیت سے حضور علیہ السلام ہر رسول کی رسالت اور آدم علیہ السلام سے لے کر آپ کے جسمانی ظہور تک کے تمام واقعات پر حاضر ہیں۔

(تفسیر صاوی سورہ قصص)

نیز بحیرت کے دن عارثہ میں صدیق صدق کو لئے ہوئے جوہر میں کہ کفار مکہ دروازہ غار پر آپ اپنے حضرت صدیق پریشان ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا:

لا تحزن ان الله معنا۔

**ترجمہ:** غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

(پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۴۰)

کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ہمارے ساتھ تو ہے مگر کفار کے ساتھ نہیں لہذا خدا ہر جگہ نہیں کیونکہ کفار بھی تو عالم ہی میں تھے نیز غزوہ احد سے فارغ ہو کر کفار سے خطاب فرمایا۔

اللہ مولنا ولا مولیٰ لکم۔

**ترجمہ:** اللہ ہمارا مولیٰ ہے تمہارا کوئی مولیٰ نہیں۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی ج ۲ ص ۵۷۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

جس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی سلطنت و حکومت فقط مسلمانوں پر تو ہے کفار پر نہیں۔ مولیٰ بمعنی والی۔ تو جس طرح ان دونوں کلاموں میں توجیہ کرو گے کہ پہلے کلام سے مراد ہے کہ اللہ رحم و کرم سے ہمارے ساتھ ہے اور جبر و قہر سے کفار کے ساتھ اور دوسری کلام میں مراد یہ ہے کہ مددگار والی ہمارا ہے اور تمہارا والی تو ہے مگر نہ صراحتاً اور مہربان نہیں اسی طرح ان آیات میں بھی کہا جاوے گا کہ بطریق ظاہر یہاں جسدِ عنصری آپ اس وقت ان کے پاس نہ تھے۔

**اعتراض (۳).....قرآن کریم فرماتا ہے:**

ومن اهل المدينة مردوا على النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم -

**ترجمہ:** اور کچھ مدینہ والے ان کی خواہو گئی ہے نفاق ان کو تم نہیں جانتے ہم جانتے ہیں۔

(پارہ ۱۱ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۰۱)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر نہیں ورنہ آپ کو منافقین کے اندرونی رازوں کی بھی خبر ہوتی حالانکہ آپ ان سے بے خبر تھے۔

**جواب:-** اس کا تفصیلی جواب ہم بحث علم غیب میں اسی آیت کے ماتحت دے چکے ہیں۔

**اعتراض (۳)۔۔۔۔۔** بخاری کتاب التفسیر میں ہے کہ زید ابن ارقم نے عبد اللہ ابن ابی کی شکایت کی کہ وہ لوگوں سے کہتا ہے لا تنفقوا علی من عند رسول اللہ (پارہ ۲۸ سورہ ۶۳ آیت نمبر ۷) مسلمانوں کو کچھ خرچ نہ دو۔ عبد اللہ ابن ابی نے بارگاہ الہی میں آکر جھوٹی قسم کھالی کہ میں نے یہ نہ کہا تھا فصد قہم و کذبنی حضور علیہ السلام نے ان کو سچا مان لیا اور مجھ کو جھوٹا۔ اگر حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ تو ابن ابی کی غلط تصدیق کیوں کر دی جب آیت کریمہ نے نازل ہو کر زید ابن ارقم کی تصدیق کی تو یہ سچے ہوئے۔

(صحیح البخاری کتاب التفسیر پارہ ۲۸ سورہ المنافقون ج ۳ ص ۸۵۹ رقم الحدیث ۳۶۱۷ مطبوعہ دارالمن کثیر بیروت)

جواب عبداللہ ابن ابی کی تصدیق فرمادینے سے لازم نہیں کہ آپ کو اصل واقعہ کا علم بھی نہ ہو شرعاً مقدمہ میں ضروری ہے کہ یا تو مدعی گواہ پیش کرے۔ ورنہ مدعی علیہ قسم کھا کر مقدمہ جیت لے گا۔ کیونکہ قاضی کا فیصلہ مدعی کی گواہی یا مدعا علیہ کی قسم پر ہوتا ہے نہ کہ قاضی کے ذاتی علم پر زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ مدعی تھے کہ ابن ابی نے توہین ابی منکر چوکہ حضرت زید کے پاس گواہی نہ سنی عبداللہ کی قسم پر فیصلہ کر دیا گیا۔ پھر جب قرآن ن یزید کی گواہی دی تب اس گواہی نے ان کی تصدیق ہوئی۔ قیامت میں گزشتہ کفار انبیاء کی تبلیغ کا انکار کریں گے اور انبیاء دعویٰ۔ رب العالمین امت مصطفیٰ علیہ السلام سے انبیاء کرام کے حق میں گواہی لے کر انبیاء کرام کی تصدیق فرمائے گا۔ اسی طرح کفار عرض کریں گے۔ واللہ ربنا ما کننا مشرکین (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۲۳) خدا کی قسم ہم مشرک نہ تھے تب ان کے نامہ اعمال اور ملائکہ اور ان کے اعضاء سے گواہی لے کر ان کے خلاف فیصلہ ہوگا۔ تو کپارب کو بھی اصل واقعہ کا پتہ نہ تھا۔ ضرور تھا مگر یہ قانون کی باندی ہے کذبی کے معنی ہیں کہ میری بات



نہ مانی۔ یہ معنی نہیں کہ مجھ کو جھوٹا فرمایا۔ کیونکہ جھوٹا فاسق ہوتا ہے اور تمام صحابہ عادل ہیں اور کسی مسلمان کو بلا دلیل فاسق نہیں کہا جاسکتا۔ کبھی دیوبندی کہتے ہیں کہ کیا نبی علیہ السلام گندی جگہ اور دوزخ میں بھی حاضر ہیں۔ ان کو وہاں ماننا بے ادبی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کا ہر جگہ حاضر ہونا ایسا ہے جیسے سورج کی شعاع یا نور نظر یا فرشتوں کا ہر جگہ ہونا یہ چیزیں ہر جگہ موجود ہیں۔ مگر گندی سے گندی نہیں ہوتیں۔ بتاؤ تم رب کو ان سب جگہ حاضر مانتے ہو یا نہیں؟ اگر مانتے ہو تو اس کی بے ادبی ہوئی یا نہیں۔ نور آفتاب گندی جگہ پڑنے سے ناپاک نہیں تو حقیقت محمد یہ جسے رب نور فرمائے اس پر ناپاکی کے احکام کیوں جاری ہوں گے۔

**اعتراض (۵).....** ترمذی میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے:

لا يبلغني احد عن احد من اصحابي شيئا فاني احب ان اخرج اليكم وانا سليم الصدر.

**ترجمہ:** کوئی شخص ہم سے کسی صحابی کی باتیں نہ لگائے ہم چاہتے ہیں کہ تمہارے پاس صاف دل آیا کریں۔

اگر حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر ہوتے تو خبر پہنچانے کی کیا ضرورت تھی۔ آپ کو ویسے ہی خبر رہتی۔

**جواب :-** انبیائے کرام کے علم شہودی میں ہر وقت ہر چیز رہتی ہے مگر ہر چیز پر ہر وقت توجہ رہنا ضروری نہیں۔ اس کے متعلق ہم بحث علم غیب میں حاجی امداد اللہ صاحب کی عبارت پیش کر چکے ہیں۔ اب حدیث کا مطلب بالکل واضح ہے کہ ہم کو لوگوں کی باتوں کی طرف توجہ دلا کر کسی کی طرف سے ناراض نہ بنائے۔ ایک جگہ ارشاد ہوا ہے ذرونی ماسر کنتکم جب تک ہم تم کو چھوڑے رہیں تم بھی چھوڑے رہو۔

**اعتراض (۶)..... جہتی میں ہے۔**

من صلی علی عند قبری سمعته و من صلی علی نائیا ابلغته۔

**ترجمہ:** جو شخص ہم پر ہماری قبر کے پاس درود بھیجتا ہے تو ہم خود سنتے ہیں اور جو دور سے درود بھیجتا ہے تو ہم تک پہنچا جاتا ہے۔  
(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۲۳ رقم الحدیث ۱۹۹ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکتبۃ المکرمۃ)، (شعب الایمان ج ۲ ص ۲۱۸ رقم الحدیث ۱۵۸۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)،  
(فتح الباری ج ۶ ص ۳۸۸ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ دور کی آواز آپ تک نہیں پہنچتی ورنہ پہنچائے جانے کی کیا ضرورت ہے۔

**جواب :-** اس حدیث میں یہ کہاں ہے کہ درود ہم نہیں سنتے۔ مطلب بالکل ظاہر ہے کہ قریب والے کا درود تو صرف خود سنتے ہیں۔ اور دور والے کا درود سنتے بھی ہیں اور پہنچایا بھی جاتا ہے، ہم حاضر و ناظر کے ثبوت میں دلائل الخیرات کی وہ روایت پیش کر چکے ہیں کہ اہل محبت کا درود تو ہم بنفس نفیس خود سن لیتے ہیں۔ اور غیر محبت والوں کا درود پہنچایا جاتا ہے تو درود قریب سے مراد دلی دوری قریبی ہے نہ کہ مسافت کے لحاظ سے۔

گربے منی و پیش در ہمنی

گر با منی دوز بمنی پیش منی

پہنچائے جانے سے لازم نہیں آتا کہ آپ اس کو سختے ہی نہیں۔ ورنہ ملائکہ بندوں کے اعمال بارگاہ الہی میں پیش کرتے ہیں تو کیا رب کو خبر نہیں۔ درود کی پیشی میں بندوں کی عزت ہے کہ درود پاک کی برکت سے ان کا یہ رتبہ ہوا کہ غلاموں کا نام شہنشاہ امام کی بارگاہ میں آسکا ہے۔

فقہاء فرماتے ہیں کہ نبی کی توہین کرنے والے کی توبہ قبول نہیں۔ دیکھو شامی باب المرتدین کیونکہ یہ توہین حق العباد ہے جو توبہ سے معاف نہیں ہوتا اگر توہین کی حضور کو خبر نہیں ہوتی تو یہ حق العبد کیونکر بنی۔ غیب اسی وقت حق العبد بنتی ہے جب اس کی خبر اس کو ہو ماوے

جس کی غیبت کی گئی ورنہ حق اللہ رہتی ہے۔ دیکھو شرح فقہ اکبر مصنفہ ملا علی قاری۔

کتاب جلاء الافہام مصنفہ ابن قیم شاگرد ابن تیمیہ صفحہ ۷۳ حدیث ۱۰۸ میں ہے۔

لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوته حیث کان قلنا بعد وفاتک قال وبعد وفاتی۔

**ترجمہ:** یعنی کوئی کہیں سے درود شریف پڑھے مجھے اس کی آواز نہ پہنچتی ہے۔ یہ دستور بعد وفات بھی رہے گا۔

حاشیہ..... ☆.....

## میری ساری امت اپنے سب اعمال کے ساتھ میرے حضور پیش کی گئی

امام حارث بن ابی اسامہ متوفی ۱۸۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا الحسن بن قتیبة ثنا جسر بن فرقد عن بكر بن عبد الله المزني قال قال رسول الله ﷺ ثم حياتي خير لكم تحدثون ويحدث لكم ووفاتي خير لكم تعرض علي اعمالكم فما كان من حسن حمدت الله عليه وما كان من سيئ استغفرت الله لكم۔

(مسند الحارث بن اسامہ) کتاب علامات النبوة باب فی حیاتہ ووفاتہ ج ۲ ص ۸۸۴ رقم الحدیث ۹۵۳ مطبوعہ مرکز خدمۃ السنۃ والسرۃ البیروتیہ المدینۃ المنورۃ)

امام ابو داؤد متوفی ۲۴۵ھ روایت کرتے ہیں۔

ان من افضل ايامكم يوم الجمعة فيه خلق آدم وفيه قبض وفيه النفخة وفيه الصعقة فاكثروا على من الصلاة فيه فان صلاتكم معروضة علي۔

**ترجمہ:** تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا ہے اس دن آدم علیہ السلام کی ولادت ہوئی اس روزان کی روح قبض کی گئی اور اسی روز صور پھونکا جائے گا پس اس روز کثرت سے مجھ پر درود شریف بھیجا کرو بے شک تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

(سنن ابی داؤد باب تفریع ابواب الجُمُعۃ باب فضل یوم الجُمُعۃ ولیلۃ الجُمُعۃ ج ۱ ص ۲۷۵ رقم الحدیث ۱۰۴۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلاۃ واثباتہا باب فی فضل الجُمُعۃ ج ۱ ص ۳۳۵ رقم الحدیث ۱۰۸۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن الترمذی کتاب الجُمُعۃ باب اکثار الصلاۃ علی النبی ﷺ یوم الجُمُعۃ ج ۳ ص ۹۱ رقم الحدیث ۱۳۷۵ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)، (سنن الکبریٰ للنسائی باب الامر باکثار الصلاۃ علی النبی ﷺ یوم الجُمُعۃ ج ۱ ص ۵۱۹ رقم الحدیث ۱۶۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سنن دارمی ج ۱ ص ۳۳۵ رقم الحدیث ۱۵۷۲ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (معجم ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۸۶۹۷ مطبوعہ مکتبۃ الرشید الریاض)، (طہرانی کبیر ج ۱ ص ۲۱۶ رقم الحدیث ۵۸۹ مطبوعہ مکتبۃ العلم والحدیث البیروت)، (سنن ابی نعیم ج ۳ ص ۲۳۸ رقم الحدیث ۵۷۸۹ مطبوعہ دار البازمکتبۃ المکتبۃ)

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عروضت علی امتی باعمالها حسنھا وقبحھا۔

**ترجمہ:** میری ساری امت اپنے سب اعمال نیک و بد کے ساتھ میرے حضور پیش کی گئی۔

(صحیح مسلم کتاب النساہ ج ۱ باب فی منی عن الصالح فی المسجد ج ۱ ص ۲۰۷ مطبوعہ مکتبۃ خاندان کربلائی)، (مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۰ مطبوعہ مکتبۃ المدینۃ بیروت)، (ابو داؤد ج ۱ ص ۲۰۶ رقم الحدیث ۲۸۰ مطبوعہ دار طیبۃ الریاض)، (مسند ابی یوسف ج ۱ ص ۲۰۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (سنن الکبریٰ للبخاری ج ۲ ص ۲۹۱ مطبوعہ نشر السنۃ لکمان)

امام طہرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

عروضت علی امتی البارحة لدى هذه الحجرة حتى لانا اعرف بالرجل منهم من احدم بصاحبه۔

**ترجمہ:** گزشتہ رات مجھ پر میری امت اس حجرے کے پاس میرے سامنے پیش کی گئی بے شک میں ان کے ہر شخص کو اس سے زیادہ پہچانتا ہوں جیسا تم میں کوئی اپنے ساتھی کو پہچانے۔

(طہرانی کبیر ج ۳ ص ۱۸۱ رقم الحدیث ۳۰۵۴ مطبوعہ مکتبۃ الفیصلیہ بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۳۰۸ رقم الحدیث ۳۱۹۱۱ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حیاتِ خیر لکم تحدّثون و نحدّث لکم و وفاتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم فما رأیت من خیر حمدت اللہ علیہ و ما رأیت من شر استغفرت اللہ لکم۔

امام بیہوشی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

(مجمع الزوائد باب ما حصل لامته شيعية استغفار بعد وفاته ج ٩ ص ٢٢ مطبوعه دار الكتاب العربي بيروت)

حياتي خير لكم تحدثون ونحدث لكم فاذا انامت كانت وفاتي خيرا لكم تعرض على اعمالكم فان رأيت خيرا حمدت الله وان رأيت شرا ذلك استغفرت الله لكم.

(طبعات الکبریٰ ابن سعد ذکر ما قرب لرمول اندہ شیخین من اجلہ ج ۲ ص ۱۹۳ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (کنز العمال ج ۱ ص ۴۰۷ رقم الحدیث ۳۱۹۰۳ مطبوعہ موسسہ (جامع الصغیر ج ۱ ص ۲۲۹ رقم الحدیث ۳۷۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الوقایا حوال المصطفیٰ الباب السابع والاربعون فی عرض اعمال امت علیہ ج ۲ ص ۸۰۹-۸۱۰ مطبوعہ مطبعة البانی مصر)، (الطالب العالی لابن حجر عسقلانی ج ۳ ص ۲۲-۲۳ مطبوعہ مکتبہ)، (السرہ النبی لابن کثیر ج ۳ ص ۳۵۸ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۳۵۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الکامل فی حقائق الرجال ج ۳ ص ۹۵۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ان اعمال امتي تعرض علي في كل يوم جمعة واشتد غضب الله علي الزناة.

**ترجمہ:** بے شک ہر جمعہ کے دن میری امت کے اعمال مجھ پر پیش ہوتے ہیں اور زانیوں پر خدا کا سخت غضب ہے۔

(حلیۃ الاولیاء ترجمۃ عمران القصیر ۳۵۸ ج ۶ ص ۷۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام ترمذی محمد بن علی والد عبدالعزیز سے راوی، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

تعرض الاعمال يوم الاثنين و يوم الخميس على الله تعالى و تعرض على الانبياء و على الاءاء و الامهات يوم الجمعة فيفرحون بحسناتهم و تزداد و جوههم يبيض و نزهة فاتقوا الله تعالى و لا تؤذوا موتاكم.

**ترجمہ:** ہر دو شنبہ و پینشنبہ کو اعمال اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں اور ہر جمعہ کو انبیاء اور ماں باپ کے سامنے وہ نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں اور ان کے چروں کی نورانیت اور جگمگ بڑھ جاتی ہے تو اللہ سے ڈرنا اور اپنے مردوں کو انبیاء و اعمالیوں سے ایذا نہ دو۔

(نوادرا اصول الاصل السالغ والستون، امانت، ج ۲۳ مطبوعه دارصادر بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث الشیخ الحدیث ج ۱ ص ۱۹۹ رقم الحدیث ۳۳۱۴ مطبوعه دارالکتب العلمیہ بیروت)، (نوادرا اصول فی احادیث الرسول ص ۳۳ ج ۱ مطبوعه دارالکتب العلمیہ بیروت)، (القرودین بماثر الخطاب ج ۱ ص ۱۸۳-۱۹۳ رقم الحدیث ۲۸۶۲ مطبوعه دارالکتب العلمیہ بیروت)

جلال افہام مطبوعہ ادارۃ الطبائعہ السنیر یہ صفحہ ۷۳۱ انس الجلیس مصنفہ مولانا الدین سیوطی صفحہ ۲۲۲ میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اصحابی اخوانی صلوا علی فی کل یوم الاثنين و الجمعة بعد وفاتی فانی اسمع صلواتکم بلا واسطہ۔  
**ترجمہ:** یعنی ہر جمعہ و پیر کو مجھ پر درود زیادہ پڑھو میری وفات کے بعد کیونکہ میں تمہارا درود بلا واسطہ سنتا ہوں۔  
**اعتراض (۷).....** فتاویٰ بزاز یہ میں ہے۔

من قال ان ارواح المشائخ حاضرة تعلم يكفر۔

**ترجمہ:** جو کہے کہ مشائخ کی روہیں حاضر ہیں جانتی ہیں وہ کافر ہیں۔

حاشیہ..... ☆

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

ليس من يوم الا تعرض فيه على النبي ﷺ اعمال امته غدوة وعشية فيعرفهم بسماهم واعمالهم۔

**ترجمہ:** کوئی دن ایسا نہیں جس میں نبی ﷺ پر ان کی امت کے اعمال صبح و شام دو دفعہ پیش نہ ہوتے ہوں تو حضور ﷺ انہیں ان کی نشانی صورت سے بھی پہچانتے ہیں اور ان کے اعمال سے بھی پہچانتے۔

(کتاب الزہد باب فی عرض کل الاجیاء علی الاموات للجزء الرابع ص ۳۲ رقم الحدیث ۶۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حياتي خير لكم تحدثون ويحدث لكم فاذا انا مت كانت وفاتي خيرا لكم تعرض على اعمالكم فان رأيت خيرا حمدت الله وان رأيت شرا ذلك استغفرت الله لكم۔

**ترجمہ:** میرا جینا تمہارے لئے بہتر ہے مجھ سے باتیں کرتے ہو اور ہم تمہارے نفع کی باتیں تم سے فرماتے ہیں۔ اور جب میں انتقال فرماؤں گا تو میری وفات تمہارے لئے خیر ہوگی، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جائے اگر نیک دیکھوں گا حمد الہی کروں گا اور دوسری بات پاؤں گا تو تمہاری مغفرت طلب کروں گا۔

(الجامع الصغير في احاديث الشيرازي ج ۱ ص ۲۲۹ رقم الحدیث ۳۷۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ عبدالرؤف مناوی متوفی ۱۰۰۳ھ تیسیر شرح جامع صغیر امام سیوطی کی شرح میں لکھتے ہیں۔

وذلك كل يوم كما ذكره المؤلف وعده من خصوصياته ﷺ وتعرض عليه ايضا مع الانبياء والاباء يوم الاثنين والخميس۔

**ترجمہ:** رسول اللہ ﷺ کے حضور میں پیشی تو ہر روز ہے جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا اور اسے حضور ﷺ کے خاصاٹھ سے گنا اور ہر دو شنبہ و پنجشنبہ کو بھی حضور ﷺ پر اعمال امت انبیاء اور آباء کے ساتھ پیش ہوتے ہیں۔

(تیسیر شرح الجامع صغیر تحت الحدیث حیاتی خیرکم الخ ج ۱ ص ۵۰۲ مطبوعہ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض)

نیم الریاض میں ہے۔

ذكر العراقي في شرح المذهب انه ﷺ عرضت عليه الخلاق من لدن ادم عليه الصلوة والسلام الى قيام الساعة فعرفهم كلهم كما علم ادم الاسماء۔

**ترجمہ:** امام عراقی شرح مہذب میں فرماتے ہیں کہ آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر قیامت تک کی تمام مخلوقات الہی حضور ﷺ پر

شاہ عبدالعزیز تفسیر فتح العزیز صفحہ ۵۵ میں فرماتے ہیں کہ انبیاء و مرسلین والوایم الوہیت از علم غیب و متعین فریاد ہر کس در ہر جا و قدرت بر جمیع مقدرات ثابت کنند یعنی نبی اور پیغمبروں کے لئے خدا کی صفات جیسے علم غیب اور ہر جگہ سے ہر شخص کی فریاد سنا اور تمام ممکنات پر قدرت ثابت کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ علم غیب اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہے۔ کسی اور میں ماننا صریح کفر ہے۔ بزازیہ فقہ کی معتبر کتاب ہے وہ حکم کفر دے رہی ہے۔

**جواب:-** فتاویٰ بزازیہ کی ظاہر عبارت کے زو میں تو مخالفین بھی آتے ہیں۔ اولاً تو اس لئے کہ ہم امداد السلوک مصنفہ مولوی رشید احمد صاحب کی عبارت پیش کر چکے ہیں۔ جس میں انہوں نے نہایت صفائی سے شیخ کی روح کو مریدین کے پاس حاضر جانے کی تعلیم دی ہے۔ دوسرے اس لئے کہ بزازیہ کی عبارت میں یہ تصریح نہیں ہے کہ کس جگہ روح مشائخ کو حاضر جانے ہر جگہ یا بعض جگہ اس اطلاق سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی مشائخ کی روح کو ایک جگہ بھی حاضر جانے یا ایک بات کا بھی علم مانے تو کافر ہے اب مخالفین بھی ارواح مشائخ کو ان کی قبر یا مقام علیین برزخ وغیرہ جہاں وہ رہتی ہیں۔ وہاں تو حاضر مانے گئے ہی۔ بس کہیں بھی مانا کفر ہوا۔ تیسرے اس لئے کہ ہم اس بحث حاضر و ناظر میں شامی کی عبارت پیش کر چکے ہیں کہ یہ حاضر و ناظر کہنا کفر نہیں ہے۔ چوتھے یہ کہ ہم اشعۃ اللمعات اور احیاء العلوم بلکہ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی وہابی کی عبارت بیان کر چکے ہیں۔ جس میں وہ فرماتے ہیں کہ نمازی اپنے قلب میں حضور علیہ السلام کو حاضر جان کر السلام علیک لکھا الہی کہے۔ اب ان اکابر فقہاء پر بزازیہ کا فتویٰ جاری ہو گا یا نہیں لہذا ماننا ہو گا کہ بزازیہ میں جس حاضر و ناظر ماننے کو کفر فرمایا جا رہا ہے وہ حاضر و ناظر ہونا ہے جو صفت الہیہ ہے یعنی ذاتی قدیم واجب بغیر کسی جگہ میں ہوئے کہ ایسا حاضر ہونا رب کی صفت ہے وہ ہر جگہ ہے مگر کسی جگہ میں نہیں پہلے سوال کے جواب میں ہم فتاویٰ رشید احمد و فاضل احمد صاحبان بھی اس فتوے میں ہم عبارت اور براہین قاطعہ صفحہ ۲۳ کی عبارت نقل کر چکے ہیں جس سے ثابت ہوا کہ مولوی رشید احمد و فاضل احمد صاحبان بھی اس فتوے میں ہم سے متفق ہیں۔ شاہ عبدالعزیز کی عبارت بالکل واضح ہے کہ مشائخ و انبیاء کی قدرت تمام مقدرات الہیہ پر اللہ کی طرف ماننا کفر ہے ورنہ خود شاہ عبدالعزیز صاحب و یكون الرسول علیکم شہیدا (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۳۳) کے ماتحت حضور علیہ السلام کو حاضر و ناظر مانتے ہیں۔ ان کی بحث علم غیب میں اسی آیت مذکورہ کے ماتحت لکھ چکے ہیں۔

حاشیہ.....☆.....

عرض کی گئیں تو حضور ﷺ نے ان سب کو پہچان لیا جس طرح آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام نام تعلیم ہوئے تھے۔ (نیم اربعہ شرح الشفا للفاضل عیاض الباب الثالث فصل فیما ورد من ذکر مکاتیب ج ۲ ص ۲۰۸)

اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں۔

پہلی روایت امین مبارک نے حضرت سعید بن المسیب سے کی ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں کہ نبی ﷺ پر آپ کی امت کے اعمال صبح و شام پیش نہ کیے جاتے ہوں۔

(نشر الطیب ص ۳۰ مطبوعہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

نیز لکھتے ہیں۔

مجموعی روایات سے خلاصہ علاوہ فضیلت حیات و اکرام ملائکہ کے برزخ میں آپ کے یہ مشاغل ثابت ہوتے ہیں اعمال امت کا ملاحظہ فرمانا نماز پڑھنا غذا مناسب اس عالم کے نوش فرمانا اسلام کا سننا نزدیک سے خود اور دور سے بذریعہ ملائکہ سلام کا جواب دینا..... یہ تو دائمی ثابت ہیں۔ (نشر الطیب ص ۳۰ مطبوعہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

**اعتراض (۸).....** اگر حضور حاضر بھی ہیں اور نور بھی تو چاہیے کہ رات میں کبھی اندھیرا نہ ہو مگر ہر جگہ اندھیرا ہوتا ہے لہذا آیا تو حضور نور نہیں یا نور ہیں مگر ہر جگہ حاضر نہیں۔

**جواب:-** اس کے دو جواب ہیں ایک انزائی دوسرا تحقیقی۔ جواب انزائی تو یہ ہے کہ قرآن مجید نور ہے اور ہر گھر میں بھی نیز فرشتے نور بھی ہیں اور ہر انسان کے ساتھ بھی نیز رب تعالیٰ نور بھی ہے اور ہر ایک کے ساتھ بھی مگر پھر بھی رات کو اندھیرا ہوتا ہے لہذا آیا تو فرشتے۔ قرآن، خدا تعالیٰ نور نہیں یا حاضر نہیں۔ تحقیقی جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ۔ قرآن۔ فرشتوں کی نورانیت ایمانی ہے اور نور کو دیکھنے کے لئے دیکھنے والے میں بصیرت کا نور چاہیے بعض مقبول لوگ وہ نور اب بھی مشاہدہ کرتے ہیں۔

**اعتراض (۹).....** بعض مخالفین جب کوئی راستہ نہیں پاتے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم اہلس میں ہر جگہ پہنچ جانے کی طاقت مانتے ہیں۔ اسی طرح آصف ابن برخیا اور ملک الموت اور ملائکہ میں یہ طاقت تسلیم کرتے ہیں مگر یہ نہیں مانتے کہ دیگر مخلوق کے کمالات پیغمبروں میں یا حضور علیہ السلام میں جمع ہیں۔ مولوی قاسم صاحب تحذیر الناس میں لکھتے ہیں کہ ”ربا عمل اس میں بسا اوقات غیر نبی نبی سے بڑھ جاتے ہیں“ رجوم المذنبین میں مولوی حسین احمد صاحب نے لکھا کہ دیکھو تخت بلقیس لانے کی طاقت حضرت سلیمان میں نہ تھی اور آصف میں تھی ورنہ آپ خود ہی کیوں نہ لے آتے اسی طرح ہد ہد نے کہا کہ احطت بمسلم تحط بہ (پارہ ۱۹ سورہ ۲۷ آیت نمبر ۲۲) اے سلیمان میں وہ بات معلوم کر کے آیا ہوں جس کی خبر آپ کو نہیں نیز ہد ہد کی آنکھ زمین کے اندر کا پانی دیکھ لیتی ہے اسی لئے وہ حضرت سلیمان کی خدمت میں رہتا تھا کہ جنگل میں زمین کے اندر کا پانی بتائے اور حضرت سلیمان کو اس کی خبر نہ تھی معلوم ہوا کہ انبیاء کے علم و طاقت سے غیر نبی بلکہ جانوروں کا علم و طاقت زیادہ ہو سکتا ہے۔

**جواب:-** غیر نبی میں نبی سے زیادہ کیا کسی اور نبی میں حضور علیہ السلام سے زیادہ کمال ماننا صریح آیت قرآنی اور احادیث صحیحہ اور اجماع امت کے خلاف ہے خود مخالفین بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں جن کی عبارات ہم پیش کر چکے ہیں۔ یہ آٹھواں اعتراض خود اپنے مذہب کو چھوڑنا ہے۔ شفا شریف میں ہے کہ اگر کوئی کہے کہ فلاں کا علم حضور علیہ السلام سے زیادہ ہے۔ وہ کافر ہے۔ کسی بھی کمال میں کسی کو حضور علیہ السلام سے زیادہ ماننا کفر ہے کوئی غیر نبی نبی سے نہ تو علم میں بڑھ سکتا ہے نہ عمل میں۔ اگر کسی کی عمر ۸۰ سال ہو اور وہ اس تمام مدت میں عبادت ہی کرے اور کہے کہ میری عبادت تو ۸۰ سال کی ہے اور حضور علیہ السلام کی عبادت کل پچیس بری کی لہذا عبادت میں حضور سے بڑھ گیا وہ بے دین ہے۔ ان کے ایک سجدے کا جو ثواب ہے وہ ہماری لاکھوں برس کی عبادت سے کہیں بڑھ کر ہے صرف یہ ہوا کہ اس کی محنت زیادہ ہوئی مگر قرب الہی درجہ اور ثواب میں نبی سے اس کو کوئی نسبت ہی نہیں۔ شان نبی تو بہت بلند و بالا ہے۔ مشکوٰۃ باب فضائل الصحابہ میں ہے کہ میرے صحابہ کا تھوڑے جو خیرات کرنا تمہارے پہاڑ بھر سونا خیرات کرنے سے افضل ہے۔ ہمسون بن اسرائیل نے ایک ہزار ماہ یعنی ۸۳ سال چار ماہ مسلسل عبادت کی۔ مسلمانوں کو اس پر رشک ہوا کہ ہم اس کا درجہ ثواب کیسے پائیں تو آیت کریمہ اتري ليلة القدر خير من الف شهر (پارہ ۳۰ سورہ ۹۷ آیت نمبر ۳) شب قدر تو ہزار ماہ سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ یعنی اے مسلمانوں تم کو ہم ایک شب قدر دیتے ہیں کہ اس شب میں عبادت بنی اسرائیل کی ہزار ماہ کی عبادت سے بہتر ہے تو حضور علیہ السلام کی ایک ایک ساعت لاکھوں شب قدر سے افضل ہے۔ جس مسجد پاک کے ایک گوشہ میں سید الانبیاء آرام فرما ہیں یعنی مسجد نبوی وہاں کی ایک رکعت پچاس ہزار کے برابر ثواب رکھتی ہے۔ جن کے قریب میں ہماری عبادت ایسی پھولتی پھلتی ہے تو ان کی عبادت کا کیا پوچھنا ہے۔

اسی طرح یہ کہنا کہ آصف ابن برخیا میں تخت لانے کی طاقت تھی نہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام میں محض بیہودہ کہو اس ہے۔ قرآن

کریم فرماتا ہے۔

وقال الذي عنده علم من الكتاب انا اتيك به قبل ان يولد اليك طرفك۔

**ترجمہ:** اس نے کہا جس کو کتاب کا علم تھا کہ میں اس تخت بقیس کو آپ کے چھپکنے سے پہلے حاضر خدمت کر دوں گا۔

(پارہ ۱۹، سورہ ۲۷ آیت نمبر ۴۰)

معلوم ہوا کہ آصف کی یہ قدرت علم کتاب کی وجہ سے تھی۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ان کو اسم اعظم یاد تھا جس سے وہ یہ تخت لائے۔ ان کو یہ علم حضرت سلیمان کی برکت سے ملا۔ پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ان میں یہ قدرت ہو اور ان کے استاد سیدنا سلیمان علیہ السلام میں نہ ہو رہا یہ کہ پھر آپ خود نہ لائے وجہ بالکل ظاہر ہے کہ کام کرنا خدا کا کام ہے نہ کہ سلاطین کا دبدبہ سلطنت چاہتا ہے کہ خدام سے کام لیا جاوے۔ بادشاہ اپنے نوکروں سے پانی منگوا کر پیتا ہے تو کیا خود اس میں پانی لینے کی طاقت نہیں۔ رب العالمین دنیا کے سارے کام فرشتوں سے کراتا ہے کہ بارش برسانا جان نکالنا پیٹ میں بچہ بنانا سب ملائکہ کے سپرد ہیں تو کیا خدا میں یہ طاقت نہیں ہے۔ کیا فرشتے خدا سے زیادہ طاقت رکھتے ہیں۔

تفسیر روح البیان نے زیر آیت فصیام شہرین متابعین (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۹۲) پارہ پنجم سورہ نساء میں بیان فرمایا ہے کہ حضرت سلیمان کا آصف کو بقیس تخت لانے کا حکم دینا اس لئے تھا کہ آپ نے اپنے درجہ سے اتنا نہ چاہا یعنی یہ کام خدام کا ہے۔ اسی طرح بدد کا قول قرآن نے نقل کیا کہ اس نے کہا کہ میں وہ چیز دیکھ کر آیا ہوں جس کی آپ کو خبر نہیں۔ قرآن نے کہاں فرمایا کہ واقعی آپ کو خبر نہ تھی۔ بدد سمجھا کہ شاید اس کی خبر حضرت کو نہ ہوگی یہ کہہ یا لہذا اس نے سند نہیں پکڑی جاسکتی۔

☆.....

علامہ سید محمود آلوی متوفی ۱۳۹۹ھ لکھتے ہیں۔

فالجمہور ومنہم ابن عباس ویزید بن رومان والحسن علی انہ آصف بن برخیا بن شمعیان منکیل، واسم امہ باطیورا من بنی اسرائیل کان وزیر سلیمان علی المشہور وفي مجمع البیان انہ وزیرہ وابن اختہ وکان صدیقا یعلم الاسم الاعظم۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس، یزید بن رومان، امام حسن بصری اور جمہور مہم اللہ کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ شخص آصف بن برخیا بن شمعیان منکیل تھا وہ بنی اسرائیل میں سے وہ مشہور قول کے مطابق وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا وزیر تھا۔ مجمع البیان میں ہے کہ وہ ان کا وزیر تھا وہ ان کا بھانجا تھا اور ان کا سچا خیر خواہ تھا اس کو اسم اعظم کا علم تھا۔

(تفسیر روح المعانی تحت آیت سورہ النمل آیت نمبر ۳۰ ج ۱۹ ص ۲۶۵ مطبوعہ المکتبۃ القحطانیہ پشاور)، (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۳ ص ۱۹۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تفسیر طبری ج ۱۹ ص ۱۵۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابو الحسن ابراہیم بن عمر البقاعی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں۔

جس طرح ہماری شریعت میں اللہ تعالیٰ اپنے ولی کی آنکھ ہو جاتا ہے اور اس کے ہاتھ اور پیر ہو جاتا ہے اور وہ اللہ کی صفات کا مظہر ہو کر تصرف کرتا ہے اس طرح آصف بن برخیا نے بھی اس تخت پر تصرف کیا۔

(نظم الدرر ج ۵ ص ۳۲۶۔ ۳۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

نیز ہد نے عرض کیا کہ اعلیٰ بہ ( پارہ ۹ سورہ ۲۷ آیت نمبر ۲۲ ) میں وہ بات دیکھ کر آیا جو آپ نے نہ دیکھی یعنی اس ملک میں آپ بیاں جسم شریف مشاہدہ فرمانے نہ گئے خبر کی نفی نہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کو سب کچھ خبر تھی مگر منشاء الہی یہ تھا کہ اتنا بڑا کام ایک ہد بہ جزیہ کے ذریعہ ہوتا کہ معلوم ہو جائے کہ پیغمبر کے پاس بیٹھنے والے جانور وہ کام کر دکھاتے ہیں جو دوسرے انسانوں سے نہیں ہو سکتے اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو خبر نہ تھی تو آصف ابن برخیا بغیر کسی سے پتہ پوچھے یمن کے شہر سبا میں بلقیس کے گھر کیسے پہنچے اور ان کی آن میں تحت کیسے لے آئے؟ معلوم ہوا کہ سارا یمن حضرت آصف کے سامنے تھا تو پھر حضرت سلیمان علیہ السلام سے کیسے مخفی رہ سکتا ہے۔ یوسف علیہ السلام کو باپ کا پتہ معلوم تھا۔ مگر وقت سے پہلے اپنی خبر نہ دی تاکہ قحط سالی پڑے اور آپ کی شان دنیا کو معلوم ہو۔ پھر باپ سے ملاقات ہو۔ نیز زمین کے نیچے کا پانی معلوم ہونا بدکنیہ خدمت تھی سلاطین ان کاموں کو آپ نہیں کرتے۔ مثنوی شریف میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک بار حضور علیہ السلام بنسوف مارے تھے موزے اتار کر رکھ دیے کہ ایک چیل نے جھپٹ کر ایک موزہ اٹھالیا اور اوپر لے جا کر الٹا کر کے پھینک دیا۔ جس میں سے سانپ نکلا۔ حضور علیہ السلام نے چیل سے دریافت فرمایا کہ تو نے میرا موزہ کیوں اٹھایا؟ عرض کیا کہ جب میں اڑتی ہوئی آپ کے سر مبارک کے مقابل آئی تو آپ کے سر سے آسمان تک وہ نور تھا کہ اس میں آکر مجھ پر زمین کے ساتوں طبق روشن ہو گئے۔ اس سے میں نے آپ کے موزے کے اندر کا سانپ دیکھ لیا تو اس خیال سے اٹھالیا کہ شاید آپ بے تو جہی میں اس کو پکھن لیں اور آپ کو تکلیف پہنچ جاوے۔

مولینا فرماتے ہیں۔

نیست از من عکس نسبتاے مصطفیٰ

سار در موزہ بہ بینم از ہوا

پھر حضور نے فرمایا۔

دل دران لحظہ بخود مشغول بود

گرچہ مرغیب خدا مارا نمود

(مثنوی معنوی ربودن عقاب موزہ رسول خدا ﷺ دفتر سوم ص ۸۱ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار عرض کیا کہ یا حبیب اللہ آج بہت تیز بارش آئی اور آپ قبرستان میں تھے آپ کے کپڑے کیوں تر نہ ہوئے؟ فرمایا کہ عائشہ تم نے کیا اوڑھا ہوا ہے؟

☆..... حاشیہ

امام کبیر محدث شہیر حافظ حدیث ابو نعیم احمد بن عبد اللہ انصہانی متوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ قضاء حاجت کے لئے دور تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک اسی طرح آپ تشریف لے گئے۔ پھر وضو کیا اور موزے پہنے لگے ابھی ایک موزہ پہنا تھا کہ ایک سبز پرندہ آیا اور دوسرا موزہ لے اڑا۔ اور اوپر لے جا کر اسے پھینک دیا۔ تو اس موزے سے ایک نہایت سیاہ سانپ نکل کر گر پڑا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ اللہ کی طرف سے میری تکریم و تعظیم ہے۔ پھر آپ نے یہ دعا فرمائی۔

اللہم انی اعوذ بک من شر من یمشی علی بطنہ و شر من یمشی علی رجلین و شر من یمشی علی اربع۔



عرض کیا کہ آپ کا تہبند شریف فرمایا۔

گفت بھر آن نمود اے پاک حبیب  
چشم پاکت را خدا باران غیب!  
نیست این باران ازین ابر شما  
ہست باران دیگر و دد دیگر شما!

اے محبوبہ اس تہبند شریف کی برکت سے تمہاری آنکھوں سے غیب کے پردے کھل گئے۔ یہ بارش نور کی تھی نہ کہ پانی کی بارش۔ اس کا بادل اور آسمان ہی دوسرا ہے۔ اے عائشہ یہ کسی کو نظر نہیں آیا کرتی۔ تم نے ہمارے تہبند کی برکت سے اس کو دیکھ لیا۔ ہد ہد کی آنکھ کو یہ طاقت ابراہیم علیہ السلام کی آگ پر پانی ڈالنے کی برکت سے ملی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی صحبت سے۔

**اعتراض (۱۰)۔۔۔۔۔** اگر حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو مدینہ پاک حاضر ہونے کی کیا ضرورت ہے۔

**جواب:-** جب خدا ہر جگہ ہے تو کعبہ جانے کی کیا ضرورت ہے؟ اور پھر معراج میں حضور علیہ السلام کے عرش پر جانے کا کیا فائدہ تھا؟ جناب مدینہ منورہ دار السلطنت ہے۔ اور خاص تجلی گاہ جیسے کہ برقی طاقت کے لئے پاور ہاؤس بلکہ اولیاء اللہ کی قبور مختلف پاوروں کے قصبے ہیں۔ ان کی بھی زیارت ضروری ہے۔

☆.....

**ترجمہ:** اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں ہر اس مخلوق کے شر سے جو (سانپ کی طرح) اپنے پیٹ پر چلتی ہے یا (انسانوں کی طرح) دو قدموں پر یا (دروندوں کی طرح) چار قدموں پر چلتی ہے۔

(دلائل النبۃ لابن تیمیہ ص ۱۷۳-۱۷۴ ص مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)، (جو: اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین الباب السادس فی معجزات نبیہ الصلوٰۃ علیہ وسلم و صحابہ کرامہ ص ۳۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۴۷ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال کان رسول اللہ اذا اراد الحاجة ابعد قال فذهب يوماً فقعد تحت سمرۃ ونزع خفيه قال وليس احدهما فاجاء طائر فاخذ الخف الآخر فحلقت به فی السماء فانسلت منه اسود سالح فقال رسول اللہ هذه کرامۃ اکر منی اللہ بها.....

**ترجمہ:** حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب رفع حاجت کا ارادہ فرماتے تو وہ دور نکل جاتے ایک دن آپ تشریف لے گئے اور موزے اتار کر ایک درخت کے نیچے بیٹھے پھر جب آپ نے ایک موزہ پہنا تو دوسرا موزہ ایک پرندہ لے اڑا جس نے فضا میں جا کر اس کو اٹا تو اس میں سے کینچلی اتر اہوا کا لاسناپ برآمد ہوا۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ ہے وہ عزت و کرامت جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے۔

(البدایہ والنہایہ حدیث آخری ذلک فی غریبہ ج ۶ ص ۶۹۵ مطبوعہ مکتبۃ العارف بیروت)

**اعتراض (۱۱).....** اگر حضور علیہ السلام حاضر و ناظر ہیں تو تم لوگ نماز کی امامت کیوں کرتے ہو ہر جگہ حضور ہی امام ہونے چاہئیں۔  
**جواب:-** کسی آیت یا حدیث میں یہ نہیں کہ حضور کی موجودگی میں کوئی امامت نہیں کر سکتا۔ حضرت صدیق اکبر نے حضور کی حیات شریف میں ۷ نمازیں پڑھائیں حضرت عبدالرحمن بن عوف نے حضور کی موجودگی میں نماز فجر پڑھائی خود حضور انور نے ان کے پیچھے ایک رکعت پڑھی۔ جناب امامت کے لئے ضروری ہے کہ امام حاضر بھی ہو نظر بھی آئے نماز بھی پڑھائے حضور حاضر ہیں اور تمام جہان کو ملاحظہ فرما رہے ہیں مگر وہ تو نظر نہیں آتے ناظر ہیں مگر منظور نہیں نیز اب آپ یہ نماز کسی کو نہیں پڑھاتے کہ یہ نماز اسی عالم کی چیز ہے حضور دوسرے عالم سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور حضور پر اب نماز فرض نہیں ہم پر فرض ہے فرض والا افضل والے کے پیچھے نہیں پڑھ سکتا۔



## حضور علیہ السلام کو بشر یا بھائی کہنے کی بحث

اس میں ایک مقدمہ اور دو باب ہیں

**مقدمہ:** - نبی کی تعریف اور ان کے درجات کے بیان میں

**عقیدہ:** - نبی وہ انسان مرد ہیں جن کو اللہ نے احکام شریعہ کی تبلیغ کے لئے بھیجا (شرح عقائد) لہذا نبی نہ تو غیر انسان ہو اور نہ عورت۔ قرآن فرماتا ہے۔

وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحی الیہم۔

**ترجمہ:** اور ہم نے آپ سے پہلے نہ بھیجا مگر ان مردوں کو جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔

(پارہ ۷ سورہ ۲۱ آیت نمبر ۷)

معلوم ہوا کہ جن فرشتہ عورت، وغیرہ نبی نہیں ہو سکتے۔ عقیدہ نبی ہمیشہ اعلیٰ خاندان اور عالی نسب میں سے ہوتے ہیں اور نہایت عمدہ اخلاق ان کو عطا ہوتے ہیں۔ ذلیل قوم اور ادنیٰ حرکات سے محفوظ (بہار شریعت)

بخاری جلد اول کے شروع میں ہے کہ جب ہرقل بادشاہ روم کے پاس حضور علیہ السلام کا فرمان عالی پہنچا کہ اسلام تسلیم اسلام لے اسلام رہے گا۔ تو ہرقل نے ابوسفیان کو بلا کر حضور علیہ السلام کے متعلق کچھ سوالات کئے۔ پہلا سوال یہ تھا کہ کیف نسبہ فیکم تم میں ان کا خاندان و نسب کیسا ہے؟ ابوسفیان نے کہا ہو فینا ذو نسب وہ ہم میں نہایت اعلیٰ خاندان والے ہیں یعنی قریشی ہاشمی و مطلبی ہیں علیہ السلام۔ اس کے جواب میں ہرقل نے کہا و کذا لک الرسول تبعث فی قومہا ہمیشہ انبیاء کے کرام عالی قوم و اعلیٰ خاندان میں بھیجے جاتے ہیں۔

(صحیح مسلم باب کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی ہرقل یہ عہد الی الاسلام ج ۳ ص ۳۹۳ رقم الحدیث ۷۷۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۶ ص ۳۰۹۔ ۳۱۰ رقم الحدیث ۱۱۰۶۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سنن الترمذی باب ماجاء کیف یکتب الی اصل الشریک ج ۵ ص ۶۹ رقم الحدیث ۷۷۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

جس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کے کرام عالی خاندان میں تشریف لاتے ہیں۔

**تنبیہ:** - بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہر قوم میں نبی آئے یعنی معاذ اللہ بھنگیوں، چماروں، ہندوؤں، بدھ اور چینی وغیرہ میں ان ہی کی قوم سے آئے۔ لہذا لال گرد، کرشن، گوتم بدھ وغیرہ چونکہ نبی تھے اس لئے ان کو برائہ کوہ قرآن فرماتا ہے۔ لکل قوم ہادی ہر قوم میں ہادی ہیں نیز عورتیں بھی نبی ہوئی ہیں کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اور حضرت مریم علیہ السلام کو وحی ہوئی اور جس کو وحی ہو وہ نبی ہے۔ واوحینا الی ام موسیٰ (پارہ ۲۰ سورہ ۲۸ آیت نمبر ۷) وغیرہ لہذا یہ عورتیں نبی ہیں۔ مگر یہ دونوں قول غلط ہیں اول تو اس لئے کہ وہ آیت پوری نہیں بیان کی اور ترجمہ بھی درست نہ کیا۔ آیت یہ ہے۔ انما انت منذر و لکل قوم ہادی (پارہ ۱۳ سورہ ۱۳ آیت نمبر ۷) تم ڈر سنانے والے اور ہر قوم کے ہادی ہو۔ یعنی ہر قوم کا ہادی ہونا حضور علیہ السلام کی صفت ہے۔ دیگر انبیاء خاص خاص قوموں کے نبی ہوتے تھے اور اے محبوب تم ہر قوم کے نبی ہو۔ اگر مان بھی لیا جاوے کہ اس آیت کے یہی معنی ہیں کہ ہر قوم میں ہادی ہوئے تو یہاں کہاں ہے کہ ہر قوم میں اس ہی قوم سے ہادی ہوئے۔ ہو سکتا ہے کہ اشرف قوم میں نبی آئے۔ دیگر قومیں بھی ان کے ماتحت رہیں۔ حضور علیہ السلام قریشی ہیں۔ مگر پشمان، شیخ، سید غرضیکہ ساری قوموں بلکہ ساری مخلوق کے نبی ہیں نیز لفظ ہادی عام ہے کہ نبی ہو یا غیر نبی۔ تو یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ ہر قوم میں اس قوم میں سے بعض بعض کے لئے رہبر ہوئے۔ بلکہ مہادیو، کرشن وغیرہ کی ہستی کا بھی شرعی ثبوت نہیں قرآن وحدیث نے ان کی خبر نہ دی۔ صرف بت پرستوں کے ذریعہ ان کا پتہ لگا وہ بھی اس طرح کہ کسی کے چار ہاتھ کسی کے چھ پاؤں۔ کسی

کے منہ پر ہاتھی کی سی سونڈ سی کے چوڑے پر لنگور کی سی دم۔ ان کے نام بھی گھڑے ہوئے اور ان کی صورتیں بھی۔ رب نے عرب کے بت پرستوں کو فرمایا۔

ان ہی الا اسماء سمیتموھا انتم و ابناءکم۔

**ترجمہ:** یہ تمہارے اور تمہارے باپ دادوں کے گھڑے ہوئے نام ہیں۔

(پارہ ۲ سورہ ۵۳ آیت نمبر ۲۳)

جب ان کے ہونے کا ہی یقین نہیں تو انہیں نبی مان لیا کون سی عقلمندی ہے۔

دوسرا قول اس لئے غلط ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کے دل میں القاء یا الہام کیا گیا تھا جسے قرآن نے اوحینا سے تعبیر کیا وحی بمعنی الہام بھی آتی ہے۔ جیسے قرآن میں ہے و اوحی ربک الی النخل (پارہ ۱۴ سورہ ۱۶ آیت نمبر ۶۸) آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈالی۔ یہاں وحی بمعنی دل میں ڈالنا ہے حضرت مریم علیہ السلام کو بھی وحی تبلیغی نہ تھی اور نہ وہ تبلیغ احکام کے لئے بھیجی گئی نیز فرشتے کا ہر کلام وحی نہیں اور ہر وحی تبلیغی نہیں بعض صحابہ نے ملائکہ کے کلام سنے ہیں اور بوقت موت اور قبر و حشر میں سب ہی ملائکہ سے کلام کریں گے حالانکہ سب نبی نہیں۔ اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب شان حبیب الرحمن میں دیکھو۔

عقیدہ: کوئی شخص اپنی عبادات و اعمال سے نبوت نہیں پاسکتا۔ نبوت محض عطا الہی سے۔ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ (پارہ ۸ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۲۳) اللہ خوب جانتا ہے کہ جہاں اپنی رسالت رکھے اور غیر نبی خواہ غوث ہو یا قطب ابدال یا کچھ اور نہ تو نبی کے برابر ہو سکتا ہے نہ اس سے بڑھ سکے یہ چند امور خیال میں رہیں۔

## پہلا باب

اس بیان میں کہ نبی علیہ السلام کو بشر یا بھائی وغیرہ کہنا حرام ہے

نبی جنس بشر میں آتے ہیں اور انسان ہی ہوتے ہیں۔ جن یا بشر یا فرشتہ نہیں ہوتے یہ دنیاوی احکام ہیں۔ ورنہ بشریت کی ابتداء آدم علیہ السلام سے ہوئی۔ کیونکہ وہ ہی ابوالبشر ہیں اور حضور علیہ السلام اس وقت نبی ہیں جبکہ آدم علیہ السلام آب وکل میں ہیں خود فرماتے ہیں کنت نبیا وادم بین الماء والطين اس وقت حضور نبی ہیں بشر نہیں سب کچھ صحیح لیکن ان کو بشر یا انسان کہہ کر پکارنا یا حضور علیہ السلام کو یا محمد یا کہ اے امیر الہیم کے باپ یا اے بھائی باوا وغیرہ برابری کے الفاظ سے یاد کرنا حرام ہے۔ اور اگر اہانت کی نیت سے پکارنا تو کافر ہے۔ عالمگیری وغیرہ کتب فقہ میں ہے کہ جو شخص حضور علیہ السلام کو هذا الرجل یہ مرد کی اہانت سے کہے تو کافر ہے بلکہ یا رسول اللہ یا حبیب اللہ یا شفیع المذنبین وغیرہ عظمت کے کلمات سے یاد کرنا لازم ہے۔ شعراء جو اشعار میں یا محمد لکھ دیتے ہیں وہ تنگی موقع کی وجہ سے پڑھنے والے کو لازم ہے کہ ۱۔ اے محمد کہہ لے۔ اسی طرح جو کہتے دیتے ہیں کہ

واہ کیا جو دو کرم ہے شہ بطحی تیرا

یہ تیرا انتہائی ناز کا کلمہ ہے جیسے کا قاسم تیرے قربان۔ اے ماں تو کہاں ہے؟ اللہ تو ہم پر رحم فرما! اس تو اور تیرے کی حیثیت اور ہے۔ (۱) قرآن کریم فرماتا ہے۔

لا تجعلوا ادعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا۔

**ترجمہ:** رسول کے پکارنے کو ایسا نہ ٹھہرا وجہیسا کہ تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جاویں اور تم کو خبر نہ ہو۔

(پارہ ۱۸ سورہ النور آیت نمبر ۶۳)

ولا تجھروا له بالقول كجھر بعضكم لبعض ان تحبط اعمالكم وانتم لا تشعرون۔

**ترجمہ:** اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے ایک دوسرے کی سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جاویں اور تم کو خبر نہ ہو۔

(پارہ ۲۶ سورہ ۲۹ آیت نمبر ۲)

ضبطی اعمال کفر کی وجہ سے ہوتی ہے مدارج جلد اول وصل از جملہ رعایت حقوق اولیت میں ہے۔ مخوانید اور ایسا مبارک اوچتا نہ کی خوانید بعضی از شما بعض را بلکہ گوئید یا رسول اللہ یا نبی اللہ یا تو قیر و تو ضیح۔ نبی علیہ السلام کو ان کا نام پاک لے کر نہ بلاؤ جیسے بعض بعض کو بلاتے ہیں۔ بلکہ یوں کہہ یا رسول اللہ یا نبی اللہ تو قیر و عزت کے ساتھ۔ تفسیر روح البیان زیر آیت لا تجعلوا ہے۔

والمعنی لا تجعلوا نداء کم ایہا و تسمیتکم له کنداء بعضکم بعضا لاسمہ مثل یا محمد و یا ابن عبد اللہ و لکن بلقبہ المعظم مثل یا نبی اللہ و یا رسول اللہ کما قال اللہ تعالیٰ یا ایہا النبی و یا ایہا الرسول۔

**ترجمہ:** معنی یہ ہیں کہ حضور علیہ السلام کو پکارنا یا نام لیتا ایسا نہ بناؤ جیسا کہ بعض لوگ بعض کو نام سے پکارتے ہیں جیسے یا محمد اور یا ابن عبد اللہ وغیرہ لیکن ان کے عظمت والے القاب سے پکارو جیسے یا نبی اللہ یا رسول اللہ جیسا کہ خود رب تعالیٰ فرماتا ہے یا ایہا النبی یا ایہا الرسول۔

(تفسیر روح البیان ج ۶ ص ۲۳۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ان آیات قرآنیہ اور اقوال مفسرین و محدثین سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کا ادب ہر حال میں ملحوظ رکھا جاوے عدا میں کلام میں ہر ادا میں۔ (۲) دنیاوی عظمت والوں کو بھی ان کا نام لے کر نہیں پکارا جاتا۔ ماں کو والدہ صاحبہ، باپ کو والد ماجد، بھائی کو بھائی صاحب جیسے الفاظ سے یاد کرتے ہیں اگر کوئی اپنی ماں کو باپ کی بیوی یا باپ کو ماں کا شوہر کہے یا اس کا نام لے کر پکارے یا اس کو بھیا وغیرہ کہے۔ تو اگرچہ بات تو سچی ہے مگر بے ادب گستاخ کہا جائے گا کہ برابری کے کلمات سے کیوں یاد کیا۔ حضور علیہ السلام تو خلیفۃ اللہ الاعظم ہیں ان کو نام سے پکارنا یا بھائی وغیرہ کہنا یقیناً حرام ہے۔ گھر میں بہن ماں بیوی بنی سب ہی عورتیں ہیں مگر ان کے نام و کام و احکام جدا گانہ جو ماں کو بیوی یا بیوی کو ماں کہہ کر پکارے وہ بے ایمان ہی ہے اور جو ان سب کو ایک نگاہ سے دیکھے وہ مردود ہے ایسے ہی جو نبی کو امتی یا امتی کو نبی کی طرح سمجھے وہ ملعون ہے دیوبندیوں نے نبی کو امتی کا درجہ دیا یا ان کے پیشوا مولوی اسماعیل نے سید احمد بریلوی کو نبی کے برابر کرسی دی دیکھو صراط المستقیم کا خاتمہ معاذ اللہ۔

(۳) رب تعالیٰ جس کو کوئی خاص درجہ عطا فرمائے۔ اس کو عام القاب سے پکارنا اس کے ان مراتب عالیہ کا انکار کرنا ہے اگر دنیاوی سلطنت کی طرف سے کسی کو نواب یا خان بہادر کا خطاب ملے تو اس کو آدمی یا آدمی کا بچہ یا بھائی وغیرہ کہنا اور ان القاب کو یاد نہ کرنا جرم ہے کہ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ تم حکومت کے عطا کئے ہوئے ان خطابات سے ناراض ہو تو جس ذات عالی کو رب کی طرف سے نبی رسول کا خطاب ملے اس کو ان القاب کے علاوہ بھائی وغیرہ کہنا جرم ہے۔

(۴) خود پروردگار عالم نے قرآن کریم میں حضور علیہ السلام کو یا محمد یا اخا مومنین کہہ کر نہ پکارا بلکہ یا ایہا النبی یا ایہا الرسول یا ایہا المعزمل یا ایہا المدثر وغیرہ وغیرہ پیارے القاب سے پکارا حالانکہ وہ رب ہے تو ہم غلاموں کو کیا حق ہے کہ ان کو بشر یا بھائی کہہ کر پکاریں۔

(۵) قرآن کریم نے کفار مکہ کا یہ طریقہ بتایا ہے کہ وہ انبیاء کو بشر کہتے تھے۔

قالوا ما انتم الا بشر مثلنا۔

**ترجمہ:** کافروں نے کہیں ہو تم مکرم جیسے بشر۔

(پارہ ۲۲ سورہ ۳۲ آیت نمبر ۱۵)

ولئن اطعتم بشرا مثلكم انکم اذا لخصرون۔

**ترجمہ:** اگر تم نے اپنے جیسے بشر کی پیروی کی تو تم نقصان والے ہو وغیرہ وغیرہ۔

(پارہ ۱۸ سورہ ۳۶ آیت نمبر ۱۵)

اس قسم کی بہت سی آیات ہیں اسی طرح مساوات بتانا یا انبیاء کرام کی شان گھٹانا طریقہ ابلیس ہے کہ اس نے کہا۔

خلقتنی من نار و خلقته من طین۔

**ترجمہ:** خدا یا تو نے مجھے آگ سے اور ان کو مٹی سے پیدا فرمایا۔

مطلب یہ کہ میں ان سے افضل ہوں اسی طرح اب یہ کہتا کہ ہم میں اور پیغمبروں میں کیا فرق ہے۔ ہم بھی بشر وہ بھی بشر بلکہ ہم زندہ

وہ مردے یہ سب ابلیسی کلام ہے۔

## دوسرا باب

### مسئلہ بشریت پر اعتراضات کے بیان میں

**اعتراض (۱)۔۔۔۔۔** قرآن فرماتا ہے۔

قل انما انا بشر مثلكم۔

**ترجمہ:** اے محبوب فرمادو کہ میں تم جیسا بشر ہوں۔

(پارہ ۲۳ سورہ ۴۱ آیت نمبر ۶)

اس آیت قرآنیہ سے معلوم ہوا کہ حضور بھی ہماری طرح بشر ہیں اگر نہیں تو آیت معاذ اللہ بھٹی ہو جا دہی۔

**جواب:** اس آیت میں چند طرح غور کرنا لازم ہے ایک یہ کہ فرمایا گیا ہے قل اے محبوب آپ فرمادو۔ تو یہ کلمہ فرمانے کی صرف حضور

علیہ السلام کو اجازت ہے کہ آپ بطور انکسار و تواضع فرمادیں یہ نہیں کہ قولوا انما هو بشر مثلنا اے لوگو تم کہا کرو کہ حضور علیہ السلام ہم

جیسے بشر ہیں۔ بلکہ قل میں اس جانب اشارہ ہے کہ بشر وغیرہ کلمات تم کہہ دو ہم تو نہ کہیں گے ہم تو فرمائیں گے شہادا و مبشرا و نذیرا

و داعیا الی اللہ باذنه و سراجا منیرا (پارہ ۲۲ سورہ ۳۳ آیت نمبر ۴۵، ۴۶) ہم تو فرمائیں گے یا ایہا المزمحل یا ایہا الملدث و غیرہ

ہم تو آپ کی شان بڑھائیں گے آپ انکسار یہ فرما سکتے ہیں۔ نیز اس آیت میں کفار سے خطاب ہے چونکہ ہر چیز اپنی غیر جنس سے نفرت

کرتی ہے لہذا فرمایا گیا کہ اے کفار تم مجھ سے گھبراؤ نہیں میں تمہاری جنس میں سے ہوں یعنی بشر ہوں۔ شکاری جانوروں کی سی آوازیں

نکال کر شکار کرتا ہے۔ اس سے کفار کو اپنی طرف مائل کرنا مقصود ہے اگر دیوبندی بھی کفار میں سے ہی ہیں تو ان سے بھی یہ خطاب ہو سکتا

ہے ہم مسلمانوں سے فرمایا گیا اکیم مثلی طوطے کے سامنے آئینہ رکھ کر پیچھے کھڑے ہو کر بولتے ہیں تاکہ طوطا اپنا عکس آئینہ میں دیکھ کر سمجھے کہ

یہ میرے جنس کی آواز ہے انبیاء کرام رب کا آئینہ ہیں آواز و زبان ان کی ہوتی ہے اور کلام رب کا۔ گفت من آئینہ مشغول دوست۔ یہ

عکس کا لحاظ ہے دوسرے اس طرح کہ مسلک پر آیت ختم نہ ہوئی بلکہ آگے آ رہا ہے۔ یوحی الی یوحی الی کی قید ایسی ہے جیسے ہم کہیں کہ زید و دیگر

حیوانات کی طرح حیوان ہے مگر مطلق ہے تو مطلق کی قید نے زید اور دیگر حیوانات میں ذاتی فرق پیدا کر دیا کہ اس قید سے زید تو اشرف

المخلوقات انسان ہوا۔ اور دوسرے حیوانات اور شے اسی طرح وحی کی صفت نے نبی اور امتی میں بہت بڑا فرق بتا دیا۔ حیوان اور انسان میں صرف ایک درجہ کا فرق ہے مگر بشریت اور شان مصطفویٰ میں ۲۷ درجہ کا فرق ہے ادا بشر پھر شہید پھر متقی پھر ولی پھر ابدال پھر اوتار پھر قطب پھر غوث الاعظم پھر تابعی پھر صحابی پھر مہاجر پھر صدیق پھر نبی پھر رحمۃ للعالمین وغیرہ یہ ۲۷ مراتب کا اجمالی ذکر ہے۔ تفصیل دیکھنا ہو تو ہماری کتاب شان حبیب الرحمن میں ملاحظہ کرو۔ تو عام بشر اور مصطفیٰ علیہ السلام میں شرکت کیسی؟ یہ شرکت تو ایسی بھی نہیں جیسی کہ جنس عالی یا کسی عرض عام کے افراد کو انسان سے ہے یہ تو ایسا ہوا کہ کوئی کہے اللہ ہماری موجودیت اور رب کی موجودیت میں کوئی نسبت ہی نہیں۔ ایسے ہی ہماری بشریت اور محبوب علیہ السلام کی بشریت میں کوئی نسبت نہیں مولانا مثنوی میں فرماتے ہیں۔ ☆

بہر حق سونے غریباں ہک نظر

اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر

حضور علیہ السلام کی بشریت ہزار ہا جبرئیلی حیثیت سے اعلیٰ ہے۔

.....☆ حاشیہ.....

امام مسلم بن حجاج متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثني زهير بن حرب قال انا جبر بن منصور عن هلال بن يساف عن ابي يحيى عن عبد الله بن عمر رضي الله عنه قال حدثت ان رسول الله ﷺ قال صلوة الرجل قاعدا نصف الصلوة قال فاتيته فوجدته يصلي جالسا فوضعت يدي على راسه فقال مالك يا عبد الله بن عمر وقلت حدثت يا رسول الله ﷺ انك قلت صلوة الرجل قاعدا على نصف الصلوة وانت تصلي قاعدا قال اجل ولكني لست كاحد منكم۔

**ترجمہ:** حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث سنی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے بیٹھ کر نماز پڑھنے کا آدھا اجر ہوتا ہے ایک دن میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا میں نے اپنا ہاتھ آپ کے سر اقدس پر رکھا آپ ﷺ نے فرمایا اے عبد اللہ بن عمر کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے کا آدھا اجر ہوتا ہے حالانکہ آپ خود بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں آپ نے فرمایا ہاں لیکن میں تم سے کسی ایک کی مثل بھی نہیں ہوں۔

(صحیح مسلم باب جواز النافلة قائما وقاعدا وفعل بعد قاعدا وحضما قاعدا ج ۱ ص ۵۰۷ رقم الحدیث ۳۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی باب صلاة الطلوع قاعدا کصلایہ قائما وان لم تکن بہ علیہ ج ۲ ص ۶۲ رقم الحدیث ۱۳۶۶ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکتبۃ المکتبۃ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

عن عائشة قالت كان رسول الله ﷺ امرهم من الاعمال بما يطيقون قالوا انا لسنا كهشاك يا رسول الله ﷺ۔

**ترجمہ:** حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان اعمال کا ارشاد فرماتے ہیں جو لوگ طاقت رکھتے ہیں صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ کی طرح نہیں ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب بدء الوئی باب قول النبی ﷺ انا اعلم باللہ وان السرفۃ الخ ج ۱ ص ۱۶ رقم الحدیث ۲۰ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

عن انس عن النبي ﷺ قال لا تواصلوا قالوا انك تواصل قال لست كاحد منكم قال اني اطعم واسقى او اني ابیت اطعم واسقى۔

تیسرے اس طرح کہ قرآن کریم میں ہے۔ مثل نورہ کمشکوۃ فیہا مصباح (پارہ ۱۸ سورہ ۲۴ آیت نمبر ۳۵) رب کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں ایک چراغ ہے۔ اس آیت میں بھی کلمہ مثل ہے تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ نور خدا چراغ کی طرح روشنی ہے اسی طرح قرآن میں ہے۔

وما من دابة فی الارض ولا طائر بطیر یجنحہ الا امم امثالکم۔

**ترجمہ:** نہیں ہے کوئی جانور زمین میں نہ کوئی پرندہ جو اپنے بازوؤں سے اڑتا ہو مگر وہ تمہاری طرح امتیں ہیں۔

(پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۳۸)

یہاں بھی کلمہ امثال موجود ہے تو کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ ہر انسان گدھے الوجدیسا ہے ہرگز نہیں نیز انما کا حضرت اضافی ہے نہ کہ حقیقی یعنی میں نہ خدا ہوں نہ خدا کا بیٹا بلکہ تمہاری طرح خالص بندہ ہوں جیسے ہاروت ماروت کا کہنا انما نحن فتنۃ۔

(پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۳۸)

چوتھے اس طرح کہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام ایمان عبادات معاملات غرضیکہ کسی شے میں ہم جیسے نہیں ہر بات میں فرق عظیم ہے۔ (۱) حضور علیہ السلام کا کلمہ ہے انا رسول اللہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اگر ہم یہ کہیں تو کافر ہو جاویں۔

(۲) حضور علیہ السلام کا ایمان دیکھی ہوئی چیزوں پر کہ رب کو جنت و دوزخ کو ملاحظہ فرمالیا۔ ہمارا ایمان سنا ہوا ہے (۳) ہمارے لئے

رحمۃ وسیعۃ..... ☆

**ترجمہ:** حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا و صلی روزے نہ رکھو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا

حضور آپ صلی روزہ رکھتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا میں تم سے کسی ایک کی مثل بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا میں کھلایا جاتا ہوں اور پلایا جاتا ہوں یا فرمایا بے شک میں رات گزارتا ہوں کھلایا جاتا ہوں اور پلایا جاتا ہوں۔

(صحیح البخاری کتاب الصیام باب الوصال ومن قال لیس فی اللیل صیام الخ ج ۲ ص ۶۹۳ رقم الحدیث ۱۸۶۰ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن الترمذی باب ماجاء فی کرہیۃ الوصال للصلائم قال ابو یوسف حدیث انس حدیث حسن صحیح ج ۳ ص ۱۲۸ رقم الحدیث ۷۷۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اسی روایت کی مثل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے:

قال انی لست مثلكم۔

**ترجمہ:** فرمایا بے شک میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔

(صحیح البخاری کتاب الصیام باب الوصال ومن قال لیس فی اللیل صیام الخ ج ۲ ص ۶۹۳ رقم الحدیث ۱۸۶۱ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰۶ رقم الحدیث ۲۳۶۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اسی طرح ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔

انی لست کھیتکم۔

**ترجمہ:** فرمایا بے شک میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔

(صحیح البخاری کتاب الصیام باب الوصال ومن قال لیس فی اللیل صیام الخ ج ۲ ص ۶۹۳ رقم الحدیث ۱۸۶۲ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰۷ رقم الحدیث ۲۳۶۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اسی طرح یہ الفاظ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الصیام باب الوصال ومن قال لیس فی اللیل صیام الخ ج ۲ ص ۶۹۳ رقم الحدیث ۱۸۶۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)



ارکان اسلام پانچ حضور علیہ السلام کے لئے چار یعنی آپ پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ دیکھو شامی شروع کتاب الزکوٰۃ۔ (۵) ہم پر پانچ نمازیں فرض حضور علیہ السلام پر چھ یعنی تہجد بھی فرض ومن اللیل فتہجد بہ نافلہ لك (۵) ہم کو چار بیویوں کی اجازت حضور علیہ السلام کے لئے کوئی پابندی نہیں جس قدر چاہیں۔ (۶) ہماری بیویاں ہمارے مرنے کے بعد دوسرے سے نکاح کر سکتی ہیں۔ مگر حضور علیہ السلام کی ازواج پاک سب مسلمانوں کی مائیں وازواجہ امہاتہم (پارہ ۲۱ سورہ ۳۳ آیت نمبر ۶) کسی کے نکاح میں نہیں آسکتیں ولا تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدًا (پارہ ۲۲ سورہ ۳۳ آیت نمبر ۵۳) ہمارے بعد ہماری میراث تقسیم ہو حضور کی میراث نہ بنے (۸) ہمارا پیشاب پانچا نہ ناپاک۔ حضور علیہ السلام کے فضلات شریفہ امت کے لئے پاک (دیکھو شامی باب الانجاس) مرقات باب احکام الیاء فصل اول میں ہے ومن ثم اختار کثیر من اصحابنا طہارۃ فضلاتہ اسی مرقاۃ باب الستر کے شروع میں ہے۔ ولذا حجه ابو طیبۃ فشرب دمہ اسی طرح مدارج النبوۃ میں جلد اول وصل عرق شریف صفحہ ۲۵ میں بھی ہے۔ ☆

حاشیہ..... ☆

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

قال وایکم مثلی۔

**ترجمہ:** سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا تم میں سے میری مثل کون ہے؟

(صحیح البخاری کتاب الصیام باب التحلیل لمن اکثر الوصال الخ ج ۲ ص ۶۹۳ رقم الحدیث ۱۸۶۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

☆ امام محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۳۵۵ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنی مخلص بن جعفر ثنا محمد بن جریر ثنا موسی بن عبد الرحمن المسروقی ثنا ابراہیم بن سعد ثنا المنہال بن عیینہ عن ذکری عن لیلی مولاۃ عائشہ رضی اللہ عنہا قالت دخل رسول اللہ ﷺ لقضاء حاجتہ فدخلت فلم ار شینا ووجدت ریح المسک فقلت یا رسول اللہ ﷺ انی لم ار شینا قال ان الارض امرت ان تکیفہ منا معاشر الانبیاء۔

**ترجمہ:** ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قضاء حاجت کے لیے (بیت الخلاء میں) گئے پھر میں گئی تو میں نے وہاں جا کر کوئی چیز نہیں دیکھی اور مجھے وہاں مشک کی خوشبو آ رہی تھی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے وہاں کوئی چیز نہیں دیکھی آپ ﷺ نے فرمایا بے شک زمین کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم انبیاء کی جماعت سے جو کچھ نکلے اس کو ڈھانپ لے۔

(متدرک للنکاح ج ۳ ص ۸۱ رقم الحدیث ۶۹۵۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم ج ۲ ص ۴۳۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۳۵۵ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا احمد بن کامل القاضي ثنا عبد اللہ بن روح المدائنی ثنا شبابہ ثنا ابو مالک النخعی عن الاسود بن قیس عن نبیح العنزی عن ام ایمن رضی اللہ عنہا قالت قام النبی ﷺ من اللیل الی فخارۃ من جانب البیت فبال فیہا فقممت من اللیل وانا عطشی فشربت من فی فخارۃ وانا لا اشعر فلما اصبح النبی ﷺ قال یا ام ایمن قومی الی تلك فخارۃ فاهرقی ما فیہا قلت قد واللہ شربت ما فیہا قال فضحك رسول اللہ ﷺ حتی بدت نواجذہ ثم قال اما انک لا یفجع بطنک بعدہ ابدًا۔

**ترجمہ:** حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے گھر کی ایک جانب میں مٹی کا ایک برتن رکھا ہوا تھا آپ ﷺ رات کو اٹھ کر اس میں پیشاب کرتے تھے ایک رات میں انھی مجھے پیاس لگ رہی تھی میں نے اس برتن سے پی لیا اور مجھے پتا

☆ حاشیہ

نہیں چلا (کہ یہ پیشاب ہے) جب صبح ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے ام ایمن! اس مٹی کے برتن کو اٹھاؤ اور اس میں جو کچھ ہے اس کو پھینک دو میں نے کہا اللہ کی قسم! اس میں جو کچھ ہے اس کو میں نے پی لیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آپ کی داڑھیں مبارک ظاہر ہو گئیں پھر آپ نے فرمایا سنو! اس کے بعد بھی تمہارے پیٹ میں درد نہیں ہوگا۔

(متدرک للحاکم ج ۳ ص ۷۰ رقم الحدیث ۶۹۱۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۳ ص ۲۰۷ رقم الحدیث ۸۸۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (معجم الزوائد فی الفوائد ج ۸ ص ۲۷۱ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۲۵ ص ۸۹ رقم الحدیث ۲۳۰ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والاحکام الموصل)، (معجم الجوامع رقم الحدیث ۲۷۵۳۹)، (کنز العمال ج ۱ ص ۳۷۸ رقم الحدیث ۳۲۲۵۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت)، (دلائل النبوة لابن ہشیم ج ۲ ص ۳۳۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

دو عورتوں نے لکڑی کے پیالہ سے آپ کا پیشاب پیا ایک کی کنیت ام ایمن تھی اور دوسری کی کنیت ام یوسف تھی جب ام یوسف نے آپ کا پیشاب پی لیا تو آپ نے فرمایا تم صحت مند رہو گی سو وہ تاحیات بیمار نہیں ہوئیں۔

قال صحۃ یا ام یوسف وکانت تکنی ام یوسف فما مرضت فطقت حتی کان مرضها الذی ماتت فیہ۔  
(تحفیں الجہر ج ۳ ص ۳۲ رقم الحدیث ۱۹ مطبوعہ المدینۃ المنورہ)

حافظ سلیمان بن احمد ابوالقاسم طبرانی متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد اللہ بن احمد بن حنبل ثنا یحیی بن معین ثنا حجاج بن محمد عن جریج عن حکیمۃ بنت امیمۃ عن امیہ امیمۃ قالت کان النبی ﷺ قدح من عیدان یبول فیہ ویضعہ تحت سریرہ فقام فطلب فلم یجدہ فسال فقال ابن القدح قالوا شربته برة خادم ام سلمۃ التی قدمت معها من ارض الحبشۃ فقال النبی ﷺ لقد احتظرت من النار بحظار بھیسۃ۔

**ترجمہ:** حکیمۃ بنت امیمہ بنت رفیقہ اپنی ماں رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک لکڑی کا پیالہ تھا جس میں آپ پیشاب کرتے تھے اور اس کو اپنے تحت کے نیچے رکھتے تھے آپ نے اس میں پیشاب کیا پھر آپ آئے تو دیکھا کہ اس پیالہ میں کوئی چیز نہیں تھی ایک خاتون جن کا نام برکہ تھا جو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کرتی تھی اور ان کے ساتھ سرزمین حبشہ سے آئی تھی آپ نے ان سے پوچھا وہ پیشاب کہاں ہے جو اس پیالہ میں تھا؟ انہوں نے کہا میں نے اس کو پی لیا آپ نے فرمایا تم پر دوزخ کی آگ منع کر دی گئی ہے۔

(طبرانی کبیر ج ۳ ص ۲۰۵-۲۰۶ رقم الحدیث ۵۲۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والاحکام الموصل)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۳ ص ۳۸ رقم الحدیث ۵۲۰۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الکبریٰ للبخاری باب ترکہ الاکار علی من شرب بولہ ودمہ ص ۶۷ رقم الحدیث ۱۳۱۸۳ مطبوعہ مکتبۃ دار البازمکۃ المکرمۃ)، (معجم الزوائد فی الفوائد ج ۸ ص ۲۷۱ قال الہیثمی رواہ الطبرانی ورجالہ رجال عبد اللہ بن احمد بن حنبل و حکیمۃ وکلاهما ثقة مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)، (الاستیعاب لابن عبد البر ج ۳ ص ۲۵۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حافظ نور الدین البیہقی متوفی ۸۵۸ھ لکھتے ہیں۔

عن عبد اللہ بن الزبیر انہ اتی النبی ﷺ وهو یحتجم فلما فرغ قال یا عبد اللہ اذهب بهذا الدم فاهرقه حیث لا یراہ احد فلما برزت عن رسول اللہ ﷺ عمدت الی الدم فحسوته فلما رجعت الی النبی ﷺ قال ما صنعت یا عبد اللہ قال جعلته فی مکان ظننت انہ خاف عن الناس قال لعلک شربته قال نعم قال ومن امرک ان تشرب الدم ویل لک من الناس ویل للناس معک۔ رواہ الطبرانی والبخاری باختصار ورجال البزار رجال الصحیح غیر ہند بن القاسم وهو ثقة۔

**ترجمہ:** حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس گئے درآں حالیکہ آپ قصد گوارہ تھے

حاشیہ.....☆

جب آپ فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا یہ خون لے جاؤ اور اس کو ایسی جگہ ڈال دو جہاں اس کو کوئی نہ دیکھے جب میں رسول اللہ ﷺ سے اوچھل ہوتا میں نے اس خون کو چاٹ لیا جب میں واپس آیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے عبد اللہ تم نے کیا کیا انہوں نے کہا میں نے اس کو ایسی جگہ رکھ دیا کہ میرا گمان ہے اس کو کوئی نہیں دیکھے گا آپ نے فرمایا شاید تم نے اس کو پی لیا ہے انہوں نے کہا ہاں آپ ﷺ نے فرمایا تم سے خون پینے کے لیے کس نے کہا تھا تم پر افسوس لوگوں کی طرف سے اور لوگوں کو افسوس ہو تمہاری طرف سے اس حدیث کو طبرانی نے اور امام بزار نے اختصار سے روایت کیا ہے ہند بن قاسم کے سوا بزار کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں اور وہ بھی ثقہ ہے۔

(مجمع الزوائد و مع النوادر ج ۸ ص ۲۷۰ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی باب ترک الکفار علی من شرب بولہ و دودج ص ۶۷ رقم الحدیث ۱۳۱۸۵ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ المکتبہ)، (تاریخ دمشق الکبریٰ ج ۳۰ ص ۱۲۵ رقم الحدیث ۶۲۲۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حافظ سلیمان بن احمد ابوالقاسم طبرانی متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا علي بن عبد العزيز ثنا ابراهيم بن حمزة الزبيري حدثنا اسماعيل بن الحسن الخفاف المصري ثنا احمد بن صالح انا محمد بن اسماعيل بن ابي فديك عن برة عن عمر بن مفيضة مولى رسول الله ﷺ عن ابيه عن جده قال احتجم فقال خذ هذا الدم فادفنه من الدواب والطيور والناس فتغيبت فشربه ثم ذكرت ذلك له فحضك۔

**ترجمہ:** برید بن عمر بن سفینہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو قصد لگائی آپ ﷺ نے فرمایا یہ خون لے جاؤ اور اس کو چوپایوں پر ندوں اور لوگوں سے چھپا کر دفن کرو میں نے اس کو چھپ کر پی لیا پھر میں نے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

(طبرانی کبریٰ ج ۸ ص ۸۱ رقم الحدیث ۶۲۳۳ مطبوعہ مکتبہ العلوم و الکلام الموصل)، (سنن الکبریٰ للبیہقی باب ترک الکفار علی من شرب بولہ و دودج ص ۶۷ رقم الحدیث ۱۳۱۸۶ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ المکتبہ)، (مجمع الزوائد و مع النوادر ج ۸ ص ۲۷۰ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)

حافظ نور الدین ابوالکاسی متوفی ۸۰۷ھ لکھتے ہیں۔

عن ابي سعيد الخدري ان اباہ مالك بن سنان لما اصيب رسول الله ﷺ في وجهه يوم احد مص دم رسول الله ﷺ وازد رده فقبل له اتشرب الدم فقال نعم اشرب دم رسول الله ﷺ فقال رسول الله ﷺ خالط دمي دمه لا تمسه النار رواه الطبراني في الاوسط ولم ار في اسناده من اجمع على ضعفه۔

**ترجمہ:** حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ احد میں رسول اللہ ﷺ کا چہرہ انور زخمی ہو گیا تو ان کے والد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کا خون مبارک چوس کر نگل لیا ان سے کہا گیا کہ تم خون پی رہے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں میں حضور ﷺ کے زخم کا خون مبارک پی رہا ہوں حضور ﷺ نے فرمایا اس کے خون کے ساتھ میرا خون مل گیا ہے اب اس کو آگ نہیں چھوئے گی۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں کوئی ایسا راوی نہیں ہے جس کے ضعف پر اتفاق ہو۔

(مجمع الزوائد و مع النوادر ج ۸ ص ۲۷۰ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)

محدث کبیر امام بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ نبی کریم ﷺ کا پیشاب اور آپ کے تمام فضلات طاہر ہیں۔

(عمدة القاری شرح معجم البخاری ج ۳ ص ۱۱۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

كانت تفرکه من ثوبه ﷺ لا مكان ان يقال له منيه طاهر فلا يقاس على خيره والحق ان حكمة حكم جميع المكلفين في الاحكام التكليفه الا فيما خص بدليل قد تكاثرت الادله على طهارة فضلاته وعد الاثمة ذلك في خصائصه فلا يلتفت الى ما وقع في كتب كثير من الشافعية مما يخالف ذلك فقد

یہ شرعی احکام میں فرق بتائے گئے ورنہ لاکھوں امور میں فرق عظیم ہے۔ ہم کو اس ذات کریم سے کوئی نسبت ہی نہیں یوں سمجھو کہ بے مثل خالق کے بے مثل بندے ہیں۔

بے مثل حق کے مظہر ہو پھر مثل تمہارا کیونکر ہو

نہیں کوئی تمہارا ہم رتبہ نہ کوئی تمہارا ہم پایا

اس قدر فرق عظیم کے ہوتے ہوئے ملکیت کے کیا معنی۔

پانچویں اس طرح کہ اس آیت میں ہے بشر مثلکم یہ نہیں ہے کہ انسان مثلکم بشر کے معنی ہیں ذو بشرہ۔ یعنی ظاہری چہرے مہرہ والا۔ بشرہ کہتے ہیں ظاہر کھال کو۔ تو معنی یہ ہوئے کہ میں ظاہر رنگ و روپ میں تم جیسا معلوم ہوتا ہوں کہ اعضائے بدن دیکھنے میں یکساں معلوم ہوتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے یوحی الی (پارہ ۲۴ سورہ ۴۱ آیت نمبر ۶) ہم صاحب روحی ہیں یہ گفتگو بھی فقط ظاہری طور پر ہے۔ ورنہ ہمارے ظاہری اعضاء کو حضور علیہ السلام کے اعضاء مبارکہ سے کوئی نسبت نہیں۔ قدرت الہی تو دیکھو کہ منہ کا لعاب شریف کھاری کنویں میں پڑے پانی کو بیٹھا کر دے۔ حدیبیہ کے خشک کوئیں میں پڑ جاوے تو پانی پیدا کر دے حضرت جابر کی ہانڈی میں پڑ کر شور ہا اور بوٹیاں بڑھادے۔ آنے میں پڑے تو آنے میں برکت دے صدیق کے پاؤں میں پہنچ کر سانپ کے زہر کو دفع کرے۔ عبد اللہ ابن عتیک کے ٹوٹے ہوئے پاؤں میں پہنچ کر بڑی جوڑ دے۔ حضرت علی کی دکھتی ہوئی آنکھ سے لگے تو کل الجواہر کا کام دے۔ آج ہزار روپیہ کی دوا بھی اس قدر اثر نہیں رکھتی۔ اگر سر پاک سے قدم پاک تک ہر عضو شریف کی برکات دیکھنا ہیں تو ہماری کتاب شان حبیب الرحمن کا مطالعہ کرو۔ ہمارے ہر عضو کا سایہ حضور کے کسی عضو کا سایہ نہیں پسینہ پاک میں مشک و عنبر سے بہتر خوشبو طہیر ہے۔

چھٹے اس طرح کہ شیخ عبدالحق مدارج النبوة جلد اول باب سوم وصل ازالہ شبہات میں فرماتے ہیں ودر حقیقت تشابہات اند علماء آں رامعانی لائقہ تاویلات رائقہ کردہ راجع بحق ساختہ اند۔ یہ آیات حقیقت میں تشابہات ہیں کہ علماء نے ان کے مناسب معانی اور بہتر تاویلیں کر کے حق کی طرف پھیرا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح ید اللہ فوق ایدیہم (پارہ ۲۶ سورہ ۲۸ آیت نمبر ۱۰) یا مثل نودہ کمشکوۃ (پارہ ۱۸ سورہ ۲۴ آیت نمبر ۳۵) وغیرہ آیات جو بظاہر شان خداوندی کے خلاف معلوم ہوتی ہے وہ تشابہات ہیں۔ اسی طرح انما یشر وغیرہ آیات جو بظاہر شان مصطفیٰ کے خلاف ہیں تشابہات ہیں لہذا ان کے ظاہر سے دلیل پکڑنا غلط ہے۔

☆.....☆

استقر الامر بین انتمہم علی القول بالطہارۃ۔

**ترجمہ:** حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کے کپڑوں سے منی کھریج دیجی تھیں اس کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ آپ کی منی ظاہر تھی اور اس پر دوسروں کی منی کو قیاس نہیں کیا جاسکتا اور حق یہ ہے کہ احکام تکلیفیہ میں آپ کا حکم باقی مکلفین کی طرح ہے ماسوائے امور کے جن کی خصوصیت کسی دلیل سے ثابت ہے اور آپ کے فضلات کی طہارت پر بہ کثرت دلائل قائم ہیں اور ائمہ نے اس کو آپ کے خصائص میں شمار کیا ہے اور بہت سی کتب میں اس کے خلاف جو دیکھا ہے اس کی طرف بالکل التفات نہ کیا جائے کیونکہ تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ کے فضلات ظاہر ہیں۔

(فتح الباری قولہ باب الماء الذی یغسل بہ بشر الانسان الخ ج ۲ ص ۲۷ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

ساتویں اس طرح کے روزہ وصال کے بارے میں حضور نے فرمایا اے مکہ مشعلی تم میں ہم جیسا کون ہے؟ بیٹھ کر لٹل پڑھنے کے بارے میں فرمایا لکنی لست کا احد منکم لیکن ہم تمہاری طرح نہیں۔ صحابہ کرام نے بہت موقعوں پر فرمایا ایتنا مثله ہم میں حضور علیہ السلام کی طرح کون ہے؟ احادیث تو فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام ہم جیسے نہیں اور اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہم جیسے ہی ہیں ان میں مطابقت کرنا ضروری ہے وہ اسی طرح ہو سکتی ہے کہ آیت میں تاویل کی جاوے۔

آٹھویں اس طرح کے تفسیر روح البیان سورہ مریم میں کھبعض کے ماتحت ہے کہ حضور علیہ السلام کی تین صورتیں ہیں۔ صورت بشری، صورت حقی، صورت ملکی بشریت کا ذکر انما انا بشر (پارہ ۲۲ سورہ ۲۱ آیت نمبر ۸) حقی کا ذکر ہوا۔ من رانی فقدرد الحق جس نے ہم کو دیکھا حق کو دیکھا صورت ملکی کا ذکر فرمایا لی مع اللہ وقت لا یسعی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل بعض وقت ہم کو اللہ سے وہ قرب ہوتا ہے کہ نہ اس میں مقرب فرشتہ کی گنجائش ہے نہ مرسل نبی کی۔ معراج میں سدرہ پتھج کر طاقت جبرائی ختم ہو گئی۔ مگر حضور علیہ السلام کی بشری طاقت کی ابھی ابتداء نہ تھی اس آیت میں محض ایک صورت کا ذکر ہے۔

نویں اس طرح کہ بشر مشعلک میں یہ تو فرمایا کہ ہم تم جیسے بشر ہیں یہ نہ فرمایا کہ کس وصف میں تم جیسے ہیں یعنی جس طرح تم محض بندے ہو۔ نہ خدا کے بیٹے نہ خدا کی صفات سے موصوف اسی طرح میں عبد اللہ ہوں نہ اللہ ہوں۔ نہ ابن عبد اللہ ہوں عیسائیوں نے چند معجزات دیکھ کر عیسیٰ علیہ السلام کو ابن عبد اللہ کہہ دیا۔ تم ہمارے صمد یا معجزات دیکھ کر نہ کہہ دینا بلکہ کہنا عبد اللہ ورمولہ۔

تفسیر کبیر شروع پارہ ۱۲ ازیر آیت فقال الملاء الذین کفروا (پارہ ۱۲ سورہ ۱۱ آیت نمبر ۲۷) قصہ نوح میں ہے کہ نبی بشر اس لئے ہوتے ہیں کہ اگر فرشتہ ہوتے تو لوگ ان کے معجزات کو ان کی ملکی طاقت پر محمول کر لیتے۔ آپ جب بشر ہو کر یہ معجزات دکھاتے ہیں تو ان کا کمال معلوم ہوتا ہے غرضیکہ انبیاء کی بشریت ان کا کمال ہے لہذا آیت کا مقصود یہ ہوا کہ ہم تم جیسے بشر ہو کر ایسے کمالات دکھاتے ہیں تم تو دکھا دو۔

دسویں اس طرح کہ بہت سے الفاظ وہ ہیں جو بغیر اپنے لئے استعمال فرما سکتے ہیں اور وہ ان کا کمال ہے دوسرا کوئی ان کی شان میں یہ کہے تو گستاخی ہے دیکھو آدم علیہ السلام نے عرض کیا ربنا ظلمنا انفسنا (پارہ ۸ سورہ ۷ آیت نمبر ۲۳) یونس علیہ السلام نے رب سے عرض کیا انی کنت من الظالمین (پارہ ۷ سورہ ۲۱ آیت نمبر ۸۷) موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے فرمایا فاعلنھا اذا وانا من الضالین (پارہ ۱۹ سورہ ۲۶ آیت نمبر ۲۰) لیکن کوئی دوسرا اگر ان حضرات کو ظالم یا ضال کہے تو ایمان سے خارج ہوگا۔ اسی طرح بشر کا لفظ بھی ہے۔

**اعتراض (۲)۔۔۔۔۔** حضور علیہ السلام نے اپنے متعلق فرمایا واکرموا اخاکم تم اپنے بھائی کا (ہمارا) احترام کرو جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ہمارے بھائی ہیں۔ مگر بڑے بھائی ہیں نہ کہ چھوٹے۔

**اعتراض (۳)۔۔۔۔۔** قرآن فرماتا ہے۔

والی مدین اخاهم شعبیا والی ثمود اخاهم صلحا والی عاد اخاهم هودا۔

**ترجمہ:** ان آیات میں رب نے انبیائے کرام کو مدین ثمود اور عاد کا بھائی فرمایا معلوم ہوا کہ انبیاء امتیوں کے بھائی ہوتے ہیں۔

(پارہ ۸ سورہ ۷)

**جواب:** حضور علیہ السلام نے اپنے کرم کریمانہ سے بطور تواضع و انکسار فرمایا اخاکم اس فرمانے سے ہم کو بھائی کہنے کی اجازت کیسے ملی ایک بادشاہ اپنی رعایا سے کہتا ہے کہ میں آپ لوگوں کا خادم ہوں تو رعایا کو حق نہیں کہ بادشاہ کو خادم کہہ کر پکارے۔ اسی طرح رب نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شعیب و صالح و ہود علیہم السلام مدین اور ثمود اور عاد قوموں میں سے تھے کسی اور قوم کے نہ تھے۔ یہ بتانے کے لئے اخاکم فرمایا یہ کہاں فرمایا کہ ان کی قوم والوں کو بھائی کہنے کی اجازت دی گئی ہے۔ اور ہم پہلے باب میں ثابت کر چکے ہیں کہ انبیائے کرام کو

برابری کے القاب سے پکارنا حرام ہے اور لفظ بھائی برابری کا لفظ ہے۔ باپ بھی گوارہ نہیں کرتا کہ اس کا بیٹا اس کو بھائی کہے۔

**اعتراض (۴)۔۔۔۔۔** قرآن کہتا ہے۔ انما المؤمنون اخوة (پارہ ۲۶ سورہ ۲۹ آیت نمبر ۱۰) مسلمان آپس میں بھائی ہیں اور حضور علیہ السلام بھی مومن ہیں لہذا آپ بھی ہم مسلمانوں کے بھائی ہوئے تو حضور علیہ السلام کو کیوں نہ بھائی کہا جاوے۔

**جواب :-** پھر تو خدا کو بھی اپنا بھائی کہو کیونکہ وہ بھی مومن ہے قرآن میں ہے الملك القدوس السلام المومن (پارہ ۲۸ سورہ ۵۹ آیت نمبر ۲۳) اور ہر مومن آپس میں بھائی ہے۔ لہذا خدا بھی مسلمانوں کا بھائی معاذ اللہ۔ نیز بھائی کی بیوی بھالی ہوتی ہے اور اس سے نکاح حلال اور نبی کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں ان سے نکاح کرنا حرام ہے (قرآن کریم) لہذا نبی ہمارے لئے مثل والد ہوئے والد کی بیوی ماں ہے نہ کہ بھائی کی۔ جناب ہم تو مومن ہیں۔ اور حضور علیہ السلام عین ایمان ہیں۔ قصیدہ بردہ شریف میں ہے۔  
فالصدق فی الغار والصدق لم یريا  
یعنی غار ثور میں صدق بھی تھا صدیق بھی تھے۔

حضور علیہ السلام اور عام مومنین میں صرف لفظ مومن کا اشتراک ہے جیسے رب اور عام مومنین میں نہ کہ حقیقت میں ہم اور طرح کے مومن ہیں اس کی تفصیل ہم جواب نمبر ۱ میں بیان کر چکے ہیں۔

**اعتراض (۵)۔۔۔۔۔** حضور علیہ السلام اولاد آدم ہیں ہماری طرح کھاتے پیتے سوتے جاگتے اور زندگی گزارتے ہیں بیمار ہوتے ہیں موت آتی ہے اتنی باتوں میں شرکت ہوتے ہوئے ان کو بشر یا اپنا بھائی کیوں نہ کہا جاوے۔

**جواب :-** اس کا فیصلہ مشنوی میں خوب فرما دیا ہے۔

ما وایاشاں بستہ خوابیر در خود!

ہست فرقے در میاں بے انتہا

زاں بکے شد نیش زاں دیگر غسل

ذہی بکے سر گیں شد و زاں مشکاب

واں خورد و گورد و ہمہ نور خدا

گفت اینک ما بشر ایشاں بشر

ایں نہ دانستند ایشاں از عمی

مرد و یک گئل خورد و زنبور و نحل

مرد و گوں آمو گیا خورد و ند و آب

ایں خورد و گورد و پلیدی ذہی جدا

کفار نے کہا ہم اور پیغمبر بشر ہیں کیونکہ ہم اور وہ دونوں کھانے سونے میں وابستہ ہیں اندھوں نے یہ نہ جانا کہ ان انجام میں بہت بڑا فرق ہے۔ بھڑ اور شہد کی مکھی ایک ہی پھول چوتی ہے مگر اس سے زہر اور اس سے شہد بنتا ہے۔ دونوں ہرن ایک ہی دانہ پانی کھاتے ہیں۔ مگر ایک سے پاخانہ اور دوسرے سے مشک بنتا ہے۔ یہ جو کھاتا ہے اس سے پلیدی بنتی ہے نبی کے کھانے سے نور خدا ہوتا ہے۔

یہ سوال تو ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ میری کتاب اور قرآن یکساں ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں ایک ہی روشنائی سے ایک کاغذ پر ایک ہی قلم سے لکھی گئیں۔ ایک ہی قسم کے حروف چمبی سے دونوں نہیں ایک ہی پر لیں میں چھپیں۔ ایک ہی جلد ساز نے جلد باندھی۔ ایک ہی الماری میں رکھی گئیں پھر ان میں فرق ہی کیا ہے۔ مگر کوئی بیوقوف بھی نہیں کہے گا کہ ان ظاہری باتوں سے ہماری کتاب قرآن کی طرح ہو گئی تو ہم صاحب قرآن کی مثل کس طرح ہو سکتے ہیں؟ یہ نہ دیکھا کہ حضور کا کلمہ پڑھا جاتا ہے ان کو معراج ہوئی ان کو نماز میں سلام کرتے ہیں ان پر درود بھیجتے ہیں۔ تمام انبیاء و اولیاء ان کے خدام بارگاہ ہیں۔ یہ اوصاف ماوشا تو کیا ملائکہ کو بھی نہ ملے۔

یا قوت حجب لا کالحجر

یا قوت پتھر ہے مگر عام پتھر نہیں

محمد بشر لا کالبشر

حضور علیہ السلام بشر ہیں عام بشر نہیں

**بعض** دیوبندی کہتے ہیں کہ اگر حضور کو بشر کہنا حرام ہے تو چاہیے کہ انسان یا عبد کہنا بھی حرام ہو کہ ان سب کے معنی قریب قریب ہے پھر تم کلمہ میں عبد و رسولہ کیوں کہتے ہو؟

**جواب:-** یہ ہے کہ لفظ بشر کفار بہ نیت اہانت کہتے تھے اور نبی کو رب نے انسان یا عبد بطور تعظیم فرمایا خلق الانسان علمہ البیان (پارہ ۲۷ سورہ ۵۵ آیت نمبر ۳۲) اور امسوی بعدہ لیل (پارہ ۵ سورہ ۷۷ آیت نمبر ۱۷) لہذا یہ الفاظ تعظیماً کہنا جائز ہیں اور بشر کہنا حرام ہے جیسے راعنا اور انظرنا ہم معنی ہیں۔ مگر راعنا کہنا حرام ہے کہ طریقہ کفار ہے۔  
ذاکراقبال نے کیا خوب فرمایا:

عبد دیگر عبد چیمزید ہگر  
اگر اپنا انتظار اور منتظر  
حضور کی عبدیت سے رب کی شان ظاہر ہوتی ہے اور رب کی عظمت سے ہماری عبدیت چمکی وزیر بھی شامی خادم ہے اور سپاہی بھی مگر  
وزیر سے بادشاہ کی شان کا ظہور اور شامی نوکری سے سپاہی کی عزت۔

**اعتراض (۶)۔۔۔۔۔** شامی ترمذی میں حضرت صدیقہ کی روایت ہے کہ فرماتی ہیں کان بشر من البشر حضور علیہ السلام بشروں میں سے ایک بشر تھے۔ اسی طرح جب حضور علیہ السلام عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اپنی زوجیت سے شرف فرمانا چاہا۔ تو صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں آپ کا بھائی ہوں کیا میری دختر آپ کا حلال ہے۔ دیکھو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بشر کہا اور صدیق نے اپنے کو حضور کا بھائی بتایا۔

**جواب:-** بشر یا بھائی کہہ کر پکارنا یا محاورہ میں نبی علیہ السلام کو یہ کہنا حرام ہے عقیدہ کے بیان یا دریافت مسائل کے اور احکام ہیں۔ حضرت صدیقہ یا صدیق رضی اللہ عنہما عام گفتگو میں حضور علیہ السلام کو بھائی یا بشر نہ کہتے تھے یہاں ضرورتاً اس کلمہ کو استعمال فرمایا ہے صدیقہ الکبریٰ تو یہ فرما رہی ہیں کہ حضور علیہ السلام کی زندگی پاک نہایت بے تکلفی اور سادگی سے عام مسلمانوں کی طرح گزری کہ اپنا ہر کام اپنے ہاتھ ہی سے انجام دیتے تھے۔ اسی طرح حضرت صدیق اکبر نے مسئلہ دریافت کیا کہ حضور نے مجھے خطاب اخوت سے نوازا ہے کیا اس خطاب پر حقیقی بھائی کے احکام جاری ہونگے یا نہیں؟ اور میری اولاد حضور کو حلال ہوگی یا نہیں؟ ہم بھی عقیدے کے ذکر میں کہتے ہیں کہ نبی بشر ہوتے ہیں۔ حضرت خلیل نے ایک ضرورت پر حضرت سارہ کو فرما دیا ہذا اختسی یہ میری بہن ہیں حالانکہ وہ آپ کی بیوی تھیں۔ اس سے لازم نہیں آتا کہ حضرت سارہ اب آپ کو بھائی کہہ کر پکارتیں۔

ہم ان حضرات کا عام محاورہ دکھاتے ہیں۔ سب کو معلوم ہوا ہے کہ حضور علیہ السلام رشتہ میں صدیقہ کے زوج اور سیدنا علی کے بھائی حضرت عباس کے بھائی کی اولاد ہیں۔ مگر یہ حضرات جب بھی روایت حدیث کرتے ہیں تو صدیقہ یہ نہیں فرماتیں کہ میرے زوج نے فرمایا یا حضرت عباس یا حضرت علی رضی اللہ عنہما یہ نہیں کہتے کہ ہمارے بھتیجے یا ہمارے بھائی نے یہ فرمایا۔ سب یہی فرماتے ہیں قال رسول اللہ ﷺ تو جو حضرات رشتہ کے لحاظ سے بھائی ہیں وہ بھی بھائی نہیں کہتے تو ہم کہیں غلاموں کو کیا حق ہے کہ بھائی کہیں۔

نسبت خود بستگت کر حمد و بس متفعل  
ذلک نسبت بستگت کوئی توشدے لایع است  
ہزار بار بشویم دہن بمشک و گلاب  
ہنوز نام تو گفتن کمال ہے ادبی است  
جناب شروع اسلام میں تو یہ حکم تھا کہ حضور علیہ السلام سے کچھ عرض کرنا چاہے۔ وہ پہلے کچھ صدقہ دے بعد میں عرض کرے۔ قرآن

فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَادَا جِئْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِمْوا بَيْنَ يَدَيْهِ فَجُودًا صَدَقَةً۔

**ترجمہ:** یعنی اے ایمان والو جب تم رسول سے کوئی بات آہستہ عرض کرنا چاہو۔ تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو۔

(پارہ ۲۸ سورہ ۵۸ آیت نمبر ۱۲)

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر عمل بھی کیا کہ ایک دینار خیرات کر کے دس مسائل دریافت کئے (تفسیر خازن یہی آیت) پھر یہ حکم اگرچہ منسوخ ہو گیا۔ مگر محبوب علیہ السلام کی عظمت شان کا پتہ لگ گیا کہ نماز میں رب سے ہمکلام ہو تو صرف وضو کرو۔ لیکن حضور علیہ السلام سے عرض معروض کرنا ہو تو صدقہ کرو پھر بھائی کہنا کہاں رہا؟





## رساله نور

بسم الله الرحمن الرحيم  
الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلوة والسلام على من كان نبياً وادم بين الماء والطين واصحابه الطاهرين الى يوم الدين۔

جاننا چاہیے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو لاکھوں خصوصی صفات بخشے ویسے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ خصوصیت بھی عطا کی کہ انہیں اپنے نور سے بنایا اور سارے عالم کو ان سے ظاہر فرمایا۔ یعنی انہیں کے سر پر اولیت کا تاج رکھا اور ان ہی کی پیشانی پر آخرت کا سہرا باندھا اور انہی کو آخری نبی بنا کر بھیجا اور انہی کو معراج کی رات میں اگلے سارے پیغمبروں کا امام بنایا۔

نماز اسری میں تھا یہ می سر عیاں ہوں معنی اول آخر

کہ دست بستہ ہوں پیچھے حاضر جو سلطنت پہلے کر گئے تھے  
تخم درخت سے پہلے ہوتا ہے پھر اسی تخم پر درخت کی تکمیل اور انتہا ہوتی ہے یہ وہ عقیدہ ہے جس پر آج تک سارے کلمہ گو اور اسلام کا دعویٰ کرنے والے متفق رہے خود علمائے دیوبند کا بھی یہی عقیدہ رہا جیسا کہ ان کی کتابوں سے ظاہر ہے۔ مگر موجودہ زمانے کے نئے دیوبندی وہابی جہاں حضور کے اور اوصاف خصوصی کے انکاری ہو گئے ہیں جن پر اہل اسلام ناز کرتے تھے۔ وہاں حضور کے نور ہونے کے بھی منکر ہو گئے اب یہ حال ہو گیا ہے کہ حضور کے نور ہونے کے انکار کے لئے جلسے ہو رہے ہیں۔ عام دیوبندی عالموں کے لباس میں دن رات دھواں دھار تقاریر کر رہے ہیں۔ اور گمراہ کن طریقوں سے حضور کی نورانیت کا انکار کر رہے ہیں۔ طریقہ کلام اتنا بدتہذیبی گستاخی کا ہے کہ پتہ نہیں لگتا کہ کوئی سکھ۔ عیسائی۔ آریہ بول رہا ہے یا کلمہ گو مدعی اسلام۔

میں نے حضور ﷺ کا نمک کھایا ہے۔ ان کے نام پلا ہوں۔ ان کے دروازوں کے کھڑوں سے گزرا کر رہا ہوں۔ ان کی غلامی سے عزت ملی ہے۔ نمک حلال نوکر کو اپنے آقا کی توہین یا ان کے کمال کا انکار برداشت نہیں ہوتا۔ مجھے اس سے دکھ پہنچا۔ صرف چوب قلم ہاتھ میں ہے۔ یہ تو میسر نہ ہوا کہ بدر حنین کا میدان ہوتا اور ان پر جان نچھاور کرتے ہوئے کفار کے تیر و تلوار اپنے اوپر لیتے۔

جو مری بھی داں موتی خاک گگلشن لہٹ کے قدموں سے لبتے اترن

مگر کریں کیا نصیب میں تو بہ نامرادی کے دن لکھے تھے

اگر وہ نصیب نہ ہوا تو کم از کم چوب قلم سے بدگویوں کا مقابلہ کریں اور دشمنوں کے لسان قلم کو اپنے پر جھیلیں۔ شاید اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ اور غازیان بدر حنین کے غلاموں میں حشر نصیب فرما دے اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے نعلین برداروں کی قیامت کے دن اٹھائے۔

یہ مد نظر رکھتے ہوئے فقیر نے اس رسالہ کے لکھنے کی ہمت کی۔ جس میں ثابت کیا کہ حضور سید عالم ﷺ اللہ کے نور ہیں اور سارے علم کا ظہور حضور کے نور سے ہے۔ اس رسالہ کا نام ”رسالہ نور“ رکھتا ہوں اور اس کا بھی وہی طریقہ ہوگا۔ جو جاء الحق اور سلطنت مصطفیٰ وغیرہ کتابوں کا ہے کہ اس رسالہ کے دو باب لکھے جائیں گے۔ پہلے باب میں اس کا ثبوت قرآنی آیات احادیث شریفہ بزرگان دین کے اقوال اور خود دیوبندی پیشواؤں کے کلام سے ہوگا۔ دوسرے باب میں اسی مسئلہ پر اب تک جس قدر اعتراض ہو چکے ہیں اور میرے علم میں آچکے ہیں ان کے جوابات۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ التوکل والیہ المتآب

احمد یار خاں بدایونی

## مقدمہ

رسالہ شروع کرنے سے پہلے چند قواعد خیال میں رکھنا چاہئیں۔

(۱)۔ نور کے لغوی معنی ہیں روشنی۔ چمک دمک اور اجالا۔ مگر کبھی اس کو بھی نور کہہ دیا جاتا ہے جس سے روشنی اور اجالا نمودار ہو۔ اس معنی میں سورج کو نور کہا جاتا ہے بجلی۔ چراغ۔ لائٹیں کو نور یا روشنی کہہ دیتے ہیں یعنی مسبب بول کر سبب مراد لیتے ہیں۔

(۲)۔ نور دو طرح کا ہوتا ہے۔ نور حسی اور نور عقلی۔ نور حسی وہ جو آنکھوں سے دیکھنے میں آئے جیسے دھوپ۔ چراغ وغیرہ کی روشنی۔ نور عقلی جس کو آنکھ تو محسوس نہ کر سکے مگر عقل کہے کہ یہ نور ہے۔ روشنی ہے۔ اس معنی سے اسلام کو قرآن کو۔ ہدایت کو۔ ظلم کو نور کہا جاتا ہے۔ آیات ملاحظہ ہوں۔  
اللہ ولی الذین آمنوا یخروجہم من الظلمت الی النور۔

**ترجمہ:** اللہ مددگار ہے مومنوں کا انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے۔

اس آیت میں گمراہی کو اندھیری اور ہدایت کو روشنی اور نور فرمایا گیا ہے۔

وانزلنا الیکم نوراً مبیناً۔

**ترجمہ:** اور ہم نے تمہاری طرف کھلی روشنی اتاری۔

اس آیت میں قرآن کو نور فرمایا گیا۔

مثل نورہ کمشکوۃ فیہا مصباح۔

**ترجمہ:** رب کے نور کی مثال اس طاق کی طرح سے جس میں چراغ ہو۔

(پارہ ۱۸ سورہ ۲۳ آیت نمبر ۳۵)

اس آیت میں رب نے اپنی ذات کو یا اپنے حبیب ﷺ کو نور فرمایا:

ومن کان میتا فاحییناہ وجعلنا لہ نوراً یمشی بہ فی الناس۔

**ترجمہ:** تو کیا وہ جو مردہ تھا۔ پھر ہم نے اسے زندگی بخشی اور اس کے لیے نور بنایا۔ جس سے وہ لوگوں میں چلتا ہے۔

افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فہو علی نور من ربہ۔

**ترجمہ:** تو کیا وہ شخص جس کا سینہ ہم نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے پس وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے۔

ربنا ائمم لنا نورنا واغفر لنا۔

**ترجمہ:** اے رب ہمارے ہمارا نور پورا فرما اور ہماری مغفرت فرما۔

وانزلنا التورۃ فیہ ہدی ونور۔

**ترجمہ:** اور ہم نے توریت اتاری جس میں ہدایت اور نور ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

فان العلم نور من الہ وان النور لا یعطی لعاص۔

**ترجمہ:** بے شک علم رب کا نور ہے اور نور گناہ کو نہیں ملتا۔

(۳)۔ نور کی تعریف یہ ہے کہ نور وہ ہے جو خود ظاہر ہو دوسروں کو ظاہر کرے یعنی ظاہر بالذات۔ مظہر للغير۔ یہ ظاہر ہونا اور ظاہر کرنا

بھی دو طرح کا ہے حسی اور عقلی۔ چاند سورج۔ بجلی۔ گیس وغیرہ حسی طور پر ظاہر اور مظہر ہیں اور علم۔ ہدایت اسلام۔ قرآن وغیرہ عقلی طور پر خود ظاہر ہیں اور دوسروں کو ظاہر کرتے ہیں۔

(۳)۔ اللہ تعالیٰ حقیقۃً ازلی ابدی ذاتی نور ہے کہ خود ظاہر ہے اور جسے اس نے ظاہر فرمادیا وہ ظاہر ہو گیا۔ باقی نبی کریم ﷺ یا قرآن شریف یا اسلام یا فرشتے عطائی طور پر رب کے بنانے سے نور ہیں۔ کہ اسی نے انہیں نور بنایا یہ نور بن گئے۔ جیسے رب تعالیٰ حقیقی طور پر ازلا ابداً سمیع۔ بصیر۔ حی۔ علیم۔ خیر ہے اور دوسری مخلوق اس کے بنانے سے عطائی طور پر سمیع بھی ہے۔ بصیر بھی ہے۔ علیم بھی ہے خیر بھی ہے۔ اپنے لئے فرماتا ہے۔

انہ هو السميع البصير۔

**ترجمہ:** بے شک وہ رب سننے والا دیکھنے والا ہے۔

اس آیت میں رب نے اپنے آپ کو سمیع بصیر فرمایا۔ دوسری آیت میں انسان کے بارے میں فرماتا ہے۔

انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج نبتليه فجعلناه سميعا بصيرا۔

**ترجمہ:** ہم نے انسان کو مخلوط نطفے سے پیدا فرمایا۔ آزمائش کو۔ پھر اسے سمیع و بصیر فرمایا۔

تمام صفات یہ ہی حال ہے کہ رب تعالیٰ بذات خود بغیر کسی کی عطا کے ان صفات سے موصوف اور دوسری مخلوق عطائی طور پر رب تعالیٰ کے بنانے سے ان صفات سے عارضی موصوف ہے لفظ مشترک ہیں مگر معنی میں بڑا فرق ہے۔

(۵) حضور ﷺ کے رب کا نور ہونے کے نہ تو یہ معنی ہیں کہ حضور خدا کے نور کا ٹکڑا ہیں نہ یہ کہ رب کا نور حضور کے نور کا مادہ ہے نہ یہ کہ حضور علیہ السلام خدا کی طرح ازلی ابدی ذاتی نور ہیں۔ نہ یہ کہ رب تعالیٰ حضور میں سرایت کر گیا ہے تاکہ شرک و کفر لازم آئے۔ بلکہ صرف یہ معنی ہیں کہ حضور ﷺ بلا واسطہ رب سے فیض حاصل کرنے والے ہیں اور تمام مخلوق حضور کے واسطے سے رب کا فیض لینے والی۔ جیسے ایک چراغ سے دوسرا چراغ جلا کر پھر دوسرے چراغ سے ہزاروں چراغ لگالو۔ یا ایک شیشہ سورج کے سامنے رکھو کہ وہ چمک جاوے پھر اسے ان شیشوں کی طرف کر دو۔ جو تاریک کوٹھری میں ہیں تو اس کے عکس سے تمام شیشے جگمگا جاویں گے۔ ظاہر ہے کہ پہلے شیشے میں نہ تو سورج اتر کر آگیا نہ اس کا ٹکڑا کٹ کر شیشہ میں سما گیا۔ بلکہ صرف یہ ہوا کہ پہلے شیشے نے بلا واسطہ سورج سے روشنی حاصل کی اور باقی تمام نے اس شیشہ سے۔ کہ اگر یہ پہلا شیشہ درمیان میں نہ ہو تو ساری کوٹھری والے شیشے تاریک اور اندھیرے رہ جائیں۔ اس کی مثال یہ سمجھو کہ رب تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

واذا سويته ونفخت فيه من روحي فقعوا له ساجدين۔

**ترجمہ:** اور جب میں انہیں درست کر دوں اور ان میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب ان کے لئے سجدے میں گر جانا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

وروح منه۔

**ترجمہ:** وہ عیسیٰ علیہ السلام کے رب کی روح ہیں۔

اسی لیے عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ کہا جاتا ہے۔ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ آدم و عیسیٰ علیہما السلام اللہ کی روح کا ٹکڑا یا جز ہیں یا خدا نے ان میں سرایت کی ہے۔ بلکہ بلا واسطہ ماں باپ یا بلا واسطہ اب انہیں رب نے روح بخشی۔ اسی طرح حضور ﷺ کے نور اللہ ہونے کے معنی یہ ہی ہیں کہ بلا واسطہ مخلوق رب سے فیض پانے والے۔

(۶) ایک ہے شخص محمدی۔ دوسری ہے حقیقتہ محمدیہ۔ شخص محمدی اس جسم اطہر کا نام ہے جو آدم علیہ السلام کی اولاد نبی بی بی آمنہ خاتون سے ہے۔ تمام نبیوں کے بعد دنیا میں جلوہ گر ہوا۔ جو اس عالم میں تمام رشتوں سے منسلک ہے۔ بی بی آمنہ خاتون کا نور نظر ہوتا۔ حضرت یحییٰ مائتہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا کا سرتاج ہوتا۔ حضرت ابراہیم طیب و طاہر و فاطمہ زہرا کا والد نامدار ہوتا یہ تمام رشتے اس شخص محمدی کی صفات ہیں۔ حقیقت محمدیہ صوفیا کی اصطلاح میں ذات مطلقہ کے پہلے تعین کا نام ہے۔ بلا تشبیہ یوں سمجھو کہ مصدر کے پہلے تعین کا نام ماضی مطلق ہے جو مصدر سے بنا۔ پھر تمام مشتقات بعد کا تعین رب تعالیٰ مصدر تجلیات ہے اور حضور ﷺ ماضی مطلق یعنی رب کی پہلی تجلی اور باقی مخلوقات بعد کی تجلیوں کے مظہر شخص محمدی کے بارے میں فرمایا گیا۔

قل انما انا بشر مثلكم۔

**ترجمہ:** فرما دو میں تم جیسا بشر ہوں۔

(سورہ کہف پارہ ۱۶ آیت نمبر ۱۱)

اور حقیقت محمدیہ کے بارے میں خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

كنت نبيا و آدم بين الماء والطين۔

**ترجمہ:** ہم اس وقت میں نبی تھے جب کہ آدم علیہ السلام آب و گل میں جلوہ گر تھے۔

(تجمع الزوائد وفتح الغرائب ج ۸ ص ۲۲۳ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)، (جامع الکبیر الاحادیث للسیوطی ج ۶ ص ۲۶۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (السیرۃ النبویہ لابن کثیر کتاب معارف رسول اللہ ﷺ تسلیم کثیرا و ذکر فی کتب البیارات بذکر ج ۱ ص ۳۳۶ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)، (حاکم فی المستدرک ج ۲ ص ۶۰۸-۶۰۹)، (قال هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه)، (دلائل النبوة صحیح ج ۱ ص ۸۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۲۲)، (فیض القدیر ج ۵ ص ۵۳)، (المقامد الحسنیہ ج ۵ ص ۵۲۱-۵۲۰)، (کشف الخفاء ج ۲ ص ۱۶۹)، (مجموع الصحاح ج ۱ ص ۳۳۷ برقم ۴۳۷ ج ۳ ص ۱۲۹ برقم ۱۰۰۳ مطبوعہ مکتبۃ الخیراء الاثریہ المدینۃ المنورۃ)، (مجموع الکبیر للطبرانی ج ۲ ص ۳۵۳ رقم الحدیث ۸۳۳ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (التاریخ الکبیر للبخاری ج ۷ ص ۲۵۱ رقم الحدیث ۱۰۹۳۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد ج ۵ ص ۵۹ مطبوعہ موسسۃ قرطبہ مصر)، (حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۲۲ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)، (صحیح ابن حبان رقم الحدیث ۲۰۹۳)، (السنن لابن ابی عاصم رقم الحدیث ۴۱۰)، (الاستیعاب ذکر سیرۃ النبی رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۲۸۸ برقم ۲۵۸۲ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)، (الاحادیث المختارۃ ج ۹ ص ۱۳۲-۱۳۳-۱۳۴ رقم الحدیث ۱۲۳-۱۲۴-۱۲۵ مطبوعہ مکتبۃ المنعمۃ الحدیث مکہ مکرمہ)، (طبقات الکبریٰ ابن سعد ج ۱ ص ۱۳۸ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (مصنف ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۹۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)، (الاصابہ فی تیز الصحابہ ذکر عبد اللہ بن ابی الجعد رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۳۷ برقم ۳۵۸۹ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)

حقیقت محمدیہ نہ اولاد آدم میں سے ہے نہ بشر ہے مثلاً کہ ہے نہ کسی کی باپ۔ نہ کسی کی اولاد۔ بلکہ سارے عالم کی اصل ہے۔ ظاہر ہے کہ بشریت کی ابتداء آدم علیہ السلام سے ہے اور حضور اس وقت نبی ہیں جب آدم علیہ السلام کا خیر بھی تیار نہیں ہوا۔ اگر اس وقت اور اس حالت میں حضور بشر ہوں۔ تو نہ آدم علیہ السلام بشر رہتے ہیں نہ ابوالبشر۔

اب جو نبی کی تعریف یوں کی جاتی ہے کہ نبی وہ انسان ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے شرعی احکام کی تبلیغ کے لئے بھیجا۔ یہ شخص نبی کی تعریف ہے۔ حقیقت نبی کی نہیں۔ حضور نبوت سے اس وقت موصوف ہیں جب انسانیت کا نشان بھی نہ تھا کیونکہ ابھی پہلے انسان اور تمام انسانوں کے والد حضرت آدم علیہ السلام پیدا نہ ہوئے تھے۔ بلکہ انسان کے لئے ضروری چیزیں وقت و جگہ بھی نہ بنے تھے حضور کی نبوت مکان و دین سے پہلے کی ہے۔

بادام کا پوست بھی بادام کے نام ہی سے پکارا جاتا ہے۔ اور مغز بھی مگر پوست کے اور احکام ہیں۔ اور مغز کے دوسرے احکام۔ پھر مغز پوست میں ہے اسی طرح حقیقت محمدیہ شخص محمدی میں جلوہ گر ہے۔ نور ہونا۔ برہان ہونا۔ رب کی دلیل ہونا۔ اسی حقیقت محمدیہ اور اسی کے صفات ہیں۔ اس مضمون کو شنوی شریف میں بہت شرح و بسط سے بیان فرمایا۔ اور مولوی اشرف علی صاحب نے نشر الطیب میں خوب اچھی طرح ثابت فرمایا ہے۔ تفسیر روح البیان سورہ اعراف پارہ ۹ میں زیر آیت هو الذی خلقکم من نفس واحدۃ فرمایا کہ تمام روحیں روح محمدی سے پیدا ہوئیں۔ لہذا حضور ابوالا روح ہیں۔

(۷) حضور ﷺ کے جسم شریف کی نورانیت حسی بھی تھی کہ صحابہ کرام اور ازواج مطہرات نے اسی نورانیت کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ چنانچہ ترمذی شریف نے شامل شریف میں ہند ابن ابی ہالہ سے ایک لمبی حدیث نقل کی ہے۔

كان رسول الله ﷺ فخرًا يتلألأ وجهه كتلألؤ القمر ليلة البدر.

**ترجمہ:** حضور ﷺ عظمیٰ والے وجاہت والے تھے آپ کا چہرہ انور ایسا جگمگاتا تھا۔ جسے چودھویں شب کا پورا چاند۔  
(المشائل المحمدیہ والنصائل المصطفویہ ص ۳۴ رقم الحدیث ۸ موسسۃ اشافیۃ بیروت)

دارمی نے حضرت ربیع بنت معوذ بن صفراء سے روایت کی:

قالت يابني لو رايتيه رايت الشمس طالعة.

**ترجمہ:** اے میرے بچے اگر تم ان محبوب اللہ کو دیکھتے تو سورج طلوع ہوتا دیکھتے۔

(مسن دارمی باب فی حسن التفسیر، ج ۱، ص ۳۳، رقم الحدیث ۶۰، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۲۳، ص ۲۷۳، رقم الحدیث ۶۹۶، مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (البحر الزاہد و منبع الفوائد قال الشیخ رواہ الطبرانی فی الکبیر و الاوسط و رجالہ و شواہج ۸، ص ۲۸، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

اسی داری نے عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

كان رسول الله ﷺ افلج الشتين اذا تكلم رضى كالنور يخرج من بين ثناياه۔

**ترجمہ:** نبی ﷺ کے اگلے دندان مبارک کے درمیان کھڑکی تھی جب کلام فرماتے تو دانتوں سے روشنی نکلتی تھی۔ ☆

(سنن دارمی باب فی حسن النبی ﷺ ج ۱ ص ۴۴ رقم الحدیث ۵۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

بعض روایت میں ہے کہ اس روشنی سے رات میں سوئی تلاش کر لی جاتی تھی ☆☆ - شعر

سوزن کم شدہ ملتی ہے تبسم سے ترے

رات کو صبح بھٹاتا ہے اوجالا تیرا

حاشیہ.....☆

☆ امام ابو عیسیٰ ترمذی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله بن عبد الرحمن انا ابراهيم بن المنذر الحزامي انا عبدالعزيز بن ثابت الزهري ثنا اسماعيل بن ابراهيم ابن اخي موسى بن عقبة عن موسى بن عقبة عن كريب عن ابن عباس قال كان رسول الله ﷺ الفلج الشبتين اذا تكلم روى كائنور يخرج من بين ثناياه-

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کے دو دانتوں میں جھری (خلاء) تھی۔ جب آپ گفتگو فرماتے تو آپ کے سامنے کے دانتوں سے نور کی طرح کھٹکھٹا ہوا دکھائی دیتا تھا۔

(الشمائل الحمدية والنصائل المصطفوية ص ٣١ رقم الحديث ١٥ موسسة الثقافية بيروت)، (طبراني الكبير ج ١١ ص ٣١٦ رقم الحديث ١٣١٨ مطبوعه مكتبة العلوم والحكم الموصل)، (دلائل النبوة للبيهقي ج ١ ص ٢١٥ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت)، (مجمع الترمذ في فضائل القواعد ج ٨ ص ٢٤٩ مطبوعه دار الكتب العربى بيروت)

☆ ☆ امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

عن عائشة قالت كنت أحيط في السحر فسقطت مني الابرّة فطلبتها فلم أقدر عليها فدخل رسول الله ﷺ فبينت الابرّة بشعاع نور ووجهه فاخبرته فقال يا حميراء الويل ثم الويل ثلاثا لمن حرم النظر الى وجهي-

**ترجمہ:** حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں سحری کے وقت سی رہی تھی مجھ سے سوئی گریختی میں نے اس کو ڈھونڈا۔

لیکن وہ مجھے نہیں ملی رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور آپ کے چہرے کی نور کی شعاع سے وہ سوئی مل گئی میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بتایا

ترمذی۔ احمد۔ بیہقی۔ ابن حبان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

كان الشمس تجرى في وجهه۔

**ترجمہ:** گویا سورج آپ کے چہرے میں چمکتا تھا۔ ☆

(سنن الترمذی کتاب المناقب عن رسول اللہ ﷺ باب فی صفۃ النبی ﷺ ج ۵ ص ۶۰۳ رقم الحدیث ۳۶۳۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۰ رقم الحدیث ۸۵۸۸ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱ ص ۲۱۵ رقم الحدیث ۶۳۰۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (کتاب الزہد لابن مبارک ج ۱ ص ۲۸۸ رقم الحدیث ۸۳۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۹۷ مطبوعہ دار للطباعة والنشر بیروت)

مواہب لدنیہ جلد اول ص ۲۵۱ میں نہایہ شریفہ سے نقل کیا ہے۔

وكان الجدار تلاحك وجهه۔

**ترجمہ:** آپ کے چہرہ انوار میں دیوار منعکس نظر آتی تھی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوة جلد اول ص ۱۱۸ میں فرمایا:

وہی اوقات آنحضرت را سایہ بر زمین۔

**ترجمہ:** حضور کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا۔

ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جسم اطہر کی نورانیت صحابہ کبار کو محسوس ہوتی تھی۔ حضور کے چہرہ انور کو اسی لئے وہ سورج چاند بنا کر سمجھاتے تھے اسی طرح جسم کا سایہ نہ ہونا۔ جسم اطہر سے ایسی خوشبو ظاہر ہوتا کہ بچے اور گلیاں مہک جاویں یہ بھی نورانیت ہی کے باعث ہے۔ معراج شریف میں جسم شریف کا آگ اور زمہریر کے کرہ سے گزر جانا اور کچھ اثر نہ ہونا۔ آسمانوں کی سیر فرمانا۔ جہاں ہوائیں پھر زندہ رہنا یہ اسی وجہ سے ہے کہ حضور ﷺ نور ہیں اور یہ نورانیت حسی بھی ہے عقلی بھی۔ اسی طرح شرح صدر کے وقت سینہ مبارک سے دل نکال کر فرشتوں کا اسے دھونا اور پھر حضور کا زندہ رہنا اسی وجہ سے ہے کہ حضور نور ہیں ورنہ دل پر تھوڑا اثر موت کا سبب ہوتا ہے۔ اب بھی بعض اولیاء اللہ حضور کے نور کو پیش قدم سر دیکھتے ہیں جس کے بہت سے شواہد موجود ہیں۔

اگر ان قواعد کا لحاظ رکھا گیا تو بہت فائدہ ہوگا اور اصل مسئلہ کے سمجھنے میں آسانی ہوگی آج کل مخالفین یہ کہہ کر لوگوں کو بہکاتے ہیں کہ اللہ نور ہے اگر حضور بھی نور ہوں تو آپ بھی رب ہو گئے۔ کبھی کہتے ہیں کہ تم جو کہتے ہو کہ حضور اللہ کے نور سے ہیں تو کیا اللہ تعالیٰ حضور میں

.....☆

آپ نے فرمایا اے حمیرا! افسوس ہو پھر تین بار فرمایا اس شخص کے لیے افسوس ہو جو میرا چہرہ دیکھنے سے محروم رہا۔

(خصائص الکبریٰ باب الایۃ فی وجہ الشریف ج ۱ ص ۷۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین ص ۶۸۱ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لاہور)

☆ امام ابو یوسف ترمذی متوفی ۲۴۹ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا هناد بن السري حدثنا عبث بن القاسم عن اشعث يعني ابن سوار عن ابن اسحاق عن جابر بن سمرة قال رايت رسول الله ﷺ في ليلة اضحيان وعليه حلة حمراء فجعلت انظر اليه والى القمر فلهو عندي احسن من القمر۔

**ترجمہ:** حضرت جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک چاندنی رات میں دیکھا میں کبھی آپ کی

طرف دیکھتا اور کبھی چاند کی طرف۔ بخدا! آپ میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین تھے۔

(اشمال احمدیہ والخصائل المصطفویہ ص ۳۹ رقم الحدیث ۱۰ موسسۃ الثقافۃ بیروت)، (سنن دارمی باب فی حسن النبی ﷺ ج ۱ ص ۴۳ رقم الحدیث ۵۷ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (طبرانی المعجم ج ۲ ص ۲۰۶ رقم الحدیث ۱۸۳۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والہم الموصل)

سا گیا۔ یا اللہ کے نور کا کلوا کٹ کر حضور کی ذات تیار ہوئی۔ کبھی کہتے ہیں کہ عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانا اور تم نے نبی ﷺ کو خدا کا نور مانا۔ بیٹا ماننا اور نور ماننا ایک ہی ہے کبھی کہتے ہیں کہ اگر حضور نور ہیں تو آپ کی ساری اولاد نور ہونی چاہیے۔ کوئی سید انسان نہ ہونا چاہئے۔ اگر یہ قواعد خیال میں رہیں تو تمام سوالات خود بخود اٹھ جائیں گے۔

اس رسالہ کے دو باب کیے جاتے ہیں۔ پہلے باب میں حضور ﷺ کا نور ہونا۔ دوسرے باب میں حضور ﷺ کا بے سایہ ہونا۔

## پہلا باب

### حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور ہونے کے ثبوت میں۔

اس باب میں دو فصلیں ہیں پہلی فصل میں مسئلہ نور کا ثبوت دوسری فصل میں اس مسئلہ پر اعتراضات و جوابات

### پہلی فصل

حضور انور ﷺ اللہ کا نور ہیں اور تمام مخلوق حضور کے نور سے ہے۔ اس پر قرآنی آیات۔ احادیث شریفہ۔ علماء دین کے اقوال خود دیوبندی و ہابیوں کے اقوال گواہ ہیں۔ دلائل ملاحظہ ہوں رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین۔

**ترجمہ:** بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور روشن کتاب۔

(سورہ مائدہ پارہ ۶ آیت نمبر ۱۵)

مثل نورہ کمشکوۃ فیہا مصباح المصباح کالزجاجۃ والزجاجۃ کانہا کوکب دری۔

**ترجمہ:** رب کے نور یعنی (محمد ﷺ) کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق جس میں چراغ ہے۔ وہ چراغ ایک فانوس میں ہے وہ چراغ ایک فانوس میں ہے وہ فانوس گویا ایک چمکتا ہوا تارا ہے۔

(پارہ ۱۸ سورہ ۲۳ آیت نمبر ۳۵)

پہلی آیت میں نور سے مراد حضور ﷺ ہیں جیسے بغیر روشنی کتاب نہیں پڑھی جاسکتی ایسے ہی حضور کے بغیر قرآن نہیں سمجھا جاسکتا۔ اور وہ رب کا نور ہیں کہ کسی کے بجائے سمجھ نہیں سکتے جیسے سورج چاند وغیرہ۔ نیز ان کے نور کی پیمائش یا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ جیسے سمندر کا پانی یا ہوا۔ دوسری آیت میں بھی اللہ کے نور سے مراد حضور ﷺ ہیں کیونکہ رب تعالیٰ کی مثال نہیں ہو سکتی خود فرماتا ہے۔ لیس کمثلہ شیئی۔ اور یہاں اسی نور کی مثال دی جا رہی ہے۔ تو اس سے مراد حضور انور ہیں ﷺ۔

یا ایہا النبی انا ارسلنک شاہداً ومبشراً ونذیراً وداعیاً الی اللہ باذنه وسراجاً منیراً۔

**ترجمہ:** اے نبی! بے شک ہم نے تم کو بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈرنا تا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکانے والا سورج۔ (سورہ الاحزاب پارہ ۲۲ آیت نمبر ۴۶)

قرآن شریف نے سورج کو بھی دوسری جگہ سراج منیر فرمایا ہے کیونکہ وہ چمکتا بھی ہے اور چمکا تا بھی ہے اور چاند تارے وغیرہ کو نور بھی بناتا ہے۔ کہ وہ سب سورج ہی سے چمک گاتے ہیں۔ اسی طرح حضور ﷺ کو بھی سراج منیر فرمایا۔ کہ حضور خود چمک رہے ہیں۔ اور صحابہ کرام اولیاء اللہ کو نور بنارہے ہیں کہ وہ سب حضور ہی سے چمک رہے ہیں۔

یریدون لیطفوا نور اللہ بافواہم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔

**ترجمہ:** کفار چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (بنی اللہ علیہ السلام) کو بجھادیں اور اللہ اپنے نور کو پورا فرمانے والا ہے۔ اگرچہ کفار ناپسند کریں۔

(سورہ صف پارہ ۲۸)

یریدون ان یطفوا نور اللہ بافواہم ویابی اللہ ان یتم نورہ۔

**ترجمہ:** کفار یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (محمد ﷺ) کو اپنے منہ سے بجھادیں اور اللہ نہ مانے گا مگر اپنے نور کا پورا کرنا۔

(سورہ توبہ پارہ ۱۰)

ان آخری آیتوں میں اللہ کے نور سے مراد نبی کریم ﷺ بھی ہو سکتے ہیں کفار نے چاہا کہ حضور کو ختم کر دیں مگر رب تعالیٰ نے حضور کے ہر کام کو پورا فرمایا اعلیٰ قاری نے موضوعات کبیر میں فرمایا کہ ان آیات میں اللہ کے نور سے مراد حضور ﷺ کے قلب پاک کا نور ہے۔

## حضرات مفسرین کے ارشادات

(۱) تفسیر جلالین شریف میں آیت نمبر ۱ کے ماتحت فرمایا۔ یعنی قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین۔

هو نور النبی ﷺ۔

**ترجمہ:** نور سے مراد نور محمد ﷺ۔

(تفسیر جلالین ص ۷۹ مطبوعہ مطابع المطالعی دہلی)

(۲) تفسیر صاوی شریف میں اس آیت کے ماتحت ہے۔

قوله هو النبی ای سمی نور لانه ینور البصائر ویہدیها الرشاد ولانه اصل کل نور حسی

ومعنوی۔

**ترجمہ:** رب نے اس آیت میں حضور کو نور اس لئے فرمایا کہ حضور بصارتوں کو نورانی کرتے ہیں اور کامیابی کی طرف ہدایت دیتے ہیں اور حضور ہر حسی اور معنوی نور کی اصل ہیں۔

(تفسیر صاوی حاشیہ جلالین ج ۱ ص ۲۵۸ مطبوعہ مصلی البابی مصر)

(۳) تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قد جاء کم من اللہ نور یعنی محمد ﷺ انما سماہ اللہ نوراً لانه یہتدی بہ کما یہتدی فی الظلام بالنور۔

**ترجمہ:** یعنی اس آیت میں نور محمد ﷺ ہیں رب نے انہیں نور اس لئے فرمایا کہ حضور سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے جیسے کہ اندھیری میں نور سے ہدایت لی جاتی ہے۔

(تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۳ مطبوعہ مکتبہ التجاریہ مصر)

(۴) تفسیر بیضاوی میں اس آیت کے ماتحت ہے۔

وقیل یرید بالنور محمد ﷺ۔

**ترجمہ:** مفسرین کا ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں نور سے مراد محمد ﷺ ہیں۔

(تفسیر بیضاوی ج ۲ ص ۳۰۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

(۵) تفسیر مدارک میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

او النور محمد ﷺ لانه یہتدی بہ کما سمی سراجا۔



**ترجمہ:** نور سے مراد محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اس لیے کہ حضور سے ہدایت ملتی ہے۔ جیسے کہ رب نے انہیں سورج فرمایا۔

(تفسیر مدارک التنزیل ج ۱ ص ۶۷ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)

(۶) تفسیر ابن عباس تویر المقیاس میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قد جاء کم من الله نور رسول الله یعنی محمد۔

**ترجمہ:** بے شک تمہارے پاس اللہ کا نور یعنی محمد ﷺ آئے۔ ☆

(تویر المقیاس ص ۷۲ مطبوعہ مصطفیٰ البابلی مصر)

(۷) تفسیر روح البیان شریف میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وقیل المراد بالاول هو الرسول ﷺ بالثانی القرآن۔

**ترجمہ:** کہا گیا ہے کہ اول یعنی نور سے مراد حضور ﷺ ہیں اور کتاب سے مراد قرآن ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۳۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربیہ بیروت)

(۸) اسی روح البیان میں آیت ۳ سراجا منیر کے تحت فرمایا۔

هو الذي جعل الله له نورا فارسله الى الخلق۔

**ترجمہ:** اللہ تعالیٰ نے حضور کو نور بنایا۔ اور خلق کی طرف بھیجا۔

(تفسیر روح البیان ج ۷ ص ۲۳۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربیہ بیروت)

.....☆ حاشیہ.....

امام علی بن احمد الواحدی متوفی ۳۶۸ھ لکھتے ہیں۔

قد جاء کم من الله نور یعنی النبی۔

(الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز المعروف تفسیر الواحدی ج ۱ ص ۳۱۳ مطبوعہ الدار الشامیہ بیروت)

امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۲۵۶ھ لکھتے ہیں۔

قد جاء کم من الله نور یعنی محمد ﷺ۔

(تفسیر بغوی ج ۲ ص ۲۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

علامہ ابوالقرج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۰ھ لکھتے ہیں۔

قوله تعالى قد جاء کم من الله نور قال قتادة یعنی بالنور النبی محمد ﷺ۔

(زاد المسیر ج ۲ ص ۳۱۶ مطبوعہ مکتب الاسلامیہ بیروت)

امام عبدالرحمن بن محمد مخلوف معالجی متوفی ۸۷۵ھ لکھتے ہیں۔

وقوله تعالى قد جاء کم من الله نور هو محمد ﷺ۔

(الجواهر الحسان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر المعالی ج ۱ ص ۲۵۳ مطبوعہ موسسة العلمی للطبوعات بیروت)

امام محمد بن محمد العمادی ابوسعود متوفی ۹۵۰ھ لکھتے ہیں۔

وقیل المراد بالاول هو الرسول ﷺ وبالثانی القرآن۔

(تفسیر ابوسعود ج ۳ ص ۱۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربیہ بیروت)

غیر مقلدوں کے امام محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں۔

قال الزجاج النور محمد ﷺ۔

(تفسیر الزجاج ج ۲ ص ۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت) (تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۱۱۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربیہ بیروت)

(۹) تفسیر بیضاوی نے اسی آیت کے ماتحت فرمایا:

ویقتبس من نوره انوار البصائر۔

**ترجمہ:** حضور کے نور سے بصیرت کے نور حاصل کیے جاتے ہیں۔

(تفسیر بیضاوی ج ۲ ص ۳۷۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اسی کے قریب تفسیر خازن وغیرہ میں بھی ہے۔

(۱۰) تفسیر خازن نے آیت ۲ کے ماتحت مثل نورہ کی تفسیر میں فرمایا۔

وقیل قد اتی هذا التمثیل للنور محمد ﷺ قال ابن عباس لكعب الاحبار اخبرني عن قوله تعالى مثل نوره كمشكوة فيها مصباح قال كعب هذا مثل ضربه الله تعالى لنبيه ﷺ فالمشكوة صدره والنجاجة قلبه والمصباح فيه النبوة توقد من شجرة مباركة هي شجرة النبوة يكاد نور محمد ﷺ وامره يتبين للناس ولو لم يتكلم۔

**ترجمہ:** کہا گیا ہے کہ اس آیت میں حضور کے نور کی مثال دی گئی۔ عبد اللہ ابن عباس نے کعب احبار سے اس آیت مثل نورہ الخ کے بارے میں پوچھا تو کعب احبار نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ مثال اپنے نبی کی دی ہے۔ پس طاق تو حضور کا سینہ ہے۔ اور فانوس حضور کا دل مبارک اور اس میں چراغ نبوت ہے اور شجرہ مبارکہ نبوت کا درخت ہے۔ یعنی قریب ہے کہ نور محمدی چمک جاوے۔ لوگوں پر ظاہر ہو جاوے۔ اگرچہ حضور کلام بھی نہ کریں۔

(باب التاویل فی معانی التزیل المعروف تفسیر خازن ج ۳ ص ۲۹۶۔ ۲۹۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۱۱) تفسیر روح البیان شریف میں لفظ جاء کم رسول کی تفسیر میں ہے کہ ایک بار حضور ﷺ نے حضرت جبرئیل سے پوچھا کہ تمہاری عمر کتنی ہے۔ عرض کیا کہ یہ تو مجھے خبر نہیں۔ ہاں اتنا جانتا ہوں کہ چوتھے جناب میں ایک تارہ ستر ہزار برس کے بعد چمکتا تھا اس کو میں نے بہتر ہزار دفعہ چمکتے دیکھا تو فرمایا کہ اسے جبرئیل قسم رب کی وہ تارہ ہم ہی ہیں۔ اور رب نے حضور کا نور حضرت آدم کی پشت میں امانت رکھا۔ تفسیر روح البیان کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ نور محمدی ﷺ حضرت جبرئیل سے پہلے پیدا ہو چکا تھا جبکہ آسمان وزمین چاند سورج کچھ نہ تھے۔

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۶۱۸)۔ (سیرت طلیع ج ۳ ص ۳۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

## احادیث شریفہ

حضور ﷺ کے رب کا نور ہونے پر بے شمار احادیث وارد ہیں جن میں سے کچھ بطور اختصار پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) عبد الرزاق نے اپنی مسند میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی میں نے عرض کیا کہ رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر خدا ہوں مجھے خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کیا پیدا فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ اے جابر اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔ پھر وہ نور قدرت الہی سے جہاں اللہ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم نہ جنت نہ دوزخ نہ فرشتے تھے۔ نہ آسمان وزمین نہ چاند تھا نہ سورج نہ جن تھے نہ انسان۔ پھر جب رب تعالیٰ نے اور مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے۔ ایک حصہ سے قلم دوسرے سے لوح محفوظ۔ تیسرے سے عرش وغیرہ پیدا فرمایا۔ یہ حدیث بہت دراز ہے یہ حدیث امام بیہقی نے دلائل النبوة میں روایت کی اور بڑے ائمہ دین نے اس حدیث کی اسناد پر اعتماد کیا۔ جسے امام عسقلانی نے مواہب میں امام ابن حجر مکی نے فضائل القری میں اور علامہ فاسی نے مطالع المسرات میں اور علامہ عسقلانی نے شرح مواہب میں اور علامہ شافعی نے

عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوة میں۔

(الجزء المفقود من الجزء الاول من المصنف ص ۶۳-۶۴ رقم الحديث ۱۸ مطبوعه بيروت)، (مواهب اللدنیہ ج ۱ مطبوعه المکتب الاسلامی بیروت)، (شرح زرقانی ج ۱ ص ۸۹-۹۱ مطبوعه دار المکتب العلمیہ بیروت)، (کشف الخفاء ج ۱ ص ۳۱۱ رقم الحديث ۸۲۷ مطبوعه مؤسسة الرسالة بیروت)، (تاریخ النور السافر للامام عید روی متونی ج ۱ ص ۷۳-۷۴ مطبوعه دار المکتب العلمیہ بیروت)، (السيرة الکلیہ ج ۱ ص ۵۰ مطبوعه دار المعرفه بیروت)، (نشر الطیب ص ۱۳ مطبوعه ائیم سعید کتبئی لاہور)، (تاریخ الخلیفہ فی احوال الخلفاء ج ۱ ص ۱۹ مطبوعه مؤسسة الشبان بیروت)، (عمیدۃ الشہدۃ شرح القصیدۃ البرودہ ص ۳ مطبوعه نور محمد کتب خانہ کراچی)، (جواہر النجا والنجباء ج ۳ ص ۲۲۰ مطبوعه مصطفی البابی مصر)، (تفسیر روح المعانی ج ۸ ص ۷۱ مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت)

## حاشیہ.....☆

یہ روایت سنداً صحیح ہے۔ اس روایت کی سند یہ ہیں۔

عبدالرزاق عن معمر عن ابن المنکدر عن جابر۔

(الجزء المفقود من الجزء الاول من المصنف ص ۶۳-۶۴ رقم الحديث ۱۸ مطبوعه بيروت)

## پہلا راوی امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متونی ۴۸۷ھ لکھتے ہیں۔

عبدالرزاق بن ہمام: بن نافع الحافظ الکبیر ابو بکر الخمری مولاهم المصنف صاحب التصانیف: آپ نے عبید اللہ بن عمر ابن جریج، ثور بن یزید، عمر اوزاعی، ثوری اور خلق کثیر سے آپ نے روایات بیان کی ہیں اور آپ سے جنہوں نے روایات بیان کی وہ یہ ہیں: (یعنی آپ کے شاگرد حضرات) حضرت امام احمد بن حنبل، امام اسحاق، امام ابن معین، امام ذہلی، امام احمد بن صالح، امام رمادی، امام اسحاق بن ابراہیم الدبري اور کئی حضرات ہیں۔ بقدر الحاجة۔ امام ذہبی کہتے ہیں کہ:

قلت وثقه غیر واحد وحديثه مخرج في الصحاح۔

میں کہتا ہوں کہ امام عبدالرزاق کو کثیر لوگوں نے ثقہ کہا ہے اور بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابوداؤد کے راوی ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۶۳ رقم ۳۵۷ مطبوعه دار الفکر بیروت)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

واز اجل تلامذة معمر ست تا هفت سال در صحبت ابوده است ولهذا در حفظ حديث معمر مشهور وممتاز ست وروایت او در صحاح ستہ واقع ست۔

**ترجمہ:** آپ معمر کے ممتاز اور بڑے شاگردوں میں سے ہیں۔ سات سال تک ان کی صحبت میں رہے اور اسی وجہ سے معمر کی حدیثوں کو یاد رکھنے میں مشہور اور ممتاز ہیں۔ صحاح ستہ میں بھی ان کی روایات موجود ہیں۔

(بستان الحدیث اردو قاری ص ۱۲۶-۱۲۷ مطبوعه ائیم سعید کتبئی کراچی)

امام احمد بن عبداللہ بن صالح الجلی الکوفی متونی ۲۹۷ھ لکھتے ہیں۔

عبدالرزاق بن ہمام یمانی ثقہ۔

**ترجمہ:** امام علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام عبدالرزاق ثقہ ہے۔

(معرفۃ اشخاص ج ۲ ص ۹۳ رقم ۶۰۹ مطبوعه مکتبۃ الدار المندیہ المنورہ)

ان کے علاوہ امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ کے لئے ان کتب کا مطالعہ فرمائیں:

(سیر اعلام النبلاء قال الذہبی قال ابو حاتم صدوق وقال النسائی ثقہ ج ۱ ص ۱۱ مطبوعه مؤسسة الرسالة بیروت)، (مندیب الکمال ج ۱ ص ۵۲ رقم ۳۳۱۵ مطبوعه مؤسسة الرسالة بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۵۳۸ مطبوعه دار صادر بیروت)، (التاریخ الکبیر للبخاری ج ۶ ص ۱۳۰ رقم ۱۹۳۳ مطبوعه دار الفکر بیروت)، (المرج

## حاشیہ..... ☆

والتحدیل ج ۶ ص ۳۸ رقم ۲۰۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (الثقات لابن حبان ج ۸ ص ۳۱۲ رقم ۱۴۱۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (میزان الاعتدال فی نقد الرجال للذہبی ج ۳ ص ۳۳۲ رقم ۵۰۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (اکاشف ج ۱ ص ۶۵۱ رقم ۳۳۶۲ مطبوعہ موسسہ علوجہ)، (المتذیب للحمز ج ۶ ص ۲۷۸ رقم ۲۱۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (لسان المیزان ج ۷ ص ۲۶۷ رقم ۲۸۲۳ مطبوعہ موسسہ الاعلیٰ للطبوعات بیروت)، (تسبیح من اخرجہ البخاری و مسلم ص ۱۷۶ رقم ۱۰ مطبوعہ دار البیان بیروت)، (الکلی والاسماء دولابی ج ۱ ص ۱۱۹)، (اکال فی ضعفاء الرجال لابن عدی ج ۵ ص ۱۹۳۸)، (شذرات الذهب ج ۲ ص ۲۷)، (المجمع بین النسخین ص ۳۲۸)، (اکال فی التاريخ ج ۶ ص ۴۰۶)، (شرح علل التردی ابن رجب حنفی ج ۲ ص ۵۷۷)

### دوسرا راوی امام معمر بن راشد رحمۃ اللہ علیہ

یہ معمر بن راشد از دی حدانی بصری ہیں ان کی کنیت ابو عمرو ہے یمن کے باشندے تھے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے میں شریک ہوئے ثابت بنانی قتادہ زہری عام احوال زید بن اسلم اور محمد بن منکدر وغیرہم سے روایت کرتے تھے مستند ثقہ اور فاضل تھے ۱۵۲ھ میں فوت ہوئے۔

(طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۵۳۶ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام احمد بن عبد اللہ بن صالح النخعی الکوفی متوفی ۲۶۱ھ لکھتے ہیں۔

معمر بن راشد الغرماء ابا عروہ بصری سکن ثقفہ رجل صالح

**ترجمہ:** امام نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام معمر بن راشد ثقہ ہے۔

(معزۃ الثقات ج ۲ ص ۲۹۰ رقم ۶۶ مطبوعہ مکتبۃ الدار المدینۃ السورۃ)

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں۔

الامام الحافظ شیخ الاسلام..... وکان من اوعية العلم مع الصدق والتحرى والورع والجلالة وحسن التصنيف۔

**ترجمہ:** معمر بن راشد الامام الحافظ شیخ الاسلام وغیرہ اوصاف سے متصف تھے۔

(سیر اعلام النبلاء رحمۃ اللہ علیہ امام معمر بن راشد ج ۷ ص ۵-۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ابو حاتم متوفی ۳۲۷ھ لکھتے ہیں۔

وهو صالح الحديث۔

(المبرج والتحدیل ج ۸ ص ۲۵۶ رقم ۱۶۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

### تیسرا راوی امام ابن منکدر رحمۃ اللہ علیہ

یہ صحاح ستہ کے راوی ہے۔

امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ امام محمد بن المنکدر رحمۃ اللہ علیہ کو ان القاب سے یاد کرتے ہیں۔

الامام الحافظ القدوة شیخ الاسلام۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۳۵۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

نیز امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں۔

وقال الحمیدی هو حافظ وقال ابن معین و ابو حاتم ثقہ۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۳۵۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

(۲) احمد اور بیہقی اور حاکم نے صحیح اسناد سے حضرت عرباض ابن ساریہ سے روایت کیا کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میں رب تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہوں کا تھا۔ حالانکہ ابھی آدم علیہ السلام اپنے خیر میں جلوہ گر تھے۔ (مشکوٰۃ)

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۷-۱۲۸ رقم الحدیث ۱۶۷۷۰ مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۳ ص ۳۱۳ رقم الحدیث ۶۳۰۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (حاکم المستدرک ج ۲ ص ۶۵۶ رقم الحدیث ۳۱۷۵۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی المعجم ج ۱۸ ص ۲۵۳-۲۵۴ رقم الحدیث ۶۲۹-۶۳۰ مطبوعہ مطبعۃ الزہراء الحدیث موصل عراق)، (شعب الایمان ج ۲ ص ۱۳۳ رقم الحدیث ۱۳۸۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (السنن لابن ابی عاصم ج ۱ ص ۱۷۹ رقم الحدیث ۳۰۹ مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ بیروت)، (التاریخ الکبیر للبخاری ج ۶ ص ۶۸ رقم الحدیث ۷۳۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

☆ ..... حاشیہ

امام احمد بن عبد اللہ بن صالح الخلیلی الکوفی متوفی ۲۷۱ھ لکھتے ہیں۔

محمد بن المنکدر مدنی تابعی ثقة وجل صالح۔

(معرفۃ الثقات ج ۲ ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۶۶۵۱ مطبوعہ مکتبۃ الدار الدینیہ امورو)

ان کے علاوہ امام محمد بن المنکدر رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ کے لئے ان کتب کا مطالعہ فرمائیں:

(تہذیب التجذیب ج ۹ ص ۳۷۹ رقم الحدیث ۷۹۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تہذیب الکمال ج ۲ ص ۵۰۳ رقم الحدیث ۵۶۳۲ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (التاریخ الکبیر للبخاری ج ۱ ص ۲۱۹) چوتھا راوی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ یہ جلیل القدر صحابی رسول ﷺ ہے۔

حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو الحسن علی بن احمد بن سیماء المقرئ قدم علينا حاجا حدثنا ابو سعيد الخليل بن احمد بن الخليل القاضي السجزي ابانا ابو العباس محمد بن اسحاق الثقفي حدثنا ابو عبيد الله يحيى بن محمد بن السكن حدثنا حبان بن هلال حدثنا مبارك بن فضالة حدثنا عبيد الله بن عمر بن خبيب بن عبد الرحمن عن حفص بن عاصم عن ابي هريرة عن النبي وقال لما خلق الله عز وجل آدم خيرا لآدم بنيه فجعل يرى فضائل بعضهم على بعض قال فرأى نورا ساطعا في أسفلهم قال يا رب! من هذا؟ قال هذا ابنك احمد الاول والاخر وهو اول شافع۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی اولاد کو ان کے سامنے کیا۔ انہوں نے ان کے ایک دوسرے پر فضائل کو دیکھا تو پھر مجھے پھلتے ہوئے نور کی صورت میں

دیکھا۔ تو پوچھا پروردگار! یہ کون ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تیرا بیٹا احمد ہے وہ اول آخر اور سب سے پہلا شفاعت کرنے والا ہے۔ (دلائل النبوة للبیہقی ج ۵ ص ۳۸۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (زرقانی علی المواب ج ۱ ص ۳۳ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (خصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۶۷ مطبوعہ)، (کنز العمال ج ۱ ص ۶۹۶ مطبوعہ)، (مختصر تاریخ دمشق ج ۲ ص ۱۱۱)

ابو عاصم ثیل بن حاتم القری حاشیہ شرف المصطفیٰ پر اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

هذا حديث اسناد رجاله عن آخرهم ثقات دونهم في الثقة المبارك بن فضاله وهو صدوق۔

(شرف المصطفیٰ ج ۱ ص ۳۰۹)

یہ روایت سنداً صحیح ہے۔ اس روایت کی سند یہ ہیں۔

اخبرنا ابو الحسن علی بن احمد بن سیماء المقرئ قدم علينا حاجا حدثنا ابو سعيد الخليل بن احمد بن الخليل القاضي السجزي ابانا ابو العباس محمد بن اسحاق الثقفي حدثنا ابو عبيد الله يحيى بن محمد بن السكن حدثنا حبان بن هلال حدثنا مبارك بن فضالة حدثنا عبيد الله بن عمر بن خبيب بن عبد الرحمن عن حفص بن عاصم عن ابي هريرة۔

(دلائل النبوة للبیہقی ج ۵ ص ۳۸۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۳) ترمذی شریف امام احمد۔ حاکم اور بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابو نعیم نے حینہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ اور حاکم نے اس روایت کو صحیح کہا کہ ایک بار صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کے لئے نبوت کس وقت ثابت ہوئی۔ فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے۔

(سنن الترمذی ص ۵۱۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ کراچی)، (دلائل النبوة لابن قیم ج ۱ ص ۳۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

(۴) احکام ابن القحطان نے حضرت امام زین العابدین سے انہوں نے اپنے والد امام حسین رضی اللہ عنہ سے انہوں نے اپنے والد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہم آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے رب کے حضور میں ایک نور تھے۔

(خصائص الکبریٰ باب خصوصۃ النبی کوئٹہ اول النعیم فی الخلق و تقدّم نبوتہ و اخذ الہیاق علیہ ج ۱ ص ۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نشر الطیب ص ۹ مطبوعہ تاج کتبیں لمینڈ کراچی)

(۵) ابوسمیل قطان نے اپنی کتاب امالی میں سہل ابن صالح ہمدانی سے روایت کی کہ میں نے ابو جعفر محمد ابن علی (یعنی امام باقر رضی اللہ عنہ) سے پوچھا کہ حضور ﷺ تو آخر میں مبعوث ہوئے سب نبیوں پر مقدم ہوتا کیسے ہوا تو امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو میثاق کے دن نکالا اور سب سے پہلے جواب میں علی حضور نے فرمایا۔

(خصائص الکبریٰ باب خصوصۃ النبی کوئٹہ اول النعیم فی الخلق و تقدّم نبوتہ۔ خذ الہیاق علیہ ج ۱ ص ۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۶) حضرت عباس نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا کہ مجھے کچھ نعت شریف پڑھنے کی اجازت دیجئے۔ سرکار نے فرمایا ہاں پڑھو تو انہوں

نے ایک نعتیہ قصیدہ پڑھا جس میں دو شعر یہ بھی تھے۔

وانت لما ولدت اشرفت الارض وضاءت بنورك الافق

جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے نور سے زمین اور کنارہ آسمان چمک گئے

فنحن فی ذالك الضياء وفي النور سبيل الرشاد فحترق

تو ہم اسی نور اور روشنی میں ہیں اور اس سے ہدایت کے راستے طے کر رہے ہیں

(طبرانی کبیر ج ۳ ص ۲۱۳ رقم الحدیث ۳۱۶۷ مطبوعہ مطبعہ الزہراء حدیث مومل عراق)، (متدرک لکما ج ۳ ص ۳۶۹ رقم الحدیث ۵۴۱۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۶۳ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۰۲ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (منوۃ البصائر ج ۱ ص ۵۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (الاستیعاب لابن عبد البر ج ۲ ص ۳۲۷ رقم الحدیث ۶۶۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الاصحاب فی سیر الصحابۃ لابن حجر عسقلانی ج ۲ ص ۲۷۳ رقم الحدیث ۲۲۳۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مجمع الرواۃ ج ۸ ص ۲۱۷ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (الفتی لابن تہامہ ج ۱ ص ۷۰ مطبوعہ)، (خصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۶۶ مطبوعہ فیصل آباد پاکستان)، (البدایہ والنہایہ لابن کثیر ج ۲ ص ۲۵۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۱۳۶ مطبوعہ)، (السمیۃ ج ۱ ص ۹۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

ان تمام روایات کو مولوی اشرف علی صاحب نے اپنی کتاب نشر الطیب میں بہت وضاحت اور شرح سے نقل کیا ہے مواہب لدنیہ

شریف میں بھی ان روایات کو نقل فرمایا ہے۔

(۷) مواہب لدنیہ شریف ص ۵ جلد اول میں ہے کہ امام ابوسعید نیشاپوری نے کعب الاحبار سے روایت کی کہ جب نور محمدی

عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو ملا تو ان کے جسم سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور نور محمدی ان کی پیشانی سے چمکتا تھا۔ حضرت عبدالمطلب اس وقت

ایسے مقبول الدعائے تھے کہ مکہ والے ان کو سامنے رکھ کر بارش کی دعا کرتے تو فوراً بارش آتی تھی۔ اس نور کی وجہ سے ابرہہ کے ہاتھوں نے

عبدالمطلب کو سجدہ کیا۔

(۸) ابو نعیم نے عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ شب ولادت آمنہ خاتون نے پیدائش پاک کے وقت ایسا نور محمدی

دیکھا کہ مشرق و مغرب ان پر ظاہر ہو گئے پھر حضور پیدا ہوئے۔ اور پیدا ہوتے ہی سجدہ فرمایا۔  
(مواہب لدنیہ شریف ص ۲۱)، (دلائل النبوة لابن تیمیہ ج ۶ ص ۷۷ رقم الحدیث ۱۳۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)  
بہر حال حضور ﷺ کا نور ہونا بہت ہی احادیث سے ثابت ہے یہاں بطور نمونہ بہت تھوڑی پیش کی گئیں اور کچھ احادیث مقدمہ میں عرض کی جا چکی ہیں۔

حاشیہ..... ☆  
حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن ابان الاصبهانی ثنا محمد بن عبادۃ الباہلی ثنا محمد بن یعقوب الزہری ثنا  
عبدالعزیز بن عمران عن عبد اللہ بن عثمان بن ابی سلیمان عن ابیہ عن بن ابی سويد الثقفی قال سمعت  
عثمان بن ابی العاص يقول اخبرتنی امی قالت شدت آمنة لما ولد رسول الله ﷺ فلما ضربها المخاض  
نظرت الى النجوم تدلی حتی انی لا قول انها لتقعن علی فلما ولدت خرج منها نور اضاء له البيت الذی  
نحن فیہ والدار فلما شنی انظر الیه الا نور۔

ترجمہ: حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ان کی والدہ نے ان سے بیان کیا جب ولادت نبوی ﷺ کا وقت  
آیا تو میں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی۔ میں دیکھ رہی تھی کہ ستارے آسمان سے نیچے ڈھلک کر قریب ہو رہے ہیں یہاں تک کہ میں  
نے محسوس کیا کہ وہ میرے اوپر گر پڑیں گے۔ پھر جب آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے ایسا نور نکلا جس  
سے پورا گھر جس میں ہم تھے اور حویلی جگمگ کرنے لگی اور مجھے ہر ایک شے میں نور ہی نور نظر آیا۔

(المجم الکبیر طبرانی ج ۲۵ ص ۱۸۶ رقم ۳۵۷ مطبوعہ مکتبۃ الطوم والحکم الموصل)، (اعلام النبوة للنما وروی السابیل التاسع عشر فی آیات مولدہ وظہور برکتہ ص ۲۷۳ مطبوعہ  
دار الکتاب العربی بیروت)، (تاریخ الامم والملوک ج ۵ ص ۳۵۳ مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة لابن تیمیہ ج ۶ ص ۱۱۱ مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت)، (مجمع  
الزوائد وفتح القوائد باب ما جاء فی مولدہ ورضاعہ وشرح صدرہ ج ۸ ص ۲۲۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (المختصر فی تاریخ الامم والملوک لابن جوزی ج ۲ ص ۲۳۷  
مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت)، (البدایہ والنہایہ لابن اثیر ج ۲ ص ۲۶۳ مطبوعہ دار المعارف بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۳ ص ۷۹ مطبوعہ دار احیاء التراث  
العربی بیروت)، (فتح الباری ج ۶ ص ۵۸۳ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

دعوة ابی ابراهیم وبشری عیسی ورات امی انه یخرج منها نور اضاءت منه قصور الشام۔

ترجمہ: میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور (میری ولادت کے وقت) میری والدہ ماجدہ  
نے دیکھا کہ ان کے جسم اطہر سے ایک نور نکلا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۲۶۲ رقم الحدیث ۲۳۳۱۵)، (مجمع ابن حبان ج ۱۳ ص ۳۱۳ رقم الحدیث ۶۳۰۴ مطبوعہ موسسة الرسالة بیروت)، (التاریخ الکبیر للبخاری ج ۵ ص ۳۳۲ رقم  
۷۸۰۷)، (مسند الروایاتی ج ۳ ص ۲۰۹ رقم الحدیث ۱۳۶۷)، (مسند طحاوی ص ۱۵۵ رقم الحدیث ۱۱۴۰)، (القرود ونبأ ثور الخطاب ج ۶ ص ۳۶ رقم الحدیث ۱۱۳ مطبوعہ دار الکتاب  
العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۹۰)

امام علی بن ابی بکر عثمی متوفی ۸ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

وامناد احمد حسن۔

ترجمہ: مسند احمد کی سند حسن ہے۔

(مجمع الزوائد وفتح القوائد ج ۸ ص ۲۲۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں۔

لما فصل منی خرج معه نور اضاء له ما بین المشرق الى المغرب۔

ترجمہ: جب سرور کائنات ﷺ کا ظہور ہوا تو ساتھ ہی ایسا نور نکلا جس سے مشرق تا مغرب سب آفاق روشن ہو گئے۔

(الحدیث ابن سعد ج ۱ ص ۱۰۲ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (طبرانی تہذیب ج ۲ ص ۲۱۲ رقم الحدیث ۵۴۵ مطبوعہ مکتبۃ الطوم والحکم الموصل)، (صفوة الصفوة لابن جوزی ج ۱ ص  
۱۲۰ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

## حضور ﷺ کے نور ہونے کے متعلق علمائے اسلام کے ارشادات

ہمیشہ سے امت مسلمہ کا یہ عقیدہ رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ رب کا نور ہیں اس میں کسی کا اختلاف نہ ہوا اکابر امت کے کچھ اقوال بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اشعار ہم احادیث کے سلسلہ میں عرض کر چکے ہیں جس میں انہوں نے حضور کو نور فرمایا اور وہ اشعار خود حضور انور ﷺ کی بارگاہ شریف میں پڑھے۔ اور نبی ﷺ نے کچھ نہ اعتراض نہ فرمایا۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہم مقدمہ میں عرض کر چکے کہ حضور انور ﷺ کے چہرہ انور میں سورج جیسی چمک تھی۔

(۳) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان بھی مقدمہ میں عرض کیا جا چکا کہ حضور کے دانت مبارک سے نور نکلتا ہوا معلوم ہوا تھا۔

(۴) حضرت ہند ابن ابی ہالہ کا قول بھی مقدمہ میں گزر چکا کہ حضور کا چہرہ انور ایسا منور تھا جیسے چودھویں رات کا چاند۔

(۵) حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا کا قول بھی مقدمہ میں گزر چکا کہ وہ فرماتی ہیں اگر تم انہیں دیکھتے تو ایسا معلوم کرتے کہ سورج نکل رہا ہے۔

(۶) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوة جلد اول باب پنجم ص ۱۱۸ میں فرماتے ہیں۔

وچوں آں حضرت عین نور باشند نور رسایہ نبی باشد۔

**ترجمہ:** چونکہ انور ﷺ بالکل سراپا نور تھے تو نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

(۷) مولانا علی قاری موضوعات کبیر میں ص ۸۶ پر فرماتے ہیں۔

واما نورہ علیہ السلام فهو فی غایۃ من الظہور شرقاً وغرباً واول ما خلق اللہ نورہ وسماء فی کتابہ نوراً۔

**ترجمہ:** لیکن نبی کریم ﷺ کا نور وہ مشرق و مغرب میں انتہائی طور پر چمک رہا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی کتاب میں نور فرمایا۔

(۸) یہی ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری اسی موضوعات میں اسی جگہ فرماتے ہیں۔

قال تعالیٰ اللہ نور السموات والارض علی مثل نورہ قلب محمد۔

**ترجمہ:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اس اللہ کے نور کی مثال یہ اللہ کا نور حضور کا دل ہے۔

(۹) امام بوصری رحمۃ اللہ تعالیٰ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں۔

فانک شمس فضل ہم کواکبھا یتھرون انوارھا للناس فی الظلم۔

**ترجمہ:** یا حبیب اللہ آپ بزرگی کے سورج ہیں اور سارے نبی حضور کے تارے ہیں جو حضور کا ہی نور اندھیروں میں لوگوں میں پھیلاتے ہیں۔

(۱۰) امام جلال الدین رومی قدس سرہ العزیز مثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔

عکس نور حق مہ نور دی بود عکس دد در حق مہ دوزی بود

ابن خود دد گورد دد پلیدی خدایں آں خود دد گورد دد مہ نور خدا

**ترجمہ:** اللہ کے نور کا سایہ بھی نور ہوتا ہے۔ جو خدا سے دور ہوں ان کا سایہ بھی دور ہے۔ جو ہم کھاتے ہیں اس سے پلیدی نکلتی ہے۔ جو حضور کھاتے ہیں وہ سب خدا کا نور بنتا ہے۔



(۱۱) امام احمد ابن محمد قسطلانی قدس سرہ مواہب لدنیہ شریف جلد اول ص ۹ میں فرماتے ہیں۔

قال تعالیٰ یا ادم ارفع راسک فرفع راسه قرأ نور محمد ﷺ فی سراق العرش فقال یا رب ما هذا النور قال هذا نور نبی من ذریک اسمہ فی السماء احمد وفي الارض محمد لولاہ ما خلقتک ولا خلقت السماء ولا ارضا۔

**ترجمہ:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آدم اپنا سر اٹھا تو انہوں نے اپنا سر اٹھایا تو عرش کے پردوں میں ایک نور دیکھا عرض کی اے مولا یہ نور کیسا ہے فرمایا یہ نور ایک نبی کا ہے جو تمہاری اولاد میں سے ہوں گے ان کا نام آسمان میں احمد اور زمین میں محمد ہے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو نہ ہم تمہیں پیدا کرتے نہ آسمان و زمین کو۔

(غبرانی صغیر ج ۲ ص ۸۲ رقم الحدیث ۹۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۱۲) یہی امام احمد ابن محمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ اسی مواہب لدنیہ میں ص ۸ پر فرماتے ہیں۔

ان الله تعالى لما خلق نور نبينا محمد ﷺ امره ان ينظر الى نوره فانطق هم الله به فقالوا یا ربنا من غشينا نوره فقال الله تعالى هذا نور محمد ابن عبد الله ان امنتم به جعلتکم انبیاء۔

**ترجمہ:** اللہ تعالیٰ نے جب نبی کریم ﷺ کا نور پیدا فرمایا تو اس نور کو حکم دیا کہ تمام انبیاء کو نوروں کو دیکھیں چنانچہ رب نے حضور کے نور سے تمام کے نور کو ڈھانپ لیا انہیں رب نے گویا نبی بخشی تو وہ تمام کہنے لگے۔ خدا کس کے نور نے ہم کو ڈھانپ لیا تو رب نے فرمایا کہ یہ محمد ابن عبد اللہ کا نور ہے (ﷺ) اگر تم ان پر ایمان لے آؤ تو میں تم کو نبی بناؤں۔

(۱۳) علامہ زرقانی علیہ الرحمۃ حدیث جابر کی شرح میں فرماتے ہیں۔

من نوره ای من نور هو ذاته۔

**ترجمہ:** اللہ نے حضور کو اس نور سے پیدا کیا جو عین ذات الہی ہے۔

(شرح زرقانی ج ۱ ص ۵۵ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

(۱۴) امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں۔

لما فعلقت اراة الحق تعالیٰ بايجاد خلقه ابرز الحقيقة المحمدية من انوار الصمدية فی الحضرات الاحدية ثم سلمخ منها العوامة کلها علوها وسفلها۔

**ترجمہ:** جب اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کرنا چاہا تو صمدی نوروں سے ذات خاص نے حقیقت محمدیہ کو ظاہر فرمایا۔ پھر اس سے تمام عالم علوی و سفلی نکالے۔

(۱۵) مطالع المرات شرح دلائل الخیرات میں ہے۔

قد قال الاشعری انه تعالیٰ نور لیس کا لانوار و روح النبوة القدسية لمعه من نوره والملئكة اشرار تلك الانوار وقال ﷺ اول ما خلق الله نوری ومن نوری خلق الله کل شیئی وغیره مما فی معناه۔

**ترجمہ:** امام ابوالحسن اشعری فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نور ہے مگر دوسرے نوروں کی طرح نہیں اور نبی ﷺ کی روح شریف اس نور کی تابش ہے اور فرشتے ان نوروں کے پھول ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں سب سے پہلے اللہ نے میرا نور بنایا۔ اور میرے نور سے ہر چیز پیدا فرمائی۔

(مطالع المرات شرح دلائل الخیرات ص ۱۲۱ مطبوعہ مکتبہ نوزیہ رضویہ لاہور)

اس کے علاوہ اور بھی حدیثیں ہیں جن کا مضمون ایک ہی ہے۔

(۱۶) علامہ شاہ عبدالغنی نابلسی حدیقہ مدنیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں۔ ☆  
قد خلق کل شئی من نورہ ﷺ کما ورد بہ الحدیث الصحیح۔  
**ترجمہ:** ہر چیز نبی ﷺ کے نور سے بنائی گئی۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہوا۔

(الحدیقہ اندلیبیہ ج ۲ ص ۳۷۵ مطبوعہ مکتبہ نور یہ رضویہ فیصل آباد)

حاشیہ..... ☆

تفسیر نیشاپوری میں آیت مبارکہ ”وانا اول المسلمین“ کی تفسیر میں ہے۔

کما قال اول ما خلق اللہ نوری۔

**ترجمہ:** جیسے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا۔

(تفسیر نیشاپوری ج ۸ ص ۶۶ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر)

امام ابن الحاج مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

سب سے پہلے نور مصطفیٰ ﷺ کو پیدا فرمایا اور اس نور سے تمام اشیاء کو پیدا کیا۔..... پس نور عرش نور مصطفیٰ ﷺ سے ہے نور قلم نور مصطفیٰ ﷺ سے ہے۔ لوح محفوظ کا نور، نور مصطفیٰ ﷺ سے ہے، دن کا نور مصطفیٰ ﷺ سے ہے معرفت کا نور، شمس و قمر کا نور اور آنکھوں کا نور، نور مصطفیٰ ﷺ سے ہے۔

(المدخل لابن الحاج مخصان ج ۲ ص ۳۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں۔

و کونہ ﷺ رحمة للجميع باعتبار انه عليه الصلاة والسلام واسطة الفيض الالهي على الممكنات على حسب القوابل ولذا كان نورہ ﷺ اول المخلوقات ففي الخبر اول ما خلق الله تعالى نور نبيك يا جابر وجاء الله تعالى المعطى وانا القاسم۔

**ترجمہ:** حضور نبی اکرم ﷺ کا سب کے لئے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ آپ ممکنات پر نازل ہونے والے فیض الہی کا ان کی قابلیتوں کے مطابق واسطہ ہیں اس لئے آپ کا نور سب سے پہلی مخلوق تھا۔ حدیث شریف میں ہے اے جابر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا، یہ بھی آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عطا فرمانے والا اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔

(تفسیر روح المعانی ج ۷ ص ۱۰۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابن حجر مکی ہی متوفی ۸۰۷ھ لکھتے ہیں۔

وانما الذي رواه عبد الرزاق انه ﷺ قال ان الله خلق نور محمد قبل الاشياء من نورہ۔

**ترجمہ:** عبد الرزاق نے جو حدیث روایت کی ہے وہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے اپنے نور سے نور مصطفیٰ ﷺ پیدا کیا۔

(فتاویٰ حدیثیہ ص ۲۳۷ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر)

عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں۔

در حدیث صحیح وارد شدہ کہ ”اول ما خلق الله نوری“

(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲ مطبوعہ مکتبہ نور یہ رضویہ فیصل آباد)

## خود علماء دیوبند کے اقوال

(۱) دیوبندیوں کے پیشوا مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اپنی کتاب نشر الطیب (ص ۶ مطبوعہ تاج کمپنی لاہور) کے مضمون کو اسی طرح شروع فرماتے ہیں۔

پہلی فصل نور محمدی کے بیان میں۔ اس فصل میں نور کی وہ تمام حدیثیں تحریر فرماتے ہیں جو ہم احادیث میں بیان کر چکے ہیں۔ اس ضمن میں فرماتے ہیں۔

(ف) اس حدیث سے نور محمدی کا اول الخلق ہونا باریت حقیقت ثابت ہوا کیونکہ جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آیا ہے۔

ان اشیاء کا نور محمدی سے تاخر ہونا اس حدیث میں منصوص ہے۔ (اتحلی)

اس میں مولوی صاحب موصوف نے دو چیزیں تسلیم کیں۔ ایک تو حضور ﷺ کا نور ہونا۔ دوسرے حضور کے نور کا تمام مخلوق سے پہلے ہونا اور ہر چیز کا آپ کے نور سے نور بننا بھی مولوی صاحب مذکور نے اس کتاب میں اس جگہ تسلیم کیا ہے دیکھئے موجودہ دیوبندی وہابی اپنے ان پیشوا پر کیا فتویٰ لگاتے ہیں۔

یہی مولوی اشرف علی صاحب اپنی کتاب تلح الصدور میں فرماتے ہیں۔

در نہ پیش نور من در سوا شوید

در شعاع بے نظیر مر لا شوید

**ترجمہ:** میری بے مثال شعاع کے آگے فہم ہو جاؤ نہیں تو میرے نور کے آگے رسوا ہو جاؤ گے

یہی مولوی اشرف علی صاحب اپنی اسی کتاب تلح الصدور میں دوسری جگہ خود فرماتے ہیں۔ شعر

نہ ہو پھر ملکہ کیوں نور علی نور

نبی خود نور اور قرآن ملا نور

(تلح الصدور ص ۲)

شاہ عبدالرحیم صاحب یعنی شاہ ولی اللہ صاحب کے والد ماجد اپنی کتاب انفاں رحمیہ میں فرماتے ہیں۔

از عرش تا بفرش و ملائکہ علوی و جنس سفلی ہمہ ناشی ازان حقیقتہ محمدیہ است و قول

حاشیہ..... ☆

غیر مقلد اور دیوبندیوں کے امام محمد اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں۔

چنانکہ روایت ”اول ما خلق اللہ نوری“ پر آں دلالت می دارد۔

**ترجمہ:** جیسے کہ روایت اول ما خلق اللہ نوری اس پر دلالت کرتی ہے۔

(یک روزہ ص ۱۱ مطبوعہ ملتان)

رشید احمد گنگوہی دیوبندی لکھتے ہیں۔

سوال اول ما خلق اللہ نوری اور لولاک لما خلقت الافلاک..... یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں یا وضعی؟

**ترجمہ:** یہ حدیثیں صحاح میں موجود نہیں مگر شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اول ما خلق اللہ نوری کو نقل کیا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۵۷ مطبوعہ محمد سعید عثمانی کراچی)

رسول مقبول اول ما خلق الله نوری و خلق الله ما خلق الله من نوری و قول لولاك لما خلقت الافلاك و قوله لولاك لما اظهرت ربوبيتي۔

**ترجمہ:** فرش سے عرش تک نور اور اعلیٰ فرشتے اسفل کی جنس سب کی سب حقیقت محمدیہ سے پیدا ہیں۔ حضور کا فرمان ہے سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا کیا۔ اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا۔ (انفاس رضیہ ص ۱۳)

امام طائفہ دیوبندیہ دہاویہ مولوی اسماعیل دہلوی اپنی کتاب منصب امامت میں فرماتے ہیں۔ ص ۱۶۔

”کہ اے کسبیکہ بے بصر است البتہ از نور افشاں او بے خبر است۔

**ترجمہ:** ہاں جو اندھا ہے وہ حضور ﷺ کے نور افشاں سے بے خبر ہے۔

(منصب امامت ص ۱۶ مطبوعہ ہند)

یہی مولوی اسماعیل صاحب دہلوی اپنی اسی کتاب منصب امامت میں دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

اما نزول برکت پس بیانش آنکہ وجود انبیاء بمشابه آفتاب عالم تاب است کہ جوں نور او

در تمام عالم منتشر شود۔ لابد قلمعت شب بدرود۔

**ترجمہ:** لیکن برکت کا نازل ہونا تو اس کا بیان یہ ہے کہ حضرت انبیاء کا وجود دنیا کو چمکانے والے سورج کی طرح ہے کہ جب اس کا نور دنیا میں پھیلتا ہے تو رات کی تاریکی دور ہو جاتی ہے۔

(منصب امامت ص ۱۶ مطبوعہ ہند)

مولوی حسین احمد صاحب اپنا اور اپنے تمام دیوبندی علماء کا عقیدہ اپنی کتاب الشہادت الثاقبہ میں ۵۰ پر یوں بیان فرماتے ہیں۔  
ہمارے حضرات اکابر کے اقوال و انتائے کو ملاحظہ فرمائیے یہ جملہ حضرات ذات حضور پر نور علیہ السلام کو ہمیشہ سے اور ہمیشہ تک واسطہ فیوضات الہیہ و سراب رحمت غیر متناہیہ اعتقاد لیے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ازل سے اب تک جو رحمتیں عالم پر ہوئی ہیں اور ہوں گی عام ہے کہ وہ نعمت و جود کی ہو یا اور کسی قسم کی ان سب میں آپ کی ذات پاک اسی طرح پر واقع ہوئی ہے کہ پہلے آفتاب سے نور چاند میں آیا۔ اور چاند سے نور ہزاروں آئینوں میں غرضیکہ حقیقت محمدیہ واسطہ جملہ کمالات عالم و عالمیان ہے غرضیکہ حقیقت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام و التحسینہ واسطہ جملہ کمالات عالم و عالمیان ہے یہی معنی لولاك لما خلقت الافلاك اور اول ما خلق الله نوری اور انا نبی الانبیاء کے ہیں۔

(۲) دیوبندیوں کے پیشوا مطلق مولوی رشید احمد صاحب اپنی امداد السلوک کے ص ۸۵ پر فرماتے ہیں۔

از پس جا است کہ حق تعالیٰ در شان حبیب خود ﷺ فرمودہ کہ البتہ آمدہ نزد شما از طرف حق تعالیٰ نور و کتاب مبین و مراد از نور ذات پاک حبیب خدا ﷺ است و نیز از تعالیٰ فرماید کہ اے نبی ﷺ تو را شامد و مبشر و نذیر و داعی الی اللہ تعالیٰ و سراج منیر فرستادہ امیر و منیر روشن کنندہ و نور دہندہ را گویند۔

**ترجمہ:** اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی شان میں فرمایا۔ کہ تمہارے پاس حق تعالیٰ کی طرف سے نور اور کتاب مبین آئے۔ نور سے مراد حبیب خدا ﷺ کی ذات پاک ہے۔ نیز حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی ﷺ ہم نے آپ کو گواہ اور بشیر و نذیر اور اللہ کی

طرف بلانے والا اور چکانے والا سورج بنا کر بھیجا۔ منیر روشن کے والے اور نور دینے والے کو کہتے ہیں۔

اس عبارت میں مولوی رشید احمد صاحب نے تین باتیں فرمائیں ایک یہ کہ حضور ﷺ کا نور ہیں۔ دوسرے یہ کہ آیت کریمہ قد جاء کم من اللہ نور و کتاب و مبین۔ میں نور سے مراد حضور ﷺ ہیں۔ تیسرے یہ کہ حضور ﷺ صرف نور ہی نہیں بلکہ منیر یعنی نور گر ہیں۔ کہ اپنے تابعین غلاموں کو نور بنا دیتے ہیں۔ حضور سورج ہیں کہ رات میں چاند تاروں کو اور دن میں ذروں کو چمکادیتے ہیں۔ اب کسی دیوبندی کو حق نہیں کہ ان تین چیزوں کا انکار کرے۔ کیونکہ ان کے پیشوا ہادی مطلق برحق نے یہ سب کچھ مان لیا۔

(۳) یہی مولوی رشید احمد صاحب اپنی اسی کتاب امداد السلوک کے صفحہ ۸۶ پر فرماتے ہیں۔

و حضرات صلوٰۃ اللہ علیہ فرمودہ کہ حق تعالیٰ مرا از نور خود پیدا فرمود۔ و مومنین از نور من پیدا فرمود۔

**ترجمہ:** حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے نور سے پیدا فرمایا اور مسلمانوں کو میرے نور سے پیدا فرمایا۔

(۴) یہی مولوی رشید احمد صاحب اسی امداد السلوک کے اسی ص ۸۶ پر کچھ آگے یوں فرماتے ہیں۔

آں ذات پاک ﷺ ہر از جملہ اولاد آدم اند مگر آنحضرت ﷺ خود را چنان مطہر فرمود کہ نور خالص گمشدہ و حق تعالیٰ آنجناب را نور فرمود و متواتر ثابت شد کہ آنحضرت ﷺ سایہ مذ اشتنا و ظاہر است کہ بجز نور ہمہ اجسام رطل می دراند۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ بھی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں مگر نبی ﷺ نے اپنے کو اس طرح پاک فرمایا کہ آپ خالص نور ہو گئے اور تو اتر سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضور ﷺ سایہ نہ رکھتے تھے اور ظاہر ہے کہ نور کے سوا تمام جسم سایہ رکھتے ہیں۔

اس عبارت میں مولوی صاحب نے دو چیزیں مانیں ایک یہ کہ حضور نور ﷺ نور ہیں۔ رب نے انہیں نور کہا۔ دوسرے یہ کہ حضور انور ﷺ کا جسم اطہر کا سایہ نہ تھا۔ یعنی ان کی نورانیت بعض وجوہ سے محسوس بھی تھی۔

حضور کے نور ہونے پر اور بہت سے دلائل قائم کئے جاسکتے ہیں۔ مگر میں اسی پر قناعت کرتا ہوں ماننے والے کو اتنے ہی کافی ہیں۔ ضدی کے لئے دفتر بھی کافی نہیں۔

## عقلی دلائل

عقل بھی چاہتی ہے کہ حضور ﷺ خوب تعالیٰ کا نور ہیں آپ کا ہر عضو شریف نور۔ آپ کا ہر حال شریف میں نور ہے۔ دلائل حسب ذیل ہیں۔

(۱) نور وہ نور ہے جو خود ظاہر ہو دوسروں کو ظاہر کرے۔ حضور ﷺ خود تو ایسے ظاہر کہ انہیں بحر و بر۔ خشک و تر۔ شجر و حجر۔ آسمان کا ہر تارہ زمین کا ہر ذرہ پہچانتا ہے انسان انہیں جانیں۔ جانور انہیں پہچانیں۔ کنکران کا کلمہ پڑھیں۔ پتھر ان کی گواہی دیں۔ غرضیکہ خود ایسے چمکے کہ کسی سے چھپ نہ سکے۔ اور دوسروں کو ایسا چمکایا کہ جس کو ان سے نسبت ہو گئی وہ چمک گیا۔ مدینہ منورہ کی گلیاں حضور سے چمکیں مکہ معظمہ کے کوچہ بازار۔ کعبہ معظمہ کے در و دیوار نقش و نگار ان سے جھلک گئے۔ انہیں کے صدقہ سے حلیمہ دانی کی عظمت کے دنیا گیت گارہی ہے۔ انہیں کے طفیل سے حضور کی نسل کی بزرگی کے خطبے پڑھے جارہے ہیں۔ بلکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں میں سے جن کو حضور نے ظاہر کیا وہ تو ظاہر ہو گئے۔ باقی تمام چھپ گئے۔ بلکہ خود خدا تعالیٰ کی ذات صفات کو ہم نے حضور ہی سے پہچانا۔ ہماری عقلوں کی رسائی اس تک ناممکن تھی۔ غرضیکہ نور کے معنی نبی کریم ﷺ ہیں کامل طور پر موجود ہیں۔ حضور ﷺ کامل نور ہیں۔

(۲) حضور ﷺ کی دعائیں یقیناً قبول ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولسوف يعطيك ربك فترضى رب آپ کو اتا دے گا کہ آپ راضی ہو جائے گے اور حضور ﷺ بھی یہ دعا کرتے تھے۔ اللهم اعطني نوراً خدایا مجھے نور کر دے۔ بتاؤ یہ دعا قبول ہوئی یا نہیں ضرور ہوئی تو لامحالہ حضور ﷺ نور ہوئے۔

(۳) انسان کا جسم خاکی ہے اور روح نوری۔ رب فرماتا ہے قل الروح من امر ربي (نبی اسرائیل پارہ ۱۵) فرما دو کہ روح رب کے امر سے ہے۔ یعنی عالم امر کی ایک مخلوق ہے۔ اور عالم امر نور ہے۔ مقبولوں کے روح کی نورانیت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ جسم نور بن جاتا ہے اس لئے بعض اولیاء اللہ کے جسم میں بعض وقت تکوار نے اثر نہ کیا۔ آ رہا پار ہو گئی۔ بعض اولیاء نے کئی ماہ تک کھانا پانی استعمال نہ کیا۔ فتاویٰ حدیثیہ باب التصوف میں علامہ ابن حجر حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز کے متعلق فرماتے ہیں۔

حتى انه مكث على ثلاثة اشهر على وضوء واحد۔

**ترجمہ:** آپ تین مہینہ تک ایک ہی وضو پر رہے۔

(الفتاویٰ الحدیثیہ باب فی التصوف مطلب فی ان ابن عربی مکث ثلاث اشهر علی وضوء واحد ص ۳۸۸ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی)

اور نبی کریم ﷺ اس مبارک جماعت کے سردار اور پیشوا ہیں۔ حضور کا نور روحانی جسمیت پر ایسا غالب ہے کہ جسم اطہر بھی نوری ہو چکا ہے۔ (۴) روایات سے ثابت ہے کہ حضور کے جسم اطہر کا سایہ نہ تھا جیسا کہ دوسرے باب میں انشاء اللہ آدے گا۔ اور کثیف چیز کا یقیناً سایہ ہوتا ہے پتہ لگا کہ حضور ﷺ نور ہیں۔ کثافت حضور کے قریب بھی نہیں۔

(۵) حضور اقدس ﷺ معراج کی رات آگ کے کرہ اور زمہریز سے گزرے اور پھر وہاں پہنچے جہاں مکاں بھی ختم ہو چکا تھا یعنی لامکان کے ٹکین ہوئے اور ظاہر ہے کہ جسم آگ سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اور مکان کا حاجت مند ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس رات نورانیت کی جلوہ گری تھی۔

(۶) کوئی انسان بغیر ہوا کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور معراج کی رات حضور انور جہاں تشریف لے گئے وہاں ہوا کا نشان نہ تھا۔ پھر وہاں زندہ رہے اس سے معلوم ہوا کہ حضور نور ہیں۔

(۷) اگر انسان کے دل پر ذرا سی ٹھیس لگ جاوے تو موت واقع ہو جاتی ہے مگر فرشتوں نے حضور کے دل مبارک کو سینہ انور سے نکالا اسے چہرہ کر نور سے بھرا مگر زندگی شریف باقی رہتی۔ معلوم ہوا کہ حضور نے متواتر کئی کئی روز تک اس طرح رکھے کہ بیچ میں بالکل افطار نہ فرمایا۔ اس کے باوجود بھوک پیاس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اگر ان کی زندگی شریف ہماری طرح بالکل جسمانی ہوتی تو کھانے پینے سے ایسے بے نیاز نہ ہوتے۔ حضور کا نور اب بھی بعض اولیاء کرام دن رات ان آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ مولانا جانی فرماتے ہیں۔

مگر چہ صد مرحلہ دور در ذیہ ہمیش نظر مر

وجہہ فی نظری مکمل غمدات و عشی

بعض اولیاء اللہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک آن میں آپ کا نور نہ دیکھوں تو اپنے آپ کو مرتد ہونے کا فتویٰ دے دوں اور بہت سی چیزیں ایسی ہیں جنہیں ہم نہیں دیکھتے مگر آنکھ والوں سے سن کر سورج اور اس کے نور کو مان لیتا ہے۔ ہم کو بھی چاہیے کہ اگر حضور کا نور اپنی کمزوری سے ان آنکھوں سے نہ دیکھ سکیں تو کان سے سن کر مان لیں۔

(۹) حضور انور ﷺ نے معراج کی رات ہزاروں سال کا سفر ایک آن میں طے فرمایا۔ یہ جسم کثیف اتنا دور دراز سفر اتنی تھوڑی مدت

میں طے نہیں کر سکتا۔ معلوم ہوا کہ حضور نور ہیں اور جیسے کہ نور نظریا ہمارا نور خیال آنا فنا بڑی سے بڑی مسافت ایک آن میں طے کر لیتا ہے ایسے ہی حضور نے اتنا دراز فاصلہ ایک آن میں طے فرمایا۔

(۱۰) قرآن کریم حضور ﷺ کی تعریف میں فرماتا ہے۔

عزیز علیہ ما عنتم۔

**ترجمہ:** تمہاری مشقت ان پر بھاری اور ناگوار ہے۔

(سورہ توبہ پارہ ۱۱ آیت نمبر ۱۲۸)

معلوم ہوا کہ جیسے روح اپنی نورانیت کی وجہ سے جسم کے ہر عضو کے ہر درد سے خبردار ہے کہ پاؤں میں چوٹ لگے تو روح کو خبر۔ سر دکھے تو روح کو خبر۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نور ہیں اور اپنے ہر امتی کے ہر حال سے باخبر ہیں۔

(۱۱) قانون قدرت ہے کہ کثرت کی ابتداء وحدت سے ہوتی ہے۔ اور کثرت کو فیض وحدت سے ملتا ہے۔ گویا وحدت کے لئے مبداء فیاض ہوتی ہے۔ (دیکھو) آسمان کے بے شمار تارے ایک سورج سے نور لیتے ہیں۔ درخت کے تمام پتے۔ شاخیں۔ پھول پھل۔ ان سب کی ابتداء ایک جڑ سے ہے اور تمام کو فیض بھی اسی ایک جڑ سے ہے۔ تمام انسانوں کی جسمانی ابتداء ایک آدم علیہ السلام سے ہے بدن کے سارے اعضاء کو فیض ایک دل سے ہے غرضیکہ ہر کثرت میں وحدت کا فیض ہے تو چاہئے کہ عالم کثرت یعنی جو اللہ کے سوا ہے اس کی ابتداء بھی ایک سے ہی ہو اس کثرت میں بھی کوئی ایک فیض رساں ہو۔ اس مبداء فیاض ایک کا نام حقیقت محمدیہ اور نور محمدی ہے ورنہ بتاؤ یہ کثرتیں کس وحدت کی شاخیں ہیں اور کون سی وحدت اس میں کار فرما ہے۔ بہر حال یہ بالکل قرین قیاس ہے کہ حقیقت محمدیہ عالم کی اصل ہے اور سارا عالم اسی سے ہی فیض لیتا رہا ہے اور لیتا رہے گا۔

## دوسری فصل..... اس مسئلہ پر اعتراضات اور جوابات

### اعتراض نمبر ۱

اگر نبی کریم ﷺ اللہ کا نور ہیں۔ تو خدا کا نور نکلے ہو گیا اور نبی کریم ﷺ خدا کا جڑ بن گئے اور حضور میں خدائی آگئی یہ عقیدہ عیسائیوں کے عقیدہ کے مشابہ ہے۔ کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام میں الوہیت حلول مان لی۔

**جواب:-** ان سوالوں کا منشا یہ ہے کہ معترض اسے سمجھائیں۔ اللہ کا نور ہونا۔ اس کے صرف یہ معنی ہیں کہ نبی کریم ﷺ بلا واسطہ رب سے فیض لینے والے ہیں اور تمام خلقت نے حضور کے واسطے سے فیض ربانی حاصل کیا جیسے آئینہ سورج کے سامنے ہو تو سورج کا عکس اس آئینہ کو چمکا دیتا ہے۔ پھر یہ آئینہ دوسرے حجاب والے آئینوں کے مقابل کر دو۔ تو وہ تمام اس آئینہ سے جگمگا جاتے ہیں تو پہلا آئینہ نہ سورج کا نکلوا ہے نہ عین سورج بلکہ بلا واسطہ اس سے تجلی حاصل کر رہا ہے اور دوسرے آئینے اس کے ذریعے سے۔ یہ نسبت ایسی ہے جیسے قرآن کریم نے صالح علیہ السلام کی اوٹنی کو تاتہ اللہ یعنی اللہ کی اوٹنی فرمایا اور عیسیٰ علیہ السلام کو روح منہ۔ اللہ کی روح فرمایا۔ یعنی بلا واسطہ والدین رب کے پیدا کئے ہوئے۔

### اعتراض نمبر ۲

حضور نور نہیں کیونکہ رب تعالیٰ نے فرمایا:

قل انما انا بشر مثلكم۔

**ترجمہ:** فرمادو کہ میں تم جیسا بشر ہوں۔

(سورہ کہف پارہ ۱۶ آیت نمبر ۱۱۰)

جب حضور بشر ہوئے تو نور نہ ہوئے بشریت اور نوریت جمع نہیں ہو سکتی۔

**جواب:** حضور ﷺ نور بھی ہیں اور بشر بھی۔ یعنی نوری بشر ہیں۔ حقیقت حضور کی نور ہے۔ اور لباس بشری ہے رب تعالیٰ نے

حضرت جبریل کے بارے میں فرمایا:

فارسلنا الیہا روحنا فتمثل لہا بشراً سوياً۔

**ترجمہ:** پس بھیجا اس کی طرف ہم نے روح وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا۔

(سورہ مریم پارہ ۱۶)

حضرت جبریل علیہ السلام فرشتہ ہیں نور ہیں اور حضرت مریم کے پاس بشری شکل میں ظاہر ہوئے۔ اس وقت اس بشری شکل کی وجہ سے نورانیت سے علیحدہ نہیں ہو گئے۔ صحابہ کرام نے حضرت جبریل کو بشری شکل میں دیکھا۔ سیاہ زلفیں۔ سفید لباس۔ آنکھ۔ ناک۔ کان وغیرہ سب موجود ہیں۔ اس کے باوجود بھی وہ نور تھے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم۔ حضرت لوط۔ حضرت داؤد علیہم السلام کے خدمات میں فرشتے شکل بشری میں گئے۔ رب فرماتا ہے۔

هل اتاك حديث ضيف ابراهيم اذ دخلوا عليه فقالوا سلاما قال سلام قوم منكرون۔

**ترجمہ:** کیا تم کو ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کی خبر پہنچی جب وہ مہمان ان کے پاس گئے اور کہا سلام آپ نے فرمایا۔ سلام اجنبی قوم سے ہے۔

هل اتاك نبوا الخصم اذ يسور والمحراب اذ دخلوا على داود ففزع منهم قالوا لا نخف خصمن  
بغى بعضنا على بعض۔

**ترجمہ:** اور کیا تمہیں اس دعوے والوں کی بھی خبر آئی جب وہ دیوار کو دوڑاؤ پر داخل ہوئے تو وہ ان سے گھبرا گیا۔ انہوں نے عرض کیا ڈریے نہیں ہم دو فریق ہیں کہ ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔

(سورہ مہم پارہ ۲۳)

ولما ان جاء ت رسلنا لوطا سينى بهم وضاق بهم ذرعاً وقالوا لا تخف و تخزن انا منجوك الا  
امراتك كانت من الغابرين۔

**ترجمہ:** اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے ان کا آنا سے ناگوار ہوا اور ان کے سبب دل تنگ ہوا۔ انہوں نے کہا کہ نہ ڈریے اور نہ غم کیجئے۔ بے شک ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو نجات دیں گے مگر آپ کی عورت رہ جانے والوں میں ہے۔

(سورہ عنکبوت پارہ ۲۰)

ان تمام آیتوں سے معلوم ہوا کہ فرشتے انبیاء کرام کی خدمت میں انسانی شکل بشری صورت میں حاضر ہوتے تھے۔ مگر اس کے باوجود وہ نور بھی ہوتے تھے۔ غرضیکہ نورانیت و بشریت ضدیں نہیں۔

### اعتراض نمبر ۳

اگر حضور ﷺ نور ہیں اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو چاہیے کہ کسی جگہ اندھیرا نہ ہوا کرے۔ ہر جگہ روشنی ہو۔ لہذا لایا تو حضور نور نہیں یا ہر



بگہ حاضر ناظر نہیں۔

**جواب:-** اس سوال کے دو جواب ہیں ایک جواب الہامی دوسرا جواب تحقیقی۔

جواب الہامی تو یہ ہے کہ رب تعالیٰ نور ہے اور ہر وقت ہمارے ساتھ ہے۔ مگر ہر جگہ روشنی نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اللہ نور السموات والارض۔

**ترجمہ:** اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کا نور ہے۔

(سورہ نور پارہ ۱۸)

وهو معكم اينما كنتم۔

**ترجمہ:** اور وہ رب تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو۔

(سورہ واقعہ پارہ ۲۷)

نحن اقرب اليه منكم ولكن لا تبصرون۔

**ترجمہ:** ہم بمقابلہ تمہارے اس سے زیادہ قریب ہیں۔ مگر تم دیکھتے نہیں۔

(سورہ واقعہ پارہ ۲۷ آیت نمبر ۸۶)

نحن اقرب اليه من حبل الوريد۔

**ترجمہ:** ہم اس سے شدرگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

ان الله مع الصابرين۔

**ترجمہ:** بے شک اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے۔

(سورہ بقرہ پارہ ۲)

نیز قرآن شریف نور ہے اور ہر گھر میں رہتا ہے۔ مگر روشنی نہیں ہوتی۔ فرشتے نور ہیں۔ اور ہمارے ساتھ رہتے ہیں۔ مگر ان کی روشنی نہیں پڑتی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وانزلنا اليكم نورا مبينا۔

**ترجمہ:** اور ہم نے تمہاری طرف ظاہر نور اتارا۔

(سورہ نساء پارہ ۶)

قل يتوفكم ملك الموت الذي وكل بكم۔

**ترجمہ:** فرمادو۔ تم کو وہ موت کا فرشتہ وفات دے گا۔ جو تم پر مقرر ہے۔

(سورہ بقرہ پارہ ۲۱)

اب بتاؤ کہ یا تو رب تعالیٰ ہمارے ساتھ نہیں ہے یا وہ نور نہیں۔ اسی طرح یا تو فرشتے اور قرآن ہمارے پاس نہیں رہا یا وہ نہیں۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ نور دو قسم کا ہے نور حسی اور نور معنوی۔ نور حسی کے لئے محسوس ہونا ضروری ہے مگر نور معنوی کے دیکھنے کو قوت قدسیہ والی آنکھیں چاہئیں۔ اگر اندھا آفتاب کو نہ دیکھے تو اسے چاہیے کہ دیکھنے والوں سے سن کر اسے نور مان لے۔ اسی طرح قوت قدسیہ والے اولیاء اللہ نور محمدی کو دیکھتے ہیں۔ محسوس کرتے ہیں۔ ان سے سن کر قرآن کو مان کر حضور ﷺ کو نور مان لے۔

**اعتراض نمبر ۴**

اگر حضور نور ہیں تو کھاتے پیتے کیوں ہیں۔ ان کے اولاد کیوں ہوتی ہے اور چاہئے کہ سارے سید نور ہوں کیونکہ انسان کا بچہ انسان۔

کھڑے کا بچہ گھوڑا۔ شیر کا بچہ شیر ہوتا ہے۔ تو چاہیے کہ نور کی اولاد نور ہو۔ (دہالی)

**جواب:-** کسی آیت یا حدیث میں نہیں کہ نور کی اولاد نہیں ہوتی اگر ہے تو پیش کرد۔ فرشتوں کے اولاد نہ ہوتا۔ اس لئے ہے کہ فرشتہ ہے فرشتوں کے اولاد نہیں، ہم حضور کو نور مانتے ہیں۔ فرشتہ نہیں مانتے۔ تمہاری یہ یہودہ گفتگو محض بے کار ہے۔ یہ تمام سوالات اس صورت میں ہو سکتے تھے۔ جب حضور کی بشریت کا انکار کیا جاتا۔ حضور نور بھی ہیں۔ بشر بھی ہیں۔ اور یہ تمام عوارض انسانی بشریت کے ہیں۔ نورانیت کے نہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر ہزاروں برس سے ہیں کھانے پینے سونے اور اولاد وغیرہ سے پاک ہیں۔ کیونکہ وہاں نورانیت کی جلوہ گری ہے۔ جب دنیا میں آئیں گے۔ تو پھر کھانا پینا نکاح وغیرہ سب کچھ کریں گے۔ تب بشریت کی جلوہ گری ہوگی۔ حضور ﷺ نے معراج میں ہزاروں سال کا سفر طے کیا۔ اس وقت نورانیت کی جلوہ گری تھی۔ کھانے پینے کی حاجت نہ ہوئی۔ جب سرکار موصومہ صال رکھتے تھے تو مسلسل روزے بغیر افطار کے رکھتے۔ اور مطلقاً بھوک کا احساس نہ ہوتا تھا لیکن دوسری حالت میں اگر کھانا ملاحظہ نہ کرتے تو آثار بھوک نمودار ہو جاتے تھے۔ روزے کی حالت میں نورانیت کا ظہور ہے اور دوسرے وقت بشریت کی جلوہ گری۔

بارت و ماروت فرشتے ہیں۔ نور ہیں۔ مگر جب انہیں بہ لباس بشری دنیا میں بھیجا گیا تو وہ کھاتے پیتے بھی تھے۔ بلکہ محبت بھی کر سکتے تھے۔ اس ہی کھانے پینے اور محبت کی قوت کی بنا پر ان پر عتاب والا واقعہ پیش آیا۔ ان کا یہ کھانا پینا اور قوت جماع اسی لباس بشری کے احکام تھے۔ حضرت ملک الموت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بشری شکل میں آئے تو موسیٰ علیہ السلام کے تھپڑ سے ان کی آنکھ جاتی رہی یہ آنکھ جانا بشریت کے احکام سے تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کا عصا جب سانپ بن جاتا تو کھانا پیتا بھی تھا یہ اس کا کھانا پینا۔ اس کی اس شکل کے عوارض تھے۔ رب فرماتا ہے۔

واوحینا الی موسیٰ الق عصاک فاذا هی تلفف ما یا فکون۔

**ترجمہ:** اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ اپنی لاٹھی ڈالو تو وہ نگل گئی اسے جو وہ گڑھتے تھے۔

(سورہ اعراف پارہ ۹)

والق ما فی یمینک تلفف ما صنعوا۔

**ترجمہ:** اپنے ہاتھوں کی چیز بھیکو ان کی مصنوع کو نگل جاوے گی۔

(سورہ طہ پارہ ۱۶)

حضور ﷺ بشریت میں آدم علیہ السلام کی فرع اور ان کی اولاد ہیں اور نورانیت میں آدم علیہ السلام کی اصل ہیں۔ نور میں تو والد و تناسل نہیں ایمان نور ہے۔ مومن نورانی ہے۔ مومن نورانی ہے۔ عالم نورانی ہے۔ نبوت نور ہے نبی نورانی ہیں اس کے باوجود مومن کی اولاد کافر۔ عالم کی اولاد جاہل۔ نبی کی اولاد کافر بھی ہو جاتی ہے۔ جنتی لوگ نورانی ہوں گے۔ حوریں نور ہیں۔ مگر حدیث شریف سے ثابت ہے کہ بعض جنتی اولاد کی خواہش کریں گے اور انہیں اولاد ہوگی۔ فرماؤ۔ اگر نور کے اولاد نہیں ہو سکتی تو ان جنتی لوگوں کے اولاد کیسی ہوگی۔

## اعتراض نمبر ۵

آیہ قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین واوعطف تفسیری کے لئے ہے اور نور سے قرآن شریف مراد ہے نہ کہ نبی کریم ﷺ جسے کتاب مبین بتا رہی ہے۔

**جواب:-** محققین مفسرین کے نزدیک نور سے مراد نور ﷺ ہیں جیسے امام جلال الدین سیوطی اور تفسیر خازن۔ مدارک تفسیر امین

عباس۔ تفسیر صاوی۔ وغیرہ۔ نیز اس آیت کی ابتدا میں حضور ﷺ کا ذکر شریف ہے کہ رب نے فرمایا۔

یا اهل الكتاب قد جاءکم رسولنا یبیین لکم کثیراً مما کنتم تخفون من الکتاب ویعفوا عن کثیر  
قد جاءکم من اللہ نور۔

**ترجمہ:** اے کتاب والو! بے شک تمہارے پاس ہمارے رسول تشریف لائے جو تم پر ظاہر فرماتے ہیں بہت سی وہ چیزیں جو تم نے کتاب میں چھپا ڈالی تھیں اور بہت کو معاف فرماتے ہیں بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

(سورہ مائدہ پارہ ۶ آیت نمبر ۱۵)

اس اوپر والی آیت نے بتایا کہ نور سے مراد وہ ہی رسول ہیں۔ جن کا ذکر آچکا نیز واو کو عطف تفسیری ماننا گویا معنی مجازی مراد لینا ہے اور بلا ضرورت معنی مجازی نہیں لینا چاہیے۔ کیونکہ عطف معطوف الیہ میں مفارقت چاہتا ہے تو چاہیے کہ نور اور ہو کتاب کچھ اور نیز عطف تفسیری میں کتاب میں تجدید ہے اور پہلی صورت میں کتاب میں تاہیں اور تاہیں تجدید سے بہتر ہے یعنی بہتر یہ ہے کہ دوسری عبارت کچھ نئی بات بتائے نہ یہ کہ پہلی بات کو دوبارہ کہہ دے نیز اس آیت کی تفسیر وہ آیت ہے۔

یا ایہا النبی انا ارسلنک شہداً و مبشراً و نذیراً و داعیاً الی اللہ باذنتہ و سر اجاً منیراً۔

(سورہ مائدہ پارہ ۲۲ آیت نمبر ۳۶)

اس آیت نے صاف طور پر حضور کو نورانی سورج فرمایا۔ اور خود قرآن کی تفسیر دوسری تفسیر سے اعلیٰ ہے نیز اس آیت کی تفسیر وہ حدیث ہے جسے مولوی اشرف علی صاحب نے اپنی کتاب نشر الطیب میں بحوالہ عبدالرزاق حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا۔

یا جابر ان اللہ تعالیٰ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ۔

(الجزء المفقود من الجزء الاول من المصحف ص ۶۳-۶۴ رقم الحدیث ۸ مطبوعہ بیروت)، (مواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۱۱ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (شرح زرقانی ج ۱ ص ۸۹-۹۱ مطبوعہ دار المکتب العلمیہ بیروت)، (کشف الخفاء ج ۱ ص ۳۱۱ رقم الحدیث ۸۲۷ مطبوعہ موسسۃ المدینۃ بیروت)، (تاریخ انور السافر لمام عید روی متونی ج ۱ ص ۱۰۷-۱۰۸ مطبوعہ دار المکتب العلمیہ بیروت)، (السیرۃ الخلیہ ج ۱ ص ۵۰ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (نشر الطیب ص ۱۳ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی لاہور)، (تاریخ انیس فی احوال انفس نفیس ج ۱ ص ۱۹ مطبوعہ موسسۃ الشعبان بیروت)، (عصیدۃ الشہدۃ شرح القعیدۃ البیروت ص ۳۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (جواہر البحار للفتیانی ج ۳ ص ۲۲۰ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)، (تفسیر روح المعانی ج ۸ ص ۱۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اور قرآن کی تفسیر جو خود صاحب قرآن ﷺ فرمادیں وہ اعلیٰ کتاب ہے۔ نیز کتاب کے لئے نور کا ہونا ضروری ہے۔ تاکہ وہ پڑھی جاسکے جیسے عبارت قرآن کے لئے اس ظاہری نور کی ضرورت ہے۔ ایسے ہی قرآنی معارف کے لئے نور روحانی کی حاجت ہے اور وہ حضور ﷺ ہے۔

## اعتراض نمبر ۶

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ خود قرآن تذکرہ یعنی نصیحت یا اگلی کھجلی باتوں کو یاد دلانے والا ہے۔ قرآن نور ہے۔ قرآن ہدایت ہے قرآن برہان ہے قرآن شفا ہے۔ رحمت ہے۔ جب قرآن میں یہ ساری صفات موجود ہیں۔ تو اب دوسرے نور یا دوسری ہدایت کی ضرورت نہیں آیات ملاحظہ ہوں۔

ان ہذہ تذکرۃ فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلاً۔

**ترجمہ:** وہ آیات نصیحت ہیں تو چاہے اپنے رب کا راستہ اختیار کرے۔

(سورہ مزمل آیت نمبر ۳۹)

وانزلنا الیکم نوراً مبیناً۔

**ترجمہ:** اور ہم نے تمہاری طرف نور کھلا ہوا اتارا۔

(سورہ نساء پارہ ۶)

ذالك الكتاب لا ريب فيه هدى للمتقين۔

**ترجمہ:** یہ کتاب ہے کہ اس میں شک نہیں پر ہیز گاروں کی ہادی۔

(سورہ بقرہ)

ونزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمومنين۔

**ترجمہ:** ہم قرآن کی وہ آیتیں اتارتے ہیں جو شفا ہیں۔ اور مومنوں کے لئے رحمت۔

(سورہ بنی اسرائیل پارہ ۱۵ آیت نمبر ۸۲)

قد جاءكم برهان من ربكم۔

**ترجمہ:** بے شک تمہارے پاس ہمارے رب کی طرف سے دلیل آچکی۔

## اعتراض نمبر ۷

چونکہ یہ تمام خوبیاں قرآن سے حاصل ہو چکیں اور تحصیل حاصل ناممکن ہے لہذا نبی میں ان میں سے کوئی صفت نہیں مانی جاسکتی۔  
(دیوبندی و چکڑالوی)

**جواب:-** جیسے قرآن آخری کتاب ہے اور سارے عالم کے لئے اور ہمیشہ کے لئے آئی ہے اس لئے اس میں یہ تمام خوبیاں موجود ہیں کہ عاقلوں کے لئے تذکرہ عاقلوں کے لئے نور۔ مگر اہوں کے لئے ہدایت۔ جسمانی یا روحانی بیماریوں کے لئے شفاء مومنوں کے لئے رحمت متقین کے لئے برہان ہے ایسے نبی کریم ﷺ آخری نبی ہیں اور سارے عالم کے لئے اور ہمیشہ کے لئے۔ لہذا ان میں بھی تمام خوبیاں ہونی چاہئیں کہ ہر قسم کی مخلوق حضور سے فیض حاصل کر سکے۔ اس لیے رب تعالیٰ نے حضور کے وہ تمام صفات بیان فرمائے۔ جو قرآن کریم نے بیان فرمائے چنانچہ حضور ﷺ یعنی نصیحت فرمانے والے یا اگلی پچھلی باتیں یاد دلانے والے بھی ہیں۔ حضور برہان یعنی دلیل بھی ہیں۔ حضور شفاء بھی ہیں حضور رحمت بھی ہیں آیات ملاحظہ ہوں۔

فذكر انما انت مذکور۔

**ترجمہ:** تو انہیں یاد دلاؤ تم یاد دلانے والے ہو۔

(غاشیہ آیت نمبر ۳۰)

انك تهدي الى صراط مستقيم۔

**ترجمہ:** بے شک تم سیدھے راستے کی ہدایت کرتے ہو۔

يا ايها الناس قد جاءكم برهان من ربكم وانزلنا اليكم نوراً مبيناً۔

**ترجمہ:** اے لوگو! تمہارے رب کی دلیل آگئی اور تمہاری طرف ہم نے روشن نور اتارا۔

وما ارسلناك الا رحمة للعالمين۔

**ترجمہ:** اور نہیں بھیجا ہم نے تم کو مگر جہانوں کے لئے رحمت۔

(انبیاء پارہ ۷ آیت نمبر ۱۰۷)

غرضیکہ قرآن کی صفات کی حد ہے نہ صاحب قرآن کی صفات کی انتہاء بلکہ کعبا جسم کا قبلہ ہے اور حضور ﷺ دل و ایمان و جان کا قبلہ ہیں۔ اس میں تحصیل حاصل لازم نہیں کیونکہ ہم دنیا میں دونوروں کے حاجتمند ہیں ایک آنکھ کا نور۔ دوسرے سورج یا چراغ کا نور۔ اگر آنکھ

روشن ہو مگر چراغ وغیرہ کی روشنی نہ ہو تو بھی نظر نہیں آتا۔ اور اگر چراغ وغیرہ کی روشنی تو ہو مگر آنکھ میں نور نہ ہو تو بھی کچھ نہیں سوچتا۔ اسی طرح قرآن کو یا چراغ یا سورج ہے۔ اور صاحب قرآن ﷺ کو یا نور نظر ہیں یا حضور ﷺ سورج و چاند ہیں تو قرآن کریم نور نگاہ ہے۔ غرضیکہ ہم کو نور قرآن کی بھی ضرورت ہے اور نور نبوت کی بھی۔ نماز قرآن سے ملی۔ مگر نماز کی تعداد۔ رکعتوں کی مقدار۔ نماز کا طریقہ حضور سے حاصل ہوا۔ اسی طرح زکوٰۃ و حج وغیرہ قرآن نے دیا۔ مگر ان کی ادائے گی کا طریقہ حضور نے سکھایا۔ نہ اس میں تحصیل حاصل ہے نہ کوئی۔ دوسری قباح۔ بلکہ نور نبوت کی حاجت نور قرآنی سے پہلے ہے۔ اسی لئے کافر کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کرتے ہیں نہ کہ قرآن پڑھا کر۔ بچہ کے کان میں اذان کہتے ہیں قرآن نہیں پڑھاتے۔

### اعتراض نمبر ۸

حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ یہ دعا مانگتے تھے کہ اللھم اجعل فی بصری نوراً اور آخر میں آتا ہے واجعلنی نوراً یعنی اے اللہ میری آنکھ میں۔ کان میں۔ گوشت میں۔ ہڈی میں نور کر اور مجھے نور بنادے گا۔ اگر حضور ﷺ خود پہلے ہی نور تھے تو اس دعا کی کیا حاجت تھی۔ نور تو وہ بنایا جاتا ہے جو پہلے سے نور نہ ہو۔

**جواب:-** اس کے دو جواب ہیں۔ ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ الزامی جواب تو یہ ہے کہ آپ ہمیشہ دعا مانگتے ہیں اھدنا الصراط المستقیم۔ اے اللہ ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت دے تو کیا آپ اس وقت گمراہ تھے جب آپ پہلے ہی ہدایت پر ہیں پھر ہدایت کیوں مانگ رہے ہیں۔ رب فرماتا ہے: ھدی للمتقین۔

**ترجمہ:** یہ قرآن پر بیزگاروں کو ہدایت دینے والا ہے۔

(سورہ بقرہ پارہ ۱ آیت نمبر ۳)

یا ایہا الذین آمنوا امنوا۔

**ترجمہ:** اے ایمان والو! ایمان لاؤ۔

(سورہ نساء پارہ ۵)

بتاؤ جو پہلے ہی پر بیزگار بن چکے۔ انہیں ہدایت دینے کے کیا معنی۔ اور جو پہلے ہی ایمان لا چکے۔ ان کے ایمان لانے کے کیا معنی۔ تحقیقی جواب یہ ہے کہ حضور انور ﷺ کا یہ دعا مانگنا کہ خداوند میرے آنکھ۔ کان وغیرہ میں نور دے۔ امت کو تعلیم دینے کے لئے ہے نورانیت پر قائم رہنے کا دعا ہے۔

### اعتراض نمبر ۹

حضور ﷺ کو نور کہنا حضور کی بے ادبی ہے بلکہ حضور کی عزت اسی میں ہے کہ آپ خاک سے ہوں۔ کیونکہ خاک نور سے افضل ہے اس لئے کہ فرشتے نور ہیں اور آدم علیہ السلام خاکی بشر اور فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا نہ آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو حضور کو نور ماننا گویا آپ کی توہین کرنا ہے۔

**جواب:-** اس اعتراض کے بھی دو جواب ہیں ایک الزامی اور دوسرا تحقیقی الزامی جواب تو یہ ہے کہ پھر خدا تعالیٰ کو نور کہنا خدا کی اور قرآن کی بے ادبی ہوئی تعجب ہے کہ حضور کو نور کہنے میں تو آپ کو حضور کی بے ادبی معلوم ہو اور خدا تعالیٰ کو نور کہنے میں یہ ساری بے ادبی کا نور نبوت نہ۔ باشاء اللہ وہ یونہی وہابی بھی ادب والے بن گئے جنہوں نے حضور انور ﷺ کی ایسی کھلی گستاخیاں کیں جو کھلا کافر بھی نہ

کر سکے۔ تحقیقی جواب یہ ہے کہ سجدہ آدم علیہ السلام کے صرف خاکی جسم شریف کو نہ تھا۔ بلکہ اس نورانی روح کو تھا۔ جو جسم شریف کو چھوکی گئی۔ رب فرماتا ہے۔

فاذا سويته ونفخت فيه من روحي فقعوا له ساجدين۔

**ترجمہ:** پھر جب میں ان کو درست کر دوں اور ان میں اپنی روح پھونک دوں تب تم ان کے لئے سجدے میں گر جانا۔

(سورہ حجر پارہ ۱۵)

معلوم ہوا کہ سجدہ روح آدم علیہ السلام کو ہے چونکہ جسم شریف اس روح کی تجلی گاہ بن چکا تھا اس لیے سجدہ اسے بھی ہوا۔ اور آدم علیہ السلام کی روح نور مصطفویٰ کی ایک تجلی تھی ورنہ آدم علیہ السلام کا جسم شریف تو روح پھونکنے سے چالیس سال پہلے پیدا ہو چکا تھا۔ اگر صرف جسم ہوتا تو اب تک توقف نہ کیا جاتا۔ اس سے پہلے سجدہ ہو چکا ہوتا۔ نیز ابلیس کو خاک پر خاک کی طرف سجدہ کرنے میں کبھی عذر نہ ہوتا۔ کیونکہ وہ اس سے پہلے خاک کے ہر ذرہ پر سجدے کر چکا تھا۔ آج یہ ایک سجدہ بھی کر لیتا۔ اب جو سجدے سے انکار کر رہا ہے وہ درحقیقت اس نورانیت کا منکر ہے جو سجدہ کا باعث ہے نیز اگر فقط خاک خاک ہی کو سجدہ کرانا تھا تو خاک کے ڈھیر۔ ٹیلے ہزار موجود تھے۔ ان میں سے کسی کی طرف سجدہ کرا دیا جاتا۔ معلوم ہوا کہ خاک مجبور نہ تھی بلکہ وہ نور مسجود تھا۔ آدم علیہ السلام میں ودیعت تھا۔

زبان حال سے کہتے تھے آدم! جسے سجدہ ہوا ہے میں نہیں ہوں

## اعتراض نمبر ۱۰

اگر حضور ﷺ نور ہیں تو آپ اولاد آدم۔ السلام آجے ہوئے نور کسی کی اولاد نہیں ہوتا۔ حضور کو اسی لئے آدمی کہا جاتا ہے یعنی آدم علیہ السلام والے۔

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ حضور ﷺ بھی ہیں اور نور بھی یعنی نورانی بشر ہیں۔ ظاہر جسم شریف بشر ہے اور حقیقت نور ہے اولاد آدم علیہ السلام ہوتا اس جسم بشری کی صفت۔ حقیقت کے لحاظ سے حضور سارے عالم کی اصل ہیں اور سارا عالم حضور سے ہے۔ رب فرماتا ہے۔

قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العلمین لا شریک له وبذا لک امرت وانا اول المسلمین۔

**ترجمہ:** فرما دو کہ میری نماز میری قربانی میری زندگی میری وفات اس اللہ کے لیے ہے جو جہانوں کا پالنے والا ہے اس کا کوئی ساتھی نہیں ہے مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے اور میں ساری اطاعت کرنے والوں میں پہلا ہوں۔

(سورہ اعراف پارہ ۸)

قل ان کان للرحمن ولد فانا اول العابدین۔

**ترجمہ:** فرما دو کہ اگر خدا کا بیٹا ہوتا تو اس کا پہلا عابد میں ہوتا۔

(سورہ انبیاء پارہ ۱)

وان من شیئی الا یسبح بحمده ولكن لا تفقهون تسبیحهم۔

**ترجمہ:** نہیں ہے کوئی چیز مگر رب کی رحمت کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے۔ لیکن تم ان کی تسبیح سمجھتے نہیں۔

(نئی اسرائیل پارہ ۱۵)

ان آیات سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ ہر ذرہ ہر حصہ آسمان کا ہر چہ تسبیح خوان ہے۔ اور رب کا عابد ہے دوسرے یہ کہ ان تمام سے پہلے حضور رب کے عابد تھے۔ یعنی حضور ﷺ اس وقت کے عابد ہیں۔ جب نہ فرشتے تھے نہ آسمان نہ زمین نہ عالم کی کوئی چیز۔ کیونکہ

اگر کوئی چیز حضور سے پہلے پیدا کی چکی ہوئی تو پہلی عابدہ ہوئی نہ کہ حضور ﷺ۔

اور یہ بھی یقینی بات ہے کہ بشریت کی ابتداء آدم علیہ السلام سے ہے۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس اولیت کی حالت میں بشر تھے آدم علیہ السلام اول بشر اور ابو البشر نہ ہوتے۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ حضور اس اولیت میں یقیناً نور ہیں اور اس جسمانی حالت میں بشر ہیں۔ یہ تمام رشتے اس جسم اقدس کے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک رسالہ التالیف قلب الالیف بکتابہ فرس التوالیف کے شروع میں فرماتے ہیں کہ عالم ارواح میں سارے پیغمبروں نے حضور کی روح پر فتوح سے فیض لیا۔ اس سے علم حاصل کیا اور حضور سے سیکھ کر آدم علیہ السلام اسماء کے عالم ہوئے۔ حضور اسی عالم میں نبیوں کے بھی نبی ہیں جس پیغمبر نے جو سیکھا ہے سب حضور کے شاگرد اور حضور ان تمام کے استاد اول ہیں۔ حضور خود فرماتے ہیں کہ کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد بلکہ تمام ملائکہ اور تمام عالم انوار والے جو کچھ جانتے ہیں۔ حضور کے بتانے سے جانتے ہیں۔ عبارت یہ ہے:

وصل اول بعد از نزول وانتقال ازاں عالم حضرت انبیاء حاضران مجلس علم و شاعران گردان حوزہ۔ درس اوہر یکے کتابیے از علم و بابیے از دین خواندہ و تحصیل نمودہ بود۔ و ہر مسند افاضہ نشستہ کلمات اللہ بر خلق افادہ و افاضہ فرمود۔ مقدمہ ایشان آدم صفی اللہ آمد کہ باوجود نسبت ابوت در درس آں خلف صدق ذانوادب زدہ صاحب لغات و اسماء تعلیم نمودہ بود۔ ہر مسند خلافت نکبہ زدہ ساکنان ملا اعلیٰ را تعلیم و تلقین نمودہ۔ و حق استاذی بر ایشان ثابت مگردا پندہ مخدوم و مسجود ایشان گشت۔

**ترجمہ:** اس دنیا سے اتر کر سارے پیغمبر حضور کے مدرسہ میں حاضر ہوئے اور آپ کے کتب میں شاگرد بنے۔ ہر ایک نبی نے علم کی ایک کتاب اور دین کا ایک باب حضور سے پڑھا۔ وہاں سے فارغ ہو کر دنیا کو فیض دینے کی مسند پر جا گزیر ہوئے اور اللہ کے احکام کی مخلوق کو تعلیم دی ان پیغمبروں میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام تھے جو والد ہونے کے باوجود اپنے اس بچے فرزند کے مدرسہ میں باادب و دوزانو بیٹھے تمام زبانیں اور چیزوں کے نام حضور سے سیکھے پھر خلافت الہیہ کے مسند پر جا گزیر ہوئے اور ملائکہ مقربین کو تعلیم و تربیت فرمانے لگے جس سے آدم علیہ السلام کا حق استادی سارے فرشتوں پر ثابت ہوا اور آخر کار ان کے معبود ہوئے۔

## اعتراض نمبر ۱۱

اگر حضور ﷺ خدا کا نور ہیں تو آپ بھوک میں پیٹ پر پتھر کیوں باندھتے تھے۔ اور آپ کو بچھوکے زہرنے کیوں اثر کیا۔ آپ پر جادو کیوں چل گیا۔ بعض پیغمبروں کو کفار نے قتل کیسے کر دیا۔ جنگ احد میں حضور کا دانت شریف کیوں شہید ہوا۔ کیا نور بھی بھوکا ہو سکتا ہے۔ کیا نور پر زہر اثر کر سکتا ہے؟

**جواب:** یہ اور اس قسم کے صدمات اعتراضات جب پڑ سکتے تھے کہ ہم ان کی بشریت کا انکار کرتے ہم تو کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نور بھی ہیں۔ اور بشر بھی۔ کبھی بشریت کے صفات آپ پر ظاہر ہوتے ہیں کبھی نورانیت کے رب تعالیٰ نے آپ کو تمام صفات کا جامع بنا کر بھیجا۔ اگر عادت کھانا نہ ملاحظہ کریں تو شکم مبارک پر پتھر بھی باندھیں گے۔ اور بھوک کے آثار بھی نمودار ہو گئے۔ لیکن اگر روزہ وصال میں روزہ کی نیت سے کھانا چھوڑیں۔ تو خواہ مہینوں نہ کھائیں کوئی اثر نہیں۔ وہاں بشریت کا ظہور تھا۔ اور یہاں نورانیت کی جلوہ گری ہے۔ یہاں بچھوکے زہر۔ تلوار اور آگ نے اثر دکھایا۔ مگر معراج کی رات دوزخ کی سیر فرمائی۔ وہاں آگ۔ سانپ۔ بچھوسب کچھ موجود۔ مگر کسی کا اثر نہ ہوا وہ بشریت تھی یہ نورانیت ہے۔ آج عیسیٰ علیہ السلام صد ہا سال سے آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ جہاں نہ ہوا ہے نہ کھانا نہ پینا۔ مگر زندہ ہیں یہ زندگی نورانیت کا ظہور ہے۔

حضور اقدس ﷺ کی شان تو بہت ارفع اور اعلیٰ ہے ان کے غلام بعض اولیاء اللہ پر کبھی ایسا وقت آتا ہے کہ مہینوں تک کھانے چہینے

نہیں۔ ان کے جسموں پر تگوار اثر نہیں کرتی۔ دجال کے ظاہر ہونے پر مومنوں کو اللہ کے ذکر میں بھوک پیاس سے امن ملے گا۔ ایک بزرگ جن کو ایک دفعہ دجال مار کر زندہ کر دے گا۔ پھر جب دوبارہ قتل کرنا چاہے گا تو ان کے حلق پر چھری کام نہ کرے گی یہ اس آفتاب نبوت کے ذریعے ہیں پھر آفتاب کا کیا کہنا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے خوب فیصلہ فرمایا۔ فرماتے ہیں۔

گمے با حفصہ و ذینب بپرداختی و گاہے ما جبرئیل و میکائیل نہ ساختی  
کبھی اپنی ازواج پاک کے ساتھ مشغول ہوتے اور کبھی جبرئیل و میکائیل کی بھی آپ تک رسائی نہ ہوتی۔  
اختلافات حالات سرکار کی مختلف تجلیاں ہیں۔ کیا نہیں سنا کہ ابراہیم علیہ السلام پر آگ نے اسمعیل علیہ السلام پر چھری نے اثر نہ کیا۔ یہ ان بزرگوں کی نورانیت کی جلوہ گری ہے۔  
غرضیکہ نبی کریم ﷺ رب کا نور ہیں۔ آپ کی بشریت نورانی ہے بلکہ آپ کی نورانی بشریت حضرت جبرئیل کی نورانیت سے کہیں ارفع و اعلیٰ بلند و بالا ہے۔  
مولا نا فرماتے ہیں۔

اے مزاراں جبرئیل اندر بشر  
بہر حق سونے غریباں یک نظر  
**اعتراض نمبر ۱۲**

اگر حضور ﷺ نور ہوتے تو حضور کی ساری اولاد یعنی قیامت تک سید نور ہوتے۔ کیونکہ اولاد اپنے ماں باپ کی جنس سے ہوتی ہے انسان کا بچہ انسان شیر کا بچہ شیر۔ ایسے ہی چاہیے کہ نور کی اولاد نور ہو۔ جب سارے سید نور نہیں۔ تو حضور بھی نور ہیں۔  
جواب اس کا جواب پہلے گزر گیا کہ حضور کے تمام یہ رشتے بشریت کے ہیں۔ نورانیت میں کسی سے کوئی رشتہ نہیں۔ حضور اس نورانیت میں نہ کسی کی اولاد ہیں نہ کسی کے والد نہ کسی کے قرابت دار نہ رشتے والے۔ عالم نورانیت تو بہت اعلیٰ ہے کوئی روح کسی کی نسل یا اصل نہیں اس لئے اولاد روحانی اوصاف میں ماں باپ کے خلاف بھی ہو جاتی ہے۔ نبی زادہ کافر۔ عالم کی اولاد جاہل۔ جاہل کی اولاد عالم ہو جاتی ہے غرضیکہ ولادت بشریت کی ہے نورانیت کی نہیں۔

### اعتراض نمبر ۱۳

قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو اپنی نبوت سے پہلے ایمان و قرآن کی خبر بھی نہ تھی اور روجی سے پہلے آپ کو اپنے نبی بننے کی امید بھی نہ تھی۔ پھر یہ کیسے درست ہے کہ آپ عالم ارواح میں نبی تھے اور سارے پیغمبر آپ سے فیض لیتے تھے۔ ملاحظہ ہو۔  
وما کنت ترجوا ان یلقی الیک الكتاب الا رحمة من ربک۔  
**ترجمہ:** تو کو امید بھی نہ تھی کہ تم پر کتاب بھیجی جاوے گی مگر آپ کے رب کی رحمت سے۔

(سورہ قصص پارہ ۲۰)

وما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان۔

**ترجمہ:** اور آپ جانتے نہ تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے۔

(سورہ شوریٰ پارہ ۲۵ آیت نمبر ۵۲)

جب حضور کو ایمان کی بھی خبر نہ تھی تو پیدائش کے پہلے نبوت کے کیا معنی۔



**جواب:** اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ الزامی جواب تو یہ ہے کہ پھر تو عیسیٰ علیہ السلام حضور ﷺ سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہوئے کہ آپ نے ماں کی گود میں پیدائش سے چند گھنٹہ کے بعد قوم سے فرمایا:

قال انی عبد الله اتانی الکتاب و جعلنی نبیا۔

**ترجمہ:** فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ مجھے اس نے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا۔

(سورہ مریم پارہ ۱۶ آیت نمبر ۳۰)

اسی طرح حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی حضور سے بڑھ جاویں گے۔ کیونکہ ان کے متعلق رب نے فرمایا:

واتیناه الحکم صیا۔

**ترجمہ:** ہم نے انہیں بچپن میں علم یا نبوت بخشی۔

(سورہ مریم پارہ ۱۶ آیت نمبر ۱۲)

بلکہ لازم آئے گا کہ کفار بھی حضور سے علم میں بڑھ جاویں کیونکہ وہ حضور کے بچپن سے جانتے تھے۔ کہ حضور نبی ہیں۔ بحیرہ راہب نے حضور کے بچپن میں حضور کی نبوت کی گواہی دی۔ کیونکہ اس نے شجر و حجر کو کلمہ پڑھتے سنا۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔

يعرفونه كما يعرفون ابناءهم۔

**ترجمہ:** یہ کفار حضور کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے اپنی اولاد کو۔

(سورہ بقرہ پارہ ۲)

یعنی جیسے اولاد کو باپ اس کے بچپن بلکہ پیدائش کے وقت سے پہچانتا ہے ایسے ہی کفار حضور کی پیدائش کے وقت سے حضور کو پہچانتے ہیں۔ فرماتا ہے۔

وكانوا يستفتحون على الدين كفروا۔

**ترجمہ:** اہل کتاب حضور کی طفیل کفار پر جنگ میں فتح و نصرت کی دعائیں کرتے تھے۔

(سورہ بقرہ پارہ ۱)

نیز بخاری شریف میں ہے کہ پہلے وحی کے وقت حضور عار حرام میں عبادت فرما رہے تھے۔ اور پہلے ہی سے اعتکاف شروع فرما دیے تھے۔ اگر حضور کو ایمان کی خبر نہ تھی تو یہ عبادت کس کی کر رہے تھے اور کیسے کر رہے تھے؟

نیز معراج کی رات حضور نے بیت المقدس میں تمام انبیاء کو نماز پڑھائی بتاؤ وہ کون سی نماز تھی کیونکہ ابھی تو نماز فرض ہی نہ ہوئی تھی۔

جواب تحقیقی چند ہیں۔ ایک یہ کہ سیدنا عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس میں بظاہر خطاب نبی کریم ﷺ سے ہے اور درحقیقت خطاب حضور کے دین والوں سے ہے۔ تفسیر مدارک اور تفسیر خازن میں آیت وما کنت ترجوا الخ کے ماتحت ہے۔

قال ابن عباس الخطاب فی الظاهر للنبی ﷺ والمراد به اهل دینہ۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ بظاہر یہ خطاب نبی کریم ﷺ کو ہے اور مراد حضور کی امت ہے۔

دوسرے یہ کہ اس آیت نمبر ایک میں ما کنت ترجوا کی نفی الارحۃ سے ٹوٹ گئی۔ اور معنی یہ ہوئے کہ آپ کو ظاہری اسباب کے لحاظ سے یہ امید بھی نہ تھی کہ بغیر رحمت الہی آپ پر وحی ہوگی اور ظاہر ہے کہ حضور کو نبوت محض رب کے فضل سے ملی نہ کسی نبی کی دعا سے ملی نہ کسی نبی کی وراثت سے حاصل ہوئی۔ جیسے حضرت ہارون کی نبوت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے تھی اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی نبوت حضرت زکریا علیہ السلام کی وراثت سے اور حضرت سلیمان کی نبوت حضرت داؤد کی میراث سے تھی۔ رب فرماتا ہے:

و ورث سليمان داود۔

**ترجمہ:** حضرت سليمان حضرت داود کے وارث ہوئے۔

(سورہ نمل پارہ ۱۹)

واجعل لي وزيرا من اهلي هارون اخي اشدد به اذري۔

**ترجمہ:** مولا علیہ السلام نے دعا کی کہ مولے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنادے۔

(سورہ طہ پارہ ۱۲)

مگر حضور کی نبوت میں کسی کی دعا یا وراثت کا واسطہ نہیں اور حضور پر کسی کا احسان نہیں۔ اس آیت ۲ میں وما كنت تدري ما الكتاب الخ درایت کی نفی ہے درایت کہتے ہیں عقل و انکس سے جانتے تھے۔ کیونکہ انکس کا علم کبھی غلط بھی ہوتا ہے بلکہ الہام ربانی سے جانتے تھے جس میں غلطی و خطا کا احتمال نہیں یا اس سے مراد کتاب و ایمان کے تفصیلی احکام ہیں یا ایمان سے مراد اہل ایمان ہیں۔ غرضیکہ اس کے بہت سے جواب ہیں۔

## اعتراض نمبر ۱۴

شروع بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب غار حرا میں حضور پر پہلی وحی و اقراء باسم ربك آئی تو حضور حضرت جبریل کو پہچان نہ سکے۔ ورقہ ابن نوفل کے بتانے سے پہچانا۔ کہ یہ جبریل ہیں۔ پھر یہ کیسے درست ہوا کہ حضور اپنی نبوت پہلے ہی سے جانتے تھے۔

**جواب:-** یہ غلط ہے بخاری شریف کی اس روایت میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس کے معنی یہ ہوں کہ حضور نے حضرت جبریل کو نہ پہچانا۔ اگر حضور حضرت جبریل کو نہ پہچانتے تو یہ آیت اقراء باسم ربك قطعی نہ رہتی۔ کیونکہ آیت قطعی جب ہوگی جب اس کے کلام الہی ہونے میں کسی قسم کا کوئی شک و شبہ نہ رہے اور اگر حضور کو یہ معلوم ہی نہ ہو کہ یہ شخص فرشتہ ہے یا کوئی اور تو یہ پتہ بھی نہیں ہو سکتا کہ یہ رب کا کلام ہے۔ اور جب حضور ہی کو اس آیت کے کلام الہی ہونے میں شک ہوا تو ہم کو اس کا یقین کی طرح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہمارا یقین تو حضور کے یقین پر قائم ہے۔ اسی لئے اس وقت حضور انور نے حضرت جبریل سے یہ نہ پوچھا کہ تم کون ہو اور مجھے کیا پڑھانا چاہتے ہو معلوم ہوا کہ حضور ﷺ انہیں جانتے پہچانتے تھے۔ کیوں نہ پہچانتے کہ حضرت جبریل اور سارا عالم حضور ہی کے نور سے بنا۔ اور حضور کا نور ان سب سے پہلے پیدا ہوا۔ رہا ورقہ ابن نوفل کے پاس تشریف لے جانا اور ورقہ کا یہ عرض کرنا دوسروں کی تصدیق کے لئے تھا کہ سننے والے ورقہ تو ریت کے بڑے عالم تھے۔ مکہ والے ان کے علم و عمل کے قائل تھے۔ اور ان پر اعتماد کرتے تھے۔ غرضیکہ حضور ﷺ کا بی بی خدیجہ الکبریٰ کے ساتھ ورقہ ابن نوفل کے پاس جانا اپنے علم کے لئے نہیں بلکہ ان سے تصدیق کرانے کے لئے تھا۔ تاکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ کی نبوت کا عین التحقین حاصل ہو جائے اور دوسروں کو علم التحقین۔ جیسے حضور کا پتھروں سے کلمہ پڑھانا۔ درختوں سے گواہی دلوانا۔ اپنے علم کے لئے نہیں۔ دوسروں کے بتانے کے لیے ہے۔

## اعتراض نمبر ۱۵

نور سے بشر افضل ہے۔ دیکھو آدم علیہ السلام کو جو بشر تھے۔ نوری فرشتوں نے سجدہ کیا۔ اور معراج میں حضور بشر ہو کر عرش سے بھی وراء پہنچے۔ جہاں وہاں کہاں سب ختم ہو گیا۔ اور نوری جبریل سدرہ پورہ گئے۔ لہذا حضور کو نور کہنا حضور کی شان گھٹانا ہے۔

**جواب:-** اولاً تو یہ قاعدہ ہی غلط ہے کہ بشر نور سے مطلقاً افضل ہے ورنہ پھر چاہیے۔ کہ تم بلکہ ابو جہل وغیرہ بھی فرشتوں سے افضل ہوں دوسرے یہ کہ اعتراض تب درست تھا۔ جب ہم حضور ﷺ کی بشریت کا انکار کرتے۔ حضور نور بھی ہیں۔ بشر بھی۔ محض بشر اور مجسم نور

سے وہ افضل ہے جو نور بھی ہو اور بشر بھی۔

خیال رہے کہ کافر انسان کتے بے سے بدتر ہے رب فرماتا ہے:  
اولئك هم شر البرایہ۔

## دوسرا باب

### تن بے سایہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو جہاں اور صدمہ معجزے بخشے۔ وہاں یہ معجزہ بھی عطا فرمایا کہ حضور کے جسم شریف کو بے سایہ بنایا۔ دھوپ چاندنی چراغ وغیرہ کی روشنی میں آپ کے جسم اطہر کا بالکل سایہ نہ پڑتا تھا بلکہ جو لباس حضور پہنتے ہوتے تھے وہ لباس بھی بے سایہ ہو جاتا تھا۔ اس پر آیات قرآنیہ احادیث صحیحہ اقوال فقہاء بلکہ خود فرقہ دیوبندیہ وہابیہ کے اقوال گواہ و شاید ہیں۔ چنانچہ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

### حضور کے بے سایہ ہونے کا قرآنی آیات سے ثبوت

قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین۔

**ترجمہ:** اے لوگو! تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور (محمد مصطفیٰ ﷺ) اور روشن کتاب تشریف لائے۔

یا یہا النبى انا ارسلناک شاحدا و مبشرا و نذیرا و داعیا الی اللہ باذنہ و سراجا منیرا۔

**ترجمہ:** اے نبی! ہم نے تم کو بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری سنانا و رانا اللہ کی طرف اسی کے حکم پر بلاتا ہوا۔

مثل نورہ کمشکوۃ فیہا مصباح المصباح فی الزجاجة۔

**ترجمہ:** اور چمکانے والا سورج اللہ کے نور (محمد مصطفیٰ ﷺ) کی مثال ایسی ہے جیسے طاق جس میں چراغ چمکی میں ہو۔

(پارہ ۱۸ سورہ ۲۴ آیت نمبر ۳۵)

اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت میں حضور کو نور فرمایا دوسری آیت میں سورج کہا۔ تیسری آیت میں حضور کی ذات کو نور اور سینہ پاک کو چراغ

کی چمکی۔ اور ظاہر ہے کہ نہ تو نور کا سایہ ہوتا ہے نہ سورج کا اور نہ صاف چمکی کا۔ ان آیات سے حضور کا بے سایہ ہونا ثابت ہے۔

تفسیر مدارک شریف پارہ اٹھارہ سورہ نور میں زیر آیت لولا اذ سمعتموہ ایک واقعہ نقل فرمایا کہ لوگوں نے ام المؤمنین عائشہ

صدیقہ کو تہمت لگائی حضور انور ﷺ نے حضرات صحابہ کرام سے اس کے متعلق مشورہ کیا تو حضرت ذوالنورین عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ

نے بارگاہ عالیہ میں یوں عرض کیا۔

وقال عثمان ان اللہ ما وقع ظلك على الارض لتلايق انسان قدمه على ذالك الظل فلما لم یکن

احداً من وضع القدم على ظلك كيف یمكن احدا من تلويث عرض زوجتك۔

**ترجمہ:** جناب عثمان نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! رب نے آپ کا سایہ زمین پر نہ ڈالا تا کہ کوئی شخص اس سایہ پر قدم نہ رکھ سکے تو جب

رب تعالیٰ نے کسی کو آپ کے سایہ پر قدم رکھنے کا موقع نہ دیا تو کسی کو یہ قدرت کیسے دے گا کہ آپ کی زوجہ پاک کی عصمت پر داغ لگائے۔

(تفسیر مدارک ج ۳ ص ۱۳۵ مطبوعہ دارالکتب العربیہ دہلی)

اور حضرت خلیف المسلمین امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے یوں عرض کیا۔

ان عمر رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ ﷺ انا قاطع بکذب المنافقین لان اللہ عصمک من وقوع

الذباب علی جلدك لانه يقع علی النجاسات فيتلطخ بها فلما عصمك من فالك القدر من القدر فكيف لا يعصمك من صحبة من تكون متلطخة يمشى هذه الفاحشة۔

**ترجمہ:** عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ہم کو منافقوں کے جھوٹے ہونے کا یقین ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے جسم پاک کو کبھی بیٹھنے سے محفوظ رکھا۔ کیونکہ کبھی گندگیوں پر پڑتی ہے جس میں وہ لتھڑ جاتی ہے جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس قدر گندگی سے بچایا ہے۔ تو اس بیوی کی صحبت سے کیوں نہ بچائے گا جو ایسی برائی میں لتھڑے۔

حضرت عثمان کے بیان سے معلوم ہوا کہ حضور انور کا جسم اطہر بے سایہ ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیان سے معلوم ہوا کہ آپ کے جسم پاک پر کبھی یہ عام کبھی نہ بیٹھی۔ جسم انور کا بے سایہ ہونا بھی معجزہ ہے اور جسم اطہر پر کبھی نہ بیٹھنا بھی معجزہ ہے۔

جسیم ترمذی نے اپنی کتاب نوادر الاصول میں حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

عن ذکوان ان رسول اللہ ﷺ لم یکن یزاله ظل فی شمس ولا قمر۔

**ترجمہ:** روایت ہے حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ سے کہ حضور ﷺ کا سایہ نہ دھوپ میں نہ نظر آتا تھا نہ چاند میں۔ (خصائص الکبریٰ للسیوطی باب الایۃ فی اللہ ﷺ لم یکن یری لعل ج اس ۱۱۶ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فصل آباد)

سیدنا عبد اللہ ابن مبارک اور حافظ علامہ ابن جوزی حضرت عبد اللہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں۔

قال لم یکن لرسول اللہ ﷺ ظل ولم یقم مع شمس الا غلبه ضرته ضونها ولا مع السراج الا ضرته ضرته۔  
**ترجمہ:** یعنی فرمایا کہ نبی ﷺ کا سایہ نہ تھا اور نہ کھڑے ہوتے آپ آفتاب کے سامنے مگر آپ کا نور آفتاب کے نور پر غالب آجاتا۔ اور نہ کھڑے ہوتے آپ چراغ کے سامنے مگر آپ کا نور چراغ کے نور کو دیا لیتا۔

(الوقایہ باحوال المعصومین علیہ السلام الباب التاسع والاربعون فی ذکر حسنہ ﷺ ج ۲ ص ۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

یعنی شریف نے حضرت عبد اللہ ابن معین سے روایت کی۔

قال حججت حجة الوداع قد خلت دارا بمكة فرايت فيها رسول الله ﷺ وجهه كدائرة القمر۔  
**ترجمہ:** فرمایا کہ میں حج وداغ میں شریک ہوا تو میں مکہ معظمہ میں ایک گھر میں گیا۔ میں نے اس میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ کا چہرہ انور چاند کی لگی کی طرح چمک رہا تھا۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب خصائص کبریٰ شریف میں حدیث ذکوان جو ابھی ذکر کی گئی۔ اسی کے متعلق ایک باب باندھا۔ اسی باب میں فرمایا

قال ابن مسمی من فضائله ﷺ ان ظله كان لا يقع علی الارض وانه كان نوراً فكان اذا مشى فی الشمس او القمر لا ينظر له ظل۔

**ترجمہ:** ابن مسیح نے فرمایا کہ حضور ﷺ کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا۔ اور آپ جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ نہ دیکھا جاتا تھا۔

(خصائص الکبریٰ للسیوطی باب الایۃ فی اللہ ﷺ لم یکن یری لعل ج اس ۱۱۶ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فصل آباد)

کتاب مستطاب الفؤج الملیب فی خصائص الجیب باب دوم فصل چہارم میں فرماتے ہیں۔

لم يقع ظله علی الارض ولا داء ی له ظل فی شمس ولا قمر۔

**ترجمہ:** حضور کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا اور آپ کا سایہ دھوپ میں دیکھا گیا نہ چاندنی میں۔

(الفؤج الملیب فی خصائص الجیب باب دوم فصل چہارم ص ۵۳ مطبوعہ مطبع الکتاب۔ بیروت)

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا شریف میں فرماتے ہیں۔

وما ذکر من انه لا ظل لشخصه فی شخص ولا قمر لانه كان نوراً۔

**ترجمہ:** یہ جو ذکر کیا گیا کہ حضور کے جسم انور کا سایہ نہیں دھوپ میں نہ چاندنی میں یہ اس لئے ہے حضور نور ہیں۔

(شفاء نعل فی الآیات النبیہ عند مولدہ ص ۱۲۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حضرت امام شہاب الدین غفاجی اس کی شرح نسیم الریاض میں فرماتے ہیں۔

ومن دلائل نبوته ﷺ ما ذکر من انه لا ظل لشخصه ای جسده الشریف اللطیف اذا كان فی شمس او قمر لانه ﷺ كان نوراً والانوار شفاة لطيفة لا تحجب غیرها و الا الانوار لا ظل بها کما تشاهد فی انوار الحقیقة وهذا رواه صاحب الوفاء عن ابن عباس قال لم یکن لرسول الله ﷺ ظل ولم یقم مع شمس الا غلب ضوته ضواءه وقد تقدم هذا الکلام فیہ وقد نطق القرآن بانه النور المبین وكونه بشراً لا ینا فیہ کما توهم فان فهمت فهو نور علی نور فان النور هو الظاهر بنفسه المظهر بعده و تفصیل فی المشکوة الانوار۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ کی نبوت کی دلیلوں میں سے وہ ہے جو ذکر کیا گیا۔ کہ حضور کے جسم لطیف کا سایہ نہ تھا۔ جب کہ آپ دھوپ یا

چاندنی میں ہوتے کیونکہ حضور نور ہیں۔ اور انوار شفاف و لطیف ہیں۔ کسی کے لئے آڑ نہیں بنتے۔ نوروں کا سایہ نہیں ہوتا۔ جیسا کہ حقیقی

نوروں کا سایہ نہیں ہوتا۔ جیسا کہ حقیقی نوروں میں دیکھا جاتا ہے۔ کتاب الوفاء والے نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا۔ فرماتے ہیں۔

کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہ تھا۔ اور نہ کھڑے ہوتے تھے۔ آپ سورج یا چراغ کے سامنے مگر آپ کی چمک ان کی چمکوں پر غالب آتی

تھی۔ یہ گفتگو اور اس میں کلام گزر چکا۔ قرآن کریم فرما رہا ہے۔ کہ حضور کھلا ہوا نور ہیں۔ اور آپ کا بشر ہونا اس کے خلاف نہیں جیسا کہ وہ ہم کیا

کیا ہے۔ تو اگر تم سمجھو تو حضور نور علی نور ہیں۔ کیونکہ نور وہ ہوتا ہے۔ جو خود ظاہر ہو۔ دوسرے کو ظاہر کرے اس کی تفصیل مشکوٰۃ الانوار میں ہے۔

(نسیم الریاض ج ۳ ص ۲۸۲ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

حضرت مولوی جلال الدین رومی قدس سرہ شتوی شریف میں فرماتے ہیں۔

چون فناشی از فقر پیرایہ بود او محمد دار بے سایہ بود۔

**ترجمہ:** جو فقیر حضور کی ذات میں فنا ہو وہ محمد کی طرح بے سایہ ہوتا ہے۔

(شتوی شریف دفتر پنجم ص ۷۷ مطبوعہ مرکزی تحقیقات فارسی پاکستان)

## حاشیہ.....☆

عبدالرزاق عن ابن جریج قال اخبرنی نافع ان ابن عباس قال لم یکن لرسول الله ﷺ ظل ولم یقم

مع شمس قط الاغلب وضوءه الشمس ولم یقم مع سراج قط الاغلب وضوءه السراج۔

**ترجمہ:** عبدالرزاق ابن جریج سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا مجھے نافع نے خبر دی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے

بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہیں تھا۔ آپ ﷺ کبھی سورج کے سامنے کھڑے نہیں ہوئے مگر آپ کی روشنی سورج کی دھوپ پر

غالب ہوتی اور کبھی چراغ کے سامنے کھڑے نہیں ہوئے مگر آپ کی روشنی چراغ پر غالب ہوتی۔

(الجزء المفقود من المصنف عبدالرزاق ص ۵۶ مطبوعہ لاہور)

یہ روایت سند صحیح ہے۔ اس روایت کے چار راوی ہیں: (۱) عبدالرزاق (۲) امام ابن جریج (۳) امام نافع (۴) حضرت جابر رضی اللہ عنہ۔

حضرت مولانا عبدالحق علی بحر العلوم شرح مثنوی میں اسی شعر کی شرح میں فرماتے ہیں۔

مصرع ثانی بمعجزه آن سرور ﷺ واسایہ نعمی الخاد۔

**ترجمہ:** دوسرے مصرع میں حضور ﷺ کے معجزہ کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کا سایہ نہ پڑتا تھا۔

(قراتمام مجموعہ رسائل دستاورد سالیہ ۷۵ مطبوعہ ضیاء الدین پبلی کیشنز کراچی)

امام احمد بن محمد خطیب قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں۔

لم یکن له ﷺ ظل فی شمس ولا فی قمر۔ رواه الترمذی عن ذکوان۔

**ترجمہ:** حضور کا سایہ نہ تھا نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں جیسا کہ ترمذی شریف نے حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(مواہب لدنیہ ج ۱ ص ۲۸۰ مطبوعہ مصر)

علامہ حسین ابن محمد وہاب بکری اپنی کتاب التحسین فی احوال النفس النقیس میں فرماتے ہیں۔

لم یقطع ظله علی الارض ولا روی له ظل فی شمس ولا فی قمر۔

**ترجمہ:** حضور کا سایہ زمین پر نہ پڑا اور آپ کا سایہ دیکھا نہ گیا۔ نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں۔

(تاریخ النقیس ج ۱ ص ۲۳۸ مطبوعہ مطبع عثمان عبدالرزاق مصر)

(۱۳) کتاب نور الابصار فی مناقب آل النبی الاطہار میں فرماتے ہیں۔

لم یقطع ظله علی الارض ولا روی له ظل فی شمس ولا فی قمر۔

**ترجمہ:** حضور کا سایہ زمین پر نہ پڑا اور نہ آپ کا سایہ دھوپ میں دیکھا گیا۔ نہ چاندنی میں۔

کتاب افضل القرئی میں امام ابن حجر کی رحمۃ اللہ علیہ میں فرماتے ہیں۔

ومما یؤید انه ﷺ صار نورا اذ کان اذ امشی فی الشمس والقمر لا یظہر له ظل لانه لا یظہر له ظل لانه لا یظہر الا بکشف وهو قد خلصه الله من سائر الکشافات الجسمانیة وصیرہ نورا صرفا لا یظہر له ظل اصلا۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ کے نور ہوجانے کی تائید کرنے والے دلائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ جب دھوپ اور چاندنی میں چلتے تو

آپ کا سایہ ظاہر نہ ہوتا۔ کیونکہ سایہ صرف کثیف چیز کا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کو ساری جسمانی کثافتوں سے صاف فرمادیا آپ کا

خالص نور بنادیا۔ لہذا آپ کا سایہ بالکل ظاہر نہ ہوتا تھا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ اپنی کتاب مدارج النبوة میں فرماتے ہیں۔

(۱۶) ونبود مرآں حضرت ﷺ کا سایہ در آفتاب نہ در قمر۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ کا سایہ نہ تھا نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں۔

(مدارج النبوة ج ۱ ص ۳۳ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

رواہ الحکیم الترمذی عن ذکوان فی نوادر الاصول۔

**ترجمہ:** اسے حکیم ترمذی نے حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ سے نوادر الاصول میں روایت کیا۔

(۱۷) حضرت مجدد الف ثانی قطب ربانی قدس سرہ مکتوبات شریف جلد تیسری مکتوبات نمبر ۱۰۰ میں فرماتے ہیں۔

ادرا ﷺ سایہ نبود۔ در عالم شہادت سایہ ہر شخص از شخص لطیف تر است چوں لطیف و دماغ عالم نباشد۔ اور اسایہ چہ صورت دارد۔

**ترجمہ:** نبی ﷺ کا سایہ نہ تھا عالم شہادت میں ہر جسم کا سایہ جسم سے زیادہ لطیف ہوتا ہے جب حضور ﷺ سے لطیف دنیا میں کوئی

چیز نہیں تو آپ کے سایہ کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔

(مکتوبات شریف ج ۳ ص ۹۳ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

(۱۸) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ تفسیر عزیزی پارہ تیسواں سورہ الصبحی کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

سایہ ایشاں بر زمین نمی اوقاد۔

**ترجمہ:** حضور کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا۔

(تفسیر عزیزی ج ۳ ص ۳۱۲)

(۱۹) مجمع البحار میں شی کی رح میں بحوالہ شرح شفا فرمایا۔

من اسمائه ﷺ النور قيل من خصائصه ﷺ انه اذا امشى في الشمس والقمر لا يظهر له ظل۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ کے ناموں میں سے نام شریف نور بھی ہے کہا گیا ہے کہ حضور کی خصوصیات سے یہ ہے کہ آپ جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ یہ ظاہر نہ ہوتا تھا۔

(مجمع بحار الانوار ج ۳ ص ۳۰۲ مطبوعہ مکتبہ انڈیا)

(۲۰) علامہ سبحان حملی فتوحات احمدیہ شرح ہمز یہ میں فرماتے ہیں۔

لم يكن له ﷺ ظل ما يظهر في الشمس ولا قمر۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ کا سایہ نہ تھا جو دھوپ یا چاندنی میں ظاہر ہوتا۔

(فتوحات احمدیہ شرح ہمز یہ ص ۵ مطبوعہ مکتبہ التجاریہ الکبیر مصر)

(۲۱) جواہر البحار شریف میں علامہ یوسف مہبانی فرماتے ہیں جلد اول ص ۴۵۳

وكان اذا امشى في قمر او شمس لا يظهر له ظل۔

**ترجمہ:** حضور جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ ظاہر نہ ہوتا تھا۔

مذکورہ بالا احادیث اور ارشادات علماء سے بخوبی ثابت ہوا کہ حضور انور ﷺ کے جسم اطہر کا سایہ قطعاً نہ تھا۔ نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں نہ چراغ کی روشنی میں۔

## وہابی دیوبندی تائید

حضور نبی کریم ﷺ کے جسم انور کا سایہ نہ ہونا علماء دیوبند و علماء غیر مقلد بھی مانتے ہیں اس پر بڑے زور دلائل پیش کرتے ہیں نہ معلوم موجودہ دیوبندیوں پر کیا مار ہے کہ اپنے بڑوں کی بھی نہیں مانتے۔ اور اس مسئلہ کا انکار ہی کئے جاتے ہیں۔ رب تعالیٰ سمجھ دے ہٹ دھری سے بجائے حق قبول کرنے کی توفیق دے اب آپ دیوبندی علماء کے اقوال ملاحظہ فرمادیں۔ دیوبندیوں کے پیشوا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اپنی کتاب امداد السلوک میں ص ۸۶ پر فرماتے ہیں۔

بتواتر ثابت شد کہ آنحضرت ﷺ سایہ نہ داشتند۔ و ظاہر است کہ بحر نور ہما اجسام ظل سے دارند۔

**ترجمہ:** یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ سایہ نہ رکھتے تھے اور ظاہر ہے کہ نور کے سوا تمام اجسام سایہ رکھتے ہیں۔

دوستو! یہ ہے عقیدہ ان مولوی رشید احمد صاحب کا جو تمام دیوبندیوں کے بڑے عالم پیر بلکہ قطب وقت ہیں اور نہ جانے کیا کیا ہیں۔

غیر مقلد (اہل حدیث) کے مایہ ناز عالم حافظ محمد صاحب لکھوی اپنی تفسیر محمدی ساتویں منزل ص ۴۲۹ پر لکھتے ہیں۔

جاں گری بخت ہوندی تاں سر پر بدل سایہ کړدا

تے او پر زمین نہ پوندا سایہ حضرت پیغمبر دا

یہ ہے عقیدہ اہل حدیث حضرات کے بڑے بھاری عالم حافظ محمد صاحب لکھوی کا کہ حضور کا جسم انور بے سایہ ہے۔

### عقلی دلیل

عقل کا بھی تقاضا ہے کہ حضور ﷺ کا جسم انور کا سایہ نہ ہو۔ کیونکہ عالم اجسام میں بعض محسوس اجسام ایسے ہیں جن کا سایہ نہیں ہوتا یعنی وہ ہیں تو جسم مگر سایہ ندارد یا اس لئے کہ ان جسموں پر نور کی پالش قدرت نے کر دی ہے یا اس لئے کہ وہ شفاف ہیں۔ دیکھو چاند سورج تارے جسم بھی ہیں محسوس بھی ہیں مگر ان کا سایہ نہیں کیونکہ صرف اس لئے کہ ان پر نور کی پالش ہے چاند تارے بذات خود کالے ہیں سورج کی شعاعوں سے منور ہو گئے ہیں اس عارضی نورانیت کی وجہ سے ان کا سایہ نہیں بہت صاف و شفاف ہونے نے اس کو بے سایہ بنا دیا۔ بعض حالات میں کثیف جسم کا سایہ نہیں ہوتا۔ جب ہر چہا طرف سے اس پر روشنی ڈالی جاوے یا کوئی شخص بجلی کے نیچے کھڑا ہو جاوے تو سایہ نہ ہوگا۔ کیونکہ اسے نور نے گھیر لیا۔ گرمیوں میں جب دوپہر کے وقت سورج بالکل سر پر ہوتا ہے تو جسم انسانی بلکہ کسی جسم کا سایہ نہیں پڑتا کیونکہ سورج کا نور جسم کے ہر حصہ پر پڑتا ہے۔ اگر بجلی کا تیز بلب خود بھی روشن ہو اور اس کے اوپر دوسرے تیز بلب سے روشنی ڈالی جاوے تو یہ نور علی نور ہو جاوے گا وہاں سایہ کے پڑنے کا سوال ہی نہ رہے گا جب ان ظاہری اجسام کا عارضی انوار کی وجہ سے سایہ نہیں رہتا۔ تو حضور اقدس ﷺ جنہیں رب تعالیٰ نے مجسم نور فرمایا اور حضور اقدس ﷺ نے خود بھی دعا کی اللھم اجعلنی نوراً خدایا مجھے نور بناوے اور رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں انہیں نور علی نور فرمایا کہ دیکھو سورہ نور شریف اگر اس جسم پاک کا سایہ نہ ہو تو کیا تعجب ہے۔ مذکورہ تمام اجسام کو بے سایہ مان لیا جاتا ہے حضور انور ﷺ کے بے سایہ ہونے کا کیوں انکار ہے۔

### دوسری فصل..... اعتراضات و جوابات

تن بے سایہ کے مسئلہ پر مخالفین کے پاس کوئی قوی اعتراضات نہیں صرف دو تین شبہات ہیں جو ہر جگہ مختلف پیرایوں میں بیان کرتے پھرتے ہیں۔ چنانچہ ہم ان کے اعتراضات مع جوابات عرض کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ قبول فرمادے۔

### پہلا اعتراض

مسند احمد بن حنبل میں بروایت بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا ہے۔

قالت بینما ان یوما بنصف النہار واذا انا بظل رسول اللہ ﷺ۔

**ترجمہ:** فرماتی ہیں کہ ایک دن ٹھیک دوپہری ہیں حضور ﷺ تشریف لائے۔ میں حضور کے سایہ میں تھی۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۳۲ مطبوعہ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)

دیکھو حضرت صفیہ فرماتی ہیں حضور کے سایہ میں تھی اگر حضور کا سایہ نہ تھا تو آپ سایہ میں کس طرح ہو گئی تھیں۔ لفظ ظل پر غور کرو۔ ظل سایہ کو کہتے ہیں۔

**نوٹ:**۔ کسی دیوبندی وہابی کو حضور کا سایہ ثابت کرنے کے لیے اس حدیث کے سوا کوئی نثر مل سکی وہ اس کو بڑے فخر سے پیش کرتے ہیں جواب ملاحظہ ہو۔

**جواب:**۔ اس حدیث میں ظل سے مراد یہ معروف سایہ نہیں جو کثیف اجسام کا ہوتا ہے کیونکہ مدینہ منورہ میں گرمی کی ٹھیک دوپہر میں یہ سایہ پڑتا ہی نہیں اور اتنا دراز سایہ کہ دوسرا آدمی اس میں چل سکے یہ تو گرمیوں میں دوپہر کے وقت ہمارے ہاں بھی نہیں پڑتا۔ لہذا



یہاں یہ سایہ مراد نہیں عربی بلکہ اردو میں بھی رحمت و مہربانی و کرم اور پناہ یا مدد ظہیم ان کا سایہ دراز ہو۔ اور ان کا سایہ پڑتا رہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کی مہربانی رحمت پناہ ہمیشہ رہے حدیث پاک میں ہے۔

السلطان العادل المتواضع ظل اللہ۔

**ترجمہ:** مجز و انکسار والا عادل بادشاہ اللہ کا سایہ ہے۔

(جامع صغیر ج ۲ ص ۲۹۶ رقم الحدیث ۳۸۳۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

نیز حدیث پاک میں ہے۔

سبعة يظلهم الله تحت ظل عرشه۔

**ترجمہ:** سات آدمی ہیں کہ اللہ انہیں اپنے عرش کے سایہ میں رکھے گا۔

(جامع صغیر ج ۲ ص ۲۸۵ رقم الحدیث ۳۶۳۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

دیکھو نہ خدا تعالیٰ جسم کثیف ہے کہ اس کا سایہ ہو نہ عرش اعظم سایہ دار جسم ہے یہاں دونوں جگہ سایہ سے مراد رحمت اور پناہ ہے نیز حدیث پاک میں ہے۔

ان في الجنة شجرة تسير الراكب في ظلها مائة عام لا يَعْظُمَا۔

**ترجمہ:** جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں سوار سو برس چلے۔ تو اسے طے نہ کر سکے۔

(معجم مسلم کتاب البر والصلا ج ۲ ص ۳۷۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

دیکھو جنت میں نہ دھوپ ہے نہ چاندنی۔ پھر طوبیٰ درخت کے سایہ کے کیا معنی اگر سایہ سے مراد یہ سایہ معروف ہو تو یہ حدیث ہماری پیش کردہ حدیث ذکوان کے بھی خلاف ہوگی اور ان آیات قرآنیہ کے بھی خلاف جو پہلے باب میں عرض کی گئیں۔

## دوسرا اعتراض

قرآن کریم میں رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

يتفقا ظلاله عن اليمين وعن الشمال۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ہر چیز خود بھی اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہے اور اس کا سایہ بھی اگر حضور ﷺ کا سایہ نہ ہو تو حضور دوسری مخلوق کے مقابلے میں کم عابد ہوں گے۔ تمام مخلوق کے دو سجدے حضور کا صرف ایک سجدہ۔ لہذا حضور کا سایہ ہوتا کہ حضور انور کی عبادت بھی دو طرح کی ہو۔

**جواب:** اس اعتراض کے دو جواب ہیں۔ ایک الزامی اور دوسرا تحقیقی۔

جواب الزامی تو یہ ہے کہ آپ کے اس سوال سے لازم آتا ہے کہ جب کوئی دیوبندی صاحب سایہ میں نماز پڑھ رہے ہوں جہاں مولوی صاحب کا سایہ نہ پڑ رہا ہو۔ اور اس وقت کوئی جانور دھوپ میں کھڑا ہو تو جس کا سایہ پڑ رہا ہو۔ تو اسی وقت مولوی صاحب سے وہ جانور افضل ہو جاوے۔ کہ مولوی صاحب تو صرف اپنے آپ ہی سجدہ کر رہے ہیں۔ سایہ نہیں کر رہا۔ اور وہ جانور بھی سجدہ کر رہا ہے۔ اس کا سایہ بھی جو تم اپنے متعلق وہاں جواب دو گے وہ یہی یہاں جواب دے لیتا۔

جواب تحقیقی یہ ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کا ایک سجدہ تمام دنیا کی تمام عمر کی عبادات سے افضل ہے۔ جب حضور کے صحابی کا سوا سیر جو خیرات کرنا ہمارے پہاڑ بھر سونا خیرات سے افضل ہوا تو حضور کی عبادات کا کیا پوچھنا ہے۔ کوئی چیز سایہ دار ہو یا غیر سایہ دار حضور کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتی۔

مولوی صاحب! آئندہ آپ اور آپ کی جماعت ہمیشہ دھوپ میں ہی نمازیں پڑھا کریں۔ تاکہ ڈبل سجدہ ہوا کرے آپ کا اور آپ کے سایہ کا بھی۔

### تیسرا اعتراض

رب تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

قل انما انا بشر مثلكم۔

**ترجمہ:** فرمادو کہ میں تم جیسا بشر ہوں۔

(سورہ کہف پارہ ۱۶ آیت نمبر ۱۱۰)

جب یہ حکم قرآنی حضور ہم جیسے ہیں اور ہم تو بے سایہ نہیں۔ بلکہ سایہ دار ہیں تو چاہیے کہ حضور بھی بے سایہ نہ ہوں۔ سایہ دار ہوں ورنہ مسلّم کا ظہور نہ ہوا۔

**جواب:-** اس اعتراض کے بھی دو جواب ہیں۔ ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔

جواب الزامی تو یہ ہے کہ پھر تو یوں کہو کہ حضور ﷺ ہم جیسے بشر ہیں اور ہم تو نہ نبی ہیں نہ رسول نہ شفیع الحمد للہ نہ درجۃ اللعالمین تو نعوذ باللہ حضور ﷺ بھی نہ نبی نہ رسول نہ کسی اور صفت عالیہ سے موصوف ہوں۔ بشر مثلكم کی اسی تفسیر سے نبوت و رسالت وغیرہ ہی کا انکار ہو گیا۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں مشیت صرف اس میں ہے کہ حضور ﷺ دوسرے بندوں کی طرح نہ خدا ہیں۔ نہ خدا کی اولاد نہ خدا کے رشتہ دار بھائی وغیرہ اللہ کے خالص بندے ہیں آپ میں الوہیت کا شائبہ بھی نہیں۔

مخالفین کے پاس سایہ ہونے پر کوئی قوی دلیل نہیں۔ صرف عناد و ضد سے انکار کرتے ہیں۔ یوں ہی وہابیات شہادت کو دلائل سمجھے بیٹھے ہیں۔ ہم نے تو اسی قدر آیات قرآنیہ احادیث نبویہ اقوال بزرگان دین عقلی دلائل تمہارے بزرگوں کے اقوال پیش کر دیئے تم بھی سایہ ہونے پر کوئی آیت یا حدیث یا صحابی کا فرمان ہی پیش کر دو۔ اگر نہیں پیش کر سکتے تو آقائے دو جہان ﷺ کے ایک خدا داد معجزے اور کمال کا کیوں انکار کرتے ہو۔ افسوس ہے کہ دوسری قومیں اپنے بزرگوں کے جھوٹے کمالات کے ڈھنڈورے پیٹتے ہیں اور تم اپنے رسول کے سچے کمالات ماننے کو تیار نہیں۔ اگر اس قسم کے لاکھوں کمالات رب تعالیٰ نے حضور کو دے دیئے۔ تو تمہارا کیا بگڑ گیا۔ اللہ تعالیٰ وہ آنکھ عطا فرمادے جو حضور سید عالم ﷺ کے کمالات دیکھے۔ آمین!

آنکھ والا تیرے جلووں کا تماشا دیکھے!

دیدہ کور کیا آئے نظر کیا دیکھے

دوستو! یہ ظاہری آنکھیں ظاہری سرمہ سے تیز ہوتی ہیں۔ مگر دل کی آنکھ خاک در اولیاء سے منور ہوتی ہے۔ کسی بزرگ کے آستانہ کی خاک دل کی آنکھ پر ملو۔ تاکہ بصیرت تیز ہو۔ حضور ﷺ کو ابو جہل نے صرف بصارت سے دیکھا۔ کافر بنی۔ ہا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بصیرت سے بھی دیکھا۔ مومن صحابی ہوئے۔

سرمہ کن در چشم خاك اولیاء

تابه بينى زابنداء نا انتهاء

## امام غزالی رحمه الله عليه

نے فرمایا کہ نبی رؤف رحیم ﷺ کا سایہ اس لئے نہ تھا کہ سایہ جسم سے لطیف ہوتا ہے۔ جیسے کہ دیوار درخت وغیرہ جسم کثیف اور ان کا سایہ لطیف ہوتا ہے کائنات میں جسم پاک مصطفیٰ ﷺ سے زیادہ کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر آپ کا سایہ ہوتا تو آپ سے زیادہ لطیف ہوتا اور آپ کی صفت لطافت میں کمی ہو جاتی۔ حالانکہ آپ اپنی تمام صفات میں اکمل ترین ہیں۔ یہ تقابل رب العالمین کو پسند نہ تھا۔

سایہ پسند آیا نہ پروردگار کو!

بے سایہ کر دیا اس سایہ دیوار کو

آقائے دو عالم حضور اقدس ﷺ کے بے سایہ ہونے کے اتنے دلائل و اقوال ہیں۔ کہ اگر اس کو اجتماعی مسئلہ کہہ دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ نہ معلوم منکرین کو اس کے تسلیم کرنے میں کیا عذر درپیش ہے۔ یہ کوئی اچھنے کی بات نہیں۔ نہ ہی بے سایہ ہونا نشان الوہیت ہے جو یہ عقیدہ شرک ہوتا۔ دنیا میں کروڑ ہا اشیا بے سایہ ہیں وہاں ان کو ماننے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔

والله اعلم بالصواب

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ ونور عرشہ وزینت عرشہ سیدنا ومولانا محمد والہ واصحابہ  
وبارک وسلم۔

## بحث نداء يا رسول الله يا نعره يا رسول الله

حضور علیہ السلام کو دور یا نزدیک سے پکارنا جائز ہے۔ ان کی ظاہری زندگی پاک میں بھی اور بعد وفات شریف بھی خواہ ایک ہی شخص عرض کرے یا رسول اللہ یا ایک جماعت مل کر نعرہ رسالت لگائے۔ یا رسول اللہ ہر طرح جائز ہے۔ اس بحث کو ہم دو باب میں تقسیم کرتے ہیں۔

### پہلا باب

#### نداء يا رسول الله کے ثبوت میں

حضور علیہ السلام کو نداء کرنا قرآن کریم فعل ملائکہ فعل صحابہ اور عمل امت سے ثابت ہے قرآن کریم نے بہت مقامات میں حضور علیہ السلام کو نداء فرمائی یا ایہا النبی یا ایہا الرسول یا ایہا المدثر غیرہ ان تمام آیات میں حضور علیہ السلام کو پکارا گیا ہے۔ ہاں دیگر انبیاء کرام کو ان کے نام سے پکارا یا موسیٰ یا عیسیٰ یا یحییٰ یا ابراہیم یا آدم وغیرہ مگر محبوب علیہ السلام کو پیارے پیارے القاب سے نداء فرمائی۔

یا آدم است یا پدر انبیاء خطاب  
یا ایہا النبی خطاب محمد است  
بلکہ قرآن کریم نے عام مسلمانوں کو بھی پکارا یا ایہا الذین امنوا اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ ہمارے محبوب علیہ السلام کو پکارو مگر اچھے القاب سے لا تتجملوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا۔

(پارہ ۱۸ سورہ نور آیت نمبر ۶۳)

اس میں حضور علیہ السلام کو پکارنے سے نہیں روکا گیا بلکہ فرمایا گیا کہ اوروں کی طرح نہ پکارو۔ قرآن نے فرمایا ادعواہم لابیاءہم (پارہ ۲۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۵) ان کو ان کے باپ کی طرف نسبت کر کے پکارو۔ اس آیت میں اجازت ہے کہ زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ کو پکارو۔ مگر ان کو ابن حارثہ کو ابن رسول اللہ نہ کہو۔ اسی طرح کفار کو اجازت دی گئی کہ وہ اپنے مددگاروں کو اپنی امداد کے لئے بلا لیں وادعوا شہداء کم من دون اللہ ان کنتم صدقین۔

(پارہ ۱ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۴)

مشکوٰۃ کی پہلی حدیث میں ہے کہ حضرت جبریل نے عرض کیا یا محمد اخبرنی عن الاسلام ندا پائی گئی۔  
(صحیح مسلم کتاب الایمان ج ۱ ص ۳۶-۳۷ رقم الحدیث ۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)  
مشکوٰۃ باب وفات النبی میں ہے کہ بوقت وفات ملک الموت نے عرض کیا۔ یا محمد ان اللہ اوصلنی الیک نداء پائی گئی۔ ابن ماجہ باب صلوٰۃ الحاجہ میں حضرت عثمان ابن حنیف سے روایت ہے کہ ایک نابینا بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر طالب دعا ہوئے ان کو یہ دعا ارشاد ہوئی۔  
اللہم انی امستک واتوجه الیک بمحمد نبی الرحمة یا محمد انی قد توجهت بک الی ربی فی حاجتی ہذہ لتقضی اللہم فشفعہ فی قال ابو اسحق ہذا حدیث صحیح۔

**ترجمہ:** اے اللہ میں تجھ سے مدد مانگتا ہوں اور تیری طرف حضور علیہ السلام نبی الرحمة کے ساتھ متوجہ ہوتا ہوں یا محمد ﷺ میں نے آپ کے ذر سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کی تاکہ حاجت پوری ہو۔ اے اللہ میرے لئے حضور کی شفاعت قبول فرما ابو اسحق نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(سنن ابن ماجہ باب ما جاء فی صلوٰۃ الحاجہ ج ۱ ص ۳۶۱ رقم الحدیث ۱۳۸۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (متدریک للحاکم ج ۱ ص ۷۰ رقم الحدیث ۱۹۳۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن ج ۳ ص ۳۸ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (عل الیوم الملیۃ للنسائی ج ۱ ص ۳۱۸ رقم الحدیث ۶۱۰ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاریخ الکبیر للبخاری ج ۱ ص ۱۰۹ رقم الحدیث ۲۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة ج ۱ ص ۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

یہ دعا قیامت تک کے مسلمانوں کو کھائی گئی ہے اس میں نداء بھی ہے اور حضور علیہ السلام سے مدد بھی مانگی ہے۔

عائگیری جلد اول کتاب الحج آداب زیارت قبر نبی علیہ السلام میں ہے۔

ثم يقول السلام عليك يا نبي الله اشهد انك رسول الله.

**ترجمہ:** اے نبی آپ پر سلام ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے نبی ہیں۔

(فتاویٰ عائگیری کتاب التماسک باب نذر الحاج فاحتمی زیارة قبر النبی ﷺ ج ۱ ص ۲۹۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

پھر فرماتے ہیں۔

ويقول السلام عليك يا حليفته رسول الله السلام عليك يا صاحب رسول الله في الغار.

پھر فرماتے ہیں۔

فيقول السلام عليك يا امير المؤمنين السلام عليك يا مظهر الاسلام عليك يا

مكشور الاصنام۔

**ترجمہ:** یعنی صدیق اکبر کو یوں سلام پیش کرے کہ آپ پر سلام ہوا ہے رسول اللہ کے سچے جانشین۔ آپ پر سلام ہوا ہے رسول اللہ کے

غار کے ساتھی۔ اور حضرت فاروق کو یوں سلام کرے کہ آپ پر سلام ہوا ہے مسلمانوں کے امیر آپ پر سلام ہوا ہے اسلام کو چکانے والے

آپ پر سلام ہوا ہے بتوں کو توڑنے والے رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اس میں حضور علیہ السلام کو بھی نداء ہے اور حضور کے پہلو میں آرام فرمانے

والے حضرت صدیق و فاروق کو بھی۔

(فتاویٰ عائگیری کتاب التماسک باب نذر الحاج فاحتمی زیارة قبر النبی ﷺ ج ۱ ص ۲۹۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ.....☆

امام عبدالرزاق بن حاتم بعد دعائی متونی ۳۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عبدالرزاق عن معمر عن ايوب عن نافع قال كان ابن عمر اذا قدم من سفر اتى قبر النبي ﷺ فقال السلام عليك يا رسول الله ﷺ السلام عليك يا ابا بكر السلام عليك۔

**ترجمہ:** حضرت نافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول تھا کہ جب بھی سفر سے واپس لوٹتے تو حضور ﷺ کی

کے روضہ اقدس پر حاضری دیتے اور عرض کرتے۔

”یا رسول اللہ ﷺ السلام عليك يا ابا بكر السلام عليك“

(مصنف عبدالرزاق باب السلام علی قبر النبی ﷺ ج ۳ ص ۵۷۶ رقم الحدیث ۶۲۳ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۸ رقم الحدیث

۱۱۷۹۳ مطبوعہ مکتبہ الرشید الریاض)، (سنن البیہقی ج ۵ ص ۲۳۵ رقم الحدیث ۱۰۰۵۱ مطبوعہ مکتبہ دارالبارکۃ المکرمۃ)، (الایضاح للنووی ص ۳۵۳ مطبوعہ

دارالیشاع الاسلامیہ بیروت)، (مواعظ للحدیث ج ۳ ص ۵۸۲ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (ذکر قاتی ج ۱۲ ص ۱۹۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (شفاء شریف

ج ۲ ص ۶۷۱ مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت)، (المدخل ج ۱ ص ۲۶ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (استیعاب الاسامع للمقریزی ج ۳ ص ۶۱۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ

بیروت)، (الطالب العالیہ الامین حجرہ عثمانی ج ۱ ص ۱۲۱ رقم الحدیث ۱۲۵۰ مطبوعہ مکتبہ المکرمۃ)

امام ابو ذر کربا محی الدین بن شرف النووی متونی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں۔

واعلم ان زیارة قبر الرسول ﷺ من اهم القربات وانجح المساعی..... الی ان قال ثم یاتی القبر

الکریم فیمستدبر القبلة ویستقبل جدار القبر عاض الطرف فی مقام الهیة والاجلال فیقول السلام عليك

یا رسول الله..... الی ان قال ویوسل به فی حق نفسه ویستشفع به الی ربه ﷺ۔

اکابر امت اولیاء ملت مشائخ و بزرگان دین اپنی دعاؤں اور وظائف میں یارسول اللہ کہتے ہیں۔ قصیدہ بردہ شریف میں ہے۔

یا اکرم الخلق مالی من الودیہ  
ترجمہ: اے بہترین مخلوق آپ کے سوا میرا کوئی نہیں

سواک عند حلول الحوادث العمر  
کہ مصیبت عامہ کے وقت جس کی پناہ لوں  
(شرح خرپوٹی ص ۲۱۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

امام زین العابدین فرماتے ہیں اپنے قصیدہ میں۔

یا رحمة للعلمین ادرك لذن العابدین  
اے رحمۃ للعالمین زین العابدین کی مدد کو پہنچو

محبوس ایدی الظلمین فی موب المذہم  
وہ اس ازدحام میں ظالموں کی قید میں ہے

مولانا جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

زمہجودی برآمد جان عالم  
نہ آخر رحمة للعالمین

نرحمہ یا نبی اللہ ترحمہ  
زمہجودی برآمد جان عالم

جدائی سے عالم کی جان نکل رہی ہے۔ یا نبی اللہ رحم فرما اور رحم فرماؤ۔ کیا آخر آپ رحمۃ للعالمین نہیں ہوں پھر ہم مجرموں سے فارغ کیوں ہوئیے۔  
(زیلع ص ۵ ملج قدیم)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدہ نعمان میں فرماتے ہیں۔

یا سید السادات جنتک قاصدا  
ارجو ضاک و احتمی بجماک

ترجمہ: اے پیشواؤں کے پیشوا میں دلی قصد سے آپ کے حضور آیا ہوں آپ کے رضاء کا امید ہوں۔ اور اپنے کو آپ کی پناہ میں دیتا ہوں۔  
(قصیدہ نعمان مع الخیرات الحسنان ص ۲۰۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

ان اشعار میں حضور کو ندا بھی ہے اور حضور علیہ السلام سے استعانت بھی اور یہ ندا اور سے بعد وفات شریف ہے۔ تمام مسلمان نماز میں کہتے ہیں۔ السلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ یہاں حضور علیہ الصلوٰۃ کو پکارنا واجب ہے۔ التحیات کے متعلق ہم شامی اور اربعۃ المتعات کی عبارتیں حاضر و ناظر کی بحث میں پیش کر چکے ہیں وہاں یہ گفتگو بھی تنہا یارسول اللہ کہنے کی۔ اگر بہت لوگ مل کر نعرہ رسالت لگائیں تو بھی جائز ہے کیونکہ جب ہر شخص کو یارسول اللہ کہنا جائز ہوا تو ایک ساتھ ملکر بھی کہنا جائز ہے چند مباح چیزوں کو ملانے سے مجموعہ مباح ہی ہوگا جیسے بریائی حلال ہے۔ اس لئے حلال چیزوں کا مجموعہ ہے۔ نیز اس کا ثبوت صراحتہ یہی ہے۔

☆.....

ترجمہ: اور جان لو کہ بے شک حضور نبی اکرم ﷺ کی قبر انور کی زیارت تمام قریبوں سے بڑھ کر اہم ترین قربت ہے اور تمام کوششوں سے بڑھ کر کامیاب ترین کوشش ہے۔ پھر کہا اس کے بعد زائر آپ ﷺ کی قبر انور کے پاس آئے قبلہ کی طرف پشت کر کے کھڑا ہوا اور قبر انور کی دیوار اس کے سامنے ہوا اور اپنی نگاہ کو مقام حبیب اور جلال پر مرکوز کر کے یوں کہے یارسول اللہ! آپ ﷺ پر سلامتی ہو۔ پھر زائر حضور نبی کریم ﷺ کا اپنی جان کے لئے وسیلہ پکڑے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ ﷺ کو وسیلہ بنا کر پیش کرے۔

(المجموع ج ۸ ص ۲۰۲ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

امام کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۶۸۱ھ لکھتے ہیں۔

سائل اللہ عزوجل کی بارگاہ میں حضور نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے اپنی حاجت پیش کرے پھر حضور اقدس ﷺ سے شفاعت کی درخواست کرے اور اس طرح عرض کرے:

یا رسول اللہ اسالک الشفاعۃ یا رسول اللہ اتوسل بک الی اللہ۔

ترجمہ: یارسول اللہ! میں آپ سے شفاعت کی درخواست کرتا ہوں اور یارسول اللہ! میں آپ کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ بنا تا ہوں۔  
(فتح القدیر ج ۲ ص ۳۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ بکونہ)

مسلم آخر جلد دوم باب حدیث الحجۃ میں حضرت یراء رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب حضور علیہ السلام ہجرت فرما کر مدینہ پاک داخل ہوئے۔

قصعد الرجال والنساء فوق البيوت وتفرق الغلمان والخدم في الطرق ينادون يا محمد يا رسول الله يا محمد يا رسول الله۔

**ترجمہ:** تو عورتیں اور مرد گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے اور غلام گلی کو چوں میں متفرق ہو گئے نعرے لگاتے پھرتے تھے یا محمد یا رسول اللہ یا محمد یا رسول اللہ۔

(صحیح مسلم کتاب الزہد والرفاق باب فی حدیث الحجۃ ج ۳ ص ۲۳۱۱ رقم الحدیث ۲۰۰۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱ ص ۱۵ رقم الحدیث ۶۸۹۷۰ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مسند ابویعلیٰ ج ۱ ص ۷۰ رقم الحدیث ۱۱۶ مطبوعہ دارالامان للتراث دمشق)

اس حدیث مسلم سے نعرہ رسالت کا صریح ثبوت ہوا اور معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کرام نعرہ لگایا کرتے تھے۔ اسی حدیث ہجرت میں ہے کہ صحابہ کرام نے جلوس بھی نکالا ہے اور جب بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سفر سے واپس مدینہ پاک تشریف لاتے تو اہل مدینہ حضور علیہ السلام کا استقبال کرتے اور جلوس نکالتے (دیکھو مشکوٰۃ و بخاری وغیرہ) جلسہ کے معنی ہیں بیٹھک یا نشست جلوس اس کی جمع ہے جیسے جلدہ کی جمع جلود۔ یعنی کوڑہ نماز ذکر الہی کا جلسہ ہے کہ ایک ہی جگہ ادا ہوتی ہے اور حج ذکر کا جلوس کہ اس میں گھوم پھر کر ذکر ہوتا ہے۔ قرآن سے ثابت ہے کہ تابوت سیکہ کو ملائکہ شکل جلوس لائے۔ بوقت ولادت پاک اور معراج میں فرشتوں نے حضور کا جلوس نکالا۔ اور اچھوں کی نقل کرنا بھی باعث ثواب ہے۔ لہذا یہ مروج جلوس اس اصل کی نقل ہے اور باعث ثواب ہے۔

## دوسرا باب

نداء یا رسول اللہ پر اعتراضات کے بیان میں

**اعتراض:** ..... قرآن کریم فرماتا ہے۔

ولا تدع من دون الله مالا ينفعك ولا يضرك۔

**ترجمہ:** اللہ کے سوا ان کو نہ پکارو نہ جو تم کو نفع و نقصان نہ پہنچا سکیں۔

(پارہ ۱۱ سورہ ۱۰ آیت نمبر ۱۰۶)

معلوم ہوا کہ غیر خدا کا پکارنا منع ہے۔

ويعبدون من دون الله مالا ينفعهم ولا يضرهم۔

**ترجمہ:** خدا کے سوا ان کو پکارتے ہیں جو ان کے لئے نافع و مضر نہیں۔

(پارہ ۱۹ سورہ ۲۵ آیت نمبر ۵۵)

ثابت ہوا کہ غیر خدا کو پکارنا بت پرستوں کا کام ہے۔

**جواب:** ان جیسی آیتوں میں جہاں بھی لفظ دعا ہے اس سے مراد بلا نا نہیں بلکہ پوجنا (دیکھو جلالین اور دیگر تفاسیر) معنی یہ ہیں کہ اللہ کے سوا کسی کو مت پوجو۔ دوسری آیت اس معنی کی تائید کرتی ہیں رب فرماتا ہے ومن يدع مع الله الها اخر (پارہ ۱۸ سورہ ۲۳ آیت نمبر ۱۱) جو خدا کے ساتھ دوسرے معبود کو پکارے (عبادت کرے) معلوم ہوا کہ غیر خدا کو خدا سمجھ کر پکارنا شرک ہے کیونکہ یہ غیر خدا کی عبادت ہے اگر ان آیات کے یہ معنی نہ کئے جاویں تو ہم نے جو آیات و احادیث اور علماء دین کے اقوال پیش کئے جن میں غیر خدا کو پکارا گیا

ہے سب شرک ہوگا۔ پھر زندہ کو پکارو یا مردہ کو سامنے والے کو پکارو یا دور والے کو سب ہی شرک ہوگا روزانہ ہم لوگ بھائی بہن دوست آشنا کو پکارتے ہی ہیں۔ تو عالم میں کوئی بھی شرک سے نہ بچا۔ نیز شرک کہتے ہیں غیر خدا کو خدا کی ذات یا صفات میں شامل کرنا کسی کو آواز دینا پکارنا اس میں کون سے مفت الہی میں داخل کرنا ہے پھر یہ شرک کیوں ہوا؟

**اعتراض**..... فاذا كبروا الله قياما وقعودا وعلى جنوبكم۔

**ترجمہ:** پس اللہ کو کھڑے بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر یاد کرو۔

(پارہ ۵ سورہ آیت نمبر ۱۰۳)

اس سے معلوم ہوا کہ اٹھتے بیٹھتے غیر خدا کا نام چنا شرک ہے صرف خدا ہی کا ذکر چاہیے۔

جواب: اس آیت سے ذکر رسول اللہ کو حرام یا شرک سمجھنا نادانی ہے۔ آیت تو یہ فرما رہی ہے کہ جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو ہر حال میں ہر طرح خدا کا ذکر کر سکتے ہو۔ یعنی نماز میں تو پابندی تھی کہ بغیر وضو نہ ہو، سجدہ رکوع اور قعدہ میں تلاوت قرآن کریم نہ ہو بلا عذر بیٹھ کر یا لیٹ کر نہ ہو مگر جب نماز سے فارغ ہو چکے تو یہ پابندیاں اٹھ گئیں۔ اب کھڑے بیٹھے لیٹے ہر طرح خدا کو یاد کر سکتے ہو۔

اس آیت میں چند امور قابل غور ہیں ایک یہ کہ یہ امر فاذا كبروا اللہ وجوب کے لئے نہیں صرف جواز کے لئے ہے کہ نماز کے علاوہ چاہے خدا کو یاد کرو خواہ غیر خدا کو خواہ بالکل خاموش رہو ہر بات کی اجازت ہے دوسرے یہ کہ اگر یہ امر وجوب کے لئے بھی ہو تو بھی ذکر غیر اللہ ذکر اللہ کی نفی نہیں تاکہ ذکر اللہ کے واجب ہونے سے یہ حرام ہو جاوے بلکہ ذکر اللہ کی نفی عدم ذکر اللہ ہے تیسرے یہ کہ اگر ذکر اللہ کی نفی ذکر اللہ مان بھی لی جاوے تب بھی ایک نفی کے واجب ہونے سے دوسری نفی زیادہ سے زیادہ حرام ہوگی نہ کہ شرک۔ مگر خیال رہے کہ حرام یا فرض ہونا فعل کی صفت ہے نہ کہ عدم فعل کی۔ چوتھے یہ کہ حضور علیہ السلام کا ذکر بالواسطہ خدا ہی کا ذکر ہے۔

من يطع الرسول فقد اطاع الله۔

**ترجمہ:** جس نے رسول اللہ کی فرمانبرداری کی اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی۔

(پارہ ۵ سورہ آیت نمبر ۸۰)

جب کلمہ نماز حج درود خطبہ اذان غرض کہ ساری عبادات میں حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کا ذکر داخل اور ضروری ہے تو نماز سے خارج ان کا ذکر اٹھتے بیٹھتے کیوں حرام ہوگا جو شخص ہر حال میں اٹھتے بیٹھتے درود شریف یا کلمہ پڑھے تو حضور کا ذکر رہا ہے ثواب کا مستحق ہے۔ پانچواں اس طرح کہ ثبت یلدا ایسی لہب (پارہ ۳۰ سورہ ۱۱۱ آیت نمبر ۱) اور سورہ منافقون اور وہ آیات جن میں کفار یا بتوں کا ذکر ہے ان کا پڑھنا ذکر اللہ ہے یا نہیں ضرور ہے کیونکہ یہ قرآنی آیات ہیں۔ ہر کلمہ یہ ثواب ہے اگرچہ ان آیات میں مذکور کفار یا بت ہیں مگر کلام تو اللہ کا ہے۔ کلام الہی کا ذکر تو ذکر اللہ ہو۔ مگر رحمت الہی یا نور الہی محمد رسول اللہ کا ذکر ذکر اللہ نہ ہو یہ کیا انصاف ہے؟ قرآن میں ہے قال فرعون پڑھا گیا پچاس نیکیاں ملیں اور محمد رسول اللہ کا نام لیا تو شرک ہو گیا۔ یہ کیا عقل ہے؟ ساتویں اس طرح کہ حضرت یعقوب علیہ السلام فراق حضرت یوسف میں اٹھتے بیٹھتے حضرت یوسف کے نام کی رٹ فرماتے تھے اور ان کی یاد میں اس قدر روئے کہ آنکھیں سفید ہو گئیں اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام فراق حضرت حوا علیہ السلام میں، حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فراق امام حسین رضی اللہ عنہ میں اٹھتے بیٹھتے ان کے نام چپا کرتے تھے اور بزبان حال یہ کہتے تھے۔

لو سر گمر کردہ و من بد گمر کردہ

حل من درد مجرت و لذت گمر از محسوب نیست



بتاؤ ان پر یہ حکم شرک جاری ہوگا یا نہیں اگر نہیں تو آج تو عاشق ہر حال میں اپنے نبی کو یاد کرے وہ کیوں مشرک ہوگا؟ ایک تاجردن رات تجارت کا ذکر کرتا رہتا ہے طالب علم دن رات ہر حال میں سبق یاد کرتا ہے۔ وہ بھی غیر خدا کا نام چپ رہا ہے وہ کیوں مشرک نہیں۔

**نوٹ:-** دینا مگر پنجاب میں ہمارا اور مولوی ثناء اللہ امرتسری کا اسی مسئلہ ندایا رسول اللہ پر مناظرہ ہوا۔ ثناء اللہ صاحب نے یہی آیت پیش کی۔ ہم نے صرف تین سوال کئے ایک یہ کہ قرآن میں امر کتنے معنی میں آیا ہے اور یہاں کون سے معنی میں استعمال ہوا؟ دوسرے یہ کہ ایک نفیض کے واجب ہونے سے دوسری نفیض حرام ہوگی یا نہیں؟ تیسرے یہ کہ ذکر اللہ کی نفیض کیا ہے؟ ذکر غیر اللہ یا عدم ذکر اللہ؟ جس کا جواب یہ دیا کہ آپ نے ان سوالات میں اصول فقہ اور منطق کو دخل دیا ہے یہ دونوں علم بدعت ہیں گویا کہ جاہل رہنا سنت ہے پھر ان سے سوال کیا کہ بدعت کی صحیح تعریف ایسی کر دو جس سے محفل میلاد تو حرام رہے اور اخبار اہل حدیث نکالنا سنت ہو؟ یہ سوالات اب تک ان تمام پر قائم ہیں۔ ابھی وہ زندہ ہیں کوئی صاحب ان سے جوابات دلوادیں ہم مشکور ہوں گے مگر اب افسوس کہ ثناء اللہ صاحب تو بغیر جواب دیئے دنیا سے چلے گئے کاش کوئی ان کے معتقد صاحب جواب دے کر ان کی روح کو خوش کریں۔

**اعتراض**..... بخاری جلد دوم کتاب الاستیذان بحث مصافحہ باب الاخذ بالیدین میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم کو حضور علیہ السلام نے التحیات میں السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ سکھایا فلما فبض قلنا السلام علی النبی ﷺ جب حضور علیہ السلام کی وفات ہوگئی تو ہم نے التحیات میں یوں پڑھا السلام علی النبی۔  
(صحیح البخاری کتاب الاستیذان بحث مصافحہ باب الاخذ بالیدین ج ۲ ص ۹۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

یعنی شرح بخاری میں اس حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں۔  
فظاهرہا انہم کانوا یقولون السلام علیک بکاف الخطاب فی حیاۃ النبی علیہ السلام لمعات ترکوا الخطاب و ذکر وہ بلفظ الغیۃ فصاروا یقولون السلام علی النبی۔

**ترجمہ:** حدیث کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ صحابہ کرام حضور کی زندگی پاک میں السلام علیک کاف خطاب سے کہتے تھے لیکن جبکہ حضور علیہ السلام کی وفات ہوگئی تو خطاب کو چھوڑ دیا اور لفظ غائب سے ذکر کیا اور کہنے لگے السلام علی النبی۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب الاستیذان بحث مصافحہ باب الاخذ بالیدین تحت رقم الحدیث ۶۲۶۵ ج ۲ ص ۳۸۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)  
اس حدیث اور شرح کی عبارت سے معلوم ہوا کہ التحیات میں السلام علیک کہنا زندگی پاک مصطفیٰ علیہ السلام میں تھا حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد التحیات میں بھی نداء کو چھوڑ دیا گیا تو جب صحابہ کرام نے التحیات میں سے ندا کو نکال دیا تو جو شخص نماز کے خارج میں یا رسول اللہ وغیرہ کہے تو بالکل ہی مشرک ہے۔

**جواب:-** بخاری اور یعنی کی یہ عبارات تو آپ کے خلاف بھی ہیں کیونکہ آج تک کسی امام مجتہد نے التحیات کے بدلنے کا حکم نہ دیا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی۔ اور امام شافعی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی التحیات اختیار فرمائیں۔ مگر دونوں التحیات میں السلام علیک ایہا النبی ہے غیر مقلد بھی خواہ ثنائی ہوں یا غزنوی یہی خطاب والی التحیات پڑھتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہ کرام نے اپنے اجتہاد سے التحیات کو بدلا اور حدیث مرفوع کے مقابل اجتہاد صحابی قبول نہیں۔ اور ان صحابہ کرام نے بھی اس لئے تبدیل نہ کیا کہ نداء غائب حرام ہے۔ ورنہ زندگی پاک میں دور رہنے والے صحابہ خطاب والی التحیات نہ پڑھتے۔ آخر یمن، خیبر، مکہ مکرمہ، نجد، عراق تمام جگہ نماز ہوتی تھی۔ تو اس میں وہی التحیات پڑھی جاتی تھی۔ نداء غائب برابر ہوتی تھی۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو حجاز میں تشریف فرما تھے اور نداء والی التحیات ہر جگہ پڑھی جا رہی تھی نہ حضور علیہ السلام نے منع فرمایا نہ صحابہ

کرام نے کچھ شبہ کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے التیحات سکھاتے وقت یہ نہ فرمایا تھا کہ یہ التیحات صرف ہماری زندگی پاک میں ہے اور ہماری وفات شریف کے بعد دوسری پڑھنا۔

فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب العقائد ص ۷۱ میں ہے۔ لہذا صیغہ خطاب کو بدلنا ضروری نہیں اور اس میں تقلید بعض صحابہ کی ضروری نہیں۔ ورنہ خود حضور علیہ السلام فرماتے کہ بعد میرے انتقال کے خطاب نہ کرنا۔ بہر حال صیغہ خطاب رکھنا اولیٰ ہے۔ اصل تعلیم اسی طرح ہے۔ خلاصہ جواب یہ ہوا کہ بعض صحابہ کا یہ فعل جہت نہیں ورنہ لازم آوے گا کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ پاک میں شرک ہوتا رہا۔ اور منع نہ فرمایا گیا۔ بعد میں بھی بعض نے بدلانا نہ کھلنے۔ بلکہ مرقات باب التمشید اخیر فصل میں ہے۔

واما قول ابن مسعود کنا نقول الخ فهو روايته ابی عوانة وروايته البخاري اصح فيها بينت ان ذلك ليس من قول ابن مسعود بل من فهم الراوي عنه ولفظها فلما قبض قلنا سلام يعني على النبي فقله قلنا سلام يعتمل انه اراد به استمرارنا على ما كنا عليه في حياته۔

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام نے التیحات ہرگز نہ بدلی یہ صرف راوی کی فہم ہے نہ اصل واقعہ۔

**اعتراض**..... بعض وہابی یہ کہتے ہیں کہ کسی نبی یا ولی کو دور سے یہ سمجھ کر پکارنا کہ وہ ہماری آواز سنتے ہیں شرک ہے کیونکہ دور کی آواز سننا تو خدا ہی کی صفت ہے غیر خدا میں یہ طاقت ماننا شرک ہے۔ اگر یہ عقیدہ نہ ہو تو یارسول اللہ یا غوث وغیرہ کہنا جائز ہے۔ جیسے ہوا کونداء دیا کرتے ہیں ”سن اے باد صبا“ وغیرہ کہ وہاں یہ خیال نہیں ہوتا کہ ہوا سنتی ہے آج کل عام وہابی یہی عذر پیش کرتے ہیں فتاویٰ رشیدیہ وغیرہ میں اسی پر زور دیا ہے۔

جواب:- دور سے آواز سننا ہرگز خدا کی صفت نہیں۔ کیونکہ دور سے آواز تو وہ سنے جو پکارنے والے سے دور ہو۔ رب تعالیٰ تو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے خود فرماتا ہے:

نحن اقرب اليه من حبل الوريد۔

**ترجمہ:** ہم تو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

(پارہ ۲۶ سورہ ۵۰ آیت نمبر ۱۶)

واذا سالت عبادي عني فاني قريب۔

**ترجمہ:** جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو فرما دو کہ قریب ہیں۔

(پارہ ۲۶ سورہ ۲۲ آیت نمبر ۱۸)

نحن اقرب اليه منكم ولكن لا تبصرون۔

**ترجمہ:** ہم اس بیمار سے بمقابلہ تمہارے زیادہ قریب ہیں مگر تم دیکھتے نہیں۔

(پارہ ۲۷ سورہ ۵۶ آیت نمبر ۸۵)

لہذا پروردگار تو قریب ہی کی آواز سنتا ہے ہر آواز اس سے قریب ہی ہوتی ہے کہ وہ خود قریب ہے اور اگر مان لیا جاوے کہ دور کی آواز سننا اس کی صفت ہے تو قریب کی آواز سننا بھی تو اس کی صفت ہے لہذا چاہیے کہ قریب والے کو بھی سامع سمجھ کر نہ پکارو۔ ورنہ مشرک ہو جاؤ گے سب کو بہرا جانو۔ نیز جس طرح دور کی آواز سننا خدا کی صفت ہے اسی طرح دور کی چیز دیکھنا۔ دور کی خوشبو پالینا بھی تو صفت الہی ہے اور ہم علم غیب اور حاضر و ناظر کی بحث میں ثابت کر چکے ہیں کہ اولیاء اللہ کے لئے دور و نزدیک یکساں ہیں۔ جب ان کی نظر دور و قریب کو یکساں دیکھ سکتی ہے تو اگر ان کے کان دور و نزدیک کی آوازیں سن لیں تو کیوں شرک ہوا؟ یہ وصف ان کو بہ عطاء الہی حاصل ہوا۔ اب ہم دیکھ رہے ہیں کہ دور کی آواز انبیاء و اولیاء سنتے ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے کنعان میں بیٹھے ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی خوشبو پالی اور فرمایا انسی لا جسد ریح یوسف (پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۹۴) بتاؤ یہ شرک ہوا یا نہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ پاک سے حضرت ساریہ کو آواز دی جو مقام نہاد میں جنگ کر رہے تھے۔ اور حضرت ساریہ نے وہ آواز سن لی (دیکھو مشکوٰۃ باب الکرامات فصل ثالث ص ۵۴۶ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی) حضرت فاروق کی آنکھ دور سے دیکھا حضرت ساریہ کے کان نے دور سے سنا۔ تفسیر روح البیان و جلالین و مدارک وغیرہ تفاسیر میں زیر آیت واذن فی الناس بالحق (پارہ ۱۷ سورہ ۲۲ آیت نمبر ۲۷) ہے کہ حضرت امیراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ بنا کر پہاڑ پر کھڑے ہو کر تمام روحوں کو آواز دی کہ اے اللہ کے بندو چلو قیامت تک جو بھی پیدا ہونے والے ہیں۔ سب نے وہ آواز سن لی۔ جس نے لبیک کہہ دیا وہ ضرور حج کرے گا اور جو روح خاموش رہی وہ کبھی حج نہیں کر سکتی کہیں یہاں تو دور کے علاوہ پیدائش سے پہلے سب نے حضرت خلیل کی آواز سن لی یہ شرک ہوا یا نہیں؟ اسی طرح حضرت خلیل نے بارگاہ رب جلیل میں عرض کیا کہ مولیٰ مجھے دکھا دے کہ تو مردے کو کس طرح زندہ فرمائے گا تو حکم ہوا کہ چار پرندوں کو ذبح کر کے ان کے گوشت چار پہاڑوں میں رکھو ثم ادعہن یا تینک سعیا (پارہ ۳ سورہ ۲۷ آیت نمبر ۲۶) پھر انہیں پکار دوڑتے ہوئے آئیں گے۔ دیکھو مردہ جانوروں کو پکارا گیا اور وہ دوڑتے ہوئے آئے تو کیا اولیاء اللہ ان جانوروں سے بھی کم ہیں؟ آج ایک شخص لنڈن میں بیٹھ کر بذریعہ ٹیلیفون ہندوستان کے آدمی سے بات کرتا ہے اور یہ جھڑ اس کو پکارتا ہے کہ ہندوستان کا آدمی اس آلہ کے ذریعہ میری بات سنتا ہے یہ پکارنا شرک ہے کہ نہیں؟ تو اگر کسی مسلمان کا عقیدہ یہ ہو کہ قوت نبوت ٹیلیفون کی قوت سے زیادہ ہے اور حضرات انبیاء قوت خداداد سے ہر ایک کی آواز سنتے ہیں۔ پھر پکارے یا رسول اللہ الغیث تو کیوں شرک ہو! حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک سفر میں جاتے ہوئے ایک جنگل میں چیونٹی کی آواز دور سے سنی۔ وہ کہتی ہے۔

یا بیہا النمل ادخلوا مسکنکم لا یحطمنکم سلیمان و جنودہ وہم لا یשמعون۔

**ترجمہ:** اے چیونٹیا اپنے گھروں میں چلی جاؤ تمہیں کچل نہ ڈالیں سلیمان اور ان کا لشکر بے خبری میں۔

(پارہ ۱۹ سورہ نمل آیت نمبر ۱۸)

تفسیر روح البیان وغیرہ میں اسی آیت کے ماتحت ہے کہ آپ نے تین میل سے چیونٹی کی یہ آواز سنی خیال کرو کہ چیونٹی کی آواز اور تین میل کا فاصلہ کہیں یہ شرک ہوا کہ نہیں؟

مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر ص ۲۵ الفصل الاول مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی میں ہے کہ دفن کے بعد میت قبر میں سے باہر والوں کے پاؤں کی آواز سنتی ہے اور زائرین کو دیکھتی اور پہچانتی ہے اسی لئے قبرستان میں جا کر اہل قبور کو سلام کرنا چاہیے اس قدر مٹی کے نیچے ہو کر

☆.....☆

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا احمد بن الحسين بن مابهرام ابو عبد الله الایدجی حدثنا محمد بن مرزوق البصری حدثنا هانی بن یحییٰ السلمی حدثنا حسن بن جعفر الجفیری عن قتادة عن یحییٰ بن وثاب عن ابی هريرة قال: قال رسول الله ﷺ لما كلم الله موسى كان يبصر ديب النمل على الصفا في الليلة الظلماء من سيرة عشرة فراسخ۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب اللہ عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تو موسیٰ علیہ السلام چیونٹی کے پاؤں کی آوازیں کے اندھیرے میں دس فرسخ کے فاصلے سنتے تھے۔

(طبرانی صغیر باب من اسماہ ص ۳۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

اتنی آہستہ آواز کو سنتا کس قدر دور کی آواز سنتا ہے کہو شرک ہوا یا کہ نہیں؟ ہم بحث علم غیب اولیاء اللہ میں مشکوٰۃ کتاب الدعوات کی حدیث نقل کر چکے ہیں کہ اللہ کا ولی خدا کی طاقت سے دیکھتا، سنتا اور چھوٹا ہے۔ جس کو خدا تعالیٰ اپنی قوت سے عطا فرماوے۔ وہ اگر دور سے سن لے تو کیوں شرک ہے؟ مخالفین کے معتد اور معتبر عالم مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی فتاویٰ عبدالحی کتاب العقائد صفحہ ۴۳ میں اس سوال کے جواب میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ لم یلد ولم یولد حضور علیہ السلام کی شان ہے اور قل هو اللہ احد (پارہ ۳۰ سورہ ۱۲۲ آیت نمبر ۱) حضور علیہ السلام کی صفت ہے ایک حدیث نقل فرماتے ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ چاند آپ کے ساتھ کیا معاملہ کرتا تھا۔ جبکہ آپ چہل روزہ تھے۔ آپ نے فرمایا کہ مادر مشفقہ نے میرا ہاتھ مضبوط باندھ دیا تھا۔ اس کی اذیت سے مجھ کو رونا آتا تھا اور چاند منع کرتا تھا۔ حضرت عباس نے عرض کیا کہ ان دنوں آپ چہل روزہ (چالیس دن) کے تھے یہ حال کیونکر معلوم ہوا؟ فرمایا لوح محفوظ پر قلم چلتا تھا اور میں سنتا تھا۔ حالانکہ شکم مادر میں تھا اور فرشتے عرش کے نیچے تسبیح کرتے تھے اور میں ان کی تسبیح کی آواز سنتا تھا۔ حالانکہ شکم مادر میں تھا۔ اس روایت سے تو ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام والدہ ماجدہ کے شکم میں ہی عرش و فرش کی تمام آوازیں سنتے تھے۔ حدیث میں ہے کہ جب کوئی عورت اپنے نیک شوہر سے لڑے تو جنت سے حور پکار کر اسے ملامت کرتی ہے (مشکوٰۃ باب معاشرۃ النساء ص ۲۸۱ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی) معلوم ہوا کہ گھر کی کوٹھڑی کی جنگ کو حور اتنی دور سے دیکھتی اور سنتی ہے اور پھر اس علم غیب بھی ہے کہ اس آدمی کا انجام بخیر ہوگا۔ دور بین سے دور کی چیزیں دیکھتے ہیں ریڈیو ویلفون سے دور کی آواز سنتے ہیں۔ تو کیا نبوت دلالت کی طاقت بجلی کی طاقت سے بھی کم ہے معراج میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنت میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی قدم کی آہٹ سنی جاری تھی اور اگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی بحکم مثالی جنت میں پہنچے تو حاضر و ناظر کا ثبوت ہوا۔

ان سب باتوں کے متعلق مخالف یہ بھی کہے گا کہ وہ تو خدا نے سنایا تو ان حضرات نے سن لیا۔ پس ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء کو خدا دور کی آوازیں سناتا ہے تو یہ سنتے ہیں خدا تعالیٰ کی یہ صفت ذاتی ان کی عطائی۔ خدا کی قدیم۔ ان حضرات کی حادث۔ خدا کی یہ صفت کسی کے قبضہ میں نہیں ان کی یہ صفت خدا کے قبضہ میں خدا کا سنتا بغیر کان وغیرہ عضو کے۔ ان کا سننا کان سے اتنے فرق ہوتے ہوئے شرک کیسا؟ اس نداء کے متعلق اور بہت کچھ کہا جاسکتا ہے مگر اسی قدر پر ہی کفایت ہے۔

بڑے علما نے عقلا والے اوتھے پل نہ اڑ دے نے میں سنایا دیکھ کے اس نون پتھر بھی کلمہ پڑھ دے نے

حاشیہ..... ☆

## ندائے یارسول اللہ پر مزید دلائل

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔

ترجمہ: رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہراؤ جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

(پارہ ۱۸ سورہ نور آیت نمبر ۲۳)

امام مجاہد بن جبر الحزبی التلمیسی متوفی ۱۰۰ھ لکھتے ہیں۔

انبا عبد الرحمن قال لنا ابراهيم قال نا آدم قال نا ورقاء عن ابن ابي نجيع عن مجاهد في قوله لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا قال امرهم ان يقولوا يارسول الله في لين و تواضع ولا يقولوا

حاشیہ..... ☆

یا محمد فی تجہم۔

(تفسیر مجاہد تحت سورۃ النور آیت نمبر ۶۳ ج ۲ ص ۲۴۵ مطبوعہ المستورات العلمیۃ بیروت)

امام علی بن احمد الواحدی متوفی ۳۶۸ھ لکھتے ہیں۔

ای لا تقولوا اذا دعوتموہ یا محمد کما یقول احدکم لصاحبه ولكن قولوا یا رسول الله یا نبی الله۔  
(الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز ج ۲ ص ۷۷۲ مطبوعہ دار الشامیۃ بیروت)

امام حسین بن مسعود بنوی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں۔

وقال مجاهد وقتادة لاتدعوه باسمه كما يدعوا بعضکم بعضا یا محمد یا عبد الله ولكن فخموه  
وشرفوه فقولوا یا نبی الله یا رسول الله۔

(تفسیر بنوی ج ۳ ص ۳۵۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

علامہ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

انهم امروا ان يقولوا یا رسول ونهوا ان يقولوا یا محمد قاله سعيد بن جبیر وعلقمة بن الاسود  
وعكرمة ومجاهد۔

(زاد المسیر ج ۶ ص ۶۸ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت)

ان کے علاوہ ملاحظہ فرمائیں:

(تفسیر کبیر ج ۸ ص ۳۰۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (تفسیر ابوسعود ج ۶ ص ۱۹۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (تفسیر الثعالبی ج ۳ ص ۱۲۹ مطبوعہ  
مؤسسۃ الانکسار للطباعة بیروت)، (فتح القدیر للشوکانی غیر مقلد ج ۴ ص ۵۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تفسیر بیضاوی ج ۳ ص ۲۰۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الکشاف  
ج ۳ ص ۲۶۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (الکتب والنسخ ج ۳ ص ۱۲۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۰۷ مطبوعہ دار الفکر  
بیروت)، (تفسیر طبری ج ۸ ص ۷۷۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام نور الدین علی بن ابی بکر البیہقی متوفی ۸۵۸ھ لکھتے ہیں۔

وعن ابی هريرة قال سمعت رسول الله ﷺ يقول والذي نفس ابی القاسم بيده لينزلن عيسى بن  
مريم اماما مقسطا وحكما عدلا فليكرسن الصليب ويقتلن الخنزير وليصلحن ذات البين وليذهبن  
الشحناء وليعرضن المال فلا يقبله احد ثم لن قام على قبري فقال يا محمد لاجبته قلت هو في الصحيح  
باختصار۔ رواه ابو يعلى ورجاله رجال الصحيح۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم ہے جس کے  
قبضہ میں ابوالقاسم ﷺ ک جان ہے البتہ ضرور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام نازل ہوں گے امام منصف اور امام حاکم عادل ہو کر سو ضرور  
صلیب توڑیں گے اور ضرور خنزیر کو قتل کریں گے اور ضرور لوگوں کے آپس کے معاملات درست کر دیں گے اور مال پیش کریں گے تو کوئی اس کو نہ  
لے گا پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر کہیں گے اے محمد ﷺ تو میں ضرور ان کو جواب دوں گا۔ یہ روایت اختصار کے ساتھ صحیح (بخاری ج ۱  
ص ۳۹۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی) میں ہے اس کو امام ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

(مجمع الزوائد مع الفوائد باب ذکر الانبیاء علیہم السلام ج ۸ ص ۱۱۳ مطبوعہ مؤسسۃ المعارف بیروت)، (الطلاب العالیہ ج ۳ ص ۳۳۹ رقم الحدیث ۳۵۷۲ مطبوعہ دار العاصمہ سعودی عرب مکتبۃ المکتبۃ)

امام احمد بن علی سوطی متوفی ۳۰۷ھ روایت کرتے ہیں۔

قام علی قبری فقال یا محمد لاجبته۔

**ترجمہ:** وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر کہیں گے اے محمد ﷺ تو میں ضرور ان کو جواب دوں گا۔

(مسند ابویعلیٰ ج ۱ ص ۲۶۲ رقم الحدیث ۶۵۸۳ مطبوعہ دار المأمون للتراث دمشق شام)

## حاشیہ.....☆

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

عن عبد الرحمن بن سعد قال خذرت رجل ابن عمر فقال له رجل اذكر احب الناس اليك فقال يا محمد۔  
(الارب المفرد ص ۲۵۰ رقم الحدیث ۹۶۳ مطبوعہ مکتبۃ الاثریہ سانگلہ و فی نسخہ ۳۳۵ رقم الحدیث ۹۶۳ مطبوعہ دار البیضاء الاسلامیہ بیروت و فی نسخہ ۱۳۲ مطبوعہ اداره اسلامیات انارکلی لاہور)

امام علی بن جعد الجوهري البغدادي متوفی ۲۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

ثنا علي انا زهير عن ابي اسحاق عن عبد الرحمن بن سعد قال كنت عند عبد الله بن عمر فخذرت رجله فقلت له يا عبد ابو عبد الرحمن مالم جللك؟ قال اجتمع عصبها من هاهنا قلت ادع احب الناس اليك قال يا محمد فانسببت۔

**ترجمہ:** امام عبد الرحمن بن سعید رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا پاؤں سو گیا۔ میں نے عرض کی اے ابو عبد الرحمن آپ کے پاؤں کو کیا ہوا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہاں سے نائریں اکھنی ہو گئی ہیں تو میں نے عرض کی کہ آپ اپنی محبوب ترین شخصیت کو ندا کریں تو آپ نے فوراً فرمایا یا محمد (ﷺ) پس فی الفور اسی وقت آپ کا پاؤں کھل گیا۔

(مشداتین الجحد ص ۳۶۹ رقم الحدیث ۲۵۳۹ مطبوعہ موسسہ دار بیروت)

امام ابوبکر ابن السنی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

حدثني محمد بن ابو اھيم الانماطي وعمرو بن الجعيد بن عيسى ثنا محمود بن خداش ثنا ابوبكر بن عياش ثنا ابو اسحاق السبيعي عن ابي سعيد قال كنت امشي مع ابن عمر فخذرت رجله فجلس فقال له رجل اذكر احب الناس اليك فقال يا محمدا فقال لمشي۔  
(عمل اليوم والليلة ص ۶۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

امام ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں۔

فقال له رجل اذكر احب الناس اليك فقال يا محمد ﷺ فكانما نشط من عقال۔

**ترجمہ:** ایک شخص نے انہیں کہا اس ہستی کو یاد کرو جو تمہیں تمام انسانوں سے زیادہ محبوب ہو انہوں نے کہا یا محمد (ﷺ) وہ اسی وقت چنگے بھلے ہو گئے گویا قید سے آزاد کر دیئے گئے ہوں۔

(الاذکار باب بالقول اذا خذرت رجلا ص ۲۷۱ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ مشکل وقت میں امام الانبیاء ﷺ کو پکارنا ان کو مدد کے لئے پکارنا نہ کفر ہے نہ شرک ہے نہ بدعت ضلالہ بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت مبارک ہے۔

حضرت ابو عبید ابن عامر الجراح نے حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہما کو ایک ہزار افراد کے ہمراہ حلب کا جائزہ لینے کے لیے روانہ کیا جب وہ حلب کے قریب پہنچے تو یقیناً پانچ ہزار افراد کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ مسلمان جم کر لڑے اتنے میں پیچھے پیچھے ہوئے پانچ ہزار افراد کے لشکر نے حملہ کر دیا۔ اس خطرناک صورت حال نے مسلمانوں کو بے حد پریشان کر دیا۔ حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا تھامے ہوئے بلند آواز سے پکارا۔

## ☆ حاشیہ

امام محمد بن عمرو اقدی متوفی ۲۰۷ھ لکھتے ہیں۔  
یا محمد یا محمد یا نصر اللہ انزل  
**ترجمہ:** یا محمد یا محمد اے اللہ کی امداد نازل فرما۔

(فتوح الشام ذکر فتح مدینہ حلب و قلاع حما ج ۱ ص ۲۳۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن عمرو اقدی متوفی ۲۰۷ھ لکھتے ہیں۔  
فتح بھنسا کے موقع پر ایک دفعہ جب رات بھر جنگ ہوتی رہی اس وقت مسلمانوں کا شعار علامتی نشان تھا۔  
یا محمد یا محمد یا نصر اللہ انزل۔  
**ترجمہ:** یا محمد یا محمد اے اللہ کی امداد نازل فرما۔

(فتوح الشام ذکر فتح بھنسا و نزول الصحابہ و قتل البطریق ج ۲ ص ۲۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کے احوال میں لکھتے ہیں۔  
و کان شعارهم یومئذ یا محمداه۔  
**ترجمہ:** اس زمانہ میں مسلمانوں کا شعار یا محمد اے کہتا تھا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔  
هذا مما تعاهده اهل المدينة۔

**ترجمہ:** یہ (یا محمد اے کی نداء) اہل مدینہ کے معمولات میں سے ہے۔

(تیم الریاض شرح الشفاء فیما روی عن السلف ج ۳ ص ۳۵۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

جنگ یرامہ میں میلہ کذاب کے ساتھ فوج کی تعداد ساٹھ ہزار تھی جبکہ مسلمانوں کی تعداد کم تھی۔ مقابلہ بہت شدید تھا۔ ایک وقت نوبت یہاں تک پہنچی کہ مسلمان مجاہدین کے پاؤں اکٹھے لگے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پہ سالار تھے انہوں نے یہ حالت دیکھی تو یہ تارہ لگایا:

حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں۔

ثم نادى بشعار المسلمين و كان شعارهم یومئذ یا محمداه۔

**ترجمہ:** تو انہوں نے مسلمانوں کی علامت کے ساتھ ندا کی اس دن مسلمانوں کی علامت تھی یا محمد اے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۲۳ مطبوعہ دار المعارف بیروت)

امام ابو الحسن علی بن ابی اکرم ابن الاثیر متوفی ۷۴۰ھ لکھتے ہیں۔

ثم برز خالد و دعا الى البزار و نادى بشعارهم و كان شعارهم یا محمداه فلم يبرز اليه احد الا قتله۔

**ترجمہ:** پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے (دشمن کو) للکارا اور للکارنے والوں کو دعوت دی پھر مسلمانوں کے معمول کے مطابق یا محمد اے کہہ کر نعرہ لگایا۔ پھر وہ جس شخص کو بھی للکارے اس کو قتل کر دیتے تھے۔

(اکالی فی التاریخ لابن الاثیر ذکر الخط و عام الرمادہ ج ۲ ص ۵۵۶ مطبوعہ دار صادر بیروت)

☆.....حاشیہ

حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا جب حراست میں میدان جنگ سے گزر رہی تھیں سانسہ فریاد کی۔  
یا محمد! یا محمد! صلی علیک اللہ و ملک السماء ہذا حسین بالعرافہ مزمل بالدماء مقطع  
الأعضاء یا محمد! و نالتک سبایا و دریتک مقتله تسفی علیہا الصبا..... قال فابکت کل عدو و صدیق۔

**ترجمہ:** اے بہت ہی تعریف کیے ہوئے۔ امداد (دومرتبہ) اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے اور آسمانی فرشتے درود بھیجیں یہ حسینؑ یہ ان میں ہیں خونِ گمانِ نبھانے ہوئے اعضاء کٹے ہوئے۔ یا محمد امداد آپ کی پیشیاں حراست میں ہیں آپ کی اولاد شہید کر دی گئی۔ باد صبا اللہ پر مٹی ازار میں ہے راوی کہتے ہیں اللہ کی پر سوز فریاد نے ہر اپنے اور بیگانے کو رلا دیا۔

(الہدایہ النہایت ج ۸ ص ۱۹۳ مطبوعہ دار المعارف بیروت)

امام امین یوزدہم نے کتاب میوں احکامات میں تین اولیات سے عقلم کا عظیم الشان واقعہ بیان منسلک روایت کیا کہ وہ تین بھائی سواران  
 ویاہرہ اور امام تین تھے کہ یہ تین بھائی سواران ویاہرہ تھے۔

قاسم: ثم اوم سودة قال لهم الملك اني اجعل ليحم الملك وازو حكم بناتي وندخلون في النصرانية فاقولوا قائلوا يا محمداه

**ترجمہ**۔ یعنی ایک بار نصاریٰ روم انہیں قید کر کے لے گئے بادشاہ نے کہا میں تمہیں سلطنت دوں گا اور اپنی بیٹیاں تمہیں یاہ دوں گا تم نصاریٰ ہو جاؤ انہوں نے نہ مانا اور نہ ہی یا محمد اہ۔

بادشاہ نے دیکھیں میں خیل گرم کر اگر دو صاحبوں کو اس میں ڈال دیا تیسرے کو اللہ تعالیٰ نے ایک سبب پیدا فرما کر بچا لیا۔ وہ دونوں پہ مہینے کے بعد مع ایک جماعت ملائکہ کے بیداری میں ان کے پاس آئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہاری شادی میں شریک ہونے کو بھیجا ہے۔ انہوں نے حال پوچھا فرمایا:

ما كانت إلا القطة التي رايت حتى خرجنا في الفردوس-

**ترجمہ:** بس وہی تیل کا ایک غوطہ تھا جو ہم نے دیکھا اس کے بعد ہم جنتِ اعلیٰ میں تھے۔

امام فرماتے ہیں۔

كانا مشهورين بذلك معروفين بالشام في الزمن الاول-

**ترجمہ:** یہ حضرات زمانہ سلف میں مشہور تھے اور ان کا یہ واقعہ معروف ہے۔

(شرح الصدور للسبطی باب زیارة القبر و علم الموتی ص ۹۰ مطبوعه خلافت اکیڈمی سوات)

امام شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ میں ہے۔

سئل عما يقع من العامة من قولهم عند السدائد يا شيخ فلان ونحو ذلك من الاستغاثة بالانبياء والمرسلين والصالحين وهل للمشايخ اغاثة بعد الاستغاثة بالانبياء والمرسلين والاولياء والعلماء الصالحين جائزة وللانبياء والمرسلين والاولياء والصالحين اغاثة بعد موتهم الخ -

**ترجمہ:** یعنی ان سے سوال ہوا کہ عام لوگ جو غیبتوں کے وقت انبیاء و مرسلین و اولیاء و صالحین سے فریاد کرتے اور یا شیخ فلاں (یا رسول اللہ یا علی یا شیخ عبدالقادر جیلانی) اور ان کی مثل کلمات کہتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اولیاء بعد انتقال کے بھی مدد فرماتے ہیں یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ بے شک انبیاء و مرسلین و اولیاء و علماء سے مدد مانگنی جائز ہے اور وہ بعد انتقال بھی امداد فرماتے ہیں۔

(فتاویٰ الریاض فی فروع الفقہ الشافعی مسائل شتی ج ۳ ص ۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)



## حاشیہ.....☆

علامہ خیر الدین ربی استاذ صاحب درمختار فتاویٰ خیر یہ میں فرماتے ہیں۔

قولہم یا شیخ عبدالقادر فہو نداء فما الموجب لحرمته۔

**ترجمہ:** لوگوں کا کہنا کہ یا شیخ عبدالقادر یہ ایک نداء ہے پھر اس کی حرمت کا سب کیا ہے۔

(فتاویٰ خیر یہ کتاب انکراہتہ والا تحسان ج ۲ ص ۸۲ مطبوعہ دار العارفین للطباعة بیروت)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وصلی علیک یا خیر خلفہ

ویا خیر من یرجی لکشف درزیہ

وانت مجیری من مجور ملئمہ

ویا خیر مامول ویا خیر واہب

ومن جودہ قد فاق جود السحائب

اذا انشبت فی القلب شر المخالب

(الہیب النعم فی مدح سید العرب والعجم فصل یازدہم ص ۲۲ مطبوعہ بیہائی ربلی)

حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

پڑا ہوں بے طرح گرداب غم میں ناخدا ہو کر

جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں

میری کشتی کنارہ پر لگاؤ یا رسول اللہ

بس اب چاہو ڈبا دو یا تراؤ یا رسول اللہ

(کلیات امداد یہ مگر از معرفت ص ۳۲ مطبوعہ مطبع راشد کینی دیوبند)

نیز حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اے رسول کبریا فریاد ہے

سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل

یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے

اے مرے مشکل کشا فریاد ہے

(نالہ امداد غریب صفحہ ۲۲ مطبوعہ مطبع راشد کینی دیوبند)

نیز حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کی صورت کا سفید شفاف کپڑے اور سبز چڑی اور منور چہرہ کے ساتھ تصور کرے اور الصلاة والسلام علیک یا رسول

اللہ کی داہنے اور الصلاة والسلام علیک یا نبی اللہ کی بائیں اور الصلاة والسلام علیک یا حبیب اللہ کی ضرب دل پر لگائے۔

(ضیاء القلوب ص ۵۵ مطبوعہ مطبع راشد کینی دیوبند)

دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں۔

کسی کو دور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہوگی (کفر و شرک ہے)

(بہشتی زیور حصہ اول ص ۳۵ مطبوعہ تاج کینی لینڈ کراچی)

یہاں "کسی" سے مراد حضور ﷺ اور اولیاء کرام مراد ہیں کیونکہ دیوبندیوں کے نزدیک اکابر دیوبند کو دور سے پکارنا شرک نہیں یہ حکم

صرف امام الانبیاء ﷺ کے لئے ہے۔ دیکھئے۔

محمد والفقار علی دیوبندی فرماتے ہیں۔

یا مرشدی ویا مولیٰ یا مفزعی یا ملجائی فی مبدئی و معادی

## حاشیہ.....☆

اے میرے مرشد اے میری پناہ اے میری گھبراہٹ کے سہارا اور اے جائے پناہ دنیا و آخرت میں

ارحمہ علی ایا غیاث فلبس لی کھفی سوی حبیکم من زاد  
رحم کیجئے مجھ پر اے میرے مہربانوں کیونکہ نہیں ہے میرے لئے، اے میرے جائے پناہ سوا آپ کی محبت کے کوئی توشہ

باسیدی للہ شیننا انہ انتہر لی المجدی وانی جادی  
اے میرے سردار خدا کے واسطے کچھ عطا ہوا! بیشک آپ میرے لئے جو دگر نوالے ہیں اور میں سائل ہوں

(کرامات اعداد میں ۳۳ ناشر کتب خانہ ہادی دیوبند (یو۔ پی۔)

اشرف علی تھانوی اپنے پیر حاجی امداد اللہ کے اشعار نقل کرتے ہیں۔

تم ہو اے نور محمد خالص محبوب خدا  
ہند میں ہو نائب حضرت محمد مصطفیٰ  
تم مددگار مدد امداد کو پھر خوف کیا  
عشق کی پرسن کے باتیں کا پتے ہیں دست و پا  
اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا

(امداد الصفاق ص ۹۶-۹۷ مطبوعہ ممتاز اکیڈمی اردو بازار لاہور)، (شام امدادیہ ص ۸۳-۸۴ مطبوعہ مدنی کتب خانہ ملتان)

معزز قارئین حضرات انصاف کیجئے حاجی امداد اللہ اور ذوالفقار علی اپنے حیر کو پکار رہے ہیں کسی دیوبندی نے یہ نہیں کہا کہ یہ شرک ہے وہ اس لئے کہ وہ ان کے اکابر ہیں۔

دیوبندیوں کے شیخ احمد کے مشرک ہونے کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔ محدث دیوبند سید اصغر حسین لکھتے ہیں۔

۱۳۲۲ء کے آخر میں دیوبند میں شدید طاعون ہوا چند طلبہ بھی مبتلا ہوئے ایک فارغ التحصیل طالب علم محمد صالح دلائی جو صبح و شام میں سند فراغت لے کر وطن رخصت ہونے والے تھے اسی مرض میں مبتلا ہوئے اور حالت آخری ہو گئی وفات سے کسی قدر پہلے انہوں نے ایسی گفتگو شروع کی کہ گویا شیطان سے مناظرہ کر رہے ہیں اس کے دلائل کو توڑتے اپنے استدلال پیش کرتے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انہوں نے مناظرہ میں شیطان کو بخوبی شکست دیدی پھر کہنے لگے افسوس اس جگہ کوئی ایسا خدا کا بندہ نہیں ہے جو مجھ سے اس خبیث کو دفع کرے یہی کہتے کہتے دفع بول اٹھے کہ واہ سبحان اللہ دیکھو میرے استاد حضرت مولانا محمود الحسن صاحب تشریف لائے دیکھو وہ شیطان بھاگا۔ ارے خبیث کہا جاتا ہے۔ ایک ساعت کے بعد طالب علم صاحب کا انتقال ہو گیا۔ حضرت مولانا اس واقعہ کے وقت وہاں موجود نہ تھے۔ مگر روحانی تصرف سے امداد فرمائی۔

(حیات شیخ احمد ص ۲۵۵ مطبوعہ ادارہ اسلامیات اتارکلی لاہور)

معزز قارئین حضرات دیکھئے اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ کسی کو دور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہوگی یہ کفر و شرک ہے اب دیکھئے کہ محمد صالح دلائی مشرک جو کہہ رہے ہیں کہ افسوس اس جگہ کوئی ایسا خدا کا بندہ نہیں ہے جو مجھ سے اس خبیث کو دفع کرے۔ محمد صالح

## ☆ حاشیہ.....

مشرک کو اس وقت ایسا کہ بعد وایاک نستعین۔ (ترجمہ) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ نحن اقرب الیہ من جبل الوردید۔ (ترجمہ) ہم تو شاہِ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ یا نہیں! ایک سنی مسلمان جب امام الاعلیٰ علیہ السلام کو اللہ کا حبیب سمجھ کر مدد کے لئے پکارے تو دیوبندیوں کے فتوے سے وہ مشرک و بدعتی ہو جاتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ دیکھئے قرآن میں ہے نحن اقرب الیہ من جبل الوردید۔ (ترجمہ) ہم تو شاہِ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ اب سوچئے جو حقیقی مالک ہے وہ شاہِ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور حضور ﷺ جو کتنے دور ہے وہ مدینے سے آئے گے۔ تو تم بریلوی لوگ اللہ سے امداد کیوں نہیں مانگتے ہوں اس لئے تم کافر و مشرک ہو۔ اب اپنا حال دیکھئے محمد صالح و ولایتی مشکل وقت میں محمود الحسن کو پکار رہے ہیں اب ان کو یاد نہیں کہ حقیقی مددگار شاہِ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور محمود الحسن جو کتنے دور ہیں محمد صالح و ولایتی مدد کے لئے پکار رہے ہیں۔ محمد صالح و ولایتی کے ایمان میں کچھ فرق نہیں آیا بلکہ یہ کرامت بن کر کتاب کی خوبصورتی بن رہی ہیں۔ اور محمود الحسن صاحب کے شرک کو دیکھئے کہ کتنی دور سے اپنے مرید کو دیکھ بھی رہے ہیں اس کی آواز بھی سن رہے ہیں اور روحانی تشریف لاکر امداد بھی کر رہے ہیں۔ اشرف علی تھانوی تو لکھتے ہیں کہ یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہوگی تو شرک و کفر ہے۔ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ دیوبندیوں کا اصول صرف امام الاعلیٰ علیہ السلام اولیاء رحمہم اللہ کے لئے ہیں۔ اکابر دیوبند کے لئے نہیں۔ بلکہ محمود الحسن کتنے دور ہو وہ مرید کی پکار کو سن بھی سکتے ہیں مدد بھی کر سکتے ہیں روحانی تصرف بھی فرما سکتے ہیں۔ مگر حضور ﷺ کچھ بھی نہیں کر سکتے ہیں (معاذ اللہ) جب حضور ﷺ کی بات آتی ہے تو کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو مدد کے لئے پکارنا شرک ہے۔ اور جب بات اکابر دیوبند کی آتی تو پھر کہتے ہیں کہ ہم بزرگوں سے مدد کے مکر نہیں۔ دیکھئے جب قاسم نانوتوی نے ایک مرید کی مدد کی تو مناظر احسن گیلانی دیوبندی لکھتے ہیں۔

”پس بزرگوں کی ارواح سے مدد لینے کے ہم مکر نہیں ہیں۔“

(سوانح قاسمی ج ۱ ص ۳۳۲ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

عاشق الہی میرٹھی لکھتے ہیں۔

مولوی عبدالسبحان صاحب انسپکٹر پولیس ضلع گوالیار فرماتے ہیں کہ مولوی محمد قاسم صاحب کاشغر ہندو بست ریاست گوالیار ایک بار پریشانی میں مبتلا ہوئے اور ریاست کی طرف سے تین لاکھ روپے کا مطالبہ ہوا۔ ان کے بھائی یہ خبر پا کر حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گنج مراد پنچے حضرت مولانا نے وطن دریافت فرمایا انہوں نے عرض کیا دیوبند مولانا نے تعجب کے ساتھ فرمایا گنگوہ حضرت مولانا (رشید احمد گنگوہی) کی خدمت میں قریب تر کیوں نہ گئے، اتنا دراز سفر کیوں اختیار کیا انہوں نے عرض کیا، حضرت یہاں مجھے عقیدت لائی ہے مولانا نے ارشاد فرمایا تم گنگوہی جاؤ۔ تمہاری مشکل کشائی حضرت مولانا رشید احمد صاحب ہی کی دعا پر موقوف ہے میں اور تمام روئے زمین کے اولیاء بھی اگر دعا کریں گے تو نفع نہ ہوگا۔

(تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۱۵ مطبوعہ دارالاسلامیات لاہور)

یہ ہے دیوبندی مذہب کا من گھڑت اصول اللہ تعالیٰ ہمیں ان بے دینوں سے بچائے۔ اس مسئلہ پر کثیر دلائل اور اعتراضات کے مستوجب جوابات کے لئے فقیر ناچیز کا رسالہ

”یارسول اللہ مدد“..... ملاحظہ فرمائیں۔

## بحث اولیاء اللہ و انبیاء سے مدد مانگنا

اولیاء اللہ اور انبیائے کرام سے مدد مانگنا جائز ہے جبکہ اس کا عقیدہ یہ ہو کہ حقیقی امداد تو رب تعالیٰ ہی کی ہے یہ حضرات اس کے مظہر ہیں اور مسلمان کا یہ ہی عقیدہ ہوتا ہے کوئی جاہل بھی کسی ولی کو خدا نہیں سمجھتا۔ اس بحث میں دو باب ہیں۔

### پہلا باب

#### غیر اللہ سے مدد مانگنے کے ثبوت میں

غیر اللہ سے مدد مانگنے کا ثبوت قرآنی آیات احادیث صحیحہ اور اقوال فقہاء و محدثین اور خود مخالفین کے اقوال سے ہے ہم ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں قرآن کریم فرماتا ہے۔

وادعوا شهداءکم من دون اللہ ان کنتم صدقین۔

**ترجمہ:** اور اللہ کے سوا اپنے سارے حمایتیوں کو بلا لو۔

(پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۲۳)

اس میں کفار کو دعوت دی گئی ہے کہ قرآن کی مثل ایک سورہ بنا کر لے آؤ اور اپنی امداد کے لئے اپنے حمایتیوں کو بلا لو۔ غیر اللہ سے مدد لینے کی اجازت دی گئی۔

قال من انصاری الی اللہ قال الحواریون نحن انصار اللہ۔

**ترجمہ:** کہا مسیح نے کون ہے جو مدد کرے میری طرف اللہ کی کہا حواریوں نے ہم مدد کریں گے اللہ کے دین کی۔

(پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۵۲)

اس میں فرمایا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے خطاب کر کے فرمایا کہ میرا مددگار کون ہے۔ حضرت مسیح نے غیر اللہ سے مدد طلب کی۔

وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔

**ترجمہ:** مدد کرو ایک دوسرے کی اور پر نیک کاموں کے اور تقویٰ کے اور نہ مدد کرو ایک دوسرے کی اور پر گناہ اور زیادتی کے۔

(پارہ ۶ سورہ ۵ آیت نمبر ۲)

اس آیت میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کا حکم دیا گیا۔

ان تنصروا اللہ ینصرکم۔

**ترجمہ:** اگر مدد کرو گے تم اللہ کے دین کی مدد کرے گا وہ تمہاری۔

(پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۷)

اس میں خود رب تعالیٰ نے جو کہ غنی ہے اپنے بندوں سے مدد طلب فرمائی۔ رب تعالیٰ نے یثاق کے دن ارواح انبیاء سے حضور علیہ

الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں عہد لیا۔

لتؤمنن بہ ولتنصرنہ۔

**ترجمہ:** کہ تم ان پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا۔

(پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۸۱)

معلوم ہوا کہ اللہ کے بندوں کی مدد کا میثاق کے دن سے حکم ہے۔

استعينوا بالصبر والصلوة۔

**ترجمہ:** مدد طلب کرو ساتھ صبر اور نماز کے۔

(پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۵۳)

اس میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ نماز اور صبر سے مدد حاصل کرو اور نماز و صبر بھی تو غیر اللہ ہیں۔

واعينوني بقوة۔

**ترجمہ:** مدد کرو میری ساتھ قوت کے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ذوالقرنین نے دیوار آہنی بناتے وقت لوگوں سے مدد طلب فرمائی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

ايدك بنصره وبالمومنين۔

**ترجمہ:** اے نبی رب نے آپ کو اپنی مدد اور مسلمانوں کے ذریعہ قوت بخشی۔

(پارہ ۱۰ سورہ ۸ آیت نمبر ۶۲)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

يا ايها النبي حسبك الله ومن اتبعك من المومنين۔

**ترجمہ:** اے نبی آپ کو اللہ اور آپ کے مطیع مسلمان کافی ہیں۔

(پارہ ۱۰ سورہ ۸ آیت نمبر ۶۳)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فان الله هو موله مولاہ وجبریل و صالح المومنين والملئكة بعد ذلك ظهير۔

**ترجمہ:** یعنی رسول کے مددگار اللہ اور جبریل اور متقی مسلمان ہیں بعد میں فرشتے ان کے مددگار ہیں۔

(پارہ ۱۸ سورہ ۶۶ آیت نمبر ۴)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

انما وليكم الله ورسوله والذين امنوا الذين يقيمون الصلوة ويؤتون الزكاة وهم راكعون۔

**ترجمہ:** یعنی اے مسلمانوں تمہارا مددگار اللہ اور رسول اور وہ مسلمان ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ رکوع کرنے والے ہیں۔

(پارہ ۶ سورہ ۵ آیت نمبر ۵۵)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ والمؤمنون والمؤمنات بعضهم اولياء بعض

(پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۷)

دوسری جگہ فرماتا ہے نحن اولياءكم في الحياة الدنيا وفي الآخرة۔

(پارہ ۲۳ سورہ ۳۱ آیت نمبر ۳۱)

معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ بھی مددگار ہے اور مسلمان بھی آپس میں ایک دوسرے کے مگر رب تعالیٰ بالذات مددگار اور یہ بالعرض۔

موسیٰ علیہ السلام کو جب تبلیغ کے لئے فرعون کے پاس جانے کا حکم ہوا تو عرض کیا۔

واجعل لی وزیرا من اہلی ہرون اخي اشدد به اذری۔

**ترجمہ:** خدا یا میرے بھائی کو نبی بنا کر میرا وزیر کر دے میری پشت کو ان کی مدد سے مضبوط کر دے۔

(پارہ ۱۶ سورہ ۲۰ آیت نمبر ۲۹-۳۰)

رب تعالیٰ نے یہ نہ فرمایا کہ تم نے میرے سوا سہارا کیوں لیا میں کیا کافی نہیں ہوں۔ بلکہ ان کی درخواست منظور فرمائی۔ معلوم ہوا کہ بندوں کا سہارا الیاسنت انبیاء ہے۔

مشکوٰۃ باب السجود وفضلہ میں ربیعہ ابن کعب اسلمی سے بروایت مسلم ہے کہ حضور علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا۔  
سل فقلت اسئلك مرافقتك فی الجنة قال او غیر ذلك فقلت هو ذالك قال فاعنی علی نفسك بكثرة السجود۔

**ترجمہ:** کچھ مانگ لو میں نے کہا کہ میں آپ سے جنت میں آپ کی ہمراہی مانگتا ہوں۔ فرمایا کچھ اور مانگتا ہے میں نے کہا صرف یہ ہی فرمایا کہ اپنے نفس پر زیادہ نوافل سے میری مدد کرو۔

(صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب فضل السجود ج ۱ ص ۳۵۳ رقم الحدیث ۳۸۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مشکوٰۃ شریف ص ۸۴ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (مسند ابوعوانہ باب بیان ثواب السجود واثرب فی کثرة السجود ج ۱ ص ۳۹۹ رقم الحدیث ۱۸۶۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ربیعہ نے حضور سے جنت مانگی۔ تو یہ نہ فرمایا کہ تم نے خدا کے سوا مجھ سے جنت مانگی تم مشرک ہو گئے بلکہ فرمایا وہ تو منظور ہے کچھ اور بھی مانگو۔ یہ غیر خدا سے مدد مانگتا ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی فرماتے ہیں اعمی اے ربیعہ تم بھی اس کام میں میری اتنی مدد کرو کہ زیادہ نوافل پڑھا کرو یہ بھی غیر اللہ سے طلب نہ دے۔ اسی حدیث پاک کے ماتحت اللہ المعونات میں ہے۔

وازا اطلاق سوال کہ فرمود سل و تخصیص نہ کرو و بمطلوب خاص معلوم می شود کہ کارمہ بدست ممت و کرامت اوست مرچہ خواہد باذن پروردگار خود بدہد۔

(احد المعونات ج ۱ ص ۳۹۶)

حاشیہ.....☆

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن عبد الله القرمطي من ولد عامر بن ربيعة ببغداد حدثنا يحيى بن سليمان بن نضلة الخزامي حدثنا عمي محمد بن نضلة عن جعفر بن محمد عن ابيه عن جده علي بن الحسين حدثني ميمونة بنت الحرث زوج النبي ﷺ ان رسول الله ﷺ بات عندها في ليلتها فقام يتوضا للصلاة فسمعتة يقول في متوضئه ليك ليك ثلاثا نصرت نصرت ثلاثا فلما خرج قلت يا رسول الله سمعتك تقول في متوضئك ليك ليك ثلاثا نصرت نصرت ثلاثا كأنك تكلم انسانا فهل كان معك احد؟ فقال هذا راجز بنى كعب يستصرخني ويزعم ان قريشا اعانت عليهم بنى بكر ثم خرج رسول الله ﷺ فامر عائشة ان تجهزه ولا تعلم احدا قالت فدخل عليها ابو بكر فقال يا بنية ما هذا الجهاز؟ فقالت والله ما ادرى فقال والله ما هذا زمان غزو بنى الاصفريين يريد رسول الله ﷺ قالت والله لا اعلم لى۔ قالت فاقمنا ثلاثا ثم صلى الصبح بالناس فسمعت الراجز ينشد۔

يارب انى ناسد محمد	حلف ايننا وايه الاتلدا
انا ولدناك وكنيت ولدا	ثمة اسلمنا ولم نزع ايذا
ان قريشا اخلفوك الموعدا	ونقضوا ميثاقك المؤكدا
وزعموا ان لست تدعو احدا	فانصرمداك الله نصر ايدا
وادع عباد الله يساتوا مددا	فيهم رسول الله قد تجردا

ان سيمر خشنا وجهه تريدا

## حاشیہ.....☆

فقال رسول الله ليبيك ثلاثا نصرت ثلاثا..... الخ۔

(طبرانی صغیر ج ۲ ص ۳۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الاستیعاب ذکر حضرت عمرو بن سالم رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۷۵ رقم ۱۹۱۶ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)  
امام عبد الملک بن بشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ نصرت يا عمرو بن سالم۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو تمہاری مدد کی گئی۔

(السير والاعقاب المعروف بسيرت ابن بشام ج ۵ ص ۳۹ مطبوعہ دار الجلیل بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۴۰ھ لکھتے ہیں۔

وخرج عمرو بن سالم الخزاعي في اربعين راكبا عن خزاعة فقدموا على رسول الله ﷺ يخبرونه بالذي اصابهم ويستنصرونه۔

**ترجمہ:** حضرت عمرو بن سالم الخزاعی رضی اللہ عنہ چالیس خزاہی سواروں کے ساتھ روانہ ہوئے یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے آپ کو اس مصیبت کی خبر دی جو انہیں پیش آئی اور مدد کی درخواست کی۔

(طبقات الکبریٰ ابن سعد رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۱۳۲ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ لکھتے ہیں۔

قد نصرت يا عمرو بن سالم۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو بن سالم! تمہاری مدد ہو چکی ہے۔

(تاریخ الامم والملوک المعروف بتاریخ الطبری ج ۲ ص ۱۵۳-۱۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال رسول الله ﷺ نصرت يا عمرو بن سالم۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو بن سالم! تمہاری مدد ہو چکی ہے۔

(دلائل البیہقی باب نقض قریش ما عاهدوا علیہ رسول اللہ ﷺ ج ۵ ص ۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام اسماعیل بن محمد بن الفضل الاصمغانی متوفی ۵۳۵ھ لکھتے ہیں۔

اخبرنا الشريف ابو نصر الزيني انا ابو طاهر المخلص ثنا يحيى بن محمد املاء ثنا يحيى بن سليمان بن نضلة الخزاعي بالمدينة سنة خمس واربعين ومائتين حدثني عمي محمد بن نضلة عن جعفر بن محمد عن ابيه عن جده عن ميمونة بنت الحارث زوج النبي ﷺ ان رسول الله ﷺ بات عندها في ليلتها ثم قام يتوضا للصلاة فسمعتة وهو يقول ليبيك ثلاثا او نصرت نصرت ثلاثا قالت فلما خرج من متوضاه قلت يا رسول الله بابي انت وامی سمعتك تكلم انسانا فهل كان معك احد؟ فقال هذا راجز بني كعب يستصر خني الخ۔

**ترجمہ:** حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک رات میرے ہاں قیام کیا آپ ﷺ وضو کے لئے اٹھے تو میں نے آپ کو وضو کے دوران ارشاد فرماتے ہوئے سنا ”میں حاضر ہوں مدد کو پہنچا میں تمہاری مدد کر دی گئی ہے جب آپ باہر تشریف لائے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے آپ ﷺ کو کاحالت وضو میں تین بار لیک لیک نصرت نصرت کہتے ہوئے سنا ہے۔ گویا آپ کسی انسان سے گفتگو فرما رہے تھے۔ کیا آپ ﷺ کے ساتھ کوئی تھا۔ فرمایا ہاں بنی کعب کا راجز مجھے مدد کے لئے پکار رہا تھا۔

(دلائل البیہقی ج ۳ ص ۷۳-۷۴ رقم الحدیث ۵۹ مطبوعہ دار طبعہ الریاض)

## حاشیہ.....☆

امام ابی الریح سلیمان بن موسی الکلاعی الاذکی متوفی ۶۳۳ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله نصرته يا عمرو -

**ترجمہ:** حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو بن سالم! تمہاری مدد ہو چکی ہے۔

(الاكتفاء بما تضمنه من معاني رسول الله والاشياء الخلفاء غزوة الفتح ج ۲ ص ۲۱۶ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

محمد بن ابی بکر الدمشقی الشہر بابن قیم الجوزیہ متوفی ۷۱۷ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله نصرته يا عمرو ابن سالم -

**ترجمہ:** حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو بن سالم! تمہاری مدد ہو چکی ہے۔

(زاد المعاد فی حدیثی خیر العباد فضل فی الفتح الاکظم ج ۳ ص ۳۹۶ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۷ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال رسول الله نصرته يا عمرو بن سالم -

**ترجمہ:** حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو بن سالم! تمہاری مدد ہو چکی ہے۔

(السیرۃ النبویہ غزوة الفتح الاکظم دکان فی رمضان سنہ ثمان ج ۳ ص ۳۹۶ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

فقال رسول الله نصرته يا عمرو -

**ترجمہ:** حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو بن سالم! تمہاری مدد ہو چکی ہے۔

(خصائص الکبریٰ باب ما ذکر فی فتح مکہ من المعجزات والخصائص ج ۱ ص ۳۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

الامام العالم العلامة علی بن برہان الدین الحلی الشافعی متوفی ۷۶۶ھ لکھتے ہیں۔

عن ميمونة رضى الله عنها ان رسول الله ﷺ بات عندها ليلة فقام ليتوضا للصلاة قالت فسمعته يقول لبك لبك لبك ثلاثا نصرت نصرت نصرت ثلاثا فلما خرج قلت يا رسول الله سمعتك تقول لبك لبك لبك ثلاثا نصرت نصرت نصرت ثلاثا كانك تكلم انسانا فهل كان معك احد قال هذا راجز بنى كعب يعنى خزاعة يزعم ان قريشا اعانت عليهم بكر بن وائل اى يطئنا منهم وهو بنو نفالقة -

**ترجمہ:** حضرت ام المومنین ميمونة رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک رات میرے ہاں قیام کیا آپ ﷺ وضو کے لئے اٹھے تو میں نے آپ کو وضو کے دوران ارشاد فرماتے ہوئے سنا ”میں حاضر ہوں مدد کو پہنچا میں تمہاری مدد کر دی گئی ہے جب آپ باہر تشریف لائے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے آپ ﷺ کو حالت وضو میں تین بار لبیک لبیک نصرت نصرت کہتے ہوئے سنا ہے۔ گویا آپ کسی انسان سے گفتگو فرما رہے تھے۔ کیا آپ ﷺ کے ساتھ کوئی تھا۔ آپ ﷺ فرمایا یہ نبی کعب کا ایک فریادی تھا جو یہ کہہ رہا تھا کہ قریش نے ان کے ایک ٹولہ کو نفاذ مدد کی ہے۔

(انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروفہ بالسیرۃ الحلیہ ج ۲ ص ۷۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربیہ بیروت، سیر ابن ہشام ج ۲ ص ۲۶۵)

محمد بن عبد الوہاب نجدی متوفی ۱۲۰۶ھ لکھتے ہیں۔

فقال رسول الله نصرته يا عمرو بن سالم -

**ترجمہ:** حضور ﷺ نے فرمایا اے عمرو بن سالم! تمہاری مدد ہو چکی ہے۔

(مختصر سیرۃ الرسول ص ۱۳۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)



## ☆ حاشیہ.....

علامہ یوسف بن اسماعیل النہانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں۔

اخرج الطبرانی عن ميمونة ام المؤمنين رضى الله عنها قالت بات عندى رسول الله ﷺ ليلة فقام ليتوضا للصلاة فسمعتة يقول فى متوضئه بالليل ليك ليك ليك ثلاثا نصرت نصرت ثلاثا فلما خرج قلت يا رسول الله سمعتك تقول فى متوضئك ليك ليك ليك ثلاثا نصرت نصرت نصرت ثلاثا كانك تكلم انسانا فهل كان معك احد فقال هذا راجز بنى كعب وهم بطن من خزاعة يستصر خنى الخ۔  
**ترجمہ:** حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک رات میرے ہاں قیام کیا آپ ﷺ وضو کے لئے اٹھے تو میں نے آپ کو وضو کے دوران ارشاد فرماتے ہوئے سنا "میں حاضر ہوں مدد کو پہنچا میں تمہاری مدد کر دی گئی ہے جب آپ باہر تشریف لائے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے آپ ﷺ کو حالت وضو میں تین بار لیک لیک نصرت نصرت کہتے ہوئے سنا ہے۔ گویا آپ کسی انسان سے گفتگو فرما رہے تھے۔ کیا آپ ﷺ کے ساتھ کوئی تھا۔ فرمایا ہاں بنی کعب کا راجز مجھے مدد کے لئے پکار رہا تھا۔۔۔۔۔ (ج۱۔ الحدیث العالیٰ فی معجزات سید المرسلین ص ۳۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا سعيد بن عبد الرحمن التستري ثنا يحيى ابن سليمان بن فضلة المديني ثنا عمى محمد بن فضلة عن جعفر بن محمد عن ابيه عن جده قال حدثني ميمونة بنت الحارث ان رسول الله ﷺ بات عندها فى ليلتها ثم قام يتوضا للصلاة فسمعتة يقول فى متوضئه ليك ليك ليك ثلاثا ونصرت ونصرت ثلاثا قالت فلما خرج قلت يا رسول الله ﷺ بابى انت سمعتك تقول فى متوضئك ليك ليك ليك ثلاثا نصرت نصرت ثلاثا كانك تكلم انسانا فهل كان معك احد قال هذا راجز بنى كعب يستصر خنى ويزعم ان قريشا اعانت عليهم بنى بكر الخ۔۔۔۔۔

(المعجم الكبير طبرانی ج ۲ ص ۲۳۳-۲۳۴ رقم الحديث ۱۰۵۱ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والادب الاسلامی)

یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے طبرانی کبیر کے محشی (جو کہ غیر مقلد ہے) نے مجمع الزوائد کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس کی سند میں یحییٰ بن سلیمان نھلہ ہے جو کہ ضعیف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جرح مبہم ہے جو کہ طے شدہ اصول کے مطابق قبول نہیں ہے۔ علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ جرح مبہم ہے اس وجہ سے قبول نہیں ہے۔ دوم امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ یحییٰ بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

وذكره بن حبان فى الثقات۔

**ترجمہ:** یعنی امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔

(لسان المیزان ج ۶ ص ۲۶۱ مطبوعہ مؤسسۃ الاعلیٰ للطبوعہ عات بیروت)

امام الحافظ عبد اللہ بن عدی الجرجانی متوفی ۳۵۵ھ لکھتے ہیں۔

احادیث عامتها مستقيمة۔

**ترجمہ:** اس کی عام احادیث مستقیم ہیں۔

(الکمال فی ضغفاء الرجال ج ۷ ص ۲۵۵ رقم ۲۱۵۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس حدیث مبارکہ میں واضح ثبوت ہے کہ حضور ﷺ راجز رضی اللہ عنہ کو دیکھ بھی رہے تھے ان کی آواز بھی سن رہے تھے اور نصرت نصرت فرما کر ان کی مدد فرما رہے تھے۔ اس حدیث مبارکہ میں علم غیب مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ استدلال کا بھی ثبوت ہے۔ معلوم ہوا کہ

فان من جودك الدنيا وضررتها  
اگر خیریت دنیا و عقبی آرزو داری

ومن علومك علم اللوح والقلم  
بلد گاہش یا دھرچہ می خواہی نمنا کن!

(شرح فرہانی علی البردہ ص ۲۱۸ نور محمد کتب خانہ کراچی)

سوال کو مطلق فرمانے سے کہ فرمایا کچھ مانگ لو۔ کسی خاص چیز سے متینہ فرمایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ سارا معاملہ حضور ہی کے ہاتھ کریمانہ میں ہے۔ جو چاہیں جس کو چاہیں اپنے رب کے حکم سے دیدیں۔ کیونکہ دنیا و آخرت آپ ہی کی سخاوت سے ہے اور لوح و قلم کا علم آپ کے علوم کا ایک حصہ ہے اگر دنیا و آخرت کے خیر چاہتے ہو تو ان کے آستانے پر آؤ اور جو چاہو مانگ لو۔

خانہ کعبہ میں ۳۶۰ بت رہے اور تین سو سال تک رہے پھر حضور ﷺ کے ذریعہ کعبہ پاک ہو اور بت خانی نے بتا دیا کہ جب میرا گھر کعبہ بغیر میرے محبوب کے مدوا کے پاک نہیں ہو سکتا۔ تو تمہارا دل ان کی نظر کرم کے بغیر پاک نہیں ہو سکتا۔

نور الانوار کے خطبہ میں خلق کی بحث میں ہے۔ هو الجود بالکونین والتوجه الی خالقہا یعنی دونوں جہان اوروں کو بخش دینا اور خود خالق کی طرف متوجہ ہو جانا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خلق ہے اور ظاہر ہے کہ دونوں دوسروں کو وہی بخشے گا جو خود ان کا مالک ہوگا۔ ملکیت ثابت ہوئی۔

حاشیہ.....☆

آقا ﷺ اپنے غلاموں کی دغگیری فرماتے ہیں اور ان کے غموں کو دور فرماتے ہیں اور اس حدیث مبارکہ میں یہ بھی واضح ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دور دراز مقام سے حضور ﷺ کو ندا بھی کرتے تھے اور مدد بھی طلب کرتے تھے۔

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا الحسين بن اسحاق التستري ثنا احمد بن يحيى الصوفي ثنا عبد الرحمن بن مهمل حدثني  
ابي عن عبد الله بن عيسى عن زيد بن علي عن عتبة بن غزوان عن نبي الله ﷺ قال اذا اضل احدكم شيئا  
او اراد احدكم عرفا وهو بارض ليس بها انيس فليقل يا عباد الله اغثوني يا عباد الله اغثوني ..... وقد جرب  
ذلك۔

**ترجمہ:** حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب تم کوئی چیز گم کر لو یا مدد کا ارادہ کر لو اور اگر تم ایسی جگہ پر ہو کہ وہاں پر تمہارا کوئی انیس نہیں ہے تو اس طرح کہنا چاہیے۔ اے اللہ کے بندوں میری فریادرسی کرو اے اللہ کے بندو میری فریادرسی کرو۔ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مجرب ہے۔

(طبرانی کبیر ج ۱ ص ۱۷۷ رقم الحدیث ۳۹۰ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

غیر مقلد ابواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں۔

رجالہ ثقات۔

**ترجمہ:** اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

(نزل الابرار ص ۳۳۵ مطبوعہ بیروت)

یہ روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہیں:  
(طبرانی کبیر ج ۱ ص ۱۷۷ رقم الحدیث ۳۹۰ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۳۲ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (کشف الاستار ج ۱ ص ۱۷۷ مطبوعہ مکتبۃ الموسسۃ الرسالۃ بیروت)

شیخ عبدالحق کی ان عبارات نے فیملہ کر دیا کہ دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مانگو مال مانگو جنت مانگو جہنم سے پناہ مانگو بلکہ اللہ کو مانگو۔ ایک صوفی شاعر خوب فرماتے ہیں۔

خدایا از تو عشق مصطفیٰ را

محمد انور سے خواہم خدا را

اور اے اللہ میں تجھ سے رسول اللہ کو مانگتا ہوں

یا رسول اللہ میں آپ سے اللہ کو مانگتا ہوں

حضرت قبلہ عالم محدث علی پوری دام ظلہم نے فرمایا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحیما۔ (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۶۴) اس کا ترجمہ ہے کہ اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر کے آپ کی بارگاہ میں آجاتے پھر خدا سے اپنی مغفرت مانگتے اور یہ رسول بھی ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے تو یہ لوگ آپ کے پاس اللہ کو پا لیتے۔ مگر کس شان میں توابا رحیما تو یہ قبول فرمانے والا مہربان یعنی آپ کے پاس آنے سے ان کو خدا مل جاتا۔

اللہ کو بھی پایا مولیٰ تیری گلی میں

اشۃ الملعات کی طرح مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے ماتحت فرمایا ہے کہ فعطی لمن شاء ما شاء حضور علیہ السلام جس کو جو چاہیں دے دیں تفسیر کبیر جلد سوم پارہ ۷ سورہ انعام زیر آیت ۸۸ ولو اشركوا الحبط عنهم ما كانوا يعملون ہے۔

وثالثها الانبياء وهم الذين اعطاهم الله تعالى من العلوم والمعارف ما لاجله يقدرون على التصرف في بواطن الخلق وادواهم وايضا اعطاهم من القدرة والمكنة ما لا يقدرون على التصرف في ظواهر الخلق۔  
**ترجمہ:** تیسرے ان میں انبیاء ہیں یہ وہ حضرات ہیں جن کو رب نے علوم اور معارف اس قدر دیے ہیں۔ جن سے وہ مخلوق کی اندرونی حالت اور ان کی ارواح پر تصرف کر سکتے ہیں اور ان کو اس قدر قدرت و قوت دی ہے جس سے مخلوق کے ظاہر پر تصرف کر سکتے ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اسی تفسیر کبیر پارہ ۱۱ الم واذ قال ربك للملئكة (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۳۰) کی تفسیر میں ہے کہ عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو کوئی جنگل میں پھنس جائے تو کہے۔

اعينوني عباد الله يرحمكم الله۔

**ترجمہ:** اے اللہ کے بندو میری مدد کرو رب تم پر رحم فرمائے۔

تفسیر روح البیان سورہ مائدہ پارہ ۶ زیر آیت ۳۳ ويسعون في الارض فسادا ہے کہ شیخ صلاح الدین فرماتے ہیں۔ مجھ کو رب نے قدرت دی ہے کہ میں آسمان کو زمین پر گرداؤں اگر میں چاہوں تو تمام دنیا والوں کو ہلاک کر دوں اللہ کی قدرت سے لیکن ہم اصلاح کی دعا کرتے ہیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۶۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مثنوی شریف میں ہے۔

نیر جسنہ باز گھر واند ذراہ!

اولیاء راہست قدرت ازالہ

کہ چھوٹا ہوا تیر واپس کر لیں

اولیاء کو اللہ سے یہ قدرت ملی ہے

ایحد الممعات شروع باب زیارت القبور میں ہے۔

امام غزالی کہتے ہیں کہ استمداد کردہ شود ہوے درجات استمداد کردہ سے شود ہوے بعد از وفات ہر کسی از مشائخ کہتے ہیں کہ چار کس از مشائخ کہتے ہیں کہ صرف می کنند در قبور خود مانند نسر فہا ایشان درجات خود یا بیشتر قومے می گویند کہ امداد حی قومی نراست ومن می گویند کہ امداد میت قوی تر و اولیاء را تصرف در اکون حاصل است و آن نیست مگر ارواح ایشان را و ارواح ہائی است۔

**ترجمہ:** امام غزالی نے فرمایا کہ جس سے زندگی میں مدد مانگی جاتی ہے اس سے ان کی وفات کے بعد بھی مدد مانگی جاوے ایک بزرگ نے فرمایا کہ چار شخصوں کو ہم نے دیکھا کہ وہ قبروں میں بھی وہی عمل در آمد کرتے ہیں جو زندگی میں کرتے تھے یا زیادہ ایک جماعت کہتی ہے کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہے اور میں کہتا ہوں کہ مردہ کی امداد زیادہ قوی اولیاء کی حکومت جہانوں میں ہے اور یہ نہیں ہے مگر ان کی روحوں کو کیونکہ ارواح باقی ہیں۔

(ایحد الممعات ج ۱ ص ۱۵ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ کفر)

حاشیہ مشکوٰۃ باب زیارت القبور میں ہے۔

واما الاستمداد باهل القبور في غير النبي عليه السلام او الانبياء فقد انكره كثير من الفقهاء واثبت المشائخ الصوفية وبعض الفقهاء قال الامام الشافعي قبر موسى الكاظم تریاق مجرب لا جابة الدعاء وقال الامام الغزالي من يستمد في حياته يستمد بعد وفاته۔

**ترجمہ:** نبی علیہ السلام و دیگر انبیائے کرام کے علاوہ اور اہل قبور سے دعا مانگنے کا بہت سے فقہاء نے ان کا کیا اور مشائخ صوفیہ اور بعض فقہاء نے اس کو ثابت کیا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر قبولیت دعا کے لئے آزمودہ تریاق ہے اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس سے زندگی میں مدد مانگی جاسکتی ہے اس سے بعد وفات بھی مدد مانگی جاسکتی ہے۔

(حاشیہ مشکوٰۃ شریف ۱۵۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (احیاء العلوم ج ۲ ص ۲۳۷ مطبوعہ مطبعہ مائیں مصر)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ یا دیگر انبیائے کرام سے مدد مانگنے میں تو کسی کا اختلاف نہیں۔ قبور اولیاء اللہ سے مدد مانگنے میں اختلاف ہے علمائے ظاہرین نے ان کا کر کیا صوفیاء کرام اور فقہاء اہل کشف نے جائز فرمایا۔

حسن حصین ص ۲۰۲ میں ہے۔

وان اراد عوناً فليقل يا عباد الله اعينوني يا عباد الله اعينوني۔

**ترجمہ:** جب مدد لینا چاہے تو کہہ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ (الحسن حصین بخاری ص ۲۲ مطبوعہ مصر)

اس کی شرح الحرمز الشمین میں ملا علی قاری اسی جگہ فرماتے ہیں۔

اذا انفلت دابة احدكم بارض فلاة فليناديا عباد الله احبسا۔

**ترجمہ:** یعنی جب جنگل میں کسی کا جانور بھاگ جائے تو آواز دو کہ اے اللہ کے بندو اے اللہ کے بندو اے اللہ کے بندو۔

(الحرمز الشمین شرح حسن حصین ص ۲۰۲ مطبوعہ مطبع المیر یہ سعودی عرب مکہ المکرمہ)

عباد اللہ کے ماتحت فرماتے ہیں۔

المراد بهم المملوكة او المسلمون من الجن او رجال الغيب المسمون بابدال۔

**ترجمہ:** یعنی بندوں سے یا توفیق سے یا مسلمان یا جن یا رجال الغیب یعنی ابدال مراد ہیں۔

(المرزا القسین شرح حسن حصین ص ۲۰۲ مطبوعہ مطبعہ النور یہ سعودی عرب مکہ المکرمہ)

پھر فرماتے ہیں۔

هذا حديث حسن يحتاج اليه المسافرين وانه مجرب۔

**ترجمہ:** یہ حدیث حسن ہے مسافروں کو اس حدیث کی سخت ضرورت ہے اور یہ عمل مجرب ہے۔

(المرزا القسین شرح حسن حصین ص ۲۰۲ مطبوعہ مطبعہ النور یہ سعودی عرب مکہ المکرمہ)

شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر فتح العزیز ص ۲۰ پر فرماتے ہیں۔

باید فہمید کہ استعانت از غیر بوجہی کہ اعتماد باشد اور اعوان الہی نداند حرام است و اگر التفتان محض بجانب حق است و او را یکی از مظاہر عون الہی دانستہ و یکا در خانہ اسبابی و حکمت او تعالی در آن نمودہ بغیر استعانت ظاہر نماید دور از عرفان نخواہد بود و در شرح نیز جائز و رواست در انبیاء و اولیاء اہل نوع استعانت تعبیر کردہ اند و در حقیقت اہل نوع استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت بحضور حق است لا غیر۔

**ترجمہ:** سمجھنا چاہیے کہ کسی غیر سے مدد مانگنا بھروسہ کے طریقہ پر کہ اس کو مدد الہی نہ سمجھے حرام ہے اور اگر توجہ حق تعالیٰ کی طرف ہے اس کو اللہ کی مدد کا ایک مظہر جان کر اور اللہ کی حکمت اور کارخانہ اسباب جان کر اس سے ظاہری مدد مانگی تو عرفان سے دور نہیں ہے اور شریعت میں جائز ہے اور اس کو انبیاء و اولیاء کی مدد کہتے ہیں لیکن حقیقت میں یہ حق تعالیٰ کے غیر سے مدد مانگنا نہیں ہے لیکن اس کی مدد سے ہے۔

(تفسیر فتح العزیز ج ۱ ص ۸ مطبوعہ دار الکتب و ملی)

تفسیر عزیزی سورہ بقرہ ص ۳۶ میں شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں۔

انحال عادی الہی و امثل بخشیدن فرزندان و توسیع رزق و شفاء مریض و امثال ذالک در امشر کان نسبت بہ ارواح خبیثہ اصنام می نمایند و کافر می شوید۔ از تاثیر الہی با خواص مخلوقات ادمی دانند از ادویہ و مغایر یا دعائے لہاء ہند گان اور کہ ہر از جناب اور درخواستہ انجام مطلب می کنند می مہمند و در ایمان ایشان خلل نمی طرف نسبت کرنے میں اور کافر ہو جاتے ہیں اور مسلمان ان امور کو حکم الہی یا اس کی مخلوق کی خاصیت سے جانتے ہیں جیسے کہ وہ انہیں یا مغایر یا اس کے نیک بندوں کی دعائیں کہ وہ ہندو رب کی بازگاہ سے مانگ کر لوگوں کی حاجت دوائی کرنے میں اور ان مومنین کے ایمان میں اس سے خلل نہیں آتا۔

بستان الحمد میں شاہ عبدالعزیز صاحب شیخ ابوالعباس احمد زردنی کے یہ اشعار نقل کرتے ہیں۔

اذا ما مطی جور الزمان ہنکبتہا

انما سریدی جامع لشنانہ

فناد بپاز روق ان بسرعنہ

وان کنت فی ضیق و کرب و حشتہ

**ترجمہ:** میں اپنے مرید کی پراگندگیوں کو جمع کرنے والا ہوں جبکہ زمانہ کی مصیبتیں اس کو تکلیف دیں۔ اگر تو تنگی یا مصیبت یا وحشت

میں ہو تو پکار کر اے زروق میں فوراً آؤں گا۔

تفسیر کبیر و روح البیان و خازن میں سورہ یوسف زیر آیت قلبت فی السجن بضع سنین (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۳۲) (تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۳۳۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) ہے الاستعانة بالناس فی دفع الضرر والظلم جائزہ اور خازن زیر آیت ۴۲ فانساه الشیطن میں ہے الاستعانة بالمخلوق فی دفع الضرر جائزہ مصیبت دور کرنے کے لئے مخلوق سے مدد لینا جائز ہے۔ درمختار جلد سوم باب الملقطہ کے آخر میں لکھی ہوئی چیز تلاش کرنے کے لئے ایک عمل لکھا۔

ان انسان اذا ضاع له شئني واراد ان يردّه الله عليه فليقف على مكان عال مستقبل القبلة و  
بقراء الفاتحة ويهدي ثوابها للنبي عليه السلام ثم يهدي ثوابها لسيدى احمد ابن علوان يقول يا سيدى يا  
احمد ابن علوان ان لم ترد على ضالتي والا نزعتك من ديوان الاولياء فان الله يرد ضالته ببركته۔

**ترجمہ:** جس کسی کی کوئی چیز گم ہو جاوے اور وہ چاہے کہ خدا وہ چیز واپس ملاوے تو کسی اونچی جگہ پر قبلہ کو منہ کر کے کھڑا ہو اور سورہ  
فاتحہ پڑھ کر اس کا ثواب نبی علیہ السلام کو ہدیہ کرے پھر سیدی احمد ابن علوان اگر آپ نے میری چیز نہ دی تو میں آپ کو دفتر اولیاء سے نکال  
لوں گا۔ پس خدا تعالیٰ اس کی گئی ہوئی چیز ان کی برکت سے ملاوے گا۔

(رد المحتار باب الملقب ج ۳ ص ۳۲۳ مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس دعا میں سید احمد ابن علوان کو پکارا بھی ان سے مدد مانگی ان سے گئی ہوئی چیز بھی طلب کی اور یہ دعا کس نے بتائی حنفیوں کے فقیہ اعظم صاحب درمختار نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصیدہ نعمان میں فرماتے ہیں۔

یا اکرم الثقلین یا اکثر الودی بدلی بجودک وارضی برضاک  
 انا طامع بالجود منک لریکن لابی حنیفتہ فی الانام سواک  
 اے موجوداتِ ع اکرم اور نعمتِ الہی کے خزانے جو اللہ نے آپ کو دیا ہے مجھے بھی دیجئے اور اللہ نے آپ کو راضی کیا ہے مجھے بھی  
 آپ راضی فرمائیے۔ میں آپ کی سخاوت کا امیدوار ہوں آپ کے سوا ابوحنیفہ کا خلقت میں کوئی نہیں۔ اس میں حضور علیہ السلام سے مرتج  
 مدد لی گئی ہے۔ قصیدہ بردہ میں ہے۔

یا اکرم الخلق مالی من الوذیہ  
سوالک عند حلول الحادث العمر  
اے تمام مخلوق سے بہتر میرا آپ کے سوا کوئی  
جس کی میں پناہ لوں مصیبت کے وقت نہیں

(شرح الخروپوتی علی لبرۃ ص ۲۱۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اگر ہم ان علماء و فقہاء کا کلام جمع کریں۔ جس میں انہوں نے حضور علیہ السلام سے مدد مانگی ہے۔ تو اس کے لئے دفتر درکار ہیں صرف اتنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ نیز ہم سفر برائے زیارت قبور میں شامی کی عبارت نقل کریں گے۔ جس میں امام شافعی فرماتے ہیں کہ جب مجھے کوئی حاجت پیش ہوتی ہے تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر آتا ہوں ان کی برکت سے کام ہو جاتا ہے۔

(اخبار ابي ضيفه و اصحابه ص ۹۹ مطبوعه مکتبه عزيزيه)، (ثانيه الخليل ص ۱۶ مطبوعه مکتبه ملکان)

(امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اخبرنا القاضي ابو عبد الله الحسين ابن علي بن محمد الصميري قال انبانا عمر بن ابراهيم المقرئ قال نبانا  
مكرم بن احمد قال نبانا عمر بن اسحاق بن ابراهيم قال نبانا علي بن ميمون قال سمعت الشافعي يقول اني  
لا تبرك بابي حنيفه واجني الى قبره في كل يوم يعني زائر فاذا عرضت لي حاجته صليت ركعتين وجمعت الى قبره  
سالت الله تعالى الحاجه عنده فما تبعه عنى حتى تقضى -

**ترجمہ:** حضرت علی بن میمون نے فرمایا کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ بے شک میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ برکت حاصل کرتا ہوں اور ہر روز ان کی قبر کی زیارت کے لئے آتا ہوں۔ جب مجھے کوئی حاجت پیش آئے تو میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر حاضری دیتا ہوں اور قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہوں تو وہ میری حاجت بہت جلد پوری ہو جاتی ہے۔  
(تاریخ بغداد ج ۱ ص ۱۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت سعید اللہ غفر اللہ)

زبدۃ الخاطر القاتری ترجمہ سیدی الشریف عبدالقادر مصنف ملا علی قاری ص ۶۱ میں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل فرمایا۔  
من استغاث بی فی کربة کشفتم عنه و من نادانی باسمی فی شدة فرجت عنه و من توسل بی الی اللہ فی حاجة قضیت۔

**ترجمہ:** یعنی جو کوئی رنج و غم میں مجھ سے مدد مانگے تو اس کا رنج و غم دور ہوگا اور جو سختی کے وقت میرا نام لے کر مجھے پکارے تو وہ شدت دفع ہوگی اور جو کسی حاجت میں رب کی طرف مجھے وسیلہ بنائے تو اس کی حاجت پوری ہوگی۔

(بیچ الاسرار ص ۱۰۲ مطبوعہ مکتبہ مصطفیٰ البانی مصر)

پھر اسی جگہ ہے کہ حضور غوث پاک نماز غوثیہ کی ترکیب بتاتے ہیں کہ دو رکعت نفل پڑھے۔ ہر رکعت میں ۱۱۔ ۱۱ بار سورہ اخلاص پڑھے۔ سلام پھیر کر ۱۱ بار صلوٰۃ و سلام پڑھے پھر بغداد کی طرف (جانب شمال) ۱۱ اقدام چلے ہر قدم پر میرا نام لے کر اپنی حاجت عرض کرے اور دو شعر پڑھے۔

واظلم فی الدنیا وانت نصیری

ایند رکنی ضمیر وانت ذخیرتی

اذا ضاع فی البیداء عقال بغیری

دعار علی حامی الحمی وهو منجدی

یہ کہہ کر ملا علی قاری فرماتے ہیں وقد جرب ذالک مراراً الفصح یعنی بارہا اس نماز غوثیہ کا تجربہ کیا گیا۔ درست نکلا کیسے کہ حضور غوث پاک مسلمانوں کو تعلیم دیتے ہیں کہ مصیبت کے وقت مجھ سے مدد مانگو اور حنیفوں کے بڑے معتبر عالم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اسے بغیر تردید نقل فرما کر فرماتے ہیں کہ اس کا تجربہ کیا گیا بالکل صحیح ہے۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں سے بعد وفات مدد مانگنا جائز اور فائدہ مند ہے۔  
یہاں تک تو ہم نے قرآنی آیات اور احادیث اور اقوال فقہاء و علماء و مشائخ سے ثبوت دیا اب خود منع کرنے والوں کے اقوال سے ثبوت ملاحظہ ہوں۔

مولوی محمود حسن صاحب دیوبندیوں کے شیخ الہند اپنے ترجمہ قرآن میں جس کے چار پاروں کا حاشیہ انہوں نے لکھا باقی کا مولوی شبیر احمد صاحب نے۔ اس میں ایامک لتعین کے ماتحت فرماتے ہیں ”ہاں اگر کسی مقبول بندے کو واسطہ رحمت الہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے۔ کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے“

(تفسیر عثمانی ج ۱ ص ۳ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

بس فیصلہ ہی کر دیا۔ یہ ہی ہمارا دعویٰ ہے کوئی مسلمان بھی کسی نبی یا ولی کو خدا نہیں جانتا خدا کا فرزند محض وسیلہ مانتا ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب الخطر والا بابتہ صفحہ ۶۴ پر ایک سوال و جواب ہے۔

**سوال:-** اشعار اس مضمون کے پڑھنے۔ ”یا رسول اللہ کبریا فریاد ہے“ یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے۔ مدد کر ہر خدا حضرت محمد مصطفیٰ۔ میری تم سے ہر گھڑی فریاد ہے۔ کیسے ہیں۔

**الجواب:-** ایسے الفاظ پڑھنے محبت میں اور خلوت میں یا اس خیال کے حق تعالیٰ آپ کی ذات کو مطلع فرما دیے یا شخص محبت سے بلا کسی خیال کے جائز ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ جلد سوم ص ۵ پر ہے کہ مولوی رشید احمد صاحب سے کسی نے سوال کیا کہ ان اشعار کو بطور وظیفہ یا درود پڑھنا کیسا ہے۔

یا رسول اللہ اسمع قالنا

یا رسول اللہ انظر حالنا

خذ یدی سهل لنا الشکالنا

انسی فی بحر مر مغرق

یا قصیدہ بردہ کا یہ شعر وظیفہ کرنا۔

سوال عند حلول الحوادث العمر

یا اکرم الخلق مالی من الوذیہ

جواب دیا کہ ایسے کلمات کو نظم ہوں یا نثر و رد کرنا مکروہ تنزیہی ہے کفر و فسق نہیں۔

ان دونوں عبارتوں میں حضور علیہ السلام سے مدد مانگنے کو کفر و شرک نہیں بلکہ جائز زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی کہا۔ قصائد قاسمی میں مولوی قاسم صاحب فرماتے ہیں۔

نہیں ہے قاسم یکس کا کوئی حامی کار

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا

(قصائد قاسمیہ ۵-۷-۸ مطبوعہ ملتان)

اس میں حضور علیہ السلام سے مدد مانگی ہے اور عرض کیا ہے آپ کے سوا میرا کوئی بھی حامی نہیں یعنی خدا کو بھی بھول گئے۔ ترجمہ صراط مستقیم اردو خاتمہ تیسرا افادہ صفحہ ۱۰۳ پر مولوی اسماعیل صاحب فرماتے ہیں۔ اسی طرح ان مراتب عالیہ اور مغاصب رفیعہ صاحبان عالم مثال اور عالم شہادت میں تصرف کرنے کے ماذون مطلق اور مجاز ہوتے ہیں۔

(صراط مستقیم ص ۶۰ مطبوعہ کتب خانہ اشرفیہ دیوبند لاٹریا)

حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں۔

تم اب چاہے ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ

جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں

فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات صفحہ ۹۹ میں ہے۔ اور بعض روایات میں جو آیا ہے۔ اعیینونی یا عباد اللہ یعنی اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ تو وہ فی الواقع کسی میت سے استعانت نہیں ہے بلکہ عباد اللہ جو صحرا میں موجود ہوتے ہیں ان سے طلب اعانت ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کو اسی کام کے واسطے وہاں مقرر کیا ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ کتاب البدعات ج ۱ ص ۹۹ مطبوعہ محمد علی کارخانہ کراچی)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگلوں میں کچھ اللہ کے بندے کی طرف سے اسی لئے رہتے ہیں کہ لوگوں کی مدد کریں ان سے مدد مانگنا جائز ہے بدعی ہمارا بھی یہ ہے کہ اللہ کے بندوں سے استمداد جائز ہے۔ رہا یہ فیصلہ کہ نبی کریم ﷺ مدد فرما سکتے ہیں یا کہ نہیں ہم اس کے متعلق بہت کچھ عرض کر چکے اور آئندہ عقلی دلائل میں بھی بیان کرینگے۔

مولوی محمود حسن اولہ کالمہ میں صفحہ ۱۲ پر فرماتے ہیں۔ ”آپ اصل میں بعد غذا مالک عالم ہیں جمادات ہوں یا حیوانات بنی آدم ہوں یا غیر بنی آدم۔ قصہ آپ اصل میں مالک ہیں اور یہی وجہ ہے کہ عدل و مہر آپ کے ذمہ واجب الادا نہ تھا۔ صراط مستقیم دوسری ہدایت کا پہلا افادہ صفحہ ۶۰ میں مولوی اسماعیل صاحب فرماتے ہیں۔ ”اور حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لئے شیخین پر بھی ایک گونہ فضیلت ثابت ہے اور



وہ فضیلت آپ کے فرماں برداروں کا زیادہ ہونا اور مقامات ولایت بلکہ قطیعت و غوثیت اور بادلیت اور انہی جیسے بانی خدمات آپ کے زمانہ سے لے کر دنیا کے ختم ہونے تک آپ ہی کی وساطت سے ہوتا ہے اور بادشاہوں کی بادشاہت اور امیروں کی امارت میں آپ کو وہ دخل ہے جو عالم ملکوت کی سیر کرنے والوں پر مخفی نہیں۔

(صراط مستقیم ص ۶۰ مطبوعہ کتب خانہ اشرفیہ دیوبند انڈیا)

اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ سلطنت امیری ولایت غوثیت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں کو ملتی ہے دیوبندیوں کے پیرومرشد حاجی امداد صاحب اپنی کتاب ضیاء القلوب میں فرماتے ہیں اس مرتبہ میں پچھکر بندہ خدا کا خلیفہ ہو کر لوگوں کو اس تک پہنچاتا ہے اور ظاہر میں بندہ باطن میں خدا ہو جاتا ہے اس کو برزخ کہتے ہیں اور اس میں وجوب و امکان مساوی ہیں۔ کسی کو کسی پر غلبہ نہیں اس مرتبہ پر پہنچ کر عارف عالم پر متصرف ہو جاتا ہے۔ (ضیاء القلوب مطبوعہ کتب خانہ اشرفیہ راشدی کمپنی دیوبند صفحہ ۲۹ کے مراتب کا بیان) غور کرو پیر صاحب نے بندہ کو باطن میں خدا مان لیا عالم میں متصرف۔

یکشنبہ ۹ جولائی ۱۹۶۱ء کے جنگ راولپنڈی میں خبر شائع ہوئی کہ صدر پاکستان محمد ایوب خاں صاحب جب امریکہ کے دورے پر کراچی سے روانہ ہوئے تو مولانا احتشام الحق صاحب دیوبندی نے صدر کے بازو پر امام ضامن باندھا اور ۱۰ جولائی ۶۱ دوشنبہ کے جنگ میں مولانا کا فوٹو شائع ہوا جس میں آپ صدر کے بازو پر امام ضامن باندھ رہے ہیں۔ امام ضامن کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ہم امام حسین کے نام روپیہ مسافر کے بازو پر باندھتے ہیں امام ضامن اس کے ضامن ہیں۔ ان کے سپرد کرتے ہیں۔ جب مسافر بغیریت واپس آوے تب اس روپیہ کی فاتحہ امام حسین کے نام کی کی جاوے جن کے سپرد مسافر کیا گیا تھا۔ دیکھو اسی میں امام حسین کی مدد بھی لی گئی۔ ان کی فاتحہ بھی کی گئی ان کی نذر بھی مانی گئی۔ جناب صدر کو ان کے سپرد بھی کیا سبحان اللہ کیا ایمان افروز کام ہے خدا کا شکر ہے کہ دیوبندی بھی اس کے قائل ہو گئے۔

امداد الفتاویٰ مصنفہ مولوی اشرف علی صاحب جلد ۲ کتاب الحقا ئد والکلام صفحہ ۹۹ میں ہے جو استعانت و استمداد با عقدا و علم و قدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم قدرت کی دلیل سے ثابت ہو جائے تو جائز ہے۔ خواہ مستمد منہجی ہو یا میت

(امداد الفتاویٰ کتاب الحقا ئد والکلام ج ۳ ص ۹۹ مطبوعہ دارالعلوم کراچی)

بس فیصلہ ہی فرما دیا کہ مخلوق کو غیر مستقل قدرت مان کر ان سے استمداد جائز ہے۔ اگر چہ میت ہی سے مانگی جائے یہ بھی ہم کہتے ہیں۔ مولوی اشرف علی صاحب نے اپنی کتاب نشر الطیب کے آخر میں شیم الحبیب کے عربی کے اشعار کا ترجمہ کیا جس کا نام شیم الطیب رکھا۔ جس میں حضور علیہ السلام سے بے دریغ امداد مانگی اشعار حسب ذیل ہیں۔

شیم الطیب ترجمہ شیم الطیب مصنفہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی صفحہ ۱۳۵۔

یا شفیع العباد خذ یدی

کفکشی میں تم ہی ہو میرے ولی

مسنی الضر سیدی سندی

فوج کلفت مجھ پہ آغا لربہ ہوئی!

کن مغنیاً فانت لی مدوری

اے مرے مولیٰ خبر لیجئے مری

پس جہ باشد ذات آن روح الامین

(نشر الطیب فی ذکر ابن الحبیب ص ۸۶ مطبوعہ راجہ سعید کمپنی کراچی)

دیکھیری کیجئے میری نبی

لیس لی ملجاء سواک اغث

۳۷ تمہارے ہے کہاں میری پناہ

غششی الدمر ابن عبد اللہ

ابن عبد اللہ زمانہ ہے خلاف

نار احمد جوں حصینے شد حصین

## دوسرا باب

### اولياء الله سے مدد مانگنے کا عقلی ثبوت

دنیا آخرت کا نمونہ ہے اور یہاں کے کاروبار اس عالم کے کاروبار کا پتہ دیتے ہیں اسی لئے قرآن کریم نے حشر نشر اور رب کا الوہیت کو بنیادی مثالوں سے ثابت فرمایا ہے۔ مثلاً فرمایا کہ خشک زمین پر بارش پڑتی ہے تو پھر بزرگ زار بن جاتی ہے۔ اسی طرح بے جان جسموں کو دوبارہ حیات دی جاوے گی نیز فرمایا کہ تم گوارا نہیں کرتے کہ تمہارے غلاموں میں کوئی اور شریک ہو تو ہماری ملکیت میں بتوں وغیرہ کو کیوں شریک مانتے ہو۔ غرض کہ دنیا آخرت کا نمونہ ہے اور دنیا میں تو یہ دیکھا گیا ہے کہ یہاں کے بادشاہ ہر کام خود اپنے ہاتھ سے نہیں کرتے۔ بلکہ سلطنت کے کاموں کے لئے محکمہ بنادیتے ہیں تو یہ دیکھا گیا ہے کہ یہاں کے بادشاہ ہر کام خود اپنے ہاتھ سے نہیں کرتے۔ بلکہ سلطنت کے کاموں کے لئے محکمہ بنادیتے ہیں اور ہر محکمہ میں مختلف حیثیت کے لوگ رکھتے ہیں کوئی افسر اور کوئی ماتحت۔ پھر ان تمام محکموں کا مختار یا حاکم اعلیٰ وزیر اعظم کو منتخب کرتے ہیں۔ یعنی ہر کام بادشاہ کی مرضی اس کے فضاء سے ہوتا ہے۔ لیکن بلا واسطہ اس کے ہاتھ سے نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ بادشاہ مجبوری کی وجہ سے اپنا عملہ رکھتا ہے کیونکہ بادشاہ خود پانی پی سکتا ہے۔ اپنی اکثر ضروریات زندگی خود انجام دے سکتا ہے لیکن رعب کا تقاضا ہے کہ ہر کام خدام سے لیا جاوے اور رعایہ کو ہدایت ہوتی ہے کہ اپنی ضروریات کے وقت ان مقرر کردہ حکام کی طرف رجوع کرو۔ بیماری میں شفا خانہ جا کر ڈاکٹر سے کہو۔ مقدمات میں کچہری جا کر جج سے وکلاء کے ذریعہ سے کہو وغیرہ وغیرہ ان مصائب میں رعایا کا ان حکام کی طرف جانا بادشاہ کی بغاوت نہیں ہے بلکہ یہ عین اس کی فضاء کے مطابق ہے کہ اس نے ان کو حکام اسی لئے مقرر کیا ہے۔ ہاں اگر یہ رعایا دوسرے کو اپنا بادشاہ بنا کر اس سے مدد کے طالب ہوں تو اب باغی ہے کیونکہ شاہی انتخاب والوں کو چھوڑ اور غیر کو اپنا حاکم مانا۔ جب یہ بات سمجھ میں آگئی تو سمجھو کہ یہ ہی طریقہ سلطنت الہیہ کا ہے کہ وہ قادر ہے کہ دنیا کا بڑا چھوٹا ہر کام اپنی قدرت سے خود ہی پورا فرماوے مگر ایسا نہیں کرتا بلکہ انتظام عالم کے لئے ملائکہ وغیرہم کو مقرر فرمایا اور ان کے علیحدہ علیحدہ محکمے کر دیئے۔ جان نکالنے والوں کا ایک محکمہ جس کے افسر اعلیٰ حضرت عزرائیل ہیں۔ اسی طرح انسان کی حفاظت رزق پہنچانا بارش برسانا ماؤں کے پیٹ میں بچے بنانا۔ ان کی تقدیر لکھنا مدفون میتوں سے سوالات کرنا۔ صور پھونک کر مردوں کو زندہ کرنا۔ اور قیامت قائم کرنا۔ پھر قیامت میں جنت و دوزخ کا انتظام کرنا۔ غرض کہ دنیا و آخرت کے سارے کام ملائکہ میں تقسیم فرما دیئے۔

اسی طرح اپنے مقبول انسانوں کے سپرد بھی عالم کا انتظام کیا اور ان کو اختیارات خصوصی عطا فرمائے۔ کتب تصوف دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اولیاء اللہ کے کتنے طبقے ہیں اور کس کے ذمہ کون کون سے کام ہیں اس کی وجہ یہ نہیں کہ رب تعالیٰ ان کا محتاج ہے۔ نہیں بلکہ آئین سلطنت کا یہ ہی تقاضا ہے پھر ان حضرات کو خصوصی اختیارات بھی دیئے جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ فرماتے ہیں کہ ہم یہ کر سکتے ہیں یہ شخص ہمارا قیاس نہیں۔ بلکہ قرآن وحدیث اس پر شاہد ہیں۔ حضرت جبریل نے حضرت مریم سے کہا۔

قال انما انا رسول ربك لا هب لك غلاما زکیا۔

ترجمہ: اے مریم میں تمہارے رب کا قاصد ہوں۔ آیا ہوں تاکہ تم کو پاک فرزند دوں۔

(پارہ ۱۶ سورہ ۱۹ آیت نمبر ۱۹)

معلوم ہوا کہ حضرت جبریل نے فرمایا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں۔

اخلق لكم من الطين كهيئة الطير فانفخ فيه فيكون طيرا باذن الله۔

**ترجمہ:** میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی شکل بنا کر اس میں پھونکا ہوں تو وہ خدا کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے۔

(پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۴۹)

معلوم ہوا کہ حضرت مسیح باذن الہی بے جان کو جان بخشے ہیں۔

قل يتوفكم ملك الموت الذي وکل بکم۔

**ترجمہ:** فرما دو کہ تم کو ملک الموت وفات دینگے جو تم پر مقرر کئے گئے ہیں۔

(پارہ ۲۱ سورہ ۳۲ آیت نمبر ۱۱)

معلوم ہوا کہ حضرت عزرائیل جاندار کو بے جان کرتے ہیں۔ اور بھی اس قسم کی بہت سی آیات ملیں گی جس میں خدائی کاموں کو بندوں کی طرف نسبت کیا گیا ہے۔ رب تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں فرماتا ہے۔

ويزكهم ويعلمهم الكتاب والحكمة۔

**ترجمہ:** ہمارے محبوب ان کو پاک فرماتے ہیں اور ان کو کتاب و حکمت سکھاتے ہیں۔

(پارہ ۲۴ سورہ ۳ آیت نمبر ۱۶۳)

اعنهم الله ورسوله من فضله۔

**ترجمہ:** ان کو اللہ اور رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

(پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۷۴)

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر گندگی سے پاک بھی فرماتے ہیں اور فقیروں کو غنی بھی کرتے ہیں۔

خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزكهم بها۔

**ترجمہ:** آپ ان کے مالوں سے صدقے وصول فرمائیے اور اس سے ان کو پاک فرما دیجئے۔

(پارہ ۱۱ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۰۳)

معلوم ہوا کہ وہ نبی عمل خدا کے یہاں قبول ہے جو بارگاہ رسالت میں منظور ہو جائے۔

ولو انهم رضوا ما اتاهم الله ورسوله وقالوا حسبنا الله سيوتينا الله من فضله ورسوله۔

**ترجمہ:** اور کیا اچھا ہوتا۔ اگر وہ اس پر راضی ہوتی جو اللہ رسول نے ان کو دیا اور کہتے نہ اللہ ہم کو کافی ہے اب ہم کو اللہ اپنے فضل سے اور رسول دیں گے۔

(پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۵۹)

معلوم ہوا کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام دیتے ہیں۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی کہے کہ ہم کو رسول اللہ عزت دیتے ہیں مال و اولاد دیتے ہیں تو صحیح ہے کیونکہ آیات نے یہ بتایا لیکن مقصد وہی ہوگا کہ یہ حضرات حکومت الہیہ کے حکام ہیں رب تعالیٰ نے ان کو دیا یہ ہم کو دیتے ہیں۔ اسی طرح مصیبت کے وقت اولیاء اللہ یا انبیائے کرام سے مدد مانگنا بھی اسی طرح ہوا۔ جس طرح کہ بیماری اور مقدمہ میں بادشاہ کی رعایا ڈاکٹر یا حاکم سے مدد مانگتی ہے۔ قرآن نے فرمایا۔

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحیما۔

**ترجمہ:** اگر یہ گنہگار اپنی جانوں پر ظلم کر کے اے محبوب تمہارے پاس آجائے اور پھر اللہ سے مغفرت مانگتے اور اے محبوب آپ بھی ان کے لئے دعائے مغفرت فرماتے تو یہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔

(پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۱۰)

عالمگیری کتاب الحج باب زیارت قبر النبی میں فرماتے ہیں کہ اب بھی جب زائر روضہ پاک پر حاضر ہو تو یہ آیت پڑھے۔ یہ تو دنیا میں تھا۔ قبر میں تین سوال نگرین کرتے ہیں۔ اول تو من ربک تیرا رب کون ہے؟ بندہ کہتا ہے کہ اللہ۔ پھر پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا؟ بندہ کہتا ہے کہ اسلام۔ ان سوالوں میں اسلام کی ساری باتیں آئیں۔ مگر ابھی پاس نہیں ہوا۔ بلکہ آخری سوال ہوتا ہے کہ اس بزرگسب والے آقا کو تو کیا کہتا ہے؟ جب یہ صراحتہ کہلو الیہا کہ ہاں میں ان کو پہچانتا ہوں۔ یہ میرے نبی محمد رسول اللہ ﷺ ہیں تب سوالات ختم ہوتے ہیں تو قبر میں ان کے نام کی امداد سے نجات ہوئی۔ قیامت میں لوگ تنگ آ کر شفیع کو ہی ڈھونڈیں گے جب حضور علیہ السلام کے دروازے تک پہنچ جائیں گے۔ تب حساب و کتاب شروع ہوگا۔ وہ بھی حضور کی شفاعت سے معلوم ہوا کہ رب کو یہ منظور ہے کہ سارا عالم حضور علیہ السلام کا ہی محتاج رہے یہاں بھی قبر میں بھی اور حشر میں بھی۔ اسی لئے فرمایا وابتغوا الیہ الوسيلة تم رب کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ یعنی ہر جگہ وسیلہ مصطفیٰ علیہ السلام کی ضرورت ہے۔

اگر یہاں وسیلہ سے مراد نیک اعمال ہی کا وسیلہ مراد ہو تو ہم جیسے گنہگار بد عمل اور مسلمانوں کے لئے دیوانے اور وہ جو ایمان لاتے ہی مر جاویں وہ سب بے وسیلہ ہی رہ جاویں۔ نیز نیک اعمال بھی تو حضور ہی کے طفیل سے حاصل ہوں گے۔ پھر بھی بالواسطہ حضور ہی کا وسیلہ ضروری ہوا۔ نبی کے وسیلہ کے کفار بھی قائل تھے۔ وکانوا يستفتون علی الذین کفروا (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۸۹) کعبہ معظمہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے بتوں سے پاک ہوا اور حضور ہی کے وسیلہ سے قبلہ بنا لیتو لیتک قبلۃ ترضیہا۔ (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۴۴) بلکہ حضور ہی کے وسیلہ سے قرآن قرآن کہلایا۔ اور قرآن کی آیات حضور کے کی مدنی ہونے سے کی مدنی ہیں در نہ وہ تو عرش ہیں۔ شیطان بلا واسطہ انبیاء رب تک پہنچنا چاہتا ہے تو شہاب سے مار دیا جاتا ہے اگر مدینہ کے راستے سے جاتا تو ہرگز نہ مارا جاتا۔ یہ ہی نتیجہ ان کا بھی ہوگا جو کہتے ہیں خدا کو مان خدا کے سوا کسی کو نہ مانا۔

ہماری اس تقریر سے اتنا معلوم ہوا کہ انبیاء و اولیاء سے مدد مانگنا یا ان کو حاجت روا جاننا نہ شرک ہے اور نہ خدا کی بغاوت بلکہ عین قانون اسلامی اور منشاء الہی کے بالکل مطابق ہے جناب معراج میں نماز اولاً پچاس وقت کی فرض فرمائی۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عرض پر کم کرتے کرتے پانچ رکھیں آخر کیوں؟ اسی لئے کہ مخلوق جانے کہ نماز پچاس کی پانچ رہیں۔ اس میں موسیٰ علیہ السلام کی مدد شامل ہے۔ یعنی اللہ کے مقبول بعد وفات بھی مدد فرماتے ہیں۔ رہا مشرکین کا اپنے بتوں سے مدد مانگنا یہ بالکل شرک ہے دو وجہ سے۔ اولاً تو اس لئے کہ وہ ان بتوں میں خدائی اثر اور ان کو جھوٹا خدا مان کر مدد مانگتے ہیں۔ اس لئے ان کو والد یا شرکاء کہتے ہیں یعنی ان بتوں کو اللہ کا بندہ اور پھر الوہیت کا حصہ دار مانتے ہیں جیسے عیسیٰ علیہ السلام کی عیسائی اللہ کا بندہ ہونے کے ساتھ ابن اللہ یا ثالث مثلہ یا عین اللہ مانتے ہیں مومن ان اولیاء و انبیاء کو محض بندہ ہی مان کر اس کو اس طرح کا حاجت روا مانتے ہیں۔ جیسے اہل دیوبند مالداروں کو مدرسہ کا معاون و مددگار یا طبیب و حاکم کو مختار حکومت تسلیم کرتے ہیں۔ دوسرے اس لئے کہ بتوں کو رب تعالیٰ نے یہ اختیارات نہ دیئے وہ اپنی طرف سے ان کو اپنا مختار مان کر ان سے مدد وغیرہ طلب کرتے ہیں لہذا وہ مجرم بھی ہیں اور اللہ کے باغی بندے بھی۔ جس کی بہترین مثال ابھی ہم دے چکے ہیں اس فرق کو شاہ عبدالعزیز صاحب نے طوطا رکھ کر فیصلہ فرمایا ہے بلا تشبیہ ایک بت پرست پتھر کی طرف سجدہ کرتا ہے مشرک ہے کہ اس کا فعل اپنی ایجاد سے ہے اور مسلمان کعبہ کی طرف سجدہ کرتا ہے وہاں بھی پتھر کی ہی ہمارت ہے مگر مشرک نہیں کیونکہ اس کا سجدہ حقیقت میں خدا کو ہے نہ کہ کعبہ کو اور حکم الہی سے ہے مشرک کا سجدہ خلاف حکم الہی پتھر کو ہے یہ فریضہ ضروری ہے۔ گنا کیے پانی کی تعظیم کرنا گنہگار ہے مگر آب زمزم کی تعظیم ایمان۔ مندر کے پتھر کی تعظیم شرک ہے مگر مقام ابراہیم کی تعظیم ایمان حالانکہ وہ بھی پتھر ہی ہے۔

## دوسرا باب

### استمداد اولیاء اللہ پر اعتراضات کے بیان میں

اس مسئلہ پر مخالفین کے چند مشہور اعتراضات ہیں وہ یہی ہر جگہ بیان کرتے ہیں۔

**اعتراض:-** مشکوٰۃ باب الاندائو التحذیر میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔  
لا اغنی عنک من اللہ شیئا۔

**ترجمہ:-** میں تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الاندائو التحذیر الفصل الاول ص ۲۶۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

جب آپ سے فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی مدد نہ ہو سکتی تو دوسروں کی کیا ہوگی؟

**جواب:-** یہ اول تبلیغ کا واقعہ ہے مقصد یہ ہے کہ اے فاطمہ رضی اللہ عنہا اگر تم نے ایمان قبول نہ کیا تو میں خدا کے مقابل ہو کر تم سے عذاب دوڑ نہیں کر سکتا۔ دیکھو پیر نوح۔ یہاں اسی لئے من اللہ فرمایا۔ مسلمانوں کی حضور ہر جگہ امداد فرمائیں گے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔  
الاخلاء یومئذ بعضہم لبعض عدو الا المتقون (پارہ ۲۵ سورہ ۲۳ آیت نمبر ۶) پرہیزگاروں کے سوا سارے دوست قیامت میں ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گناہ کبیرہ والوں کی بھی شفاعت فرمائیں گے گرتوں کو سنبھالیں گے۔  
شرابی باب غسل لہیت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ قیامت میں سارے رشتے ٹوٹ جائیں گے سوا میرے نسب اور رشتہ کے۔ واقعی دو بند یوں کی حضور مدد نہ فرمائیں گے۔ ہم چونکہ محمد تعالیٰ مسلمان ہیں ہماری مدد ضرور فرمائیں گے۔

**اعتراض:-** ایاک نعبد ایاک نستعین۔

**ترجمہ:-** ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔

(پارہ ۱ سورہ ۱ آیت نمبر ۴)

معلوم ہوا کہ عبادت کی طرح مدد مانگنا بھی خدا سے ہی خاص ہے جب غیر خدا کی عبادت شرک۔ تو غیر خدا کی استمداد بھی شرک۔

**جواب:-** اس جگہ مدد سے مراد حقیقی مدد ہے یعنی حقیقی کارساز کچھ کر تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ رہا اللہ کے بندوں سے مدد مانگنا وہ محض واسطہ فیض الہی سمجھ کر ہے جیسے کہ قرآن میں ہے۔ ان الحکم الا للہ (پارہ ۷ سورہ ۹ آیت نمبر ۵۷) نہیں ہے حکم مگر اللہ کا۔ یا فرمایا گیا کہ  
ما فی السموت وما فی الارض اللہ ہی کی ہیں تمام آسمان وزمین کی چیزیں۔ پھر ہم حکام کو حکم بھی مانتے ہیں اور اپنی چیزوں پر دعویٰ ملکیت بھی کرتے ہیں۔ یعنی آیت سے مراد ہے حقیقی حکم اور حقیقی ملکیت مگر بندوں کے لئے۔ عطاۃ الہی۔

نیز یہ بتاؤ کہ عبادت اور مدد مانگنے میں تعلق کیا ہے؟ کہ اس آیت میں ان دونوں کو جمع کیا گیا۔ تعلق یہ ہی ہے کہ حقیقی معاون سمجھ کر مدد مانگنا یہ بھی عبادت ہی کی ایک شاخ ہے۔ بت پرست بتوں کی پرستش کرتے وقت مدد کے الفاظ بھی کہا کرتے ہیں کہ ”کالی مائی تیری دہائی“ وغیرہ اس لئے ان دونوں کو جمع کیا گیا۔ اگر آیت کا مطلب یہ ہے کہ کسی غیر خدا سے کسی قسم کی مدد مانگنا بھی شرک ہے تو دنیا میں کوئی مسلمان نہیں رہ سکتا۔ نہ تو صحابہ کرام اور نہ قرآن کے ماننے والے اور نہ خود مخالفین۔ ہم اس کا ثبوت اچھی طرح پہلے دے چکے ہیں۔ اب بھی مدرسہ کے چندہ کے لئے مالداروں سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ انسان اپنی پیدائش سے لے کر دفن قبر تک قیامت تک بندوں کی مدد کا محتاج ہے۔ دوائی کی مدد سے پیدا ہوئے ماں باپ کی مدد سے پرورش پائی۔ استاد کی مدد سے علم سیکھا۔ مالداروں کی مدد سے زندگی گزار لی اہل قرابت کی تلقین کی مدد سے دنیا سے ایمان سلامت لے گئے۔ پھر غمناں اور درزی کی مدد سے غسل ملا اور کفن پہنا۔ گورکن کی مدد سے قبر کھدی۔ مسلمانوں کی مدد سے زیر خاک دفن ہوئے پھر اہل قرابت کی مدد سے بعد میں انصال ڈاؤں ہوا۔ پھر ہم کس منہ سے کہہ سکتے ہیں کہ ہم کسی سے مدد نہیں مانگتے اس آیت میں کوئی قید نہیں ہے کہ کس سے مدد اور کس وقت۔

**اعتراض:-** رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ وما لکم من دون اللہ من ولی ولا نصیر (پارہ اسورہ ۲ آیت نمبر ۱۰۷) معلوم ہوا کہ رب کے سوا کوئی ولی ہے نہ مددگار۔

**جواب:-** یہاں ولی اللہ کی نفی نہیں۔ بلکہ ولی من دون اللہ کی نفی ہے۔ جنہیں کفار نے اپنا ناصرو مددگار مان رکھا تھا یعنی بت و شیاطین ولی اللہ وہ جسے رب نے اپنے بندوں کا ناصر بنایا۔ جیسے انبیاء و اولیاء و اسرائے لندن سے حکومت کرنے کے لئے منتخب ہو کر آتا ہے۔ اگر کوئی شخص کس کو خود ساختہ حاکم مان لے وہ مجرم ہے۔ سلطانی حکام کو مانو، خود ساختہ حاکموں سے بچو۔ ایسے ہی ربانی حکام سے مدد لو گھریلو ناصرین سے بچو موئی علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے حکم دیا کہ۔

اذھب الی فرعون انه طغی۔

**ترجمہ:** فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو گیا۔

(پارہ اسورہ ۲۰ آیت نمبر ۲۳)

آپ نے عرض کیا:

واجعل لی وزیراً من اہلی ہرون اخی اشدد بہ ازری۔

**ترجمہ:** مولیٰ حضرت ہارون کو میرا وزیر بنادے جس سے میرے بازو کو قوت ہو۔

(پارہ اسورہ ۲۰ آیت نمبر ۲۹-۳۰-۳۱)

رب تعالیٰ نے بھی نہ فرمایا کہ تم نے میرے سوا کسی اور کا سہارا کیوں لیا؟ بلکہ منظور فرمایا۔ معلوم ہوا کہ اللہ والوں کا سہارا ایسا طریقہ انبیاء ہے۔

**اعتراض:-** در مختار باب المرتدین کرامات اولیاء میں ہے کہ قول شیناً للہ قبل یکفرہ معلوم ہوا کہ یا عبد القادر جیلانی شیناً للہ کہنا کفر ہے۔

(رد المحتار علی در المختار باب المرتد مطلب فی کرامات الاولیاء من ص ۳۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

**جواب:-** یہاں شیناً للہ کے یہ معنی ہیں کہ خدا کی حاجت روائی کے لئے کچھ دو۔ رب تعالیٰ تمہارا ہمتان ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ یتیم کے لئے کچھ دو۔ یہ معنی واقعی کفر ہیں۔ اس کی شرح میں شامی نے فرمایا۔ اما ان قصد المعنی الصحیح فالظاهر انه لا باس بہ۔

(رد المحتار علی در المختار باب المرتد مطلب فی کرامات الاولیاء من ص ۳۰-۳۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

یعنی اگر اس سے صحیح معنی کی نیت کی کہ اللہ کے لئے مجھے کچھ دو یہ جائز ہے اور ہمارے نزدیک شیناً للہ کا یہ ہی مطلب ہے۔

**اعتراض:-**

جسے تم مانگتے ہو اولیاء سے!

وہ کیا ہے جو نہیں ملتا خدا سے

**جواب:-**

جسے تم مانگتے ہو اغنیاء سے

وہ چندہ ہے جو نہیں ملتا خدا سے

اسے ہم مانگتے ہیں اولیاء سے

تو سب کچھ نہیں سکتے خدا سے

**اعتراض:-** خدا کے بندے ہو کر غیر کے پاس کیوں جائیں؟ ہم اس کے بندے ہیں چاہیے کہ اسی سے حاجتیں مانگیں۔ (تقویۃ الایمان)

**جواب:-** ہم خدا کے بندہ خدا کے حکم سے خدا کے بندوں کے پاس جاتے ہیں۔ قرآن بھیج رہا ہے۔ دیکھو گزشتہ تقریر۔ اور خدا نے ان بندوں کو اسی لئے دنیا میں بھیجا ہے۔

مردود یہ مراد کس سیت خبر کی ہے!

حاکم حکیم دارو دیں یہ کچھ نہ دیں

**اعتراض:-** قرآن کریم نے کفار کا کفر یہ بیان کیا ہے کہ وہ بتوں سے مدد مانگتے ہیں۔ وہ بتوں سے مدد مانگ کر مشرک ہوئے اور تم اولیاء سے۔

**جواب:-** اور تم بھی مشرک ہوئے اغنیاء پولیس اور چاکم سے مدد مانگ کر، یہ فرق ہم اپنی عقلی تقریر میں بیان کر چکے ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: ومن یلعن اللہ فلن تجد له نصیراً۔

**ترجمہ:-** جس پر خدا کی لعنت ہوتی ہے۔ اس کا مددگار کوئی نہیں۔

(پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۵۲)

مومن پر خدا تعالیٰ کی رحمت ہے اس کے لئے رب تعالیٰ نے بہت مددگار بنائے۔

**اعتراض:-** شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ حضرت ظیل نے آگ میں پہنچ کر حضرت جبریل کے پوچھنے پر بھی ان سے مدد نہ مانگی۔

بلکہ فرمایا کہ اے جبریل تم سے کوئی حاجت نہیں اگر غیر خدا سے حاجت مانگنا جائز ہوتا تو ایسی شدت میں ظیل اللہ جبریل سے کیوں مدد نہ طلب کرتے۔

**جواب:-** یہ وقت امتحان تھا اندیشہ تھا کہ حرف شکایت منہ سے نکالنا رب کو نا پسند ہوگا۔ اسی لئے ظیل اللہ نے اس وقت خدا سے بھی مدد نہ کی بلکہ فرمایا کہ اے جبریل تم سے کچھ حاجت نہیں اور جس سے ہے وہ خود جانتا ہے جیسے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دی۔ مگر اس مصیبت کے دفع ہونے کی کسی نے بھی مدد نہ کی نہ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ حضرت مرتضیٰ نے نہ حضرت فاطمہ زہرا نے رضی اللہ عنہا۔

**اعتراض:-** زندوں سے مدد مانگنا جائز ہے مگر مردوں سے نہیں۔ کیونکہ زندہ میں مدد کی طاقت ہے مردہ میں نہیں لہذا یہ مشرک ہے۔

**جواب:-** قرآن میں ہے وایک نستعین (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۴) ہم تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں اس میں زندہ اور مردے کا فرق کہاں۔ کیا زندہ کی عبادت جائز ہے مردے کی نہیں؟ جس طرح غیر خدا کی عبادت مطلقاً مشرک ہے زندہ کی ہو یا مردے کی استمداد بھی مطلقاً مشرک ہونی چاہیے۔

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی وفات کے ڈھائی ہزار برس بعد امت مصطفیٰ ﷺ کی یہ مدد فرمائی کہ شب معراج میں پچاس نمازوں کی بجائے پانچ کرادیں۔ رب تعالیٰ جانتا تھا کہ نمازیں پانچ رہیں گی مگر بزرگان دین کی مدد کے لئے پچاس مقرر فرما کر پھر دو پیاروں کی دعا سے پانچ مقرر فرمائیں۔ استمداد کے منکرین کو چاہیے کہ نمازیں پچاس پڑھا کریں۔ کیونکہ پانچ میں غیر اللہ کی مدد شامل ہے۔

نیز قرآن کریم تو فرماتا ہے کہ اولیاء اللہ زندہ ہیں ان کو مردہ نہ کہو اور نہ جانو۔

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احياء ولكن لا تشعرون۔

**ترجمہ:-** جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم احساس نہیں کرتے۔

(پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۵۴)

جب یہ زندہ ہوئے تو ان سے مدد حاصل کرنا جائز ہوا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو شہداء کے بارے میں ہے جو کہ تلوار سے راہ خدا میں مارے جاویں گے۔ مگر یہ بلاوجہ زیادتی ہے اس لئے کہ آیت میں لڑنے کی تلوار کا ذکر نہیں ہے جو حضرات عشق الہی کی تلوار سے مقتول ہوئے وہ بھی اس میں داخل ہیں۔ (روح البیان) اسی لئے حدیث پاک میں آیا کہ جو ذوب کمرے جل جاوے طاعون میں مرے عورت زچگی کی حالت میں مرے۔ طالب علم مسافر وغیرہ سب شہید ہیں۔ نیز اگر صرف تلوار سے مقتول تو زندہ ہوں باقی سب مردے تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معاذ اللہ مردہ ماننا لازم آوے گا۔ حالانکہ سب کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضرات بحیات کامل زندہ ہیں۔ نیز زندہ اور مردے سے مدد مانگنے کی تحقیق یہ ہم ثبوت استمداد میں کر چکے ہیں کہ امام غزالی فرماتے ہیں کہ جس سے زندگی میں مدد لی جاسکتی ہے بعد موت بھی اس سے مدد مانگی جاوے اور اس کی کچھ تحقیق پوسہ تیر کات اور سفر زیارت قبور میں بھی ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

تفسیر صاوی آخر سورہ قصص ولا تدع مع اللہ الہا اخر (پارہ ۲۰ سورہ ۲۸ آیت نمبر ۸۸) کی تفسیر میں ہے۔

فحينئذ فليس في الآية دليل على ما زعمه الخوارج من ان الطلب من الغير حيا و ميتا شرك فانه جليل مركب لان سوال الغير من اجراء الله النفع او النضر على يده قد يكون واجبا لانه من التمسك بالاسباب ولا ينكر الاسباب الا جحودا او جهولا۔

**ترجمہ:** یعنی یہاں لائدع کے معنی ہیں نہ پوجو لہذا اس آیت میں ان خارجیوں کی دلیل نہیں جو کہتے ہیں کہ غیر خدا سے خواہ زندہ ہو یا مردہ کچھ مانگنا شرک ہے۔ خارجیوں کی یہ بکواس اس جہالت ہے کہ کیونکہ غیر خدا سے مانگنا اس طرح کہ رب ان کے ذریعہ سے نفع نقصان دے کبھی واجب ہوتا ہے کہ یہ طلب اسباب کا حاصل کرنا ہے اور اسباب کا انکار نہ کرے گا مگر منکر یا جاہل۔

(تفسیر صافی ج ۳ ص ۳۰۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس عبارت سے تین باتیں معلوم ہوئیں (۱) غیر خدا سے مانگنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب بھی ہوتا ہے (۲) اس طلب کا انکار خارجی کرتے ہیں (۳) لائدع میں پوجنے کی نفی ہے نہ کہ پکارنے کی یا مدد مانگنے کی۔

**اعتراض:**۔ بزادگان وین کو دیکھا گیا ہے کہ پڑھاپے میں چل پھر نہیں سکتے اور بعد وفات بالکل بے دست و پا ہیں پھر ایسے کمزوروں سے مدد لینا جنوں سے مدد لینے کی طرح لغو ہے۔ اس کی برائی رب تعالیٰ نے بیان کی کہ وان يسلبهم الذباب شيئا لا يستقذوه منه (پارہ ۷ سورہ ۲۲ آیت نمبر ۷) یہ اولیاء اپنی قبروں سے کبھی بھی دفع نہیں کر سکتے۔ ہماری کیا مدد کریں گے۔

**جواب:**۔ یہ تمام کمزوریاں اس جسم خاکی پر اس لئے طاری ہوتی ہیں کہ اس کا تعلق روح ہے کمزور ہو گیا روح میں کوئی کمزوری نہیں بلکہ بعد موت اور زیادہ قوی ہو جاتی ہے کہ قبر کے اندر سے باہر والوں کو دیکھتی اور قدموں کی آواز سنتی ہے۔ خصوصاً ارواح انبیاء رب تعالیٰ نے فرمایا ہے وللاخرة خبير لك من الاولى (پارہ ۳ سورہ ۹۳ آیت نمبر ۴) پر پچھلی گھڑی گزشتہ گھڑی سے آپ کے لئے بہتر ہے اور استمداد اولیٰ کی روح سے ہے۔ نہ جسم غصری سے کنار جن سے مدد مانگتے ہیں وہ روحانی طاقت سے خالی ہیں نیز وہ پتھروں کو اپنا مددگار جانتے ہیں جن میں روح بالکل نہیں۔

تفسیر روح البیان پارہ ۱ سورہ ۹ آیت ۳۷ (تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۵۴۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) بحصولہ عماماً و يحرمونه عماماً کی تفسیر میں ہے کہ حضرت خالد و عمر نے زہر پیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ حضور علیہ السلام نے خیبر میں زہر کھایا۔ مگر بوقت وفات اثر ظاہر ہوا کہ انہوں نے مقام حقیقت میں وہ کر زہر پیا تھا۔ اور زہر کا اثر حقیقت پر نہیں ہوتا۔ بوقت وفات بشریت کا ظہور تھا کہ موت بشریت پر طاری ہوتی ہے۔ لہذا اب اثر ظاہر ہوا۔ ان حضرات کو قبر کی کبھی تو کیا عالم کو پلٹ دینے کی طاقت ہے۔ مگر اس جانب توجہ نہیں۔ خانہ کعبہ میں تین سو برس بت رہے رب نے دور نہ کیے تو کیا خدا کمزور ہے اپنے گھر سے نجاست دور نہ کر سکا؟ رب سمجھ دے۔

**اعتراض:**۔ حضرت علی اور امام حسین میں اگر کچھ طاقت ہوتی۔ تو خود دشمنوں سے کیوں شہید ہوتے جب وہ اپنی مصیبت دفع نہ کر سکے۔ تو تمہاری مصیبت کیا دفع کریں گے؟ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ وان يسلبهم الذباب شيئا لا يستقذوه منه۔

(پارہ ۷ سورہ ۲۲ آیت نمبر ۷)

**جواب:**۔ ان میں دفع مصیبت کی طاقت تو تھی۔ مگر طاقت کا استعمال نہ کیا۔ کیونکہ رب تعالیٰ کی مرضی ایسی ہی تھی۔ سوئی علیہ السلام کا عصا فرعون کو بھی کھا سکتا تھا۔ مگر وہاں استعمال نہ کیا امام حسین رضی اللہ عنہ میں طاقت تھی کہ کہ بلا میں حوض کوثر منکا لیتے فرات کی کیا حقیقت تھی مگر راضی برضاء الہی تھے۔ دیکھو رمضان میں ہمارے پاس پانی ہوتا ہے۔ مگر حکم الہی کی وجہ سے استعمال نہیں کرتے بخلاف بتوں کے کہ ان میں طاقت ہی نہیں۔ لہذا یہ آیت انبیاء و اولیاء کے لئے پڑھنا بے دینی ہے۔ یہ بتوں کے لئے ہے۔ حضرت حسین کے مانتانے بار بار اپنی انگلیوں سے پانی کے چشمے بہا دیئے یہ پانی جنت سے آتا تھا۔



وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ  
اور اس (رب) کی طرف وسیلہ ڈھونڈو

رحمت خدا  
بوسيله اولياء الله

مؤلفہ

حکیم الامت شیخ التفسیر مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

بسم الله الرحمن الرحيم۔

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على من كان نبيا و ادم بين الماء والطين خاتم النبيين فانه الغر المحجلين وسيلتنا في الدارين الى الله رب العلمين سيدنا ومولانا محمد واله الطيبين واصحابه الطاهرين۔  
جس پر آشوب زمانہ سے ہم گزر رہے ہیں یہ مسلمانوں کے لئے نہایت ہی فتنوں اور آفتوں کا زمانہ ہے۔ آج بہت خوش نصیب وہ شخص ہے جس کا ایمان موجودہ ہواؤں سے بچ جائے۔ بد مذہبی اور بے دینی کی ایسی تیز آندھیاں چل رہی ہیں جن سے سادہ لوح مسلمانوں کا ایمان خطرے میں ہے۔ اگرچہ اسلام میں نئے نئے فرقے پہلے بھی پیدا ہوتے رہے لیکن جو بیماری آج ہے وہ اس سے پہلے کے مسلمانوں میں سنتے ہی میں نہ آئی تھی۔ آج ہر جاہل قرآن شریف کا مفسر بن گیا اور ہر یہودہ آدمی بندگان دین اور ائمہ مجتہدین پر کواس کر رہا ہے۔ اسلام کے ایسے مسلمہ مسائل جن کے متعلق کبھی گمان بھی نہ ہو سکتا تھا کہ کوئی کلمہ پڑھنے والا ان کا انکار کرے گا۔ آج ان مسلم الثبوت مسائل کے منکر پیدا ہو گئے۔ انہی مسائل میں سے اللہ تعالیٰ کے پیارے اور مخلص بندوں کا وسیلہ ہے۔ ہر زمانہ میں ہر شخص وسیلہ کا قائل اور معتقد رہا۔ مگر آج وسیلہ کے منکر ہو گئے ہیں جو دنیاوی مصیبتوں اور آلام میں حاکموں اور حکیموں کے پاس بھاگے اور مارے مارے پھریں مگر انبیاء کرام اور اولیاء اللہ کے وسیلہ پکڑنے والوں کو مشرک و مرتد کہتے ہیں۔ ذرا خوف نہیں کرتے۔ خدائے تعالیٰ کا غضب جس شخص جس قوم پر ہوتا ہے اسے اللہ تعالیٰ وسیلہ سے محروم کر دیتا ہے۔

اور جن پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے انہیں اس کے پیاروں کا وسیلہ نصیب ہوتا ہے خوش نصیب بندہ اپنے گناہوں پر گریہ زاری کرتا ہے۔ اور بزرگوں کے وسیلہ سے گناہوں کے میل کو دل سے دھوٹا ہے لیکن بد نصیب انسان اللہ کے پاک بندوں میں عیب نکالتا ہے۔ اور ان سے دور رہ کر رب کی رحمت سے محروم ہوتا ہے۔ تمام فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو قرب الہی کا وسیلہ جان کر ان کے سامنے اپنا سر جھکا دیا۔ وہ مقبول بارگاہ ہے شیطان نے بے وسیلہ والی لاکھوں عبادتیں کیں مگر حضرت آدم علیہ السلام کا وسیلہ نہ بنایا اور مرد بارگاہ الہی ہوا۔ مولانا فرماتے ہیں۔ مشوی۔

چوں خدا خواہد کہ راز کس درد

میلش اندر طعنہ پا کاں نہد

چوں خدا خواہد کہ مایاری کند

میل مارا جانب زاری کند

بے شک خدا تعالیٰ جب کسی کی پردہ دری اور رسوا کرنا چاہتا ہے تو اس کی طبیعت میں پاک لوگوں کی طعنہ زنی میں رغبت پیدا کر دیتا ہے اور جب خدا تعالیٰ نیکی کی توفیق عطا کرتا ہے تو گریہ و زاری کی طرف طبیعت کو مائل کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے پیاروں کا وسیلہ ایک ایسا وسیلہ ہے جس کے قائل کفار بھی ہیں۔ جانور اور بے جان مکڑیاں بھی مقبولان بارگاہ کو وسیلہ پکڑتے رہے ہیں۔ قرآن کریم فرما رہا ہے کہ فرعون اور اس کی قوم پر غرق ہونے سے پہلے جوں اور مینڈک وغیرہ کے بہت سے عذاب آئے۔ مگر جب عذاب آتا تھا تو وہ موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرتے تھے کہ لئن كشفت عنا الرجز لنؤمنن لك و لنرسلن معك بنی اسرائیل اے موسیٰ علیہ السلام اگر آپ نے یہ عذاب ہم سے دور کر دیا تو ہم آپ پر ضرور ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ کے حوالے کر دیں گے مگر جب پھر ان کی دعا سے عذاب دور ہو جاتے ایمان نہ لاتے تھے۔ جب رب کو فرعونین کا ہلاک کرنا منظور ہوا تو موسیٰ علیہ السلام تک نہ پہنچے دیا بلکہ دریائے قلزم سے پہلے تو موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو صحیح و سالم نکال دیا۔ اور پھر فرعون کو دریا میں پھنسا دیا اور بولا۔ امت برب موسیٰ و ہارون میں موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے رب پر ایمان لاتا ہوں چونکہ وسیلہ

در میان میں نہ تھا ایمان قبول نہ ہوا۔ اور ڈوب گیا۔

کفار مکہ بھی ہر مصیبت یعنی قحط سالی وغیرہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر دعا کراتے تھے اونٹوں چڑیوں اور ہرنیوں نے مصیبت میں حضور ﷺ سے فریادیں کیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا۔

ہاں یہیں کرتی ہیں چڑیاں فریاد      ہاں یہیں چاہتی ہے ہرنی داد

اسی در پہ شتران ناشاد      گلہ رنج دغا کرتے ہیں

بے جان نکروں لکڑیوں نے حضور ﷺ ہی کا وسیلہ اختیار کیا۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

نطق آب و نطق خاک و نطق گگل      هست محسوس حواس اہل دل

فلسفی گگو منکر حنانہ است      از حواس اولیا بیگمانہ است

اگر یہ واقعات تفصیل وار دیکھنا ہوں تو ہماری تصنیفات کا مطالعہ کر خصوصاً سلطنت مصطفیٰ دیکھو۔

غرضیکہ پاک بندوں کا وسیلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کی کفار اور بے عقل مخلوق بھی قائل ہے مگر انہوں نے ایسے ظاہر مسئلہ کے اب منکر ہوئے تو کون جانور نہیں رام لعل دوار کا پر شاد کا فر نہیں بے علم مسلمان نہیں۔ بلکہ کلمہ پڑھنے والے فاضل دیوبند کہلانے والے۔ اسلام کے ٹھیکہ دار بننے والے دیوبندی وہابی اور مولوی نے فقط انکار ہی نہیں کیا بلکہ ایسی ضد پر آئے کہ ان کے تمام وعظ جلیے مجلس اسی لئے اسی لئے وقف ہو گئیں۔ وسیلہ کے قائل مسلمانوں پر شرک و کفر اور طغیان کے فتوے لگنے لگے۔ بتوں کی آیات پیغمبروں پر اور کفار کی آیات مسلمانوں پر چسپاں کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ کے پیاروں اور مخلص بندوں کی شان میں ایسی گستاخیاں کرنے لگے۔ کہ کبھی کفار کو بھی ایسی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ بعض سادہ لوح مسلمان ان کے جبہ و دستار دیکھ کر ان کے جال میں پھنس گئے۔ اور یہ بیماری متعدی مرض کی طرح روز بروز بڑھنے لگی۔

اس لئے میں نے سوچا کہ اگر میں اس وقت خاموش رہوں تو میرا وجود کس کام آئے گا۔ میں نے بارگاہ مصطفیٰ ﷺ کے دروازے کے کھڑے کھائے ہیں ان کے نام پر پلا ہوں۔ اگر ان کے دین پر آئج آتی دیکھوں اور حرکت نہ کروں تو ضرور میری پکڑ ہوگی۔ محافظ کتے کا فرض ہے کہ جب ملک کے گھر چور آتے دیکھے تو کم از کم چیخ و پکار کر کے چوروں کو بھگا دے۔ میرے پاس صرف چوب قلم ہے اللہ کے نام پر یہ رسالہ لکھا اس رسالے کا بھی وہی طریقہ ہوگا جو ”جاء الحق“ اور ”سلطنت مصطفیٰ“ کا ہے۔ یعنی وسیلہ کا مسئلہ دو بابوں میں بیان ہوگا پہلے باب میں وسیلہ بزرگان کا ثبوت قرآنی آیات احادیث نبوی بزرگوں کے اقوال اور خود مخالفین کی تحریروں سے۔ دوسرے باب میں مخالفین کے اعتراضات مع جوابات کے اس رسالہ کا نام رحمت خدا بوسیله اولیا رکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنے حبیب ﷺ کے صدقہ سے قبول فرما کر صدقہ جاریہ بنائے اسے میرے گناہ کا کفارہ فرمائے جو مسلمان اس سے فائدہ اٹھائیں میں وہ میرے لئے دعا کریں کہ رب تعالیٰ مجھے ایمان پر خاتمہ نصب کرے اور میرے گناہوں کے سیاہ دفتر کو اپنی رحمت اور مغفرت کے پانی سے دھوے کہ اسی امید پر میں نے یہ محنت کی ہے۔

ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم وتب علینا انک انت التواب الرحيم وصلى الله تعالى على خير خلقه سيدنا محمد واله واصحابه اجمعين۔  
امين امين يا رب العالمين ويا اکرم الاکرمين۔

ناچیز

احمد یار خاں نعیمی اشرفی

بانی: مدرسہ غوثیہ گجرات (پاکستان)

یکم ماہ فاخر ربیع الآخر ۱۳۷۱ھ روز ایمان افروز طغیان سوز دوشنبہ مبارکہ

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے خواہ زندہ ہوں یا وفات یافتہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مسلمانوں کا وسیلہ عظمیٰ ہیں۔ ان کی ذات وسیلہ ان کا نام وسیلہ ان کی چیزیں وسیلہ جس چیز کو ان کے نسبت ہو جائے وہ وسیلہ ہے مگر فی زمانہ وہابی دیوبندی میں عرض کرتے ہیں پہلے باب میں اس کا ثبوت اور دوسرے باب میں اس پر اعتراض و جواب۔

## پہلا باب

### وسیلہ کے ثبوت میں

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ان کی ذات۔ ان کا نام۔ ان کے تہکات مخلوق کا وسیلہ ہیں اس کا ثبوت قرآنی آیات۔ احادیث نبویہ۔ اقوال بزرگان امت اور دلائل عقلیہ بلکہ خود بخشن کے اقوال سے ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا۔  
(سورہ نساء پارہ ۵ آیت نمبر ۶۳)

**ترجمہ:** اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر کے آپ کے آستانہ پر آجائیں اور اللہ سے معافی چاہیں اور آپ بھی یا رسول اللہ ان کی سفارش کریں۔ تو بے شک یہ لوگ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ ہر مجرم کے لئے ہر وقت تاقیامت وسیلہ مغفرت ہیں۔ ظلمسوا میں کوئی قید نہیں۔ اور اذن عام ہے۔ یعنی ہر قسم کا مجرم ہمیشہ آپ کے پاس حاضر ہو۔

حاشیہ.....☆

علامہ اسماعیل بن عمر ابن کثیر متوفی ۷۴۷ھ لکھتے ہیں۔

یرشد تعالیٰ العصاة والمذنبین اذا وقع منهم الخطأ والعصیان ان یاتوا الی الرسول ﷺ فاستغفروا  
اللہ عنده ویسألوه ان یغفر لهم فانهم اذا فعلوا ذلك تاب اللہ علیهم ورحمهم وغفر لهم ولهذا قال  
(لوجدوا اللہ توابا رحیما) وقد ذکر جماعة منهم الشیخ ابو منصور الصباغ فی کتابہ الشامل للحکایة  
المشہورة عن العتبی قال کنت جالسا عند قبر النبی ﷺ فجاء اعرابی فقال السلام علیک یا رسول اللہ  
سمعت اللہ یقول (ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك فاستغفروا اللہ واستغفر لهم الرسول لوجدوا توابا  
رحیما) وقد جنتک مستغفرا للذنبی مستشفعا بک الی ربی۔ ثم انشا یقول:

یا خیر من دفنت بالقاع اعظمه

قطاب من طین القاع والا کمر

نفسی انفداء لتبر انت ساکتہ

فیہ العناف وفیہ الجود والکرم

ثم انصرف الاعرابی فغلبتني عینی فرایت النبی ﷺ فی النوم فقال یا عتبی الحق الاعرابی فبشره  
ان اللہ قد غفر له۔

يا ايها الذين امنوا اتقوا الله وابتغوا اليه الوسيله واجاهدوا في سبيله لعلكم تفلحون۔

**ترجمہ:** اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور رب کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو۔

(پارہ ۶ سورہ مائدہ آیت نمبر ۳۵)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اعمال کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندوں کا وسیلہ ڈھونڈنا ضروری ہے۔ کیونکہ اعمال تو اتقوا اللہ میں آگئے

اور اس کے بعد وسیلہ کا حکم فرمایا۔ معلوم ہوا کہ یہ وسیلہ اعمال کے علاوہ ہے۔ ☆

**حاشیہ.....☆**

**ترجمہ:** (اس آیت کریمہ میں) اللہ تعالیٰ عاصیوں اور خطاکاروں کو ارشاد فرماتا ہے کہ جب ان سے خطا و گناہ سرزد ہو جائیں تو انہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر خدا تعالیٰ سے استغفار کرنا چاہیے اور خود رسول اللہ ﷺ سے بھی عرض کرنا چاہئے کہ آپ ﷺ ہمارے لئے دعا فرمائیں۔ جب وہ ایسا کریں گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی طرف رجوع کرے گا انہیں بخش دے گا اور ان پر رحم فرمائے گا۔ اسی لئے فرمایا گیا لو جدوا اللہ تو اباً و حیمماً (تو وہ اس وسیلہ اور شفاعت کی بنا پر ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے) یہ روایت بہت سوں نے بیان کی ہے جن میں سے ابو منصور صباغ نے اپنی کتاب الحکایات المشہورہ میں لکھا ہے کہ حمی کا بیان ہے کہ میں حضور ﷺ کی قبر انور کے پاس بیٹھا ہوا تھا ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ میں نے سنا ہے کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے اور (اے حبیب) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بنا پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے۔ میں آپ ﷺ کی خدمت میں اپنے گناہوں پر استغفار کرتے ہوئے اور آپ کو اپنے رب کے سامنے اپنا سفارشی بناتے ہوئے حاضر ہوا ہوں۔ پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔

اے مدفون لوگوں میں سب سے بہتر ہستی جس کی وجہ سے میدان اور ٹیلے اچھے ہو گئے میری جان قریمان اس قبر پر جس میں آپ ﷺ رونق افروز ہیں جس میں عفاف و بخشش اور جود و کرم ہے۔

پھر اعرابی تولوث گیا اور مجھے نیند آگئی میں نے خواب میں حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت کی آپ ﷺ مجھ سے فرما رہے تھے عتبی اعرابی حق ہے پس تو جا اور اسے خوشخبری سنا دیکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف فرمادیئے ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۱۹-۵۲۰ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

☆ امام ابو بکر بن حسین بنی ۳۵۸ھ لکھتے ہیں۔

قال فی محکم کتابہ ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاء وک فاستغفروا اللہ واستغفرو لهم الرسول لو جدوا اللہ تو اباً و حیمماً وقد جنتک باہی انت وایمی مثقلاً بالذنوب والخطایا استشفع بک علی ربک ان یغفر لی ذنوبی وان تشفع..... (شعب الایمان ج ۳ ص ۳۹۵-۳۹۶ رقم الحدیث ۳۱۷۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المعنی لابن قدامہ ج ۳ ص ۲۹۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت) (کتاب الاذکار للنفوس ص ۹۲-۹۳ مطبوعہ المطبعۃ الخیرۃ مصر)، (امتحار الاسامع للقرطبی ج ۳ ص ۲۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المواہب اللدیہ ج ۳ ص ۵۸۳ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (نزهة قل علی المواہب ج ۱ ص ۱۹۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج ۵ ص ۲۶۵-۲۶۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

صحابی رسول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

(وکانو من قبل) من قبل محمد ﷺ والقرآن (یستفتحون) یستنصرون بمحمد والقرآن (علی الذین کفروا) من عدوہم اسد و غطفان و مزینة و جہینة (فلما جاءہم ما عرلوا) صفته و نعتہ فی کتابہم (کفروا بہ) جحدوا بہ (فلعنة اللہ) سخط اللہ و عذابه (علی الکافرین) علی الیہود۔

**ترجمہ:** (یہود) حضرت محمد ﷺ اور قرآن کے نزول سے قبل اپنے دشمنوں اسد و غطفان مزینہ اور جہینہ کے قبائل کے خلاف اللہ

حاشیہ.....☆

عز وجل سے حضور نبی اکرم ﷺ اور قرآن کے توسل سے حصول فتح کے لیے دعائیں کرتے تھے۔ لیکن جب وہ ہستی جس کی صفات و خصوصیات کو وہ اپنی کتابوں میں پہچان چکے تھے تشریف لے آئی تو اس کا انکار کر دیا۔ پس (اس کفر کی وجہ سے) کافر یہود پر اللہ کا عذاب اور لعنت ہو۔ (تویر المعیاس من تفسیر ابن عباس ص ۱۳ مطبوعہ مصر)

امام ابن جریر طبری متوفی ۳۴۰ھ لکھتے ہیں۔

ان یهود کانوا یستفتحون علی الاوس والخزرج برسول الله ﷺ قبل مبعثه فلما بعثنا الله من العرب کفروا به وجحدوا ما کانوا یقولون فيه فقال لهم معاذ بن جبل وبشر بن البراء بن معرور اخو بنی سلمة یا معشر یهود! اتقوا الله واسلموا فقد کنتم تستفتحون علينا بمحمد ﷺ ونحن اهل شرك وتخبروننا انه مبعوث وتصفونه لنا بصفته۔

**ترجمہ:** یہود حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل قبیلہ اوس اور خزرج پر فتح حاصل کرنے کے لیے آپ ﷺ کے توسل سے دعائیں کرتے تھے۔ جب اللہ عز وجل نے عربوں میں سے آپ ﷺ کو بعثت عطا فرمائی تو انہوں نے (حسداً) آپ ﷺ کا انکار کر دیا اور اس بات سے منکر گئے جس کا وہ خود اقرار کیا کرتے تھے۔ ان یہودیوں سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور بنو سلمہ کے بشر بن براء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے طبقہ یہود اللہ ہے ڈرو اور اسلام قبول کر لو جب تم ہم پر فتیابی کے لیے محمد ﷺ کے توسل سے دعائیں کرتے تھے حالانکہ اس وقت ہم مشرک تھے اور تم ہمیں بتاتے تھے کہ وہ بنی مغرب مبعوث ہوگا اور تم ہمیں اس کی صفات بیان کرتے تھے۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن ج ۱ ص ۳۲۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (کتاب الشریعہ لا جری ص ۳۳۶ مطبوعہ لاہور)، (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۲۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مدارک التخریل تفسیر نسفی ج ۱ ص ۶۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (الدر المنثور فی التفسیر المأثور ج ۱ ص ۲۱۷ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (الکشاف عن حقائق غوامض التخریل ج ۱ ص ۱۶۳ مطبوعہ قاہرہ مصر)، (تفسیر السراج المذہب ج ۱ ص ۷۶)، (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۷۹ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

امام ابو منصور محمد بن محمود ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں۔

قبل ان یبعث محمد ﷺ یقولون اللهم انصرنا بحق نبيك الذي تبعته فلما لم یجنهم علی هواهم ومرادهم کفروا به فللعنة الله علی الکافرين۔

**ترجمہ:** یہود حضور ﷺ کی بعثت سے قبل آپ ﷺ کے وسیلہ سے اللہ عز وجل سے یوں دعا کرتے تھے اے اللہ اپنے اس نبی کے وسیلہ سے تو نے ابھی مبعوث فرماتا ہے ہماری مدد فرما۔ لیکن جب حضور ﷺ ان کی خواہشات اور امیدوں کے مطابق نہ آئے تو انہوں نے آپ ﷺ کا انکار کر دیا۔ پس انکار کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو۔

(تاویلات اہل السنۃ ماتریدی ج ۱ ص ۷۰ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ ناشرین بیروت)

علامہ عبدالرحمن ابن جوزی متوفی ۷۵۰ھ لکھتے ہیں۔

ان یهود کانوا یستفتحون علی الاوس والخزرج برسول الله ﷺ قبل مبعثه۔

**ترجمہ:** بے شک یہودی رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے اوس اور خزرج قبیلہ پر آپ ﷺ کے وسیلہ سے فتح طلب کرتے تھے۔ (الوقایہ باحوال المصطفیٰ ﷺ ج ۱ ص ۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں۔

ان اليهود من قبل مبعث محمد علیہ السلام ونزول القرآن کانوا یستفتحون ای یسالون الفتح والنصرة وکانوا یقولون اللهم افتح علينا وانصرنا بالنبی الامی۔

خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها وصل عليهم ان صلاتك سكن لهم۔

**ترجمہ:** اے محبوب ان مسلمانوں کے مالوں کا صدقہ قبول فرماؤ اور اس کے ذریعہ آپ انہیں پاک و صاف کرو۔ اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو۔

(پارہ ۱۱ سورہ توبہ)

کیونکہ آپ کی دعا ان کے دل کا چین ہے معلوم ہوا کہ صدقہ و خیرات اعمال صالحہ طہارت کا کافی وسیلہ نہیں بلکہ طہارت تو حضور ﷺ کے کرم سے حاصل ہوتی ہے۔

هو الذي بعث في الامين رسولا منهم يتلوا عليهم اياته ويزكيهم ويعلمهم الكتب والحكمة۔  
**ترجمہ:** رب تعالیٰ وہ قدرت والا ہے جس نے بے پڑھوں میں ان ہی میں سے رسول بھیجا جو ان پر رب کی آیات تلاوت فرماتے ہیں۔ اور انہیں پاک فرماتے ہیں اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں۔

(پارہ ۲۸ سورہ جہ آیت نمبر ۲)

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ پاک و صاف فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا وسیلہ عظمیٰ ہیں۔

وكانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا۔

**ترجمہ:** یہ اہل کتاب حضور کی تشریف آوری سے پہلے حضور کے طفیل کفار پر فتح کی دعا کرتے تھے۔

(پارہ ۸۹ سورہ بقرہ آیت نمبر ۸۹)

معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے اہل کتاب آپ کے نام کے وسیلہ سے جنگوں میں دعائے فتح کرتے تھے اور قرآن کریم نے ان کے فعل پر اعتراض نہ کیا بلکہ تائید کی اور فرمایا کہ ان کے نام کے وسیلہ سے تم دعائیں مانگا کرتے تھے اب ان پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا مبارک نام ہمیشہ سے وسیلہ ہے۔

فخلقى ادم من ربه كلمت فتاب عليه۔

(پارہ ۱۰ سورہ بقرہ آیت نمبر ۳)

آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی طرف سے کچھ کلمے پائے جن کے وسیلہ سے دعا کی اور رب نے ان کی توبہ قبول کی۔

بہت سے مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کے وسیلہ سے دعا کی جو قبول ہوئی۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انبیائے کرام کا بھی وسیلہ ہیں۔

قد نرى قلب وجهك في السماء فلنولينك قبلة ترضاها۔

**ترجمہ:** ہم آپ کے چہرے کو آسمان کی طرف پھرتے دیکھ رہے ہیں۔ اچھا ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف پھرتے دیتے ہیں جس سے آپ راضی ہیں۔

(پارہ ۲ سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۴۴)

.....☆ حاشیہ.....

**ترجمہ:** حضرت محمد ﷺ کی بعثت اور نزول قرآن سے قبل یہود فتح کی دعا مانگا کرتے تھے یعنی فتح اور مدد و طلب کرتے تھے اور یہ الفاظ کہنا کرتے تھے اے اللہ ہمیں امی نبی ﷺ کے وسیلے فتح و نصرت عطا فرما۔

(التفسیر الکبیر ج ۲ ص ۸۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ تہران ایران)

معلوم ہوا کہ تبدیلی قبلہ صرف اسی لئے ہوئی کہ حضور ﷺ کی یہ خواہش تھی یعنی کعبہ معظمہ حضور کے وسیلہ سے قبلہ بنا۔ جب کعبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ محتاج ہے تو مادشا کا کیا پوچھنا ہے۔

وکان ابوہما صالحا فاراد وبلک ان یبلغا اشدہما ویستخرجا کنزہما۔

**ترجمہ:** حضرت خضر علیہ السلام نے دیوار بنا کر موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اس دیوار کے نیچے دو یتیم بچوں کا سرمایہ ہے ان کا باپ نیک تھا اس لئے تیرے رب نے چاہا کہ ان کا خزانہ محفوظ رہے اور یہ جوان ہو کر اپنا خزانہ نکال لیں۔

(پارہ ۱۶ سورہ کہف آیت نمبر ۸۲)

معلوم ہوا کہ ان یتیم بچوں پر رب کا یہ کرم ہوا کہ ان کی شکستہ دیوار بنانے کے لئے درمقبول بندے بھیجے گئے اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کا باپ نیک آدمی تھا یعنی نیک باپ کے وسیلہ سے اولاد پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہوتا ہے۔

اولئک الذین یدعون یتغفون الی ربہم الوسیلۃ ایہم اقرب ویرجون رحمۃ ویخافون عذابہ۔  
وہ مقبول بندے جن کی بت پرست پوجا کرتے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں۔ اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ جن نیک بندوں کی کفار پوجا کرتے ہیں ان میں ہر ایک اللہ سے زیادہ قرب والے کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس تلاش وسیلہ پر اعتراض نہ فرمایا۔

ولولا رجال مومنون ونساء مومنات لم تعلموہم ان تطاہروہم فتصیبکم منہم معرفۃ بغير علم لیدخل اللہ فی رحمۃ من یشاء لو تزیلوا العذبنا الذین کفروا منہم عذابا الیم۔  
اگر کچھ مسلمان مرد اور کچھ مسلمان عورتیں جن کو تم نہیں جانتے (اگر اس امر کا اندیشہ نہ ہوتا) کہ تم ان کو بیس ڈالتے پھر تم پر خرابی آپڑتی ان کی طرف سے بے خبری میں (فتح تو ہو جاتی) لیکن اس میں دیر اس لئے ہوئی تاکہ اللہ جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل فرمائے۔ اگر وہ مسلمان کفار مکہ سے جدا ہو جاتے تو ہم کافروں کو دردناک عذاب کی سزا دیتے۔

معلوم ہوا کہ کفار مکہ کے عذاب سے محفوظ رہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں کچھ مسلمان رہ گئے تھے یعنی شہر میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا ہونا بیدینیوں کے اسن کا وسیلہ ہوتا ہے۔

وقال الذین غلبوا علی امورہم لنتخذن علیہم مسجدا۔

**ترجمہ:** غالب آنے والے لوگ بولے کہ ہم اصحاب کہف پر مسجد بنائیں گے۔

(پارہ ۱۵ سورہ کہف آیت نمبر ۲۱)

معلوم ہوا کہ بزرگوں کی قبروں کے پاس مسجد بنانا تاکہ ان کے وسیلہ سے نماز میں برکت ہو اور زیادہ قبول ہو ہمیشہ سے مسلمانوں کا دستور رہا ہے قرآن کریم نے اصحاب کہف کی نماز پر مسجد بنانے کا ذکر کیا اور اس کی تردید نہ کی جس سے پتہ لگا کہ ان کا یہ کام اللہ تعالیٰ کو پسند ہوا۔  
اذہبوا بقمبصی هذا فالقوہ علی وجہ ابی یات بصیرا۔

**ترجمہ:** یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا کہ میری قمیص لے جاؤ اور میرے والد ماجد کے منہ پر ڈال دو ان کی آنکھیں پڑنا ہو جائیں گی۔

(پارہ ۱۲ سورہ یوسف)

معلوم ہوا کہ بزرگوں کے لباس کے وسیلہ سے دکھ دور ہو جاتے ہیں شفا ملتی ہے۔



لا اقسام بهذا البلد۔ وانت حل بهذا البلد۔

**ترجمہ:** میں قسم فرماتا ہوں اس شہر مکہ کی کہ اے محبوب اس میں تم تشریف فرما ہو۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے مکہ مکرمہ کو یہ فضیلت ملی کہ رب نے اس کی قسم فرمائی۔

(سورہ البلد پارہ ۳۰ آیت نمبر ۱-۲)

والتين والزيتون وطور سينين وهذا البلد الامين۔

**ترجمہ:** یعنی قسم ہے انجیر زیتون اور طور کی اور اس امانت والے شہر کی۔

(پارہ ۳۰ سورہ التین آیت نمبر ۱-۲)

معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے انجیر اور طور پہاڑ کو عزت ملی اور نبی ﷺ کے وسیلہ سے مکہ شریف کو ایسی برکت حاصل ہوئی کہ اس کی قسم رب نے فرمائی۔ اس سے ثابت ہوا کہ وسیلہ کا نفع بے جان چیزوں کو بھی پہنچ جاتا ہے۔

ان اية ملكه ان ياتيكم التابوت فيه سكينه من ربكم وبقيه مما ترك ال موسى وال هرون تحمله المثلثه۔

(پارہ ۲ سورہ بقرہ)

شمویل علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ طالوت کی بادشاہت کی دلیل یہ ہے کہ ان کے پاس تابوت سیکنہ آویگا جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام کے تبرکات ہیں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ صندوق دیا تھا جس میں موسیٰ علیہ السلام کا نعلین شریف اور ہارون علیہ السلام کی دستار مبارک اور دیگر تبرکات تھے جسے بنی اسرائیل جنگ میں اپنے آگے رکھتے تھے جس کی برکت سے دشمن پر فتح پاتے تھے۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات کے وسیلہ سے آفات دور ہوتی ہیں مشکلات حل ہوتی ہیں۔

اني اخلق لكم من الطين كهيئة الطير فانفخ فيه فيكون طيرا باذن الله۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں مٹی سے پرندے کی شکل بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں۔ جس سے وہ باذن پروردگار پرندہ بن جاتا ہے۔

(پارہ ۳ سورہ آل عمران)

معلوم ہوا کہ بزرگوں کے دم کے وسیلہ سے مٹی میں جان پڑ جاتی ہے۔ اور بیماروں کو شفا ہو جاتی ہے۔

فقبضت قبضة من الر رسول فنبذتها و كذلك سولت لي نفسي۔

**ترجمہ:** سامری بولا کہ میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی کی ٹاپ کے نیچے سے ایک مٹھی مٹی لی اور سونے کے پتھرے کے منہ میں دی (اور پتھر آواز دینے لگا)۔

(پارہ ۱۶ سورہ طہ آیت نمبر ۹۶)

معلوم ہوا کہ جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی کے پاؤں کی خاک کے وسیلہ سے سونے کے بچان پتھرے بھی جان پڑ گئی۔

قال يتوفاكم ملك الموت الذي و كل بكم۔

**ترجمہ:** فرما دو کہ تم کو ملک الموت وفات دیں گے جو تم پر مقرر کئے گئے ہیں معلوم ہوا کہ حضرت ملک الموت کے وسیلہ سے جان نکلتی ہے۔

(پارہ ۲۱ سورہ السجدہ)

قل انما انا رسول ربك لا هب لك غلاماً زكيا۔

(پارہ ۱۶ سورہ مریم آیت نمبر ۱۹)

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میں تمہارے ب کا قاصد ہوں اس لئے آیا ہوں کہ تمہیں سحر ایذا بخشوں۔

معلوم ہوا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے وسیلہ سے لڑکا ملا۔

وما کان اللہ ليعذبہم وانت فیہم۔

**ترجمہ:** اللہ انہیں عذاب نہ دیگا۔ حالانکہ آپ ان میں ہیں۔

(پارہ ۹ سورہ انفال)

یعنی اہل مکہ عذاب سے اس لئے بچے ہوئے ہیں کہ ان میں آپ جلوہ گر ہیں معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی ذات بابرکات عذاب الہی سے امن کا وسیلہ ہے۔

واذ قلتم یا موسیٰ لن نصبر علی طعام واحد فادع لنا ربک ینخرج لنا مما تنبت الارض من بقلہا۔

**ترجمہ:** اور جب تم (بنی اسرائیل) نے کہا اے موسیٰ ہم ایک کھانے (یعنی من وسلویٰ) پر ہرگز صبر نہیں کریں گے اپنے رب سے دعا کرو کہ ہمارے لئے زمین کی پیداوار نکالے۔

(پارہ ۱۰ سورہ بقرہ)

معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل جب کوئی بات رب سے عرض کرنا چاہتے تو موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے۔

ہنالک دعا ذکر یا ربہ۔

**ترجمہ:** یعنی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو بے موسم پھل کھاتے ہوئے دیکھ کر ذکر یا علیہ السلام نے مریم رضی اللہ عنہا کے پاس کھڑے ہو کر فرزند کے لئے دعا مانگی۔

(پارہ ۳ سورہ آل عمران)

معلوم ہوا کہ بزرگوں کے پاس دعا مانگنا زیادہ باعث قبول ہے۔ اگرچہ دعا مانگنے والا زیادہ بزرگ ہو۔

## احادیث

(۱) مسند احمد بن حنبل میں حضرت شریح ابن عبید سے بروایت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے کہ نبی ﷺ نے چالیس ابدال کے متعلق فرمایا۔

یسقی بہم الغیث ینصربہم علی الاعداء ویصرف بہم عن اهل الشام العذاب۔

**ترجمہ:** یعنی ان چالیس ابدال کے وسیلہ سے بارش ہوگی۔ دشمنوں پر فتح حاصل کی جاوے گی اور شام والوں سے عذاب دور ہوگا۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۲ رقم حدیث ۸۹۶ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے وسیلہ سے بارش، فتح و نصرت اور بلا دفع ہوتی ہے۔

حاشیہ.....☆

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثناء ابو المغیرۃ لنا صفوان حدثنی شریح یعنی عبید قال ذکر اهل الشام ثم غثی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وهو بالعراق فقالوا العنہم یا امیر المؤمنین قال لا انی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ثم الابدال یكونون بالشام وهم اربعون رجلاً کلما مات رجل ابدل اللہ مکانہ رجلاً ینصیب بہم الغیث ینصربہم علی الاعداء ویصرف بہم عن اهل الشام العذاب۔

**ترجمہ:** شریح بن عبید رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ عراق میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سامنے اہل شام کا ذکر کیا گیا۔ لوگوں نے کہا اے امیر المؤمنین ان پر لعنت کیجئے؟ آپ نے کہا نہیں کیونکہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابدال شام

(۲) داری شریف میں ہے کہ ایک دفعہ مدینہ شریف میں بارش بند ہوگی اور قحط پڑ گیا لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا:

انظروا قبراً للنبی ﷺ فاجعلوا منه کوی الی السماء حتی لا یكون بینہ و بین السماء سقف ففعلوا فمطروا مطراً حتی یكون نبت العشب وسمت الابل حتی تفتقت من الشحم لسمی عام الفتن۔  
**ترجمہ:** یعنی ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ روضہ رسول اللہ ﷺ کی چھت کھول دو کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ رہے لوگوں نے ایسا ہی کیا تو فوراً بارش ہوئی یہاں تک کہ چارہ اگا۔ اونٹ موٹے ہو گئے گویا چربی سے بھر گئے معلوم ہوا کہ اللہ کے پیاروں کی قبر کے وسیلہ سے بارشیں آتی ہیں۔

(سنن داری ج ۱ ص ۵۶ رقم الحدیث ۹۲ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)، (استیعاب الاسامع ج ۱ ص ۶۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المواہب اللدیہ ج ۳ ص ۲۷۶ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (زرقاتی علی المواہب ج ۱ ص ۱۵۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الوقایہ باحوال المصطفی لابن جوزی ص ۸۱۷-۸۱۸ رقم الحدیث ۱۵۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (وقایہ الوقایہ باخبار دار المصطفی ج ۲ ص ۵۶۰ مطبوعہ مطبعہ السعادة مصر)

(۳) شرح السنہ میں ابن مکتدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کے غلام حضرت سفینہ عہد فاروقی میں گرفتار ہو گئے آپ قید سے بھاگ نکلے کہ اچانک ایک شیر سامنے آ گیا آپ نے شیر سے فرمایا۔

یا ابا الحارث انا مولی رسول اللہ ﷺ کان من امری کیت و کیت فاقبل الاسد له بصصة حتی اقام الی جنبہ کلما سمع صوتا اھوی الیہ ثم اقبل یمشی الی جنبہ حتی بلغ الجیش ثم رجع الاسد۔

حاشیہ..... ☆

میں ہوں گے اور وہ چالیس مرد ہیں جب بھی ان میں سے ایک شخص فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے شخص کو اس کا دل بنا دیتا ہے اس کی

وجہ سے بارش ہوتی ہے ان کی وجہ سے دشمنوں کے خلاف مدد حاصل ہوتی ہے ان کی وجہ سے اہل شام سے عذاب دور کیا جاتا ہے۔  
 (تغافل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۹۰۶ رقم الحدیث ۱۷۷۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت)، (الا حادیث القاریہ ج ۲ ص ۱۱۰-۱۱۱-۱۱۲ رقم الحدیث ۳۸۳-۳۸۵-۳۸۶ مطبوعہ مکتبۃ المصطفی الحدیث مکہ مکرمہ)، (الدر المنثور فی التفسیر المأثور ج ۱ ص ۵۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (علیہ الاولیاء و طہات الاصفیاء ذکر زید بن وہب رحمۃ اللہ علیہ ج ۳ ص ۱۷۳ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)، (دلائل النبوة امام شافعی ج ۶ ص ۳۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الصدیق والرشاد ج ۱ ص ۳۷-۳۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المدار والنبایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۱۶-۲۱۷ مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ مکہ المکرمہ)، (خصائص الکبری باب اختصاصہ ﷺ بان طاعتہ من امتہ لا تزل علی الحق وان یعمم اخطا با وادتا وادجا وابدال الاربع ج ۲ ص ۳۷۰ مطبوعہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (اسح الکبیر فی فہم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۲۷۳ رقم الحدیث ۲۹۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج الطبرانی وابن عساكر عن عوف بن مالك قال لا تسبوا اهل الشام فاني سمعت رسول الله ﷺ يقول فيهم الابدال بهم تنصرون وبهم تمطرون۔

(الدر المنثور فی التفسیر المأثور سورۃ البقرہ تحت آیت نمبر ۲۵۱ ج ۱ ص ۵۲۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر اللہ ج ۱ ص ۱۸۲ رقم الحدیث ۳۰۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ای بیروکتھم او بسبب وجودھم فیما بهم یدفع البلاء عن هذه الامۃ۔

**ترجمہ:** ابدالوں کی برکت اور ان میں ان کے وجود مسحوہ کے سبب بارشیں ہوتی ہیں دشمنوں پر فتح حاصل ہوتی ہے اور ان کی برکت سے امت محمدیہ سے بلائیں دور ہوتی ہیں۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ ص ۲۶۰ مطبوعہ لبنان)

**ترجمہ:** یعنی اے شیر! میں رسول اللہ ﷺ کا غلام ہوں۔ میرا اقبال ایسا ہوا ہے یہ سن کر شیر دم ہلاتا ہوا حضرت سفینہ کے پاس آ جاتا۔ غرض اسی طرح حفاظت اور خدمت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ آپ لشکر اسلام میں پہنچ گئے پھر لوٹ گیا معلوم ہوا کہ حضور پر نور ﷺ کے وسیلہ سے شیر بھی تابع ہو جاتے ہیں۔ اور شیر حضور کے غلاموں کو پہنچاتے ہیں۔

(مستدرک للحاکم ج ۲ ص ۶۷۵ رقم الحدیث ۳۲۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (التاریخ الکبیر للبخاری ج ۳ ص ۱۹۵ رقم الحدیث ۶۶۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (طبری کبیر ج ۷ ص ۸۰ رقم الحدیث ۶۳۳۲ مطبوعہ مکتبہ العلوم والحکم المصل)، (مشکوٰۃ المصابیح کتاب احوال القلیلۃ وبدء الخلق باب الکرامات الفصل الثانی ج ۲ ص ۳۰۰ رقم الحدیث ۵۹۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۴) مسلم و بخاری میں ہے کہ معراج کی رات پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔

فرجعت لعمرت علی موسی فقال بی اموت قلت امرت خمسين صلوة کل يوم قال ان امتک لا تستطيع خمسين صلوة کل يوم وانی واللہ جربت الناس قبلک وعالجت بنی اسرائیل اشد المغالجه فارجع الی ربک فسنله الخفیف لامتک۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ہم واپسی میں موسیٰ علیہ السلام پر گزرے تو آپ نے پوچھا کہ آپ کو کیا حکم ملا؟ فرمایا ہر دن پچاس نمازوں کا فرمایا۔ حضور آپ کی امت میں اتنی طاقت نہیں میں بنی اسرائیل کو آڑا چکا ہوں اپنی امت کے لئے رب سے رعایت مانگے۔ غرض کہ کئی بار عرض کرنے پر پانچ رہیں۔ (صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب کیف فرضت الصلوٰۃ ج ۷ ص ۵۰-۵۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (مشکوٰۃ المصابیح باب فی السجرات ص ۵۲۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے یہ رعایت اور رحمت ملی کہ پچاس نمازوں کی صرف پانچ باقی رہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے بندوں کا وسیلہ ان کی وفات کے بعد بھی فائدہ مند ہے۔

(۵) مسلم و بخاری میں ہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں ایک بار قحط پڑا تو جمعہ کے دن خطبہ میں ایک شخص نے حضور سے عرض کیا تو حضور نے اسی حالت میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے فوالذی نفسی بیدہ ما ووضعتها حتی لار السحاب امثال الجبال ثم لم ينزل عن منبره حتى رايت المطر يتحداد علی الحیثہ۔ یعنی خدا کی قسم ابھی حضور ﷺ کی دعا کے ہاتھ نیچے نہ گئے تھے کہ پہاڑوں کی طرح بادل اٹھا اور حضور اقدس منبر سے نہ اترے تھے کہ بارش کا پانی آپ کی ریش مبارک سے ٹپکتا تھا سات دن بارش ہوتی رہی اگلے جمعہ کو پھر زیادتی بارش کی شکایت کی گئی۔

فرفع یدیه فقال اللهم حولنا ولا علينا فمأیشر الی فاحیة من السحاب الا انفرجت۔

**ترجمہ:** تو حضور ﷺ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا کہ مولیٰ اب ہم پر نہ ہی پھٹ جاتا تھا۔ (صحیح البخاری ابواب الاستسقاء باب من تطرف فی المطر حتی تجادر علی الحیثہ ج ۱ ص ۱۳۰-۱۳۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ الاستسقاء فصل فی الکفایۃ بالذی جاء من الصلوٰۃ فی خطبہ جمعہ واجلیہ السائل والدعاء فوالله ما المطر اذا کثر ج ۱ ص ۲۹۳-۲۹۴ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام مصیبتوں کے وقت حضور ﷺ کا وسیلہ اختیار کرتے تھے۔

(۶) مسلم و بخاری میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

انما انا قاسم واللہ یعطی۔

**ترجمہ:** ہم تقسیم فرمانے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الجہاد ج ۱ ص ۳۳۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ ج ۱ ص ۳۳۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (مشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم الفصل الاول ص ۳۳۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں حضور پر نور تقسیم فرماتے ہیں اور تقسیم فرمانے والا وسیلہ ہوتا ہے لہذا نبی ﷺ خالق کی ہر نعمت کا وسیلہ ہیں۔

(۷) مسلم شریف میں ہے کہ حضرت معاذ سے ایک بڑا گناہ ہو گیا تو بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ طہرونی اے اللہ تعالیٰ کے رسول مجھے پاک فرما دیں۔

(مکتوبہ الصالح کتاب الجہود والفصل الاول ص ۳۱۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)  
معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رب کا گناہ کر کے حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرتے تھے کہ ہمیں پاک فرما دیں کیونکہ حضور انور کو وسیلہ نجات جانتے تھے۔

(۸) مسلم شریف باب الحج میں ہے کہ حضرت ربیعہ ابن کعب نے حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا اسٹلک مرا الفتک فی الجنة میں آپ سے مانگتا ہوں کہ جنت میں آپ کے ساتھ رہوں۔

(مجمع مسلم ج ۳ ص ۳۵۳ رقم الحدیث ۳۸۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)  
معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کو رب کی تمام نعمتوں حتیٰ کہ جنت کے حصول کا وسیلہ سمجھ کر حضور پر نور سے مانگتے تھے۔  
(۹) ترمذی شریف میں ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت کعبہ کے گھرانے کے مشکیزہ سے دہن مبارک لگا کر پانی پیا۔ توفیقت الیہا فقطعہ میں انہی اور میں نے مشکیزہ کا منہ کاٹ لیا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الاشربہ ج ۲ ص ۱۳۲ رقم الحدیث ۳۲۲۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الجامع الصحیح للترمذی ابواب الاشربہ ج ۴ ص ۳۰۶ رقم الحدیث ۱۸۹۲ مطبوعہ دارالغرب الاسلامی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱ ص ۱۳۸ رقم الحدیث ۵۳۱۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مسند حیدری ج ۱ ص ۷۲ رقم الحدیث ۳۵۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی المعجم ج ۲۵ ص ۱۵ رقم الحدیث ۸ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

اس کی شرح مرقاۃ میں ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

ای فم القربة فحفظته بی بیتمی واتخذته شفاء۔

**ترجمہ:** یعنی مشکیزہ کا منہ کاٹ کر گھر میں محفوظ رکھنا کہ اس سے شفا حاصل کی جاوے۔

معلوم ہوا کہ صحابی اسی منکبیزہ کے کنواریوں کی شفا حاصل کرتی تھیں جو حضور ﷺ سے مس ہو جانے کی برکت سے اس جزو کو شفا کا وسیلہ بن جاتی تھیں۔

(۱۰) مسلم شریف میں ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہ کے پاس حضور ﷺ کا جہ شریف تھا اور فرماتی تھیں۔

هذا جبة رسول الله ﷺ كانت عند عائشة فلما قبضت قبضتها وكان النبي ﷺ يلبسها فنحن  
نغسلها للمرضى نمتشقي بها.

**ترجمہ:** یعنی یہ جبہ شریف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا ان کی وفات کے بعد میں نے اسے لے لیا اس جبہ شریف کو نبی ﷺ پہنتے تھے اور اب ہم یہ کرتے ہیں کہ مدینہ میں جو بیمار ہو جاتا ہے اسے دھو کر پلاتے ہیں اس سے شفا ہو جاتی ہے۔

(صحیح مسلم کتاب اللباس ج ۳ ص ۱۶۴۱ رقم الحدیث ۲۰۶۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد کتاب اللباس ج ۳ ص ۳۹ رقم الحدیث ۴۰۵۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۷ رقم الحدیث ۲۶۹۸۷ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۳۲۳ رقم الحدیث ۴۰۱۰ مطبوعہ مکتبہ دارالماز مکتبہ المکتبہ)، (طبرانی کبیر ج ۲۳ ص ۹۸ رقم الحدیث ۲۶۴۳ مطبوعہ مکتبہ العلوم والکلم الموصل)، (شعب الایمان ج ۵ ص ۴۱۱ رقم الحدیث ۶۱۰۸ مطبوعہ دار المکتب العلمیہ بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۵۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بدن شریف سے مس کئے ہوئے جب کہ کوشنا کا وسیلہ سمجھ کر اسے دھوکہ دیتے ہیں۔

(۱۱) نسائی شریف میں ہے کہ یہودی ایک جماعت حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئی اور عرض کی کہ ہمارے

شہر میں عبادت خانہ ربیعہ ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اسے توڑ کر مسجد بنائیں۔

فأستوهبناه من فضل ظهوره فدعا بماء فتوضا وتمضمض ثم صبّه لنا في اداة وامرنا فقال

اخر جوا فاذا اتيتم ارضكم خاكسروا يبعثكم وانضجوا مكانها بهذا الماء وتخلدوها مسجداً۔  
**ترجمہ:** ہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آپ کا غسل لے لیا تاکہ آپ نے پانی منگا کر وضو کیا اور کھلی کی اور یہ تمام پانی کھلی اور وضو کیا ایک برتن میں ڈال کر ہمیں عنایت فرمایا اور حکم دیا کہ جاؤ اپنے بیٹے میں اس پانی کو چھڑک دو اور وہاں مسجد بنالو۔  
 (سنن الترمذی کتاب المساجد باب اعزاز المساجد ج ۱ ص ۱۱۳ مطبوعہ مطبعہ بیہاوی لاہور فی نسخہ ج ۲ ص ۳۸ رقم الحدیث ۷۰۱ مطبوعہ مکتب المطابع الاسلامیہ حلب)  
 معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غسل باطنی گندگی دور کرنے کا وسیلہ ہے۔

(۱۲) ابن البر نے کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب میں لکھا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت وصیت فرمائی۔  
 کہ مجھے نبی ﷺ نے ایک کپڑا عنایت فرمایا تھا۔ وہ میں نے اسی دن کے لئے رکھ چھوڑا تھا۔ اس کپڑے کو میرے کفن کے نیچے رکھ دینا۔  
 وخل ذلك الشعر والاضفار فاجعله فی فمی وعلی عینی ومواضع السجود منی۔

**ترجمہ:** حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہ بال اور ناخن لو! انہیں میرے منہ اور آنکھوں اور سجدوں کی جگہوں میں رکھ دینا۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تبرکات کو راحت قبر کا وسیلہ سمجھ کر اپنی قبروں میں ساتھ لے جاتے ہیں۔ (الحرف الحسن) (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ج ۵ ص ۲۰۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)۔ (تہذیب الاسماء للنووی ج ۲ ص ۲۰۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) (۱۳) ابو نعیم نے معرفۃ الصحابہ میں اور دہلیمی نے مستدرک الفردوس میں روایت فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد کو قیص کا کفن دیا اور کچھ دیر ان کی قبر میں خود لیٹ کر آرام فرمایا۔ وہ پوچھنے پر ارشاد فرمایا۔  
 انی البستھا لتلبس من ثیاب الجنة واضطجعت معها فی قبرھا لا تخفف عنها عن ضمطة القبر۔

**ترجمہ:** ہم نے اپنی چچی صاحبہ کو اپنی قیص اس لئے پہنائی تاکہ ان کو جنت کا لباس پہنایا جاوے اور ان کی قبر میں اس لئے آرام فرمایا تاکہ انہیں تنگی قبر سے امن ملے۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لباس جنتی جوڑے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور جس جگہ ان کا پاک قدم پڑ جائے وہاں آفات سے امن ہو جاتا ہے۔

(طبرانی کبیر ج ۱۳ ص ۳۵۱ رقم الحدیث ۸۷۱ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)۔ (طبرانی الاوسط ج ۱ ص ۱۵۲ رقم الحدیث ۱۹۱ مطبوعہ مکتبۃ المعارف سعودی عرب ریاض)۔ (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ذکر عامم بن سلیمان حول ج ۳ ص ۱۲۱ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)۔ (اعلیل المتناہیۃ حدیث فی فضل فاطمہ بنت اسد ج ۱ ص ۲۷۰ رقم الحدیث ۲۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)۔ (مجمع الزوائد وشیخ الفوائد ج ۹ ص ۲۵۶ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)۔ (وفاء الوفاء باخبار المعصومین ج ۳ ص ۸۹۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)۔ (الذکر فی احوال السوفیاء واماور الآخرة باب ما جاء فی منظر القبر علی صاحبہ ان کان صالحاً ج ۱ ص ۹۵ مطبوعہ سعیدہ کتب خانہ صرف پلازہ محلہ جنگلی پشاور)

(۱۴) مسلم شریف میں ہے۔

اذا صلی الغداة جاء خدم المدينة بآبنتهم فيها الماء فما باتون باناء الا غمس يده فيها۔

**ترجمہ:** جب نبی ﷺ نماز فجر پڑھتے تھے تو مدینہ منورہ کے بچے برتنوں میں پانی لے آتے تھے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب فی اخلاقہ ﷺ ج ۱ ص ۱۹۱ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ مدینے والے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک کی برکت کو بیماروں کی شفا کا وسیلہ سمجھتے تھے اور نبی ﷺ بھی ان کو منع نہ فرماتے تھے۔ بلکہ اپنا ہاتھ شریف پانی میں ڈال دیتے تھے۔

(۱۵) مسلم وبخاری شریف میں ہے کہ فرمایا نبی ﷺ نے فرمایا

ياتی علی الناس زمان فيغزوا افنام من الناس فيقولون نعم فيفتح لهم۔

**ترجمہ:** یعنی لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ وہ جہاد کریں گے پس کہیں گے کیا تم میں کوئی صحابی رسول اللہ بھی ہیں۔ جواب ملے گا۔ ہاں۔

اس صحابی کے وسیلہ سے انہیں فتح نصیب ہوگی۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل الصحابة باب فضائل اصحاب النبی ﷺ ج ۳ ص ۳۳۵ رقم الحدیث ۳۳۳۹ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب فضل الصحابة ثم الذین یلوهم ثم الذین یلوهم ج ۳ ص ۱۹۶ رقم الحدیث ۲۵۳۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۳ ص ۷ رقم الحدیث ۱۰۵۶ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۱ ص ۸۶ رقم الحدیث ۲۷۶۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے وسیلہ جہاد میں فتح نصیب ہوتی ہے اور ان کا وسیلہ پکڑنے کا حکم ہے اس حدیث میں تابعین تبع تابعین کے وسیلہ کا ذکر بھی ہے۔ یعنی اولیاء اللہ کے توسل سے فتح و نصرت حاصل ہوتی ہے۔

(۱۶) بخاری شریف میں ہے کہ فرمایا نبی ﷺ نے هل تنصرون وترزقون الا بضعفانکم۔

**ترجمہ:** تم کو نہیں فتح ملتی اور نہیں رزق ملتا مگر ضعیف مومنوں کی برکت اور وسیلہ سے۔

(مشکوٰۃ باب فضل الفقراء الفصل الاول ص ۳۳۶ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ فقراء کے وسیلہ سے بارش ہوتی ہے رزق ملتا ہے فتح و نصرت نصیب ہوتی ہے۔

(۱۷) ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ فرمایا نبی ﷺ نے۔

شفاعتی لاهل الکباثر من امتی۔

**ترجمہ:** یعنی میری سفارش و شفاعت میری امت کے گناہ کبیرہ والوں کے لئے ہے۔

(سنن الترمذی کتاب صلاۃ القیامۃ والرائق باب اجاء فی الشفاعة ج ۳ ص ۶۲۵ رقم الحدیث ۲۳۳۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد کتاب السنن باب فی الشفاعة ج ۳ ص ۲۳۶ رقم الحدیث ۴۷۳۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس کی شرح میں شیخ عبدالحق لمعات میں فرماتے ہیں۔

ای موضع السیات واما الشفاعة لرفع الدرجات فلکل من الاتقیاء والاولیاء۔

**ترجمہ:** یعنی گناہگاروں کے لئے تو معافی دلانے کی سفارش ہوگی۔ لیکن درجات بلند کرانے کی شفاعت وہ ہر متقی اور ولی کے لئے ہے۔

معلوم ہوا کہ ہر قسم کا مومن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ کا حاجت مند ہے۔ بہت سے بد عمل لوگ بھی حضور پر نور ﷺ کی شفاعت سے جنتی ہو جائیں گے۔ اور کوئی ولی بھی حضور اقدس ﷺ سے بے نیاز نہیں۔

(۱۸) ابن ماجہ میں ہے کہ فرمایا نبی ﷺ نے۔

یشفع یوم القیامۃ ثلثة الانبیاء ثم العلماء ثم الشہداء۔

**ترجمہ:** یعنی قیامت کے دن تین گروہ شفاعت کریں گے۔ انبیاء علماء و پھر شہداء۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الزہد باب ذکر الشفاعة ج ۲ ص ۱۴۳ رقم الحدیث ۳۳۳۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (شعب الایمان ج ۲ ص ۲۶۵ رقم الحدیث ۱۷۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

لوگو! معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طفیل علماء شہداء عام مسلمانوں کے لئے وسیلہ نجات ہیں۔

(۱۹) ترمذی۔ دارمی۔ ابن ماجہ میں ہے کہ فرمایا نبی اکرم ﷺ نے

یدخل الجنة بشفاعة رجل من امتی اکثر من بنی تمیم۔

**ترجمہ:** یعنی میرے ایک امتی کی شفاعت سے بنی تمیم قبیلہ سے زیادہ آدمی جنت میں جائیں گے۔

(سنن الترمذی کتاب صلاۃ القیامۃ والرائق باب اجاء فی الشفاعة ج ۳ ص ۶۲۶ رقم الحدیث ۲۳۳۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابن ماجہ کتاب الزہد باب ذکر الشفاعة ج ۲ ص ۱۴۳ رقم الحدیث ۳۳۳۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن الدارمی ج ۲ ص ۲۶۳ رقم الحدیث ۶۸۰۸ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۳ ص ۳۶۹ رقم الحدیث ۶۵۸۵ مطبوعہ موسسۃ قرطبہ مصر)، (مسند ابویعلیٰ ج ۱۲ ص ۲۸۰ رقم الحدیث ۶۸۶۶ مطبوعہ دار المامون للتراث دمشق)

اس کی شرح مرقات میں ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

قیل الرجل عثمان ابن عفان قیل اویس قرنی وقیل غیره۔

**ترجمہ:** بعض علماء نے فرمایا وہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ وہ شخص اویس قرنی ہیں بعض نے کہا کوئی اور بزرگ ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امتی بھی وسیلہ نجات ہیں۔

(۲۰) شرح سنہ میں ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کسی جگہ تشریف لے جا رہے تھے۔ ایک اونٹ نے جو حکیت میں کام کر رہا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا اور منہ اپنا زانوئے پاک پر رکھ کر فریادی ہوا۔ سرکارِ دو عالم نے اس کے مالک کو فرمایا کہ فانه شکی کثرة العمل وقلة العلف فاحسنوا اليه۔

(مکتوبہ المعانيع باب المعجزات الفصل الثاني من ۵۴۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

یہ اونٹ شکایت کرتا ہے کہ تم اس سے کام زیادہ لیتے ہو اور چارہ کم دیتے ہو۔ اس کے ساتھ بھلائی کرو۔ معلوم ہوا کہ بے عقل جانور بھی حضور ﷺ کو رفع حاجات کے لئے وسیلہ جانتے ہیں۔ جو انسان ہو کر ان کے وسیلہ کا منکر ہو وہ اونٹ سے زیادہ بے عقل ہے۔

(۲۱) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طفیل سے ابولہب کے عذاب میں کچھ تخفیف ہوئی کیونکہ اس کی لونڈی ثویبہ نے حضور سرورِ دو عالم ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔ (صحیح البخاری کتاب النکاح باب واما نکم الملاقا ارضعتکم ج ۵ ص ۱۹۶۱ رقم الحدیث ۳۸۱۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۴۷۸ رقم الحدیث ۱۳۹۵۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (سنن الکبریٰ ج ۲ ص ۶۲ رقم الحدیث ۱۳۷۰۱ مطبوعہ مکتبہ دارالابناؤ مکتبہ المکتبہ)، (شعب الایمان ج ۱ ص ۲۶۱ رقم الحدیث ۲۸۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة و معرفۃ احوال صاحب الشریعہ ج ۱ ص ۳۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۰۸ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (مغوة المغوة ج ۱ ص ۶۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (الروض الانف فی تفسیر السیرۃ النبویہ لابن ہشام ج ۳ ص ۹۸-۹۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (نصب الرایۃ الاحادیث الہدیۃ ج ۳ ص ۱۶۸ مطبوعہ دارالحدیث القاہرۃ مصر)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۶ ص ۱۷۱-۱۷۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (البدایۃ والنہایۃ ج ۲ ص ۲۲۹-۲۳۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (فتح الباری ج ۹ ص ۱۳۵ مطبوعہ دار نشر المکتب الاسلامیہ لاہور)، (عمدة القاری شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۹۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

معلوم ہوا کہ نبی کا وسیلہ ایسی نعمت ہے جس کا فائدہ ابولہب جیسے مردود نے بھی کچھ پایا۔ مسلمان تو ان کا بندہ بے دام ہے۔

(۲۲) بخاری شریف کتاب المساجد میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما حج کو جاتے ہوئے ہر اس جگہ نماز پڑھتے تھے جہاں نبی ﷺ نے اپنے حج کے موقع پر نماز پڑھی تھی۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ ج ۳ ص ۳۲۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (جامع المسانید والسنن ج ۲۸ ص ۶۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت) یہ مقامات بخاری شریف نے بتائے بھی ہیں معلوم ہوا کہ جس جگہ بزرگ عبادت کرے وہ جگہ قبولیت کا وسیلہ بن جاتی ہے۔

حاشیہ..... ☆

### مزید احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری حوالی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عمرو بن علی قال حدثنا ابو قتیبة قال حدثنا عبدالرحمن بن عبداللہ بن دینار عن ابیہ قال سمعت ابن عمر یتمثل بشعر ابی طالب:

وابیض یستسفی الخمام بوجهه  
وقال عمر بن حمزة حدثنا سالم عن ابیہ وربما ذكرت قول الشاعر وانا انظر الی وجه النبی ﷺ  
یستسفی لما ینزل حتی یجیش کل میزاب۔

وابیض یستسفی الخمام بوجهه  
ثم الیتامی عصمة للارامل  
**ترجمہ:** میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ابوطالب کا یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا وہ روشن چہرے والے کہ جن کے چہرہ انور کے



## ☆..... حاشیہ

وسیلے سے بارش طلب کی جاتی ہے جو تہیموں کے بجا اور بیواؤں کے فریاد رس ہیں۔  
 سالم نے اپنے والد ماجد سے روایت کی کہ کبھی میں شاعر کی اس بات کو یاد کرتا اور کبھی نبی کریم ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھتا کہ اس کے  
 ذریعے بارش مانگی جاتی تو آپ اترنے بھی نہ پاتے کہ سارے پرنا لے بنے لگتے۔  
 (صحیح بخاری ابواب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قطوا ج ۱ ص ۳۲۲ رقم الحدیث ۹۶۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

عن انس بن مالك ان عمر بن الخطاب رضى الله عنه كان اذا قحطوا استسقى بالعباس بن عبدالمطلب  
 رضى الله عنه فقال اللهم انا كنا نتوسل اليك نبينا ففسقنا وانا نتوسل اليك بعم نبينا فاسقنا قال فيسقون۔  
**ترجمہ:** حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب قحط پڑ جاتا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بارش کی دعا  
 حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے کرتے اور کہتے اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی ﷺ کا وسیلہ پکڑا کرتے تھے تو  
 تو ہم پر بارش برسا دیتا تھا اور اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کے چچا جان کو وسیلہ بناتے ہیں کہ ہم پر بارش برسا۔ پس انہیں بارش عطا کی جاتی۔  
 (صحیح بخاری ابواب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قطوا ج ۱ ص ۳۲۲ رقم الحدیث ۹۶۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۳۵۲  
 مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکتبہ المکتبہ)، (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۷ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (زرقاتی علی المواہب ج ۱ ص ۱۵۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام مسلم بن حجاج متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عن اسير بن جابر ان اهل الكوفة وفلوا الى عمر فيهم رجل ممن كان يستخر باويس فقال عمر هل ههنا  
 احد من القرويين؟ فجاء ذلك الرجل فقال عمر ان رسول الله ﷺ قد قال ان رجلا يات بكم من اليمن يقال له اويس  
 لا يدع باليمن غير ام له قد كان به بياض فدعا الله فاذهب عنه الا موضع الدينار او الدرهم فمن لقيه منكم فليستغفر لكم۔  
**ترجمہ:** اسیر بن جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل کوفہ ایک وفد لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ وفد میں ایک ایسا آدمی بھی تھا  
 حضرت اویس رضی اللہ عنہ سے مذاق کرتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہاں کوئی قرن کا رہنے والا ہے؟ تو وہ شخص پیش ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ  
 عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا تمہارے پاس یمن سے ایک شخص آئے گا اس کا نام اویس ہوگا۔ یمن میں اس کی والدہ کے سوا کوئی نہیں ہوگا۔ اس  
 کو یرم کی بیماری تھی اس نے اللہ عز وجل سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ایک دینار یا درہم کے برابر سفید داغ کے سوا باقی داغ اس سے دور کر دیئے۔ تم میں  
 سے جس شخص کی اس سے ملاقات ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس سے تمہاری مغفرت کی دعا کرائے۔

(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب من فضائل اويس قرنی رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۹۶۸ رقم الحدیث ۲۵۳۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (خصائص  
 الکبریٰ ج ۳ ص ۲۳۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مشترک للماہم ج ۳ ص ۳۵۶ رقم الحدیث ۵۷۱۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند الطبرانی ج ۱  
 ص ۲۷۹ رقم الحدیث ۳۳۳ مطبوعہ مکتبہ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)، (بیل الحدی والارشاد ج ۱ ص ۱۰۰-۱۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ  
 والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۸ مطبوعہ مکتبہ التجاریہ مکتبہ المکتبہ)، (طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۶۲ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (تہذیب التہذیب ج ۱ ص  
 ۳۸۶-۳۸۷ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۷۸)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج البيهقي من وجه آخر عن عمر ان رسول الله ﷺ سيكون في التابعين رجل من قرن يقال له: اويس بن  
 عامر يخرج به رضح فيدعو الله ان يذهب عنه فيذهب فيقول: اللهم دع لي في جسدي منه ما اذكرك به نعمتك على  
 فيدع له في جسده فمن ادر كه منكم فاستطاع ان يستغفر له فليستغفر له۔

## حاشیہ.....☆

**ترجمہ:** بیعتی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری سند کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تا بعین میں قرن کا ایک شخص ہوگا۔ اس کا نام اویس بن عامر رحمۃ اللہ علیہ ہوگا۔ اس کے جسم میں سفیدی ظاہر ہوگی وہ اللہ عزوجل سے اسے دور کرنے کی دعا کرے گا اور وہ دور ہو جائے گی۔ چنانچہ وہ دعا کرے گا ”اللهم دع لى فى جسدى منه ما اذكر به نعمتك على“ اے خدا میرے جسم سے اس سفیدی کو دور کر دے اور میرے جسم میں اتنی سفیدی چھوڑ دے کہ میں تیری نعمت کو یاد رکھوں تو اللہ عزوجل اس کے جسم میں اتنی سفیدی چھوڑ دے گا کہ اتم میں سے کوئی اگر اس سے ملے تو اور وہ استطاعت رکھتا ہو کہ اس سے استغفار کرے تو اسے لازم ہے کہ اس سے استغفار کی درخواست کرے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۲۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سلسلہ الحدی وارشاد ج ۱ ص ۱۰۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۳۷۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (تجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۳-۳۹۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکر اویس بن عامر القرنی سید العباد و علم الامنیاء ج ۲ ص ۸۰ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۳۳۰ھ لکھتے ہیں۔

قالوا يا رسول الله كيف لنا برجل منهم قال ذاك اويس القرني قالوا وما اويس القرني قال اشهل ذا صهوة بعيد ما بين المنكبين معتدل القامة آدم شديد الادمة ضارب بذفنه الى صدره رام بذفنه الى موضع سجوده واضع يمينه على شماله يتلو القرآن يبكى على نفسه ذو طمرين لا يؤبه له متزر بازار صوف ورداء صوف مجهول في اهل الارض معروف في اهل السماء لو اقسم على الله لا يبر قسمه الا وان تحت منكبه الا يسر لمعة بيضاء الا وانه اذا كان يوم القيامة قيل للعباد ادخلوا الجنة ويقال لاويس قف فاشفع فيشفع الله عزوجل في مثل عدد ربيعة ومضر يا عمرو يا علي اذا انتما لقيتما فاطلبا اليه ان يستغفر لكما يغفر الله لكما۔

**ترجمہ:** صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ ان بزرگوں میں سے ہمیں کوئی آدمی مل سکتا ہے؟ فرمایا ہاں ”اویس قرنی“ ہے جس سے تمہاری ملاقات ہوگی صحابہ رضی اللہ عنہم نے اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی علامات پوچھیں ارشاد فرمایا اس کی آنکھیں سرخ مائل ہوں گی سرخ بالوں والا ہوگا۔ کشادہ کندھوں والا میانے قد والا گندم گول، سینے پر بالوں والا، دایاں بائیں پر رکھتا ہوگا قرآن کی تلاوت کرے گا اور اپنے پر بہت روتا ہوگا اہل سماء میں مشہور ہے اگر اللہ پر کسی کام کے کرنے کی قسم کھالے تو اللہ اسے اپنی قسم میں بری کر دیتا ہے سنو اس کے بائیں کا ندھ کے نیچے ایک چمک ہوگی اہل زمین میں اسے کوئی نہیں جانتا اور ان کا ازار باندھا ہوگا اور ان ہی کی چادر اوڑھی ہوگی خوب سن لو۔ قیامت کے دن عام لوگوں سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ اور اویس رضی اللہ عنہ سے کہا جائے گا کہ ادھر کھڑے ہو جاؤ اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی اے عمر و علی رضی اللہ عنہما جب تمہاری ان سے ملاقات ہوگی تو ان سے استغفار کرنا اللہ تمہاری مغفرت فرمائے گا۔

(حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکر اویس بن عامر القرنی سید العباد و علم الامنیاء ج ۲ ص ۸۲ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

سیکون فی امتی رجل يقال له اويس بن عبد الله القرني وان شفاعته في امتي مثل ربيعة ومضر۔  
(الجامع الصغير فی احادیث البشیر اندیراز الحسین ج ۱ ص ۲۹۳ رقم الحدیث ۳۷۷۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الخیرات الی الجامع الصغير ج ۲ ص ۵۸ رقم الحدیث ۶۹۴۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

## حاشیہ.....☆

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج ابن سعد والحاكم من طريق أسير بن جابر عن عمر انه قال لا ويس القرنى استغفر لى قال: كيف استغفر لك وانت صاحب رسول الله ﷺ قال سمعت رسول الله ﷺ يقول ان خير التابعين رجل يقال له اويس القرنى۔

**ترجمہ:** ابن سعد وحاكم رحمہما اللہ نے بطریقہ اسیر بن جابر رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ آپ میرے لئے استغفار فرمائیں۔ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں آپ کے لئے کیونکر استغفار کروں جبکہ آپ خود رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا خیر التابعین وہ شخص ہے جس کا نام اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

(خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۲۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الہدی والرشاد ج ۱ ص ۱۰۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (نیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۱۸۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں۔

اصاب الناس قحط فی زمن عمر فجاء رجل الى قبر النبی ﷺ فقال يا رسول الله استسق لامتك فانهم قد هلكوا فاتى الرجل فى المنام فقیل له انت عمر فاقرنه السلام واخبره انکم مستقیون وقل له عليك الكيس عليك الكيس فاتى عمر فاخبره فبکی عمر لم قال يارب لا آلو الا ما عجزت عنه۔

**ترجمہ:** لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قحط میں مبتلا ہو گئے تو ایک شخص (حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ) حضور نبی اکرم ﷺ کے روضہ انور پر حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی امت ہلاک ہوا جانتی ہے آپ اس کے لیے بارش کی دعا فرمائیں اس صحابی کو خواب میں کہا گیا کہ عمر کو جا کر سلام کہو اور انہیں بتاؤ کہ تمہیں بارش عطا کی جائے گی اور یہ بھی کہو کہ (امور خلافت ادا کرنے میں مزید) بیدار مغزی سے کام لو۔ اس صحابی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی تو آپ رضی اللہ عنہ پڑے اور عرض کیا اے میرے رب! جہاں تک مجھ سے ہو سکتا ہے میں اس میں کوتاہی نہیں کرتا۔

(معصف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۲ رقم الحدیث ۲۰۵۱ مطبوعہ مکتبۃ الرشاد الریاض)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

وروى ابن ابی شیبہ باسنادہ صحیح۔

**ترجمہ:** امام ابن ابی شیبہ نے اسے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۳۹۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (زرقانی علی المواہب ج ۸ ص ۷۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام ابن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں۔

اہل مدینہ قحط میں مبتلا ہو گئے تو انہوں نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اس کی شکایت کی۔ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور بارش کی دعا فرمائی۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ زوردار بارش شروع ہو گئی۔ جب بارش زیادہ ہو گئی تو مدینہ منورہ کے آس پاس کے لوگوں نے حاضر ہو کر عرض کی کہ ہم تو ڈوب جاؤں گے۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ ہمارے ارد گرد بارش ہو ہم پر نہ ہو۔ چنانچہ بادل آس پاس سے اس طرح ہٹ گیا جیسے تاج ہو۔ اس موقع پر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

☆ حاشیہ.....

لو ادرك ابو طالب هذا اليوم لسره فقال له بعض اصحابه يا رسول الله اردت قوله:

وابيض يستسقى الخمار بوجهه  
نمال اليتامى عصمة للأرامل  
**ترجمہ:** اگر ابوطالب اس دن کو پاتے تو یقیناً انہیں خوشی ہوتی۔ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کا اشارہ ان کے اس شمر کی طرف ہے۔  
گورے رنگ والے جن کے چہرے کے وسیلے سے بارش کی دعا مانگی جاتی ہے اور جو یتیموں اور یتیموں کے بچاؤ والی ہیں۔  
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں۔

(السيرة النبوية لابن هشام مع الروض الافصح ج ۱ ص ۷۹ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۴۰ھ لکھتے ہیں۔

حضرت سلیم بن عامر بخاری روایت کرتے ہیں۔

ان السما فحطت فخرج معاوية بن ابي سفيان رضى الله عنه واهل دمشق يستسقون فلما قعد معاوية على المنبر قال ابن يزيد ابن الاسود الجرشي؟ قال فناداه الناس فاقبل يتخطى فامرہ معاوية فصعد المنبر فقعده عند رجليه فقال معاوية۔

اللهم انا نستشفع اليك اليوم بخيرنا وافضلنا اللهم انا نستشفع اليك بيزيد بن الاسود الجرشي يا يزيد ارفع يديك الى الله فرفع يزيد ورفع الناس ايديهم فما كان اوشك ان ثارت سحابة في المغرب وهبت لها ريح فسقينا حتى كاد الناس لا يتصلون الى منازلهم۔

**ترجمہ:** (بہت عرصہ تک) آسمان سے بارش نہ ہوئی تو حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور اہل دمشق کی دعا کے لیے باہر نکلے۔ پھر جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھے تو فرمایا یزید بن الاسود الجرشی کہاں ہیں؟ لوگوں نے انہیں بلایا تو وہ پھلاکتے ہوئے تشریف لائے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم پر وہ منبر پر چڑھے اور ان کے قدموں میں بیٹھ گئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی اے اللہ آج ہم بہتر اور افضل شخصیت کا وسیلہ پیش کرتے ہیں اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں یزید بن الاسود الجرشی کا وسیلہ پیش کرتے ہیں (پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا) یزید اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھاؤ انہوں نے ہاتھ اٹھائے۔ لوگوں نے بھی ہاتھ اٹھائے (اور دعا کی) اچانک مغرب کی طرف سے ایک بادل اٹھا ہوا چلنے لگی اور زوردار بارش شروع ہو گئی یہاں تک کہ لوگوں کو گھروں تک پہنچنا مشکل ہو گیا۔

(طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۳۳۳ مطبوعہ دار صادر بیروت)

امام سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا:

لما اذنب آدم بالذي اذنبه رفع راسه الى العرش فقال اسالك بحق محمد الا غفرت لي فاوحى الله اليه وما محمد؟ فقال تبارك اسمك لما خلقتني رفعت راسي الى عرشك فاذا فيه مكتوب لا اله الا الله محمد رسول الله فعلمت انه ليس احد اعظم عندك قدرا ممن جعلت اسمه مع اسمك فاوحى الله اليه يا آدم انه آخر النبيين من ذريتك وان امته آخر الامم من ذريتك ولولا هو يا آدم ما خلقتك۔

**ترجمہ:** جب حضرت آدم علیہ السلام (اجتہادی) خطا ہو گئی تو انہوں نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور عرض کیا اے رب اگر تو نے مجھے معاف نہ فرمایا تو میں تجھ سے حق محمد (ﷺ) اپنی بخشش کا سوال کرتا ہوں (کہ تو مجھے بخش دے) اللہ عزوجل نے ان کی طرف وحی کی اور فرمایا اے آدم! محمد کیا ہیں اور محمد کون ہیں؟ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا اے بابرکت نام والے جب تو نے مجھے اپنے دست آیت

## بزرگان دین کے اقوال

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک تمام مسلمانوں کا عقیدہ رہا ہے کہ نبی ﷺ مخلوق کے لئے وسیلہ عظمیٰ ہیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ سے اولیاء اللہ اور علماء بھی وسیلہ ہیں۔ ہم صحابہ کرام کے قول اور عمل احادیث کے باب میں بیان کر چکے ہیں اب علماء اور اولیاء کے کلام کو سنو اور اپنا ایمان تازہ کرو۔

(۱) حضور غوث الثقلین شیخ الدین عبدالقادر جیلانی بغدادی رضی اللہ عنہ اپنے قصیدہ غوثیہ میں اپنے خداداد اختیارات بیان فرما کر ارشاد فرماتے ہیں۔

وکل ولی له قدم وانی علی قدم النبی بدر الکمال  
میں جو دنیا پر راج کر رہا ہوں اور میرے قبضہ میں زمین و زمان مکیں و مکان ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر ولی کسی نہ کسی نقش قدم پر ہوتا ہے اور اس کا مظہر ہوتا ہے میں نبیوں کے چاند رسولوں کے سورج حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کے قدم پر ہوں معلوم ہوا کہ حضور غوث پاک کی نگاہ میں مصطفیٰ ﷺ ایسی اہم چیز ہیں کہ انہیں سارے مراتب عالیہ اسی سرکار سے میسر ہوئے۔

(۲) اماموں کے امام یعنی امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ قصیدہ نعمان ہیں فرماتے ہیں۔  
انا طامع بالوجود منک ولم یکن  
یا رسول اللہ میں حضور کی عطا کا امیدوار ہوں اور مخلوق میں ابوحنیفہ کے لئے آپ کے سوا کوئی نہیں۔

(قصیدہ نعمان مع خیرات الحسان ص ۲۰۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)  
معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا وسیلہ مانتے ہیں۔

(۳) امام بوصری رضی اللہ عنہ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں۔ اور مقبول بارگاہ مصطفیٰ ﷺ بھی ہو چکا ہے۔  
ومن نکتہ برسول اللہ نصرته  
یعنی جس کی مدد رسول اللہ ﷺ فرمادیں وہ شیروں سے بھی فتح جاتا ہے۔  
معلوم ہوا کہ یہ بزرگ بھی حضور ﷺ کو ہر مصیبت کے دفع کا وسیلہ مانتے ہیں۔

حاشیہ..... ☆

سے پیدا کیا تو میں نے سراٹھا کر تیرے عرش کو دیکھا تو عرش (کے پایوں) پر لا الہ الا اللہ محمد رسول لکھا ہوا تھا سو میں نے جان لیا کہ تو نے جس کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا کر لکھا ہے وہ تجھ کو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہوگا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا اے آدم (تم نے سچ کہا وہ مجھے مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہے) وہ تیری اولاد میں سے تمام انبیاء میں سے آخری ہے اور اس کی امت تیری اولاد میں سب سے آخری امت ہے اور اے آدم اگر وہ (محمد) نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔

(طبرانی الاوسط ج ۶ ص ۳۱۴ رقم الحدیث ۶۵۰۲ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الریاض)، (الدر المنثور فی التفسیر بالماثور ج ۱ ص ۵۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (دلائل النبوة للشیخ ج ۱ ص ۲۸۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (المسجد رک للہام ج ۲ ص ۶۷ رقم الحدیث ۴۲۲۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الوفاء باحوال المعصی ص ۳۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۴) حضرت شیخ سعدی شیرازی قدس سرہ اپنی کتاب بوستان میں فرماتے ہیں۔

شنیدم کہ در دروڑ امید و بیم  
یعنی میں نے سنا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نیکوں کے وسیلہ سے برون کو بخش دے گا۔

معلوم ہوا کہ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ علماء و صالحین کے وسیلہ سے گنہگاروں کی مغفرت مانتے ہیں۔  
(۵) شیخ عطار فرید الدین قدس سرہ پند نامہ عطار میں فرماتے ہیں۔

آنکہ آمدنہ فلک معراج اور انبیاء و اولیاء محتاج اور  
یعنی نبی ﷺ وہ شان والے ہیں کہ نوا آسمانوں کی معراج فرمائی اور تمام نبی ولی حضور ﷺ کو سارے نبیوں اور ولیوں کا وسیلہ مانتے ہیں۔  
(۶) مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اگر نام محمد دراز آوردت شفیع آہم نہ آدم یافتہ توبہ نہ نوح از غرق نجینا  
اگر حضور ﷺ کے نام کے وسیلہ سے حضرت آدم علیہ السلام نہ کرتے تو ان کی توبہ کبھی قبول نہ ہوتی۔ اگر حضرت نوح علیہ السلام حضور  
علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ نہ پکڑتے تو غرق سے نجات نہ پاتے معلوم ہوا کہ مولانا جامی علیہ الرحمۃ حضور ﷺ کو قبول دعا کا اور آفات سے  
بچنے کا وسیلہ سمجھتے ہیں۔

(۷) مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ العزیز اپنی مثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔

اے بسا در گورد خفته خاک دار بہ ز اصداحیاء بنفع و انتشار  
سایہ او بود و خاکش سایہ مند صد مزاراں زندہ در سایہ دے اند  
بہت سے قبروں میں سونے والے بندے ہزاروں زعموں سے زیادہ نفع پہنچاتے ہیں ان کی قبر کی خاک بھی لوگوں پر سایہ نکلن ہے  
لاکھوں زندے ان قبر والوں کے سایہ میں ہیں۔

معلوم ہوا کہ مولانا قدس سرہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندوں کو وفات کے بعد زندوں کا وسیلہ مانتے ہیں۔

(۸) درودناج شریف جو تمام اولیاء و علماء کا ورد و عقیقہ ہے اس میں ہے وسیلتنا فی الدارین۔ نبی ﷺ دنیا و آخرت میں ہمارے وسیلہ ہیں۔

(۹) مثنوی شریف میں مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

بہر درابگزیں کہ یہ ہیں ایں سفر ہست بس ہر آفت و خوف و خطر  
جوں گرفتاری ہیں تسلیم شو ہمچو موسیٰ زہر حکم خضر در  
اگرچہ کشتی ہشکند تو در مزین اگرچہ طفلے را کشد تو مور کن  
یعنی پیر پکڑ لو کیونکہ آخرت کا سفر بغیر پیر کے بہت خطرناک ہے اور جب پیر اختیار کرو تو اس کے تابع فرمان ہو جاؤ جیسے موسیٰ علیہ  
السلام خضر علیہ السلام کے کہ اگر پیر کشتی کو توڑ دے تو دم نہ مارو۔ اگر بچہ کو بلا تصور قتل کر دے تو اعتراض نہ کرو۔

معلوم ہوا کہ پیر کا وسیلہ پکڑنا مولانا کے نزدیک لازم ہے۔

(۱۰) شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

مہسندار سعدی کہہ دلا صفا  
توان یافت جز در بنی مصطفیٰ  
اے سعدی یہ خیال بھی نہ کرنا کہ حضور ﷺ کی پیروی کے بغیر تم راہ ہدایت پاسکو گے یعنی ایمان لانے اور اعمال کرنے کے بعد بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ کی ہر جگہ ضرورت ہے۔  
(۱۱) حنفیوں کے معتبر عالم ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب نزہۃ الخاطر الفاطر فی ترجمۃ شیخ عبدالقادر منہج ۶۱ میں فرماتے ہیں کہ حضور غوث پاک نے فرمایا۔

من استغاث بی فی کربۃ کشف عنہ ومن نارانی باسمی فی شدۃ فرجت عنہ ومن توسل بی الی اللہ فی حاجتہ قضیت۔

یعنی جو کوئی مصیبت میں مجھ سے مدد مانگے تو وہ مصیبت دور ہوگی اور جو کوئی تکلیف میں میرا نام لے کر پکارے تو تکلیف رفع ہوگی۔  
(نزہۃ الخاطر الفاتر ص ۶۱ سنی دارالاشاعت فیصل آباد)  
اس کے بعد مولانا علی قاری نماز غوثیہ کی ترکیب بتا کر فرماتے ہیں۔ اس کا بارہا تجزیہ کیا گیا۔ صحیح ثابت ہوا۔ ملا علی قاری حضور غوث پاک کا وسیلہ پکڑ کر فرماتے ہیں کہ درست ہے اور حضور غوث پاک اپنا وسیلہ پکڑنے کا حکم دیتے ہیں۔ یہ ملا علی قاری وہ بزرگ ہیں جن کو دیوبندی وہابی بڑے زور شور سے مانتے ہیں۔

(۱۲) شامی شریف کے مقدمہ میں ہے کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

انی لا تبرک بابی حنیفۃ واجبی الی قبرہ فاذا عرضت لی حاجۃ صلیت رکعتین و سألت اللہ عند قبرہ فتقضی سریرعا۔

یعنی میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر پر آتا ہوں۔ جب مجھ کو کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے تو میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر رب سے دعا کرتا ہوں۔ تو فوراً حاجت پوری ہو جاتی ہے۔  
(رد المحتار علی درالمتنارج ص ۳۱ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)، (الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ص ۹۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۱۲۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)  
مذہب کے اتنے بڑے امام یعنی امام شافعی رضی اللہ عنہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کو وسیلہ دعا بنا کر سفر کر کے وہاں آتے ہیں۔ اور ان کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں۔

(۱۳) حصین شریف کے شروع میں آداب دعا ارشاد فرمائے اس میں بحوالہ بخاری و بزار دعا کا ایک ادب یہ بیان فرمایا۔

وان یتوسل الی اللہ تعالیٰ بالانبیاء والصالحین من عبادہ۔

(حصین ص ۳۴ مطبوعہ مصر)

یعنی دعا مانگنے انبیاء اور نیک بندوں کے وسیلہ سے

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کا نام دعا کی قبولیت کا وسیلہ ہے۔

(۱۴) اس کی شرح میں شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں خصوصاً حضرت سید المرسلین محبوب رب العالمین ﷺ کہ رجاء قبول بظہیل وے اکثر و اتم و اذ فریاد امل است و فعل انبیاء مرسلین و سیرت سلف صالحین است۔

یعنی خصوصیت سے حضرت سید المرسلین محبوب رب العالمین ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرے کہ اس میں قبولیت بہت زیادہ ہے اور گزشتہ پیغمبروں اور بزرگوں کی یہ سنت ہے اس جگہ شیخ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کا قصہ بیان کرتے ہیں

کہ حضور ﷺ کی طفیل سے قبول ہوئی۔

(۱۵) اس کی شرح الحرز الوصلین میں ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

من المنة ویات یعنی وسیلہ مستحب ہے۔

(۱۶) فقہاء فرماتے ہیں کہ اس سے: یعنی بارش مانگنے کی نماز میں جب جائیں تو شیر خوار بچوں کو ماؤں سے علیحدہ کر دیں اور جانوروں کو ساتھ لے جائیں کہ ان کے وسیلہ سے دعا ہو اور بارش ہو دیکھو عا لگیری شامی جوہرہ وغیرہ۔

دیکھو بارش مانگنے کے لیے جانوروں اور بچوں کا وسیلہ اختیار کیا گیا۔

(۱۷) سلطان محمود غزنوی جب سومات کے حملہ میں گھر گیا تو آپ نے شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے جبہ کو سامنے رکھ کر دعا کی۔ کہ مولا! اس کے وسیلہ سے فتح دے۔ اور ایسی فتح پائی کہ آج تک مشہور ہے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا جبہ اسی لیے دیا تھا۔ جو وسیلہ ثابت ہوا۔

حاشیہ..... ☆

امام ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

وقبر ابی ایوب قرب سورھا معلوم..... یستسقون بہ فیسقون۔

**ترجمہ:** حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر تلحہ کی فصل کے قریب ہے اور سب کو معلوم ہے کہ وہاں پہنچ کر لوگ بارش کے لیے دعا کرتے ہیں تو بارش ہو جاتی ہے۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ج ۱ ص ۴۰۵ مطبوعہ دار البیروت)

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

یا ابا عبد اللہ استقبل القبلة وادعوا ام استقبل رسول اللہ ﷺ فقال ولم تصرف وجهك عنه وهو وسيلتك ووسيلة ابيك آدم عليه السلام الى الله تعالى يوم القيامة؟ بل استقبله واستشفع به جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحیما۔

**ترجمہ:** اے ابو عبد اللہ کیا میں (زیارت نبوی کے وقت) دعا کرتے ہوئے قبلہ رخ ہوں یا حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف رخ کروں؟ امام مالک رضی اللہ عنہ نے جواب دیا (اے امیر!) تو حضور نبی اکرم ﷺ کی جانب سے منہ کیوں پھیرتا ہے حالانکہ وہ تمہارے لیے اور تمہارے جد اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے لیے روز قیامت وسیلہ ہیں؟ بلکہ تو آپ ﷺ کی جانب متوجہ ہو (کر مناجات کر) اور آپ ﷺ کی شفاعت کا طالب ہو کہ آپ ﷺ اللہ کے سامنے تیری شفاعت فرمائیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (ﷺ) بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بنا پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے۔

(الشفاعہ ج ۱ ص ۵۹۶ مطبوعہ دار التواہد اکیڈمی ملتان)

امام ابوالقاسم قشیری متوفی ۴۶۵ھ امام معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

كان من المشائخ الكبار مجاب الدعوة يستشفى بقبوره يقول البغداديون قبر معروف تریاق مجرب۔

**ترجمہ:** آپ بزرگ ترین مشائخ میں سے تھے۔ آپ کی دعا قبول ہوتی تھی۔ آج بھی آپ کی قبر مبارک کے پاس کھڑے ہو کر شفا یابی کی دعا کی جاتی ہے۔ اہل بغداد کہتے ہیں۔ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مجرب اکسیر ہے۔

(الرسالة القشيرية ص ۴۱)، (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۱۲۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مفتی المصطفیٰ ج ۲ ص ۲۱۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)۔



## اقوال مخالفین

دیوبندیوں کے پیشوا بھی وسیلہ پر عقیدہ رکھتے تھے ہم وہ بھی پیش کرتے ہیں

(۱) مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اپنی کتاب نیل الثفاء نعل مصطفیٰ میں فرماتے ہیں کہ فی زمانہ کثرت معاصی کی وجہ سے ہم پر بلیات کا ہجوم ہے اور دل و زبان کی کیفیت خراب ہونے کی وجہ سے تو یہ استغفار قبول نہیں ہوتی۔ البتہ اگر کوئی وسیلہ قوی ہو تو اس کی برکت سے حضور قلب بھی میسر ہو سکتا ہے اور امید قبول بھی ہے۔ منجملہ ان وسائل کے بہ تجربہ بزرگان نقشہ نعل مقدسہ حضور سرور عالم فخر دو عالم ﷺ نہایت قوی البرکات اور سریع الاثر پایا گیا ہے۔

غور کیجئے مولوی صاحب نے نبی ﷺ کی نعلین شریف کے نقشہ کو جو ہم خود کھینچ لیتے ہیں۔ قبول دعا کے لیے بہترین وسیلہ بتایا۔ تو جس شہنشاہ کے جو توں شریف کا نقشہ قبول دعا کا وسیلہ ہے تو خود نعل شریف کیسا وسیلہ ہوگا۔ اور پھر اس جو تہ شریف کو پہننے والا اللہ کا پیارا معراج والا تخت و تاج والا کس درجہ کا وسیلہ ہوگا۔ بے کسوں کا کس ہے اور بے بسوں کا بس ﷺ۔

حاشیہ.....☆

مشہور محدث ابن ابی حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۵۳ھ حضرت امام علی رضا بن موسیٰ رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کے بارے میں اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ما حلت بی شدة فی وقت مقامی بطوس وزرت قبر علی بن موسی الرضا صلوات اللہ علی جدہ وعلیہ ودعوت اللہ تعالیٰ ازلتھا عنی الا استجیب لی وزالت عنی تلك الشدة وهذا شئی جریته مراراً۔  
**ترجمہ:** شہر طوس قیام کے دوران جب بھی مجھے کوئی مشکل پیش آئی اور حضرت امام موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر حاضری دے کر خدا تعالیٰ سے وہ مشکل دور کرنے کی دعا تو وہ ضرور قبول ہوئی اور مشکل دور ہو گئی۔ یہ ایسی حقیقت ہے جسے میں نے بارہا آزمایا ہے۔

(کتاب الثقات ج ۸ ص ۲۵۷ برقم ۱۴۳۱ مطبوعہ)

علامہ احمد بن احمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں۔

ذكر لبعض العارفين ان الادب في التوسل ان يتوسل بالصالحين الى رسول الله ﷺ ثم به الى حضرة الحق عز وجل وتعاضمت اسماؤه فان مراعاة لواسطة عليها مدار قضاء الحاجات۔

**ترجمہ:** بعض عرفاء نے بیان کیا ہے کہ توسل کے آداب سے مراد یہ ہے کہ (جب آپ حضور نبی اکرم ﷺ کے مزار اقدس پر حاضری دے کر صلوة و سلام عرض کریں تو پھر آپ کو یہ کرنا مناسب ہے کہ) ان دونوں خلفاء کو جناب رسول اللہ ﷺ کی جناب میں اور پھر آپ ﷺ کو بلند اور عظیم ناموں والے اللہ عز وجل کی جناب میں وسیلہ بنا کر دعا مانگیں کیونکہ واسطہ کی مراعات بر قضاء حاجات کا دار و مدار ہے۔  
(حاشیہ طحاوی علی مرقا الفلاح ج ۱ ص ۲۶۰)

علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۳۰۶ھ اللہ عز وجل کی بارگاہ میں حضور نبی کریم ﷺ اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کا وسیلہ پیش کرتے ہیں۔  
وانی اسالہ تعالیٰ متوسلاً الیہ بنیہ المکرم ﷺ وباهل طاعته من کل ذی مقام علی معظم وبقدرتنا الامام الاعظم ان یسهل علی ذلک من انعامہ وبعینتی علی اکمالہ واتمامہ۔

**ترجمہ:** میں حضور نبی اکرم ﷺ کو اور عالی مرتبت فرمانبردار بندوں کو اور خاص طور پر ہادی برحق امام اعظم رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنا کر اللہ عز وجل کی بارگاہ میں سوال کرتا ہوں کہ وہ اپنے احسان سے مجھ پر یہ مشکل آسان کر دے اور اس کے اکمال و اتمام کے لیے میری مدد فرمائے۔  
(رد المحتار علی در المنہاج ج ۱ ص ۴۲ مطبوعہ مکتبہ ماجدہ کوئٹہ)

(۲) یہی مولوی اشرف علی صاحب اپنی اسی کتاب میں اسی نقشہ نعلین مبارک سے وسیلہ پکڑنے کا طریقہ یوں بیان کرتے ہیں۔  
اس نقشہ کا بادب اپنے سر پر رکھے اور تضرع تمام جناب باری میں عرض کرے کہ الہی جس مقدس پیغمبر ﷺ کے نقشہ نعل شریف کو سر پر لئے ہوئے ہوں ان کا ادنیٰ درجہ کا غلام ہوں۔ الہی اسی نسبت غلامی پر نظر فرما کر برکت اسی نقشہ نعل شریف کے میری فلاں حاجت پوری فرما۔ پھر فرماتے ہیں پھر سر پر سے اتار کر اپنے چہرے پر ملے اور اس کو بہت سے بوسے دے۔

(۳) یہی مولوی اشرف علی صاحب اسی کتاب میں اسی نقشہ نعلین شریف کی برکات اسی طرح بیان کرتے ہیں۔ اسی نقشہ کی آزمائی ہوئی برکت یہ ہے کہ جو شخص تبرک اس کو اپنے پاس رکھے۔ ظالموں کو ظلم سے دشمنوں کے غلبہ سے شیطان سرکش سے حاسد کی نظر بد سے امن و امان میں رہے اگر حاملہ عورت درد زہ کی شدت میں اس کو اپنے داہنے ہاتھ میں رکھے۔ بفضلہ تعالیٰ اس کی مشکل آسان ہو جائے۔  
موجودہ دیوبندی حضرات اپنے پیشوا مولوی اشرف علی صاحب کی عبارتیں غور سے پڑھیں اور سوچیں کہ مولوی صاحب مذکور نے کس دھڑلے سے حضور اقدس ﷺ کے نعل شریف کے نقشہ کو وسیلہ مانا ہے اور لوگوں کو اس کا حکم دیا ہے بلکہ آخر کتاب میں فرماتے ہیں اور اس کو وسیلہ برکت سمجھیں کتاب کے آخری صفحہ پر اسی نعل شریف کا نقشہ کھینچ کر دکھایا ہے۔

(۴) مولوی اشرف علی صاحب کے خلیفہ مولوی عبدالمجید صاحب نے مناجات مقبول کے آٹھوں حزب میں جس کا انہوں نے اضافہ کیا ہے یا شعار لکھے

ہیں جو تیرے بندہ خاص اے غنی مولوی اشرف علی تھانوی

اس کے صدقہ میں دعا مقبول کر یہ مناجات التجا مقبول کر

دیکھئے اپنے پیر کے توسل سے دعا قبول کر رہے ہیں یہ ہے حیر کا وسیلہ۔

(۵) مولوی محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند قصائد قاسمی میں نبی ﷺ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں۔

ترے بھروسہ پہ رکھتا ہے غرق طاعت بنے گا کون ہمارا دسواترے غمخوار

دیکھو! مولوی محمد قاسم صاحب نبی ﷺ پر بھروسہ رکھتے ہیں اس سے بڑھ کر وسیلہ کیا ہو سکتا ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔

براہوں بدہوں گنہگار یوں پر تیرا ہوں ترا کہیں ہیں مجھے گو کہ ہوں میں ناہنجار

(قصائد قاسمی ص ۵-۷-۸)

(۶) مولوی اسماعیل صاحب صراط مستقیم دوسری ہدایت میں صفحہ ۶۰ میں فرماتے ہیں اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لئے شیخین پر بھی ایک گونہ فضیلت حاصل ہے اور وہ فضیلت آپ کے فرمانبرداروں کا زیادہ ہونا اور مقامات ولایت و قطیبت بلکہ وغوہیت وابدالیت اور انہیں جیسے باقی خطابات آپ کے زمانہ سے لے کر دنیا کے ختم ہونے تک آپ ہی کے وساطت سے ہوتے ہیں اور بادشاہوں کی بادشاہت اور امیروں کی امارت میں آپ کو وہ دخل ہے جو عالم ملکوت کی سیر کرنے والوں پر مخفی نہیں۔

(صراط مستقیم ص ۶۰ مطبوعہ کتب خانہ اشرفیہ دیوبند غیا)

اسی عبارت میں مولوی صاحب نے فرمایا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ سے دنیا کی نعمتیں جیسے بادشاہت و امارت اور آخرت کی نعمتیں جیسے ولایت و غوہیت سب کو ملتی ہیں۔

(۷) مولوی اشرف علی صاحب اپنی کتاب شیم الطیب ترجمہ شیم الحبيب میں حسب ذیل اشعار تحریر فرماتے ہیں۔

دھگری کیجئے میری نبی!      نککش میں ہوں تم ہی میرے ولی  
جز تمہارے کہاں ہے میری پناہ      فوج کلفت مجھ پہ آغالب ہوئی  
ابن عبد اللہ! زمانہ ہے خلاف      اے مرے مولا خبر لیجئے مری

اسی کتاب میں مولوی صاحب مثنوی شریف کا یہ شعر بھی نقل کرتے ہیں۔

نمر احمد چوں حصارے شد حصین      بس چہ باشد ذات آن روح الامیوں  
یعنی جب محمد ﷺ کا مبارک نام مضبوط قلعہ ہے تو اس روح امین کی ذات مبارک کیسی ہوگی۔

(نثر الطیب فی ذکر ابن الحبيب ص ۱۸۶ مطبوعہ راجہ ایم سعید کمپنی کراچی)

(۸) شاہ ولی اللہ صاحب کشف قبور کے عمل میں تحریر فرماتے ہیں بعد ہفت کرہ طواف کند دوران بکبیر بخواند و آغاز از راست کند و بعدہ بطرف رخسار بند۔ اس کے بعد قبر کا سات چکر طواف کرے اور اس طواف میں بکبیر کہے دائیں سے شروع کرے بعد میں قبر کی بائیں طرف اپنا رخسار رکھے۔

اس عبارت کو مولوی اشرف علی تھانوی نے کتاب حفظ الایمان میں نقل فرما کر اس عمل کے جائز ثابت کرنے کی کوشش کی۔ ان مذکورہ بالا عبارات سے پتہ لگا کہ بزرگوں کی ذات تو بہت اعلیٰ ہے ان کا نام بلکہ ان کی قبروں کی مٹی بھی وسیلہ ہے۔

(۹) شاہ ولی اللہ صاحب القول الجمیل میں مرید کرنے کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔  
ثم یتلو الشیخ ہاتین الایتین یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ۔  
یعنی پھر مرشد مرید کرتے وقت یہ دو آیتیں پڑھے پہلی آیت ہے۔

یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ اور دوسری آیت وابتغوا الیہ الوسیلۃ۔

اس کی اردو شرح میں مولوی خرم علی صاحب دہانی کہتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ دوسری آیت وابتغوا الیہ الوسیلۃ میں وسیلہ سے مراد مرشد کی بیعت ہے آگے کہتے ہیں کہ ممکن نہیں کہ وسیلہ سے مراد ایمان لیجئے اس واسطے کہ خطاب المل ایمان سے ہے۔ چنانچہ یا ایہا الذین امنوا اس پر دلالت کرتا ہے اور عمل صالح مراد نہیں ہو سکتا کہ وہ اتقوا اللہ میں داخل ہے اس واسطے کہ تقویٰ عبادت ہے احتیال اور امر اور اجتناب نواہی سے اس واسطے کہ قاعدہ عطف کا مغایرت بین المعطوف والمعطوف علیہ ہے اس عبارت میں صاف طور پر بیان لیا کہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وسیلہ سے مراد نہ ایمان کا وسیلہ نہ اعمال بلکہ مرشد کا وسیلہ مراد ہے ورنہ معطوف و معطوف علیہ کا فرق نہ ہوگا۔

(۱۰) مولوی محمود الحسن صاحب دیوبندیوں کے شیخ الہند اپنے مرشد مولوی رشید احمد صاحب کے مرثیہ میں لکھتے ہیں۔

حوائج دین و دنیا کے کہاں لے جائیں ہم یارب      گیا وہ قبلہ حاجات روحانی و جسمانی  
خدا ان کا مربی وہ مربی تھے خلایق کے      مرے مولے مرے ہادی تھے بیشک شیخ ربانی

(مرثیہ ص ۸۔ مطبوعہ کتب خانہ رحیمہ دیوبند)

مولوی صاحب اپنے مرشد کو جسمانی و روحانی حاجت روا اور انہیں خلقت کا مربی مانتے ہیں اس سے بڑھ کر وسیلہ کیا ہو سکتا ہے۔

## عقلی دلائل

عقل کا بھی تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کا وسیلہ کچھ نا جائز ہے حسب ذیل دلائل سے۔

(۱) رب تعالیٰ غنی اور ہم سب فقیر جیسا کہ ارشاد تعالیٰ ہے۔ واللہ الغنی وانتم الفقراء اور وہ غنی ہمیں بغیر وسیلہ کے کوئی نعمت نہیں دیتا۔ ماں باپ کے وسیلہ سے جسم دیتا ہے استاد کے ذریعہ علم پیر کے ذریعہ سے ایمان۔ مالداروں کے ذریعہ سے دولت فرشتہ کے ذریعہ سے شکل ملک الموت کے ذریعہ سے موت۔ غرضیکہ کوئی نعمت بغیر وسیلہ نہیں دیتا۔ تو ہم فقیر محتاج ہو کر بغیر وسیلہ کے اس سے کیسے لے سکتے ہیں۔ وہ داتا اور غنی اور ہم مسکین اور فقیر اگر ہم نے بغیر وسیلہ اس سے لے لیا تو اس سے بڑھ گئے۔

(۲) دنیا ادنیٰ اور تھوڑی ہے۔ آخرت اعلیٰ اور زیادہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قل متاع الدنیا قليل اور فرماتا ہے والاخرۃ خیر وابقیٰ جب دنیا حقیر چیز بغیر وسیلہ نہیں ملتی تو آخرت جو دنیا سے اعلیٰ ہے بغیر وسیلہ کیسے کمر لگ سکتی ہے اس لئے قرآن وایمان دینے کے لیے پیغمبر ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ (۳) ہمارے اعمال کی مقبولیت مشکوک ہے اور نبی ﷺ واولیاء اللہ کی مقبولیت یقینی ہے جب مشکوک اعمال وسیلہ بن سکتے ہیں تو یقینی طور پر مقبول بندے بدرجہ اولیٰ وسیلہ ہیں۔

(۴) اعمال صالحہ وسیلہ ہیں رب سے ملنے کا۔ اور اعمال کا وسیلہ انبیاء اولیاء علماء تو یہ حضرات وسیلہ کے وسیلہ ہوئے اور وسیلہ کا وسیلہ بھی وسیلہ ہے۔ لہذا یہ حضرات بھی وسیلہ ہیں۔

(۵) حضور اقدس ﷺ سے پہلے تین سو سال تک خانہ کعبہ میں بت رکھے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست اقدس سے کعبہ پاک و صاف کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو کہ کعبہ معظمہ جو خدا تعالیٰ کا گھر ہے وہ بھی بغیر وسیلہ مصطفیٰ ﷺ پاک نہ ہو سکا تو تمہارے دل بغیر اس ذات کریم کے وسیلہ کے ہرگز پاک نہیں ہو سکتے۔

(۶) اسلام میں پہلے بیت المقدس قبلہ تھا۔ پھر حضور سرکارِ دو عالم کی خواہش پر کعبہ معظمہ قبلہ بناتا کہ معلوم ہو کہ وہ قبلہ جو ہزار ہا عبادات کی صحت کا وسیلہ ہے وہ بغیر حضور ﷺ کے قبلہ نہ بن سکا لہذا تمہارا کوئی کام بغیر وسیلہ مصطفیٰ ﷺ مقبول نہیں ہو سکتا۔

(۷) رب فرماتا ہے۔ وکونوا مع الصّٰدقین۔ بچوں کے ساتھ رہو اور سارے سچے اولیاء علماء وسیلہ کے قائل رہے لہذا وسیلہ کا ماننا ہی سچا راستہ ہے۔

(۸) شیطان نے ہزاروں برس بغیر وسیلہ والی عبادات کیں مگر وہ وسیلہ والا ایک سجدہ نہ کیا تو مردود ہو گیا ملائکہ نے وسیلہ والا سجدہ کر کے محبوبیت پائی۔ معلوم ہوا کہ وسیلہ والی عبادت تھوڑی بھی ہو تو بھی مقبول بارگاہ الہی ہے۔

(۹) قیامت میں سب سے پہلے تلاش وسیلہ کی ہوگی پھر دوسرے کام یعنی بغیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت کے رب تعالیٰ کوئی کام شروع نہ فرمائے گا۔ تاکہ معلوم ہو کہ آخرت میں ہماری عبادتیں ختم ہو جائیں گی مگر وسیلہ کچھ نا وہاں بھی باقی ہے۔

(۱۰) اگر بغیر وسیلہ عبادات درست ہوتیں تو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ نہ ہوتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ توحید بھی دی معبر ہے جو حضور ﷺ کے وسیلہ سے مانی جاوے عقلی توحید کا اعتبار نہیں۔ کلمہ طیبہ کے پہلے جزمیں توحید ہے اور دوسرے جزمیں وسیلہ توحید۔

(۱۱) نماز التحیات سے اور درود شریف سے مکمل ہوتی ہے جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بابرکات نام کے بغیر نماز بھی نہیں ہوتی۔ جو اصل عبادت ہے۔

(۱۲) قبر میں مردہ سے تین سوال ہوتے ہیں۔ پہلا سوال توحید کا اور دوسرا دین کا۔ مگر ان دونوں سوالوں کے جواب درست دینے پر بھی بندہ کامیاب نہیں ہوتا اور جنت کی کھڑکی نہیں کھلتی۔ سوال تیسرا یہ ہوتا ہے۔ ما کنت تقول فی حق هذا الرجل تو اس کالی زلفوں والے ہرے گنبد والے محبوب کو کیا کہتا تھا؟ دیکھ یہ تیرے سامنے جلوہ گر ہیں۔ حضور کا فرمانبردار بندہ جواب دیتا ہے کہ یہ میرے رسول میرے نبی ہیں اور میں ان کا امتی ہوں۔

نگیر واپس پچھتا ہوں ان کو یہ میرے مولا یہ میرے داتا

مگر تم ان سے تو پوچھو اتنا یہ مجھ کو اپنا بتا رہے ہیں

تب بندہ پاس ہوتا ہے اور آواز آتی ہے۔ صدق عبدی المتحوالہ بابا من الجنة میرا بندہ سچا ہے اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول دو۔ معلوم ہوا کہ وسیلہ کے بغیر قبر میں بھی کامیابی نہیں ہوتی۔ وہاں اعمال کا ذکر نہیں ہوتا اعمال کا ذکر تو قیامت میں ہوگا۔

(۱۳) دنیا آخرت کا نمونہ ہے کہ یہاں سے حالات دیکھ کر رہاں کا پتہ لگاؤ۔ کہ ایسے ہی وہاں بھی ہوگا۔ اس لئے قرآن کریم میں دنیا کے حالات سے آخرت پر استدلال کیا گیا ہے۔ دنیا میں اصل فیض دینے والا ایک ہوتا ہے اور اس سے پہلا فیض لینے والا بھی ایک ہی ہوتا ہے پھر وسیلہ کے ذریعہ یہ فیض اوروں تک پہنچتا ہے۔ بادشاہ ایک اس کا وزیر ایک پھر حکام کے ذریعہ اس کے احکام رعایا تک پہنچتے ہیں سورج ایک اس کا وزیر اعظم چاند بھی ایک پھر اس سے فیض لیتے ہیں بے شمار تارے درخت کی جڑ ایک اور اس کا تنہ ایک پھر گدے چند اور شاخوں سے ٹکڑوں اور پتے ہزاروں ان ہزاروں پتوں میں جڑ کا فیض تنے اور گدوں اور شاخوں کے وسیلہ سے پہنچتا ہے انسان کا دل جو گویا جسم کا بادشاہ ہے وہ ایک اس دل کا وزیر اعظم جگر ایک۔ پھر بہت سی رگیں وسیلہ کے طور پر جسم میں پھیلی ہوئی ہیں جن سے جسم کا ہر حصہ دل کا فیض لیتا ہے۔

پس اس طرح رب تعالیٰ شہنشاہ اعلیٰ احکم الحاکمین ایک اور محبوب اعظم حضور ﷺ بھی ایک۔ جو رب تعالیٰ سے فیض لیتے ہیں۔ پھر اولیاء علماء وسیلہ کی طرح عالم میں پھیلے ہوئے ہیں جن کے ذریعہ رب کا فیض عالم کے ذرہ ذرہ میں پھیل رہا ہے ان وسائل کو چھوڑنے والا کا فیض عالم کے ذرہ ذرہ میں پھیل رہا ہے ان کو چھوڑنے والا رب کا فیض حاصل نہیں کر سکتا۔

(۱۴) جب کمزور قوی سے فیض لینا چاہے تو درمیان میں ایسے وسیلہ کی ضرورت ہوتی ہے جو قوی سے فیض لینے اور کمزوروں کو فیض دینے پر قادر ہو۔ اگر ردی کو گرم کرنا ہے تو درمیان میں توے کی ضرورت ہے اور اگر سورج کو دیکھنا ہے تو بیچ میں اس ٹھنڈے شیشے کی ضرورت ہے سورج کی تیز شعاعوں کو ٹھنڈا کر کے آنکھ کے دیکھنے کے قابل بنادے۔ اللہ تعالیٰ قوی ہے۔ ان اللہ قوی عز و ہز اور تمام بندے کمزور اور ضعیف خلق الانسان ضعیفا۔ ناممکن تھا کہ کمزور اور ضعیف بندہ بلا واسطہ غالب قوی رب سے فیض لے لیتا۔ ردی تار سے بلا واسطہ فیض لینے سے مجبور و معذور ہے تو ہم کمزور و نور مطلق سے فیض لینے سے معذور ہیں اسی لئے خالق و مخلوق۔ رب و مرئوب کے درمیان ایک ایسے برزخ کبریٰ کی ضرورت تھی جو رب سے فیض لینے اور مخلوق کو فیض دینے پر قادر ہو اور رب اعلان کرے۔ وما ینطق عن الہوی ان هو الا وحي یوحی۔ نبی کا کلام رب کا فرمان ہوتا ہے اور وہ برزخ کبریٰ انما انا بشر مثکم کہہ کر بندوں کو اپنی طرف مائل فرمائے کہ اے لوگو گھبراؤ نہیں میں تم جیسا ہی بشر ہوں فرشتہ یا جن وغیرہ کی جنس سے نہیں ہوں اسی وسیلہ عقلی کا نام محمد مصطفیٰ ہے ﷺ۔

ادھر اللہ سے واسلہ اور مخلوق میں شامل خواص اسی برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشددا

ادھر اللہ سے واسلہ اور مخلوق میں شامل

(۱۵) اگر اللہ تعالیٰ کے بندوں کا وسیلہ پکڑنا اور ناجائز ہے تو نماز بھی منع ہونی چاہیے کیونکہ بالغ مردہ کے لئے ہم وسیلہ بن کر دعا اللهم اغفر لحیننا ومیتنا (سنن الترمذی ج ۳ ص ۳۴۲ رقم الحدیث ۱۰۴۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) اور نابالغ مردہ کو ہم اپنا وسیلہ بناتے ہیں اور دعا کرتے ہیں۔

اللهم اجعلہ لنا فرطاً واجعلہ لنا اجراً وذخیراً واجعلہ لنا شافعاً وشفیعاً۔

خدا یا اس بچہ کو قیامت میں ہمارا پیش رو بنا کر ہمیں جنت میں لے جاوے اور ہمارے لئے ثواب کا وسیلہ اور نیکی کا ذخیرہ بنا اور اسے ہمارا سفارشی بنا نماز جنازہ وسیلہ پر ہی قائم ہے۔

(۱۶) مسجد نبوی شریف میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار ہے کیوں؟ کیا دوسری مسجدیں خدا کا گھر نہیں ہیں؟ صرف اسی لئے یہ ثواب بڑھا کہ اس میں حضور مصطفیٰ احمد مجتبیٰ سرکارِ دو عالم ﷺ آرام فرما رہے ہیں اسی طرح مسجد بیت المقدس میں کئی ہزار پیغمبر جلوہ گر ہیں کعبہ میں بھی ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ۔ اس لئے کہ وہ حضور پر نور ﷺ کا مقام پیدائش ہے اور وہاں بیت اللہ چاہ زمزم اور مقام ابراہیم ہے ان کے وسیلہ سے ثواب زیادہ ہو گیا وسیلہ والی عبادت کا درجہ زیادہ ہے۔

(۱۷) اور مسجدوں میں پہلی صفوں کا درجہ زیادہ مگر مسجد نبوی میں تیسری صف کا ثواب بڑھ کر۔ اور مسجدوں میں صف کا دہنا حقہ افضل مگر مسجد نبوی شریف میں صف کا بایاں حصہ افضل کیوں؟ اس لئے کہ تیسری صف روضہ شریف سے قریب تر ہے جیسے جسم میں دل۔ اب بائیں طرف کھڑے ہونے میں روضہ پاک سے زیادہ قریب ہوگا اور جتنا زیادہ قریب اتنا ثواب زیادہ۔ معلوم ہوا کہ حضور کی ذات بابرکات مقبولیت کے لئے وسیلہ عظمیٰ ہے ﷺ۔

(۱۸) بزرگوں کا وسیلہ اور نبی ﷺ کا علم غیب یہ ایسے مسائل ہیں جن کے مسلمان تو کیا۔ کفار منافقین بلکہ جانور بھی قائل تھے۔ دیکھو فرعون پر جب عذاب آتا تھا تو موسیٰ علیہ السلام سے دعا کرتا تھا ابو جہل وغیرہ کفار قحط اور دیگر مصیبتوں میں حضور سرور کو نبی ﷺ کے پاس دعا کے لئے آتے تھے۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔

وقالوا یا ایہا الساحر ادع لنا ربک بما عہد عندک لنن کشف عننا الرجز الخ۔

فرعون نے ڈوبتے وقت کہا۔ امت برب موسیٰ و ہارون جانور مصیبت میں حضور ﷺ کے پاس فریاد لاتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ فریاد رس ہی سرکارِ دو عالم ﷺ ہیں۔

(۱۹) اگر چہ ریل ساری لائن سے گزرتی ہے مگر ملتی اسٹیشن پر ہی ہے۔ ایسے ہی رب کی رحمت کے اسٹیشن انبیائے کرام اور اولیائے عظام ہیں اس لئے ان کے پاس جاؤ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاء ولد الخ یہی وسیلہ ہے۔

(۲۰) بادشاہ کی خاطر عمدہ جگہ اعلیٰ ہوا اور دیگر تکلفات کا انتظام ہوتا ہے جو بادشاہ کے پاس آکر بیٹھ جاوے تو وہ بھی ان چیزوں سے فائدہ اٹھا لیتا ہے ایسے ہی جہاں اللہ تعالیٰ کے پیارے ہوتے ہیں وہاں رب کی رحمت کے سچے چلتے ہیں جو ان کی بارگاہ میں اخلاص سے حاضر ہو جاوے وہ بھی اس سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔ یہی وسیلہ ہے اسی لئے بزرگوں کے مزارات کے پاس گنہگار اپنی قبریں بنواتے ہیں مسجدیں تیار کراتے ہیں۔ وہ عبادت کرتے ہیں تاکہ ان کی طفیل بخشش ہو اور نماز زیادہ قبول ہو۔

(۲۱) اگر معمولی کام کا تعلق پیغمبر سے ہو جاوے تو اچھا بن جاتا ہے اور اگر اچھے کام کا تعلق پیغمبر سے نہ ہو تو برا ہو جاتا ہے۔ نفس اور نام کے لئے لڑنا فساد کہلاتا ہے اور حضور مصطفیٰ ﷺ کی عظمت کے لئے لڑنا جہاد کہلاتا ہے فساد گناہ اور جہاد اعلیٰ عبادت ہے قائل اور یوسف علیہ السلام کے بھائیوں سے قریباً ایک قسم کا تصور ہوا۔ لیکن قاتیل کے تصور کی بنا عورت کی محبت تھی اور ان کے تصور کی بنیابی کی محبت پر یہ چاہتے تھے کہ یوسف علیہ السلام کو علیحدہ کراؤ تو حضرت یعقوب علیہ السلام ہم سے محبت کریں گے لہذا یہ نتیجہ میں یہ فرق ہے کہ قاتیل تو مردود مرا۔ اور یہ لوگ محبوب بن گئے کہ انہیں تاروں کی شکل میں حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب میں دیکھا معلوم ہوا کہ وسیلہ پیغمبر اعلیٰ چیز ہے۔

## دوسرا باب

### وسیلہ اولیاء اللہ پر اعتراضات و جوابات

ساری امت مصطفیٰ ﷺ کا اتفاق رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کا وسیلہ پکڑا جاوے جیسے پہلے باب میں گزر چکا ہے مگر اب آخر زمانہ میں ایک خدا بن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم نے وسیلہ اولیاء اللہ کا انکار کیا علمائے دین نے ابن تیمیہ کو گمراہ اور گمراہ کن فرمایا ہے موجودہ زمانہ کے وہابی دیوبندی ابن تیمیہ کی پیروی میں وسیلہ کے منکر ہو گئے اب چونکہ اسی مسئلہ پر زور ہے۔ اس لیے ہم اس باب میں ان کے تمام ان دلائل کا جواب دیتے ہیں جواب تک وہ پیش کر سکے ہیں بلکہ عام وہابی دیوبندیوں کو یہ اعتراضات معلوم ہی نہیں ہوتے جو ہم ان کی دکالت میں بنا کر جواب دیتے ہیں رب تعالیٰ قبول فرمائے آمین۔

بعض دیوبندی تو وسیلہ اولیاء اللہ کے مطلقاً منکر ہیں اور بعض وفات یافتہ بزرگوں کے وسیلہ ہونے کے منکر ہیں اور زندہ ولیوں کے وسیلہ کے قائل ہیں ہم دونوں کے دلائل اور جواب عرض کرتے ہیں۔

### اعتراض (۱)..... رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وما لکم من دون اللہ من ولی ولا نصیر۔

یعنی تمہارا مددگار خدا کے سوا کوئی نہیں۔ معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ مددگار ہے اور کسی کو وسیلہ بنانا ایک طرح مددگار بنانا ہے یہ شرک ہے۔

**جواب:-** اس کے تین جواب ہیں ایک یہ کہ من دون اللہ سے مراد ہے خدا تعالیٰ کے مقابل ہو کر یعنی اگر رب تمہیں عذاب دینا چاہے تو کوئی خدا کے مقابل اس کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ لہذا اولی اللہ کا وسیلہ درست ہے۔ رب فرماتا ہے۔ وان یخلفکم فمن ذالذی ینصرکم من بعدہ وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون۔ اگر رب تعالیٰ ہی تمہیں رسوا کرنا چاہے تو تمہاری مدد کون کر سکتا ہے مسلمانوں کو رب پر ہی توکل کرنا چاہیے یہ آیت تمہاری پیش کردہ آیت کی تفسیر ہے دوسرے یہ کہ یہاں مدد سے مستقل مدد مراد ہے یعنی مستقل مدد رب تعالیٰ کی ہی ہے باقی ولیوں کی مدد رب تعالیٰ کے اذن اور اسی کی اجازت سے ہے تیسرے یہ کہ اس سے مراد ہے اگر تم کفر اختیار کرو تو تمہارا مددگار کوئی نہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے وما للظالمین من انصار۔ ظالموں یعنی کافروں کا کوئی مددگار نہیں اگر یہ مطلب نہ کہے جائیں تو بتاؤ اس آیت کے کیا معنی ہوئے۔ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوۃ ویؤتوا الزکوۃ وہم واکفون۔ یعنی اے مسلمانوں تمہارے مددگار اللہ اور اس کا رسول اور وہ مسلمان ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں یہاں تین ذاتوں کو ولی فرمایا گیا نیز فرماتا ہے۔ والمؤمنون والمومنات بعضهم اولیاء بعض۔ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں بعض بعض کے مددگار ہیں ان میں ماسوا اللہ کی مدد کا ثبوت ہے اور تمہاری پیش کردہ آیت میں ان کی نفی ہے تو ایسے معنی کرو جس سے تعارض پیدا نہ ہو۔

**اعتراض (۲).....** رب تعالیٰ کفار کا کفریہ عقیدہ بیان کرتا ہے ما نعبدوہم الا لیقربونا الی اللہ زلفی۔ یعنی ہم نہیں پوجتے ان کو مگر اس لئے کہ ہمیں رب تعالیٰ سے قریب کر دیں معلوم ہوا کہ کفار بتوں کو خدا نہیں مانتے مگر خدا ہی کا وسیلہ سمجھتے تھے جسے شرک کیا گیا ہے لہذا کسی کو وسیلہ سمجھنا شرک ہے۔

**جواب:-** اس کے بھی دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ وسیلہ ماننے کو رب نے کفر نہیں فرمایا۔ بلکہ ان کے پوجنے کو شرک کہا فرمایا۔ بعد وہم ہم اس لئے انہیں پوجتے ہیں کسی کو پوجنا واقعی شرک ہے اگر کوئی عیسیٰ علیہ السلام یا کسی ولی کی عبادت کرے وہ شرک ہے۔

الحمد للہ مسلمان کسی وسیلہ کی پوجا نہیں کرتے۔ دوسرے یہ کہ مشرکین نے بتوں کو وسیلہ بنایا جو خدا کے دشمن ہیں۔ مسلمان اللہ کے پیاروں کو وسیلہ سمجھتا ہے وہ کفر اور یہ ایمان دیکھو مشرک گنگا کا پانی لاتا ہے تو مشرک اور مسلمان آب زمزم لاتے ہیں وہ مومن ہیں کیونکہ مسلمان آب زمزم کی اس سے تعظیم کرتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ پانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کا معجزہ ہے اور پیغمبر کی تعظیم ایمان ہے اسی طرح مشرک ایک پتھر کے آگے سر جھکاتا ہے وہ مشرک ہے آپ بھی کعبہ کے سامنے سجدہ کرتے ہیں بلکہ مقام ابراہیم کو سامنے لے کر حج میں نماز پڑھتے ہیں آپ مومن ہیں کیوں؟ اس لئے کہ کافر کے پتھر کو بت سے نسبت ہے اسی لئے وہ اس تعظیم سے کافر ہے اور ان چیزوں کو نبیوں سے نسبت ہے ان کی تعظیم عین ایمان ہے۔

دیوالی کی تعظیم شرک ہے مگر رمضان اور محرم کی تعظیم ایمان ہے۔ تفسیر روح البیان شریف میں سورہ احقاف میں اتخلدوا من دون اللہ قربانا للہ کی تفسیر میں فرمایا کہ وسیلہ دو قسم کا ہے وسیلہ ہدے اور وسیلہ ہوی۔ یعنی ہدایت کا وسیلہ اور گمراہی کا وسیلہ بنی۔ ولی الہام وحی ہدایت کا وسیلہ ہے اور بت شیطان و سو سے گمراہی کے وسیلے ہیں۔ آیت پیش کردہ ہیں وسیلہ ہوی کو اختیار کرنا کفر ہے وہی اس آیت میں مراد ہے۔

**اعتراض (۳)۔۔۔۔۔** رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ سو آء علیہم استغفرت لہم ام لم تستغفر لہم لن یغفر اللہ لہم برابر ہے کہ آپ ان کے لئے دعائے مغفرت کریں یا نہ کریں اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی دعا مغفرت کا وسیلہ نہیں۔ جب آپ کی دعا کا وسیلہ نہیں تو دیگر اولیاء کا ذکر ہی کیا ہے۔ یہ اعتراض گمراہ کے جاہل دیوبندی وہابیوں کا ہے۔

**جواب:-** یہ آیت ان منافقین کے حق میں اتری ہے جو حضور ﷺ کے منکر تھے اور دیوبندیوں کی طرح براہ راست رب تک پہنچنا چاہتے تھے اسی آیت سے پہلے یہ ہے۔ واذا قبل لہم تعلقوا البستغفر لکم رسول اللہ لو واروہم ورايتہم یصدون وھو مستکبرون۔ جب ان منافقوں سے کہا جاتا ہے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لئے دعائے مغفرت کریں تو آپ سے یہ لوگ یعنی منافق منہ موڑ لیتے اور غرور کرنے ہوئے حاضری بارگاہ سے رک جاتے ہیں پھر فرمایا کہ اے محبوب جو آپ سے بے نیاز ہوں اور آپ اپنی رحمت سے ان کے لئے دعائے مغفرت کر بھی دیں ہم تو انہیں نہیں بخشیں گے کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ کوئی تمہارے وسیلہ کے بغیر جنت میں جائے اس آیت سے تو وسیلہ کا ثبوت ہے نہ کہ نفی۔ یہی قرآن مسلمانوں کے متعلق فرماتا ہے وصل علیہم اے نبی ﷺ آپ مسلمانوں کو دعا دیں۔ اگر حضور ﷺ کی دعا بے کار ہو تو اس کا حکم کیوں دیا گیا ہے۔ جناب بات یہ ہے۔

باداں مکہ در لطافت طبعش خلاف نیست

در باغ لاله دروید و در شوردہ یور خس

بارش ہے تو فائدہ مند۔ مگر بد قسمت شوردہ زمین اس سے فائدہ حاصل نہیں کرتی۔ اس میں اس زمین کا اپنا قصور ہے نہ کہ بارش کا۔

**اعتراض (۴)۔۔۔۔۔** رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

ولا تصل علی احد منہم مات ابداً ولا تقم عنی قبر :-

یعنی ان میں سے کسی کی آپ نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ ان کی قبر پر اے ہوں۔

(سورہ التوبہ آیت نمبر ۸۴)

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ نبی ﷺ نے عبد اللہ بن ابی کی نعش کو اپنی قمیص پہنائی اور اس کے منہ میں اپنا لعاب ڈالا۔ اور اس کے جنازہ کی نماز۔ پڑھی تب یہ آیت اتری جس میں نبی ﷺ کو ان کاموں سے منع فرمادیا۔ دیکھو حضور کی دعا نماز جنازہ قمیص پہنانا منہ میں لعاب ڈالنا سب بے کار گیا۔ کچھ فائدہ نہ ہوا کیونکہ اس کے اعمال خراب تھے معلوم ہوا کہ وسیلہ کوئی چیز نہیں۔



**جواب:-** اس کا جواب اس میں موجود ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ انہم کفروا باللہ ورسولہ وما نواوہم فسقون۔ کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور کفر پر مر گئے اور وہ فاسق ہیں۔ معلوم ہوا کہ چونکہ وہ زندگی میں منافق تھا اور کفر پر مروت ہوئی۔ اس لئے اس کے لئے کوئی وسیلہ مفید نہ ہوا وسیلہ مومنوں کے لئے ہیں کافروں کے لئے نہیں۔ اعلیٰ دوائیں بیمار یوں کے لئے مفید ہیں۔ مردہ کے لئے نہیں اور گنہگار مومن کو یا بیمار ہے اور کافر اور منافق مردہ ہے۔

**اعتراض (۵).....** رب تعالیٰ قیامت کے بارے میں فرماتا ہے۔

یوم لا بیع فیہ ولا خلة ولا شفاعة اور کہیں فرماتا ہے فما تنفعیم شفاعة الشافعیین۔ یعنی اس دن نہ تجارت ہوگی نہ دوستی کا کام آئے گی نہ کسی کی سفارش۔ معلوم ہوا کہ قیامت میں سارے وسیلے ختم ہو جائیں گے۔

**جواب:-** یہ سب آستیں کافروں کے لئے ہیں مسلمانوں سے ان کا کوئی تعلق نہیں اس لئے آگے رب تعالیٰ فرماتا ہے والکافرون ہم الظلمون۔ مسلمانوں کے لئے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

الاخلاء یومئذ بعضہم لبعض عدو الا المتقون۔

اس دن سارے دوست دشمن بن جائیں گے سوا پرہیزگاروں کے کفار کی آیت مومن پر پڑھنا بے دینی ہے نیز فرماتا ہے۔

یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم۔

اس دن مال و اولاد کام نہ آئے گی۔ سوا اس کے جو رب کے پاس سلامت دل لے کر آوے۔ معلوم ہوا کہ مومن کا مال و اولاد قیامت میں کام آویں گے۔

**اعتراض (۶).....** رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسيلة وجاهدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون۔

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔ اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم فلاح یعنی جنت پاؤ اس میں وسیلہ سے مراد اعمال کا وظیفہ ہے۔ نہ کہ بزرگوں کا۔ کیونکہ جن بزرگوں کو وسیلہ بتاتے ہو وہ خود اعمال کرتے ہیں۔

(سورہ المائدہ آیت نمبر ۳۵)

**جواب:-** اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ اعمال تو اتقوا اللہ میں آچکے تھے اگر وسیلہ سے بھی مراد اعمال ہوں تو آیت میں تکرار بے کار ہوگی۔

لہذا ایہا وسیلہ سے مراد بزرگوں کا وسیلہ ہے دوسرے یہ کہ اگر اعمال کا وسیلہ مراد ہے تو مسلمانوں کے بچے دیوانہ مسلمان اور وہ نو مسلم جو مسلمان ہوتے ہی مر گیا۔ ان کے پاس اعمال نہیں وہ کس کا وسیلہ پکڑیں تیسرے اگر اعمال کا وسیلہ مراد ہے تو شیطان کے پاس اعمال بے شمار تھے وہ اس کے لئے وسیلہ کیوں نہ بنے۔ چوتھے یہ کہ اگر اعمال ہی مراد ہوں تو اعمال بھی نبی کے وسیلہ سے حاصل ہوتے ہیں تو وہ حضرات اعمال کے وسیلہ ہوئے اور وسیلہ کا وسیلہ خود وسیلہ ہوتا ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہمارے اعمال بزرگوں کی نقل ہیں۔ ری (حج میں کنکر مارنا) حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نقل ہے۔ صفا مردہ کے درمیان دوڑنا حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نقل ہے قربانی کرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نقل۔ طواف میں اکڑ کر چلنا حضرت نبی کریم ﷺ کی نقل ہے۔ اس لئے ان اعمال پر ثواب ملتا ہے کہ یہ اچھوں کی نقل ہے اس کی نہایت نفیس تحقیق ہماری کتاب شان حبیب الرحمن میں دیکھو جس میں بیان کیا گیا ہے کہ روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ کلمہ غرضیکہ ہر عبادت کسی کی نقل ہے حدیث شریف میں ہے کہ جنت خالی رہ جائے گی۔ تو ایک جماعت جنت بھرنے کے لئے پیدا کی جاوے گی۔ بتاؤ اس جماعت نے کون سے اعمال کئے تھے۔

## نوٹ ضروری

جنت کا داخلہ تین طرح ہوگا۔ کسی۔ وہی عطائی۔ کسی وہ جس میں جنتی کے عمل کو دخل ہو۔ جن کے بارے میں فرمایا گیا ہے جزاء بما كانوا یعملون۔ جنت وہی وہ جو کسی بندے کی طفیل سے ملے اپنے عمل کو کوئی دخل نہ ہو۔ جیسے مسلمانوں کے ناپالغ بچے اور یوانہ مسلمان کہ یہ جنتی ہیں۔ مگر بغیر اعمال جن کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ الحفناہم ذریعہم جنت عطائی وہ جو محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملے کسی اور شے کو دخل نہ ہو جیسے جنت بھرنے کے لئے جو مخلوق پیدا ہوگی یا جو بغیر شفاعت جنت میں جائیں گے۔ جنہیں جہنمی کہا جاوے گا جن کے بارے میں حدیث شریف میں آیا ہے کہ رب تعالیٰ اپنا ایک قدرت کا لپ (چلو) جہنمی لوگوں سے بھر کر جنت میں داخل کرے گا۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کا ایمان شرعی نہ تھا۔ مگر وسیلہ حضور ﷺ سب کو درکار ہے۔ غرضیکہ بغیر اعمال جنت مل سکتی ہے بغیر وسیلہ جنت ہرگز ہرگز نہیں مل سکتی۔

**اعتراض (۷)۔۔۔۔۔** قرآن کریم فرماتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کنعان کی شفاعت فرمائی تو آپ سے فرمایا گیا یا نوح انہ لیس من اهلك انہ عمل غیر صالح۔ اے نوح! یہ آپ کے گھر والوں سے نہیں اس کے اعمال خراب ہیں معلوم ہوا کہ عمل خراب ہوتے پر نبی ولی وسیلہ نہیں۔

**جواب:۔۔** جی ہاں اس کنعان کا عمل خراب یہ تھا کہ وہ نبی کا وسیلہ کا مکر تھا اور طوفان آنے پر وہ آپ کے دامن میں نہ آیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا یا نبی از کب معنا ولا تکن مع الکفرین۔ یعنی اے بیٹا! ہمارے ساتھ سوار ہو جا۔ کافروں کے ساتھ نہ رہو۔ تو اس نے جواب دیا قال سالوی الی جبل یعصمنی من الماء میں پہاڑ کی پناہ لے لوں گا وہ مجھ کو پانی سے بچالے گا۔ اس لئے غرق ہو گیا۔ اب جونیوں کے وسیلہ کا مکر ہے وہ اس سے عبرت پکڑے۔

اس آیت میں تو وسیلہ کا ثبوت ہے نہ کہ انکار۔ اگر حضرت نوح علیہ السلام کا وسیلہ قبول کر لیتا تو ہرگز غرق نہ ہوتا۔

**اعتراض (۸)۔۔۔۔۔** حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے لئے دعا کرنا چاہی تو فرما دیا گیا۔

یا ابراہیم اعرض عن هذا انہ قد جاء امر ربك وانهم اتيہم عذاب غیر مردود۔

یعنی اے ابراہیم ان کے لئے دعا نہ کرو۔ ان پر عذاب آ کر ہی رہے گا۔ دیکھو پیغمبر کی دعا غیر مقبول ہوئی۔

**جواب:۔۔** قوم لوط کا فرقی اور کفار کے لئے کوئی وسیلہ مفید نہیں کیونکہ وہ نبی کے وسیلہ کے مکر ہوتے ہیں قرآن فرماتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ناراض ہو کر سامری سے فرمایا۔ اذهب فان لك فی الحیوة ان تقول لا ممسام۔ خبیث تجھے اپنی زندگی میں یہ نوبت پہنچ جائے گی کہ تو لوگوں سے کہتا پھرے گا کہ مجھ کو کوئی نہ چھوٹا حضرت کلیم اللہ صلوات اللہ علیہ وسلم کے منہ کی یہ نکلی ہوئی بات ایسی درست ہوئی کہ اس کے جسم میں یہ تاثیر ہو گئی کہ جو اس سے چھوٹا اسے بھی بخار ہو جاتا۔ اور خود سامری کو بھی۔ ان خدا تعالیٰ کے پیاروں کی زبان کا یہ عالم ہے۔

## نوٹ ضروری

انبیاء علیہم السلام کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے ہاں ان کی وہ دعائیں جن کے خلاف رب کا فیصلہ ہو چکا ہو اور قلم چلی چکا ہو۔ اگر پیغمبر ایسی دعا کریں تو انہیں سمجھا کر روک دیا جاتا ہے اس روکنے میں ان کی انتہائی عظمت کا اظہار ہوتا ہے یعنی اے پیارے یہ کام نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ناممکن ہو چکا ہے اور ہمیں یہ منظور نہیں کہ تمہاری زبان خالی جاوے لہذا تم اس بارے میں دعا ہی نہ کرو۔

سبحان الله! معترض نے جو دعائیں پیش کیں۔ وہ سب اسی قسم کی ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ ان دعاؤں کا پیغمبروں کو ثواب مل جاتا ہے کیونکہ دعا مانگنا بھی عبادت ہے۔ اگرچہ قبول نہ ہو۔ اس لیے رب نے فرمایا۔ سو آء علیہم استغفرت لہم ام لم تستغفروا لہم الخ آپ کا دعا کرنا یا نہ کرنا ان منافقوں کے لیے برابر ہے کہ ان کی مغفرت نہیں ہو سکتی۔ آپ کو ضرور ثواب مل جائے گا یہاں علیہم فرمایا علیک نہ فرمایا۔

**اعتراض (۹)۔۔۔۔۔** مشکوٰۃ شریف باب الاثم ادیس ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔ لا اغنی عنک اللہ شینا۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الاثم والاحتذر الفصل الاول ص ۳۶۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

میں اللہ کے عذاب کو تم سے دفع نہیں کر سکتا۔ جب نبی کریم ﷺ اپنی دختر کے لئے وسیلہ نہیں۔ تو ہمارے لئے کیونکر وسیلہ ہو سکتے ہیں اور جب حضور ﷺ ہی وسیلہ نہ ہوئے تو دوسرے ولیوں کا ذکر ہی کیا۔

**جواب:-** اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ رب تعالیٰ کے مقابل ہو کر تم سے رب کے عذاب کو دفع نہیں کر سکے یہ وسیلہ تو رب کے اذن سے ہوتا ہے نہ کہ اس کے مقابل۔ دوسرے یہ کہ اے فاطمہ! اگر تم نے اسلام قبول نہ کیا تو ہم تم سے عذاب دفع نہیں کر سکتے۔ یعنی وسیلہ مومنین کیلئے ہوتا ہے کافروں کے لئے نہیں حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا نوحی زادہ ہونے کے باوجود ہلاک ہو گیا کفر کی وجہ سے۔ اگر یہ عذاب نہ مانا جائے تو یہ حدیث قرآن کریم کے بھی خلاف ہو جائے گی اور دیگر احادیث کے بھی رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ انما ولیکم اللہ ورسولہ والمؤمنون۔ تمہارے مددگار اللہ رسول اور مسلمان ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کل نسب منقطع یوم القیامۃ الا نسبی وسبیسی قیامت کے دن سارے ذریعے اور رشتے ٹوٹ جائیں گے۔ سوا میرے ذریعے اور رستہ کے (شامی باب غسل میت ج ۱ ص ۶۳۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) فرماتے ہیں۔ شفاعتی لاہل الکبائر من امتی۔ میری شفاعت میری امت کے گناہ کبیرہ والوں کے لئے ہوگی۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ گناہ کبیرہ والے حضور ﷺ کی طفیل بخشے جاویں اور نجات جگر نور نظر کچھ فائدہ حاصل نہ کر سکیں۔ (رد المحتار علی درالمختار ج ۱ ص ۶۳۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

### نوٹ ضروری

حضور اقدس ﷺ کی طفیل بعض فوائد کفار بھی حاصل کر لیتے ہیں۔ جیسے دنیا میں قہر الہی سے امن اور قیامت کے دن میدان محشر سے نجات اور حساب کا شروع ہونا اس لحاظ سے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لقب ہے۔ رحمۃ للعالمین۔ بعض فوائد وہ ہیں جو صرف متقیوں کو پہنچتے ہیں گنہگاروں کو نہیں جیسے درجات بلند کرنا اس معنی کے لحاظ سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ سنت کو چھوڑنے والا میری شفاعت سے محروم ہے یعنی بلندی درجات کی شفاعت۔ بعض فوائد وہ ہیں جو صرف گنہگاروں کو پہنچیں گے نیکوکاروں کو نہیں جیسے گناہوں کی معافی کیونکہ نیکوکاروں کے پاس گناہ ہوتے ہی نہیں ان مسلمانوں کو محفوظ کہا جاتا ہے انبیاء علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہیں۔ یعنی گناہ کر سکتے نہیں اور خاص اولیاء گناہوں سے محفوظ یعنی وہ گناہ کرتے نہیں۔ مولانا فرماتے ہیں۔

لوح محفوظ است پیش اولیاء

ارچہ محفوظ اند محفوظ از خطا

ان کے لئے معافی گناہ کی شفاعت نہیں۔ ان کے لحاظ سے فرمایا گیا کہ شفاعتی لاهل الکبانو من امتی۔ میری شفاعت میری امت کے اہل الکبان کے لئے ہے۔

تمہاری پیش کردہ حدیث میں دوسری قسم کے فوائد مراد ہیں۔ بشرطیکہ ایمان قبول نہ کیا جائے۔ یہ بھی خیال رہے کہ یہاں فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو فرمایا گیا ہے اور دوسروں کو سنایا گیا ہے ورنہ حضور ﷺ کی فضیل ابولہب کا عذاب ہلکا ہوا۔ ابوطالب دوزخ میں جانے بیچ گئے۔

**اعتراض (۱۰)۔۔۔۔۔** بخاری شریف کتاب الاستقامہ باب سوال الناس الامام الاستقامہ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قحط کے موقع پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش مانگتے تھے اور فرماتے تھے:

انا کنا ننوئل الیک بنینا فتسقیانا انا ننوئل الیک بعم نبینانا سقنا قال فیسقر۔

**ترجمہ:** الہی ہم اپنے نبی ﷺ کے وسیلہ سے بارش مانگتے تھے بارش بھیجتا تھا اور اب ان کے چچا کے وسیلہ سے بارش مانگ رہے ہیں۔ بارش بھیج پس بارش آتی تھی۔

(صحیح بخاری ابواب الاستقامہ باب سوال الناس الامام الاستقامہ ج ۱ ص ۳۲۲ رقم الحدیث ۹۶۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت) معلوم ہوا کہ وفات یافتہ بزرگوں کا وسیلہ پکڑنا منع ہے زندوں کو وسیلہ پکڑنا جائز۔ دیکھو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ پکڑا۔ حضور ﷺ کا وسیلہ چھوڑ دیا۔

یہ ان دیوبندیوں و ہابیوں کا اعتراض ہے جو زندہ بزرگوں کے وسیلہ کے قائل ہیں وفات یافتہ کے وسیلہ کے منکر ہیں۔ **جواب:-** اس کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔

الزامی جواب تو یہ ہے کہ اگر وفات یافتہ بزرگوں کا وسیلہ پکڑنا منع ہے تو چاہیے کہ حضور کی وفات کے بعد کلمہ شریف میں سے حضور کا اہم شریف علیحدہ کر دیا جاتا۔ صرف لا الہ الا اللہ رکھا جاتا۔ اور التحیات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سلام بند کر دیا جاتا۔ درود شریف ختم کر دیا جاتا۔ کیونکہ یہ سب حضور پر نور ﷺ سے وسیلہ ہی تو ہیں حالانکہ یہ سارے کام باقی رہ گئے۔ معلوم ہوا کہ وسیلہ مصطفیٰ ﷺ بعد وفات بھی ویسے ہی ہے۔ ہم پہلے باب میں ثابت کر چکے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اقدس ﷺ کے بال شریف اور لباس شریف و موکریماروں کو پلاتے اور صحت ہوتی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بارش کے لئے روضہ پاک کی چھت کھلوادی۔ قبر شریف کھول دی اور بارش آئی قرآن پاک فرماتا رہا ہے کہ حضور سے پہلے والی امتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسم شریف کے وسیلہ سے دعائیں مانگتی تھیں و کانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے نعلین شریف۔ ٹوپی شریف کی طفل فتح حاصل کی جاتی تھی۔ فیہ بقیۃ مما ترک ال موسیٰ والی ہرون تحمله الملائکۃ۔

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی وفات کے بعد مسلمانوں کی امداد فرمائی کہ بچاس نمازوں کی پانچ کرا دیں بتا دیہ وفات یافتہ بزرگوں کا وسیلہ ہے کہ نہیں نیز جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے پہلے ان کے اسم مبارک کے وسیلہ سے دعائیں قبول ہوتی تھیں تو کیا اب ان کے اسم شریف کی تاثیر بدل گئی۔ ہرگز نہیں۔

دوسرا تحقیقی جواب یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان یہ بتا رہا ہے کہ حضور انور ﷺ کے صدقہ سے ان کے

اولياء کا بھی وسیلہ جائز ہے۔ یعنی وسیلہ نبی سے خاص نہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نبی نہ تھے ولی تھے۔ نیز معلوم ہو رہا ہے کہ جس کو نبی ﷺ سے نسبت ہو جائے اس کا بھی وسیلہ جائز ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں۔

وانا نتوسل اليك بعم نبينا۔

**ترجمہ:** یعنی ہم اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا کے وسیلہ سے بارش مانگتے ہیں۔

(صحیح بخاری ابواب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا اخطوا ج ۱ ص ۳۴۲ رقم الحدیث ۹۶۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

اسی حدیث کی شرح میں امام قسطلانی شرح بخاری میں فرماتے ہیں ای بوسيلة الرحيم التي بينه وبين النبي ﷺ۔ یعنی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ سے اس لئے دعا کی کہ ان کو نبی ﷺ سے قربت تھی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث سے وسیلہ اولیاء ثابت کیا۔ چنانچہ وہ شرح حصین میں آداب الدعا وسیلہ اولیاء کے تحت فرماتے ہیں۔

قصہ استسقاء عمر ابن الخطاب لعباس ابن عبدالمطلب ازیں باب است یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش مانگنا اسی وسیلہ اولیاء سے ہے۔

اسی حصین کی شرح میں اسی مقام پر ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

وهو من المندوبات وفي صحيح البخاري في الاستسقاء حديث عمر انا كنا نتوسل اليك نبينا ﷺ وانا نتوسل اليك بعم نبيك فاسقنا فليسقوا والحديث عثمان ابن حنيف في شأن الاعمى۔

**ترجمہ:** یعنی دعائیں انبیاء و اولیاء کا وسیلہ پکڑنا مستحب ہے بخاری کی اس روایت کی وجہ سے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بوسیلہ عباس رضی اللہ عنہ دعا کی اور حضرت عثمان ابن حنیف کی روایت کی وجہ سے نابینا کی دعا میں۔

ہاں اگر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہ فرماتے کہ مولا اب تک ہم تیرے نبی پاک ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے اب ان کی وفات کے بعد ان کا وسیلہ چھوڑ دیا اب حضرت عباس کی طفیل دعا کرتے ہیں تب تمہاری دلیل درست ہوتی مگر نبی کا ذکر نہیں۔ لہذا دلیل غلط ہے انبیاء و اولیاء کا وسیلہ صحیح ہے۔

**اعتراض (۱۱)۔۔۔۔۔** حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے پاس زکوٰۃ نہ دینے والے اپنے سروں پر گائے۔ بھینسیں بکریاں لا دے ہوئے آئیں گے۔ اور ہم سے شفاعت کی درخواست کریں گے ہم یہ فرما کر ان کو ہٹا دیں گے کہ ہم نے تم تک احکام پہنچا دیئے تھے تم نے کیوں عمل نہ کیا۔ اب شفاعت کیسی؟

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ نہ دینے والے مجرموں کا وسیلہ کوئی نہیں۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ کام نہ آیا۔ تو دوسرے کا وسیلہ بدرجہ اولے کام نہیں آسکتا۔ چنانچہ بخاری شریف کتاب الزکوٰۃ باب اثم مانع الزکوٰۃ میں ہے۔

ولاياتي احدكم يوم القيامة يبعير يحمله على عنقه له رغاء فيقولوا يا محمد فاقول لا املك لك شيئا قد بلغت۔

(صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب اثم مانع الزکوٰۃ ج ۱ ص ۱۸۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

نوٹ ضروری

یہ ادبیات اعتراض مولوی مودودی صاحب کا ہے جو زمانہ موجودہ کے مجدد۔ اور نہ معلوم کیا کیا جتے ہیں۔

**جواب:-** اس اعتراض کے جو جواب ہیں ایک یہ کہ معاملہ ان لوگوں سے ہوگا جو زکوٰۃ کی فریضت کے منکر ہو گئے تھے جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے شروع زمانہ خلافت میں ہوا اور جن پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاد فرمایا اور زکوٰۃ کی فریضت کا

منكر كافر ہے۔ اور کافروں کے ليے نہ وسيلہ ہے نہ شفاعت لہذا اس کا تعلق مسلمانوں سے نہیں۔

دوسرا جواب یہ کہ اس حدیث میں شفاعت نہ کرنے کا ذکر ہے نہ کہ شفاعت نہ کر سکے گا۔ یعنی نبی ﷺ شافع مختار اور وسيلہ با اختیار ہیں۔ اگر چاہیں کریں نہ چاہیں نہ کریں ان پر ناراضگی ظاہر فرمانے کے ليے یہ ارشاد ہوگا۔ اگر اس حدیث کے یہ مطلب نہ ہوں تو اس حدیث شریف کے مخالف ہوگی۔

شفاعتی لاهل الکبائر من امتی۔

**ترجمہ:** میری شفاعت میری امت کے گناہ کبیر والوں کے ليے ہوگی۔

(سنن الترمذی کتاب صفة القیلة والرائی باب ما جاء فی الشفاعة ج ۳ ص ۶۲۵ رقم الحدیث ۲۳۳۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)۔ (سنن ابوداؤد کتاب السنن باب فی الشفاعة ج ۳ ص ۲۳۶ رقم الحدیث ۴۷۳۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)  
نیز ان تمام آیات قرآنیہ کے خلاف ہوگی جو پہلے باب میں مذکور ہوئیں۔

نوٹ ضروری

وسیلہ دو طرح کے ہیں ایک مجبور جیسے سورج روشنی کا وسیلہ ہے اور بارش رزق کا۔ قرآن کریم رب کی بخشش کا ماہ رمضان غنویات کا۔ دوسرا با اختیار جیسے انبیاء و اولیاء کی شفاعت اور دنیا میں حکیم وکیل حاکم شفا و عدل کے وسیلے ہیں کہ کریں یا نہ کریں۔ اس حدیث شریف میں جو معترض نے پیش کی۔ حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کے خدا داد اختیار کا ذکر ہے۔

**اعتراض (۱۲)۔۔۔۔۔** بخاری شریف حدیث غار میں ہے کہ تین شخص جنگل میں جا رہے تھے کہ بارش آگئی پناہ پکڑنے کے لئے غار میں کھس گئے۔ ایک چٹان پتھر کی غار کے منہ پر گری جس سے غار کا منہ بند ہو گیا تو ان لوگوں نے اپنے نیک اعمال کے وسیلہ سے دعا کی۔ ایسی شدت کے موقع پر کسی پیر کا وسیلہ انہوں نے نہیں پکڑا بلکہ اپنے اعمال کا۔ معلوم ہوا کہ بندے کا وسیلہ پکڑنا جائز نہیں۔

**جواب:-** اس حدیث شریف میں صرف یہ ہے کہ ان شخصوں نے اعمال کے وسیلہ سے دعا کی۔ یہ کہاں ہے کہ بزرگوں کا وسیلہ جائز ناجائز ہے دعویٰ کچھ اور ہے دلیل کچھ اور ہے۔ اعمال کا وسیلہ جائز ہے اور بزرگوں کا بھی ایک جائز پر عمل کرنے سے دوسرا جائز کیسے حرام ہو گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرود کی آگ میں جاتے وقت حضرت جبرائیل کے عرض کرنے پر بھی اس آفت کے دور ہونے کی دعا کی۔ نبی ﷺ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دی۔ مگر فوج کی دعا نہ کی تو کیا اس سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ دعا مانگنا ہی حرام ہے یہ اعتراض نہایت ہی لغو ہے۔  
**اعتراض (۱۳)۔۔۔۔۔** شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

نداد بر غیر از تو فریاد درس

پتہ لگا کر خدا تعالیٰ کے سوا کوئی فریاد نہیں سنتا۔ پھر وسیلہ کیسا اگر وسیلہ مانو تو غیر خدا کو فریاد رس ماننا پڑے گا۔

**جواب:-** اس جگہ حقیقی فریاد رس مراد ہے اس کی نفی ہے خدا کے حکم سے اس کے پیارے بندے فریاد رس ہیں۔ یہی شیخ سعدی علیہ الرحمۃ گلستان میں فرماتے ہیں۔

مرکہ فریاد رس روز مصیبت خواہد

مگر در ایام سلامت بجوان نمرودی کوشش

جو چاہتا ہے کہ مصیبت کے دن میرا کوئی فریاد رس بنے اس سے کہہ دو کہ آرام کے زمانے میں لوگوں سے اچھا سلوک کرے۔

ایک دوا کا نام شربت فریادرس ہے کہو یہ نام شرک یا نہیں؟ تعجب ہے کہ شربت تو فریادرس بن جاوے۔ مگر نبی ﷺ فریادرس نہ ہوں۔ (۱۴) بوستان میں ہے۔

بہ تہدید مگر برکشیدن حکم

بمانند مکر و بیان صر و حکم

یعنی اگر رب تعالیٰ ڈرانے کے لئے حکم کی تلواریں کھینچے تو جن فرشتے بھی گونگے اور بہرے رہ جائیں گے۔

کہیں شیخ سعدی علیہ الرحمۃ جیسے بزرگ فرشتوں جیسی معصوم جماعت کو بیکار فرما رہے ہیں اور روں کے وسیلہ کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

**جواب:-** جناب! یہاں رب کے مقابلے میں یہ بات کہی گئی ہے یعنی اگر وہ غضب فرما دے تو کوئی اس کے مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہ ہر مسلمان کا ایمان ہے گفتگو تو اس بارے میں ہے کہ رب تعالیٰ کی اجازت اور اس کی مرضی سے اس کے مقبول بندے محرم بندوں کی سفارش کر سکتے ہیں۔ اور رب تعالیٰ ان کی طفیل گنہ گاروں کے گناہ بخش دیتا ہے یہ وسیلہ ہے اس شعر کو وسیلہ کے مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں شیخ سعدی قدس سرہ یہ شعر نہ دیکھا۔

چہ باشد کہ مشتے گدایان خیل

بمہمان داد السلامت طفیل

یا رسول اللہ! کیا اچھا ہو کہ ہم جیسے مٹھی بھر فقیر آپ کی طفیل جنت کے مہمان خانہ میں پہنچ جاویں۔

نیز فرماتے ہیں۔

خدا یا بحق بنی فاطمہ

کہ ہر قوم را بہمان کنی خاتمہ

الہی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد کی طفیل میرا خاتمہ ایمان پر ہو یہ صاف بزرگوں کا وسیلہ ہے۔

نیز فرماتے ہیں۔

شنیدم کہ در دروازہ امید دہم

ہدایاں را بہ نہکایاں بہ بخشد مکریم

قیامت کو نیکوں کے وسیلہ سے خدائے کریم گنہ گاروں کو بخش دے گا۔

**اعتراض (۱۴)۔۔۔۔۔** اگر اللہ کے مقبول بندے خدا رسی کا وسیلہ بھی ہوں تب بھی خدا تعالیٰ کو پالنے کے بعد ان کو چھوڑ دینا چاہیے جیسے ریل گاڑی میں اسی وقت تک بیٹھتے ہیں جب تک کہ منزل مقصود تک پہنچیں مقصود پر پہنچ کر اسے چھوڑ دیتے ہیں مسلمان نے کلمہ پڑھ لیا رب کو پالیا اب بزرگوں کی کیا ضرورت رہی۔

**جواب:-** دیلے و طرح کے ہوتے ہیں ایک محض وسیلہ جیسے سفر کے لئے ریل گاڑی۔ دوسرا وہ وسیلہ جس سے مقصد وابستہ ہے۔ جیسے روشنی کے لئے چراغ۔ پہلی قسم کا وسیلہ مقصود پر پہنچ کر چھوڑ دیا جائے گا۔ لیکن دوسری قسم کا وسیلہ کبھی نہیں چھوٹ سکتا۔ درندہ فوراً مقصود فوت ہو جائے گا روشنی چراغ کے دم سے قائم ہے۔ اگر اسے گل کیا تو اندھیرا ہو جاوے گا اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے دوسری قسم کا وسیلہ ہیں اسی لئے رب تعالیٰ نے نبی ﷺ کو نور فرمایا۔ کہیں سراج منیر یعنی چمکتا ہوا سورج۔ مقصد یہ ہے کہ جیسے آفتاب کی ضرورت ہمیشہ ہے ایسے ہی پیارے دنیا کو تمہاری حاجت دائمی ہے اس لئے قبر میں ان کے نام پر کامیابی اور حشر میں ان کے دم پر نجات رکھی ﷺ۔

**اعتراض (۱۵)۔۔۔۔۔** جب خدا تعالیٰ سب کا رب ہے اور اس کا نام رب الغلیمین ہے تو پھر کسی وسیلہ کی کیا ضرورت ہے ہر شخص اس کے دروازے پر بلا واسطہ جاوے اور فیض لے وسیلہ کا مسئلہ اس کے رب الغلیمین ہونے کے خلاف ہے۔

**جواب:-** اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک انہی دوسرے تحقیقی۔ انہی جواب تو یہ ہے کہ رب تعالیٰ رازق العباد ہے اور شافی الامراض ہے پھر تم رزق تلاش کرنے کے لئے امیروں کے پاس اور شفا لینے کے لئے حکیموں کے پاس کیوں جاتے ہو تمہارا ان لوگوں کے پاس جانا بھی خدا تعالیٰ کے رازق اور شافی ہونے کے خلاف ہے وہ حکم الہی کہیں ہے پھر مقدمہ کچہری کے حکام کے پاس کیوں لے جاتے ہو؟ جناب! وسیلہ رب تعالیٰ کے دروازے ہیں یا اس کے چکران کے ہاتھوں سے جو کچھ ہوتا ہے وہ رب تعالیٰ کی طرف سے ہی ہوتا ہے اسی طرح اولیاء اللہ انبیائے کرام رب تعالیٰ کے مختار خدام ہیں۔

تحقیقی جواب یہ ہے کہ ان وسیلوں کی ضرورت رب تعالیٰ کو نہیں بلکہ ہم کو ہے جیسے روٹی کو توے کے ذریعے سے گرم کیا جاتا ہے تو آگ گرم کرنے میں توے کی محتاج نہیں بلکہ روٹی کو احتیاج ہے۔ رب تعالیٰ سب کا ہے مگر اس کی ربوبیت کے مظہر یہ چیزیں ہیں سانپ اس کی قہاریت کا مظہر ہے اور دیگر آرام وہ چیزیں اس کی رحمت کی تجلی گاہ ہیں۔

**اعتراض (۱۶)۔۔۔۔۔** وسیلہ کے مسئلہ سے لوگ بد عمل ہو جائیں گے۔ جب انہیں خبر ہوگی کہ حضور ﷺ بخشوالیس گے تو پھر عمل کرنے کی زحمت کیوں گوارہ کریں؟

**جواب:-** یہ اعتراض ایسا ہے جیسے آریہ کہتے ہیں کہ توبہ کے مسئلہ سے بد عملی اور زکوٰۃ کے مسئلہ سے بیکاری بڑھ جاتی ہے کیونکہ جب مسلمانوں کو خبر ہے کہ توبہ سے گناہ بخشے جاتے ہیں تو پھر خوب گناہ کر کے توبہ کر لیا کریں گے اور جب غریبوں کو خبر ہو کہ مالداروں کی زکوٰۃ ہزاروں روپیہ سالانہ نکلتی ہے پھر کہاں کیوں کریں جب ملے یوں تو محنت کرے کیوں؟ جو اس کا جواب ہے وہی اس اعتراض کا ہے۔ جناب! جیسے توبہ کی قبول کا یقین۔ مالداروں کی زکوٰۃ ملنے کا یقین ملے یا نہ ملے۔

ایسے ہی اگر بد عملی کی گئی تو یقین نہیں وسیلہ نصیب ہو یا نہ ہو میں تو کہتا ہوں کہ وسیلہ کے انکار سے بد عملی بڑھے گی۔ کیونکہ جب گناہ گار شفاعت سے مایوس ہوگا تو خوب گناہ کرے گا کہ دوزخ میں تو جانا ہی ہے لاؤ دس گناہ اور کر لو۔ شیخ فرماتے ہیں۔

نہ ہستی کہ چون گمر بہ عاجز شود  
بر آرد بہ چنگال چشم ہلنگ  
جب تک ملی کو جان بچنے کی امید رہتی ہے تب تک چپتے سے بھاگتی ہے۔ مگر جب پھنس کر جان سے مایوس ہو تو چپتے پر حملہ کر دیتی ہے مایوسی دلیری پیدا کرتی ہے۔

**اعتراض (۱۷)۔۔۔۔۔** مشرکین عرب اسی لئے مشرک ہوئے کہ وہ بتوں کو رب کا بندہ تو سمجھتے تھے مگر ان سے غائبانہ مدد مانگتے تھے۔ اور انہیں خدا اسی کا وسیلہ جانتے تھے۔ وہ کسی بت کو خالق یا مالک نہیں مانتے تھے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

ولئن سألتہم من خلق السموت والارض ليقولن اللہ۔  
اور اگر آپ مشرکوں سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا۔ تو وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔  
معلوم ہوا کہ وہ مشرک صرف اس لئے مشرک ہوئے کہ انہوں نے رب کے بندوں کو بندہ مان کر انہیں حاجت روا، مشکل کشا، فریاد رس مانا۔ اسی طرح تم بھی نبیوں ولیوں کو مانتے ہو تم اور وہ براہین ہو۔

**جواب:-** ایک ہے رب تعالیٰ کی قدرت اور ایک ہے رب کا قانون۔ قدرت تو یہ ہے کہ رب تعالیٰ چاہے تو ہر چھوٹا بڑا کام بغیر کسی وسیلہ کے خود ہی کرے۔ قدرت کا اظہار اس آیت شریف میں ہے۔ انما و امرہ اذا اراد شیناً ان یقول لہ کن فیکون۔ اس کی



شان تو یہ ہے کہ کسی چیز کو چاہے تو کن فرما دے تو وہ شے ہو جائے۔

اس قانون کا اظہار صدہا آیات میں ہے۔ مثلاً

قل يتوفكم ملك الموت الذي وکل بحکم۔

فرما دو تمہیں ملک الموت موت دے گا جو تم پر مقرر کر دیا گیا ہے۔

ویز کیہم ویعلمہم الکتب والحکمۃ۔

نبی اللہ ﷺ انہیں پاک فرماتے اور کتاب و حکمت سکھاتے ہیں۔

وقل رب ارحمہما کما ربیانی صغیراً۔

کہو کہ یا اللہ! جیسے میری ماں باپ نے منہ سنی میں مجھے پرورش فرمایا تو بھی ان پر رحم فرما۔ دیکھو موت دینا۔ پاک کرنا۔ پالنا رب تعالیٰ کا کام ہے مگر دیوبندیوں کے ذریعہ سے ہوا۔

مشرکین کا عقیدہ یہ تھا کہ ایک خدا اتنے بڑے جہان کا انتظام نہیں فرما سکتا لہذا اس نے اپنے بعض بندے اپنی مدد کے لئے عالم سنبھالنے کے لئے مقرر کئے ہیں یعنی انہوں نے بندوں کو رب تعالیٰ کے برابر کر دیا۔ لہذا وہ مشرک ہوئے۔ اسی لئے قیامت میں وہ بتوں سے کہیں گے۔

قاللہ انا کنا لفی ضلال مبین از نسیو یکم رب رب العالمین۔

خدا کی قسم ہم کھلی گمراہی میں تھے کہ ہم تمہیں خدا کے برابر سمجھتے تھے۔

معلوم ہوا کہ وہ بتوں کو بندہ مان کر رب تعالیٰ کو ان کا حاجت مند مانتے تھے قرآن کریم اس وسیلہ کی تردید فرماتا ہے۔

لم یتخذ ولدا ولم یکن لہ شریک فی الملک ولم یکن لہ ولی من الدل وکبیرہ تکبیراً۔

یعنی رب تعالیٰ نے نہ اپنا بچہ بنایا نہ ملک میں اس کا کوئی شریک ہے نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی ولی ہے۔ یعنی جو اس نے جو اولیاء مقرر فرمائے وہ اپنی شان ظاہر کرنے کے لئے بنائے نہ کہ کمزوری اور عاجزی کی وجہ سے۔

پتہ لگا کہ مشرک خدائے تعالیٰ کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ رب تعالیٰ کے بعض بندے اس لئے ان کے ولی ہیں کہ خدا اتنے بڑے کام پر خود قادر نہیں۔ کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں۔ مشرکین اولیاء کو ایسا مانتے تھے۔ جیسے کونسل کا ممبر اور مسلمان اولیاء کو ایسا مانتے ہیں جیسے بارگاہ عالیہ کے خدام اور کارندے۔ لہذا وہ مشرک تھے اور یہ مومن رہے۔ غرضیکہ جو رب تعالیٰ کی قدرت کا منکر ہو وہ مشرک ہے اور جو قدرت مان کر رب کے قانون کا منکر ہے۔ وہ وہابی ہے۔

نوٹ ضروری

ہم اپنی زندگی میں غور کریں تو معلوم ہوگا کہ دنیا کی کوئی نعمت ہمیں بغیر وسیلہ نہیں ملی۔ پیدائش و پرورش ماں باپ کے وسیلہ سے علم و ہنر استاد کے وسیلہ سے۔ تندرستی حکیم کے وسیلہ سے موت ملک الموت کے وسیلہ سے۔ غسل غسل کے وسیلہ سے کفن درزی کے وسیلہ سے۔ دفن گورکن کے وسیلہ سے۔ پھر آخرت کی نعمتیں تو دنیاوی نعمتوں سے کہیں زیادہ ہیں اور بغیر وسیلہ کیسے مل سکتی ہیں۔ کلمہ قرآن روزہ نماز رب کی پہچان غرض کہ یہ ساری نعمتیں حضور ﷺ کے وسیلہ سے ملیں پھر وسیلہ کا انکار نہ کرے گا مگر جاہل۔

نوٹ:- ساری عبادات کا فائدہ صرف ان انسانوں کو ہوتا ہے مگر وسیلہ کا فائدہ انسان، جن، فرشتہ، جانور بلکہ درخت زمین۔ زمان سب کو ہوتا ہے مگر معظّمہ حضور ﷺ کے وسیلہ سے افضل ہوا۔ کوہ طور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے اعلیٰ ہوا۔ آب زمزم حضرت

اسماعیل علیہ السلام کی طفیل سے تبرک ہو گیا۔ ایوب علیہ السلام کو شفا دینے کے لئے فرمایا گیا۔  
ارکض برجلک هذا مفتسل بار د و شراب۔

اپنا پاؤں زمین پر گرٹو اس سے جو پانی کا چشمہ پیدا ہوا ہے پیو اور اس سے غسل کرو۔ چنانچہ اس سے آپ کو شفا ہوئی۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کا دھوون ان کے پاؤں کے وسیلہ سے شفا بن جاتا ہے غرضیکہ بزرگوں کا وسیلہ ہر چیز کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

**اعتراض (۱۸)۔۔۔۔۔** موجودہ وہابی یہ بھی کہتے ہیں کہ انسان خواہ کتنا ہی بزرگ ہو۔ مرنے کے بعد اس جہان سے بے خبر ہو جاتا ہے یہاں کی اسے بالکل خبر نہیں رہتی۔ دیکھو اصحاب کہف تین سو سال تک سو کر جب جاگے تو انہوں نے سمجھا ہم دن بھر سوئے حضرت عزیز علیہ السلام سو برس تک وفات یافتہ رہ کر جب زندہ کئے گئے تو رب نے کم لبت؟ تم یہاں کتنے دن ٹھہرے؟ تو عرض کیا۔ لبت یوماً او بعض لوگوں کے کہ میں دکن یا اس سے بھی کم ٹھہرا۔ فرمایا گیا۔ بل لبت مائتہ عام تم یہاں سو برس رہے۔ اگر ان کی توجہ اس جہان پر ہوتی۔ تو اس مدت کے اندازہ میں کیوں غلطی کرتے جب اتنے بزرگوں کو یہاں سے کچھ تعلق نہیں رہتا۔ تو دیگر اولیاء اللہ کا ذکر ہی کیا ہے جب یہ لوگ یہاں سے ایسے بے تعلق ہیں تو ان کی قبروں پر جا کر ان کے وسیلہ سے دعا کرنا یا ان سے حاجت مانگنا بالکل ہی عبث ہے۔

**جواب:-** اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے وفات کے بعد اس دنیا سے تعلق رکھتے ہیں یہاں کی خبر رکھتے ہیں معراج شریف کی رات سارے پیغمبروں نے حضور ﷺ کے پیچھے بیت المقدس میں نماز پڑھی جتہ الوداع کے موقعہ پر بہت سے پیغمبروں نے شرکت کی جس کی خبر نبی ﷺ نے دی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معراج شریف کی رات پچاس نمازوں کی پانچ کرا دیں۔ اگر وہ حضرات اس عالم میں پہنچ کر ادھر سے بے خبر ہو جاتے ہیں تو انہیں حضور ﷺ کی معراج اور جتہ الوداع کی خبر کیسے ہوئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نماز کم کرنے کی ضرورت پڑی؟ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

ومثل من ارسلنا من قبلك من رسلنا اجعلنا من دون الرحمن الہة یعبدون۔

اے نبی ﷺ اپنے سے پہلے پیغمبروں کو پوچھو کیا ہم نے خدا کے سوا اور معبود بنائے ہیں؟ اگر وہ پیغمبر اس دنیا سے بے خبر ہو گئے تو پھر پوچھنا کیسا؟

مردہ قبرستان میں آنے والے کے پاؤں کی آہٹ سنتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔

اصحاب کہف اور حضرت عزیز علیہ السلام کے معجزے اور کرامت کا دکھانا منظور تھا اس لئے رب تعالیٰ نے انہیں خصوصیت سے اس دنیا سے بے توجہ کر دیا اگر اصحاب کہف کو اپنے سونے کی مدت کا پتہ ہوتا تو بازار میں نہ آتے اور کرامت لوگوں پر ظاہر نہ ہوتی جیسے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ہمارا دل جاگتا رہتا ہے۔ صرف آنکھ سوتی ہے مگر تھریس کی رات رب نے حضور ﷺ کے دل کو اپنی طرف متوجہ فرمایا۔ اور نماز فجر قضا ہو گئی تاکہ امت کو نماز قضا پڑھنے کا طریقہ معلوم ہو جائے۔

اگر نبی ولی وفات کے بعد اس طرف سے بالکل بے تعلق ہو جاتے ہیں تو ہمارے درود و سلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک کیسے پہنچتے ہیں۔ نیز مردوں کو ثواب کیسے پہنچتا ہے۔ ایسے شخص کو سلام کرنا منع ہے جو جواب نہ دے سکے جیسے سونے والا۔ استنجا والا۔ نمازی اور اذان کی حالت اگر نبی کریم ﷺ سنتے ہی نہیں اور جواب نہیں دے سکتے تو ان کو سلام کرنا منع ہونا چاہیے تھا۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عزیز علیہ السلام پر حقیقتاً سو سال گزرے ہوں لیکن جتنا ایک دن جیسے قیامت کا دن ہزاروں سال کا ہوگا۔ مگر

مومن کے لیے ایک نماز کے برابر ہوگا وہاں دونوں کا اثر موجود تھا کہ گدھے پر سو سال گزر گئے تھے اور شربت پر ایک دن۔ لہذا عزیر علیہ السلام کا ایک دن فرمانا بھی ٹھیک تھا۔ وہ جتنے کے لحاظ سے تھا۔ اور رب تعالیٰ کا اسے سو سال فرمانا بھی ٹھیک تھا کہ وہ حقیقت پر مبنی تھا۔

**اعتراض (۱۹)۔۔۔۔۔** نبی ﷺ نے بہت کوشش کی کہ ابوطالب ایمان لے آویں مگر نہ لائے تو آپ کیا کر سکتے ہیں بلکہ آیت اتری

انک لا تہدی من احببت جس سے تم محبت کرو اسے ہدایت نہیں دے سکتے جب اپنے پیاروں کا وسیلہ نہیں بن سکتے تو دوسروں کا کیا پوچھنا۔

**جواب:-** اس آیت کا مطلب ظاہر ہے کہ جس سے آپ محبت کریں اسے ہدایت نہیں دے سکتے کیونکہ آپ رحمۃ اللعالمین ہیں۔ ہر

بشر سے محبت فرماتے سب ہی پر کرم کرتے ہی۔ کافر ہو یا مومن۔ مخلص ہو یا منافق۔ مگر ہدایت اسے ملے گی جو آپ سے محبت کرے اور

آپ سے جو محبت کرے گا وہ آپ کی بات مانے گا ابوطالب نے آپ سے محبت نہ کی اور آپ کی بات نہ مانی کلمہ نہ پڑھا لہذا ہدایت نہ

پاسکے اس میں خود ان کا اپنا قصور ہے اگر آفتاب سے روشنی حاصل نہ کر سکے تو اس کا نصیب۔ آفتاب روشنی دینے میں کوتاہی نہ کرتا۔ پھر بھی

ابوطالب کو حضور ﷺ کی خدمت کا یہ فائدہ پہنچ گیا کہ وہ دوزخ میں نہیں رکھے گئے۔ بلکہ آگ کے جمیرے میں ہیں جیسا کہ بخاری کی

حدیث میں ہے۔

**اعتراض (۲۰)۔۔۔۔۔** نبی ﷺ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوئی خدمت نہ کی تو اوروں کی مدد بھی نہیں کر سکتے۔ پھر وسیلہ کیا؟

**جواب:-** حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مدد مانگی ہی نہیں تاکہ مبر میں فرق نہ آدے جیسے

کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں جاتے وقت رب سے مدد نہ مانگی۔ نیز حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی یہ استقامت کہ اتنی

شدید اور سخت مصیبتوں میں ثابت قدم رہے حضور ﷺ کی مدد سے ہوئی۔

**اعتراض (۲۱)۔۔۔۔۔** قرآن شریف سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہ السلام اپنی زندگی میں بھی دنیا سے بے خبر رہتے ہیں دیکھو حضرت

سلیمان علیہ السلام نے ہد ہد کو گم پا کر لوگوں سے پوچھا کہ ہد ہد کو میں نہیں دیکھتا۔ اگر واقف تھے تو پوچھا کیوں؟ نیز ہد ہد نے آکر کہا میں وہ

چیز دیکھ کر آیا ہوں جو آپ نے نہیں دیکھی یعنی بلقیس اور اس کا تخت دیکھو ہد ہد کی خبر سے پہلے آپ کو نہ بلقیس کا پتہ لگانا شہر سب کا۔ جب وہ

کسی کی خبر ہی نہیں رکھتے تو وسیلہ کیسے بن سکتے ہیں۔

**جواب:-** اس آیت میں یہ کہاں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو خبر نہ تھی۔ ہد ہد نے آپ کی بے خبری کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ عرض

کیا۔ انی احطت بما لم تحط به۔ میں اس چیز کا احاطہ کر کے اور دیکھ کر آیا ہوں جس کو آپ نے جا کر نہ دیکھا اور واقعی آپ اس وقت

تک وہاں بایں جسم شریف نہ گئے تھے خبر تو آپ کو تھی مگر اظہار نہ تھا تا کہ پتہ لگے کہ پیغمبر کی محبت میں رہنے والے جانور بھی ہزاروں کے

لئے ایمان کا وسیلہ بن جاتے ہیں دیکھو ہد ہد ہی کے ذریعہ سے سارے یمن والوں اور بلقیس وغیرہ کو ایمان نصیب ہوا اور بھی ہزاروں ہاں اس

میں حکمتیں تھیں حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ بن کر بھی اپنے والد ماجد کو خبر نہ بھیجی اس لئے نہیں کہ آپ ان سے بے خبر تھے۔ بلکہ

وقت کا انتظار تھا اور آپ کی انتہائی عظمت کا ظہور ہونے والا تھا کہ قحط سالی میں تمام عالم کا رزق آپ کے ہاں پہنچا اور سب لوگ روزی میں

آپ کے حاجت مند کئے گئے۔

اچھا بتاؤ کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے آصف کو بلقیس کا تخت لانے کا حکم فرمایا تو انہوں نے نہ تو کسی ملک یمن کا پتہ پوچھا

اور نہ بلقیس کا گھر دریافت کیا نہ تخت کی جگہ تلاش کی بلکہ جھپکنے سے پہلے تخت لا کر حاضر کر دیا انہیں بھی بلقیس کے سارے مقامات کی خبر تھی یا

نہیں تھی۔ اور ضرور تھی تو جن کی محبت میں رہ کر یہ کمال حاصل کیا تھا۔ وہ بے خبر ہوں یا نا ممکن ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ قال النبی

عندہ علم من الکتاب جس کے پاس کتاب کا علم تھا انہوں نے کہا انا ایتک بہ قبل ان یوقد الیک طرفک میں تحت بلقیس آپ کے پلک چمکنے سے پہلے لے آؤں گا تا وہ کتاب آصف نے کس سے پڑھی تھی خود حضرت سلیمان علیہ السلام سے تعجب ہے کہ شاگرد کو خبر ہو۔ اور استاد کو نہ ہو۔ رب تعالیٰ سمجھ دے غرضیکہ آپ کو علم تھا مگر وقت سے پہلے اظہار نہ تھا۔ طلب وسیلہ برائے حصول مرادات از خدا نے تعالیٰ چیزے دگر است۔

**اعتراض (۲۲)۔** رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ فیغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء۔ رب تعالیٰ جسے چاہے گا بخشے گا اور جسے چاہے عذاب دے گا جن نبیوں اور ولیوں کو تم مغفرت کا وسیلہ سمجھتے ہو خود ان کی مغفرت یقینی نہیں۔ نہ معلوم ان کی بخشش ہو یا نہ ہو۔ اگر وہ تمہارے وسیلے ہیں تو بتاؤ اگر خدا تعالیٰ انہیں پکڑے تو ان کا وسیلہ کون بنے گا۔ من یشاء میں من عام ہے نبی ولی سب کو شامل ہے (بعض بے ادب دیوبندی) **جواب:-** اس کے دو جواب ہیں ایک عالمانہ دوسرا صوفیانہ۔ عالمانہ جواب یہ ہے کہ بندے تین طرح کے ہیں ایک وہ جن کے جہنمی ہونے کی خبر دی گئی جیسے ابولہب اور اس کی بیوی جلیلہ جن کے بارے میں فرما دیا گیا۔

مبصلیٰ نارا ذات لہب وامرأته الخ (پارہ ۳۰ سورہ لہب آیت نمبر ۳-۴) یہ اور اس کی بیوی عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں پہنچیں گے۔ دوسرے وہ جن کے جہنمی ہونے کی خبر دی گئی۔ فرما دیا گیا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ (پارہ ۳۰ سورہ البینہ آیت نمبر ۸) اللہ تعالیٰ ان سے رافعی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے یا فرما دیا کلا وعد اللہ الحسنی اللہ تعالیٰ نے ان سب سے جنت کا وعدہ کر لیا۔ تیسرے وہ جن کے متعلق کوئی خبر نہ دی گئی جیسے ہم لوگ۔ پہلی جماعت کا دوزخی ہونا اور دوسری جماعت کا جہنمی ہونا ایسا ہی یقینی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک ہونا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا سچا ہونا ایسی ہی اس کی صفت ہے جیسے اس کا ایک ہونا تمہاری پیش کردہ آیات میں تیسری جماعت مراد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

صوفیانہ جواب یہ ہے کہ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ رب تعالیٰ جسے چاہتا ہے اسے نیک اعمال کی توفیق دے کر جہنمی بناتا ہے اور جسے چاہتا ہے اسے گمراہ کر کے جہنمی بناتا ہے یعنی لوگوں کے جہنمی اور جہنمی ہونے کا ارادہ ہو چکا۔ قیامت میں صرف اس کا ظہور ہوگا۔ ہر ایک کے متعلق قلم چل چکا ہے یہ مطلب نہیں کہ جس نیک کار کو چاہے جہنمی ہو چکا اور جس کو وہ جہنمی ہونا چاہ چکا وہ جہنمی ہو چکا۔ اب اس کا برعکس ہونا اس آیت کے خلاف ہوگا۔

**اعتراض (۲۳)۔** قرآن کریم فرما رہا ہے کہ کفار نے نبی ﷺ سے مطالبہ کیا کہ لن نومن لك حتی تغفر لنا من الارض بنوعا۔ الایہ۔

یعنی ہم اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ آپ زمین سے جھٹے جاری نہ کر دیں یا آپ کے پاس کھجور وانگور کا باغ نہ ہو جس کے پتے میں نہریں ہوں۔ الخ اس کے جواب میں فرمایا گیا۔ قل مبحان ربی هل کنت الا بشرا رسولا۔ کہ سبحان اللہ میں تو صرف رسول بشر ہوں مجھ میں یہ طاقت نہیں اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ نبی میں کوئی طاقت اور زور نہیں بندہ مجبور ہیں ورنہ انہیں یہ معجزے دکھا کر مسلمان کر لیا جاتا۔ دوسرے یہ کہ پانی کے جھٹے بہانا۔

باغ اگانا یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے نبی ولی کا نہیں۔ اسی طرح بیٹی بیٹا بخشا عزت ذلت دینا مرادیں پوری کرنا خدا تعالیٰ کا کام ہے کسی کو ان چیزوں کا وسیلہ ماننا بھی اس آیت کے خلاف ہے۔

**جواب:-** نبی اس سے کہیں زیادہ طاقت ہے یہ کہو کہ ان کے مطالبہ پر اپنی طاقت دکھائی نہیں کیونکہ وہ ایمان لانے کی نیت سے یہ

مطالبہ نہ کرتے تھے بلکہ نبی کا زور آزمانے کے لیے کرتے تھے اور جس قوم نے نبی کا زور آزما دیا وہ مٹا دی گئی۔ فرعون نمرود قوم عاد و ثمود ان سب نے نبی کا زور دیکھنا چاہا زور دکھایا گیا مگر وہ ایمان نہ لائے ہلاک ہو گئے حضور ﷺ کا ان کے یہ مطالبے پورے نہ فرمانا رحمت کی بنا پر ہے۔ در نہ وہ تو زمین سے جتنے نکالنے کا مطالبہ کرتے تھے حضور ﷺ نے اگلیوں سے جتنے بہا دیئے۔ وہ تو کھجور دانگور کے باغ کا مطالبہ کرتے تھے حضور ﷺ نے چاند کو دو ٹکڑے کر دکھایا۔ ڈوبے ہوئے سورج کو لوٹایا۔ کھاری کنوئیں کو میٹھا بنایا مکڑیوں کنکریوں سے اپنا کلمہ پڑھوایا۔ فقیروں کو بادشاہ بنادیا جس کو چاہی کر دیا۔

ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

بوریا ممنون خواب راحتش تاج کسریٰ زیر پائے امتش

غرضیکہ ہونا ہونا اور چیز ہے اور دکھانا کچھ اور۔ اور اس آیت میں طاقت نہ دکھانے کا ذکر ہے ان سرکش کافروں کو تاکہ ہلاک نہ ہو جائیں۔

## خاتمہ

حقیقت یہ ہے کہ وہابیوں دیوبندیوں کو خدا نے گمراہ کر دیا۔ ان کی شامت آگئی ہے اس لئے تمام ویلیوں سے منہ موڑ رہے ہیں جسے خدا ہدایت دیتا ہے وہ ولی اور مرشد کے دامن میں رہتا ہے اور جسے رب گمراہ کرتا ہے اس کا نہ ولی نہ مرشد۔ رب فرماتا ہے۔ ومن یضلل فلن نجذله ولیا مرشدا۔ جسے رب گمراہ کر دے اس کے لئے نہ قوم کوئی ولی پاؤ گے نہ مرشد یہ بے پیرے بے نورے درگاہ الہی سے نکالے ہوئے ہیں۔ یہ ساری باتیں اسی سبب سے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ ہر نئے مذہب سے بچیں اسی راستے پر رہیں جو اب تک اللہ کے نیک بندوں کا ہے بے سمجھے بوجھے قرآن کا ترجمہ گمراہی کا راستہ ہے رب فرماتا ہے۔ یضل بہ کثیرا ویہدی بہ کثیرا۔ رب تعالیٰ اس قرآن سے بہت لوگوں کو ہدایت دیتا ہے اور بہت کو گمراہ کر دیتا ہے ہدایت ملنے کا ذریعہ صرف یہی ہے کہ اچھوں کے ساتھ رہو رب فرماتا ہے یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وكونوا مع الصادقین۔ اے مسلمانوں اللہ سے ڈرو اور بچوں کے ساتھ رہو ہمیں سورہ فاتحہ میں یہ دعا مانگنے کی ہدایت فرمائی۔ اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم۔ اے مولیٰ ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت دے (یعنی قائم رکھ) ان بندوں کے راستے پر جن پر تو نے انعام کیا۔ یعنی نبیوں صدیقوں شہداء اور صلحاء کے راستے پر قائم رکھ۔ آج ہر چکر الموی ہر قادیانی ہر دیوبندی وہابی ہر بے دین قرآن کریم بغل میں دبائے پھر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ قرآن کی رو سے ہیں سچا ہوں جیسے کہ یزید یوں سے بے سوچے سمجھے نفسانی خواہش سے قرآن پڑھ کر امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور امام حسین رضی اللہ عنہ پر یہ آیت چسپاں کی فقتالو التي تبتغی حتی تفتی الی امر اللہ یعنی جو بادشاہ اسلام سے باغی ہو جائے اس سے جنگ کرو یہاں تک کہ رجوع کرے انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو تو باغی اور یزید پلید کو بادشاہ اسلام بنایا غرضیکہ بے سمجھے قرآن کے ترجموں نے بہت لوگوں کا بیڑا غرق کر دیا ہے اگر چاہتے ہو کہ دنیا سے ایمان سلامت لے جاؤ تو اسی راستے پر چلو جو اولیائے کرام اور علمائے عظام کا راستہ ہے اور اسی میں دین و دنیا کی بھلائی ہے۔

آج سوائے مذہب اہل سنت کے کسی فرقہ میں اولیاء موجود نہیں معلوم ہوا کہ یہی جماعت حق پر ہے جب تک دین موسوی منسوخ نہ ہوا تھانی اسرائیل میں ہزار ہا ولی ہوئے جب وہ منسوخ ہو گیا اب ان میں کوئی ولی نہیں۔ حضرت مریم۔ اصحاب کہف آصف بن برخیا جن کے قصے قرآن شریف میں مذکور ہیں سب بنی اسرائیل کے ولی تھے جرت قرآن اسرائیلی کی ولایت کا یہ حال تھا کہ اس نے چار سال کے بچے سے

اپنی پاکدامنی کی گواہی لے لی مگر بتاؤ جب سے یہ دین منسوخ ہوا اب کوئی یہودی عیسائی ولی ہوا۔ جب ان میں ایمان ہی نہیں تو ولایت کہاں سے آوے اسی طرح آج سوائے مذہب المل سنت کے کسی فرقہ میں ولی نہیں کوئی دیوبندی ولی نہیں۔ کوئی قادیانی پکڑ الوی غیر مقلد ولی نہیں ادھر دیکھو کہ حضور غوث پاک سرکار بغداد ہم میں حضور خواجہ ابھیری رحمۃ اللہ علیہ ہم میں، حضور خواجہ بہاؤ الدین نقشبند ہم میں۔ حضور شیخ شہاب الدین سہروردی ہم میں گزرے ہیں اب بھی مذہب المل سنت میں ہزار ہا اولیاء جلوہ گر ہیں۔ حضرت پیر سید حیدر شاہ صاحب جلال پوری حضرت خواجہ مہر علی شاہ صاحب کوٹڑوی اعلیٰ حضرت بریلوی پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری حضرت خواجہ محمد سلیمان صاحب تونسوی اور تمام گدی والے حضرات ہماری ہی جماعت میں ہیں۔ یہ تمام حضرات کے سنی متقی وسیلہ کے قائل۔ نیاز۔ عرس۔ فاتحہ۔ میلا و شریف پر عامل رہے۔ ان اولیاء کرام کا ہم میں ہونا مذہب المل سنت کی حقانیت کی کھلی دلیل ہے آج تمام فرقوں کو میں چیلنج کرتا ہوں کہ اپنے مذہبوں میں اولیاء دکھائیں۔ ولی کی پہچان قرآن کریم نے یہ بیان فرمائی ہے۔ کہ خلقت انہیں ولی مانے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لہم البشری فی الحیوة الدنیا و فی الاخرۃ ان کے لئے دنیا و آخرت میں خوشخبری دنیا کی خوشخبری عام لوگوں کا ان کی طرف جھکتا۔ اور آخرت کی خوشخبری ملائکہ کا انہیں مبارکباد دینا قرآن کریم فرماتا ہے۔ ان الذین امنوا و عملوا الصلحت میجعل لہم الرحمن ودا۔ یعنی جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے اللہ تعالیٰ ان کی محبت سب کے دلوں میں ڈال دے گا۔ جن بزرگوں کے نام ہم نے کہائے ہیں ان کو عام خلقت ولی مانتی ہے چونکہ دیوبندیوں میں کوئی نہیں اس لیے وہ اولیاء اللہ کو گالیاں دینے لگے۔ جیسے قادیانیوں کے مسیح موعود مرزا میں کوئی کرامت یا معجزہ نہیں تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار کرنے لگے۔ بہر حال مسلمان اس فقیر کے اس قاعدہ کو یاد رکھیں کہ وہی راستہ اختیار کریں جو اللہ تعالیٰ کے پیارے بندوں کا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ آج کل کی زہریلی ہواؤں سے ان کا ایمان محفوظ رہے گا گلدستہ کی گھاس پھولوں کے وسیلے سے بادشاہوں کے ہاتھ میں پہنچ جاتی ہے بادام کے چھلکے مفر کے ساتھ تلے ہیں مگر علیحدہ ہو کر پھینک دیئے جاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ کتابوں سے علم و حکمت ملتا ہے لیکن دین کسی کی نظر سے نصیب نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

دہیں مجھ کو اندر کتب اے یہ خبر علم و حکمت از کتب وہیں از نظر

کیمیما پیدا کن از مشنہ صغلی ہوسہ زن ہر آستانہ کاملہ

دین صرف کتابوں سے نہ ڈھونڈو کتابوں سے صرف علم ملتا ہے اور دین کامل کی نگاہ کرم سے۔ اپنے جسم کو کیمیا بنا لو اس طرح کہ کسی

کامل کے آستانہ پر ادب سے بوسہ دو۔

اگر قرآن شریف کا ترجمہ پڑھ لینے سے دین مل جاتا تو ابو جہل ابولہب اور ابلیس اول درجہ کے مومن ہوتے کیونکہ یہ ترجمہ جانتے تھے صرف نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فیض حاصل نہ کیا مارے گئے۔

آؤ ہم مثنوی شریف کا ایک قصہ سنا کر رسالہ کو ختم کریں تاکہ وسیلہ اولیاء کا رسالہ ولی کامل کے ذکر پر ختم ہو۔

### حکایت

مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں کہ سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ العزیز کے زمانہ میں بسطام شریف میں ایک رنڈی آگئی جس کے حسن و جمال اور خوش آواز پر خلقت عاشق ہو گئی مسجد میں خافقا ہیں خالی ہو گئیں اور رنڈی کے گھر قماشائیوں کا ہر وقت میلہ لگا رہتا۔ کسی شخص نے حضرت سلطان العارفین کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت آپ

کے زمانہ اور آپ کے شہر میں ایسا فسق و فجور۔ حضور نے فرمایا کیا بات ہے؟ اس شخص نے سارا ماجرا عرض کر دیا۔ فرمایا ہمیں اس رٹھی کا مکان بتاؤ آپ مصلے اور لوٹا لے کر اس کے گھر پہنچ گئے تمام تماشا کی آپ کو دیکھ کر غائب ہو گئے آپ نے اس رٹھی کے دروازے پر مصلے بچھا دیا۔ اور نوافل شروع کر دیئے۔ جو ادھر آتا آپ کو دیکھ کر لوٹ جاتا۔ یہاں تک کہ رات کا اکثر حصہ گزر گیا اور کسی کے آنے کا خطرہ نہ رہا۔ تو آپ نے اس رٹھی سے پوچھا تیری روزانہ کی آمدنی کتنی ہے اس نے بتائی آپ نے اتنی نقدی مصلے کے نیچے سے نکال کر اس کے حوالے کر دی۔

فقیروں کی جمولی میں ہوتا ہے سب کچھ مگر چاہیے ان سے لینے کا ذہب کچھ

بہت جانچ لیتے ہیں دیتے ہیں تب کچھ

پھر آپ نے اسے فرمایا کہ اب تیری یہ رات ہم نے خرید لی کیونکہ تیری اجرت دیدی اس نے عرض کی کہ ہاں بے شک پھر حضور نے فرمایا اچھا اب ہم جو کہیں تو وہ کر۔ بولی بہت اچھا آپ نے فرمایا وضو کر کے غسل کی نیت کر۔ غرضیکہ اسے نماز میں کھڑا کر دیا۔ جب تک اس نے قیام کیا وہ رٹھی تھی۔ رکوع میں گئی تو رٹھی تھی قومہ کیا تو رٹھی تھی مگر جب سجدہ میں گئی ادھر تو اس کا سر سجدہ میں جھکا اور ادھر سلطان العارفین کے ہاتھ دعا کے لئے اٹھے مولانا فرماتے ہیں کہ آپ نے بدرگاہ خدا عرض کیا۔

آنچه حکام در بود آخر کمر در مش کز زنا سوئے نماز آورد و مش

اے مولیٰ تو قوی میں ضعیف تو رب میں بندہ مجھ عاجز کمزور اور ضعیف بندے کا تو اتنا ہی کام تھا کہ فلسفہ کو زنا سے ہٹا کر تیرے دروازے پر جھکا دیا اگلا کام تیرا ہے کہ تو اس جھکے ہوئے سر کو قبول کرے یا رد کرے پھر عرض کیا کہ اگر تو نے اس کو رد کر دیا تو میری بدنامی ہو جائے گی کہ لوگ کہیں گے سلطان العارفین تجھے کیا دے گئے۔

بر خردت آورد و امر من اے خدا قلبا قلب طفیل مصطفیٰ

یہ نہ دیکھ کہ آنے والا کون ہے مولیٰ یہ دیکھ کہ لانے والا کون ہے اگر چہ آنے والی ایک فلسفہ ہے لیکن لانے والا میں گنہگار ہوں اس لئے اس ہرے گنبد والے کالی زلفوں والے محبوب ﷺ کے صدقہ اس کے دل کا رخ بدل دے۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ وہ فلسفہ ولیہ بن گئی پھر بعد میں اس کے دوست اسے بلاتے تو وہ اندر سے کہلا بھیجتی کہ اب میں نے ان آنکھوں سے سلطان العارفین کو دیکھ لیا جو سلطان العارفین کو دیکھ لے وہ کسی کو نہ دیکھے۔

سورج کی شعاعیں کی آتش شیشہ کے ذریعہ کسی کپڑے پر ڈالی جائیں تو وہ کپڑا جل جاتا ہے اگر یہ آتش شیشہ درمیان میں نہ ہو۔ تو جلن پیدا نہیں ہوتی مدینہ کے سورج ﷺ کی نورانی شعاعیں بغداد والے یا حمیر والے شیشہ کے ذریعہ دل پر ڈالو تا کہ تپش اور درد پیدا ہو۔ یہ درد دل وہ چیز ہے جس کے سبب انسان فرشتوں سے افضل ہو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد والہ واصحابہ اجمعین۔

احقر العباد

احمد یار خاں

سرپرست مدرسہ غوثیہ نعیمیہ گجرات

## بحث بدعت کے معنی اور اس کے اقسام واحکام

اس میں دو باب ہیں۔ پہلا باب بدعت کے معنی اور اس کے اقسام واحکام میں۔ دوسرا باب اس پر اعتراضات وجوابات میں۔

### پہلا باب

#### بدعت کے معنی اور اس کے اقسام واحکام میں

بدعت کے لغوی معنی ہیں نئی چیز قرآن کریم فرماتا ہے۔

قل ما كنت بدعا من الرسل۔

**ترجمہ:** فرمادو کہ میں نیا رسول نہیں ہوں۔

(پارہ ۲۶ سورہ ۲۶ آیت نمبر ۹)

نیز فرماتا ہے بديع السموت والارض (پارہ ۴ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۱) آسمانوں اور زمینوں کا ایجاد کرنے والا ہے۔ نیز فرماتا ہے ورهبانية ابتدعوها ما كتبناها عليهم۔ (پارہ ۴ سورہ ۵ آیت نمبر ۲۷)۔

ان آیات میں بدعت لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی ایجاد کرنا، نیا بنانا وغیرہ۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں ہے۔ قال النووی البدعۃ کل شئی عیلى غیر مثال سبق بدعت وہ کام ہے جو بغیر گزری مثال کے کیا جاوے۔

(مرقات الشافعی ج ۱ ص ۲۱۶ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ بستان)

اب بدعت تین معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ نیا کام جو حضور انور کے بعد ایجاد ہوا۔ خلاف سنت کام جو دفع سنت ہو۔ برے عقائد جو بعد میں پیدا ہوئے پہلے معنی سے بدعت دو قسم کی ہے۔ حسنہ، سیئہ دوسرے دو معنی سے ہر بدعت سیئہ ہی ہے جن بزرگوں نے فرمایا کہ ہر بدعت سیئہ ہوتی ہے وہاں دوسرے معنی مراد ہیں وہ جو حدیث میں ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے وہاں تیسرے معنی مراد ہیں لہذا احادیث واقوال علماء آپس میں متعارض نہیں۔

بدعت کے شرعی معنی ہیں وہ اعتقاد یا وہ اعمال جو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ حیات ظاہری میں نہ ہوں بعد میں ایجاد ہوئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بدعت شرعی دو طرح کی ہوئی۔ بدعت اعتقادی اور بدعت عملی۔ بدعت اعتقادی ان برے عقائد کو کہتے ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اسلام میں ایجاد ہوئے عیسائی، یہودی، مجوسی اور شرکین کے عقائد بدعت اعتقادی نہیں۔ کیونکہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ پاک میں موجود تھے۔ نیز ان عقائد کو عیسائی وغیرہ بھی اسلامی عقائد نہیں کہتے اور جبر یہ، قدر یہ، مرجیہ، چکڑ الوی، غیر مقلد، دیوبندی عقائد بدعت اعتقادیہ ہیں۔ کیونکہ یہ سب بعد کو بنے۔ اور یہ لوگ ان کو اسلامی عقائد سمجھتے ہیں۔ مثلاً دیوبندی کہتے ہیں کہ خدا جھوٹ پر قادر ہے۔ حضور علیہ السلام غیب سے جاہل یا حضور علیہ السلام کا خیال نماز میں نکل گدھے کے خیال سے بدتر ہے۔ یہ ناپاک عقیدے بارہویں صدی کی پیداوار ہیں۔ جیسا کہ ہم شامی سے اس کا ثبوت مقدمہ کتاب میں دے چکے ہیں۔ بدعت حسنہ کے ثبوت ملاحظہ ہوں۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ وجعلنا فی قلوب الذین اتبعوه رافۃ ورحمة وورهبانية ابتدعوها ما كتبناها عليهم الا ابتغاء رضوان الله (پارہ ۲ سورہ ۵ آیت نمبر ۲۷) پھر فرماتا ہے فاتینا الذین امنوا اجرهم اس آیت سے معلوم ہوا کہ عیسائیوں نے بدعت حسنہ یعنی تارک الدنیا ہو جانا ایجاد کیا رب نے اس کی تعریف کی بلکہ اس پر اجر بھی دیا۔ ہاں جو اسے نبھانہ سکے ان پر عتاب آیا۔



فرمایا گیا۔ فمار عوھا حق رعایتھا (پارہ ۲۷ سورہ ۵۷ آیت نمبر ۲۷) دیکھو ایجاد بدعت پر عتاب نہیں ہوا بلکہ نبھانے پر۔ معلوم ہوا کہ بدعت حسنا اچھی چیز ہے اور باعث ثواب۔ مگر اس پر پابندی نہ کرنا برا خیر الامور او دمھا لہذا چاہیے کہ مسلمان مختلف میلاد شریف وغیرہ پر پابندی کریں۔ مشکوٰۃ باب الاعتصام کی پہلی حدیث ہے کہ من احدث فی امرنا هذا ما لیس منہ فهو رد جو شخص ہمارے اس دین میں وہ عقیدے ایجاد کرے جو دین کے خلاف ہوں وہ مردود ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ الفصل الاول ص ۲۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم شریف ج ۳ ص ۳۳۳ رقم الحدیث ۱۷۱۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابن ماجہ المتقدمہ باب تعظیم حدیث رسول اللہ ج ۱ ص ۱۴ رقم الحدیث ۱۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱ ص ۲۰۷ رقم الحدیث ۲۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

ہم نے ما کے معنی عقیدے اس لئے کئے ہیں کہ دین عقائد کا ہی نام ہے اعمال فردوع میں بے نمازی گنہگار ہے بے دین یا کافر نہیں۔ بداعتقاد یا تو گمراہ ہے یا کافر۔ اس کے ماتحت مرقات میں ہے۔

والمعنی ان من احدث فی الاسلام رایا فهو مردود علیہ اقول فی وصف هذا الامر اشارۃ الی ان امر الاسلام کمل۔

**ترجمہ:** معنی یہ ہیں کہ جو اسلام میں ایسا عقیدہ نکالے کہ دین سے نہیں ہے وہ اس پر رد ہے میں کہتا ہوں کہ ہذا الامر کے وصف میں اس طرف اشارہ ہے کہ اسلام کا معاملہ مکمل ہو چکا۔

ثابت ہوا کہ بدعت عقیدے کو فرمایا گیا۔ اسی مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ فلاں شخص نے آپ کو سلام کہا ہے تو فرمایا بلغنی انه قد احدث فان کان احدث فلا تقرعه منی السلام مجھے خبر ملی ہے کہ وہ بدعتی ہو گیا ہے اگر ایسا ہو تو اس کو میرا سلام نہ کہنا۔ بدعتی کیسے ہوا؟ فرماتے ہیں۔

يقول يكون في امتي خسف ومسح او قذف اهل القدر۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام فرماتے تھے کہ میری امت میں زمین میں دھنسا صورت بدلنا یا پتھر برسنا ہوگا قدریہ لوگوں میں۔ (مشکوٰۃ المصابیح باب الایمان بالقدر الفصل الثالث ص ۲۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ وہ قدریہ یعنی تقدیر کا منکر ہو گیا تھا۔ اس کو منکر فرمایا۔ درمختار کتاب الصلوٰۃ باب الامت میں ہے۔

و مبتدع ای صاحب بدعة وهي اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول۔

**ترجمہ:** بدعتی امام کے پیچھے نماز مکروہ ہے بدعت اس عقیدے کے خلاف اعتقاد رکھنا ہے جو حضور علیہ السلام سے معروف ہیں۔ (الدر المختار وحلی حاشیہ کشف الاستار کتاب الاملہ ص ۸۳ مطبوعہ مطبعہ جہانگیر لاہور)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ بدعت نئے اور برے عقائد کو بھی کہتے ہیں اور بدعت اور بدعتی پر جو سخت وعیدیں احادیث میں آئی ہیں ان سے مراد بدعت اعتقادیہ ہے حدیث میں ہے کہ جس نے بدعتی کی تعظیم کی اس نے اسلام کے ڈھانے پر مدد دی۔ یعنی بدعت اعتقادیہ وہ لے لی۔ فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات صفحہ ۹۰ میں ہے۔ جس بدعت میں ایسی شدید وعید ہے وہ بدعت فی العقائد ہے۔ جیسا کہ روانفخ خوارج کی بدعت ہے۔

بدعت عملی ہر وہ کام ہے جو حضور علیہ السلام کے زمانہ پاک کے بعد ایجاد ہوا خواہ وہ دنیاوی ہو یا دینی خواہ صحابہ کرام کے زمانہ میں ہو یا اس کے بھی بعد۔ مرقات باب الاعتصام میں ہے۔

وفي الشرع احداث مالم یکن فی عهد رسول اللہ علیہ السلام۔

**ترجمہ:** بدعت شریعت میں اس کام کا ایجاد کرنا ہے جو کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں نہ ہو۔

امد الممعات میں یہی باب بدائع ہر چیز پیدا شدہ بعد از پیغمبر علیہ السلام بدعت است جو کام حضور علیہ السلام کے بعد پیدا ہو وہ بدعت ہے۔

(امد الممعات باب الاعتصام الفصل الاول ج ۱ ص ۱۳۵ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

ان دونوں عبارتوں میں نہ تو دینی کام کی قید ہے نہ زمانہ صحابہ کا لحاظ جو کام بھی ہو یا دنیوی حضور علیہ السلام کے بعد جب بھی ہو خواہ زمانہ صحابہ میں یا اس کے بعد وہ بدعت ہے ہاں عرف عام میں ایجادات صحابہ کرام کو سنت صحابہ کہتے ہیں بدعت نہیں بولتے یہ عرف ہے ورنہ خود فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تراویح کی باقاعدہ جماعت مقرر فرما کر فرمایا نعمتہ البدعتہ ہذہ یہ تو بہت ہی اچھی بدعت ہے۔

بدعت عملی دو قسم کی ہے۔ بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ۔ بدعت حسنہ وہ نیا کام جو کسی سنت کے خلاف نہ ہو جیسے محفل میلاد اور دینی مدارس اور نئے نئے عمدہ کھانے اور پرلے میں قرآن و دینی کتب کا چھپوانا اور بدعت سیئہ وہ جو کہ کسی سنت کے خلاف ہو یا سنت کو مٹانے والی ہو۔ جیسے کہ غیر عربی میں خطبہ جمعہ وعیدین پڑھنا یا کہ لاؤڈ سپیکر پر نماز پڑھنا پڑھانا کہ اس میں سنت خطبہ یعنی عربی میں نہ ہونا اور تبلیغ تکبیر کی سنت اٹھ جاتی ہے۔ یعنی بذریعہ مکمرین کے آواز پہنچانا بدعت حسنہ جائز بلکہ بعض وقت مستحب اور واجب بھی ہے اور بدعت سیئہ مکروہ تہنہبی یا مکروہ تحریمی یا حرام ہے۔ اس تقسیم کو ہم آئندہ بیان کریں گے۔ بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کی دلیل سنو۔ امد الممعات جلد اول باب الاعتصام زیر حدیث و کلم بدعتہ ضلالہ ہے۔ و آنچه موافق اصول و قواعد است و قیاس کردہ شدہ است آن را بدعت حسنہ گویند و آنچه مخالف آن باشد باعث ضلالت گویند۔ جو بدعت کہ اصول اور قوانین اور سنت کے موافق ہے اور اس سے قیاس کی ہوتی ہے۔ اس کو بدعت حسنہ کہتے ہیں اور جو اس کے خلاف ہے اس کو بدعت گمراہی کہتے ہیں۔

(امد الممعات باب الاعتصام الفصل الاول ج ۱ ص ۱۳۵ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

مشکوٰۃ باب العلم میں ہے۔

من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجر من عمل بها من م بعده من غیر ان ینقض من اجور هم شیئی و من سن فی الاسلام سنة سيئة فعليه وزر و وزر من عمل بها من غیر ان ینقض من اوزاهم شیئی۔

**ترجمہ:** جو کوئی اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرے اس کو اس کا ثواب ملے گا۔ اور اس کا بھی جو اس پر عمل کریں گے اور ان کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوگا اور جو شخص اسلام میں براطریقہ جاری کرے اس پر اس کا گناہ بھی ہے اور ان کا بھی جو اس پر عمل کریں اور ان کے گناہ بھی ہے اور ان کا بھی جو اس پر عمل کریں اور ان کے گناہ میں بھی کچھ کمی نہ ہوگی معلوم ہوا کہ اسلام میں کار خیر ایجاد کرنا ثواب کا باعث ہے۔ اور برے کام نکالنا گناہ کا موجب۔

(صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب الحدیث ج ۲ ص ۵۰۵ رقم الحدیث ۵۰۱۰۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن نسائی کتاب الزکوٰۃ باب التحریض علی الصدقہ ج ۵ ص ۷۰۷ رقم الحدیث ۲۵۵۳ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)، (سنن ابن ماجہ مقدمہ باب من سنہ حذیۃ اوسیدہ ج ۱ ص ۴۰ رقم الحدیث ۲۰۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند احمد ج ۳ ص ۳۵۹-۳۶۰ رقم الحدیث ۳۳۰۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

شامی کے مقدمہ میں فضائل امام ابو حنیفہ بیان فرماتے ہوئے کہتے ہیں۔

قال العلماء هذه احادیث من قواعد الاسلام وهو ان كل من ابتدع شیئاً من الشر كان علیه مثل وزر من افتدی به فی ذلك و كل من ابتدع شیئاً من الخير كان له مثل اجر كل من يعمل الی يوم القيمة۔

**ترجمہ:** علماء فرماتے ہیں کہ یہ حدیثیں اسلام کے قانون ہیں کہ جو شخص کوئی بدعت ایجاد کرے اس پر اس کام میں ساری پیروی کرنے

والوں کا گناہ ہے اور جو شخص اچھی بدعت نکالے اس کو قیامت تک کے سارے پیروی کرنے والوں کا ثواب ہے۔  
(رد المحتار علی در المختار ج ۱ ص ۳۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ اچھی بدعت ثواب ہے اور بری بدعت گناہ۔

بری بدعت وہ ہے جو سنت کے خلاف ہو۔ اس کی بھی دلیل ملاحظہ ہو۔ مشکوٰۃ باب الاعتصام میں ہے۔

من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فہو رد۔

**ترجمہ:** جو شخص ہمارے اس دین میں کوئی ایسی رائے نکالے جو کہ دین سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ الفصل الاول ص ۲۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

دین سے نہیں ہے کے معنی یہ ہیں کہ دین کے خلاف ہے۔ چنانچہ اشعۃ اللمعات میں اسی حدیث کی شرح میں ہے۔

ومراد جیزے است کہ مخالف ومغیر آن باشد۔

اس سے مراد وہ چیز ہے جو کہ دین کے خلاف یا دین کو بدلنے والی ہو۔ اسی مشکوٰۃ باب الاعتصام تیسری فصل میں ہے۔

ما احدث قوم بدعة الا رفع مثلها من السنة فتمسک بسنة خیر من احدث بدعة۔

**ترجمہ:** کوئی قوم بدعت ایجاد نہیں کرتی مگر اتنی سنت اٹھ جاتی ہے۔ لہذا سنت کو لیتا بدعت کے ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ الفصل الثالث ص ۳۱ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس کی شرح میں اشعۃ اللمعات میں ہے۔ وچوں احدث بدعت رافع سنت است ہمیں قیاس اقامت سنت قاطع بدعت خواہد بود۔

اور جب بدعت نکالنا سنت کو مٹانے والا ہے۔ تو سنت کو قائم کرنا بدعت کو مٹانے والے ہوگا۔

اس حدیث اور اس کی شرح سے یہ معلوم ہوا کہ بدعت سیرہ یعنی بری بدعت وہ ہے کہ جس سے سنت مٹ جاوے۔ اس کی مثالیں ہم

پہلے دے چکے ہیں۔ بدعت حسنا اور بدعت سیرہ کی پہچان خوب یاد رکھنا چاہیے کہ اسی جگہ دھوکا ہوتا ہے۔

## بدعت کی قسمیں اور ان کے احکام

یہ تو معلوم ہو چکا کہ بدعت دو طرح کی ہے۔ بدعت حسنا اور بدعت سیرہ۔ اب یاد رکھنا چاہیے کہ بدعت حسنا تین طرح کی ہے۔

**بدعت جائز..... بدعت مستحب..... بدعت واجب۔**

اور بدعت سیرہ دو طرح کی ہے۔ **بدعت مکروہ..... اور..... بدعت حرام۔**

اس تقسیم کی دلیل ملاحظہ ہو۔ مرقات باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں ہے۔

البدعة اما واجبة كتعلم النحو وتدوين اصول الفقه واما محرمة كمذهب الجبرية واما مندوبة كاحداث الروابط والمدارس وكل احسان لم يعهد في الصدر الاول وکالتراویح ای بالجماعة العامة واما مکروهة کذخرفة المسجد واما مباحة کالمصافحة عقیب الصبح والتوسع بلذیذ الماکل والمشارب۔

**ترجمہ:** بدعت یا تو واجب ہے جیسے علم نحو کا سیکھنا اور اصول فقہ کا جمع کرنا اور یا حرام ہے جیسے جبریت مذہب اور یا مستحب ہے۔ جیسے

مسافر خانوں اور مدرسوں کا ایجاد کرنا اور ہر وہ اچھی بات جو پہلے زمانہ میں نہ تھی اور جیسے عام جماعت سے تراویح پڑھنا اور یا مکروہ ہے جیسے

مسجدوں کو کفریہ زیارت دینا اور یا جائز ہے جیسے فجر کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا اور عمدہ عمدہ کھانوں اور شربتوں میں وسعت کرنا۔

(مرقات المفاتیح ج ۱ ص ۲۱۶ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

شامی جلد اول کتاب الصلوٰۃ باب الامامت میں ہے۔

ای صاحب بدعة محرمة والا فقد تكون واجبة كنصب الادلة وتعلم النحو و مندوبة كاحداث نحو رباط و مدرسة و كل احسان لم يكن في الصدر الاول مكروهة كزخرفة المسجد و مباحة كالوسع بلذیذ الماکل و المشارب و الثیاب كما فی شرح الجامع الصغیر۔

**ترجمہ:** یعنی حرام بدعت والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے ورنہ بدعت تو کبھی واجب ہوتی ہے جیسے کہ دلائل قائم کرنا اور علم نوحیکھنا اور کبھی مستحب جیسے مسافر خانہ اور مدرسے اور ہر وہ اچھی چیز جو کہ پہلے زمانہ میں نہ تھی ان کا ایجاد کرنا اور کبھی مکروہ جیسے کہ مسجدوں کی فخریہ زینت اور کبھی مباح جیسے عمدہ کھانے شربتوں اور کپڑوں میں وسعت کرنا اسی طرح جامع صغیر کی شرح میں ہے۔

(رد المحتار علی الدر المختار ج ۱ ص ۳۱۴ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

ان عبارات سے بدعت کی پانچ قسمیں بخوبی واضح ہوئیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ ہر بدعت حرام نہیں بلکہ بعض بدعتیں کبھی ضروری بھی ہوتی ہیں جیسے کہ علم فقہ و اصول فقہ قرآن کریم کا جمع کرنا یا قرآن کریم میں اعراب لگانا یا آج کل قرآن کریم کا چھاپنا اور دینی مدرسوں کے درس وغیرہ بنانا۔

## بدعت کی قسموں کی پہچانیں اور علامتیں

بدعت حسنہ اور سیرہ کی پہچان تو بتادی گئی کہ جو بدعت اسلام کے خلاف ہو یا کسی سنت کو مٹانے والی ہو۔ وہ بدعت سیرہ۔ اور جو ایسی نہ ہو۔ وہ بدعت حسنہ ہے۔ اب ان پانچ قسموں کی علامتیں معلوم کرو۔

**بدعت جائزہ:**۔ ہر وہ نیا کام جو شریعت میں منع نہ ہو۔ اور بغیر کسی نیت خیر کے کیا جاوے۔ جیسے چند کھانے کھانا وغیرہ۔ اس کا حوالہ مرقاۃ اور شامی میں گزر گیا۔ ان کاموں پر نہ ثواب نہ عذاب۔

**بدعت مستحبہ:**۔۔۔۔۔ وہ نیا کام جو شریعت میں منع نہ ہو اس کو عام مسلمان کا رٹو اب جانتے ہوں یا کوئی شخص اس کو نیت خیر سے کرے جیسے محفل میلاد شریف اور فاتحہ بزرگان کہ عام مسلمان اس کو کا رٹو اب جانتے ہیں۔ اس کو کرنے والا ثواب پاوے گا۔ اور نہ کرنے والا گنہگار نہیں ہوگا۔ دلائل ملاحظہ ہوں۔

مرقات باب الاعتصام میں ہے۔

وروی عن ابن مسعود ماراه المومنون حسنا فهو عند الله حسن۔

**ترجمہ:** حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس کام کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

(طبرانی کبریٰ ج ۹ ص ۱۱۲ رقم الحدیث ۸۵۸۳ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المومل)، (مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۹ رقم الحدیث ۳۶۰۰ مطبوعہ مکتبۃ الاسلامیہ بیروت)، (مسندک لشیخ ج ۳ ص ۸۳ رقم الحدیث ۳۳۶۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (البدل علی السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۱۱۳ مطبوعہ دارالافتاء للکتاب الاسلامیہ الکویت)، (مسند الطیالسی ج ۳ ص ۳۳ رقم الحدیث ۲۳۶ مطبوعہ دارالعرفہ بیروت)

وفي حديث مرفوع ولا تجمع امتی علی الضلالة۔

**ترجمہ:** اور حدیث مرفوع میں ہے کہ میری امت گمراہی پر متفق نہ ہوگی۔

(سنن الترمذی کتاب الفتن باب ما جاء فی لزوم الجماعة ج ۳ ص ۳۶۶ رقم الحدیث ۲۱۶۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسندک للکام ج ۱ ص ۳۰۱ رقم الحدیث ۳۹۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

مکتوۃ کے شروع میں ہے۔

انما الاعمال بالنیات وانما لامرء ما نوى۔

**ترجمہ:** اعمال کا دارنیت سے ہے اور انسان کے لئے وہی ہے جو نیت کرے۔

(صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۵۱۵ رقم الحدیث ۱۹۰۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الترمذی قال ابو یوسفی هذا حدیث حسن صحیح ج ۳ ص ۱۷۹ رقم الحدیث ۱۶۳۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد باب فیما معنی یہ المطلق والنیات ج ۲ ص ۲۱۲ رقم الحدیث ۲۲۰۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند الحمیدی ج ۱ ص ۱۶ رقم الحدیث ۲۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۲ ص ۱۱۳-۱۱۲ رقم الحدیث ۳۸۸-۳۸۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (صحیح ابن خذیمہ ج ۱ ص ۷۳ رقم الحدیث ۱۳۲ مکتب الاسلامی بیروت)، (حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۳۲ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)، (سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۴۱۳ رقم الحدیث ۳۲۲۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند طحاوی ص ۹ رقم الحدیث ۳۷ مطبوعہ دار العرفۃ بیروت)، (سنن نسائی ج ۶ ص ۱۵۸ رقم الحدیث ۳۳۳۳ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)، (کنز الخرار، المعروف بمسند ابو ارج اس ۳۸۰-۳۸۱ رقم الحدیث ۲۵۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورہ)، (المعنی لابن الجارود باب فی البیۃ فی الاعمال ص ۲۷ رقم الحدیث ۶۲ مطبوعہ موسسۃ الکتب الثقافیہ بیروت)، (مسند احمد ج ۱ ص ۲۵ رقم الحدیث ۱۶۸ مطبوعہ موسسۃ قرطبیہ مصر)، (سنن الکبریٰ للیمینی باب البیۃ فی الطہارۃ الحکمۃ ج ۱ ص ۳۱ رقم الحدیث ۱۸۱ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکتبۃ الکترمتہ)، (تاریخ بغداد ج ۶ ص ۱۵۳ رقم الحدیث ۳۱۹۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (السنن الصغری للیمینی ص ۱۸ رقم الحدیث ۱۸۱ مطبوعہ مکتبۃ الدار المدینۃ المنورہ)، (مسند الریج عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ص ۲۳ رقم الحدیث ۱۸۱ مطبوعہ دار الحکمۃ بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ عن ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ ج ۷ ص ۵۰۲ رقم الحدیث ۳۷۵۵۷-۳۷۵۵۸ مطبوعہ مکتبۃ الرشید الریاض)

در مختار جلد اول بحث مستحبات وضو میں ہے۔

و مستحبہ و هو ما فعلہ النبی علیہ السلام مرة و ترکہ اخری و ما احبہ السلف۔

**ترجمہ:** مستحب وہ کام ہے جو حضور علیہ السلام نے کبھی کیا ہو اور کبھی چھوڑا ہو اور وہ کام جسے گزشتہ مسلمان اچھا جانتے ہوں۔

(الدر مختار علی حاشیہ کشف الاستار بحث مستحبات وضو ص ۲۲ مطبوعہ مطبعہ مجتہبی لاہور)

شامی جلد پنجم بحث قربانی میں ہے۔

فان النیات تجعل العادات عبادات۔

**ترجمہ:** کیونکہ نیت خیر عادات کو عبادت بنادیتی ہے۔

(رد المحتار علی الدر المختار ج ۵ ص ۵ مطبوعہ مکتبۃ ماجدیہ کوئٹہ)

اسی طرح مرقاۃ بحث نیت میں بھی ہے۔

ان احادیث و فقہی عباراتوں سے معلوم ہوا کہ جو جائز کام نیت ثواب سے کیا جاوے یا مسلمان اس کو ثواب کا کام جانیں۔ وہ عند اللہ بھی کار ثواب ہے۔ مسلمان اللہ کے گواہ ہیں جس کے اچھے ہونے کی گواہی دیں وہ اچھا ہے اور جس کو برا کہیں وہ برا۔ گواہی کی نفیس بحث ہماری کتاب شان حبیب الرحمن میں دیکھو اور اس کتاب میں بھی عرس بزرگان کی بحث میں کچھ اس کا ذکر آویگا۔ انشاء اللہ۔

**بدعت واجبہ.....:** وہ نیا کام جو شرعاً منع نہ ہو اور اس یک چھوڑنے سے دین میں حرج واقع ہو۔ جیسے کہ قرآن کے اعراب اور دینی مدارس اور علم نحو وغیرہ پڑھنا اس کے حوالے گزر چکے۔

**بدعت مکروہہ.....:** وہ نیا کام جس سے کوئی سنت چھوٹ جاوے۔ اگر سنت غیر موکدہ چھوٹی تو یہ بدعت مکروہہ تشریف ہے۔ اور اگر سنت موکدہ چھوٹی تو یہ بدعت مکروہہ تحریمی۔ اس کی مثالیں اور حوالے گزر گئے۔

**بدعت حرام.....:** وہ نیا کام جس سے کوئی واجب۔ چھوٹ جاوے۔ یعنی واجب کو مٹانے والی ہو۔

در مختار باب الاذان (الدر مختار علی حاشیہ کشف الاستار باب الاذان ص ۶۲ مطبوعہ مطبعہ مجتہبی لاہور) میں ہے کہ بعد سلام کرنا ۸۱ھ میں ایجاد ہوا۔ لیکن وہ بدعت حسنہ ہے اس کے ماتحت شامی میں ہے کہ اذان جوق کے بارے میں فرماتے ہیں۔

ففيه دليل على انه غير مكروه لان المتوارث لا يكون مكروها وكذلك تقول في الاذان بين يدي الخطيب فيكون بدعة حسنة اذ ما راه المومنون حسنا فهو عند الله حسن۔

(رد المحتار علی الدر المختار ج ۱ ص ۶۸ مطبوعہ مکتبۃ رشیدیہ کوئٹہ)

اس سے معلوم ہوا کہ جو جائز کام مسلمانوں میں مروج ہو جائے باعث ثواب ہے۔

آؤ ہم آپ کو دکھائیں کہ اسلام کی کوئی عبادت حسنہ سے خالی نہیں۔ فہرست ملاحظہ ہو۔

**ایمان:-** مسلمان کے بچہ بچہ کو ایمان مجمل اور ایمان مفصل یاد کرایا جاتا ہے۔ ایمان کی یہ دو قسمیں اور ان کے یہ دونوں نام بدعت ہیں قرون ثلاثہ میں اس کا پتہ نہیں۔

**کلمہ:-** ہر مسلمان چھ کلمہ یاد کرتا ہے۔ یہ چھ کلمے ان کی تعداد ان کی ترکیب کہ یہ پہلا کلمہ ہے۔ یہ دوسرا اور ان کے یہ نام ہیں۔ سب بدعت ہیں۔ جن کا قرون ثلاثہ میں پتہ بھی نہیں تھا۔

**قرآن:-** قرآن شریف کے تیس پارہ بنانا۔ ان میں رکوع قائم کرنا۔ اس پر اعراب لگانا اس کی سنہری رو پہلی جلدی تیار کرنا۔ قرآن کو بلاک وغیرہ بنا کر چھاپنا سب بدعت ہیں۔ جن کا قرون ثلاثہ میں ذکر بھی نہ تھا۔

**حدیث:-** حدیث کو کتابی شکل میں جمع کرنا۔ حدیث کی اسناد بیان کرنا۔ اسناد پر جرح کرنا اور حدیث کی قسمیں بنانا کہ یہ صحیح ہے یہ حسن، یہ ضعیف، یہ معطل، یہ بدلس ان قسموں میں ترتیب دینا کہ اول نمبر صحیح ہے۔ دوم نمبر حسن سوم نمبر ضعیف۔ پھر ان کے احکام مقرر کرنا کہ حرام و حلال چیزیں حدیث صحیح سے ثابت ہوں گی۔ اور فضائل میں حدیث ضعیف بھی معتبر ہوگی۔ غرض کہ سارا فن حدیث ایسی بدعت ہے۔ جس کا قرون ثلاثہ میں ذکر بھی نہ تھا۔

**اصول حدیث:-** یہ فن بالکل بدعت ہے بلکہ اس کا تو نام بھی بدعت ہے اس کے سارے قاعدے قانون بدعت۔

**فقہ:** اس پر آج کل دین کا دار و مدار ہے۔ مگر یہ بھی از اول تا آخر بدعت ہے جس کا قرون ثلاثہ میں ذکر نہیں۔

**اصول فقہ و علم کلام:-** یہ علم بھی بالکل بدعت ہے ان کے قواعد و ضوابط سب بدعت۔

**نماز:-** نماز میں زبان سے نیت کرنا۔ بدعت جس کا ثبوت قرون ثلاثہ میں نہیں۔ رمضان میں بیس تراویح پڑھنا بدعت ہے خود امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نعمة البدعة هذه یہ بڑی اچھی بدعت ہے۔

**روزہ:-** روزہ اظہار کرتے وقت زبان سے دعا کرنا۔ اللهم لك صمت الخ اور سحری کے وقت دعا مانگنا کہ اللهم بالصوم لك غذا نویت بدعت ہے۔

**زکوٰۃ:-** زکوٰۃ میں موجود سکہ رائج الوقت ادا کرنا بدعت ہے قرون ثلاثہ میں یہ تصویر والے سکے نہ تھے نہ ان سے زکوٰۃ جیسی عبادات ادا ہوتی تھی۔ موجودہ سکے سے غلوں سے فطرانہ نکالنا یہ سب بدعت ہیں۔

**حج:-** ریل گاڑیوں لاریوں موٹروں ہوائی جہازوں کے ذریعہ حج کرنا۔ موٹروں میں عرفات شریف جانا بدعت ہے اس زمانہ پاک میں نہ یہ سواریاں تھیں نہ ان کے ذریعہ حج ہوتا تھا۔

**طریقت:-** طریقت کے قریباً سارے مشاغل اور تصوف کے قریباً سارے مسائل بدعت ہیں مراقبہ چلے پاس انفاس تصور شیخ ذکر کے اقسام سب بدعت ہیں۔ جن کا قرون ثلاثہ میں کہیں پتہ نہیں چلتا۔

**چار سلسلے:-** شریعت و طریقت دونوں کے چار چار سلسلے یعنی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اسی طرح قادری، چشتی، نقشبندی، کوئی صحابی تابعی حنفی قادری نہ ہوئے۔

اب دیوبندی بتائیں کہ بدعت سے بچکر وہ دینی حیثیت سے زندہ بھی رہ سکتے ہیں؟ جب ایمان اور کلمہ میں بدعات داخل ہیں۔ تو

بدعت سے چھٹکارا کیسا؟

**دنیاوی چیزیں:-** آج کل دنیا میں وہ وہ چیزیں ایجاد ہو گئی ہیں۔ جن کا خیر القرون میں نام و نشان بھی نہ تھا اور جن کے بغیر اب دنیاوی زندگی مشکل ہے۔ ہر شخص ان کے استعمال پر مجبور ہے۔ ریل موٹر ہو ان کی جہاز سمندری جہاز تا نگہ کھوڑا گاڑی پھر خط لغافہ تار ٹیلیفون ریڈیو لاؤڈ سپیکر وغیرہ یہ تمام چیزیں اور ان کا استعمال بدعت ہے اور انہیں ہر جماعت کے لوگ بلا تکلف استعمال کرتے ہیں۔ بولو دیوبندی، وہابی بغیر بدعات حسنہ کے دنیاوی زندگی گزار سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

لطیفہ:- ایک مولوی صاحب کسی شخص کا نکاح پڑھانے گئے۔ دولہا کے پھولوں کا سہرا بندھا ہوا تھا۔ جاتے ہی بولے یہ سہرا بدعت ہے شرک ہے حرام ہے نہ حضور نہ باندھانہ صحابہ کرام نے نہ تابعین نے نہ تبع تابعین نے بتاؤ کونسی کتاب میں لکھا ہے کہ سہرا باندھ لوگوں نے سہرا اکھول دیا جب نکاح پڑھا چکے تو دولہا کے باپ نے دس روپیہ کا نوٹ دیا۔ مولوی صاحب نوٹ جیب میں ڈال رہے تھے کہ دولہا نے ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ مولوی صاحب نکاح پڑھا کر روپیہ لینا بدعت ہے حرام ہے۔ شرک ہے۔ نہ حضور نے لئے نہ صحابہ نے نہ تابعین نے نہ تبع تابعین نے۔ بتاؤ کہاں لکھا ہے کہ نکاح کی فیس لو مولوی صاحب بولے یہ تو خوشی کے پیسے ہیں۔ دولہا نے کہا کہ سہرا بھی خوشی کا تھا۔ غم کا نہ تھا۔ مولوی صاحب شرم سے ڈوب گئے۔ یہ ہے ان بزرگوں کی بدعت۔

## دوسرا باب

اس تعریف اور تقسیم پر اعتراضات و جوابات میں

ہم نے بدعت عملی کی یہ تعریف کی ہے کہ جو کام دینی یا دنیاوی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کے بعد ایجاد ہو وہ بدعت ہے خواہ زمانہ صحابہ کرام میں ہو یا اس کے بعد اس پر وہ مشہور اعتراض ہیں۔

**اعتراض (۱).....:-** بدعت صرف اس دینی کام کو کہیں گے کہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد ایجاد ہو۔ دنیاوی نئے کام بدعت نہیں۔ لہذا محفل میلاد وغیرہ تو بدعت ہیں اور تار ٹیلیفون ریل گاڑی کی سواری بدعت نہیں کیونکہ حدیث میں آیا ہے۔ من احدث فی امرنا هذا ما لیس منہ فهو رد جو شخص ہمارے دین میں کوئی بات نکالے وہ مردود ہے امرنا سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیاوی ایجادات بدعت نہیں اور دینی بدعت کوئی بھی حسنہ نہیں سب حرام ہیں۔ کیونکہ حدیث میں ان سب کو کہا گیا کہ وہ مردود ہے۔

**جواب:-** دینی کام کی قید لگانا محض اپنی طرف سے ہے احادیث صحیحہ اور اقوال علماء اور محدثین کے خلاف ہے۔ حدیث میں ہے کل محدث بدعة (مشکوٰۃ باب الاعتصام الفصل الاول ص ۲۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی) ہر نیا کام بدعت ہے اس میں دینی یا دنیاوی کی قید نہیں۔ نیز ہم اجماع الملتعات اور مرقاۃ کی عبارتیں نقل کر چکے ہیں اس میں دینی کام کی قید نہیں لگائی۔ نیز ہم پہلے باب میں مرقاۃ اور شامی کی عبارتیں دکھا چکے کہ انہوں نے عمدہ کھانے اچھے کپڑے بدعت جائزہ میں داخل کئے ہیں۔ یہ کام دنیاوی ہیں۔ مگر بدعت میں ان کو شمار کیا لہذا یہ قید لگانا غلط ہے۔ اگر مان بھی لیا جاوے کہ بدعت میں دینی کام کی قید ہے تو دینی کام اسی کو تو کہتے ہیں جس پر ثواب ملے۔ مستحبات، نوافل، واجبات، فرائض سب دینی کام ہیں کہ اس کو آدمی ثواب کے لئے کرتا ہے اور دنیا کا کوئی بھی کام نیت خیر سے کیا جاوے اس پر ثواب ملتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ مسلمان سے خندہ پیشانی سے ملنا صدقہ کا ثواب رکھتا ہے۔ اپنے بچوں کو پالنا نیت خیر سے ہو تو ثواب ہے۔ حبسی اللقمتہ، تروفعہا فی امراء تک یہاں تک کہ جو لقمہ اپنی زوجہ کے منہ میں دے وہ بھی ثواب۔ لہذا مسلمان کا ہر دنیاوی کام دینی ہے۔

اب بتاؤ کہ نیت خیر سے پلاؤ کھانا بدعت ہے یا نہیں؟ نیز دینی کام کی قید لگانا آپ کے لئے کوئی مفید نہیں۔ کیونکہ دیوبند کا مدرسہ وہاں کا نصاب دورہ حدیث تنخواہ لے کر مدرسین کا پڑھانا امتحان اور تعطیلات کا ہونا آج قرآن پاک میں اعراب لگانا قرآن و بخاری چھاپنا مصیبت کے وقت ختم بخاری کرنا جیسا کہ دیوبند میں پندرہ روپیہ لے کر کرایا جاتا ہے بلکہ سارا فن حدیث بلکہ خود احادیث کو کتابی شکل میں جمع کرنا بلکہ خود قرآن کو کاغذ پر جمع کرنا۔ اس میں رکوع بنانا۔ اس کے تیس سیپارے کرنا وغیرہ وغیرہ سب ہی دینی کام ہیں اور بدعت ہیں۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ان سے کوئی کام نہ ہوا تھا۔ بولو یہ حرام ہیں یا حلال؟ پچارے محفل میلاد شریف اور فاتحہ نے ہی کیا قصور کیا ہے جو صرف وہ تو اس لئے حرام ہوں کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں نہ تھا اور اوپر ذکر کئے ہوئے سب کام حلال۔

ہم نے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو اپنے مناظرہ میں کہا تھا کہ آپ حضرات چار چیزوں کی صحیح تعریف کر دیں۔ جس پر کوئی اعتراض نہ ہو جامع مانع ہو۔ تو جس قدر چاہیں ہم سے انعام لیں بدعت شرک دین عبادت اور اب بھی اپنے رب بھروسہ پر کہتے ہیں کہ دنیا کا کوئی دیوبندی کوئی غیر مقلد اور کوئی شرک و بدعت کی رٹ لگانے والا ان چار چیزوں کی تعریف ایسی نہیں کر سکتا جس سے اس کا مذہب بچ جاوے۔ آج بھی ہر دیوبندی اور ہر غیر مقلد کو اعلان عام ہے کہ ان کی ایسی صحیح تعریف کرو جس سے محفل میلاد حرام ہو۔ اور رسالہ قائم اور پرچہ اہل حدیث حلال اور اولیاء اللہ سے مدد مانگنا شرک ہو اور پولیس وغیرہ سے استمداد عین اسلام اور کہہ دیتے ہیں کہ انشاء اللہ یہ تعریفیں نہ ہوسکتیں گی۔ لہذا چاہیے کہ اپنے اس بے اصولے مذہب سے توبہ کریں اور اہل سنت والجماعت میں داخل ہوں اللہ الموفق۔ وہ حدیث جو آپ نے پیش کی۔ اس کے متعلق ہم عرض کر چکے ہیں یا تو ماسے مراد عقائد ہیں کہ دین کا عام اطلاق عقائد پر ہوتا ہے اور اگر مراد اعمال بھی ہوں تو پولیس منہ سے مراد وہ اہل ہیں۔ جو خلاف سنت یا خلاف دیں ہوں ہم اس کے حوالہ بھی پیش کر چکے ہیں۔

یہ کہنا کہ ہر بدعت حرام ہوتی ہے بدعت حسنہ کوئی چیز ہی نہیں یہ اس حدیث کے خلاف ہے جو پیش کی جا چکی کہ اسلام میں جو نیک کام ایجاد کرے وہ ثواب کا مستحق ہے اور جو برا کام ایجاد کرے وہ عذاب کا۔ نیز ثامی اشعہ الممغات اور مرقاۃ کی عبارات پیش کی جا چکی ہیں کہ بدعت پانچ قسم کی ہے جائز واجب مستحب مکروہ اور حرام۔ اور اگر مان بھی لیا جاوے کہ ہر بدعت حرام ہے تو مدارس وغیرہ کو ختم کر دو کہ یہ بھی حرام ہیں۔ نیز مسائل فقہیہ اور اشغال صوفیہ جو خیر القرون کے بعد ایجاد ہوئے تمام حرام ہو جائیں گے۔ شریعت کے چار سلسلے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور طریقت کے چار سلسلے قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی یہ تمام ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بلکہ صحابہ کرام کے بعد ایجاد ہوئے پھر ان کے مسائل اجتہادیہ اور اعمال وظیفہ مراقبہ چلے وغیرہ سب بعد کی ایجاد ہیں اور سب لوگ ان کو دین کا کام سمجھ کر ہی کرتے ہیں چھ کلمہ، ایمان، جمل، و مفصل قرآن کے تیس پارے حدیث کی قسمیں اور ان کے احکام کہ یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف یہ حسن ہے یا معطل وغیرہ عربی مدارس کے نصاب جلسہ دستار بندی سند لینا پگڑی بندھوانا ان چیزوں کا کہیں قرآن و حدیث میں نام بھی نہیں۔ کوئی دیوبندی وہابی ان چیزوں کو تو کیا ان کے نام بھی کسی حدیث میں نہیں دیکھا سکتا۔ پھر حدیث کی اسناد اور راویوں پر مروجہ جرح خیر القرون سے ثابت نہیں کر سکتا غرض کہ شریعت و طریقت کا کوئی عمل ایسا نہیں جس میں بدعت شامل نہ ہو۔

مولوی اسماعیل صاحب صراط مستقیم صفحہ ۷ پر فرماتے ہیں۔ نیز اکابر طریقت نے اگرچہ اذکار و مراقبات و ریاضات و عبادات کی تعین میں جو راہ دلایت کے مبادی ہیں کوشش کی ہے لیکن حکم ہر بخن وقتی و ہر نکتہ مقامی دارد۔ ہر ہر وقت کے مناسب اشغال صوفیاء کی ایجاد ہے اور ہر زمانہ میں نئے نئے ہوتے رہتے ہیں جائز ہیں۔ بلکہ راہ سلوک ان ہی سے طے ہوتی ہے کہ اب وہ قاعدہ کہاں گیا کہ ہر نئی چیز حرام ہے؟ ماننا پڑے گا کہ جو کام خلاف سنت ہو وہ برا ہے باقی عمدہ اور اچھا۔



**اعتراض (۲).....:** مخالفین یہ بھی کہتے ہیں کہ جو کام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یا صحابہ کرام یا تابعین یا تبع تابعین کے زمانہ میں سے کسی زمانہ میں ایجاد ہونا چاہے وہ بدعت نہیں۔ ان زمانوں کے بعد جو کام ایجاد ہوگا وہ بدعت ہے اور وہ کوئی بھی جائز نہیں۔ سب حرام ہیں۔ یعنی صحابہ کرام اور تابعین و تبع تابعین کی ایجادات سنت ہیں۔ اس لئے کہ مشکوٰۃ باب الاعتصام میں ہے۔

(۱) فَعَلَيْكُمْ بَسَنَتِي وَسَنَةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَغَضُوا عَلَيْهَا بِالْأَوَّلِ

**ترجمہ:** تم پر لازم ہے میری سنت اور ہدایت والے خلفائے راشدین کی سنت کہ اس کو دانت سے مضبوط پکڑ لو۔

(سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۵۰-۱۶۱ رقم الحدیث ۳۳-۳۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (جامع الترمذی جلد ۲ ص ۹۲ مطبوعہ مکتبہ اکرمیہ پشاور)، (سنن ابی داؤد ج ۳ ص ۲۰۰ رقم الحدیث ۴۶۰۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام امام محبت الدین طبری ج ۱ ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۳۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۱۲۶-۱۲۷ رقم الحدیث ۱۲۷۵-۱۲۷۶ مطبوعہ موسسۃ قرطبیہ مصر)، (مسند الامام الطحاوی ج ۶ ص ۶۲ رقم الحدیث ۵۵۳۵ مطبوعہ مکتبہ الحرمین للنشر والتوزیع دہلی)، (سنن الکبریٰ فی ۱۰ جلد ص ۱۱۳ مطبوعہ دار الباز مکتبہ المکرمۃ)، (شعب الایمان جلد ۶ ص ۶۷ رقم الحدیث ۵۱۶-۵۱۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جامع السانید وأسنن ابن کثیر ج ۹ ص ۲۳۰-۲۳۱ رقم الحدیث ۶۳۷-۶۳۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (کتاب الاعتقاد والحدیث الی تفسیر الرشاد امام سیوطی ص ۲۲۹ مطبوعہ دار الآفاق الجدیدۃ بیروت)، (دلائل النبیۃ امام سیوطی ج ۶ ص ۵۳۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح السنۃ امام بیہقی ج ۱ ص ۱۸۱ رقم الحدیث ۱۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (السنۃ محمد بن نصر المروزی ص ۲۶-۲۷ رقم الحدیث ۶۹ مطبوعہ موسسۃ الکتب الثقافیہ بیروت)، (صحیح ابن حبان جلد ۱ ص ۱۷۸-۱۷۹ رقم الحدیث ۵ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر امام ابن عساکر ج ۲۱ ص ۱۳۷-۱۳۸ رقم الحدیث ۸۷۱-۸۷۲-۸۷۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (السنۃ المستخرج علی الصحیح امام مسلم امام ابو نعیم جلد ۱ ص ۳۵-۳۶ رقم الحدیث ۳۷۵-۳۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء جلد ۵ ص ۲۲۰ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (سنن دارینی جلد ۱ ص ۵۷ رقم الحدیث ۹۵ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (مسند الشافعی امام طبرانی جلد ۱ ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۳۳۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (انجم الکبیر امام طبرانی جلد ۱ ص ۱۸ رقم الحدیث ۶۳۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (دلائل النبیۃ امام بیہقی جلد ۱ ص ۲۹-۳۰ رقم الحدیث ۵۹۳۵-۵۹۳۶ مطبوعہ مکتبۃ الاسلامیہ بیروت)، (سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۵۰۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (السنن الواردة فی الفتن جلد ۲ ص ۳۷۵ رقم الحدیث ۲۳ مطبوعہ دار العاصمۃ الریاض)، (اعتقاد اہل السنۃ والجماعہ ج ۱ ص ۲۲ مطبوعہ دار طریقہ الریاض)، (فتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر للشیخانی ج ۱ ص ۲۵۷ رقم الحدیث ۷۷۷-۷۷۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الموسوعات الکبریٰ ص ۲۱۰ رقم الحدیث ۸۲۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس حدیث میں خلفائے راشدین کے کاموں کو سنت کہا گیا۔ اس کو پکڑنے کی تاکید فرمائی گئی جس سے معلوم ہوا کہ ان کی ایجادات بدعت نہیں۔

(۲) مشکوٰۃ باب فضائل الصحابہ میں ہے۔

خیر امتی قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم ثم ان بعد ذلك قوما یشہدون ولا یشہدون ویخونون ولا یؤمنون۔

**ترجمہ:** میری امت میں بہتر گروہ میرا گروہ ہے پھر وہ جو ان کے متصل ہیں پھر وہ جو ان کے متصل ہیں پھر اس کے بعد ایک قوم ہوگی جو بغیر گواہ بنائے ہوئے گواہی دیتی پھر گئی اور جو خیانت کریں گے۔ امین نہ ہوں گے۔

(مشکوٰۃ المسابیح باب مناقب الصحابہ الفضل الاول ص ۵۵۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۹۱ رقم الحدیث ۲۳۶۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (نیل الاوطار ج ۹ ص ۲۰۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱ ص ۱۵۳ رقم الحدیث ۶۷۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (سنن الترمذی کتاب الفتن باب مجاہدۃ الفتن فی القرن الثالث ج ۳ ص ۵۰۰ رقم الحدیث ۲۲۲۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربیہ بیروت)، (طبری الکبیر ج ۲۳ ص ۲۵۸ رقم الحدیث ۲۵۸ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (الآحاد والاشیاء للشیخانی ج ۵ ص ۳۷ رقم الحدیث ۳۱۶۹ مطبوعہ دار الرایۃ سعودیہ عرب ریاض)، (الاصابۃ فی تمیز الصحابہ ج ۲ ص ۵۵۹ رقم الحدیث ۱۰۹ مطبوعہ دار النجیل بیروت)، (مجمع الزوائد وفتح الباری ج ۱ ص ۱۹ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (طبرانی الاوسط ج ۳ ص ۳۲۹ رقم الحدیث ۳۲۹ مطبوعہ دار الحرمین القاہرۃ)، (حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۷۲ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (البحر الخار العرف بسند ابی ارج ص ۲۰۸-۲۰۹ رقم الحدیث ۳۲۶-۳۲۷-۳۲۸ ص ۳۲۳ رقم الحدیث ۳۲۸ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۲۸۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۱۸۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (کنز العمال ج ۱ ص ۵۲۶-۵۲۷ رقم الحدیث ۳۲۳۳۰-۳۲۳۳۱-۳۲۳۳۲-۳۲۳۳۳-۳۲۳۳۴-۳۲۳۳۵-۳۲۳۳۶-۳۲۳۳۷-۳۲۳۳۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (طبرانی صغیر باب من اسماہم ج ۱ ص ۳۸ باب من اسماہم ص ۸۹ باب الحاء من اسماہم ص ۱۲۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الریاض النضرۃ فی مناقب اشترۃ ج ۱ ص ۱۸۹ مطبوعہ دار الغرب الاسلامی بیروت)، (الاحادیث الخارۃ وقال اسنادہ صحیح ج ۱ ص ۳۹۱-۳۹۲ رقم الحدیث ۲۷۱-۲۷۲ مطبوعہ مکتبۃ المنہج الحدیثہ مکہ مکرمہ)، (مسند ابن جلد ۱ ص ۱۹۶ رقم الحدیث ۱۲۸۹

مطبوعہ موسسۃ تادیر بیروت)، (الآحاد والشائی ومن ذکر بعد بن مہر ج ۲ ص ۲۷۷ رقم الحدیث ۲۶ مطبوعہ دار الریاض)، (تجم الصحابہ ج ۱ ص ۱۵۳ رقم ۱۲۳ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الارثیہ المدیہ المنورہ)، (مفہومہ الصفوۃ لابن جوزی ج ۲ ص ۶۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر اندر ج ۱ ص ۳۶۶ رقم الحدیث ۳۰۳۶۔ ۳۰۳۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر للسیوطی ج ۲ ص ۲۰۰ رقم الحدیث ۸۵۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تجم الکبیر طبرانی ج ۲ ص ۲۸۵ رقم الحدیث ۲۱۸۷۔ ۲۱۸۸ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والادب الموصول)، (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ج ۲ ص ۹۹ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (سنن ابوداؤد کتاب النذہ باب فی فضل اصحاب رسول اللہ ﷺ ج ۳ ص ۲۱۲ رقم الحدیث ۶۵۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند الحارث ذوالعاشی کتاب الناقب باب ای القرون خیر ج ۲ ص ۹۴ رقم الحدیث ۱۰۳۶ مطبوعہ مرکز خدمۃ السنۃ والسموۃ المدیہ المنورہ)، (مسند الروایان ج ۱ ص ۸۹ رقم الحدیث ۵۴ مطبوعہ موسسۃ قرطبہ مصر)، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۷۸ رقم الحدیث ۱۲۳۶۳ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ تین زمانہ خیر ہیں صحابہ کرام کا تابعین کا تبع تابعین کا اور پھر شر اور خیر کا زمانہ میں جو پیدا ہو وہ خیر یعنی سنت ہے اور شر زمانہ میں جو پیدا ہو وہ شر یعنی بدعت ہے۔ نیز مشکوٰۃ باب الاعتصام میں ہے۔

(۳) تفتقر امتی علی ثلث وسبعین ملة کلهم فی النار الا واحدة قالوا من هی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی۔

**ترجمہ:** میری امت کے تہتر فرقے ہو جائیں گے ایک کے سوا سب جہنمی ہیں۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ ایک کون ہے؟ فرمایا جس پر ہم اور ہمارے صحابہ ہیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والایہ الفصل الثانی ص ۳۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (ص ۳۰)، (خصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۳۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الہدی والرشاد ج ۱ ص ۱۶۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج ۳ ص ۱۵۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الانفا جریف حقوق المصطفیٰ ج ۱ ص ۲۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جامع الترمذی ص ۳۷۸۔ ۳۷۹ مطبوعہ نور محمد تجارت کتب خانہ کراچی)، (سنن ابن ماجہ ص ۲۸۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (سنن الدارمی ج ۲ ص ۱۵۸ مطبوعہ نشر الملتان)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر اندر ج ۱ ص ۷۸ رقم الحدیث ۱۲۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طہرانی صغیر باب من اسمہ عیسیٰ ج ۱ ص ۲۵۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تفسیر الطبرانی ج ۳ ص ۲۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی بیروی جنت کا راستہ ہے اس لئے ان کے ایجادات کو بدعت نہیں کہہ سکتے۔ مشکوٰۃ باب فضائل الصحابہ میں ہے۔

(۴) اصحابی کالنجوم فبابہم اقتدیتم اہتدیتم۔

**ترجمہ:** میرے صحابہ تاروں کی طرح ہیں تم جس کے پیچھے ہو لو ہدایت پالو گے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب الصحابہ الفصل الثالث ص ۵۵۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (اکامل فی شفاء الرجال ج ۲ ص ۳۷۷ رقم ۵۰۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند عبد بن حمید ص ۲۵۰ رقم الحدیث ۸۳ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ القاہرہ)، (الاعتقاد صحیح ص ۳۱۹ مطبوعہ دار الآفاق الجدیدۃ بیروت)

اس سے بھی یہ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی بیروی باعث نجات ہے لہذا ان کے ایجاد کردہ کام بدعت نہیں۔ کیونکہ بدعت تو گمراہ کن ہے۔

**جواب:-** یہ سوال بھی محض دھوکا ہے اس لئے کہ ہم نے مرقاۃ اور اشعۃ اللمعات کے حوالہ سے ثابت کیا ہے کہ بدعت وہ کام ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد پیدا ہو۔ اس میں صحابہ کرام و تابعین کا ذکر نہیں۔ نیز اس لئے کہ مشکوٰۃ باب قیام شہر رمضان میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں تراویح کی باقاعدہ جماعت کا حکم دیا پھر تراویح کی جماعت دیکھ کر فرمایا۔

نعمت البدعة هذه۔

**ترجمہ:** یہ تو بڑی اچھی بدعت ہے۔

(مؤطا امام مالک کتاب الصلاۃ باب ما جاء فی قیام رمضان ج ۱ ص ۱۱۱ رقم الحدیث ۲۵۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربیہ بیروت)، (بخاری شریف کتاب ملاۃ التراویح باب فضل من قام رمضان ج ۲ ص ۷۰ رقم الحدیث ۱۹۰۶ مطبوعہ)، (صحیح ابن خلد ج ۲ ص ۱۵۵ رقم الحدیث ۱۵۵ مطبوعہ مکتبۃ الاسلامیہ بیروت)، (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۵۸ رقم الحدیث ۷۷۳ مطبوعہ مکتبۃ الاسلامیہ بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۳۹۳ رقم الحدیث ۳۳۷۸ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکتبۃ المکتبۃ)، (شعب الایمان للسیوطی ج ۳ ص ۷۷ رقم الحدیث ۳۲۶۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مبارک فعل کو بدعت حسنہ فرمایا۔ اور ترمذی ابن ماجہ نسائی مشکوٰۃ شریف باب القلوب میں حضرت ابومالک انجلی سے روایت فرماتے ہیں میں نے اپنے والد سے نماز فجر میں قنوت نازلہ کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا ای محدث۔ بیٹے یہ بدعت ہے دیکھو زمانہ صحابہ کی چیز کو آپ بدعت سیئہ کہہ رہے ہیں۔ اگر زمانہ صحابہ کی ایجادات بدعت نہیں ہوتیں تو تراویح بدعت حسنہ کیوں ہوتی اور قنوت نازلہ بدعت سیئہ کیوں ٹھہری۔ وہ زمانہ تو بدعت کا ہے ہی نہیں۔ تیسرے اس لئے کہ پہلے باب میں بحوالہ مرقات گزر چکا ہے کہ تراویح کی جماعت بدعت مستحبہ ہے یعنی تراویح سنت اور اس کی باقاعدہ پابندی سے۔ جماعت بدعت حسنہ انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فعل کو بدعت میں داخل کیا۔ چوتھے اس لئے کہ بخاری جلد دوم کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن میں ہے کہ حضرت صدیق نے حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہما کو قرآن پاک جمع کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے عرض کیا کہ:

كيف تفعلون شيئا لم يفعله رسول الله ﷺ قال هو خير۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر باب قولہ لقد جاءكم رسول م ۳ ص ۷۲۰ رقم الحدیث ۳۴۰۲ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)۔ (سنن الترمذی کتاب التفسیر باب من سورۃ التوبۃ ج ۵ ص ۲۸۳ رقم الحدیث ۳۱۰۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)۔ (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۵ ص ۷ رقم الحدیث ۲۲۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

آپ وہ کام کیوں کرتے ہیں۔ جو حضور علیہ السلام نے نہ کیا صدیق نے نہ فرمایا کہ یہ کام اچھا ہے حضرت زید ابن ثابت نے بارگاہ صدیقی رضی اللہ عنہما میں یہی عرض کیا کہ قرآن کا جمع کرنا بدعت ہے آپ بدعت کیوں ایجاد کر رہے ہیں۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ بدعت تو ہے مگر حسنہ ہے یعنی اچھی ہے جس سے پتہ لگا کہ فعل صحابہ کرام بدعت حسنہ ہے مخالفین کے دلائل کے جوابات حسب ذیل ہیں۔

(۵) لعلکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين۔

**ترجمہ:** خلفاء راشدین کی اقوال وافعال کو لغوی معنی سی سنت فرمایا گیا۔

(سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۵-۱۶ رقم الحدیث ۳۳-۳۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)۔ (جامع الترمذی جلد ۲ ص ۹۲ مطبوعہ مکتبہ اکرمیہ پشاور)۔ (سنن ابی داؤد ج ۳ ص ۳۰۰ رقم الحدیث ۳۶۰۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)۔ (غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام امام محبت الدین طبری ج ۱ ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۳۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)۔ (مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۱۲۶-۱۲۷ رقم الحدیث ۱۷۷۵-۱۷۷۶ مطبوعہ مؤسسة قرطبیہ مصر)۔ (مسند الامام الطحاوی ج ۶ ص ۱۶۲ رقم الحدیث ۵۵۳۵ مطبوعہ مکتبۃ الحرمین للنشر والتوزیع دبی)۔ (سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۱ ص ۱۱۳ مطبوعہ دار الباز مکتبۃ الکثرۃ)۔ (شعب الایمان جلد ۶ ص ۶۷ رقم الحدیث ۵۵۱۵-۵۵۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)۔ (جامع المسانید ولسن ابن کثیر ج ۹ ص ۳۳۰-۳۳۱ رقم الحدیث ۶۳۷۴-۶۳۷۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)۔ (کتاب الاعتقاد والحمد لیلۃ الی تمیل الرشاد امام بیہقی ج ۲ ص ۲۲۹ مطبوعہ دار الآفاق الجدیدۃ بیروت)۔ (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۵۳۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)۔ (شرح السنۃ امام بنو ج ۱ ص ۱۸۱ رقم الحدیث ۱۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)۔ (السنۃ لمحمد بن نصر المروزی ج ۱ ص ۲۶-۲۷ رقم الحدیث ۶۹ مطبوعہ مؤسسة الکتب الثقافیہ بیروت)۔ (صحیح ابن حبان جلد ۱ ص ۷۸-۷۹ رقم الحدیث ۵۵ مطبوعہ مؤسسة الرسالۃ بیروت)۔ (تاریخ دمشق الکبیر امام ابن عساکر ج ۲ ص ۱۳۷-۱۳۸ رقم الحدیث ۸۷۱-۸۷۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)۔ (المسند المستخرج علی صحیح الامام مسلم امام ابو نعیم جلد ۱ ص ۳۷۳-۳۷۴ رقم الحدیث ۳۷۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)۔ (حلیۃ الاولیاء جلد ۵ ص ۲۲۰ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)۔ (سنن دارمی جلد ۱ ص ۷۵ رقم الحدیث ۹۵ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)۔ (مسند الشامیین امام طبرانی جلد ۱ ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۳۳۷ مطبوعہ مؤسسة الرسالۃ بیروت)۔ (انجم الکبیر امام طبرانی جلد ۱ ص ۱۸ رقم الحدیث ۲۵۷ رقم الحدیث ۶۳۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)۔ (واہب الی عام فی السنۃ جلد ۱ ص ۳۰-۳۱ رقم الحدیث ۵۹۲۵۳ مطبوعہ مکتبۃ الاسلامی بیروت)۔ (سیر اعلام النبلا ج ۳ ص ۵۰۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)۔ (السنن الوارده فی المثنی جلد ۲ ص ۳۷۵ رقم الحدیث ۱۲۳ مطبوعہ دار العاصمۃ ریاض)۔ (اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ ج ۲ ص ۲۲ مطبوعہ دارطیبۃ ریاض)۔ (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر للنہانی ج ۱ ص ۲۵۷ رقم الحدیث ۷۷۹-۷۸۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)۔ (الموضوعات الکبریٰ ص ۲۱۰ رقم الحدیث ۸۲۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

یعنی اے مسلمانوں تم میرے اور میرے خلفاء کے طریقوں کو اختیار کرو جیسے کہ ہم پہلے باب میں حدیث نقل کر چکے ہیں۔

من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها اور من سن فی الاسلام سنة سيئة

اس حدیث میں سنت بمعنی طریقہ ہے قرآن کریم فرماتا ہے۔

سنة من قد ارسلنا قبلك من رسلنا ولا تجد لسننتنا تحويلا

(پارہ ۱۵ سورہ ۱۷ آیت نمبر ۷۷)

نیز فرماتا ہے

سنة الله التي قد خلت ان آيات اور حدیث میں سنت سے مراد سنت شرعیہ بدعت کے مقابل نہیں۔ بلکہ بمعنی طریقہ ہے سنت الہیہ اللہ کا طریقہ۔ سنت انبیاء نبیوں کا طریقہ وغیرہ۔

اسی حدیث فعلیکم بسنتی کے ماتحت ائمة الممعات میں ہے

و بحقیقت سنت خلفائے راشدین همان سنت پیغمبر است کہ در زبان آنحضرت علیہ السلام شہرت نیافتہ بود و در زمان ایشان مشہور و مضاف بہ ایشان شد۔

خلفائے راشدین کی سنت حقیقۃ سنت نبوی ہے جو حضور علیہ السلام کے زمانہ میں مشہور نہ ہوئی۔ ان حضرات کے زمانہ میں مشہور ہو گئی اور ان کی طرف منسوب ہو گئی اس سے معلوم ہوا کہ سنت خلفاء اس کو کہتے ہیں اصل میں سنت رسول اللہ ہو مگر اس کو مسلمانوں میں رائج کرنے والے خلفاء راشدین ہوں پانچویں اس لئے کہ محدثین اور فقہاء فرماتے ہیں کہ خلفائے راشدین کے حکم سنت سے ملحق ہیں یعنی سنت تو نہیں۔ سنت سے الحاق کئے ہوئے ہیں اگر ان حضرات کے ایجاد فرمودہ کام سنت ہی ہوتے تو الحاق کے کیا معنی۔ نور الانوار کے شروع میں ہے۔ و قول الصحبی فیما یعقل ملحق بالقیاس و فیما لا یعقل فملحق بالسنة صحابی کا فرمان عظمیٰ باتوں سے تو قیاس سے ملحق ہے اور غیر عقلی باتوں میں سنت سے ملحق ہے۔ اگر صحابی کا ہر قول و فعل سنت ہے تو قیاس اور سنت سے الحاق کے کیا معنی؟ ائمة الممعات زیر حدیث فعلیکم بسنتی ہے۔

پس ہرچہ خلفائے راشدین ہذاں حکم کردہ باشد۔ اگرچہ باجتهاد و قیاس ایشان بود موافق سنت نبوی است اطلاق بدعت بر آن نتوان کرد۔

جس چیز کا خلفائے راشدین نے حکم فرمایا ہو اگرچہ اپنے قیاس اور اجتہاد سے ہو سنت نبوی کے وافی ہے اس پر لفظ بدعت نہیں بول سکتے ان عبارات سے بالکل واضح ہو گیا کہ سنت خلفاء راشدین بمعنی لغوی سنت ہے۔ اور سنت شرعی سے ملحق ہے ان کو ابد بدعت نہ کہا جاوے۔ کیونکہ بدعت اکثر بدعت سیدہ کو بولتے ہیں۔

(ائمة الممعات باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ الفصل الثانی ج ۱ ص ۱۵۰ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

(۲) خیر امتی قرنی الخ سے تو معلوم ہوا کہ ان تین زمانوں تک خیر زیادہ ہوگی اور ان کے بعد خیر کم شر زیادہ۔ یہ مطلب نہیں کہ ان تین زمانوں میں جو بھی کام ایجاد ہو اور کوئی بھی ایجاد کرے وہ سنت ہو جائے یہاں سنت ہونے کا ذکر ہی کہاں ہے ورنہ مذہب جبر یہ اور قدر یہ زمانہ تابعین ہی میں ایجاد ہوا اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قتل اور حجاج کے مظالم ان ہی زمانوں میں ہوئے کیا معاذ اللہ ان کو بھی سنت کہا جاویگا۔

(۳، ۴) ما انا علیہ واصحابی اور اصحابی کالنجوم سے یہ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی غلامی ان کی پیروی کرنا باعث ہدایت ہے اور ان کی مخالفت باعث گمراہی۔ یہ بالکل درست ہے اور اس پر ہر مسلمان کا ایمان ہے لیکن اس سے یہ کب لازم آیا کہ ان کا ہر فعل سنت شرعی ہو۔ بدعت حسنہ بھی واجب الاتباع ہوتی ہے۔ مشکوٰۃ باب الاعتصام میں ہے۔

اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذذ في النار۔

**ترجمہ:** بڑی جماعت کی پیروی کرو جو جماعت سے علیحدہ رہا وہ جہنم میں علیحدہ کیا گیا۔

(مشکوۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ الفصل الثانی ص ۳۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)، (متدرک للحاکم کتاب العلم ج ۱ ص ۲۰۰ رقم الحدیث ۳۹۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سنن الترمذی کتاب الفتن باب ما جاء فی لزوم الجماعة ج ۳ ص ۲۶۶ رقم الحدیث ۲۶۶۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن نسائی کتاب الخاریہ باب قتل من فارق الجماعة ج ۷ ص ۹۲ رقم الحدیث ۳۰۲۰ مطبوعہ مکتب المطابع الاسلامیہ حلب) نیز وارد ہوا۔

ما راه المومنون حسنا فهو عند الله حسن۔

(طبرانی المعجم ج ۹ ص ۱۱۲ رقم الحدیث ۸۵۸۳ مطبوعہ مکتبہ العلوم والحکم الموصل)، (مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۹ رقم الحدیث ۳۶۰۰ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (متدرک للحاکم ج ۳ ص ۸۳ رقم الحدیث ۴۳۶۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (المدخل السنن الکبریٰ للشمس ج ۱ ص ۱۱۳ مطبوعہ دار الخلفاء المکتب الاسلامی الکویت)، (مسند الطیالسی ج ۱ ص ۳۳ رقم الحدیث ۲۳۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

ومن فارق الجماعة شبرا فقد خلع ربقه الاسلام عن عنقه۔

**ترجمہ:** جس کو مسلمان اچھا جائیں وہ اللہ کی نزدیک بھی اچھا ہے۔

جو مسلمانوں کی جماعت سے بالشت پھر علیحدہ رہا اس نے اسلام کی رسی اپنے گلے سے اتار دی۔

قرآن کریم میں ہے۔

ويتبع غير سبيل المومنين نوله ما تولى ونصله جهنم۔

**ترجمہ:** اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور دوزخ میں داخل کریں گے۔

(پارہ ۵ سورہ آیت نمبر ۱۱۵)

اس آیت وحدیث سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کو لازم ہے کہ عقائد و اعمال میں جماعت مسلمین کے ساتھ رہے ان کی مخالفت جہنم کا راستہ ہے لیکن اس سے یہ تو لازم نہیں کہ جماعت مسلمین کا ایجاد کیا ہو کوئی بھی کام بدعت نہ ہو سب سنت ہی ہو۔ بدعت ہی ہوگا مگر بدعت حسنہ۔ جس طرح کہ ایجادات صحابہ کرام کو سنت صحابہ کہتے ہیں۔ اسی طرح سلف الصالحین کے ایجادات کو بھی سنت سلف کہتے ہیں۔ بمعنی لغوی یعنی پسندیدہ دینی طریقہ۔

**ہدایت ضروریہ:-** جو حضرات ہر بدعت یعنی نئے کام کو حرام جانتے ہیں وہ اس قاعدہ کلیہ کے کیا معنی کریں گے کہ الاصل یف الاشیاء الاباحۃ تمام چیزوں کی اصل یہ ہے کہ وہ مباح ہے یعنی ہر چیز مباح اور حلال ہے ہاں اگر کسی چیز کو شریعت منع کر دے تو وہ حرام یا منع ہے یعنی ممانعت سے حرمت ثابت ہوگی نہ کہ نئے ہونے سے۔ یہ قاعدہ قرآن پاک اور احادیث صحیحہ و اقوال فقہاء سے ثابت ہے اور غالباً کوئی مقلد کہلانے والا تو اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔

ياايها الذين امنوا لاتسئلوا عن اشياء ان تبدلکم تسو کم وان تسئلوا عنها حين ينزل القرآن

تبدلکم عفا الله عنها۔

**ترجمہ:** اے ایمان والو ایسی باتیں نہ پوچھو کہ جو تم پر ظاہر کی جاویں تو تم کو بدی لگیں اور اگر ان کو اس وقت پوچھو گے کہ قرآن اتر رہا ہے تو ظاہر کر دی جاویں گی اللہ ان کو معاف کر چکا ہے۔

(پارہ ۷ سورہ آیت نمبر ۱۰۱)

اس سے معلوم ہوا کہ جس کا کچھ بیان نہ ہوا ہو نہ حلال ہونے کا نہ حرام تو معافی میں ہے اسی لئے قرآن کریم نے حرام عورتوں کا ذکر فرما کر فرمایا و احل لکم ما وراہ ذلکم (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۲۴) ان کے سوا باقی عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں نیز فرمایا و قد فضل لکم ما حرم علیکم (پارہ ۸ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۱۹) تم سے تفصیل وار بیان کر دی گئیں وہ چیزیں جو تم پر حرام ہیں یعنی حلال چیزوں کی تفصیل ضرورت نہیں تمام چیزیں ہی حلال ہیں ہاں چند مجربات ہیں جن کی تفصیل بتا دی ان کے سوا سب حلال۔ مشکوٰۃ کتاب الاطعمہ باب آداب الطعام فصل روم میں ہے۔

الحلال ما احل الله فی کتبہ والحرام ما حرم الله فی کتبہ وما سکت عنه فهو مما عفی عنه۔

**ترجمہ:** حلال وہ جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حرام کیا اور جس سے خاموشی فرمائی وہ معاف۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الاطعمہ الفصل الثانی ص ۳۶ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چیزیں تین طرح کی ہیں ایک وہ جن کا حلال ہونا صراحتہ قرآن میں مذکور ہے دوسری وہ جن کی حرمت صراحتہ آگئی۔ تیسرے وہ جن سے خاموشی فرمائی یہ معاف ہے؟ شامی جلد اول کتاب الطہارۃ بحث تریف سنت میں ہے۔ المختار ان الاصل الاباحۃ عند الجمهور من الحنفیۃ والشافعیۃ جمہور حنفی اور شافعی کے نزدیک یہ ہی مسئلہ ہے کہ اصل مباح ہوتا ہے۔

(رد المحتار علی در المختار ج ۱ ص ۸۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس طرح تفسیر خازن و روح البیان اور تفسیر خزائن العرفان وغیرہ نے بھی تصریح کی ہے کہ ہر چیز میں اصل یہ ہی ہے کہ وہ مباح ہے ممانعت سے ناجائز ہوگی۔ اب جو بعض لوگ اہل سنت سے پوچھتے ہیں کہ اچھا بتاؤ کہاں لکھا ہے کہ میلا دشریف کرنا جائز ہے یا حضور علیہ السلام یا صحابہ کرام یا تابعین یا تبع تابعین نے کب کیا تھا یہ محض دھوکا ہے۔ اہل سنت کو چاہیے کہ ان سے پوچھیں کہ بتاؤ کہاں لکھا ہے کہ میلا دشریف کرنا حرام ہے جب خدا حرام نہ کرے۔ رسول علیہ السلام منع نہ فرمائیں اور کسی دلیل سے ممانعت ثابت نہ ہو تو تم کس دلیل سے حرام کہتے ہو بلکہ میلا دشریف وغیرہ کا ثبوت نہ ہونا جائز ہونے کی علامت ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے قل لا اجد فیما اوحي الی محرما علی طاعم یطعمہ الا ان یکون مبنیۃ الآیۃ (پارہ ۸ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۳۵) نیز فرماتا ہے۔ قل ما حرم الله الذی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق الآیۃ (پارہ ۸ سورہ ۷ آیت نمبر ۳۲) ان آیات سے معلوم ہوا کہ حرمت کی دلیل نہ ملنا حلال ہونے کی دلیل ہے نہ کہ حرام ہونے کی یہ حضرات اس سے حرمت ثابت کرتے ہیں عجیب الٹی منطق ہے اچھا بتاؤ کہ ریلوے سفر مدارس کا قیام کہاں لکھا ہے؟ کہ حلال ہے یا کسی صحابی یا تابعی نے کیا۔ جیسے وہ حلال ایسے ہی یہ بھی جائز اور حلال ہے۔

## بحث محفل ميلاد شريف کے بيان میں

اس بحث میں دو باب ہیں۔ پہلا باب تو میلاد شریف کے ثبوت میں۔ دوسرا باب اس پر اعتراضات و جوابات میں۔

### پہلا باب

#### میلاد شریف کے ثبوت میں

اولاً تو معلوم ہونا چاہیے کہ میلاد شریف کی حقیقت کیا ہے؟ اور اس کا حکم کیا؟ پھر یہ جاننا ضروری ہے کہ اس کے دلائل کیا ہیں؟ میلاد شریف کی حقیقت ہے حضور ﷺ کی ولادت پاک کا واقعہ بیان کرنا۔ حمل شریف کے واقعات۔ نور محمدی کے کرامات، نسب نامہ یا شیر خوارگی اور حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں پرورش حاصل کرنے کے واقعات بیان کرنا اور حضور علیہ السلام کی نعت پاک نظم یا نثر میں پڑھنا سب اس کے تابع ہیں۔ اب واقعہ ولادت خواہ تنہائی میں پڑھو یا مجلس جمع کر کے اور نظم میں پڑھو یا نثر میں کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر جس طرح بھی ہو اس کو میلاد شریف کہا جاوے گا۔ محفل میلاد شریف منعقد کرنا اور ولادت پاک کی خوشی منانا۔ اس کے ذکر کے موقع پر خوشبو لگانا۔ گلاب چھڑکنا۔ شیرینی تقسیم کرنا غرض کہ خوشی کا اظہار جس جائز طریقہ سے ہو وہ مستحب اور بہت ہی باعث برکت اور رحمت الہی کے نزول کا سبب ہے۔

(۱) عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی۔

ربنا انزل علینا مائدة من السماء تكون لنا عیداً ولنا و اخرنا۔

(سورہ المائدہ پارہ ۷ آیت نمبر ۱۱۳)

معلوم ہوا کہ مائدہ آنے کے دن کو حضرت مسیح نے عید کا دن بنایا۔ آج بھی اتوار کو عیسائی اسی لئے عید مناتے ہیں کہ اس دن دسترخوان اتر ا تھا اور حضور علیہ السلام کی تشریف آوری اس مائدہ سے کہیں بڑھ کر نعت ہے لہذا ان کی ولادت کا دن بھی یوم العید ہے۔ ہاں اس مجلس پاک میں حرام کام کرنا سخت جرم اور گناہ ہے جیسے عورتوں کا اس قدر بلند آواز سے نعت شریف پڑھنا کہ انجمنی مردنیں سخت منع ہے عورت کی آواز انجمنی مرد کو سننا جائز نہیں۔ اگر کوئی مرد نماز کی حالت میں کسی کو سامنے نکلنے سے روکے تو آواز سے سبحان اللہ کہہ دے۔ لیکن اگر عورت کسی کو روکے تو سبحان اللہ نہ کہے بلکہ بائیں ہاتھ کی پشت پر داہنا ہاتھ مارے جس سے معلوم ہوا کہ عورت نماز میں ضرورت کے وقت بھی کسی کو اپنی آواز نہ سنائے اسی طرح میلاد شریف میں باجے کے ساتھ نعت خوانی کرنا بہت ہی گناہ ہے کہ باجہ کھیل کود اور لغویات میں سے ہے ویسے ہی باجے سے کھیلنا حرام ہے اور خاص نعت خوانی جو کہ عبادت ہے۔ اس کو باجے پر استعمال کرنا اور بھی جرم ہے اگر کسی جگہ میلاد شریف میں یہ خرابیاں پیدا کر دی گئیں ہوں تو ان خرابیوں کو دور کی جاوے۔ لیکن اصل میلاد شریف کو بند نہ کیا جاوے اگر عورت بلند آواز سے قرآن کی تلاوت کرے یا لوگ قرآن کریم باجے سے پڑھنے لگیں تو ان بیہودگیوں کو منادو۔ قرآن پڑھنا نہ روکو کیونکہ یہ عبادت ہے۔

میلاد شریف قرآن و احادیث و اقوال علماء اور ملائکہ اور پیغمبروں کے فعل سے ثابت ہے قرآن کریم میں ارشاد ہوا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے واذکروا نعمۃ علیکم اور حضور کی تشریف آوری اللہ کی بڑی نعمت ہے میلاد پاک میں اسی کا ذکر ہے لہذا محفل میلاد کرنا اس آیت پر عمل ہے۔

(۲) واما بنعمة ربك فحدث اے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو۔

(پارہ ۳۰ سورہ نوحی آیت نمبر ۱۴)

اور حضور علیہ السلام کی دنیا میں تشریف آوری تمام نعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہے کہ رب تعالیٰ نے اس پر احسان جتایا ہے اس کا چہ چاکرنا اسی آیت پر عمل ہے۔ آج کسی کے فرزند پیدا ہو تو ہر سال تاریخ پیدائش پر سالگرہ کا جشن کرتا ہے۔ کسی کو سلطنت ملی تو ہر سال اس تاریخ پر جشن جلوس مناتا ہے تو جس تاریخ کو دنیا میں سب سے بڑی نعمت آئی اس پر خوشی منانا کیوں منع ہوگا؟ خود قرآن کریم نے حضور علیہ السلام کا میلاد جگہ جگہ ارشاد فرمایا فرماتا ہے۔ لقد جاءکم رسول الایۃ اے مسلمانوں تمہارے پاس عظمت والے رسول تشریف لے آئے اس میں تو ولادت کا ذکر ہوا پھر فرمایا من انفسکم حضور علیہ السلام کا نسب نامہ بیان ہوا کہ وہ تم میں سے یا تمہاری بہترین جماعت میں سے ہیں۔ حریص علیکم سے آخر تک حضور علیہ السلام کی نعمت بیان ہوئی آج میلاد شریف میں یہی تین باتیں بیان ہوتی ہیں۔

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیہم رسولا۔

**ترجمہ:** اللہ نے مسلمانوں پر بڑا ہی احسان کیا کہ ان میں اپنے رسول علیہ السلام کو بھیج دیا۔

(پارہ ۳ سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۶۳)

هو الذی ارسل رسولہ بالہدی و دین الحق۔

**ترجمہ:** رب العالمین وہ قدرت والا ہے جس نے اپنے پیغمبر علیہ السلام کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا۔

(پارہ ۳ سورہ ۶۱ آیت نمبر ۹)

غرض کہ بہت سی آیات ہیں جن میں حضور علیہ السلام کی ولادت پاک کا ذکر فرمایا گیا۔ معلوم ہوا کہ میلاد کا ذکر سنت الہیہ ہے۔ اب اگر جماعت کی نماز میں امام یہی آیات ولادت پڑھے تو عین نماز میں میرے آقا کا میلاد ہوتا ہے۔ دیکھو امام صاحب کے پیچھے مجمع بھی ہے اور قیام بھی ہو رہا ہے۔ پھر ولادت پاک کا ذکر بھی ہے بلکہ خود کلمہ طیبہ میں میلاد شریف ہے کیونکہ اس میں محمد رسول اللہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ رسول کے معنی ہیں بھیجے ہوئے اور بھیجنے کے لئے آنا ضروری ہے حضور علیہ السلام کی تشریف آوری کا ذکر ہو گیا۔ اصل میلاد پایا گیا۔ قرآن کریم نے تو انبیاء علیہم السلام کا بھی میلاد بیان فرمایا ہے۔ سورہ مریم میں حضرت مریم کا حاملہ ہونا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت پاک کا ذکر۔ حتیٰ کا مریم کا دروازہ۔ اس تکلیف میں جو کلمات فرمائے کہ یلینسی مت قبل هذا (پارہ ۱۶ سورہ ۱۹ آیت نمبر ۲۳) پھر ان کی ملائکہ کی طرف سے تسلی پانا۔ پھر یہ کہ حضرت مریم نے اس وقت کیا غذا کھائی۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قوم سے کلام فرمانا غرض کہ سب ہی بیان فرمایا۔ یہی میلاد خواں بھی پڑھتا ہے کہ حضرت آمنہ خاتون نے ولادت پاک کے وقت فلاں فلاں معجزات دیکھے۔ پھر یہ فرمایا پھر اس طرح حوران بہشتی آپ کی امداد کو آئیں۔ پھر کعبہ معظمہ نے آمنہ خاتون کے گھر کو سجدہ کیا۔ وغیرہ وغیرہ وہی قرآنی سنت ہے اسی طرح قرآن نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ان کی شیر خوارگی ان کی پرورش ان کا چلنا بھرنا دین میں جانا حضرت شعیب کی خدمت میں جانا، وہاں رہنا اور ان کی بکریاں چرانے ان کا نکاح ان کی نبوت مناسب کچھ بیان فرمایا۔ یہی باتیں میلاد پاک میں ہوتی ہیں۔

مدارج النبوۃ وغیرہ نے فرمایا کہ سارے پیغمبروں نے اپنی اپنی امتوں کو حضور علیہ السلام کی تشریف آوری کی خبریں دیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان تو قرآن نے بھی نقل فرمایا۔

ومبشرا برسول یتاتی من بعدی اسمہ احمد۔

**ترجمہ:** میں ایسے رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام پاک احمد ہے۔

(پارہ ۳ سورہ ۶۱ آیت نمبر ۶)

سبحان اللہ بچوں کے نام پیدائش کے ساتویں روز ماں رکھتے ہیں۔ مگر ولادت پاک سے ۵۰ سال پہلے مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ان کا نام احمد ہے۔ ہوگا نہ فرمایا۔ معلوم ہوا کہ ان کا نام پاک رب تعالیٰ نے رکھا۔ کب رکھا؟ یہ تو رکھنے والا جانے۔



یہ بھی میلاد شریف ہے۔ صرف اتنا فرق ہوا کہ ان حضرات نے اپنی قوم کے جمعوں میں فرمایا کہ وہ تشریف لائیں گے۔ ہم اپنے جمعوں میں کہتے ہیں کہ وہ تشریف لے آئے۔ فرق ماضی و مستقبل کا ہے بات ایک ہی ہے۔ ثابت ہوا کہ میلاد سنت انبیاء بھی ہے۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ قل بفضل الله وبرحمته فبذلك فليفرحوا ليعني الله کے فضل و رحمت پر خوب خوشیاں مناؤ۔  
(پارہ ۱۱ سورہ یونس آیت نمبر ۵۸)

معلوم ہوا کہ فضل الہی پر خوشی منانا اسی آیت پر عمل ہے اور چونکہ یہاں خوشی مطلق ہے۔

ہر جائز خوشی اس میں داخل۔ لہذا محفل میلاد کرنا وہاں کی زیب و زینت حج و غیرہ سب باعث ثواب ہیں۔

(۴) مواہب لدنیہ اور مدارج النبوة وغیرہ میں ذکر ولادت میں ہے کہ شب ولادت میں ملائکہ نے آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا کے دروازہ پر کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام عرض کیا۔ ہاں ازلی راندہ ہوا شیطان رنج و غم میں بھاگا بھاگا پھرا۔ اس سے معلوم ہوا کہ میلاد سنت ملائکہ بھی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یوقت پیدائش کھڑا ہونا ملائکہ کا کام ہے۔ اور بھاگا بھاگا پھرنا شیطان کا فعل۔ اب لوگوں کو اختیار ہے کہ چاہے تو میلاد پاک کے ذکر کے وقت ملائکہ کے کام پر عمل کریں یا شیطان کے۔

(۵) خود حضور علیہ السلام نے مجمع صحابہ کے سامنے منبر پر کھڑے ہو کر اپنی ولادت پاک اور اپنے اوصاف بیان فرمائے۔ جس سے معلوم ہوا کہ میلاد پڑھنا سنت رسول اللہ ﷺ بھی ہے۔

چنانچہ مشکوٰۃ جلد دوم باب فضائل سید المرسلین فصل ثانی میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شاید حضور علیہ السلام تک خبر پہنچی تھی کہ بعض لوگ ہمارے نسب پاک میں طعن کرتے ہیں۔ فقہام النبی ﷺ علی المنبر فقال من اتانا بس منبر پر قیام فرما کر پوچھا بتاؤ میں کون ہوں؟ سب نے عرض کیا کہ آپ رسول اللہ ہیں فرمایا میں محمد ابن عبد اللہ ابن عبد المطلب ہوں۔ اللہ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو ہم کو بہتر مخلوق میں سے کیا۔ پھر ان کے دو حصے کئے عرب و غم۔ ہم کو ان میں سے بہتر یعنی عرب میں سے کیا۔ پھر عرب کے چند قبیلے فرمائے۔ ہم ان کے بہتر یعنی قریش میں سے کیا۔

(مشکوٰۃ المصابیح الفصل الاول باب فضائل سید المرسلین ص ۵۱۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اسی مشکوٰۃ اسی فصل میں ہے کہ ہم خاتم النبیین ہیں اور ہم حضرت ابراہیم کی دعا حضرت عیسیٰ کی بشارت اور اپنی والدہ کا دیدار ہیں۔ جو انہوں نے ہماری ولادت کے وقت دیکھا کہ ان سے ایک نور چمکا جس سے شام کی عمارتیں ان کو نظر آئیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح الفصل الاول باب فضائل سید المرسلین ص ۵۱۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس مجمع میں حضور علیہ السلام نے اپنا نسب نامہ اپنی نعت شریف اپنی ولادت پاک کا واقعہ بیان فرمایا۔ یہ ہی میلاد شریف میں ہوتا ہے۔ ایسی صد ہا احادیث پیش کی جاسکتی ہیں۔

(۶) صحابہ کرام ایک دوسرے کے پاس جا کر فرمائش کرتے تھے کہ ہم کو حضور علیہ السلام کی نعت شریف سناؤ۔ معلوم ہوا کہ میلاد سنت صحابہ بھی ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین فصل اول میں ہے کہ حضرت عطاء ابن یسار فرماتے ہیں کہ میں عبد اللہ ابن عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور عرض کیا کہ مجھے حضور علیہ السلام کی وہ نعت سناؤ جو کہ توریت شریف میں ہے۔ انہوں نے پڑھ کر سنائی۔ اسی طرح حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور علیہ السلام کی نعت پاک توریت میں یوں پاتے ہیں محمد اللہ کے رسول ہیں۔ میرے پسندیدہ بندے ہیں نہ کج خلق، نہ سخت طبیعت، ان کی ولادت مکہ مکرمہ میں اور ان کی ہجرت طیبہ میں۔ ان کا ملک شام میں ہوگا۔ ان کی امت خدا کی بہت حمد کرے گی کہ رنج و خوشی ہر حال میں خدا کی حمد کرے گی۔

(مشکوٰۃ المصابیح الفصل الاول باب فضائل سید المرسلین ص ۵۱۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

(۷) یہ تو مقبول بندوں کا ذکر تھا۔ کفار نے بھی ولادت پاک کی خوشی منائی۔ تو کچھ نہ کچھ فائدہ حاصل ہی کر لیا۔ چنانچہ بخاری جلد دوم کتاب النکاح باب وامہاتکم التي ارضعنکم وما يحرم من الرضاعۃ میں ہے۔

فلما مات ابو لهب اریه بعض اہله بشر هیئۃ قال له ماذا بقیت قال ابو لهب لم التی بعدکم خیرا انی سقیمت فی ہذہ بعنائی ثوبیۃ۔

**ترجمہ:** جب ابو لهب مر گیا تو اس کو اس کے بعض گھر والوں نے خواب میں برے حال میں دیکھا پوچھا کیا گزری ابو لهب بولا کہ تم سے علیحدہ ہو کر مجھے کوئی خیر نصیب نہ ہوئی۔ ہاں مجھے اس کلمہ کی انگلی سے پانی ملتا ہے۔ کیونکہ میں نے ثوبیہ کو لڑی کو آزاد کیا تھا۔

(صحیح بخاری کتاب النکاح باب وامہاتکم اللاتی ارضعنکم ج ۵ ص ۱۹۶۱ رقم الحدیث ۳۸۱۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (مصنف عبدالرزاق ج ۸ ص ۳۷۸ رقم الحدیث ۱۳۹۵۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (سنن الکبریٰ بیہقی ج ۷ ص ۱۶۲ رقم الحدیث ۱۳۷۰۱ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکتبۃ المکرمۃ)، (شعب الایمان بیہقی ج ۱ ص ۲۶۱ رقم الحدیث ۲۸۱ مطبوعہ دار المکتب العلمیہ بیروت)، (طہقات ابن سعد ج ۱ ص ۶۰۸ مطبوعہ دار صادر بیروت)

بات یہ تھی کہ ابو لهب حضرت عبداللہ کا بھائی تھا۔ اس کی لونڈی ثوبیہ نے آکر اس کو خبر دی کہ آج تیرے بھائی عبداللہ کے گھر فرزند (محمد رسول اللہ) پیدا ہوئے ﷺ۔ اس نے خوشی میں اس لونڈی کی برکت سے اللہ نے اس پر یہ کرم کیا کہ جب دوزخ میں وہ پیاسا ہوتا ہے تو اپنی اس انگلی کو چومتا ہے۔ پیاس بجھ جاتی ہے۔ حالانکہ وہ کافر تھا۔ ہم مومن۔ وہ دشمن تھا ہم ان کے بندے بے دام۔ اس نے نتیجے کے پیدا ہونے کی خوشی کی تھی۔ نہ کہ رسول اللہ کی۔ ہم رسول اللہ کی ولادت کی خوشی کرتے ہیں ﷺ۔ تو وہ کریم ہیں ہم ان کے بھکاری وہ کیا کچھ نہ دیں گے۔

دوستانہ را کجا کنی محروم  
تو کہ بادشمنان نظر داری

حاشیہ.....☆

حافظ شمس الدین محمد بن عبد اللہ جزری متوفی ۶۶۰ھ لکھتے ہیں۔

فاذا کان ابو لهب الکافر الذی نزل القرآن بلذہ جوزی فی النار بفرحہ لیلۃ مولد النبی ﷺ بہ فما حال المسلم الموحد من امة النبی ﷺ یسر بمولده وبذل ما تصل الیہ قدرته فی محبته ﷺ؟ لعمری انما یکون جزاؤہ من اللہ الکریم ان یدخلہ یفضله جنات النعیم۔

**ترجمہ:** حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر خوشی منانے کے اجر میں اس ابو لهب کے عذاب میں بھی تخفیف کردی جاتی ہے جس کی مذمت میں قرآن حکیم میں ایک مصل سورت نازل ہوئی ہے۔ تو امت محمدیہ کے اس مسلمان کو ملنے والے اجر و ثواب کا کیا عالم ہوگا جو آپ ﷺ کے میلاد کی خوشی مناتا ہے اور آپ ﷺ کی محبت و عشق میں حسب استطاعت خرچ کرتا ہے؟ خدا کی قسم! میرے نزدیک اللہ تعالیٰ ایسے مسلمان کو اپنے حبیب کرم ﷺ کی خوشی منانے کے طفیل اپنی نعمتوں بھری جنت عطا فرمائیں گے۔

(الکافی للختاوی ص ۲۰۶)، (سبل اللہ فی الارشاد فی سیرۃ خیر العباد ﷺ ج ۱ ص ۳۶۶۔ ۳۶۷ مطبوعہ دار المکتب العلمیہ بیروت)

علامہ محمد بن یوسف متوفی ۱۳۲ھ لکھتے ہیں۔

کان اول من فعل بالموصل عمر بن محمد الملاء احد الصالحین المشہورین وبہ الفتی فی ذلک اربل وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ۔

**ترجمہ:** پہلا شخص جنہوں نے اہتمام اور شان و شوکت سے موصل میں محفل میلاد منائی وہ شیخ عمر بن محمد تھے جو مشہور صالحین میں سے تھے اور صاحب اربل ابو سعید مظفر اور ان کے علاوہ دوسروں نے اس عمل میں ان کی پیروی کی ہے۔

(سبل اللہ فی الارشاد ج ۱ ص ۳۶۵ مطبوعہ دار المکتب العلمیہ بیروت)

مدارج النبوۃ جلد دوم حضور علیہ السلام کی رضاعت کے وصل میں اسی ابولہب کے واقعہ کو بیان فرما کر فرماتے ہیں۔

دور پس جتسند است مراہل مولید را کہ در شب میلاد آن سرور سرور کنند و بذل نمایند یعنی ابولہب کہ کافر بود چوں بسرور میلاد آن حضرت جزا دادہ شد تا حال مسلمان کہ مملو است بمحبت و سرور و بذل مال در دے چہ باشد لیکن باید کہ از بدعت ما کہ عوام احداث کردہ اند از تغنی و آلات محرمہ و منکرات خالی باشد۔

**ترجمہ:** اس واقعہ میں مولود والوں کی بڑی دلیل ہے جو حضور علیہ السلام کی شب ولادت میں خوشیاں مناتے اور مال خرچ کرتے ہیں یعنی ابولہب جو کافر تھا جب حضور کی ولادت کی خوشی اور لوٹنے کے دودھ پلانے کی وجہ سے انعام دیا گیا تو اس مسلمان کا کیا ہوگا جو محبت خوشی سے بھرا ہوا ہے اور مال خرچ کرتا ہے لیکن چاہیے کہ محفل میلاد شریف عوام کی بدعتوں یعنی گانے اور حرام باجوں وغیرہ سے خالی ہو۔

(۸) ہر زمانہ اور ہر جگہ میں علماء و اولیاء مشائخ اور علمائے المسلمین اس میلاد شریف کو مستحب جان کر کرتے رہے اور کرتے ہیں۔ حرمین شریفین میں بھی نہایت اہتمام سے یہ مجلس پاک منعقد کی جاتی ہے۔ جس ملک میں بھی جاؤ۔ مسلمانوں میں یہ عمل پاؤ گے۔ اولیاء اللہ و علماء امت نے اس کے بڑے بڑے فائدے اور برکات بیان فرمائی ہیں۔ ہم حدیث نقل کر چکے ہیں کہ جس کام کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے قرآن فرماتا ہے۔ لیسکو نوا شہد آء (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۴۳) تاکہ تم اے مسلمانو گواہ ہو۔ حدیث پاک میں بھی ہے۔ انتم شہد آء اللہ فی الارض تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔ لہذا محفل میلاد پاک مستحب ہے۔

آخر مجمع البحار صفحہ ۵۵۰ میں ہے کہ شیخ محمد ظاہر محدث ریح الاول کے متعلق فرماتے ہیں فانه شہر امرنا باظهار العبور فیہ کل عام معلوم ہوا کہ ریح الاول میں ہر سال خوشی منانے کا حکم ہے۔

تفسیر روح البیان پارہ ۲۶ سورہ فتح زیر آیت محمد رسول اللہ ہے۔

ومن تعظیمہ عمل المولد اذا لم یکن فیہ منکر قال الامام السیوطی یستحب لنا اظهار الشکر لمولده علیہ السلام۔

پھر فرماتے ہیں۔ فقد قال ابن الحجر الہیتمی ان البدعة الحسنۃ متفق علی ندبہا و عمل المولد واجتماع الناس لہ کذلک بدعة حسنة قال السخاوی۔

لم یفعلہ احد من القرون الثلاثة واما حدث بعد ثم لازل اهل الاسلام من سائر الاقطار والمدن الکبار یعملون المولد یتصدقون بانواع الصدقات و یعتنون بقراءة مولده الکریم ویظهر من برکاتہ علیہم کل فضل عظیم قال ابن الجوزی من خواصہ انه امان فی ذلک العام وبشری عاجلة بنیل البغته والمرام واول من احلثہ من الملوک صاحب اربل و صنف لہ ابن دحیہ کتابا فی المولد فاجازہ بالف دیار وقد استخرج لہ الحفظ ابن حجر اصلاً من السنة و کذا الحافظ السیوطی ورد علی انکارها فی قوله ان عمل المولد بدعة مذمومة۔

**ترجمہ:** میلاد شریف کرنا حضور علیہ السلام کی تعظیم ہے جبکہ وہ بری باتوں سے خالی ہو امام سیوطی فرماتے ہیں کہ ہم کو حضور علیہ السلام کی ولادت پر شکر کا اظہار کرنا مستحب ہے ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ بدعت حسنہ کے مستحب ہونے پر سب کا اتفاق ہے اور میلاد شریف کرنا اور اس میں لوگوں کا جمع ہونا بھی اسی طرح بدعت حسنہ ہے امام سخاوی نے فرمایا کہ میلاد شریف تینوں زمانوں میں کسی نے کیا بعد میں ایجاد ہوا پھر ہر طرف کے اور ہر شہر کے مسلمان ہمیشہ مولود شریف کرتے رہے اور کرتے ہیں اور طرح طرح کے صدقہ و خیرات کرتے ہیں اور حضور علیہ السلام کے میلاد پڑھنے کا

بڑا اہتمام کرتے ہیں۔ اس مجلس پاک کی برکتوں سے ان پر اللہ کا بڑا ہی فضل ہوتا ہے امام ابن جوزی فرماتے ہیں کہ میلاد شریف کی تاثیر یہ ہے کہ سال بھر اس کی برکت سے امن رہتی ہے اور اس میں مرادیں پوری ہونے کی خوشخبری ہے جس بادشاہ نے پہلے اس کو ایجاد کیا وہ شاہ اربل ہے اور ابن دجیہ نے اس کے لئے میلاد شریف کی ایک کتاب لکھی جس پر بادشاہ نے اس کو ہزار اشرفیاں نذر کیں اور حافظ ابن حجر اور حافظ سیوطی نے اس کی اصل سنت سے ثابت کی ہے اور ان کا کیا ہے جو اس کو بدعت سید کہہ کر منع کرتے ہیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۹ ص ۶۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ملا علی قاری مورد الروی میں دیا چہ کے متصل فرماتے ہیں لازال اهل الاسلام یختلفون فی کل سنتہ جدیدۃ ویعتنون

بقراء مولدہ الکریم ویظہر علیہم من ہر کاتہ کل فضل عظیم اور اسی کتاب کے دیا چہ میں یہ اشعار فرماتے ہیں۔

لہذا الشہر فی الاسلام فضل ومنقبہ تنفوق علی الشہور

ربیع فی ربیع فی ربیع ونور فوق نور فوق نور

ان عبارات سے تین باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ مشرق و مغرب کے مسلمان اس کو اچھا جان کر کرتے ہیں دوسرے یہ کہ بڑے بڑے علماء فقہاء محدثین مفسرین و صوفیاء نے اس کو اچھا جانا ہے جیسے امام سیوطی۔ علامہ ابن حجر مکی امام سخاوی، ابن جوزی، حافظ ابن حجر وغیرہم۔ تیسرے یہ کہ میلاد پاک کی برکت سے سال بھر تک گھر میں امن۔ مراد پوری ہونا، مقاصد برآنا حاصل ہوتا ہے۔

(المورد الروی فی المولد ملہوی اردو ص ۵ ناشر مکتبہ رضائے مصطفیٰ کوہ برائوالہ)

(۹) عقل کا بھی تقاضا ہے کہ میلاد شریف بہت مفید محفل ہے۔ اس میں چند فائدے ہیں۔ مسلمانوں کے دل میں حضور علیہ السلام کے فضائل سن کر حضور علیہ السلام کی محبت پڑھتی ہے۔ شیخ عبدالحق دہلوی اور دیگر صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی محبت بڑھانے کے لئے زیادتی درود شریف اور حضور علیہ السلام کے احوال زندگی کا مطالعہ ضروری ہے پڑھے لکھے لوگ تو کتابوں میں حالات دیکھ سکتے ہیں۔ مگر ناخواندہ لوگ نہیں پڑھ سکتے۔ ان کو اس طرح سننے کا موقع مل جاتا ہے یہ مجلس پاک غیر مسلموں میں تبلیغ احکام کا ذریعہ ہے کہ وہ بھی اس میں شریک ہوں۔ حضور علیہ السلام کے حالات طیبہ سنیں۔ اسلام کی خوبیاں دیکھیں۔ خدا تو فیق دے تو اسلام لے آویں۔ تیسرے یہ کہ اس مجلس کے ذریعہ سے مسلمانوں کو مسائل دینیہ بتانے کا موقع ملتا ہے۔ بعض دیہات کے لوگ جمعہ میں آتے نہیں اور اس طرح سے بلا تو جمع نہیں ہوتے۔ ہاں محفل میلاد شریف کا نام لو تو فوراً بڑے شوق سے جمع ہو جاتے ہیں۔ خود میں نے بھی اس کا بہت تجربہ کیا۔ اب اسی مجلس میں مسائل دینیہ بتاؤ ان کو ہدایت کرو اچھا موقع ملتا ہے۔

چوتھے یہ کہ میلاد شریف میں ایسی نظمیں بنا کر پڑھی جاویں جس میں مسائل دینیہ ہوں اور مسلمانوں کو ہدایت کی جاوے کیونکہ بمقابلہ نثر کے نظم دل میں زیادہ اثر کرتی ہے۔ اور جلد یاد ہوتی ہے۔ پانچویں یہ کہ اس مجلس میں سنتے سنتے مسلمانوں کو حضور علیہ السلام کا نسب شریف اولاد پاک ازواج، مطہرات اور ولادت پاک و پرورش کے حالات یاد ہو جائیں گے۔ آج مرزائی۔ رافضی وغیرہم کو اپنے مذہب کی پوری پوری معلومات ہوتی ہیں۔ رافضی کے بچوں کو بھی بارہ اماموں کے نام اور خلفائے راشدین کے اسماء تہرا کرنے کو یاد ہوں گے مگر اہل سنت کے بچے تو کیا بوڑھے بھی اس سے غافل ہیں۔ میں نے بہت سے بوڑھوں کو پوچھا کہ حضور علیہ السلام کی اولاد کتنی ہے؟ داماد کتنے ہیں؟ بے خبر پایا۔ اگر ان مجلسوں میں ان کا چہ چار ہے تو بہت مفید ہو۔ نئی ہوئی چیز کہ نہ بگاڑو۔ بلکہ بگڑی ہوئی چیز کو بنانے کی کوشش کرو۔

(۱۰) مخالفین کے پیرومرد مرشد حاجی امداد اللہ صاحب نے فیصلہ ہفت مسئلہ میں محفل میلاد شریف کو جائز اور باعث فرکت فرمایا چنانچہ وہ اس کے صفحہ ۸ پر فرماتے ہیں۔ کہ شرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود شریف میں شریک ہوتا ہوں۔ بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد

کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں“ عجیب بات ہے کہ پیر صاحب تو مولود شریف کو ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال کریں اور مریدین مخلصین کا عقیدہ ہو (کہ شرک و کفر کی محفل ہے محفل میلاد) نہ معلوم ہوا کہ اب پیر صاحب پر کیا فتوے لگے گا؟

(۱۱) ہم عرس کی بحث میں عرض کریں گے کہ فقہاء کے نزدیک بغیر دلیل کراہت تزیی کا بھی ثبوت نہیں ہو سکتا۔ حرمت تو بہت بڑی چیز ہے اور استحباب کے لئے صرف اتنا کافی ہے کہ مسلمان اس کو اچھا جائیں تو جو کام شریعت میں منع نہیں اور مسلمان اس کو نیت خیر سے کرنے یا کہ عام مسلمان اس کو اچھا جانتے ہوں وہ مستحب ہے اس کا ثبوت بدعت کی بحث میں بھی ہو چکا۔ تو محفل میلاد شریف کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ شرعی منع نہیں اور مسلمان اس کو کار ثواب سمجھتے ہیں نیت خیر سے کرتے ہیں لہذا یہ مستحب ہے مگر حرام کہنے والے پر اس کی حرمت پر کوئی قطعی الثبوت یا آیت لائیں گے صرف بدعت کہہ دینے سے کام نہیں چلتا۔

## دوسرا باب

### میلاد شریف پر اعتراضات و جوابات میں

مخالفین کے اس پر حسب ذیل اعتراضات ہیں اور ان کے حسب ذیل جوابات ہیں۔

**اعتراض (۱).....** محفل میلاد بدعت ہے کہ نہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں ہوئی اور نہ صحابہ کرام و تابعین کے زمانہ میں۔ اور ہر بدعت حرام ہے لہذا مولود حرام۔

**جواب:-** میلاد شریف کو بدعت کہنا نادانی ہے۔ ہم پہلے باب میں بتا چکے کہ اصل میلاد و سنت الہیہ سنت انبیاء۔ سنت ملائکہ سنت رسول اللہ ﷺ سنت صحابہ کرام سنت صالحین اور عام مسلمانوں کا معمول ہے۔ پھر بدعت کیسی؟ اور اگر بدعت ہو بھی۔ تو ہر بدعت حرام نہیں۔ ہم بدعت کی بحث میں عرض کر چکے ہیں کہ بدعت واجب بھی ہوتی ہے اور مستحب بھی جائز بھی ہوتی ہے اور مکروہ حرام بھی۔ نیز پہلے باب میں تفسیر روح البیان کے حوالہ سے بتا چکے کہ یہ محفل بدعت حسنہ مستحبہ ہے۔ حضور علیہ السلام کا ذکر کیونکر حرام ہو سکتا ہے۔

**اعتراض (۲).....** اس مجلس میں بہت سی حرام باتیں ہوتی ہیں مثلاً عورتوں مردوں کو غلط ملط داڑھی منڈوں کا نفث خوانی کرنا۔ غلط روایات پڑھنا گویا کہ یہ مجلس حرام باتوں کا مجموعہ ہے۔ لہذا حرام ہے۔

**جواب:-** اولاً یہ حرام چیزیں ہر مجلس میلاد میں ہوتی نہیں۔ بلکہ اکثر نہیں ہوتیں۔ عورتیں پردوں میں علیحدہ بیٹھتی ہیں۔ اور مرد علیحدہ۔ پڑھنے والے پابند شریعت ہوتے ہیں۔ روایات بھی صحیح بلکہ ہم نے تو یہ دیکھا ہے کہ پڑھنے والے سننے والے با وضو بیٹھتے ہیں۔ سب درود شریف پڑھتے رہتے ہیں۔ اور رقت طاری ہوتی ہے بسا اوقات آنسو جاری ہوتے ہیں اور محبوب علیہ السلام کا ذکر پاک ہوتا ہے۔

لذت باد لا عشقش زمن مست مہرس  
خوق این مے نہ شناسی بخدا نا نہ چشتی  
ہائے کینت تو نے پی ہی نہیں

اور اگر کسی جگہ یہ باتیں ہوتی بھی ہوں۔ تو یہ باتیں حرام ہوں گی اصل میلاد شریف یعنی ذکر ولادت مصطفیٰ علیہ السلام کیوں حرام ہوگا۔ بحث عرس میں ہم عرض کریں گے کہ حرام چیز کے شامل ہو جانے سے کوئی سنت یا جائز کام حرام نہیں ہو جاتا۔ ورنہ سب سے پہلے دینی مدرسے حرام ہونے چاہئیں۔ کیونکہ وہاں مرد بے داڑھی والے بچے جوانوں کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ ان کا آپس میں اختلاط بھی ہوتا

ہے کبھی کبھی اس کے برے نتیجے بھی برآمد ہوتے ہیں۔ اور ترمذی و بخاری ابن ماجہ وغیرہ کتب حدیث و تفسیر پڑھتے ہیں۔ ان میں تمام روایات صحیح نہیں ہوتیں۔ بعض ضعیف بلکہ موضوع بھی ہوتی ہیں۔ بعض طلباء بلکہ بعض مدرسین داڑھی منڈے بھی ہوتے ہیں تو کیا ان کی وجہ سے مدرسے بند کئے جائیں گے؟ نہیں بلکہ ان محرمات کو روکنے کی کوشش کی جاوے گی۔ تاکہ اگر داڑھی منڈا قرآن پڑھے تو کیسا؟ قرآن پڑھنا بند کرو گے؟ ہرگز نہیں تو اگر داڑھی منڈا میلاد شریف پڑھے تو کیوں بند کرتے ہو؟

**اعتراض (۳).....:** محفل میلاد کی وجہ سے رات کو دیر میں سونا ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے فجر کی نماز قضا ہوتی ہے اور جس سے فرض چھوٹے وہ حرام لہذا میلاد حرام۔

**جواب:-** اولاً تو میلاد شریف ہمیشہ رات کو نہیں ہوتا۔ بہت دفعہ دن میں بھی ہوتا ہے۔ جہاں رات کو ہو وہاں بہت دیر تک نہیں ہوتا۔ دس گیارہ بجے تک ختم ہو جاتا ہے اتنی دیر تک لوگ عموماً ویسے بھی جاگتے ہی ہیں۔ اگر دیر لگ بھی جاوے۔ تو نماز جماعت کے پابند لوگ صبح کو نماز کے وقت جاگ جاتے ہیں۔ جیسا کہ بارہا کا تجربہ ہے لہذا یہ اعتراض محض ذکر رسول علیہ السلام کو روکنے کا بہانہ ہے اور اگر کبھی میلاد شریف دیر میں ختم ہوا اور اس کی وجہ سے کسی کی نماز کے وقت آنکھ نہ کھلی تو اس سے میلاد شریف کیوں حرام ہو گیا؟ دینی مدارس کے سالانہ جلسے دیگر مذہبی قومی جلسے رات کو دیر تک ہوتے ہیں۔ اور بعض جگہ نکاح کی مجلس آخر رات میں ہوتی ہے۔ رات ی ریل سے سفر کرنا ہوتا ہے تو بہت رات تک جاگنا ہوتا ہے۔ کہو کہ یہ جلسے، یہ نکاح۔ یہ ریل کا سفر حرام ہے یا حلال؟ جب یہ تمام چیزیں حلال ہیں تو محفل میلاد پاک کیوں حرام کیوں حرام ہوگی؟ ورنہ وجہ فرق یہاں ضروری ہے۔

**اعتراض (۴).....:** علامہ شامی نے جلد دوم کتاب الصوم بحث مذراعات میں کہا کہ میلاد شریف سب سے بدتر چیز ہے۔ اسی طرح تفسیرات احمدیہ شریف میں میلاد شریف کو حرام بتایا اور اس کے حلال جاننے والے کو کافر کہا۔ جس سے معلوم ہوا کہ محفل میلاد سخت بری چیز ہے۔

**جواب:-** شامی نے مجلس میلاد شریف کو حرام نہ کہا بلکہ جس محفل میں گانے باجے اور لغویات ہوں اور اس کو لوگ میلاد کہیں۔ کارٹواب سمجھیں اس کو منع فرمایا ہے چنانچہ وہ اسی بحث میں فرماتے ہیں۔

واقبح منه النذر بقراء المولد فی المنابر مع اشتماله علی الغناء واللعب وایہاب ثواب ذلك الی حضرت المصطفیٰ۔

**ترجمہ:** اس سے بھی بری میناروں میں مولود پڑھنے کی نذر ماننا ہے۔ باوجودیکہ اس مولود میں گانے اور کھیل کود ہوتے ہیں اس کا ثواب حضور علیہ السلام کو ہدیہ کرنا۔

(رد المحتار علی درالمنہج مطلب فی الذکر الذی یقع للاموات الخ ج ۲ ص ۳۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اسی طرح تفسیرات احمدیہ نے گانے کی مجالس کو منع کیا کہ جن میں کھیل تماشے بلکہ شراب نوشی بھی ہو۔ اور لوگ اس کو سماع کہہ کر کارٹواب جانیں۔ تفسیرات احمدیہ نے ان لغویات کی تصریح بھی کر دی ہے۔ دیکھو تفسیرات احمدیہ سوہ لقمان زیر آیت ومن الناس من یشری لہو الحدیث (پارہ ۲۱ سورہ ۳۱ آیت نمبر ۶) ہم نے بھی پہلے عرض کیا کہ محفل میلاد میں لغویات نہ ہوں گے۔ میں نے خود کراچی میں دیکھا ہے کہ بعض جگہ باجے پر نعت پڑھتے ہیں اور اس کو میلاد شریف کہتے ہیں۔ ایک بار سہوان ضلع بدایوں کے قریب کسی گاؤں میں ایک شخص نے اپنے باپ کی فاتحہ کرائی۔ بجائے قرآن کی تلاوت کے گرافون ریکارڈ میں سورہ یاسین بجا کر اس کا ثواب باپ کی روح کو بخشا۔ ایسی بیہودہ اور حرام باتوں کو کون جائز کہتا ہے؟ اسی طرح ان حضرات کے زمانہ میں بھی ایسی لغو اور بیہودہ مجلسیں ہوتی ہوں گی۔ اسی کو بیخ

فرما رہے ہیں۔ اگر یہ مطلقاً میلاد شریف کو جائز ماننا کفر ہے تو حاجی امداد اللہ صاحب پیر و مرشد بھی اسی میں شامل ہوئے جاتے ہیں۔  
**اعتراض (۵)۔۔۔۔۔** نعت خوانی حرام ہے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا گانا ہے اور گانے کی احادیث میں برائی آئی ہے۔ اسی طرح تقسیم شیرینی کہ یہ اسراف ہے۔

**جواب :-** نعت کہنا اور نعت پڑھنا بہترین عبادت ہے سارا قرآن حضور علیہ السلام کی نعت ہے۔ دیکھو اس کی تحقیق ہماری کتاب شان حبیب الرحمن میں۔ گزشتہ انبیائے کرام نے حضور علیہ السلام کی نعت خوانی کی۔ صحابہ کرام اور سارے مسلمان نعت شریف کو مستحب جانتے رہے خود حضور علیہ السلام نے اپنی نعت پاک سنی اور نعت خوانوں کو دعائیں دیں۔ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نعتیہ اشعار اور کفار کی مذمت منظوم کر کے حضور علیہ السلام کی خدمت میں لاتے تھے تو حضور علیہ السلام ان کے لئے مسجد میں منبر بچھوا دیتے تھے۔ حضرت حسان اس پر کھڑے ہو کر نعت شریف سنایا کرتے تھے اور حضور علیہ السلام دعائیں دیتے تھے کہ اللھم ایدہ بروح القدس اے اللہ احسان کی روح القدس سے امداد کر۔ (دیکھو مشکوٰۃ شریف جلد دوم باب الشعر)

(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب فضائل حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ص ۳۲ رقم الحدیث ۲۳۸۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد کتاب الادب باب باجانی الشرح ص ۳۲ رقم الحدیث ۵۰۱۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۱ ص ۲۲ رقم الحدیث ۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)  
 اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نعت گوئی اور نعت خوانی ایسی اعلیٰ عبادت ہے کہ اس کی وجہ سے حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مجلس مصطفیٰ علیہ السلام میں منبر دیا گیا۔ ابوطالب نے نعت لکھی۔ خرپوتی شرح قصیدہ بردہ میں ہے کہ صاحب قصیدہ بردہ کو قافح ہو گیا تھا۔ کوئی علاج مفید نہ ہوتا تھا۔ آخر کار قصیدہ بردہ شریف لکھا۔ رات کو خواب میں حضور کو کھڑے ہو کر سنایا شفا بھی پائی اور انعام میں چادر مبارک بھی ملی۔ نعت شریف سے دین و دنیا کی نعمتیں ملتی ہیں۔ مولانا جامی، امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ غرضیکہ سارے اولیاء و علماء نے نعمتیں لکھیں اور پڑھی ہیں۔ ان حضرات کے قصائد نعتیہ مشہور ہیں۔ حدیث و فقہ میں گانے بجانے کی برائیاں ہیں نہ کہ نعت کی۔ جن گیتوں میں محرب اخلاق مضامین ہوں۔ عورتوں یا شراب کی تعریفیں ہوں واقعی وہ گانے نا جائز ہیں۔ اس کی پوری تحقیق کے لئے مرقاة شرح مشکوٰۃ باب ما یقال بعد التکبیر (کتاب الصلوٰۃ) اور باب الشعر میں دیکھو۔

فقہاء فرماتے ہیں کہ فصیح و بلیغ اشعار کا سیکھنا فرض کفایہ ہے مگر چہ ان کے مضامین خراب ہوں۔ مگر ان کے الفاظ سے علوم میں مدد ملتی ہے۔ دیوان قتیبی وغیرہ مدارس اسلامیہ میں داخل ہیں۔ حالانکہ ان کے مضامین گندے ہیں۔ تو نعتیہ اشعار سیکھنا یا یاد کرنا۔ پڑھنا جن کے مضامین بھی اعلیٰ الفاظ بھی پاکیزہ کس طرح نا جائز ہو سکتے ہیں؟ شامی کے مقدمہ میں شعر کی بحث میں ہے۔

ومعرفة شعرهم رواية ودراية عند فقهاء الاسلام فرض كفاية لانه ثبت به قواعد العربية وكلامهم وان فيه الخطاء في المعاني فلا يجوز فيه الخطاء في الالفاظ۔

**ترجمہ:** شعراء جاہلیت کے شعروں کو جانتا سمجھنا روایت کرنا فقہاء اسلام کے نزدیک فرض کفایہ ہے کیونکہ اس سے عربی قواعد ثابت کئے جاتے ہیں اور ان کے کلام میں اگرچہ معنوی خطا ممکن ہے مگر لفظی غلطی نہیں ہو سکتی۔

(رد المحتار علی درالمنہاج مقدمہ ج ۱ ص ۳۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

گانے کی پوری تحقیق بحث عرس میں قوالی کے ماتحت آوے گی۔ ان شاء اللہ۔

تقسیم شیرینی بہت اچھا کام ہے خوشی کے موقعہ پر کھانا کھانا منہائی تقسیم کرنا احادیث سے ثابت ہے۔ عقیقہ ولیمہ وغیرہ میں کھانے کی دعوت سنت ہے کیوں؟ اس لئے کہ یہ خوشی کا موقعہ ہے خاص نکاح کے وقت خرے تقسیم کرنا بلکہ اس کا لٹانا سنت ہے۔ اظہار خوشی کے لئے مسلمان کا ذکر محبوب پاک پر خوشی ہوتی ہے۔ دعوت کرتا ہے۔ صدقہ و خیرات کرتا ہے۔ شیرینی تقسیم کرتا ہے اسی طرح استاذہ کرام کا طریقہ

ہے کہ دینی کتاب شروع ہونے اور ختم ہونے پڑھنے والے سے شیرینی تقسیم کراتے ہیں۔ میں نے مینڈو ضلع علی گڑھ میں کچھ عرصہ تعلیم پائی ہے وہاں دیوبندیوں کا مدرسہ تھا مگر کتاب شروع ہونے پر شیرینی تقسیم کی جاتی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ دینی اہم کام کرنے سے پہلے اور ختم کر کے تقسیم شیرینی سنت سلف صالحین ہے اور محفل میلاد بھی اہم دینی کام ہے اس سے پہلے اہل قربت کو میلاد خوانوں اور مہمانوں کو کھانا کھلاتا بعد میں حاضرین میں تقسیم شیرینی کرنا اسی میں داخل ہے اس تقسیم کی اصل قرآن وحدیث سے ملتی ہے۔ قرآن فرماتا ہے۔

بأيها الذين آمنوا إذا ناجيتم الرسول فقدموا بين يدي نجوكم صدقة ذلك خير لكم و أظهر-

**ترجمہ:** اے ایمان والوں جب تم رسول سے کچھ آہستہ عرض کرنا چاہو تو اس سے پہلے کچھ صدقہ دے لو یہ تمہارے لئے بہتر اور بہت ستر ہے۔

(پارہ ۲۸ سورہ ۵۸ آیت نمبر ۱۲)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ شروع اسلام میں مالداروں پر ضروری تھا کہ جب حضور علیہ السلام سے کوئی ضروری مشورہ کریں تو پہلے خیرات کریں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دینار خیرات کر کے حضور علیہ السلام سے دس مسئلہ پوچھے بعد میں اس کا وجوب منسوخ ہو گیا (دیکھو تفسیر خزائن العرفان و خازن و مدارک) اگرچہ وجوب منسوخ ہو گیا۔ مگر اباحت اصلہ اور استحباب تو باقی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مزارات اولیاء اللہ پر کچھ شیرینی لے کر جانا۔ مرشدین اور صلحاء کے پاس کچھ لے کر حاضر ہونا مستحب ہے۔ اسی طرح احادیث و قرآن یا دینی کتب کے شروع کرتے وقت کچھ صدقہ کرنا بہتر ہے میلاد شریف پڑھنے سے پہلے کچھ خیرات کرنا کار ثواب ہے کہ ان میں بھی درحقیقت حضور نبی سے کلام کرتا ہے تفسیر فتح العزیز صفحہ ۸۶ میں شاہ عبدالعزیز صاحب نے ایک حدیث نقل کی۔ بیہقی در شعب الایمان از ابن عمر روایت کردہ کہ عمر ابن الخطاب سورہ بقرہ اباحقاس آن در مدت دوازده سال خواندہ فارغ شد و روزے ختم شترے را کہ کشتہ طعام وافر پختہ یا در ان حضرت پیغمبر را خوانید۔ بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عمر سے روایت کیا کہ حضرت فاروق نے سورہ بقرہ سال کی مدت میں اس کے رموز اسرار کے ساتھ پڑھی۔ جب فارغ ہوئے تو ختم کے دن ایک اونٹ ذبح کر کے بہت سا کھانا پکا کر صحابہ کرام کو کھلایا۔ اہم کار خیر سے فارغ ہو کر تقسیم شیرینی و طعام ثابت ہوا۔ میلاد پاک بھی اہم کام ہے بزرگان دین تو فرماتے ہیں کہ کسی اہل قربت کے یہاں جاؤ تو خالی نہ جاؤ کچھ لے کر جاؤ تمہارا تجو ایک دوسرے کو ہدیہ و محبت بڑھے گی۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ جب دیا محبوب یعنی مدینہ پاک میں جاوے تو وہاں کے فقراء کو صدقہ دے کہ وہ اجیران رسول اللہ ﷺ ہیں۔ رب تعالیٰ کے یہاں بھی پہلا سوال یہ ہی ہوگا کہ کیا اعمال لائے؟

حق بفرماید چه آوردی مرا! اندر آن مهلت که من دادم ترا

یہ تقسیم اسراف نہیں۔ کسی نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ لاخیر فی السرف اسراف میں بھلائی نہیں۔ فوراً جواب دیا لا سرف فی الخیر بھلائی میں خرچ کرنا اسراف نہیں۔

**اعتراض (۶).....**:- محفل میلاد کے لئے ایک دوسرے کو بلا نا احترام ہے۔ دیکھو لوگوں کو بلا کر نفل کی جماعت بھی منع ہے تو کیا میلاد اس سے بڑھ کر ہے؟ (براہین)

**جواب:-** مجلس، وعظ، دعوت ولبر، مجالس امتحان ومحل نکاح وعقیدہ وغیرہ میں لوگوں کو بلایا ہی جاتا ہے بولویہ امور حرام ہو گئے یا حلال رہے؟ اگر کہو کہ نکاح وعظ وغیرہ فرائض اسلامی ہیں لہذا ان کے لئے مجمع کرنا حلال۔ تو جناب تعظیم رسول اللہ ﷺ اہم فرائض سے ہے۔ لہذا اس کے لئے بھی مجمع کرنا حلال ہے۔ نماز پر دیگر حالات کو قیاس کرنا سخت جہالت ہے اگر کوئی کہے کہ نماز بے وضو منع ہے۔ لہذا تلاوت قرآن بھی بے وضو منع ہونی چاہیے۔ وہ احسن ہے یہ قیاس مع الفارق ہے۔



**اعتراض (۷)۔**..... کسی کی یادگار منانا اور دن تاریخ مقرر کرنا شرک ہے اور میلاد شریف میں یہ دنوں ہیں لہذا یہ بھی شرک ہے۔

**جواب:** خوشی کو یادگار منانا بھی سنت ہے۔ اور دن تاریخ مقرر کرنا مسنون۔ اس کو شرک کہنا انتہاء کی جہالت و بے دینی ہے۔ رب تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا و ذکر ہم بابام اللہ (پارہ ۱۳ سورہ ۱۳ آیت نمبر ۵) یعنی بنی اسرائیل کو وہ دن بھی یاد دلاؤ جن میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر نعمتیں اتاریں۔ جیسے غرق فرعون من وسلویٰ کا نزول وغیرہ (خزائن العرفان) معلوم ہوا کہ جن دنوں میں رب تعالیٰ اپنے بندوں کو نعمت دے۔ ان کی یادگار منانے کا حکم ہے۔ مشکوٰۃ کتاب الصوم باب صوم التطوع فصل اول میں ہے۔

سنل رسول اللہ ﷺ عن صوم يوم الاثنين فقال فيه ولدت فيه انزل على وحی۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام سے دو شنبہ کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ اسی دن ہم پیدا ہوئے اور اسی دن ہم وحی کی ابتدا ہوئی۔

(صحیح مسلم کتاب الصیام باب استحباب صیام ثلاث ایام من کل شهر ج ۲ ص ۸۱۹ رقم الحدیث ۱۱۶۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۲۸۶ رقم الحدیث ۳۸۱۸۳ مطبوعہ مکتبۃ دارالانوار مکتبۃ المکتبۃ)۔ (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۲ ص ۱۳۶ رقم الحدیث ۲۷۷۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۹۶ رقم الحدیث ۷۸۶۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

ثابت ہوا کہ دو شنبہ کا روزہ اس لئے سنت ہے کہ یہ دن حضور علیہ السلام کی ولادت کا ہے۔ اس سے تین باتیں معلوم ہوئیں۔ یادگار منانا سنت ہے اس کے لئے دن مقرر کرنا سنت ہے۔ حضور علیہ السلام کی ولادت کی خوشی میں عبادت کرنا سنت ہے۔ عبادت خواہ بدنی ہو جیسے روزہ اور نوافل یا مالی جیسے صدقہ اور خیرات تقسیم شیری وغیرہ۔ مشکوٰۃ یہ ہی باب فصل ثالث میں ہے کہ جب حضور علیہ السلام مدینہ پاک میں تشریف لائے تو وہاں یہودیوں کو دیکھا کہ عاشورہ کے دن روزے رکھتے ہیں سبب پوچھا۔ تو انہوں نے عرض کیا کہ اس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رب نے فرعون سے نجات دی تھی۔ ہم اس کے شکر یہ میں روزہ رکھتے ہیں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ فحنن الحق وادبني بموسى منكم ہم موسیٰ علیہ السلام سے تم سے زیادہ قریب ہیں فصامہ وامر بصيامه خود بھی اس دن روزہ رکھا اور لوگوں کو عاشورہ کے روزہ کا حکم دیا۔ چنانچہ اول اسلام میں یہ روزہ فرض تھا۔ اب فرضیت تو منسوخ ہو چکی مگر استحباب باقی ہے۔ اسی مشکوٰۃ کے اسی باب میں ہے کہ عاشورہ کے روزے کے متعلق کسی نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا کہ اس میں یہود مشابہت اہل کتاب سے بچ گئے۔ ہم نے شان حبیب الرحمن میں حوالہ کتب سے بیان کیا کہ بچکانہ نمازوں کی رکعتیں مختلف کیوں ہیں۔ فجر میں دو مغرب میں تین عصر میں چار وہاں جواب دیا ہے کہ یہ نمازیں گزشتہ انبیاء کی یادگاریں ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے دنیا میں آکر رات دیکھی تو پریشان ہوئے۔ صبح کے وقت دو رکعت شکر یہ ادا کیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت اسمعیل کا فدیہ دینے پایا۔ لخت جگر کی جان بچی۔ قربانی منظور ہوئی۔ چار رکعت شکر یہ ادا کیں۔ یہ ظہر ہوئی وغیرہ وغیرہ معلوم ہوا کہ نماز کی رکعات بھی دیگر انبیاء کی یادگاریں ہیں۔ حج تو اول تا آخر ہاجرہ واسمعیل و ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہے اب نہ تو وہاں پانی کی تلاش ہے اور نہ شیطان کا قربانی سے روکنا۔ مگر صفا و مروہ کے درمیان چلنا بھاگنا منیٰ میں شیطان کو کنگر مارنا بدستور ویسے ہی موجود ہے۔ محض یادگار کے لئے۔ اس کی نفیس بحث کا مطالعہ کرو۔ شان حبیب الرحمن میں۔

ماہ رمضان خصوصاً شب قدر اس لئے افضل ہوئے کہ ان میں قرآن کریم کا نزول ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۸۵) اور فرماتا ہے انا انزلنہ فی لیلة القدر (پارہ ۳ سورہ ۷۷ آیت نمبر ۱) جب قرآن کے نزول کی وجہ سے یہ مہینہ رات تا قیامت اعلیٰ ہو گئے تو صاحب قرآن ﷺ کی ولادت پاک سے تا قیامت رجب الاول اور اس کی

بارھویں تاریخ اعلیٰ و افضل کیوں نہ ہو۔ حضرت اسمعیل علیہ السلام کی قربانی کے دن کو روز عید قرار دے دیا گیا۔ معلوم ہوا کہ جس دن تاریخ میں کسی اللہ والے پر اللہ کی رحمت آئی ہو۔ وہ دن تاریخ تاقیامت رحمت کا دن بن جاتا ہے دیکھو جمعہ کا دن اس لئے افضل ہے کہ اس دن میں گزشتہ انبیاء علیہم السلام پر ربانی انعام ہوئے کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش انہیں سجدہ کرنا۔ ان کا دنیا میں آنا نوح علیہ السلام کی کشتی پارلگنا یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے باہر آنا یعقوب علیہ السلام کا اپنے فرزند سے ملنا۔ موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے نجات پانا۔ پھر آئندہ قیامت کا آنا یہ سب جمعہ کے دن ہے لہذا جمعہ سید الايام ہو گیا۔

اسی طرح برعکس کا حال ہے کہ جن مقامات اور جن تاریخوں میں قوموں پر عذاب آیا ان سے ڈرو۔ منگل کے دن فصد نہ لو یہ خون کا دن ہے۔ اسی دن ہابیل قتل ہوا۔ اسی دن حضرت ہوا کو حیض شروع ہوا۔ دیکھو ان دنوں میں یہ واقعات کبھی ایک بار ہو چکے۔ مگر ان واقعات کی وجہ سے دن میں عظمت یا حقارت ہمیشہ کے لئے ہو گئی۔

معلوم ہوا کہ بزرگوں کی خوشی یا عیادت کی یادگاریں منانا عبادت ہے آج بھی یادگار اسمعیل شہید یا دیگر مولانا قاسم خود بخلافین مناتے ہیں۔ اگر کسی چیز کا مقرر کرنا شرک ہو جاوے تو مدرسہ دیوبند کی تاریخ امتحان مقرر تعطیل کے لئے ماہ رمضان مقرر دستار بندی کے لئے دورہ حدیث مقرر مدرسین کی تنخواہ مقرر کھانے اور سونے کے لئے وقت مقرر جماعت کے لئے گھنٹہ اور منٹ مقرر نکاح ولیمہ اور عقیقہ کے لئے تاریخیں مقرر۔ میلاد شریف کو شرک کرنے کے شوق میں اپنے گھر کو تو آگ نہ لگاؤ۔ یہ تاریخیں محض عادت کے طور پر مقرر کی جاتی ہیں۔ یہ کوئی بھی نہیں سمجھتا کہ اس تاریخ کے علاوہ اور تاریخ میں محفل میلاد جائز ہی نہیں۔ اسی لئے ہمارے یوپی میں ہر مصیبت کے وقت کسی کے انتقال کے بعد میلاد شریف کرتے ہیں۔ کاٹھیاواڑ میں خاص شادی کے دن، میت کے تیج، دسویں، چالیسویں کے دن میلاد شریف کرتے ہیں۔ پھر ماہ ربیع الاول میں ہر جگہ پورے ماہ میلاد شریف ہوتے رہتے ہیں۔ سوائے دیوبند کے ہر جگہ دستور ہے بلکہ سنا گیا ہے۔ کہ وہاں عام باشندے میلاد شریف برابر کرتے ہیں۔

خیال رہے کہ دن یا جگہ مقرر کرنا چند وجہ سے منع ہے۔ ایک یہ کہ وہ دن یا جگہ کسی بت سے نسبت رکھتی ہو۔ جیسے ہولی، دیوالی کے دن اس کی تعظیم کے لئے دیگ پکائے۔ یا مندر میں جا کر صدقہ کرے اسی لئے مشکوٰۃ باب الہند میں ہے کہ کسی نے ہوانہ میں اونٹ ذبح کرنے کی منت مانی تو فرمایا۔ کیا وہاں کوئی بت یا کفار کا میلہ تھا عرض کیا نہیں۔ فرمایا جا اپنی نذر پوری کر۔ یا اس تعین میں کفار سے مشابہت ہے۔ یا اسے واجب جاننا منع ہے یا جمعہ عید کے دن ہے اسے روزے کا دن نہ بنادو۔

ان اعتراضات سے معلوم ہوا کہ مانعین کے پاس کوئی دلیل حرمت موجود نہیں۔ یوں ہی ایک چڑ پیدا ہو گئی ہے اس لئے محض قیاسات باطلہ سے حرام کہتے ہیں مگر یاد رہے۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے

نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چڑ چا تیرا

## بحث قیام میلاد کے بیان میں

اس بحث میں ایک مقدمہ اور دو باب ہیں۔ مقدمہ میں قیام کے متعلق ضروری باتیں ہیں۔

### مقدمہ

نماز میں دو طرح کی عبادتیں ہیں۔ قوی اور فعلی۔ قوی تو قرآن کریم کی تلاوت۔ رکوع سجود کی تسبیح التحیات وغیرہ کا پڑھنا۔ اور فعلی عبادت چار ہیں۔ قیام رکوع سجدہ بیٹھنا قیام کے معنی ہیں اس طرح سیدھا ہونا کہ ہاتھ گھٹنوں تک نہ پہنچ سکیں۔ رکوع کے معنی ہیں اس قدر جھکنا کہ گھٹنوں تک ہاتھ پہنچ جاویں۔ اسی لئے زیادہ کڑے کے پیچھے تندرست کی نماز جائز نہیں۔ کیونکہ وہ قیام نہیں کر سکتا۔ ہر وقت رکوع میں ہی رہتا ہے۔ سجدہ کے معنی ہیں سات اعضا کا زمین پر لگنا۔ دونوں پاؤں کے نیچے دونوں گھٹنے دونوں ہتھیلیاں ناک پیشانی۔ اسلام سے پہلے دیگر انبیائے کرام کی امتوں میں کسی کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا۔ رکوع کرنا سجدہ کرنا اور بیٹھنا ہر کام جائز تھا۔ مگر عبادت کی نیت سے نہیں بلکہ تحسین و تعظیم کے لئے خدائے پاک نے حضرت آدم علیہ السلام کو ملائکہ سے سجدہ تعظیمی کرایا۔ اور یعقوب علیہ السلام اور ان کے فرزندوں نے یوسف علیہ السلام کو سجدہ تعظیمی کیا (قرآن کریم) مگر اسلام نے تعظیمی قیام اور تعظیمی بیٹھنے کو تو جائز رکھا۔ مگر تعظیمی رکوع اور تعظیمی سجدہ حرام کر دیا۔ معلوم ہوا کہ قرآن حدیث سے منسوخ ہوتا ہے کیونکہ غیر اللہ کے لئے سجدہ تعظیمی کا ثبوت تو قرآن سے ہے۔ اور اس کا نسخ حدیث پاک سے ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ کسی کے سامنے جھکنا یا زمین پر سر رکھنا جب حرام ہوگا جبکہ رکوع و سجدہ کی نیت سے یہ کام کرے۔ لیکن اگر کسی بزرگ کا جو تا سیدھا کرنے یا ہاتھ پاؤں چومنے کے لئے جھکا تو اگرچہ جھکنا تو پایا گیا۔ مگر چونکہ اس میں رکوع کی نیت نہیں ہے لہذا یہ رکوع نہیں ہاں تا حد پر رکوع جھک کر سلام کرنا حرام ہے یعنی تعظیماً تا حد رکوع جھکنا حرام اور جھکنا کسی اور کام کے لئے تھا۔ اور کام تعظیم کے لئے تو جائز جیسے کہ کسی کے جوتے سیدھے کرنا وغیرہ۔ یہ فرق ضرور خیال میں رہے بہت ہی باریک ہے۔ شامی جلد پنجم کتاب النکاح باب الاستبراء کے آخر میں ہے۔

الایمان فی الاسلام الی قریب الرکوع کالسجود وفی المحيط انه یکره الانحناء للسلطان وغیرہ۔

**ترجمہ:** اسلام میں رکوع کے قریب جھک کر اشارہ کرنا سجدہ کی طرح ہے (حرام ہے) محیط میں ہے کہ بادشاہ کے سامنے جھکنا مکروہ تحریمی ہے۔ (رد المحتار علی در المختار کتاب النکاح باب الاستبراء وغیرہ ج ۵ ص ۱۷۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

### پہلا باب

#### قیام میلاد کے ثبوت میں

قیام یعنی کھڑا ہونا چھ طرح کا ہے۔ قیام جائز قیام فرض قیام سنت قیام مستحب۔ قیام مکروہ قیام حرام۔ ہم ہر ایک کے پہچاننے کا قیام ۱۰ عرض کئے دیتے ہیں۔ جس سے قیام میلاد کا حال خود بخود معلوم ہو جاوے گا کہ یہ قیام کیسا ہے۔

(۱) دنیاوی ضروریات کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے۔ اس کی سیکڑوں مثالیں ہیں۔ کھڑے ہو کر عمارت بنانا اور دیگر دنیاوی کاروبار کرنا وغیرہ۔

فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض۔

**ترجمہ:** جب نماز جمعہ ہو جاوے تو تم زمین میں پھیل جاؤ۔

(پارہ ۲۸ سورہ ۶۲ آیت نمبر ۱۰)

(۲) پنج وقتہ نماز اور واجب نماز میں قیام فرض ہے۔ وقوموا للہ فتنین (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۲۳۸) اللہ کے سامنے اطاعت کرتے ہوئے کھڑے ہو یعنی اگر کوئی شخص قدرت رکھتے ہوئے بیٹھ کر ادا کرے تو یہ نماز نہ ہوگی۔

(۳) نوافل میں کھڑا ہونا مستحب ہے اور بیٹھ کر بھی جائز۔ یعنی کھڑے ہو کر پڑھنے میں ثواب زیادہ ہے۔

(۴) چند موقعوں پر کھڑا ہونا سنت ہے اولاً تو کسی دینی عظمت والی چیز کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا اسی لئے آپ زمزم اور وضو کے پچے ہوئے پانی کو کھڑے ہو کر پینا مسنون ہے۔ حضور علیہ السلام کے روضہ پاک پر اللہ حاضری نصیب فرمادے تو نماز کی طرح ہاتھ باندھ کر کھڑا سنت ہے۔ عالمگیری جلد اول آخر کتاب الحج آداب زیارت قبر النبی علیہ السلام میں ہے۔

ويقف كما يقف في الصلوة ويمثل صورته الكریمۃ کانه قائم فی لحد عالم یہ یسمع کلامہ۔

**ترجمہ:** روضہ مطہرہ کے سامنے ایسے کھڑا ہو جیسے کہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور اس جمال پاک کا نقشہ ذہن میں جمائے گویا کہ وہ سرکار اپنی قبر انور میں آرام فرما ہیں۔ اس کو جاننے ہیں اور اس کی بات سنتے ہیں۔

(فتاویٰ عالمگیری کتاب التائب باب نہ رب الحج خاتمی زیارۃ قبر النبی ﷺ ج ۱ ص ۲۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اسی طرح مومنین کی قبروں پر فاتحہ پڑھے تو قبلہ کو پشت اور قبر کی طرف منہ کر کے کھڑا ہونا سنت ہے عالمگیری کتاب الکرامۃ باب

زیارت القبر میں ہے۔

یخلع نعلیه ثم یقف مستند بر القبلة مستقبلاً لوجه المیت۔

**ترجمہ:** اپنے جوتے اتار دے اور کعبہ کی طرف پشت اور میت کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو۔

روضہ پاک آب زمزم وضو کا پانی قبر مومن سب متبرک چیزیں ہیں۔ ان کی تعظیم قیام سے کرائی گئی۔ دوسرے جب کوئی دینی پیشوا آئے تو اس کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو جانا سنت ہے۔ اسی طرح جب دینی پیشوا سامنے کھڑا ہو تو اس کے لئے کھڑا رہنا سنت اور بیٹھنا رہنا بے ادبی ہے۔ مشکوٰۃ جلد اول کتاب الجہاد باب حکم الاسرار اور باب القیام میں ہے کہ جب اسعد ابن معاذ اللہ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں حاضر ہوئے تو حضور علیہ السلام نے انصار کو حکم دیا۔ قوموا الی سیدکم اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب مرجع النبی ﷺ ج ۱ ص ۱۵۱ رقم الحدیث ۳۸۹۵ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (صحیح مسلم کتاب الجہاد باب جواز قتال من تقضی السعد ج ۳ ص ۳۸۸ رقم الحدیث ۶۶۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد کتاب الادب ماجام فی القیام ج ۳ ص ۳۵۵ رقم الحدیث ۵۲۱۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

یہ قیام تعظیمی تھا نہ یہ کہ ان کو محض مجبوری کی وجہ سے قیام کرایا گیا۔ نیز گھوڑے سے اتارنے کے لئے ایک دو صاحب ہی کافی تھے۔

سب کو کیوں فرمایا کہ کھڑے ہو جاؤ۔ نیز گھوڑے سے اتارنے کے لئے تو حاضرین مجلس پاک میں سے کوئی بھی چلا جاتا۔ خاص انصار کو کیوں حکم فرمایا۔ ماننا پڑے گا کہ یہ قیام تعظیمی ہی تھا۔ اور حضرت اسعد انصار کے سردار تھے۔ ان سے تعظیم کرائی گئی۔ جن لوگوں نے الی سے دھوکا کھا کر کہا ہے کہ یہ قیام بیماری کے لئے تھا۔ وہ اس آیت میں کیا کہیں گے؟ اذا قمتم الی الصلوۃ کیا نماز بھی بیمار ہے کہ اس کی امداد کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ اشعہ الممعات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے۔

حکمت در مراعات توقیر و اکرام سعد دریں مقام و امر تعظیم اواراد دریں ما آن باشد کہ

ادراہرانے حکم کردن طلبیدہ بودند پس اعلان شان او دریں مقام اولیٰ و انسب باشد۔

فاذا قام قمنا قیاما حتی فرء یناہ قد دخل بعض بیوت ازواجہ۔

**ترجمہ:** اس موقع پر سعد کی تعظیم و تکریم کرانے میں یہ حکمت ہوگی کہ ان کو نبی قریطہ پر حکم فرمانے کے لئے بلایا تھا۔ اس جگہ ان کی شان کا اظہار بہتر اور مناسب تھا۔

(اشعۃ الملمعات کتاب الادب باب القیام الفصل الاول ج ۳ ص ۳۰ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

مشکوٰۃ باب القیام میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حضور علیہ السلام مجلس سے اٹھتے تو ہم بھی کھڑے ہو جاتے تھے یہاں تک کہ ہم دیکھ لیتے تھے کہ آپ اپنی کسی بیوی پاک کے گھر میں داخل ہو گئے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب القیام الفصل الثالث ص ۴۰۳-۴۰۴ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اشعۃ الملمعات کتاب الادب باب القیام میں زیر آیت حدیث قوموا الی سید کم ہے

اجماع کردہ اند جہا میر علماء ہایں حدیث برا کرام اہل فضل از علم باصلاح با شرف و نوری گفتہ کہ ایں فیار مر اہل فضل را وقت فدومر آوردن نیست قیام ر جالس از ہرانی کسی کہ در آمدہ است برونی بجهت تعظیم۔

(اشعۃ الملمعات کتاب الادب باب القیام الفصل الاول ج ۳ ص ۳۰ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

اس حدیث کی وجہ سے جمہور علماء نے علمائے صالحین کی تعظیم کرنے پر اتفاق کیا ہے نووی نے فرمایا کہ بزرگوں کی تشریف آوری کے وقت کھڑا ہونا مستحب ہے اس بارے میں احادیث آئی ہیں اور اس کی ممانعت میں صریح کوئی حدیث نہیں آئی۔ قادی سے نقل کیا کہ بیٹھے ہوئے آدمی کا کسی آنے والے کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو جانا مکروہ نہیں۔ عالمگیری کتاب الکرامیہ باب ملاقات الملوک میں ہے۔

تجوز الخدمة بغير الله تعالى بالقيام واخذ الیدین والانحناء۔

**ترجمہ:** غیر خدا کی عظمت کرنا کھڑے ہو کر مصافحہ کر کے جھک کر ہر طرح جائز ہے۔

(قادی عالمگیری کتاب الکرامیہ باب ملاقات الملوک التواضع کم الباب الثامن والآخر ج ۵ ص ۲۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس جگہ جھکنے سے مراد حد رکوع سے کم جھکنا ہے۔ تا حد رکوع جھکنا تو ناجائز ہے جیسا کہ ہم مقدمہ میں عرض کر چکے۔ در مختار جلد پنجم کتاب الکرامیہ باب الاستبراء کے آخر میں ہے۔

يجوز بل يندب القيام تعظيماً للقدام يجوز القيام ولو للقارى بين يدي العالم۔

**ترجمہ:** آنے والے کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو جانا جائز بلکہ مستحب ہے جیسے کہ قرآن پڑھنے والے کو عالم کے سامنے کھڑا ہو جانا جائز ہے۔

(رد المحتار علی در المختار کتاب الخطر والاباحہ باب الاستبراء وغیرہ ج ۵ ص ۲۷۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس سے معلوم ہوا کہ تلاوت قرآن کی حالت میں بھی کوئی عالم دین آ جاوے تو اس کے لئے کھڑا ہو جانا مستحب ہے اس کے ماتحت

شامی میں ہے۔

وقیام قاری القرآن لمن یجنی تعظيماً لا یکره اذ کان ممن یتستحق التعظیم۔

**ترجمہ:** قرآن پڑھنے والے کا آنے والے کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو جانا مکروہ نہیں جبکہ وہ تعظیم کے لائق ہو۔

(رد المحتار علی در المختار کتاب الخطر والاباحہ باب الاستبراء وغیرہ ج ۵ ص ۲۷۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شامی جلد اول باب الامات میں ہے کہ اگر کوئی شخص مسجد میں صف اول میں جماعت کے انتظار میں بیٹھا ہے۔ اور کوئی عالم آدمی آ گیا اس کے لئے جگہ چھوڑ دینا خود پیچھے ہٹ جانا مستحب ہے بلکہ اس کے لئے پہلی صف میں نماز پڑھنے سے یہ افضل ہے۔ یہ تعظیم تو علماء امت کی ہے۔

(رد المحتار علی در المختار باب الامات ج ۵ ص ۲۷۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

لیکن صدیق اکبر نے تو عین نماز پڑھاتے ہوئے جب حضور علیہ السلام کو تشریف لاتے دیکھا تو خود مقتدی بن گئے۔ اور سچ فرماؤ میں

حضور علیہ السلام امام ہوئے۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۹ رقم الحدیث ۱۷۸۵ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)

ان امور سے معلوم ہوا کہ بزرگان دین کی تعظیم عبادت کی حالت میں بھی کی جاوے۔ مسلم جلد دوم باب حدیث توبہ ابن مالک کتاب التوبہ میں ہے۔

فقام طلحة ابن عبید اللہ بھرول حتی صافحنی و ہناء فی۔

**ترجمہ:** پس طلحہ ابن عبید اللہ کھڑے ہو گئے دوڑتے ہوئے آئے مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارک باد دی۔

(صحیح مسلم کتاب التوبہ حدیث توبہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۳۶۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس جگہ نووی میں ہے۔

فیہ استحباب مصافحتہ القادم والقیام لہ اکر ما والہرولنہ الی لقاء ۵۔

(شرح صحیح مسلم للنووی کتاب التوبہ حدیث توبہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۳۶۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس سے ثابت ہوا کہ آنے والے سے مصافحہ کرنا۔ اس کی تعظیم کو کھڑا ہونا۔ اس کے ملنے کے لئے دوڑنا مستحب ہے۔

تیسرے جبکہ کوئی اپنا پیارا آجاوے تو اس کی خوشی میں کھڑا ہو جانا۔ ہاتھ پاؤں چومنا سنت ہے مشکوٰۃ کتاب الادب باب المصافحہ میں ہے کہ زید ابن حارثہ دروازہ پاک مصطفیٰ علیہ السلام پر حاضر ہوئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔

فقام الیہ رسول اللہ ﷺ عربانا فاعتنقہ وقبلہ۔

**ترجمہ:** ان کی طرف حضور علیہ السلام بغیر چادر شریف کے کھڑے ہو گئے پھر ان کو گلے سے لگالیا اور بوسہ دیا۔

(سنن الترمذی کتاب الاستئذان والاداب باب ماجاء فی المناقب والقبلة ج ۳ ص ۳۵۰ رقم الحدیث ۲۷۳۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۹۲ رقم الحدیث ۶۷۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (فتح الباری ج ۱۱ ص ۵۲ مطبوعہ)

مشکوٰۃ اسی باب میں ہے کہ جب حضرت خاتون جنت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔

قام الیہا فاخذ بیدھا فقبلھا واجلسھا یف مجلسہ۔

ان کے لئے کھڑے ہو جاتے اور ان کا ہاتھ پکڑے ان کو چومتے اور اپنی جگہ ان کو بٹھاتے۔ اسی طرح جب حضور علیہ السلام فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے۔ تو آپ بھی کھڑی ہو جاتیں اور ہاتھ مبارک دیتیں اور اپنی جگہ حضور علیہ السلام کو بٹھالیتیں۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب فضل فاطمہ ج ۶ ص ۷۵ رقم الحدیث ۳۸۷۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد کتاب الادب باب ماجاء فی التیام ج ۳ ص ۳۵۵ رقم الحدیث ۵۲۱۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۵ ص ۹۶ رقم الحدیث ۸۳۶۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱ ص ۳۰۳ رقم الحدیث ۹۹۵۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت)، (مسند رک للحاکم ج ۳ ص ۷۳ رقم الحدیث ۳۷۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

مرقات باب المشی بالجمازۃ فصل دوم میں ہے۔

فیہ ایماء الی ندب القیام لتعظیم الفضلاء والکبرآء۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۳ ص ۳۳ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ بلقان)

معلوم ہوا کہ فضلاء کے لئے قیام قنطیس جائز ہے۔ چوتھے جبکہ کوئی پیارے کا ذکر سنے یا کوئی اور خوشی کی خبر سنے تو اسی وقت کھڑا ہو جانا مستحب اور سنت صحابہ و سنت سلف ہے۔ مشکوٰۃ کتاب الایمان فصل ثالث میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک خوشخبری سنائی۔

فقممت الیہ وقلت بابی انت وامی انت احق بہا۔

**ترجمہ:** تو میں کھڑا ہو گیا اور میں نے کہا کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں آپ ہی اس لائق ہیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان الفصل الثالث ص ۶ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

تفسیر روح البیان پارہ ۲۶ سورہ فتح زیر آیت ۲۹ محمد رسول اللہ ہے کہ امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مجمع علماء موجود تھا کہ ایک نعت خواں نے نعت کے دو شعر پڑھے۔

فعند ذلك قام الامام السبكي وجميع من في المجلس فحصل انس عظيم بذلك المجلس۔

**ترجمہ:** تو فوراً امام سبکی اور تمام حاضرین مجلس کھڑے ہو گئے اور اس مجلس میں بہت ہی لطف آیا۔

(تفسیر روح البیان ج ۹ ص ۶۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

پانچویں کوئی کافر اپنی قوم کا پیشوا ہو۔ اور اس کے اسلام لانے کی امید ہو تو اس کے آنے پر اس کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا سنت ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لانے کے لئے حاضر خدمت ہوئے تو حضور علیہ السلام نے کھڑے ہو کر ان کو اپنے سینہ پاک سے لگایا۔

(کتب تواریخ)

عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب اہل الذمہ میں ہے۔

اذا دخل ذمی علی مسلم فقام له طعام فی اسلامه فلا باس۔

**ترجمہ:** کوئی ذمی کافر مسلمان کے پاس آیا مسلمان اس کے اسلام کی امید پر اس کے لئے کھڑا ہو گیا تو جائز ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری الباب الرابع عشر فی اہل الذمہ والادحاکم النبی تعویذہم ج ۵ ص ۳۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۵) چند جگہ قیام مکروہ ہے۔ اولاً آب زمزم اور وضو کے سوا اور پانی کو پیتے وقت کھڑا ہونا بلا عذر مکروہ ہے۔ دوسرے دنیا دار کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا دنیاوی لالچ سے بلا عذر مکروہ ہے۔ تیسرے کافر کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا ساقی مالدار کی وجہ سے مکروہ ہے۔ عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب اہل الذمہ میں ہے۔

وان قام له من غیر ان ینوی شینا مما ذکرنا او قام طمعاً لغناہ کرہ له ذلك۔

**ترجمہ:** اگر اس کے لئے سوائے مذکورہ صورتوں کے کھڑا ہو یا اس کی مالدار کی طمع میں کھڑا ہو تو مکروہ ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری الباب الرابع عشر فی اہل الذمہ والادحاکم النبی تعویذہم ج ۵ ص ۳۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

چوتھے جو شخص اپنی تعظیم کرانا چاہتا ہو اس کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا منع ہے۔ پانچویں اگر کوئی بڑا آدمی درمیان میں بیٹھا ہو اور لوگ اس کے آس پاس دست بستہ کھڑے ہوں تو اس طرح کھڑا ہونا سخت منع ہے۔ اپنے لئے قیام پسند کرنا بھی منع ہے اس کے حوالہ دوسرے باب میں آویں گے انشاء اللہ یہ تقسیم خیال میں رہے۔

جب یہ تحقیق ہو چکی تو اب پتہ لگ گیا کہ میلاد پاک میں ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا سنت صحابہ اور سنت سلف صالحین سے ثابت ہے کیونکہ ہم قیام سنت میں چوتھا قیام وہ بتا چکے کہ جو خوشی کی خبر پاکریا کسی پارے کے ذکر پر ہو۔ اور پہلا قیام وہ بتایا جو کسی دینی عظمت والی چیز کی تعظیم کے لئے ہو۔ لہذا قیام میلاد چند وجہ سے سنت میں داخل ہوا۔ ایک تو اس لئے کہ یہ ذکر ولادت کی تعظیم کے لئے ہے دوسرے اس لئے کہ ذکر ولادت سے بڑھ کر مسلمان کے نزدیک کون محبوب ہے وہ جان اولاد ماں باپ مال متاع سب سے زیادہ محبوب ہیں ﷺ ان کے ذکر پر کھڑا ہونا سنت سلف صالحین ہے۔ چوتھے اس لئے کہ ولادت پاک کے وقت ملائکہ در دولت پر کھڑے ہوئے تھے۔ اس لئے ولادت کے ذکر پر کھڑا ہونا فضل ملائکہ سے مشابہ ہے۔ پانچویں اس لئے کہ ہم بحث میلاد میں حدیث سے ثابت کر چکے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے اپنے اوصاف اور اپنا نسب شریف منبر پر کھڑے ہو کر بیان فرمایا۔ تو اس قیام کی اصل مل گئی چھٹے اس لئے کہ شریعت نے اس کو منع نہ کیا۔ اور ہر ملک کے عام مسلمان اس کو ثواب سمجھ کر کرتے ہیں۔ اور جس کام کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ ہم اس کی تحقیق بحث میلاد اور بحث بدعت میں کر چکے ہیں۔ نیز پہلے عرض کر چکے ہیں کہ مسلمان جس کام کو مستحب جانیں۔ وہ شریعت میں

مستحب ہے شامی جلد سوم کتاب الوقف۔ وقف منقولات کی بحث میں فرماتے ہیں۔ لان التعامل بترك به القیاس لحديث ماراه المومنون حسناً فهو عند الله حسن یعنی دیکھی و جنازہ وغیرہ کا وقف قیاساً ناجائز ہونا چاہیے مگر چونکہ عام مسلمان اس کے عامل ہیں لہذا قیاس چھوڑ دیا گیا اور اسے جائز مانا گیا۔ دیکھو عامۃ المسلمین جس کام کو اچھا سمجھتے لگیں۔ اور اس کی حرمت کی نص نہ ہو تو قیاس کو چھوڑنا لازم ہے۔ در مختار جلد پنجم کتاب الاجارات باب اجارت الفاسدہ میں ہے۔

وجاز اجارة الحمام لانه عليه السلام دخل حمام الجحفة وللعرف وقال النبي عليه السلام ماراه المومنون حسناً فهو عند الله حسن۔

**ترجمہ:** حمام کا کرایہ جائز ہے کیونکہ حضور علیہ السلام مہر جحفہ کے حمام میں تشریف لے گئے اور اس لئے کہ عرف جاری ہو گیا۔ اور حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ عند اللہ اچھا ہے۔

(روالنجری در المختار کتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة ج ۵ ص ۳۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس کے ماتحت شامی میں ہے کہ حضور علیہ السلام کے جحفہ کے حمام میں داخل ہونے کی روایت سخت ضعیف ہے۔ بعض نے کہا کہ موضوع ہے۔ لہذا اب حمام کے جائز ہونے کی دلیل صرف ایک رہ گئی یعنی عرف عام تو ثابت ہوگا کہ جو کام مسلمان عام طور پر جائز سمجھ کر کریں وہ جائز ہے۔ شامی میں اسی جگہ ہے۔

لان الناس فی سائر الامصار یدفعون اجرت الحمام فدل اجماعهم علی جواز ذلك وان كان القیاس یاہا۔  
**ترجمہ:** کیونکہ تمام شہروں میں مسلمان لوگ حمام کی اجرت دیتے ہیں پس ان کے اجماع سے اس کا جائز ہونا معلوم ہوا اگرچہ یہ خلاف قیاس ہے۔

(روالنجری در المختار کتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة ج ۵ ص ۳۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ثابت ہوا کہ حمام کا کرایہ قیاساً ناجائز نہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ خبر نہیں ہوتی کہ کتنا پانی خرچ ہوگا۔ اور کرایہ میں نفع و اجرت معلوم ہونا ضروری ہے لیکن چونکہ مسلمان عام طور پر اس کو جائز سمجھتے ہیں۔ لہذا یہ جائز ہے۔ قیام میلاد کو بھی عام مسلمان مستحب سمجھتے ہیں۔ لہذا مستحب ہے۔ ساتویں اس لئے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔  
وتعزروه وتوقروه۔

**ترجمہ:** اے مسلمانو ہمارے نبی کی مدد کرو اور ان کی تعظیم کرو۔

(پارہ ۲۶ سورہ ۲۸ آیت نمبر ۹)

تعظیم میں کوئی پابندی نہیں بلکہ جس زمانہ میں اور جس جگہ جو طریقہ بھی تعظیم کا ہو اس طرح کرو بشرطیکہ شریعت نے اس کو حرام نہ کیا ہو جیسے کہ تعظیماً سجدہ و رکوع۔ اور ہمارے زمانہ میں شامی احکام کھڑے ہو کر بھی پڑھے جاتے ہیں لہذا محبوب کا ذکر بھی کھڑے ہو کر ہونا چاہیے۔ دیکھو کسلوا واشربوا (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۶۰) میں مطلقاً کھانے پینے کی اجازت ہے کہ ہر حلال غذا کھاؤ پو۔ تو بریانی، زردہ، تورما، سب ہی حلال ہوا خواہ خیر القرون میں ہو یا نہ ہو۔ ایسے ہی توقروہ کا امر مطلق ہے کہ ہر قسم کی جائز تعظیم کرو۔ خیر القرون سے ثابت ہو یا نہ ہو۔ آٹھویں اس لئے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

ومن یعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب۔

**ترجمہ:** اور جو شخص اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دل کے تقوے سے ہے۔

(پارہ ۱ سورہ ۲۲ آیت نمبر ۳۲)



روح البیان نے زیر آیت وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدون (پارہ ۶ سورہ ۵ آیت نمبر ۲) لکھا کہ جس چیز کو دینی عظمت حاصل ہو وہ شعارِ اللہ ہیں۔ ان کی تعظیم کرنا ضروری ہے جیسے کہ بعض مہینے بعض دن و مقامات۔ بعض اوقات وغیرہ اسی لئے صفا و مروہ کعبہ معظمہ ماہ رمضان شب قدر کی تعظیم کی جاتی ہے۔ اور ذکر و ولادت بھی شعارِ اللہ ہے لہذا اس کی تعظیم بھی بہتر ہے وہ قیام سے حاصل ہے۔

ہم نے آٹھ دلائل سے اس قیام کا مستحب ہونا ثابت کیا۔ مگر مخالفین کے پاس خدا چاہے۔ تو ایک بھی دلیل حرمت نہیں۔ محض اپنی رائے سے حرام کہتے ہیں۔

## دوسرا باب

قیام میلاد پر اعتراض و جواب میں

**اعتراض (۱).....:-** چونکہ میلاد کا قیام اول تین زمانوں میں نہیں تھا۔ لہذا ابدعت ہے اور ہر بدعت حرام ہے۔ حضور کی وہ بی تنظیم کی جاوے جو کہ سنت سے ثابت ہو۔ اپنی ایجادات کو اس میں داخل نہ ہو کیا ہم کو مقابلہ صحابہ کرام حضور سے زیادہ محبت نہیں ہے جب انہوں نے یہ قیام نہ کیا تو ہم کیوں کریں۔

**جواب:-** بدعت کا جواب تو بارہا دیا جا چکا ہے کہ ہر بدعت حرام نہیں۔ رہا یہ کہنا کہ حضور علیہ السلام کی وہ ہی تعظیم کی جاوے جو سنت سے ثابت ہو کیا یہ قاعدہ صرف حضور علیہ السلام کی تعظیم کے لئے ہے یا دیگر علمائے دیوبند کے لئے بھی یعنی عالم کتاب مدرسہ تمام چیزوں کی وہ ہی تعظیم ہونی چاہیے جو سنت سے ثابت ہے تو علماء دیوبند کی آمد پر شیشن پر جانا۔ ان کے گلوں میں ہار پھول ڈالنا۔ ان کے لئے جلوس نکالنا جھنڈیوں سے راستہ اور جلسہ گاہ کو سجانا۔ کرسیاں لگانا۔ وعظ کے وقت زندہ باد کے نعرے لگانا۔ مسند اور قالین بچھانا وغیرہ اس طرح کی تعظیم کا آپ کوئی ثبوت پیش کر سکتے ہیں کہ صحابہ کرام نے حضور علیہ السلام کی ایسی تعظیم کی ہو۔ نہیں پیش کر سکتے۔ تو فرمائیے کہ یہ تعظیم حرام ہے یا حلال۔ لہذا آپ کا یہ قاعدہ ہی غلط ہے۔ بلکہ رکوع و سجدہ محرمات کے علاوہ جس تعظیم کا جس ملک میں رواج ہو وہ جائز ہے اور جذبہ دل جس طرف راہبری کرے وہ عبادت ہے۔ لکھنؤ میں مہتر بھنگی کو کہتے ہیں۔ اور فارسی اور بعض جگہ اردو میں بھی مہتر بمعنی سردار بولا جاتا ہے جیسے کہ چترال کے نواب کو مہتر چترال کہتے ہیں۔ لکھنؤ میں جو شخص یہ کلمہ مہتر کسی نبی کے لئے استعمال کرے کافر ہے۔ اور چترال میں اور فارسی میں نہیں۔ ہر ملکہ ہر رسمے۔

## سندھيان ڊا اصطلاح سندھ قديم

هندیان را اصطلاح مند مدح

مرقاۃ واحة اللمعات کے مقدمہ در احوال محدثین ص ۱۵ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور میں امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احوال میں لکھتے ہیں کہ آپ مدینہ پاک کی زمین پاک میں کبھی گھوڑے پر سوار نہ ہوئے اور جب حدیث بیان فرماتے تو غسل کرتے عمدہ لباس پہنتے۔ خوشبو لگاتے اور ہیبت و وقار سے بیٹھتے تھے۔ کہیں مدینہ پاک یا حدیث شریف کی یہ تعظیم کسی صحابی نے کی تھی؟ نہیں۔ مگر امام مالک کا جذبہ دل ہے عین ثواب ہے۔ تفسیر روح البیان زیر آیت ما کان محمد ابا احد من رجالکم (پارہ ۲۲ سورہ ۳۳ آیت نمبر ۴) ہے کہ ایاز کے فرزند کا نام محمد تھا۔ سلطان اس کا نام لے کر پکارتے تھے۔ ایک روز غسل خانہ میں جا کر فرمایا کہ اے ایاز کے بیٹے پانی لا۔ ایاز نے عرض

کیا کہ حضور کیا تصور ہوا کہ غلام زادے کا نام نہ لیا۔ فرمایا کہ ہم اس وقت بے وضو تھے اس مبارک نام کو بے وضو نہیں لیا کرتے۔

من اذ بار بشویر دمن بمسک و گلاب منوذر منو گفتم کمال ہے ادبی است

کہیں یہ تعظیم کہاں ثابت ہے؟ کہیں کیا سلطان محمود اور امام مالک رحمہما اللہ کو صحابہ کرام سے زیادہ عشق رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام تھا۔

**اعتراض (۲)۔** اگر ذکر رسول علیہ السلام کی تعظیم منظور ہے تو ہر ذکر پر کھڑے ہو جایا کرو۔ اور میلاد شریف میں اول سے ہی کھڑے رہا کرو۔ یہ کیا کہ پہلے بیٹھے اور بعد کو بیٹھے درمیان میں کھڑے ہو گئے۔

**جواب:-** یہ تو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اگر کس کو اللہ توفیق دے اور ہر وقت کھڑے ہو۔ یا بعض وقت ہر طرح جائز ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کتب حدیث کھڑے ہو کر پڑھایا کرتے تھے دیکھنے والوں نے ہم کو بتایا کہ خود بھی کھڑے ہوتے پڑھنے والے بھی کھڑے ہوتے تھے ان کا یہ فعل بہت ہی مبارک تھا مگر چونکہ از اول تا آخر کھڑا ہونا عوام کو دشوار ہوگا۔ اس لئے صرف ولادت کے ذکر کے وقت کھڑے ہو جاتے ہیں۔ نیز بیٹھے بیٹھے بعض لوگ کبھی اونگھ جاتے ہیں کھڑا کر کے صلوٰۃ و سلام پڑھ لو۔ تاکہ نیند جاتی رہے اسی لئے اس وقت عرق گلاب وغیرہ چھڑکتے ہیں۔ تاکہ پانی سے نیند اڑ جاوے کیوں صاحب انماز میں بعض ذکر تو آپ کھڑے ہو کر کرتے ہو۔ اور بعض رکوع میں اور بعض سجدے میں اور بیٹھ کر۔ ہر ذکر کھڑے ہو کر ہی کیوں نہ کیا؟ نیز جب التحیات میں اشہد ان لا اله الا اللہ پڑھتے ہیں تو حکم ہے کہ انگلی کا اشارہ کرے۔ اور ہزار ہا موقعوں پر آپ یہی کلمہ پڑھتے ہو۔ انگلی کیوں نہیں ہلاتے؟ صوفیائے کرام بعض وظائف میں کچھ اشاروں کی قیدیں لگاتے ہیں۔ مثلاً جب مقدمہ میں حاکم کے سامنے جاوے تو کھینچ حص اس طرح پڑھے کہ اس کے ہر حرف پر ایک انگلی بند کر دے کاف پر دہری پر وغیرہ۔ پھر حمسق پڑھے ہر ایک پر ایک انگلی کھولے پھر حاکم کی طرف دم کر دے تو جب تلاوت قرآن کے دوران یہ کلمے آتے ہیں تو یہ اشارہ کیوں نہیں۔ اور یہ اشعار صحابہ کرام سے کہاں ثابت ہیں۔ حزب المحر وغیرہ پڑھنے والے حضرات بعض مقامات پر خاص اشارے کرتے ہیں اور موقعوں پر کیوں نہیں کرتے۔ نیز طواف خانہ کعبہ میں پہلے طواف کے چار چکروں میں اضطباع بھی کرتے ہیں۔ اور مل بھی بعد میں کیوں نہیں کرتے؟ اس قسم کے صد ہا سوالات کئے جاسکتے ہیں۔ امام بخاری نے بعض احادیث کو اسناد و بیان کیا۔ بعض کو تعلیقاً۔ سب کو یکساں کیوں نہ بیان کیا۔ بھلا ان جیسی باتوں سے حرمت ثابت ہو سکتی ہے۔

**اعتراض (۳)۔** لوگوں نے قیام میلاد کو ضروری سمجھ لیا ہے کہ نہ کرنے والوں پر طعن کرتے ہیں اور غیر ضروری کو ضروری سمجھنا ناجائز ہے لہذا قیام ناجائز ہے۔

**جواب:-** یہ مسلمانوں پر فرض بہتان ہے کہ وہ قیام میلاد کو واجب سمجھتے ہیں۔ نہ کسی عالم دین نے لکھا کہ قیام واجب ہے۔ اور نہ تقریروں میں کہا۔ عوام بھی یہی کہتے ہیں کہ قیام اور میلاد شریف کا رٹو اب ہے۔ پھر آپ ان پر واجب سمجھنے کا کس طرح الزام لگاتے ہیں! اگر کوئی واجب سمجھے بھی تو اس کا یہ سمجھنا برا ہوگا نہ کہ اصل قیام حرام ہو جاوے۔ نماز میں درود شریف پڑھنا امام شافعی صاحب ضروری سمجھتے ہیں احناف غیر واجب۔ تو ہمارے نزدیک ان کا یہ قول صحیح نہ ہوگا۔ نہ کہ یہ درود نماز ہی منع ہو جاوے اس کی تحقیق حاجی امداد اللہ صاحب نے (ہفت مسئلہ) میں خوب کی ہے رہا یہ کہ مسلمان اس کو پابندی سے کرتے ہیں اور نہ کرنے والے کو وہ پابی کہتے ہیں۔ یہ بالکل درست ہے۔

مشکوٰۃ باب التصدی فی العمل میں ہے۔

احب الاعمال الی اللہ ادومها وان قل۔

**ترجمہ:** اللہ کے نزدیک اچھا کام وہ ہے جو کہ ہمیشہ ہو۔ اگر چہ تھوڑا ہو۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب التصدی فی العمل الفصل الاول ص ۱۱۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

ہر کار خیر کو پابندی سے کرنا مستحب ہے مسلمان ہر عید کو اچھے کپڑے پہنتے ہیں۔ ہر جمعہ کو غسل کرتے ہیں۔ خوشبو لگاتے ہیں۔ مدارس میں ہر رمضان وجہہ میں چھٹی کرتے ہیں۔ ہر سال امتحان لیتے ہیں۔ مسلمان ہر رات کو سوتے ہیں۔ ہر دوپہر کو کھانا کھاتے ہیں۔ تو کیا ان کو واجب سمجھتے ہیں یا پابندی وجوب کی علامت ہے رہا قیام نہ کرنے والوں کو وہابی سمجھتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فی زمانہ ہندوستان میں یہ وہابیوں کی علامت ہو گئی ہے اہل ایمان کے ہر زمانہ میں علامات مختلف رہی ہیں اور حسب زمانہ علامات کفار سے بچنا علامت اہل ایمان اختیار کرنا ضروری ہے۔ اول اسلام میں فرمایا گیا کہ جس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا جنتی ہو گیا۔

(مشکوٰۃ کتاب الایمان ص ۱۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

کیونکہ اس وقت کلمہ پڑھنا ہی اہل ایمان کی علامت تھی۔ پھر جب کلمہ گویوں میں متافق پیدا ہوئے تو قرآن پاک نے فرمایا کہ آپ کے سامنے متافق آکر کہتے ہیں کہ ہم گواہ ہیں کہ آپ رسول اللہ ہیں۔ اللہ بھی جانتا ہے کہ آپ رسول اللہ ہیں۔ لیکن خدا گواہ ہے کہ متافق جھوٹے ہیں کہیں بات تو سچی کہہ رہے ہیں۔ مگر ہیں جھوٹے پھر حدیث میں آیا کہ ایک قوم نہایت ہی عبادت گزار ہوگی۔ مگر دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے۔ نیز حدیث میں آیا کہ خارجی کی پہچان سر منڈانا ہے۔

(دیکھو دونوں حدیثیں مشکوٰۃ کتاب القصص باب قتل اہل الروہ)۔

(صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب ذکر الخوارج وصفہم ج ۲ ص ۳۵ رقم الحدیث ۱۰۶۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۳ ص ۵ رقم الحدیث ۱۱۰۳۱ مطبوعہ کتب الاسلامی بیروت)، (السنة لابن عبد اللہ بن احمد وقال اسنادہ صحیح ج ۲ ص ۶۲۲ رقم الحدیث ۱۳۸۲ مطبوعہ دار ابن القیم الدمام)

یہ تین امور تین زمانوں کے اعتبار سے ہیں شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ کسی نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ سنی کی علامت کیا ہے؟ فرمایا حب الختین تفضیل الشیخین والمسح علی الخفین دو اماموں یعنی سیدنا علی و عثمان سے محبت رکھنا۔ شیخین صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو تمام پر افضل جانا اور چڑے کے موزے پر مسح کرنا۔ تفسیرات احمد یہ میں سورہ انعام زیر آیت وان هذا صراطی مستقیم ہے کہ سیدنا عبد اللہ ابن عباس نے فرمایا کہ جس میں دس عادات ہوں وہ سنی ہے۔

تفضیل الشیخین توقیر الختین تعظیم القبلتین الصلوٰۃ علی الجنائزین الصلوٰۃ خلف الامامین ترک الخرج علی الامامین المسح علی الخفین والقول بالتقدیرین والامساك عن الشهادتین واداء الفریضتین۔

(التفسیرات الاحمدیہ فی بیان الایات الشرعیہ ۳۰۸ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

مرقات شروع باب المسح علی الخفین میں ہے۔

سئل انس ابن ملک عن علامته اهل السنة والجماعته فقال ان تحب الشیخین ولا تطعن الختین وتمسح علی الخفین۔

در مختار باب المیاء میں ہے۔

والتوضؤ من الحوض المفضل رغما للمعتزلة۔

ترجمہ: حوض سے وضو کرنا افضل ہے معتزلہ کو جلانے کے لئے

(رد المحتار علی در المختار کتاب الطہارۃ باب المیاء ج ۱ ص ۱۲۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اسی جگہ ثامی میں ہے

لان المعتزلة لا یحبیزونہ من الحیاض فنزغهم بالوضوء منها۔

**ترجمہ:** یعنی معتزلہ حوض سے وضو کرنے کو ناجائز کہتے ہیں۔ لہذا ہم ان کو حوض سے وضو کرنے کے جلائیں گے۔

(رد المحتار علی در المختار کتاب الطہارۃ باب السیاح ص ۱۳۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

دیکھو حوض سے وضو کرنا۔ چڑے کے موزوں پر مسح کرنا وغیرہ واجبات میں سے نہیں۔ لیکن چونکہ اس زمانہ میں اس کے منکر پیدا ہو گئے ہیں لہذا ان کو کسی کی پہچان قرار دیا۔ اسی طرح قیام میلاد فاتحہ وغیرہ واجبات میں سے نہیں۔ مگر چونکہ اس کے منکر پیدا ہو گئے ہیں لہذا انی زمانہ یہ ہندوستان میں سنی ہونے کی علامت ہے۔ اور مجلس میلاد میں اکیلا بیٹھا رہنا علامت دیوبندی کی ہے۔ من تشبہ بقوم فهو منهم لہذا اس سے بچنا چاہیے۔ نیز شامی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی جائز یا مستحب کام سے بلا وجہ لوگ روکیں تو اس کو ضرور کرے۔ آج ہندوستان میں ہندو قربانی گائے سے روکتے ہیں خاص گائے کی قربانی واجب نہیں۔ مگر مسلمانوں نے اپنا خون بہا کر اس کو جاری رکھا۔ اسی طرح محفل میلاد و قیام وغیرہ ہے۔ فقہاء کے نزدیک زنا بائندھنا اور ہندوؤں کی سی چوٹی سر پر رکھنا۔ قرآن پاک نجاست میں ڈالنا کفر ہے کیونکہ یہ کفار کی مذہبی علامت ہے۔

**ضروری نوٹ:-** یہ سوال ۱۱۳ اکثر دیوبندی کیا کرتے ہیں کہ فاتحہ عرس و میلاد وغیرہ سب کو اس وجہ سے حرام بتاتے ہیں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ تم نے خود سنی ہونگی علامت ایجاد کر لی ہیں حدیث و قرآن میں یہ علامت نہیں ہیں سب کے لئے یہی جواب دیا جاوے بہت مفید ہوگا انشاء اللہ۔

**اعتراض (۴):**..... کسی کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا منع ہے مشکوٰۃ باب القیام میں ہے۔ وکانوا اذا راوا ولم یقوموا الما یعلمون من کراهیۃ لذلك صحابہ کرام جب حضور علیہ السلام کو دیکھتے تو کھڑے نہ ہوتے تھے کیونکہ جانتے تھے کہ حضور علیہ السلام کو یہ ناپسند ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب القیام الفصل الثانی ص ۳۰۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

مشکوٰۃ اسی باب میں ہے۔

من سرہ ان یتمثل لہ الرجال قیاماً فلیتواء مقعده من النار۔

**ترجمہ:** جس کو پسند ہو کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے رہیں وہ اپنی جگہ دوزخ میں ڈھونڈے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب القیام الفصل الثانی ص ۳۰۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

مشکوٰۃ باب القیام میں ہے۔

لا تقوموا کما تقوم الاعاجم۔

**ترجمہ:** عجی لوگوں کی طرح نہ کھڑے ہوا کرو۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب القیام الفصل الثانی ص ۳۰۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ زندگی میں بھی اگر کوئی بڑا آدمی آوے تو اس کی تعظیم کے لئے نہ کھڑا ہو۔ میلاد شریف میں تو حضور علیہ

السلام آتے بھی نہیں پھر تعظیمی قیام کیونکہ جائز ہو سکتا ہے؟

**جواب:-** ان احادیث میں مطلق قیام سے منع نہیں فرمایا گیا۔ ورنہ پہلے باب میں ہم نے جو احادیث اور اقوال فقہاء نقل کئے اس کے

خلاف ہوگا بلکہ حسب ذیل امور سے ممانعت ہے اپنے لئے قیام چاہتا لوگوں کا دست بستہ سامنے کھڑا رہنا اور پیشوا کا درمیان میں بیٹھا بیٹھا رہنا۔ ہم نے بھی لکھا ہے کہ اس قسم کے دونوں قیام منع ہیں۔ پہلی حدیث کے ماتحت اشعۃ المعانی میں ہے۔

وحاصل آنکہ قیام وترک قیام بحسب زمان و احوال و اشخاص مختلف مگر دو وادیں جا است کہ گمان نہ کروند۔

خلاصہ یہ ہے کہ قیام تعظیسی کرنا اور نہ کرنا زمانہ اور حالات اور اشخاص کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے اسی طرح صحابہ کرام نے بھی تو حضور کے لئے قیام کیا اور کبھی نہ کیا معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کبھی تو حضور علیہ السلام کی تشریف آوری پر کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور کبھی نہیں۔ نہیں کا تو ذکر یہاں کیا اور کھڑے ہونے کی نئی ہے مطلقاً کی۔ دوسری اور تیسری حدیث کے ماتحت ائحدہ الممعات میں ہے۔

قیام مکروہ بعینہ نیست بلکہ مکروہ محبت قیام است اگر دے محبت قیام نہ دار و قیام برائے دے کہ مکروہ نیست قاضی عیاض مالکی گفتہ کہ قیام منہی در حق کسی است کہ نشستہ باشد و ایستادہ باشد پیش دے دو قیام تعظیم برائے اہل دنیا بجهت دنیائے ایشان و عید دارد شد و مکروہ است۔

خود قیام مکروہ نہیں بلکہ قیام چاہتا مکروہ ہے اگر وہ قیام نہ چاہتا ہو تو اس کے لئے مکروہ نہیں ہے۔ قاضی عیاض نے فرمایا کہ قیام اس کے لئے منع ہے جو کہ خود تو بیٹھا ہو۔ اور لوگ کھڑے ہوں اور دنیا داروں کے لئے قیام تعظیسی میں وعید آئی ہے اور وہ مکروہ ہے۔ اسی طرح حاشیہ مشکوٰۃ کتاب الجہاد۔ باب حکم الاسرار زیر حدیث تو موالی سید کم میں ہے۔

قال النووی فیہ اکرام اہل الفضل و تلقیہم و القیام الیہم و احتج بہ الجمهور و قال القاضی عیاض لیس هذا من القیام المنہی عنہ وانما ذلك فیمن یقومون علیہ و هو جالس و یمثلون له قیاما ما طول جلوسہ۔

**ترجمہ:** نووی نے فرمایا کہ اس سے بزرگوں کی تعظیم ان سے ملنا۔ ان کے لئے کھڑا ہونا ثابت ہے۔ جمہور علماء نے اس سے دلیل پکڑی ہے یہ قیام ممنوع قیاموں میں سے نہیں۔ ممانعت جب ہے کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے ہوں اور وہ بیٹھا ہو۔ اور لوگ اس کے پیٹھے رہنے تک کھڑے رہیں۔

(حاشیہ مشکوٰۃ القیام کتاب الجہاد باب حکم الاسرار ص ۳۳۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ ان دونوں حدیثوں میں خاص خاص قیام سے ممانعت ہے اور محفل میلاد کا قیام ان میں سے نہیں۔ نیز اگر تعظیسی قیام منع ہے تو علمائے دیوبند وغیرہ کے آنے پر لوگ سر و قد کھڑے ہو جاتے ہیں۔ وہ کیوں جائز ہے؟



## بحث

### فاتحہ تیجہ، دسواں، چالیسواں کا بیان

اس بحث میں ایک مقدمہ اور دو باب ہیں۔

#### مقدمہ

بدنی اور مالی عبادات کا ثواب دوسرے مسلمان کو بخشا جائز ہے اور پہنچتا ہے جس کا ثبوت قرآن و حدیث اور اقوال فقہاء سے ہے۔  
قرآن کریم نے مسلمانوں کو ایک دوسرے سے دعا کرنے کا حکم دیا۔ نماز جنازہ ادا کی جاتی ہے۔  
مشکوٰۃ باب النفع باب الملاحم فصل دوم میں ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی سے فرمایا کہ من یضمن لی منکم ان یصلی فی مسجد العشار رکعتین ویقول هذه لابی هريرة

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۴۴ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

اس سے تین مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ عبادت بدنی یعنی نماز بھی کسی کی ایصال ثواب کی نیت سے ادا کرنا جائز ہے دوسرے یہ کہ زبان سے ایصال ثواب کرنا کہ خدا یا اس کا ثواب فلاں کو دے بہت بہتر ہے تیسرے یہ کہ برکت کی نیت سے بزرگان دین کی مسجدوں میں نماز پڑھنا باعث ثواب ہے۔ رہی عبادت مالی یا مالی و بدنی کا مجموعہ جیسے زکوٰۃ اور حج اس میں اگر کوئی شخص کسی سے کہدے کہ تم میری طرف سے زکوٰۃ دے تو دے سکتا ہے۔ اور اگر صاحب مال میں حج کرنے کی قوت نہ رہے تو دوسرے سے حج بدل کر سکتا ہے۔ لیکن ثواب ہر عبادت کا ضرور پہنچتا ہے اگر میں کسی کو اپنا مال دیدوں تو وہ مالک ہو جاوے گا اسی طرح یہ بھی۔ ہاں فرق یہ ہے کہ مال تو کسی کو دے دیا تو اپنے پاس نہ رہا اور اگر چند کو دیا تو تقسیم ہو کر ملا لیکن ثواب اگر سب کو بخش دیا تو سب کو پورا پورا ملا۔ اور خود بھی محروم نہ رہا۔ جیسے کسی کو قرآن پڑھایا تو سب کو پورا قرآن آگیا اور پڑھانے والے کا جاتا نہ رہا۔

دیکھو شامی جلد اول بحث فن میت۔ اسی لئے نابالغ بچے سے ہدیہ لینا منع ہے مگر ثواب لینا جائز ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ثواب کسی کو نہیں پہنچتا۔ کیونکہ قرآن کریم میں ہے۔

لها ما کسبت وعلیها ما اکتسبت۔

**ترجمہ:** ہر نفس کے لئے وہ ہی مفید و مضر ہے جو اس نے خود کر لیا۔

(پارہ ۳ سورہ ۲ آیت نمبر ۲۸۶)

نیز قرآن میں ہے۔

لیس للانسان الا ما سعی۔

**ترجمہ:** انسان کے لئے نہیں ہے مگر وہ جو خود کرے۔

(پارہ ۲ سورہ ۵۳ آیت نمبر ۳۹)

جس سے معلوم ہوا کہ غیر کا کام اپنے لئے مفید نہیں لیکن یہ غلط ہے کیونکہ یہ لام ملکیت کا ہے یعنی انسان کے لئے قابل بھروسہ اور اپنی ملکیت اپنے ہی اعمال ہیں۔ نہ معلوم کہ کوئی اور ایصال ثواب کرے یا نہ کرے اس بھروسہ پر اپنے عمل سے غافل نہ رہے۔ (دیکھو تفسیر خزائن العرفان وغیرہ) یا یہ حکم ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں کا تھا نہ کہ اسلام کا۔ یہاں اس کی نقل ہے۔ یا یہ آیت اس آیت سے

منسوخ ہے والیعتہم ذریتہم بالایمان (پارہ ۲۷ سورہ ۵۲ آیت نمبر ۲۱) یہی عبد اللہ ابن عباس کا قول ہے اسی لئے مسلمانوں کے بچے ماں باپ کی طفیل جنت میں جاویں گے۔ بغیر عمل درجات پائیے۔ دیکھو جمل و خازن یا یہ آیت بدنی اعمال میں نیابت کی نفی کرتی ہے۔ اسی لئے ان میں کسب و سعی کا ذکر ہے۔ نہ کہ ہبہ ثواب کا یا یہ ذکر عدل ہے اور وہ فضل غرض کہ اس کی بہت توجیہات ہیں۔ فاتحہ، تیجہ، دسواں، چالیسواں وغیرہ اسی ایصال ثواب کی شاخیں ہیں۔ فاتحہ میں صرف یہ ہوتا ہے کہ تلاوت قرآن جو کہ بدنی عبادت ہے۔ اور صدقہ یعنی مالی عبادت کا جمع کر کے ثواب پہنچایا جاتا ہے۔

## پہلا باب

### فاتحہ کے ثبوت میں

تفسیر روح البیان نے پارہ ۷ سورہ انعام زیر آیت و هذا کتاب انزلناہ مبارک (پارہ ۸ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۵۵) میں ہے۔  
وعن حمید الا عرج قال من قرء القرآن و ختمہ ثم دعا امن علی دعائہ اربعۃ الاف ملک ثم لا یزالون یدعون له ویستغفرون ویصلون علیہ الی السماء او الی الصبح۔  
**ترجمہ:** حضرت اعرج سے مروی ہے کہ جو شخص قرآن ختم کرے پھر دعائے گنگے تو اس کی دعا پر چار ہزار فرشتے آمین کہتے ہیں پھر اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں اور مغفرت مانگتے رہتے ہیں۔ شام یا صبح تک۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۱۵۶۔ ۱۵۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

یہ ہی مضمون نووی کتاب الاذکار کتاب تلاوت القرآن میں بھی ہے۔

معلوم ہوا کہ ختم قرآن کے وقت دعا قبول ہوتی ہے اور ایصال ثواب بھی دعا ہے لہذا اس وقت ختم پڑھنا بہتر ہے۔ اوجہ اللغات باب زیارت القبر میں ہے۔ و تصدق کردہ شود از میت بعد رفتن ادا از عالم تا ہفت روز۔ میت کے مرنے کے بعد سات روز تک صدقہ کیا جاوے۔ اسی اوجہ اللغات میں اسی باب میں ہے۔ و بعض روایات آمدہ است کہ روح میت سے آید خانہ خورا شب جمعہ پس نظری کند کہ تصدق کنند از دے یا نہ۔ جمعہ کی رات کو میت کی روح اپنے گھر آتی ہے اور دیکھتی ہے کہ اس کی طرف سے لوگ صدقہ کرتے ہیں یا نہیں۔

(اوجہ اللغات ج ۱ ص ۷۱۶)

اس سے معلوم ہوا کہ بعض جگہ جو رواج ہے کہ بعد موت سات روز تک برادر و نیاں خیرات کرتے ہیں اور ہمیشہ جمعرات کو فاتحہ کرتے ہیں۔ اس کی یہ اصل ہے۔ انوار ساطعہ صفحہ ۱۳۵ اور حاشیہ خزائن الروایات میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے تیسرے اور ساتویں اور چالیسویں دن اور چھٹے ماہ اور سال بھر بعد صدقہ دیا۔ یہ تیجہ ششماہی اور برسی کی اصل ہے۔

نووی نے کتاب الاذکار باب تلاوت القرآن میں فرمایا کہ انس بن مالک ختم قرآن کے وقت اپنے گھروالوں کو جمع کر کے دعا مانگتے۔ حکیم ابن عتبہ فرماتے ہیں کہ ایک مجمع کو مجاہد و عبدہ ابن ابی لبابہ نے بلایا اور فرمایا کہ ہم نے تمہیں اس لئے بلایا ہے کہ آج ہم قرآن پاک ختم کر رہے ہیں۔ اور ختم قرآن کے وقت دعا قبول ہوتی ہے حضرت مجاہد سے بروایت صحیح منقول ہے کہ بزرگان دین ختم قرآن کے

وقت جمع کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اس وقت رحمت نازل ہوتی ہے ☆

(نودی کتاب الاذکار)

لہذا نتیجہ جہلم کا اجتماع سنت سلف ہے۔ درختار بحث قرأت للمیت باب الدفن میں ہے فی الحدیث من قرء الاخلاص احد عشر مرة ثم وهب اجرها للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات حدیث میں ہے کہ جو شخص گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھے پھر اس کا ثواب مردوں کو بخشے تو اس کو تمام مردوں کے برابر ثواب ملے گا۔

(رد المحتار علی درختار بحث قرأت للمیت باب الدفن ج ۱ ص ۶۶۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شامی میں اسی جگہ ہے۔ ویقرء من القرآن ما تيسر له من الفاتحه واول۔

ویقرء من القرآن ما تيسر له من الفاتحه واول البقرة واية الكرسي وامن الرسول وسورة يس وتبارك الملك وسورة التكاثر والاخلاص النبی عشر مرة او احدى عشر او مبعثا او ثلاثا ثم يقول اللهم او صل ثواب ما قرءنا الى فلان او اليهم۔

**ترجمہ:** جو ممکن ہو قرآن پڑھے سورہ فاتحہ بقرہ کی اول آیات اور آیہ الکرسی اور امن الرسول اور سورہ یس اور ملک اور سورہ تکاثر اور سورہ اخلاص بارہ گیارہ یا سات یا تین دفعہ پھر کہے کہ یا اللہ جو کچھ میں نے پڑھا اس کا ثواب فلاں کو یا فلاں لوگوں کو پہنچا دے۔

(رد المحتار علی درختار بحث قرأت للمیت باب الدفن ج ۱ ص ۶۶۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

☆..... حاشیہ

امام سعید بن منصور متوفی ۲۲۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا سعيد قال نا جعفر بن سليمان الضبيعي عن ثابت البناني عن انس انه كان اذا ختم القرآن جمع اهله فدعا۔

**ترجمہ:** حضرت انس رضی اللہ عنہ جب قرآن کریم ختم کرتے اپنی اولاد کو جمع کرتے پھر دعا کرتے۔  
(سنن سعید بن منصور فضائل القرآن ج ۱ ص ۱۴۰ رقم الحدیث ۲۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عفان ثنا جعفر بن سليمان حدثنا ثابت قال لم كان انس اذا ختم القرآن جمع ولده واهل بيته فدعا لهم۔

**ترجمہ:** حضرت انس رضی اللہ عنہ جب قرآن کریم ختم کرتے اپنی اولاد اور اہل بیت کو جمع کرتے پھر ان کے لیے دعا فرماتے۔  
(سنن الدارمی سنن کتاب فضائل القرآن ج ۲ ص ۵۶۰ رقم الحدیث ۳۳۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن علي بن شعيب السمسار ثنا خالد بن خديش ثنا جعفر بن سليمان عن ثابت لم كان انس بن مالك كان اذا ختم القرآن جمع اهله وولده فدعا لهم۔

**ترجمہ:** حضرت بن مالک رضی اللہ عنہ جب قرآن کریم ختم کرتے اپنے اہل و عیال کو جمع کرتے پھر ان کے لیے دعا فرماتے۔  
(معجم الکبیر للطبرانی ج ۱ ص ۳۲۲ رقم الحدیث ۶۷۳ مطبوعہ مکتبہ العلوم والحکم الموصل)

امام ابی القریح عبد الرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۵ھ لکھتے ہیں۔

كان انس بن مالك اذا ختم القرآن جمع ولده واهل بيته فدعا لهم۔

**ترجمہ:** حضرت انس رضی اللہ عنہ جب قرآن کریم ختم کرتے اپنی اولاد اور اہل بیت کو جمع کرتے پھر ان کے لیے دعا فرماتے۔  
(صفوة الصفوة ج ۱ ص ۱۱۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)



ان عبارات میں فاتحہ مروجہ کا پورا طریقہ بتایا گیا۔ یعنی مختلف جگہ سے قرآن پڑھنا۔ پھر ایصالِ ثواب کی دعا کرنا اور دعائیں ہاتھ اٹھانا سنت لہذا ہاتھ اٹھا دے۔ غرضیکہ فاتحہ مروجہ پوری پوری ثابت ہوئی۔ فتاویٰ عزیزیہ صفحہ ۷۵ میں ہے

طعامیکہ ثواب آن نیاز حضرت امامین نمایند ہر آن قل و فاتحہ و در دو خواندن متبرک می شود و خوردن بسیار خوب است۔

جس کھانے پر حضرات حسنین کی نیاز کریں اس پر قل اور فاتحہ اور در دو پڑھنا باعث برکت ہے اور اس کا کھانا بہت اچھا ہے اسی فتاویٰ عزیزیہ صفحہ ۳۱ میں ہے۔

اگر مالیدہ و شیر برانی فاتحہ بزرگے بقصد ایصال و ثواب بروح ایشان بخورند جائز است مضائقہ نیست۔

اگر دودھ مالیدہ کسی بزرگ کی فاتحہ کے لئے ایصالِ ثواب کی نیت سے پکا کر کھلا دے تو جائز ہے کوئی مضائقہ نہیں۔

(فتاویٰ عزیزیہ ج ۱ ص ۱۷ مطبوعہ کوئٹہ)

مخالفین کے پیشوا ولی اللہ صاحب کا بھی نتیجہ ہوا۔ چنانچہ اس کا تذکرہ عبدالعزیز صاحب نے اپنے ملفوظات صفحہ ۸۰ میں اس طرح فرمایا۔ روز سوم کثرتِ محجور مردم آں قدر بود کہ بیرون از حساب است ہشتاد و یک کلام اللہ بہ شمار آمدہ و زیادہ ہر شدہ و کلمہ دا حصر نیست۔

تیسرے دن لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا۔ کہ شمار سے باہر ہے کیا ہی ختم کلام اللہ شمار میں آئے اور زیادہ بھی ہوئے ہوں گے کلمہ طیبہ کا تو اندازہ نہیں۔

اس سے نتیجہ کا ہونا اور اس میں ختم کلام اللہ کرنا ثابت ہوا۔ مولوی قاسم محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند تخریر الناس صفحہ ۲۴ پر فرماتے ہیں جنید کے کسی مرید کا رنگ یکا یک خفیر ہو گیا۔ آپ نے سب پوچھا تو بروے مکاففہ اس نے یہ کہا کہ اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں حضرت جنید نے ایک لاکھ پانچ سو ار بار کلمہ پڑھا تھا یوں سمجھ کر بعض روایات میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدہ مغفرت ہے آپ نے جی ہی جی میں اس مرید کی ماں کو بخش دیا اور اس کی اطلاع نہ دی۔ بخشنے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان ہشاش بشاش ہے۔ آپ نے سب پوچھا۔ اس نے عرض کیا کہ اپنی ماں کو جنت میں دیکھتا ہوں۔ آپ نے اس پر یہ فرمایا کہ اس جوان کے مکاففہ کی صحت تو مجھ کو حدیث سے معلوم ہوئی۔ اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاففہ سے ہو گئی۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کلمہ طیبہ ایک لاکھ پانچ ہزار بخشنے سے مردے کی بخشش کی امید ہے اور نتیجہ میں جنوں پر یہ ہی پڑھا جاتا ہے۔

ان تمام عبارات سے فاتحہ اور نتیجہ وغیرہ کے تمام مراسم کا جواز معلوم ہوا۔ فاتحہ میں بیچ آیت پڑھنا پھر ایصالِ ثواب کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا۔ نتیجہ کے دن قرآن خوانی، کلمہ شریف کا ختم کھانا پکا کر نیاز کرنا سب معلوم ہو گیا صرف ایک بات باقی ہے کھانا سامنے رکھ کر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا۔ اس کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ کاغذیادار میں تو ادلا کھانا فقراء کو کھلا دیتے ہیں۔ پھر بعد میں ایصالِ ثواب کرتے ہیں اور یوپی و پنجاب اور عرب شریف میں کھانا سامنے رکھ کر ایصالِ ثواب کراتے ہیں۔ پھر کھاتے ہیں۔ دونوں طرح جائز ہے اور احادیث سے ثابت ہے۔ مشکوٰۃ میں بھی بہت سی روایات موجود ہیں کہ حضور علیہ السلام نے کھانا ملاحظہ فرما کر صاحبِ طعام کے لئے دعا

فرمائی۔ بلکہ حکم دیا کہ دعوت کھا کر میزبان کو دعا دوا سی طرح مشکوٰۃ باب آداب طعام میں ہے کہ حضور علیہ السلام جب کھانے سے فارغ ہوتے تو فرماتے۔ الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ غیر مکفی ولا مودع ولا مستغناً عنه ربنا۔  
(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الاطعمۃ الفصل الاول ص ۳۶۵ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)۔ (صحیح البخاری کتاب الاطعمۃ باب ما یقول اذا فرغ من طعام ص ۸۲۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

جس سے معلوم ہوا کہ کھانے کے بعد دو چیزیں مسنون ہیں۔ حمد الہی کرنا اور صاحب طعام کے لئے دعا کرنا اور فاتحہ میں یہ دونوں باتیں موجود ہیں۔ اور غالباً اس قدر کا انکار مخالفین بھی نہیں کرتے ہوں گے۔ رہا کھانا سامنے رکھ کر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا۔ اس کی بہت سی احادیث آئی ہیں۔ مشکوٰۃ باب المعجزات فصل دوم میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کچھ خرے حضور علیہ السلام کی خدمت میں لایا اور عرض کیا کہ اس کے لئے دعائے برکت فرمادیں۔

فضمہن ثم دعا لی فیہن بالبرکۃ۔

ترجمہ: آپ نے ان کو ملایا اور دعائے برکت کی۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب المعجزات الفصل الثانی ص ۵۳۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)  
مشکوٰۃ باب المعجزات فصل اول ص ۵۳۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی میں ہے کہ غزوہ تبوک میں لشکر اسلام میں کھانے کی کمی ہو گئی حضور علیہ السلام نے تمام اہل لشکر کو حکم دیا کہ جو کچھ جس کے پاس ہوا لاؤ۔ سب حضرات کچھ نہ کچھ لائے دسترخوان پچھایا گیا اس پر یہ سب دکھا گیا۔ فدعاء رسول اللہ ﷺ علیہ بالبرکۃ ثم قال خذوا نانی اوعیتکم پس اس پر دعائے نبی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا۔ حضرت ام سلیم نے کچھ کھانا بطور ولیہ پکایا۔ لیکن بہت لوگوں کو بلایا گیا۔ فرء یت النبی ﷺ وضع یدہ علی تلک الحبیصۃ وتکلم بما شاء اللہ اس کھانے پر دست مبارک رکھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کچھ پڑھا۔

(مشکوٰۃ باب المعجزات الفصل الثانی ص ۵۳۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)  
اسی مشکوٰۃ اسی باب میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوہ خندق کے دن کچھ تھوڑا کھانا پکا کر حضور علیہ السلام کی دعوت کی۔ حضور علیہ السلام ان کے مکان میں تشریف لائے فاعرجت لہ عجیناً فبصق فیہ وبارک آپ کے سامنے گندھا ہوا آٹا پیش کیا گیا۔ تو اس میں لعاب شریف ڈالا اور دعائے برکت کی۔ اس قسم کی بہت سے روایات پیش کی جاسکتی ہیں۔ مگر اتنے پر کفایت کرتا ہوں۔  
(مشکوٰۃ باب المعجزات فصل اول ص ۵۳۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اب فاتحہ کے تمام اجزاء بخوبی ثابت ہو گئے۔ والحمد للہ۔ عقلاً بھی فاتحہ میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ جیسا پہلے مقدمہ میں عرض کیا جا چکا کہ فاتحہ دو عبارتوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ تلاوت قرآن اور صدقہ اور جب یہ دونوں کام علیحدہ علیحدہ جائز ہیں تو ان کو جمع کرنا کیوں حرام ہوگا۔ بریانی کھانا کہیں بھی ثابت نہیں مگر حلال ہے۔ کیوں اس لئے کہ بریانی چاول، گوشت، گھی وغیرہ کا مجموعہ ہے اور جب اس کے سارے اجزاء حلال تو بریانی بھی حلال۔ ہاں جہاں چند حلال چیزوں کا جمع کرنا حرام ہو جیسے کہ دو ہشیرہ ایک نکاح میں یا چند حلال چیزوں کے ملنے سے کوئی حرام چیز بن جائے۔ مثلاً مجموعہ میں نشہ پیدا ہو گیا۔ تو یہ مجموعہ اس عارضہ کی وجہ سے حرام ہوگا۔ یہاں قرآن کی تلاوت اور صدقہ جمع کرنا شریعت نے حرام نہ کیا اور ان کے اجتماع سے کوئی حرام چیز پیدا نہ ہوئی۔ پھر یہ کام حرام کیوں ہوگا۔ دیکھو بکری مر رہی ہے۔ اگر ویسے ہی مر جائے تو مردار ہے جہاں اللہ کا نام لے کر ذبح کیا حلال ہو گئی۔ قرآن کریم تو مسلمانوں کے لئے رحمت اور شفاء ہے۔ شفاء ورحمة للمؤمنین (پارہ ۱۵ سورہ ۷۱ آیت نمبر ۸۲) پھر اگر اس کی تلاوت کروینے سے کھانا حرام ہو جاوے تو قرآن رحمت کہاں

رہا۔ زحمت ہوا۔ مگر ہاں مومنین کے لئے رحمت ہے کفار کے لئے زحمت۔ ولایزید الظلمین الا خسار (پارہ ۱۵ سورہ ۷۱ آیت نمبر ۸۲) اس سے ظالم تو نقصان میں رہتے ہیں کہ اس کے پڑھے جانے سے کھانے سے محروم ہو گئے۔ نیز جس کے لئے دعا کرنا ہو اس کے سامنے رکھ کر دعا کرنا چاہیے جنازے میں میت کو سامنے رکھ کر نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔ کیونکہ اسی کے لئے دعا ہے۔ اس کو سامنے رکھ کر دعا پڑھتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے اپنی امت کی طرف سے قربانی فرما کر مذبحہ جانور سامنے رکھ کر پڑھا۔  
اللہم هذا من امہ محمد۔

**ترجمہ:** اے اللہ یہ قربانی میری امت کی طرف سے ہے۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

حضرت خلیل نے کعبہ کی عمارت سامنے لے کر دعا کی دینا مقبل منا (پارہ ۱۵ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۱۷) الایہ اب بھی عقیقہ کا جانور سامنے رکھ کر دعا پڑھی جاتی ہے۔ لہذا اگر فاتحہ میں بھی کھانا سامنے رکھ کر ایصال ثواب ہو تو کیا حرج ہے۔  
بسم اللہ سے کھانا شروع کرتے ہیں۔ اور بسم اللہ قرآن شریف کی آیت ہے۔ اگر کھانا سامنے رکھ کر قرآن پڑھنا منع ہو تو بسم اللہ پڑھنا بھی منع ہونا چاہیے۔

مانعین کے پیشوا بھی فاتحہ مرویہ کو جائز سمجھتے ہیں۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب اپنی کتاب الاغتیاہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص ۱۱۳ میں فرماتے ہیں پس وہ امر تبہ درود خواند ختم تمام کنند و بر قدر شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت عموماً بخواند و حاجت از خدا سوال نمایند۔ پھر دس بار درود پڑھیں اور پورا ختم کریں اور تھوڑی شیرینی پر تمام خواجگان چشت کی فاتحہ دیں پھر خدا سے دعا کریں۔ شاہ ولی اللہ صاحب زبدۃ النصائح صفحہ ۱۳۲ پر ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔ و شیر برنج بر فاتحہ بزرگے بقصد ایصال ثواب بروح الیشاں یزند و بخورد مضائقہ نیست و اگر فاتحہ بنام بزرگے وادہ شود اغنیار اہم خوردن جائز است۔ دودھ چاول پر کسی بزرگ کی فاتحہ دی ان کی روح کو ثواب پہنچانے کی نیت سے پکائیں اور کھائیں اور اگر کسی بزرگ کی فاتحہ دی جاوے تو مالداروں کو بھی کھانا جائز ہے۔ مولانا اشرف علی درشید احمد صاحبان کے مرشد حاجی امداد اللہ صاحب فیصلہ ہفت مسئلہ میں فرماتے ہیں۔ نفس ایصال ثواب ارواح اموات میں کسی کو کلام نہیں۔ اس میں بھی تخصیص تعین کو موقوف علیہ ثواب کا سمجھنا یا واجب و فرض اعتقاد کرے تو ممنوع ہے اور اگر یہ اعتقاد نہیں بلکہ کوئی مصلحت باعث تقلید ہیئت کزانیہ ہے تو کچھ حرج نہیں جیسا کہ بمصلحت نماز میں سورہ خاص معین کرنے کو فقہاء محققین نے جائز رکھا ہے۔ جو تہجد میں اکثر مشائخ کا معمول ہے۔ پھر فرماتے ہیں جیسے کہ نماز میں نیت ہر چند دل سے کافی ہے۔ مگر موافقت قلب و زبان کے لئے عوام کو زبان سے کہنا بھی مستحسن ہے اگر یہاں بھی زبان سے کہہ لیا جاوے کہ یا اللہ اس کھانے کا ثواب فلاں شخص کو پہنچ جاوے تو بہتر ہے پھر کسی کو خیال ہوا کہ لفظ اس کا مشارالہ اگر رو برو موجود تو زیادہ استحصار قلب ہو کھانا رو برو لانے لگے۔ کسی کو یہ خیال ہوا کہ یہ ایک دعا ہے اس کے ساتھ اگر کچھ کلام الہی بھی پڑھا جاوے تو قبولیت دعا کی بھی امید ہے اور اس کلام کا ثواب بھی پہنچ جاوے گا۔ تو جمع بین العبادتین ہے پھر فرماتے ہیں۔ اور گیارہویں حضرت غوث پاک کی، دسویں بیسواں، چہلم، ششماہی سالیانہ وغیرہ اور توشہ حضرت شیخ عبدالحق اور برصنی حضرت شاہ بوعلی قلندر اور طواشب برات و دیگر طریق ایصال ثواب کے اسی قاعدے پر مبنی ہیں۔ پیر صاحب کے اس کلام نے بالکل فیصلہ فرمادیا۔  
الحمد للہ کہ مسئلہ فاتحہ دلائل عقلیہ نقلیہ اور اقوال مخالفین سے بخوبی واضح ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ قبول کی توفیق دے۔ آمین۔

## دوسرا باب

### فاتحہ پراعتراض وجوابات میں

اس مسئلہ فاتحہ پراعتراض کے حسب ذیل اعتراضات مشہور ہیں۔

**اعتراض (۱)۔۔۔۔۔** بہت سے فقہاء نے تیسرے اور ساتویں روز میت کے لئے کھانا پکانا منع کیا ہے۔ (دیکھو شامی عالمگیری) بلکہ بزاز یہ نے تو لکھا ہے۔ وبعد الامسوع یعنی ہفتہ کے بعد بھی پکانا منع ہے اس میں برسی ششماہی چہلم سب شامل ہیں۔ نیز قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے وصیت فرمائی تھی۔ کہ بعد مردن من رسوم دنیاوی وہم و بستم و چہلم و ششماہی و برسی بیچ نہ کنند کہ رسول اللہ ﷺ زیادہ از سہ روز ماتم کردن جائز نہ داشت۔ نیز حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میت کا کھانا دل کو مردہ کرتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

**جواب:۔** فقہاء نے میت کے ایصال ثواب سے منع نہ کیا بلکہ حکم دیا جیسا کہ ہم پہلے باب میں عرض کر چکے ہیں۔ جس کو فقہاء منع کرتے ہیں وہ چیز حق اور ہے وہ ہے میت کے نام پر برادری کی روٹی لینا۔ یعنی قوم کے طعنہ سے بچنے کے لئے جو میت کے تیجے، دسویں وغیرہ میں برادری کی دعوت عام کی جاتی ہے وہ ناجائز ہے اس لئے کہ یہ نام و نمود کے لئے ہے اور موت نام و نمود کا وقت نہیں ہے اگر فقراء کو بغرض ایصال ثواب فاتحہ کر کے کھانا کھلایا تو سب کے نزدیک جائز ہے۔ شامی جلد اول کتاب الجنائز باب الدفن میں ہے۔

ویکرو اتخاذ الصیافۃ من اهل المیت لانه شرع فی السرور لابی السرور۔

**ترجمہ:** یعنی میت والوں سے دعوت لینا مکروہ ہے کیونکہ یہ تو خوشی کے موقع پر ہوتی ہے نہ غم پر۔

(رد المحتار علی در المختار کتاب الجنائز باب الدفن ج ۱ ص ۶۶۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

دعوت لینے کے وہی معنی کہ برادری مجبور کرے کہ روٹی کر۔ پھر فرماتے ہیں۔

وهذه الافعال کلها للسمعة والریاء فیحترز عنها لانهم لا یریدون بها وجه الله۔

**ترجمہ:** یہ سارے کام محض دھماکے کے ہوتے ہیں لہذا ان سے بچے کیونکہ اس سے اللہ کی رضا نہیں چاہتے۔

(رد المحتار علی در المختار کتاب الجنائز باب الدفن ج ۱ ص ۶۶۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

صاف معلوم ہوا کہ غریب طور پر برادری کی دعوت منع ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔

وان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا۔

**ترجمہ:** اگر اہل میت نے فقراء کے لئے کھانا پکایا تو اچھا ہے۔ یہ فاتحہ کا جواز ہے۔

(رد المحتار علی در المختار کتاب الجنائز باب الدفن ج ۱ ص ۶۶۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا اپنے تیجہ دسویں سے منع فرمایا بالکل درست ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ رسوم دنیا کیا ہے عورتوں کا تیجہ وغیرہ کو جمع ہو کر رونا پینا نوحہ کرنا وہ واقعی حرام ہے۔ اسی لئے فرماتے ہیں کہ تین دن سے زیادہ تعزیت جائز نہیں۔ اس جگہ ایصال ثواب اور فاتحہ کا ذکر نہیں۔ جس کا مقصد یہ ہوا کہ تیجہ وغیرہ میں ماتم نہ کریں۔ تمہارا یہ کہنا کہ میت کا کھانا دل کو مردہ کرتا ہے ہم نے یہ حدیث کہیں نہ دیکھی۔ اگر یہ حدیث ہو تو ان احادیث کا یہ مطلب ہوگا جن میں مردوں کی طرف سے خیرات کرنے کی رغبت دی گئی ہے۔ نیز تم بھی کہتے ہو کہ بغیر تاریخ مقرر کئے ہوئے مردے کے ہم پر خیرات جائز ہے۔ اس خیرات کو کون کھائے گا؟ جو آدمی کھالے اس کا دل مردہ ہو جائے گا تو کیا اس کو ملائکہ کھائیں گے۔

مسئلہ: میت کے فاتحہ کا کھانا صرف فقراء کو کھلایا جاوے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس پر مستقل رسالہ لکھا جلی الصوت النہی الدعوات عن الموت۔ بلکہ دیکھنے والے تو کہتے ہیں۔ کہ خود اعلیٰ حضرت قدس سرہ کسی اہل میت کے ہاں تعزیت کے لئے تشریف لے جاتے تو وہاں پان حقہ وغیرہ بھی نہ استعمال فرماتے تھے۔ اور خود وصایا شریف میں وصیت موجود ہے کہ ہماری فاتحہ کا کھانا صرف فقراء کو کھلایا جاوے۔ نیز اگر میت کی فاتحہ میت کے ترکہ سے کی ہے تو خیال رہے کہ غائب وارث یا نابالغ کے حصہ سے فاتحہ نہ کی جاوے یعنی اولاً مال میت تقسیم ہو جاوے پھر کوئی بالغ وارث اپنے حصہ سے یہ امور خیر کرے۔ ورنہ یہ کھانا کسی کو بھی جائز نہ ہوگا کہ بغیر مالک کی اجازت یا بچہ کا مال کھانا جائز نہیں۔ یہ ضرور خیال رہے۔

**اعتراض (۲)۔۔۔۔۔۔** فاتحہ کے لئے تاریخ مقرر کرنا جائز ہے۔ گیارہویں تاریخ یا تیسرا، دسواں، بیسواں، چہلم اور برسی وغیرہ یہ دن کی تعیین محض لغو ہے۔ قرآن فرماتا ہے۔ وہم عن اللغو معرضون (پارہ ۸ سورہ ۲۳ آیت نمبر ۳) مسلمان لغو کاموں سے بچتے ہیں بلکہ جس قدر جلد ممکن ہو ایصال ثواب کرو۔ تیسرے دن کا انتظار کیسا؟ نیز تیجہ کے لیے چنے مقرر کرنا وہ بھی بھنے ہوئے یہ محض لغو اور بیہودہ ہے اس لئے تیجہ وغیرہ کرنا منع ہے۔

**جواب:-** مقرر کرنے کا جواب تو ہم قیام میلاد کی بحث میں دے چکے ہیں۔ کسی جائز کام کے لئے دن تاریخ مقرر کرنے کا محض یہ مقصد ہوتا ہے کہ مقرر دن پر سب لوگ جمع ہو جائیں گے اور مل کر یہ کام کریں گے۔ اگر کوئی وقت مقرر ہی نہ ہو تو بخوبی یہ کام نہیں ہوتے۔ اسی لئے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے وعظ کے لئے جمعرات کا دن مقرر فرمایا تھا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ روزانہ وعظ فرمایا کیجئے۔ فرمایا تم کو تنگی میں ڈالنا مجھ کو پسند نہیں۔ (دیکھو مشکوٰۃ کتاب العلم)

(مصحح بخاری ج ۱ ص ۱۶ مطبوعہ ندی کتب خانہ کراچی)

بخاری نے تو باری مقرر کرنے کا باب باندھا۔ یہ محض آسانی کے لئے ہوتا ہے آج بھی مدارس کے امتحان جیسے تعطیلات کے مہینہ اور تاریخیں مقرر ہوتی ہیں کہ لوگ ہر سال بغیر بلائے ان تاریخوں پر پہنچ جاویں۔ صرف یہ ہی مقصد ان کا بھی ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ یہ ہی تاریخیں مقرر کیوں کیں۔ تو سنبھلے! گیارہویں کے مقرر ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ سلاطین اسلامیہ کے تمام حکموں میں چاند کی دسویں تاریخ کو تنخواہ تقسیم ہوتی تھی اور ملازمین کا خیال یہ تھا کہ ہماری تنخواہ کا پہلا پیسہ حضور غوث پاک کی فاتحہ پر خرچ ہو۔ لہذا چودہ شام کو دفتر سے گھر آتے تو کچھ شیرینی لیتے آتے بعد مغرب فاتحہ دیتے یہ شب گیارہویں شریف ہوتی تھی۔ یہ رواج ایسا پڑا کہ مسلمانوں میں اس فاتحہ کا نام گیارہویں شریف ہو گیا۔ اب جس تاریخ کو بھی حضور غوث پاک کی فاتحہ کریں یا کچھ پیسہ ان کے نام پر خرچ کریں۔ اس کا نام گیارہویں ہی ہوتا ہے۔ یو۔ پی اور کاٹھیاواڑ میں ماہ ربیع الآخر میں سارے ماہ فاتحہ ہوتی ہے مگر نام گیارہویں ہی ہوتا ہے۔

نیز بزرگوں کے بڑے بڑے واقعات دسویں تاریخ کو ہوئے جس کے بعد گیارہویں رات آتی ہے۔ آدم علیہ السلام کا زمین پر آنا ان کی توبہ قبول ہونا۔ نوح علیہ السلام کی کشتی کا پار لگنا اسطیل علیہ السلام کا ذبح سے نجات پانا۔ یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے باہر آنا۔ یعقوب علیہ السلام کا فرزند سے ملنا۔ موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے نجات پانا۔ ایوب علیہ السلام کا شفا پانا۔ امام حسین کا شہید ہونا اور سید الشہداء کا درجہ پانا سب دسویں تاریخ کو واقع ہوئے۔ اس کے بعد جو پہلی رات آئی۔ وہ گیارہویں تھی۔ لہذا یہ رات متبرک ہے۔ اسی لئے گیارہویں کی فاتحہ اکثر شب گیارہویں میں ہوتی ہے کیونکہ متبرک راتوں میں صدقہ و خیرات وغیرہ کرنا چاہیے۔

اور یہ بات تجربہ سے ثابت ہے بلکہ خود امیر بھی تجربہ ہے کہ اگر گیارہویں تاریخ کو کچھ مقرر پیسوں پر فاتحہ پابندی کی جاوے

تو گھر میں بہت برکت رہتی ہے۔ میں بجزہ تعالیٰ اس کا بہت سختی سے پابند ہوں اور اس کی بہت برکت دیکھتا ہوں۔ کتاب یازدہ مجلس میں لکھا ہے کہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کی بارہویں یعنی بارہ تاریخ کے میلاد کے بہت پابند تھے۔ ایک بار خواب میں سرکار نے فرمایا کہ عبدالقادر تم نے بارہویں سے ہم کو یاد کیا۔ ہم تم کو گیا رہویں دیتے ہیں۔ یعنی لوگ گیا رہویں سے تم کو یاد کیا کریں گے۔ اسی لئے ربیع الاول میں عموماً میلاد مصطفیٰ علیہ السلام کی محفل ہوتی ہے۔ تو ربیع الثانی میں حضور غوث پاک کی گیا رہویں چونکہ یہ سرکاری عطیہ تھا۔ اس لئے تمام دنیا میں پھیل گیا۔ لوگ تو شرک و بدعت کہہ کر گھٹانے کی کوشش کرتے رہے مگر اس کی ترقی ہوتی گئی۔

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا تیجہ کے لئے تیسرا دن مقرر کرنے میں بھی مصلحت ہے۔ پہلے دن تو لوگ میت کی تجہیز و تکفین میں مشغول رہتے ہیں دوسرے دن آرام کرنے کے لئے خالی پر چھوڑا گیا۔ تیسرے دن عام طور پر جمع ہو کر فاتحہ قل وغیرہ پڑھتے ہیں۔ یہ تیسرا دن تعزیت کا آخری دن ہے کہ اس کے بعد تعزیت کرنا منع ہے الا للغائب عالمگیری کتاب الجنائز باب الدفن میں ہے۔  
ووفتها من حين يموت الى ثلثة ايام ويكره بعدها الا ان يكون المعزى او المعزى اليه غائباً۔  
**ترجمہ:** اور ماتم پرسی کا وقت مرنے کے وقت سے تین دن تک ہے اس کے بعد مکروہ ہے۔ مگر یہ کہ تعزیت دینے والا یا لینے والا غائب ہو۔

آج تک تو لوگ تعزیت کے لئے آتے رہے۔ اب نہ آئیں گے تو کچھ ایصال ثواب کر کے جاویں۔ نیز باہر کے پردیسی خویش واقربا بھی اس فاتحہ میں شرکت کر لیتے ہیں کہ تین دن میں مسافر بھی اپنے گھر پہنچ سکتا ہے۔  
چہلم برسی وغیرہ کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا منشاء ہے کہ سال پھر تک میت کو وفا فوقا ثواب پہنچاتے رہیں۔ کیونکہ بعد مرنے کے اول اول مردے کا دل اپنے دوست اور احباب سے لگا رہتا ہے پھر آہستہ آہستہ بالکل ادھر سے بے تعلق ہو جاتا ہے۔ لڑکی کا نکاح کر کے سرال بھیجتے ہیں۔ تو اول جلد از جلد اس کو بلانا چاہتا ہے وغیرہ بھیجتا جاری رہتا ہے۔ پھر جس قدر زیادہ مدت گزری یہ کام بھی کم ہوتے گئے۔ کیونکہ شروع میں وہاں ولبغی اس کو حاصل نہیں ہوتی۔ اس کی اصل حدیث سے بھی ملتی ہے بعد دفن کچھ دیر قبر پر کھڑا ہو کر ایصال ثواب اور تلقین سے میت کی مدد کرنی چاہیے۔

حضرت عمر و ابن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ بعد دفن تھوڑی دیر میری قبر پر کھڑا رہنا تاکہ تمہاری وجہ سے میرا دل لگ جاوے اور نکیرین کو جواب دے لوں چنانچہ مشکوٰۃ باب الدفن میں ان کے یہ الفاظ منقول ہیں۔  
ثم اقيموا احوال قبری قدر ما ينحر جزور ويقسم لحمها حتى استانس بكم واعلم ماذا اراجع رسل ربی۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الدفن بیت الفصل الثالث ص ۱۳۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اسی لئے جلد از جلد اس کو ایصال ثواب کیا جاتا ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی پارہ عم والعمر اذ انشق کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔  
اول حالته کہ بجز جدا شدن روح از بدن خواہد شد فی الجملة اثر حیات سابقہ والفت تعلق بدن و دیگر معارف از بناء جنس خود باقی است و ان وقت گویا برزخ است کہ چیزے از ان طرف و چیزے از اس طرف مدد زند گمان بمرد گمان در پس حالت زود نرمی رہے۔

و مرد گمان منتظر لحوق مدد ازین طرف می باشند صدقات و ادعیه و فاتحہ درین وقت بسیار  
ہسکار ادا می آید و ازین است کہ طوائف بنی آدم تا یک سال و علی الخصوص یک جلد بعد موت  
درین نوع امداد کوشش تمام می نمایند۔

(تفسیر فتح العزیز فارسی ج ۳ پارہ عم ۱۱۲۔ ۱۱۳ مطبوعہ کابل افغانستان)

مردے کی پہلی حالت جو کہ فقط جسم سے روح نکلنے کا وقت ہے اس میں کچھ نہ کچھ پہلی زندگی کا اثر اور بدن اور اہل قربت سے تعلق  
باقی ہوتا ہے۔ یہ وقت گویا برزخ ہے کچھ ادھر ادھر تعلق اور کچھ اس طرف اس حالت میں زندوں کی مدد مردوں کو بہت جلد پہنچتی ہے اور  
مردے اس مدد پہنچنے کے منتظر ہوتے ہیں اس زمانہ میں صدقہ و دعائیں فاتحہ اس کے بہت ہی کام آتی ہیں۔ اس وجہ سے تمام لوگ ایک سال  
تک خاص کر موت کے بعد چالیس روز تک اس قسم کی مدد پہنچانے میں بہت کوشش کرتے ہیں۔ یہی حال زندوں کا بھی ہوتا ہے کہ اول  
اول بہت غم پھر جس قدر وقت گزرتا گیا رنج کم ہوتا گیا۔ تو منشاء یہ ہوتا ہے کہ سال بھر تک ہر آدمی پر صدقہ کریں سال پر برسی اس کے  
نصف پر ششماہی اس کے نصف پر سہ ماہی کی فاتحہ اس کے بعد نصف یعنی ۴۵ دن فاتحہ ہونی چاہیے تھی۔ مگر چونکہ چالیس کا عدد روحانی اور  
جسمانی ترقی کا ہے اس لئے جہلم مقرر کیا گیا۔ پھر اس کا آدھا بیسواں پھر اس کا آدھا دسواں۔

چالیس میں کیا ترقی ہے ملاحظہ ہو۔ حضرت آدم علیہ السلام کا خمیر چالیس سال تک ایک حالت میں رہا۔ پھر چالیس سال میں وہ خشک  
ہوا۔ ماں کے پیٹ میں بچہ چالیس روز تک نطفہ پھر چالیس روز تک جما ہوا خون، پھر چالیس روز تک گوشت کا ٹھنڈا رہتا ہے۔

(دیکھو مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر ص ۲۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

پیدا ہونے کے بعد چالیس روز تک ماں کو نفاس آ سکتا ہے۔ پھر چالیس سال کی عمر میں پہنچ کر عقل پختہ ہوتی ہے۔ اسی لئے اکثر  
انبیائے کرام کو چالیس سال کی عمر میں تبلیغ نبوت دی گئی۔ صوفیائے کرام و فیوض کے لئے چلے یعنی چالیس روز مشقیں کرتے ہیں تو ان کو  
روحانی ترقی ہوتی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو بھی حکم ہوا کہ وہ طور پر آ کر چالیس روز اعتکاف کرو سب تورات دی گئی۔ واذا وعدنا موسیٰ  
اربعین لیلۃ (پارہ اسورہ ۲ آیت نمبر ۵)

انوار ساطعہ نے بھی یہی کی روایت سیدنا انس سے بیان کی۔ بحث جہلم کہ ان الانبیاء لا یترکون فی قبورہم اربعین لیلۃ ولکن ہم  
یصلون بین یدی یدی اللہ حتی ینفخ فی الصور۔

(حیاۃ الانبیاء فی قبورہم ص ۳ رقم الحدیث ۳: مطبوعہ مکتبۃ الایمان جامعہ الازہر مصر)، (انفردوس بمانور الخطاب ج ۱ ص ۲۲۲ رقم الحدیث ۸۵۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)،  
(فتح الباری ج ۶ ص ۲۸۷ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (کنز العمال ج ۱۱ ص ۴۷۳۔ ۴۷۴ مطبوعہ بیروت)

اس حدیث کے معنی زرقانی شرح مواہب نے یوں بیان کئے کہ انبیاء کرام کی روح کا تعلق اس جسم مدفون سے چالیس روز تک بہت  
زیادہ رہتا ہے۔ بعد ازاں وہ روح قرب الہی میں عبادت کرتی ہے اور جسم کی شکل میں ہو کر جہاں چاہتی ہے عوام میں تو یہ بھی  
مشہور ہے کہ چالیس دن تک میت کی روح کو گھر سے علاقہ رہتا ہے۔ ممکن ہے اس کی اصل کچھ ہو۔

(زرقانی علی المواہب ج ۵ ص ۲۲۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ چالیس کے عدد میں تغیر و تبدل ہے لہذا مناسب ہوا کہ چالیس دن پر فاتحہ کی جاوے اور اس کی  
منافعت ہے نہیں۔

تہجہ کے متعلق مختلف رواج ہیں۔ کاٹھیاواڑ میں علی العموم تیسرے دن صرف قرآن پاک ہی پڑھتے ہیں۔ پنجاب میں عام طور پر تیسرے دن دودھ اور کچھ پھل پڑھتے ہیں۔ یوپی میں تیسرے دن قرآن خوانی بھی کرتے ہیں اور بھنے ہوئے چنوں پر کلمہ طیبہ پڑھ کر ایصال ثواب کرتے ہیں۔ ہم پہلے باب میں مولوی قاسم صاحب کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں کہ میت کو ایک لاکھ کلمہ طیبہ پڑھوانے کے لئے ساڑھے بارہ سیر چنے منتخب کئے گئے ہیں کیونکہ اتنے چنے ایک لاکھ ہو جاتے ہیں یہ محض شمار کے لئے ہے اگر اتنی تسبیحیں یا اس قدر گٹھلیاں یا کنکریاں جمع کی جائیں تو اس میں کلمہ کا شمار بھی ہے اور بعد میں صدقہ بھی پھنے ہوئے اس لئے تجویز ہوئے کہ کچے چنے لوگ پھینک دیں گے یا گھوڑوں کا دانہ بنادیں گے۔ اس میں بے حرمی ہے۔ بھنے ہوئے چنے صرف کھانے ہی کے کام آ جاویں گے۔

**اعتراض (۳).....:** فاتحہ وغیرہ میں ہنوز سے مشابہت ہے کہ وہ بھی مردوں کی تیرہویں کرتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ من تشبه بقوم فهو منهم جو کسی قوم سے مشابہت کرے وہ ان میں سے ہے لہذا یہ فاتحہ منع ہے۔

**جواب:-** کفار سے ہر مشابہت منع نہیں بلکہ بری باتوں میں مشابہت منع ہے۔ پھر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ کام ایسا ہو جو کہ کفار کی دینی یا قومی علامت بن چکا ہے جس کو دیکھ کر لوگ اس کو کافر قوم کا آدمی سمجھیں جیسے کہ دھوٹی، چوٹی، زنار، ہیٹ وغیرہ دور نہ ہم بھی آب زمزم مکہ معظمہ سے لاتے ہیں ہندو بھی گنگا جل لاتے ہیں۔ ہم بھی منہ سے کھاتے ہیں اور پاؤں سے چلتے ہیں کفار بھی۔ حضور علیہ السلام نے عاشورہ کے روزہ کا حکم دیا تھا۔ حالانکہ اس میں مشابہت یہودی تھی۔ پھر فرمایا کہ اچھا ہم دو روزے رکھیں گے۔ کچھ فرق کر دیا مگر اس کو بند نہ کیا۔ اسی طرح ہمارے یہاں کلمہ قرآن پڑھا جاتا ہے۔ مشرکین کے یہاں یہ نہیں ہوتا۔ پھر مشابہت کہاں رہتی؟ اس کی بحث شامی باب کروہات الصلوٰۃ میں دیکھو ہاں جو کام مشابہت کفار کی نیت سے کئے جاویں وہ منع ہیں۔ فاتحہ کی پوری بحث انوار ساطعہ میں دیکھو۔

**اعتراض (۴).....:** اگر فاتحہ میں بدنی و مالی عبادت کا اجتماع ہے تو چاہیے نجس چیز خیرات کرتے وقت بھی فاتحہ پڑھ لیا کرو لہذا اولیہ (گوبر) وغیرہ پر بھی فاتحہ پڑھ کر کسی کو دیا کرو۔ جب چوہڑا پاخانہ اٹھائے تو تم فاتحہ پڑھ کر اسے گھر سے باہر جانے دو۔ (دیوبندی تہذیب)۔

**جواب:-** نجس چیز پر اور نجس جگہ تلاوت قرآن حرام ہے لہذا ان کی خیرات پر تلاوت نہیں کر سکتے ذکار پر الحمد للہ پڑھتے ہیں۔ نہ کہ رتھ نکلنے پر کہ وہ نجس و ناقض عضو ہے۔ اسی طرح چھینک پر الحمد للہ کہتے ہیں نہ کہ نکسیر پر۔





## بحث دعا بعد نماز جنازہ کی تحقیق میں

اس بحث میں دو باب ہیں۔ پہلا باب اس دعا کے ثبوت میں اور دوسرا باب اس پر اعتراضات و جوابات میں۔

### پہلا باب

#### دعا بعد نماز جنازہ کے ثبوت میں

مسلمان کے مرنے کے بعد تین حالتیں ہیں۔ نماز جنازہ سے پہلے نماز جنازہ کے بعد دفن سے پہلے دفن کے بعد۔ ان تینوں حالتوں میں میت کے لئے دعا کرنا۔ ایصالِ ثواب کرنا جائز بلکہ بہتر ہے۔ ہاں میت کے غسل سے پہلے اگر اس کے پاس بیٹھ کر قرآن پڑھنا ہو تو اس کو ڈھک دیں کیونکہ ابھی وہ ناپاک ہے۔ جب غسل دے دیا پھر ہر طرح قرآن وغیرہ پڑھیں۔ مخالفین نماز سے پہلے اور دفن کے بعد تو دعا وغیرہ کرنا جائز مانتے ہیں۔ مگر بعد نماز دفن سے پہلے دعا کو ناجائز، حرام، بدعت، مشرک نہ معلوم کیا کیا کہتے ہیں۔ اسی کی اس جگہ تحقیق ہے۔ اس کے ثبوت ملاحظہ ہوں۔ مشکوٰۃ باب صلوٰۃ الجنائز فصل ثانی میں ہے۔

اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء۔

**ترجمہ:** جب تم میت پر نماز پڑھ لو۔ تو اس کے لئے خالص دعا مانگو۔

(سنن ابی داؤد ج ۳ ص ۲۱۰ رقم الحدیث ۳۱۹۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

**ف** سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے بعد فوراً دعا کی جاوے بلا تاخیر۔ جو لوگ اس کے معنی کرتے ہیں کہ نماز میں اس کے لئے دعا مانگو وہ ف کے معنی سے غفلت کرتے ہیں۔ صلیتم شرط ہے۔ اور فاخلصوا اس کی جزا۔ شرط اور جزا میں تغایر چاہیے نہ یہ کہ اس میں داخل ہو۔ پھر صلیتم ماضی ہے اور فاخلصوا ہے امر۔ جس سے معلوم ہوا کہ دعا کا حکم نماز پڑھ چکنے کے بعد ہے۔ جیسے فاذا طعمتم فانتشروا میں کھا کر جانے کا حکم ہے نہ کہ کھانے کے درمیان۔ اور اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوہکم میں نماز کے لئے اٹھنا مراد ہے نہ کہ نماز کا قیام جیسا کہ ائی سے معلوم ہوا۔ لہذا یہاں بھی وضو اور ارادہ نماز کے بعد ہی ہوا اور ف سے تاخیر ہی معلوم ہوئی۔ حقیقی معنی کو چھوڑ کر بلا قرینہ مجازی معنی مراد لینا جائز نہیں۔

☆..... حاشیہ

امام ابو داؤد و سلیمان بن اشعث ہمسائی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد العزيز بن يحيى الحارثي حدثني محمد يعني ابن سلمة عن محمد بن اسحاق عن محمد بن ابراهيم عن ابي سلمة بن عبد الرحمن عن ابي هريرة قال سمعت رسول الله ﷺ يقول اذا صليتم على الميت فاخلصوا له الدعاء۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھو تو اس کے لئے خالص دعا کرو۔

(سنن ابی داؤد ج ۳ ص ۲۱۰ رقم الحدیث ۳۱۹۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (ریاض الصالحین ص ۳۱۰-۳۱۱ رقم الحدیث ۹۳۷ مطبوعہ مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع الریاض)، (سنن الکبریٰ بیہقی ج ۳ ص ۲۰ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (تختہ الاشراف بمعرفۃ الاطراف ج ۱ ص ۳۸۰ رقم الحدیث ۱۳۹۹۳-۱۳۹۹۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (کتاب الدعاء امام طبرانی ص ۲۶۲ رقم الحدیث ۱۲۰۶-۱۲۰۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المختصر ج ۲ ص ۱۸۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تختہ الاحادیث ج ۳ ص ۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المجموع امام نووی ج ۵ ص ۱۹۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (فتح الربانی مع شرح بلوغ الامانی ج ۷ ص ۲۳۸ مطبوعہ مصر)، (عون الباری صدیق حسن بھوبھائی ج ۳ ص ۲۰۰ مطبوعہ مصر)، (نیل الاوطار ج ۳ ص ۶۰۵ مطبوعہ دار النجیل بیروت)، (تختہ الکلی ج ۲ ص ۵۹۳ رقم الحدیث ۸۶۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی مکتبۃ المکتبۃ)

☆..... حاشیہ

اس حدیث مبارکہ سے نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا ثابت ہوا جو لوگ اس دعا سے نماز جنازہ میں عام طور پر پڑھی جانے والی دعا ”اللهم اغفر لحینا ومیتنا وشاهدنا وغائبنا..... الخ مراد لیتے ہیں ان کو اس حدیث کے اس جملہ (فاخلصوا له الدعاء) میں غور کرنا چاہیے کیونکہ وہ دعاء جو نماز جنازہ کے اندر پڑھی جاتی ہے وہ خالصتاً میت کے لئے کہاں ہوتی ہے، وہ تو تمام زندوں، مردوں، غائب، حاضر، مردوں، عورتوں، سب کے لئے ہوتی ہے جبکہ حدیث کے الفاظ ہیں کہ جب تم نماز جنازہ پڑھ لو تو میت کے لئے خلوص سے دعا مانگو سو معلوم ہوا کہ اس دعا سے مراد جنازہ پڑھنے کے بعد کی دعا ہے کہ جب تم نماز جنازہ پڑھ لو تو اخلاص کے ساتھ میت کے لئے دعاء مانگو۔

گھر کی گواہی

نواب قطب الدین خان دیوبندی اس حدیث مبارکہ کے ترجمے میں لکھتے ہیں۔  
اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس وقت کہ تم پڑھو نماز میت پر پس خالص کرو اس کے لئے دعاء۔

(مظاہر حق ج ۲ ص ۱۱۸-۱۱۹ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

نیز (اذا صلیتم علی المیت) شرط ہے اور (فاخلصوا له الدعاء) اس کی جزا ہے شرط اور جزاء میں تغیر ہوتا ہے۔  
حدیث مبارکہ میں (صلیتم) کا صیغہ ہے اور (فاخلصوا امر کا صیغہ ہے اور یہاں (فا) برائے تعقیب مع الوصل ہے۔  
ہدایۃ النوا میں ہے۔ نحو قام زید فعمر و اذا کان زید مقدماً وعمر متاخراً بلا مہلۃ۔

**ترجمہ:** یعنی جیسے زید کھڑا ہوا پھر عمرو اس وقت بولا جائے کہ زید کھڑا ہونے میں مقدم ہوا اور عمرو بلا مہلت متاخر ہو۔  
(ہدایۃ النوا القسم الثالث فی المحروق فصل المحروق العطف ص ۱۱۳-۱۱۴ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام محمد بن محمد العمادی ابوسعود متونی ۹۵ھ سورۃ ”م“ آیت ”قل فالحق والحق اقول“ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

القاء للترتیب۔

**ترجمہ:** یعنی قاء ما قبل وما بعد میں بیان ترتیب کے لیے ہوتی ہے۔

(تفسیر ابوسعود ج ۷ ص ۲۳۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فاذا قضیت الصلوۃ فانتشروا فی الارض۔

**ترجمہ:** یعنی جب نماز جمعہ پڑھ لی جائے تو زمین میں منتشر ہو جاؤ۔

(سورۃ الجمعہ آیت نمبر ۱)

یہاں منتشر ہونے کا حکم نماز ختم ہونے کے بعد ہے نہ کہ دوران نماز اسی طرح قرآن کریم میں ہے:

فاذا طعمتم فانتشروا۔

**ترجمہ:** جب تم کھانا کھا چکو تو چلے جاؤ۔

(سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۵۳)

اسی مشکوٰۃ میں اسی جگہ ہے۔

قراء علی الجنائزہ بفتح الکتاب۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام نے جنازہ پر سورہ فاتحہ پڑھی۔

اس کی شرح میں اشعۃ اللمعات میں ہے۔ و احتمال دارد کہ بر جنازہ بعد از نماز یا پیش از اں بقصد تبرک خواندہ باشد چنانکہ آلا ن متعارف است۔ ممکن ہے کہ حضور علیہ السلام نے سورہ فاتحہ نماز کے بعد یا نماز سے پہلے برکت کے لئے پڑھی ہو جیسا کہ آج کل رواج ہے۔

(اشعۃ اللمعات قاری ج ۱ ص ۳۱ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

☆..... حیات شریفہ  
یہاں بھی چلے جانے اور منتشر ہو جانے کا حکم کھانا کھالینے کے بعد ہے نہ کہ کھانے کی حالت میں۔ معلوم ہوا کہ اذا صلیتم علی المیت فاخصلوا له الدعاء سے نماز جنازہ کے اندر دعا مراد نہیں بلکہ نماز جنازہ کے فوراً بعد دعا مراد ہے اور اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ پڑھ لینے کے بعد فوراً دعا مانگنے کا حکم ہے۔ دیوبندی حضرات اعتراض کرتے ہیں کہ اس دعا سے نماز جنازہ کے اندر دعا کرنا مراد ہے جیسا کہ مفتی احمد ممتاز دیوبندی نے لکھا ہے کہ عبدالحی لکھنوی نے اس دعا سے مراد نماز جنازہ کے اندر لیا ہے۔

(مرتبہ حیلہ اسقاط اور دعا بعد نماز جنازہ ص ۳۱ مطبوعہ کتاب مکر کراچی)

عبدالحی لکھنوی دیوبندی نہ کوئی مستند عالم ہے نہ ان کی بات کوئی حجت ہے اور نہ وہ ہمارے نزدیک معتبر ہے۔ مگر فقیر جن امام کی بات کو پیش کر رہے ہیں جنہوں نے اس دعا کو نماز جنازہ کے اندر مراد نہیں لیا وہ تمام دیوبندیوں کے نزدیک معتبر ہیں۔ وہ ہاں امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ۔ امام حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ نے اپنی کتاب الدعاء میں نماز جنازہ کے اندر دعا کے لئے باب باندھا ہے باب: القول فی الصلاة علی الجنائزہ جس میں امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۴۰ احادیث مبارکہ کو بیان کیا ہے لیکن اس حدیث مبارکہ (اذا صلیتم علی المیت الخ) کو ان احادیث مبارکہ میں شمار نہیں کیا بلکہ اس حدیث مبارکہ کے لئے الگ باب باندھا ہے: باب: الأمر باخلاص الدعاء للمیت جس میں امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کو دو اسنادوں سے بیان کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ (کتاب الدعاء ص ۳۶۲ رقم الحدیث ۱۲۰۵، ۱۲۰۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) معلوم ہوا کہ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس دعا سے مراد نماز جنازہ کے اندر دعا کرنا مراد نہیں اگر اس دعا سے نماز جنازہ کے اندر مراد ہوتا تو امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ اس باب میں بیان کرتے اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے الگ باب باندھا کر یہ بھی بتا دیا کہ اس حدیث مبارکہ میں سرکار دو عالم ﷺ نے میت کے لئے اخلاص سے دعا کرنے کا حکم دیا ہے الحمد للہ البسدت والجماعت کا اسی پر معمول ہے کہ نماز جنازہ کے بعد مضمین تو ذکر میت کے لئے اخلاص سے دعا کرتے ہیں۔

اسی طرح امام محبت الدین ابی جعفر احمد بن عبد اللہ الطبرانی متوفی ۲۹۳ھ نے نماز جنازہ کے اندر پڑھی جانے والی دعا کے لئے باب باندھا ہے جن میں ۱۰ احادیث مبارکہ کو بیان کیا ہے لیکن اس حدیث مبارکہ (اذا صلیتم علی المیت الخ) کو ان احادیث مبارکہ میں شمار نہیں کیا بلکہ اس حدیث مبارکہ کے لئے الگ باب باندھا ہے ذکر الاخلاص فی الدعاء للمیت۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام ج ۳ ص ۵۵۷ رقم الحدیث ۶۸۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ شیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ کے زمانہ میں بھی رواج تھا کہ نماز جنازہ کے آگے اور بعد سورہ فاتحہ وغیرہ برکت کے لئے پڑھتے تھے اور حضرت شیخ نے اس کو منع نہ فرمایا بلکہ حدیث پر اس کو محمول کیا۔

☆..... حاشیہ

امام محمد بن عمر بن واقد متوفی ۲۰۷ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثني محمد بن صالح عن عاصم بن عمر بن قتادة وحدثني عبد الجبار ابن عمارة بن عبد الله بن ابي بكر، زاد احدهما، علي صاحبه في الحديث قال لما التقى الناس بموت رسول الله ﷺ علي المنبر وكشف له ما بينه وبين الشام فهو ينظر الي معركتهم فقال رسول الله ﷺ اخذا الراية زيد بن حارثة فجاءه الشيطان فحبب اليه الحياة وكره اليه الموت وحبب اليه الدنيا فقال الآن حين استحکم الايمان في قلوب المؤمنين تحبب الي الدنيا فمضى قدما حتى استشهدا فصلى عليه رسول الله ﷺ وقال استغفروا له فقد دخل الجنة وهو يسعى ثم اخذ الراية جعفر بن ابي طالب فجاءه الشيطان فمناه الحياة وكره اليه الموت ومنه الدنيا فقال الآن حين استحکم الايمان في قلوب المؤمنين تمنيني الدنيا ثم معني قدما حتى استشهدا فصلى عليه رسول الله ﷺ ودعا له ثم قال "استغفروا لأخيكم فانه شهيد دخل الجنة فهو يطير في الجنة بجناحين من ياقوت حيث يشاء من الجنة....."

**ترجمہ:** واقدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب موت میں دونوں لکڑاٹنے سامنے آئے تو نبی ﷺ مدینہ منورہ میں منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور معرکہ جنگ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے لگے حضور ﷺ نے فرمایا زید نے جہنم اٹھالیا۔ شیطان ان کے پاس آیا اور سمجھانے لگا کہ زندگی محبوب چیز ہے اور موت بری اس نے زید رضی اللہ عنہ کے دل میں دنیا کی محبت ڈالنے کی کوشش کی تو زید رضی اللہ عنہ نے کہا اب تو آیا ہے جب کہ مومنوں کے دل میں ایمان مستحکم ہو چکا ہے تو انہیں دنیا کی طرف مائل کرنا چاہتا ہے اس کے بعد وہ لڑتے رہے اور شہید ہو گئے۔ پھر نبی ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا اس کے لئے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہو گئے اور وہاں سیر کر رہے ہیں۔

پھر حضور ﷺ نے فرمایا اب جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جہنم اٹھالیا۔ ان کے پاس بھی شیطان آیا اور ان کے دل میں زندگی کی محبت اور موت سے کراہت ڈالنا چاہی تو انہوں نے کہا اس وقت جب کہ مومنوں کے دل میں ایمان مستحکم ہو چکا ہے تو انہیں دنیا کی طرف مائل کرنا چاہتا ہے اس کے بعد وہ لڑتے رہے اور شہید ہو گئے۔ پھر نبی ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لئے دعا فرمائی پھر فرمایا اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہو چکا اور وہاں اپنی خواہش سے جہاں چاہتا ہے اپنے دو یا توتی پروں کے ساتھ اڑ رہا ہے۔

(کتاب المغازی ج ۲ ص ۲۱۱-۲۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة ج ۳ ص ۳۶۸-۳۶۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۱۱ ص ۲۵۸-۲۵۹ رقم الحدیث ۳۵۹۱-۳۵۹۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام محمد بن سعد متوفی ۲۴۰ھ روایت کرتے ہیں۔

قال قال محمد بن عمر: اول سرية خرج فيها زيد سرية الى القردة ثم سرية الى الجموم ثم سرية الى العيص ثم سرية الى الطرف ثم سرية الى حسمى ثم سرية الى ام قرضة ثم عقد له رسول الله ﷺ على الناس في غزوة مودة وقدمه على الامراء فلما التقى المسلمون والمشركون كان الامراء يقاتلون على ارجلهم فاخذ زيد بن حارثة اللواء فقاتل وقاتل الناس معه والمسلمون على صفوفهم فقتل زيد طعنا بالرمح شهيدا فصلى عليه رسول الله ﷺ وقال: استغفروا له وقد دخل الجنة وهو يسعى وكانت مودة في جمادى الاولى سنة ثمان من الهجرة وقتل زيد يومئذ وهو ابن خمس وخمسين سنة۔

(طبقات الکبریٰ ابن سعد ج ۳ ص ۳۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

فتح القدير كتاب الجنائز فصل صلوة الجنائزہ میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے منبر پر قیام فرما کر غزوہ موتہ کی خبر دی اور اسی اثناء میں جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دی فصل علیہ رسول اللہ ﷺ ودعاه و قال استغفروا لہ پس اس پر نماز جنازه پڑھی اور ان کے لئے دعا فرمائی اور لوگوں سے فرمایا کہ تم بھی ان کے لئے دعائے مغفرت کرو۔ (فتح القدير ج ۲ ص ۱۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت) دعا کے واؤ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعا نماز کے علاوہ تھی۔ مواہب اللدنیہ جلد دوم القسم الثانی فیما اخبر من الغیوب میں یہی واقعہ نقل فرما کر کہا تم قال استغفروا استغفروا لہ اسی طرح عبد اللہ ابن رواحہ پر بعد نماز دعا فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعد نماز جنازه دعائے مغفرت جائز ہے۔

منتخب کنز العمال کتاب الجنائز میں ابراہیم ہجیری کی روایت ہے۔ ☆

قال رءیت ابن ابی اوفی وکان من اصحاب الشجرة ماتت ابنته الی ان قال ثم کبر علیہا اربعاً ثم قام بعد ذلك فقدر ما بین التکبیرتین وقال رءیت رسول اللہ ﷺ کان یصنع هكذا۔

**ترجمہ:** میں نے ابن ابی اوفی کو دیکھا یہ بیعت الرضوان والے صحابی ہیں کہ ان کی دختر کا انتقال ہوا۔ پھر ان پر چار تکبیریں کہیں پھر اس کے بعد دو تکبیروں کے فاصلہ کی بقدر کھڑے ہو کر دعا کی اور فرمایا کہ میں نے حضور علیہ السلام کو ایسے ہی کرتے ہوئے دیکھا۔

حاشیہ..... ☆

عبد اللہ العبادی دیوبندی اس کے ترجمے میں لکھتے ہیں۔

غزوہ موتہ میں مسلمانوں اور مشرکوں کا مقابلہ

رسول اللہ ﷺ نے غزوہ موتہ میں انہیں لوگوں پر امیر بنایا اور دوسروں امیروں پر مقدم کیا، مسلمانوں اور مشرکوں میں اس طرح مقابلہ ہوا کہ امراء پیادہ لڑ رہے تھے زید بن حارثہ نے جھنڈا لے لیا اور قتال کیا لوگوں نے بھی ان کے ساتھ قتال کیا مسلمان اپنی منوں ہی میں تھے۔ زید نیزہ مارے جانے کی وجہ سے شہید ہو گئے رسول اللہ ﷺ نے ان پر نماز پڑھی اور فرمایا کہ ان کے لئے دعائے مغفرت کرو، وہ اس جنت میں داخل ہو گئے جس کی وہ سعی کرتے تھے۔ غزوہ موتہ جمادی الاولیٰ ۸ھ میں ہوا جس روز زید مقتول ہوئے اس وقت ان کی عمر پچیس سال تھی۔

(طبقات ابن سعد اردو حصہ سوم ص ۲۰۹ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۳۳۰ھ لکھتے ہیں۔

فصلی علیہ رسول اللہ ﷺ وقال استغفروا لہ۔

**ترجمہ:** پھر نبی ﷺ نے ان کی نماز جنازه پڑھی اور فرمایا اس کے لئے استغفار کرو۔

(دلائل الخیر ج ۲ ص ۱۹۲۔ ۱۹۳ مطبوعہ حیدرآباد دکن ہند)

☆ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثناء حسین بن محمد ثنا شعبہ عن ابراہیم الہجری عن عبد اللہ بن ابی اوفی وکان من اصحاب الشجرة فماتت ابنته لہ وکان يتبع جنازتها علی بغلة خلفها، فجعل النساء یبکین، فقال لا ترثین فان رسول اللہ ﷺ نہی عن المراثی، فتنفیض احداکن من عبرتها ما شاءت، ثم کبر علیہا اربعاً، ثم قام بعد الرابعة قدر ما بین التکبیرتین یدعو، ثم قال کان رسول اللہ ﷺ یصنع فی الجنائزہ هكذا۔

**ترجمہ:** حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما جو اصحاب شجرہ میں سے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی بیٹی فوت ہو گئی، وہ ان کے

بیہقی میں ہے۔

وعن المستظل ابن حصین ان علیا صلی علی جنازہ بعد ما صلی علیہ۔

**ترجمہ:** مستظل ابن حصین سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک جنازہ پر نماز کے بعد دعا مانگی۔  
(السنن الکبریٰ بیہقی ج ۳ ص ۷۲ رقم الحدیث ۶۹۹۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

مدونۃ الکبریٰ میں ہے۔

يقول هكذا كلما كبروا واذا كان التكبير الا اخر قال مثل ذلك ثم يقول اللهم صلي على محمد۔

**ترجمہ:** ہر تکبیر اسی طرح کہے کہ جب آخری تکبیر ہو تو اسی طرح کہے پھر کہے اللھم صل علی محمد۔

اس سے معلوم ہوا کہ بعد نماز جنازہ درود شریف پڑھے۔ کشف العطاء میں ہے۔ فاتحہ و دعا برائے میت پیش از دفن درست است وہیں است روایت معمولہ کذا فی خلاصۃ الفتح میت کے لئے فاتحہ اور دعا مانگنا دفن سے پہلے درست ہے اسی روایت پر عمل ہے۔  
(کشف العطاء فصل ششم نماز جنازہ ص ۳۰ مطبوعہ مطبع احمدی دہلی)

حاشیہ.....☆

جنازہ میں خچر پر سوار ہو کر جا رہے تھے کہ عورتوں نے رونا شروع کر دیا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم مرثیہ مت پڑھو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مرثیہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے، تم میں سے کوئی عورت اپنی آنکھ سے جس قدر چاہے آنسو بہائے، پھر انہوں نے جنازہ پر چار تکبیریں پڑھیں، پھر اتنا وقفہ کیا جتنا دو تکبیروں کے درمیان وقفہ ہوتا ہے اور اس وقفہ میں دعا کرتے رہے پھر کہا: رسول اللہ ﷺ نماز جنازہ میں اسی طرح کرتے تھے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۴۷۳-۴۷۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (المحاضر الخار، المعروف بمسند لجز اربع ص ۸ رقم الحدیث ۳۳۵۵ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والکلم المدینۃ المنورۃ)، (السنن الکبریٰ بیہقی ج ۳ ص ۷۲ رقم الحدیث ۶۹۸۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مجمع الجوامع ج ۱۳ ص ۳۹۳ رقم الحدیث ۱۱۵۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر ج ۷ ص ۱۳۶-۱۳۷ رقم الحدیث ۹۵۰۹۷۰۲۲ رقم الحدیث ۱۲۳۶۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البیہق ج ۲ ص ۵۶۰ رقم الحدیث ۹۳۸۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۳ ص ۳۶۶ رقم الحدیث ۱۲۸۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ لکھتے ہیں۔

وحدثنا احمد بن جعفر القطيعي، ثنا عبد الله بن احمد بن حنبل، حدثني ابي، ثنا محمد بن جعفر قالوا: ثنا شعبه، عن ابراهيم الهجري، عن عبد الله بن ابي اوفى قال: توفيت بنت له فتبعها علي بغلة يمشي خلف خلف الجنازة ونساء يرثينها، فقال: يرثين ولا يرثين، فان رسول الله ﷺ نهى عن المراثي، ولنفيض احدا كن من عبرتها ماشاءت، ثم صلي عليها فكبر عليها اربعاء، ثم قام بعد الرابعة فذر ما بين التكبيرتين يستغفر لها ويدعو وقال كان رسول الله ﷺ يصنع هكذا۔

**ترجمہ:** حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما جو اصحاب شجرہ میں سے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی بیٹی فوت ہو گئی، وہ اس کے جنازہ میں خچر پر سوار ہو کر جا رہے تھے کہ عورتوں نے رونا شروع کر دیا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم مرثیہ مت پڑھو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مرثیہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے، تم میں سے کوئی عورت اپنی آنکھ سے جس قدر چاہے آنسو بہائے، پھر انہوں نے جنازہ پر چار تکبیریں پڑھیں، پھر اتنا وقفہ کیا جتنا دو تکبیروں کے درمیان وقفہ ہوتا ہے اور اس وقفہ میں دعا کرتے رہے پھر کہا: رسول اللہ ﷺ نماز جنازہ میں اسی طرح کرتے تھے۔

(مسند رک ج ۱ ص ۵۱۲ رقم الحدیث ۱۳۳۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اسی طرح خلاصۃ الشرح میں ہے۔

مبسوط شمس الائمہ سرخسی جلد دوم صفحہ ۶۷ باب غسل لیت میں روایت ہے کہ عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ایک جنازے پر بعد نماز پہنچے اور فرمایا۔

ان سبقتونی بالصلوة علیہ فلا تسبقونی بالدعاء۔

**ترجمہ:** اگر تم نے مجھ سے پہلے نماز پڑھ لی تو دعا میں تو مجھ سے آگے نہ بڑھو یعنی آؤ میرے ساتھ مل کر دعا کر لو۔

(المبسوط سرخسی ج ۱۲ ص ۲۷۱ ۲۷۲ مطبوعہ مکتبۃ الخفاریہ کوئٹہ)

اسی مبسوط میں اسی جگہ یعنی باب غسل لیت میں ابن عمر و عبد اللہ ابن عباس و عبد اللہ ابن سلام رضی اللہ عنہم سے ثابت کیا کہ ان حضرات نے دعا بعد نماز جنازہ کی۔

(المبسوط سرخسی ج ۱۲ ص ۲۷۱ ۲۷۲ مطبوعہ مکتبۃ الخفاریہ کوئٹہ)

حاشیہ.....☆

امام محمد بن سعد متوفی ۲۴۰ھ روایت کرتے ہیں۔

قال اخبرنا محمد بن عبيد الطنافسي قال اخبرنا سالم المرادي قال اخبرنا بعض اصحابنا قال جاء عبد الله بن سلام وقد صلى على عمر فقال والله لئن كنتم سبقتوني بالصلوة عليه لا تسبقوني بالشاء عليه فقام عند سريره فقال نعم اخو الاسلام كنت يا عمر جوادا بالهق بكيلا بالباطل ترضى حين الرضى وتغضب حين الغضب عفيف الطرف طيب الظرف لم تكن صداحا ولا مغتابا ثم جلس۔

**ترجمہ:** حضرت سالم فرماتے ہیں کہ ہمیں ہمارے بعض اصحاب نے اطلاع دی کہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اس وقت آئے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی جا چکی تھی تو فرمایا اللہ کی قسم اگر تم نے ان پر نماز میں مجھ سے پہل کر لی ہے تو ثنا کرنے میں مجھ سے پہل نہ کرو پھر ان کی چار پائی کے قریب کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اے عمر آپ اسلام کے سچے اور بہترین جانثار تھے حق کے لئے نخی اور باطل کے لئے بخیل آپ رضا خدا پر راضی ہوتے اور غضب پر ناراض پاک دامن صاف دل نہ خوشامد کرنے والے اور نہ عیب جو پھر بیٹھ گئے۔

(طبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۳۶۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۵۰ھ لکھتے ہیں۔

جاء عبد الله بن سلام وقد صلى على عمر، فقال: والله لئن كنتم سبقتوني بالصلوة لا تسبقوني بالشاء، فقام عند سريره فقال: نعم اخو الاسلام كنت يا عمر جوادا بالحق، بخيلا بالباطل، ترضى حين الرضاء، وتغضب حين الغضب، عفيف الطرف، طيب الظرف، لم تكن مداحا ولا مغتابا، ثم جلس۔

**ترجمہ:** حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اس وقت آئے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی جا چکی تھی تو فرمایا اللہ کی قسم اگر تم نے ان پر نماز میں مجھ سے پہل کر لی ہے تو ثنا کرنے میں مجھ سے پہل نہ کرو پھر ان کی چار پائی کے قریب کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اے عمر آپ اسلام کے سچے اور بہترین جانثار تھے حق کے لئے نخی اور باطل کے لئے بخیل آپ رضا خدا پر راضی ہوتے اور غضب پر ناراض پاک دامن صاف دل نہ خوشامد کرنے والے اور نہ عیب جو پھر بیٹھ گئے۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۲ ص ۲۷۳ ۲۷۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

## حاشیہ.....☆

یہی امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ دوسری سند سے روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا ابو بکر اللفتواني، انا ابو عمرو الاصبھاني، انا ابو محمد بن يوة، انا ابو الحسن اللباني، نا ابو بكر القرشي نا اسحاق بن اسماعيل، نا وكيع بن الجراح، نا سالم ابو العلاء المرادي، عن عبد الله بن سارية قال: جاء عبد الله بن سلام بعد ما صلى على عمر، فقال: ان كنتم سبقتوني بالصلاة عليه، فلا تسبقوني بالثناء، ثم قام فقال: نعم اخو الاسلام كنت يا عمر، جوادا بالحق، بخيلا بالباطل، ترضى حين الرضاء، وتسخط حين السخط، لم تكن مداحا ولا مفتابا، طيب الظرف، عفيف الطرف،

**ترجمہ:** حضرت عبد اللہ بن ساریہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جنازے پڑھنے کے بعد آئے تو فرمایا اگر تم مجھ سے نماز پڑھنے میں سبقت لے گئے ہو تو ان کے لئے دعا کرنے میں مجھ سے سبقت نہ لے جانا۔ پھر کھڑے ہو گئے اور فرمایا آپ اسلام کے اچھے بھائی تھے حق کے لئے سچی تھے باطل کے لئے بخیل تھے رضا کے وقت راضی غصے کے وقت غصے تھے نہ آپ مدح کرنے والے تھے اور نہ غیبت کرنے والے اچھے ظرف والے تھے پاک طبیعت والے تھے۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ۲۳ ص ۲۷۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں۔

وروی عن عبد الله بن سلام انه فاتته الصلاة على جنازة عمر رضي الله عنه فلما قال ان سبقتوني بالصلاة عليه فلا تسبقوني بالدعاء له۔

**ترجمہ:** اور روایت میں ہے عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے کہ بے شک ان سے حضرت عمر کی نماز جنازہ فوت ہو گئی پس جب آپ حاضر ہوئے تو فرمایا کہ اگر تم ان پر نماز میں مجھ سے سبقت لے گئے ہو تو ان کے لئے دعا کرنے میں مجھ سے سبقت نہیں لے سکتے۔

(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۳۶۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

فتح اللہ المعین میں ہے۔

عن عبد الله بن سلام لما فاتته الصلوة على عمر رضي الله عنه ان سبقت بالصلاة فلم اسبق بالدعاء له۔

**ترجمہ:** حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نماز جنازہ فوت ہو گیا تو فرمایا کہ اگر تم مجھ سے نماز پڑھنے میں سبقت لے گئے ہو تو ان کے لئے دعا کرنے میں مجھ سے سبقت نہیں لے سکتے۔

(فتح اللہ المعین ج ۱ ص ۳۵۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

استاذ الفقیہ ابو الوفاء افغانی کتاب الآثار امام محمد کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

وعبد الله بن سلام رضي الله عنه فاتته الصلاة على جنازة عمر رضي الله عنه فلما حضر قال: ان سبقتوني بالصلاة عليه فلا تسبقوني في الدعاء له۔

**ترجمہ:** حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ میں شمولیت سے رہ گئے تو جب وہاں پہنچے تو فرمایا کہ اگر تم نے ان پر مجھ سے پہلے نماز پڑھ لی ہے تو دعا میں مجھ سے پہل نہ کرو اور میرے ساتھ ان کے لئے دعا کرو۔

(حاشیہ کتاب الآثار امام محمد ج ۲ ص ۱۲۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس اثر مبارک سے معلوم ہوا کہ دعا بعد نماز جنازہ صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین کی سنت مبارکہ ہیں اور خصوصاً حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی سنت مبارکہ ہے جن کو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنت کی بشارت دی تھی:



اور فلا تسبقوا سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دعا پر صحابہ کرام کا مکمل تھا۔ مفتاح الصلوٰۃ صفحہ ۱۱۲ معتقد مولانا فتح محمد صاحب برہان پوری میں ہے۔ چون از نماز فارغ شوئذ مستحب است کہ امام یا صالح دیگر فاتحہ بقرآن مطلقاً طرف سر جنازه خاتمہ بقرآن الرسول طرف پائیں بخواند کہ در حدیث وارد است دور بعض حدیث بعد از دفن واقعہ شدہ ہر وقت کہ میسر شود بخواند۔ جب نماز جنازہ فارغ ہوں تو مستحب ہے کہ امام یا کوئی اور صالح آدمی سورہ بقرہ کا شروع کار کوغ مطلقاً تک جنازہ کے سر ہانے اور سورہ بقرہ کی آخری آیات امن الرسول میت کی پائیں طرف پڑھے کہ حدیث میں آیا ہے۔ بعض احادیث میں دفن کے بعد واقعہ ہوا میسر ہو تو دونوں وقت پڑھے جائز ہے۔ زاد الآخرة میں نہر قاتق شرح کنز الدقائق اور بحر ذار سے نقل فرمایا۔

بعد از سلام بخواند۔ اللهم لا تحر منّا اجرہ ولا تفتنّا بعده اغفر لنا ولہ۔

**ترجمہ:** سلام کے بعد پڑھے کہ اے اللہ ہم کو اس کے اجر سے محروم نہ کرو اور اس کے بعد قنن میں مبتلا نہ کرو اور ہماری اور اس کی مغفرت فرما۔ (نہر القاتق شرح کنز الدقائق ج ۱ ص ۳۹۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

طحاوی میں ہے۔

وان ابا حنیفۃ اما مات فختم علیہ سبعون الفا قبل الدفن۔

**ترجمہ:** جب امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو ان پر دفن سے پہلے ستر ہزار ختم قرآن ہوئے۔

کشف الغمہ، فتاویٰ عالمگیری، شامی باب الدفن بحث تعزیت میں ہے۔ وہی بعد الدفن اولیٰ منها قبلہ تعزیت کرنا دفن کے بعد دفن سے پہلے تعزیت کرنے سے بہتر ہے اسی جگہ شامی اور عالمگیری نے یہ بھی فرمایا وحذوا المیرٹھم جزع شدید والاقد مت یہ جب ہے جبکہ ان ورثا میں سخت گھبراہٹ نہ ہو ورنہ تعزیت دفن سے پہلے کی جاوے۔

حاشیہ..... ☆

معلوم ہوا کہ دعا بعد نماز جنازه حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی سنت مبارکہ ہے اور تاریخ و مشق الکبیر کی روایت میں جاء عبداللہ بن سلام بعد ما صلی علی عمرو اور فقام عند سریرہ سے منکرین دعا بعد نماز جنازه کے تمام اعتراضات دفع ہوئے۔ جیسا کہ عزیز علی شاہ دیوبندی نے اعتراض کیا ہے۔ لکھا ہے ان کے اس قول میں تو یہ صراحت موجود نہیں کہ وہ کس وقت آئے تھے۔

(تحقیق الدعا بعد صلوٰۃ الجنازہ ص ۹۳ مطبوعہ انجمن اسلامیہ کلمہ منڈی)

لیجئے اس روایت میں وہ تمام صراحت موجود ہے کہ بعد ما صلی یعنی عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جنازہ کے بعد آئے اسی طرح عبداللہ العماوی دیوبندی نے بھی طبقات ابن سعد کے اردو ترجمے میں لکھا ہے کہ: سالم مرادی سے مروی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ پر نماز پڑھ لینے کے بعد حضرت عبداللہ بن سلام آئے۔

(طبقات ابن سعد اردو ج ۲ حصہ سوم ص ۱۵۲ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

اور فقام عند سریرہ نے یہ بھی واضح کر دیا کہ یہ دعا دفن سے پہلے ہے اسی طرح عبداللہ العماوی دیوبندی نے طبقات ابن سعد کے اردو ترجمے میں لکھا ہے کہ: تحت کے پاس کھڑے ہو گئے۔

(طبقات ابن سعد اردو ج ۲ حصہ سوم ص ۱۵۲ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

اس کے بعد کسی دیوبندی کو دعا بعد نماز جنازه پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے بلکہ اس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت مبارکہ سمجھ کر اس پر عمل کرنا چاہیے اسی میں دنیا و آخرت کی کامیابی ہیں۔

حسن ظہر یہ میں ہے۔

وہی بعد الدفن اولیٰ منها قبلہ۔

**ترجمہ:** دفن کے بعد تعزیت کرنا دفن سے پہلے تعزیت افضل ہے۔

میزان کبریٰ مصنفہ امام شعرانی میں ہے۔

(عالمگیری ج ۱ ص ۱۷۷)، (الجوہرۃ النیرۃ شرح تہذیبی ج ۱ ص ۱۳۳)، (رد المحتار علی الدر المختار ج ۱ ص ۶۶۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قال ابو حنیفہ والثوری ان التعزیه سنۃ قبل الدفن لا بعده لان شلۃ الحزن تكون قبل الدفن فیعزم ویدعوا لہ۔

**ترجمہ:** امام ابو حنیفہ اور امام ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ تعزیت کرنا دفن سے پہلے سنت ہے کہ بعد کیونکہ زیادتی رنج و غم دفن سے پہلے ہوتی ہے پس تعزیت کرے اور اس کے لئے دعا کرے۔

(المیزان الکبریٰ ج ۱ ص ۲۱۰)

ان عبارات سے ثابت ہوا کہ دفن سے پہلے خواہ نماز سے بھی پہلے ہو یا نماز کے بعد تعزیت کرنا جائز بلکہ مسنون ہے اور تعزیت میں میت و پسماندگان کے لئے دعائے اجر و صبر ہی تو ہوتی ہے۔ عقل کا بھی تقاضا ہے کہ بعد نماز جنازہ دعا جائز ہو۔ کیونکہ نماز جنازہ ایک حیثیت سے تو دعا ہے کہ میت کو سامنے رکھا گیا ہے اور اس میں رکوع سجدہ التحیات وغیرہ نہیں ہے اور ایک حیثیت سے نماز ہے۔ اسی لئے اس میں غسل وضو ستر عورت قبلہ کو منہ ہونا جگہ اور کپڑوں کا پاک ہونا شرط ہے اور جماعت مسنون۔ اگر یہ شخص دعا ہوتی تو نماز کی طرح یہ شرائط اس میں کیوں ہوتیں اور دعاؤں کی طرح یہ بھی ہر طرح ادا ہو جایا کرتی۔ ماننا پڑے گا کہ ایک حیثیت سے یہ نماز بھی ہے اور ہر نماز کے بعد مسنون ہے اور زیادہ قابل قبول۔ چنانچہ مشکوٰۃ باب الذکر بعد الصلوٰۃ میں ہے۔

قیل یا رسول اللہ ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل لاخر ودبر الصلوات المکتوبات۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ کون سی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے؟ فرمایا کہ آخر رات کے درمیانی حصہ میں اور فرض نمازوں کے پیچھے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الذکر بعد الصلوٰۃ ص ۸۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اور نماز جنازہ بھی فرض نماز ہے پھر اس کے کیوں دعا نہ کی جاوے؟ نیز دعا مانگنے کی ہر وقت اجازت دی گئی ہے اور بہت تاکید فرمائی گئی۔ مشکوٰۃ کتاب الدعوات میں ہے کہ الدعاء ہوا العبادة اسی جگہ یہ بھی ہے۔ الدعاء مع العبادة دعا عبادت بھی ہے یا دعا اصل عبادت ہے۔ دعا مانگنے کے لئے کوئی وقت وغیرہ کی پابندی نہیں تو اس کی کیا وجہ ہے کہ نماز جنازہ سے پہلے تو دعا جائز اور دفن کے بعد بھی جائز مگر نماز کے بعد اور دفن سے پہلے حرام؟ نماز جنازہ بھی کوئی جادو ہے کہ اس کے پڑھتے ہی دعا کرنا۔ ایصال ثواب حرام اور دفن میت اس جادو کا اتار ہے کہ دفن ہوا اور سب جائز ہو گیا۔ لہذا ہر وقت دعا اور ایصال ثواب جائز ہے کسی وقت کی پابندی نہیں۔

## دوسرا باب

### اس دعا پر اعتراضات و جوابات میں

اس پر صرف چار اعتراض ہیں تین عقلی اور ایک نقلی۔ اس کے سوا اور کوئی اعتراض نہیں۔

**اعتراض (۱)۔۔۔۔۔۔۔** وہ ہی پرانا یاد کیا ہوا سبق کہ یہ دعا بدعت ہے اور ہر بدعت حرام ہے لہذا یہ دعا کرنا حرام ہے شرک ہے بے دینی ہے۔

**جواب:-** یہ دعا بدعت نہیں اس کا ثبوت حضور علیہ السلام کے قول و فعل مبارک سے ہو چکا۔ نیز صحابہ کرام کا اس پر عمل رہا۔ فقہاء نے اس کی اجازت دی۔ جیسا کہ اس بحث کے پہلے باب میں گزر گیا۔ اور اگر مان بھی لیا جاوے کہ بدعت ہے تو ہر بدعت حرام نہیں ہوتی۔ بلکہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔ دیکھو ہماری بدعت کی بحث۔

**اعتراض (۲)۔۔۔۔۔۔۔** نماز جنازہ میں خود دعا ہے پھر دوبارہ دعا مانگنا جائز نہیں ہے پہلی دعا کافی ہو چکی۔

**جواب:-** یہ اعتراض بالکل لغو ہے نماز پنجگانہ میں دعا ہے۔ نماز استسارہ۔ نماز کسوف اور نماز استسقاء سب دعاء کے لئے ہیں مگر ان سب کے بعد دعا مانگنا جائز بلکہ سنت ہے حدیث پاک میں ہے اکثر والد دعاء دعا زیادہ مانگو۔ دعا کے بعد دعا مانگنا زیادہ دعا ہے۔ تیسرے اس لئے کہ یہ تو محض دعا ہے بعض صورتوں میں تو نماز جنازہ کے بعد نماز جنازہ دوبارہ ہوتی ہے اگر میت کے ولی نے نماز نہ پڑھی اور ولی نے پڑھ لی تو دوبارہ پڑھ سکتا ہے۔ حضور سید عالم ﷺ کا وصال مبارک دو شنبہ کو ہوا اور دفن شریف چہار شنبہ کو (شامی کتاب الصلوٰۃ باب الاملۃ ج ۱ ص ۴۰۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) اور ان دوروں میں لوگ جماعت آتے رہے نماز جنازہ ادا کرتے رہے کیونکہ اب تک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جو کہ ولی تھے نہ پڑھی تھی۔ پھر جب آخر دن حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھ لی۔ اب تاقیامت کسی کو جائز نہ رہا کہ حضور علیہ السلام پر نماز جنازہ پڑھے (دیکھو شامی باب صلوٰۃ الجنازہ بحث ومن احق بالاملۃ ج ۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) اب کہو کہ یہ نماز تو دعا تھی۔ وہ ادا ہو گئی۔ یہ دوبارہ نمازیں کسی ہو رہی ہیں؟ یہ سوال تو ایسا ہے کہ کوئی کہے کہ کھانے کے بعد پانی نہ پیو۔ کیونکہ کھانے میں پانی موجود ہے وہ پانی یہ سے پکا ہے۔

**اعتراض (۳)۔۔۔۔۔۔۔** چونکہ دعا مانگنے کی وجہ سے دفن میں دیر ہوتی ہے اور یہ حرام ہے لہذا یہ دعا بھی حرام ہے۔

**جواب:-** یہ اعتراض بھی لغو ہے اولاً تو اس لئے کہ آپ تو اس دعا کو بہر حال منع کرتے ہیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر دفن میں دیر ہو تو منع ورنہ نہیں۔ تو بتاؤ کہ اگر ابھی قبر تیار ہونے میں دیر ہے اور نماز جنازہ ہو گئی۔ اب دعا وغیرہ پڑھیں یا کہ نہیں کیونکہ یہاں تاخیر دفن سے دعا سے نہیں بلکہ تیاری قبر کی وجہ سے ہے دوسرے اس لئے کہ دعا میں زیادہ دیر نہیں لگتی۔ صرف دو یا تین منٹ۔ مشکل سے خرچ ہوتے ہیں۔ اس قدر غیر محسوس دیر کا اعتبار نہیں اتنی بلکہ اس سے زیادہ دیر تو راستہ میں آہستہ لے جانے اور غسل کا کام آہستہ آہستہ انجام دینے اور قبر کو اطمینان سے کھودنے میں بھی لگ جاتی ہے اگر اس قدر دیر بھی حرام ہو تو لازم ہوگا کہ غسل و کفن دینے والے نہایت بدحواسی سے بہت جلد یہ کام کریں اور قبر کھودنے والے مشین کی طرح جھٹ پٹ قبر کھودیں اور میت

کو لے جانے والے انجن کی رفتار بھاگتے ہوئے جا دیں اور فوراً پھیک کر آجاویں۔ تیسرے اس لئے کہ ہم پہلے باب میں حوالے دے چکے ہیں کہ دفن سے پہلے اہل میت کی تعزیت کرنا۔ ان کو تسلی و تشفی دینا جائز بلکہ سنت ہے۔ خواہ بعد کرے یا قبل نماز تو تعزیت کے الفاظ کہنے اور تسلی دینے میں بھی دیر لگے گی یا کہ نہیں؟ ضرور لگے گی مگر چونکہ یہ ایک دینی کام کے لئے جائز ہے۔ چوتھے اس لئے کہ ہم ابھی عرض کر چکے کہ حضور علیہ السلام کی وفات شریف و شنبہ کو اور دفن چہار شنبہ کو ہوا۔ علامہ شامی اسی کتاب الصلوٰۃ باب الامامت میں یہ واقعہ بیان فرما کر فرماتے ہیں۔

وهذه السنة باقية الى الان لم يدفن خليفة حتى بولي غيره۔

**ترجمہ:** یہ سنت اب تک باقی ہے کہ خلیفہ اس وقت تک دفن نہیں کیا جاتا جب تک کہ دوسرا خلیفہ نہ بن جائے۔

(شامی کتاب الصلوٰۃ باب الامامت ج ۱ ص ۳۰۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس سے معلوم ہوا کہ دفن میں وہ تاخیر مکروہ ہے جو کہ دنیاوی وجہ سے ہو دینی وجہ سے قدرے جائز ہے کہ خلیفہ بنانا دینی کام ہے۔ اس کی وجہ سے دفن میں دیر کر دی اور دعا مانگنا بھی دینی کام ہے۔ اگر کوئی نمازی آخر میں طے تو وہ دعا پڑھ کر سلام پھیر سکتا ہے۔ لیکن اگر نماز کے بعد فوراً نعش اٹھالی جائے تو یہ شخص دعا پوری نہ کر سکے گا کہ اٹھائے ہوئے جنازے پر نماز نہیں ہوتی۔ لہذا دعا بعد جنازہ میں مسبوق نمازیوں کی بھی رعایت ہے۔ اگر اس کے لئے ایک غیر محسوس تاخیر ہو تو جائز ہے۔ پانچویں اس لئے کہ دفن میں مطلقاً تاخیر کرنا حرام کہاں لکھا ہے؟ فقہاء فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن میت کا انتقال ہو گیا تو نماز جمعہ کا انتظار نہ کرے بلکہ ممکن ہو قبل جمعہ ہی دفن کر لے یہ نہیں کہتے کہ یہ انتظار کرنا حرام ہے شرک ہے۔ کفر ہے معاذ اللہ۔

**اعتراض (۴).....:** نماز جنازے کے بعد دعا کو فقہاء منع فرماتے ہیں۔ چنانچہ جامع الرموز میں ہے۔  
لا يقوم داعيا له۔

**ترجمہ:** نماز کے بعد دعا کے لئے نہ کھڑا رہے۔

ذخیرہ کبریٰ اور محیط میں ہے۔

لا يقوم بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنائزۃ۔

**ترجمہ:** نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے کھڑا نہ رہے۔

عالمگیری میں ہے۔

لا يدعوا بعده في ظاهر المذهب۔

**ترجمہ:** اس کے بعد دعا نہ کرے ظاہر مذہب میں۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے۔

ولا يدعوا للميت بعد صلوٰۃ الجنائزۃ لانه يشبه الزيادة في صلوٰۃ الجنائزۃ۔

**ترجمہ:** نماز جنازہ کے بعد میت کے لئے دعا نہ کرے کیونکہ یہ نماز جنازہ میں زیادتی کرنے کے مشابہ ہے۔

کشف العطاء میں ہے کہ قائم نہ شود بعد از نماز برائے دعا۔ نماز کے بعد دعا کے لئے کھڑا نہ رہے۔

جامع الرموز میں ہے۔

ولا يقوم بالدعاء بعد۔

صلوة الجنازة لانه يشبه الزيادة۔

**ترجمہ:** نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے نہ کھڑا رہے کیونکہ یہ زیادتی کے مشابہ ہے۔

ابن حامد سے مروی ہے۔

ان الدعاء بعد صلوة الجنازة مکروہ۔

**ترجمہ:** نماز جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہے۔

جامع الرموز میں ہے۔

ولا يقوم بالدعاء بعد صلوة الجنازة لانه يشبه الزيادة۔

**ترجمہ:** نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے نہ کھڑا ہو کیونکہ یہ زیادتی کے مشابہ ہے۔

ان فقہی عبارات سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا غیر ناجائز ہے۔

**جواب:-** اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک اجمالی دوسرا تفصیلی اجمالی جواب تو یہ ہے کہ اس دعا سے ممانعت کی تین وجہیں

ہیں۔ اولاً یہ کہ یہ چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے پہلے ہو۔ دوم یہ کہ دعائیں زیادہ لمبی نہ ہوں۔ جس سے کہ دفن میں بہت تاخیر ہو۔ اسی

لئے نماز جنازہ جمعہ کے انتظار میں دفن میں تاخیر کرنا منع ہے۔ تیسرے یہ کہ اسی طرح صف بستہ بحیثیت نماز دعا کی جاوے کہ دیکھنے

والا سمجھے نماز ہو رہی ہے یہ زیادتی کے مشابہ ہے۔ لہذا اگر بعد سلام بیٹھ کر یا مضیں توڑ کر تھوڑی دیر دعا کی جاوے تو بلا کراہت جائز

ہے یہ وجوہ اس لئے نکالے گئے کہ فقہاء کی عبارتیں آپس میں متعارض نہ ہوں اور یہ اقوال احادیث مذکورہ اور صحابہ کرام کے قول

و عمل کے خلاف نہ ہوں۔

تفصیلی جواب یہ ہے کہ عبارات میں سے جامع الرموز، ذخیرہ، محیط، کشف العطاء کی عبارتوں میں تو دعا سے ممانعت ہے ہی نہیں بلکہ

کھڑے ہو کر دعا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ وہ ہم بھی منع کرتے ہیں مرقات اور جامع الرموز میں یہ بھی ہے۔ لانسہ يشبه الزيادة یہ

زیادتی کے مشابہ ہے۔ یعنی اس دعا سے دھوکا ہوتا ہے کہ نماز جنازہ زیادہ ہوگئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس طرح دعا مانگنا منع ہے جس میں

زیادتی کا دھوکا ہو۔ وہ یہ ہی ہے کہ صف بستہ کھڑے کھڑے دعا کریں۔ اگر صف توڑ دی یا بیٹھ گئے تو حرج نہیں دیکھو۔ جماعت فرض کے

بعد حکم ہے کہ لوگ مغوف توڑ کر سنتیں پڑھیں تاکہ کسی کو دھوکا نہ ہو کہ جماعت ہو رہی ہے (دیکھو شامی اور مشکوٰۃ شریف باب السنن) تو اس

سے یہ لازم نہیں کہ فرض کے بعد سنتیں پڑھنا ہی منع ہیں بلکہ فرض سے ملا کر پڑھنا منع ہے۔ اسی طرح یہ بھی ہے۔ عالمگیری کی عبارت غلط

نقل کی۔ اس کی اصل عبارت یہ ہے۔

وليس بعد التكبير الرابعة قبل السلام دعاء۔

**ترجمہ:** چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے پہلے کوئی دعا نہیں۔

(جوہرہ نیرہ شرح قدوری ص ۱۳۸ مطبوعہ عامرہ ترکی)۔

یعنی نماز جنازہ میں پہلے تین تکبیروں کے بعد کچھ نہ کچھ پڑھا جاتا ہے مگر اس چوتھی تکبیر کے بعد کچھ نہ پڑھا جاوے گا۔ جیسا کہ ہم پہلے

عرض کر چکے۔ چنانچہ بدائع، کفایہ عنایہ میں ہے۔ ليس بعد التكبير الرابعة قبل السلام دعاء (بنایہ شرح ہدایہ ج ۳ ص ۲۵۲)

ابو بکر ابن حامد کی جو عبارت پیش کی گئی یہ قیہ کی عبارت ہے مگر قیہ غیر معتبر کتاب ہے۔ اس پر فتویٰ نہیں دیا جاتا۔

مفتویٰ شامی بحث رسم المفتی میں ہے کہ صاحب قیہ ضعیف روایات بھی لیتا ہے۔ اس سے فتویٰ دینا جائز نہیں وہ فرماتے ہیں۔

اول نقل الاقوال الضعيفته فيها كالفقيهته للزاهدي فلا يجوز الافناء من هله۔

(شای شامی ج ۵۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے بذل الجواز میں فرمایا کہ قنیه والا معتزلی بد مذہب ہے اور اگر قنیه کی یہ عبارت صحیح مان بھی لی جائے تو خود مخالفین کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا منع ہے تو بعد دفن بھی دعا نا جائز ہونا چاہیے کیونکہ یہ وقت بھی تو نماز کے بعد ہی ہے غرض کہ کوئی بھی عبارت آپ کے موافق نہیں۔ دعا بعد نماز جنازہ جائز بلکہ سنت ہے۔

حاشیہ..... ☆

علامہ زاہدی نے قنیه میں نقل کیا ہے جو فقہی بھی اس کو نقل کرتا ہے ساتھ میں یہ بھی لکھتا ہے و عن الفضلی لا بأس به اور قنیه القنیه حس کو دیوبندی کھا جاتے ہیں۔ قنیه جو کہ ضعیف وغیر معتبر کے ساتھ ساتھ اس کے مصنف معتزلی بھی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین الشامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں۔

لا يجوز الافناء من الكتب المختصرة كالنهر و شرح الكنز للعيني والدردار المختار شرح تنوير الابصار او لعدم الاطلاع على حال مؤلفيها كشرح الكنز لملامسكين و شرح النقاية للقهستاني او لنقل الاقوال الضعيفة كالقنية للزاهدي، الا اذا علم المنقول عنه واخذ منه۔

**ترجمہ:** مختصر کتب سے فتویٰ دینا جائز نہیں جس طرح کہ نہر اور شرح الكنز للعینی اور الدردار المختار شرح تنویر الابصار وغیرہ۔ اسی طرح جن کتب کے مصنفین کے احوال کی خبر نہ ہو۔ جس طرح شرح الكنز لملامسکین و شرح نقایہ للقهستانی یا جس میں ضعیف اقوال نقل کیے گئے ہوں جس طرح کہ زاہدی کی تصنیف قنیه پس اس سے فتویٰ دینا جائز نہیں۔ مگر اس صورت میں جائز ہے جبکہ اس منقول قول اور اس کے لینے پر عالم ہو۔

(فتاویٰ شامی ج ۵۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)، (مقدمہ فتاویٰ عالمگیری مترجم ج ۱ ص ۱۳۳ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

عبدالحی کسروی دیوبندی لکھتے ہیں۔

(نفی القنیه وغیرہا) کا لمجتبیٰ هو ایضا للعلامة مختار بن محمود الزاهدي صاحب القنية و کتاب القنية مشهور بضعف الراوية وقد نقل هذا الفرع من شرح الصباغی۔

**ترجمہ:** صاحب در مختار کا قول (نفی القنیه وغیرہا) جس طرح کا مجتبیٰ اور یہ بھی علامہ مختار بن محمود الزاہدی کی تصنیف ہے اور اس کی کتاب قنیه ضعیف میں مشہور ہے اور تحقیق یہ تفریع شرح صباغی سے نقل کی گئی ہے۔

(مقدمہ عمدۃ الراعی ج ۱ ص ۱۰۱ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

علامہ سید احمد طحاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں۔

القنية ليست من كتب المعتمدة۔

**ترجمہ:** قنیه کتب معتدہ میں سے نہیں۔

(طحاوی علی در المختار ج ۱ ص ۳۲)

سید امیر علی دیوبندی مقدمہ عالمگیری (اردو) میں لکھتے ہیں۔

اور انہیں غیر معتبرات میں سے جملہ تالیفات نجم الدین مختار بن محمود بن محمد زاہدی معتزلی ہیں۔ یہ شخص اعتقاد میں معتزلی تھا اور فروغ میں حنفی تھا جس نے ۱۵۶ھ میں انتقال کیا پس اس کی تالیفات میں سے قنیه و حاوی زاہدی دیکھتے شرح قدوری و زاد اللامعہ وغیرہ ہیں اور یہ

## ☆ حاشیہ ☆

سب غیر معتبرات ہیں چنانچہ ابن عابدین نے تفتیح الفتاویٰ الحامدہ یہ میں کہا ہے کہ مذہب حنفیہ میں معتبر کتابوں میں جو منقول ہے اس کے خلاف زاہدی کی نقل معارض نہیں ہو سکتی ہے چنانچہ ابن وہبان نے فرمایا کہ قنویہ کا مؤلف جو کچھ نقل کرتا ہے اگر وہ فقہاء حنفیہ کی نقل سے مخالف ہو تو قنویہ کی نقل پر التفات نہ کیا جائے گا جب تک کہ اس کی موافقت میں کسی کتاب معتد سے نقل موجود نہ ہو۔ اور ایسا ہی نہر الفائق میں بھی مذکور ہے۔

(مقدمہ فتاویٰ عالمگیری مترجم ج ۱ ص ۱۳۸ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)۔ (مقدمہ عمدۃ الراعی ج ۱ ص ۱۲ مطبوعہ مکتبہ تھانیہ پشاور)

ثابت ہوا کہ علامہ زاہدی کی کتاب قنویہ ضعیف کتاب ہیں اور ضعیف قول پر فتویٰ دینا جائز نہیں۔

چنانچہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وقال العلامة قاسم في فتاواه وليس للقاضي المقلدان يحكم بالضعيف لانه ليس من اهل الترجيح الا لقصد غير جميل ولو حكم لا ينفذ لان الحق هو الصحيح وما وقع من ان القول الضعيف يتقوى بالقضاء المراد به قضاء المجتهد كما بين في موضعه۔

**ترجمہ:** علامہ قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ کسی بھی قاضی مقلد کے لئے یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ کسی ضعیف قول پر فیصلہ کرے۔ کیونکہ یہ قاضی اہل ترجیح میں سے نہیں ہے۔ مگر کسی غیر جمیل کے لئے اور اگر ضعیف قول پر فیصلہ کر بھی لیا جائے تو اس فیصلے کو نافذ نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ ایسا فیصلہ ہے کہ ناحق ہے۔ کیونکہ حق یہ ہے کہ فیصلہ صحیح قول پر ہو۔ اور جو یہ واقع ہوا ہے کہ فیصلے کے ساتھ ضعیف قول کو تقویت مل جاتی ہے اس سے مراد مجتہد کی قضاء ہے۔ یعنی مجتہد اگر قول ضعیف پر فیصلہ کرے تو قول ضعیف کو تقویت ملے گی۔

نیز لکھتے ہیں۔

وقال ابن غرس واما المقلد المحض فلا يقضى الا بما عليه العمل و الفتوى۔

**ترجمہ:** اور ابن غرس نے کہا ہے کہ مقلد محض فیصلہ نہیں کرے گا مگر اس قول پر کہ جس پر عمل و فتویٰ ہو۔

وقال صاحب البحر في بعض رسائله اما القاضي المقلد فليس له الحكم الا بالصحيح المفتى به في مذهبه ولا ينفذ قضاءه بالقول الضعيف۔

**ترجمہ:** صاحب بحر نے اپنے بعض رسائل میں کہا ہے کہ قاضی مقلد فیصلہ نہ کرے گا مگر قول صحیح پر۔ جو اس کے مذہب میں مفتی بہ ہو اور قاضی مقلد کی قضاء قول ضعیف کے ساتھ نافذ نہ کی جائے گی۔

(فتاویٰ شامی ج ۳ ص ۲۷۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

دیوبندیوں کو چاہیے کہ علامہ زاہدی کے ضعیف قول کو جوڑ کر امام محمد بن فضل رحمہ اللہ علیہ کے صحیح قول پر عمل کرے اور اہل سنت و جماعت کے ساتھ جھگڑانہ کرے جو کوئی بھی نماز جنازہ کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے ان سے جھگڑانہ کرے اسی میں ان کا بھلا ہے اللہ تعالیٰ حق کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

## بحث مزارات اولیاء اللہ پر گنبد بنانا

مسلمان دو طرح کے ہیں ایک تو عام مومنین۔ دوسرے علماء مشائخ اولیاء اللہ جن کی تعظیم و توقیر در حقیقت اسلام کی تعظیم ہے۔ عامتہ المسلمین کی قبروں کو پختہ بنانا یا ان پر قبہ وغیرہ بنانا چونکہ بے فائدہ ہے اس لئے منع ہے ہاں اس پر مٹی وغیرہ ڈالتے رہنا تا کہ اس کا نشان نہ مٹ جائے فاتحہ وغیرہ پڑھی جاسکے جائز ہے۔ اور علماء مشائخ عظام اولیاء اللہ جن کے مزارات پر خلقت کا ہجوم رہتا ہے لوگ وہاں بیٹھ کر قرآن خوانی و فاتحہ وغیرہ پڑھتے ہیں ان کے آسائش اور صاحب قبر کی اظہار عظمت کے لئے اس کے آس پاس سایہ کے لئے قبہ وغیرہ بنانا شرعاً جائز بلکہ سنت صحابہ سے ثابت ہے اور جن عوام مومنین کی قبریں پختہ بنانا یا ان پر قبہ بنانا منع ہے اگر ان کی قبریں پختہ بن گئی ہوں تو ان کو گرانا حرام ہے پہلے مسئلہ میں سب کا اتفاق ہے آخر کے دو مسکوں میں اختلاف اس لئے ہم اس بحث کے دو باب کرتے ہیں۔ پہلے باب میں تو اس کا ثبوت۔ دوسرے باب میں مخالفین کے اعتراضات اور ان کے جوابات۔

### پہلا باب

#### مزارات اولیاء اللہ پر عمارت کا ثبوت

اس جگہ تین امور ہیں ایک تو خود قبر کو پختہ کرنا دوسرے قبروں کو قدرست یعنی ایک ہاتھ سے زیادہ اونچا کرنا۔ تیسرے قبر کے آس پاس عمارت بنا دینا۔ پھر قبر کو پختہ کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک تو قبر کا اندرونی حصہ جو کہ میت سے ملا ہوا ہے اس کو پختہ بنانا دوسرے قبر کا بیرونی حصہ جو کہ اوپر نظر آتا ہے اس کو پختہ کرنا۔

قبر کے اندرونی حصہ کو پختہ اینٹ سے پختہ کرنا۔ وہاں لکڑی لگانا منع ہے ہاں اگر وہاں پتھر یا سینٹ لگایا جاوے تو جائز ہے کیونکہ لکڑی اور اینٹ میں آگ کا اثر ہے۔ قبر کا بیرونی حصہ پختہ بنانا عامتہ المسلمین کے لئے منع ہے اور خاص علماء و مشائخ کے لئے جائز ہے۔ قبر کا تعویذ ایک ہاتھ سے زیادہ اونچا کرنا منع ہے اور اگر آس پاس چوتراہ اونچا کر کے اس پر تعویذ بقدر ایک ہاتھ کیا تو جائز ہے۔ قبر کے آس پاس یا قبر کے قریب کوئی عمارت بنانا عامتہ المسلمین کی قبروں پر تو منع ہے۔ اور فقہاء و علماء کی قبروں پر جائز۔ دلائل حسب ذیل ہیں۔

(۱) مشکوٰۃ کتاب البنا تزباب الدفن میں بروایت ابو داؤد ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے حضرت عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ کو دفن فرمایا تو ان کی قبر کے سر ہانے ایک پتھر نصف فرمایا۔ اور فرمایا کہ اعلم بھا قبر اخی و ادفن الیہ من مات من اہلی ہم اس سے اپنے بھائی کی قبر کا نشان لگائیں گے اور اسی جگہ اپنے اہل بیت کے مردوں کو دفن کریں گے۔

(مشکوٰۃ الصالح کتاب البنا تزباب دفن بیت الفضل الثانی ص ۱۳۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

(۲) بخاری کتاب البنا تزباب الجری علی القبر میں تعلیقاً ہے حضرت خارجہ فرماتے ہیں۔ ہم زمانہ عثمان میں تھے۔

ان اشدنا و ثبۃ الذی یشب قبر عثمان ابن مظعون حتی یجاوزه۔

ترجمہ: ہم میں بڑا کو نے والا وہ تھا جو عثمان ابن مظعون کی قبر کو پھلانگ جاتا۔

(صحیح بخاری کتاب البنا تزباب الجری علی القبر ج ۱ ص ۳۵۷ مطبوعہ ابن کثیر بیروت و فی نسخہ ج ۱ ص ۱۸۱-۱۸۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)



مشکوٰۃ کی روایت سے معلوم ہوا کہ عثمان ابن مظعون کی قبر کے سر ہانے پتھر تھا اور بخاری کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ خود قبر عثمان کا تنویر اس پتھر کا تھا اور دونوں روایات اس طرح جمع ہو سکتی ہیں کہ مشکوٰۃ میں جو آیا کہ قبر کے سر ہانے پر پتھر لگایا اس کے معنی یہ نہیں کہ قبر سے علیحدہ سر کے قریب کھڑا کر دیا بلکہ یہ ہے کہ خود قبر میں ہی سر کی طرف اس کو لگایا مطلب یہ کہ قبر ساری اس پتھر کی تھی مگر سر ہانے کا ذکر کیا۔ ان دونوں احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ اگر کسی خاص قبر کا نشان قائم رکھنے کے لئے قبر کچھ اونچی کر دی جاوے یا پتھر وغیرہ سے پختہ کر دی جائے تو جائز ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہ کسی بزرگ کی قبر ہے۔ اس سے پہلے دو مسئلے حل ہو گئے نیز فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر کوئی زمین نرم ہو اور لوہے یا لکڑی کے صندوق میں میت رکھ کر دفن کرنا پڑے تو اس کے اندرونی حصہ میں چاروں طرف مٹی سے کھنگل کر دو۔ (دیکھو شامی اور عالمگیری وغیرہ باب دفن میت) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قبر کو اندر سے کچا ہونا چاہیے دو مسائل ثابت ہوئے۔

(۳) مشائخ کرام اولیاء عظام علماء کرام کی حزارات کے ارد گرد یا اس کے قریب میں کوئی عمارت بنانا جائز ہے۔ اس کا ثبوت قرآن کریم اور صحابہ کرام و علمائے المسلمین کے فعل اور علماء کے اقوال سے ہے۔ قرآن کریم نے اصحاب کہف کا قصہ بیان فرماتے ہوئے کہا۔ قال الذین غلبوا علی امرہم لتخلدن علیہم مسجد اودہ بولے جو اس کام میں غالب رہے کہ ہم تو ان اصحاب کہف پر مسجد بنائیں گے۔ (پارہ ۱۵ سورہ کہف آیت نمبر ۲۱) روح البیان میں اس آیت میں بنیانا کی تفسیر میں فرمایا۔ دیوار مے کہ از چشم مردم پوشیدہ شود یعنی لا یعلم احد تربتہم وتكون محفوظہ من تطرق الناس كما حفظت تربت رسول اللہ ﷺ بالحنظریۃ (تفسیر روح البیان ج ۵ ص ۲۷۴-۲۷۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) یعنی انہوں نے کہا کہ اصحاب کہف پر ایسی دیوار بناؤ جو ان کی قبر کو گھیرے اور ان کے حزارات لوگوں کے جانے سے محفوظ ہو جاویں۔ جیسے کہ حضور علیہ السلام کی قبر شریف چار دیواری سے گھیر دی گئی ہے۔ مگر یہ بات نامنتظر ہوئی تب مسجد بنائی گئی۔ مسجد کی تفسیر روح البیان میں ہے یصلی فیہ المسلمون وتنبو کون بمکانہم لوگ اس میں نماز پڑھیں اور ان سے برکت لیں۔ قرآن کریم نے ان لوگوں کی باتوں کا ذکر فرمایا ایک تو اصحاب کہف کے گرد قبرا و مقبرہ بنانے کا مشورہ کرنا دوسرے ان کے قریب مسجد بنانا اور کسی باب کا انکار نہ فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ دونوں فعل جب بھی جائز تھے اور اب بھی جائز ہیں جیسا کہ کتب اصول سے ثابت ہے کہ شرائع قبلنا یلزمنا۔ حضور سید عالم ﷺ کو حضرت صدیقہ کے حجرے میں دفن کیا گیا۔ اگر یہ ناجائز تھا تو پہلے صحابہ کرام اس کو گرا دیتے۔ پھر دفن کچھتے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں اس کے گرد کچی اینٹوں کی گول دیوار کچادی۔ پھر ولید ابن عبدالملک کہ زمانہ میں سیدنا عبداللہ ابن زبیر نے تمام صحابہ کرام کی موجودگی میں اس عمارت کو نہایت مضبوط بنایا اور اس میں پتھر لگوائے چنانچہ خلاصۃ الوفا باخبار دار المعطی مصنفہ سید سمودی دسویں فصل لایما یتعلق بالحجرہ المنیفۃ ۱۹۶ میں ہے۔

عن عمرو ابن دینار وعبید اللہ ابن ابی زید قال لا یکن علی عہد النبی ﷺ حائط فکان اول من بنی علیہ جدارا عمر ابن الخطاب۔ قال عبید اللہ ابن ابی زید کان جدار قصیرا لم بناہ عبد اللہ ابن الزبیر الخ وقال الحسن البصری کنت ادخل بیوت رسول اللہ ﷺ وانا غلام مراہق اذا نال السقف بیدی وکان لکل بیت حجرۃ وکانت حجرۃ من العکستہ من سعیر مربوطہ فی حشب عرعرۃ۔

ترجمہ وہی جو اوپر بیان ہو چکا۔

(خلاصۃ الوفا باخبار دار المعطی دسویں فصل فیما یصلق بالحجرہ المنیفۃ ص ۱۹۶)

بخاری جلد اول کتاب الجنائز باب ما جاء فی قبر النبی وابی بکر و عمر میں ہے کہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں کہ ولید ابن عبد الملک کے زمانہ میں روضہ رسول اللہ ﷺ کی ایک دیوار گر گئی تو اخذوا فی بنائہ صحابہ کرام اس کے بنانے میں مشغول ہوئے۔

فبذت لهم قدم ففزعوا ووطنوا انها قدم النبی علیہ السلام حتی قال لهم عروہ لا والله ماہی قدم النبی علیہ السلام ماہی الا قدم عمر۔

**ترجمہ:** ایک قدم ظاہر ہو گیا تو لوگ گھبرا گئے اور سمجھے کہ یہ حضور علیہ السلام کا قدم پاک ہے۔ حضرت عروہ نے کہا اللہ کی قسم یہ حضور علیہ السلام کی قدم نہیں ہے یہ حضرت فاروق کا قدم ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب ما جاء فی قبر النبی والی بکرمہ ص ۱۸۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)  
جذب القلوب الی دیار المحبوب میں شیخ عبد الحق فرماتے ہیں کہ ۵۵۰ھ میں جمال الدین اصفہانی نے علماء کرام کی موجودگی میں صندل کی لکڑی کی جالی اس دیوار کے آس پاس بنائی اور ۵۵۷ھ میں بعض عیسائی عابدوں کی شکل میں مدینہ منورہ آئے اور سرنگ لگا کر کر نقش مبارک کو زمین سے نکالنا چاہا۔ حضور علیہ السلام نے تین بار بار شاہ کو خواب میں فرمایا۔ لہذا بادشاہ نے ان کو قتل کرایا اور روضہ کے آس پاس پانی تک بنیاد کھود کر یہ لگا کر اس کو بھردیا پھر ۶۷۸ھ میں سلطان قلاؤں صالحی نے یہ گنبد بنز جواب تک موجود ہے بنوایا۔

انہا عبارات سے یہ معلوم ہوا کہ روضہ مطرہ صحابہ کرام نے بنوایا تھا اگر کوئی کہے کہ یہ تو حضور علیہ السلام کی خصوصیت ہے تو کہا جاوے گا کہ اس روضہ میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ و فاروق رضی اللہ عنہ بھی دفن ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی دفن ہوں گے لہذا یہ خصوصیت نہ رہی۔ بخاری جلد اول کتاب الجنائز اور مشکوٰۃ باب البرکات علی لیت میں ہے کہ حضرت امام حسن ابن حسن علی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔

ضربت امراته القبة علی قبرہ سند۔

**ترجمہ:** توان کی بیوی نے ان کی قبر پر ایک سال تک قبہ ڈالے رکھا۔

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب الجری علی القبر ص ۳۳۶ مطبوعہ ابن کثیر بیروت و فی نسخہ ص ۷۷۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)  
یہ بھی صحابہ کرام کے زمانہ میں سب کی موجودگی میں ہوا۔ کسی نے انکار نہ کیا۔ نیز ان کی بیوی ایک سال تک وہاں رہیں۔ پھر گھر واپس آئیں۔ جیسا کہ اسی حدیث میں ہے۔ اس سے بزرگوں کی قبروں پر مجاوروں کا بیٹھنا بھی ثابت ہوا۔

یہاں تک تو قرآن وحدیث سے ثابت ہوا۔ اب فقہاء محدثین اور مفسرین کے اقوال ملاحظہ ہوں۔

روح البیان جلد ۳ پارہ ۳ ازیر آیت (پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۸) انما یعمر مسجد اللہ من امن باللہ میں ہے۔

لبناء قباب علی قبور العلماء والاولیاء والصلحاء امر جائز اذا کان القصد بذلك التعظیم فی اعین العامة حتی لا یحتقروا صاحب هذا القبر۔

**ترجمہ:** علماء اور اولیاء صالحین کی قبروں پر عمارات بنانا جائز کام ہے جبکہ اس سے مقصود ہو لوگوں کی نگاہوں میں عظمت پیدا کرنا تاکہ لوگ اس قبر والے کو حقیر نہ جانیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۵۱۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مرقات شرح مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب دفن لیت میں ہے۔

قد اباح السلف البناء علی قبور المشائخ والعلماء المشہورین لیروہم الناس ویستر یحوا بالجلوس۔

**ترجمہ:** پہلے علماء نے مشائخ اور علماء کی قبروں پر عمارات بنانا جائز فرمایا ہے تاکہ ان کی لوگ زیارت کریں۔ اور وہاں بیٹھ کر آرام پائیں۔

(مرقات شرح مشکوٰۃ باب دفن لیت ج ۳ ص ۶۰)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت میں فرماتے ہیں۔

دور آخر زمان بجهت اتصار نظر عوام بر ظاہر مصلحت در تعمیر و تزئین مشاہد و مقابر مشائخ و عظماء دیدہ چیز ہا افزودند تا آنجا بہت و شوکت اہل اسلام و اہل صلاح پیدا آید خصوصاً در دیار ہند کہ اعدائے دین از ہنود و کفار بسیار اند۔ و تزئین و اعلاء شان ایں مقامات باعث رعب و اقتیاد ایشان است و بسیار اعمال و افعال و اوضاع کہ در زمان سلف از مکر وہات بودہ اند دور آخر زمان از مستحکات گشتہ۔

**ترجمہ:** دور آخر زمان میں چونکہ عام لوگ محض ظاہر بین رہ گئے۔ لہذا مشائخ اور صلحاء کی قبروں پر عمارت بنانے میں مصلحت دیکھ کر زیادتی کر دی تاکہ مسلمانوں اور اولیاء اللہ کی ہیبت ظاہر ہو خاکر ہندوستان میں کہ یہاں ہندو اور کفار بہت سے دشمنان دین ہیں ان مقامات کی اعلان شان کفار کے رعب اور اطاعت کا ذریعہ ہے اور بہت سے کام پہلے مکروہ تھے اور آخر زمانہ میں مستحب ہو گئے۔

(سفر السعادت باب زیارۃ القبر ص ۲۷۲ مطبوعہ نوریہ رضویہ)

شامی جلد اول باب الدفن میں ہے۔

وقیل لایکمرہ البناء اذا کان المیت من المشائخ والعلماء والسادات۔

**ترجمہ:** کہ اگر میت مشائخ اور علماء اور سادات کرام میں سے ہو تو اس کی قبر پر عمارت بنانا مکروہ نہیں ہے۔

(رد المحتار کتاب الجنازہ مطلب فی دفن لیت ج ۱ ص ۶۶۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

در مختار میں اسی باب الدفن میں ہے۔ لایرفع علیہ بناء وقیل لا باس بہ وهو المختار قبر پر عمارت نہ بنائی جائے اور کہا گیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں اور یہی قول پسندیدہ ہے۔

(رد المحتار کتاب الجنازہ مطلب فی دفن لیت ج ۱ ص ۶۶۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ شامی اور در مختار نے عمارت کے جواز کو قیل سے بیان کیا۔ اس لئے یہ قول ضعیف ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں فقہ میں قیل علامت ضعف نہیں۔ اور بعض جگہ ایک مسئلہ میں دو قول بیان کرتے ہیں اور دونوں قیل سے۔ ہاں منطق میں قیل علامت ضعف ہے۔ قیل کی مکمل بحث اذان قبر کے بیان میں دیکھو۔

طحاوی علی مرقا الفلاح صفحہ ۳۳۵ میں ہے۔

وقد اعتاد اهل المصر وضع الاحجار حفظاً للقبور عن الانداس والنیش ولا باس بہ وفي الدور ولا یجصص ولا یطین ولا یرفع علیہ بناء وقیل لا باس بہ هو المختار۔

**ترجمہ:** مصر کے لوگ قبروں پر پتھر رکھنے کے عادی ہیں۔ تاکہ وہ مٹنے اکھڑنے سے محفوظ رہیں اور قبر کو کچ نہ کی جاوے نہ کھنڈ کی جاوے نہ اس پر عمارت بنائی جاوے اگر کہا گیا کہ جائز ہے اور یہی مختار ہے۔

(طحاوی علی مرقا الفلاح صفحہ ۳۳۵)

میزان کبریٰ آخر جلد اول کتاب الجنازہ میں امام شعرائی فرماتے ہیں۔

ومن ذلك قول الانمة ان القبر لا یسنی ولا یجصص مع قول ابی حنیفة یجوز ذلك قال الاول مشدد والثانی مخفف۔

**ترجمہ:** اسی سے ہے دیگر اماموں کا یہ کہنا کہ قبر پر نہ عمارت بنائی جاوے اور نہ اس کو گچ کی جاوے باوجودیکہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ یہ سب جائز ہے پس پہلے قول میں سختی ہے اور دوسرے میں آسانی۔

(میزان کبریٰ آخر جلد اول کتاب البنا تزج ص ۱۵۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اب تو زرجسری ہوئی کہ خود امام مذہب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان مل گیا کہ قبر پر قبہ وغیرہ بنانا جائز ہے۔ الحمد للہ کہ قرآن وحدیث اور فقہی عبارات بلکہ خود امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان پاک سے ثابت ہو گیا کہ اولیاء علماء کی قبور پر گنبد وغیرہ بنانا جائز ہے۔ عقل بھی یہ ہی چاہتی ہے کہ یہ جائز ہو چند وجود سے اولاً تو یہ دیکھا گیا ہے کہ عام کچی قبروں کا عوام کی نگاہ میں نہ ادب ہوتا ہے نہ احترام اور نہ زیادہ فاتحہ خوانی نہ کچھ اہتمام بلکہ لوگ پیروں سے اس کو روندتے ہیں۔ اور اگر کسی قبر کو پختہ دیکھتے ہیں خلاف وغیرہ پڑا ہوا پاتے ہیں سمجھتے ہیں کہ یہ کسی بزرگ کی قبر ہے اس سے بچ کر نکلتے ہیں اور خود بخود فاتحہ کو ہاتھ اٹھ جاتا ہے اور مشکوٰۃ باب الفتن میں اور مرقات میں ہے کہ مسلمان کا زندگی اور بعد موت یکساں ادب چاہیے۔ اسی طرح فقہاء فرماتے ہیں کہ قبر سے اتنی دور بیٹھے جتنی دور کہ صاحب قبر کی زندگی میں اس سے بیٹھتا تھا اس سے معلوم ہوا کہ میت کا احترام بقدر زندگی کے احترام کے ہے اور اولیاء اللہ تو زندگی میں واجب التعظیم تھے۔ لہذا بعد موت بھی اور قبر کی عمارت اس تعظیم کا ذریعہ ہے لہذا کم از کم مستحب ہے۔ دوسرے اس لئے کہ جس طرح تمام عمارات میں سرکاری عمارتیں یا کہ مساجد ممتاز رہتی ہیں کہ ان کو پہچان کر لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ علماء کو چاہیے کہ اپنی وضع قطع لباس صورت اہل علم کا سارکھیں تاکہ لوگ ان کو پہچان کر مسائل دریافت کریں۔ اسی طرح چاہیے کہ علماء و مشائخ کے قبور عام قبروں سے ممتاز رہیں تاکہ لوگ پہچان کر ان سے فیض لیں۔ تیسرے اس لئے کہ مقابر اولیاء اللہ شعائر اللہ ہیں جیسا کہ ہم اس سے پہلے تفسیر روح البیان کے حوالہ سے بیان کر چکے ہیں اور شعائر اللہ کا ادب ضروری ہے قرآن سے ثابت ہے لہذا قبروں کا ادب چاہیے۔ ادب کے ہر ملک اور ہر زمانہ میں علیحدہ طریقے ہوتے ہیں۔ جو طریقہ بھی ادب کا خلاف اسلام نہ ہو وہ جائز ہے حضور علیہ السلام کے زمانہ پاک میں قرآن پاک ہڈیوں اور چمڑے پر لکھا تھا۔ مسجد نبویؐ کچی تھی اور چھت میں کھجور کے پتے تھے جو بارش میں ٹپکتی تھی۔ مگر بعد کے زمانہ میں مسجد نبویؐ نہایت شاندار و صمد رسول اللہ ﷺ بہت اہتمام سے بنائے گئے اور قرآن کو اچھے کاغذ پر چھاپا گیا۔

در مختار کتاب الکرا بیت فضل فی البیع میں ہے۔ وجاز تجلیتہ المصحف لما فیہ من تعظیمہ کما فی نقش المسجد۔

(رد المحتار علی در المختار ج ۵ ص ۲۷۳ کتاب النظر والاہیاء فصل فی البیع مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس کے ماتحت شامی میں ہے ای بالذهب والفضۃ یعنی قرآن کریم کو چاندی سونے سے آراہستہ کرنا جائز ہے کیونکہ اس میں ان کی تعظیم ہے۔ جیسا کہ مسجد کو نقشین کرنا۔ اسی طرح صحابہ کرام کے زمانہ میں حکم تھا کہ قرآن کو آیات اور رکوع اور اعراب سے خالی رکھو۔ لیکن اس زمانہ کے بعد چونکہ ضرورت درپیش ہوئی۔ یہ تمام کام جائز بلکہ ضروری ہو گئے۔ شامی میں اسی جگہ ہے۔

وما روی عن ابن مسعود جرد القرآن کان فی ومنہم وکم من شئی یختلف باختلاف الزمان والمکان۔

**ترجمہ:** ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قرآن کو اعراب وغیرہ سے خالی رکھو یہ اس زمانہ میں تھا۔ اور بہت سی چیزیں زمانہ اور جگہ بدلنے سے بدل جاتی ہیں۔

(رد المحتار علی در المختار ج ۵ ص ۲۷۳ کتاب النظر والاہیاء فصل فی البیع مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اسی مقام پر شامی (رد المحتار علی در المختار ج ۵ ص ۳۷۲ کتاب النخلر والا باحہ فصل فی البیع مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) میں ہے کہ قرآن کو چھوٹا کر کے نہ چھاپو یعنی حائل نہ بناؤ بلکہ اس کا قلم موٹا ہو۔ حرف کشادہ ہوں تقطیع بڑی ہو یہ سارے احکام کیوں ہیں؟ صرف قرآن کی عظمت کے لئے اسی طرح یہ بھی ہے اول زمانہ میں تعظیم قرآن و اذان و اقامت پر اجرت لینا حرام تھا حدیث و فقہ میں موجود ہے مگر بعد کو ضرورتاً جائز کیا گیا۔ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں خود زندہ لوگوں کو پختہ مکان بنانے کی ممانعت تھی۔ ایک صحابی نے پختہ مکان بنایا تو حضور علیہ السلام ناراض ہوئے یہاں تک کہ ان کے سلام کا جواب نہ دیا جب اس کو گرا دیا۔ تب جواب سلام دیا (دیکھو مشکوٰۃ کتاب الرقاق فصل الثانی ص ۴۴۱ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی) اسی مشکوٰۃ کتاب الرقاق میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اذا لم یسارک للعبد فی ماله جعله فی الماء والطین جب بندے کے مال میں بے برکتی ہوتی ہے تو اس کو اینٹ گارے میں خرچ کرتا ہے (مشکوٰۃ المصابیح کتاب الرقاق الفصل الثانی ص ۴۴۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی) لیکن ان احکام کے باوجود عام مسلمانوں نے بعد میں پختہ مکان بھی بنائے اور مسجدیں بھی۔ تعجب ہے کہ جو حضرات اولیاء اللہ کی قبروں کے پختہ کرنے یا ان پر قبہ بنانے کو حرام کہتے ہیں وہ اپنے مکان کیوں عمدہ اور پختہ بناتے ہیں۔ انہو منون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض (پارہ ۲ سورہ ۸۵ آیت نمبر ۸۵) کیا بعض حدیثوں پر ایمان ہے اور بعض کا انکار۔ اللہ سمجھ دے۔ چوتھے اس لئے کہ اولیاء اللہ کی مقابر کا پختہ ہونا۔ ان پر عمارت قائم ہونا۔ تبلیغ اسلام کا ذریعہ ہے۔ انجیر شریف وغیرہ میں دیکھا گیا ہے کہ مسلمانوں سے زیادہ وہاں ہندو اور دیگر کفار زیارت کو جاتے ہیں بہت سے ہندوؤں اور رافضیوں کو میں نے دیکھا کہ خواجہ صاحب کی دعوم و دعام دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔

ہندوستان میں اب کفار مسلمانوں کے ان اوقاف پر قبضہ کر رہے ہیں جن میں کوئی علامت نہ ہو۔ بہت سی مسجدیں، خانقاہیں، قبرستان بے نشان ہو کر ان کے قبضے میں پہنچ گئے اگر قبرستان کی ساری قبریں کجی ہوں تو وہ کچھ دن میں گر گر کر برابر ہو جاتی ہیں اور سادہ زمین پر کفار قبضہ جما لیتے ہیں لہذا اب سخت ضرورت ہے کہ ہر قبرستان میں کچھ قبریں پختہ ہوں تاکہ ان سے اس زمین کا قبرستان ہونا بلکہ اس کے حدود معلوم رہیں۔

میں نے اپنے وطن میں خود دیکھا کہ مسلمانوں کے دو قبرستان بھر چکے تھے ایک میں بجز دو تین قبروں کے ساری قبریں کجی تھیں۔ دوسرے قبرستان کے کچھ حصہ میں پختہ قبریں بھی تھیں۔ مسلمان فقیروں نے یہ دونوں قبرستان خفیہ طور پر فروخت کر دیئے جس پر مقدمہ چلا۔ پہلا قبرستان تو سوائے پختہ قبروں کے مکمل طور پر مسلمانوں کے قبضہ سے نکل گیا۔ کیونکہ حکام نے اسے سفید زمین مانا۔ دوسرے قبرستان کا آدھا حصہ جہاں تک پختہ قبریں تھیں مسلمانوں کو ملا۔ باقی وہ حصہ جس میں ساری قبریں کجی تھیں اور مٹ چکی تھیں کفار کے پاس پہنچ گئے۔ کیونکہ اس قبرستان کے حدود پختہ قبروں کی حد سے قائم کئے گئے باقی کا بیعتنامہ درست مانا گیا۔ اس سے مجھے پتہ لگا کہ اب ہندوستان میں کچھ قبریں پختہ ضرور بنوانی چاہئیں کیونکہ یہ بقاء وقف کا ذریعہ ہیں جیسے مسجد کے لئے مینارے۔

ماہ جولائی ۱۹۶۰ء کے اخبارات میں مسلسل یہ خبر شائع ہو رہی ہے کہ مولوی اسماعیل صاحب کے پیر سید احمد صاحب بریلوی کی قبر جو بالا کوٹ میں واقع ہے شکستہ حالت میں ہے اس کی مرمت کی جاوے گی اور اس پر گنبد وغیرہ تعمیر کیا جاوے گا۔ سبحان اللہ سید احمد صاحب جنہوں نے عمر پھر مسلمانوں کی قبریں ڈھائیں اب خود ان کی قبر پر گنبد بنے لاکھ مسلمان شریک تھے اس عمارت پر ۷۵ لاکھ روپیہ خرچ ہوگا اس تقریب میں دیوبندیوں کے پیشوا مولوی احتشام الحق نے بھی شرکت کی۔ ان کی تقریر راولپنڈی کے جنگ ۱۲ اگست ۱۹۶۰ء میں شائع ہوئی آپ نے بہت خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا کہ مبارک ہو کہ بانی انقلاب آج بانی پاکستان کی قبر پر سنگ بنیاد رکھ رہا ہے اب تک

پاکستان کی حکومتوں نے اس مبارک کام میں بہت سستی کی تھی۔ مسلمانو! یہ ہیں وہ دیوبندی جو اب تک مسلمانوں کی قبریں اکھڑاتے تھے جنہوں نے نجدی حکومت کو مبارک باد کے تار دیئے تھے کہ اس نے صحابہ والی بیت کی قبریں اکھڑ دیں آج قائد اعظم کی قبر پر گنبد وغیرہ تعمیر ہونے پر مبارک باد دے رہے ہیں۔ ان کا کتابی مذہب اور ہے۔ زبانی مذہب اور عملی مذہب کچھ اور چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی۔ بہر حال مزار پر گنبد کے دیوبندی بھی قائل ہو گئے۔

## دوسرا باب

### عمارت قبور پر اعتراضات کے جوابات میں

مخالفین کے اس مسئلہ پر صرف دو ہی اعتراض ہیں اول تو یہ کہ مشکوٰۃ باب الدفن میں بروایت مسلم ہے۔

**اعتراض (۱).....** نہی رسول اللہ ﷺ ان یحصص القبور وان یبنی علیہ وان یقعد علیہ۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام نے منع فرمایا اس سے کہ قبروں پر گچ کی جاوے اور اس سے کہ اس پر عمارت بنائی جاوے اور اس سے کہ اس پر بیٹھا جاوے۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الدفن علی لیت الفصل الاول ص ۱۴۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

نیز عام فقہاء فرماتے ہیں کہ یکرہ البناء علی القبور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تین کام حرام ہیں قبر کو پختہ بنانا۔ قبر پر عمارت بنانا اور قبر پر مجاور بن کر بیٹھنا۔

**جواب:-** قبر کو پختہ کرنے سے منع ہونے کی تین صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ قبر کا اندرونی حصہ جو کہ میت کی طرف ہے اس کو پختہ کیا جاوے۔ اسی لئے حدیث میں فرمایا گیا۔ ان یحصص القبور یہ نہ فرمایا گیا علی القبور دوسرے یہ کہ عامۃ المسلمین کی قبور پختہ کی جاویں کیونکہ یہ بے فائدہ ہے تو معنی یہ ہوئے کہ ہر قبر کو پختہ بنانے سے منع فرمایا۔ تیسرے یہ کہ قبر کو سجاوٹ تکلیف یا فخر کے لئے پختہ کیا۔ یہ تینوں صورتیں منع ہیں اور اگر نشان باقی رکھنے کے لئے کسی ولی اللہ کی قبر پختہ کی جاوے تو جائز ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر پختہ پتھر کی بنائی۔ جیسا کہ پہلے باب میں عرض کیا گیا۔ لمعات میں اسی ان یحصص القبور کے ماتحت ہے لمافیہ من الزینتہ والتکلیف کیونکہ اس میں محض سجاوٹ اور تکلیف ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ اگر اس لئے نہ ہو تو جائز ہے ان بخفی علیہ یعنی قبر پر عمارت بنانا منع فرمایا۔ اس کے بھی چند معنی اولاً تو یہ کہ خود قبر پر عمارت بنائی جاوے اس طرح کہ قبر دیوار میں شامل ہو جاوے۔ چنانچہ شامی باب الدفن میں ہے۔

وتکرہ الزیادة علیہ لما فی المسلم۔ نہی رسول اللہ علیہ السلام ان یحصص القبر وان یبنی علیہ۔

**ترجمہ:** قبر کو ایک ہاتھ سے اونچا کرنا منع ہے کیونکہ مسلم میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے قبر کو پختہ کرنے اور اس پر کچھ بنانے سے منع فرمایا۔ (رد المحتار کتاب الجنازہ مطلب فی دفن لیت ج ۱ ص ۶۶۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

دریختہ اس باب میں ہے وتکرہ الزیادة علیہ من التراب لانه بمنزلة البناء قبر پر مٹی زیادہ کرنا منع ہے کیونکہ یہ عمارت بنانے کے درجہ میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قبر پر بنانا یہ ہے کہ قبر دیوار میں آ جاوے اور گنبد بنانا یہ حول البقر یعنی قبر کے ارد گرد بنانا ہے یہ ممنوع نہیں۔ دوسرے یہ کہ یہ حکم عامۃ المسلمین کے لئے قبروں کے لئے ہے۔ تیسرے یہ کہ اس بنانے کی تفسیر خود دوسری حدیث نے کر دی جو کہ

مكثوة باب المساجد میں ہے۔

اللهم لاتجعل قبری ولنا بعد اشتد غضب الله على قوم اتخذوا قبور الانبياء هم مسجد۔  
**ترجمہ:** اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا جس کی پوجا کی جاوے اس قوم پر خدا کا سخت غضب ہے جس نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجد بنالیا۔

(مکثوة المصاح الفصل الاول ص ۲۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی قبر کو مسجد بنانا اس پر عمارت بنا کر اس طرف نماز پڑھنا حرام ہے یہی اس حدیث سے مراد ہے۔ قبروں پر کیا نہ بناؤ مسجد۔ قبر کو مسجد بنانے کے یہ معنی ہیں کہ اس کی عبادت کی جاوے۔ یا کم از کم اس کو قبلہ بنا کر اس کی طرف سجدہ کیا جاوے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح بخاری میں فرماتے ہیں۔

قال البيضاوي لما كانت اليهود والنصارى يسجدون لقبور الانبياء تعظيما لشانهم و يجعلونها قبله يتوجهون في الصلوة نحوها واتخذوها اولثانا لعنهم ومنع المسلمون عن مثل ذلك۔

**ترجمہ:** بیضاوی نے فرمایا کہ جبکہ یہود و نصاریٰ پیغمبروں کی قبروں کو تعظیماً سجدہ کرتے تھے اور اس کو قبلہ بنا کر اس کی طرف نماز پڑھتے تھے اور ان قبور کو انہوں نے بت بنا کر رکھا تھا لہذا اس پر حضور علیہ السلام نے لعنت فرمائی اور مسلمانوں کو اس سے منع فرمایا گیا۔

یہ حدیث معترض کی پیش کردہ حدیث کی تفسیر ہوگئی۔ معلوم ہو گیا کہ قبہ بنانے سے منع نہیں فرمایا بلکہ قبر کو سجدہ گاہ بنانے سے منع فرمایا۔ چوتھے یہ کہ یہ ممانعت حکم شرعی نہیں ہے۔ بلکہ زہد و تقویٰ کی تعلیم ہے جیسے کہ ہم پہلے باب میں عرض کر چکے کہ رہنے کے مکانات کو پختہ کرنے سے بھی روکا گیا۔ بلکہ گرا دیئے گئے پانچواں یہ کہ جب بنانے والے کا یہ اعتقاد ہو کہ اس عمارت سے میت کو راحت یا فائدہ پہنچتا ہے تو منع ہے کہ غلط خیال ہے اور اگر زائرین کی آسائش کے لئے عمارت بنائی جاوے تو جائز ہے۔

ہم نے یہ تو جہیں اس لئے کہیں کہ بہت سے صحابہ کرام نے خاص خاص قبروں پر عمارت بنائی ہیں یہ فعل سنت صحابہ ہے چنانچہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کی قبر انور کے گرد عمارت بنائی۔ سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس پر خوبصورت عمارت بنائی۔ حسن ثنی کی بیوی نے پانے شوہر کی قبر پر قبہ ڈالا جس کو ہم بحوالہ مکثوة باب البرکاء سے نقل کر چکے۔ زوجہ حسن ثنی کے اس فعل کے ماتحت ملا علی قاری مرقات شرح مکثوة باب البرکاء میں فرماتے ہیں۔

الظاهر انه لا اجتماع الاحباب للذكر والقراءة وحضور الا صاحب للدعاء بالمغفرة والرحمة اما حمل فعلها على العبث المكروه فغير لائق لصنيع اهل البيت۔

**ترجمہ:** ظاہر یہ ہے کہ یہ قبور دوستوں اور صحابہ کے جمع ہونے کے لئے تھا تا کہ ذکر اللہ اور تلاوت قرآن کریں اور دعائے مغفرت کریں لیکن ان بی بی کے اس کام کو معص بے فائدہ بنانا جو کہ مکروہ ہے یہ اہل بیت کی شان کے خلاف ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح کتاب الجنازہ بابک علی بیت الفصل الثانی تحت رقم الحدیث ۱۷۴۹ ص ۲۲۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

صاف معلوم ہوا کہ فلا فائدہ عمارت بنانا منع اور زائرین کے آرام کے لئے جائز ہے۔ نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی قبر پر قبہ بنایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر پر اور حضرت محمد ابن حنفیہ نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبر پر قبہ بنایا۔ منیع شرح مؤطا امام مالک میں ابو عبد سلیمان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

وضربه عمر علی قبر زینب بنت جحش وضربه عائشة علی قبر اخيها عبدالرحمن وضربه محمد ابن الحنفية علی قبر ابن عباس و انما كرهه لمن ضربه علی وجه السمعة والمباهات۔

**ترجمہ:** حضرت عمر نے زنب جش کی قبر پر قبہ بنایا حضرت عائشہ نے اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر پر قبہ بنایا محمد ابن حنفیہ (ابن علی رضی اللہ عنہما) نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قبر پر قبہ بنایا رضی اللہ عنہم اور جس نے قبہ بنانا مکروہ کہا ہے تو اس کے لئے کہا جو کہ اس کو فخر دریا کے لئے بنائے۔

بدائع الصنائع جلد اول صفحہ ۳۲۰ میں ہے۔

روي ان ابن عباس لمهمات بالطائف صلى عليه محمد ابن حنفية وجعل قبره مسنما و ضرب عليه فسطاطا۔

**ترجمہ:** جبکہ و خائف میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا انتقال ہوا تو ان پر محمد ابن حنفیہ نے نماز پڑھی اور ان کی قبر پر فسطاط بنائی اور قبر پر قبہ بنایا۔

(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۳۲۰ مطبوعہ مصر)

یعنی شرح بخاری میں ہے ضربہ محمد ابن حنفیہ علی قبر ابن عباس ان صحابہ کرام نے یہ فعل کئے اور ساری امت روضہ رسول علیہ السلام پر جاتی رہی۔ کسی محدث کسی فقیہ کسی عالم نے اس روضہ پر اعتراض نہ کیا لہذا اس حدیث کی وہ بھی تو جیہیں کی جاویں جو کہ ہم نے کیں۔ قبر پر بیٹھنے کے معنی ہیں قبر پر چڑھ کر یہ منع ہے نہ کہ وہاں مجاور بننا۔ مجاور بننا تو جائز ہے۔ مجاور اسی کو تو کہتے ہیں جو قبر کا انتظام رکھے کھولنے بند کرنے کی چابی اپنے پاس رکھے وغیرہ وغیرہ یہ صحابہ کرام سے ثابت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مسلمانوں کی والدہ حضور علیہ السلام کی قبر انور کی منتظرہ اور چابی والی تھیں۔ جب صحابہ کرام کو زیارت کرنی ہوتی تو ان سے ہی کھولا کر زیارت کرتے۔ دیکھو مشکوٰۃ باب الدفن۔ آج تک روضہ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مجاور رہتے ہیں کسی نے ان کو ناجائز نہ کہا۔

**اعتراض (۲).....:** مشکوٰۃ باب الدفن میں ہے۔

وعن ابی ہیا ج ن الاسدی قال قال لی علی الا ابعثک علی ما بعثنی رسول اللہ علیہ السلام ان لا تدع تمثالاً الا طمستہ ولا قبراً مشرفاً الا سويتہ۔

**ترجمہ:** ابو ہیا ج اسدی سے مروی ہے کہ مجھ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو اس کام پر نہ بھیجوں جس پر مجھ کو حضور علیہ السلام نے بھیجا تھا وہ یہ کہ تم کوئی تصویر نہ چھوڑو مگر مٹا دو اور نہ کوئی اونچی قبر مگر اس کو برابر کر دو۔

(مشکوٰۃ الصنائع باب الدفن علی لیت الفصل الاول ص ۱۲۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

بخاری جلد اول کتاب الجنائز باب الجریۃ علی القبر میں ہے۔

ورای ابن عمر قسطاطا علی قبر عبدالرحمن فقال انزعہ یا غلام فانما یظله عملہ۔

**ترجمہ:** ابن عمر رضی اللہ عنہما نے عبدالرحمن کی قبر پر قبہ بنایا آپ نے فرمایا کہ اے لڑکے اس کو علیحدہ کر دو کیونکہ ان پر ان کے عمل سایہ کر رہے ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب الجنائز باب الجریۃ علی القبر ج ۱ ص ۱۸۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اگر کسی قبر پر عمارت بنی ہو یا قبر اونچی ہو تو اس کو گرا دینا چاہیے۔

نوٹ ضروری:- اس حدیث کو آڑ بنا کر نجدی وہابیوں نے صحابہ کرام اور اہل بیت کے مزارات کو گرا کر زمین کے ہموار کر دیا۔



**جواب:-** جن قبروں کو گرا دیئے کا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا ہے وہ کفار کی قبریں تھیں۔ نہ کہ مسلمین کی۔ اس کی چند وجہ ہیں۔ اولاً تو یہ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تم کو اس کام کے لئے بھیجتا ہوں۔ جس کے لئے مجھے حضور علیہ السلام نے بھیجا۔ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں جن قبروں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے گرایا وہ مسلمانوں کی قبریں نہیں ہو سکتیں۔

کیونکہ ہر صحابی کے دفن میں حضور علیہ السلام شرکت فرماتے تھے۔ نیز صحابہ کرام کوئی کام بھی حضور علیہ السلام کے بغیر مشورہ کے نہ کرتے تھے لہذا اس وقت جس قدر قبور مسلمین بنیں۔ وہ یا تو حضور کی موجودگی کی یا آپ کی اجازت سے تو وہ کون سے مسلمانوں کی قبریں تھیں جو کہ ناجائز بن گئیں اور ان کو مٹانا پڑا۔ عیسائیوں کی قبور اونچی ہوتی تھیں۔ بخاری شریف صفحہ ۶۱ مسجد نبوی کی تعمیر کے بیان میں ہے۔ امر النبی علیہ السلام بقبور المشرکین فیہشت۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام نے مشرکین کی قبروں کا حکم دیا پس اکھڑ دی گئیں۔

(صحیح البخاری باب حل نبش قبور مشرکی الجاہلیہ۔ وبتجدد کافھا مساجد؟ ج ۱ ص ۶۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

بخاری شریف جلد اول صفحہ ۶۱ میں ایک باب باندھا باب هل ینبش قبور مشرکی الجاہلیہ کیا مشرکین زمانہ جاہلیت کی قبریں اکھڑ دی جاویں اسی کی شرح میں حافظ ابن حجر فتح الباری شرح بخاری جلد دوم صفحہ ۲۶ میں فرماتے ہیں۔

ای دون غیرھا من قبور الانبیاء واتباعھم لما فی ذلک اھانة لھم۔

**ترجمہ:** یعنی ماسوا انبیاء اور ان کے متبعین کے کیونکہ ان کی قبریں ڈھانے میں ان کی اہانت ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۲۳ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

وفی الحدیث جواز تصرف فی المقبرة المملوكة وجواز نبش قبور الدارسة اذا لم یکن محرومة۔

**ترجمہ:** اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ جو قبرستان ملک میں آگیا اس میں تصرف کرنا جائز ہے اور پرانی قبریں اکھاڑ دی جاویں بشرطیکہ محترمہ نہ ہوں۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۲۳ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

اس حدیث اور اس کی شرح نے مخالف کی پیش کردہ حدیث علی رضی اللہ عنہ کی تفسیر کر دی کہ مشرک کی قبریں گرا کی جاویں۔ دوسرے اس لئے کہ اس میں قبر کے ساتھ فوٹو کا کیوں ذکر ہے۔ مسلمان کی قبر پر فوٹو کہاں ہوتا ہے؟ معلوم ہوا کہ کفار کی قبریں ہی مراد ہیں۔ کیونکہ ان کی قبروں پر میت کا فوٹو بھی ہوتا ہے۔ تیسرے اس لئے کہ فرماتے ہیں کہ اونچی قبر کو زمین کے برابر کر دو اور مسلمان کی قبر کے لئے سنت ہے کہ زمین سے ایک ہاتھ اونچی رہے۔ اس کو بالکل پیوند زمین کرنا خلاف سنت ہے۔ ماننا پڑے گا کہ یہ قبور کفار تھیں ورنہ تعجب ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ تو اونچی قبریں اکھڑوائیں اور ان کے فرزند محمد ابن حنفیہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قبر پر قبہ بنائیں۔ اگر کسی مسلمان کی قبر اونچی بن بھی گئی۔ تب بھی اس کو نہیں اکھڑا سکتے کیونکہ اس میں مسلمان کی تو ہیں ہے۔ اولاً اونچی نہ بناؤ۔ مگر جب بن جائے۔ تو نہ مٹاؤ۔ قرآن پاک چھوٹا سا زچھا پنا منع ہے دیکھو شامی کتاب الکراہیت۔ مگر جب چھپ گیا تو اس کو پھینکو نہ جلاؤ۔ کیونکہ اس میں قرآن کی بے ادبی ہے احادیث میں وارد ہے کہ مسلمان کی قبر پر بیٹھنا وہاں پاخانہ کرنا۔ وہاں جو تھ سے چلنا ویسے بھی اس پر چلنا پھرنا منع ہے مگر افسوس کہ نجدی نے صحابہ کرام کے مزارات گرائے اور معلوم ہوا ہے کہ اب جدہ میں انگریز عیسائیوں کی اونچی اونچی قبریں برابر بن رہی ہیں

صدق رسول اللہ ﷺ یقتلون اهل الاسلام ویترکون اهل الاصنام ہر ایک کو اپنی جنس سے محبت ہوتی ہے۔  
حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے سند لانا محض بے جا ہے وہ تو خود فرما رہے ہیں کہ میت پر اعمال کا سایہ کافی ہے جس سے معلوم ہوا کہ اگر میت پر سایہ کرنے کے لئے قبہ بنایا تو جائز ہے۔ یعنی شرح بخاری اسی حدیث ابن عمر کے ماتحت فرماتے ہیں۔  
وہی اشارۃ الی ان ضرب القسطاط لغرض صحیح کالتستر من الشمس مثلاً للاحیاء لا لاضلال المیت جاز۔  
**ترجمہ:** ادھر اشارہ ہے کہ قبر پر بیچ غرض کے لئے خیمہ لگانا جیسے کہ زندوں کو دھوپ سے بچانے کے لئے نہ کہ میت کو سایہ کرنے کے لئے جائز ہے۔

(عمدة القاری شرح صحیح البخاری باب الجریڈ علی القبر ج ۸ ص ۱۸۲)  
اس کا تجربہ خود مجھ کو اس طرح ہوا کہ میں ایک دفعہ دوپہر کے وقت ایک گھنٹہ کے لئے سیالکوٹ گیا۔ بہت شوق تھا کہ ملا عبدالحکیم فاضل سیالکوٹی علیہ الرحمۃ کے مزار پر فاتحہ پڑھوں۔ کیونکہ ان کے حواشی دیکھنے کا اکثر مشغلہ رہا وہاں پہنچا۔ قبر پر کوئی سائبان نہ تھا۔ زمین گرم تھی دھوپ تیز تھی بمشکل تمام چند آیات پڑھ کر فوراً رہاں سے ہٹا پڑا۔ جذبہ دل ہی میں رہ گیا۔ اس دن معلوم ہوا کہ مزارات پر عمارات بہت فائدہ مند ہیں۔ تفسیر روح البیان پارہ ۲۶ سورہ فتح زیر آیت اذیسا یعونک تحت الشجرة (پارہ ۲۶ سورہ ۲۸ آیت نمبر ۱۸) ہے کہ بعض مغرور لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ آج کل لوگ انبیاء اللہ کی قبروں کی تعظیم کرتے ہیں لہذا ہم ان قبروں کو گرائیں گے تاکہ یہ لوگ دیکھ لیں کہ اولیاء اللہ میں کوئی قدرت نہیں ہے ورنہ وہ اپنی قبروں کو گرنے سے بچا لیتے۔

فاعلم ان هذا الصنيع كفر صراح ماخوذ من قول فرعون ذروني اقتل موسى وليدع ربه اني اخاف ان يبدل دينكم او ان يظهر في الارض الفساد۔  
**ترجمہ:** تو جان لو کہ یہ کام خالص کفر ہے فرعون کے اس قول سے ماخوذ ہے کہ چھوڑ دو مجھ کو میں موسیٰ کو قتل کر دوں وہ اپنے خدا کو بلا لے میں خوف کرتا ہوں کہ تمہارا دین بدل دے گا یا زمین میں فساد پھیلادے گا۔

(تفسیر روح البیان ج ۹ ص ۳۲۲-۳۲۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)  
مجھ سے ایک بار کسی نے کہا کہ اگر اولیاء اللہ یا صحابہ کرام میں کچھ طاقت تھی تو نجدی وہابیوں سے اپنی قبروں کو کیوں نہ بچایا؟ معلوم ہوا کہ یہ شخص مردے ہیں پھر ان کی تعظیم و توقیر کیسی؟ میں نے کہا کہ حضور علیہ السلام سے پہلے کعبہ معظمہ میں تین سو ساٹھ ۳۶۰ بت تھے اور احادیث میں ہے کہ قریب قیامت ایک شخص کعبہ کو گرا دے گا۔ آج لاہور میں مسجد شہید گنج سکھوں کا گوردوارہ بن گئی۔ بہت سی مساجد ہیں جو کہ برباد کر دی گئیں تو اگر ہندو کہیں کہ اگر خدا میں طاقت تھی تو اس نے اپنا گھر ہمارے ہاتھوں سے کیوں نہ بچا لیا۔ اولیاء اللہ یا ان کی مقابر کی تعظیم ان کی محبوبیت کی وجہ سے کی ہے۔ نہ کہ محض قدرت سے جیسے کہ مساجد اور کعبہ معظمہ کی تعظیم ابن سعود نے بہت سی مسجدیں بھی گرا دیں جیسے کہ مسجد سیدنا بلالؓ کوہ غا پر وغیرہ وغیرہ۔

## بحث مزارات پر پھول ڈالنا چادریں چڑھانا چراغاں کرنا

اس بحث میں تین مسائل ہیں قبروں پر پھول ڈالنا۔ چادریں چڑھانا چراغاں کرنا علمائے اہل سنت کا فرمان ہے کہ پھول ڈالنا تو ہر مومن کی قبر پر جائز ہے خواہ ولی اللہ ہو یا گنہگار اور چادریں ڈالنا اولیاء علماء صلحاء کی قبور پر جائز عوام مسلمین کی قبور پر ناجائز کیونکہ یہ بے فائدہ ہے قبر پر چراغ جلانا اس میں تفصیل ہے عام مسلمانوں کی قبر پر تو بلا ضرورت ناجائز ہے اور ضرورتاً جائز اور اولیاء اللہ کی قبور پر صاحب مزار کی عظمت شان کے اظہار کے لئے بھی جائز ہے ضرورتیں تین ہیں یا تورات میں مردے کو دفن کرنا ہے روشنی کی ضرورت ہے جائز ہے۔ قبر راستہ کے کنارے پر ہے تو اس پر اس لئے چراغ جلادینا کہ کسی کو ٹھوکہ نہ لگے یا کوئی خبر پا کر فاتحہ پڑھے تو جائز ہے یا کوئی شخص شب میں کسی مسلمان کی قبر پر گیا وہاں کچھ قرآن وغیرہ دیکھ کر پڑھنا چاہتا ہے روشنی کرے جائز ہے اگر ان میں سے کوئی بات بھی نہیں تو چراغ جلانا فضول خرچی اور اسراف ہے لہذا منع۔ مزارات اولیاء اللہ پر اگر ان میں سے کوئی ضرورت بھی نہ ہو تب بھی تعظیم ولی کے لئے جائز ہے خواہ ایک چراغ جلانے یا چند ان تینوں باتوں کا مخالفین انکار کرتے ہیں۔ اس لئے اس بحث کے دو باب کئے جاتے ہیں۔ پہلے باب میں ان کا ثبوت اور دوسرے باب میں اس پر اعتراضات و جوابات۔

## پہلا باب

### ان کے ثبوت میں

ہم اس سے پہلی بحث میں عرض کر چکے ہیں کہ اولیاء اللہ اور ان کے مزارات شعائر اللہ ہیں اور شعائر اللہ یعنی اللہ کے دین کی نشانیوں کی تعظیم کرنے کا قرآنی حکم ہے ومن بعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب (پارہ ۷ سورہ ۲۲ آیت نمبر ۳۲) اس تعظیم میں کوئی قید نہیں ہر ملکہ ہر سے جس ملک میں اور جس زمانہ میں جو بھی جائز تعظیم مروج ہے وہ کرنا جائز ہے ان کی قبروں پر پھول ڈالنا، چادریں چڑھانا۔ چراغاں کرنا سب میں ان کی تعظیم ہے لہذا جائز ہے۔ تر پھول میں چونکہ زندگی ہے اس لئے وہ تسبیح و تہلیل کرتا ہے جس سے میت کو ثواب ہوتا ہے یا اس کے عذاب میں کمی ہوتی ہے۔ زائرین کو خوشبو حاصل ہوتی ہے لہذا یہ ہر مسلمان کی قبر پر ڈالنا جائز ہے اگر مردے کو عذاب ہو رہا ہے تو اس کی تسبیح کی برکت سے کم ہوگا اس کی اصل وہ حدیث ہے جو مشکوٰۃ باب آداب الخلاء۔ فصل اول میں ہے کہ ایک بار حضور علیہ السلام کا دو قبروں پر گزر ہوا فرمایا کہ دونوں میتوں کو عذاب ہو رہا ہے ان میں ایک تو پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چٹلی کیا کرتا تھا۔

ثم اخذ جریسة رطبة فشققها نصفین ثم غرز فی کل قبر واحدة قالوا یا رسول اللہ لما صنعت هذا فقال لعلہ ان یخفف عنہما مالہم بیسا۔

**ترجمہ:** لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے یہ کیوں کیا؟ فرمایا کہ جب تک یہ خشک نہ ہوں تب تک ان کے عذاب میں کمی رہے۔

(صحیح البخاری ج ۱ ص ۶۱۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۴۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (سنن ابی داؤد باب الاستبراء من البول ج ۱ ص ۶ رقم الحدیث ۲۰-۲۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن الترمذی باب المنزہ عن البول ج ۱ ص ۲۸-۲۹-۳۰ رقم الحدیث ۳۱ مطبوعہ مکتبۃ المصطفیٰ عات الاسلامیہ حلب)، (سنن الکبیری امام ترمذی باب التوفی عن البول ج ۱ ص ۱۰۳ رقم الحدیث ۵۱۰ مطبوعہ مکتبۃ دارالہدایہ مکتبۃ المکتبۃ)، (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۳۳-۳۴ رقم الحدیث ۵۵ مطبوعہ مکتبۃ الاسلامی بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ فی التوفی عن البول ج ۱ ص ۱۱۵ رقم الحدیث ۱۳۰۸ مطبوعہ مکتبۃ الرشید الریاض)، (مسند ابی یعلیٰ ج ۳ ص ۳۳ رقم الحدیث ۲۰۵۰ مطبوعہ

دارالماہون للتراث دمشق)، (مسند اسحاق بن راہویہ ج ۱ ص ۲۳۶ رقم الحدیث ۲۰۷ مطبوعہ مکتبۃ الایمان المدینۃ المنورۃ)، (مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۵ رقم الحدیث ۱۹۸۰ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبیہ مصر)، (طبری فی الاوسط عن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۱۳ رقم الحدیث ۳۷۷ مطبوعہ دارالحرین القاہرۃ)، (مسند عبد بن حمید ج ۱ ص ۱۵۴ رقم الحدیث ۴۰۴ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ القاہرۃ)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۲ ص ۲۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)، (اکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی ج ۲ ص ۲۸۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت)، (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۸۸ رقم الحدیث ۶۷۵۳ مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیۃ بیروت)، (خصائص الکبریٰ باب ما وقع فی غزوۃ ذات الرقاع من الآیات والأجوات ج ۱ ص ۳۷۱-۳۷۲ ج ۲ ص ۱۴۸-۱۴۹ باب فیما طلع علیہ من احوال البرزخ والنجیۃ والنار غیر ما تقدم مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)، (المعنی لابن الجارود باب التزوہ فی الابدان ویشاب عن التجاسات ج ۱ ص ۳۲ رقم الحدیث ۱۳۰ مطبوعہ مؤسسۃ الکتاب الثقافیۃ بیروت)، (معجم الصحابہ ج ۳ ص ۱۴۲-۱۴۳ رقم الحدیث ۱۱۱۷ مطبوعہ مکتبۃ الغرباء الاثریۃ المدینۃ المنورۃ)، (سنن الدارمی باب الاقواء من البول ج ۱ ص ۲۰۵ رقم الحدیث ۳۹ مطبوعہ دارالکتب العربیۃ بیروت)، (سنن ابن ماجہ باب التمشید فی البول ج ۱ ص ۲۵ رقم الحدیث ۳۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

وقیل انہما یسبحن مادام رطبتین واستحب العلماء قرءۃ القرآن عند القبر لہذا الحدیث اذ تلاوت القرآن اولی بالتخفیف من تسبیح الجرید۔

**ترجمہ:** کہا گیا ہے کہ اس لئے عذاب کم ہوگا کہ جب تک تر رہیں گی تسبیح پڑھیں گی اس حدیث سے علماء نے قبر کے پاس قرآن پڑھنے کو مستحب فرمایا۔ کیونکہ تلاوت قرآن شاخ کی تسبیح سے زیادہ اس کی حقدار ہے کہ اس سے عذاب کم ہو۔

اشیاء اللغات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے

تمسک کنند جماعت بہ اس حدیث در انداختن سبزہ و کل ریحان بر قبور۔

اس حدیث سے ایک جماعت دلیل پکڑتی ہے قبروں پر سبزی پھول اور خوشبو ڈالنے کے جواز میں۔

(اشیاء اللغات ج ۱ ص ۲۱۵ مطبوعہ مکتبۃ رشیدیہ کوئٹہ)

مرقات میں اسی حدیث کی شرح میں ہے۔

ومن ثم ائنی بعض الائمتہ من تماخری اصحابنا بان ما اعتید من وضع الریحان والجرید مستنہ لہذا الحدیث وقد ذکر البخاری ان یرید الخضیب الصحابی اوصی ان یجعل فی قبرہ جرید قان۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۵۹ مطبوعہ مکتبۃ حقانیہ پشاور)

معلوم ہوا کہ مزاروں پر تر پھول ڈالنا سنت ہے۔ طحاوی علی مرآۃ القلاح صفحہ نمبر ۳۶۴ میں ہے۔

قد ائنی بعض الائمتہ من تماخری اصحابنا بان ما اعتید من وضع الریحان والجرید مستنہ بھذا الحدیث۔

**ترجمہ:** ہمارے بعض متاخرین اصحاب نے اس حدیث کی وجہ سے فتویٰ دیا کہ خوشبو اور پھول چڑھانے کی جو عادت ہے وہ سنت ہے۔

(حاشیۃ الطحاوی علی مرآۃ القلاح ص ۷۸ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

ان عبارتوں میں جو فرمایا کہ بعض نے فتویٰ دیا اس کا مطلب یہ نہیں کہ بعض علماء اس کو جائز کہتے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ بعض نے سنت مانتا ہے جائز تو سب ہی کہتے ہیں سنت ہونے میں اختلاف ہے عالمگیری کتاب النکاح جلد پنجم باب زیارت القبور میں ہے۔ وضع ورود والریاحین علی القبور حسن قبروں پر پھول اور خوشبو رکھنا اچھا ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۱ مطبوعہ مصر)

شامی جلد اول بحث زیارت القبور میں ہے۔

ویؤخذ من ذلك ومن الحدیث ندب وضع ذلك للاتباع ویقاس علیہ ما اعتید فی زماننا من وضع اغصان الاس ونحوہ۔

**ترجمہ:** اس سے بھی اور حدیث سے بھی ان چیزوں کے قبروں پر رکھنے کا استحباب معلوم ہوتا ہے اور اسی وجہ سے قبروں پر آس کی

شائیں وغیرہ چڑھانے کو بھی قیاس کیا جاوے گا جس کا ہمارے زمانہ میں رواج ہے۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۸۴۷-۸۴۸ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول)

شامی میں اسی جگہ ہے۔

وتعلیه بالتخفیف عنهما مالہم بیسا ای بخفف عنها بیرکۃ تسبیحها اذ هو اکمل من تسبیح الیا  
بس لما فی الاختصار نوع حیاة۔

**ترجمہ:** یہ کی عذاب کی علت ہے ان کا خشک نہ ہونا یعنی ان کی تسبیح کی برکت سے عذاب قبر میں کمی ہوگی کیونکہ ہری شاخ کی تسبیح خشک  
کی تسبیح سے زیادہ کامل ہے کیونکہ اس میں ایک قسم کی زندگی ہے۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۸۴۷-۸۴۸ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول)

اس حدیث اور محدثین و فقہاء کی عبارات سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ ہر سبز چیز کا رکھنا ہر مسلمان کی قبر پر جائز ہے۔ حضور علیہ  
السلام نے ان قبروں پر شائیں رکھیں جن کو عذاب ہو رہا تھا اور دوسرے یہ کہ عذاب کی کمی سبزے کی تسبیح کی برکت سے ہے نہ کہ محض حضور علیہ  
السلام کی دعا سے اگر محض دعا سے کمی ہوتی۔ تو حدیث میں شک نہ ہونے کی کیوں قید لگائی جاتی؟ لہذا اگر ہم بھی آج پھول وغیرہ رکھیں تو بھی  
انشاء اللہ میت کو فائدہ ہوگا۔ بلکہ عام مسلمانوں کی قبروں کو پکار کھنے میں یہ ہی مصلحت ہے۔ کہ بارش میں اس پر سبز گھاس جے اور اس کی تسبیح  
سے میت کے عذاب میں کمی ہو۔ ثابت ہوا کہ پھول وغیرہ تو ہر چیز قبر میں پر جائز ہے۔ مولوی اشرف علی صاحب نے اصلاح الرسوم میں لکھا  
کہ پھول وغیرہ فاسقوں فاجروں کی قبروں پر ڈالنا چاہیے۔ نہ کہ قبور اولیاء پر ان کے مزارات میں عذاب ہے ہی نہیں۔ جس کی پھول وغیرہ  
سے تخفیف کی جائے۔ مگر خیال رہے کہ جو اعمال گنہگار کے لئے دفع مصیبت کرتے ہیں وہ صالحین کے لئے بلندی درجات کا فائدہ دیتے  
ہیں دیکھو مسجد کی طرف چلتا ہمارے گناہ معاف کراتا ہے مگر صالحین کے درجات بڑھاتا ہے۔ ایسے ہی بعض دعائیں مجرموں کے گناہوں کو  
مٹاتی ہیں اور صالحین کے مراتب بڑھاتی ہیں۔ اس قاعدہ سے لازم آتا ہے کہ صالحین نہ مسجد میں آئیں نہ استغفار پڑھیں کہ وہ گناہوں سے  
پاک ہیں۔ جناب ان پھولوں کی تسبیح سے ان قبروں میں رحمت الہی اور بھی زیادہ ہوگی جیسے وہاں تلاوت قرآن سے۔

(۲) اولیاء اللہ کی قبروں پر چادریں ڈالنا جائز ہے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے عام زائرین کی نگاہ میں صاحب قبر کی عظمت ظاہر ہوتی  
ہے۔ شامی جلد ۱ کتاب الکراہیت باب اللبس میں ہے۔

قال فی فتاویٰ الحجۃ وتکبرہ السطور علی القبور ولكن نحن نقول الان اذا قصدہ التعظیم فی عیون العامة  
لا یحتقروا صاحب القبر بل جلب الخشوع والادب للغفلین والزائرین فهو جائز لان الاعمال بالنیات۔

**ترجمہ:** یعنی فتاویٰ حج میں ہے کہ قبروں پر غلاف پردے کر دے ہیں لیکن ہم کہتے ہیں کہ آج کل اگر اس سے عوام کی نگاہ میں تعظیم مقصود  
ہوتا کہ وہ صاحب قبر کی حقارت نہ کریں بلکہ غفلوں کو اس سے ادب اور خشوع حاصل ہو تو جائز ہے کیونکہ عمل نیت سے ہیں۔

(رد المحتار ج ۵ ص ۳۱۹ مطبوعہ استنبول)

شامی اس کی عبارت نے فیصلہ کر دیا کہ جو جائز کام اولیاء اللہ کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے ہو۔ وہ جائز ہے۔ اور چادریں اصل یہ ہے  
کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ پاک میں بھی کعبہ معظمہ پر غلاف تھا۔ اس کو منع نہ فرمایا۔ صدیوں سے حضور علیہ السلام کے روضہ پاک پر  
غلاف سبز نشی چڑھا ہوا ہے۔ جو نہایت قیمتی ہے۔ آج تک کسی نے اس کو منع نہ کیا مقام ابراہیم یعنی وہ پتھر جس پر کھڑے ہو کر حضرت  
خلیل نے کعبہ معظمہ بنایا اس پر بھی غلاف چڑھا ہوا ہے اور عمارت بنی ہوئی ہے۔ اللہ کی شان کہ نجدی وہابیوں نے بھی ان کو اسی طرح قائم  
رکھا۔ ان پر غلاف کیوں چڑھائے؟ ان چیزوں کی عظمت کے لئے احترام اولیاء کے لئے ان قبور پر بھی غلاف وغیرہ ڈالنا مستحب ہے۔

تفسیر روح البیان پارہ ۱۰ سورہ توبہ آیات انما یعمر مسجد اللہ من امن باللہ (پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۸) ہے۔

فبناء القبات علی نور العلماء والاولیاء والصلحاء ووضع الستور والعمائم والشیاب علی قبورهم امر جائز اذا كان المقصد بهذا التعظیم فی اعین العامة حتی لا یحتفروا صاحب هذا القبر۔

**ترجمہ:** علماء اولیاء اور صالحین کی قبروں پر عمارت بنانا اور ان پر غلاف اور عمامہ اور کپڑے چڑھانا جائز کام ہیں جبکہ اس سے مقصود ہو کہ عوام کی نگاہ میں ان کی عزت ہو اور نہ ان کو حقیر نہ جائیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۵۱۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۳) عام مسلمانوں کی قبر پر ضرورتاً اولیاء اللہ کی مزارات پر انہما رعظمت کے لئے چراغ روشن کرنا جائز ہے۔ چنانچہ حدیقہ ندیہ شرح

طریقہ محمدیہ مصری جلد دوم صفحہ ۴۲۹ میں ہے۔

اخراج الشموع الی القبر بدعة واتلاف مال کذا فی البزازیة وهذا کله اذا خلا عن فائدة و اما اذا كان موضع القبور مسجداً او عسی طریق او كان هناك احد جالساً اور كان قبر ولی من الاولیاء او عالم من المحققین تعظیماً لروحه اعلام لمناس انه ولی لیعتبر کوابه ویدعو الله تعالی عنده فیستجاب لهم فهو امر جائز۔

**ترجمہ:** قبروں پر چراغ لے جانہ عزت اور مال کا ضائع کرنا ہے اسی طرح بزازیہ میں ہے یہ تمام حکم جب ہے جبکہ بے فائدہ ہو لیکن اگر کسی قبر کی جگہ مسجد ہو یا قبر راستہ پر ہو یا ہاں کوئی بیٹھا ہو یا کسی ولی یا کسی محقق عالم کی قبر ہو تو ان کی روح کی تعظیم کرنے اور لوگوں کو بتانے کے لئے کہ یہ ولی کی قبر ہے تاکہ لوگ اس سے برکت حاصل کر لیں اور وہاں اللہ سے دعائیں کر لیں تو چراغ جلانا جائز ہے۔

(حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ جلد دوم صفحہ ۴۲۹ مطبوعہ مصر)

تفسیر روح البیان پارہ ۱۰ سورہ توبہ آیات انما یعمر مسجد اللہ میں ہے۔

وکذا ایقاد القنادیل والشمع عند قبور الاولیاء والصلحاء والاجلال للاولیاء فالمرقص فیها مقصد حسن ونذر الزيت والشمع للاولیاء یوقد عند قبورهم تعظیماً لهم ومحبة فیهم جائز لا ینبغی النهی عنه۔

**ترجمہ:** اسی طرح اولیاء صالحین کی قبروں کے پاس قندیل اور موم بتیاں جلانا ان کی عظمت کے لئے چونکہ اس کا مقصد صحیح ہے لہذا جائز ہے اور اولیاء کے لئے تیل اور موم بتی کی نذر نہ دینا تاکہ ان کی عزت کے لئے ان کی قبروں کے پاس جلالی جاویں جائز ہے۔ اس سے منع نہ کرنا چاہیے۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۵۱۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ تلمیسی علیہ الرحمۃ نے اپنے زمانہ کشف النور عن اصحاب القبور میں بھی بالکل یہی مضمون تحریر فرمایا اور عقل کا بھی تقاضا ہے کہ یہ امور جائز ہوں جیسا کہ ہم مسجد کی بحث میں عرض کر چکے ہیں کہ ان مزارات اولیاء اللہ کی رونق سے اسلام کی رونق ہے عالم واعظ کو چاہیے کہ اچھا لباس پہنے عید کے دن سنت ہے کہ ہر مسلمان شہ لباس پہنے اور خوشبو وغیرہ لگائے کیوں؟ اس لئے کہ اس سے لوگ ملنا گوارا کریں معلوم ہوا کہ جس کا تعلق عام مسلمانوں سے ہو اس کو اچھی طرح رہنا چاہیے۔ اور مزارات اولیاء تو زیارت گاہ خلائق ہیں ان پر اہتمام وغیرہ کرنا بھی ضروری ہے۔

میں نجدی دہائیوں کی خصوصیت میں حج کو گنہاں جا کر دیکھا کہ کعبہ معظمہ کے گرد گول دائرہ کی شکل میں بہت سے برقی قمقمے جلتے تھے اور عظیم شریف کی دیوار پر بھی روشنی تھی۔ خاص دروازہ۔ کعبہ پر شمع کا فوری چار چار جلائی تھیں۔ جب مدینہ منورہ حاضری نصیب ہوئی تو یہاں روضہ رسول علیہ السلام پر کعبہ بیعت اللہ ہے اور حضور علیہ السلام نور اللہ اور ظاہر ہے کہ گھر میں روشنی نور ہی کی ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ زمانہ ترکی میں اس سے کہیں زیادہ روشنی ہوتی تھی۔ یہ تمام اہتمام کیوں؟ لوگوں کی نگاہ میں عظمت پیدا کرنے کے لئے تو مقابر اولیاء پر بھی تو وہاں ہی کی بجلی ہے۔ پھر اگر یہاں روشنی کا اہتمام ہو تو کیا برائی ہے؟ ہم اپنے گھر میں شادی بیاہ کے موقع پر چراغاں کرتے ہیں یا بجائے چراغ یا لائٹن کے گیس جلاتے ہیں جس میں تیل بہت خرچ ہوتا ہے۔ مدارس کے جلسوں میں بیسیوں روپیہ روشنی پر خرچ ہو جاتا ہے ابھی چند سال گزرے کہ مراد آباد میں

دیوبندیوں نے جمعیۃ العلماء کا جلسہ کیا۔ جس میں برقی روشنی آنکھوں کو خیرہ کرتی تھی۔ میرے خیال میں تین شب میں کم از کم ڈیڑھ سو روپیہ محض روشنی پر خرچ ہوا ہوگا۔ یہ محض مجمع کو خوش کرنے کے لئے تھا اسی طرح دینی جلسوں میں چھنڈیاں لگائی جاتی ہیں۔ واعظین کے گلوں میں پھولوں کے ہار ڈالے جاتے ہیں نہ یہ اسراف ہے اور نہ حرام۔ یہ مجالس عرس دینی جلسے ہیں ان میں بھی یہ امور جائز ہیں۔

## دوسرا باب

### اس پر اعتراضات وجوابات میں

ان تین مسائل پر مخالفین کے حسب ذیل اعتراضات ہیں جن کو وہ مختلف طرح بیان کرتے ہیں۔

**اعتراض (۱)۔۔۔۔۔۔۔** حضور علیہ السلام نے فرمایا ان نکسو الحجارة والطين رب نے ہمیں حکم نہ دیا کہ پتھروں اور مٹی کو کپڑے پہنائیں (مشکوٰۃ باب التصاوير الفصل الاول ۳۸۵ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی) اس سے معلوم ہوا کہ قبروں پر چادر یا غلاف ڈالنا حرام ہے کہ وہاں بھی پتھر مٹی ہی ہے۔

**جواب:-** اس سے مکانات کی دیواروں بلا ضرورت تکلفا پردے ڈالنا مراد ہیں اور یہ بھی تقویٰ اور زہد کا ہے یعنی مکانات کی زینت خلاف زہد ہے اسی طرح حدیث میں ہے کہ عائشہ صدیقہ نے دیوار پر غلاف ڈالا تھا۔ اسے پھاڑ کر یہ فرمایا۔ قبور اولیاء کی چادر کو اس سے کوئی تعلق نہیں کعبہ معظمہ پر قیمتی سیاہ غلاف ہے اور روضہ رسول اللہ علیہ السلام پر سبز اور غلاف کعبہ زمانہ نبوی میں تھا۔ بتاؤ وہ جائز ہے تو قبور کی چادر بھی جائز ہے۔

**اعتراض (۲)۔۔۔۔۔۔۔** قبروں پر پھول یا چادر ڈالنا وہاں روشنی کرنا اسراف اور فضول خرچ ہے لہذا منع ہے اولیاء اللہ کی قبروں پر بہت سے پھول اور چراغ ہوتے ہیں۔ ضرورت پوری کرنے کے لئے ایک پھول یا ایک چراغ بھی کافی ہے۔

**جواب:-** اسراف کے معنی ہیں بے فائدہ مال خرچ کرنا۔ چونکہ ان پھولوں اور چراغوں اور چادروں میں وہ فوائد ہیں جو کہ ہم پہلے باب میں عرض کر چکے ہیں لہذا یہ اسراف نہیں رہا۔ رہا کام چلنے کا عذر۔ اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ ہم کرتے اس پر واسکت اس پر اچکن پہنتے ہیں۔ پھر وہ بھی قیمتی کپڑے کی حالانکہ کام تو صرف ایک کرتے میں بھی چل سکتا ہے اور معمولی کپڑا کفایت کر سکتا ہے۔ بتاؤ یہ اسراف ہوا یا نہیں۔ اسی طرح عمارت اور لذیذ خوراک سواریاں اور دیگر دنیاوی آرائشی سامان کہ ان سب میں خوب وسعت کرتے ہیں۔ حالانکہ ان سے کم اور ان سے ادنیٰ چیزوں سے بھی کام چل سکتا ہے۔ لیکن اسراف نہیں جس کو شریعت نے حلال کیا وہ مطلقاً ہی حلال ہے۔ قل من حرم زینتہ اللہ النبی اخرج لعبادہ للناس۔ (پارہ ۸ سورہ ۷ آیت نمبر ۳۲)

**اعتراض (۳)۔۔۔۔۔۔۔** مشکوٰۃ باب المساجد میں ہے۔

لعن رسول اللہ ﷺ زائرات القبور والمتخذین علیہا المسجد والسراج۔

**ترجمہ:** یعنی حضور علیہ السلام نے لعنت فرمائی۔ قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر اور قبور پر مسجدیں بنانے والوں اور چراغ جلانے والوں پر۔ (مشکوٰۃ المساجد باب المساجد الفصل الثانی ص ۱۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ قبور پر چراغ جلانا لعنت کا سبب ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ اخراج الشموع الی المقابر بدعتہ لا اصل لہ۔ اسی طرح فتاویٰ بزاز یہ میں بھی ہے۔ یعنی قبرستان میں چراغ لے جانا بدعت ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں۔ شامی جلد دوم کتاب الصوم میں ہے۔

اما لو نذر زینا لایقادر قنديل فوق ضريح الشيخ اوفى المنارة كما تفعل النساء من نذر الزيت لسیدی عبدالقادر ویوقد فی المنارة جهة الشرق فهو باطل۔

**ترجمہ:** لیکن اگر شیخ کی قبر پر یا مینارہ میں چراغ جلانے کے لئے تیل کی نذر مانتی ہیں اور اس کو مشرقی مینارہ میں جلاتی ہیں یہ سب باطل ہے۔

(رد المحتار علی در المختار کتاب الصوم ج ۲ ص ۳۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے ارشاد الطالبین میں لکھا۔ کہ چراغاں کردن بدعت است بخیر خدا بر شمع افروزان نزد قبر و سجدہ کنندگان لعنت گفت۔ چراغاں کرنا بدعت ہے حضور علیہ السلام نے قبر کے پاس چراغاں کرنے اور سجدہ کرنے والوں پر لعنت فرمائی شاہ عبدالعزیز صاحب کے فتاویٰ میں صفحہ ۱۲ پر ہے۔ داما ارتکاب محرمات از روشن کردن چراغها و ملبوس ساختن بدعت شیعہ اند۔ لیکن عرسوں میں حرام کام کرنا جیسے کہ چراغاں کرنا ان قبروں کو غلاف پہنانا یہ سب بدعت سیئہ ہیں۔

ان عبارات سے صاف معلوم ہوا کہ چراغاں بر مزارات محض حرام ہے۔ رہا یہ کہ حرمین شریفین میں چراغاں ہوتا ہے تو یہ فعل کوئی حجت نہیں کیونکہ خیر القرون کے بعد ایجاد ہوا جس کا اعتبار نہیں ترکی سلطنت نے ایجاد کیا ہے۔

**جواب:-** یہ اعتراض حقیقت میں چھ اعتراضوں کا مجموعہ ہے۔ اور ان ہی کے مل بوتے پر مخالفین بہت شور مچاتے ہیں۔ جوابات ملاحظہ ہوں۔ ہم اس بحث کے پہلے باب میں عرض کر چکے ہیں کہ کسی قبر پر بے فائدہ چراغ جلانا منع ہے یہ فضول خرچی ہے اور اگر کسی فائدے سے ہو تو جائز ہے۔ فوائد کل چار بیان کئے۔ تین تو عام مومنین کی قبروں کے لئے اور چوتھا یعنی تعظیم روح لی مشائخ و علماء کی قبور کے لئے۔ اس حدیث میں جو قبر پر چراغ جلانے کی ممانعت ہے وہ اسی کی ہے جو کہ بے فائدہ ہو۔ چنانچہ حاشیہ مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے ماتحت ہے۔  
والنهی عن اتخاذ السرج لما فیہ من تبصیع المال۔

**ترجمہ:** قبروں پر چراغ جلانے سے اس لئے ممانعت ہے کہ اس میں مال برباد کرنا ہے۔

(حاشیہ مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد الفصل الثانی ص ۱۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اسی طرح مرقاۃ شرح مشکوٰۃ وغیرہ نے تصریح فرمائی۔ حدیثہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ جلد دوم صفحہ ۳۲۹ مصری میں اسی حدیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں۔

ای الذین یوقدون السرج علی القبور عبثاً من غیر فائده۔

**ترجمہ:** ان لوگوں پر لعنت فرمائی جو کہ قبروں پر بے فائدہ عبث چراغ جلاتے ہیں۔

(حدیثہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ جلد دوم صفحہ ۳۲۹ مطبوعہ مصر)

مشکوٰۃ باب الدفن میں ہے۔

ان النبی ﷺ دخل لیلاً فاسرج له بسراج۔

**ترجمہ:** نبی کریم ایک شب دفن میت کے لئے قبرستان میں تشریف لے گئے تو آپ کے لئے چراغ جلایا گیا۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب الدفن علی لیت ص ۱۴۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

دوم یہ کہ حدیث میں ہے۔

والمتخذین علیہا المسجد والسرج۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام نے ان پر لعنت فرمائی جو قبروں پر مسجدیں بنائیں اور چراغ جلائیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد الفصل الثانی ص ۱۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)



ملا علی قاری اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی و دیگر شارحین اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ خود قبر پر مسجد بنانا کہ قبر کی طرف سجدہ ہو یا قبر فرض مسجد میں آجائے یہ منع ہے لیکن اگر قبر کے پاس مسجد ہو برکت کے لئے تو جائز ہے یعنی اس جگہ انہوں نے اعلیٰ کو اپنے حقیقی معنی پر رکھا۔ جس سے لازم آیا کہ خود تعویذ قبر پر چراغ جلانا منع ہے۔ لیکن اگر قبر کے ارد گرد ہو تو وہ قبر پر نہیں۔ لہذا جائز ہے جیسے کہ ہم گنبد کی بحث میں لکھ چکے ہیں۔ نیز حدیقہ ندیہ میں علامہ تاجی اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔ المتخذین علیہا ای علی القبور یعنی فوقہا (حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمد یہ جلد دوم صفحہ ۳۲۹ مطبوعہ مصر) یعنی خاص قبروں کے اوپر اور وجہ اس کی یہ ہے کہ چراغ آگ ہے اور آگ کا قبر پر رکھنا برا ہے اسی لئے خاص قبر میں لکڑی کے تختے لگانے کو فقہاء منع فرماتے ہیں کہ اس میں آگ کا اثر ہے لیکن اگر لکڑی قبر کے پاس پڑی ہو وہ منع نہیں تو چراغ کی ممانعت ہونے کی وجہ سے ہے نہ کہ تعظیم قبر کے لئے نیز یہاں ایک ہی علیٰ اور ذکر ہے مسجد کا اور چراغ کا۔ مسجد کے لئے تو آپ علیٰ کے حقیقی معنی مراد لیں یعنی خاص قبر کے اوپر اور چراغ کے لئے مجازی یعنی قبر کے قریب۔ تو حقیقت اور مجاز کا اجتماع لازم ہوگا اور یہ منع ہے لہذا دونوں جگہ علیٰ کے حقیقی معنی ہی مراد ہیں۔ مرقات میں ملا علی قاری اسی حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں۔

لا تمنعوا اماء الله مساجد الله۔

**ترجمہ:** اوپر کی قید لگائی۔ جس سے معلوم ہوا کہ قبر کے برابر مسجد بنانے میں حرج نہیں۔

لفظ علیٰ سے ثابت کیا کہ قبر کے برابر مسجد جائز۔ اسی طرح لفظ علیٰ سے یہ بھی نکلا کہ قبر کے برابر چراغ جائز تیسرے یہ کہ ہم گنبد کی بحث میں شامی اور دیگر کتب کے حوالہ سے لکھ چکے ہیں کہ بہت سی باتیں زمانہ صحابہ کرام میں منع تھیں مگر اب مستحب۔ روح البیان پارہ ۱۰ سورہ توبہ زیر آیت انما یعمر مسجد من امن بالله (پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۸) ہے۔

وفي الاحياء اكثر مصروفات هذه الآثار منكرات في عصر الصحابة۔

**ترجمہ:** یعنی احوال العلوم میں امام غزالی نے فرمایا کہ اس زمانہ کے بہت سے مستحبات صحابہ کرام کے زمانہ میں ناجائز تھے۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۵۱۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مشکوٰۃ کتاب الامارۃ باب ما علی الولاءۃ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا تھا کہ کوئی مسلمان حاکم فخر پر سوار نہ ہو اور چپاتی روٹی نہ کھائے اور باریک کپڑا نہ پہنے اور اپنے دروازہ کو اہل حاجت سے بند نہ کرے اور فرماتے ہیں۔

فان فعلتم شینا من ذلك فقد حلت بكم العقوبة۔

**ترجمہ:** اگر تم نے ان میں سے کچھ بھی کیا تو تم کو سزا دی جاوے گی۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الامارۃ باب ما علی الولاءۃ الفصل الثالث ص ۳۲۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اسی مشکوٰۃ باب المساجد میں ہے ما امرت بتشید المسجد مجھ کو مسجد میں اونچی بنانے کا حکم نہ دیا گیا۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد ص ۶۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس کے حاشیہ میں ہے۔ ای باعلاء بناءها و تزینها یعنی مسجد میں اونچی بنانے اور ان کو آراستہ کرنے کا حکم نہیں۔

(حاشیہ مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد ص ۶۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اسی مشکوٰۃ میں ہے۔

لا تمنعوا اماء الله مساجد الله۔

**ترجمہ:** محوروں کو مسجدوں سے نہ روکو۔

(سنن ابوداؤد باب اباء فی خروج السماء فی المسجد ص ۱۵۵ رقم الحدیث ۵۶۲۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قرآن میں زکوٰۃ کے مصرف آٹھ ہیں یعنی مولفۃ القلوب بھی زکوٰۃ کا مصرف ہے لیکن عہد فاروقی سے صرف سات مصرف رہ گئے۔ مولفۃ القلوب کو علیحدہ کر دیا گیا۔ (دیکھو ہدایہ وغیرہ) کہیے اب بھی ان پر عمل ہے؟ اب احکام اگر معمولی حالت میں رہیں۔ ان کا رعایا پر رعب نہیں ہو سکتا اگر کفار کے مکانات اور ان کے مندر تو اونچے ہوں مگر اللہ کا گھر مسجد نبی اور مکی اور معمولی ہو تو اس میں اسلام کی توہین ہے اگر عورتیں مسجد میں جاویں تو صدمات و خطرات ہیں کسی کافر کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ یہ احکام کیوں بدلے؟ اس لئے کہ ان کی علیتیں بدل گئیں۔ اس وقت بغیر ظاہری زیب و زینت کے مسلمانوں کے دلوں میں اولیاء اللہ اور مقابر کی عزت و حرمت تھی۔ لہذا زندگی موت ہر کام میں سادگی تھی اب دنیا کی آنکھیں ظاہری ٹیپ ٹاپ دیکھتی ہیں لہذا اس کو جائز قرار دیا گیا۔ چنانچہ پہلے حکم تھا کہ مزارات پر روشنی نہ کر دو۔ اب جائز قرار پایا۔ تفسیر روح البیان میں زیر آیت انما یعمرو مسجد اللہ (پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۸) ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کے مینارہ پر ایسی روشنی کی تھی کہ بارہ میل مردوع می عورتیں اس کی روشنی میں چرند کا تہی تھیں اور بہت ہی سونے چاندی سے اس کو آہستہ کیا تھا۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۵۱۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

عالمگیری کی عبارت غلط کی اصل عبارت پر ہے۔

اخراج الشموع الى راس القبور فی الليالی الاول بدعة۔

**ترجمہ:** شروع راتوں میں قبرستان میں چراغ لے جانا بدعت ہے۔

اس دو کلمے قابل غور ہیں ایک تو خراج دوسرے فی الليالی الاول۔ ان سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ اس زمانہ میں لوگ اپنے نئے مردوں کی قبروں پر چراغ لے جا کر جلاتے تھے۔ یہ سمجھ کر کہ اس سے مردہ قبر میں نہ گھبرائے گا۔ جیسا کہ آج کل بعض عورتیں چالیس روز تک لحد میں مرد لیے کی جگہ چراغ جلاتی ہیں۔ یہ سمجھتی ہیں کہ روزانہ مردے کی روح آتی ہے اور اندھیرا پا کر لوٹ جاتی ہے لہذا روشنی کر دو یہ حرام ہے کیونکہ تیل کا بلا ضرورت خرچ ہے اور بدعت کی بھی ہے اسی کو یہ منع فرما رہے ہیں۔ عرس کے چراغات نہ تو اس نیت سے ہوتے ہیں اور نہ شروع راتوں میں اگر یہ مطلب نہ ہو تو شروع راتوں کی قید کیوں ہے؟ شامی کی عبارت تو بالکل صاف ہے وہ بھی عرس کے چراغوں کو منع نہیں کر رہے ہیں وہ فرما رہے ہیں کہ چراغ جلانے کی نذر ماننا جس میں اولیاء اللہ سے قرب حاصل کرنا منظور ہو وہ حرام ہے کیونکہ شامی کی عبارت اور در مختار کی اس عبارت کے ماتحت ہے۔

واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدراهم والشمع والزیت ونحوها الى ضرائح الاولیاء تقریبا الیہم بالاجماع باطل۔

**ترجمہ:** جاننا چاہیے کہ عوام جو مردوں کی نذریں مانتے ہیں اور ان سے جو پیسہ یا موم یا تیل وغیرہ قبروں پر جلانے کے لئے لیا جاتا ہے اور اولیاء سے قرب حاصل کرنے کے لئے وہ بالا جماع باطل ہے۔

(رد المحتار علی در المختار کتاب الصوم ج ۲ ص ۱۳۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اور خود شامی کی عبارت بھی ہے۔ لو نذرا اگر اس کی منت مانی۔ پھر شامی کی عبادت میں ہے فوق ضریح الشیخ شیخ کی قبر کے اوپر چراغ جلانا ضریح کہتے ہیں

(رد المحتار علی در المختار کتاب الصوم ج ۲ ص ۱۳۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

خالص تعویذ قبر کو منتخب اللغات میں ہے۔ ضریح گور یا مفا کے کہ درمیان گور سازند اور ہم بھی عرض کر چکے ہیں کہ خود قبر کے تعویذ پر۔

چراغ جلاتا منع ہے۔ اسی طرح اگر قبر تو نہ ہو یوں ہی کسی بزرگ کے نام پر چراغ کسی جگہ رکھ کر جلادے جیسے کہ بعض جہلاء بعض درختوں یا بعض طاق میں کسی کے نام کے چراغ جلاتے ہیں۔ یہ بھی حرام ہے اس کو فرما رہے ہیں کہ حضور غوث پاک کے نام کے چراغ کسی مشرقی مینارہ میں جلاتا باطل ہے۔ غوث پاک کی قبر شریف تو بغداد میں ہے۔ اور ان کے چراغ جلے شام کے مینارہ میں یہ بھی منع ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ شامی نے تین چیزوں کو منع فرمایا۔ چراغ جلانے کی منت ماننا وہ بھی ولی اللہ کی قربت حاصل کرنے کی نیت سے۔ خاص قبر پر چراغ جلانا بغیر قبر کسی کے نام کے چراغ جلاتا۔ عرس کے چراغوں میں یہ تینوں باتیں نہیں۔

**مسئلہ :-** بعض جہلاء کسی درخت یا کسی جگہ کی یہ سمجھ کر زیارت کرتے اور وہاں چراغاں کرتے ہیں کہ وہاں فلاں بزرگ کا چلہ ہے یعنی وہاں وہ آیا کرتے ہیں یہ محض باطل ہے ہاں اگر کسی جگہ کوئی بزرگ کبھی ٹھھے ہوں یا وہاں انہوں نے عبادت کی ہو تو وہاں یہ سمجھ کر عبادت کرنا کہ یہ جگہ متبرک ہے جائز بلکہ سنت ہے۔ بخاری جلد اول کتاب الصلوٰۃ بحث المساجد میں ایک باب مقرر کیا باب المسجد النبی طریق المدینۃ اس میں بیان فرمایا کہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما راستہ میں ہر اس جگہ نماز ادا کرتے ہیں جہاں کہ حضور علیہ السلام نے کبھی نماز پڑھی تھی حتیٰ کہ بعض جگہ مسجدیں بنادی گئیں تھیں۔ مگر وہ غلطی سے کچھ علیحدہ بن گئیں تو سید ابن عمر رضی اللہ عنہما اس مسجد میں نماز نہ پڑھتے تھے بلکہ وہاں ہی پڑھتے تھے جہاں حضور علیہ السلام نے نماز پڑھی تھی۔ فلم یکن عبداللہ ابن عمر یصلی فی ذلک المسجد کان یترکہ عن یسارہ۔

(صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب المسجد النبی طریق المدینۃ ج ۱ ص ۷۰ مطبوعہ ندوی کتب خانہ کراچی)

یہ کیا تھا محض برکت حاصل کرنا آج بھی بعض حاجی غار حرا میں جہاں حضور علیہ السلام نے چھ ماہ عبادت فرمائی نمازیں پڑھتے ہیں۔ لہذا خواجہ اجیری وغیرہ رحمہم اللہ کی عبادت گاہوں میں نمازیں ادا کرنی ان کی زیارت کرنی۔ ان کو متبرک سمجھنا سنت صحابہ سے ثابت ہے۔

**مسئلہ :-** اولیاء اللہ کے نام کی جو نذر مانی جاتی ہے یہ نذر شرعی نہیں۔ نذر لغوی ہے۔ جس کے معنی ہیں نذرانہ جیسے کہ میں اپنے استاد سے کہوں کہ یہ آپ کی نذر ہے یہ بالکل جائز ہے اور فقہاء اس کو حرام کہتے ہیں جو کہ اولیاء کے نام کی نذر شرعی مانی جائے اسی لئے فرماتے ہیں تقریباً الیہم نذر شرعی عبادت ہے وہ غیر اللہ کے لئے ماننا یقیناً کفر ہے کوئی کہتا ہے کہ یا حضور غوث پاک آپ دعا کریں اگر میرا مریض اچھا ہو گیا تو آپ کی نام کی دیگہ پکاؤں گا۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں پلاؤ کا صدقہ کروں گا۔ اللہ کے لئے اس پر جو ثواب ملے گا۔ آپ کو بخشوں گا جیسے کوئی شخص کسی طبیب سے کہے کہ اگر بیمار اچھا ہو گیا۔ تو پچاس روپیہ آپ کی نذر کروں گا اس میں کیا گناہ ہے؟ اسی کو شامی نے کتاب الصوم بحث اموات میں اس طرح بیان فرمایا۔

بان تكون صیغۃ النذر لله تعالى للتقرب اليه ويكون ذكر الشيخ مراداً به فقراء ہ۔

**ترجمہ:** صیغہ نذر کا اللہ کی عبادت کے لئے ہواور شیخ کی قبر پر رہنے والے فقراء اس کا مصروف ہوں۔

(رد المحتار علی در المنار کتاب الصوم ج ۲ ص ۱۳۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

یہ محض جائز ہے تو یوں سمجھو کہ یہ صدقہ اللہ کے لئے اس کے ثواب کا ہدیہ روح شیخ کے لئے اس صدقہ کا مصرف مزار بزرگ کے خدام فقراء جیسے کہ حضرت مریم علیہ السلام کی والدہ نے مانی تھی کہ اپنے پیٹ کا بچہ خدایا تیرے لئے نذر کرتی ہوں جو بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف ہوگا۔ نذر اللہ کی اور مصرف بیت المقدس کا انی نذرت لك ما فی بطنی محرواً (پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۳۵) دیکھو غیر اللہ کی قسم کھانا شرعاً منع ہے اور خود قرآن کریم اور نبی ﷺ نے غیر اللہ کی قسمیں کھائیں۔ والین والزینون و طور سینین (پارہ ۳ سورہ ۹۵ آیت نمبر ۱-۲) وغیرہ اور حضور علیہ السلام نے فرمایا والھلح وابیہ اس کے باپ کی قسم وہ کامیاب ہو گیا۔

مطلب یہ یہی ہے کہ شرعی قسم جس پر احکام قسم کفارہ وغیرہ جاری ہو وہ خدا کے سوا کسی کی نہ کھائی جاوے۔ مگر لغوی قسم جو محض تاکید کلام کے لئے ہو وہ جائز یہی نذر کا حال ہے ایک شخص نے نذر مانی تھی کہ بیت المقدس میں چراغ کے لئے تیل بھیجوں گا۔ حضور علیہ السلام نے

فرمایا کہ اس نذر کو پورا کرو۔ مشکوٰۃ باب النذر میں ہے کہ کسی نے نذر مانی تھی کہ میں بوانہ مقام میں اونٹ ذبح کروں گا۔ تو فرمایا گیا کہ اگر کوئی وہاں بت غیرہ نہ ہو تو نذر پوری کرو۔ کسی نے نذر مانی تھی کہ میں بیت المقدس میں نماز پڑھوں گا تو فرمایا کہ مسجد حرام میں نماز پڑھ لو۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ صدقہ و خیرات کی نذر میں کسی جگہ یا کسی خاص جماعت فقراء کی قید لگانا جائز ہے

اسی طرح یہ بھی ہے فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب النذر والاہات صفحہ ۵۴ میں ہے اور جو اموات اولیاء اللہ کی نذر ہے تو اس کے اگر یہ معنی ہیں کہ اس کا ثواب ان کی روح کو پہنچے تو صدقہ ہے درست ہے جو نذر بمعنی تقریب ان کے نام پر ہے تو حرام ہے۔ (رشید احمد)

فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب النذر والاہات صفحہ ۵۴

مشکوٰۃ باب مناقب عمر میں ہے کہ بعض بیویوں نے نذر مانی تھی کہ اگر حضور علیہ السلام جنگ احد سے بخیریت واپس آئے تو میں آپ کے سامنے دف بجاؤں گی۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب فی مناقب عمر ج ۵ ص ۶۲۰ رقم الحدیث ۳۶۹۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (تو اور الاصول فی احادیث الرسول ج ۱ ص ۲۳۰ مطبوعہ دار الخلیل بیروت)، (فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۸۸ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

یہ نذر بھی عربی تھی نہ کہ شرعی یعنی حضور علیہ السلام کی خدمت میں خوشی کا نذرانہ۔ جیسے طواف کے دو معنی ہیں لغوی بمعنی آس پاس گھومنا اور شرعی رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولیطوفوا بالبيت العتیق (پارہ ۷ سورہ ۲۲ آیت نمبر ۲۹) پرانے گھر کا طواف کریں۔ یہاں طواف شرعی معنی میں ہے اور فرماتا ہے یطوفون بینہما و بین حمیم ان (پارہ ۷ سورہ ۵۵ آیت نمبر ۴۳) یہاں طواف بمعنی لغوی ہے آنا جانا گھومنا۔ (۴) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب وقاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہما بے شک بزرگ ہستیاں ہیں۔ لیکن یہ حضرات مجتہد نہیں تاکہ کراہت تحریمی و حرمت نظر ان کے قول سے ثابت ہو۔ اس کے لئے مستقل دلیل شرعی کی ضرورت ہے ایک عالم کے قول سے احتیاج یا جواز ثابت ہو سکتا ہے۔ مستحب اس کو بھی کہتے ہیں جس کو علماء مستحب جانیں۔ مگر کراہت و حرمت میں خاص دلیل کی ضرورت ہے۔ نیز شاہ عبدالعزیز صاحب وقاضی صاحبان علیہما الرحمۃ و رضوان کے قول پر لازم ہے کہ حرمین شریفین خصوصاً روضہ مطہرہ سرور عالم ﷺ بدعتوں اور حرام کاموں کا مرکز ہے۔ کیونکہ وہاں غلاف بھی چڑھتے ہیں اور چراغاں بھی ہے اور آج تک کسی عالم یا فقیہ نے اس پر انکار نہ کیا تو وہ تمام حضرات بدعتی یا گمراہ ہوئے۔ ان دو صاحبوں کا وہ فتویٰ کس طرح مانا جائے۔ جس میں یہ سخت قباحات لازم آوے۔ شاہ فریح الدین صاحب رسالہ نذر میں فرماتے ہیں کہ نذر بیکراہیں جامستعمل مینود بر معنی شرعی است چہ عرف آنست کہ آنچہ پیش بزرگان می برند و نذر و نیاز گویند۔

(۵) حرمین شریفین کے علماء کا کسی شئی کو اچھا سمجھنا بے شک اس کے احتیاج کی دلیل ہے۔ یہ زمین پاک وہ ہے کہ جہاں کبھی بھی شرک نہیں ہو سکتا۔ حدیث پاک میں ہے کہ شیطان مایوس ہو چکا کہ اہل عرب اس کی پرستش کریں اور مدینہ پاک کی زمین اسلام کی جائے پناہ اور کفار و مشرکین سے محفوظ رہنے والی ہے۔ مشکوٰۃ باب حرم المدینہ میں ہے کہ مدینہ پاک برے لوگوں کو اس طرح نکاح پھینکتا ہے۔ جیسے لوہار کی بھٹی لوہے کے میل کو خواہ فوراً نکالے یا کچھ عرص بعد یا کہ بعد موت۔ جذب القلوب میں حضرت شیخ عبدالحق فرماتے ہیں مراد نفی دابعاہل شر و فساد است از ساخت عزت اہل بلدا طیبہ و خاصیت مذکورہ در حدیث در جمیع ازمان ہویدا است۔

اس سے مراد یہ ہے کہ مدینہ پاک کی زمین پاک تمام شریر و مفسدین کو نکال دیتی ہے اور یہ خاصیت اس میں ہمیشہ باقی ہے۔ لہذا علمائے مدینہ کی عبادات کو بے دھڑک شرک و بدعت کہہ دینا سخت غلطی ہے یہ کہنا بھی غلط ہے کہ یہ چراغاں سلطنت ترکیہ کی ایجاد ہے۔ امام اجل سید نور الدین سہودی اور جلال الدین سیوطی علیہما الرحمۃ کی وفات ۹۱۱ھ میں ہوئی اور امام نور الدین سہودی نے کتاب خلاصۃ الوفا شریف ۸۹۴ھ میں تصنیف فرمائی وہ اس کتاب کے چوتھے باب کی سولہویں فصل میں مدینہ پاک کے چراغاں کا ذکر فرماتے ہیں اور کہتے ہیں۔

واما معالیک الحجرۃ الشریفۃ الی تعلق حولہا من قنادیل الذهب والفضۃ ونحوہما فلم اقف علی ابتداء حدوثلہما۔  
**ترجمہ:** لیکن جو سونے چاندی کی قدیلیں روضہ مطہرہ کے ارد گرد لٹکی ہوئی ہیں۔ مجھے خبر نہیں کہ کب سے شروع ہوئیں۔

(وفاء الوفاء باخبار دارالمصطفیٰ ج ۲ ص ۵۸۴ مطبوعہ دارالافتاء الریاض)

اسی مقام پر فرماتے ہیں۔

وقد الف السبکی تالیفا سماہ تنزل السکینۃ علی قنادیل المدینۃ و ذهب فیہ الی جوازہا وصحة وقفہا وعدم جواز صرف شینی منها لعمارة المسجد۔

**ترجمہ:** امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب لکھی جس کا نام رکھا تنزل السکینۃ علی قنادیل المدینۃ وہ فرماتے ہیں کہ روضہ مطہرہ کی یہ قدیلیں جائز ہیں ان کا وقف درست ہے ان میں سے کوئی چیز مسجد پر حرج نہیں ہو سکتی۔

(وفاء الوفاء باخبار دارالمصطفیٰ ج ۲ ص ۵۸۴ مطبوعہ دارالافتاء الریاض)

الحمد للہ کہ حقائقین کے تمام سوالات کا مکمل جواب ہو گیا۔

**بحث خاتمہ** پنجاب اور یوپی و کانچیا واڑ میں عام رواج ہے کہ رمضان میں ختم قرآن تراویح کی شب میں مساجد میں چراغاں کیا جاتا ہے۔ بعض دیوبندی اس کو بھی شرک و حرام کہتے ہیں۔ یہ محض ان کی بے دینی ہے مسجد کی زینت ایمان کی علامت ہے تفسیر روح البیان میں زیر آیت انما یعمر مسجد اللہ ہے (پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۸)۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ۷۱ سو قدیلیں بیت المقدس میں روشن کرنے کا حکم دیا۔ اور مسجد نبوی شریف میں اولاً کھجور کی لکڑیاں وغیرہ جلا کر روشنی کی جاتی تھی۔ پھر تیم داری کچھ قدیلیں اور رسیاں اور تیل لائے اور ان کو مسجد نبوی شریف کے ستونوں میں لٹکا کر جلایا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا نورت مسجدنا نور اللہ علیک تم نے ہماری مسجد کو روشن کر دیا اللہ تعالیٰ تم کو نورانی رکھے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چراغاں کیا اور قدیلیں لٹکائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

نور ت مسجدنا نور اللہ قبرک یا ابن الخطاب۔

**ترجمہ:** اے عمر رضی اللہ عنہ تم نے ہماری مسجد کو روشن کیا۔ اللہ تمہاری قبر کو روشن کرے۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۵۱۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر کبیر میں آیت انما یعمر مسجد اللہ من امن باللہ کی تفسیر میں ہے۔

عن النبی ﷺ من اسرج فی مسجد سراجا لم تنزل الملائکۃ وحملۃ العرش الا یتستغفرون له مادام فی المسجد ضوء۔

**ترجمہ:** (یعنی) جو کوئی مسجد میں چراغ جلانے کو جب تک مسجد میں اس کی روشنی رہے فرشتے اور حاملین عرش اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

فتاویٰ رشیدیہ جلد دوم کتاب الخطر والا باحت صفحہ ۱۱۲ میں یہ ماثلاً ہے کہ عہد فاروقی میں بعض صحابہ بیت المقدس سے وہاں کی روشنی دیکھ کر آئے اور مسجد نبوی میں متعدد چراغ جلانے گئے پھر مامون رشید بادشاہ نے عام حکم دیا تھا کہ مسجدوں میں بکثرت چراغ جلانے جاویں۔ غرض کہ مسجد کی روشنی سنت انبیاء و سنت صحابہ اور سنت عامۃ المسلمین ہے۔

## بحث قبر اذان دینے کی تحقیق

مسلمان میت کو قبر میں دفن کر کے اذان دینا اہل سنت کے نزدیک جائز ہے۔ جس کے بہت سے دلائل ہیں۔ مگر وہابی دیوبندی اس کو بدعت حرام، شرک اور نہ معلوم کیا کہتے ہیں۔ اس لئے اس بحث کے دو باب کئے جاتے ہیں۔ پہلے باب میں اس کا ثبوت دوسرے باب میں اس پر اعتراضات و جواب بعون اللہ تعالیٰ و کر۔

### پہلا باب

#### اذان قبر کے ثبوت میں

قبر پر بعد دفن اذان دینا جائز ہے احادیث اور فقہی عبارات سے اس کا ثبوت ہے مشکوٰۃ شریف کتاب الجنائز مایقال عند من حضرت الموت میں ہے۔ لقنوا امواتکم لا الہ الا اللہ اپنے مردوں کو سکھاؤ لا الہ الا اللہ۔

(مشکوٰۃ اصباح کتاب الجنائز مایقال عند من حضرت الموت الفصل الاول ص ۱۴۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی) (سنن ابوداؤد باب فی التلقین ج ۲ ص ۸۸) دنیاوی زندگی ختم ہونے پر انسان کے لئے دو بڑے خطرناک وقت ہیں ایک تو جان کنی کا۔ دوسرا سوالات قبر بعد دفن کا اگر جان کنی کے وقت خاتمہ بالخیر نصیب نہ ہوا تو عمر بھر کا ادھر اسب برباد گیا۔ اور اگر قبر کے امتحان میں ناکامی ہوئی تو آئندہ کی زندگی برباد ہوئی۔ دنیا میں تو اگر ایک سال امتحان میں فیل ہو گئے تو سال آئندہ دے لو۔ مگر وہاں یہ بھی نہیں۔ اس لئے زندوں کو چاہیے کہ ان دونوں وقتوں میں مرنے والے کی امداد کریں کہ مرتے وقت کلمہ پڑھ کر سنائیں اور بعد دفن اس تک کلمہ کی آواز پہنچائیں کہ اس وقت تو وہ کلمہ پڑھ کر دنیا سے جائے اور اب اس امتحان میں کامیاب ہو۔ لہذا اس حدیث کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ جو مر رہا ہو اس کو کلمہ سکھاؤ۔ دوسرے یہ کہ جو مر چکا ہو اس کو کلمہ سکھاؤ پہلے معنی مجازی ہیں اور دوسرے حقیقی اور بلا ضرورت معنی مجازی لیتا ٹھیک نہیں لہذا حدیث کا یہ ہی ترجمہ ہوا کہ اپنے مردوں کو کلمہ سکھاؤ۔ اور یہ وقت دفن کے بعد کا ہے۔ چنانچہ شامی جلد اول باب الدفن بحث تلقین بعد الموت میں ہے۔

اما عند اهل السنة فالحدیث لقنوا موتاكم محمول علی حقیقته وقد روی عنه علیہ السلام انه امر بالتلقین بعد الدفن فیقول یلہ فلاں ابن فلاں اذکر دینک الذی کنت علیہا۔

**ترجمہ:** اہل سنت کے نزدیک یہ حدیث لقنوا موتاكم اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے اور حضور علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے دفن کے بعد تلقین کرنے کا حکم دیا پس قبر پر کہے کہ اے فلاں کے بیٹے فلاں تو اس دین کو یاد کر جس پر تھا۔

(فتاویٰ شامی جلد اول باب الدفن بحث تلقین بعد الموت ص ۶۲۸-۶۲۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شامی میں اسی جگہ ہے۔

وانما لاینہی عن التلقین بعد الدفن لانه لا ضرر فیه بل فیه نفع فان المیت یستانس بالذکر علی ما ورد فی الآثار۔

**ترجمہ:** دفن کے بعد تلقین کرنے سے منع نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس میں کوئی نقصان تو ہے نہیں بلکہ اس میں نفع ہی نفع ہے کیونکہ میت ذکر الہی سے انس حاصل کرتی ہے۔

(فتاویٰ شامی جلد اول باب الدفن بحث تلقین بعد الموت ص ۶۲۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

جیسا کہ احادیث میں آیا ہے اس حدیث اور ان عبارات سے معلوم ہوا کہ دفن میت کے بعد اس کو کلمہ طیبہ کی تلقین مستحب ہے تاکہ مردہ نکرین کے سوالات میں کامیاب ہو۔ چونکہ اذان میں کلمہ بھی ہے۔ اس لئے اذان بھی تلقین میت ہے اور مستحب ہے بلکہ اذان میں پوری تلقین ہے کیونکہ اذان میں کلمہ بھی ہے۔ اس لئے اذان بھی تلقین میت ہے اور مستحب ہے بلکہ اذان میں پوری تلقین ہے کیونکہ نکرین میت سے تین سوال کرتے ہیں اول تو یہ کہ تیرا رب کون ہے؟ پھر یہ کہ تیرا دن کیا ہے؟ پھر یہ کہ اس سنہری جالی والے سبز گنبد والے آقا کو تو کیا کہتا ہے؟ پہلے سوال کا جواب ہوا اشہد ان لا الہ الا اللہ دوسرے کا جواب ہوا حی علی الصلوۃ یعنی میرا دین وہ ہے جس میں پانچ نمازیں فرض ہیں (سوائے اسلام کے کسی دین میں پانچ نمازیں نہیں تھیں) تیسرے کا جواب ہوا اشہد ان محمد رسول اللہ در مختار جلد اول باب الاذان میں ہے کہ دس جگہ اذان کہنا سنت ہے جس کو اشعار میں یوں فرمایا۔

فرض الصلوۃ وفي اذن الصغیر وفي وقت الحریق والحرب الذی وقعا  
خلف المسافر والغیلان ان ظهرت فاحفظ لست من الذی قد شرعا  
و زید اربع دوہم و ذوہم غضب مسافر ضل فی ففر و من صرعا  
نماز پنجگانہ کے لئے بچہ کے کان میں۔ آگ لگنے کے وقت جبکہ جنگ واقع ہو۔ مسافر کے پیچھے اور جنات کے ظاہر ہونے پر۔ غصہ والے۔ جو مسافر کہ راستہ بھول جاوے اور مرگی والے کے لئے۔

(رد المحتار علی در المختار باب الاذان ج ۱ ص ۲۸۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شامی میں اسی کے تحت ہے۔

قد یسن الاذان بغير الصلوۃ كما فی اذان المولود والمهوم والمصروع والغضبان ومن ساء خلقه من النسان او بهيمة وعند مزدھم الجیش وعند الحریق وقيل عند انزال الميت القبر قیاسا علی اول خروجہ للدنیا لکن ردہ ابن حجر فی شرح العباب وعند تقول الغیلان ای تمرد الجن۔

**ترجمہ:** نماز کے سوا چند جگہ اذان دینا سنت ہے بچہ کے کان میں غزوہ کے، مرگی والے کے، غصہ والے کے کان میں، جس جانور یا آدمی کی عادت خراب ہو اس کے سامنے لشکروں کے جنگ کے وقت آگ لگ جانے کے وقت، میت کو قبر میں اتارتے وقت اس کے پیدا ہونے پر قیاس کرتے ہوئے لیکن اس میں اذان کے سنت ہونے کا ابن حجر علیہ الرحمۃ نے انکار کیا ہے جنات کی سرکشی کے وقت۔

(رد المحتار علی در المختار باب الاذان ج ۱ ص ۲۸۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ ابن حجر کے انکار کا جواب دوسرے باب میں دیا جاوے گا۔ ان شاء اللہ۔

**مشکوٰۃ باب فضل الاذان** میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم بلال کی اذان سے رمضان کی سحری ختم نہ کر دو۔ وہ تو لوگوں کو جگانے کے لئے اذان دیتے ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب الاذان باب الاذان قبل الفجر ج ۱ ص ۲۲۳ رقم الحدیث ۵۹۶ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن ابوداؤد باب وقت السحر ج ۲ ص ۳۰۳ رقم الحدیث ۲۳۳۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۵۳۱ رقم الحدیث ۱۶۹۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن الکبریٰ للبخاری ج ۲ ص ۸۱ رقم الحدیث ۲۳۸۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (صحیح ابن خباب ج ۸ ص ۲۵۰ رقم الحدیث ۳۲۷۲ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مسند ابوداؤد الحلی ج ۱ ص ۳۶ رقم الحدیث ۳۵۰۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)، (صحیح ابن خزیمہ باب ذکر العلۃ الیٰ کان لہا بلال یؤذن لہا بلال ج ۱ ص ۲۰۹ رقم الحدیث ۳۰۲۲ مطبوعہ مکتب الاسلامیہ بیروت)، (سنن الکبریٰ للبخاری ج ۱ ص ۱۶۶ رقم الحدیث ۱۶۶۳ مطبوعہ مکتبۃ دارالماز مکتبۃ المکتبۃ)، (مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۶ مطبوعہ موسسۃ قرطبیہ مصر)

معلوم ہوا کہ زمانہ نبوی میں بحری شے کے وقت بجائے نوبت یا گو لے کے اذان دی جاتی تھی لہذا اسوتے کو جگانے کے لئے اذان دینا سنت سے ثابت ہے۔

اذان کے سات فائدے ہیں جن کا پتہ احادیث اور فقہاء کے اقوال سے چلتا ہے ہم وہ فائدے عرض کئے دیتے ہیں۔ خود معلوم

ہو جائے گا کہ میت کون میں سے کون کون سے قائد حاصل ہونگے۔ اولاً تو یہ کہ میت کو تلقین جوابات سے ہے جیسا کہ بیان کیا جا چکا۔ دوسرے اذان کی آواز سے شیطان بھاگتا ہے۔ مشکوٰۃ باب الاذان میں ہے۔

اذا نودی للصلوة ادبر الشطن له صراط حتى لا يسمع التأذین۔

**ترجمہ:** جب نماز کی اذان ہوتی ہے تو شیطان گوز لگا تا ہوا بھاگتا ہے یہاں تک کہ اذان نہیں سنتا۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۹۱ رقم الحدیث ۳۸۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اور جس طرح کہ بوقت موت شیطان مرنے والے کو درغلالتا ہے تاکہ ایمان چھین لے اسی طرح قبر میں بھی پہنچتا ہے اور بہکا تا ہے کہ تو مجھے خدا کہہ دے تاکہ میت اس آخری امتحان میں قفل ہو جاوے۔ اللھم احفظنا منہ چنانچہ نور الوصل میں امام محمد ابن علی ترمذی فرماتے ہیں۔

اذا سئل الميت من ربك تراى له الشيطان فى صورة يشير الى نفسه اى انا ربك فلهذا ورد سوال التثبيت له حين يسئل۔

**ترجمہ:** یعنی جبکہ میت سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے تو شیطان اپنی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے کہ میں تیرا رب ہوں۔ اسی لئے ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام نے میت کے سوالات کے وقت اس کے لئے ثابت قدم رہنے کی دعا فرمائی۔

(نور الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول ج ۱ ص ۳۲۳ مطبوعہ دار صادر بیروت)

اب اذان کی برکت سے شیطان دفع ہو گیا میت کو اس مل گئی اور بہکانے والا گیا۔

تیسرے یہ کہ اذان دل کی وحشت کو دور کرتی ہے ابو نعیم اور ابن عساکر نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی۔ نزل ادم بالہند واستوحش فنزل جبریل فنادی بالاذان حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان میں اترے اور ان کو سخت وحشت ہوئی پھر جبریل آئے اور اذان دی۔ اسی طرح مدارج النہد جلد اول صفحہ ۶۲ باب سوم درمیاں آیات شرف دے میں ہے۔ اور میت بھی اس وقت عزیز و اقارب سے چھوٹ کر تیرہ دتار یک مکان میں اکیلا پہنچتا ہے سخت وحشت ہے اور وحشت میں حواس باختہ ہو کر امتحان میں ناکامی کا خطرہ ہے۔ اذان سے دل کو اطمینان ہوگا۔ جوابات درست دے گا۔ چوتھے یہ کہ اذان کی برکت سے غم دور ہوتا ہے۔ اور دل کو سرور حاصل ہوتا ہے۔ مسند الفردوس میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

رانی النبی ﷺ حزینا فقال یا ابن ابی طالب انی اراک حزینا فمر بعض اهلك یوذن فی اذنک فانہ درء الھم۔

**ترجمہ:** مجھ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رنجیدہ دیکھا تو فرمایا کہ کیا وجہ ہے کہ تم کو رنجیدہ پاتا ہوں تم کسی کو حکم دو کہ تمہارے کان میں اذان کہہ دے کیونکہ اذان غم کو دور کرنے والی ہے۔

(جامع الرضوی صحیح البخاری کتاب الجنائز باب الاذان علی القبر لدفع الحزن ج ۲ ص ۹۱۳ طبع ۱۹۹۲ء)

بزرگان دین حتیٰ کہ ابن الجبر علیہ الرحمۃ بھی فرماتے ہیں کہ جو رہتہ فوجدته كذلك فی المرقات۔ (جامع الرضوی صحیح البخاری کتاب الجنائز باب الاذان علی القبر لدفع الحزن ج ۲ ص ۹۱۳ طبع ۱۹۹۲ء) مرقاۃ شروع باب الاذان میں ہے یعنی میں نے اس کو آزمایا مفید پایا۔ اب مردے کے دل پر اس وقت جو صدمہ ہے۔ اذان کی برکت سے دور ہوگا اور سرور حاصل ہوگا۔

پانچویں یہ کہ اذان کی برکت سے لگی ہوئی آگ بجھتی ہے۔ ابو یعلیٰ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

یطفنوا الحریق بالتکبیر واذا رء یتم الحریق فکیروا فانہ یطفنی النار۔

**ترجمہ:** لگی ہوئی آگ کو نکبیر سے بجھاؤ اور جبکہ تم آگ لگی ہوئی دیکھو تو نکبیر کہو کیونکہ یہ آگ کو بجھاتی ہے۔

اور اذان میں نکبیر تو ہے اللہ اکبر لہذا اگر قبر میت میں آگ لگی ہو تو امید ہے کہ خدائے پاک اس کی برکت سے بجھا دے۔



چھٹے یہ کہ اذان ذکر اللہ ہے اور ذکر اللہ کی برکت سے عذاب قبر دور ہوتا ہے اور قبر فراخ ہوتی ہے تنگی قبر سے نجات ملتی ہے۔ امام احمد و طبرانی و بیہقی نے جابر رضی اللہ عنہ سے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے دفن کا واقعہ نقل کر کے روایت کی۔

سبح النبی ﷺ کبروا کبر الناس قالوا یا رسول اللہ لم مسبحت قال لقد تضائق علی هذا الرجل الصلح قبره حتی فرج اللہ تعالیٰ عنه بعد دفن۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام نے سبحان اللہ فرمایا۔ پھر اللہ اکبر حضور ﷺ نے فرمایا اور دیگر حضرات نے بھی۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا حبیب اللہ تسبیح و تکبیر کیوں پڑھی ارشاد فرمایا کہ اس صالح بندے پر قبر تنگ ہو گئی تھی اللہ نے قبر کو کشادہ فرمایا۔ ۵۶ (مسند احمد بن حنبل ج ۳ ص ۳۶۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس کی شرح میں علامہ طبری فرماتے ہیں۔

ای ما زلت مکبراً و تکبرون واسبح و تسبحون حتی فرجه اللہ۔

**ترجمہ:** یعنی ہم اور تم لوگ تسبیح و تکبیر کہتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ نے قبر کو کشادہ فرما دیا۔

(مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثالث من اثبات عذاب القبر ج ۳ ص ۲۱۱ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ بلقان)

ساتویں یہ کہ اذان میں حضور علیہ السلام کا ذکر ہے اور صالحین کے ذکر کے وقت نزول رحمت ہوتا ہے۔ امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں۔ ذکر الصالحین تنزیل الرحمة (تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) اور میت کو اس وقت رحمت کی سخت ضرورت ہے۔ غرض کہ ہماری تھوڑی سی جنبش زبان سے اگر میت کو اتنے بڑے بڑے سات فائدے پہنچ جاویں تو کیا حرج ہے؟ ان الفرق بین العادة والعبادة هو النية المتضمنة للاخلاص۔

**ترجمہ:** عادت اور عبادت میں فرق نیت اخلاص سے ہے یعنی جو کام بھی اخلاص سے کیا جاوے وہ عبادت ہے۔

اور جو کام بغیر اخلاص کے ہو وہ عادت۔ درمختار بحث مستحبات الوضو میں ہے۔

و مستحبہ هو ما فعله النبی علیہ السلام کرة و لکره اخرى و ما حبه السلف۔

**ترجمہ:** مستحب وہ کام ہے جس کو حضور علیہ السلام نے کبھی کیا اور کبھی نہ کیا۔ اور وہ بھی ہے جس کو گذشتہ مسلمان اچھا جانتے ہیں۔

(رد المحتار علی در المختار بحث مستحبات الوضو ج ۲ ص ۹۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شامی بحث دفن زیر عبارات ولا یجھض ہے۔ وقال علیہ السلام ما راه المؤمنون حسنا فهو عند اللہ حسن جس کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

(رد المحتار علی در المختار ج ۲ ص ۶۶۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ان عبارات سے ثابت ہوا کہ چونکہ اذان قبر شریعت میں منع نہیں لہذا جائز ہے اور چونکہ اس کو بہ نیت اخلاص مسلمان بھائی کے نفع کے لئے کیا جاتا ہے۔ لہذا یہ مستحب ہے۔ اور چونکہ مسلمان اس کو اچھا سمجھتے ہیں لہذا یہ عند اللہ اچھی ہے۔ خود یو بند یوں کے پیشوا

حاشیہ.....☆

محدث کبیر امام ابو نعیم حنفی ۳۳۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابو حامد احمد بن محمد بن الحسن بن الحسن بن محمد الجعینی ثنا محمد بن حسان قال سمعت ابن عیینة یقول ذکر الصالحین تنزل الرحمة۔

**ترجمہ:** محمد بن حسان بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ صالحین کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۲۸۵ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (منوۃ الصغۃ للبحر زی ج ۱ ص ۳۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)،

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب العقائد صفحہ ۱۴ میں فرماتے ہیں۔ کسی نے سوال کیا ہے کہ تلقین کے بعد دفن ثابت ہے یا نہیں تو جواب دیا یہ مسئلہ عہد صحابہ سے مختلف فیہا ہے اس کا فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ تلقین کرنا بعد دفن اس پر مبنی ہے جس پر عمل کر لے درست ہے۔ رشید احمد۔

## دوسرا باب

اذانِ قبر پر اعتراضات و جوابات میں

اس مسئلہ میں مخالفین کے حسب ذیل اعتراضات ہیں۔ انشاء اللہ اس کے علاوہ اور نہ ملیں گے۔

**اعتراض (۱).....:-** قبر پر اذان دینا بدعت ہے اور ہر بدعت حرام ہے لہذا یہ بھی حرام حضور علیہ السلام سے ثابت نہیں وہ ہی پرانا سنت۔  
**جواب:-** ہم پہلے باب میں ثابت کر چکے ہیں کہ بعد دفن ذکر اللہ تسبیح و تکبیر حضور علیہ السلام سے ثابت ہے اور جس کی اصل ثابت ہو وہ سنت ہے اس پر زیادتی کرنا منع نہیں۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ حج میں تلبیہ کے جو الفاظ احادیث سے منقول ہیں ان میں کمی نہ کرے اگر کچھ بڑھائے تو جائز ہے۔ (ہدایہ وغیرہ) اذان میں تکبیر بھی ہے اور کچھ زیادہ بھی لہذا یہ سنت ہے ثابت ہے اور اگر بدعت بھی ہو تو حسنہ ہے جیسے کہ ہم بحث بدعات میں عرض کر چکے ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات صفحہ ۸۹ پر ہے کہ کسی نے دیوبندیوں کے سردار رشید احمد صاحب سے پوچھا کہ کسی مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم کرنا قرونِ ثلاثہ سے ثابت ہے یا نہیں اور بدعت ہے یا نہیں؟  
 جواب:- قرونِ ثلاثہ میں بخاری تالیف نہیں ہوئی تھی مگر اس کا ختم درست ہے کہ ذکرِ خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے اس کی اصل شرع سے ثابت ہے۔ بدعت نہیں۔ رشید احمد عفی۔

اسی کتاب میں صفحہ ۸۸ پر ہے کہ کھانا تاریخ معین پر کھلانا بدعت ہے اگرچہ ثواب پہنچے گا۔ رشید احمد۔  
 کہیے جناب یہ ختم بخاری اور برسی کی فاتحہ پر ثواب کیوں ہو رہا ہے؟ یہ تو بدعت ہے۔ اور ہر بدعت حرام ہے۔ حرام پر ثواب کیا۔  
 نوٹ ضروری:- مدرسہ دیوبند میں مصیبت کے وقت ختم بخاری وہاں کے طلباء سے کرایا جاتا ہے اہل حاجت طلباء کو شیرینی دیتے ہیں  
 اور روپیہ نفع میں رہا۔ کم از کم پندرہ روپیہ وصول کئے جاتے ہیں شاید یہ بدعت اس لئے جائز ہو کہ مدرسہ کو روپیہ کی ضرورت ہے اور یہ محصول  
 زر کا ذریعہ۔ لیکن اب قبر مومن پر اذان کیوں حرام؟

**اعتراض (۲)۔۔۔۔۔۔۔**۔۔ شامی نے باب الاذان میں جہاں اذان کے موقعہ شمار کئے ہیں وہاں اذان قبر کا بھی ذکر فرمایا مگر ساتھ ہی فرمایا لکن ردہ ابن حجبہ فی شرح العباب اس اذان کی ابن حجر نے شرح عباب میں تردید کر دی معلوم ہوا کہ اذان قبر مردود ہے۔

**جواب:۔** اولاً تو ابن حجر شافعی مذہب میں بہت سے علماء جن میں بعض احناف بھی شامل ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اذان قبر سنت ہے اور امام ابن حجر شافعی اس کی تردید کرتے ہیں تو بتاؤ کہ حنفیوں کو مسئلہ جمہور پر عمل کرنا ہوگا کہ قول شافعی پر؟ دوم ابن حجر نے بھی اذان قبر کو منع نہ کیا بلکہ اس کے سنت ہونے کا انکار کیا۔ یعنی سنت نہیں۔ اگر میں کہوں کہ بخاری چھاپنا سنت نہیں بالکل درست ہے کیونکہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں نہ بخاری تھی نہ پریس۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جائز بھی نہیں۔ شامی نے اس موقعہ پر فرمایا وقد یسن الاذان ان موقعوں پر اذان سنت ہے آگے فرمایا ردہ اس کی ابن حجر نے تردید کی تو کسی چیز کی تردید ہوئی؟ سنت کی۔ شامی سمجھنے کے لئے عقل و ایمان کی

ضرورت ہے تیسرے یہ کہ اگر مان بھی لو کہ علمہ ابن حجر علیہ الرحمۃ نے خود اذان کی تردید کی تو کیا کسی عالم کے تردید کرنے سے کراہت تنزیہی بھی ثابت نہیں ہوتی۔ شامی بحث مستحب الوضو میں ہے۔

ولا يلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة اذ لا بدله من دليل خاص۔

**ترجمہ:** مستحب کے ترک سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مکروہ ہو جائے بغیر خاص ممانعت کے کیونکہ کراہت حکم شرعی ہے اس کے لئے خاص دلیل کی ضرورت ہے۔

(رد المحتار علی در المختار بحث مستحبات الوضو ص ۹۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

آپ تو اذان قبر کو حرام فرماتے ہیں فقہاء بغیر خاص ممانعت کے کسی شئی کو مکروہ تنزیہی بھی نہیں مانتے۔

اگر کہا جاوے کہ شامی نے اذان قبر کو قیل سے بیان کیا اور قیل ضعف کی علامت ہے تو جواب یہ ہے کہ فقہ میں قیل ضعف کے لئے لازم نہیں شامی کتاب الصوم فصل کفارہ میں ہے۔ فتعیر المصنف بقیل لیس یلزم الضعف اسی (رد المحتار علی در المختار کتاب الصوم فصل کفارۃ ص ۲ ص ۱۲۰ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) طرح شامی بحث دفن میت میں ذکر مع الجنائزہ کے لئے فرمایا قیل تحريم بما وقيل تنزيهاً (رد المحتار علی در المختار جباب صلوة الجنائز ص ۵۹۸ مطبوعہ ادارة الطبعة المصریہ مصر) دیکھو یہاں دو قول تھے اور دونوں قیل سے نقل کئے۔ عالمگیری کتاب الوقف بحث مسجد میں ہے وقيل هو مسجد ابداء وهو الاصح یہاں صحیح قول قیل سے بیان کیا معلوم ہوا کہ قیل دلیل ضعف نہیں۔ اور اگر مان بھی لیا جاوے تو بھی اس اذان کو سنت کہنا ضعیف ہوگا نہ کہ جائز کہنا کیونکہ یہ سنت نبی کا قول ہے ہم بھی اذان قبر سنت نہیں کہتے صرف جائز و مستحب کہتے ہیں۔

**اعتراض (۳)۔۔۔۔۔:** فقہاء فرماتے ہیں کہ قبر پر جا کر فاتحہ کے علاوہ کچھ نہ کرے اور اذان قبر فاتحہ کے علاوہ ہے لہذا حرام ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے۔ ويكره عند القبر كل مالم يعهد من السننه والمهود منها ليس الا زيارتها والدعاء عندها قائما۔

شامی کتاب الجنائز میں ہے۔

لايسن الاذان عند ادخال الميت في قبره كما هو المعتاد الان وقد صرح ابن حجر بانه بدعة وقال من ظن انه سنة فلم يصب۔

**ترجمہ:** یعنی میت کو قبر میں اتارتے وقت اذان دینا سنت نہیں ہے۔ جیسا کہ آجکل مروج ہے اور ابن حجر نے تصریح فرمادی کہ یہ بدعت ہے اور جو کوئی اس کو سنت جانے وہ درست نہیں کہتا۔

در البحار میں ہے۔

من البدع التي شاعت في بلاد الهند الاذان على القبر بعد الدفن۔

**ترجمہ:** جو بدعتیں کہ ہندوستان میں شائع ہو گئیں۔ ان میں سے دفن کے بعد قبر پر اذان دینا ہے۔

توضیح شرح تنقیح میں محمود لہجی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں الاذان علی القبر لیس بشئی قبر پر اذان دینا کچھ نہیں۔ مولوی اسحاق صاحب مائے مسائل میں فرماتے ہیں کہ قبر پر اذان دینا مکروہ ہے کیونکہ یہ ثابت نہیں اور جو سنت سے ثابت نہ ہو وہ مکروہ ہوتا ہے۔

**جواب:** بحر الرائق کا یہ فرمانا کہ قبر پر جا کر بجز زیارت و دعا اور کچھ کرنا مکروہ ہے بالکل درست ہے وہ زیارت قبور کے وقت فرماتے ہیں۔ یعنی جب وہاں زیارت کی نیت سے جاوے تو قبر کو چومنا یا سجدہ کرنا وغیرہ ناجائز کام نہ کرے اور یہاں گفتگو ہے دفن کے وقت یہ زیارت کا وقت نہیں ہے اگر وقت دفن بھی اس میں شامل ہے تو پھر لازم ہوگا کہ میت کو قبر میں اتارنا، تجتہ دینا، مٹی ڈالنا اور بعد دفن تلقین کرنا

جس کو فتاویٰ رشیدیہ میں بھی جائز کہا ہے سب منع ہے۔ بس مردے کو جنگل میں رکھ کر فاتحہ پڑھ کر بھاگ آنا چاہیے اور زیارت قبر کے وقت بھی ممنوع کام کرنا منع ہیں۔ وہی عبارت بحر الرائق کا مقصود ہے ورنہ مردوں کو سلام کرنا یا ان کے قبور پر سبزہ یا پھول ڈالنا بالائتلاف جائز ہے۔ حضور علیہ السلام سے ثابت ہے اور بحر الرائق میں فرما رہے ہیں کہ وہاں بجز زیارت اور کھڑے ہو کر دعا کرنے کے کچھ بھی نہ کرے، مولوی اشرف علی صاحب کی حفظ الایمان میں ایک سوال ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب کشف قبور کا طریقہ بیان فرماتے ہیں جو بعد از ہفت گھڑا طواف کنند و درازان تکبیر بخوانند و اغار از راست کنند و بعد از طرف پایاں درخسار نهند۔ یعنی اس کے بعد قبر کا سات چکر طواف کرے اس میں تکبیر کہے اور داہنی طرف سے شروع کرے اور قبر کے پاؤں کی طرف اپنا رخسارہ رکھے تو کیا قبر کا طواف اور سجدہ جائز ہے؟ اس کا جواب حفظ الایمان صفحہ ۶ پر دیتے ہیں یہ طواف اصطلاحی نہیں ہے جو کہ تعظیم و تقرب کے لئے کیا جاتا ہے۔ اور جس کی ممانعت نصوص شرعیہ سے ثابت ہے بلکہ طواف لغوی ہے یعنی محض اس کے ارد گرد پھرنا واسطے پیدا کرنے مناسبت دہی کے صاحب قبر کے ساتھ اور لینے فیوض کے اس کے نظیر حضرت جابر کے قصے میں وارد ہوتی ہے۔ جبکہ ان کے والد موقوف ہو کر وفات پا گئے۔ اور قرض خواہوں نے حضرت جابر کو تنگ کیا۔ انہوں نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا کہ باغ میں تشریف لا کر رعایت کرا دیجئے حضور علیہ السلام باغ میں رونق افروز ہوئے اور چھوہاروں کے انبار لگوا کر بڑے انبار کے گرد تین بار پھرے۔ طاف احوال اعظم حامیدارایہ حضور کا یہ پھرنا کوئی طواف نہ تھا۔ بلکہ اس میں اثر پہنچانے کے لئے اس کی چاروں طرف پھر گئے۔ اسی طرح کشف القبور کے عمل میں ہے۔ کہنے اگر اذان قبر اس لئے منع ہے کہ قبر پر بجز زیارت و دعا کوئی کام جائز نہیں تو یہ قبر کا طواف اور اس سے فیض لینا کیوں جائز ہے؟ لہذا بحر الرائق کی ظاہری عبارت آپ کے بھی موافق نہیں پر لطف بات یہ ہے کہ حفظ الایمان کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ قبروں سے فیض ملتا ہے اور فیض لینے کے لئے وہاں جانا اور طواف کرنا قبر پر رخسارہ رکھنا جائز ہے اسی کو تقویۃ الایمان میں شرک کہا ہے۔ شامی و توشیح وغیرہ کی عبارتوں کا جواب سوال نمبر ۱ کے ماتحت گزر گیا کہ اس میں سنیت کا انکار ہے نہ کہ جواز کا تو شیخ کا فرمانا لیس ہشتی اس کے معنی یہ نہیں کہ حرام ہے مراد یہ ہے کہ نہ فرض ہے نہ واجب۔ نہ سنت محض جائز اور مستحب ہے اور اس کو سنت یا واجب سمجھنا محض غلط ہے جو فقہاء کہ اس کو بدعت فرماتے ہیں وہ بدعت جائزہ یا کہ بدعت مستحبہ فرماتے ہیں نہ کہ بدعت مکروہہ کیونکہ بلا دلیل کراہت ثابت نہیں ہوتی۔ مولوی اسحاق صاحب دیوبندیوں کے پیشوا ہیں ان کا قول حجت نہیں۔ اور یہ قاعدہ صحیح ہے کہ جو سنت سے ثابت نہیں۔ در مختار باب صلوة العیدین مطلب فی تکبیر التشریق میں ہے۔

ووقوف الناس يوم عرفته في غير ما تشبها بالواقفين ليس بشئ۔

(رد المحتار علی در المختار ج ۱ ص ۶۱۸ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اسی کے ماتحت شامی میں ہے۔

وهو نكوة في موضع النفي فعم انواع العبادۃ من فرض و واجب و مستحب فيقبت الاباحتہ قيل يستحب۔

(رد المحتار علی در المختار ج ۱ ص ۶۱۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ہدایہ کے حاشیہ میں لیس ہشتی کے ماتحت فرماتے ہیں۔

ای لیس ہشتی يتعلق به الثواب وهو يصدق على الاباحتہ۔

(حاشیہ ہدایہ اولین ص ۱۷۵)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ ليس بشئ مباح کو بھی کہا جاتا ہے۔

**اعتراض (۴).....**۔ اذان تو نماز کی اطلاع کے لئے ہے دن کے وقت کوئی نماز ہو رہی ہے۔ جس کی اطلاع دینا منظور ہے چونکہ یہ اذان لغو ہے پس ناجائز ہے۔

**جواب:**۔ یہ خیال غلط ہے کہ اذان فقط نماز کی اطلاع کے لئے ہے ہم پہلے باب میں عرض کر چکے ہیں کہ اذان کتنی جگہ کہنی چاہیے آخر بچہ کے کان میں اذان دی جاتی ہے وہاں کوئی نماز کا وقت ہے حضور علیہ السلام کے زمانہ میں رمضان کی شب دواذانیں ہوتی تھیں ایک تو سحری کے لئے بیدار کرنے کو دوسری نماز فجر کے لئے۔

لطیفہ:۔ کاٹھیاواڑ میں رواج ہے کہ بعد نماز فجر مصافحہ کرتے ہیں اور یوپی میں رواج ہے کہ بعد نماز عید معافقہ (گلے ملانا) کرتے ہیں۔ ایک صاحب نے ہم سے دریافت کیا کہ معافقہ یا مصافحہ اول ملاقات کے وقت چاہیے نماز کے بعد تو لوگ رخصت ہو رہے ہیں پھر اس وقت یہ کیوں ہوتا ہے۔ یہ مصافحہ اور معافقہ بدعت ہے لہذا حرام ہے ہم نے عرض کیا کہ معافقہ حضور علیہ السلام سے ثابت ہے۔

مشکوٰۃ کتاب الادب میں ایک باب ہی اس کا باندھا باب المصافحۃ والمعافقۃ اور وہاں لکھا کہ حضور علیہ السلام نے زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ سے معافقہ فرمایا۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الادب باب المصافحۃ والمعافقۃ الفصل الثانی ص ۳۰۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

حدیث کی روش بتاتی ہے کہ معافقہ خوشی کا تھا اور عید کا دن بھی خوشی کا دن ہے اس لئے اظہار خوشی میں معافقہ کرتے ہیں۔ نیز در مختار جلد پنجم باب الکراہیۃ باب الاستبراء میں ہے۔

حاشیہ.....☆

غنیہ حاشیہ غرور در باب صلوة العیدین میں ہے۔

المستحب الخروج ماشيا والرجوع من طريق اخر والتهنئة بتقبل الله منا ومنكم لا ننكر كما في البحر وكذا المصافحة بل هي سنة عقب الصلوات كلها عند كل لقي ولنا فيها رسالة سميتها سعادة اهل الاسلام بالمصافحة عقب الصلاة والسلام۔

**ترجمہ:** عید کے دن عید گاہ کو پیدل جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا یہی مستحب ہے۔ اور ”اللہ عزوجل ہمارے اور تمہارے عمل قبول فرمائے“ کے الفاظ سے مبارکباد پیش کرنے میں کوئی برائی نہیں جیسا کہ ”بحر الرائق“ میں ہے اسی طرح مصافحہ بھی، بلکہ وہ تمام نمازوں کے بعد ہر ملاقات کے وقت سنت ہے اور اس بارے میں ”نماز کے بعد مصافحہ و سلام میں اہل سلام کی خوش بختی“ نامی ہمارا ایک رسالہ ہے۔ (غنیۃ ذوی الاحکام علی حاشیہ غرر الاحکام کتاب الصلاة باب صلاة العیدین ج ۱ ص ۱۳۲ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

علامہ سید احمد طحاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

كذا تطلب المصافحة فهي سنة عقب الصلوات كلها۔

**ترجمہ:** اسی طرح مصافحہ بھی مطلوب ہے بلکہ یہ تو تمام نمازوں کے بعد سنت ہے۔

(حاشیہ الطحاوی علی مرآۃ الفلاح کتاب الصلاة باب العیدین ج ۱ ص ۵۳۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حاشیہ در مختار میں لکھتے ہیں۔

تستحب المصافحة بل هي سنة عقب الصلوات كلها وعند كل لقي ابو السعود عن الشربلالية۔

**ترجمہ:** مصافحہ مستحب ہے بلکہ یہ تو تمام نمازوں کے بعد اور ہر ملاقات کے وقت سنت ہے ابو السعود نے شربلالی سے نقل کیا۔ (حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار کتاب الصلاة باب العیدین ج ۱ ص ۵۵۳ مطبوعہ المکتبۃ العربیہ کویت)

ای کما تجوز المصافحة ولو بعد العصر و قولهم انه بدعة ای مباحة حسنة کما افاده النووي فی اذکارہ۔  
**ترجمہ:** مصافحہ جائز ہے اگرچہ نماز عصر کے بعد ہو اور فقہاء کا فرمانا کہ مصافحہ نماز عصر بدعت ہے یعنی بدعت مباحہ حسنہ ہے جیسا کہ  
 نووی نے اپنے اذکار میں فرمایا۔

(الدر المختار کتاب النکح والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ ج ۹ ص ۶۲۹۶۲۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

اسی کے ماتحت شامی میں فرماتے ہیں۔

اعلم ان المصافحة مستحبة عند کل لقاء و اماما اعتاده الناس من المصافحة بعد صلوۃ الصبح  
 فلا اصل له فی الشرع علی هذا الوجه ولكن لا بأس به وتقبيده بما بعد الصبح و العصر علی عادة كانت  
 فی زمنه و الا ففعب الصلوات کلها کذا لک۔

**ترجمہ:** ہر ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا مستحب ہے اور فجر کے بعد مصافحہ کا جو رواج ہے اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔ لیکن اس  
 میں حرج بھی نہیں اور صبح یا عصر کی قید فقط لوگوں کی عادت کی بناء پر ہے ورنہ ہر نماز کے بعد مصافحہ کا یہ ہی حکم ہے۔

(الدر المختار کتاب النکح والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ ج ۹ ص ۶۲۹۶۲۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصافحہ بہر حال جائز ہے لیکن اس کی تسلی نہ ہوئی یہ ہی کہتا رہا کہ مصافحہ معافقہ ملاقات کے وقت چاہیے ہم  
 نے کہا اچھا بتاؤ۔ اول ملاقات کسے کہتے ہیں؟ بولا غائب ہونے کے بعد جب ملیں۔ تو یہ اول ملاقات ہے ہم نے کہا۔ غائب ہونے کی  
 دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ جسما غائب ہوں۔ دوسرے یہ کہ ولی طور پر غائب ہوں نماز کی حالت میں اگرچہ بظاہر تمام مقتدی اور امام ایک  
 جگہ ہی رہے مگر حکمی لحاظ سے سب ایک دوسرے سے غائب تھے کہ نہ کسی سے کلام کر سکیں نہ ایک دوسرے کی مدد۔ بلکہ یہ تمام لوگ دنیا ہی  
 سے غائب ہیں کہ کھانا، پینا، چلنا پھرنا، تمام دنیاوی کاحرام ہیں اور الصلوۃ معراج المؤمنین کا نقشہ نظر آ رہا ہے دنیا سے تعلق منقطع ہے اور  
 واصل الی اللہ ہیں جب سلام پھیرا۔ اب دنیا میں آگئے تمام دنیاوی کام حلال ہو گئے۔ یہ وقت غائب ہونے کے بعد ملنے کا ہے۔ لہذا  
 مصافحہ سنت ہے وہ کہنے لگا کہ یہ منطوق ہے سمجھا دیا اس کو شریعت نے تو ملاقات کا وقت نہیں مانا۔ ہم نے کہا مانا ہے اس وقت سلام کس کو  
 کرتے ہیں اور کیوں کرتے ہیں؟ امام کو چاہیے کہ سلام میں مقتدیوں اور ملائکہ کو سلام کرنے کی کرے اور مقتدی لوگ امام کو اور ملائکہ کو اور تنہا  
 نمازی صرف ملائکہ کی نیت کرے اور سلام یا تو ملاقات کے وقت ہوتا ہے یا رخصت کے وقت۔ بتاؤ یہ سلام کیسا کیا یہ لوگ کہیں سے آرہے  
 ہیں یا جا رہے ہیں؟ جاتو نہیں رہے ہیں کہ ابھی دعائیں کے وظیفہ پڑھیں گے بعض لوگ اشراق پڑھ کر انھیں گے۔ معلوم ہوا کہ عالم بالا  
 کی سیر کر کے آرہے ہیں اور سلام کر رہے ہیں لہذا مصافحہ بھی کریں تو کیا حرج ہے؟ کہنے لگا کہ پھر تو ہر نماز کے بعد چاہیے۔ ہم نے کہا ہاں  
 اگر ہر نماز کے بعد کرے تب بھی منع نہیں۔ الحمد للہ کہ اس کی تسکین ہو گئی۔ اسی طرح یہ مسئلہ اذان ہے۔

## بحث عرس بزرگان

اس بحث کے دو باب ہیں۔ پہلا باب عرس کے ثبوت میں، دوسرا باب مسئلہ عرس پر اعتراضات و جوابات میں۔

### پہلا باب

#### ثبوت عرس میں

عرس کے لغوی معنی ہیں شادی۔ اسی لئے اور دہن کو عروس کہتے ہیں بزرگان دین کی تاریخ وفات کو اس لئے عرس کہتے ہیں کہ مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر میں ہے کہ جب نکیرین میت کا امتحان لیتے ہیں اور وہ کامیاب ہوتا ہے تو کہتے ہیں نم کنومة العروس النبی لایوظلہ الا احب اہلہ الیہ۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب اثبات عذاب القبر الفصل الثانی ص ۲۵ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

تو اس دہن کی طرح سو جا جس کو سوائے اس کے پیارے کے کوئی نہیں اٹھا سکتا تو چونکہ اس دن نکیرین نے ان کو عرس کہا۔ اس لئے وہ دن روز عرس کہلایا۔ یا اس لئے کہ وہ جمال مصطفیٰ علیہ السلام کے دیکھنے کا دن ہے کہ نکیرین دکھا کر پوچھتے ہیں کہ تو ان کو کیا کہتا تھا اور وہ تو خلقت کے دولہا ہیں۔ تمام عالم ان ہی کے دم کی بہار ہے اور وصال محبوب کا دن عرس کا دن ہے لہذا یہ دن عرس کہلایا عرس کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ ہر سال تاریخ وفات پر قبر کی زیارت کرنا اور قرآن خوانی و صدقات کا ثواب پہنچانا اس اصل عرس کا ثبوت حدیث پاک اور اقوال فقہاء سے ہے۔ شامی جلد اول باب زیارت القبور میں ہے۔

روی ابن ابی شیبہ ان النبی ﷺ کان یاتی قبور الشهداء باحد علی راس کل حول۔

**ترجمہ:** ابن ابی شیبہ نے روایت کیا کہ حضور علیہ السلام ہر سال شہداء کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۵۳ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (عمدة القاری ج ۸ ص ۷۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (جامع البیان فی تفسیر القرآن ج ۱۳ ص ۱۴۲)، (تفسیر القرآن العظیم لائین کثیر ج ۲ ص ۵۱۲ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

تفسیر کبیر اور تفسیر درمنثور میں ہے۔

عن رسول اللہ علیہ السلام انه کان یاتی قبور الشهداء علی راس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار والخلفاء الاربعة هکذا کانوا یفعلون۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام سے ثابت ہے کہ آپ ہر سال شہداء کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے اور ان کو سلام فرماتے تھے اور چاروں خلفاء بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

(الدر المنثور فی التفسیر بالماثور ج ۳ ص ۶۳۱ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

شاہ عبدالعزیز صاحب فتاویٰ عزیز یہ صفحہ ۳۵ میں فرماتے ہیں۔

دوم آنکہ بہیت اجتماعیه مردمان کثیر جمع شوند و ختم کلام اللہ فاتحہ بر شیرینی و طعام نموده تفہیم در میان حاضران کنند اس قسم معلوم در زمانہ پیغمبر خدا و خلفائے راشدین نہ بود اگر کے اس طور کنند پاک نیست بلکہ فائدہ احیاء اصوات را حاصل میشود۔ دوسرے یہ کہ بہت سے لوگ جمع ہوئے اور ختم قرآن اور کھانے شیرینی پر فاتحہ کر کے حاضرین میں تقسیم کریں یہ قسم حضور علیہ السلام اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں

مروج نہ تھی۔ لیکن اگر کوئی کرے تو حرج نہیں بلکہ زندوں کو مردوں سے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ زبدۃ النصارح فی مسائل الذبائح میں شاہ عبدالعزیز صاحب مولوی عبدالکیم صاحب سیالکوٹی علیہما الرحمۃ والرضوان کو جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ابن طعن مبنی است بر جہل بہ احوال مطعون علیہ زیرا کہ غیر از فرائض شرعیہ مفروضہ دامیج کس فرض نمی دانند آری تبرک بقبور و امداد ایشان بایصال ثواب و تلاوت قرآن و دعائے خیر و تقسیم طعمر و شیرینی امر مستحسن و خوب است باجماع علماء و تعیین روز عرس ہر آنے آن است کہ آن روز ذکر انتقال ایشان می باشد از دارالعمل بدارالثواب والا ہر روز کہ این عمل واقع شود موجب فلاح و نجات است۔

یہ طعن لوگوں کے حالات سے خبردار نہ ہونے کی وجہ سے ہے کوئی شخص بھی شریعت کے مقرر کردہ فرائض کے سواء کو فرض نہیں جانتا ہاں صالحین کی قبروں سے برکت لینا اور ایصال ثواب اور تلاوت قرآن اور تقسیم شیرینی و طعام سے ان کی مدد کرنا اجماع علماء سے اچھا ہے عرس کا دن اس لئے مقرر ہے کہ وہ دن ان کی وفات کو یاد دلاتا ہے۔ ورنہ جس دن بھی یہ کام کیا جاوے اچھا ہے۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی مکتوب ۱۸۲ میں مولانا جلال الدین کو لکھتے ہیں۔ ”اعراس پیراں بسماع دھمفائی جاری دارند“ پیروں کا عرس پیروں کے طریقہ سے تو لیا اور صفائی کے ساتھ جاری رکھیں۔ مولوی رشید احمد و اشرف علی صاحبان کے پیرو حاجی امداد اللہ صاحب اپنے فیصلہ ہفت مسئلہ میں عرس کے جواز پر بہت زور دیتے ہیں خود اپنا عمل یوں بیان فرماتے ہیں ”فقیر کا مشرب اس امر میں یہ ہے کہ ہر سال اپنے پیرو مرشد کی روح مبارک پر ایصال ثواب کرتا ہوں اول قرآن خوانی ہوتی ہے اور گاہ گاہ اگر وقت میں وسعت ہو تو مولود پڑھا جاتا ہے پھر ماہر کھانا کھلایا جاتا ہے اور اس کا ثواب بخش دیا جاتا ہے۔

مولوی رشید احمد صاحب بھی اصل عرس کو جائز مانتے ہیں چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات صفحہ ۹۲ میں فرماتے ہیں۔ بہت سے اشیاء ہیں کہ اول مباح تھیں پھر کسی وقت منع ہو گئیں۔ مجلس عرس و مولود بھی ایسا ہی ہے اہل عرب سے معلوم ہوا کہ عرب شریف کے لوگ حضرت سید احمد بدوی رحمۃ اللہ علیہ کا عرس بہت دھوم دھام سے کرتے ہیں خاص کر علماء مدینہ منورہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا عرس کرتے رہے۔ جن کا مزار مقدس احد پہاڑ پر ہے۔ غرض کہ دنیا بھر کے مسلمان علماء و صالحین خصوصاً اہل مدینہ عرس پر کاربند ہیں اور جس کو مسلمان اچھا جانیں وہ عند اللہ بھی اچھا ہے۔ عقل بھی پاہتی ہے کہ عرس بزرگان عمدہ چیز ہو اولا تو اس لئے کہ عرس زیارت قبور اور صدقہ خیرات کا مجموعہ ہے زیارت قبور بھی سنت، صدقہ بھی سنت تو دو سنتوں کا مجموعہ حرام کیونکر ہو سکتا ہے؟ مشکوٰۃ باب زیارۃ القبور میں ہے کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ہم نے تم کو زیارت قبور سے منع فرمایا تھا۔ الا قسور و ہساب ضرور زیارت کیا کرو۔ اس سے ہر طرح زیارت قبور کا جواز معلوم ہو خواہ روزانہ ہو یا سال کے بعد اور خواہ تنہا زیارت کی جاوے یا کہ جمع ہو کر اب اپنی طرف سے اس میں قیود لگانا کہ مجمع کے ساتھ زیارت کرنا منع ہے سال کے بعد مقرر کر کے زیارۃ کرنا منع ہے محض لغو ہے معین کر کے ہو یا بغیر معین کئے ہر طرح جائز ہے۔ دوم اس لئے کہ عرس کی تاریخ مقرر ہونے سے لوگوں کو جمع ہونے میں آسانی ہوتی ہے اور لوگ جمع ہو کر قرآن خوانی کلمہ طیبہ درود پاک وغیرہ پڑھتے ہیں بہت سی برکات جمع ہوتی ہیں۔ تیسرے اس لئے کہ ایک چیز کے مریدین اس تاریخ میں اپنے پیرو بھائیوں سے بلا تکلف مل لیتے ہیں جس سے ایک دوسرے کے حالات سے واقفیت ہوتی ہے اور واپس میں محبت بڑھتی ہے۔ چوتھے اس لئے کہ طالبان کو پیرو تلاش کرنے میں آسانی ہے اگر کسی عرس میں پہنچے تو وہاں مختلف جگہ کے بزرگان دین جمع ہوتے ہیں علماء و صوفیاء کا مجمع ہوتا ہے سب کو دیکھ کر جس سے عقیدت ہو اس سے بیعت کر لے۔ آخر حج اور زیارت مدینہ منورہ بھی تاریخ مقررہ میں ہی ہوتے ہیں اس میں بھی گزشتہ فوائد ملحوظ ہیں۔ ہم نے دیوبندی اکابر کی قبریں دیکھی ہیں نہ وہاں رونق، نہ کوئی فاتحہ خواں، نہ ان کو ایصال ثواب، نہ کسی کو ان سے اور نہ کسی سے ان کو فیوض، امور خیر بند کرنے کی یہ برکات ہیں۔



## دوسرا باب

### مسئلہ عرس پر اعتراضات و جوابات میں

**اعتراض (۱).....:** جس کو تم بعد موت ولی سمجھتے ہو اس کا عرس کرتے ہو تم کو کیا معلوم کہ یہ ولی ہے کسی کے خاتمہ پر یقین نہیں کیا جاسکتا کہ وہ مسلمان مرایا ہے دین۔ پھر کسی مردے کی ولایت کیونکر معلوم ہو سکتی ہے؟ بڑے بڑے صالح کافر ہو کر مرتے ہیں۔

**جواب:** زندگی کے ظاہری احکام بعد موت جاری ہوتے ہیں اور زندگی میں مسلمان تھا بعد موت بھی اس کو مسلمان سمجھ کر اس کی نماز جنازہ، کفن و دفن، میراث کی تقسیم وغیرہ کی جاوے گی اور جو زندگی میں کافر تھا بعد موت نہ اس کی نماز جنازہ ہوگی، نہ گور کفن، نہ تقسیم میراث، شریعت کا حکم ظاہر پر ہوتا ہے فقط احتمال معتبر نہیں۔ اسی طرح جو زندگی میں ولی ہو وہ بعد وفات بھی ولی ہے اگر محض احتمال پر احکام جاری ہوں تو کفار کی نماز جنازہ پڑھ لیا کرو شاید مسلمان ہو کر مرے اور مسلمان کو بے جنازہ پڑھے آگ میں جلادیا کرو کہ شاید کافر ہو کر مرے۔ نیز مشکوٰۃ کصاب الجنائز باب المشی بالجنائزہ میں بروایت مسلم و بخاری ہے کہ حضور علیہ السلام کے سامنے ایک جنازہ گزرا جس کی لوگوں نے تعریف کی فرمایا وجہ واجب ہوگئی۔ دوسرا جنازہ گزرا جس کی لوگوں نے برائی کی فرمایا وجہ واجب ہوگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا واجب ہوئی؟ فرمایا پہلے کے لئے جنت اور دوسرے کے لئے دوزخ پھر فرمایا انتم شہداء اللہ فی الارض تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الجنائز باب المشی بالجنائزہ الفصل الاول ص ۱۴۵ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

جس سے معلوم ہوا کہ عامۃ المسلمین جس کو ولی سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی ولی ہے مسلمانوں کے منہ سے وہ ہی بات نکلتی ہے جو اللہ کے یہاں ہوتی ہے اسی طرح جس کو مسلمان ثواب جانیں حلال جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی باعث ثواب اور حلال ہے کیونکہ مسلمان اللہ کے گواہ ہیں اسی کی حدیث نے تصریح فرمائی۔ ما راہ المومنون حسنا فهو عند الله حسن قرآن فرماتا ہے۔

و كذلك جعلناكم امة وسطا لتكونوا شهداء على الناس۔

**ترجمہ:** ہم نے تم کو امت عادلہ بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو۔

(پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۴۳)

مسلمان قیامت میں بھی گواہ اور دنیا میں بھی۔ رب تعالیٰ نے قرآن کریم کی حقانیت اور رسول اللہ ﷺ کی صداقت کے ثبوت میں حضرت عبداللہ ابن سلام و دیگر بزرگوں کی گواہی پیش فرمائی۔ کہ فرمایا و شہد شاهد من بنی اسرائیل علی مثله (پارہ ۲۶ سورہ ۲۶ آیت نمبر ۱۰) اور بنی اسرائیل کا ایک گواہ اس پر گواہی دے چکا۔ جب صالح مومنین کی گواہی سے نبوت ثابت کی جاسکتی ہے تو ولایت بدرجہ اولی ثابت ہو سکتی ہے اور جب اس گواہی سے سارے قرآن پاک کا ثبوت ہو سکتا ہے تو کسی شرعی مسئلہ کا ثبوت بدرجہ اولی ہوگا؟

نوٹ ضروری:- یہ سوال مکہ مکرمہ میں حرم شریف کے نجدی امام نے کیا تھا۔ ایک مجمع کے سامنے اس کا میں نے یہی جواب دیا تھا۔ جس پر اس نے کہا کہ یہ صحابہ کرام کے لئے تھا کہ وہ جس کے متعلق جو گواہی دیں ویسا ہی ہو جائے کیونکہ وہاں فرمایا ہے۔ انتم ہم اس خطاب میں داخل نہیں۔ کیونکہ ہم اس وقت موجود نہ تھے۔ میں نے کہا اسی مشکوٰۃ میں اسی جگہ ہے وفی روايتہ المومنون شہداء اللہ فی الارض (مشکوٰۃ المصابیح کتاب الجنائز باب المشی بالجنائزہ الفصل الاول ص ۱۴۵ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی) ایک روایت میں ہے کہ مسلمان اللہ کے گواہ ہیں زمین میں۔ اس میں انتم نہیں۔ و نیز قرآن میں سارے احکام خطاب کے صیغہ سے آئے اقيموا الصلوة و اتوا الزکوة وغیرہ اور

**اعتراض (۲) :-** حدیث شریف میں ہے۔ لا تسخذوا قبوری عیداً میری قبر کو عید نہ بناؤ۔ جس سے معلوم ہوا کہ قبروں پر لوگوں کا اجتماع کرنا۔ میلہ لگانا منع ہے کیونکہ عید سے مراد میلہ ہے اور عرس میں اجتماع ہوتا ہے میلہ لگتا ہے لہذا حرام ہے۔

**جواب:-** یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ عید سے مراد ہے لوگوں کا جمع ہونا۔ اور حدیث کے معنی ہیں کہ میری قبر پر جمع نہ ہوتا آیا کرو۔ عید کے دن خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ مکانات کی زینت و آرائشی ہوتی ہے۔ کھیل کود بھی ہوتے ہیں۔ یہ ہی اس جگہ مراد ہے یعنی ہماری قبر انور پر حاضر ہوتا بواوب آؤ۔ یہاں آکر شوروں نہ مچاؤ۔ کھیل کود نہ کرو۔ اگر قبر پر جمع ہونا منع ہے تو آج نہ عید منورہ کی طرف قافلے بھی جاتے ہیں اللہم اردقنسا بعد نماز شیخ گاندہ لوگ جمع ہو کر سلام عرض کرتے ہیں۔ حاجی امداد اللہ صاحب فیصلہ ہفت مسئلہ میں بحث عرس میں فرماتے ہیں۔ لاتخذوا قبری عید اُس کے صحیح معنی یہ ہیں کہ قبر پر میلہ لگانا اور خوشیاں اور زینت و آرائشی دھوم دھام کا اہتمام یہ ممنوع ہے اور یہ معنی نہیں کہ کسی قبر پر جمع ہونا منع ہے ورنہ نہ عید طیبہ قافلوں کا جانا واسطے زیارت روضہ اقدس کے بھی منع ہوتا و خدا باطل پس حق یہ ہے کہ زیارت مقابر انفراداً و اجتماعاً دونوں طرح جائز ہے یا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تم ہماری قبر پر جلد جلد آیا کرو مثل عید کے سال بھر کے بعد ہی نہ آیا کرو۔

**اعتراض (۳).....:-** عام عرسوں میں عورتوں، مردوں کا اختلاط ہوتا ہے ناچ رنگ ہوتے ہیں، تو ابلی گائی ہے غرضکہ عرس بزرگان صداہنحر مات کا مجموعہ ہے اس لئے یہ حرام ہے۔

**جواب:-** اس کا اجمالی جواب تو یہ ہے کہ کسی مسنون یا جائز کام میں حرام چیزوں کے مل جانے سے اصل حلال کام حرام نہیں ہو جاتا بلکہ حرام تو حرام رہتا ہے اور حلال حلال۔ شامی بحث زیارت قبور کتاب الجنازہ میں ہے۔

ولا تترك لما يحصل عندها من منكرات ومفاسد كاختلاط الرجال بالنساء وغيرها لان القربات لا تترك لمثل ذلك بل على الانسان فعلها وانكار البدع قلت ويوبده مامر من عدم ترك اتباع الجنابة وان كان معها نساء نائحات-

**ترجمہ:** زیارت قبور اس لئے نہ چھوڑ دے کہ وہاں ناجائز کام ہوتے ہیں جیسے کہ عورت مرد کا خلط کیونکہ ان جھٹکی ناجائز باتوں سے مستحبات نہیں چھوڑے جاتے بلکہ انسان پر ضروری ہے کہ زیارات قبور کرے اور بدعت کو روکے اس کی تائید وہ گذشتہ مسئلہ کرتا ہے کہ جنازے کے ساتھ جانا نہ چھوڑے اگرچہ اس کے ساتھ نوہ کرنے والیاں ہوں۔

(رد المحتار علی در المختار کتاب الجنازات باب زیارة القبر ورجع مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

فتح مکہ سے پہلے خانہ کعبہ میں بت تھے اور کوہ صفا و مردہ پر بھی بت تھے مگر بتوں کی وجہ سے مسلمانوں نے نہ تو طواف چھوڑا اور نہ عمرہ، ہاں جب اللہ نے قدرت دی تو بتوں کو مٹا دیا آج بازاروں میں ریل کے سفروں اور دنیاوی جلسوں میں عورتوں مردوں کا اختلاط ہوتا ہے خود حاجیوں کے جہازوں میں بعض وقت طواف منیٰ مزدلفہ میں اختلاط مرد و زن ہو جاتا ہے مگر ان کی وجہ سے اصل شئی کو کوئی منع نہیں کرتا دینی مدارس میں بھی اکثر اوقات بے احتیاطیاں ہو جاتی ہیں مگر ان کی وجہ سے نفسِ مدرّسہ حرام نہیں۔ اسی طرح عرس ہے کہ عورتوں کا وہاں جانا حرام ہے ناچ رنگ حرام ہیں۔ لیکن ان کی وجہ سے اصل عرس کیوں حرام ہو۔ بلکہ وہاں جا کر ان جیسی ناجائز رسموں کو روکو، لوگوں کو سمجھاؤ۔ دیکھو جب ابنِ قیس منافق نے عرض کیا تھا کہ مجھے غزوہ تبوک میں شریک نہ فرمائیے کہ روم و شام کی عورتیں خوبصورت ہیں اور میں عورتوں کا شیدائی ہوں۔ مجھے فتنہ میں ڈالنے مگر قرآن کریم نے اس عذر کی تردید یوں فرمائی کہ **الافی الفتنۃ مسقطوا وان جہنم**

لمحيطة بالكافرين (پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۳۹) اس عذر کو رب نے کفر اور ذریعہ جہنم بتایا۔ دیکھو تفسیر کبیر و روح البیان۔ یہ ہی عذر آج دیوبندی محض روکنے کے لئے کرتے ہیں۔

آج بیاہ شادی میں صدہا حرام رسمیں ہوتی ہیں جس سے مسلمان تباہ بھی ہوتے ہیں اور گنہگار بھی لیکن ان رسوم کی وجہ سے کوئی نکاح کو حرام کہہ کر بند نہیں کرتا۔

قوالی جو آج کل عام طور پر مروج ہے۔ جس میں گندے مضامین کے اشعار گائے جاتے ہیں اور فاسق اور مردوں کا اجتماع ہوتا ہے اور محض آواز پر قرض ہوتا ہے۔ یہ واقعی حرام ہے لیکن اگر کسی جگہ تمام شرائط سے قوالی ہو گئے والے اور سننے والے اہل ہوں تو اس کو حرام نہیں کہہ سکتے۔ بڑے بڑے صوفیائے کرام نے خاص قوالی کو اہل کے لئے جائز فرمایا اور نا اہل کو حرام۔ اس کی اصل وہ حدیث ہے جو مشکوٰۃ کتاب المناقب میں ہے کہ حضور علیہ السلام کے سامنے ایک لونڈی دف بجاری تھی۔ صدیق اکبر آئے تو وہ بجاتی رہی۔ عثمان غنی آئے بجاتی رہی مگر جب فاروق اعظم آئے رضی اللہ عنہم اجمعین تو دف کو اپنے نیچے ڈال کر بیٹھ گئی۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ! تم سے شیطان خوف کرتا ہے سوال یہ ہے کہ یہ دف بجانا شیطانی کام تھا یا کہ نہیں۔ اگر تھا تو کیا حضور علیہ السلام اور صدیق اکبر و عثمان غنی رضی اللہ عنہما سے شیطان نے خوف نہ کیا اور اس میں خود حضور علیہ السلام کے اس فرمان کے کیا معنی ہیں؟ جواب وہ ہی ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے آنے سے قبل یہ ہی کام شیطانی نہ تھا ہوتا رہا۔ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے آتے ہی شیطانی بن گیا بند ہو گیا۔ اسی لئے صوفی کرام نے اس پر چھ شرطیں لگائی ہیں ان میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مجلس میں کوئی غیر اہل نہ ہو۔ ورنہ شیطان کی اس میں شرکت ہوگی۔ جیسے کہ مجلس طعام میں اگر کوئی شخص بغیر بسم اللہ کے کھانا شروع کر دے تو شیطان بھی اس میں شریک ہو جاتا ہے اس سے لازم یہ نہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا درجہ کچھ کم ہے بلکہ صحابہ کرام کے مشرب علیحدہ علیحدہ ہیں بعض پر اتباع غالب بعض پر جذبہ محبت غالب اس لئے اثرات مختلف تھے اگر کوئی غوث یا قطب بغیر بسم اللہ کھانے میں شرکت کریں تو ان میں شیطان کی شرکت ہو جاتی ہے اس سے اس غوث کی توہین نہیں ہوتی۔

شامی جلد پنجم کتاب الکراہیت فصل فی اللیس سے کچھ قبل ہے۔

الہ اللہو لیست بحرمتہ لعینہا بل بقصد اللہو منها الا تری ان ضرب تلک الالہ بعینہا احل تارۃ و حرم احرى وفيہ دلیل لساداتنا الصوفیۃ الذین یقصدون بسماعہا امور اہم اعلم بہا فلا یبادر المعترض بالانکار کی لا یحرم ہر کتھم فانہم السادۃ الاخیار۔

(رد المحتار علی در المختار ج ۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

تفسیرات احمدیہ پارہ ۲۱ سورہ لقمان زیر آیت ۶ ومن الناس من یشتري لہو الحدیث (پارہ ۲۱ سورہ ۳۱ آیت نمبر ۶) میں اس قوالی کی بہت تحقیق فرمائی۔ آخر فیصلہ یہ فرمایا کہ قوالی اہل کے لئے حلال ہے اور نا اہل کو حرام۔ پھر فرماتے ہیں۔

وبہ ناخذ لانا شہدنا انہ شاء من قوم کانوا عارفين ومحبين لرسول اللہ وکانوا معدورين لغلبته الحال ويستکثرون السماع للغناء وکانوا یحسبون ذلك عبادۃ اعظم وجہاد اکبر فیحل لہم خاصتہ انتہی ملخصاً۔

(تفسیرات الاحمدیہ ص ۶۰۳ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

حاجی امداد اللہ صاحب فیصلہ ہفت مسئلہ میں بحث عرس قوالی کے متعلق فرماتے ہیں محققین کا قول یہ ہے اگر شرائط جواز جمع ہوں اور عوارض مانع مرتفع ہو جائیں تو جائز ہے ورنہ ناجائز۔ مولوی رشید احمد صاحب فتاویٰ رشیدیہ جلد کتاب الخطر والاباحہ صفحہ ۶۱ پر فرماتے ہیں۔ بڑا مزہ میراگ کا سننا جائز ہے۔ اگر گانے والا محل فساد نہ ہو اور مضمون کا خلاف شرع نہ ہو اور موافق موسیقی کے ہونا کچھ حرج نہیں۔ خلاصہ

کلام یہ ہوا کہ قوالی اہل کے لئے شرائط کے ساتھ جائز ہے اور بلا شرائط اور نا اہل کے لئے حرام ہے۔ قوالی کی شرائط علامہ شامی نے اسی کتاب الکراہیۃ میں چھ بیان فرمائے ہیں مجلس میں کوئی امر، بے داڑھی کا لڑکانہ ہو۔ اور ساری جماعت اہل کی ہو اس میں کوئی نا اہل نہ ہو قوال کی نیت حاکم ہو اجرت لینے کی نہ ہو۔ لوگ بھی کھانے اور لذت لینے کی نیت سے جمع نہ ہوں۔ بغیر غلبہ کے وجد میں کھڑے نہ ہوں۔ اشعار خلاف شرع نہ ہوں۔ اور قوالی کا اہل وہ ہے کہ اس کو وجد کی حالت میں اگر کوئی تلوا مارے تو خبر نہ ہو۔ بعض صوفیا فرماتے ہیں کہ اہل وہ ہے کہ اگر سات روز تک اس کو کھانا نہ دیا جاوے۔ پھر ایک طرف کھانا ہو اور دوسری طرف گانا تو کھانا چھوڑ کر گانا اختیار کرے۔ ہماری اس گفتگو کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آج کی عام قوالیاں حلال ہیں یا عام لوگ قوالی نہیں بلکہ ہم نے بہت سے مخالفین کو سنا کہ وہ اکابر صوفیائے عظام کو محض قوالی کی بنا پر گالیاں دیتے ہیں اور قوالی کو مثل زنا کے حرام کہتے ہیں اس لئے عرض کرنا پڑا کہ خود قوالی نہ سنو مگر اولیاء اللہ جن سے سماع ثابت ہے ان کو برا نہ کہو۔ قوالی ایک دردی دوا ہے جس کو درد ہو وہ پیئے جس کو نہ ہو وہ بچے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ نہ اس کا رمی کم نہ انکار کم۔ میں نے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے خود سنا کہ حدیث میں چونکہ گانے کی برائیاں آگئیں۔ لہذا اس کے مقابل خوبہ اجیری و امام غزالی کے قول کا اعتبار نہیں یہ سب فاسق تھے۔ معاذ اللہ ان کلمات سے دکھ پہنچا۔ مختصر یہ مسئلہ لکھ دیا۔

**اعتراض (۳)۔** اگر یہ قاعدہ صحیح ہے کہ حلال کام میں حرام مل جانے سے حلال حرام نہیں بن جاتا تو تعزیہ داری بت پرستوں کے میلے، کھیل تماشے، سینما تھیٹر وغیرہ سب جائز ہوئے کہ ان میں کوئی نہ کوئی کام جائز بھی ہوتا ہی ہے وہاں بھی یہ ہی کہو کہ یہ مجمع حرام نہیں بلکہ ان میں جو برے کام ہیں وہ حرام ہیں جو جائز ہیں وہ حلال نیز فقہاء فرماتے ہیں کہ جس ولیمہ میں ناچ رنگ دسترخوان پر ہو وہاں جانا منع ہے حالانکہ قبول و دعوت سنت مگر حرام کام ملنے سے حرام ہوگئی۔ اسی طرح عرس بھی ہے مخالفین یہ انتہائی اعتراض ہے۔

**جواب:** ایک تو ہے حرام کا فعل حلال میں شامل ہوتا۔ ایک ہے اس میں داخل ہونا جہاں فعل حرام اس کا جز بن جاوے کہ اس کے بغیر وہ کام ہوتا ہی نہ ہو اور اگر ہوتا ہو تو اس کا یہ نام نہ ہو۔ اس صورت میں حرام کام حلال کو بھی حرام کر دے گا۔ اگر فعل حرام اس طرح ہو کہ جز میں داخل نہ ہو گیا ہو بلکہ کبھی اس میں ہوتا ہو اور کبھی نہیں جس کو خلط کہتے ہیں۔ تو یہ حرام اصل حلال کو حرام نہ کر دے گا جیسے کہ پیشاب کپڑے میں لگ گیا اور پانی میں پڑ گیا۔ کپڑے کا جز نہ بنا۔ پانی کا جز بن گیا۔ تو احکام میں بہت فرق پڑ گیا، نکاح سفر، بازار وغیرہ میں محرمات شامل ہو جاتا ہیں مگر ان کا جز نہیں سمجھتے جاتے کہ ان کے بغیر اس کو نکاح ہی نہ کہا جاوے اور تعزیہ داری میں اسراف باجے نا جائز میلے اس طرح جز بن کر داخل ہوئے کہ کوئی تعزیہ داری وغیرہ اس سے خالی نہیں ہوتی اور اگر خالی ہو تو اس کو تعزیہ داری نہیں کہتے اگر کوئی شخص کر بلا معلیٰ کا نقشہ بنا کر گھر میں رکھ لے نہ تو زمین میں دفن کرے نہ یہ محرمات ہوں تو جائز ہے کیونکہ غیر جاندار کی تصویر بنانا مباح ہے۔ الحمد للہ کہ عرس میں ناچ گانا وغیرہ داخل نہیں ہوا بہت سے عرس ان محرمات سے خالی ہوتے ہیں اور ان کو عرس ہی کہا جاتا۔ سرہند شریف میں مجدد الف ثانی صاحب رضی اللہ عنہ کا عرس بالکل محرمات سے خالی ہوتا ہے عام طور پر لوگ حضرت آمنہ خاتون، سیدنا عبد اللہ، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہم کا عرس کرتے ہیں۔ صرف مجلس وعظ اور تقسیم طعام شیرینی ہوتی ہے۔ نیز ہر دعوت قبول کرنا سنت نہیں، نابالغ بچہ کی دعوت۔ اہل میت کی مروجہ دعوت اغنیاء کو جس کے یہاں صرف حرام کا ہی مال ہو اس کی دعوت قبول کرنا ناجائز ہے۔ اسی طرح جس ولیمہ میں ناچ ورنگ خاص دسترخوان پر ہو اس کا قبول کرنا منع ہے۔ بخلاف زیارت قبور کے وہ بہر حال سنت ہے لہذا حرام کام کے اختلاط سے دعوت تو سنت ہی نہ بنی اور زیارت قبور چونکہ مطلقاً سنت تھی وہ حرام نہ ہوئی۔ جیسے کہ شرکت دفن بہر حال سنت ہے تو اگر وہاں محرمات ہوں تو اس سے یہ سنت حرام نہ ہوگی بہت بار یک فرق ہے خیال رکھنا چاہیے۔

## بحث زیارت قبور کے لئے سفر کرنا

عرس بزرگان اور زیارت قبور کے لئے سفر کرنا بھی جائز اور باعث ثواب ہے دیوبندی وغیرہ اس کو بھی حرام کہتے ہیں۔ اس لئے اس بحث کے بھی دو باب کئے جاتے ہیں پہلے باب میں جواز کا ثبوت اور دوسرے میں اس پر اعتراضات و جوابات۔

### پہلا باب

#### سفر عرس کے بارے میں

سفر کا حکم اس کے مقصد کی طرح ہے یعنی حرام کام کے لئے سفر کرنا حرام۔ جائز کے لئے جائز اور سنت کے لئے سنت۔ فرض کے لئے فرض۔ حج فرض کے لئے سفر بھی فرض۔ کبھی جہاد و تجارت کے لئے سفر سنت ہے۔ کیونکہ یہ کام خود سنت ہیں۔ روضہ مصطفیٰ علیہ السلام کی زیارت کے لئے سفر واجب ہے کیونکہ یہ زیارت واجب دوستوں کی ملاقات۔ شادی ختنہ میں اہل قرابت کی شرکت۔ اطباء سے علاج کرانے کے لئے سفر کرنا جائز کیونکہ یہ چیزیں خود جائز ہیں چوری و کھیتی کے لئے سفر حرام۔ کیونکہ یہ کام خود حرام ہیں۔ غرض کہ سفر کا حکم معلوم کرنا ہو تو اس کے مقصد کا حکم دیکھ لو۔ عرس خاص زیارت قبر کا نام ہے اور زیارت قبر تو سنت ہے لہذا اس کے لئے سفر بھی سنت ہی میں شمار ہوگا۔ قرآن کریم میں بہت سفر ثابت ہیں۔

ومن ینخرج من بیتہ مهاجراً الی اللہ ورسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ۔

**ترجمہ:** جو شخص اپنے گھر سے ہجرت کے لئے اللہ اور رسول کی طرف نکل گیا پھر اس کو موت آگئی تو اس کا اجر عند اللہ ثابت ہو گیا۔

(پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۱۰۰)

سفر ہجرت ثابت ہوا لایلف قریب ایلانہم رحلة الشتاء والصیف (پارہ ۳۰ سورہ ۱۰۶ آیت نمبر ۲) اس لئے کہ قریش کو میل

دلایا ان کے جاڑے اور گرمی کے دونوں سفروں میں۔ سفر تجارت ثابت ہوا۔

واذ قال موسیٰ لفته لا ابرح حتی ابلیغ مجمع البحرین او امضی حقبا۔

**ترجمہ:** اور یاد کرو جبکہ موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا کہ میں باز نہ رہوں گا جب تک کہ وہاں نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملتے ہیں۔

(پارہ ۱۵ سورہ ۱۸ آیت نمبر ۶۰)

حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے ملنے کے لئے گئے۔ شائع کی ملاقات کے لئے سفر کرنا ثابت ہوا۔

ینی اذہبوا فتحسسوا من یوسف و اخیه ولا تینسوا من روح اللہ۔

**ترجمہ:** اے میرے بیٹو جاؤ یوسف اور ان کے بھائی کا سراغ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۱ آیت نمبر ۸۷)

یعقوب علیہ السلام نے فرزندوں کو تلاش یوسف کے لئے حکم دیا۔ تلاش محبوب کے لئے سفر ثابت ہوا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔

اذہبوا بقمیصی هذا فالقوه علی وجہ ابی یات بصیرا۔

**ترجمہ:** میرا یہ کرتہ لے جاؤ۔ میرے باپ کے منہ پر ڈال دو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۹۳)

علاج کے لئے سفر ثابت ہوا۔

ولما دخلوا علی یوسف اوی الید۔

**ترجمہ:** پھر جب وہ سب یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۶۹)

ملاقات فرزند کے لئے سفر ثابت ہوا۔ فرزند ان یعقوب علیہ السلام نے والد ماجد سے عرض کیا۔

فارسل معنا اخانا نکتل وانا له لحفظون۔

**ترجمہ:** ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے ہم غلہ لائیں گے اور ان کی ضرورت حفاظت کریں گے۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۶۳)

روزی حاصل کرنے کے لئے سفر ثابت ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا۔

اذھب الی فرعون انه طغی۔

**ترجمہ:** فرعون کی طرف جاؤ کیونکہ وہ سرکش ہو گیا ہے۔

(پارہ ۳۰ سورہ ۹ آیت نمبر ۱۷)

تبلیغ کے لئے سفر ثابت ہوا۔ مشکوٰۃ کتاب العلم میں ہے۔

من خرج فی طلب العلم فهو فی سبیل اللہ۔

**ترجمہ:** جو شخص تلاش علم میں نکلا وہ اللہ کی راہ میں ہے۔

(مشکوٰۃ الصالح کتاب العلم الفصل الاول ص ۳۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

حدیث میں ہے۔

اطلبوا العلم ولو کان بالصین۔

**ترجمہ:** علم طلب کرو اگرچہ چین میں ہو۔

(جامع الصغیر ص ۲۷ رقم الحدیث ۱۱۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

کریا میں ہے۔

طلب کردن علم رشد بر تو فرض

علم کا طلب کرنا تجھ پر فرض ہے اس کے لئے سفر بھی ضروری ہے طلب علم کے لئے سفر ثابت ہوا۔ گلستان میں ہے۔

بسر اندر جہاں تفرج کن

بیش ازاں دوزخ کنز جہاں بردی

جاؤ دنیا کی سیر کرو مرنے سے پہلے۔ سیر کے لئے سفر ثابت ہوا۔ قرآن مجید میں ہے۔

قل سیروا فی الارض ثم انظروا کیف کان عاقبة المکذبین۔

**ترجمہ:** کفار سے فرما دو کہ زمین میں سیر کرو اور دیکھو کہ کفار کا کیا انجام ہوا۔

(پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۱)

جن ملکوں پر عذاب الہی آیا ان کو دیکھ کر عبرت پکڑنے کے لئے سفر ثابت ہوا۔

جب اس قدر سفر ثابت ہوئے تو مزارات اولیاء کی زیارت کے لئے سفر کرنا بدرجہ اولیٰ ثابت ہوا یہ حضرات طیب روحانی ہیں اور ان

کے فیوض مختلف۔ ان کے مزارات پر پہنچنے سے شان الہی نظر آتی ہے کہ اللہ والے بعد وفات بھی دنیا پر راج کرتے ہیں اس سے ذوق

عبادت پیدا ہوتا ہے ان کے مزارات پر دعا جلد قبول ہوتی ہے۔ شامی جلد اول بحث زیارت قبور میں ہے۔

وہل تنذب الرحلة لها کما اعتید من الرحلة الی زیارة خلیل الرحمن و زیارة السید البدوی لم ار

من صرح به من ائمتنا ومنع منه بعض الاثمة الشافعية قياسا على منع الرحلة بغير المسجد الثالث ورده الغزالي بوضوح الفرق۔

**ترجمہ:** اور آیا زیارت قبور کے لئے سفر کرنا مستحب ہے جیسے کہ آج کل خلیل الرحمن اور سید بدوی علیہ الرحمۃ کی زیارت کے لئے سفر کرنے کا رواج ہے میں نے اپنے آئمہ میں سے کسی کی تصریح نہیں دیکھی بعض شافعی علماء نے منع کیا ہے مسجدوں کے سفر پر قیاس کر کے لیکن امام غزالی نے اس منع کی تردید کر دی فرق واضح فرمادیا۔

(رد المحتار علی درالحق کتاب البیات مطلب فی زیارة القبور ج ۱ ص ۶۶۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شامی میں اسی جگہ ہے۔

واما الاولیاء فانهم متفاوتون فی القرب الی اللہ و نفع الزائرين بحسب معارفهم واسرارهم۔

**ترجمہ:** لیکن اولیاء اللہ تقرب الی اللہ و زائرين کو نفع پہنچانے میں مختلف ہیں بقدر اپنے معروف و اسرار کے۔

(رد المحتار علی درالحق کتاب البیات مطلب فی زیارة القبور ج ۱ ص ۶۶۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

مقدمہ رشامی میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں امام شافعی رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں۔

انی لا تبرک بابی حنیفة واجبی ء الی قبره فاذا عروضت لی حاجة صلیت رکعتین و سالت اللہ عند قبره فنقضه سریعاً۔

**ترجمہ:** میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر پر آتا ہوں اگر مجھے کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے تو دو رکعتیں پڑھتا ہوں اور ان کی قبر کے پاس جا کر اللہ سے دعا کرتا ہوں تو جلد حاجت پوری ہوتی ہے۔

(رد المحتار علی درالحق مقدمہ ج ۱ ص ۳۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس سے چند امور ثابت ہوئے زیارت قبور کے لئے سفر کرنا۔ کیونکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وطن فلسطین سے بغداد آتے تھے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کے لئے رضی اللہ عنہ صاحب قبر سے برکت لینا ان کی قبروں کے پاس جا کر دعا کرنا۔ صاحب قبر کو ذریعہ حاجت روائی جاننا۔ نیز زیارات روضہ رسول اللہ ﷺ کے لئے سفر کرنا ضروری ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب الحظر والاباحہ صفحہ ۵۹ میں ہے۔ زیارت بزرگان کے لئے سفر کر کے جانا علماء اہل سنت میں مختلف ہے بعض درست کہتے ہیں اور بعض ناجائز دونوں اہل سنت کے علماء ہیں۔ مسئلہ مختلف ہے اس میں تکرار درست نہیں اور فیصلہ بھی ہم مقلدوں سے محال ہے۔ رشید احمد عفی عنہ۔

اب کسی دپوبندی کو حق نہیں کہ سفر عرس سے کسی کو منع کرے کیونکہ مولوی رشید احمد صاحب تکرار کو نسخ فرماتے ہیں اور اس کا فیصلہ نہیں فرما سکتے۔ عقل بھی چاہتی ہے کہ یہ سفر زیارت جائز ہو۔ اس لئے کہ ہم عرض کر چکے سفر کی حلت و حرمت اس کے مقصد سے معلوم ہوتی ہے اور سفر کا مقصد تو ہے زیارت قبر۔ اور یہ منع نہیں۔ کیونکہ زیارت قبر کی اجازت مطلقاً ہے۔ الا تو دروہا تو سفر کیوں حرام ہوگا۔ نیز دینی و دنیاوی کاروبار کے لئے سفر کیا ہی جاتا ہے۔ یہ بھی ایک دینی کام کے لئے سفر ہے یہ کیوں حرام ہو؟

## دوسرا باب

### سفر عرس پر اعتراضات و جوابات میں

**اعتراض (۱).....:** مشکوٰۃ باب المساجد میں ہے۔

لا تشد الرجال الا الی ثلث مسجد مسجد الحرام والمسجد الا قضی ومسجدی هذا۔

**ترجمہ:** تین مسجدوں کے سوا اور کسی طرف کا سفر نہ کیا جاوے۔ مسجد بیت اللہ۔ مسجد بیت المقدس اور میری یہ مسجد۔  
(صحیح البخاری کتاب الجہاد باب فضل الصلاة في مسجد مكة المدينة ج ۱ ص ۳۹۸ رقم الحديث ۱۱۳۲ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (صحیح مسلم کتاب الحج باب لا تشد الرحال الا الى ثلاث مساجد ج ۲ ص ۱۰۱ رقم الحديث ۱۳۹۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سوائے ان تین مسجدوں کے اور کسی طرف سفر جائز نہیں اور زیارت قبور بھی ان تینوں کے سوا ہے۔

**جواب:-** اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ ان تین مسجدوں میں نماز کا ثواب زیادہ ملتا ہے چنانچہ مسجد بیت الحرام میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ کے برابر۔ بیت المقدس اور مدینہ پاک کی مسجد میں ایک نیکی کا ثواب پچاس ہزار کے برابر۔ لہذا ان مساجد میں یہ نیت کر کے دور سے آنا چونکہ فائدہ مند ہے جائز ہے لیکن کسی اور مسجد کی طرف سفر کرنا یہ سمجھ کر کہ وہاں ثواب زیادہ ملتا ہے محض لغو ہے اور ناجائز کیونکہ ہر جگہ کی مسجد میں ثواب یکساں ہے جیسے بعض لوگ دہلی کی جامع مسجد میں متحدہ الوداع پڑھنے کے لئے سفر کر کے جاتے ہیں۔ یہ سمجھ کر وہاں ثواب زیادہ ہوتا ہے یہ ناجائز ہے تو سفر کرنا کسی مسجد کی طرف اور پھر زیادتی ثواب کی نیت سے منع ہوا۔ اگر حدیث کی یہ توجیہ نہ کی جاوے تو ہم پہلے باب میں بہت سے سفر قرآن سے ثابت کر چکے ہیں وہ سب حرام ہونگے۔ آج تجارت کے لئے علم دین کے لئے دنیاوی کاموں کے لئے صد ہاتھ سفر کرتے ہیں۔ وہ سب حرام ٹھہریں گے۔ چنانچہ اس حدیث کی شرح میں متحدہ الملعات میں ہے۔

وبعض از علماء. گفته اند: کہ سخن در مساجد است یعنی در مسجدے دیگر جز این مساجد سفر جائز نہ باشد واما مواضع دیگر جز مساجد خارج از مفهوم این کلام است۔  
بعض علماء نے فرمایا ہے کہ یہاں کلام مسجدوں کے بارے میں ہے یعنی ان تین مسجدوں کے سوا کسی اور مسجد کی طرف سفر جائز نہیں مسجد کے علاوہ اور مقامات وہ اس کلام کے مفہوم سے خارج ہیں۔

(اتحاد الملعات ج ۱ ص ۳۲۳ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکر)

مرقات شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے ماتحت ہے۔

فی الشرح المسلم للنووی قال ابو محمد يحرم شد الرحال الى غير الثلاثة وهو غلط وفي الاحياء ذهب بعض العلماء الى الاستدلال على المنع من الرحلة لزيارة المشاهد وقبور العلماء والصلحين وما تبين الى ان الامر ليس كذلك بل الزيادة مأمور بها الخبر الا قزورها انما وردنها عن الشد بغير الثلاثة من المسجد لتماثلها واما المشاهد فلا تساوى بل بركة زيارتها على قدر درجاتهم عند الله هل يمنع ذلك القائل عن شد الرجال بقبور الانبياء كما يراهيم وموسى ويحيى والمنع من ذلك في غاية الاحالة والاولياء في معناهم فلا يبعد ان يكون ذلك من اغراض الرحلة كما ان زيارة العلماء في الحيوة۔

**ترجمہ:** نووی کی شرح مسلم میں ہے کہ ابو محمد نے فرمایا کہ سوائے ان تین مساجد کے اور طرف سفر کرنا حرام ہے مگر یہ محض غلط ہے احیاء العلوم میں ہے کہ بعض علماء متبرک مقامات اور قبور علماء کی زیارت کے لئے سفر کرنے کو منع کرتے ہیں جو مجھ کو تحقیق ہوئی وہ ہے کہ ایسا نہیں ہے بلکہ زیارت قبور کا حکم ہے۔ اس حدیث کی وجہ سے کہ الا فرورھا ان تین مساجد کے علاوہ اور کسی مسجد کی طرف سفر کرنے سے اس لئے منع فرمایا گیا ہے کہ تمام مسجدیں یکساں ہیں لیکن مقامات متبرکہ یہ برابر نہیں بلکہ ان کی برکات بقدر درجات ہیں کیا یہ مانع انبیائے کرام کی قبور کے سفر سے بھی منع کرے گا جیسے حضرت ابراہیم وموسیٰ و یحییٰ علیہم السلام اس سے منع کرنا سخت دشوار ہے اور اولیاء اللہ بھی انبیاء کے حکم میں ہیں پس کیا بعید ہے کہ ان کی طرف سفر کرنے میں بھی کوئی خاص غرض ہو۔ جیسا کہ علماء کی زندگی میں ان کی زیارت کرنا۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۲ ص ۱۹۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

اسی مشکوٰۃ کتاب الجہاد فی فضا مکہ میں ہے۔



لا تركب البحر الا حاجا او معتمرا او غازيا فان تحت البحر نارا وتحت النار بحرا۔

**ترجمہ:** دریا میں سوار نہ ہو مگر حاجی یا غازی یا عمرہ کرنے والا کہیے کیا سوائے ان تینوں کے اوروں کو سفر دریا حرام ہے۔  
(مشکوۃ المصابیح کتاب الجہاد فی فضاء الفصول الثانی ص ۳۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

**اعتراض (۲).....:** اللہ ہر جگہ ہے اس کی رحمت ہر جگہ پھر کسی چیز کو ڈھونڈنے کے لئے اولیاء کے مزاروں پر سفر کر کے جاتے ہیں دینے والا رب ہے وہ ہر جگہ ہے۔

**جواب:-** اولیاء اللہ رحمت رب کے دروازے ہیں۔ رحمت دروازوں سے ہی ملتی ہے ریل اپنی پوری لائن سے گزرتی ہے اگر اس کو حاصل کرنے کے لئے اسٹیشن پر جانا ہوتا ہے اگر اور جگہ لائن پر کھڑے ہو گئے تو ریل گزرے گی تو سبھی مگر تم کو نہ ملے گی۔ آج دنیاوی مقاصد، نوکری، تجارت وغیرہ کے لئے سفر کیوں کرتے ہو۔ خدا رازق ہے وہ ہر جگہ دے گا۔ طبیب کے پاس بیمار سفر کر کے کیوں آتے ہیں خدا شافی الامراض ہے اور وہ تو ہر جگہ ہے آب و ہوا بد لئے کے لئے پہاڑ اور کشمیر کا سفر کیوں کرتے ہو، وہاں کی آب و ہوا تو تندرستی کو مفید ہو۔ لیکن اولیاء کے مقامات کی آب و ہوا ایمان کو مفید نہ ہو۔ رب نے موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام کے پاس کیوں بھیجا؟ وہ سب کچھ ان کو یہاں ہی دے سکتا تھا۔ قرآن کریم میں ہے ہنا لک دعا زکریا ربہ معلوم ہوا کہ زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم علیہ السلام کے پاس کھڑے ہو کر بچے کے لئے دعا کی یعنی ولیہ کے پاس دعا کرنا باعث قبول ہے۔ معلوم ہوا کہ قبور اولیاء کے پاس دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔

**اعتراض (۳).....:** جس درخت کے نیچے بیت الرضوان ہوئی تھی لوگوں نے اس کو زیارت گاہ بنا لیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس وجہ سے اس کو کنوا دیا تو قبور اولیاء کو زیارت گاہ بنانا فعل عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف ہے۔

**جواب:-** یہ محض غلط ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس درخت کو ہرگز نہیں کٹوایا بلکہ وہ اصل درخت قدرتی طور پر لوگوں کی نگاہوں سے غائب ہو گیا تھا۔ اور لوگوں نے اس کے دھوکے میں دوسرے درخت کی زیارت شروع کر دی تھی۔ اس غلطی سے بچانے کے لئے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس دوسرے درخت کو کٹوایا۔ اگر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تمہرکات کی زیارت کے مخالف ہوتے تو حضور علیہ السلام کے بال مبارک تہبند شریف اور قبر انور سب ہی تو زیارت گاہ بنی ہوئی تھیں۔ ان کو کیوں باقی رہنے دیا۔ مسلم جلد دوم کتاب الامارات باب بیان بیعت الرضوان۔ بخاری جلد دوم باب غزوہ المدینہ میں ابن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

کان ابی مومن با یغ رسول اللہ ﷺ عند الشجرة قال فانطلقنا فی قابل حاجین فحفی علینا مکانھا۔  
**ترجمہ:** میرے والد بھی ان میں سے ہیں جنہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے درخت کے پاس بیعت کی تھی انہوں نے فرمایا کہ ہم سال آئندہ حج کے لئے گئے۔ تو اس کی جگہ ہم پر مخفی ہو گئی۔

(صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب بیان بیعت الرضوان تحت الشجرة ج ۲ ص ۱۳۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

بخاری میں ہے۔

فلما خرجنا من العام المقبل نسیناھا فلم نقل علیھا۔

**ترجمہ:** پس جبکہ ہم سال آئندہ گئے تو اس کو بھول گئے اور اس کو پانہ سکے۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوہ المدینہ ص ۵۹۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

پھر یہ کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اصل درخت کٹوایا۔

## بحث کفنی یا الفی لکھنے کا بیان

اس بحث میں دوسرے ہیں اولاً تو قبر میں شجرہ یا غلاف کعبہ یا عہد نامہ یا دیگر تبرکات کا رکھنا۔ دوم مردے کے کفن یا پیشانی پر انگلی یا مٹی یا کسی چیز سے عہد نامہ یا کلمہ طیبہ لکھنا۔ یہ دونوں کام جائز اور احادیث صحیحہ اقوال فقہاء سے ثابت ہیں۔ مخالفین اس کے منکر ہیں۔ لہذا اس بحث کے بھی دو باب کئے جاتے ہیں پہلے باب میں اس کا ثبوت۔ دوسرے میں اس پر اعتراضات و جوابات۔

## پہلا باب

### کفنی یا الفی لکھنے کے ثبوت میں

قبر میں بزرگان دین کے تبرکات اور غلاف کعبہ و شجرہ یا عہد نامہ رکھنا مردہ کی بخشش کا وسیلہ ہے قرآن فرماتا ہے وابتغوا الیہ الوسیلۃ (پارہ ۶ سورہ ۵ آیت نمبر ۳۵) یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے فرمایا تھا اذہبوا بقمیصی هذا فالقوہ علی وجہ ایسی بات بصیراً (پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۹۳) میری قمیص لے جا کر والد ماجد کے منہ پر ڈال دو وہ اگھیا رے ہو جائیں گے۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کا لباس شفا بخشا ہے۔ کیونکہ یہ ابراہیم علیہ السلام کی قمیص تھی۔ تو امید ہے کہ بزرگوں کا نام مردے کی عقل کھول دے اور جوابات یاد آ جائیں۔

مشکوٰۃ باب غسل میت میں ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب ہم زینب بنت رسول علیہ السلام کو غسل دے کر فارغ ہوئے تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خبر دی۔ ہم کو حضور علیہ السلام نے اپنا تہبند شریف دیا اور فرمایا کہ اس کو تم کفن کے اندر جسم میت سے متصل رکھ دو۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس کے ماتحت لمعات میں ہے۔

هذا الحديث اصل فی التبرک باثار الصالحین ولباسهم كما یفعله بعض مریدی المشائخ من لبس اقمصهم فی القبر۔

**ترجمہ:** یہ حدیث صالحین کی چیزوں اور ان کے کپڑوں سے برکت لینے کی اصل ہے جیسا کہ مشائخ کے بعض مریدین قبر میں مشائخ کے کرتے پہنا دیتے ہیں۔

(لمعات التلخیص شرح مشکوٰۃ المصابیح باب غسل میت فصل اول ج ۳ ص ۳۱۸ مطبوعہ المعارف العلمیہ لاہور)

اسی حدیث کے ماتحت اشعۃ اللمعات شریف میں ہے دریں جا استحباب تبرک است بلباس حسین واثار ایشان بعد از موت در قبر چنانچہ قبل از موت نیز بچشمیں بودہ۔ اس سے ثابت ہوا کہ صالحین کے لباس اور ان کے تبرکات سے بعد موت قبر میں بھی برکت لینا مستحب ہے جیسا کہ موت سے پہلے تھا یہ ہی شیخ عبدالحق دہلوی اخبار الاخیار میں اپنے والد ماجد سیف الدین قادری قدس سرہ کے احوال میں فرماتے ہیں۔

چوں وقت رحلت فریب تر آمد فرمودند کہ بعض آیات و کلمات کہ مناسب معنی عنمو

واشعار اور كلمات جو كه غم و بخشش كه مناسب هون كسى كا غم پر لكه كر ميرى كفن ميں ساته ركھ ديتا۔

شاہ عبدالعزیز قدس سرہ اپنے فتاویٰ ميں فرماتے ہيں۔

شجرہ در قبر نہاؤن معمول ہزرگان است لیکن ایں داد و طریق است اول اینكه ہر سینہ مردہ درون كفنى یا بالا۔ كفنى گذارند ایں طریق دافہاء منع مے کنند و طریق دوم ایں است كه جانست سر مردہ اندرون قبر طاقچه بگزار مذکوران كا غم شجرہ را نہند۔

قبر ميں شجرہ ركھنا بزرگان دين كا معمول ہے لیكن اس كه دو طریقے ہيں ایک يہ كه مردے كه سينہ پر كفنى كه او پر پانچے ركھيں اس كو فقہاء منع كرتے ہيں۔ دوسرے يہ كه مردے كه سر كى طرف قبر ميں طاقچے بنا كر شجرہ كا كاغذ اس ميں ركھيں۔ مشکوٰۃ باب غسل لميت ميں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روايت ہے كه حضور عليہ السلام عبد اللہ ابن ابى كى قبر پر تشریف لائے جبكه وہ قبر ميں ركھا جا چكا تھا۔ اس كو نكلوایا۔ اس پر اپنا لعاب و ہن ڈالا۔ اور اپنى قميص مبارك اس كو پہنائى۔ بخارى جلد اول كتاب الجنازہ باب من اعدا لكفن ميں ہے كه ایک دن حضور عليہ السلام تہبند شريف پہنے ہوئے باہر تشریف لائے۔ كسى نے وہ تہبند شريف حضور سے مانگ ليا۔ صحابہ كرام نے اس سے کہا كه حضور عليہ السلام كو اس وقت تہبند كى ضرورت تھى اور سائل كو رد كرنا عادت كر يہ نہیں تم نے كيوں مانگ ليا۔ انہوں نے کہا۔

واللہ ما مسئلته لالبسها انما مسئلته لتكون كفنى قال سهل فكانت كفنه۔

**ترجمہ:** اللہ كى قسم ميں نے پہنے كه لئے نہیں ليا ہے ميں نے تو اس لئے ليا ہے كه يہ ميرى كفنى ہو كھل فرماتے ہيں كه وہى اس كا كفنى ہوا۔ (مجمع البخارى باب من استعد لكفن في زمن النبی ﷺ فلم يكر عليه ج اس ۳۲۹ رقم الحدیث ۱۲۱۸ مطبوعہ دار ابن كثیر بيروت)، (سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۷۷۷ رقم الحدیث ۳۵۵۵ مطبوعہ دار الفکر بيروت)، (مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۳ رقم الحدیث ۲۲۸۷۶ مطبوعہ موسسہ قرطبيہ مصر)

ابو نعیم نے معرفۃ الصحابہ ميں اور ديلمی نے مسند الفردوس ميں مسند حسن عبد اللہ ابن عباس سے روايت كيا كه سيدنا علي كى والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد كو حضور عليہ السلام نے اپنى قميص ميں كفنى ديا اور كچھ ديران كى قبر ميں خود ليٹے پھر ان كو دفن كيا۔ لوگوں نے وجہ دريافت كى تو فرمایا۔

اننى البستها لتلبس من ثياب الجنة واضطجعت معها فى قبرها لا تخفف عنها ضعفۃ القبر۔

**ترجمہ:** قميص تو اس لئے پہنائى كه ان كو جنت كا لباس ملے اور ان كى قبر ميں آرام اس لئے فرمایا كه ان سے تنگى قبر دور ہو۔

(معرفۃ الصحابہ ج ۱ ص ۲۷۸-۲۷۹ رقم الحدیث ۲۸۸ مطبوعہ مکتبہ دار عماد بیروت)، (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۵۷ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بيروت)

حاشیہ..... ☆

حافظ ابوالقاسم سليمان بن احمد الطبرانی متوفى ۳۲۰ھ روايت كرتے ہيں۔

فقال الرجل واللہ ما سألته الا لتكون كفنى يوم اموت قال سهل فكان كفنه۔ قال قتیبہ كان سعد

بن ابى وقاص۔

**ترجمہ:** اس آدمی نے کہا كه اللہ كى قسم ميں نے حضور ﷺ سے ایسے نہیں مانگى بلکہ اس لئے مانگى ہے تاكه جب ميں مروں تو يہ ميرى كفنى بنے حضرت سہل رضی اللہ عنہ کہتے ہيں كه واقعى وہى چادر اس شخص كا كفنى بنى تھى۔

امام تہيہ المعروف امام الدينورى رحمۃ اللہ عليہ بيان كرتے ہيں كه يہ بطل القدر صحابى رسول حضرت سعد بن ابى وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔

طبرانی كبرى ج ۶ ص ۲۰۰ رقم الحدیث ۵۹۹۷ مطبوعہ مکتبہ العلوم و احكام الموصل)، (شعب الایمان للبيهقي ج ۵ ص ۱۷۰ رقم الحدیث ۲۲۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بيروت)

ابن عبد البر نے کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب میں فرمایا کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بوقت انتقال وصیت فرمائی کہ مجھ کو حضور علیہ السلام نے اپنا ایک کپڑا عینیت فرمایا تھا وہ میں نے اسی دن کے لئے رکھ چھوڑا ہے۔ اس قمیص پاک کو میرے کفن کے نیچے رکھ دینا۔

وخذ ذلك الشعر والاطفار فاجعله فى فمى وعلى عینى ومواضع السجود منى۔

**ترجمہ:** اور ان مبارک بالوں اور ناخنوں کو رو۔ اور ان کو میرے منہ میں اور میری آنکھوں پر اور میرے اعضاء سجده پر رکھ دینا۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب علی حاشی الاصابہ ج ۳ ص ۳۹۹ مطبوعہ دار صادر بیروت)

حاکم نے مستدرک میں حمید ابن عبد الرحمن ردا سی سے نقل کیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کچھ مشک تھا وصیت فرمائی مجھ کو اس سے خوشبو دینا اور فرمایا کہ یہ حضور علیہ السلام کی خوشبو کا بچا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر حوالے بھی پیش کئے جاسکتے ہیں۔ اسی پر قناعت کرتے ہوں۔

(المستدرک علی النسخین کتاب الجنائز ج ۱ ص ۳۶۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (نصب الراية فی تخریج احادیث الامدایہ باب الجنائز فصل فی الغسل ج ۲ ص ۲۵۹ مطبوعہ ریاض سعودی عرب)

زیادہ تحقیقات منظور ہو تو الحرف الحسن مصنفہ علی حضرت قدس سرہ کا مطالعہ کریں۔

میت کی پیشانی یا کفن پر عہد نامہ یا کلمہ طیبہ لکھنا۔ اسی طرح عہد نامہ قبر میں رکھنا جائز ہے۔ خواہ انگلی سے لکھا جاوے یا کسی اور چیز سے۔ امام ترمذی حکیم ابن علی نے نوادرا اصول میں روایت کی کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

من كتب هذا الدعاء وجعله بین صدر الميت وكفنه فى رقعة لم ينله عذاب القبر ولا یری منكراً ونکیواً۔

**ترجمہ:** جو شخص اس دعا کو لکھے اور میت کے سینے اور کفن کے درمیان کسی کاغذ میں لکھ کر رکھے تو اس کو عذاب قبر نہ ہوگا اور نہ منکر نکیر کو دیکھے گا۔

(نوادر الاصول ص ۲۱۷ مطبوعہ دار البیروت)

فتاویٰ کبریٰ للہکی میں اس حدیث کو نقل کر کے فرمایا۔

ان هذا الدعاء له اصل وان الفقيه ابن عجيل كان يامره به ثم الفنى بجواز كتابته قياساً على كتابة الله فى نعم الزكوة۔

**ترجمہ:** اس دعا کی اصل ہے اور فقیہ ابن عجل اس کا حکم دیتے تھے اور اس کے لکھنے کے جواز کا فتویٰ دیتے تھے اس قیاس پر کہ زکوٰۃ کے اونٹوں پر اللہ لکھا جاتا ہے۔

(فتاویٰ کبریٰ لابن حجر مکی باب الجنائز ج ۲ ص ۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

وہ دعایہ ہے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر لا الہ الا اللہ وحده لا شریک له لا الہ الا اللہ له الملك وله الحمد لا الہ الا اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم الحرف الحسن میں ترمذی سے نقل کیا کہ اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو کوئی عہد نامہ پڑھے تو فرشتہ اسے مہر لگا کر قیامت کے لئے رکھ لے گا۔ جب بندے قبر سے اٹھائے جائیں گے تو فرشتہ وہ نوشتہ ساتھ لا کر نداء کرے گا کہ عہد والے کہاں ہیں؟ ان کو یہ عہد نامہ دیا جاوے گا امام ترمذی نے فرمایا کہ وعن طاووس انه امر بهذا الکلمت فکتب فی کفنه (الحرف الحسن ص ۲ مطبوعہ بریلی شریف) حضرت طاووس سے مروی ہے کہ انہوں نے حکم دیا تو ان کے کفن میں یہ کلمات لکھے گئے۔ وجیز امام کردری کتاب الاستحسان میں ہے۔

ذکر الامام الصفار لو کتب علی جبهة الميت او علی عمامته او کفنه عهد نامہ یوجی ان یغفر الله تعالی للمیت ویجعله امنا من عذاب القبر۔

**ترجمہ:** امام صفار نے فرمایا کہ اگر میت کی پیشانی یا عمامے یا کفن پر عہد نامہ لکھ دیا تو امید ہے کہ خدا میت کی بخشش فرمادے اور عذاب قبر سے اس کو محفوظ رکھے۔

(فتاویٰ بزازیہ علی حاشی فتاویٰ ہندیہ کتاب الاحسان ج ۶ ص ۳۷ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور)

در مختار جلد اول باب الشہید سے کچھ نقل ہے۔

کتب علی جبهة الميت او عمامته او کفنه عهد نامہ یوجی ان یغفر الله للمیت۔

**ترجمہ:** میت کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھا تو امید ہے کہ رب تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادے۔

(در مختار باب صلوة الجنائز ج ۱ ص ۱۲۶ مطبوعہ مجتہدی دہلی)

در مختار میں اس جگہ ایک واقعہ نقل فرمایا کہ کسی نے وصیت کی تھی کہ اس کے سینہ یا پیشانی پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھ دی جاوے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا کہ کیا گزری؟ اس نے کہا کہ بعد دفن ملائکہ عذاب آئے مگر جب انہوں نے بسم اللہ لکھی ہوئی دیکھی تو کہا کہ تو عذاب الہی سے بچ گیا۔ فتاویٰ بزازیہ میں کتاب الجنائز سے کچھ نقل ہے۔

و ذکر الامام الصفار لو کتب علی جبهة الميت او علی عمامته او کفنه عهد نامہ یوجی ان یغفر الله تعالی للمیت ویجعله امنا من عذاب القبر قال نصیر هذه رواية فی تجويز ذلك وقد روى انه كان مکتوباً علی الفخاذا فراس فی اصطبل الفاروق حبس فی سبیل الله۔

**ترجمہ:** اگر میت کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھا تو امید ہے کہ اللہ اس کی بخشش کر دے اور اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھے۔ امام نصیر نے فرمایا کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ لکھنا جائز ہے۔ اور مروی ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اصطبل کے گھوڑوں کی رانوں پر لکھا تھا۔ جس فی سبیل اللہ۔

ان کے علاوہ اور بہت سی روایات فقہ پیش کی جاسکتی ہیں مگر ان پہ پر اکتفا کرتا ہوں۔ زیادہ تحقیق کے لئے الحرف الحسن یا فتاویٰ رضویہ شریف کا مطالعہ کرو۔

عقل بھی چاہتی ہے کہ یہ عہد نامہ وغیرہ لکھنا یا قبر میں رکھنا جائز ہو چند وجوہ سے۔ اولاً تو یہ کہ جب قبر کے اوپر سبز گھاس و پھول کی تسبیح سے میت کو فائدہ پہنچ سکتا ہے تو قبر کے اندر جو تسبیح وغیرہ لکھی ہوئی ہے اس سے فائدہ کیوں نہ پہنچے گا؟ دوم اس لئے کہ قبر کے باہر سے میت کو تلقین کرنے کا حکم ہے کہ اللہ کا نام اس کے کان میں پہنچ جاوے تاکہ اس امتحان میں کامیاب ہو تو وہ ہی اللہ کا نام لکھا ہوا دیکھ کر بھی مردے کو جواب نکیرین یا نہی کی امید ہے۔ یہ بھی ایک قسم کی تلقین ہے اور حدیث لقنو امواتکم میں تلقین مطلق ہے ہر طرح درست ہے لکھ کر یا کہہ کر۔ تیسرے اس لئے کہ اللہ والوں کے نام کی برکت سے مصیبت ملتی ہے۔ جلی ہوئی آگ بجھتی ہے۔ گھبرا ہوا دل قرار پاتا ہے۔ رب فرماتا ہے۔ الا بذکر الله تطمئنن القلوب (پارہ ۱۳ سورہ ۱۳ آیت نمبر ۲۸) اللہ کے ذکر سے دل چین میں آتے ہیں۔ تفسیر نیشاپوری و روح البیان سورہ بقرہ زیر آیت ما یعلم الا قلیل اور تفسیر صاوی شریف میں اسی آیت کے ماتحت ہے کہ اصحاب کہف کے نام اتنی جگہ کام آتے ہیں گئی ہوئی چیز تلاش کرتا۔ جنگ کے وقت بھاگتے وقت آگ بجھانے کے لئے ایک کاغذ پر لکھ کر آگ میں ڈال دو۔ بچے کے رونے کے وقت لکھ کر بھوارے میں بچے کے سر کے نیچے رکھ دیئے جاویں۔ اور کھیتی کے لئے اگر کسی کاغذ پر لکھ کر کھڑی میں لگا کر درمیان کھیت میں کھڑی کر دی جاوے۔ اور بخار، درد سر کے لئے حاکم کے پاس جانے کے وقت سیدھی ران پر لکھ کر باندھے مال کی حفاظت کے لئے

دریائیں سوار ہوتے وقت اور قتل سے بچنے کے لئے۔ (از الحروف الحسن وتغییر خزائن العرفان وحمل) عبد اللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ اصحاب کہف سات ہیں۔ یملیخا، مکشیلینا، مشلیینا، مرنوش، وبرنوش، شاذنوش، مرطوش (روح البیان سورہ کہف آیت مایعلم الا قلیل (پارہ ۱۵ سورہ ۱۸ آیت نمبر ۲۲) محدثین کبھی اسناد صحیح نقل کر کے فرمادیتے ہیں لوقرءت ہذہ الاسناد علی معنوں لبرء من جنتہ اگر یہ اسناد کسی دیوانے پر پڑھی جائے تو اس کو آرام ہو جاوے اسناد میں کیا ہے بزرگان دین، راویان حدیث کے نام ہی تو ہیں۔ اصحاب بدر کے نام کے وظیفے پڑھے جاتے ہیں۔ تو زندگی میں تو ان بزرگوں کے نام فائدہ مند ہوں۔ اور بعد موت بے کار ہوں یہ نہیں ہو سکتا ضروران سے فائدہ ہوگا۔ لہذا امت کے لئے کفن وغیرہ پر ضرور عہد نامہ لکھا جائے۔

## دوسرا باب

## کشفی لکھنے پر اعتراضات و جوابات

اس مسئلہ پر حسب ذیل اعتراضات ہیں۔

**اعتراض (۱).....:-** وہ ہی پرانا سبق کہ کفنی (الفی) لکھتا بدعت ہے لہذا حرام ہے۔

**جواب:-** ہماری گذشتہ تقریر سے معلوم ہو چکا کہ یہ بدعت نہیں۔ اس کی اصل ثابت ہے اور اگر بدعت بھی ہو۔ تو ہر بدعت حرام نہیں۔ دیکھو ہماری بدعت کی تحقیق۔

**اعتراض (۲).....:-** کشتی کو تلقین سمجھنا غلط ہے کیونکہ اگر مردہ ان پڑھ ہے تو سوالات کے وقت لکھا ہوا کیسے پڑھے گا۔

**جواب:-** بعد موت ہر شخص تحریر پڑھ سکتا ہے۔ جہالت اس عالم میں ہو سکتی ہے وہاں نہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اہل جنت کی زبان عربی ہے (دیکھو شامی کتاب الکرہیت) حالانکہ بہت سے جنتی دنیا میں عربی سے ناواقف ہیں اسی طرح ہر مردے سے عربی میں ملائکہ سوال کرتے ہیں اور وہ عربی سمجھ لیتا ہے۔ رب تعالیٰ نے یشاق کے دن عربی ہی میں سب سے عہد و پیمان لیا تو کیا مرنے کے بعد میت کو کسی مدرسہ میں عربی پڑھائی جاتی ہے؟ نہیں بلکہ خود بخود آ جاتی ہے۔ قیامت کے دن سب کو نامہ اعمال لکھے ہوئے دیئے جائیں گے۔ اور جاہل و عالم سب ہی پڑھیں گے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد ہر شخص عربی سمجھتا ہے اور لکھا ہوا پڑھ لیتا ہے لہذا یہ تحریر اس کے لئے مفید ہے۔

**اعتراض (۳).....**:- علامہ شامی نے شامی جلد اول میں باب التثبہد کے کچھ عرصہ قبل کفن پر لکھنے کو منع فرمایا۔ اسی طرح شاہ عبدالعزیز صاحب نے فتاویٰ عزیزیہ میں اس کو منع فرمایا کیونکہ جب میت پھولے پھٹے کی تو اس کے پیپ و خون میں یہ حروف خراب ہوں گے۔ اور ان کی بے ادبی ہوگی۔ لہذا یہ ناجائز ہے (مخالفین عام طور پر یہی سوال کرتے ہیں)۔

**جواب:-** اس کے چند جوابات ہیں اولاً تو یہ کہ دلیل دعویٰ کے مطابق نہیں دعویٰ تو یہ ہے کہ قبر میں کسی قسم کی تحریر رکھنا جائز نہیں مگر اس دلیل سے معلوم ہوا کہ روشنائی یا مٹی سے لکھ کر کفن میں رکھنا منع ہے اور اگر انگلی سے میت کی پیشانی یا سینے پر کچھ لکھ دیا یا کہ عہد نامہ قبر میں طاقچہ میں رکھ دیا تو جائز۔ اس میں حروف کی بے ادبی کا اندیشہ نہیں۔ لہذا یہ اعتراض آپ کے لئے کافی نہیں۔ دوم یہ کہ علامہ شامی نے مطلقاً تحریر کو منع نہ فرمایا۔ اسی مقام پر خود فرماتے ہیں۔

نعم نقل عن بعض المحشين عن فوائد الشرجي ان مما يكتب على جهة الميت بغير مداد بالاصبع المسبحة بسم الله الرحمن الرحيم وعلى الصدر لا اله الا الله محمد رسول الله وذلك بعد الغسل قبل التكفين.

**ترجمہ:** بعض محققین نے فوائد الشرجی سے نقل کیا کہ میت کی پیشانی پر انگلی سے بغیر روشنائی لکھ دیا جاوے بسم اللہ الرحمن الرحیم اور سینے پر لکھ دیا جاوے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور یہ تحریر غسل کے بعد کفن دینے سے پہلے ہو۔

(در مقام باب مصلوٰۃ الجمائز ج ۱ ص ۱۲۶ مطبوعہ مجتبیائی دہلی)

معلوم ہوا کہ تحریر کو مطلقاً منع نہیں فرمایا۔ تیسرے یہ کہ علامہ شامی نے فتاویٰ بزازیہ سے فتویٰ جواز نقل فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اکابر حنفیہ جواز کے قائل ہیں اور فتاویٰ ابن حجر نے فتویٰ حرمت نقل کیا ابن حجر شافعی ہیں۔ تو کیا احناف کے حکم کے مقابل شوافع کے فتوے پر عمل ہوگا؟ ہرگز نہیں۔ نیز فتویٰ حرمت صرف شیخ ابن حجر کا اپنا قول ہے کسی سے نقل نہیں فرماتے چوتھے یہ کہ میت کے پھولنے پھٹنے کا یقین نہیں بہت سی معصی نہیں پھولتی پھٹتیں۔ تو صرف بے ادبی کے وہم سے مردہ کو فائدہ سے محروم رکھنا کہاں کا انصاف ہے؟ پانچویں یہ کہ ہم نے پہلے باب میں صحابہ کرام کے افعال نقل کئے کہ انہوں نے اپنے کفنوں میں حضور علیہ السلام کے تبرکات رکھنے کی وصیت کی۔ خود حضور علیہ السلام نے اپنا تہبند شریف اپنی لخت جگر زینب بنت رسول اللہ کے کفن میں رکھوایا۔ حضرت طاؤس نے اپنے کفن پر دعائیہ کلمات لکھنے کی وصیت کی۔ کہیے کیا یہاں خون و پیپ میں تھڑنے کا اندیشہ نہ تھا؟ یا کہ یہ چیزیں معظم نہ تھیں چھٹے یہ کہ مسئلہ شرعی یہ ہے کہ متبرک چیزوں کا نجاست میں ڈالنا حرام ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اچھی نیت سے پاک جبکہ ضرورتاً رکھے تو صرف احتمال ٹکوث سے وہ ناجائز نہیں ہوگا۔ اس کے بہت سے دلائل ہیں آب زمزم نہایت متبرک پانی ہے اس سے استنجا کرنا حرام ہے مگر اس کا پینا جائز۔ آیات قرآنیہ لکھ کر دھو کر پینا مباح۔ حضور اقدس ﷺ کا پس خوردہ مبارک کھانا پینا جائز حلال۔ حالانکہ یہ پیٹ میں پہنچ کر مٹانہ میں جاتے ہیں اور وہاں سے پیشاب بن کر خارج ہوں گے۔ پہلے باب میں ہم نقل کر چکے۔ کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اصطل کے گھوڑوں کی رانوں پر لکھا تھا۔ جس فی سبیل اللہ حالانکہ وہاں لکھنے میں پیشاب کی چھینٹیں پڑنے کا احتمال قوی ہے گھوڑے نجس زمین پر بھی لوٹتے ہیں مگر اس کا اعتبار نہ ہوا۔ اسی دلیل سے امام نصیر اور امام صفار جو کہ احناف کے جلیل القدر امام ہیں اس تحریر کو جائز فرماتے ہیں۔ رہا شیخ ابن حجر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ فاروق اعظم کے گھوڑوں کی یہ تحریر امتیاز کے لئے تھی لہذا اس کا حکم اور ہو گیا یہ صحیح نہیں کیونکہ کسی مقصد کے لئے جو حروف تو وہ ہی ہیں نیت کے فرق سے حروف کا حکم نہیں بدلتا۔ غرض کہ یہ اعتراض شخص لغو ہے۔ حدیث اور عمل صحابہ اور اقوال آئمہ کے مقابلہ میں کسی غیر مجتہد شافعی المذہب کا محض قیاس معتبر نہیں۔ ہاں کسی امام حنفی کا قول یا کہ صریح حدیث ممانعت پیش کرو۔ اور وہ تو نہ ملے گی۔ ساتویں یہ کہ علماء کے قول سے استنجا یا جواز ثابت ہو سکتا ہے مگر کراہیت کے لئے دلیل خاص کی ضرورت ہے، جیسا کہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں۔ تو ان اقوال میں قول استنجا قابل قبول ہے نہ کہ یہ قول کراہت کیونکہ بلادلیل ہے۔

**اعتراض (۴).....** عہد نامہ یا محررہ قبر میں رکھنا اسراف ہے کیونکہ وہاں رہ کر کسی کے کام تو آوے گا۔ نہیں برباد ہو جاوے گا۔

اور اسراف حرام ہے۔

**جواب:-** چونکہ اس سے میت کو بہت سے فائدے ہیں اور میت کے کام آتا ہے لہذا بے کار نہیں تو اسراف بھی نہیں۔

**اعتراض (۵).....:** حضور علیہ السلام نے عبد اللہ ابن ابی منافق کو اس کے مرنے کے بعد اپنی قمیص پہنائی اور اس کے منہ میں

اپنا العاب دہن والا مگر اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ معلوم ہوا کہ کفنی بے کار ہے۔ نیز پتہ لگا کہ حضور کو علم غیب نہیں۔ ورنہ آپ اس کو اپنا العاب دہن و لباس نہ دیتے۔ نیز معلوم ہوا کہ نبی کے اجزائے بدن دوزخ میں جاسکتے ہیں۔ کیونکہ عبد اللہ ابن ابی منافق دوزخی ہے اور اس کے منہ میں حضور کا العاب۔ لہذا العاب بھی وہاں ہی پہنچا۔

**جواب:-** اس واقعہ سے تو کفنی دینے کا ثبوت ہوا کیونکہ حضور علیہ السلام نے منافق کو اپنی قمیص بطور کفنی ہی پہنائی تھی۔ وہاں یہ معلوم ہوا کہ ایمان کے بغیر یہ تبرکات فائدہ مند نہیں۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ مومن میت کو کفنی مفید ہے نہ کہ کافر کو۔ حضور علیہ السلام کو عبد اللہ ابن ابی کا منافق ہونا معلوم تھا کہ آپ ہی کے بتائے جانے سے ہم نے جانا ہے۔ یہ بھی خبر تھی کہ ایمان کے بغیر تبرکات مفید نہیں۔ کیونکہ یہ عقائد کا مسئلہ ہے جس کا علم نبی کو ضروری ہے۔ جب کسان بنجر و قاتل پیداوار زمین کو پہچانتا ہے تو نبی ایمان کی زمین یعنی انسانی دلوں کو کیوں نہ جانیں۔ تین وجہ سے آپ نے اسے تبرکات دیئے۔ ایک تو اس کا دینا مخلص مومن تھا جس کی دلجوئی منظور تھی۔

دوسرے اس نے ایک بار حضرت عباس کو اپنی قمیص پہنائی تھی۔ آپ نے چاہا کہ میرے بچا پر اس کا احسان نہ ہو جائے۔ تیسرے اپنے رحمت عالم ہونے کا اظہار کیا تھا کہ ہم تو ہر ایک پر کرم فرمانے کو تیار ہیں کوئی فیض لے یا نہ لے۔ بادل ہر زمین پر برستا ہے مگر نالی وغیرہ گندی زمین اس سے فائدہ نہیں لیتی۔ نبی کے اجزائے بدن اسی حالت میں رہ کر دوزخ میں نہیں جاسکتے۔ ملائکہ نے وہ العاب اس کے منہ میں جذب نہ ہونے دیا بلکہ نکال دیا ہوگا۔ کنعان ابن نوح کا دوزخ میں جانا شکل انسانی میں ہے یعنی وہ نطفہ جب کچھ اور بن گیا تب جہنم میں گیا۔ ورنہ حضرت طلحہ نے حضور کے فصد کا خون پیا تو فرمایا کہ تم پر آتش دوزخ حرام ہے۔





## بحث بلند آواز سے ذکر کرنا

پنجاب وغیرہ میں قاعدہ ہے کہ بعد نماز فجر وعشاء بلند آواز سے درود شریف پڑھتے ہیں مخالفین اس کو حرام کہتے ہیں اور طرح طرح کے حیلوں سے اس کو روکنا چاہتے ہیں ایک حیلہ یہ ہے کہ ذکر بالجبر بدعت ہے اصول حنیفہ کے خلاف ہے۔ اس سے نمازی لوگ نماز میں بھول جاتے ہیں۔ لہذا یہ حرام ہے ذکر بالجبر جائز بلکہ بعض موقعوں پر ضروری ہے لہذا اس بحث کے دو باب کئے جاتے ہیں۔ پہلے باب میں اس کا ثبوت۔ دوسرے میں اس مسئلہ پر اعتراضات و جوابات۔

## پہلا باب

### ذکر بالجبر کے ثبوت میں

ذکر بالجبر جائز ہے اور قرآن وحدیث واقوال علماء سے ثابت ہے قرآن فرماتا ہے فاذا کروا اللہ کذا کر کم اباء کم او اشد ذکر (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۲۰۰) اللہ کا اس طرح ذکر کرو جس طرح اپنے باپ دادوں کا ذکر کرتے ہو بلکہ اس سے زیادہ (سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۰۰) کفار مکہ حج سے فارغ ہو کر جمعوں میں اپنی قومی خوبیاں اور لمبی عظمتیں بیان کیا کرتے تھے اس کو منع فرمایا۔ اور اس کی جگہ ذکر اللہ کرنے کا حکم دیا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ بالجبر ہی ہوگا۔ اسی لئے تلبیہ بلند آواز سے پڑھنا سنت ہے خاص کر جماعتوں کے ملنے کے وقت۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

واذا قراء القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون۔

**ترجمہ:** جب قرآن پڑھا جاوے تو کان لگا کر سنو اور خاموش رہو۔

(پارہ ۹ سورہ ۷ آیت نمبر ۲۰۳)

معلوم ہوا کہ بلند آواز سے تلاوت جائز ہے۔ ذکر بالجبر ہی سنا جاسکتا ہے نہ کہ ذکر خفی (تفسیر کبیرہ یہی آیت) مشکوٰۃ باب الذکر بعد الصلوٰۃ میں ہے۔

کان رسول اللہ ﷺ اذا سلم من صلوٰۃ يقول بصوته لا اله الا الله وحده لا شريك له۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام جب اپنی نماز سے فارغ ہوتے تو بلند آواز سے فرماتے تھے لا اله الا الله وحده لا شريك له۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۸۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

مشکوٰۃ میں اسی جگہ ہے۔

عن ابن عباس قال كنت اعراف انقضاء صلوٰۃ رسول الله ﷺ بالتكبير۔

**ترجمہ:** عبد اللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں تکبیر کی آواز سے حضور علیہ السلام کی نماز کا اختتام معلوم کرتا تھا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۸۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

یعنی عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بوجہ مغربی کے بعض جماعت نماز میں حاضر نہ ہوتے تھے فرماتے ہیں کہ نماز کے بعد مسلمان اسی قدر بلند آواز سے تکبیر کہتے تھے کہ ہم گھروں کے لوگ سمجھ جاتے تھے کہ اب نماز ختم ہوئی۔

لمعات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے۔

ان ابن عباس كان لم يحضر الجماعة لانه كان صغيرا ممن لا يواظب على ذلك۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بچے تھے اس لئے جماعت میں پابندی سے نہ آتے تھے۔

(لغات اسخنی شرح مشکاة المصابیح باب الذکر بعد الصلوۃ الفصل الاول ج ۳ ص ۲۱۱ مطبوعہ مکتبۃ المعارف العلمیہ شیش محل لاہور)

مسلم جلد اول باب الذکر بعد الصلوۃ میں ان بنی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ان رفع الصوت بالذكر حين ينصرف الناس من المكتوبه كان على عهد النبي ﷺ۔

**ترجمہ:** یعنی فرائض سے فارغ ہو کر بلند آواز سے ذکر اللہ کرنا حضور علیہ السلام کے زمانہ میں مروج تھا۔

(صحیح مسلم باب الذکر بعد الصلوۃ ج ۱ ص ۲۳۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

مشکوۃ باب ذکر اللہ عزوجل میں ہے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

فان ذكرني في نفسه ذكرته في نفسي وان ذكرني في ملأ ذكرته في ملأ خير منهم۔

**ترجمہ:** جو شخص مجھ کو اپنے دل میں یاد کرے تو ہم بھی اس کو اپنے نفس میں یاد کرتے ہیں اور جو مجمع میں ہمارا ذکر کرے تو ہم بھی اس

سے بہتر مجمع میں اس کا ذکر فرماتے ہیں (یعنی مجمع ملائکہ میں)

(صحیح مسلم ج ۳ ص ۲۰۶۱ رقم الحدیث ۲۶۷۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۳ ص ۴۱۲ رقم الحدیث ۷۷۳۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ

بیروت)، (مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۳ رقم الحدیث ۹۳۴۰ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت)

جامع صغیر میں ہے۔

عن انس قال قال رسول الله ﷺ اكثروا في الجنازة قول لا اله الا الله۔

**ترجمہ:** حضرت انس سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جنازہ میں لا اله الا اللہ زیادہ کہا کرو۔

(جامع صغیر ج ۱ ص ۸۷ رقم الحدیث ۱۴۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ جنازے کے ساتھ کلمہ طیبہ پڑھنا یا کوئی اور ذکر کرنا ہر طرح جائز ہے بلند آواز سے ہو یا خفیہ رسالہ اذکار مطبوعہ دہلی

مصنفین محمد تقی مولوی رشید احمد صاحب کے استاد حدیث صفحہ ۷۷ میں ہے۔

ان النبي ﷺ كان يجهر مع الصحابة بالاذكار والتهليل والتسبيح بعد الصلوۃ۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام نماز کے بعد صحابہ کرام کے ساتھ تسبیح و تہلیل و تہلیل بلنداواز سے پڑھتے تھے۔

(رسالہ اذکار مصنفین محمد تقی مولوی ص ۹ مطبوعہ دہلی)

حاشیہ.....☆

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ایں حدیث صریح است در جہر بذکر کہ آنحضرت با آواز بلند می خوانند۔

**ترجمہ:** اور یہ حدیث ذکر بالجہر پر نص صریح ہے کہ حضور ﷺ ذکر بالجہر کیا کرتے تھے۔

(ابود الدعوات ج ۱ ص ۲۱۹ مطبوعہ مکتبۃ ہندوستان)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں۔

هذا دليل لما قاله بعض السلف انه يستحب الجهر بالتكبير والذكر عقب المكتوبه وممن

استحبه من المتأخرين ابن حزم الظاهري۔

**ترجمہ:** یہ حدیث سلف کے اس مسلک پر دلیل ہے کہ فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا مستحب ہے اور متاخرین میں ابن

حزم ظاہری کا یہی مسلک ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووی ج ۱ ص ۲۳۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

تفسیر روح البیان پارہ ۴ زیر آیت ربنا ما خلقت هذا باطلاً سبحانه ففنا عذاب النار (پارہ ۴ سورہ ۳ آیت نمبر ۱۹) ہے۔  
الذکر یرفع الصوت جائز بل مستحب اذا لم یکن عن رياء لیغتنم الناس باظهار الدین و وصول بركة الذکر الی السامعین فی الدور و البیوت ویوافق الذکر من سمع صوته و یشهد له یوم القیامۃ کل رطب و یابس سمع صوته۔  
**ترجمہ:** بلند آواز سے ذکر کرنا جائز بلکہ مستحب ہے جبکہ ریا سے نہ ہوتا کہ دین کا اظہار ہو۔ ذکر کی برکت گھروں میں سامعین تک پہنچے اور جو کوئی اس کی آواز سننے ذکر میں مشغول ہو جاوے اور قیامت کے دن ہر خشک و تر ذکر کے ایمان کی گواہی دے۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۳۹۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر میں بہت سے دینی فائدے ہیں۔ تفسیر خازن و روح البیان پارہ ۶ میں زیر آیت و اتینا داود ذبوراً ایک روایت نقل کی کہ حضور علیہ السلام نے سیدنا ابو موسیٰ اشعری سے فرمایا کہ آج رات ہم نے تمہاری قرأت سنی تم کو توداؤدی آواز دی گئی ہے۔ ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں۔

فقلت اما والله لو علمت انک تسمع لحبرته حبیراً التحییر حسن الصوت۔

**ترجمہ:** میں نے عرض کیا کہ رب کی قسم اگر مجھے خبر ہوتی کہ میرا قرآن صاحب قرآن سن رہے ہیں ﷺ تو میں اور بھی آواز بنا کر پڑھتا۔  
اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ اولاً یہ کہ صحابہ کرام بلند آواز سے ذکر کرتے تھے کہ باہر آواز آتی تھی دوسرے یہ کہ ذکر اللہ تلاوت قرآن عبادت الہی ہے اور عین عبادت میں حضور علیہ السلام کو خوش کرنا صحابہ کرام کی تمنا تھی۔

فانت بمرای من سعاد و مسمی!

حاملہ جرعی حرمہ الجندل اسجعی

حاشیہ..... ☆

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال اکثروا ذکر اللہ تعالیٰ حتی یقولوا معجون۔

**ترجمہ:** حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہیں۔  
(مسند احمد ج ۳ ص ۶۸ رقم الحدیث ۱۱۶۷۱ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (مجمع لکین ج ۳ ص ۹۹ رقم الحدیث ۸۱۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مسند ابویعلیٰ ج ۲ ص ۵۲۱ رقم الحدیث ۶۷۶ مطبوعہ دار المامون للتراث دمشق)، (متدرک للحاکم ج ۳ ص ۶۷۷ رقم الحدیث ۱۸۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شعب الایمان ج ۱ ص ۳۹۷ رقم الحدیث ۵۲۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (القرودس بآثار الخطاب ج ۱ ص ۷۲ رقم الحدیث ۲۱۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام سلیمان بن احمد ابوالقاسم طبرانی متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ اذکروا اللہ ذکر ا یقول المنافقون انکم تراؤون۔

**ترجمہ:** حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ کا ذکر اس قدر کرو کہ منافق تمہیں ریا کار کہیں۔  
(طبرانی کبیر ج ۱۲ ص ۱۶۹ رقم الحدیث ۸۶۱۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصول)، (حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۸۱ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (شعب الایمان ج ۱ ص ۳۹۷ رقم الحدیث ۵۲۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۷۹ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

امام یوسف بن الزکی عبدالرحمن مزی متوفی ۴۲۷ھ لکھتے ہیں۔

وقال بن عباد یعقوب الرواجنی رأیت الحسن بن زید بن علی یجهر بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

**ترجمہ:** ابن عباد یعقوب الرواجنی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حسین بن زید بن علی رحمہم اللہ کو بلند آواز سے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے دیکھا۔

(تحدیب الکمال ج ۶ ص ۷۷۷ رقم ۱۳۱۰ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ اللیل میں روایت ہے کہ ایک شب حضور علیہ السلام اپنے جانثار صحابہ کرام کا امتحان لینے کے لئے تشریف لے گئے کہ ان کے رات کے مشاغل کو ملاحظہ فرمادیں۔ ملاحظہ فرمایا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تو پست آواز سے قرآن پڑھ رہے ہیں اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خوب بلند آواز سے صبح کو ان صاحبوں سے وجہ دریافت فرمائی تو صدیق نے عرض کیا کہ اسمعت من فاجیت منه یا رسول اللہ یا حبیب اللہ جس کو سنا منظور تھا اس کو میں نے سنا یا یعنی رب کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اوقظ الوسنان واطرد الشیطن سوتوں کو جگا رہا تھا۔ شیطان کو بھگا رہا تھا۔ سبحان اللہ دونوں جواب مبارک ہیں کسی پر ناراضگی نہ فرمائی بلکہ فرمایا صدیق تم اپنی آواز کچھ بلند کرو اور فاروق تم کچھ پست کرو۔ صلی اللہ علیہ وسلم اجمعین۔

(مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ اللیل ص ۷۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

مشکوٰۃ کتاب السماء اللہ تعالیٰ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار میں حضور علیہ السلام کے ہمراہ عشاء کے وقت مسجد میں گیا دیکھا کہ ایک شخص بلند آواز سے قرآن پڑھ رہا ہے میں نے عرض کیا کہ یا حبیب اللہ یہ ریاکار ہے فرمایا بل مومن نیب نہیں بلکہ توبہ کرنے والا مومن ہے۔

(مشکوٰۃ شریف کتاب السماء اللہ تعالیٰ الفصل الثانی ص ۲۰۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب جہام فی الصلوٰۃ والنسیح وقرءۃ القرآن میں ہے۔

قاض عنده جمع عظیم یرفعون اصواتهم بالنسیح والتہلیل جملة لا باس بہ۔

☆ حاشیہ.....

امام محمد بن عبد اللہ ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابو العباس محمد بن يعقوب ثنا بن احمد بن عبد الحميد ابو ثنا اسحاق بن منصور السلولي ثنا محمد بن مسلم الطائفي عن عمرو بن دينار عن جابر ثم ان رجلا كان يرفع صوته بالذکر فقال لو ان هذا خفض من صوته فقال رسول الله ﷺ فانه اواه قال فمات فرأى رجل نارا في قبره فاتاه فاذا رسول الله ﷺ فيه وهو يقول هلموا الي صاحبكم فاذا هو الرجل الذي كان يرفع صوته بالذکر۔

**ترجمہ:** حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی بلند آواز سے ذکر کیا کرتا تھا ایک آدمی نے کہا اگر یہ آدمی اپنی آواز پست رکھتا (تو بہتر ہوتا)۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ مست ہے۔ راوی کہتا ہے کہ وہ شخص انتقال کر گیا۔ پس ایک شخص اس کی قبر میں روشنی دیکھ کر اس کے قریب آیا۔ حضور ﷺ وہاں (پہلے سے) موجود تھے اور آپ ﷺ نے فرمایا اپنے اس ساتھی کی طرف آؤ جو بلند آواز سے ذکر کرتا تھا۔

(مسند رک ج ۱ ص ۵۳۲ رقم الحدیث ۱۳۶۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح معانی الآثار للعلامة ابن حجر العسقلانی باب الدفن باللیل ج ۱ ص ۵۱۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شعب الایمان ج ۱ ص ۴۱۸ رقم الحدیث ۵۸۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابو داؤد متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں۔

يقول ناو لوني الي صاحبكم فاذا هو الرجل الذي كان يرفع صوته بالذکر۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ نے فرمایا مجھے اپنا سامھی پکڑاؤ۔ جو بلند آواز سے ذکر الہی کرتا تھا۔

(سنن ابو داؤد باب فی الدفن باللیل ج ۳ ص ۲۰۱ رقم الحدیث ۳۱۶۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (حیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۳۵۱ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۲ ص ۱۸۲ رقم الحدیث ۱۷۳۳ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)

یہ بلند آواز سے ذکر کرنے والا خوش نصیب صحابی رسول حضرت ذوالنجا دین رضی اللہ عنہ تھے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ مسند احمد ج ۹ ص ۱۵۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت۔ جن کے الفاظ ہیں قال لرجل یقال له ذو البجادین انه اواه۔

کسی قاضی کے پاس بہت بڑی جماعت ہو اور وہ سب کل کر بلند آواز سے سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ کہیں تو اس میں حرج نہیں۔  
(فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۹۰ مطبوعہ مصر)

عالمگیری میں اسی جگہ ہے۔

الافضل فی قراءۃ القرآن خارج الصلوۃ الجہر۔

**ترجمہ:** نماز کے علاوہ بہتر ہے کہ قرآن بلند آواز سے پڑھے۔

(فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۹۰ مطبوعہ مصر)

عالمگیری یہی مقام اما التسبیح والتہلیل لایس بذالک وان رفع صوتہ سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ کہنے میں حرج نہیں۔ اگرچہ بلند آواز سے کہے۔

(فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۹۰ مطبوعہ مصر)

شامی جلد اول مطلب فی احکام المسجد سے متصل ہے۔

اجمع العلماء سلفا وخلفا علی استحباب ذکر الجماعۃ فی المسجد الا ان تشوش جہرہم علی نائم او مصل او قاری۔

**ترجمہ:** مقتدین اور متاخرین علماء نے اس پر اتفاق کیا کہ مسجدوں میں جماعتوں کا بلند آواز سے فکر کرنا مستحب ہے مگر یہ ان کے جہر سے کسی سونے والے یا نمازی یا قاری کو پریشانی نہ ہو۔

(رد المحتار ج ۳ ص ۳۳۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

شامی میں اسی جگہ ہے۔

فقال بعض اهل العلم ان الجهر افضل لانه اکثر عملا ولتعدی فائدته الی السامعین ویوقظ قلب الغافلین فیجمع ہمہ الی الذکر ویصرف سمعہ الیہ ویطرد النوم ویدیز النشاط۔

**ترجمہ:** بعض اہل علم نے فرمادیا کہ بلند آواز سے ذکر کرنا افضل ہے کیونکہ اس میں کام زیادہ ہے اور اس کا فائدہ سننے والوں کو بھی پہنچتا ہے اور یہ ناقلوں کے دل کو بیدار کرتا ہے ان کے خیالات اور ان کے کانوں کو ذکر الہی کی طرف کھینچتا، نیند کو بھگاتا ہے خوشی بڑھاتا ہے۔

(رد المحتار ج ۳ ص ۳۳۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

در مختار باب صلوۃ العیدین بحث تکبیر تشریق میں ہے۔

ولا یمنع العامة من التکبیر فی الاسواق فی الايام العشر وبہ ناخذ۔

**ترجمہ:** بقرعید کے دس دنوں میں عام مسلمانوں کو بازاروں میں نعرہ تکبیر کہنے سے نہ روکو۔ اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں۔  
(الدر المختار علی حاشیہ کشف الاستار ص ۱۱۱ مطبعہ بیہانی پاکستان لاہور)

غالباً اس زمانہ میں عوام عید کے دنوں میں بازاروں میں نعرہ تکبیر لگاتے ہوں گے۔ یہ اگرچہ بدعت ہے مگر فرمایا کہ اس کو منع نہ کرو۔

اسی عبارت کے ماتحت شامی میں ہے۔

قیل لابی حنیفۃ ینبغی لاهل الکوفۃ وغیرہا ان یکبروا ایام العشر فی الاسواق والمسجد قال نعم الفقہ ابو جعفر والذی عندی انه لا ینبغی ان تمنع العامة عنه لقلۃ رغبہم فی الخیر وبہ ناخذ فادان فعلہ اولی۔

**ترجمہ:** امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا کوفہ وغیرہ کے لوگوں کو یہ مستحب ہے کہ عشرہ ذی الحجہ میں بازاروں اور مسجدوں میں تکبیر کہیں فرمایا کہ ہاں امام ابو جعفر قدس سرہ نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ عوام کو اس تکبیر سے نہ روکا جاوے کیونکہ وہ پہلے ہی کار خیر میں کم

رغبت رکھتے ہیں اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں۔

(رد المحتار علی در المختار باب صلوٰۃ العیدین بحث تکبیر تشریق ج ۱ ص ۶۲۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ بازاروں کی تکبیریں مستحب ہیں۔

کتاب الاذکار مصنف امام نووی کتاب الصلوٰۃ علی النبی میں ہے۔

یستحب لقاری الحدیث وغیرہ ممن فی معناه اذا ذکر رسول الله ان یرفع صوته بالصلوٰۃ علیہ والتسلیم بہ وقد نص العلماء من اصحابنا وغیرہم علی انه یستحب ان یرفع صوته بالصلوٰۃ علی رسول الله ﷺ فی التلبیۃ۔

**ترجمہ:** یعنی حدیث شریف پڑھنے والوں وغیرہم کو چاہیے کہ جو حضور کا ذکر ہو تو بلند آواز سے صلوٰۃ وسلام پڑھیں ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ تلبیہ میں حضور پر بلند آواز سے درود پڑھے۔

(کتاب الاذکار للہندی باب مدۃ الصلاۃ علی رسول اللہ ص ۷۰ مطبوعہ المکتبۃ السیفیۃ پشاور)

ان کے علاوہ اور بھی احادیث و فقہی عبارات پیش کی جاسکتی ہیں مگر اختصاراً اس پر کفایت کی جاتی ہے بحمد اللہ تعالیٰ مخالفین کے پیشوا مولوی رشید احمد صاحب بھی اس میں ہم سے متفق ہیں چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ جلد سوم کتاب الخطر باحہ صفحہ ۱۰۲ میں ایک سوال و جواب ہے سوال یہ ہے کہ ذکر بالجہر اور دعاء بالجہر اور درود بالجہر خواہ جہر خفیف ہو یا شدید جائز ہے یا نہیں؟

**الجواب:-** ذکر جہر خواہ کوئی ذکر ہو امام ابو حنیفہ کے نزدیک سوائے ان مواقع کے کہ ثبوت جہر نص سے ہے وہاں مکروہ ہے اور صاحبین و دیگر فقہاء محدثین جائز کہتے ہیں اور مشرب ہمارے مشارح کا اختیار مذہب صاحبین ہے۔ والسلام ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۱۲ء رشید احمد۔

مصرع۔ مدعی لاکھ پہ بھار ہے گواہی تیری

اب تو کسی دیوبندی وہابی کو حق نہیں کہ کسی سنی مسلمان کو بلند آواز ذکر سے روکے۔ کیونکہ اس کے بلا کراہت جواز پر جہری ہو چکی۔ عقل بھی چاہتی ہے کہ ذکر بالجہر جائز ہو چند وجوہ سے اولاً تو اس لئے کہ قاعدہ شریعت ہے کہ ثواب بقدر محنت ملتا ہے۔ اسی لئے سرودی میں وضو کرنا۔ اندھیری رات میں مسجدوں میں جماعت کے لئے آنا دور سے مسجد میں آنا زیادہ ثواب کا باعث ہے (دیکھو مشکوٰۃ وغیرہ) اور ذکر بالجہر میں بمقابلہ خفی کے مشقت زیادہ ہے لہذا یہ افضل ہے دوسرے اس لئے کہ مشکوٰۃ کتاب الاذان میں ہے کہ جہاں تک مؤذن کی آواز جاتی ہے۔ وہاں تک کے تمام درخت، پتے گھاس جن وانس قیامت میں اس کے ایمان کی گواہی دیں گے۔ تو ذکر بالجہر سے بھی اس فائدے کی امید ہے۔ تیسرے اس لئے کہ خفی ذکر کا فائدہ صرف ذکر کو ہے مگر ذکر بالجہر کا فائدہ ذکر کو بھی کہ کلمہ وغیرہ کی ضرب سے دل بیدار ہوتا ہے اور سامعین کو بھی کہ ممکن ہے کہ وہ بھی سن کر ذکر کریں۔ اگر نہ بھی کریں تو بھی سنا ثواب ہے اور لازم سے متعدی اچھا۔ چوتھے اس لئے کہ مشکوٰۃ باب الاذان میں ہے کہ اذان کی آواز سے شیطان بھاگتا ہے۔ ابھی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا جواب نقل کیا جا چکا ہے کہ انہوں نے عرض کیا تھا اطروا لشیطن جس سے معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر سے نیند اور کسل و سستی دور ہوتی ہے ذکر خفی میں اکثر نیند بھی آجاتی ہے مگر یہ تمام تقریر اس صورت میں ہے کہ جب ریا کاری کے لئے نہ ہو اگر ریا کے لئے ہے تو ریا کی نیت سے مراقبہ کرنا، نماز پڑھنا بھی گناہ کا موجب ہے۔ حضرات نقشبندیہ یہ قدست اسرار ہم کا مشغلہ ذکر خفی ہے وہ تو اس پر عامل ہیں۔

دل میں ہو یاد تری گوشہ تنہائی ہو پھر خلوت میں عجب انجمن آرائی ہو

باقی سلاسل کے اولیاء ذکر بالجہر میں مشغول رہتے ہیں ان کا اس پر عمل ہے۔

سارا عالم ہو مگر دیدہ دل دیکھے تمہیں انجمن گرم ہو اور لذت تنہائی ہو  
ہر دو حضرات خدا کے پیارے ہیں۔ نقشبندی حضرات تو خلوت میں جلوت کرتے ہیں اور باقی حضرات جلوت میں خلوت مگر کلا  
وعند اللہ الحسنی (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۹۵) اللہ تعالیٰ نے سب سے جنت کا وعدہ فرمایا مگر ان کا یہ اختلاف حلت و حرمت میں  
نہیں۔ اپنا اپنا طریقہ کار ہے۔ نہ تو خفی والے جہر والوں کو طعن کریں نہ جہر والے خفی والوں کو یہ ساری گفتگو ان دیوبندیوں وغیرہ سے ہے  
جو کہ جہر پر فتویٰ حرمت لگاتے ہیں۔ مجدد صاحب قدس سرہ کے اس فرمان کے قربان کہ نہ اس کا ٹیکنم نہ انکار میکنم، رضی اللہ عنہم اجمعین۔

## دوسرا باب

### ذکر بالجہر پر اعتراضات و جوابات

اس مسئلہ پر مخالفین دو طرح کے اعتراض کرتے ہیں نقلی اور عقلی ہم اولاً نقلی اعتراضات میں مع جوابات عرض کرتے ہیں۔

#### اعتراض (۱).....

واذ کر ربك في نفسك تضرعاً وخيفة و ذون الجهر من القول بالغدو والاصال۔

**ترجمہ:** اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کر و زاری اور ڈر سے اور بغیر آواز نکلے صبح و شام۔

(سورہ الاعراف آیت نمبر ۲۰۵)

اس سے معلوم ہوا کہ ذکر الہی دل ہی میں چاہیے بلند آواز سے منع ہے۔

**جواب:-** اس کے چند جواب ہیں۔ اولاً یہ کہ اس آیت میں ذکر بحالت نماز مراد ہے یعنی اخفا کی نمازوں میں قرأت یا مقتدی ہر نماز

میں یا التیمات وغیرہ دل میں پڑھے یا امام قدر ضرورت سے زیادہ آواز نہ نکالے تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

فمن ام في صلوة الجهر يعني له ان لا يجهر جهراً شديداً بل يقتصر على قدر ما يسمعه من خلقه  
قال في الكشف لا يجهر فوق حاجة الناس والا فهو مستنى۔

**ترجمہ:** جو شخص جہری نماز میں امامت کرے وہ بہت آواز سے قرأت نہ کرے بلکہ اس قدر پر کفایت کرے کہ پیچھے والے سن لیں۔

کشف میں فرمایا کہ قدر ضرورت سے زیادہ نہ چیخے ورنہ گنہگار ہوگا۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۳۹۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر کبیر میں اس آیت کے ماتحت ہے۔

والمراد منه ان يقع ذلك الذكر حيث يكون متوسطاً بين الجهر والمخافته كما قال الله تعالى ولا

تجهر۔

یعنی مراد یہ ہے کہ جہر و اخفاء کے درمیان ذکر اللہ چاہیے۔

تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قال ابن عباس يعني بالذکر القرآن في الصلوة يريد اقراء سرا في نفسك۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ذکر سے مراد نماز میں تلاوت قرآن یہ ہے۔

(تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۸۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

مقصد یہ ہے کہ دل میں قرأت کرو خود قرآن کریم نے دوسری جگہ اس کی یوں تفسیر فرمائی۔

ولا تجهر بصلوتك ولا تخافت بها وابتغ بين ذلك سبيلا۔

**ترجمہ:** اور اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو نہ بالکل آہستہ ان دونوں کے بیچ میں راستہ ڈھونڈو۔

(پارہ ۱۵ سورہ ۷۱ آیت نمبر ۱۱۰)

اور ہم مقدمہ میں عرض کر چکے ہیں کہ تفسیر قرآن بالقرآن سب پر مقدم ہے دوسرے یہ کہ آیت کا مقصد یہ ہے کہ ذکر محض قوی نہ ہو بلکہ قول کے ساتھ قلب بھی شامل ہو کہ اس کے بغیر ذکر بے کار ہے خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وقيل المراد بالذكر في النفس ان يستحضر في قلبه عظمة المذکور جل جلاله۔

**ترجمہ:** کہا گیا کہ دل میں ذکر کرنے سے یہ مراد ہے کہ قلب میں خدائے قدوس کی عظمت موجود ہو۔

(تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۵۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

اسی خازن میں ہے۔

واذا كان الذكر باللسان عاريا عن ذكر القلب كان عديم الفائدة لان فائدة الذكر حضور القلب واستشعاره عظمة المذکور جل جلاله۔

**ترجمہ:** یعنی جبکہ زبانی ذکر قلبی ذکر سے خالی ہو تو بے فائدہ ہے۔ کیونکہ ذکر کا فائدہ تو دل کا حاضر کرنا اور خدائے تعالیٰ کی عظمت کا دل میں لانا ہے۔

(تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۵۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض اوقات ذکر قلبی ذکر بالجہر سے بہتر ہے یعنی یہ امر استجابی ہے اور استجاب بھی ہر وقت اور ہر حیثیت سے نہیں بلکہ بعض صورتوں میں ہے۔ اسی لئے یہ آیت اس آیت کے بعد ہے کہ واذ قروء القرآن فاستمعوا للقرآن وتوون آیتوں کے ملانے سے معلوم ہوا کہ ذکر الہی کبھی بالجہر چاہیے اور کبھی آہستہ۔ جب بالجہر ہو تو خاموشی سے سنو۔ اور جب آہستہ ہو تو اس میں غور و فکر کرو۔ اگر جہر میں خوف ریا ہے تو سکوت بہتر اور اگر یہ مقصود ہو کہ شیطان دفع ہو قلب بیدار ہو۔ اور سونے والے جاگ جاویں اور تمام چیزیں قیامت کے دن ذکر کے ایمان کی گواہی دیں تو جہر بہتر ہے۔ روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

واذکر ربك في نفسك وهو الذکور بالكلام الخفی فان الاخفاء ادخل فی الاخلاص واقرّب من الاجابة وهذا الذکور یعم الاذکار کلها من القروء والدعاء وغیرها۔

**ترجمہ:** اس سے مراد ہے ذکر خفی کیونکہ اخفا کو اخلاص میں زیادہ دخل ہے اور یہ قبولیت سے زیادہ قریب ہے اور یہ ذکر تمام ذکروں اور قراءت اور دعاؤں کو شامل ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۵ ص ۲۵۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

بان الاخفاء افضل حيث خاف الرياء او تاذی المصلون او النائمون والجهر الفضل فی غیر ذلك لان العمل فيه اكثر و لان فائدته تتعدی الى السامعين ولانه يوقظ قلب الذاکر ويجمع همه ويصرف سمعه اليه۔

**ترجمہ:** آہستہ ذکر وہاں افضل ہے جہاں کہ ریا کا خوف ہو یا نمازیوں یا سونے والوں کو ایذا ہو اور اس کے علاوہ دیگر مقام میں ذکر بالجہر افضل ہے کیونکہ اس میں عمل زیادہ ہے اور اس کا فائدہ سننے والوں کو بھی پہنچتا ہے اور اس لئے کہ یہ ذکر کے دل کو بیدار کرتا ہے



خیالات کو جمع کرتا ہے اور ذاکر کی طرف کانوں کو متوجہ کرتا ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۵ ص ۲۵۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

## اعتراض (۲).....:-

ادعو ربکم تضرعاً وخفیة انه لا یحب المعتلین۔

**ترجمہ:** اپنے رب سے گڑگڑا کر اور آہستہ دعا کرو بے شک حد سے بڑھنے والے اس کو پسند نہیں۔

(پارہ ۸ سورہ ۷۷ آیت نمبر ۵۵)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ بلند آواز سے ذکر خدا کو نا پسند ہے۔

**جواب:-** اس کے بھی چند جوابات ہیں اولاً تو یہ کہ اس آیت میں دعا کا ذکر ہے نہ کہ ہر ذکر الہی کا اور واقعی دعا خفیہ ہی کرنا افضل ہے تاکہ اخلاص تام ہو۔ تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

ای متضرعین متذلّلین مخفیین الدعاء لیكون اقرب الی الاجابة لكون الاخفاء دلیل الاخلاص والا حترار عن الریاء۔

**ترجمہ:** یعنی زاری اور عاجزی کرتے ہوئے دعا کو خفیہ کرتے ہوئے دعا کر دتا کہ قبولیت سے قریب ہو کیونکہ چپکے سے دعا کرنا اخلاص کی اور ریاء سے دور ہونے کی دلیل ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۲۲۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر خازن یہی آیت۔

وقیل المراد به حقیقة الدعاء وهو الصحیح لان الدعاء هو السؤال و الطلب وهو نوع من العبادۃ۔

**ترجمہ:** کہا گیا ہے کہ اس سے مراد حقیقتاً دعا ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ دعا سوال اور طلب ہے اور یہ ایک قسم کی عبادت ہے۔

(تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

والادب فی الدعاء ان یكون خفیاً لهذه الایة قال الحسن دعوة السرو دعوة العلانیة سبعون ضعفاً۔

**ترجمہ:** دعا کا طریقہ یہ ہے کہ خفیہ ہو۔ اسی آیت کی وجہ سے حسن فرمایا کہ خفیہ ایک دعا اور علانیہ ستر دعائیں برابر ہیں۔

(تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

یابہ مراد ہے کہ بعض حالات میں ذکر الہی خفیہ طور پر بہتر ہے یعنی ادعوا سے مراد ہر ذکر الہی ہے اور یہ امر استجبانی ہے اور وہ بھی بعض اوقات کے لحاظ سے۔

تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

فلذهب بعضهم الی ان اخفاء الطاعات و العبادات افضل من اظهارها لهذا الایة ولکونها ابعد من الریاء و ذهب بعضهم الی ان اظهارها افضل لیقتدی به الغیر فیعمل مثل عملہ و ذهب بعضهم الی ان اظهار العبادات المفروضة افضل من اخفاءها۔

**ترجمہ:** بعض مفسرین ادھر گئے ہیں کہ عبادتوں کو خفیہ کرنا ظاہر کرنے سے بہتر ہے اسی آیت کی وجہ سے اور اس لئے کہ یہ ریاء سے زیادہ دور ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ اظہار افضل ہے تاکہ دوسرے بھی اس کی پیروی کر کے عبادت کریں اور بعض فرماتے ہیں کہ فرضی عبادات کا اظہار اخفا سے بہتر ہے۔

(تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

**اعتراض (۳).....:-**

واذا سالت عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان۔

**ترجمہ:** اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی پکار جب مجھے پکارے۔

(پارہ ۲ سورہ آیت نمبر ۱۸۶)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ ہم سے قریب ہے دل کے خیالات اور آہستہ بات کو سنتا ہے پھر بلند آواز سے پکارنا بے کار ہے۔

**جواب:-** اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کے خیال کو باطل فرمایا گیا جو ذکر بالجہر یہ سمجھ کر کریں کہ خدا ہم سے دور ہے بغیر بلند آواز کے وہ ہماری سنتا نہیں یہ خیال محض جہالت ہے ذکر بالجہر تو غافل قالب کو جگانے کے لئے ہوتا ہے۔

تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وسبب نزوله ما روى ان اعرابيا قال لرسول الله ﷺ اقرب ربنا فتناجيه ام بعيد فتناديه فقال تعالى۔

**ترجمہ:** اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک بدوی نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا کہ رب تعالیٰ قریب ہے تاکہ اس سے مناجات کریں یا دور ہے کہ اس کو پکاریں اس پر رب نے فرمایا۔

(تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۳۶۹-۳۷۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کو دور سمجھ کر پکارنا برا ہے یہ بھی روایت ہے کہ یہ آیت کریمہ غزوہ خیبر کے موقع پر اترتی جبکہ لوگ نعرہ تکبیر لگانا چاہتے تھے اور حضور علیہ السلام کا نشاء تھا کہ ہم خفیہ طور پر وہاں پہنچ جاویں کہ کفار کو خبر نہ چنانچہ روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قال ابو موسى الاشعري لما توجه رسول الله عليه السلام الى خيبر اشرف الناس على وادفر فعوا اصواتهم بالتكبير فقال عليه السلام اربعوا على انفسكم لاتدعون اصم ولا غائبا۔

**ترجمہ:** جبکہ حضور علیہ السلام خیبر کی طرف متوجہ ہوئے تو لوگ کسی اونچے جنگل پر چڑھے تو انہوں نے بلند آواز سے تکبیر کہی۔ پس حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنی جانوں پر نرمی کرو تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکارتے ہو۔

(تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۳۶۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

روح البیان یہی آیت۔

هذا باعتبار المشارب والمقامات واللائق بحال الغفلات الجهر بقلع الخواطر۔

**ترجمہ:** یہ موقع اور محل کے اعتبار سے ہے اور غافل لوگوں کے حال کے لائق ذکر بالجہر ہے برے خیالات کو دفع کرنے کے لئے۔

(تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۳۶۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

**اعتراض (۴).....:-**

مشکوٰۃ کتاب الاسماء باب ثواب التسبیح والتحمید میں ہے۔

فجعل الناس يجهرون بالتكبير فقال رسول الله عليه السلام يا ايها الناس اربعوا على انفسكم انكم لاتدعون اصم ولا غائبا انكم تدعون سميعا بصيرا وهو معكم والذى تدعونہ اقرب الي احدكم من عنق راحلتہ۔

**ترجمہ:** باد آواز بلند تکبیر کہنے لگے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اے لوگو! اپنی جانوں پر نرمی کرو تم نہ تو بہرے کو پکارتے ہو نہ غائب کو تم تو سمیع و بصیر کو پکارتے ہو اور وہ تمہارے ساتھ ہے اور جس کو تم پکارتے ہو وہ تم سے بمقابلہ تمہاری سوار یوں کی گردنوں

کے زیادہ قریب ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الاسماء باب ثواب التبیح والتعمید الفصل الاول ص ۲۰۱ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر منع ہے۔ اور حضور علیہ السلام کی ناخوشی کا باعث ہے۔

جواب:- اس کا جواب ضمن سوال نمبر ۲ کے ماتحت گزر چکا کہ یہ حدیث ایک سفر جہاد کے موقع کی ہے اس وقت ضرورت تھی کہ مسلمانوں کا لشکر بغیر اطلاع خیر میں داخل ہو جاوے تاکہ کفار خیر جنگ کی تیاری نہ کر سکیں۔ بعض لوگوں نے بلند آواز سے تکبیر کہی چونکہ موقع کے خلاف تھا لہذا روک دیا گیا۔ اسی حدیث کی ابتدا اسی طرح ہے کنا مع رسول اللہ ﷺ فی سفر فجعل الناس یجھرون الخ ہم ایک سفر میں تھے کہ لوگ بلند تکبیر کہنے لگے۔ یا یہ کہ مسلمانوں پر آسانی کے لئے بطور مشورہ یہ فرمایا گیا کہ تم سفر کی مشقت میں ہو پھر چیخنے کی مشقت بھی اٹھاتے ہو۔ اس کی کیا ضرورت ہے۔ لمعات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے۔

فیہ اشارة الى ان المنع من الجهر للتيسير و الارفاق لالكون الجهر غير مشروع۔

**ترجمہ:** اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ جہر سے ممانعت محض آسانی کے لئے ہے نہ اس لئے کہ جہر منع ہے۔

(لمعات بحوالہ حاشیہ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الاسماء باب ثواب التبیح والتعمید الفصل الاول ص ۲۰۱ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اشدہ للمعات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے دریں اشارات است کہ منع از جہر برائے آسانی و نرمی است نہ از جہت تا مشرعیّت ذکر جہر حق آنست ذکر جہر مشروع است بے شبہ مگر بعارض ایں را در رسالہ اور او اثبات نمودیم۔ اس حدیث میں ادھر اشارہ ہے کہ جہر سے ممانعت نرمی اور آسانی کے لئے ہے نہ اس لئے کہ جہر منع ہے اور حق یہ ہے کہ جہر بالا شبہ مشروع ہے لیکن کسی وجہ سے اور ہم نے اس کا ثبوت رسالہ اور اد میں دیا ہے۔

(اشدہ للمعات قاری ج ۲ ص ۲۳۳ مطبوعہ مکتبہ خانیہ پشاور)

**اعتراض (۵).....:-** ہدایہ جلد اول فصل فی تکبیرات التشریق میں ہے۔

واخذ بقول ابن مسعود اخذا بالاقل لان الجهر بالتكبير بدعة۔

**ترجمہ:** امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول لیا کم کو لینے کے لئے کیونکہ بلند آواز سے تکبیر کہنا بدعت ہے۔

(ہدایہ اولین ص ۵۷ مطبوعہ مکتبہ شریعہ علیہ ملتان)

اور بدعت میں کمی بہتر ہے ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک نوں ذی الحجہ کی فجر سے دسویں کی عصر تک ہر نماز فرض کے تکبیر تشریق کہنا چاہئے۔ اور صاحبین کے نزدیک نوں کی فجر سے دسویں کی عصر تک امام صاحب فرماتے ہیں کہ چونکہ تکبیر بالجہر بدعت ہے اور بدعت میں کمی بہتر۔ اس لئے صرف دو دن تکبیر کہو۔ جس سے معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر بدعت ہے۔ اسی ہدایہ میں اسی فصل تکبیرات التشریق میں ہے۔ ولان الجهر بالتكبير خلاف السنة والشرع و ردہ عند استجماع هذه الشرائط۔

**ترجمہ:** اور اس لئے کہ تکبیر بالجہر خلاف سنت ہے اور اس کا حکم ان شرائط کے جمع ہونے کی صورت میں ہے۔

(ہدایہ اولین ص ۵۷ مطبوعہ مکتبہ شریعہ علیہ ملتان)

**جواب:-** امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف اس تکبیر تشریق کے وجوب میں ہے نہ کہ جواز میں یعنی امام صاحب تو صرف دو دن ضروری کہتے ہیں اور صاحبین پانچ دن۔ امام صاحب اس کو بدعت یا خلاف سنت کہہ کر وجوب کا انکار فرماتے ہیں ہم اسی بحث کے پہلے باب میں شامی سے نقل کر چکے ہیں کہ خود امام صاحب نے اہل کوفہ کو بازاروں میں نعرہ تکبیر کی اجازت دی۔ کہیے اس بدعت کی اجازت کیوں دی؟ شامی باب سلوۃ العیدین میں عید الفطر کی بحث میں فرماتے ہیں۔

والخلاف في الافضلية اما الحكم اهه فمتفية عن الظوفين۔

**ترجمہ:** یعنی اختلاف محض افضلیت میں ہے۔ لیکن کراہت وہ کسی طرف نہیں ہے۔

(رد المحتار علی الدر المختار باب صلوٰۃ العیدین ج ۱ ص ۶۱۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اسی شای میں اسی جگہ ہے۔

التکبیر بالجهر فی غیر ایام التشریق لایسن الا بازاء العدوا والصلوص وقاس علیہ بعضهم الحریق و المتخارف کلہا زاد القہستانی او علا شرفا۔

**ترجمہ:** ایام تشریق کے علاوہ اور دنوں میں نعرہ تکبیر سنت نہیں۔ مگر دشمن یا چوروں کے مقابلہ میں اور اس پر بعض لوگوں نے قیاس کیا ہے کہ آگ لگنے اور تمام خوفناک چیزوں اور قہستانی نے زیادہ کیا ہے کہ بلندی پر چڑھنے کے وقت۔

(رد المحتار علی الدر المختار باب صلوٰۃ العیدین ج ۱ ص ۶۱۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ور مختار باب العیدین میں ہے۔

وهذا للخواص اما العوام فلا یمنعون عن تکبیر ولا تنفل اصلا۔

**ترجمہ:** یہ احکام خواص کے لئے ہیں عوام کو نہ تو تکبیر سے روکنا نفل ہے۔

(رد المحتار علی الدر المختار باب صلوٰۃ العیدین ج ۱ ص ۶۱۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شای میں اسی بحث میں ہے لافی البیت ای لایسن والا فهو ذکر مشروع (رد المحتار علی الدر المختار باب صلوٰۃ العیدین ج ۱ ص ۶۱۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) غرض کہ ثابت ہوا کہ ہدایہ کی یہ تمام گفتگو سنت ہونے میں۔ نیز تکبیر تشریق میں یہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔ ہم پہلے باب میں عرض کر چکے کہ مولوی رشید احمد صاحب کافوتی یہ ہی ہے کہ ذکر بالجہر جائز ہے۔ اور اگر ان آیات و احادیث کی یہ توجہیں نہ کی جاویں تو مخالفین کے بھی یہ خلاف ہیں۔ کیونکہ بعض ذکر اللہ وہ بھی بلند آواز سے کرتے ہیں۔ جیسے اذان۔ بقرعید کے موقعہ پر تکبیر تشریق ج میں تکیبہ جلسوں کے موقعوں پر نعرہ تکبیر اور فلاں صاحب زعمہ باد وغیرہ کیونکہ ان کے یہ دلائل و ذکر بالجہر کو مطلقاً منع کر رہے ہیں اور حدیث احادیث وجہ سے قرآنی آیات میں قید لگانا جائز نہیں لہذا یہ نہیں کہہ سکتے کہ چونکہ ان موقعوں پر ذکر بالجہر حدیث میں آگیا لہذا جائز ہے کیونکہ قرآنی آیات میں حدیث سے پابندی لگانا کہاں جائز ہے۔

**اعتراض (۶).....** فتاویٰ بزازیہ صفحہ ۳۷۸ میں ہے۔

عن فتاوی القاضی انہ حرام لما صح عن ابن مسعود انہ اخرج جماعة عن المسجد یہللون ویصلون علی النبی ﷺ جہرا وقال لهم ما اراکم الا مبتدعین۔

**ترجمہ:** قاضی صاحب کے فتاویٰ سے نقل کیا کہ جہر نے ذکر کراہم ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت کے ساتھ ثابت ہو چکا کہ انہوں نے ایک جماعت کو مسجد سے محض اسی لئے نکال دیا تھا کہ وہ بلند آواز سے لا الہ الا اللہ اور بلند آواز سے آنحضرت پر درود شریف پڑھتی تھی اور فرمایا میں تمہیں بدعتی خیال کرتا ہوں۔

(فتاویٰ بزاز علی ہاشم البندی ج ۶ ص ۳۷۸ مطبوعہ کبریٰ امیریہ بلاق مصر)

دیکھو بلند آواز سے جماعت کے ساتھ مل کر ذکر اللہ اور درود شریف پڑھنا حرام ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان ذاکرین اور درود خوانوں کو بدعتی فرمایا بلکہ انہیں مسجد سے نکال دیا انہوں نے کہ آج ذکر بالجہر نہ کرنے والوں کو وہابی کہا جاتا ہے۔ یہ ہے انقلاب زمانہ ایمان کفر بن گیا اور کفر ایمان۔ (راہ سنت)۔

**جواب:** اس کے دو جواب ہیں ایک الزامی اور دوسرا تحقیقی جواب الزامی تو یہ ہے کہ پھر تم بھی بدعتی ہوئے اور حرام کے مرتکب کیونکہ

تمہارے دینی سیاسی جلسے ہوتے ہیں تقریروں کے دوران نعرہ نیکبیر اور فلاں صاحب زندہ باد۔ دن رات مسجدوں میں ہوتے ہیں نہ تم ان بالجہر ذکر کروں پر فتوے لگاتے ہو نہ انہیں روکتے ہو کیا مسجد میں صرف درود شریف آواز سے پڑھنا حرام ہے۔ باقی تمہارے جلسے نعرے سب جائز۔ جواب تحقیقی وہ ہے جو یہاں اسی جگہ فتاویٰ برازیہ اور فتاویٰ شامی نے دیا ہے، جسے آپ نے نقل نہ فرمایا اگر آپ پوری عبارت نقل کر لیتے تو اسی کا جواب ان کتابوں سے مل جاتا۔ سنو اسی جگہ شامی میں ہے۔

واما رفع الصوت بالذكر فجائز كما في الاذان والخطبة والجمعة والحج وقد حرزت المسئلة في الخيرية وحمل ما في فتاوى القاضى على جهر المضمر۔  
**ترجمہ:** بلند آواز سے ذکر کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ اذان خطبہ جمعہ اور حج میں ہوتا ہے اور یہ مسئلہ فتاویٰ خیرہ میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے اور جو فتاویٰ قاضی میں ہے اس سے مراد نقصان دہ جہر ہے۔

(رد المحتار ج ۵ ص ۳۵۰)

معلوم ہوا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو بدعتی فرمایا جو جماعت اول کے وقت جبکہ لوگ نماز جماعت سے ادا کر رہے تھے یہ ذکر بالجہر کرتے تھے۔ جس سے لوگوں کی نماز میں حرج واقع ہوتا تھا یا کوئی اور بدعتی ضرر تھا۔ خلاصہ یہ کہ نقصان دہ جہر منوع ہے۔ اب ذرا فتاویٰ برازیہ کو بھی دیکھ لو اسی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہما کو نقل فرما کر ایک اعتراض مع جواب فرماتے ہیں کہ اگر تم کہو کہ فتاویٰ میں تو یہ ہے کہ ذکر بالجہر سے کسی کو نہ روکو اگرچہ وہ مسجد ہی میں کرتے ہوں تا کہ اسی آیت کے خلاف نہ ہو جاوے۔ من اعظم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر الخ (پارہ ۱ سورہ ۲۴ آیت نمبر ۱۱۳) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا یہ عمل تمہارے ان فتاویٰ کے خلاف ہے اس کے جواب میں عبارت فرماتے ہیں۔ جس میں یہ بھی ہے۔

الاخراج عن المسجد یجوز ان یکون لاعتقادهم العبادۃ فیہ ولیعلم الناس بانہ بدعة والفعل جائز والجائز یجوز ان یکون غیر جائز لعارض یلحقہ۔

**ترجمہ:** آپ کا انہیں مسجد سے نکالنا ممکن ہے اس لئے ہو کہ ان لوگوں کا اعتقاد یہ ہے کہ یہ جہر بھی عبادت ہے اور لوگوں کو یہ بتانا ہو کہ یہ عقیدہ بدعت ہے اور جائز کام کبھی کسی عارضی وجہ سے ناجائز ہو جاتا ہے۔

اسی فتاویٰ میں اسی جگہ ہے۔

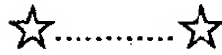
واما رفع الصوت بالذكر فجائز كما في الاذان والخطبة والحج۔

(رد المحتار ج ۵ ص ۳۵۰)

مخالفین کے عقلی اعتراضات صرف تین ہیں اولاً یہ کہ خدا ہے پھر زور سے چیخا کیوں؟ جواب گزر چکا کہ یہ آواز بلند کرنا خدا تعالیٰ کے سنانے کے لئے نہیں بلکہ دیگر فوائد کے لئے ہے۔ جیسے اذان وغیرہ زور سے دی جاتی ہے۔ دوم یہ کہ درود صلی اللہ علیک وسلم یا رسول اللہ حدیث سے ثابت نہیں لہذا ناجائز ہے اس کا جواب اسی کتاب میں اور مقام پر گزر گیا کہ دو اغراض میں نقل خاص کی ضرورت نہیں بلکہ جو ناجائز کی حد میں نہ آوے وہ جائز ہے اور اس کی پوری تحقیق کہ کون سا درود پاک افضل ہے ہماری کتاب شان حبیب الرحمن میں ملاحظہ کرو۔ تیسرے یہ کہ بعد نماز بلند آواز سے درود پڑھتے ہیں۔ ان سے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے کہ نماز بھولتے ہیں لہذا ناجائز ہے۔

**جواب:-** اس کے چند جواب ہیں۔ پہلا یہ کہ یہ اعتراض دعویٰ کے مطابق نہیں کیونکہ تم کہتے ہو ذکر بالجہر بالکل منع ہے۔ اور اس سے یہ ثابت ہوا کہ کسی نمازی کو اس سے تکلیف ہو تو منع ورنہ جائز تو اگر کسی وقت کوئی نماز نہ پڑھ رہا ہو۔ تب جائز ہونا چاہیے دوسرے یہ کہ یہاں

پنجاب میں دیکھا جاتا ہے کہ بعد نماز فجر کچھ توقف کر کے اور عشاء کی سنتوں اور وتر سے فارغ ہو کر یہ درود پڑھا جاتا ہے اور اس وقت سب لوگ نماز سے فارغ ہو چکے ہیں۔ تیسرے یہ کہ ہم اسی بحث کے پہلے باب میں احادیث پیش کر چکے ہیں کہ حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام بعد نماز بلند آواز سے ذکر کرتے تھے۔ نیز آج بھی بعض مسجدوں میں قرآن کے مدرسے ہیں جہاں کہ طلباء بعد نماز ظہر و عشاء جمع کر کر قرآن یاد کرتے ہیں۔ کبھی مسجدوں میں بعد نماز عشاء دینی جلسے ہوتے ہیں جن میں نعرے بھی لگتے ہیں تقریریں بھی ہوتی ہیں۔ بقرعید کے زمانہ میں جماعت فرض کے بعد فوراً ہی سب لوگ باواز بلند تین بار تکبیر تشریف کہتے ہیں۔ کہیے ان ذکروں سے نمازی کا وہیان بنتا ہے یا نہیں؟ اور یہ جائز ہیں یا منع؟ فقہاء جو فرماتے ہیں کہ ذکر بالجہر سے نمازیوں کو تکلیف پہنچے تو منع ہے۔ اس کا مقصد ظاہر ہے کہ جب جماعت کا وقت ہو لوگ نماز میں مشغول ہوں اور یہ ذکر بالجہر کر رہا ہو یہ منہ ہے نہ یہ کہ نماز بھی ہو چکی لوگ فارغ ہو کر اب ذکر و تلاوت میں مشغول ہو گئے اب کوئی شخص تارک الجماعت بعد میں آیا تو اپنی نماز کے حیلے سے سب کو خاموش کرنا پھرے کہ چونکہ مجھے اب نماز پڑھنا ہے لہذا اے نمازیو! اے قرآن یاد کرنے والو! غلو تم سب خاموش ہو جاؤ۔ خیال رہے کہ مساجد میں زیادہ اہتمام جماعت اول کا ہوتا ہے جس پر بہت سے شرعی مسئلے متفرع ہیں۔ مکہ معظمہ میں صرف جماعت اولیٰ کے لئے طواف بند ہوتا ہے۔ جہاں یہ جماعت ختم ہوئی طواف شروع ہوا۔ اور طواف دعاؤں کا اس قدر شور ہوتا ہے کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔ کہیے وہاں اس ذکر بالجہر کا کیا حکم ہے؟ کیا نماز کے خلل کی وجہ سے طواف بند کراؤ گے۔



## بحث اولياء الله کے نام پر جانور پالنا

بعض لوگ جو کہ فاتحہ گیارہویں یا کہ میلاد شریف کے پابند ہیں وہ اس کے لئے کچھ عرصہ پہلے بکرے مرنے وغیرہ پالیتے ہیں۔ اور ان کو قربہ کرتے ہیں۔ تاریخ فاتحہ پر ان کو بسم اللہ پڑھ کر کے کھانا پکا کر فاتحہ کرتے ہیں اور فقراء اور صلحاء کو کھلاتے ہیں۔ چونکہ وہ جانور اس کی نیت سے پالا گیا ہے اس لئے کہہ دیتے ہیں۔ گیارہویں کا بکریہ غوث پاک کی گائے وغیرہ یہ شرعاً حلال ہے۔ جیسے کہ ولیمہ کا جانور مگر مخالفین اس کام کو حرام۔ اس گوشت کو مردار۔ اور فاعل کو مرد و مشرک کہتے ہیں۔ اس بحث کے بھی دو باب کئے جاتے ہیں۔ پہلے باب میں اس کے جواز کا ثبوت اور دوسرے میں اس پر اعتراضات و جوابات۔

## پہلا باب

### اس کے جواز کے ثبوت میں

جس حلال جانور کو مسلمان یا اہل کتاب اللہ کا نام لے کر ذبح کرے وہ حلال ہے اور جس حلال جانور کو مشرک یا مرتد ذبح کرے وہ مردار ہے۔ اسی طرح اگر مسلمان دیدہ دانستہ بسم اللہ پڑھنا چھوڑ دے یا خدا کے سوا کسی اور کا نام لے کر ذبح کرے (مثلاً بجائے بسم اللہ اللہ اکبر کے کہہ دے یا غوث اور ذبح کر دے) تو حرام ہے خیال رہے کہ اس حلت و حرمت میں ذبح کرنے والے کا اعتبار ہے نہ کہ مالک کا۔ اگر مسلمان کا جانور مشرک نے ذبح کر دیا مردار ہو گیا۔ اگر مشرک نے بت کے نام پر جانور پالا مگر اس کو مسلمان نے بسم اللہ سے ذبح کر دیا حلال ہے۔ اسی طرح ذبح کے وقت نام لینے کا اعتبار ہے نہ کہ آگے پیچھے زندگی میں جانور بت کے نام کا تھا مگر ذبح اللہ کے نام پر ہوا ہے حلال ہے اور زندگی میں جانور قربانی کا تھا مگر ذبح کے وقت اور نام لیا گیا وہ مردار اسی کو قرآن نے فرمایا وما اهل به لغير الله (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۷۳) وہ جانور بھی حرام ہے جو کہ غیر خدا کے نام پر پکارا گیا۔ یہاں پکارنے سے مراد بوقت ذبح پکارنا ہے۔ چنانچہ تفسیر بیضاوی میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول اس آیت وما اهل لغير الله به کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔

یعنی ما اهل للطواغیت کلهما۔

**ترجمہ:** اس سے مراد وہ جانور ہیں جنہیں بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۲۳۹ مطبوعہ مکتبۃ دارالبارئ مکہ المکرمۃ)

نیز یہی امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ دوسری کتاب میں فرماتے ہیں۔

وما اهل لغير الله به ما ذبح لآلهتهم۔

**ترجمہ:** وما اهل لغير الله به کا معنی وہ جانور ہیں جو مشرکین اپنے جھوٹے معبودوں کے نام پر ذبح کیا کرتے تھے۔

(شعب الایمان ج ۵ ص ۲۰ رقم الحدیث ۵۶۲۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

رئیس المفسرین حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی تفسیر میں ہے۔

وما اهل به لغير الله ما ذبح لغير اسم الله عمدا للاصنام۔

**ترجمہ:** وما اهل به لغير الله كما معني ہے وہ جانور جس کو جان بوجھ کر اللہ کا نام لیے بغیر بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔

(تخريج المقياس ص ۳۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

ای رفع الصوت لغير الله به كقولهم باسم اللات والعزی عند ذبحه۔

**ترجمہ:** یعنی اس جانور پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو جیسے کفار ذبح کے وقت کہتے تھے۔ اللات والعزی۔

(تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۱۶۲)

تفسیر جلالین میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔ بان ذبح علی اسم غیرہ اس طرح کہ غیر خدا کے نام پر ذبح کیا جاوے۔ تفسیر

خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔ (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۷۳)

یعنی ما ذکر علی ذبحہ غیر اسم اللہ وذلك ان العرب فی الجاهلیۃ كانوا یذکرون اسماء اصنامهم عند الذبح فحرم الله ذلك بهذه الاية وبقوله ولا تاكلوا مما لم یذکر اسم الله علیہ۔

**ترجمہ:** یعنی وہ جانور حرام ہے۔ جس کے ذبح پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ اور یہ اس لئے ہے کہ اہل عرب زمانہ جاہلیت میں ذبح کے وقت بتوں کا نام لیتے تھے پس خدا تعالیٰ نے اس کو اس آیت سے اور آیت ولا تاكلوا سے حرام فرمایا۔

تفسیر کبیریہ ہی آیت۔

الذبح باسم اللات والعزی فحرم الله تعالى ذلك۔

**ترجمہ:** اہل عرب ذبح کے وقت کہتے تھے۔ بسم اللہ اللات والعزی اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام فرمایا۔

(تفسیر کبیریہ ج ۵ ص ۱۱۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ ایران)

تفسیرات احمدیہ میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

معناه ما ذبح به لاسم غیر الله مثل اللات والعزی واسماء الانبیاء۔

**ترجمہ:** آیت کے معنی یہ ہیں کہ اس کو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا اور وہ وہ ہے جو بتوں کے لئے ذبح کیا جاتا تھا۔

تفسیر کبیریہ میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

ای ذبح للاصنام فذكر علیہ غیر اسم الله ای رفع به الصوت للصنم وذلك قول اهل الجاهلیۃ باسم اللات والعزی۔

**ترجمہ:** یعنی وہ جانور حرام ہے جو کہ بتوں کے لئے ذبح کیا جاوے پس اس پر غیر اللہ کا نام لیا جاوے۔ یعنی اس پر بت کی آواز دی گئی ہو۔ اور یہ جاہلیت والوں کا یہ کہنا تھا کہ بسم اللہ اللات والعزی۔

(تفسیر کبیریہ ج ۵ ص ۱۱۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ ایران)

تفسیر لباب التاویل میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

یعنی ما ذبح للاصنام والطواغیت واصل الابلال رفع الصوت وذلك انهم كانوا یرفعون اصواتهم بذکر الهتهم اذا ذبحوها۔

(تفسیر لباب التاویل فی معانی التاویل ج ۱ ص ۱۱۹)

تفسیر علامہ ابوالسعود میں ہے۔

ای رفع به الصوت عند ذبحه للصنم۔

(تفسیر ابوسعود ج ۱ ص ۱۹۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر حسینی میں اسی آیت کے ماتحت ہے وآنچه آواز برآورده شود بغير الله از برائے غیر خدا بداراں در وقت ذبح آن یعنی بتاں بکشند۔



ان تمام تفاسیر سے معلوم ہوا کہ اس آیت ما اهل میں اهل سے مراد ہے ذبح کے وقت غیر خدا کا نام پکارنا۔ لہذا جانور کی زندگی میں کسی طرف نسبت کرنے کا اعتبار نہیں۔ اب ہم فقہاء کی عبارات بھی پیش کرتے ہیں۔ تفسیرات احمدیہ میں اسی آیت وما اهل به لغير الله کے ماتحت ہے۔

ومن ههنا علم ان الحقة المندورة للاولياء كما هو الرسم في زماننا حلال طيب لانه لم يذكر اسم غير الله وقت الذبح وان كانوا يندرونها۔

**ترجمہ:** اس سے معلوم ہوا کہ جس گائے کی اولیاء اللہ کے لئے نذر مانی گئی جیسا کہ ہمارے زمانہ میں رواج ہے یہ حلال طیب ہے کیونکہ اس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام نہیں لیا گیا اگرچہ اس گائے کی نذر مانتے ہیں۔

اس میں تو گیارہویں شریف کے بکرے کا خاص فیصلہ فرمادیا نام لے کر اور اس کتاب کے معنی مولانا احمد جیون علیہ الرحمۃ وہ بزرگ ہیں جو کہ عرب و عجم کے علماء کے استاذ ہیں اور تمام دیوبندی بھی ان کو مانتے ہیں۔ شامی باب الذبح میں ہے۔

اعلم ان المدار على القصد عند ابتداء الذبح۔

**ترجمہ:** جاننا چاہئے کہ حلت و حرمت کا دار و مدار ذبح کے وقت نیت کا ہے۔

(در مختار مع رد المحتار ج ۵ ص ۱۹۷-۱۹۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

صاف معلوم ہوا کہ ذبح سے پہلے کی نیت یا نام بالکل معتبر نہیں۔

عالمگیری باب الذبح میں ہے۔

مسلم ذبح شاة المجوسی لیت نارهم راو بکافر لالہتم توکل لانه سمي الله تعالى ويكره للمسلم كذا في التارخانيه ناقلا عن جامع الفتاوى۔

مسلمان نے مجوسی کی وہ بکری جو ان کے آئندہ کے لئے یا کافر کی ان بتوں کے لئے تھی۔ ذبح کی وہ حلال ہے کیونکہ اس مسلمان نے اللہ کا نام لیا ہے مگر یہ کام مسلمان کے لئے مکروہ ہے۔ اسی طرح تارخانیہ میں جامع الفتاویٰ سے نقل کیا۔ دیکھئے جانور پالنے والا کافر ہے اور ذبح بھی کرتا ہے بت یا آگ کی عبادت کی نیت سے گویا مالک کا پالنا اور ذبح کرنا دونوں فاسد۔ مگر چونکہ بوقت ذبح مسلمان نے بسم اللہ کہہ کر ذبح کیا ہے۔ لہذا جانور حلال ہے۔ کہنے گیارہویں یا میلاد کا بکرا اس بت پرست کے بکرے سے بھی گیا گزرا ہے؟ کہ وہ تو حلال مگر یہ حرام۔ الحمد للہ بخوبی ثابت ہوا کہ یہ گیارہویں وغیرہ کا جانور حلال ہے اور یہ فعل باعث ثواب ہے۔

## دوسرا باب

### اولیاء اللہ کے جانور کے متعلق اعتراضات و جوابات

**اعتراض (۱)۔** اس آیت ما اهل به لغير الله (سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۷۳) میں کلمہ اهل بلال سے مشتق ہے اور اہلال کے معنی لغت میں ذبح کے نہیں بلکہ مطلقاً پکارنے کے ہیں۔ لہذا جس جانور پر غیر خدا کا نام پکارا خواہ تو اس کی زندگی میں یا بوقت ذبح وہ مرار ہے تو غوث پاک کا بکرا شیخ سدو کی گائے اگرچہ خدا کے نام پر ذبح ہو حرام ہے۔ (نوٹ) یہ اعتراض شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ کا ہے وہ مسئلہ میں سخت غلطی فرما گئے۔

**ترجمہ:** اہلال کے لغوی معنی میں ہیں مطلقاً پکارنا۔ مگر عرفی معنی میں بوقت ذبح پکارنا۔ اور یہ عرفی معنی ہی اس جگہ مراد ہیں۔ صلوٰۃ کے لغوی معنی تو ہیں مطلقاً دعا۔ مگر عرفی معنی ہیں نماز تو اقیمو الصلوٰۃ سے نماز فرض ہوگی نہ کہ عام دعا۔ تفسیر کبیر میں اسی آیت مائل کے ماتحت ہے۔

الاهلال رفع الصوت هذا معنى الاهلال فى اللغة ثم قيل للمحرم۔

**ترجمہ:** الخ اہلال کے معنی ہیں آواز بلند کرنا (پکارنا) یہ معنی لغوی ہیں پھر محرم کو کہا گیا الخ۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۱۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ ایران)

اسی طرح حاشیہ بیضاوی للشہاب میں اسی آیت مائل کے ماتحت ہے۔

ای رفع به الصوت الخ هذا اصله ثم جعل عبارة عماد ذبح لغير الله۔

**ترجمہ:** یعنی اس کو پکارا گیا ہو یہ اہلا کے لغوی معنی ہیں پھر اس الگ سے مراد لی گئی ہے کہ وہ جانور جو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا جاوے۔

اگر یہاں اہلال کے لغوی معنی مراد ہوں تو چند خرابیاں لازم ہوں گی۔ اولاً تو یہ کہ یہ تفسیر اجماع مفسرین اور اقوال صحابہ کرام کے خلاف ہے۔

مفسرین کے اقوال تو ہم پہلے باب میں عرض کر چکے۔ اب صحابہ کرام وغیرہم کے اقوال ملاحظہ ہوں۔ تفسیر درمنثور میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

اخرج ابن المنذر عن ابن عباس فى قوله تعالى 'وما اهل الآيته قال ذبح واخرج ابن جرير عن ابن عباس وما اهل يعنى ما اهل للطواغيت واخرج ابن ابى حاتم عن ابى العالىته وما اهل يقول ما ذكر عليه اسم غير الله۔

تفسیر مظہری میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قال الربيع ابن انس يعنى ما ذكر عند ذبحه اسم غير الله۔

معلوم ہوا کہ اس قدر صحابہ کرام و تابعین کا یہ ہی فیصلہ ہے کہ اس آیت سے مراد ہے غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا۔

**جواب:**۔ دوم یہ کہ تمہارے بتائے ہوئے یہ معنی خود قرآن کریم کے بھی خلاف ہیں قرآن فرماتا ہے۔

ما جعل الله من بحيرة ولا سائبة ولا وصيلة ولا حام ولكن الذين كفروا يفترون على الله الكذب۔

**ترجمہ:** اللہ نے بحیرہ اور سائبہ اور وصیلہ اور حام نہیں مقرر کئے۔ لیکن کفار اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔

(پارہ ۷ سورہ ۵ آیت نمبر ۱۰۳)

یہ چار جانور بحیرہ وغیرہ وہ تھے جن کو کفار عرب بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور ان کو حرام سمجھتے تھے۔ قرآن نے اس حرام سمجھنے کی

تردید فرمادی۔ حالانکہ ان پر زندگی میں بتوں کا نام پکارا گیا تھا۔ اور ان کے کھانے کا حکم دیا کہ فرمایا۔

كلوا مما رزقكم الله ولا تتبعوا خطوات الشيطان۔

**ترجمہ:** کھاؤ اس کو جو تمہیں اللہ نے دیا اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔

(پارہ ۸ سورہ ۱۶ آیت نمبر ۱۲۲)

تفسیر فتح البیان میں زیر آیت ما جعل الله من بحيرة اور نووی شرح مسلم العجته ونعيمًا باب الصفته اللتي يعرف بها في

الدنيا اهل الجنة صفحہ ۳۸۵ میں ہے۔

المراد انكار ما حرموا على انفسهم من السائبة والبحيرة والحام وانها لم تصر حراماً بتحريمہ۔

**ترجمہ:** یعنی اس آیت سے ان جانوروں کی حرمت کا انکار کرنا مقصود ہے جن کو کفار حرام سمجھتے تھے بحیرہ وغیرہ کہ یہ جانور ان کے حرام

کر لینے سے حرام نہیں ہو گئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو ساڑھند لوگ بتوں کے نام پر چھوڑتے ہیں وہ حرام نہیں ہو جاتا اگر مسلمان بسم اللہ کہہ کر ذبح کر لے تو حلال

ہے ہاں غیر کی ملکیت کی وجہ سے ایسا کرنا منع ہے نیز رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ وقالوا هذه الانعام وحرث حجير لا يطعمها الا من تشاء بنزعمهم (پارہ ۸ سورہ ۵ آیت نمبر ۱۳۸) اور کفار بولے کہ یہ جانور اور کھیتی روکی ہوئی ہے نہ اس کو وہ بھی کھائے۔ جس کو ہم چاہیں اپنے جھوٹے خیال میں۔ نیز فرماتا ہے وقالوا ما في بطون هذه الانعام خالصة للذكورنا ومحرم على ازواجنا (پارہ ۸ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۳۹) کفار بولے جو ان جانوروں کے شکم میں بچہ ہے وہ ہمارے مردوں کے لئے خاص ہے اور ہماری عورتوں پر حرام۔ یہ بھی وہ کھیتیاں اور جانور تھے جو بتوں کے نام پر وقف تھے اور کفار ان کی حلت میں پابندیاں لگاتے تھے اس پابندی کی تردید فرمادی گئی۔ تو جب بتوں کے ۲۰ پر چھوٹے ہوئے جانور حرام نہ ہوئے تو اہل اللہ کی فاتحہ کی نیت سے پالے ہوئے جانور کیوں حرام ہو گئے؟ تیسرے یہ کہ اہل کے یہ معنی فقہاء کی تصریح کے بھی خلاف ہیں ہم اس بحث کے پہلے باب میں عالمگیری کی عبارت پیش کر چکے ہیں کہ مشرک یا آتش پرست نے بت یا آگ کے چڑھاوے کے لئے جانور مسلمان سے ذبح کر لیا۔ مسلمان نے بسم اللہ سے ذبح کیا وہ حلال ہے اسی طرح تفسیرات احمدیہ کی عبارت بھی پیش کر دی گئی کہ اولیاء اللہ کی نذر کا پالا ہوا جانور حلال ہے چوتھے یہ کہ یہ معنی عقل کے بھی خلاف ہیں اس لئے کہ جب اہل کے لغوی معنی مراد ہوئے یعنی جانور پر اس کی زندگی میں یا بوقت ذبح غیر اللہ کا نام پکارنا جانور کو حرام کر دیتا ہے تو لازم آیا کہ جانور کے سوا دوسری اشیاء بھی غیر اللہ کی طرف نسبت کرنے سے حرام ہو جاویں۔ کیونکہ قرآن میں آتا ہے۔ ما اهل به لغير الله اور ہر وہ چیز جو کہ غیر اللہ کے نام پر پکاری جاوے۔ مائیں جانور کی قید نہیں پھر خواہ تقرب کی نیت سے پکارا یا کسی اور نیت سے بہر حال حرمت آتی چاہیے تو زید کا بکرا، عمر کی بھینس، زید کے آم، بکرے کے باغ کے پھل، فلاں کی بیوی، ام سعد کا کنواں، فلاں کی مسجد، میرا گھر، دو بند کا دروازہ، امام بخاری کی کتاب سب ہی نسبتیں ناجائز ہو گئیں اور ان کا استعمال حرام۔ اور بخاری ترمذی تو خاص مشرک ہوا۔ کہ ان کی نسبت بخارا اور ترمذ کی طرف ہوئی جو کہ غیر اللہ ہیں۔ جناب جس وقت تک کہ عورت صرف اللہ ہی کی بندی کہلائی۔ سب کو حرام رہی، جب اس پر غیر خدا کا نام آیا، آباد میں حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دستی لکھا ہوا قرآن شریف تھا انگریز اس کے دو لاکھ روپے دیتے تھے مگر نہ دیا گیا امیر عبدالرحمن خان کا استعمال شدہ قالین پچاس ہزار روپے میں امریکہ والوں نے خریدار۔ پرانے ٹکٹ بھی قیمتی ہوتے ہیں (سرکار علی پوری) غرض کہ اہل کے یہ معنی ایسے فاسد ہیں کہ عقل و نقل سب ہی کے خلا۔ پانچویں یہ کہ اگر کسی نے جانور بت کے نام پر پالا بعد میں اس سے تائب ہو گیا اور خالص نیت سے اس کو ذبح کیا تو یہ بالاتفاق حلال ہے حالانکہ اہل میں تو یہ بھی داخل ہوا۔ اگر ایک بار بھی غیر اللہ کا نام اپ پر بول دیا ماحل کی حد میں آ گیا۔ اب ماننا ہی پڑا کہ وقت ذبح اللہ کا نام پکارنا معتبر ہے نہ کہ قتل کا۔ اگر کوئی شخص غیر اللہ کے نام پر ذبح کرے پھر گوشت میں اللہ کی نیت کرے بالکل غیر معتبر ہے۔ اسی طرح اگر زندگی کا پکارنا معتبر ہوتا تو جو آدمی جانور کی زندگی میں غیر اللہ کا نام پکارے پھر تو یہ کر کے اللہ کے نام پر ذبح کرتا۔ تو بھی حرام ہوتا۔ چھٹے یہ کہ اگر ماحل کے معنی لغوی مراد لئے جاویں جب بھی بہ کی وجہ سے پکارنے میں تخصیص ہوگی۔ اس طرح کہ ب فی کے معنی میں ہوگا اور مضاف پوشیدہ یعنی فی ذبحہ ورنہ پھر بہ سے کیا فائدہ۔ بغیر بہ کے بھی یہ معنی حاصل تھے۔ جیسا کہ سلیمان جمل نے آیت اہل بہ لغیر اللہ کی تفسیر میں لکھا ہے تو بھی مطلب وہی بنا کہ جس جانور پر بوقت ذبح غیر اللہ کا نام لیا گیا وہ حرام ہے بہر حال یہ ترجمہ محض فاسد ہے۔

**اعتراض (۲)۔۔۔۔۔:** فقہی مسئلہ ہے کہ جس جانور کو بسم اللہ سے ذبح کیا جاوے مگر ذبح کی نیت غیر خدا سے تقرب حاصل کرنا ہو تو وہ حرام ہے۔ چونکہ گیارہویں کرنے والے کی نیت حضور غوث پاک کو راضی کرنا ہے لہذا اس ذبح میں غیر اللہ کی طرف تقرب ہوا۔ تو اگرچہ جانور ذبح تو بسم اللہ سے ہوا۔ مگر اس قاعدے سے حرام ہو گیا۔ اس قاعدے کی تحقیق سوال نمبر ۳ میں آتی ہے۔

**جواب :-** ذبح کی چار قسمیں ہیں۔ اول ذبیحہ کہ ذبح سے مقصود محض خون بہانا ہو اور گوشت محض تابع ہو۔ اور یہ خون بہانا رب کو راضی

کرنے کے لئے ہو۔ جیسے کہ قربانی، ہدی، عقیقہ اور نذر کا جانور یہ ذبح عبادہ ہے مگر اس میں وقت یا جگہ کی قید ہے کہ قربانی خاص تاریخوں میں عبادت ہے آگے پیچھے نہیں۔ ہدی حرم میں عبادت ہے اور جگہ نہیں۔ دوسرے چمڑی کی دھار کی آزمائش کے لئے ذبح کرنا یہ نہ عبادت ہے نہ گناہ۔ اگر بسم اللہ سے ہو تو جانور حلال ورنہ حرام۔ تیسرے گوشت کھانے کے لئے ذبح کرنا جیسے کہ شادی ولیمہ کی دعوت یا گوشت کی تجارت کے لئے ذبح کرنا۔ اسی طرح فاتحہ بزرگان کے لئے ذبح کرنا کہ ان سب ذبح سے مقصود گوشت ہے ذبح گوشت کے لئے ہے یہ بھی اگر بسم اللہ سے ہو تو حلال ورنہ حرام۔ چوتھے غیر خدا کو راضی کرنے کے لئے صرف خون بہانے کی نیت سے ذبح کرنا کہ اس میں گوشت مقصود ہے یہ جانور اگر بسم اللہ کہہ کر بھی ذبح کیا جاوے، جب بھی حرام ہے بشرطیکہ ذبح کرنے والے کی نیت بھیث کی ہو نہ کہ ذبح کرانے والے کی۔ ان فقہی عبارات سے یہی مراد ہے قرآن فرماتا ہے۔ وما ذبح علی النصب (پارہ ۶ سورہ ۵ آیت نمبر ۳) اور حرام ہے وہ جانور جو بتوں پر ذبح کیا جائے اس آیت کی تفسیر میں سلیمان حمل فرماتے ہیں۔

ای ما قصد بذبحه النصب ولم یذکر اسمها عند ذبحه بل قصد تعظیمها بذبحه فعلی بمعنی اللام فلیس هذا مکروراً مع ما سبق اذ ذاک فیما ذکر عند ذبحه اسم الصنم وهذا فیما قصد بذبحه تعظیم الصنم من غیر ذکرہ۔

**ترجمہ:** یعنی وہ جانور بھی حرام ہے جس کے ذبح سے بت مقصود ہوں اور ان کے ذبح کے وقت بت کا نام نہ لیا گیا ہو یا کہ بت کی تعظیم کے لئے کیا گیا ہو۔ پس اعلیٰ بمعنی لازم ہے لہذا یہ آیت گزشتہ سے مکرر نہیں کیونکہ وہاں اہل میں تو وہ مراد تھے جن پر بتوں کا نام لیا جاوے اور اس سے وہ جانور مراد ہیں جن کے ذبح سے بت کی تعظیم مقصود ہو اور اس کا نام نہ لیا گیا ہو۔

سبحان اللہ کیا عمدہ فیصلہ کیا جو بت کے نام پر ذبح ہو وہ تو اہل میں داخل ہے اور جس ذبح سے تعظیم غیر اللہ مقصود ہو وہ ما ذبح علی النصب (پارہ ۶ سورہ ۵ آیت نمبر ۳) میں داخل۔ بعض فقہاء نے ان دونوں صورتوں کو اہل سے ثابت کیا ہے بمعنی ماذن تعظیم غیر اللہ اسی پر درخت کی عبارت ہے غرض کہ جانوروں کی حرمت میں دو چیزیں کو دخل ہے ایک تو بوقت ذبح غیر اللہ کا نام لینا۔ دوسرے غیر اللہ کو راضی کرنے کے لئے جانور کا خون بہانا بایں معنی کہ گوشت مقصود بالذات نہ ہو۔ تقرب بغیر اللہ ہے اسی کو فقہاء حرام فرماتے ہیں چونکہ گیارہویں اور فاتحہ کا جانور تیسری قسم میں داخل ہے نہ کہ چوتھی میں۔ اسی لئے حرام نہیں کیونکہ گیارہویں کرنے والے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس جانور کے گوشت کا کھانا پکا کر فاتحہ کر کے فقراء پر تقسیم کیا جاوے گا۔ لہذا اس سے گوشت مقصود ہوا یہ فرق ضرور خیال میں رہے بعض دیوبندی کہتے ہیں کہ گیارہویں والے کا گوشت مقصود نہیں ہوتا کیونکہ دیکھا گیا ہے کہ اگر اس کو اتنا زیادہ گوشت دیا جاوے یا دوسرا جانور کہ تو اس پر فاتحہ کر دے تو وہ اس سے راضی نہیں ہوتا اگر گوشت منظور ہوتا تو جادلہ کر لیتا معلوم ہوا کہ غوث پاک کے نام پر خون بہانا منظور ہے۔ لیکن یہ قول بھی غلط ہے نیت کا حال تو نیت والا ہی جان سکتا ہے بلا دلیل مسلمان پر بدگمانی کرنا حرام ہے رہا جانور کا نہ بدلنا۔ اس کی وجہ محض اہتمام ہے وہ سمجھتا ہے کہ جس طرح ہم نے پرورش کر کے اس کو اچھا کیا ہے دوسرا گوشت ایسا نہ ملے گا۔ بعض لوگ ولیمہ کے لئے جانور پالتے ہیں وہ بھی دوسرے گوشت سے جادلہ گوارا نہیں کرتے بعض کا خیال ہوتا ہے کہ جس جانور پر فاتحہ کا وعدہ ہو گیا اس کو بدلنا جائز نہیں جیسے کہ قربانی کا جانور۔ یہ خیال غلط ہے۔ مگر غلط خیال سے ذبیحہ کیوں حرام ہو گیا۔ غرض کہ اہتمام اور ہے بھیث اور خلاصہ یہ ہوا کہ اگر نفس ذبح سے غیر اللہ کو راضی کرنا مقصود ہو تو حرام ہے اور اگر ذبح دعوت یا فاتحہ کے لئے ہو اور فاتحہ یا دعوت کسی کو راضی کرنے کے لئے ہو تو حلال ہے کسی اللہ کے بندے کو راضی کرنا اس کی عبادت نہیں۔

**اعتراض (۳).....** در مختار عالجیری باب الذبح میں ہے اور نوادی شرح مسلم میں تصریح کی ہے کہ:

ذبح لقدوم الامیر ونحوہ کو احد من العظماء یحرم لانه اهل به لغير الله ولو ذکر اسم الله علیہ۔

**ترجمہ:** بادشاہ یا کسی بڑے آدمی کے آنے پر جانور ذبح کیا تو وہ حرام ہے کہ اس پر غیر خدا کا نام پکارا گیا۔ اگرچہ اس پر اللہ ہی کا نام لیا گیا ہو۔

(در مختار مع رد المحتار ج ۵ ص ۱۹۷-۱۹۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی کی خوشنودی کے لئے جانور ذبح کرنا حرام ہے اگرچہ بسم اللہ ہی سے ذبح ہو لہذا اگر ہوں جانور بہر حال حرام ہے کہ حضور غوث پاک کی رضا کے لئے ہے اگرچہ ذبح بسم اللہ سے ہو۔

جواب:- اس کا مکمل جواب سوال نمبر ۲ کے جواب میں گزر گیا کہ اگر سلطان یا کسی کی بھیشت کی نیت سے ذبح ہو تو جانور حرام۔ بھیشت کے معنی بیان کئے جا چکے کہ خون بہانے سے اس کو راضی کرنا مقصود ہو گوشت تابع ہو اور اگر سلطان وغیرہ کی دعوت کے لئے جانور ذبح ہو تو اگرچہ دعوت سے رضائے سلطان مقصود ہو مگر جانور حلال ہے۔ در مختار کتاب الذبائح میں اسی جگہ فرماتے ہیں۔

ولو للضيف لا یحرم لانه سنة الخلیل واکرام الضیف اکرام الله والفارق انه ان قدمها لیا کل منها كان الذبح لله والمنفعة للضيف او للولیمة او للذبح وان لم یقدمها لیا کل منها بل یدفعها لغيره كان لتعظیم غیر الله فتحرّم۔

**ترجمہ:** اور اگر ذبح مہمان کے لئے ہو تو حرام نہیں کیونکہ یہ حضرت خلیل اللہ کا طریقہ ہے اور مہمان کی تعظیم اللہ کی تعظیم ہے وچ فرق یہ ہے کہ اگر اس کا گوشت مہمان کے آگے رکھا تا کہ اس میں سے کھائے تو یہ ذبح اللہ کے لئے ہوگا اور نفع مہمان کے لئے یا دلیمہ یا تجارت کے لئے اور اگر مہمان کے آگے نہ رکھا بلکہ یونہی کسی کو دیدیا تو یہ تعظیم غیر اللہ کے لئے ہے لہذا حرام ہے۔

اس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ گوشت کا مقصود ہونا عبادت و غیر عبادت میں فرق ہے۔ اسی جگہ در مختار میں ہے۔

وفي صید المنیة انه یکره ولا یکفر لانا لانسنی الظن بالسلم انه یتقرب الی الادمی بهذا النحر۔

**ترجمہ:** ایسا کرنا مکروہ ہے اس سے ذبح کا فرق ہوگا۔ کیونکہ ہم مسلمان پر بدگمانی نہیں کرتے کہ وہ اس ذبح سے کسی آدمی کی عبادت کرتا ہے۔

(در مختار مع رد المحتار ج ۵ ص ۱۹۷-۱۹۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت و فی نخود المحتار ج ۶ ص ۳۱۰ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

معلوم ہوا کہ مسلمان پر بدگمانی کرنا جرم ہے۔ اس کے حاشیہ رد المحتار میں اس کو زیادہ واضح کر دیا گیا ہے مگر جس قدر بیان کر دیا گیا اس میں کفایت ہے۔ تفسیر روح البیان پارہ ۶ زیر آیت۔

وما اهل به لغير الله هے ما یدبح عند استقبال السلطن تقربا الیه افقی اهل البخاری بتحريمه وقال الرفعی هذا غیر محرم لانهم انما یدبحونه استبشارا بقدمه فهو کذب العقیقة لولادة المولود مثل هذا لا یوجب التحريم کذا فی شرح المشارق۔

**ترجمہ:** یعنی جو جانور سلطان کے آنے پر ذبح کیا جائے اس سے قرب حاصل کرنے کے لئے اہل بخاری نے اس کی حرمت کا فتویٰ دیا اور امام رافعی نے فرمایا کہ جانور حرام نہیں کیونکہ وہ وہ لوگ سلطان کی آمد کی خوشی میں ذبح کرتے ہیں جیسے کہ بچہ کا عقیقہ بچہ کی پیدائش کی خوشی میں اور اس جیسا کہ کام جانور کو حرام نہیں کر دیتا اسی طرح شرح مشارق میں ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۳۱۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں یہ رواج ہوگا کہ بادشاہ کی آمد پر کھر کھر جانور ذبح ہوتے ہوں گے آج کل یہ رسم نہیں تو جو بادشاہ کی عبادت کی نیت سے ذبح کرتے ہوں وہ حرام اور جو اظہار خوشی کے لئے لوگوں کی دعوت کرتے ہوں وہ حلال یہ فتاویٰ کا اختلاف رسوم کے

اختلاف زمانہ کی وجہ سے ہے۔ غرض کہ گیارہویں کے جانور کو ذبیحہ قدم سلطان سے کوئی نسبت نہیں۔

**اعتراض (۳).....** گیارہویں کی نیت سے بکرا پالنے والا مرتد ہے کیونکہ غیر خدا کی نذر ماننا کفر ہے اور کافر و مرتد کا ذبیحہ حرام ہے لہذا گیارہویں ماننے والے کا ذبیحہ حرام ہے۔ شامی جلد دوم کتاب الصوم بحث نذر اموات مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ میں ہے والسنذر للمخلوق لا يجوز لانه عبادة والعبادة لا تكون لمخلوق۔

**جواب:** اس کا مکمل جواب ہم پہلے دے چکے ہیں کہ یہ نذر شرعی نہیں یہ نذر عرفی ہے بمعنی ہدیہ و نذرانہ یا یہ نذر اللہ کے لئے ہے اور اس کا تصرف یہ ہے اور ان میں سے کوئی بھی شرک نہیں۔ استاذ سے کہتے ہیں کہ رقم آپ کی نذر ہے یعنی نذرانہ و ہدیہ۔

## بحث ہاتھ پاؤں چومنا اور تبرکات کی تعظیم کرنا

اولیاء اللہ کے ہاتھ پاؤں چومنا اور اسی طرح ان کے بعد ان کے تبرکات بال و لباس وغیرہ کو بوسہ دینا، ان کی تعظیم کرنا مستحب ہے احادیث اور عمل صحابہ کرام سے ثابت ہے لیکن بعض لوگ اس کا انکار کرتے ہیں۔ اس لئے ہم اس بحث کے بھی دو باب کرتے ہیں۔ پہلا باب اس کے ثبوت میں دوسرا باب اس پر اعتراضات و جوابات میں۔

## پہلا باب

### بوسہ تبرکات کے ثبوت میں

تبرکات کا چومنا جائز ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے وادخلوا الباب سجداً وقولوا حطة (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۵۸) یعنی اے نبی اسرائیل تم بیت المقدس کے دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور کہو ہمارے گناہ معاف ہوں۔ اس آیت سے پتہ لگا کہ بیت المقدس جو انبیاء کرام کی آرام گاہ ہے اس کی تعظیم اس طرح کرائی گئی کہ وہاں بنی اسرائیل کو سجدہ کرتے ہوئے جانے کا حکم دیا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ تبرک مقامات پر توبہ جلد قبول ہوتی ہے۔ مشکوٰۃ باب المصافحہ والمعانقہ فصل ثانی میں ہے۔

وعن ذراع وکان فی وفد عبد القیس قال لما قدمنا المدینة فجعلنا نتبادر من رواحلنا فتقبل ید رسول اللہ ﷺ ورجله۔

**ترجمہ:** حضرت ذراع سے مروی ہے اور یہ وفد عبد القیس میں تھے فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ آئے تو اپنی ساریوں سے اترنے میں جلدی کرنے لگے پس ہم حضور علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں چومتے تھے۔

(الادب المفرد للبخاری ص ۳۶۵ رقم الحدیث ۱۰۰۳ مطبوعہ)، (سنن ابوداؤد ص ۸۶ رقم الحدیث ۵۲۲۵ مطبوعہ)، (شعب الایمان ج ۶ ص ۲۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة صحیح ج ۵ ص ۳۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۵ ص ۵۳۳ رقم الحدیث ۵۳۳۳ مطبوعہ)، (طبرانی الاوسط ج ۱۳۳)، (التاریخ الکبیر ج ۳ ص ۱۳۷)

مشکوٰۃ باب الکباثر وعلامات التفاق میں حضرت صفوان ابن عسال سے روایت ہے۔

فقبل یدیه ورجله۔

**ترجمہ:** پس انہوں نے حضور علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں چومے۔

(سنن الترمذی ص ۷۰ رقم الحدیث ۲۷۳۸ مطبوعہ)، (شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۲۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سنن الترمذی ص ۵۹۳ رقم الحدیث ۳۰۸۰ مطبوعہ)، (سنن الکبریٰ للبخاری ج ۲ ص ۳۰۶ رقم الحدیث ۳۵۴۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سنن ابن ماجہ ص ۵۵۹ رقم الحدیث ۵۷۰۵ مطبوعہ)، (طبرانی کبیر ج ۸ ص ۶۹ رقم الحدیث ۷۳۹۶ مطبوعہ مکتبہ العلوم والحکم الموصل)، (معصف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۹۲ رقم الحدیث ۲۶۲۰۷ مطبوعہ مکتبہ الرشید الریاض)

منکوة شریف باب ما يقال عند من حضرة الموت بروایت ابوداؤد میں ہے۔

عن عائشة قالت قبل رسول الله ﷺ عثمان ابن مظعون وهو ميت۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام نے عثمان ابن مظعون کو بوسہ دیا حالانکہ ان کا انتقال ہو چکا تھا۔

(مسند رک للجامع ج ۳ ص ۳۰۹ رقم الحدیث ۳۸۳۸)، (سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی تقبیل میت رقم الحدیث ۱۳۵۶)، (مسند احمد ج ۶ ص ۴۳)، (سنن ابوداؤد باب فی تقبیل میت ج ۳ ص ۲۰۱ رقم الحدیث ۳۱۶۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

شفا شریف میں ہے۔

كان ابن عمر يضع يده على الممبر الذي يجلس عليه رسول الله عليه السلام في الخطبة ثم يضعها على وجهه استنبط بعضهم من مشروعية تقبيل الاركان جواز تقبيل كل من يستحق العظمة من ادمي وغيره نقل عن الامام احمد انه سئل عن تقبيل منبر النبي عليه السلام وتقبيل قبره قال فلم يره باسا ونقل عن ابن ابي الصنف اليماني احد علماء ملة من المشافعية جواز تقبيل المصحف واجزاء الحديث وقبور الصالحين ملخصا۔

**ترجمہ:** جس منبر پر حضور علیہ السلام خطبہ فرماتے تھے اس پر حضرت عبداللہ ابن عمر اپنا ہاتھ لگا کر منہ پر رکھتے تھے (چوتھے تھے) شرح بخاری لابن حجر بارہ ششم صفحہ ۱۵ میں ہے۔ ارکان کعبہ کے چومنے سے بعض علماء نے بزرگان دین وغیرہم کے تبرکات کا چومنا ثابت کیا ہے امام احمد ابن حنبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ حضور علیہ السلام کا منبر یا قبر انور چومنا کیسا ہے؟ فرمایا کوئی حرج نہیں اور ابن ابی الصنف یمانی سے جو کہ مکہ کے علماء مشافعیہ میں سے ہیں منقول ہے۔ قرآن کریم اور حدیث کے اوراق بزرگان دین کی قبریں چومنا جائز ہیں۔

(شفا شریف ج ۲ ص ۷۰ مطبوعہ مصطفیٰ البابی الخلیف مصر)

توضیح میں علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

استنبط بعض العارفين من تقبيل الحجر الاسود تقبيل قبور الصالحين۔

**ترجمہ:** حجر الاسود کے چومنے سے بعض عارفین نے بزرگان دین کی قبروں کا چومنا ثابت کیا ہے۔

حاشیہ..... ☆

مزارات کو چومنا نہ شرک ہے نہ حرام ہے نہ مکروہ تحریمی ہے بلکہ مزارات کو تبرک کی نیت سے چومنا جائز ہے۔ چند دلائل حاضر ہیں:

امام احمد بن حنبل متونی ۲۳۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله حدثني ابي ثناء عبد الملك بن عمرو ثنا كثير بن زيد عن داود بن ابي صالح قال ثم اقبل مروان يوما فوجد رجلا واضعا وجهه على القبر فقال ائدري ما تصنع فاقبل عليه فاذا هو ابو ايوب فقال نعم جنت رسول الله ﷺ ولم آت الحجر سمعت رسول الله ﷺ يقول لا تبكوا علي الدين اذا وليه اهله ولكن ابكوا عليه اذا اهله۔

**ترجمہ:** حضرت داؤد بن ابی صالح رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن مروان آیا تو اس نے ایک آدمی (حضور ﷺ کی) قبر انور پر اپنا چہرہ رکھے ہوئے پایا تو اسے نے ان کی گردن سے پکڑ کر کہا کہ کیا تو جانتا ہے تو کیا کر رہا ہے اس نے کہا ہاں تو جب اس نے توجہ کی تو وہ حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے تو انہوں نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں، کسی پتھر کے پاس نہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ دین پر مت رویا کرو جب اس کا ولی اہل دین ہو لیکن اس وقت رویا کرو جب اس کا ولی نا اہل ہو۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۳۲۲ رقم الحدیث ۲۳۶۳۳ مطبوعہ موسسہ قرطبہ مصر)، (تاریخ مدینہ دمشق ج ۵ ص ۲۳۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

## حاشیہ.....☆

امام محمد بن عبد اللہ ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ لکھتے ہیں۔

فوجد رجلا واضعا وجهه على القبر فاخذ برقبته و فقال اندری ما تصنع قال نعم فاقبل عليه فاذا هو ابو ايوب رضى الله عنه فقال جنت رسول الله ﷺ ولم آت الحجر سمعت رسول الله ﷺ يقول لا تبكوا على الدين اذا وليه اهله ولكن ابكوا عليه اذا اهله۔  
هذا حديث صحيح الاسناد ولم يعخر جاء۔

**ترجمہ:** تو اس نے ایک آدمی (حضور ﷺ کی) قبر انور پر اپنا چہرہ رکھے ہوئے پایا تو اسے نے ان کی گردن سے پکڑ کر کہا کہ کیا تو جانتا ہے تو کیا کر رہا ہے اس نے کہا ہاں تو جب اس نے توجہ کی تو وہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے تو انہوں نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں، کسی پتھر کے پاس نہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ دین پر مت رویا کرو جب اس کا ولی اہل دین ہو لیکن اس وقت رویا کرو جب اس کا ولی نا اہل ہو۔

(المستدرک للحاکم کتاب الفتن والملاحم ج ۲ ص ۵۲۰ رقم الحدیث ۸۵۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۳ ص ۱۵۸ رقم الحدیث ۳۹۹۹ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والاحکام الموصل)، (طبرانی الاوسط ج ۱ ص ۱۳۳ رقم الحدیث ۹۳۶۶ مطبوعہ دار الحرمین القاہرۃ مصر)

امام علی بن ابی بکر ہاشمی متوفی ۸۰ھ لکھتے ہیں۔

فوجد رجلا واضعا وجهه على القبر فقال اندری ما يصنع فاقبل عليه فاذا هو ابو ايوب فقال نعم جنت رسول الله ﷺ ولم آت الحجر۔

**ترجمہ:** تو اس نے ایک آدمی (حضور ﷺ کی) قبر انور پر اپنا چہرہ رکھے ہوئے پایا تو اسے نے ان کی گردن سے پکڑ کر کہا کہ کیا تو جانتا ہے تو کیا کر رہا ہے اس نے کہا ہاں تو جب اس نے توجہ کی تو وہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے تو انہوں نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں، کسی پتھر کے پاس نہیں۔

(مجمع الرواۃ موضوع القوائد باب ولایۃ العلماء ج ۵ ص ۲۳۵ مطبوعہ دار الکتب العربیۃ بیروت)

امام سید نور الدین سہودی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

رواہ احمد بسند حسن۔

(وقاء الوفا ج ۳ ص ۱۳۵ مطبوعہ بیروت)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قال عبد الله بن احمد رایت ابی یاخذ شعره من شعر النبی ﷺ فیضعها علی فیہ یقبلها واحسب انی رایتہ یضعها علی عینه ویغمسها فی الماء ویشر به یتشفی به و رایتہ اخذ قصعة النبی ﷺ فغسلها فی حب الماء ثم شرب فیها و رایتہ یشر من ماء زم زم یتشفی به ویمسح به یدیه و وجهه۔  
قلت ابن المتنطع المنکر علی احمد وقد ثبت ان عبد الله سال اباه عن یلمس رمانۃ منبر النبی ﷺ ویمس الحجرۃ النبویۃ فقال لا اری بذلك باسا اعاذنا الله وایاکم من رای الخوارج ومن البدع۔

**ترجمہ:** امام عبد اللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی کو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے موئے مبارک سے ایک موئے اپنے منہ پر رکھتے ہیں اور اسے چومتے ہیں اور میرا گمان ہے کہ میں نے موئے مبارک کو اپنی آنکھوں پر رکھتے ہوئے بھی دیکھا ہے اور شفا حاصل کرنے کے لیے وہ موئے اقدس پانی میں ڈبوتے اور اسے پی لیتے۔ اور میں نے اپنے ابا جان کو دیکھا کہ آپ نے



☆..... حاشیہ

آقائے دو عالم ﷺ کے پیالہ مبارک کو پکڑا اور اسے پانی کے مٹکے کے اندر دھویا پھر اس میں پانی پیا اور میں نے اپنے والد گرامی کو شفاء حاصل کرنے کے لیے آب زم زم پیتے دیکھا اور آب زم زم کے ساتھ اپنے ہاتھ اور چہرہ کا مسح کرتے دیکھا۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ کون امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا کلام کو منع کرنے والا ہے؟ حالانکہ ثابت ہو چکا ہے عبداللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گرامی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا کہ جو منبر و حجرہ نبوی ﷺ کو چھوئے و مس کرے تو جواباً امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں خارجیوں کی سوچ سے پناہ میں رکھے اور بدعتوں سے۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۲۱۲ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ان بلالاً رأى النبی فی منامه وهو یقول ما هذه الجفوة یا بلال اما ان لك ان تزورنی فانتهی حزینا وركب راحلته وقصد المدینة فاتی قبر النبی ﷺ فجعل یسکی عنده ویمرغ وجهه علیه فاقبل الحسن والحسین فجعل یضمهما ویقبلهما.....

**ترجمہ:** حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو (شام میں) خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی اور آپ ﷺ نے فرمایا اے بلال یہ کیا جٹا ہے کیا وہ وقت نہیں آیا کہ ہماری زیارت کو حاضر ہو؟ تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ غمگین ڈرتے ہوئے جاگے اور اپنی سواری پر سوار ہوئے نبی کریم ﷺ کی قبر انور کی زیارت کے قصد کے ساتھ تو جب نبی کریم ﷺ کی قبر انور پر حاضر ہوئے تو رونانا شروع کر دیا اور اپنا چہرہ قبر انور پر ملنے لگے تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ آئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو سینہ سے لگا اور دونوں کو بوسہ دیا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۳۵۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (شفاء السقام فی زیارت خیر الانام ص ۳۹ مطبوعہ حیدرآباد دکن بھارت)، (نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۸۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام سید نور الدین سمودی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

فاتی قبر النبی ﷺ فجعل یسکی عنده ویمرغ وجهه علیه۔

**ترجمہ:** حضور ﷺ کی قبر انور پر آئے پھر روتے بھی جاتے تھے اور قبر انور پر چہرہ بھی ملتے تھے۔

(وفاء الوفاء ج ۳ ص ۳۵۶ مطبوعہ بیروت)

محدث ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے بسند حید مروی ہے۔

(البحر المحیط فی زیارة القبر الشریف الذی المکرّم اردو ص ۱۰۳ مطبوعہ مرکز تحقیقات اسلامیہ لاہور)

عبدالکام کسروی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ولی مطالب المومنین ولا باس بتقییل قبر والہدیہ کما فی کفایۃ الشعبی ان رجلا جاء الی النبی ﷺ فقال یا رسول اللہ ﷺ انی حلفت ان اقبل عتبه باب الجنة فامر النبی ﷺ ان یقبل رجل ووجه الاب ویدوی انه قال یا رسول اللہ ﷺ ان لم یکن ابوان لقال قبل قبرهما قال فان لم اعرف قبرهما قال حط

## حاشیہ.....☆

خطین وانوبان احدهما قبر الام والآخر قبر الاب فقبلها فلا تحت فی یمینک کذا فی مغفرة الغفور فی زیارة القبور۔

**ترجمہ:** ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ میں نے آستانِ جنت چومنے کی قسم کھائی تھی حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ماں کے پاؤں اور باپ کی پیشانی چومے مروی ہے کہ اس نے عرض کیا کہ اگر میرے ماں باپ نہ ہوں تو فرمایا ان دونوں کی قبروں کو بوسہ دے عرض کیا کہ اگر قبریں معلوم نہ ہوں تو فرمایا دو خط کھینچ اور نیت کر کہ ایک ان میں سے ماں کی قبر ہے اور دوسری باپ کی، ان دونوں کو بوسہ دے تیری قسم اتر جائے گی۔

(نور الایمان ص ۳۰۲ مطبوعہ ہندوستان)، (حاشیہ شرح الیاس (فتیٰ خفی کی ایک کتاب) ج ۲ ص ۳۰۳ مطبوعہ قصہ خوانی پشاور)

امام سید نور الدین سہودی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وفی کتاب العلل والسوالات لعبد اللہ بن احمد بن حنبل سألت ابی عن الرجل یمس منبر النبی ﷺ یمسه وتقبيله ويفعل بالقبر مثل ذلك جاء ثواب الله تعالى فقال لا بأس به۔

**ترجمہ:** امام عبد اللہ بن احمد نے جو سوالات اپنے والد گرامی سے کیے ان میں کہا کہ میں نے اپنے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ سے اس شخص کے متعلق پوچھا کہ جو منبر نبی ﷺ کو مس کرتا ہے اور اس کو مس کر کے برکت حاصل کرتا ہے اور اسے چومتا ہے اور قبر انور کے ساتھ بھی ثواب کی امید پر یہی معاملہ کرتا ہے۔ تو آپ (امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ) نے جواباً فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔

(وفاء الوفاء ج ۳ ص ۵۶ مطبوعہ بیروت)، (کتاب العلل ج ۲ ص ۳۲ رقم ۲۵۰)، (مجم الثبوت للذہبی ج ۱ ص ۴۵ حرف الالف)، (عمدة القاری ج ۹ ص ۲۳۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں۔

محبت طبری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حجر اسود اور دیگر ارکان کو بوسہ دینے سے ہر اس چیز کو بوسہ دینے کا جواز ثابت ہوتا ہے جس کو بوسہ دینے میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہو، کیونکہ اس سلسلے میں اگر کسی حدیث میں تعظیم کا حکم نہیں آیا ہے تو کسی حدیث میں اس کی ممانعت یا کراہت بھی نہیں آئی ہے اور میرے جد محمد بن ابی بکر، محمد بن ابی صیف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ بعض حضرات جب مصاحف کو دیکھتے تو ان کو بوسہ دیتے اور جب احادیث کے اوراق کو دیکھتے تو انہیں بوسہ دیتے اور جب صالحین کی قبروں کو دیکھتے تو انہیں بوسہ دیتے اور یہ بات بعید نہیں ہے۔

(عمدة القاری شرح صحیح البخاری ج ۹ ص ۲۳۱ مطبوعہ دار الطباعة المشریہ مصر)

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

واستحب بعضهم تقبيل الركن اليماني ايضا فائدة اخرى استنبط بعضهم من مشروعية تقبيل الاركان جواز تقبيل كل من يستحق التعظيم من آدمي وغيره فاما تقبيل يد الآدمي فيأتي في كتاب الادب واما غيره فنقل عن الامام احمد انه مثل عن تقبيل منبر النبی ﷺ وتقبيل قبره فلم ير به بأساً واستبعد بعض اتباعه صحة ذلك ونقل عن بن ابی الصیف اليماني احد علماء مكة من الشافعية جواز تقبيل المصحف واجزاء الحديث وقبور الصالحين۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۳ ص ۲۷۵ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

☆..... حاشیہ

انور شاہ کشمیری دیوبندی لکھتے ہیں۔

حجر اسود کو بوسہ دینا شرعاً ثابت ہے اس لیے یہ صالحین کے تبرکات کو بوسہ دینے کی اصل ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مصحف کو بوسہ دیا اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے روضہ مطہرہ کے بوسہ دینے کو جائز کہا۔ حافظ ابن تیمیہ اس سے حیران ہوئے کیونکہ یہ ان کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

(فیض الباری ج ۳ ص ۹۶ مطبوعہ مطبع مجازی مصر)

امام بصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

لا طیب یعدل ترباً ضراً عظیماً طوبی لمن تشق منه وملتشم  
ترجمہ: کوئی خوشبو اس تراب اطہر کا مقابلہ و برابری نہیں کر سکتی جو نبی کریم ﷺ کے اعضاء مبارکہ سے ملنے والی ہے، مبارک ہے اس کو سونگھنے والے کے لئے اور اس کو بوسہ دینے والے کے لئے۔

(خرپتی علی البردہ ص ۹۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام محمد بن حبان ابو حاتم تمیمی متوفی ۳۵۴ھ لکھتے ہیں۔

ابرهیم بن عبدالرحمن بن عبدالقاری یروی عن بن عمر روى عنه حمزة بن ابی جعفر من حدیث بن ابی ذویب قال رأیت بن عمر وضع یدہ علی مقعد النبی ﷺ من المنبر ثم وضعها علی وجهہ۔  
ترجمہ: ابراہیم بن عبدالرحمن بن عبدالقاری بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ انہوں نے منبر نبوی کی وہ جگہ جہاں حضور ﷺ تشریف فرما ہوتے اسے اپنے ہاتھ سے چھو یا اور پھر ہاتھ اپنے چہرہ پر مل لیا۔

(الطبقات ج ۳ ص ۹۶ رقم ۱۶۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

روی ابن عمر واضع یدہ علی مقعد النبی ﷺ من المنبر ثم وضعها علی وجهہ وعن ابن قسیط والعصبی کان اصحاب النبی ﷺ اذا خلا المسجد حسو رمانة المنبر التي تلی القبر بميامنهم ثم استقبلوا القبلة يدعون۔

ترجمہ: اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا گیا اس حال میں کہ انہوں نے اپنا ہاتھ حضور ﷺ کے منبر مبارک پر بیٹھنے کی جگہ پر رکھا پھر اس ہاتھ کو اپنے چہرے پر رکھا (پھیرا) اور ابن قسیط اور عصبی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب، جب مسجد نبوی خالی ہوتی تو اس منبر کے رمانہ کو جو قبر شریف سے ملتا ہے اپنے دائیں ہاتھ سے چھوتے پھر قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کرتے۔

(شفاء شریف ج ۲ ص ۷۰ مطبوعہ مصطفیٰ البابی الجسی مصر)، (دلائل النبوة للشیخ ج ۶ ص ۳۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبقات الکبریٰ ابن سعد ج ۱ ص ۲۵۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)۔

علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں۔

وقال بعض العلماء لا بأس بتقبیل قبر الوالدین۔

ترجمہ: بعض علماء نے فرمایا کہ والدین کی قبروں کو بوسہ دینا جائز ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۳ ص ۱۱۵ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ لبنان)

☆.....

ما نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ولا بأس بتقبیل قبر والدیہ۔

**ترجمہ:** والدین کی قبروں کو بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔

(فتاویٰ عالمگیری الباب السادس عشر فی زیارۃ القبر وقرآۃ القرآن فی القابر ج ۵ ص ۳۵۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

امام سلیمان بن عمر الجبیری شافعی متوفی ۱۲۲۱ھ لکھتے ہیں۔

ان قصد بتقبیل اضرحتهم ای واعتابهم التبرک لم یکرہ۔

**ترجمہ:** اگر اولیاء کی قبور یا ان کے دروازوں کی چوکھٹ کو بطور تبرک چوما جائے تو اس میں کوئی کراہت نہیں۔

(حاشیہ الجبیری علی شرح معانی الطلاب ج ۱ ص ۳۹۵-۳۹۶ مکتبۃ الاسلامیہ ترکی)

علامہ عبدالحمد شروانی شافعی متوفی ۱۳۰۱ھ لکھتے ہیں۔

ان قصد بتقبیل اضرحتهم التبرک لم یکرہ۔

**ترجمہ:** اولیاء کی قبور کو حصول برکت کے لئے چومنا مکروہ نہیں۔

(حواشی الشروانی علی تحفہ المحتاج بشرح المحتاج ج ۳ ص ۷۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

**ذکر کشف قبور:** جان کہ ذکر کشف قبور کے واسطے اول جب مقبرہ میں آئے، دو گنا ان بزرگ کی روح کے واسطے پڑھے.....

پھر قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھے..... بعدہ قل کہ بعد فاتحہ کے گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھے اور ختم کرے اور تکبیر کہے۔ بعدہ، سات دفعہ

طواف کرے اور اس میں تکبیر پڑھے اور شروع دائیں طرف سے کرے پھر پاؤں کی طرف (قبر پر) رخسارہ رکھے اور نزدیک میت کے

منہ کے بیٹھے.....“

(انتخاب فی سلاسل اولیاء اللہ مجرم ص ۹۹-۱۰۰ مطبوعہ آری برقی پریس دہلی ۱۳۳۳ھ)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

امروز در حدیث دیدم کہ ابو ایوب صحابی جلیل القدر ابو قبر آن حضرت (ﷺ) روئناہ می

گریستند پس ازین دلیل مارا از متقشفین فقہا کہ بنا بر بوسہ قبر مادر پدر و پیرو مرشد منع می کردند

نجات شد الحمد للہ علی ذلک۔

(مفاتیح ص ۱۱۹ مطبوعہ مطبع مجتہبی میرٹھ ۱۳۱۲ھ)

مشارق الانوار میں ہے۔

ولا یقبل الاعتاب الا لقصد التبرک فلا بأس بہ کما قال القطب الشعرانی۔

**ترجمہ:** اور چوکھٹ وغیرہ تبرک کے ارادہ پر چوم سکتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ایسے ہی قطب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

(مشارق الانوار ص ۱۰۳ مطبوعہ مصر)

امام یوسف بن اسماعیل مہلبانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ونقل عن ابی الصیف والمحب الطبری جواز تقبیل قبور الصالحین و عن اسمعیل الیمنی قال

کان ابن المنکدر یصیبہ الصمات فکان یقوم فیضع خدہ علی قبر النبی ﷺ فعوتب فی ذلک فقال انه

☆ حاشیہ

یستشفى بقبر النبی ﷺ۔

نا۔ وانیس ابن ابی الصیف اور محبت طبری رحمہما اللہ تعالیٰ سے قبور صالحین کو بوسہ دینے کا جواز منقول ہے اسامعیل البیہقی سے منقول ہے کہ محمد بن اسمد رباعی رحمۃ اللہ علیہ کو زبان میں بندش کا عارضہ لاحق ہو جاتا اور وہ بولنے سے قاصر و عاجز ہو جاتے تو آنحضرت ﷺ کے مزار اقدس پر اپنا رخسار رکھ دیتے انہیں اس فعل کے ارتکاب پر عتاب کیا گیا تو انہوں نے فرمایا میں محبوب خدا ﷺ کے مزار اقدس سے اپنی بیماری سے شفاء یابی میں توسل حاصل کرتا ہوں۔

حضرت عارف کبیر سیدی شیخ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ العزیز نے ایک کتاب تالیف فرمائی ہے جس کا نام ”جمع الاسرار فی منع الاشرار عن الطعن فی الصوفیۃ الاعمار“ رکھا ہے اس میں انہوں نے مذاہب اربعہ کے مشاہیر علماء اعلام کے فتاویٰ نقل کئے ہیں جن میں سے ایک فتویٰ یہ ہے کہ جو کہ شیخ امام علامہ محمد شوہری مصری شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

**استفتاء۔** کیا کرامات اولیاء ان کے وصال کے بعد بھی ثابت ہیں کیا ان کے تصرفات بعد از وصال منقطع ہوتے ہیں یا نہیں؟ اور آیا اولیاء کرام کے تابوتوں اور ان کی چوکھٹوں کو بوسہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

**جواب:** کرامات اولیاء بعد از وصال بھی ثابت ہیں اور ان کے تصرفات موت کی وجہ سے منقطع نہیں ہوتے۔ ان کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں توسل جائز ہے۔ اور انبیاء و مرسلین اور علماء و صالحین سے موت کے بعد بھی استفادہ جائز ہے کیونکہ معجزات انبیاء اور کرامات اولیاء موت سے منقطع نہیں ہوتیں انبیاء کرام کے معجزات کا عدم انقطاع تو اس لیے ہے کہ وہ اپنی قبور میں زندہ ہیں نمازیں ادا کرتے ہیں اور حج کرتے ہیں جیسے کہ اخبار و احادیث اس پر شاہد ہیں اور بطور معجزہ اور فریادری پر قادر ہیں لیکن اولیاء کرام کے تصرفات اور فریادری تو یہ ان کی کرامت ہے اور شیخ شہاب ربلی فرماتے ہیں بعد از وصال اولیاء کرام سے کرامات کا صدور و مشاہدات کے قبیلہ سے ہے لہذا اس کا انکار ممکن نہیں ہے ہم بہر حال بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کی کرامات بعد از وفات اسی طرح ثابت ہیں جس طرح حالت حیات ہیں اور موت کی وجہ سے منقطع نہیں ہوتیں۔

واما تقبیل تو ابیت الاولیاء واعتابہم فلا خلاف فی جوازہ بل ولا کراہۃ فی تقبیل اعتبارہم علی قصد التبرک كما افقی بہ شیخنا الرملی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

رہا اولیاء کرام کے تابوتوں اور ان کی چوکھٹوں کو بوسہ دینا تو اس کے جواز میں کسی طرح کا اختلاف نہیں ہے بلکہ بطور تبرک بوسہ دینے میں کراہت بھی نہیں ہے جیسے کہ شیخ ربلی رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ دیا ہے علامہ شوہری اس فتویٰ کے آخر میں فرماتے ہیں یہ امر بالکل ظاہر ہے اور محتاج دلیل نہیں ہے کیونکہ دلیل کی ضرورت صرف جاہل کو ہو سکتی ہے یا منکر یا معاند کو جن کی طرف نہ التفات کیا جاتا ہے اور نہ ہی مباحث شرعیہ میں ان پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

(شواہد الحق ص ۱۱۸ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

نیر بھی امام بھائی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

نعم ان قصد بتقبیلہ التبرک لا یکرہ كما افقی بہ الوالد رحمہ اللہ تعالیٰ فقد صرحوا بانہ اذا عجز عن استلام الحجر سن له ان یشیر بعضا وان یقبلہا۔  
قال شیخنا العدوی بعد هذا ولامریۃ حینئذ ان تقبیل القبر الشریف لم یکن للتبرک فهو اولی من

☆..... حاشیہ

جواز ذلك لقبور الاولياء عند قصد للتبرك.

**ترجمہ:** البتہ اگر بوسہ دینے میں اصل مقصود تبرک واستفادہ ہو تو اس میں حرج نہیں ہے جیسے کہ والد گرامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتویٰ دیا ہے کیونکہ علمائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر حجر اسود کو بوسہ دینے سے عاجز آ جائے تو چھڑی کے ساتھ اس کی طرف اشارہ کر کے اس کو بوسہ دے لے (تو اگر دور سے چھڑی کے ساتھ اشارہ کر لے پر چھڑی کا بوسہ از رہ تبرک درست ہے تو اولیاء کا ملین کے مزارات کا بطریق اولیٰ)

علامہ شیخ عدوی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ جب اولیاء کرام کے کا بوسہ بطور تبرک جائز ہے تو سید الانبیاء ﷺ کے مزار اقدس کا بوسہ خواہ بطور تبرک نہ بھی ہو لا محالہ جائز ہوگا۔

(شواہد الحق ص ۱۱۹ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر)

امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

السی بسط لها اصبر واوی

وفی دار الحدیث لطیف معنی

مکانا مسہ قدم النواوی

عسی ادنی امس بحر وجہی

**ترجمہ:** دارالحدیث اشرفیہ کے فرش میں ایک لطیف بات ہے جس کی وجہ سے مجھے اس سے شیفگی ہے (میں اس کے فرش پر اپنا منہ اس لئے رگڑتا ہوں) کہ ممکن ہے کبھی میرا منہ اس مقام بھی پہنچ جائے جہاں امام نووی کے قدم پڑے ہیں۔

(تحدیب الاسلام، نووی ج ۱ ص ۱۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حبیب الرحمن اعظمی دیوبندی لکھتے ہیں۔

تاج الدین سبکی نے لکھا ہے کہ میں ان کے فضل و کمال اور علو شان کی تفصیل میں جانے کے بجائے اپنے والد کے دو شعر لکھ دیتا کافی سمجھتا ہوں۔ ان شعروں کا قصہ یہ ہے کہ جب ۱۲۲ھ میں دارالحدیث اشرفیہ کے ملحق مکانات میں میرے والد کی سکونت تھی اور وہ رات کو اپنا منہ دارالحدیث میں تہجد پڑھنے جایا کرتے تھے تو دارالحدیث کے فرش پر اپنا منہ ملا کرتے تھے اور فرماتے تھے:

السی بسط لها اصبر واوی

وفی دار الحدیث لطیف معنی

مکانا مسہ قدم النواوی

عسی ادنی امس بحر وجہی

حاصل ان شعروں کا یہ ہے کہ دارالحدیث اشرفیہ کے فرش میں ایک لطیف بات ہے جس کی وجہ سے مجھے اس سے شیفگی ہے (میں اس کے فرش پر اپنا منہ اس لئے رگڑتا ہوں) کہ ممکن ہے کبھی میرا منہ اس مقام بھی پہنچ جائے جہاں امام نووی کے قدم پڑے ہیں۔

(مقدمہ شرح الاربعین نووی ص ۱۴ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

یہاں پر زرا سوچئے جہاں پر صرف امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے قدم آ گئے اس جگہ کا چومنا ایک بہت بڑی سعادت قرار پاتی ہیں تو جہاں خود امام نووی رحمۃ اللہ علیہ آرام فرما ہیں اس قبر کا مبارک چومنا کیسے حرام یا مکروہ تحریمی ہو سکتا ہے؟

رئیس التحریر فیض احمد اویسی مدظلہ العالی لکھتے ہیں۔

مرقات شرح مشکوٰۃ میں ہے۔

☆..... حاشیہ

قال بعض العلماء لا باس بتقبيل قبر الوالدین۔

**ترجمہ:** بعض علماء نے فرمایا کہ والدین کی قبروں کو بوسہ دینا جائز ہے۔

طوالح الانوار حاشیہ میں ہے۔

وتقبيل بغير اسلحف كقبور الانبياء ومن يتبرك بهم فللعلماء فيه كلام كرهته بعضهم واستحسنه بعضهم حتى ان اث في اماجه۔

**ترجمہ:** مطلقاً مصحف کے علاوہ دوسری چیزوں کو جیسے انبیاء علیہم السلام کے مزارات کو چومنے میں علماء کو اختلاف ہے بعض نے مکروہ کہا بعض نے مستحسن یہاں تک کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے مطلقاً مباح بتایا ہے۔

علمائے اربعہ کا فتویٰ عدم کراہت پر ہے۔

(فتاویٰ نظامیہ ج ۳ ص ۱۸۶)

عمدة القاری شرح بخاری ص ۶۰۷ میں ہے۔

داما تقبيل الا ما كن الشريفة على قصد التبرك۔

**ترجمہ:** مبارک جگہوں کا بوسہ اچھا ہے۔امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار اور دیگر مزارات کے چومنے کا سوال ہوا تو فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔  
(خلاصہ الوفاء محبوب مدینہ ص ۳۶)

امام عینی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بزرگ کو لکھا:

واذ رای قبور الصالحین قبلها۔

**ترجمہ:** جب بزرگ کے مزارات دیکھے تو انہیں چومے۔

(حزرات کو چومنا ص ۷۔ مطبوعہ مکتبہ فیضان مدینہ کراچی)

صدر الافاضل فخر الاماثل محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

یہ روایت مجاہدین کے مقبول و مسلم پیشوا مولوی عبدالحی صاحب کے والد ماجد مولوی عبدالحلیم صاحب فرنگی محلی نے لکھی اس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ قبروں کا چومنا جائز، اور قبر موجود نہ ہو تو ایک خط کو قبر فرض کر کے اس کا احترام کرنا بھی صاحب قبر کا احترام ہے۔

(فتاویٰ صدر الافاضل ص ۳۱۲ مطبوعہ مکتبہ غوثیہ کراچی)

شیخ الاسلام علامہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواز پر پورا ایک رسالہ بنام ”تویر الابصار بتقبیل المزار“ لکھا ہے۔ اس میں فرماتے ہیں:

وتعزوه وتوقروه۔

اے اہل ایمان! تم میرے پیارے حبیب کی تعظیم کرو اور دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ان کا احترام کرو۔ (ب ۲۶۔ رکوع نمبر ۹)  
اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کی تعظیم و توقیر کا مطلق حکم فرمایا۔ اصول کے مطابق تعزیر (تعظیم) جب کسی خاص رکن کے ساتھ مقید نہ ہو یا کسی خاص عمل کے ساتھ مختص نہ ہو۔ اس وقت تک اس کے حکم کا اطلاق عموم پر ہوگا۔ اور تمام افراد پر محیط ہوگا۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا فرمان سے جو بھی مراد لیا جائے وہ آپ کے در اقدس کو بوسہ دینے یا آپ ﷺ کی دلیلیز مبارک کو چومنے کے منافی نہیں ہے۔ یہ چیز بڑی علم فہم اور ذی عقل پر اچھی طرح عیاں ہے کہ چومنے کے فعل کو سجدہ کی تعریف میں شامل نہیں کر سکتے۔ ورنہ ہر رکعت کے

حاشیہ.....☆

آخر میں حالت سجدہ میں زمین کو صرف دو بار چومنے سے ہی نماز جائز ہو جاتی اور پیشانی زمین پر رکھنے کی ضرورت ہی نہ رہتی۔ حجر اسود کو بوسہ دینا اس دعویٰ کی روشن دلیل ہے پس اچھی طرح یہ مسئلہ سمجھ لے اور غفلوں میں سے مت بن۔

(توبہ البصار بتعمیل المراسم ۲۳-۲۵ مطبوعہ منیاء القرآن پبلی کیشنز کراچی)

ابو البرکات سید محمد فضل شاہ قدس سرہ العزیز اس کتاب کے تقریظ میں لکھتے ہیں۔

وہ حدیث پاک جسے امام ہمام حضرت احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اور حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے۔ وہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام کے مزارات کو بوسہ دینے سے منع کرنے والوں کے خلاف ایک دلیل قاطعہ اور۔۔۔ ہن ساطع ہے۔ اس سے یہ حقیقت نکھر کر سامنے آگئی ہے کہ یہ مستحسن فعل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول رہا ہے۔ پس اس گمراہ اور باطل فرتہ کی توحید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توحید سے ہرگز اعلیٰ و ارفع نہیں ہو سکتی۔

(توبہ البصار بتعمیل المراسم ۲۳-۲۵ مطبوعہ منیاء القرآن پبلی کیشنز کراچی)

مفتی اعظم صوبہ سرحد مفتی شمس الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کے جواز پر ایک بار رسالہ بنام "تکبیل العبر والاعتبار للبرکات" لکھا ہے۔ جو کہ المقاصد السند میں ص ۳۳۲۳۳۳ (مطبوعہ دارالعلوم قادریہ سجادہ شاہ) فصل کالونی کراچی) میں موجود ہے۔

آئریس مامان اہل سنت شیخ الاسلام و المسلمین اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ کا صحیح قول پیش کرتے ہیں۔ کیونکہ بعض ہام کے سنی اعلیٰ رضی اللہ عنہ پر بہتان باندھ کر یہ ثابت کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی مزارات کو چومنا مکروہ تحریمی ہے۔ حالانکہ امام اہل سنت رضی اللہ عنہ کا مسلک یہ ہے کہ احتیاط اس میں ہے کہ عوام نہ چومے یعنی بہتر یہ ہے کہ نہ مکروہ تحریمی۔ جیسا کہ بعض لوگ یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ حرام و مکروہ تحریمی ہے جو کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ پر عظیم بہتان ہے۔

## فتویٰ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ

رئیس التحریر فیض احمد اویسی مدظلہ العالی لکھتے ہیں۔

فقیر کے سامنے اس وقت ایک اشتہار ہے پبلی بھیت انڈیا سے شائع کیا گیا ہے مزارات چومنے کے بارے میں مفصل فتویٰ ہے جس کا عنوان یہ ہے کہ مزارات اولیائے کرام کے چومنے کو کفر یا شرک کہنا دہائیوں دیوبندیوں کا طریقہ ہے اور مزارات بزرگان دین کے بوسے کو اتفاق و اجماع فقہانہ جائز سمجھنا سنیوں کی نادانی ہے۔ ملاحظہ ہو فتوائے مبارکہ کہ حضور پر نور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مجدد اعظم دین ملت رضی اللہ عنہ یہ عنوان دے کر لکھا گیا ہے کہ فتوائے تقبیل مزار اولیٰ حضرت مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی دام ظلہ العالی۔

فائدہ آخر میں لفظ (مدظلہ العالی) کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ یہ اشتہار امام اہل سنت شاہ احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کی زندگی مبارک میں شائع ہوا ہوگا۔ (یہ اشتہار فقیر کے پاس محفوظ ہے)

اب اصل مضمون ملاحظہ فرمائیں:

فی الواقع بوسہ قبر میں علماء مختلف ہیں اور تحقیق یہ ہے کہ ایک امر ہے دو چیزوں داعی و مانع کے درمیان دائرہ داعی محبت ہے اور مانع ادب تو جسے غلبہ محبت ہو اس پر مواخذہ نہیں کاکا بر صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے اور عوام کے لیے منع ہے احوط ہے ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مزارات اکابر سے کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے سے کھڑا ہو پھر تقبیل کی کیا سبیل عالم مدینہ علامہ سید نور الدین سمودی قدس



## ☆ حاشیہ.....

سرہ خلاصۃ الوفا شریف میں جدار مزار کے مس و تقبیل و طواف سے ممانعت کے اقوال نقل فرماتے ہیں:

وفی کتاب العلل والسئالات لعبد اللہ بن احمد بن حنبل سالت ابی عن الرجل یمس منبر النبی ﷺ تبرک بمسہ و تقبیلہ و یفعل بالقبر مثل ذلك جاء ثواب الله تعالى فقال لا بأس به۔

امام عبد اللہ بن احمد نے جو سوالات اپنے والد گرامی سے کیے ان میں کہا کہ میں نے اپنے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ سے اس شخص کے متعلق پوچھا کہ جو تبریعی ﷺ کو مس کرتا ہے اور اس کو مس کر کے برکت حاصل کرتا ہے اور اسے چومتا ہے اور قبر انور کے ساتھ بھی ثواب کی امید پر یہی معاملہ کرتا ہے۔ تو آپ (امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ) نے جواب فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔

امام اجل تقی الملک والدین علی بن عبد الکاظم بن عبد الکاظم شفاء السقام پھر سید نور الدین خلاصۃ الوفا میں براویہ یحییٰ بن الحسن عن عمر بن خالد عن ابی ناسر عن کثیر بن یزید عن المطلب بن عبد اللہ بن حطب ذکر فرماتے ہیں کہ مروان نے ایک صاحب کو دیکھا کہ مزار اعظم سید اطہر ﷺ سے لپٹے ہوئے ہیں اور قبر شریف پر اپنا منہ رکھے ہیں مروان نے ان کی گردن پکڑ کر کہا جانتے ہو یہ کیا کر رہے ہو۔ انہوں نے اس کی طرف منہ کیا اور فرمایا:

نعم انی لم آت الحجر انما جئت رسول الله ﷺ۔

ہاں میں سنگدل کے پاس نہیں آیا میں تو رسول اللہ ﷺ کے حضور حاضر ہوا ہوں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا۔

لا تبکوا علی الدین اذا ولیہ اہلہ ولكن ابکوا علی الدین اذا ولیہ غیر اہلہ۔

دین پر نہ روؤ جب اس کا ولی اہل ہو ہاں دین پر روؤ جب نا اہل اس کا ولی ہو سید قدس سرہ فرماتے ہیں رواہ احمد حسن امام احمد نے یہ حدیث سند حسن روایت فرمائی نیز فرماتے ہیں۔

روی ابن عساکر سند جید عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ ان بلالاً رأى النبی فی منامہ وهو یقول ما هذه الجفوة یا بلال اما آن لك ان تزورنی فانته حزینا و وکب راحلته وقصد المدينة فاتی قبر النبی ﷺ فجعل یبکی عنده و یمرغ وجهه علیه۔

یعنی ابن عساکر نے سند صحیح ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو (شام میں) خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی اور آپ ﷺ نے فرمایا اے بلال! بے گناہ ہے کیا وہ وقت نہیں آیا کہ ہماری زیارت کو حاضر ہو؟ تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ غمگین ڈرتے ہوئے جاگے اور اپنی ساری پر سوار ہونے نبی کریم ﷺ کی قبر انور کی زیارت کے قصد کے ساتھ تو جب نبی کریم ﷺ کی قبر انور پر حاضر ہوئے تو روئے شرم سے گریا اور اپنا چہرہ تبر انور پر ہنسنے لگے۔

امام حافظ عبد الغنی وغیرہ اکابر فرماتے ہیں۔

ابس الاعتماد فی السفر للزیارة علی مجرد منامہ بل علی فعلہ ذلك والصحابة متوفرون ونم تحفه علیہم القلہ۔

یعنی زیارت اقدس کے لیے شد الرحال کرنے میں ہم فقط خواب پر اعتماد نہیں کرتے بلکہ اس پر کہ بلال رضی اللہ عنہ نے یہ کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بکثرت موجود تھے اور انہیں معلوم ہوا اور کسی نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔ عالم مدینہ فرماتے ہیں۔

ذکر الخطیب بن حملة ان بلالا رضی اللہ عنہ وضع خدیہ علی القبر الشریف وان ابن عمر رضی اللہ عنہما کان یصنع یدہ الیمنی علیہ ثمہ قال ولا شک ان الاستغراق فی المحبة یعمل علی الاذن فی

☆..... حاشیہ

ذلك والقصد به التعظيم والناس تختلف مراتبهم كما في الحياة فمنهم من لا يملك نفسه بل يبادر اليه ومنهم من فيه اناسة فيتأخره وتقل عن ابن ابي الصيف والمحبة الطبری جواز تقبيل قبور الصالحين وعن اسماعيل التيمي قال كان ابن المكندر زبصيه الصمات فكان يقوم فيصنع خده على قبر النبي ﷺ فعوتب في ذلك فقال اليه يستشفى بقبر النبي ﷺ.

**ترجمہ:** یعنی خطیب بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ بلال رضی اللہ عنہ نے قبر انور پر اپنے دونوں رخسارے رکھے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنا دہنا ہاتھ اس پر رکھتے پھر کہا شک نہیں کہ محبت میں استغراق اس میں اذن پر باعث ہوتا ہے اور اس سے مقصود تعظیم ہے اور لوگوں کے مرتبے مختلف ہیں جیسے زندگی میں تو کوئی بے اختیار نہ اس کی طرف سبقت کرتا ہے اور کسی میں محض ہے وہ پیچھے رہتا ہے اور ابن ابی الصیف اور امام محبت طبری رحمہما اللہ سے نقل کیا کہ مزارات اولیاء کو بوسہ دینا جائز ہے اور اسمعیل تمیمی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا کہ ابن المنذر تابعی کو ایک مرض لاحق ہوتا کہ کلام میں دشوار ہو جاتا وہ کھڑے ہوتے اور اپنا رخسار قبر انور ﷺ پر رکھتے کسی نے اس پر اعتراض کیا فرمایا میں نبی کریم ﷺ کے مزار اقدس سے شفا حاصل کرتا ہوں۔

علامہ شیخ عبدالقادر قاسمی مکی رحمۃ اللہ علیہ کتاب مستطاب حسن التوسل فی زیارة افضل الرسل میں فرماتے ہیں۔  
تمریرغ الوجه والخذو اللحية بتراب الحفرة الشريفة واعتابها فی زمن الخلوة المامون فيها توهم عامی مخدور اشريعاً بسبب امر محبوب حسن الطلایها وامره لابس به فيما يظهر لكن لم كان له فی ذلك قصد صالح وجمله عليه فرط الشوق والحب الطافح۔

یعنی خلوت میں جہاں اس کا اندیشہ نہ ہو کہ کسی جاہل کا وہم اس کے سبب کسی ناجائز شرعی کی جانب جائے گا ایسے وقت بارگاہ اقدس کی مٹی اور آستانہ پر اپنا منہ اور رخسارہ اور داڑھی رگڑنا مستحب درستی ثواب ہے جس میں کوئی حرج معلوم نہیں مگر اس کے لیے جس کی نیت اچھی ہو اور افراط شوق اور غلبہ محبت اسے اس پر باعث ہو پھر فرماتے ہیں۔

علائی اتحفك بامر يلوح لك منه المعنى بان الشيخ لامام سبکی وضع خروجه على بساط دار الحديث التي مسها قدم النووى لينال بركة قدمه ونيوه بمزيد عظيমে كما اشار الى ذلك بقوله وفي دار الحديث لطيف معنى الى بسط له اصبر وادى لعلی ان اقال بحروجهی مکانا مسه قدم النووى وبان شيخنا تاج العارفين امام السنه خاتمة المجتهدين كان يمرغ وجهه ولحيته على عتبة البيت الحرام بحجر اسماعيل۔

یعنی علاوہ بریں میں تجھے یہاں ایک ایسا تحفہ دیتا ہوں جس سے معنی تجھ پر ظاہر ہو جائیں وہ یہ کہ امام اجل تقی الملتہ والدین سبکی دارالحدیث کے اس بچھونے پر جس پر امام نووی قدس سرہ العزیز قدم مبارک رکھتے تھے ان کے قدم کی برکت لینے اور ان کی زیارت تعظیم کے شہرہ دینے کو اپنا چہرہ اس پر ملا کرتے تھے جیسا کہ خود فرماتے ہیں کہ دارالحدیث میں ایک لطیف معنی ہیں جن کے ظاہر کرنے کا مجھے عشق ہے کہ شاید میرا چہرہ پہنچ جائے اس جگہ پر جس کو قدم نووی نے چھوا تھا اور ہمارے شیخ تاج العارفین امام سنت خاتمة المجتہدین آستانہ بیت الحرام میں حلیم شریف پر جہاں سیدنا اسماعیل علیہ السلام کا مزار کریم ہے اپنا چہرہ اور داڑھی ملا کرتے تھے۔ بالجملة یہ کوئی امر ایسا نہیں جس پر انکار واجب کہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم اور ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے ثابت ہے تو اس پر شورش کوئی وجہ نہیں اگرچہ ہمارے نزدیک عوام کو اس سے بچنے ہی میں احتیاط ہے امام علامہ عبدالحق ناظمی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں۔

المسئلة متى اسكن ليخرجه على قول من الاقوال في مذهبا او مذهب غيرنا فليست بمنكر

حاشیہ.....☆

یحب انکار والنہی عنه وانما المنکر ما وقع الاجماع علی حرمتہ والنہی عنه واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا بریلوی عفی عنہ

بسم الله  
بسم المصطفى النبي الامي عليه السلام

مرتب حضرت مولانا مفتی محمد امجد علی صاحب شمس صدر مدرس دارالعلوم حشت الرضا پبلی بہیت شریف

جاری کردہ عطاء الحشت شمس صدر مدرس شعبہ تجوید دارالعلوم حشت الرضا حشت نگر پبلی بہیت شریف پبلی۔

(نوٹ) حسب عادت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے اس فتویٰ پر بھی حاشیہ لگایا گیا ہے جو اس فتویٰ مبارکہ کا نشان احوط کے لفظ

پر ہے اسی احوط کے پر لکھا ہے: **احوط**

ما هو خلاف الاحوط والاحتياط ليس حراما ولا مكروه تحريما كما مقابل الاصح والارجح بحرام بل هو صحيح وراجح والعمل عليه جائز ولا يخفى على اهل العلم فمن شاء التحقيق فليرجع الى الشامي والقول انه من عادات النصارى فله اجوبة منها ان كل عادة لا تكون شعارك وما فعل سيدنا بلال رضی اللہ عنہ وارضاه عنا فی الدارين عنه الصحابة رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کیف یکون من عاداتہم بان یکون شعارا لیہم وهم اعلم منا بشعارہم وعاداتہم وما فعل المشايخ والعرفاء وامر واتباعہم کیف یکون حراما قطعاً۔

وسيدنا اعلیٰ حضرة المجدد الاعظم اذا رجع من المدينة المنورة الى الاجمير المقدسة حضر ثم خرج بعد الفاتحة ولم يقبل تربته قدس سرہ فسمع ما سمع من قائل فرجع ودخل وقبل وقال هذا صوت مجلس السلطان هذه الواقعة بين مخدو منا مولينا السيد حسين على الرضوى وكبل الجاورة۔

**ترجمہ:** وہ جو احوط کے خلاف ہو وہ نہ حرام ہے اور نہ مکروہ تحریمی جیسا کہ اصح وراجح کا مقابل حرام نہیں بلکہ وہ صحیح وراجح اور اس پر عمل جائز ہے اور یہ اہل علم پر مخفی نہیں جو اس کی تحقیق مزید چاہتا ہے اس شامی کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور یہ قول کہ یہ نصاریٰ کی عادات سے ہے تو اس کے کیا ہو وہ نصاریٰ کا شعار کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ صحابہ کرام نصاریٰ کے شعار کو ہم سے زیادہ جانتے وہ کیسے نصاریٰ کا شعار ہو جائے گا تو یہ فعل قطعاً حرام نہ ہوا۔ (بلکہ مباح ہوا)

امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جب مدینہ منورہ سے واپس آئے تو اجیر شریف حضور غریب نواز رضی اللہ عنہ کے مزار کی حاضر ہوئی آپ نے فاتحہ شریف پڑھ کر مزار کو چومے بغیر باہر آگئے پس سنا جو کچھ سنا جو کہنے والا کہہ رہا تھا اسی لیے پھر لوٹ کر مزار شریف داخل ہو کر مزار شریف کو چوم کر فرمایا کہ یہ مجلس سلطان کی آواز تھی اسی لیے چوم رہا ہوں۔

یہ واقعہ سید حسن علی رضوی وکیل مجاورہ نے بیان فرمایا۔

(مزارات کو چومنا ص ۲۷۲ مطبوعہ مکتبہ فیضان مدینہ کراچی)

ان احادیث و محدثین و علماء کی عبارات سے ثابت ہوا کہ بزرگان دین کے ہاتھ پاؤں اور ان کے لباس نعلین، بال و غرض کہ سارے تبرکات اسی طرح کعبہ معظمہ، قرآن شریف کتب احادیث کے اوراق کا چومنا جائز اور باعث برکت ہے بلکہ بزرگان دین کے بال و لباس و جمیع تبرکات کی تعظیم کرنا ان سے لڑائی و غیرہ مصائب میں امداد حاصل کرنا۔ قرآن سے ثابت ہے۔ قرآن فرماتا ہے۔

قال لهم نبیهم ان ایتہ ملکہ ان یاتیکم التابوت فیہ سکینة من ربکم و یقیته مما ترک ال موسی وال هرون تحمله الملئکة ان فی ذلک الایة لکم ان کنتم مو منین۔

(تفسیر نور العرفان سورۃ البقرہ پارہ ۲ آیت نمبر ۲۳۸ ص ۳۹ مطبوعہ نعیمی کتب خانہ کجرات)

بنی اسرائیل سے ان کے نبی نے فرمایا کہ طاہر کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک تابوت آوے گا۔ جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کو چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی کہ اٹھائے ہوں گے اس کو فرشتہ اس آیت کی تفسیر میں تفسیر خازن و روح البیان و تفسیر مدارک اور جلالین وغیرہم نے لکھا ہے کہ تابوت ایک شمشاد کی لکڑی کا صندوق تھا جس میں انبیاء کی تصاویر (یہ تصاویر کسی انسان نے نہ بنائی تھیں بلکہ قدرتی تھیں) ان کے مکانات شریفہ کے نقشے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ان کے کپڑے اور آپ کے نعلین شریف اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عصا اور ان کا عمامہ وغیرہ تھا۔

بنی اسرائیل جب دشمن سے جنگ کرتے تو برکت کے لئے اس کو سامنے رکھتے۔ جب خدا سے دعا کرتے تو اس کو سامنے رکھ کر دعا کرتے تھے۔ بخوبی ثابت ہوا کہ بزرگان دین کے تبرکات سے فیض لینا۔ ان کی عظمت کرنا طریقہ انبیاء ہے۔ تفسیر خازن و مدارک و روح البیان و کبیر سورہ یوسف پارہ ۱۲ از آیت فلما ذهبوا بہ (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۱۵) کہ جب یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں کے ساتھ بھیجا تو ان کے گلے میں ابراہیم علیہ السلام کی قمیص اتویذینا کرؤا لدی تاکہ محفوظ رہیں۔

سارے پانی رب نے پیدا کئے ہیں۔ مگر آپ زمزم کی تعظیم اس لئے ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدم شریف سے پیمانہ ہوا۔ مقام ابراہیم پتھر کو حضرت ابراہیم نے نسبت ہوئی تو اس کی عزت یہاں تک بڑھ گئی کہ رب تعالیٰ نے فرمایا۔ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۲۵)۔ سب کے سر ادر جھکا دیئے مکہ معظمہ کو حضور علیہ السلام سے نسبت ہوئی۔ تو رب تعالیٰ نے اس کی قسم فرمائی۔ لا اقسم بهذا البلد وانت حل بهذا البلد (پارہ ۳ سورہ ۹۰ آیت نمبر ۲)۔ نیز فرمایا وهذا البلد الامین (پارہ ۳ سورہ ۹۵ آیت نمبر ۳) ایوب علیہ السلام سے فرمایا۔ او کض برجلک هذا فغتسل بارو و شواب (پارہ ۲۳ سورہ ۳۸ آیت نمبر ۴۲) ایوب علیہ السلام کے پاؤں سے جو پانی پیدا ہوا وہ شفا بنا۔ معلوم ہوا کہ نبی کے پاؤں کا دھوؤن عظمت والا اور شفاء ہے۔ مشکوٰۃ شروع کتاب اللباس میں ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضور علیہ السلام کا جبہ (اچکن) شریف تھا۔ اور مدینہ طیبہ میں میں جب کوئی بیمار ہوتا تو آپ وہ دھو کر اس کو پلاتی تھیں۔

(صحیح مسلم کتاب اللباس ج ۳ ص ۱۶۴ رقم الحدیث ۲۰۶۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد کتاب اللباس ج ۳ ص ۳۹ رقم الحدیث ۳۰۵۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۷ رقم الحدیث ۲۶۹۸ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (سنن الکبریٰ للبخاری ج ۲ ص ۳۲۳ رقم الحدیث ۳۰۱۰ مطبوعہ مکتبۃ الرافضیہ بیروت)، (طبرانی معجم ج ۲۳ ص ۹۸ رقم الحدیث ۲۶۳ مطبوعہ مکتبۃ العلوم و التحم الموصل)، (شعب الایمان ج ۵ ص ۱۳۱ رقم الحدیث ۶۱۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبقات ابن خلدون ج ۱ ص ۳۵۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)

حاشیہ..... ☆  
(وبقیۃ مما ترک ال موسیٰ وال ہرون) یعنی موسیٰ و ہارون نفسہما کان فیہ لوحان من التوراة و رضاض الالواح التی تکسرت و کان فیہ عصا موسیٰ و نعلاہ و عمامۃ ہارون و عصاہ و قفیز من المن الذی کان ینزل علی بنی اسرائیل۔

اسی مشکوٰۃ کتاب الاطعمہ باب الاثریہ میں ہے کہ حضور علیہ السلام حضرت کبیرہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف فرما ہوئے اور ان کے مشکیزے سے منہ مبارک لگا کر پانی پیا۔ انہوں نے برکت کے لئے مشکیزہ کا منہ کاٹ کر رکھ لیا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الاثریہ ج ۲ ص ۱۱۳۲ رقم الحدیث ۳۳۲۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الجامع الصحیح للترمذی ابواب الاثریہ ج ۲ ص ۳۰۶ رقم الحدیث ۱۸۹۲ مطبوعہ دارالغرب الاسلامی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۲ ص ۱۳۸ رقم الحدیث ۵۳۱۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (مسند حمیدی ج ۱ ص ۷۲ رقم الحدیث ۳۵۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۲ ص ۱۵ رقم الحدیث ۸ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والادب الموصول)

اسی مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب المساجد فصل ثانی میں ہے کہ ایک جماعت حضور علیہ السلام کے دست اقدس پر مشرف بہ اسلام ہوئی اور عرض کیا کہ ہمارے ملک میں بیعہ (یہودیوں کا عبادت خانہ) ہے ہم چاہتے ہیں کہ اس کو توڑ کر مسجد بنالیں۔ حضور علیہ السلام نے ایک برتن میں پانی لے کر اس میں کلی فرمادی اور فرمایا کہ اس بیعہ کو توڑ دو اور اس پانی کو یہاں زمین پر چھڑک دو اور اس کو مسجد بنالو۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الصلوٰۃ باب المساجد الفصل ثانی ص ۶۹ مطبوعہ موزع کتب خانہ کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور کا لعاب شریف کفر کی گندگی کو دور فرماتا ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنی ٹوپی شریف میں حضور علیہ السلام کا ایک بال شریف رکھتے تھے۔ اور جنگ میں وہ ٹوپی ضرور آپ کے سر مبارک پر ہوتی تھی۔

(الشفا بفتح حروف المعانی ج ۲ ص ۶۱۹ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)، (عمدة القاری شرح صحیح البخاری ج ۳ ص ۳۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

حاشیہ..... ☆

**ترجمہ:** (وبقیۃ مما تروک ال موسیٰ وال ہرون) آل سے مراد حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے تبرکات ہیں اس میں تورات کی دو مکمل تختیاں اور کچھ ان تختیوں کے کوئے ہوئے ٹکڑے تھے اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور نعلین اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عصا اور (جنت کا کھانا) من جو بنی اسرائیل پر نازل ہوتا تھا اس کا ٹکڑا بھی اس میں شامل تھا۔

(تفسیر معالم التنزیل ج ۱ ص ۲۲۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابواللیث نصر بن محمد سرمدی متوفی ۳۵۵ھ لکھتے ہیں۔

وعصا موسیٰ وعمامة ہارون۔

(تفسیر اسر قدی ص ۱۶۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۱۰۷۰ھ لکھتے ہیں۔

ونعلا موسیٰ وعمامة ہارون علیہما السلام۔

(تفسیر مدارک التنزیل ج ۱ ص ۱۳۹ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والسنۃ پشاور)

(تفسیر جلالین میں ہے) وہی نعلا موسیٰ وعصاہ وعمامة ہارون۔

(تفسیر جلالین ص ۵۴ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

امام عبد اللہ بن عمر الوائدی متوفی ۲۰۷ھ لکھتے ہیں۔

وقد اتینک بالقلنسوة المبارکة التي تنصر بها علی اعدائک۔

**ترجمہ:** میں آپ کے پاس مبارک ٹوپی لایا جس کے وسیلے سے دشمن پر مدد طلب کی جاتی ہے۔

(فتوح الشام جلد ۱ بحار خالد آج ص ۱۱۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن عبد اللہ ابو عبد اللہ الحاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ لکھتے ہیں۔

فسبقنہم الی ناصبتہ فجعلتہا فی ہذہ قلنسوة فلم اهد قتلاً وہی الی الارزقت النصر۔

**ترجمہ:** یعنی میں نے بھی آپ کی پیشانی مبارک کا ایک بال حاصل کر کے اپنی ٹوپی میں محفوظ کر لیا۔

(مستدرک للحاکم ج ۳ ص ۲۹۹ مطبوعہ بیروت)

مشکوٰۃ باب السرة میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے وضو فرمایا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے وضو کا پانی لے لیا اور لوگ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی طرف دوڑتے۔ جس کو اس غسلہ شریف کی تری مل گئی اس نے اپنے منہ پر لٹی اور جسے نہ ملی۔ اس نے کسی دوسرے کے ہاتھ سے تری لے کر منہ پر ہاتھ پھیر لیا۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب السرة الفصل الاول ص ۷۳-۷۴ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ بزرگان دین کی استعمال چیزوں سے برکت حاصل کرنا سنت صحابہ ہے۔ اب اقوال فقہاء ملاحظہ ہوں۔ عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب ملاقات الملوک میں ہے۔

ان قبل ید عالم او سلطان عادل بعلمہ وعدلہ لا باس بہ۔

**ترجمہ:** اگر عالم یا عادل بادشاہ کے ہاتھ جوئے ان کے علم و عدل کی وجہ سے تو اس میں حرج نہیں۔

اسی عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب زیارة القبور میں ہے۔

لا باس بتقبیل قبر والدیہ کذا فی الغرائب۔

**ترجمہ:** اپنے ماں باپ کی قبروں کو چومنے میں حرج نہیں۔

(فتاویٰ عالمگیری الباب السادس عشر فی زیارة القبور وقرآۃ القرآن فی القابر ص ۳۵۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اسی عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب ملاقات الملوک میں ہے۔

ان التقبیل علی خمسة اوجه قبله الرحمة قبله الوالد ولده وقبله التحية قبله المومنین بعضهم لبعض وقبله الشفقة قبله الولد بوالديه وقبله المودة قبله الرجل اخاه وقبله الشهوة قبله الرجل امراته وزاد بعضهم قبله الديانة وهي قبله الحجر الاسود۔

**ترجمہ:** بوسہ لینا پانچ طرح کا ہے رحمت کا بوسہ جیسے کہ باپ اپنے فرزند کو چومے۔ ملاقات کا بوسہ جیسے کہ بعض مسلمان بعض کو بوسہ دیں۔ شفقت کا بوسہ جیسے کہ فرزند اپنے ماں باپ کو بوسہ دے دوستی کا بوسہ جیسے کہ شوہر اپنی بیوی کا بوسہ لے۔ بعض نے زیادہ کیا دین داری کا بوسہ اور وہ سنگ اسود کا چومنا ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب ملاقات الملوک ص ۳۶۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

در مختار جلد پنجم کتاب الکراہیۃ آخر باب الاستبراء بحث مصافحہ میں ہے۔

ولا باس بتقبیل ید العالم والسلطان العادل۔

**ترجمہ:** عالم اور عادل بادشاہ کے ہاتھ چومنے میں حرج نہیں۔

(رد المحتار علی در المختار ج ۵ ص ۲۷۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس جگہ شامی نے حاکم کی ایک حدیث نقل کی جس کے آخر میں ہے۔

قال ثم اذن له فقبل راسه ورجليه وقال لو كنت امرا احد يسجد لاحد لامرت المرأة ان تسجد لزوجها وقال صحيح الاسناد۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام نے اس شخص کو اجازت دی اس نے آپ کے سر اور پاؤں مبارک پر بوسہ دیا۔ اور حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر ہم کسی کو سجدے کا حکم دیتے تو عورت کو حکم دیتے کہ شوہر کو سجدہ کرے۔

(رد المحتار علی در المختار ج ۵ ص ۲۷۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

در مختار نے اسی جگہ پانچ قسم کا بیان کیا مثل عالمگیری کے اتنا اور زیادہ کیا۔

قبلة الديانة للحجر الاسود وتقبيل عتبة الكعبة تقبيل المصحف قيل بدعة لكن روى عن عمر انه كان ياخذ المصحف كل غداوة ويقبله واما تقبيل الخبز فجوز الشافعية انه بدعة مباحة وقيل حسنة ملخصا۔  
**ترجمہ:** ایک بوسہ دینداری کا ہے وہ حجر اسود کا بوسہ کعبہ شریف کی چوکھٹ کا بوسہ ہے قرآن پاک کو چومنا بعض لوگوں نے بدعت کہا ہے مگر عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ہر صبح کو قرآن پاک ہاتھ میں لے کر چومتے تھے اور روٹی کا چومنا اس کو شافعی نے جائز فرمایا کہ یہ بدعت جائز ہے بعض نے کہا کہ بدعت حسنہ ہے۔

(رد المحتار علی در المختار ج ۵ ص ۲۷۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

نیز رب تعالیٰ فرماتا ہے واتخذوا من مقام ابراهيم مصلی (پارہ اسورہ ۲ آیت نمبر ۱۲۵) مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت خلیل علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کی ان کے قدم پاک کی برکت سے اس پتھر کا یہ درجہ ہوا کہ دنیا بھر کے حاجی اس کی طرف سر جھکانے لگے۔ ان عبارات سے معلوم ہوا کہ بوسے چند طرح کے ہیں اور تبرک چیزوں کو بوسہ دینا دینداری کی علامت ہے، یہاں تک تو اقوال موافقین کا ذکر ہوا۔ مخالفین کے سردار جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ جلد کتاب النظم والاہامہ صفحہ ۵۲ پر فرماتے ہیں تعظیم دیندار کو کھڑا ہونا درست ہے اور پاؤں چومنا ایسے ہی شخص کا بھی درست ہے حدیث سے ثابت ہے۔ فقہار رشید احمد عثمانی عنہ۔ اس کے متعلق اور بھی احادیث و فقہی عبارات پیش کی جاسکتی ہیں۔ مگر اس قدر پر کفایت کی جاتی ہے۔

## دوسرا باب

### اس پر اعتراضات و جواب میں

بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنے اور تبرکات کی تعظیم پر مخالفین کے پاس حسب ذیل اعتراضات ہیں۔ انشاء اللہ اس کے سوا اور نہ مل سکیں گے۔  
**اعتراض (۱).....:** فقہاء فرماتے ہیں کہ علماء کے سامنے زمین چومنا حرام ہے نیز جھک کر تعظیم کرنا حرام ہے کیونکہ یہ رکوع کے مشابہ ہے اور جس طرح تعظیمی سجدہ حرام ہو گیا۔ تعظیمی رکوع بھی حرام ہو گیا اور جبکہ کسی کے پاؤں چومنے کے لئے اس کے قدم پر منہ رکھا تو یہ رکوع تو کیا سجدہ ہو گیا لہذا یہ حرام ہے۔ در مختار کتاب الکراہیت باب الاستبراء بحث مصافحہ میں ہے۔  
 وتقبيل الارض بين يدي العلماء والعظماء فحرام لانه يشبه عبادة الوثن۔  
**ترجمہ:** علماء اور بڑے بزرگوں کے سامنے زمین چومنا یہ حرام ہے کیونکہ یہ بت پرستی کے مشابہ ہے۔  
 (رد المحتار علی در المختار ج ۵ ص ۲۷۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اسی کے ماتحت ثامی میں ہے۔

الايماء في الاسلام الى قريب الركوع كالسجود وفي المحيط انه يكره الانحناء للسلطان وغيره وظاهر كلامهم على اطلاق السجود على هذا التقبيل۔  
**ترجمہ:** سلام میں رکوع کے قریب تک جھکنا سجدہ کی طرح ہے اور محیط میں ہے کہ بادشاہ وغیرہ کے سامنے جھکنا مکروہ ہے اور فقہاء کا ظاہری کلام یہ ہے کہ وہ اس چومنے کو سجدہ ہی کہتے ہیں۔

(رد المحتار علی در المختار ج ۵ ص ۲۷۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

معلوم ہوا کہ کسی انسان کے آگے جھکنا سجدہ کرنا شرک ہے لہذا کسی کے پاؤں چومنا شرک ہے حضرت مجدد صاحب کو دربار اکبری میں بلایا

گیا اور داخل ہونے کا دروازہ چھوٹا رکھا گیا تاکہ اس بہانہ سے آپ اکبر کے سامنے جھک جاویں۔ مگر جب آپ وہاں تشریف لے گئے تو آپ نے اولاد دروازے میں پاؤں داخل کئے تاکہ جھکنا نہ لازم آجائے (یہ اعتراض انتہائی ہے اور عام دیوبندی وہابی اسی کو پیش کرتے ہیں)۔

**جواب:-** ہم اولاد سجدہ کی تعریف کریں۔ پھر سجدے کے احکام۔ پھر یہ عرض کریں کہ کسی کے سامنے جھکنے کے کیا احکام ہیں اس سے یہ اعتراض خود بخود ہی دفع ہو جائے گا۔ شریعت میں سجدہ یہ ہے کہ زمین پر سات عضو لگیں۔ دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے، دونوں ہاتھ اور ناک پیشانی پھر اس میں سجدہ کی نیت بھی ہو۔ دیکھو عام کتب فقہ کتاب الصلوٰۃ بحث سجدہ اگر بغیر سجدے کی نیت کے کوئی شخص زمین پر اوندھا لیٹ گیا تو سجدہ نہ ہوا۔ جیسا کہ بعض لوگ بیمار یا سردی سے چارپائی پر اوندھے پڑ جاتے ہیں۔ سجدہ دو طرح کا ہوتا ہے سجدہ تحیہ اور سجدہ عبادت۔ سجدہ تحیہ تو کسی کی مقالات کے وقت سجدہ کرنا اور سجدہ عبادت کسی کو خدا یا خدا کی طرح جان کر کرنا۔ سجدہ عبادت غیر اللہ کو کرنا شرک ہے کسی نبی کے دین میں جائز نہ ہوا کیونکہ ہر نبی تو حید لائے شرک کسی نے نہیں پھیلایا سجدہ تحیہ زمانہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضور علیہ السلام کے زمانہ پاک تک بائزر ہافرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اور برادران حضرت یوسف نے یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ تفسیر روح البیان پارہ ۱۲ سورہ ہود زیر آیت وقیل بعدا للقوم الظالمین (پارہ ۱۲ سورہ ۱۱ آیت نمبر ۴۳) میں حضرت ابوالعالیہ سے ایک روایت نقل کی کہ زمانہ نوح علیہ السلام میں شیطان نے توبہ کرنی چاہی تو حضرت نوح علیہ السلام کو زندگی میں سجدہ نہ کیا تو اس کی قبر کو کیا سجدہ کروں گا۔ پھر اسلام نے اس سجدہ تحیہ کو حرام فرمایا۔ لہذا اگر کوئی مسلمان کسی آدمی کو سجدہ تحیہ کرے تو گنہگار ہے، مجرم ہے حرام کا مرتکب ہے، مگر مشرک یا کافر نہیں۔ معترض نے جو در مختار کی عبارت پیش کی اسی جگہ در مختار میں ہے۔

ان کان علی وجہ العبادۃ والتعظیم کفرو ان ثمان علی وجہ التحیۃ لا وصار العا مرتکبا للکبیرۃ۔

**ترجمہ:** اگر یہ زمین چومنا عبادت اور تعظیم کے لئے ہو تو کفر ہے اور اگر تحیہ کے لئے ہو تو کفر نہیں ہاں گنہگار اور کبیرہ کا مرتکب ہوگا۔

(رد المحتار علی در المختار ج ۵ ص ۲۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اسی عبارت کے ماتحت شامی نے اس کو اور بھی واضح کر دیا ہے۔ رہا غیر کے سامنے جھکنا۔ اس کی دونوعیت ہیں ایک یہ کہ جھکنا تعظیم کے لئے ہو جیسے کہ جھک کر سلام کرنا۔ یا معظم شخص کے سامنے زمین چومنا یہ اگر حد رکوع ہے تو حرام ہے اسی کو فقہاء منع فرما رہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ جھکنا کسی اور کام کے لئے ہو اور وہ کام تعظیم کے لئے ہو جیسے کہ کسی بزرگ کا جوتا سیدھا کرنا اس کے پاؤں چومنا کہ جھکنا اگر چہ اس میں بھی ہے مگر جوتا سیدھا کرنے یا پاؤں چومنے کے لئے ہے اور وہ کام تعظیم بزرگ کے لئے یہ حلال ہے اگر یہ توجیہ کی نہ جائے تو ہماری پیش کردہ احادیث اور فقہی عبارات کا کیا مطلب ہوگا۔ نیز یہ سوال دیوبندیوں کے بھی خلاف ہوگا کہ ان کے پیشوا مولوی رشید احمد صاحب بھی ہاتھ پاؤں چومنا جائز فرماتے ہیں۔ حضرت مجدد صاحب کا یہ انتہائی تقویٰ تھا کہ انہوں نے سمجھا کہ چونکہ دربار اکبری میں اکبر بادشاہ کو سجدہ کرایا جاتا ہے اور اکبر اس غرض سے مجھ کو اپنے سامنے جھکانا چاہتا ہے۔ اس لئے آپ نہ جھکے ورنہ اگر آپ جھک کر اس کھڑکی سے داخل ہوتے تو بھی آپ پر کچھ شرعی الزام نہ ہوتا کہ آپ کا مقصد اس جھکنے سے تعظیم اکبر نہ تھی۔

**اعتراض (۲)۔۔۔۔۔** احادیث میں ہے کہ حضرت عمر نے سنگ اسود کو بوسہ دے کر فرمایا۔

انی اعلم انک حجر لا تنفع ولا تضر لولا انی رءیت رسول اللہ ﷺ ما قبلتک۔

**ترجمہ:** پتھر ہے نہ نفع دے سکتا ہے اگر میں نے حضور علیہ السلام کو تجھے چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھ کو نہ چومتا۔

(صحیح مسلم کتاب الحج باب استحباب تقبیل الحجر الاسود فی الطواف ج ۲ ص ۹۲۵ رقم الحدیث ۱۲۷۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنگ اسود کا بوسہ ناگوار تھا مگر چونکہ نص میں آگیا مجبوراً چوم لیا۔ اور چونکہ ان تبرکات کے چومنے کی نص نہیں آئی لہذا نہ چومنا ہی مناسب ہے۔



**جواب:-** مولانا عبدالحی صاحب نے مقدمہ ہدایہ مذیلۃ الہدایہ میں حجر اسود کے ماتحت اسی حدیث کو نقل فرما کر فرمایا کہ حاکم کی روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جواب دیا کہ اے امیر المومنین حجر اسود نافع بھی ہے اور مضر بھی۔ کاش کہ آپ نے قرآن کی اس آیت کی تفسیر پر توجہ فرمائی ہوتی۔ واذا اخذ ربك من بنی ادم من ظهورهم ذریبهم جب میثاق کے دن رب تعالیٰ نے ہندو پیمان لیا تو وہ عہد نامہ ایک ورق میں لکھ کر اس حجر اسود میں رکھا اور یہ سنگ اسود قیامت کے دن آویگا کہ اس کی آنکھیں اور زبان اور لب ہوں گے اور مومنین کی گواہی دے گا۔ لہذا یہ اللہ کا امیر اور مسلمانوں کا گواہ ہے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

اے علی رضی اللہ عنہ جہاں تم نہ ہو خدا مجھے وہاں نہ رکھے۔

(ارشاد الساری ج ۳ ص ۱۵۶ مطبوعہ مطبعہ مینہ مصر)، (شرح النوہ طائمام ہائک ج ۲ ص ۷۸ مطبوعہ مطبعہ خیرہ مصر)

معلوم ہوا کہ سنگ اسود نفع و نقصان پہنچانے والا ہے اور اس کی تعظیم دین کی تعظیم ہے۔ نیز حضرت فاروق کا سنگ اسود کو یہ خطاب اس لئے نہ تھا کہ آپ اس بوسہ حجر اسود سے ناراض تھے۔ سنت سے ناراضی کفر ہے بلکہ محض اس لئے کہ اہل عرب پہلے بت پرست تھے ایسا نہ ہو کہ وہ یہ سمجھ لیں کہ اسلام نے چند بتوں سے ہٹا کر ایک پتھر پر ہم کو متوجہ کر دیا اس فرمان سے لوگوں کو فرق معلوم ہو گیا کہ وہ تھا پتھروں کا پوجنا اور یہ ہے پتھر کا چومنا۔ پوجنا اور ہے اور چومنا اور۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس مقصد کی تردید نہ کی بلکہ لانتضر ولا تنفع کے لفظ سے جو سامعین دھوکا کھاتے اس کو صاف فرما دیا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ ہے کہ بالذات یہ پتھر میں بالکل نفع و ضرر نہیں تو حضرت فاروق کا فرمان بھی لوگوں کو سمجھانے کے لئے تھا حضرت علی مرتضیٰ کا بھی رضی اللہ عنہما ہماری تقریر سے روافض اور وہابیوں دونوں کے اعتراض اٹھ گئے۔

تعب ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ یہاں تو سنگ اسود کے بوسہ کے بقول تمہارے خلاف ہیں لیکن خود ہی حضور علیہ السلام سے انہوں نے عرض کیا کہ ہم مقام ابراہیم کو اپنا مصلیٰ بنا لیتے کہ اس کے سامنے سجدہ کرتے اور نفل پڑھتے ان ہی کی عرض پر یہ آیت آئی۔ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلیٰ (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۲۵) مقام ابراہیم بھی تو ایک پتھری ہے اس کے سامنے نفل پڑھنا اور سجدہ کرنا آپ کو پسند ہے۔

**اعتراض (۳):-** بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ آج کل جو تبرکات حضور علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں خبر نہیں کہ بناوٹی ہیں یا کہ اصل چونکہ ان کے واصلی ہونے کا ثبوت نہیں اس لئے ان کا چومنا ان کی عظمت کرنا منع ہے۔ ہندوستان میں صد ہا جگہ بال مبارک کی زیارت کرائی جاتی ہے نہ تو اس کا پتہ ہے اور نہ ثبوت کہ یہ حضور علیہ السلام کے بال ہیں؟

**جواب:-** تبرکات کے ثبوت کے لئے مسلمانوں میں یہ مشہور ہونا کہ یہ حضور کے تبرکات ہیں کافی ہیں اس کے لئے آیت قرآنی یا حدیث بخاری کی ضرورت نہیں ہر چیز کا ثبوت یکساں نہیں ہوتا زنا کے ثبوت کے لئے چار متقی مسلمانوں کی شہادت درکار۔ دیگر مالی معاملات کے ثبوت کے لئے دو کی گواہی اور رمضان کے چاند کے لئے صرف ایک عورت کی خبر بھی معتبر، نکاح نسب یا دگادوں اور اوقاف کے ثبوت کے لئے صرف شہرت یا خاص علامت کافی ہے۔ ایک پردہ کی آدمی کسی عورت کو ساتھ لے کر مثل زن و شوہر رہتے ہیں۔ آپ اس علامت کو دیکھ کر اس کے نکاح کی گواہی دے سکتے ہیں؟ ہم کہتے ہیں کہ ہم فلاں کے بیٹے فلاں کے پوتے ہیں۔ اس کا ثبوت نہ قرآن سے ہے نہ حدیث سے نہ ہماری والدہ کے نکاح کے گواہ موجود مگر مسلمانوں میں اس کی شہرت جتنا ہی کافی ہے۔ اسی طرح یا دگادوں کے ثبوت کے لئے صرف شہرت معتبر ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے

اولم یسیروا فی الارض فینظرو کیف کان عاقبة الذین من قبلہم۔

**ترجمہ:** کیا یہ لوگ زمین کی سیر نہیں کرتے تاکہ دیکھیں ان سے پہلے والوں کا کیا انجام ہوا۔

اس آیت میں کفار مکہ کو رغبت دی گئی ہے کہ گزشتہ کفار کی یادگاروں، ان کی اجڑی ہوئی بستیوں کو دیکھ کر عبرت پکڑیں کہ نافرمانوں کا یہ انجام ہوتا ہے اب یہ کیسے معلوم ہو کہ فلاں جگہ فلاں قوم آباد تھی قرآن نے بھی اس کا پتہ نہ دیا اس کے لئے محض شہرت معتبر مانی۔ معلوم ہوا کہ قرآن نے بھی اس شہرت کا اعتبار فرمایا شفا شریف میں ہے۔

ومن اعظامہ و اکبارہ اعظام جميع اسبابہ و اکرام مشاہدہ و امکنتہ و ما لمسہ علیہ السلام او عرف بہ۔  
**ترجمہ:** حضور علیہ السلام کی تعظیم و توقیر میں سے یہ بھی ہے کہ حضور علیہ السلام کے اسباب ان کے مکانات اور جس کو اس جسم پاک سے مس بھی ہو گیا ہو اور جس کے متعلق یہ مشہور ہے کہ یہ حضور علیہ السلام کی ہے ان سب کی تعظیم کرے۔

(شفا شریف ج ۲ ص ۲۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

شرح شفا میں ملا علی قاری اسی عبارت کے ماتحت فرماتے ہیں۔ ان المراد جميع ما نسب الیہ و یعرف بہ علیہ السلام اس سے مقصد یہ ہے کہ جو چیز حضور علیہ السلام کی طرف منسوب ہو مشہور ہو اس کی تعظیم کرے۔ مولانا عبدالحلیم صاحب لکھنوی نے اپنی کتاب نور الایمان میں یہی عبارت شفا نقل فرما کر و عرف بہ پر حاشیہ لکھا:

ای و لو کان علی وجہ الاشتہار من غیر تبوت اخبار فی آثارہ کذا قال علی بن القاری۔

**ترجمہ:** اگرچہ یہ نسبت محض شہرت کی بنا پر ہو اور اس کا ثبوت احادیث سے نہ ہو۔ اسی طرح ملا علی قاری نے فرمایا۔

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب مسلک منکسٹ میں یہی مضمون تحریر فرمایا۔ اسی طرح علماء امت نے احکام حج میں تصانیف شائع کیں اور زائرین کو ہدایت کی کہ حریم شریفین میں ہر اس مقام کی زیارت کرے جس کی لوگ عزت و حرمت کرتے ہوں۔

تعب ہے کہ فقہاء کرام فضائل اعمال میں حدیث ضعیف کو بھی معتبر مانیں۔ اور یہ میران تبرکات کے ثبوت کے لئے حدیث بخاری کا مطالبہ کریں۔

عاشقانِ راجہ کا دریا تحقیق ا  
ہر کجا نامِ اوست قربانیم

حاشیہ.....☆

علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں۔

و ما یفعلہ بعض الناس من النزول بقرب من المدينۃ و المشی علی اقدامہ الی ان یدخلہا حسن و کل ما کان ادخل فی الادب و الاجلال کان حسنا۔

**ترجمہ:** بعض لوگ مدینہ کے قریب سواری سے اتر جاتے ہیں اور پیدل چل کر مدینہ میں داخل ہوتے ہیں ان کا یہ فعل مستحسن ہے اور ہر وہ فعل جس کا حضور ﷺ کے ادب اور اجلال میں زیادہ دخل ہو اس کو کرنا مستحسن ہے۔

(فتح القدیر ج ۳ ص ۱۸۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ملائم الدین متوفی ۱۱۱۱ھ لکھتے ہیں۔

و ما یفعلہ بعض الناس من النزول بقرب من المدينۃ و المشی الی ان یدخلہا حسن و کل ما کان ادخل فی الادب و الاجلال کان حسنا۔

**ترجمہ:** اور یہ جو بعض آدمیوں کا دستور ہے کہ مدینہ کے قریب اترتے ہیں اور وہاں سے پیادہ پا چل کر مدینہ میں داخل ہوتے ہیں یہ بہتر ہے اور جس چیز میں ادب اور تعظیم زیادہ ہو وہ بہتر ہے۔

(فتاویٰ مالکیری ج ۲ ص ۲۹۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

محمد احتشام الحسن کا نہ حلوئی دیوبندی لکھتے ہیں۔

اللہ رب العالمین کی محبت و عظمت کے بعد مومن کے پاس اصل جو سرمایہ ہے رسول اللہ ﷺ کی محبت و عظمت ہے اور جس قدر یہ محبت و

**لطیفہ:-** ہم دھوراجی کا ٹھیا واڑ کی گھینہ مسجد میں بارہویں ربیع الاول شریف کو وعظ کہنے گئے وہاں بال مبارک کی زیارت کی جا رہی تھی۔ مسلمان زیارت کر رہے تھے درود پاک کا ورد کر رہے تھے کوئی روتا تھا۔ کوئی دعا مانگ رہا تھا۔ غرض کہ عجب پر کیف منظر تھا ایک صاحب ایک کونہ میں منہ بنائے کھڑے تھے معلوم ہوتا تھا کہ ان کے منہ کو لقمے نے مارا ہے میں نے پوچھا کہ حضرت آپ غصہ میں کیوں ہیں؟ فرمانے لگے کہ مسجدوں میں شرک ہو رہا ہے اس کا کیا ثبوت ہے؟ کہ یہ بال حضور علیہ السلام کا ہے اور اگر ہو بھی تو اس تعظیم کا کیا ثبوت ہے؟ میں نے ان کا جواب نہ دیا بلکہ ان سے پوچھا کہ جناب کا اسم شریف کیا ہے؟ فرمانے لگے عبدالرحمن۔ والد مہربان کا اسم گرامی کیا؟ فرمایا کہ عبدالرحیم۔ ہم نے پوچھا کہ اس کا ثبوت کیا ہے؟ کہ آپ عبدالرحیم صاحب کے فرزند ہیں۔ اولاً تو اس نکاح کے گواہ نہیں اگر کوئی ہو بھی تو وہ صرف عقد نکاح کی گواہی دے گا یہ کیسے معلوم ہوا کہ جناب کی ولادت شریف ان کے ہی قطرے سے ہے تڑپ کر بولے کہ جناب مسلمان کہتے ہیں کہ میں ان کا بیٹا ہوں اور مسلمانوں کی گواہی معتبر ہے۔ ہم نے کہا جناب مسلمان کہتے ہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا بال شریف ہے اور مسلمانوں کی گواہی معتبر ہے۔ شرمندہ ہو گئے۔ کہنے لگے یہ اور بات ہے پوچھا کہ جناب کہاں کے تعلیم یافتہ ہیں فرمایا دیوبند کے۔ ہم نے کہا کہ پھر کیا پوچھنا آپ رجسٹری شدہ ہیں۔ مولانا قطب الدین برہمپاری قدس سرہ سے ایک دیوبندی صاحب فرمانے لگے کہ حضور علیہ السلام کو حضور کہنا بدعت ہے نام لینا چاہیے کیونکہ حضور کہنا کہیں ثابت نہیں انہوں نے جواب دیا۔ چپ رہا۔ بولے یہ کیا؟ فرمایا کہ آپ کو جناب یا آپ کہنا بدعت ہے کہیں بھی ثابت نہیں میں یقین کرتا ہوں کہ دیوبندیوں کو بہت زیادہ تکلیف قیامت کے دن ہوگی۔ جبکہ حضور علیہ السلام مقام محمود پر جلوہ گر ہوں گے اور آپ کی شان تمام عالم پر ظاہر ہوگی اللہم ارزقنا شفاعتہ ﷺ۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے پھر نہ مائیں گے قیامت میں اگر مان گیا

**حاشیہ.....☆**  
عظمت دل و دماغ میں راسخ ہوگی اسی قدر دیار رسول ﷺ کی زیارت کی اہمیت اور فوقیت نمایاں اور آشکارا ہوگی۔ اللہ رب العالمین کی محبت و عظمت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی محبت و عظمت ایک لازمی اور فطری تقاضا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت و عظمت کے بعد ہر اس شے کی عظمت و محبت ہوگی اور شوق و اشتیاق ہوگا جسے رسول اللہ ﷺ کی جانب ادنیٰ انتساب اور وابستگی ہوگی۔

(تجلیات مدینہ ص ۷۰ مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور)

نیز دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

قاضی عیاض شافعی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و تکریم میں یہ بات بھی داخل ہے کہ ان تمام اشیاء اور مقامات اور آثار کا اعزاز و اکرام ہو جو رسول اللہ ﷺ کی جانب ادنیٰ انتساب رکھتے ہیں۔ اور یہی شیوہ الفت و آشنائی ہے۔

(تجلیات مدینہ ص ۷۰ مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور)

امام عبد الوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں۔

ثم اعلم ان كل ما مال الى التعظيم رسول الله ﷺ لا ينبغي لاحد البحث فيه ولا المطالبة بدليل خاص فيه فان ذلك سوء ادب فقل ما شئت في رسول الله ﷺ على سبيل المدح لا حرج۔

**ترجمہ:** پھر اس بات پر یقین رکھ کہ (ہر قول، فعل، تقریر، تحریر) وہ چیز جو حضور ﷺ کی تعظیم کی طرف مائل ہوگی کو لائق نہیں کہ اس میں بحث کرے۔ اور نہ یہ لائق ہے کہ اس جزئیہ پر دلیل خاص کا مطالبہ کرے۔ کیونکہ یہ بلا شک و شبہ بے ادبی ہے۔ تو جو جی چاہے حضور ﷺ کے حق میں بطریق مدح بیان کر۔ اس میں کسی قسم کا حرج نہیں۔

(كشف الغم عن جميع الامتياز ص ۵۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)۔ (جواہر البحار امام بہائی ج ۲ ص ۶۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

**اعتراض (۴).....**۔ نقشہ نعلین اصل نعلین شریف نہیں یہ تمہاری روشنائی تمہارے قلم سے بنایا ہوا فوٹو ہے۔ پھر اس کی تعظیم کیوں کرتے ہو۔

**جواب:-** یہ نقشہ اصل نعلین کی نقل اور اس کی حکایت ہے حکایت کی بھی تعظیم چاہئے لاہور کا چھپا ہوا، قرآن شریف اس کا کاغذ روشنائی آسمان سے نہیں اتری ہماری بنائی ہوئی ہے مگر واجب تعظیم ہے کہ اس اصل کی نقل ہے۔ ہر ماہ ربیع الاول ہر دو شنبہ معظم ہے کہ اصل کی حاک کی ہے۔

**حاشیہ.....☆**

امام تقی الدین السبکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

امر علی الدیار دیار لیلی

اقبل ذا الجدار وذا الجدار

وما حب الدیار شغفن قلبی

ولکن حب من سکن الدیار

(۱) میں لیلی کے مکانات پر سے گزرتا ہوں تو اس دیوار اور اس دیوار کو بوسہ دیتا ہوں۔ (۲) مکانات کی محبت نے میرے دل کو

نہیں گھیرا، لیکن اس کی محبت نے جو ان مکانات میں رہا۔

(شفاء القام فی زیارة خیر الامام عربی اردو ص ۳۰۲ مطبوعہ نوریہ رضویہ پبلیکیشنز لاہور)



## بحث عبد النبی ، عبد الرسول نام رکھنا

عبد النبی عبد الرسول عبد المصطفیٰ عبد اعلیٰ وغیرہ نام رکھنا جائز ہے۔ اسی طرح اپنے کو حضور علیہ السلام کا بندہ کہنا جائز ہے قرآن وحدیث واقوال فقہاء سے ثابت ہے مگر بعض لوگ اس کا انکار کرتے ہیں اس لئے اس بحث کے بھی ہم دو باب کرتے ہیں۔ باب اول میں اس کا ثبوت دوسرے میں اس پر اعتراض وجواب۔

### پہلا باب

### اس کے ثبوت میں

قرآن کریم فرماتا ہے:

وانکحوا الایامی منکم والصلحین من عبادکم وامائکم۔

**ترجمہ:** اور نکاح کرو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا۔

(پارہ ۱۸ سورہ ۲۴ آیت نمبر ۳۲)

اس عبارت میں عباد کو کم کی طرف مضاف کیا گیا۔ یعنی تمہارے بندے۔

قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسهم لاتقنطوا من رحمة اللہ۔

**ترجمہ:** اے محبوب فرما دو کہ میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانور پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے نہ امید نہ ہو۔

(پارہ ۲۳ سورہ ۳۹ آیت نمبر ۵۳)

اس یا عبادی میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ رب فرماتا ہے کہ اے میرے بندو دوسرے یہ کہ حضور علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ آپ فرما دو اے میرے بندو۔ اس دوسری صورت میں عباد رسول اللہ مراد ہوئے یعنی حضور علیہ السلام کے غلام اور امتی، دوسرے معنی کو بھی بہت سے بزرگان دین نے اختیار فرمایا۔ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔

بند لا خود خواند احمد در درشاد جملہ رانجواں قل یا عباد

حضور علیہ السلام نے سارے عالم کو اپنا بندہ فرمایا۔ قرآن میں پڑھ لو قل یا عباد۔ حاجی امداد اللہ صاحب رسالہ فقہ مکہ ترجمہ شام امدادیہ صفحہ ۱۳۵ میں فرماتے ہیں۔ عباد اللہ کو عباد الرسول کہہ سکتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل یا عباد الذین الایۃ مرجع ضمیر متکلم کا آنحضرت ﷺ ہیں۔ ترجمہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی قل یا عباد الذین الایۃ آپ کہہ دو کہ میرے بندو۔ ازلۃ الخفاء میں شاہ ولی اللہ صاحب بحوالہ الریاض النضرۃ وغیرہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے برسر منبر خطبہ میں فرمایا۔

قد کنت مع رسول اللہ ﷺ فکنت عبده وخادمه۔

**ترجمہ:** میں حضور علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ پس میں آپ کا بندہ اور غلام تھا۔

مثنوی شریف میں وہ واقعہ نقل فرمایا۔ جبکہ حضرت صدیق اکبر حضرت بلال کو خرید کر حضور علیہ السلام کی بارگاہ لائے (رضی اللہ عنہما) تو عرض کیا۔

کردمش آزاد ہر مرد و نر تو

گفت ماسد و بند گان کونے تو

عرض کیا کہ ہم دونوں آپ کی بارگاہ کے بندے ہیں۔ میں ان کو آپ کے سامنے آزاد کرتا ہوں۔

صاحب درمختار خطبہ درمختار میں اپنا شجرہ علمی بیان فرماتے ہیں۔

فانی ارویہ عن شیعنا الشیخ عبد النبی الخلیلی۔

**ترجمہ:** میں اس کو اپنے شیخ عبد النبی خلیلی سے روایت کرتا ہوں۔

(درمختار علی حدیث شریف، ج ۱، ص ۳۳، طبع مطبعہ حجازی پاکستان)

معلوم ہوا کہ صاحب درمختار کے استاد کا نام عبد النبی تھا۔ مرثیہ رشید احمد گنگوہی میں مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی نے لکھا ہے۔

قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں عبید سود کا ان کے لقب ہے یوسف ثانی

جس سے معلوم ہوا کہ مولوی رشید احمد صاحب کے کالے بندے بھی یوسف ثانی کہلاتے ہیں۔ غرض کہ عبد کی نسبت غیر خدا کی طرف

قرآن و حدیث و اقوال فقہاء اور اقوال مخالفین سے ثابت ہے عرب والے عام طور پر کہتے ہیں۔ عبدی جزا شاعر کہتا ہے الواہب المماء تنہ

انہجیان و عبده ۱۰۔

**لطیفہ:** تھو یہ ایمان میں ملی بخش، پیر بخش، غلام علی، مدار بخش، عبد النبی نام۔ کہنے کو شرک کہا۔ مگر تذکرۃ الرشید حصہ اول صفحہ ۱۳ میں

رشید احمد صاحب کا شجرہ نسب یوں ہے: رشید احمد ابن مولانا بہایت احمد ابن قاضی پیر بخش ابن غلام حسن ابن غلام علی۔ اور ماں کی

طرف سے نسب نامہ یوں لکھا ہے۔ رشید احمد ابن کریم النساء بنت فرید بخش ابن غلام قادر ابن محمد صالح ابن غلام محمد۔ دیوبندی بتائیں کہ

مولوی رشید احمد صاحب کے خاندانی بزرگ مشرک مرتد تھے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اور اگر تھے تو مرتد کی اولاد حلالی ہے یا حرامی۔

## دوسرا باب

### اس پر اعتراضات و جوابات میں

**اعتراض (۱):**..... عبد کے معنی ہیں عابد عبادت کرنے والا تو عبد النبی کے معنی ہوں گے نبی کے عبادت کرنے والا اور یہ معنی

صریح کی شریک ہیں لہذا ایسے نام منع ہیں۔

**جواب:** عبد کے معنی عابد بھی ہیں اور خادم بھی۔ جب عبد کو اللہ کی طرف نسبت کیا جاوے گا تو اس کے معنی عابد ہوں گے۔ اور جب غیر اللہ کی

نسبت ہوگی تو معنی ہوں گے خادم غلام لہذا عبد النبی کے معنی ہوئے نبی کا غلام۔ عالمگیری کتاب الکراہیت باب تسمیۃ الاولاد میں ہے۔

والتسمیۃ باسم یوجد فی کتاب اللہ تعالیٰ جائزۃ کالعلی والرشید والبدیع لانه من الاسماء

المشترکہ ویراد فی حق العباد ویراد فی حق اللہ تعالیٰ کذا فی السراجیۃ۔

**ترجمہ:** جو نام قرآن شریف میں پائے جاتے ہیں ان سے نام رکھنا جائز ہے جیسے کہ علی یا رشید اور بدیع کیونکہ یہ اسماء مشترکہ میں سے

ہیں اور بندے کے لئے ان کے وہ معنی مولا ہوں گے جو کہ اللہ کے لئے مراد نہیں۔

(فتاویٰ عالمگیری کتاب الکراہیت باب تسمیۃ الاولاد ج ۵ ص ۳۶۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کا نام بھی علی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام بھی علی ہے۔ اسی طرح خدا کا نام بھی رشید بدیع وغیرہ ہیں اور

بندوں کے بھی یہ نام ہو سکتے ہیں۔ مگر اللہ کے نام میں ان الفاظ کے معنی اور ہیں اور بندوں کے لئے دوسرے معنی اسی طرح عبد اللہ کے

معنی اللہ کا عابد، عبد النبی کے معنی نبی کا غلام اگر یہ توجیہ نہ ہو تو قرآن کی اس آیت کے کیا معنی ہوں گے۔ من عبادکم

**اعتراض (۲).....** مشکوٰۃ باب الادب الاساسی اور مسلم جلد دوم کتاب الاقفاظ من الادب وغیرہ میں ہے۔  
لا یقولن احدکم عبدی وامتی کلکم عبيد الله وكل نساء کم اماء الله ولكن لیقل غلامی  
و جاربتی۔

**ترجمہ:** تم میں سے کوئی نہ کہے عبدی امتی (میرا بندہ وغیرہ) تم سب اللہ کے بندے ہو اور تمہاری عورتیں اللہ کی لونڈیاں ہیں لیکن یہ  
کہے کہ غلامی و جاربتی۔

(صحیح مسلم کتاب الاقفاظ من الادب ج ۲ ص ۲۳۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ لفظ عبدی کی نسبت غیر اللہ کی طرف کرنا خلاف احادیث ہے لہذا احرام ہے اور عبد النبی میں بھی یہ بات موجود ہے  
لہذا منع ہے۔

**جواب:-** یہ ممانعت کراہت تنزیہی کے طور پر ہے کہ عبدی کہنا بہتر نہیں بلکہ غلامی کہنا اولیٰ ہے اسی حدیث کے ماتحت نووی شرح مسلم میں ہے۔  
فان قيل قد قال النبي عليه السلام في اشراط الساعة ان تلد الامة ربتها فالجواب من وجهين  
احدهما ان الحديث الثاني لبيان الجواز وان النهي في الاول للادب وكرهية التنزيه لا للتحريم۔

**ترجمہ:** اگر کہا جاوے کہ حضور علیہ السلام نے علامات قیامت میں فرمایا کہ لونڈی اپنے رب کو جنے لگی (یعنی بندے کو رب فرمایا) اس  
کا جواب دو طرح ہے ایک یہ کہ دوسری حدیث بیان جواز کے لئے ہے اور پہلی حدیث میں ممانعت ادب کے لئے ہے اور کراہت تنزیہی  
ہے نہ کہ تحریمی۔

(صحیح مسلم نووی کتاب الاقفاظ من الادب ج ۲ ص ۲۳۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

مسلم میں اسی جگہ ہے لا یقولن احدکم للعنب الکرم فان الکرم الرجل المسلم۔

(صحیح مسلم کتاب الاقفاظ من الادب ج ۲ ص ۲۳۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اسی جگہ یہ بھی ہے لا تسمو العنب الکرم فان الکرم المسلم انما کریم نہ کہو کیونکہ کرم تو مسلمان ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الاقفاظ من الادب ج ۲ ص ۲۳۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

مشکوٰۃ کتاب الادب باب الاساسی میں ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الادب باب الاساسی ص ۳۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

مشکوٰۃ میں اسی جگہ ہے۔

لا تسمین غلامک یساراً ولا رباحاً ولا نجیباً ولا افلح۔

**ترجمہ:** حکم تو اللہ ہے اسی کا حکم ہے تو تیرا نام ابوالحکم کیوں ہے۔ اپنے غلام کا نام یسار اور رباح اور نجیب اور افلح نہ رکھو۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الادب باب الاساسی الفصل الاول ص ۳۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

ان تمام احادیث میں ان ناموں سے جو ممانعت ہے کراہت تنزیہی کی بنا پر ہے ورنہ قرآن اور حدیث بلکہ خود احادیث میں سخت  
تعارض ہوگا۔ دیکھو رب خدا کا بھی نام ہے اور قرآن کریم میں بندوں کو بھی رب فرماتا ہے کما ربیبانی صغیراً (پارہ ۱۵ سورہ ۱۷ آیت  
نمبر ۲۳) قال ارجع الی ربک (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۵۰) اگر کوئی شخص کسی کو اپنا مربی یا رب کہے تو مشرک نہ ہوگا۔ ہاں اس سے بچے  
تو بھی کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ یہ نام رکھنا واجب نہیں۔ لیکن اگر اس زمانہ میں دیوبندیوں و ہابیوں کو چڑانے کے لئے یہ نام رکھتے تو بہت  
باعث ثواب ہے۔ جیسے کہ ہندوستان میں گائے کی قربانی۔ ہم اس کی تحقیق فاتحہ کی بحث میں کر چکے ہیں کہ جس مستحب کام کو اعدائے دین  
روکنے کی کوشش کریں اور اس ضرور کرنا چاہیئے۔

## بحث اسقاط کا بیان

اس بحث میں تین باتیں عرض کرنی ہیں۔ اسقاط کے معنی۔ اسقاط کرنے کا صحیح طریقہ۔ اسقاط کا ثبوت مگر چونکہ بعض لوگ اسقاط کے بالکل منکر ہیں۔ وہ قسم قسم کے اعتراض کرتے ہیں اس لئے اس بحث کے دو باب کئے جاتے ہیں پہلے باب میں مذکورہ تین باتیں اور دوسرے باب میں اس پر سوال و جواب۔

## پہلا باب

### اسقاط کے طریقے اور اس کے ثبوت میں

اس باب میں چار باتیں عرض کی جاتی ہیں۔ اسقاط کے کیا معنی ہیں۔ اسقاط کرنے کا صحیح طریقہ کیا ہے۔ اسقاط کرنے سے فائدہ کیا ہے اسقاط کا ثبوت کیا ہے (۱) اسقاط کے لغوی معنی ہیں گرا دینا۔ اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ میت کے ذمہ جو احکام شرعیہ رہ گئے ہوں ان کو اس کے ذمہ سے دور کرنا۔ چنانچہ وجیز الصراط میں ہے اسقاط آں چیز است کہ دور کردہ شود از ذمہ میت بہ ایں کہ میسر شود۔ اسقاط کا فائدہ یہ ہے کہ مسلمان سے بہت سے شرعی احکام عمداً سہواً خطا۔ رہ جاتے ہیں۔ جس کو وہ اپنی زندگی میں ادا نہ کر سکا۔ اور بعد موت ان کی سزا میں گرفتار ہے اب نہ تو ادا کرنے کی طاقت ہے نہ اس سے چھوٹنے کی کوئی سبیل۔ شریعت مطہرہ نے اس بیکسی کی حالت میں اس میت کی دیکھ بھال کرنے کے لئے کچھ طریقے تجویز فرمادئے کہ اگر ولی میت وہ طریقہ میت کی طرف سے کر دے تو بچا رہے مردہ جھوٹ جاوے اس طریقہ کا نام اسقاط ہے حقیقت میں یہ میت کی ایک طرح کی مدد ہے۔ وہابی دیوبندی جس طرح کہ زندہ مسلمان کے دشمن ہیں اسی طرح مردوں کے بھی دشمن کہ ان کو نفع پہنچانے سے لوگوں کو روکتے ہیں اور مرنے کے بعد بھی پیچھا نہیں چھوڑتے۔ اسقاط کا طریقہ یہ ہے کہ میت کی عمر معلوم کی جاوے اس میں سے نو سال عورت کے لئے اور بارہ سال مرد کے لئے نکال دو اب جتنے سال بچے اس میں حساب لگاؤ کتنی مدت تک وہ بے نمازی یا بے روزہ رہا۔ یا نمازی ہونے کے زمانہ میں کس قدر نمازیں اس کی باقی رہ گئیں ہیں کہ نہ وہ پڑھی اور نہ قضا کی اس لئے زیادہ سے زیادہ اندازہ لگا لو۔ جتنی نمازیں حاصل ہوں فی نماز ۵ ار پے اٹھنی بھر گے ہوں خیرات کر دو۔ یعنی جو فطرہ کی مقدار ہے وہ بھی ایک نماز کے فدیہ کی۔ وہ ہی ایک روزے کی۔ تو ایک دن کی چھ نمازیں، پانچ فرض اور ایک وتر واجب ان کا فدیہ تقریباً بارہ سیر گندم ہوئے اور ایک ماہ کی نمازوں کا فدیہ ۹ من گندم تقریباً اور سال کی نمازوں کا ۸۰ من گندم ہوتا ہے۔ اب اگر کسی کے ذمہ دس بیس سال کی نمازیں ہیں تو صد ماہن غلہ خیرات کرنا ہوگا۔ شاید کوئی بڑا دیندار مالدار ہو تو یہ کر سکے مگر غربا سے ناممکن۔ ان کے لئے یہ طریقہ ہے کہ ولی میت بقدر طاقت گندم یا اس کی قیمت لے مثلاً ایک ماہ کی نمازوں کا فدیہ ۹ من تھا تو ۹ من گندم یا اس کی قیمت لے اور کسی مسکین کو اس کا مالک کر دے وہ مسکین یا تو دوسرے مسکین کو یا خود مالک کو بطور ہبہ وہ پھر اس فقیر کو صدقہ دے ہر بار کے صدقہ میں ایک ماہ کی نمازوں کا فدیہ ادا ہوگا۔ بارہ بار صدقہ کیا۔ ایک سال کا فدیہ ادا ہوا۔ اسی طرح چند بار گھمانے میں پورا فدیہ ادا ہو جائے گا۔ نمازوں کے فدیہ سے فارغ ہو کر اسی طرح روزہ اور زکوٰۃ کا فدیہ ادا کر دیں رحمت الہی سے امید ہے کہ میت کی مغفرت فرما دے۔ اسقاط کا یہ طریقہ صحیح ہے۔ پنجاب میں بنو عام طور پر مروج ہے کہ مسجد سے قرآن پاک کا نسخہ منگایا۔ اس پر ایک روپیہ رکھا اور چند لوگوں نے اس کو ہاتھ لگایا پھر مسجد میں



واپس کر دیا اس سے نمازوں کا فدیہ ادا نہ ہوگا۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ قرآن کی کوئی قیمت ہی نہیں۔ لہذا جب قرآن شریف کا نسخہ خیرات کر دیا سب نمازوں کا فدیہ ادا ہوگا مگر یہ غلط ہے کیونکہ اس میں اعتبار تو قرآن کے کاغذ لکھائی چھپائی کا ہے اگر دوسروں کا یہ نسخہ ہے تو دوسروں کی خیرات کا ثواب ملے گا۔ ورنہ پھر وہ مالدار جن پر ہزار روپیہ سالانہ زکوٰۃ واجب ہوتی ہے وہ کیوں اتنا خرچ کریں صرف ایک قرآن پاک کا نسخہ خیرات کر دیا کریں۔ غرض کہ یہ طریقہ صحیح نہیں طریقہ صحیح نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس سے اسقاط کا مقصد حاصل نہ ہوگا کہ حرام ہے بلا دلیل کسی شے کو صرف اپنی رائے سے حرام کہنا تو فضائل دیوبندی کا کام ہے بقدر خیرات ثواب مل جاوے گا۔

نوٹ:- ہم نے فدیہ کو جو وزن بیان کیا کہ چھ نمازوں کا بارہ سیر۔ یہ ہر جگہ کے لئے نہیں ہے ایک نماز کا فدیہ ۱۷ روپیہ اٹنی پھر گندم ہوتے ہیں۔ ہر صوبہ کے لوگ اس سے اپنے یہاں کے سیر سے حساب لگائیں۔

اسقاط کے ثبوت میں تین بحثیں کرنا ہیں ایک تو یہ کہ حرام سے بچنے ثواب حاصل کرنے یا شرعی ضرورت پوری کرنے کے لئے شرعی حیلے جائز ہیں۔ دوسرے یہ کہ نمازوں کا فدیہ مال سے ہو سکتا ہے۔ تیسرے یہ کہ خود اسقاط کا ثبوت کیا ہے۔

## پہلی فصل..... حیلہ شرعی کے جواز میں

شرعی حیلے کرنا ضرورت کے وقت جائز ہیں۔ قرآن کریم احادیث صحیحہ اقوال فقہاء سے اس کا ثبوت ہے حضرت ایوب علیہ السلام نے قسم کھائی کہ میں اپنی بیوی کو سو لکڑیاں ماروں گا رب تعالیٰ نے ان کو تعلیم فرمایا کہ تم ایک جھاڑو لے کر ان کو مارو اور اپنی قسم نہ توڑو۔ قرآن مجید نے اسی قصہ کو نقل فرمایا وخذ بیدك ضعفاً فاضرب به ولا تحنت تم اپنے ہاتھ میں جھاڑو لے کر مارو اور قسم نہ توڑو۔

(پارہ ۲۳ سورۃ ص آیت نمبر ۴۴)

حاشیہ..... ☆

سیدنا ایوب علیہ السلام سے رب العزت نے فرمایا تھا کہ اے ایوب تم نے اپنی زوجہ کے بارے میں قسم کھائی تھی کہ اے بی بی میں تجھے سو سو لکڑی ماروں گا۔ اب تو ایک سو ۱۰۰ لکڑی کا جھاڑو لے کر مار لے تاکہ تم اپنی قسم میں حائل نہ ہو۔ پھر سیدنا ایوب علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ تفصیلاً واقعہ کتب تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

امام احمد بن عمرو بن ابی عامر الشیبانی متوفی ۲۸۸ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله حدثني ابي حدثنا ابو المغيرة اخبرنا صفوان اخبرنا عبد الرحمن ابن جبیر قال لما ابتلى النبي بماله وولده وجسده طرح في المزبلة فجعلت امراته تخرج تكسب عليه ما تطعمه فحسده الشيطان ذلك وكان ياتي اصحاب الخبز والشواء الذين كانوا يتصدقون عليها فيقول اطرءوا هذه المرأة التي تفشاكم فانها تعالج صاحبها كجراحات بيدها فالباس يقتلرون طعامكم من اجلها انها تاتيكم وتغشاكم فجعلوا لا يذنونها منهم ويقولون ونحن نطعمك ولا تقرينا فاجبرت ايوب بذلك فحمد الله عز وجل على ذلك فكان يلقاها اذا خرجت كالمتحزن بما لقي ايوب فيقول تج صاحبك وابي الا ما ابي فوالله لو تكلم بكلمة واحدة لكشف عنه كل ضرر ولرجع اليه ماله وولده فتنجني فتخبر ايوب عليه السلام بذلك فيقول لها لفيك عدو الله وعصافير هذا الكلام لما اعطانا الله عز وجل المال والولد امانا به واذا قبض الذي نأفكفو به لئن اقامني الله عز وجل من مرضي هذا لاجلدنك ماني جلدة قال فلذلك قال الله عز وجل وخذ بيدك ضعفاً فاضرب به ولا تحنت يعني بالضغف القبضة من المكانس۔

☆.....

**ترجمہ:** حضرت عبدالرحمن بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو ان کے مال، اولاد اور جسم میں آزمائش میں ڈالا گیا اور انہیں کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر پھینک دیا گیا۔ آپ کی بیوی جاتی تو اتنا کماؤ جتنا آپ کو کھلاتی۔ شیطان نے اس پر حسد کیا۔ وہ مالدار لوگوں کے پاس آتا جو اس عورت پر صدقہ کرتے اور کہتا اس عورت کو دور بھگا دو جو تمہارے پاس آتی ہے کیونکہ یہ اپنے خاوند کی خدمت کرتی ہے۔ اب وہ آپ کی بیوی کو قریب نہ آنے دیتے اور کہتے ہم سے دور رہ۔ ہم تجھے کھانا دے دیں گے تو ایوب علیہ السلام سے بات کی۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کی۔ جب آپ کی بیوی آپ کے پاس سے جاتی تو شیطان اس سے ملتا اور یہ ظاہر کرتا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو جو مصیبت پہنچی اس پر وہ بڑا دکھی ہے اور کہتا تیرے خاوند نے جھگڑا کیا اور انکار کیا مگر اللہ نے انکار نہیں کیا اگر وہ ایک بات کہہ دیتا تو اس سے ہر تکلیف دور ہو جاتی اس کا مال اور اولاد سب واپس آ جاتے بیوی حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس آتی اور آپ کو بتاتی حضرت ایوب علیہ السلام اسے فرماتے تجھے اللہ کا دشمن ملا ہے اور اس نے یہ بات تجھے سکھائی ہے اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے میری مرض سے شفا دی تو میں تجھے سو کوڑے ماروں گا اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وخذ بیدک ضعفاً فاضرب به ولا تحنث۔ اس مراد کجیور کی شاخوں گٹھا ہے۔

(کتاب التوحید لابن ابی عاصم بام ایوب علیہ السلام ج ۱ ص ۸۹ مطبوعہ دارالریان للتراث القاہرہ)، (جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری ج ۲۳ ص ۱۶۸ مطبوعہ دارالمنیر بیروت)، (کتاب التوحید لابن ابی عاصم ج ۱ ص ۱۱۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (الدر المنثور فی تفسیر المنثور ج ۵ ص ۵۹۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

واخرج عبد بن حمید عن الضحاك رضى الله عنه (وخذ بيدك ضعفاً) قال جماعة من الشجر وكانت لايوب عليه السلام خاصة وهي لنا عامة۔

**ترجمہ:** امام عبد بن حمید۔ اللہ علیہ نے حضرت ضحاك رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ضعفاً سے مراد درختوں کی ایک جماعت ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے لئے خاص اور ہمارے لئے عام ہے۔

(الدر المنثور فی تفسیر المنثور ج ۵ ص ۵۹۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام ناصر الدین عبداللہ بن عمر البیہاوی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں۔

وهي رخصة باقية في الحدود۔

**ترجمہ:** یہ رخصت حدود میں باقی ہے۔

(انوار المنیر المعرف تنسیر البیہاوی ج ۵ ص ۳۰۵ مطبوعہ دارالمنیر بیروت)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

واختلف العلماء في هذا الحكم هل هو عام او خاص بایوب فروى عن مجاهد انه عام للناس ذكره ابن عربی۔ وحكى عن القشیری ان ذلك خاص بایوب۔ وحكى المهدوی عن عطاء بن ابی رباح انه ذهب الى ان ذلك حكم باق۔ وانه اذا ضرب بمائه قضيب ونحوه ضربة واحدة بر۔ وروى نحوه الشافعی وروى نحوه عن النبی ﷺ في المقعد الذي حملت منه الوليدة وامر ان يضرب بعشكول فيه مائة شمر اخ ضربة واحدة۔

وقال القشیری، وقيل لعطاء هل يعمل بهذا اليوم؟ فقال ما انزل القرآن الا ليعمل به ويتبع الخ۔

**ترجمہ:** علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا یہ حکم عام ہے یا ایوب علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے۔ پس روایت ہے امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے کہ یہ حکم عام ہے تمام لوگوں کے لئے اس قول کو امام ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے اور حکایت بیان کی گئی ہے امام قشیری

## حاشیہ.....☆

رحمۃ اللہ علیہ سے کہ یہ خاص ہے حضرت ایوب علیہ السلام کے ساتھ۔

اور محمد وی نے عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ سے حکایت بیان کرتے ہیں کہ وہ اس طرف گئے ہیں کہ اس کا حکم باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب سو یا اس کی مثل بٹل ایک دفعہ مارا جائے تو کفایت کرے گا اور اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے اور اسی طرح نبی کریم ﷺ سے مروی ہے اس معقد کے بارے میں جو بچے سے حاملہ ہو کہ آپ نے سوتکے والے جھاڑو سے ایک دفعہ مارنے کا حکم فرمایا۔ اور امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ اس حکم پر آج بھی عمل کیا جائے گا تو آپ نے جواب دیا کہ قرآن تو عمل کرنے کے لیے اور اتباع کرنے کے لیے اتارا گیا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص ۲۱۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابی الفرج عبدالرحمن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں۔

وهل ذلك خاص له ام لا فيه قولان احدهما انه عام وبه قال ابن عباس و عطاء بن ابي رباح وابن ابي ليلى والثاني انه خاص لايوب قاله مجاهد۔

**ترجمہ:** کیا یہ حیلہ حضرت ایوب علیہ السلام کے لئے خاص تھا۔ یا نہیں اس میں دو قول ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام عطاء ابن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ابی لیلیٰ کا یہ قول ہے کہ یہ عام ہے۔ دوسرا قول کہ یہ حضرت ایوب علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

(زاد المسیر ج ۷ ص ۱۳۵ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت)

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں۔

وهذه الرخصة باقية وعن النبي ﷺ انه اتى بمجذم خبث بامة فقال خذوا عثكالا فيه مائة شمراخ فاضربوه به ضربة۔

**ترجمہ:** اور یہ رخصت باقی ہے حضور ﷺ سے روایت ہے کہ مجزم آپ کے پاس لایا گیا جس نے باندی سے زنا کیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سوتکوں والا جھاڑو لو اور اس کو ایک دفعہ مارو۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۳۹۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں۔

وهذه الرخصة باقية۔

**ترجمہ:** یہ رخصت باقی ہے۔

(تفسیر مدارک القریل ج ۲ ص ۲۸ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والحدیث پشاور)

امام علی بن محمد الحارثی متوفی ۵۷۵ھ لکھتے ہیں۔

وهل ذلك لايوب خاصة ام لا؟ فيه قولان احدهما انه عام وبه قال ابن عباس و عطاء بن ابي رباح والثاني انه خاص بايوب۔

**ترجمہ:** کیا یہ حیلہ حضرت ایوب علیہ السلام کے لئے خاص تھا۔ یا نہیں اس میں دو قول ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور امام عطاء ابن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہے کہ یہ عام ہے۔ دوسرا قول امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

(لباب التاویل فی معانی التقریل المعروف بتفسیر خازن ج ۳ ص ۲۴۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حضرت یوسف علیہ السلام نے چاہا کہ بنیامین کو اپنے پاس رکھیں اور راز ظاہر نہ ہو۔ اس کے لئے بھی ایک حیلہ ہی فرمایا جس کا مفصل ذکر سورہ یوسف میں ہے۔

(کنز الایمان سورۃ یوسف آیت نمبر ۷۶ تا ۷۷ پارہ ۱۳)

ایک بار حضرت سارا نے قسم کھائی تھی کہ میں قابو پاؤں گی تو حضرت ہاجرہ کا کوئی عضو قطع کروں گی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وحی آئی کہ ان کی آپس میں صلح کرادو۔ حضرت سارا نے فرمایا کہ میری قسم کیسے پوری ہو۔ تو ان کی تعلیم دی گئی کہ حضرت ہاجرہ کے کان چھید دیں۔ مشکوٰۃ کتاب البیوع باب الریوایں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں عمدہ خرے لائے۔ حضور علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ کہاں سے لائے۔ عرض کیا کہ میرے پاس کچھ ردی خرے تھے میں نے دو صاع ردی خرے دیئے اور ایک صاع عمدہ خرے لے لئے فرمایا کہ یہ سود ہو گیا۔ آئندہ ایسا کرو کہ ردی خرے پیسوں کے عوض فروخت کرو اور ان پیسوں کے اچھے خرے لے لو۔

(صحیح مسلم باب الربا ج ۲ ص ۲۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (فتح الباری ج ۳ ص ۴۰۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

دیکھو یہ سودے بچنے کا ایک حیلہ ہے۔

☆.....حاشیہ

محمد بن ابی بکر الدمشقی الشہرہ بایں قیم الجوزیہ متونی ادا کرتے ہیں۔

واخبر تعالى عن نبيه يوسف عليه السلام انه جعل صواعه في رحل اخيه يتوصل بذلك الى اخذه من اخوته ومدحه بذلك واخبر انه برضاه واذنه كما قال كذلك كدنا ليوسف ما كان لياخذ اخاه في دين الملك الا ان يشاء الله ترفع درجات من نشاء وفوق كل ذي علم عليم [يوسف:] فاخبر ان هذا كيده نبيه وانه بمشيئته وانه يرفع درجة عبده بلطيف العلم ودقيقه الذي لا يهتدى اليه سواه وان ذلك من علمه وحكمته.

**ترجمہ:** اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں خبر دی کہ انہوں نے اپنا برتن اپنے بھائی کی سواری میں رکھ دیا تاکہ اپنے سوتیلے بھائیوں میں سے اپنے سگے بھائی کو حاصل کر سکیں اور اللہ تعالیٰ نے اسے مقام مدح میں بیان فرمایا اور خبر دی کہ یہ کام اللہ کی رضا اور اس کی اجازت سے ہوا۔ جیسے کہ اس نے فرمایا کہ یہ یوسف علیہ السلام کا حیلہ تھا۔ اور یہ اس کی مشیت سے تھا اور وہ اپنے بندے کے درجہ و مرتبہ کو بلند فرماتا ہے لطیف و باریک علم کے ساتھ اور علم کے دقائق کے ساتھ جس کو اس کے سوا کوئی نہیں پاسکتا اور یہ اس کے علم و حکمت میں سے ہے۔

(اعلام الموقعين عن رب العالمين فصل عن حج الذين جوزوا الحبل ج ٣ ص ١٣٩ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۷ھ لکھتے ہیں۔

وهذا من الكيد المحبوب المراد الذي يحبه الله ويرضاه لما فيه من الحكمة والمصلحة المطلوبة.

**ترجمہ:** اور یہ پسندیدہ حیلہ ہے جس سے مراد یہ ہے کہ اللہ اور اس کو پسند کرتا ہے اور اس سے راضی ہے کیونکہ اس میں حکمت اور مصلحت ہے جو مطلوب ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۹۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

عالمگیری نے حیلوں کا مستقل باب لکھا جس کا نام ہے کتاب الخیل اسی طرح الاشباہ والنظائر میں کتاب الخیل وضع فرمائی۔ چنانچہ عالمگیری کتاب الخیل اور ذخیرہ میں ہے۔

كل حيلة يحتال بها الرجل لا بطلال حق الغير او لادخال شبهة فيه او لتمويه باطل فہی مکروہہ وکل حيلة يحتال بها الرجل ليتخلص بها عن حرام او ليتوصل بها الى حلال فہی حسنة والاصل فی جواز هذا النوع (الخ)۔

**ترجمہ:** جو حیلہ کسی کا حق مارنے یا اس میں شبہ پیدا کرنے یا باطل سے فریب دینے کے لئے کیا جاوے وہ مکروہ ہے اور جو حیلہ اس لئے کیا جاوے کہ اس سے آدمی حرام سے بچ جاوے یا حلال کو پالے وہ اچھا ہے اس قسم کے حیلوں کے جائز ہونے کی دلیل۔

(فتاویٰ عالمگیری کتاب الحیل ج ۶ ص ۳۳۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حاشیہ.....☆

حافظ شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں۔

وهی ما: يتوصل به الى مقصود بطريق خفی وهی ثم العلماء على اقسام بحسب الحامل علیها فان توصل بها بطريق مباح الى ابطال حق او اثبات باطل فہی حرام او الى اثبات حق او دفع باطل فہی واجبة او مستحبة وان توصل بها بطريق مباح الى بالاجتماع من وقوع فی مکروہ فہی مستحبة او مباحة او الى ترك مندوب فہی مکروہہ۔

**ترجمہ:** کسی خفیہ طریقہ سے مقصود کے حاصل کرنے کو حیلہ کہتے ہیں، علماء کے نزدیک اس کی کئی اقسام ہیں:

(۱) اگر جائز طریقہ سے کسی کا حق باطل کیا جائے یا کسی باطل (مثلاً سود، رشوت وغیرہ) کو حاصل کیا جائے تو یہ حیلہ حرام ہے۔

(۲) اگر جائز طریقہ سے کسی حق کو حاصل کیا جائے یا کسی باطل یا ظلم کو دفع کیا جائے تو یہ حیلہ مستحب یا واجب ہے۔

(۳) اگر جائز طریقہ سے کسی ضرر سے محفوظ رہا جائے تو یہ حیلہ مستحب یہ مباح ہے۔

(۴) اگر جائز طریقہ سے کسی مستحب کو ترک کرنے کا حیلہ کیا جائے تو یہ مکروہ ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۱۲ ص ۳۲۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

امام ابوبکر احمد بن عمرو المعروف بالانصاف رحمۃ اللہ علیہ نے بھی پورنی ایک کتاب بنام ”کتاب الخیل“ لکھی ہے۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ امام

الانصاف رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ الحنفیہ کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں۔

العلامة شيخ الحنفية ابوبكر احمد بن عمرو بن مهير الشيباني الفقيه الحنفى المحدث۔

اور ان کے کتابوں کے بارے میں لکھتے ہیں۔

صنف كتاب الحيل وكتاب الشروط الكبير ثم اختصره والرضاع وادب القاضي والعصير واحكامه واحكام الوقوف وذرع الكعبة والمسجد والقبر۔

(سير اعلام النبلاء ذكر الانصاف رحمۃ اللہ علیہ ج ۱۳ ص ۱۲۲ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)

علامہ زین الدین بن نجم متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں۔

قال في المتنقط قال ابو سليمان كذبوا على محمد ليس له كتاب الحيل و انما هو الهرب من الحرام والتخلص منه حسن قال الله تعالى خذ بيدك ضعفا فاضرب به ولا تحنث۔

**ترجمہ:** متنقط میں ہے کہ ابوسلیمان نے فرمایا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان تراشا گیا ہے کہ انہوں نے کتاب الخیل نہیں لکھی

رب تعالیٰ کا یہ فرمان ہیکہ اپنے ہاتھ میں جھاڑو لو اس سے مارو یہ حضرت ابوب علیہ السلام کو قسم سے بچنے کی تعلیم تھی اور عام مشائخ اس پر ہیں کہ اس آیت کا حکم منسوخ نہیں اور یہ بھی صحیح اور یہ بھی صحیح مذہب ہے حموی شرح اشباہ اور تارخانہ میں جواز حیلہ کی بہت نفیس تقریر فرمائی چنانچہ بحث کے دوران میں فرماتے ہیں۔

وعن ابن عباس انه قال وقعت وحشة بين هاجرة وسارة فحلفت سارة ان ظفرت بها قطعت عضوا منها فارسل الله جبريل الى ابراهيم عليه السلام ان يصلح بينهما فقالت سارة ما حيلة يميني فاوحى الله الى ابراهيم عليه السلام ان يامر سارة ان تتقب اذني هاجر فمن ثم نقوب الاذن۔

**ترجمہ:** ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت سارہ و ہاجرہ رضی اللہ عنہما میں کچھ جھگڑا ہو گیا۔ حضرت سارہ نے قسم کھائی کہ مجھے موقع ملے تو ہاجرہ کا کوئی عضو کاٹ دوں گی۔ رب تعالیٰ نے حضرت جبریل کو ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا کہ ان میں صلح کرادیں حضرت سارہ نے عرض کیا تو میری قسم کا کیا حیلہ ہوگا۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وحی آئی کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو حکم دو کہ وہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے کان چھیدویں۔ اسی وقت سے عورتوں کے کان چھیدے گئے۔

(فن الخلیل ج ۱ ص ۲۹۱ تا ۲۹۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)

ان قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ اور فقہی عبارات سے حیلہ شرعی کا جواز معلوم ہوا۔

## دوسری فصل..... روزے نماز کے فدیہ کے بیان میں

روزے کا فدیہ تو قرآن سے ثابت ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

وعلى الذين يطيقونه فديته طعام مسكين۔

**ترجمہ:** اور جن کو اس روزے کی طاقت نہ ہو وہ بدلہ دیں ایک مسکین کا کھانا۔

(سورۃ البقرہ پارہ ۲ آیت نمبر ۱۸۳)

اس سے معلوم ہوا کہ مجبور، بوڑھا یا مریض کا مریض جب روزے کے قابل نہ رہے تو ہر روزے کے عوض ایک مسکین کو کھانا دے اور نماز بمقابلہ روزے کے زیادہ مہتمم بالشان ہے اس لئے نماز کو روزے کے حکم میں رکھا گیا۔ چنانچہ اسی آیت کے ماتحت تفسیرات احمدیہ شریف میں ملا احمد جیون قدس سرہ فرماتے ہیں۔

والصلوة نظير الصوم بل اهم فيه فامرنا بالقدية احتياطاً ورجونا القبول من الله تعالى فضلا۔

**ترجمہ:** نماز روزے کی مثل ہے بلکہ اس سے بھی اہم لہذا ہم نے اس میں بھی فدیہ کا احتیاطاً حکم دیا اور رب تعالیٰ کے فضل سے قبول کی امید ہے۔ (التفسیرات الاحمدیہ فی بیان الايات الشرعیہ ص ۶۱ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

منار میں ہے۔

ووجوب القدية في الصلوة للاحتياط۔

.....☆ حاشیہ

حالانکہ یہ حیلہ حرام سے اجتناب اور اس سے بچاؤ کی ایک صورت ہے اور وہ جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

کہ آپ اپنے ہاتھ میں جھاڑو لے کر انہیں ماریں اور قسم نہ توڑیں۔

(الاشباہ والنظائر ج ۲ ص ۲۹۱ تا ۲۹۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)

**ترجمہ:** نماز میں فدیہ کا واجب ہونا احتیاطاً ہے۔

شرح وقایہ میں ہے۔

وفدیہ کل صلوٰۃ کصوم یوم وهو الصحيح۔

**ترجمہ:** ہر نماز کا فدیہ ایک دن کے روزے کی طرح ہے اور وہی صحیح ہے۔

(شرح وقایہ کتاب الصوم باب موجب الانساج ص ۳۱۵ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور)

شرح الیاس میں ہے۔

ويعتبر فدية كل صلوٰۃ فائت كصوم یوم ای كفدية یوم۔

**ترجمہ:** ہر فوت شدہ نماز کے فدیہ کا اعتبار ایک دن روزے پر ہے یعنی ایک دن کے روزے کی طرح ہے۔

فتح القدیر میں ہے۔

من مات وعليه قضاء رمضان فاوصى به اطعم عنه وليه لكل يوم مسكينا نصف صاع من بر او صاعاً من تمر او شعير لانه عجز الاداء وكذا لك اذا اوصى بالا طعم عن الصلوٰۃ۔

**ترجمہ:** جو شخص مر جائے اور اس پر رمضان کی قضاء ہے اس نے وصیت کی تو اس کی طرف سے اس کا ولی ہر دن کے عوض ایک مسکین کو نصف صاع گہو یا ایک صاع خرے یا جو دیدے کیونکہ میت اب اداسے مجبور ہو گیا اور اسی طرح جبکہ اس نے نماز کے بدلے میں کھانا دینے کی وصیت کی ہو۔

(فتح القدیر باب ما یوجب القضاء والكفارة ج ۲ ص ۳۶۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

طحاوی علی مراقی الفلاح میں ہے۔

اعلم انه قدور النص في الصوم باسقاطه بالفدية اتفقت كلمته المشائخ علی ان الصلوٰۃ كالصوم استحساناً واذا علمت ذلك تعلم جهل من يقول ان اسقاط الصلوٰۃ لا اصل له ابطال للمتنفق عليه من المذهب۔

(طحاوی علی المراقی الفلاح فصل فی اسقاط الصلوٰۃ والصوم ص ۳۵۳ مطبوعہ مکتبہ انصاریہ کابل افغانستان)  
ان عبارات سے معلوم ہوا کہ نماز روزے کا فدیہ دینا جائز ہے اور قبول کی امید ہے بلکہ احادیث بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔ چنانچے نسائی نے اپنے سنن کبریٰ اور عبد الرزاق نے کتاب الوصایا میں سیدنا عبد اللہ ابن عباس سے نقل فرمایا۔

لا یصلی احد عن احد ولا یصوم احد عن احد ولكن یطعم عنه مکان کل یوم مدین من حنطة۔

**ترجمہ:** کوئی کسی کی طرف سے نہ نماز پڑھو نہ روزہ رکھے اس کی طرف سے ہر دن ہر دن کے عوض دو مد گندم (آدھا صاع) خیرات کر دے۔

(سنن الکبریٰ للبخاری ج ۲ ص ۲۵۴ رقم الحدیث ۸۰۰۲ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ المکرمہ)

حاشیہ.....☆

امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں۔

انبا محمد بن عبد الاعلی قال حدثنا یزید وهو بن زریع قال حدثنا حجاج الاحول قال حدثنا ایوب بن موسی عن عطاء بن ابی رباح عن ابن عباس قال ثم لا یصلی احد عن احد ولا یصوم احد عن احد ولكن یطعم عنه مکان کل یوم مدا من حنطة صوم الولی عن المیت۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کوئی نہ کسی کی طرف سے نماز پڑھے نہ روزہ رکھے لیکن ولی میت کی طرف سے ہر دن کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔

(سنن الکبریٰ للنسائی ج ۲ ص ۷۵ رقم الحدیث ۲۹۱۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت) (فتح القدیر ج ۲ ص ۳۵۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

مکثوۃ باب الصوم باب القضاء میں ہے۔

قال مات وعليه صيام شهر رمضان فليطعم عنه مكان كل يوم مسكين۔

**ترجمہ:** جو مر جائے اور اس کے ذمہ ماہ رمضان کے روزے ہوں تو چاہئے کہ اس کی طرف ہر دن کے عوض ایک مسکین کو کھانا دیا جاوے۔  
(مکثوۃ المعاصح کتاب الصوم باب القضاء ص ۸۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

غرض کہ نماز و روزے کا فدیہ سال سے دینا شریعت میں وارد ہے اس کا انکار کرنا جہالت ہے۔

## تیسری فصل

### مسئلہ اسقاط کے ثبوت میں

اسقاط کا طریقہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں اس کا ثبوت تقریباً ہر فقہی کتاب میں ہے۔ چنانچہ نور الایضاح میں اسی مسئلہ اسقاط کے لئے ایک خاص فصل مقرر کی فصل فی اسقاط الصوم والصلوة یعنی یہ فصل نماز و روزے کے اسقاط میں ہے اس میں فرماتے ہیں  
ولا يصح ان يصوم ولا ان يصلي عنه وان لم يف ما اوصى به عما عليه يدفع ذلك المقدار للفقير  
فيسقط عن الميت بقدره ثم يهبه الفقير وهكذا حتى يسقط ما كان على الميت من صيام و صلوة  
ويجوز عطاء فديته صلوات لواحد اجملة بخلاف كفارة اليمين۔

**ترجمہ:** وہ بھی ہے جو ہم نے طریقہ اسقاط میں بیان کیا۔

(نور الایضاح فصل فی اسقاط الصوم والصلوة ص ۳۷ مطبوعہ دار الفکر دمشق)

.....☆ حاشیہ

حافظ شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں۔

روی النسائي في الكبرى باسناد صحيح۔

**ترجمہ:** امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے سنن الکبریٰ میں صحیح سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔

(مختصر الخیر کتاب الصیام ج ۲ ص ۲۰۹ مطبوعہ المدینۃ المنورۃ)

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابن عمر قال لا يصلي احدا عن احد ولا يصوم احدا عن احد ولكن ان كنت فاعلاً

تصدق عنه۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہ کوئی کسی کی طرف سے نماز پڑھے اور نہ روزہ رکھے اگر کرنا ہی ہے تو اس کی طرف

سے صدقہ دو۔

(معنف عبدالرزاق کتاب الوصایا ج ۹ ص ۶۱ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

امام ابو یوسف یعوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ لکھتے ہیں۔

قال حدثنا يوسف عن ابيه حنيفة عن حماد عن ابراهيم انه قال لا يصوم احدا عن احد ولا يصلي

احدا عن احد۔



در مختار باب قضاء القوايت میں ہے۔

ولو لم يترك مالا يستقرض وارته نصف صاع مثلاً ويدفعه لفقير ثم يدفعه الفقير للوارث ثم و ثم حتى يتم۔  
(الدر المختار باب القضاء القوايت ص ۳ مطبوعہ نجاتی پاکستان ہسپتال روڈ لاہور)، (میز الجلیل لبيان اسقاط ما على الذمة من كثير وكليل، الرسالة الثامنة من مجموعة رسائل ابن عابدین ج ۱ ص ۲۱۸ مطبوعہ سبیل الکیفی لاہور)

اس کا ترجمہ وہی ہے جو طریقہ اسقاط میں بیان ہوا۔ اس کی شرح میں شامی میں اس اسقاط کی اور زیادہ وضاحت فرمائی چنانچہ فرماتے ہیں۔  
والاقرب ان يحسب على الميت ويستقرض بقدره بان يقدر عن كل شهر او سنة او يحسب مدة عمره بعد اسقاط اثني عشر سنة للذكر وتسع سنين للانثى لانها اقل مدة بلو غهما فيجب عن كل شهر نصف عزاره فتح القدير بالمعدل مشق مد زماننا ولكل سنة شمسية ست عزائر فيستقرض قيمتها ويدفعها لفقير ثم يستوهبها منه ويتسلمها منه لنتم الهبة ثم يدفعها لذلك الفقير او لفقير اخر وهكذا فيسقط في كل مرة كفارة سنة بعد ذلك يعيد الدور للكفارة الصيام ثم الاضحية ثم الايمان لكن لا بد في كفارة الايمان من عشرة مسكين بخلاف فدية الصلوة فانه يجوز اعطاء فدية صلوات للواحد۔

**ترجمہ:** یعنی اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ حساب کر کے کہ میت پر کتنی نمازیں اور روزے وغیرہ ہیں اور اس اندازے سے قرض لے اس طرح کہ ایک ایک مہینہ یا ایک ایک سال کے اندازے سے لے یا میت کی کل عمر کا اندازہ کرے اور پوری عمر میں سے بلوغ کی کم از کم مدت جو مرد کے لئے بارہ سال ہے اور عورت کے لئے نو سال وضع کر دے پھر حساب کر لے تو ہر مہینہ کی نمازوں کا فدیہ نصف عزارہ ہوگا (فتح القدير و مشق مد سے) اور ہر شش سال کا کفارہ چھ عزارہ ہو جائے وارث اس کی قیمت قرض لے اور فقیر کو اسقاط کے لئے دے پھر فقیر اس کو دیدے اور وارث ہبہ قبول کر کے موہوب پر قبضہ کر لے۔ پھر وہ ہی قیمت اسی فقیر کو یا دوسرے کو فدیہ میں دے اسی طرح دورہ کرتا رہے تو ہر دفعہ میں ایک سال کا کفارہ ادا ہوگا اور اس کے بعد روزہ اور قربانی کے کفارہ کے لئے پھر قسم کے لئے لیکن کفارہ قسم میں دس مسکینوں کا ہونا ضروری ہے بخلاف فدیہ نماز کے کہ اس میں چند نمازوں کا فدیہ ایک شخص کو دے سکتا ہے۔

(رد المحتار علی در المختار باب قضاء القوايت۔ مطلب فی اسقاط الصلوة عن الميت ج ۱ ص ۵۳۲-۵۳۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

یہ بالکل وہی طریقہ ہے جو ہم نے بیان کیا۔ الاشباہ والنظائر میں ہے۔

اراد الفديته عن صوم اييه او صلواته وهو فقير يعطى متولين من الحنطته فقير اثم يستوهبه ثم يعطيه وهكذا الى ان يتم۔

مرآۃ القلاخ شرح نور الايضاح میں ہے۔

فحيلته لا براء ذمته الميت عن جميع ما عليه ان يدفع ذلك المقدار اليسير بعد تقديره يمشيني

حاشیہ.....☆

**ترجمہ:** حضرت ابراہیم (نحی) رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نہ کوئی کسی کی طرف سے روزہ رکھے اور نہ نماز پڑھے۔  
(کتاب الامار لایام ابو یوسف باب فی الصیام ص ۷۵ رقم الحدیث ۹۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں۔

عن عبد الله بن عمر وعن ابراهيم النخعي انهما قال لا يصلي احد عن احد ولا يصوم احد عن احد۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابراہیم نحی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ان دونوں نے فرمایا نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے اور نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ رکھے۔

(کتاب الاصل المعروف بالمشي والشيء في كتاب الصوم ج ۲ ص ۲۳ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)

من صيام او صلوة او نحوه ويعطيه للفقير بقصد اسقاط ما يرد عن الميت ثم بعد قبضه يهبه الفقير للولى او للاجنى ويقبضه ثم يدفعه الموهوب له للفقير كجهته الاسقاط متبرء به عن الميت ثم يهبه الفقير للولى (الى ان قال) وهذا هو المخلص ان شاء الله تعالى-

ترجمہ وہی ہے جو اوپر گزرا۔

(مرآۃ الفلاح شرح نور الایضاح فصل فی اسقاط الصلوٰۃ والصوم ص ۳۵۷ مطبوعہ مکتبۃ انصاریہ کابل افغانستان)

عالمگیری میں ہے۔

وان لم يترك مالا يستقرض ورثته نصف صاع ويدفع الى مسكين ثم يتصدق مسكين على بعض ورثته ثم يتصدق حتى يتم الكل كذا في الخلاصه۔

(فتاویٰ عالمگیری کتاب الصلوٰۃ باب الحادوی عشر فی قضاء القوائت ج ۱ ص ۱۳۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اسی طرح بحر الرائق۔ یعنی کنز الدقائق۔ جامع الرموز۔ معتمد ظہریہ الفقہ فی فتاویٰ قاضی خان۔ قرائد۔ جواہر القول المختصر وغیرہ کتب فقہ میں ہے مگر طوالت کے خوف سے تمام کی عبارات نقل نہیں کیں۔ منصف کے لئے اسی قدر میں کفایت ہے اب مخالفین کے پیشوا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا فتویٰ ملاحظہ ہو۔ فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات صفحہ ۱۰۳ میں ہے ”حیلہ اسقاط کا مفلس کے واسطے علماء نے وضع کیا تھا۔ اب یہ حیلہ تحصیل چند فلس کا ملانوں کے واسطے مقرر ہو گیا ہے۔ حق تعالیٰ نیت سے واقف ہے وہاں یہ حیلہ کارگر نہیں مفلس کے واسطے بشرط صحت نیت ورشہ کیا عجب ہے کہ مفید ہو ورنہ لغو اور حیلہ تحصیل دنیاویہ کا ہے“ فقط رشید احمد غفری عنہ۔

اگرچہ اس میں بہت ہیر پھیر کی مگر جائز مان لیا۔ لہذا اب کسی دیوبندی کو تو حیلہ اسقاط پر اعتراض کا حق نہیں رہا۔ مفلس کی قید مولوی رشید احمد صاحب نے اپنے گھر سے لگائی ہے۔ ہم فقہی عبارات پیش کر چکے ہیں۔ جس میں مفلس کی قید نہیں ہے۔ والد ارادی بھی اگر پورا فدیہ ادا کرے تو تمام ترکہ اسی میں چلا جاویگا۔ درشہ کو کیا بچے گا۔ اور اگر کسی نے مرتے وقت وصیت بھی کر دی ہو کہ میرا فدیہ دیا جائے تو وصیت تہائی مال سے زیادہ کی جائز نہیں۔ اگر تہائی مال سے تمام عمر کی نمازوں کا فدیہ ادا نہ ہوا۔ تو حیلہ کرنے میں کیا حرج ہے؟ رہا حیلہ کا حیلہ کرنا یہ محض لغو ہے کوئی کہہ سکتا ہے کہ مدرسہ دیوبند مولویوں کا متحواہ لینے کا حیلہ ہے لہذا لغو ہے۔

## دوسرا باب

## حیلہ اسقاط پر اعتراضات وجوہات

اس مسئلہ پر قادیانی اور دیوبندی جماعتوں کے کچھ اعتراضات ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کو کوئی معقول اعتراض نہیں مل سکا۔ محض لفاظی سے کام لیتے ہیں چونکہ بعض سیدھے مسلمان شہادت میں پڑ جاتے ہیں۔ اس لئے ہم ان کے جواب دیتے ہیں۔

**اعتراض (۱).....:-** حیلہ کرنا خدا کو اور مسلمانوں کو دھوکا دینا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

يخدعون الله والذين آمنوا وما يخدعون الا انفسهم وما يشعرون۔

**ترجمہ:** یہ منافقین اللہ اور مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں اور نہیں قریب دیتے مگر اپنی جانوں کو اور سمجھتے نہیں۔

(پارہ اسورہ آیت نمبر ۹)

یہ کیونکر ممکن ہے کہ تھوڑے مال کے عوض تمام عمر کی نمازیں معاف ہو جاویں۔

**جواب:-** حیلہ کو دھوکا کہنا جہالت ہے حیلہ سے مراد ہے ضرورت شرعیہ پورا کرنے کی شرعی تدبیر اور دو میں بولتے ہیں۔ ”حیلہ رزق بہانہ موت“ اور شرعی حیلہ تو رب نے سکھایا اور حضور علیہ السلام نے تعلیم فرمایا۔ جس کے حوالے پہلے باب میں گزر چکے اور عالمگیری کا حوالہ گزر گیا کہ کسی کو فریب دینے کے لئے حیلہ کرنا گناہ ہے۔ لیکن شرعی ضرورت کو پورا کرنے یا حرام سے بچنے کی تدبیر کرنا عین ثواب کسی جگہ مسجد بن رہی ہے۔ روپیہ کی ضرورت ہے زکوٰۃ کا پیسہ اس میں نہیں لگ سکتا۔ کسی فقیر کو زکوٰۃ دی اس نے مالک ہو کر اپنی طرف سے اس پر خرچ کر دیا۔ اس میں کس کو فریب دیا۔ کس کا مال مارا محض ضرورت شرعی کو پورا کیا۔ لینے کا حیلہ کرنا برا اور دینے کا حیلہ کرنا اچھا ہوتا ہے۔ اس میں فقراء کو دینے کا حیلہ ہے خدائے قدوس کی رحمتیں بھی حیلہ ہی سے آتی ہیں۔

رحمت حق بہانہ منی طلبد رحمت حق بہانہ منی طلبد  
خدا کی رحمت قیمت نہیں مانگتی۔ خدا کی رحمت بہانہ چاہتی ہے یہ آیت یسجد عنون منافقین کے متعلق نازل ہوئی جو کہ کلمہ ایمانی کو اپنے لئے آڑ بناتے تھے۔ اور دل میں کافر تھے۔ مسلمانوں کے عمدہ اور شرعی اعمال پر اس کو چسپاں کرنا سخت جرم ہے۔ اسقاط کے مال کی وجہ سے نماز معاف نہیں ہوتی بلکہ زمانہ زندگی میں نماز پڑھنے کا جو قصور میت سے ہو چکا ہے اور اب اس کا بدلہ میت سے ناممکن ہے اور میت اس میں گرفتار ہے اس کے قصور معاف کرانے کا یہ حیلہ ہے کیونکہ صدقہ غضب الہی کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ الصدقة یطفی غضب الرب مشکوٰۃ باب الجمعہ میں ہے کہ جس سے نماز جمعہ چھوٹ جاوے وہ ایک دینار یا نصف دینار خیرات کرے۔ یہ خیرات کیا ہے اس گناہ کا کفارہ ہے جس کا بدلہ ناممکن ہو گیا۔ اگر ہم یہ کہتے کہ انسان زندگی میں ہی آئندہ نمازوں کا فدیہ مال دے دیا کرے اور نماز نہ پڑھا کرے۔ تو یہ کہا جاسکتا تھا کہ مال سے نمازیں معاف کرادیں۔

**اعتراض (۲).....:-** نماز و روزہ عبادت بدنی عبادت کا کفارہ کسی طرح نہیں ہو سکتا ہے۔ لہذا یہ حیلہ محض باطل ہے۔  
**جواب:-** یہ قیاس قرآنی آیت کے مقابل ہے کہ قرآن تو فرما رہا ہے وعلى الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین۔ (سورۃ البقرہ پارہ ۲ آیت نمبر ۱۸۲) جو اس روزے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ان پر فدیہ ہے۔ ایک مسکین کا کھانا اور حکم الہی کے مقابل اپنا قیاس کرنا شیطان کا کام ہے کہ اس کو حکم الہی ہوا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کر۔ اس نے اس حکم کے مقابل اپنا قیاس دوڑایا مردود ہوا۔ پھر بدنی محنت کے مقابل مال ہونا عقل کے مطابق ہے کہ ہم کسی سے کام کراتے ہیں۔ اس کے معاوضہ میں مال دیتے ہیں۔ بعض صورتوں میں جان کا بدلہ بھی مال سے ہوتا ہے۔ اور شریعت میں بعض کفارے خلاف قیاس بھی ہوتے ہیں۔ کوئی نمازی پہلی التحیات بھول گیا تو سجدہ سہو کرے کسی نے اپنی بیوی سے ظہار کر لی تو اس کے کفارہ میں ۶۰ روزے رکھے۔ حاجی نے بحالت احرام شکار کر لیا۔ اگر پیسہ ہے تو اس شکار کی قیمت خیرات کرے ورنہ روزے رکھے۔ یہ تمام کفارے خلاف قیاس ہیں۔ مگر شریعت نے مقرر فرما دیا بسرو چشم منظور ہے۔

**اعتراض (۳).....:-** حیلہ اسقاط سے لوگ بے نمازی بن جاویں گے کیونکہ جب ان کو معلوم ہو گیا کہ ہمارے بعد ہماری نازوں کا اسقاط ممکن ہے تو پھر نماز پڑھنے کی زحمت کیوں گوارا کریں گے؟ اس لئے یہ بند ہونا چاہیئے۔

**جواب:-** یہ اعتراض تو ایسا ہے جیسے بعض آریوں نے اسلام پر اعتراض کیا ہے کہ مسئلہ زکوٰۃ سے مسلمانوں میں بے کاری پیدا ہوتی ہے اور مسئلہ توبہ سے آدمی گناہ پر دلیر ہوتا ہے کیونکہ جب غریب کو معلوم ہے کہ مجھے زکوٰۃ کا مال بغیر محنت ملے گا تو کیوں محنت کرے۔ اسی طرح جبکہ آدمی کو معلوم ہو گیا کہ توبہ سے گناہ معاف ہو جاتا ہے تو خوب گناہ کرے گا جیسے یہ اعتراض محض لغو ہے اسی طرح یہ بھی جو شخص کہ فدیہ

نماز پر دلیر ہو کر نماز کو ضروری نہ سمجھے وہ کافر ہو گیا اور یہ مال نماز کا فدیہ ہے نہ کہ کفر کا نیز اگر کوئی شخص مسئلہ صحیح کو غلط استعمال کرے تو غلطی اس استعمال کرنے والے کی ہے نہ کہ مسئلہ کی نیز نہ مسئلہ اسقاط صد ہا سال سے مسلمانوں میں مشہور ہے لیکن آج تک ہم کو تو کوئی بھی مسلمان ایسا نہ ملا جو اس اسقاط کی بنا پر نماز سے بے پرواہ ہو گیا ہو۔

**اعتراض (۴)۔**.....:۔ کچھ بنی اسرائیلیوں نے حیلہ کر کے پھلی کا شکار کیا تھا۔ جس سے ان پر عذاب الہی آ گیا اور وہ بند رہنا دیئے گئے کونوا قردة حسنین (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۶۵) معلوم ہوا کہ حیلہ سخت گناہ ہے اور عذاب الہی کا باعث۔

**جواب۔** حیلہ کا حرام ہونا بھی بنی اسرائیل پر عذاب تھا جیسے کہ بہت سے گوشت ان پر حرام تھے ایسے ہی یہ بھی اس امت پر جائز حیلوں کا حلال ہونا رب کی رحمت ہے نیز انہوں نے حرام کو حلال کرنے کا حیلہ کیا کہ ہفتہ کے دن پھلی کا شکار ان پر حرام تھا۔ ایسے حیلہ اب بھی منع ہیں۔

**اعتراض (۵)۔**.....:۔ قرآن فرماتا ہے۔ لیس للانسان الا ما سعی نہیں ہے انسان کے لئے مگر وہ جو خود کمالے (النجم: ۳۹) اور فدیہ اسقاط میں یہ ہے کہ میت نماز نہ پڑھے اور اس کی اولاد مال خرچ کر کے اس کو اس جرم سے آزاد کرے۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ حیلہ خلاف قرآن ہے۔

**جواب۔** اس کا جواب فاتحہ کی بحث میں گزر گیا کہ اس آیت کی چند توجیہیں ہیں ایک یہ بھی ہے کہ یہ لام ملکیت کا ہے یعنی انسان اپنی کمائی ہی مالک ہے غیر کی بخشش قبضہ میں نہیں وہ کرے اس لئے غیر کی سخاوت پر بھول کر اپنی محنت کو بھول جانا خلاف عقل ہے۔

بعد مرنے کے تمہیں اپنا پرایا بھول جائے فاتحہ کو قبر پر پھر کوئی آئے یا نہ آئے!

یاد رہے کہ یہ آیت کریمہ عبادت بدنیہ کے بارے میں آئی ہے کہ کوئی شخص کسی طرف سے نماز پڑھ دے یا روزے رکھ دے تو اس کے ذمہ سے اس کے فرائض نماز روزہ ادا نہ ہوں گے وغیرہ۔ اگر تو تو جیہیں نہ کی جاویں تو بہت سی آیات قرآنیہ اور احادیث کی مخالفت لازم آوے گی۔ قرآن کریم نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ مومنین اور اپنے ماں باپ کے لئے دعا کریں۔ نماز جنازہ بھی میت کے اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا ہی ہے۔ احادیث نے میت کی طرف سے صدقہ و خیرات کرنے کا حکم دیا ہے اس کی پوری تحقیق ہمارے فتویٰ میں دیکھو۔

حاشیہ.....☆

**اعتراض**.....:۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔ وان لیس للانسان الا ما سعی۔

**ترجمہ:** نہیں ہے انسان کے لئے مگر وہ جو خود کمالے۔

(النجم: ۳۹)

یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ کسی بھی شخص کا عمل کسی بھی دوسرے شخص کو نفع نہیں دیتا۔

**جواب۔** اس آیت کی تاویل میں مختلف اقوال ہیں اور علماء نے مختلف جوابات دیئے ہیں۔

نمبر..... (۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ حکم آیت "الحقنا بهم ذریعتهم" سے منسوخ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

والذین امنوا واتبعتهم ذریعتهم بایمان الحقنا بهم ذریعتهم۔

(البقرہ: ۲۱)

اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی۔ (کنز الایمان)

## حاشیہ.....☆

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ لکھتے ہیں۔

و ذکر عن ابن عباس انه قال هذه الآية منسوخة۔

حدثنا علي قال ثنا ابو صالح قال ثنی معاوية عن علي عن ابن عباس قوله وان ليس للانسان الا ما سعى قال فانزل الله بعد هذا والذين آمنوا واتبعناهم ذرياتهم بايمان الحقنا بهم ذرياتهم فادخل الابدان بصلاح الآباء الجنة۔

(تفسیر طبری ج ۲ ص ۲۷۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

قیامت کے دن فوت شدہ نابالغ بچے کو اس کے باپ کے میزان میں رکھا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس بچے کی سفارش کو اس کے باپ دادا کے حق میں قبول فرمائے گا۔ اس کی دلیل یہ آیت مبارکہ ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

اباؤکم وابتاؤکم لا تدرون ایہم اقرب لکم نفعا۔

تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم کیا جانو کہ ان میں کون تمہارے زیادہ کام آئے گا۔ (النساء: ۱۱)

نمبر..... (۲) یہ ہے کہ انسان سے مراد اس جگہ کافر ہے باقی رہا مسلمان تو اس کو اپنے عمل اور کوشش کا ثواب بھی ملتا ہے اور جو دوسرا کوئی اس کے لیے کوشش کرتا ہے، اس کا بھی اسے نفع پہنچتا ہے۔ چند احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں:

## حدیث نمبر (۱)

امام ابو داؤد و سلیمان بن اشعث مجتہد متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلاثة اشياء من صدقة جاریۃ او علم ینتفع به او ولد صالح یدعو له۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں لیکن تین چیزیں منقطع نہیں ہوتی۔ صدقہ جاریہ، علم نافع اور نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہے۔

(سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۱۷ رقم الحدیث ۲۸۸۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن الترمذی کتاب الاحکام ج ۳ ص ۲۶۰ رقم الحدیث ۱۳۷۹ قال ابویسی هذا حدیث حسن صحیح مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن الدارمی ج ۱ ص ۱۳۸ رقم الحدیث ۵۵۹ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)، (طبرانی الاوسط ج ۳ ص ۸ رقم الحدیث ۳۳۷۲ مطبوعہ دار الحرمین القاہرہ)، (موارد الظمان الی زوائد ابن حبان کتاب العلم باب فیمن علم غنا ص ۳۹-۵۰ رقم الحدیث ۸۳-۸۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سنن ابن ماجہ المقدمة باب ثواب معلم الناس الخیر ج ۱ ص ۸۸ رقم الحدیث ۲۳۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن احمد ج ۲ ص ۳۷۲ رقم الحدیث ۸۸۳۱ مطبوعہ مؤسسۃ قریۃ مصر)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر اندر حرف الهمزة ج ۱ ص ۵۸ رقم الحدیث ۸۵۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبری فی فہم الزیادۃ الی الجامع الصغیر للبخاری ج ۱ ص ۴۳ رقم الحدیث ۱۳۸۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (تحدت المحتاج ج ۲ ص ۳۳ رقم الحدیث ۸۹۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (تحقیق فی احادیث الخلاف لابن جوزی ج ۲ ص ۲۳ رقم الحدیث ۹۲۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سنن الکبری للنسائی ج ۳ ص ۱۰۹ رقم الحدیث ۶۳۷۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (کتاب الدعاء للطبرانی باب لیکن السمیت من الدعاء بعد موتہ ص ۳۷۵-۳۷۶-۳۷۷ رقم الحدیث ۱۲۵۰-۱۲۵۱-۱۲۵۲-۱۲۵۳-۱۲۵۴-۱۲۵۵-۱۲۵۶-۱۲۵۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الادب المفرد للبخاری ص ۲۸ رقم الحدیث ۳۸ مطبوعہ دار البیضاء الاسلامیہ بیروت)

## حدیث نمبر (۲)

امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ ان مما یلحق المؤمن من عمله وحسناته بعد موتہ علما علمہ ونشرہ او ولدا صلحا ترکہ او مصحفا ورثہ او مسجد ابناہ او بیتا لابن سبیل بناہ او نہرا اکراہ او

☆.....حاشیہ

صدقہ اخراجہا من مالہ فی صحۃ و حیاتہ تلحقہ من بعد موتہ۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن کی وفات کے بعد جن اعمال صالحہ اور نیکوں کا ثواب پہنچتا ہے وہ یہ ہیں! وہ علم جو اس نے سیکھا اور اس کو عام کیا یا اولاد صالح چھوڑ گیا یا میراث میں قرآن مجید چھوڑ گیا یا مسجد بنا گیا یا مسافر خانہ بنا گیا یا نہر جاری کر گیا یا صدقہ و خیرات جو اس نے اپنی زندگی اور حالت صحت میں کیا تو اس کو مرنے کے بعد بھی ان کا ثواب پہنچتا رہے گا۔

(سفر ابن ماجه باب ثواب معلم الناس الخير ج ۱ ص ۸۸ رقم الحديث ۲۳۲ مطبوع دار المنیر بیروت)، (صحیح ابن خدیجه باب فسادک بنا و السوق لاینا و السبیل و غیره الاغیار للمشارب الخ ج ۱ ص ۱۲۱ رقم الحديث ۳۹۰ مطبوع المكتب الاسلامی بیروت)، (الحمد کرمی فی احوال الموفی و امور الآخرة باب بیع الحیث القبر و بعد موتہ و بیعی مده فی ج ۱ ص ۸۳ مطبوع سعید رکت خانہ صدف بازارہ محلہ جلی پشاور)، (مسباح التراجیہ للبوصیری ج ۱ ص ۳۵ مطبوع دار العربیہ بیروت)

### حدیث نمبر (۶)

امام ابوداؤد و سلیمان بن اشعث جستانی متوفی ۲۷۷ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن كثير اخبرنا اسرائيل عن ابي اسحاق عن رجل عن سعد بن عباد انه قال ثم يارسول الله ان ام سعد ماتت فاي الصدقة افضل قال الماء قال فحفر بنرا وقال هذه لام سعد.

**ترجمہ:** حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! بے شک سعد کی ماں فوت ہو گئی پس کون سا صدقہ افضل ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا پانی کا پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کنواں کھودا اور کہا یہ سعد کی ماں کا ہے۔

(سنن ابوداؤد باب فی فضل سقی الماء ج ۲ ص ۱۳۰ رقم الحدیث ۱۶۸۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (صحیح ابن خذیمہ باب فضل سقی الماء ان صح النحر ج ۴ ص ۱۲۳ رقم الحدیث ۲۴۹۶ مطبوعہ الکتب الاسلامیہ بیروت)، (سنن نسائی باب ذکر الاختلاف علی سفیان ج ۶ ص ۲۵۵ رقم الحدیث ۳۶۶۶ مطبوعہ مکتب المطابع الاسلامیہ حلب)، (سنن ابن ماجہ باب فضل الصدقة للماء ج ۲ ص ۱۲۱۲ رقم الحدیث ۳۶۸۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند احمد ج ۵ ص ۲۸۴ رقم الحدیث ۲۵۵۱۲ مطبوعہ مؤسسة قرطبیہ مصر)، (صحیح ابن حبان ذکر البیان بان من افضل الصدقة للماء ج ۸ ص ۱۳۵ رقم الحدیث ۳۳۳۸ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۱۸۵ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکتبہ الکثرۃ)، (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۴ ص ۱۱۱۲ رقم الحدیث ۶۳۹۲-۶۳۹۳-۶۳۹۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبرانی کبیر ج ۶ ص ۲۲ رقم الحدیث ۵۳۸۵ مطبوعہ مکتبہ العلوم والحکم الموصل)، (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۶۱۵ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (تجمع الزوائد باب الصدقة علی المیت ج ۳ ص ۱۳۸ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)، (متدرک للحاکم ج ۴ ص ۵۷۲ رقم الحدیث ۱۵۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

### حدیث نمبر (۴)

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

عن ابن عباس قال مر النبي ﷺ بقبرين فقال انهما ليعذبان وما يعذبان في كبير اما احدهما فكان لا يستتر من البول واما الاخر فكان يمشی بالنميمة ثم اخذ جريدة رطبة فشققها نصفين فغرز في كل قبر واحدة قالوا يا رسول الله لم فعلت هذا قال لعله يخفف عنهما ما لم ييبسا مجاهدا مثله۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا کہ انھیں عذاب ہو رہا ہے اور عذاب کسی بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں۔ ان میں سے ایک تو پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلیاں کھاتا پھرتا تھا پھر ایک سبز نہنی لی اور اس کے دو ٹکڑے کر کے ایک ایک قبر پر گاڑ دیا۔ صحابہ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ! ایسا کیوں کیا؟ فرمایا کہ جب تک یہ خشک نہ ہوں تو شاید ان کے عذاب میں کمی ہوتی رہے۔

## ☆ حاشیہ.....

(صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۴۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (سنن ابی داؤد باب الاستبراء من البول ج ۱ ص ۶ رقم الحدیث ۲۰-۲۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (سنن النسائی باب التزہ عن البول ج ۱ ص ۲۸-۲۹-۳۰ رقم الحدیث ۳۱ مطبوعہ مکتبہ المصطفیٰ عات الاسلامیہ حلب)، (سنن الکبریٰ امام شافعی باب التزہ عن البول ج ۱ ص ۱۰۳ رقم الحدیث ۵۱۰ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکتبہ المکرمہ)، (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۳۲-۳۳ رقم الحدیث ۵۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (مصنف ابن ابی شیبہ فی التزہ عن البول ج ۱ ص ۱۱۵ رقم الحدیث ۱۳۰۸ مطبوعہ مکتبہ الرشید الریاض)، (مسند ابی یعلیٰ ج ۳ ص ۴۳ رقم الحدیث ۲۰۵۰ مطبوعہ دار المأمون للتحراث دمشق)، (مسند اسحاق بن راہویہ ج ۱ ص ۲۳۶ رقم الحدیث ۲۰۷ مطبوعہ مکتبہ الایمان المدینہ المنورہ)، (مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۵ رقم الحدیث ۱۹۸۰ مطبوعہ مؤسسہ قرطبہ مصر)، (طبرانی الاوسط عن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ ج ۳ ص ۱۱۳ رقم الحدیث ۳۷۴۷ مطبوعہ دار الحرمین القاہرہ)، (مسند عبد بن حیدر ج ۱ ص ۱۵۴ رقم الحدیث ۴۰۴ مطبوعہ مکتبہ السنۃ القاہرہ)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۲ ص ۳۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (اکمال فی صونہ الرجال لابن عدی ج ۲ ص ۳۸۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۵۸۸ رقم الحدیث ۶۵۵۳ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (اختصاص الکبریٰ باب ما یوق فی نزوة ذات البرقاع عن الآیات والمآثر ج ۱ ص ۱۳۳-۱۳۴-۱۳۵ رقم الحدیث ۱۳۸-۱۳۹ باب فیما یضغ علیہ من احوال البرزخ والایۃ والاثر فی ما تقدم مطبوعہ دار المکتب المدینہ بیروت)، (المشقی لابن الجارود باب التزہ فی الابدان والشیاب عن التجاسات ج ۱ ص ۳۲ رقم الحدیث ۲۰۷ مطبوعہ مؤسسہ الکتاب الثقافیہ بیروت)، (مجموع النسخ ج ۳ ص ۱۳۲-۱۳۳ رقم الحدیث ۱۱۱۷ مطبوعہ مکتبہ الغرباء الاشیۃ المدینہ المنورہ)، (سنن الدارمی باب الاقواء من البول ج ۱ ص ۲۰۵ رقم الحدیث ۳۹ مطبوعہ دار المکتب العربی بیروت)، (سنن ابن ماجہ باب التشدید فی البول ج ۱ ص ۲۵ رقم الحدیث ۳۳۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جب ایک سبز ٹہنی کی تسبیحات کرنے سے میت کو فائدہ پہنچتا ہے تو صدقات اور مسلمانوں کو دعاؤں سے اولیٰ میت کو فائدہ پہنچے گا۔

## حدیث نمبر (۵)

امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث جستانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں۔

عن عثمان بن عفان قال لم کان النبی ﷺ اذا فرغ من دفن المیت وقف علیہ فقال استغفروا لا یموت ولسوا له التثیبت فانه الان یمتال۔

**ترجمہ:** حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ میت کے دفن سے جب فارغ ہوتے تو قبر پر کھڑے ہو کر فرماتے کہ اپنے بھائی کے لئے ثابت قدمی کی دعا مانگو اس لیے کہ اب اس سے سوال ہو رہا ہے۔

(سنن ابو داؤد کتاب الجنائز باب الاستغفار ثم التثیبت فی وقت الاصراف ج ۳ ص ۲۱۵ رقم الحدیث ۳۲۲۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند رک للحاکم قال ہذا حدیث صحیح علی شرط الاسناد ولم یخرجاہ ج ۱ ص ۵۳۶ رقم الحدیث ۱۳۷۲۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الاحادیث المختارۃ للفضلاء مقدسی وقال اسناد حسن ج ۱ ص ۵۲۲ رقم الحدیث ۳۸۸ مطبوعہ مکتبہ المصحف المدینہ المنورہ)، (تخصیص الخیر کتاب الجنائز لابن حجر عسقلانی ج ۲ ص ۱۳۵ رقم الحدیث ۹۵ مطبوعہ المدینہ المنورہ)، (شرح السنۃ ج ۵ ص ۳۱۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (کنز العمال ج ۱۵ ص ۵۵۷ رقم الحدیث ۴۲۱۶۰ ج ۱۵ ص ۶۰۱ رقم الحدیث ۴۲۳۸۸)، (کتاب الزحد ابن احمہ ص ۱۶۰)، (الجامع الصغیر فی احادیث الشیر فی حرف الکاف ج ۲ ص ۴۱۹ رقم الحدیث ۶۷۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس حدیث مبارکہ سے بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی دعاؤں سے میت کو بہت فائدہ پہنچتا ہے اسی لئے تو حضور ﷺ نے فرمایا اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو۔

## حدیث نمبر (۶)

امام علی بن عمر ابو الحسن الدار قطنی البغدادی متوفی ۲۸۵ھ روایت کرتے ہیں۔

عن زید بن ارقم قال قال رسول اللہ ﷺ ثم اذا حج الرجل عن والدیہ تقبل منه ومنہما واستبشرت ارواحہما فی السماء وکتب ثم اللہ تعالیٰ برا۔

**ترجمہ:** حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی اپنے والدین کے لیے حج

☆..... حاشیہ

کرے گا تو اس کی طرف اور اس کے والدین کی طرف سے قبول کیا جائے گا اور اس کے والدین کی ارواح کو آسمان میں بشارت دی جائے گی اور ان کو اللہ کے نزدیک نیک لکھا جائے گا۔

(سنن الدارقطنی کتاب الحج ج ۲ ص ۲۵۹ رقم الحدیث ۱۰۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت)

## حدیث نمبر (۷)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله حدثني ابي ثناء يزيد انا حماد بن سلمة عن عاصم عن ابي صالح عن ابي هريرة قال قال رسول الله ﷺ ثم ان الله عز وجل ليرفع الدرجة للعبد الصالح في الجنة فيقول يا رب اني لى هذه فيقول باستغفار ولدك لك۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عز وجل جنت میں کسی نیک آدمی کے درجات بلند کرتا ہے تو بندہ عرض کرتا ہے اے میرے رب میرا درجہ کیسے بلند ہوا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تیرے بیٹے نے تیرے لئے استغفار کیا ہے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۹ رقم الحدیث ۱۰۲۱۸ مطبوعہ موسسۃ قرطبیہ مصر)، (الادب المفرد ص ۲۸ رقم الحدیث ۳۶ مطبوعہ دار البیضاء الاسلامیہ بیروت)، (کتاب الدعاء للظہرانی باب ما یکنح السبب من الدعاء بعد موتہ ص ۳۷۵ رقم الحدیث ۱۳۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (سنن الکبریٰ ج ۷ ص ۷۸ رقم الحدیث ۱۳۲۳ مطبوعہ مکتبۃ دار البازمکۃ المکرمۃ)

نمبر (۳) اس آیت کریمہ میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد صرف گناہ ہوں یعنی گناہوں کا ضرر صرف اسی کو پہنچتا ہو جو ان کا ارتکاب کرے۔ جیسا کہ امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۲۶۸ھ لکھتے ہیں۔

قلت ويحتمل ان يكون قوله تعالى وان ليس للانسان الا ما سعى۔ خاصا في السيئة بدليل ما في صحيح مسلم عن ابي هريرة عن النبي ﷺ قال قال الله عز وجل اذا هم عبدی بحسنة ونم يعملها كتبها له حسنة فان عملها كتبها له عشرا الى سبع مائة ضعف واذا هم بسيئة ولم يعملها لم اكتبها عليه فان عملها كتبها سيئة واحدة۔ والقرآن دال على هذا قال الله تعالى من جاء بالحسنة فله عشر امثالها (سورة الانعام: ۱۶۰) وقال الله تعالى مثل الذين ينفقون اموالهم في سبيل الله كممثل حبة انبت سبع سنابل في كل سنبلة مائة حبة۔ (سورة البقرة ۱۰۲) وقال في الآية الاخرى۔ كمثل جنة بركة۔ [البقرة ۲۵۵] من ذا الذي يقرض الله قرضا حسنا فيضاعفه له اضعافا كثيرة۔

**ترجمہ:** میں کہتا ہوں کہ یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد صرف گناہ ہوں یعنی گناہوں کا ضرر صرف اسی کو پہنچتا ہو جو ان کا ارتکاب کرے اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میرا بندہ نیکی ”ہم“ کرتا ہے اور اس پر ابھی عمل نہیں کرتا تو میں اس کے لئے ایک نیکی لکھ دیتا ہوں اور اگر وہ اس نیکی پر عمل کرتا ہے تو میں اس کے لئے دس سے لے کر سات سو گنا تک کی نیکیاں لکھ دیتا ہوں اور جب وہ بندہ برائی کا ”ہم“ کرتا ہے اور ابھی اس پر عمل نہیں کرتا تو میں اس پر گناہ نہیں لکھتا اور اگر وہ برائی کرے تو اسے ایک ہی گناہ لکھتا ہوں۔

(صحیح مسلم باب اذا هم العبد بعبادة واذا هم بسيئة لم يكتب له حسنة ج ۱ ص ۱۱۷ رقم الحدیث ۱۲۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۳ رقم الحدیث ۱۹۵ مطبوعہ موسسۃ قرطبیہ مصر)، (سنن الترمذی باب من سوره الانعام قال ابوہیثمی هذا حدیث حسن ج ۵ ص ۲۶۵ رقم الحدیث ۳۰۷۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

قرآن پاک کی یہ آیت اس پر دلیل ہے ارشاد خداوندی ہے:

جو ایک نیکی لائے تو اس کے لئے اس جیسی دس ہیں۔



☆.....☆

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ان کی مثال جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانہ کی طرح جس نے اگائیں سات بالیں ہر بال میں سودا نے۔

(البقرہ: ۲۶۱)

ایک دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

اس باغ کی مثل ہے جو ٹیلے پر ہو۔

(البقرہ: ۲۶۵)

نیز ارشاد خداوندی ہے:

ہے کوئی جو اللہ کو قرض حسن دے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے بہت گنا پڑھا دے۔

(البقرہ: ۲۴۵)

(لہذا کہ فی احوال الموتی وامور الآخرة باب ماجاء فی قراءة القرآن عند القبر حالۃ الدفن وبعده ج ۹ مطبوعہ سعید کتب خانہ صدف بازارہ محلہ جنگلی پشاور)

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ جوابات دیئے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(شرح الصدور بشرح حال الموتی والتبرؤ ص ۲۶۸-۲۶۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں۔

وانما طولنا النفس فی هذا الباب لان الشيخ القاضي الامام مفتی الانام عبدالعزیز ابن عبدالسلام رحمہ اللہ کان یفتی بانہ لا یصل للمیم ثواب ما یقرأ ویحتج بقولہ تعالیٰ وان لیس للانسان الا ما سعی۔ فلما توفی رحمہ اللہ رآہ بعض اصحابہ ممن کان یجالسہ وسالہ عن ذلك فقال له انی كنت اقول ذلك فی دار الدنيا والآن فقد رجعت عنه لما رأیت من کرم اللہ تعالیٰ فی ذلك وانه یصل الیہ ذلك۔

**ترجمہ:** ایصال ثواب کے باب میں ہم نے بہت طویل اور مفصل گفتگو کی ہے اس کی وجہ یہ بھی کہ مفتی اعظم امام عبدالعزیز بن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے وقت کے شیخ فقیہ اور قاضی تھے یہ فتویٰ دیتے تھے کہ قرآن پڑھنے کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا اور اپنے موقف پر اس آیت کریمہ سے استدلال کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

نہیں ہے انسان کے لیے مگر وہ جو خود کمالے۔

(الانجم: ۳۹)

یعنی شیخ عبدالعزیز بن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ ایصال ثواب کے قائل نہیں تھے جب ان کا انتقال ہوا تو ان کے بعض شاگردوں اور ساتھیوں نے ان کو خواب میں دیکھا تو دریافت کیا کہ آپ دنیا میں ایصال ثواب اور ختم وغیرہ کے قائل نہ تھے اب کیا حال ہے؟ تو کہا کہ ہاں پہلے تو یہی کہتا تھا مگر اب معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ثواب پہنچتا ہے اور اب میں نے رجوع کر لیا۔

(لہذا کہ فی احوال الموتی وامور الآخرة باب ماجاء فی قراءة القرآن عند القبر حالۃ الدفن وبعده ج ۸۰ مطبوعہ سعید کتب خانہ صدف بازارہ محلہ جنگلی پشاور)

مسئلہ حیلہ اسقاط کی تفصیل اور تحقیق اور اعتراضات کے مسکت جوابات دیکھنے کے لئے فقیر ناچیز کی کتاب ”حیلہ اسقاط اور دوران

قرآن کا مدلل ثبوت“ ملاحظہ فرمائیں۔ سعید اللہ خان غفرلہ۔

☆.....☆

ضروری ہدایت :- بعض جگہ رواج ہے کہ اگر کسی مسلمان کا انتقال جمعہ کے علاوہ کسی اور دن ہو تو میت کے درٹا اس کی قبر پر حافظ بٹھا کر جمعہ تک قرآن خوانی کراتے ہیں۔ بعض دیوبندی اس کو بھی حرام کہتے ہیں۔ لیکن یہ حرام کہنا محض غلط ہے اور قبر کے پاس قرآن خوانی کرنا بہت باعث ثواب ہے۔ اس کی اصل یہ ہے کہ مشکوٰۃ کتاب عذاب القبر میں ہے کہ جب میت قبر میں رکھ دی جاتی ہے و تسوئیٰ عنہ اصحبہ اتاہ ملک ان اور لوگ دفن کر کے لوٹ آتے ہیں تب مگر تکبیر فرشتے سوالات کے لئے آتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ دفن کرنے والوں کی موجودگی میں سوال قبر نہیں ہوتا اور پھر شامی جلد اول باب صلوٰۃ الجنازہ میں ہے کہ آٹھ شخصوں سے سوال قبر نہیں ہوتا۔ شہید۔ جہاد کی تیاری کرنے والا، طاعون سے مرنے والا، زمانہ طاعون میں کسی بیماری سے مرنے والا (بشرطیکہ یہ دونوں صابر ہوں) صدیق۔ نابالغ بچہ، جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں مرنے والا۔ ہر رات سورہ ملک پڑھنے والا یا مرض موت روزانہ سورہ اخلاص پڑھنے والا (بعض نے فرمایا کہ نبی بھی) اس سے معلوم ہوا کہ جو جمعہ کو مرے اس سے سوال قبر نہیں ہوتے تو اگر کسی کا انتقال مثلاً اتوار کو ہوا اور بعد دفن سے ہی آدمی موجود رہا تو اس کی موجودگی کی وجہ سے سوال قبر نہ ہوا۔ اور جب جمعہ آگیا۔ سوال قبر کا وقت نکل چکا۔ اب قیامت تک نہ ہوگا گویا عذاب الہی سے میت کو بچ نکل ایک تدبیر ہے اور اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ اس پر رحم فرمادے۔ اب جبکہ آدمی وہاں بیٹھا ہے تو بیکار بیٹھا بیٹھا کیا کرے قرآن پاک کی تلاوت کرے۔ جس سے میت کو بھی فائدہ اور قاری کو بھی۔ کتاب الاذکار مصنف امام نووی باب ما یقول بعد الدفن میں ہے کہ قال الشافعی یستحب ان یقروا عنده شیئاً من القرآن قالوا من ختموا القرآن کله کان حسناً یعنی قبر کے پاس کچھ تلاوت کرنا مستحب ہے اور اگر پورا قرآن پڑھیں تو بھی اچھا ہے۔

ہم اذان قبر کی بحث میں عرض کر چکے ہیں کہ قبر پر جو بزرگ آگ جاتا ہے اس کی تسبیح کی برکت سے میت کو فائدہ ہوتا ہے۔ تو انسان کی تلاوت قرآن ضرور نافع ہوگی انشاء اللہ مگر چاہئے یہ کہ کسی وقت بھی قبرا آدمی سے غائی نہ رہے اگرچہ لوگ باری باری سے بیٹھیں۔ ضروری نوٹ :- بعض جگہ مسلمان رمضان کے جمعہ الوداع کے دن کچھ نوافل قضاء عمری پڑھتے ہیں بعض لوگ اس کو حرام اور بدعت کہتے ہیں۔ اور لوگوں کو روکتے ہیں قرآن کریم فرماتا ہے اراءیت الذی تنہی عبداً اذا صلی بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے۔ بندہ کو جب وہ نماز پڑھے۔ معلوم ہوا کسی نمازی کو نماز سے روکنا سخت جرم ہے قضاء عمری بھی نماز ہے اس لئے روکنا جائز نہیں قضاء عمری کی اصل یہ ہے کہ تفسیر روح البیان پارہ ۷ سورہ انعام زیر آیت ولتسببن سبیل المجرمین (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۵۵) اور اس لئے کہ مجرموں کا راستہ ظاہر ہو جائے۔ ایک حدیث نقل کی۔

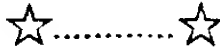
ایما عبد او امة ترک صلوتہ فی جہالتہ لو تاب و ندم علی ترکھا فلیصل یوم الجمعة بین الطہر والعصر انتی عشرة رکعة یقرء فی کل منها الفاتحة وایة الكرسی والاخلاص والمعوذتین مرة لایحاسبہ اللہ تعالیٰ یوم القیمة ذکرہ فی مختصر الاحیاء۔

**ترجمہ:** جو مرد یا عورت نادانی سے نماز چھوڑ بیٹھتے پھر توبہ کرے اور شرمندہ ہو اس کے چھوٹ جانے کی وجہ سے تو جمعہ کے دن ظہر و عصر کے درمیان بارہ رکعتیں نفل پڑھے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور آیت الکرسی اور قل ہو اللہ اولق و سورہ ناس ایک ایک بار پڑھے تو خدا تعالیٰ اس سے قیامت کے دن حساب نہ لے گا۔ اس حدیث کو مختصر الاحیاء میں ذکر کیا۔

(تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۵۳ مطبوعہ دارالتراث العربی بیروت)

صاحب روح البیان میں اس حدیث کا مطلب سمجھاتے ہیں کہ توبہ کرنے اور تادم ہونے کا یہ مطلب ہے۔ کہ وہ تارک الصلوٰۃ بندہ شرمندہ ہو کر تمام نمازیں قضاء پڑھ لے کیونکہ توبہ کہتے ہی اس کو ہیں پھر قضاء کرنے جو گناہ ہوا تھا وہ اس نماز قضاء عمری کی وجہ سے معاف

جو جائے گا یہ مطلب نہیں ہے کہ نماز میں قضاء نہ پڑھو۔ صرف یہ نماز پڑھ لو سب ادا ہو گئیں تو روافض بھی نہیں کہتے کہ ان کے یہاں چند روز کی نمازیں ایک وقت میں پڑھنا جائز ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ سال بھر تک نماز نہ پڑھو۔ پس جمعۃ الوداع کو یہ بارہ رکعتیں پڑھ لو سب معاف ہو گئیں۔ مطلب وہی ہے جو صاحب روح البیان نے بیان فرمایا۔ اور مسلمان اسی نیت سے پڑھتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ مشکوٰۃ کتاب الحج باب الوقوف بعرفہ میں ایک حدیث ہے کہ حضور علیہ السلام نے عرفہ میں حاجیوں کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔ بارگاہ الہی سے جواب آیا کہ ہم نے مغفرت فرمادی سوائے مظالم (حقوق العباد) کے حضور علیہ السلام نے پھر مزدلفہ میں دعا فرمائی۔ تو مظالم یعنی حقوق العباد بھی معاف فرمادیئے گئے اس کا مطلب یہ نہیں کہ کسی شخص کا قرض مار لو، کسی کو قتل کر دو، کسی کی چوری کر لو اور حج کر آؤ۔ سب معاف ہو گیا۔ نہیں بلکہ ادائے قرض میں جو خلاف وعدہ تاخیر وغیرہ ہو گئی وہ معاف کر دی گئی حقوق العباد بہر حال ادا کرنے ہوں گے۔ اگر مسلمان قضاء عمری کے پڑھنے یا سمجھنے میں غلطی کرے تو اس کو سجدہ و نماز سے کیوں روکتے ہو۔ اللہ توفیق فرمادے۔ اگر یہ حدیث ضعیف بھی ہو جب بھی فضائل اعمال میں معتبر ہے۔



## بحث اذان میں انگوٹھے چومنے کا بیان

اس بحث کے لکھنے کا ہمارا ارادہ نہ تھا مگر ماہ رمضان میں ہم نے خواب دیکھا کہ کوئی بزرگ فرما رہے ہیں کہ اپنی کتاب میں تقبیل ابہامین کا مسئلہ بھی لکھ دو تا کہ کتاب مکمل ہو جاوے لہذا اس کو بھی داخل کتاب کرتے ہیں۔ رب العالمین قبول فرماوے۔ آمین۔

اس بحث کے بھی دو باب کئے جاتے ہیں۔ پہلے باب میں انگوٹھے چومنے کا ثبوت۔ دوسرے باب میں اس پر اعتراضات و جوابات۔

### پہلا باب

#### انگوٹھے چومنے کے ثبوت میں

جب مؤذن کہے اشہد ان محمداً رسول اللہ تو اس کو سن کر اپنے دونوں انگوٹھے یا کلمے کی انگلی چوم کر آنکھوں سے لگانا مستحب ہے اس میں دنیاوی و دینی بہت فائدے ہیں۔ اس کے متعلق احادیث وارد ہیں۔ صحابہ کرام کا اس پر عمل رہا۔ عامۃ المسلمین ہر جگہ اس کو مستحب جان کر کرتے ہیں۔ صلوٰۃ مسعودی جلد دوم باب بستم بائگ نماز میں ہے۔

روی عن النبی ﷺ انه قال من سمع اسمی فی الاذان ووضع ابهامہ علی عینہ فانما طالبہ فی صفوف القیمۃ وقائداً الی الجنۃ۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص ہمارا نام اذان میں سنے اور اپنے انگوٹھے آنکھوں پر رکھے تو ہم اس کو قیامت کی صفوں میں تلاش فرمائیں گے اور اس کو اپنے پیچھے پیچھے جنت میں لے جائیں گے۔

(صلوٰۃ مسعودی ج ۲ باب بست وکیم در بیان بائگ نماز ص ۳۵۰ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور)

تفسیر روح البیان پارہ ۶ سورہ مائدہ زیر آیت واذا نادیتم الی الصلوٰۃ الآیۃ (پارہ ۶ سورہ ۵ آیت نمبر ۵۸) ہے۔  
وضعف تقبیل ظفری ابہامیہ مع مستحبیہ والمسح علی عینہ عند قو محمد رسول اللہ لانه لم یثبت فی الحدیث المرفوع لکن المحدثین اتفقوا علی ان الحدیث الضعیف یجوز العمل بہ فی الترغیب والترہیب۔

**ترجمہ:** محمد رسول اللہ کہنے کے وقت اپنے انگوٹھے کے ناخنوں کو مع کلمے کی انگلیوں کے چومنا ضعیف ہے کیونکہ یہ حدیث مرفوع سے ثابت نہیں لیکن محدثین اس پر متفق ہیں کہ حدیث ضعیف پر عمل کرنا رغبت دینے اور ڈرانے کے متعلق جائز ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۳۷۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

شامی جلد اول باب الاذان میں ہے۔

يستحب ان يقال عند سماع الاولى من الشهادة ﷺ عليك يا رسول الله وعند الثانية منها قرت عيني بك يا رسول الله ثم يقول اللهم متعني بالسمع والبصر بعد وضع ظفري الابهامين على العينين فانه عليه السلام يكون قائداً له الى الجنة كذا في كنز العباد قهستانی ونحوه في الفتاوى الصوفية وفي كتب الفردوس من قبل ظفري ابهامیہ عند سماع اشہد ان محمداً رسول اللہ فی الاذان انا قائدہ ومدخلہ فی صفوف الجنة وتمامہ فی حواشی البحر للملہ۔

**ترجمہ:** اذان کی پہلی شہادت پر یہ کہنا مستحب ہے۔ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ اور دوسری شہادت کے وقت یہ کہہ قرۃ عینی بک

یا رسول اللہ پھر اپنے انگوٹھوں کے ناخن اپنی آنکھوں پر رکھے اور کہے اللھم متعنی بالسمع والبصر تو حضور علیہ السلام اس کو اپنے پیچھے پیچھے جنت میں لے جائیں گے اسی طرح کنز العباد میں ہے اور اسی کے مثل فتاویٰ صوفیہ میں ہے اور کتاب الفردوس میں ہے کہ جو شخص اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چومے اذان میں اشہدان محمد رسول اللہ سن کر تو میں اس کو اپنے پیچھے پیچھے جنت میں لے جاؤں گا۔ اور اسے جنت کی مفتوں میں داخل کروں گا۔ اس کی پوری بحث بحر الرائق کے حواشی دلی میں ہے۔

(رد المحتار علی در المنہاج ج ۱ ص ۲۹۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس عبارت سے چھ کتابوں کے حوالہ معلوم ہوئے شامی، کنز العباد، فتاویٰ صوفیہ، کتاب الفردوس، جہستانی، بحر الرائق کا حاشیہ۔ ان تمام میں اس کو مستحب فرمایا۔

مقاصد حسن فی الاحادیث الاثر علی السنہ میں امام سخاوی نے فرمایا۔

ذكره الديلمي في الفردوس من حديث ابى بكر الصديق رضى الله عنه انه لما سمع قول الموزن اشهد ان محمد رسول الله قال هذا و قبل باطن الا ناملتين السبابتين ومسح عينيه فقال ﷺ من فعل مثل ما فعل خليلي فقد خلت له شفاعتي ولم يصح۔

**ترجمہ:** دیلمی نے فردوس میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ان سرکار نے جب مؤذن کا قول اشہدان محمد رسول اللہ سنا تو یہی فرمایا اور اپنی کلمے کی انگلی کے باطنی حصوں کی چوما اور آنکھوں سے لگا یا پس حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص میرے اس پیارے کی طرح کرے اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

(القاصد الحسنہ حرف الهم رقم الحدیث ۱۰۲۱ ص ۳۹۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

یہ حدیث پایہ محنت نہ پہنچی اسی مقاصد حسنہ میں موجبات رحمت مصنفہ ابوالعباس احمد کررور سے نقل کیا۔

عن الخضر عليه السلام انه قال من قال حين يسمع الموزن يقول اشهد ان محمدا رسول الله مرحبا بحبيبي وقره عيني محمد ابن عبد الله ثم يقبل ابهاميه ويجعلهما على عينيه لم يرم مد ايدا۔

**ترجمہ:** حضرت خضر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جو شخص مؤذن کو یہ کہتے ہوئے سنے اشہدان محمد رسول اللہ تو کہے مرحبا بحبيبي وقره عيني محمد ابن عبد الله پھر اپنے انگوٹھوں کو چومے اور اپنی آنکھوں سے لگائے تو اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی۔

پھر فرماتے ہیں کہ محمد ابن بابائے اپنا واقعہ بیان فرمایا کہ ایک بارتیز ہوا چلی۔ جس سے آنکھ میں نکری جا پڑی اور نکل نہ سکی۔ سخت درد تھا۔

وانه لما سمع الموزن يقول اشهد ان محمدا رسول الله قال ذلك فخرجت الحصاة من نوره۔

**ترجمہ:** جب انہوں نے مؤذن کو کہتے ہوئے سنا اشہدان محمد رسول اللہ تو یہی کہہ لیا فوراً نکری آنکھ سے نکل گئی۔

(القاصد الحسنہ ص ۳۹۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

اسی مقاصد حسنہ میں شمس محمد ابن صالح مدنی سے روایت کیا۔ انہوں نے امام اجد فرماتے ہوئے سنا (امام امجد متقدمین علمائے مصر میں سے ہیں) فرماتے تھے کہ جو شخص اذان میں حضور علیہ السلام کا نام پاک سنے تو اپنے کلمے کی انگلی اور انگوٹھا جمع کرے۔

وقبلهما ومسح بهما عينيه لم يرم مد ايدا۔

**ترجمہ:** اور دونوں کو چوم کر آنکھوں سے لگائے تو کبھی آنکھ نہ دکھیں گی۔

(القاصد الحسنہ ص ۳۹۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

پھر فرمایا کہ بعض مشائخ عراق و عجم نے فرمایا کہ جو یہ عمل کرے تو اس کی آنکھیں نہ دکھیں گی۔

اسی مقاصد حسہ میں کچھ آگے جا کر فرماتے ہیں۔

قال ابن صالح وانا منذ سمعته استعملته فلا ترمد عيني وارجو ان عافيهما تلوم واني اسلم من العمى انشاء الله  
**ترجمہ:** ابن صالح نے فرمایا کہ میں نے جب سے یہ سنا ہے اس پر عمل کیا میری آنکھیں نہ دکھیں اور میں امید کرتا ہوں کہ انشاء اللہ یہ آرام ہمیشہ رہے گا اور میں اندھا ہونے سے محفوظ رہوں گا۔

(القاصد حسہ ص ۳۹۱ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت)

پھر فرماتے ہیں کہ امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص اشہد ان محمد رسول اللہ سن کر یہ کہے مرحبا بحبيبي وقره عيني محمد ابن عبد الله ﷺ اور اپنے انگوٹھے چوم لے اور آنکھوں سے لگائے لم يعم ولم يرمد کبھی اندھا نہ ہوگا اور نہ کبھی اس کی آنکھیں دکھیں گی۔ غرض کہ اسی مقاصد حسہ میں بہت سے آپہرین سے یہ عمل ثابت کیا۔

(علامہ اسماعیل بن محمد الجلو فی متوفی ۱۱۶۲ھ نے بھی القاصد حسہ کی یہ تمام عبارتیں نقل کی ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

(كشف الخفاء ودرئ الالباس ج ۲ ص ۲۶۹۔ ۲۷۰ رقم الحدیث ۲۲۹۶ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

حاشیہ.....☆  
حضرت محدث محمد طاہر بن علی ہندی عفی عنہ متوفی ۹۸۶ھ لکھتے ہیں۔

وحكى عن البعض من صلى على النبي ﷺ اذا سمع ذكره في الاذان وجمع اصبعيه المسبحة والابهام ومسح بهما عينيه لم يرمد ابدا وقال ابن صالح وسمعت بعض الشيوخ انه يقول عند ما يمسخ عينيه صلى الله عليك يا سيدى يا رسول الله يا حبيب قلبى ويا نور بصرى ويا قره عيني قال ومذ فعلته لم ترمد عيني وقد جرب كل منهم ذلك وروى الحسن مثل ما روى عن الخضر عليه السلام بعينه انتهى۔

**ترجمہ:** بعض علماء محدثین کرام سے مروی ہے کہ جو شخص آنحضرت کا اسم گرامی اذان میں سن کر اپنے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں مسیہ (شہادت والی) انگلیوں کو ملا کر انہیں چوم کر آنکھوں پر ملے اس کی آنکھیں کبھی نہیں دکھیں گی اور امام ابن صالح علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض مشائخ کرام سے سنا ہے کہ وہ انگوٹھے آنکھوں پر ملتے وقت یوں کہتے ہیں۔ صلی اللہ علیک یا سیدی یا رسول اللہ یا حبيب قلبی ویا نور بصری ویا قره عینی۔

یہ عمل کرنے والے بزرگ فرماتے ہیں کہ جب سے میں یہ کرنے لگا ہوں میری آنکھیں کبھی نہیں دکھیں اور سارے بزرگوں نے اس کا تجربہ کیا اور حضرت خضر علیہ السلام (بھی اسی طرح مروی ہے اور) جیسے مروی ہے ایسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی۔

(تذکرۃ الموضات ص ۳۲ مطبوعہ دمشق)

غیر مقلد محمد علی الشوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں۔

حدیث: مسح العينين بباطن أعلى السبابتين عند قول المؤذن: اشهد ان محمدا رسول الله - الخ - رواه الديلمي في مسند الفردوس، عن ابى بكر مرفوعا۔  
قال ابن طاهر في التذكرة: لا يصح۔

حدیث: من قال حين يسمع اشهد ان محمدا رسول الله: مرحبا بحبيبي وقره عيني محمد بن عبد الله، لم يقبل ابها ميه ويجعلهما على عينيه لم يعم لم يرمد ابدا۔  
قال في التذكرة: لا يصح۔

**ترجمہ:** حدیث: جو شخص مؤذن کو یہ کہتے ہوئے سنے اشہد ان محمدا رسول اللہ تو کہے مرحبا بحبيبي وقره عيني محمد بن عبد الله ﷺ کہے پھر دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں۔

(الفوائد الجودۃ ص ۱۹۔ ۲۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

شرح نقایہ میں ہے۔

واعلم انه يستحب ان يقال عند سماع الاولى من الشهادة الثانية صلى الله عليك يا رسول الله وعند الثانية منها قرأ عيني بك يا رسول الله بعد وضع ظفري ابهامين على العينين فانه عليه السلام يكون له قائدًا الى الجنة كذا في كنز العباد۔

**ترجمہ:** جاننا چاہیے کہ مستحب یہ ہے کہ دوسری شہادت کے پہلے کلمہ سن کر یہ کہ قرۃ عینی بک یا رسول اللہ اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو آنکھوں پر رکھے تو حضور علیہ السلام اس کو جنت میں اپنے پیچھے پیچھے لے جائیں گے اسی طرح کنز العباد میں ہے۔

(جامع الرموز ج ۱ ص ۲۵ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

مولانا جمال ابن عبد اللہ ابن عمر کی قدس سرہ اپنی فتاویٰ میں فرماتے ہیں۔

تقبيل الابهامين ووضعهما على العينين عند ذكر اسمه عليه السلام في الاذان جائز بل مستحب صرح به مشائخنا۔

**ترجمہ:** اذان میں حضور علیہ السلام کا نام شریف سن کر انگوٹھے چومنا اور ان کو آنکھوں سے لگانا جائز بلکہ مستحب ہے اس کی ہمارے مشائخ نے تصریح فرمائی ہے۔

(فتاویٰ جمال بن عبد اللہ عمر کی بحوالہ فتاویٰ رضویہ جدید ج ۵ ص ۳۳۶ مطبوعہ لاہور)

علامہ محمد طاہر علیہ الرحمۃ تکریم جمع بحار الانوار میں اسی حدیث کو لا یصح فرما کر فرماتے ہیں۔

وروی تجریۃ عن کثیرین۔

**ترجمہ:** اس کے تجربہ کی روایات بکثرت آئی ہیں۔

اس کے علاوہ اور بھی عبارات پیش کی جاسکتی ہیں مگر اختصاراً اسی پر قناعت کرتا ہوں حضرت صدرالافاضل مولانا فی مرشدی استاذی مولانا الحاج سید نعیم الدین صاحب قبلہ مراد آبادی دام ظلہم فرماتے ہیں کہ ولایت سے انجیل کا بہت پرانا نسخہ برآمد ہوا جس کا نام (انجیل برناباس) آج کل وہ عام طور پر شائع ہے اور ہر زبان میں اس کے ترجمے کئے گئے ہیں اس کے اکثر احکام اسلام احکام سے ملتے ہیں اس میں لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے روح القدس (نور مصطفوی) کے دیکھنے کی تمنا کی تو وہ نور ان کے انگوٹھے کے ناخنوں میں چکایا گیا۔ انہوں نے فرط محبت سے ان ناخنوں کو چوما اور آنکھوں سے لگایا۔ روح القدس کا ترجمہ ہم نے نور مصطفوی کیوں کیا اس کی وجہ ہماری کتاب شباب حبیب الرحمن میں دیکھو، جہاں بتایا گیا ہے کہ زمانہ عیسوی میں روح القدس ہی کے نام سے حضور علیہ السلام مشہور تھے۔

☆..... حاشیہ

یہاں سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث مبارکہ موضوع نہیں اگر غیر مقلد شوکانی کے نزدیک یہ حدیث مبارکہ موضوع ہوتا تو صاف لکھ دیتے کہ یہ حدیث موضوع ہے جس طرح کہ وہ حدیث موضوع کے نیچے لکھ دیتے ہیں کہ موضوع۔

دوم رواہ الدہیمی فی مسند الفردوس، عن ابی بکر مرفوعاً سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ حدیث مبارکہ مسند فردوس میں موجود ہیں لیکن دشمنان دین جس طرح کے ان کی عادت ہے کہ جہاں بھی سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان بیان ہو تو یہ دشمن اس کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ انہوں نے مسند فردوس سے اس حدیث مبارکہ کو نکال لیا ہے آج کل بازار میں جو مسند فردوس موجود ہیں اس میں یہ حدیث مبارکہ نہیں ہیں لیکن وہابی یہ اعتراض نہیں کر سکتے کہ یہ حدیث مسند فردوس میں موجود نہیں اس لئے کہ ان کے امام شوکانی نے فی مسند فردوس کہہ کر بتا دیا کہ یہ حدیث مبارکہ مسند فردوس میں موجود ہیں۔

## ☆..... حاشیہ

انجیل برناس میں ہے۔

آدم نے خدا کی منت کی کہ خداوند یہ تحریر میرے ہاتھ کی اگلیوں کے ناخنوں پر درج فرمادے تب خدا نے پہلے انسان کے انگوٹھوں پر تحریر درج کر دی دائیں انگوٹھے کے ناخن پر لکھا تھا خدا ایک ہی ہے اور بائیں انگوٹھے کے ناخن پر لکھا تھا محمد خدا کا رسول ہے۔ تب پہلے انسان نے پدرانہ شفقت سے یہ الفاظ چومے اور اپنی آنکھیں ملیں اور کہا مبارک ہو وہ دن جب تو دنیا میں آئے۔  
(انجیل برناس باب ۳۹ ص ۳۹ بحوالہ انوار الحمد یہ)

حضرت مولانا مہین داعظا الکاشفی الہروی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

در تفسیر بحر العلوم نسفی آورده کہ چون حق تعالیٰ آدم صفی را علیہ السلام بوجود آورد نور محمدی را ﷺ کہ در پشت وی ودیعت نہادہ بود ہر گاہ کہ آدم علیہ السلام در طرق سموات و تنقی ملکوتیات بہ آمد و شد مبادرت نمودی فرشتگان ملاء اعلیٰ و کرو بیان عالم بالا ہمہ در قفای او بتعظیم و اکرام میرفتند حضرت آدم از سبب آن احترام سوال فرمود حق تعالیٰ خطاب فرمود کہ ای آدم آن نور محمدیست ﷺ کہ از ظہر تو ظہور کردہ و در متن متانت تو نور سرور افزودہ ایشان تعظیم آن نور میکنند گفت خداوند اچہ شود گر انتقال آن بعضوی از اعضائی من کرم فرمائی تا من نیز مشاہدہ آن نور کنم و خاطر بآن مسرور گردانم حق تعالیٰ آن نور را بہ سبابہ دست راست او منتقل گردانید چون مشاہدہ آن نور کرد همان انگشت را بر آورد و شہادتین ادا کرد و از آنجا بانگشت شہادت موسوم شد و این سنت در وقت شہادت از آدم علیہ السلام یادگار ماند بعد آن انگشت بپوسیدن و بر دیدہ نہاد و صلوات بابرکات بروح سید السادات علیہ الصلوٰۃ والسلام ارسال فرمود و گویند در وقت اذان در حین استماع اشہدان محمد رسول اللہ ﷺ بپوسیدن و انگشت بر دیدہ نہادن نیز سنت آدم است علیہ السلام و احادیث در فضل آن آورده اند۔

**ترجمہ:** تفسیر بحر العلوم نسفی میں تحریر ہے کہ تخلیق آدم علیہ السلام کے بعد نور محمدی ﷺ ان کی پشت پر امانت رکھا گیا تھا حضرت آدم علیہ السلام جب بھی آسمانوں پر تشریف لے جاتے اور عالم کے فرشتوں سے ملاقات فرماتے تو تمام فرشتے آپ کے جلو میں عزت و احترام کے ساتھ چلتے ایک مرتبہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس استقبال و متابعت کے سلسلہ میں حضرت حق سے سوال کیا خطاب باری ہوا کہ اے آدم یہ استقبال و احترام اس نور مبارک کے لئے ہے جو تمہاری پشت میں ودیعت ہے اور تمہارے سرور کا سبب ہے یہ تمام فرشتے اس نور کی تعظیم کرتے ہیں حضرت آدم نے عرض کیا الہی کیا اچھا ہو کہ نور مبارک کو میرے جسم کے کسی ایک حصے میں منتقل کر دیا جائے جس کو میں بھی دیکھوں اور فرح و سرور حاصل کروں اللہ رب العالمین نے اس نور کو آپ کے انگوٹھے کے پاس والی انگلی میں منتقل فرمادیا جب حضرت آدم علیہ السلام نے اس نور کی زیارت فرمائی تو انگلی اٹھا کر دو مرتبہ شہادت دی اسی دن سے اس انگلی کو انگشت شہادت کہا جانے لگا اور وقت شہادت یہ سنت حضرت آدم علیہ السلام جاری ہو گئی اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نے انگلی کو چوما اور آنکھوں سے لگایا اور باگاہ نبی آخر الزماں ﷺ پر ہدیہ درود و سلام پیش فرمایا کہا جاتا ہے کہ اذان میں اشہدان محمد رسول اللہ من کر انگشت شہادت چومنا



علمائے احناف کے علاوہ علمائے شافعی و علمائے مذہب مالکی نے بھی انگوٹھے چومنے کے استحباب پر اتفاق کیا ہے۔ چنانچہ مذہب شافعی کی مشہور کتاب اعانة الطالبین علی حل الفاظ فتح المعین مصر صفحہ ۲۳۷ میں ہے۔

ثم يقبل ابهاميه ويجعلهما على عينيه لم يعم ولم يرمد ابداً۔

**ترجمہ:** پھر انگوٹھوں کو چومے آنکھوں سے لگائے تو کبھی بھی اندھا نہ ہوگا اور نہ کبھی آنکھیں دکھیں گی۔

(اعانة الطالبین علی فتح المعین ج ۱ ص ۲۳۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

مذہب مالکی کی مشہور کتاب ”کفایۃ الطالب الربانی لوسالۃ ابن ابی زید القیروانی“ مصر جلد اول صفحہ ۱۶۹ میں اس کے متعلق بہت کچھ تحریر فرماتے ہیں پھر فرماتے ہیں۔

عینیه لم یعم ولم یرمد ابداً۔

**ترجمہ:** اندھا ہوا اور نہ کبھی آنکھیں دکھیں۔

(کفایۃ الطالب الربانی لرسالۃ ابن ابی زید القیروانی ج ۱ ص ۱۶۹ مطبوعہ مصر بحوالہ تصحیح السلامہ)

اس کی شرح میں علامہ شیخ علی الصغدی عروسی صفحہ ۷۷ میں فرماتے ہیں۔

لم یبین موضع التقبیل من الابهامین۔ الا انه نقل عن الشیخ العالم المفسر نور الدین الخراسانی قال بعضهم لقیته وقت الاذان فلما سمع المؤذن يقول اشهدان محمداً رسول الله قبل ابهامی نفسه ومسح بحاشیه.....☆

اور آنکھوں سے لگانا سنت حضرت آدم علیہ السلام ہے اور اس کی فضیلت میں بہت سی احادیث مروی ہیں۔

(معارج النبوة فی مدارج الفتوة ذکر کن اذیل باب دوم فصل ہشتم در بردن آدم بجانب بشت و پیدایش خود اس ۳۰ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور)

تفریح الاذکیانی احوال الانبیاء میں ہے۔

کتاب احادیث قدسیہ میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام لقائے محبوب کے مشتاق ہوئے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور کی صورت کریمہ ان کے انگوٹھوں کے ناخنوں کی صفا میں ظاہر فرمائی.....

حضرت آدم علیہ السلام نے انگوٹھوں کے ناخنوں کو آنکھوں پر ملا تو ان کی اولاد کے لئے یہ اصل ہو گئی۔ جب جبریل امین نے اس قصہ کی خبر حضور ﷺ کو دی تو فرمایا جس نے اذان میں میرا نام سنا پھر دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو آنکھوں سے ملا تو وہ کبھی اندھا نہ ہوگا۔

(تفریح الاذکیانی احوال الانبیاء ج ۲ ص ۱۲۱ مطبوعہ نوکلشور لکھنؤ)

علامہ الفاضل الکامل الشیخ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں۔

وقصص الانبیاء وغیرہا ان ادم علیہ السلام اشتاق الی لقاء محمد ﷺ حین کان فی الجنة فاوحی الیہ تعالیٰ الیہ ہو من صلیک ویظهر فی اخر الزمان فستال لقاء محمد ﷺ حین کان فی الجنة فاوحی الیہ تعالیٰ الیہ فجعل الله النور المحمدي فی اصبعه الممبحة من یدہ الیمنی فسیح ذلك النور فلذلك سمیت تلك الاصبع ممبحة كما فی الروض الفائق او اظهر الله تعالیٰ جمال حبیبہ فی صفاء ظفری ابهامیہ مثل المرأة فقبل ادم ظفری ابهامیہ ومسح علی عینیه فصار اصلاً لذریتہ فلما اخبر جبریل النبی ﷺ بهذا القصص قال علیہ السلام من سمع اسمی فی الاذان فقبل ظفری ابهامیہ ومسح علی عینیه لم یعم ولم یرمد ابداً۔

**ترجمہ:** قصص الانبیاء وغیرہ کتب میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کہ جنت میں حضرت محمد ﷺ کی ملاقات کا اشتیاق ہوا تو اللہ

تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ وہ تمہارے ملب سے آخر زمانے میں ظہور فرمائیں گے تو حضرت آدم علیہ السلام نے آپ کی ملاقات کا بالظفرین اجفان عینیہ من الماق الی ناحیۃ الضدع لم فعل ذلك عند کل تشهد مرة فسالته عن ذلك فقال كنت تبرء عینک فبرء فی المسح فاستبقت و مسحت فبرءت ولم يعاود فی مرضها الی الان۔

**ترجمہ:** مصنف نے انگوٹھے چومنے کی جگہ نہ بیان کی لیکن شیخ علامہ مفسر نور الدین خراسانی سے منقول ہے کہ بعض لوگ ان کو اذان کے وقت ملے جب انہوں نے مؤذن کو اشہدان محمد رسول اللہ کہتے ہوئے سنا تو انہوں نے اپنے انگوٹھے چومے اور ناخنوں کو اپنی آنکھوں کی پلکوں پر آنکھوں کے کونے سے لگایا اور کپٹی کے کونے تک پہنچایا۔ پھر ہر شہادت کے وقت ایک ایک بار کیا میں نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو کہنے لگے کہ میں پہلے انگوٹھے چوما کرتا تھا۔ پھر چھوڑ دیا۔ پس میری آنکھیں بیمار ہو گئیں۔ پس میں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ نے مجھے فرمایا کہ تم نے اذان کے وقت انگوٹھے آنکھوں سے لگانا کیوں چھوڑ دیے؟ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری آنکھیں اچھی ہو جائیں تو پھر یہ انگوٹھے آنکھوں سے لگانا شروع کر دو۔ پس بیدار ہوا اور یہ مسح شروع کیا مجھ کو آرام ہو گیا۔ اور پھر اب تک وہ مرض نہ لوٹا۔

(فتح السلام فی حکم تقبیل الایمان فی الاقامہ ص ۳ مطبوعہ مکتبہ شکر اکیڈمی لاہور)

اس تمام گفتگو کا نتیجہ یہ نکلا کہ اذان وغیرہ میں انگوٹھے چومنا آنکھوں سے لگانا مستحب ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور صدیق اکبر و امام حسن رضی اللہ عنہما کی سنت ہے۔ فقہاء محدثین و مفسرین اس کے استحباب پر متفق ہیں آئمہ شافعیہ و مالکیہ نے بھی اس کے استحباب کی تصریح فرمائی ہر زمانہ اور ہر ایک مسلمان اس کو مستحب جانتے رہے اور جانتے ہیں اس میں حسب ذیل فائدے ہیں یہ عمل کرنے والا آنکھ دکنے سے محفوظ رہے گا اور انشاء اللہ کبھی اندھانہ ہوگا اگر آنکھ میں کسی قسم کی تکلیف ہو اس کے لئے یہ انگوٹھے چومنے کا مکمل بہترین علاج ہے بارہا تجربہ ہے اس کے عامل کو حضور علیہ السلام کی شفاعت نصیب ہوگی اور اس کو حضور علیہ السلام قیامت کی صفوف میں تلاش فرما کر اپنے پیچھے جنت میں داخل فرمائیں گے۔

اس کو حرام کہنا محض جہالت ہے جب تک کہ ممانعت کی صریح دلیل نہ ملے اس کو منع نہیں کر سکتے استحباب کے لئے مسلمانوں کا مستحب جانتا ہی کافی ہے مگر کراہت کے لئے دلیل خاص کی ضرورت ہے جیسا کہ ہم بدعت کی بحث میں ثابت کر چکے ہیں۔

**نوٹ:** اذان کے متعلق تو صاف صریح روایات اور احادیث موجود ہیں جو پیش کی جا چکیں تکبیر بھی مثل اذان کے ہے احادیث میں تکبیر کو اذان فرمایا گیا ہے۔ دو اذانوں کے درمیان نماز ہے یعنی اذان و تکبیر کے درمیان۔ لہذا تکبیر میں اشہد ان محمد رسول اللہ پر انگوٹھے چومنا نافع

.....☆.....

سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں ہاتھ کے کلمے کی انگلی میں نور محمدی ﷺ چمکایا تو اس نور نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح پر وحی اسی واسطے اس انگلی کا نام کلمے کی انگلی ہوا۔ جیسا کہ روض الفائق میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے جمال محمد ﷺ و حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں میں مثل آئینہ کے ظاہر فرمایا تو حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر آنکھوں پر پھیرا پس یہ سنت ان کی اولاد میں جاری ہوئی پھر جبریل علیہ السلام نے حضور ﷺ کو اس کی خبر دی تو آپ نے فرمایا جو شخص اذان میں میرا نام سنے اور اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر اپنی آنکھوں پر ملے۔ تو وہ کبھی اندھانہ ہوگا۔

(تفسیر روح البیان ج ۷ ص ۲۲۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

وباعث برکت ہے۔ اور اذان بکیر کے علاوہ بھی اگر کوئی شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام شریف سن کر اٹکوتے چومے تو بھی کوئی حرج نہیں بلکہ نیت خیر سے ہو تو باعث ثواب ہے۔ بلا دلیل ممانعت منع نہیں کر سکتے۔ جس طرح بھی حضور علیہ السلام کی تعظیم کی جاوے باعث ثواب ہے۔

## دوسرا باب

### اٹکوتے چومنے پر اعتراضات وجوابات

**اعتراض (۱).....:** اٹکوتے چومنے کے متعلق جس قدر روایات بیان کی گئیں۔ وہ سب ضعیف ہیں اور حدیث ضعیف سے مسئلہ شرعی ثابت نہیں ہو سکتا۔ دیکھو مقاصد حسنہ میں فرمایا لا یصح فی المرفوع من کل هذا شیئی ان سے کوئی مرفوع حدیث صحیح نہیں۔ ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں ان احادیث کے متعلق فرمایا کل ما یروی فی هذا فلا یصح رفعه یعنی اس مسئلہ میں جتنی احادیث مروی ہیں ان میں سے کسی کا رفع صحیح نہیں۔ خود علامہ شامی نے اسی بحث میں اسی جگہ فرمایا لم یصح من المرفوع من هذا شیئی ان میں سے کوئی مرفوع حدیث صحیح نہیں۔ صاحب روح البیان نے بھی ان احادیث کی صحت سے انکار کیا۔ پھر ان احادیث کا پیش کرنا ہی بیکار ہے۔

**جواب:** اس کے چند جوابات ہیں اولاً تو یہ کہ تمام حضرات مرفوع حدیث کی صحت کا انکار فرما رہے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ اس کے بارے میں حدیث موقوف صحیح ہے چنانچہ ملا علی قاری موضوعات کبیر میں اسی عبارت منقولہ کے بعد فرماتے ہیں۔ قلت واذا ثبت رفعه الى الصديق ورضی الله تعالی عنه فیکفی للعمل به لقوله علیه الصلوٰۃ والسلام علیکم بستی وسنة الخلفاء الرشدين۔

**ترجمہ:** یعنی میں کہتا ہوں کہ جب اس حدیث کا رفع صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک ثابت ہے تو عمل کے لئے کافی ہے کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم پر لازم کرتا ہوں اپنی سنت اور اپنے خلفائے راشدین کی سنت۔

(الموضوعات الکبری ص ۳۱۰ رقم الحدیث ۸۲۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ حدیث موقوف صحیح ہے اور حدیث موقوف کافی ہے۔ دوسرے یہ کہ ان تمام علماء نے فرمایا لم یصح یعنی یہ تمام احادیث حضور تک مرفوع ہو کر صحیح نہیں اور صحیح نہ ہونے سے ضعیف ہونا لازم نہیں۔ کیونکہ صحیح کے بعد درجہ حسن باقی ہے لہذا اگر یہ حدیث حسن ہو تب بھی کافی ہے۔

.....☆ حاشیہ

**اعتراض.....:** محمد رفراز گکھڑوی دیوبندی حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ ”سچ نہ ہونے سے ضعیف ہونا لازم نہیں کیونکہ صحیح کے بعد درجہ حسن باقی ہے (جاء الحق ص ۳۸۲) مگر مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ کوئی محدث جب مطلق لا یشح کہتا ہے تو اس کا مطلب اس کے بغیر اور کچھ نہیں ہوتا کہ یہ روایت ضعیف ہے اگر حدیث حسن ہوتی ہے تو اس کی تصریح کرتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے یا لیس بصحیح بل حسن وغیرہ اس کو تعبیر کرتے ہیں۔ مطلق لا یصح سے حسن سمجھنا قلت فہم کا نتیجہ ہے۔

(راہ سنت ص ۲۳۰ مطبوعہ مکتبہ مندر بہکو جرنوالہ)

حاشیہ.....☆

**جواب:-** گمزدوی صاحب کو چاہیے تھا کہ دلائل کے ذریعہ ثابت کرتے کہ محدثین کے لایصح لم یثبت کہنے سے ضعیف ہی مراد ہوتا ہے حسن مراد نہیں ہوتا اور محدثین جب مطلق لایصح یا لم یثبت لکھتے ہیں تو اس سے ضعیف ہی مراد ہوتا ہے مگر گمزدوی صاحب اس سے قاصر ہے۔

محدثین کے لایصح لم یثبت سے مراد حسن بھی ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

غیر مقلد محمد شمس الحق عظیم آبادی متوفی ۱۲۹۳ھ لکھتے ہیں۔

لا يلزم من نفى الثبوت ثبوت الضعف لا احتمال ان يراد بالثبوت الصحة فلا ينتفى الحسن۔  
وعلى التنزل لا يلزم من نفى الثبوت عن كل فرد (ای عن صحيح والحسن) نفيه عن المجموع (ای  
الصحيح والحسن والضعيف) انتهى كلامه۔

**ترجمہ:** نفی ثبوت حدیث سے اس کا ضعف ثابت نہیں ہوتا کیونکہ احتمال ہے کہ ثبوت سے صحت مراد ہو (یعنی یہ حدیث صحت کو نہیں پہنچتی) تو اس سے حسن ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔

(رسالہ غنیۃ الاسماء مع طبرانی صفر ج ۲ ص ۱۵۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

شیخ الحدیث تقی الدین صاحب ندوی دیوبندی اپنی کتاب فن اسماء الرجال (مصدقہ سید علی ندوی) لکھتے ہیں۔

جب کسی حدیث کے بارے میں ”لایصح“ یا ”لایثبت“ کہا جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حدیث موضوع ہے یا ضعیف ہے، ملاحظہ قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عدم ثبوت سے حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حدیث کو ”لایصح“ کہنے سے اس کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔ ممکن ہے وہ حدیث حسن یا حسن الخیر ہو۔  
ان اصطلاحات کا علم اسماء الرجال اور فن جرح و تعدیل کے طالب علم کے لیے جاننا ضروری ہے۔ ورنہ اس فن کی کتابوں سے استفادہ میں بہت سی غلطیوں کا امکان ہے۔

(فن اسماء الرجال ص ۶ مطبوعہ ملک سنز کارخانہ بازار فیصل آباد)

دوم اس کا جواب اسی گمزدوی ہی کی زبان سے ملاحظہ فرمائیں۔ گمزدوی صاحب لکھتے ہیں۔

حافظ ابن حجر نتائج الافکار میں لکھتے ہیں کہ:

لا يلزم من نفى الثبوت ثبوت الضعف لا احتمال ان يراد بالثبوت الصحة فلا ينتفى الحسن۔

**ترجمہ:** نفی ثبوت حدیث سے اس کا ضعف ثابت نہیں ہوتا کیونکہ احتمال ہے کہ ثبوت سے صحت مراد ہو (یعنی یہ حدیث صحت کو نہیں پہنچتی) تو اس سے حسن ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔

حافظ ابن حجر کے اس فی نقطہ سے معلوم ہوا کہ نفی ثبوت سے ثبوت ضعیف لازم نہیں ہوتا۔ ہو سکتا ہے کہ حدیث صحت کو تو نہ پہنچتی ہو لیکن حسن کے درجہ کو پہنچ جائے اور ای کو صالح سے تعبیر کر لیا گیا ہے اور حسن حدیث بھی جمہور کے نزدیک قائل احتیاج ہے۔

(سماح المونی ص ۲۳۳-۲۳۵ مطبوعہ مکتبہ مفید ریہ گوجرانوالہ)

تیسرے یہ کہ اصول حدیث و اصول فقہ کا مسئلہ ہے کہ اگر کوئی ضعیف حدیث چند اسناد سے مروی ہو جاوے تو حسن بن جاتی ہے چنانچہ در مختار جلد اول باب مستحبات الوضوء میں اعضاء وضو کی دعاؤں کے متعلق فرماتے ہیں وقد رواہ ابن حبان وغیرہ عنہ علیہ السلام من طرق اس کو ابن حبان وغیرہ نے چند اسناد سے روایت کیا۔ اس کے تحت شامی میں فرماتے ہیں ای بقوی بعضها بعضاً فارتقی الی مرتبہ الحسن یعنی بعض اسناد بعض کو قوت دیتی ہیں لہذا یہ حدیث درجہ حسن کو پہنچ گئی۔ اور ہم پہلے باب میں بتا چکے کہ یہ حدیث بہت طریق سے روایت ہے لہذا حسن ہے۔ چوتھے یہ کہ اگر مان بھی لیا جاوے کہ یہ حدیث ضعیف ہے پھر فضائل اعمال میں حدیث ضعیف معتبر ہوتی ہے چنانچہ یہ ہی علامہ شامی اسی در المختار جلد اول باب اذان میں اذان کے موقع کے بحث میں فرماتے ہیں علی انه فی فضائل الاعمال يجوز العمل بالحدیث الضعیف کما مر فی اول کتاب الطہارۃ (رد المحتار علی در المختار باب الاذان ج ۱ ص ۲۸۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے یہاں بھی واجب و حرام ہونے کے مسائل نہیں ہیں صرف یہ کہ انگوٹھے چومنے میں یہ فضیلت ہے لہذا اس میں حدیث ضعیف بھی قابل عمل ہے نیز مسلمانوں کا عمل ضعیف حدیث کو قوی کر دیتا ہے چنانچہ کتاب الاذکار مصنفہ امام نووی تلقین میت کی بحث میں ہے۔

وقد روينا فيه حديثاً من حديث ابی امامته ليس بالقائم اسناده ولكن اعتصد بشواهد و بعمل اهل الشام  
**ترجمہ:** یعنی تلقین میت کی حدیث قوی الاسناد نہیں مگر اہل شام کے عمل و دیگر شواہد سے قوی ہو گئی انگوٹھے چومنے پر بھی امرت کا عمل ہے لہذا یہ حدیث قوی ہوئی۔

اس زیادہ تحقیق نور الانوار اور توضیح وغیرہ میں دیکھو۔ پانچویں یہ کہ اگر اس کے متعلق کوئی بھی حدیث نہ ملتی۔ تب بھی امت مصطفیٰ علیہ السلام کا مستحب ماننا ہی کافی تھا کہ حدیث میں آیا ہے ماراہ المؤمنون حسناً فهو عند الله حسن جس کو مسلمان اچھا جانیں وہ کام اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

چھٹے یہ کہ انگوٹھے چومنا آنکھ کی بیماریوں سے بچنے کا عمل ہے اور عمل میں صرف صوفیائے کرام کا تجربہ کافی ہوتا ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب ہوامعہ میں ہوامعہ مقدمہ کے دسویں ہامعہ میں فرماتے ہیں اجتہاد اور اختراع اعمال تقریفاً راہ کشادہ است مانند استخراج اطباء نسجاء قراہین را تقریفاً اعمال میں اجتہاد کا راستہ کھلا ہوا ہے۔ جیسے کہ طبیب لوگ حکمت کے نسخے ایجاد کرتے ہیں۔

حاشیہ.....☆

## الزاماً جواب گکھڑوی صاحب کی اپج

مگر گکھڑوی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ کوئی محدث جب مطلق لایصح لم یثبت کہتا ہے تو اس کا مطلب اس کے بغیر اور کچھ نہیں ہوتا کہ یہ روایت ضعیف ہے اگر حدیث حسن ہوتی ہے تو اس کی تصریح کرتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے یا لیس بصحیح بل حسن وغیرہ سے اس کو تعبیر کرتے ہیں۔ گکھڑوی صاحب کا مطلق لایصح یا لم یثبت سے حسن سمجھنا قلت فہم کا نتیجہ ہے۔ گکھڑوی صاحب نے دو اشعار لکھے ہیں جو اس پر فٹ آرہے ہیں۔

غیر کی آنکھوں کا تنکا تجھ کو آتا ہے نظر

دیکھ اپنی آنکھ کا غافل ذرا شہتیر بھی

خود شاہ ولی صاحب نے اپنی کتاب القول الجمیل وغیرہ میں صدمہ عمل تعویذ گنڈے جنات کو دفع کرنے سے جنات سے محفوظ رہنے۔ حمل محفوظ رکھنے کے تجویز فرمائے ہیں کہ فلاں دعاہرن کی کھال پر لکھ کر عورت کے گلے میں مثل ہار ڈال دو اسقاط نہ ہوگا پشم کارنگا ہوا ذور عورت کے جسم سے ناپ کر نوگرہ لگا کر عورت کی بائیں ران میں باندھا دروزہ کو مفید ہے وغیرہ بتاؤ کہ ان اعمال کے متعلق کون سی احادیث آئی ہیں؟ خود علامہ شامی نے جادو سے بچنے، لگی ہوئی چیز کی تلاش کرنے کے لئے بہت سے طریقے شامی میں بیان فرمائے بتاؤ کہ ان کی احادیث کہاں ہیں؟ جبکہ ہم پہلے باب میں ثابت کر چکے ہیں کہ یہ عمل درود چشم کے لئے مجرب ہے تو اس کو کیوں منع کیا جاتا ہے؟ ساتویں یہ کہ ہم پہلے باب میں بیان کر چکے کہ شامی اور شرح نقایہ اور تفسیر روح البیان وغیرہ نے انگوٹھے چومنے کو مستحب فرمایا۔ اس انتخاب پر کوئی جرح و قدح نہ کی بلکہ حدیث مرفوع کی صحت کا انکار کیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ حکم انتخاب تو بالکل صحیح ہے۔ گفتگو ثبوت حدیث میں ہے۔ یہ انتخاب حدیث کی صحت پر موقوف نہیں۔ آٹھویں یہ کہ اچھا اگر مان لیں کہ انتخاب کا ثبوت حدیث ضعیف سے نہیں ہو سکتا۔ تو کراہت کے ثبوت کی کوئی حدیث ہے جس میں یہ ہو کہ انگوٹھے چومنا مکروہ ہے یا نہ چومو وغیرہ وغیرہ انشاء اللہ کراہت کے لئے صحیح حدیث تو کیا ضعیف بھی نہ ملے گی۔ صرف یاروں کا اجتہاد اور عداوت رسول اللہ ﷺ ہے۔

الحمد للہ کہ اس اعتراض کے پرچے اڑ گئے اور حق واضح ہو گیا۔

**اعتراض (۲).....:** حضرت آدم علیہ السلام نے اگر نور مصطفیٰ علیہ السلام انگوٹھے کے ناخنوں میں دیکھ کر اس کو چوما تھا۔ تو تم کون سا نور دیکھتے ہو جو چومتے ہو۔ چومنے کی جو وجہ وہاں تھی وہ یہاں نہیں۔

**جواب:-** حضرت باجرہ جب اپنے فرزند حضرت اسمعیل علیہ السلام کو لے کر مکہ مکرمہ کے جنگل میں تشریف لائیں تو تلاش پانی کے لئے صفا و مردہ پہاڑ کے درمیان دوڑیں۔ آج تم حج میں وہاں کیوں دوڑتے ہو؟ آج کہاں پانی کی تلاش ہے؟ حضرت اسمعیل علیہ السلام نے قربانی کے لئے جاتے ہوئے راستے میں تین جگہ شیطان کو کنکر مارے آج تم حج میں وہاں کیوں کنکر مارتے ہو؟ وہاں اب کونسا حاشیہ..... ☆

سرفراز خان دیوبندی لکھتے ہیں۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ علماء امت کا تعالٰیٰ بھی ایک شے ہے اور اس سے بھی صرف نظر نہیں کی جاسکتی اور ایسے فردی مسائل میں اولہ قطعہ کی حاجت بھی نہیں ہوتی، فی الجملہ دلائل درکار ہوتے ہیں اور بحمد اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں وہ سب موجود ہیں۔

(سارح الموقی ص ۲۳۲ مطبوعہ مکتبہ مندریہ گوجرانوالہ)

ہم بھی دیوبندیوں سے یہی بات کہتے ہیں کہ علماء امت کا تعالٰیٰ بھی ایک شے ہے اور اس سے بھی صرف نظر نہیں کی جاسکتی۔ اتنے کثیر علماء امت نے نام اقدس ﷺ کرا انگوٹھے چومنے کو مستحب کہا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

امام کی از قوت القلوب، اسمعیل حقی، علامہ شامی، علامہ طحاوی، ملا علی قاری، علامہ قسستانی، علامہ عبد القدوس، ملا طاہر محدث فقی، امام سخاوی، امام جمال کبی، محمد بن صالح مدنی، ان کے علاوہ کثیر علماء امت (جن کے حوالا جات پیچھے گزر چکے ہیں) نے نام اقدس ﷺ کرا انگوٹھے چومنے کو مستحب کہا ہے۔ ان کثیر علماء امت کا نام اقدس ﷺ کرا انگوٹھے چومنا ہمارے لئے کافی ہے۔

شیطان آپ کو دھوکا دے رہا ہے؟ حضور علیہ السلام نے ایک خاص ضرورت کی وجہ سے کفار مکہ کو دکھانے کے لئے طواف میں رمل کرنا اپنی طاقت دکھائی۔ بتاؤ کہ اب طواف قدوم میں رمل کیوں کرتے ہو؟ اب وہاں کفار کہاں دیکھ رہے ہیں؟ جناب انبیائے کرام کے بعض عمل ایسے مقبول ہو جاتے ہیں کہ ان کی یادگار باقی رکھی جاتی ہے اگرچہ وہ ضرورت باقی نہ رہنے اسی طرح یہ بھی ہے۔

**اعتراض (۳)۔۔۔۔۔** کیا وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے نام پر انگوٹھے کے ناخن چومتے ہو۔ کوئی اور چیز کیوں نہیں چومتے ناخن میں کیا خصوصیت ہے؟ ہاتھ پاؤں کپڑے وغیرہ چومنا چاہیے۔

**جواب:-** چونکہ روایت میں ناخن کی کاشتوت ہے۔ اس لئے اسی کو چومتے ہیں منصوصات میں وجہ تلاش کرنا ضروری نہیں۔ اگر اس کا نکتہ ہی معلوم کرنا ہے تو یہ ہے کہ تفسیر خازن و روح البیان وغیرہ نے پارہ ۸ سورہ اعراف زیر آیت بدت لہما سوا اتھما (آیت نمبر ۲۲) میں بیان فرمایا کہ جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کا لباس ناخن تھا یعنی تمام جسم شریف پر ناخن تھا جو کہ نہایت خوبصورت اور نرم تھا جب ان پر عتاب الہی ہوا وہ کپڑا اتار لیا گیا۔ مگر انگلیوں کے پوروں پر بطور یادگار باقی رکھا گیا جس سے معلوم ہوا کہ ہمارے ناخن جنتی لباس ہیں اور اب جنت تو ہم کو حضور علیہ السلام کے طفیل سے ملگئی لہذا ان کے نام پر جنتی لباس چوم لیتے ہیں جیسے کہ کعبہ معظمہ میں سنگ اسود جنتی پتھر ہے اس کو چومتے ہیں باقی کعبہ شریف کو نہیں چومتے۔ کیونکہ وہ اس جنتی گھر کی یادگار ہے جو کہ حضرت آدم علیہ السلام کے لئے زمین پر آیا تھا اور طوفان نوحی میں اٹھا لیا گیا۔ اور یہ پتھر اس کی یادگار رہا۔ اسی طرح ناخن بھی اس جنتی لباس کی یادگار ہے۔



☆.....☆

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۲۰ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا القاسم قال لنا الحسن قال ثنی حجاج عن حسام بن معبد عن قتادة وابی بکر قتادة قال كان لباس آدم في الجنة ظفرا كله فلما وقع بالذنب كشط عنه وبدت سواته۔

(تفسیر الطبری ج ۸ ص ۱۳۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد بن علی متوفی ۵۰۱ھ لکھتے ہیں۔

كان لباسهما من جنس الاظفار ای كالظفر بياضاً في غابة اللطف واللين فبقی عند الاظفار  
تذكيراً للنعم وتجديداً للندم۔

**ترجمہ:** حضرت آدم و حوا علیہما السلام کا لباس ناخن کی جنس سے تھا یعنی ناخن کی طرح صاف و شفاف اور انتہائی لطیف و نرم جواب ناخنوں کے مقام پر باقی رہ گیا نعمتوں کی یادگار اور ندامت کی تجدید کے لئے۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۲۰۷ مطبوعہ مکتبۃ القرآن والنشر پشاور)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

واخرج القرطبي وابن شبة وعبد بن حميد وابن جرير وابن المنذر وابن ابی حاتم و ابو الشيخ وابن مردويه والبيهقي في سننه وابن عساكر في تاريخه عن ابن عباس قال: كان لباس آدم و حواء كالظفر، فلما أكلا من الشجرة لم يبق عليهما الا مثل الظفر۔

**ترجمہ:** امام قرطبی، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ، بیہقی نے اپنی سنن میں اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آدم علیہ السلام و حوا علیہما السلام کا لباس ناخن کی مانند تھا۔ جب انہوں نے اس شجر ممنوعہ سے کھایا تو جسم سے وہ لباس اتر گیا اور صرف ناخنوں پر باقی رہ گیا۔ (تاکریمت کی یاد آتی رہے)

(الدر المنثور فی التفسیر المأثور ج ۳ ص ۱۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

☆.....☆



## بحث جنازہ کے آگے بلند آواز سے کلمہ یا نعت پڑھنا

بعض جگہ رسم ہے کہ جب میت کو قبرستان لے جاتے ہیں تو اس کے آگے با آواز بلند کلمہ طیبہ سب مل کر پڑھتے جاتے ہیں یا نعت شریف پڑھتے ہیں مجھ کو یہ وہم بھی نہ تھا کہ کوئی اس کو بھی منع کرتا ہوگا مگر پنجاب میں آکر معلوم ہوا کہ دیوبندی اس کو بھی بدعت و حرام کہتے ہیں۔ اس قدر ظاہر مسئلہ پر کچھ لکھنے کا ارادہ نہ تھا مگر بعض احباب نے مجبور فرمایا۔ تو کچھ بطور اختصار عرض کرنا پڑا اس بحث کے بھی دو باب کئے جاتے ہیں۔ پہلا باب اس کے ثبوت میں۔ دوسرا باب اس پر اعتراضات و جوابات میں وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

## پہلا باب

### جنازہ کے آگے کلمہ طیبہ یا نعت خوانی کا ثبوت

جنازے کے آگے کلمہ طیبہ یا تسبیح و تہلیل یا درود شریف آہستہ آہستہ یا بلند آواز سے پڑھنا جائز اور میت و حاضرین کو مفید ہے اس پر قرآنی آیات و احادیث صحیحہ و اقوال فقہاء شاہد ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔  
الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا و علی جنوبہم۔  
**ترجمہ:** وہ لوگ جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے یا بیٹھے اور اپنی گردنوں پر۔

(پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۱۹۱)

اس کی شرح تفسیر روح البیان میں ہے۔

ای یذکرون دائما علی الحالات کلہا قائمین و قائدین و مضطجعین فان الانسان لا یخلو عن هذه الهيئات غالباً۔

**ترجمہ:** آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر حال میں ہمیشہ کھڑے بیٹھے لیٹے ذکر الہی کرتے ہیں کیونکہ انسان اکثر ان حالات سے خالی نہیں ہوتا۔  
(تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۸۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیر ابواسعد میں اسی کے ماتحت ہے۔ (پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۱۹۱)

والمراد تعمیم الذکر للاوقات و تخصیص الاحوال المذکورة لیس لتخصیص الذکر بہا بل لانہا الاحوال المعہودۃ الی لا یخلو عنہا الانسان۔

ترجمہ قریب قریب وہی ہے جو اوپر کیا گیا۔ تفسیر کبیر میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

المراد کون الانسان دائم الذکر لربہ فان الاحوال لیست الا هذه الثلاثہ ثم لما وصفہم بکونہم ذکرین فیہا کان ذلک ولیلاً علی کونہم مواظبین علی الزکر غیر فاترین عنہ۔

**ترجمہ:** اس کا ترجمہ بھی وہی ہے جو گزر چکا ہے۔ ابن عدی نے کامل میں اور امام زیلعی نے نصب الراية التخریج احادیث الہدایہ جلد دوم صفحہ ۲۹۲ مطبوعہ مجلس علمی ڈابھیل میں لکھا ہے۔

عن ابن عمر قال لم یکن یسمع من رسول اللہ ﷺ وهو یمشی خلف الجنازۃ الا قول لا الہ الا اللہ مبدیاً و راجعاً۔

(نصب الراية ج ۲ ص ۲۹۲ مطبوعہ دار اللمعة بیروت قاهرة مصر)

اگر یہ حدیث ضعیف بھی ہو۔ پھر بھی فضائل اعمال میں معتبر ہے۔ تحذیر الخیار علی رد المحتار مطبوعہ مصر صفحہ ۱۲۳ پر ہے۔

ولكن قد اعتاد الناس كثرة الصلوة على النبي ﷺ ورفع اصواتهم بذلك وهم ان منعوا ابت نفو سهم عن السكوت والتفكير فيقعون في كلام دنيوي وربما وقعوا في عيبه وانكار المنكر اذا قضى الى ما هوا عظم منكر اكان تركه احب لانه ارتكاب باخف المضرتين كما هو القاعدة الشرعية۔

(تحذیر الخیار علی رد المحتار ص ۱۲۳ مطبوعہ مصر)

اس آیت اور ان تفاسیر کی عبارات و احادیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ہر حال میں ذکر الہی کرنے کی اجازت ہے اور ہر طرح بلند آواز سے ہو یا آہستہ کرنے کی اجازت ہے۔ اب کسی موقع پر کسی ذکر سے ممانعت کرنے کے لئے کم از کم حدیث مشہور کی ضرورت ہے کیونکہ حدیث واحد اور قیاس مجتہد سے قرآنی عام کو خاص نہیں کیا جاسکتا۔ فقہاء تو بحالت جنابت و بحالت حیض بھی تلاوت قرآن کے علاوہ تمام ذکروں کو جائز فرماتے ہیں اور اگر قرآنی آیت بھی بغیر قصد تلاوت پڑھے تو جائز ہے (دیکھو عام کتب فقہ) تو جبکہ میت کو قبرستان لے جا رہے ہیں یہ بھی ایک حالت ہی ہے اس حالت میں بھی ہر طرح ذکر الہی جائز ہوا۔ قرآن فرماتا ہے۔

الا بذكر الله تطمئن القلوب۔

**ترجمہ:** خبردار ہو جاؤ کہ اللہ کے ذکر سے دل چین پاتے ہیں۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۱۳ آیت نمبر ۲۸)

اس کی تفسیر میں صاحب روح البیان فرماتے ہیں۔

فالْمُؤْمِنُونَ يَسْتَأْنِسُونَ بِالْقُرْآنِ وَذَكَرِ اللَّهِ الَّذِي هُوَ الْأَسْمُ الْأَعْظَمُ وَيُحِبُّونَ اسْتِمَاعَهَا وَالْكَفَّارُ يَفْرَحُونَ بِالْدُنْيَا وَيَسْتَبْشِرُونَ بِذِكْرِ غَيْرِ اللَّهِ۔

**ترجمہ:** پس قرآن سے اور اللہ کے ذکر سے (جو کہ اسم اعظم ہے) مسلمان انس لیتے ہیں اور اس کو سننا چاہتے ہیں اور کفار دنیا سے خوش ہوتے ہیں اور ذکر غیر اللہ سے سرور پاتے ہیں۔

اس آیت اور تفسیری عبارت سے معلوم ہوا کہ اللہ کا ذکر مسلمان کی خوشی و فرحت کا باعث ہے مگر کفار اس سے رنجیدہ ہوتے ہیں۔ بحمد اللہ میت بھی مسلمان ہے اور سب حاضرین بھی۔ سب کو ہی اس سے خوشی ہوگی۔ نیز میت کو اس وقت اپنے اہل و عیال سے چھوٹنے کا غم ہے یہ ذکر اس غم کو دور کرے گا۔ خیال رہے کہ اس آیت میں بھی ذکر مطلق ہے خواہ آہستہ ہو یا بلند آواز سے لہذا ہر طرح جائز ہوا محض اپنی رائے سے اس میں قید نہیں لگا سکتے منتخب کنز العمال جلد ہفتم صفحہ ۹۹ میں بروایت حضرت انس ہے اکثر وافی الجنائز قول لا اله الا الله مكتوبة كتاب الدعوات باب ذكر الله میں ہے۔

ان الله ملئكة يطوفون في الطرق يلتمسون اهل الذکر فاذا وجدوا قومًا يذكرون الله تنادوا هلموا الى حاجتكم قال فيحفو لهم باجنحتهم۔

**ترجمہ:** اللہ کے کچھ فرشتے راستوں میں چکر لگاتے ہیں ذکر اللہ کرنے والوں کو تلاش کرتے ہیں پس جبکہ کسی قوم کو ذکر الہی کرتے ہوئے پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ آؤ اپنے مقصد کی طرف پھر ان ذکرین کو پروں میں ڈھانپ لیتے ہیں الخ۔

(مکتوبۃ الصالح کتاب الدعوات باب ذکر اللہ افضل الاول ص ۱۹۷ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

لہذا اگر میت کے ساتھ لوگ ذکر اللہ کرتے ہوئے جائیں گے تو ملائکہ راستے ہی میں ملیں گے۔ اور ان سب کو اپنے پروں میں ڈھانپ لیں گے میت بھی ملائکہ کے پروں کے سایہ میں قبرستان تک جاویگا۔ خیال رہے کہ اس حدیث میں بھی ذکر مطلق ہے خواہ آہستہ ہو

یا بلند آواز سے۔ مشکوٰۃ اسی باب میں ہے۔

اذا مور تم برياض الجنة فارتعوا قالوا وما رياض الجنة قال خلق الذکر۔

**ترجمہ:** حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم جنت کے باغوں میں سے گزرو تو کچھ کھالیا کرو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ جنت کے باغ کیا ہیں؟ فرمایا کہ ذکر کے حلقے۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الدعوات باب ذکر اللہ الفصل الثانی ۹۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

اس سے ثابت ہوا کہ اگر میت کے ساتھ ذکر الہی ہوتا ہوا جاوے تو میت جنت کے باغ میں قبرستان تک جاوے گا۔ خیال رہے کہ یہاں بھی ذکر مطلق ہے آہستہ ہو یا بلند آواز سے اسی مشکوٰۃ میں اسی باب میں ہے کہ۔

الشیطن جائم علی قلب ابن ادم فاذا ذکر اللہ خنس۔

**ترجمہ:** شیطان انسان کے دل پر چمٹا رہتا ہے جب انسان اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ تو ہٹ جاتا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الدعوات باب ذکر اللہ الفصل الثالث ۹۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ اگر میت کو لے جاتے وقت ذکر اللہ کیا جاوے گا تو شیطان سے میت کو امن رہے گی یہاں بھی ذکر میں آہستہ یا بلند آواز کی کوئی قید نہیں۔ یہاں تک تو جنازہ کے آگے ذکر بالجہر کو دلالت ثابت کیا گیا۔ اب اقوال فقہاء ملاحظہ ہوں جس میں اس کی تصریح ملتی ہے۔ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں امام عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ اس مسئلہ کے متعلق تحقیق فرماتے ہیں کہ جن فقہاء نے جنازے کے ساتھ ذکر بالجہر کو منع فرمایا ہے وہ کراہت تنزیہی کی بنا پر ہے یا کراہت تحریمی کی بنا پر پھر فرماتے ہیں۔

لکن بعض المشائخ جوزو الذکر الجہری و رفع الصوف بالتعظیم قدام الجنازة وخلفها لتلقین المیت والاموات والاحیاء وتنبيه الغفلة والظلمة وازالة صداء القلوب وقسوتها یحب الدنيا وریاستها۔

**ترجمہ:** یعنی بعض مشائخ عظام نے جنازے کے آگے اور پیچھے بلند آواز سے ذکر کرنے کو جائز فرمایا تاکہ اس سے اس میت اور زندوں کو تلقین ہو اور غفلتوں کے دلوں سے غفلت اور سختی دنیا کی محبت دور ہو۔

(حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ ج ۲ ص ۳۰۸ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

لواقع الانوار القدسیہ فی بیان العہود والحمدیہ میں قطب ربانی امام شعرانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔

وکان سیدی علی الخواص رضی اللہ عنہ یقول اذا علم من الماشیین مع الجنازة انہم لا یتروکون اللغو فی الجنازة ویشتغلون باحوال الدنیا فینبغی ان تامرہم بقول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فان ذلك افضل من ترکہ ولا ینبغی للفقہ ان ینکر ذلك الا بنص او اجماع فان للمسلمین الاذن العام من الشارع بقول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کل وقت شاء واللہ العجب من عمی قلب من ینکر مثل هذا۔

**ترجمہ:** حضرت علی الخواص رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جب معلوم ہوا کہ جنازہ کے ساتھ جانے والے یہودہ باتیں نہیں چھوڑتے اور دنیاوی حالات میں مشغول ہیں تو مناسب ہے کہ ان کو کلمہ پڑھنے کا حکم دیں۔ کیونکہ یہ کلمہ پڑھنا نہ پڑھنے سے افضل ہے اور فقیہ عالم کو مناسب نہیں کہ اس کا انکار کرے مگر یا تو نص سے یا مسلمانوں کے اجماع سے اس لئے کہ شارع علیہ السلام کی طرف سے مسلمانوں کو کلمہ پڑھنے کا اذن عام ہے جس وقت بھی چاہیں۔ اور سخت تعجب ہے اس اندھے دل سے جو اس کا انکار کرے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۴۳۲ مطبوعہ رضافاؤنڈیشن لاہور)

امام شعرانی اپنی کتاب عہود المشائخ میں فرماتے ہیں۔

ولا نمکن احداً من اخواننا ینکر شیناً ابتدعها المسلمون علی جهة القرية وراہ حسناً لاسیما

ما كان متعلقا بالله ورسوله كقول الناس امام الجنازة لا اله الا الله محمد رسول الله او قراءة احد القرآن امامها ونحو ذلك فمن حرم ذلك فهو قاصر عن فهم الشريعة.

**ترجمہ:** ہم اپنے بھائیوں میں سے کسی کو یہ موقع نہ دیں گے کہ کسی ایسی چیز کا انکار کرے جس کو مسلمانوں نے ثواب سمجھ کر نکالا ہو اور اس کو اچھا سمجھا ہو خصوصاً وہ جو اللہ تعالیٰ و رسول علیہ السلام سے متعلق ہو جیسے کہ لوگوں کا جنازے کے آگے کلمہ طیبہ پڑھنا یا جنازے کے آگے کسی کا قرآن کریم وغیرہ پڑھنا جو شخص اس کو حرام کہے وہ شریعت سمجھنے سے قاصر ہے۔

(الحديقة النديّة شرح الطيّبة الحمدية المصنف الثالث ج ۲ ص ۳۰۹ مطبوعه مكتبة نوريه رضويه مکه)

پھر فرماتے ہیں۔

و كلمة لا اله الا الله محمد رسول الله اكبر الحسنات فكيف يمنع منها و تأمل احوال غالب الخلق الان فى الجنازة تجدهم مشغولين بحكايات الدنيا لم يعتبروا بالميت و قلبهم غافل عن جميع ما وقع له بل رءيت منهم من يضحك و اذا تعارض عندنا مثل ذلك و كون ذلك لم يكن فى عهد رسول الله ﷺ قدما ذكر الله عزوجل بل كل حديث لغو اولى من حديث ابناء الدنيا فى الجنازة فلو صاح كل من فى الجنازة لا اله الا الله محمد رسول الله فلا اعتراض -

**ترجمہ:** یعنی کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تمام نیکوں میں بہترین کی ہے پس اس سے کیوں منع کیا جاسکتا ہے اگر تم آج کل کے لوگوں کی غالب حالت میں غور کرو تو تم ان کو جنازے کے ساتھ ساتھ دنیاوی قصوں میں مشغول پاؤ گے ان کے دل میت سے عبرت نہیں پکڑتے اور جو کچھ ہو چکا اس سے غافل ہیں بلکہ ہم نے تو بہت سے لوگوں کو ہنستے ہوئے دیکھا اور جب لوگوں کا اس زمانہ میں ایسا حال ہے تو ہم کو اس پر عمل کر کے کہ یہ کلمہ پہلے زمانہ میں میت کے ساتھ پکار کر نہیں بلکہ اس کے جائز ہونے ہی کا حکم کرنا چاہیے بلکہ دنیا داروں کی باتوں سے ہر بات جنازے میں بہتر ہے پس اگر تمام لوگ بلند آواز سے جنازے کے ہمراہ لا الہ الا اللہ پڑھیں تو ہم کو کوئی اعتراض نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ج ۹ ص ۱۳۳-۱۳۵ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ جنازے کے ساتھ اگر بلند آواز سے ذکر کیا جاوے تو جائز ہے خصوصاً اس زمانہ میں جبکہ عوام میت کے ساتھ ہنستے ہوئے دنیاوی باتیں کرتے ہوئے جاتے ہیں اب تو بہت ہی بہتر ہے کہ ان سب کو ذکر الہی میں مشغول کرویا جاوے کہ ذکر الہی دنیاوی باتوں سے افضل ہے۔

## دوسرا باب

اس مسئلہ پر اعتراضات و جوابات میں

اس پر مخالفین کے حسب ذیل اعتراضات ہیں۔ انشاء اللہ اس سے زیادہ نہ ملیں گے۔

**اعتراض (۱).....**۔ جنازے کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنے کو فقہاء منع فرماتے ہیں چنانچہ عالمگیری جلد اول کتاب الجنازہ فصل فی حمل الجنازۃ میں ہے۔

وعلی متبعی الجنازة الصمت ویکره لهم رفع الصوت بالذكر وقرءة القرآن فان اراد ان يذكر الله  
 یذکره فی نفسه کذا فی فتاوی قاضی خان۔

**ترجمہ:** جنازے کے ساتھ جانے والوں کو خاموش رہنا واجب ہے اور بلند آواز سے ذکر کرنا اور قرآن پڑھنا مکروہ ہے اگر اللہ کا ذکر

کرنا چاہیں تو اپنے دل میں کریں۔

تو ان سراجیہ باب حمل الجنازہ میں ہے۔

ویکبرہ النیاح والصوت خلف الجنازۃ وفي منزل المیت رفع الصوت بالذکر وقرءة القرآن وقولہ کل حتی یموت ونحو ذلك خلف الجنازۃ بدعۃ۔

**ترجمہ:** جنازے کے پیچھے اور میت کے گھر میں نوحہ کرنا آواز نکالنا اور بلند آواز سے ذکر کرنا قرآن پڑھنا مکروہ ہے اور جنازے کے پیچھے یہ کہتے ہوئے جانا کہ ہر زندہ مرے گا بدعت ہے۔

در مختار جلد اول کتاب الجنازۃ مطلب فی فن المیت میں ہے کما کرہ فیہا رفع صوت بذكر او قرءة جیسے کہ جنازے میں بلند آواز سے ذکر کرنا یا قرأت کرنا مکروہ ہے۔ اس کے ماتحت شامی میں ہے۔

قلت واذا كان هذا في الدعاء فما ظنك بالغناء الحادث في هذا الزمان۔

جبکہ دعائیں اس قدر سختی سے تواب اس گانے کا کیا حال ہے۔ جو اس زمانہ میں پیدا ہو گیا ہے۔ ابن منذر نے اشراف میں نقل کیا کہ قال قيس ابن عبادۃ كان اصحاب رسول الله ﷺ يکبرهون رفع الصوت عند ثلث عند القتال وفي الجنازۃ وفي الذکر۔

**ترجمہ:** یعنی صحابہ کرام جہاد، جنازہ، ذکر میں بلند آواز ناپسند کرتے تھے۔ ان فقہی عبارات سے معلوم ہوا کہ میت کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنا منع ہے خصوصاً وہ گانا جس کو آج کل نعت خوانی کہتے ہیں وہ تو بہت ہی برا ہے (مخالفین کا یہ انتہائی اعتراض ہے)

**جواب:** فقہاء کی ان عبارات میں چند طرح گفتگو ہے اولاً یہ کہ انہوں نے جو میت کے ساتھ کرنا بالجہر کو مکروہ لکھا اس سے کراہت تنزیہی جائز میں داخل ہے یعنی اس کا کرنا تو جائز ہے مگر نہ کرنا بہتر دوسرے یہ کہ یہ حکم اس زمانے کے لئے تھا یا کہ ہر زمانہ کے لئے تیسرے یہ کہ مطلقاً بولنا منع ہے۔ یا کہ خاص ذکر بالجہر یا کہ نوحہ وغیرہ۔ چوتھے یہ کہ بلند آواز سے ذکر کرنا ہر شخص کو منع ہے یا کہ خاص اشخاص کو۔ جب یہ چار باتیں ہو جاویں تو مسئلہ بالکل واضح ہو جاویگا۔ حق یہ ہے کہ جن فقہاء نے میت کے ساتھ کرنا بالجہر کو مکروہ فرمایا۔ ان کی مراد مکروہ تنزیہی ہے چنانچہ شامی نے اسی منقولہ عبادت کے ساتھ ساتھ فرمایا۔

قيل تحريماً وقيل تنزيهاً كما في البحر عن الغایت وفيه عنها وينبغي لمن تبع الجنازۃ ان يطيل الصمت۔  
**ترجمہ:** کہا گیا ہے کہ مکروہ تحریمی ہے اور کہا گیا ہے کہ مکروہ تنزیہی جیسا کہ بحر الرائق میں غایت سے نقل کیا اسی بحر میں بروایت غایت ہے کہ جو شخص جنازے کے ساتھ جاوے اس کو بہتر ہے کہ خاموش رہے۔

جس سے معلوم ہوا کہ خاموش رہنا بہتر اور خاموش نہ رہنا بلکہ ذکر بالجہر کرنا بہتر نہیں جائز ہے۔ نیز کراہت تنزیہی اور تحریمی کی پہچان خود علامہ شامی نے مکروہات کی تعریف کرتے ہوئے بیان فرمائی۔ فرماتے ہیں۔ شامی جلد اول کتاب الطہارت مطلب تعریف المکتر وہ۔  
فحينئذ اذا ذكروا بمكروها فلا بد من النظر في دليله فان كان نهياً ظنياً يحكم بکراهة التحريم الا بصارف النهی عن التحريم الى النذب فان لم يكن الدليل نهياً بل كان مفيداً الترك الغير الجارم فلهي تنزيهية۔

**ترجمہ:** جب فقہاء مکروہ فرمادیں تو ضروری ہے کہ کراہت کی دلیل میں نظر کی جاوے اگر اس کی دلیل ظنی ممانعت ہو تو مکروہ تحریمی ہے سوائے کسی مانع کے اور اگر دلیل ممانعت نہ ہو بلکہ غیر ضروری ترک کا فائدہ دے تو کراہت تنزیہی ہے۔

(رد المحتار جلد اول کتاب الطہارۃ ج ۱ ص ۷۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر فقہاء کراہت کی دلیل میں کوئی شرعی ممانعت پیش فرمادیں تو کراہت تحریمی ہے ورنہ کراہت تنزیہی۔ اور جن فقہاء نے بھی اس ذکر بالجہر کو منع کیا ہے کوئی ممانعت کی حدیث یا آیت پیش نہیں کی۔ صرف شامی نے یہ دلیل بیان فرمائی کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے ان لا یسب المحدثین اللہ حد سے بڑھنے والوں کو محبوب نہیں رکھتا۔ جس کا ترجمہ فرمایا ای الجاہرین بالحد یعنی بلند آواز سے دعا کرنے والوں کو۔ معلوم ہوا کہ اس کی ممانعت کی کوئی صاف حدیث نہیں ملی۔ لہذا یہ مکروہ تنزیہی ہے اور مکروہ تنزیہی جائز ہوتا ہے۔ نیز امام شعرانی نے عہود مشارح میں اسی ذکر مع الجنائزہ کے لئے فرمایا وقد رجع النووی ان الکلام خلاف اولی امام نووی نے اس کو ترجیح دی کہ جنازے کے ساتھ کلام کرنا بہتر نہیں۔ شرح محمد یہ نے بیان فرمایا وهو مکبر علی معنی انہ تارک الاولی جنازے کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنا مکروہ ہے بایں معنی کہ خلاف اولیٰ ہے یعنی بہتر نہیں۔ بہر حال ماننا پڑے گا کہ جن فقہاء نے اس کو مکروہ کہا ان کی مراد مکروہ تنزیہی ہے دوسرے یہ کہ یہ ممانعت اس زمانے کے لئے تھی اب اس زمانہ میں چونکہ لوگوں کے حالات بدل گئے یہ حکم کراہت بھی بدل گیا۔ کیوں کہ اس زمانہ میں جو بھی جنازے کے ساتھ جاتا تھا وہ خاموش رہتا تھا اس سے عبرت پکڑتا تھا اہل میت کے ساتھ رنج و غم میں شرکت کرتا تھا اور شرعی مدعی بھی یہ ہے کہ میت کے جلوس میں لوگ عبرت حاصل کریں۔ سید علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

واذا حملت الی القبور جنازۃ فاسلم بآنک بعدھا محمول  
جب تم قبرستان کی طرف کوئی جنازہ لے جاؤ تو خیال رکھو کہ ایک دن تم کو بھی اسی طرح لے جائے گا اس حالت میں کچھ بھی بات کرنا خلاف حکمت تھا کہ بات کرنے میں دھیان بٹے گا۔ اور دل اور طرف متوجہ ہو جاوے گا۔ لہذا فقہاء نے فرمایا کہ اس حالت میں سکوت کرو۔ کتاب الاذکار مصنفہ امام نووی باب ما یقول الماشی مع الجنائزہ میں ہے۔  
والحکمة فیہ ظاہرۃ وہی انہ اسکن لخواطرہ واجمع لفکرہ فیما یتعلق بالجنائزۃ وهو المطلوب فی هذا الحال۔

مشکوٰۃ باب دفن المیت میں ہے کہ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم قبرستان میں میت دفن کرنے لے گئے و جلسنا معہ کان علی زو سنا الطیر (مشکوٰۃ المصابیح باب دفن المیت الفصل الثانی ۱۴۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی) تیاری قبر میں دیر تھی تو ہم اس طرح خاموش بیٹھ گئے جیسے کہ ہمارے سروں پر پرندے ہیں (پرندوں کا شکاری جب جال لگا کر بیٹھتا ہے تو بالکل خاموش رہتا ہے تاکہ آواز سے پرندے نہ اڑ جاویں۔ اب وہ زمانہ ہے کہ جنازے کے ساتھ جانے والے دنیاوی باتیں ہنسی مذاق مسلمانوں کی غیبتیں کرتے جاتے ہیں۔ اگر قبرستان میں کچھ دیر بیٹھنا پڑے تو خوش گپیاں اڑاتے ہیں۔ میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ کچھ کھیل کا مشغلہ کر کے دل بہلاتے ہیں تو ان کو ذکر الہی میں مشغول کر دینا ان بیہودہ باتوں سے بہتر ہے لہذا اب یہ بھی مستحب ہے کہ میت کے ساتھ سب لوگ کلمہ وغیرہ بلند آواز سے پڑھتے ہوئے جاویں۔ حالات بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں اور جو مفتی اپنے ال زمانہ کی حالت سے بے خبر رہے وہ جاہل ہے۔ امام شعرانی اپنی کتاب عہود مشارح میں فرماتے ہیں۔

وانما لم یکن الکلام والقراءۃ والذکر امام الجنائزۃ فی عہد السلف لانہم کانوا اذ امات لهم میت اشترکوا کلہم فی الحزن علیہ حتی کان لا یعرف قرابۃ المیت من غیرہ فکانوا لا یقدرون علی النطق الکثیر لماہم علیہ من ذکر الموت بل خروست السنتہم عن کل کلام فاذا وجدنا جماعۃ بهذا الصفة فلک یا اخی علینا لا تامرہم بقراءۃ ولا ذکر۔

ترجمہ: گزشتہ زمانہ میں جنازہ کے آگے بات کرنا قرآن پڑھنا ذکر کرنا اس لئے نہ تھا کہ جب کسی کا انتقال ہو جاتا تھا تو سارے

شرکاء رنج و غم میں شریک ہو جاتے تھے یہاں تک کہ میت کے اہل قرابت اور غیروں میں فرق نہ رہتا تھا اور اس قدر موت کا دھیان کرتے تھے کہ بولنے پر ان کو قدرت نہ رہتی تھی اور ان کی زبانیں گونگی ہو جاتی تھیں اگر ہم آج اس صفت کے لوگ پالیں تو ہم ان کو قرآن پڑھنے اور ذکر کرنے کا حکم نہ دیں گے۔

سبحان اللہ کیا نفیس فیصلہ فرمایا۔ کیجئے کیا آج کل لوگوں کا یہ حال ہے۔ حضرت شیخ عثمان بگیری شرح اہتہار کے حاشیہ جلد دوم میں فرماتے ہیں

(قوله وكره لفظ في الجنائزة) قوله لفظ ای رفع صوت ولو بقرآن او ذكر او صلوة علی النبی علیہ السلام۔

وهذا باعتبار ما كان في الصدر الاول والا فلان لا باس بذلك لانه شعار الميت لان تركه مزدرية به ولو قيل بوجوبه لم يبعد كما نقله المدابغی۔

**ترجمہ:** یعنی جنازے کے ساتھ شور کرنا مکروہ ہے خواہ یہ شور قرآن خوانی سے ہو یا ذکر اللہ سے یا درود خوانی سے۔ یہ حکم اس حالت کے لحاظ سے ہے۔ جو کہ پہلے زمانہ میں مسلمانوں کی تھی۔

(شرح اہتہار کے حاشیہ جلد دوم)

امام شعرانی نے عہود مشارخ میں فرمایا۔

فمما احدثه المسلمون واستحسنوه قولهم امام الجنائزة لا اله الا الله محمد رسول الله او وسيلتنا يوم العرض على الله لا اله الا الله محمد رسول الله۔

ونحوه ذلك فمثل هذا لا يجب انكاره في هذا الزمان لانهم ان لم اشتغلوا بذلك اشتغلوا بحديث الدنيا وذلك لان قلبهم فارغ من ذكر الموت بل رءيت بعضهم يضحك امام الجنائزة ويمزح۔

**ترجمہ:** ورنہ اس زمانہ میں اب اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ ذکر بالجہر میت کی علامت ہے اس کے چھوڑنے میں میت کی توہین لہذا اس کو اگر ضروری بھی کیا جاوے تو بھی بعید نہیں۔ جیسا کہ مدابغی علیہ الرحمۃ سے نقل فرمایا۔

مسلمانوں نے جس کام کو اچھا سمجھ کر ایجا کیا ہے وہ یہ ہے کہ جنازے کے آگے کہتے ہیں لا اله الا الله محمد رسول الله یا یہ کہتے ہیں کہ خدا کے سامنے قیامت کے دن ہمارا وسیلہ یہ ہے لا اله الا الله محمد رسول الله یا اسی طرح اور ذکر۔ اس زمانہ میں اس سے منع کرنا ضروری نہیں۔ کیونکہ اگر وہ لوگ اس ذکر میں مشغول نہ ہوئے تو دنیاوی باتیں کریں گے کیونکہ ان کے دل موت کی یاد سے خالی ہیں۔

(المہدۃ الندیہ شرح الطریقۃ أحمد یہ صفت الثالث ج ۲ ص ۳۰۹ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ کھمر)

بلکہ ہم نے تو بعض لوگوں کو جنازے کے آگے ہنستے ہوئے اور مذاق کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

امام شعرانی قدس سرہ نے جو اپنے زمانہ کا حال بیان فرمایا اس سے بدتر حال آج ہے۔ میں نے بعض جگہ دیکھا کہ قبر میں دیر تھی۔ لوگ علیحدہ علیحدہ جماعتیں بن کر بیٹھ گئے اور باتوں میں ایسے مشغول ہوئے کہ معلوم ہوتا تھا کہ بازار لگا ہوا ہے۔ بعض لوگ زمین پر لکیریں کھینچ کر کنکروں سے کھیلنا چاہتے تھے اس حالت کو دیکھ کر میں نے سب کو جمع کر کے وعظ کہنا شروع کر دیا۔ لوگوں کو تجھیز و تکفین کے احکام بتائے۔ اس سے یہ ہی بہتر تھا۔

**لطیفہ:-** مخالفین جنازے کے ساتھ ذکر اللہ کرنے کو تو بدعت اور حرام کہتے ہیں۔ مگر باتیں کرنا، کبھی مسائل بیان کرنا، کبھی شرک و بدعت کے فتوے سنانا، لوگوں کے آپس میں ہنسی مذاق کرنے کو نہ منع کرتے ہیں نہ اس کو برا کہتے ہیں۔ حالانکہ فقہاء بالکل خاموش رہنے کا

حکم دیتے ہیں۔ جیسا کہ اس اعتراض میں نقل کی ہوئی عبارات سے معلوم ہوا۔ یہ الٹی لنگا کیوں بدعتی ہے کہ کلام، سلام، ہنسی، مذاق، وعظ و فتادئی تو سب ناجائز۔ حرام ہے تو ذکر اللہ۔ خدا سمجھ دے۔

نوٹ ضروری:- شاید کوئی کہے کہ اسلامی احکام تو کبھی بدلنے نہیں پھر یہ تبدیلی کیسی؟ اس کا جواب ہم پہلے دے چکے ہیں کہ جو احکام کسی علت کے بدلنے سے بدل جائیں گے۔ جیسے کہ اول زمانہ میں نماز پڑھانے، تعلیم قرآن دینے وغیرہ پر اجرت لینا حرام تھی۔ اب جائز ہے۔ اسی طرح مقابر اولیاء اللہ پر چادریں ڈالنا اب ضرور نماز مانہ کے لحاظ سے جائز ہیں اسی طرح ماہ رمضان میں ختم قرآن پر دعائیں مانگنا جائز قرار دی گئیں۔ قرآن پاک میں آیات اور رکوع اور سورتوں کے نام لکھنا سلف زمانہ میں نہ تھا لیکن اب عوام کے فائدے کے لحاظ کر کے جائز قرار دیا گیا۔

عالمگیری کتاب الکراہیت باب آداب المصنف میں ہے۔

لاباس لکتابہ اسامی السور وعد الای وهو وان کان احدائاً فهو بدعة حسنة وکم من شنی کان احدائاً وهو حسن وکم من شنی یختلف باختلاف الزمان والمکان۔  
**ترجمہ:** سورتوں کے نام آیتوں کی تعداد لکھنے میں حرج نہیں۔ یہ اگرچہ بدعت ہے لیکن بدعت حسنہ ہے اور بہت سی چیزیں بدعت ہیں لیکن اچھی ہیں اور بہت سی چیزیں زمانہ اور ملک کے بدلنے سے بدل جاتی ہیں۔

(فتاویٰ عالمگیری کتاب الکراہیت باب آداب المصنف ج ۵ ص ۳۳۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس کی بہت تفصیل ہم پہلی بحثوں میں کر چکے ہیں۔ تیسرے یہ کہ کاٹھیاواڑ وغیرہ میں میت کے آگے اس طرح نعت شریف پڑھتے ہیں کہ سننے والے جان لیتے ہیں کہ کسی کا جنازہ جارہا ہے لہذا گھروں میں جو ہوتے ہیں وہ بھی جنازے کے لئے نکل آتے ہیں۔ تو یہ نعت خوانی میت کا اعلان بھی ہوا اور جنازے کا اعلان کرنا اس نیت سے لوگ نماز جنازے یا دفن میں شرکت کر لیں جائز ہے۔ چنانچہ درمختار دفن میت کی بحث میں ہے۔

ولاباس بنقله قبل دفنه وبالاعلام بموته و بارثہ بشعر او غیرہ۔

**ترجمہ:** یعنی میت کو دفن کرنے سے پہلے اس کو متعل کرنا اس کے جنازے کا اعلان کرنا میت کا مرثیہ پڑھنا خواہ اشعار میں ہو یا اس کے سوا جائز ہے۔

• (رد المحتار علی در المختار باب صلاة الجنازہ مطلب فی دفن میت ج ۱ ص ۶۶۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس کی شرح شامی میں ہے۔

ای اعلام بعضهم بعضاً لیقضوا حقه و کرہ بعضهم ان ینادی علیہ فی الاقة والا سواق والاصح انه لا یکرہ اذا لم یکن معه تنویہ بذکرہ۔

**ترجمہ:** یعنی جنازہ ہے کہ بعض لوگ کو خبر دیں تاکہ لوگ اس میت کے حق کو ادا کریں اور بعض لوگوں نے مکروہ جانا ہے کہ گلی کو چوں اور بازاروں میں اس کا اعلان کیا جاوے اور صحیح یہ ہے کہ یہ اعلان مکروہ نہیں ہے جبکہ اس اعلان میں میت کی زیادہ تعریف نہ ہو۔

(رد المحتار علی در المختار باب صلاة الجنازہ مطلب فی دفن میت ج ۱ ص ۶۶۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

جبکہ اعلان جنازہ کے لئے میت کا مرثیہ یا میت کے نام کا اعلان جائز ہے تو اعلان جنازہ کی نیت سے نعت شریف یا کلمہ طیبہ بلند آواز سے پڑھنا کیوں حرام ہے؟ کہ اس میں جنازے کا اعلان بھی ہے اور حضور علیہ السلام کی نعت بھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس جہر کو فقہاء منع فرماتے ہیں وہ ذکر بلا فائدہ ہے جبکہ اس سے کوئی فائدہ خاص ہو تو جائز ہے اسی لئے علامہ شامی نے اسی بحث میں تارخانہ سے نقل کیا۔



(رد المحتار علی در المختار باب صلاة الجنائز مطلب فی ذلک لیس ج ا من مطبوعه مکتبه رشیدیہ کوئٹہ)

ولا يكبر في طريقها ولا يتنفل قبلها مطلقاً وكذا لا يتنفل بعدها في مصلاها فانه مكروه عند العامة.

(در التخریج علی حاشیہ کشف الاستار باب العبدین ص ۱۱۵ مطبوعہ مطبع مجتہائی لاہور)

پھر فرماتے ہیں۔

(در المختار و علی حاشیہ کشف الاستار باب العیدین ص ۱۱۵ مطبوعہ مطبع مجبائی لاہور)

اس جواب کا خلاصہ یہ ہوا کہ اولاً تو یہ ممانعت کراہت تہذیبی کی بنا پر ہے دوم یہ کہ پہلے زمانہ کے لئے تھی اب یہ حکم بدل گیا۔ کیونکہ علت حکم بدل گئی۔ تیسرے یہ کہ چونکہ اس ذکر سے جنازہ کا اعلان ہے لہذا افاندے مند ہے جائز ہے۔ چوتھے یہ کہ یہ حکم خاص لوگوں کے لئے ہے عامۃ المسلمین اگر ذکر الہی کر س تو ان کو منع نہ کیا جاوے۔

**اعتراض (۲).....:** جنازے کے آگے بلند آواز سے ذکر کرنا ہندوؤں سے مشابہت ہے کیونکہ وہ چیخے جاتے ہیں رام رام ست ہے۔ اور تم بھی شور مچاتے ہوئے جاتے ہو۔ اور کفار سے مشابہت تا جائز ہے لہذا یہ منع ہے۔

**جواب:-** کفار جن کا نام پکارتے ہیں۔ اور ہم خدائے قدوس کا ذکر کرتے ہیں پھر مشابہت کہاں رہی۔ کفار بیت کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں ہم خدا کے نام پر۔ کفار گنگا سے گنگا کا پانی لے کر آتے ہیں۔ ہم مکہ معظمہ سے آب زمزم لاتے ہیں۔ یہ مشابہت نہ ہوئی نیز جو کام کہ کفار کے قومی یا مذہبی نشان بن گئے ہوں۔ ان میں مشابہت کرنا منع ہے نہ کہ ہر کام میں اگر کافر بھی اپنے جنازوں کے آگے کلمہ پڑھنے لگیں۔ تو شوق سے پڑھیں یہ اچھا کام ہے۔ اور اچھے کام میں مشابہت بڑی نہیں ہوتی۔

**اعتراض (۲):-** راستہ میں کلمہ طیبہ پڑھنا بے ادبی ہے کیونکہ وہاں گندگی وغیرہ ہوتی ہے لہذا یہ منع ہے۔

**جواب:-** یہ اعتراض محض لغو ہے۔ فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ راستوں میں چلتے ہوئے ذکر جائز ہے۔ ہاں جو جگہ نجاست ڈالنے کے لئے بنائی گئی ہو وہاں ذکر بالجہر منع ہے جیسے کہ پاخانہ یا گھورا (روڑی) شامی جابجہ قراءت عند لیت مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ میں ہے وفي القنيتہ لا باس بالفرة واکبوا ماشيا اذا لم يكن ذلك الموضع معدا للنجاسة سوار یا پیدل چلتے ہوئے قرآن پڑھنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ وہ جگہ نجاست کے لئے نہ بنائی گئی ہو۔ قرآن بغسل میں لے کر راستہ سے گزرتا جائز ہے اور پاخانہ میں لے جانا منع ہے۔ نیز بقرعید کے دن حکم ہے کہ عید گاہ کے راستے میں بلند آواز سے تکبیر تشریق کہتا ہوا جاوے۔ درمختار (باب صلوة العیدین میں ہے ویکبر جہراً اتفاقاً فی الطريق راستے میں بلند آواز سے تکبیر کہے۔ حالانکہ راستے میں نجاست وغیرہ ہوتی ہے۔ اسی طرح فقہاء فرماتے ہیں کہ حمام میں تسبیح و تہلیل بلند آواز سے جائز ہے۔ حالانکہ وہاں اکثر گندگی ہوتی ہے۔ عالمگیری کتاب الکراہیت باب الصلوة والتسبیح ج ۵ ص ۳۱۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ میں اور عمدة الابزار مجموع النوازل، خانہ، سراجیہ، ملقط تجنیس وغیرہ میں ہے واما التسبیح والتہلیل لا باس بذلك وان رفع صوته یعنی حمام میں تسبیح بلند آواز سے بھی جائز ہے۔

**اعتراض (۴):-** جنازے کے آگے بلند آواز سے ذکر کرنے میں گھر کی عورتیں اور بچے ڈر جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کو موت یاد آ جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ بیمار ہو جاتے ہیں لہذا بقاعدہ طبعی بھی یہ منع ہونا چاہیے۔

**جواب:-** قرآن فرماتا ہے۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب (پارہ ۱۳ سورہ ۱۳ آیت نمبر ۲۸) اللہ کے ذکر سے دل چین میں آتے ہیں مسلمانوں کو تو اس سے چین اور راحت ہوتی ہے۔ ہاں کفار ڈرتے ہوں گے۔ ان کو ڈرنے دو کفار تو اذان سے بھی ڈرتے ہیں تو کیا ان کا وجہ سے اذان بند کی جاوے گی۔ ہاں اگر کسی حاذق طبیب نے لکھا ہو کہ کلمہ طیبہ کی آواز وبا کے اسباب میں ہے تو پیش کیا جاوے لیکن وہ طبیب مسلمان اور حاذق ہو۔ کوئی دیوبندی یا کہ وہی طبیب نہ ہو وہی باتوں کا اعتبار نہیں۔ ثابت ہوا کہ میت کے آگے بلند آواز سے ذکر بہت بہتر اور باعث برکت ہے۔ مخالفین کے پاس بجز غلط فہمی کے اور کوئی اعتراض قوی نہیں۔ والحمد للہ علی ذلک۔



## خاتمہ کتاب

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اب تک جس قدر مسائل میں دیوبندی اختلاف کرتے ہیں ان کی تحقیق کر دی گئی۔ لیکن ان مسائل مذکورہ میں بہت سے مسائل وہ ہیں جن پر ایمان کا دار و مدار نہیں صرف کراہت اور استحباب میں ہی اختلاف ہے جس مسائل کی بنا پر عرب و عجم کے علماء نے دیوبندیوں کو کافر کہا وہ ان کے خلاف اسلامی عقائد ہیں۔ ہم مسلمانوں کی واقفیت کے لئے ان عقائد کی فہرست پیش کرتے ہیں اور ہر ایک کے مقابل میں اسلامی عقیدہ بھی بیان کرتے ہیں۔ اور ہم نے اس فہرست میں ان کا جو عقیدہ بیان کیا ہے وہ ان کی کتابوں میں چھپا ہوا موجود ہے اگر کوئی صاحب غلط ثابت کریں تو وہ انعام کے مستحق ہیں بعض صاحبوں کا اصرار تھا کہ ان عقائد باطلہ کی تردید بھی کر دی جاوے مگر اس وقت کا غرض مستیاب نہیں ہوتا۔ لہذا ہم انشاء اللہ اس کتاب کی دوسری جلد تیار کریں گے جس میں ان عقائد سے ہی بحث ہوگی۔ فی الحال صرف فہرست پیش کرتے ہیں۔

### دیوبندی عقائد

﴿1﴾..... خدا تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے (مسئلہ امکان کذب) براہین قاطعہ مصنفہ مولوی خلیل احمد صاحب انیسوی جہد المقل مصنفہ محمود حسن صاحب۔

﴿2﴾..... اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ جب چاہے غیب دریافت کرے۔ کسی ولی نبی جن فرشتے بھوت کو اللہ نے یہ طاقت نہیں بخشی۔ (تقویۃ الایمان مصنفہ مولوی اسماعیل صاحب دہلوی)۔

﴿3﴾..... خدا تعالیٰ کو جگہ اور زمانہ اور مرکب ہونے اور ماہیت سے پاک ماننا بدعت ہے۔ ایضاً الحق مصنفہ مولوی اسماعیل صاحب دہلوی۔

﴿4﴾..... خدا تعالیٰ کو بندوں کے کاموں کی پہلے سے خبر نہیں ہوتی۔ جب بندے اچھے یا برے کام کر لیتے ہیں تب اس کو معلوم ہوتا ہے بلغۃ الخیر ان صفحہ ۵۷ زیر آیت الا علی اللہ رزقہا کل فی کتب مبین (پارہ ۱۲ سورہ ۱۱ آیت نمبر ۶) مصنفہ مولوی حسین علی صاحب پھر انوالہ شاگرد مولوی رشید احمد صاحب۔

﴿5﴾..... خاتم النبیین کے معنی یہ سمجھنا غلط ہے کہ حضور علیہ السلام آخری نبی ہیں بلکہ یہ معنی ہیں کہ آپ اصل نبی ہیں باقی عارضی لہذا اگر حضور علیہ السلام کے بعد اور بھی نبی آجاویں تو بھی خاتمیت میں فرق نہ آویگا (تحذیر الناس مصنفہ مولوی محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند)۔ (تحذیر الناس ص ۴۲۔ ۵ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

﴿6﴾..... اعمال میں بظاہر امتی نبی کے برابر ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ بھی جاتے ہیں (تحذیر الناس مطبوعہ دارالاشاعت کراچی مصنفہ مولوی محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند)۔

﴿7﴾..... حضور علیہ السلام کا مثل و نظیر ممکن ہے۔ (یکروزی مصنفہ مولوی اسماعیل صاحب دہلوی مطبوعہ فاروقی صفحہ ۱۴۴)

﴿8﴾..... حضور علیہ السلام کو بھائی کہنا جائز ہے کیونکہ آپ بھی انسان ہیں (براہین قاطعہ مصنفہ مولوی خلیل احمد صاحب تقویۃ الایمان مصنفہ مولوی اسماعیل صاحب دہلوی)

﴿9﴾.....شیطان اور ملک الموت کا علم حضور علیہ السلام سے زیادہ ہے (براہین قاطعہ مصنفہ مولوی خلیل احمد صاحب)۔ (براہین قاطعہ ص ۵۵ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

﴿10﴾.....حضور علیہ السلام کا علم بچوں، پاگلوں، جانوروں کی طرح یا ان کے برابر ہے (حفظ الایمان مصنفہ مولوی اشرف علی صاحب)۔ (حفظ الایمان ص ۱۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

﴿11﴾.....حضور علیہ السلام کو اردو بولنا نہ رسد دیو بند سے آگیا (براہین قاطعہ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی مولوی خلیل احمد صاحب)

﴿12﴾.....ہر چھوٹا بڑا مخلوق (نبی غیر نبی) اللہ کی شان کے آگے چار سے بھی ذلیل ہے (تقویۃ الایمان مصنفہ مولوی اسماعیل صاحب)

﴿13﴾.....نماز میں حضور علیہ السلام کا خیال لانا اپنے گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر ہے (صراط مستقیم مطبوعہ ادارہ نشریات الاسلام قذافی مارکیٹ اردو بازار لاہور مصنفہ مولوی اسماعیل دہلوی)۔

﴿14﴾.....میں نے حضور علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ مجھے آپ بٹا صراط پر لے گئے اور کچھ آگے جا کر دیکھا کہ حضور علیہ السلام گرے جا رہے ہیں تو میں نے حضور کو گرنے سے روکا (بلغۃ النیر ان، مبشرات مصنفہ مولوی حسین علی صاحب شاگرد مولوی رشید احمد صاحب)۔

﴿15﴾.....مولوی اشرف علی صاحب نے بڑھاپے میں ایک کسن شاگردنی سے نکاح کیا۔ اس سے پہلے ان کے کسی مرید نے خواب میں دیکھا کہ مولوی اشرف علی کے گھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آنے والی ہیں جس کی تعبیر مولوی اشرف علی صاحب نے یہ کی کہ کوئی کسن عورت میرے ہاتھ آوے گی کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح جب حضور علیہ السلام سے ہوا۔ تو آپ کی عمر سات سال تھی وہ ہی نسبت یہاں ہے کہ میں بڑھا ہوں اور بیوی لڑکی ہے (رسالہ الامداد) مصنفہ مولوی اشرف علی صاحب ماہ صفر ۱۳۳۵ھ۔

## اسلامی عقائد

جھوٹ بولنا عیب ہے جیسے کہ چوری یا زنا کرنا وغیرہ اور رب تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے ومن اصدق من اللہ حدیثاً (پارہ ۵ سورہ ۳ آیت نمبر ۸۷)۔ (قرآن کریم) نیز خدا کی صفات واجب ہیں نہ کہ ممکن لہذا خدا کے لئے سکنا کہنا بے دینی ہے۔ خدائے پاک ہر وقت عالم الغیب ہے اس کا علم اس کی صفت ہے اور واجب ہے جب چاہے تب معلوم کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ نہ چاہے تو جاہل رہے یہ کفر ہے خدا کے صفات خدا کے اختیار میں نہیں وہ واجب ہیں نیز رب نے اپنے محبوبوں کی بھی علوم غیبیہ عطا کئے (قرآن کریم) خدائے قدوس جگہ اور زمانہ اور ترکیب و ماہیت سے پاک ہے نہ وہ کسی جگہ رہتا ہے نہ اس کی عمر ہے نہ وہ اجزاء سے بنا ہے اس کو دیوبندیوں نے بھی بے خبری میں کفر لکھ دیا (کتب علم کلام)

خدا تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز کا جاننے والا ہے اس کا علم واجب اور قدیم ہے جو ایک آن کے لئے کسی چیز سے اس کو بے علم مانے بے دین ہے۔ (عام کتب عقائد) دیوبندی خدا کے علم غیب کے بھی منکر ہیں تو اگر حضور علیہ السلام کے علم غیب کا انکار کریں تو کیا تعجب ہے۔

خاتم النبیین کے یہی معنی ہیں کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ ظہور یا بعد میں کسی اصلی، بروزی، مراقی،

مذاقی کا نبی بننا محال بالذات ہے۔ اسی معنی پر سب مسلمانوں کا اجماع ہے اور یہی ہی معنی حدیث نے بیان فرمائے جو اس کا انکار کرے وہ مرتد ہے۔ (جیسے کہ قادیانی اور دیوبندی)

کوئی غیر نبی خواہ ولی ہو یا غوث یا صحابی کسی کمال علمی و عملی میں نبی کے برابر نہیں ہو سکتا بلکہ غیر صحابی صحابی کے برابر نہیں ہو سکتا۔ صحابی کا کچھ جو خیرات کرنا ہمارے صد با من سونا خیرات کرنے سے بدرجہا بہتر ہے (حدیث)

رب تعالیٰ بے مثل خالق ہے اور اس کے محبوب بے مثل بندے وہ رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین ہیں۔ ان اوصاف کی وجہ سے آپ کا مثل محال بالذات ہے (دیکھو رسالہ امتناع النظر مصنفہ مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی)۔

حضور علیہ السلام کو الفاظ عام سے پکارنا حرام ہے اور اگر بہ نیت حقارت ہو تو کفر ہے (قرآن کریم) یا رسول اللہ یا حبیب اللہ کہنا ضروری ہے۔

نسبت خود بہ سگت کرد مرد و بس منفعل

زانکہ نسبت بہ سگت کوئی نو شد بے ادبی است

جو شخص کسی مخلوق کو حضور علیہ السلام سے زیادہ علم مانے وہ کافر ہے (دیکھو شفا شریف) حضور علیہ السلام تمام مخلوق الہی میں بڑے عالم ہیں۔ حضور علیہ السلام کے کسی وصف پاک کو ادنیٰ چیزوں سے تشبیہ دینا یا ان کے برابر بتانا صریح توہین ہے اور یہ کفر ہے۔

رب تعالیٰ نے ساری زبانیں حضرت آدم علیہ السلام کو تعلیم فرمائیں اور حضور علیہ السلام کا علم ان سے کہیں زیادہ ہے تو جو کہے کہ حضور علیہ السلام کو یہ زبان فلاں مدرسہ سے آئی وہ بے دین ہے۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے وکان عند اللہ وجیہا (پارہ ۲۲ سورہ ۳۳ آیت نمبر ۶۹) پھر فرماتا ہے واللہ العزۃ للہ ولرسولہ وللمؤمنین (پارہ ۲۸ سورہ ۶۳ آیت نمبر ۸) جو نبی کو خدا کے سامنے دلیل جانے وہ خود چمار ہے ذلیل ہے۔

جس نماز میں حضور علیہ السلام کی عظمت کا خیال نہ ہو وہ نماز ہی نامقبول ہے اسی لئے التحیات میں حضور علیہ السلام کو سلام کرتے ہیں۔ وہ بھی کوئی نماز ہے یا نہ ہو نماز ہو (دیکھو بحث حاضر و ناظر)۔

حضور علیہ السلام کے بعض غلام ہل صراط سے بجلی کی طرح گزر جائیں گے۔ اور ہل صراط پر پھسلنے والے لوگ حضور علیہ السلام کی مدد سے سنبھل سکیں گے آپ دعا فرمائیں گے رب سلم (حدیث) جو کہہ کہ میں نے حضور علیہ السلام کو صراط پر گرنے سے بچایا وہ بے ایمان ہے۔

حضور علیہ السلام کی ساری بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں (قرآن کریم) خصوصاً صدیقہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وہ شان ہے کہ دنیا بھر کی مائیں ان کے قدم پاک پر قربان ہوں کوئی کمین آدمی بھی ماں کو خواب میں دیکھ کر جو رو سے تعبیر نہ دے گا۔ یہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سخت توہین بلکہ اس جناب کے حق میں صریح گالی ہے اس سے زیادہ اور کیا بے ایمانی اور بے غیرتی ہو سکتی ہے کہ ماں کو جو رو سے تعبیر دی جاوے۔

عقائد دیوبندیہ کا یہ ایک نمونہ ہے اگر تمام عقائد بیان کئے جاویں تو اس کے لئے دفتر چاہیے حق یہ ہے کہ رافضیوں اور خارجیوں نے تو صحابہ کرام یا اہل بیت عظام ہی پر تمہار کیا۔ مگر دیوبندیوں کے قلم سے نہ خدا کی ذات بچی نہ رسول علیہ السلام اور نہ صحابہ کرام کی نہ ازواج مطہرات سب کی اہانت کی گئی اگر کوئی شخص کسی شریف آدمی سے کہے کہ میں نے تمہاری والدہ کو خواب میں دیکھا اور اس کو بیوی سے تعبیر کیا

تو وہ اس کو برداشت نہیں کر سکتا، ہم ان کے غلامان غلام اپنی صدیقہ ماں کے لئے یہ باتیں کس طرح برداشت کریں۔ صرف قائم ہاتھ میں ہے اس لئے مسلمانوں کو مطلع کر دیتے ہیں تاکہ مسلمان ان سے علیحدہ رہیں یا وہ لوگ ان عقائد سے توبہ کریں۔

میرے شاگرد صاحبزادہ بلند اقبال عزیزی مولوی سید محمود شاہ صاحب سلسلہ کا اصرار تھا کہ امکان کذب، امکان نظیر، دیوبندیوں کی عبارات کی توضیحوں پر بھی ہم کچھ گفتگو کریں مگر چونکہ اب کاغذ بالکل نہیں ملتا۔ اس لئے دیوبندیوں کے صرف عقائد پیش کر دیئے اور انشاء اللہ اسی کتاب کی دوسری جلد میں ان مذکورہ مسائل کی معرکہ آرا تحقیق کریں گے جس سے علمائے دیوبند کی منطق دانی کا بھی انشاء اللہ پتہ چل جائے گا۔ اور مولوی حسین احمد صاحب و مولوی مرتضیٰ حسن صاحب نے جو کچھ توجیہات عبارات کی ہیں ان کی حقیقت بھی معلوم ہو جائے گی انشاء اللہ ہم اہل سنت پر الزام ہے کہ ہم لوگ پیر پرست ہیں۔ نبی علیہ السلام کو اور اپنے پیروں کو خدا سے ملا دیتے ہیں۔ لہذا مشرک ہیں ہم دکھاتے ہیں کہ خود دیوبندی کس درجہ کے پیر پرست ہیں۔ اور یہ حضرات اپنے پیروں کو کیا سمجھتے ہیں۔ مولوی محمود الحسن صاحب نے اپنے شیخ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے مرثیہ میں لکھا ہے۔ شعر

تمہاری تربت انور کو دیکر طور سے تشبیہ  
کہوں ہوں بار بار رانی مری دیکھی بھی نادانی

مولوی رشید احمد صاحب کی قبر تو طور ہوئی اور مولوی محمود حسن صاحب رانی فرمانے والے موی ہوئے تو مولوی رشید احمد صاحب رب ہی ہوں گے؟ اس میں تو اپنے شیخ کو رب بتایا۔ اسی مرثیہ میں فرماتے ہیں۔ شعر

زبان پر اہل اہوا کی ہے کیوں اعلیٰ حیل شاید  
اٹھا دنیا سے کوئی بانی اسلام کا ثانی

اس میں مولوی رشید احمد صاحب کو بانی اسلام محمد رسول اللہ ﷺ کا ثانی کہا گیا پھر فرماتے ہیں۔

وہ تھے صدیق اور فاروق پھر کہیں عجب کیا  
شہادت نے تجھ میں قدم بوسی کی گر ثانی ہے  
اس میں ان کو صدیق اور فاروق بھی بتایا۔ پھر فرماتے ہیں۔

شعر قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں

عبید سود کا ان کے لقب ہے یوسف ثانی

مولوی رشید احمد صاحب کے کالے بندے ماشاء اللہ ایسے حسین ہیں کہ ان کو یوسف ثانی کا لقب دیا گیا۔ ناظرین غور فرمائیں کہ از خدا تا فاروق کو نہاد درجہ باقی رہا جو کہ رشید احمد صاحب کو نہ دیا گیا۔ تمام مرثیہ ہی قابل دید ہے اس میں یہ شعر بھی ہے۔

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا

اس مسیحائی کو دیکھیں ذرا ابن مریم!

اس شعر میں مولوی صاحب نے حضرت روح اللہ عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے مرشد سے مقابلہ کا چیلنج دیا ہے کہ اے عیسیٰ علیہ السلام آپ نے تو ایک کام ہی کیا یعنی مردوں کو زندہ کرنا۔ مگر میرے رشید احمد نے دو کام کئے مردوں کو زندہ کیا اور زندہ کو مرنے نہ دیا۔ یعنی اس میں رشید احمد صاحب کو عیسیٰ علیہ السلام سے افضل بتایا۔

مولوی اشرف علی صاحب ایک مرید نے مولوی صاحب موصوف کو لکھا کہ میں نے خواب کی حالت میں اس طرح کلمہ پڑھا لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ چاہتا تھا کہ کلمہ صحیح پڑھوں مگر یہی منہ سے نکلا تھا پھر بیدار ہو گیا۔ تو درود شریف پڑھا۔ تو یوں اللہ صلی علی سیدنا ونبینا و مولانا اشرف علی بیدار ہوں مگر دل بے اختیار ہے۔

اس کا جواب مولوی اشرف علی صاحب نے یہ دیا کہ اس واقعہ میں قسلی تھی کہ جس طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ قبیح سنت ہے۔ ۲۳ شوال ۱۳۳۵ھ ماخوذ از رسالہ الامداد باب ماہ صفر ۱۳۳۶ھ صفحہ ۳۵ غور کرنا چاہیے کہ مولوی اشرف علی صاحب کا کلمہ پڑھ لو اور ان پر درود پڑھو مگر بے اختیاری زبان کا بہانہ کر دو۔ سب جائز ہے۔ کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور کہے کہ بے اختیار زبان سے نکل گیا طلاق ہو جاتی ہے۔ یہ بہانا کافی ماننا نہ گیا۔ اور اس کو پیر کے قبیح سنت ہونے کی دلیل قرار دیا گیا۔

تذکرۃ الرشید صفحہ ۴۶ میں ہے کہ حاجی امداد اللہ صاحب نے خواب میں دیکھا کہ آپ کی بھانج اپنے مہمانوں کا کھانا پکا رہی ہیں کہ جناب رسول مقبول ﷺ تشریف لائے اور ان سے فرمایا کہ اٹھ تو اس قابل نہیں کہ امداد اللہ کے مہمانوں کا کھانا پکا دے۔ اس کے مہمان علماء (بہی دہندی) ہیں اس کے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا۔ (چشم بد دور)

مولوی اسماعیل صاحب دہلوی صراطِ مستقیم کے آخر میں اپنے مرشد سید احمد صاحب کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک دن اللہ تعالیٰ نے ان کا داہنا ہاتھ خاص اپنے دست قدرت میں پکڑا کہ امور قدسیہ سے بہت بلند اور نادر چیزیں ان کے سامنے پیش کیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ کا سید احمد کو صاحبِ حکم ہوا کہ جو شخص تیرے ہاتھ پر بیعت کرے گا اگرچہ وہ لکھو کھیا ہی کیوں نہ ہوں ہم ہر ایک کو کفایت کریں گے۔ اسی طرح صراطِ مستقیم میں اولیاء کا ذکر فرماتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اور ان کو انبیاء کے ساتھ وہی نسبت ہے جو چھوٹے بھائیوں کو بڑے بھائیوں سے کیونکہ ان کے درمیان میں من وجہ نبوت کا علاقہ ہے۔ اور من وجہ اخوت کا یعنی اولیاء اللہ میں نبوت موجود ہے معاذ اللہ کہیے آج تک کسی مرید نے اپنے پیر و مرشد کے لئے ایسی تعلیم نہ کی ہوں گی۔ مگر ان حضرات پر فتویٰ شرک ہے نہ حکم کفر نہ یہ قبر پرست کہلائیں گے۔ جو کچھ عرض کیا گیا۔ نہ تو اس سے اپنی علمی لیاقت کا اظہار منظور ہے نہ اپنی قابلیت دکھانا مقصود۔ میں کیا اور میری لیاقت کیا اور قابلیت کیا۔ یہ جو کچھ ہے حضرت مرشدی و استاذی قبلہ عالم حامی دین، ناصر مسلمین مولانا الحاج سید محمد نعیم الدین صاحب قبلہ مراد آبادی دام ظلہم الاقدس کے در کا صدقہ ہے مقصود صرف یہ ہے کہ اپنے دوست و دشمن کو بچانے دولت ایمان کو دینی راہزنوں سے محفوظ رکھیں اور کوشش کریں کہ دنیا سے ایمان سلامت لے جاویں اور جو بھی اس سے فائدہ اٹھائے۔ اس فقیر بے نوا کے لئے دعائے حسن خاتمہ کرے۔ مولیٰ تعالیٰ اسلام کا بول بالا فرماوے۔ مسلمانوں کو راہِ مستقیم پر قائم رکھے اور اس فقیر حقیر کے ان ٹوٹے پھوٹے الفاظ کو قبول فرماوے۔

آمین یا رب العلمین بجاہ حبیبک الروف الرحیم الکریم و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و ید عرشہ سیدنا و مولانا محمد و علی و آلہ و اصحابہ اجمعین برحمۃ و هو ارحم الرحمین۔

### ناچیز

احمد یار خاں نعیمی اشرفی اوجھانوی بدایونی

سرپرست مدرسہ غوثیہ نعیمیہ کجرات مغربی پاکستان

۶ ذیقعد روز ایمان افروز و شنبہ مبارک ۱۳۶۱ھ۔

اس کتاب کو لکھ چکنے کے بعد حضور امیر ملت قبلہ عالم محدث علی پوری دام ظلہم کا گرامی نامہ تشریف لا کر باعث عزت افزائی ہوا۔ جس میں ایک ایمان افروز نہایت باریک علمی نکتہ ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اور مجھے حکم ملا کہ وہ کتاب لکھ دوں۔ میں نہایت فخر سے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ جو لوگ حضور علیہ السلام کو اپنی طرح بشر کہتے ہیں وہ نور ایمانی سے بے بہرہ ہیں۔ حضور علیہ السلام کی شان تو بیان سے بازا تر ہے۔ جس چیز کو اس ذات گرامی سے نسبت ہو جاوے اس کی مثل کوئی نہیں ہو سکتا وہ بے مثل ہے۔ قرآن فرماتا ہے یا نساء النبی لستن کاحد من النساء (پارہ ۲۲ سورہ ۳۳ آیت نمبر ۳۲) اے نبی کی بیوی تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ معلوم ہوا کہ امت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بے مثل امت ہے۔ مدینہ منورہ بے مثل شہر۔ قبر انور کی زمین بیشل زمین۔ جو پانی سرکار علیہ السلام کی مبارک انگلیوں سے جاری ہوا وہ بے مثل پانی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پسینہ مبارک بے مثل پسینہ غرض کہ جس کو اس ذات کریم سے نسبت ہوئی۔ وہ بے مثل و بے نظیر ہے تو کیا وجہ ہے کہ منسوب الیہ ﷺ جن کی یہ ساری بہار ہے وہ بے مثل نہ ہوں۔ ذاکثر اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

مریم ازیک نسبت عیسیٰ عزیز	از سہ نسبت حضرت ذہرا عزیز
نور چشم رحمة للعالمین	آں امام اولین و آخرین
ہائونے آن ناجدار مل اتی	مرتضیٰ مشکل کشا شیر خدا
مادر آن مرکز ہر کار عشق	مادر آن قافلہ سالار عشق!
دشتہ آئین حق زنجیر باست	باس فرمان جناب مصطفیٰ است
ورنہ گورد نربش گوردید می	سجد ہا ہر خاک دے ہاشید می

فاطمہ زہرا اس لئے افضل ہیں کہ نبی کی لاڈلی ولی کی بیوی شہیدوں کی ماں ہیں رضی اللہ عنہا سبحان اللہ کیا طرز استدلال ہے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے خوب فرمایا۔

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ!  
ان سائیں انسان وہ انسان ہیں یہ  
قرآن بتاتا ہے کہ ایمان ہیں یہ  
ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم

احمد یار خاں اوجہر اتوی عفی عنہ



## قہر کبریا بر منکرین عصمت انبیاء

دیوبندیوں کی دریدہ دہنی اور توہین انبیاء نے لوگوں کو بارگاہ انبیاء بے ادبی کرنے پر دلیر کر دیا۔ ہندوستان میں ایک فرقہ وہ بھی پیدا ہو گیا۔ جو انبیاء کرام کو معاذ اللہ گنہگار بلکہ مشرک کا فر بھی کہتا ہے کہ وہ سب حضرات خاکش بدہن پہلے مشرک و کفار تھے۔ اور گناہ کبائر کے مرتکب بھی۔ پھر توبہ کر کے نبی ہوئے میرے پاس صرف چوب قلم ہے اور کچھ اوراق جس سے ان عقائد باطلہ کی تردید کرتا ہوں اور ناز کرتا ہوں کہ میری عزت و آبروزبان و قلم عظمت انبیاء کے لئے ڈھال بنے سیدنا حسان نے کیا خوب فرمایا۔

فان ابی ووالدنی و عرضی  
لعرض محمد منکر و قاء  
یہ رسالہ بہت دن ہوئے المفقیہ میں قسط وار شائع ہوا۔ مسلمانوں کے اصرار پر جاء الحق کے دوسرے ایڈیشن میں بطور ضمیمہ درج کرتا ہوں۔ رب تعالیٰ قبول فرما کر نافع خلایق بنائے اس میں ایک مقدمہ اور دو باب ہیں۔

مقدمہ: گناہ چند طرح کے ہیں۔ شرک کفر کبائر صفائر پھر صفائر دو قسم کے بعض وہ جو دناست اور ذلت طبع پر دلالت کرتے ہیں جیسے چوری کم تولنا وغیرہ۔ اور بعض ایسے نہیں۔ پھر ان گناہوں میں بھی دو نوعیتیں ہیں عہد اور سہو نیز انبیاء کرام کی بھی دو حالتیں ہیں۔ ایک ظہور نبوت سے پہلے کا وقت۔ دوسرے نبوت کے بعد، انبیاء کرام شرک کفر بدعتیں گمراہی اور ذلیل حرکتوں سے ہر وقت بفضلہ تعالیٰ معصوم ہیں کہ وہ حضرات نبوت سے پہلے اور اس کے بعد عہد سہو ایک آن کے لئے بھی بدعتیہ نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ عارف باللہ پیدا ہوتے ہیں مدارج اور مواہب میں ہے کہ آدم علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی ساق عرش پر لکھا ہوا پایا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس سے آدم علیہ السلام کا پیدائشی عارف باللہ ہونا بھی ثابت ہوا۔ اور بغیر استاذ پڑھا لکھا ہونا بھی کہ پیدا ہوتے ہی لکھی ہوئی تحریر پڑھ لی۔ عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی فرمایا۔

انی عبد اللہ اتنی الكتب وجعلنی نبیا۔

**ترجمہ:** میں اللہ کا بندہ ہوں کہ مجھے اس نے کتاب عطا فرمائی اور نبی بنایا۔

(پارہ ۱۶ سورہ ۹ آیت نمبر ۳۰)

نیز فرمایا۔

واوصنی بالصلوۃ والزکوۃ مادمیت حیا وبرا بوالدنی۔

**ترجمہ:** یعنی مجھے تائین حیات، نماز، زکوۃ کا حکم دیا اور میں اپنی والدہ سے سلوک کرنے والا بھی ہوں۔

(پارہ ۱۶ سورہ ۹ آیت نمبر ۳۱)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جناب مسیح بوقت پیدائش ہی حکمت نظری یعنی رب کی ربوبیت اپنی نبوت اور عطائے انجیل کو بھی جانتے تھے اور حکمت عملی، تہذیب اخلاق و تدبیر منزل سے بھی باخبر ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بچپن شریف میں ہی اپنی کافروم پر تو حید کی ایسی قوی حجت قائم فرمائی کہ سبحان اللہ آفتاب و چاند تاروں کے ڈوبنے اور ان کے حالات بدلنے کو ان کی مخلوقیت کی دلیل بنایا کہ تاروں کو دیکھ کر فرمایا ہذا ربی اے کافر کیا رب میرا یہ ہو سکتا ہے؟ اور ڈوبتا دیکھا کر فرمایا لا احب الاقلین کہ میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا بچپن شریف کی اس ساری گفتگو پاک پر بوعلی سینا اور فارابی کی ساری منطق قربان۔ اسی کو منطقی لوگ یوں بیان کرتے ہیں۔

للعالم معصوم وکل متغیر حادث لہذا العالم حادث پھر یوں کہتے ہیں کہ العالم حادث ولا شئی من الحوادث بمعبود فالعالم لم یس بمعبود اس طرز استدلال کو رب نے پسندیدگی کی سند بخش کر فرمایا وتلك حجتنا ابناھا ابراہیم علی قومہ حضور سید الانبیاء ﷺ نے پیدا ہوتے ہی سجدہ فرما کر امت کی شفاعت فرمائی (مدارج ومواہب) معلوم ہوا کہ رب کو اپنے کو اپنے مراتب کو اور اپنے درجات کو نیز امت مرحومہ کو جانتے پہچانتے پیدا ہوئے ہیں۔ بچپن میں بچوں نے کھیل کی رغبت دی۔ تو انہیں وہ جواب دیا کہ جس پر اسطو الاطون کی ساری حکمتیں قربان۔ وہ ہی ایک جواب انسانی زندگی کا اصل مقصد ہے فرمایا۔ ما خلقنا لہذا (۱) ہم اس لئے پیدا نہیں ہوئے رب نے اس کی تائید فرمائی کہ وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون (پارہ ۲۷ سورہ ۵۱ آیت نمبر ۵۶) خود فرماتے ہیں ﷺ کنت نبیا وادم بین الماء والطين ہم اس وقت نبی تھے جبکہ آدم علیہ السلام آب وگل میں جلوہ گر تھے۔ تفسیرات احمدیہ میں لایسنال عہدی الظلمین (پارہ ۱ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۲۳) کی تفسیر فرماتے ہیں۔ انہم معصومون عن الکفر قبل الوحی وبعده باجماع انبیاء کرام وحی سے پہلے اور وحی کے بعد کفر سے معصوم ہیں۔

(تفسیرات احمدیہ میں ۳۳ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کالسی روڈ کوئٹہ)

اس مختصر سی گفتگو سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام عارف باللہ پیدا ہوتے ہیں ان کا دامن عصمت گمراہی سے کبھی بھی داغدار نہیں ہو سکتا ہے گناہ ان کی تفصیل یہ ہے کہ انبیاء کرام ارادتا گناہ کبیرہ کرنے سے ہمیشہ معصوم ہیں کہ جان بوجھ کر نہ تو نبوت سے پہلے گناہ کبیرہ کر سکتے ہیں اور نہ اس کے بعد۔ ہاں لسیا نا خطا صادر ہو سکتے ہیں مگر اس پر قائم نہیں رہتے۔ بلکہ رب کی طرف سے انہیں متوجہ کر دیا جاتا ہے۔ اور وہ اس سے علیحدہ ہو جاتے ہیں گناہ صغائر میں سے ذلیل حرکتوں سے ہمیشہ معصوم کہ نبوت سے پہلے اور بعد ان سے کبھی بھی ایسی حرکتیں صادر نہیں ہوتیں جو دنائت اور جہنم پر رے پن پر دلات کریں اور وہ صغائر جو ایسے نہ ہوں انبیاء سے صادر ہو سکتے ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ یہ تفصیل ان امور میں ہے جن کا تعلق تبلیغ سے نہیں رہے احکام تبلیغیہ ان میں کی بیشی کرنے یا چھپانے سے انبیاء ہمیشہ معصوم ہیں کہ یہ حرکت ان سے نہ تو جان بوجھ کر صادر ہو نہ خطا یہ بھی خیال رہے کہ گناہوں کی یہ تفصیل دیگر انبیائے کرام کے لئے ہے کہ ان سے بعض گناہ صغیرہ صادر ہو سکتے ہیں مگر سید الانبیاء حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کے متعلق امت کا اجماع ہے کہ سے کبھی بھی کسی قسم کا گناہ صادر نہیں ہوا۔ یعنی ظہور نبوت سے پہلے اور اس کے بعد آپ نے کوئی بھی گناہ صغیرہ یا کبیرہ عمداً نہیں کیا۔ چنانچہ تفسیرات احمدیہ میں آیت لایسنال عہدی الظلمین کی تفسیر میں ہے

لا خلاف لاحد فی ان نبینا علیہ السلام لم یرتکب صغیرۃ ولا کبیرۃ طرفہ عین قبل الوحی وبعده کما ذکرہ ابو حنیفہ فی الفقہ اکبر۔

(تفسیرات احمدیہ میں ۳۳ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کالسی روڈ کوئٹہ)

تفسیر روح البیان آیت ما کنت قدری ما الکتب کی تفسیر میں ہے۔

یدل علیہ انہ علیہ السلام قیل لہ هل عبت ونا قط قال لا قیل هل شربت خمرأ قط قال لا فما زلت اعرف ان الذی ہم علیہ کفر۔

**ترجمہ:** یعنی حضور علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ نے کبھی بت پرستی کی تھی؟ فرمایا نہیں کیا آپ نے کبھی شراب استعمال فرمائی؟ فرمایا نہیں ہم تو ہمیشہ سے جانتے تھے کہ اہل عرب کے یہ عقیدے کفر ہیں۔

(تفسیر روح البیان ج ۸ ص ۶۳۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

## پہلا باب

### عصمت انبیاء کا ثبوت

عصمت انبیاء قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ اجماع امت دلائل عقلیہ سے ثابت ہے اس کا انکار وہ ہی کرے گا۔ جس کے پاس دل و دماغ کی آنکھیں نہ ہوں۔

قرآنی آیات (۱):۔ رب تعالیٰ نے شیطان سے فرمایا۔

ان عبادی لیس لك علیہم سلطان۔

**ترجمہ:** اے ابلیس میرے خاص بندوں پر تیری دسترس نہیں۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۵ آیت نمبر ۴۲)

(۲) شیطان نے خود بھی اقرار کیا تھا کہ

لا غوینہم اجمعین الا عبادك منهم المخلصین۔

**ترجمہ:** کہ اے مولیٰ میں ان سب کو گمراہ کر دوں گا سوا تیرے خاص بندوں کے۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۵ آیت نمبر ۳۵-۳۶)

معلوم ہوا کہ انبیاء کرام تک شیطان کی پہنچ نہیں اور وہ انہیں نہ تو گمراہ کر سکے اور نہ بے راہ چلا سکے پھر ان سے گناہ کیونکر سرزد ہوں تعجب ہے کہ شیطان تو انبیاء کو معصوم مان کر ان کے بہکانے سے اپنی معذوری ظاہر کرے مگر اس زمانہ کے بے دین ان حضرات کو مجرم مانیں۔ یقیناً یہ شیطان سے بدتر ہیں۔ (۳) یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

ما كان لنا ان نشرك بالله من شئی۔

**ترجمہ:** ہم گمراہ انبیاء کے لئے لائق نہیں کہ خدا کے ساتھ شریک کریں۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۱ آیت نمبر ۸۸)

(۴) حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا۔

وما ارید ان اخالفکم الی ما انہکم عنہ۔

**ترجمہ:** میں اس کا ارادہ بھی نہیں کرتا کہ جس چیز سے تمہیں منع کر دوں خود کرنے لگوں۔

(پارہ ۱۳ سورہ ۱۱ آیت نمبر ۸۸)

معلوم ہوا کہ انبیاء کرام شرک اور گناہ کرنے کا بھی ارادہ نہیں فرماتے یہی عصمت کی حقیقت ہے (۵) یوسف علیہ السلام نے فرمایا

وما ابری نفسی ان النفس لا مارة بالسوء الا ما رحمہ ربی (پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۵۳) یہاں یہ نہ کہا کہ میرا نفس برائی کا حکم کرتا ہے بلکہ یہ فرمایا کہ عام نفوس انسانوں کو برائی کا حکم کرتے ہیں سواں نفوس کے جن پر رب رحم فرمائے اور وہ نفوس انبیاء ہیں۔ معلوم ہوا کہ ان حضرات کے نفوس انہیں فریب دیتے ہی نہیں (۶) رب تعالیٰ فرماتا ہے ان الله اصطفى ادم ونوحا وال ابراهيم وال عمران علی العلمین (پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۳۳) جس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام سارے جہان سے افضل ہیں اور جہاں میں تو ملائکہ معصومین بھی داخل ہیں۔ ملائکہ کی صفت یہ ہے کہ لا یعصون الله ما امرهم (پارہ ۲۸ سورہ ۶۶ آیت نمبر ۶) وہ کبھی نافرمانی کرتے ہی نہیں۔ اگر انبیاء گنہگار ہوں تو ملائکہ ان سے بڑھ جائیں۔

(۷) رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

لا ینال عہدی الظلمین۔

(پارہ ۸ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۲۳)

ہمارا عہد نبوت ظالمین یعنی فاسقین کو نہ ملے گا۔ معلوم ہوا کہ فسق و نبوت جمع ہو سکتے ہی نہیں۔ قرآن کریم نے انبیاء کرام کے اقوال کو نقل فرمایا۔

لیس بی ضللة ولكنی رسول من رب العلمین۔

**ترجمہ:** اے میری قوم! مجھ میں بالکل گمراہی نہیں لیکن میں رب العلمین کا رسول ہوں۔

(پارہ ۸ سورہ ۷ آیت نمبر ۶۱)

لکنی سے معلوم ہوا کہ گمراہی اور نبوت کا اجتماع نہیں ہو سکتا کیونکہ نبوت نور ہے اور گمراہی تاریکی نور و ظلمت کا اجتماع ناممکن ہے۔  
احادیث (۱): مشکوٰۃ باب الوسوسہ میں ہے کہ ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان رہتا ہے جسے قرین کہا جاتا ہے۔ مگر میرا قرین مسلمان ہو گیا لہذا اب وہ مجھے نیک مشورہ ہی دیتا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان باب فی الوسوسہ ص ۱۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

(۲): اسی مشکوٰۃ باب الوسوسہ میں ہے کہ ہر بچے کو بوقت ولادت شیطان مارتا ہے مگر عیسیٰ علیہ السلام کو پیدائش میں چھو بھی نہ سکا معلوم ہوا کہ یہ دو بتغیر شیطانی وسوسہ سے محفوظ ہیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان باب فی الوسوسہ ص ۱۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

(۳) مشکوٰۃ کتاب الغسل سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرام کو خواب سے احتلام نہیں ہوتا کہ اس میں شیطانی اثر ہے بلکہ ان کی بیبیاں بھی احتلام سے پاک ہیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الغسل ص ۳۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

(۴) انبیاء کرام کو جہاں نہیں آتی کیونکہ یہ بھی شیطانی اثر ہے۔ اسی لئے اس وقت لا حول پڑھتے ہیں۔  
(۵) مشکوٰۃ شریف باب علامات نبوت میں ہے کہ حضور علیہ السلام کا سینہ مبارک چاک کر کے اس میں سے ایک پارہ گوشت نکال دیا گیا اور کہا گیا کہ یہ شیطانی حصہ ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کا نفس قدس یہ شیطانی اثر سے پاک ہے اور پھر اسے ہاء زمزم سے دھویا گیا۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب علامات نبوت الفصل الاول ص ۵۴۳ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

(۶) مشکوٰۃ شریف باب مناقب عمر میں ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ جس راستہ سے گزرتے ہیں وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔  
صحیح بخاری کتاب فضائل الصحابہ باب مناقب عمر بن الخطاب ج ۳ ص ۱۳۷ رقم الحدیث ۳۳۸۰ مطبوعہ دار القلم بیروت) (صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب مناقب عمر بن الخطاب ج ۳ ص ۱۸۶ رقم الحدیث ۲۳۹۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) (سنن الکبریٰ للنسائی ج ۵ ص ۳۱ رقم الحدیث ۸۱۳۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)  
معلوم ہوا جن پر پیغمبر کی نظر کرم ہو جائے وہ بھی شیطان سے محفوظ رہتے ہیں پھر خود ان حضرات کا کیا پوچھنا۔

اقوال علماء امت: ہمیشہ سے امت مصطفیٰ ﷺ کا عصمت انبیاء پر اجماع رہا سو فرقہ ملعونہ حشویہ کے کوئی اس کا منکر نہ ہوا چنانچہ شرح عقائد نسفی شرح فقہ اکبر تفسیرات احمدیہ تفسیر روح البیان مدارج النبوة مواہب لدنیہ شفا شریف نسیم الریاض وغیرہ میں اس کی تصریح ہے۔  
تفسیر روح البیان آیت ما کنت قدری ما الکتب الآیۃ (پارہ ۲۵ سورہ ۴۲ آیت نمبر ۵۲) کی تفسیر میں ہے فان اهل الوصول اجتمعوا علی ان الرسل علیہم السلام۔

كانوا مومنين قبل الوحي معصومين من الكبائر ومن الصغائر الموجبة لنفرة الناس عنهم قبل البعث وبعدها فضلا عن الكفر۔

**ترجمہ:** یعنی اس پر اتفاق ہے کہ انبیاء کرام وحی سے پہلے مومن تھے اور گناہ کبیرہ نیز ان صغائر سے جو نفرت کا باعث ہوں نبوت سے پہلے معصوم تھے اور بعد بھی چہ جائیکہ کفر۔

(تفسیر روح البیان ج ۸ ص ۲۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تفسیرات احمدیہ میں ہے۔

انہم معصومون عن الکفر قبل الوحي وبعده بالاجماع وكذا عن تعمد الكبائر عند الجمهور۔  
**ترجمہ:** انبیاء کرام کفر سے قبل وحی اور بعدہ بالاتفاق معصوم ہیں ایسے ہی عام علماء کے نزدیک دیدہ و دانستہ گناہ کبیرہ کرنے سے بھی معصوم ہیں۔

(تفسیرات احمدیہ ص ۳۳ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کائنی روز کوئٹہ)

غرض کہ امت مرحومہ کا اجماع انبیاء کرام کی عصمت پر ہے اور یہ بالکل ظاہر ہے اس کے لئے زیادہ عبارتیں نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔

**عقلی دلائل :-** عقل بھی چاہتی ہے کہ انبیاء کرام کفر و فسق سے ہمیشہ معصوم ہوں چند وجوہ سے۔ (۱) کفر یا تو عقائد کی بے خبری سے ہوتا ہے یا نفس کی سرکشی سے یا شیطان کے اغواء سے اور ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ انبیاء کرام عارف باللہ پیدا ہوتے ہیں نیز ان کے نفوس پاک ہیں اور وہ شیطانی اثر سے محفوظ ہیں۔ جب یہ تینوں وجہیں نہیں تو اب ان سے کفر اور فسق کیونکر سرزد ہو۔ (۲) فسق بھی نفس امارہ یا شیطان کے اثر سے ہے اور وہ حضرات ان دونوں سے محفوظ ہیں۔

(۳) فاسق کی مخالفت ضروری ہے اور نبی کی اطاعت فرض کہ بہر حال ان کی فرمانبرداری کی جائے اگر نبی بھی فاسق ہوں تو ان کی اطاعت بھی ضروری ہو اور مخالفت بھی اور یہ اجماع ضدین ہے۔

(۴) فاسق کی بات بلا تحقیق نہ مانی چاہیے رب تعالیٰ فرماتا ہے ان جاء کم فاسق ببناء فنبینوا (پارہ ۲۶ سورہ ۳۹ آیت نمبر ۶) اور نبی کی ہر بات ماننی فرض ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے ما کان لمومن ولا مومنتہ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لہم الخیرة (پارہ ۲۲ سورہ ۳۳ آیت نمبر ۳۶) اگر نبی بھی فاسق ہوں تو ان کی بات بلا تحقیق ماننا بھی ضروری اور نہ ماننا بھی۔ اور یہ اجماع نقیضین ہے۔

(۵) گنہگار سے شیطان راضی ہے اسی لئے وہ حزب الشیطان میں داخل ہے اور نیک کار سے رحمان خوش اسی لئے وہ حزب اللہ میں سے ہے اگر پیغمبر ایک آن کے لئے بھی گنہگار ہوں تو معاذ اللہ وہ شیطانی گروہ میں سے ہوں گے اور یہ ناممکن ہے۔

(۶) فاسق سے متقی افضل رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ اما نجعل المتقین کالفجار (پارہ ۲۳ سورہ ۲۸ آیت نمبر ۲۸) اگر نبی کسی وقت گناہ کریں اور اس وقت ان کا امتی نیکی کر رہا ہو تو لازم آوے گا کہ امتی اس گھڑی نبی سے افضل ہو اور یہ باطل ہے کہ کوئی امتی ایک آن کے لئے بھی نبی کے برابر نہیں ہو سکتا۔

(۷) بدعتیہ کی تعظیم حرام ہے حدیث میں ہے۔

من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی ہدم الاسلام۔

**ترجمہ:** جس نے بدعتیہ کی تعظیم کی اس نے اسلام ڈھانے پر مدد دی۔

اور نبی کی تعظیم واجب۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ وتعوذوہ وتوقروہ (پارہ ۲۶ سورہ ۳۸ آیت نمبر ۹) اگر نبی ایک آن کے لئے بے دین ہوں تو ان کی تعظیم واجب بھی ہو اور حرام بھی۔

(۸) گنہگاروں کی بخشش حضور کے وسیلہ سے ہے رب فرماتا ہے ولو انهم اذا ظلموا انفسهم جاء وك الایہ (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۶۴) اس آیت میں عام مجرمین کو بارگاہ مصطفویٰ میں حاضر ہو کر ان کے وسیلہ سے استغفار کرنے کی دعوت دی گئی۔ اگر خاکش بدہن آپ کا دامن عفت گناہوں سے آلودہ ہو تو تینا پھر آپ کا وسیلہ کون ہوگا؟ اور کس کے ذریعے آپ کی معافی ہوگی۔ جو سب مجرموں کا وسیلہ مغفرت ہو ضروری ہے کہ وہ جرموں سے پاک ہو اگر وہ بھی گنہگار ہو تو پھر ترجیح بلا مرجح کا سوال پیدا ہوگا اور دور یا تسلسل لازم ہوگا۔

(۹) قیمتی چیز قیمتی برتن میں رکھی جاتی ہے موتی کا ڈبہ بھی قیمتی ہوتا ہے سنہری زیورات کا بکس بھی قیمتی دودھ کا برتن بھی ہر گندگی و زشی سے محفوظ رکھا جاتا ہے تاکہ دودھ خراب نہ ہو جائے کارخانہ قدرت میں نبوت بڑی ہی انوکھی اور بے بہا نعمت ہے تو چاہیے کہ اس کا ظرف یعنی انبیاء کے دل کفر و فسق اور ہر قسم کی گندگی سے پاک و صاف ہوں اسی لئے رب نے فرمایا اللہ اعلم حیث يجعل رسالته (پارہ ۸ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۲۳) اللہ ہی ان نفوس کو جانتا ہے جو اس کی رسالت کے لائق ہیں۔

(۱۰) فاسق اور فاجر کی خبر بغیر گواہی قابل اعتماد نہیں۔ اگر انبیائے کرام بھی فاسق ہوتے تو انہیں اپنی ہر خبر پر گواہی پیش کرنا ہوتی حالانکہ ان کا ہر قول صد ہا گواہوں سے بڑھ کر ہے۔ حضرت ابو خزیمہ انصاری نے اونٹ کے متعلق یہ ہی تو کہا تھا کہ یا حبیب اللہ اونٹ کی تجارت جنت و دوزخ حشر و نشر سے بڑھ کر نہیں۔ جب ہم آپ سے سن کر ان پر ایمان لے آئے تو اس زبان سے سن کر یہ کیوں نہ مان لیں کہ واقعی آپ نے اونٹ لیا ہے۔ جس کے انعام میں حضور نے ان ایک کی گواہی دو کے برابر کر دی۔

## دوسرا باب

### عصمت انبیاء پر اعتراضات و جوابات

آئندہ اعتراضات کے تفصیلی جوابات سے پہلے بطور مقدمہ اجمالی جواب عرض کئے دیتا ہوں جس سے بہت سے اعتراضات خود بخود اٹھ جائیں گے وہ یہ کہ عصمت انبیاء قطعی و اجماعی مسئلہ ہے اور احادیث جن سے پیغمبروں کا گناہ ثابت ہے اگر متواتر اور قطعی نہیں بلکہ مشہور احاد ہیں وہ سب مردود کوئی بھی قابل اعتبار نہیں اگر چہ صحیح ہوں۔ تفسیر کبیر سورہ یوسف کی تفسیر میں ہے کہ جو احادیث خلاف انبیاء ہوں وہ قبول نہیں۔ راوی کو جھوٹا ماننا پیغمبر کو گنہگار ماننے سے آسان ہے اور وہ قرآنی آیات اور متواتر روایات جن سے ان حضرات کا جھوٹ یا کوئی اور گناہ ثابت ہوتا ہو سب واجب التاویل ہیں۔ کہ ان کے ظاہری معنی مراد نہ ہوں گے یا کہا جائے گا کہ یہ واقعات عطاءئے نبوت سے پہلے کے تھے۔ تفسیرات احمدیہ آیت لاینال عہدی الظلمین کی تفسیر میں ہے

واذا تقور هذا فما نقل عن الانبياء مما يشعر بكذب او معصيته فما كان منقولا بطريق الاحاد فمردود وما كان منقولا بطريق التواتر فمصرف عن ظاهره ان امكن والا فمحمول على ترك الاولى او كونه قبل البعث۔

(تفسیرات احمدی ص ۳۳ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کاشی روڈ کوئٹہ)

بلکہ مدارج النبوة شریف جلد اول باب چہارم میں تو فرمایا کہ اس قسم کی آستین تشابہات کی مثل ہیں۔ جن میں خاموشی لازم دیکھو رب تعالیٰ کا قدس، غنی، علیم، قادر مطلق بلکہ تمام صفات کمالیہ سے موصوف ہونا قطعی اجماعی ہے مگر بعض آستین ظاہری معنی کے لحاظ سے اس کے بالکل خلاف ہیں رب فرماتا ہے یخضعون للہ وھو خادعھم (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۱۳۲) وہ رب کو دھوکا دیتے ہیں رب انہیں اور فرماتا ہے مکروا مکرا اللہ انہوں نے مکر کیا اور اللہ نے اور فرماتا ہے فایضما تولوا فثم وجہ اللہ (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۱۱۵) جدھر تم منہ کرو ادھر ہی رب کا منہ ہے فرماتا ہے ید اللہ فوق یدہم (پارہ ۶ سورہ ۲۸ آیت نمبر ۱۰) ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے فرماتا ہے ثم استوی علی العرش (پارہ ۱۳ سورہ ۱۳ آیت نمبر ۲) پھر اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہو گیا۔ رب تعالیٰ چہرہ، ہاتھ، برابری مکر اور دھوکہ سے پاک اور منزہ ہے اور ان آیتوں میں بظاہر یہی ثابت ہو رہا ہے لہذا واجب ہے کہ ان میں تاویل کی جائے بلکہ ان کے حقیقی معنی خدا کے سپرد کئے جائیں جو کوئی ان آیتوں کی وجہ سے رب کو عیب دار مانے وہ بے ایمان ہے ایسے ہی جو کوئی بعض آیتوں کے ظاہری معنی کر کے انبیائے کرام کو فاسق یا مشرک جانے وہ بے دین ہے یہ ایک جواب ہی انشاء اللہ تمام اعتراضات کی جڑ کاٹ دے گا مگر پھر بھی ہم کچھ تفصیلی جواب عرض کئے دیتے ہیں۔

**اعتراض (۱).....:** ابلیس نے بھی سجدہ نہ کر کے خدا کی نافرمانی کی اور آدم علیہ السلام نے بھی گنہگار یہی جرم کیا۔ دونوں کو سزا بھی یکساں دی گئی کہ اسے فرشتوں کی جماعت سے اور انہیں جنت سے خارج کر دیا گیا جرم و سزا میں دونوں برابر ہوئے بعد میں آدم علیہ السلام نے توبہ کر کے معافی حاصل کر لی۔ ابلیس نے یہ نہ کیا معلوم ہوا کہ آپ معصوم نہ تھے۔ (مجدد شریعت کا پتھر)

**جواب :-** شیطان مجبور نہ کرنے میں مجرم بھی تھا اور سزا یاب بھی ہوا۔ آدم علیہ السلام گندم کھانے میں نہ گنہگار تھے اور نہ انہیں کوئی سزا دی گئی کیونکہ شیطان نے دیدہ دانستہ مجبور سے انکار ہی نہ کیا بلکہ حکم رب کو غلط سمجھ کر اس کے بالمقابل کھٹکھٹو کرنے کی ہمت کی کہ بولا خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ خَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ (پارہ ۲۳ سورہ ۳۸ آیت نمبر ۷۶) جس کی سزا میں فرمایا گیا کہ فَاخْرِجْ مِنْهَا فَالَاقَ وَاجِیْمٍ وَانْ عَلَیْكَ لَعْنَتِیْ اِلَیْ یَوْمِ الدِّیْنِ (پارہ ۲۳ سورہ ۳۸ آیت نمبر ۷۷-۷۸) گویا یہ زمین اس کے لئے کالے پانی کی طرح سزا کی جگہ تجویز کی گئی کہ وہ قیامت تک یہاں ذلیل و خوار اور حلال کے کوڑے کھاتا پھرے۔ آدم علیہ السلام کے متعلق قرآن کریم نے بار بار اعلان فرمایا کہ وہ بھول گئے انہوں نے گناہ کا ارادہ بھی نہ کیا فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عِزًّا (پارہ ۱۶ سورہ ۲۰ آیت نمبر ۱۱۵) کہیں فرمایا فَالْاِلهَیْمَا الشَّیْطٰنُ (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۳۶) کہیں فرماتا فَوَسْوَسَ لِهِمَا الشَّیْطٰنُ (پارہ ۸ سورہ ۷ آیت نمبر ۲۰) غرض کہ اس واقعہ کا ذمہ دار تو شیطان کو بنایا اور ان کے متعلق فرمایا کہ دھوکہ کھا گئے ان سے خطا ہو گئی دھوکہ یہ ہوا کہ ان سے رب نے فرمایا تھا کہ تم اس درخت کے قریب نہ جانا۔ شیطان نے کہا کہ آپ کو کھانے کی ممانعت نہیں۔ وہاں جانے سے روکا گیا ہے۔ آپ وہاں نہ چائے میں لا دیتا ہوں آپ کھا لیجئے گا۔ جھوٹی قسم کھا گیا کہ یہ پھل فائدہ مند ہے اور میں آپ کا خیر خواہ ہوں آپ سمجھے کہ کوئی بھی رب کی جھوٹی قسم نہیں کھا سکتا یا لائق رہا ممانعت تنزیہی سمجھے اس کی پوری تحقیق ہماری تفسیر کے پہلے پارہ میں اسی آیت کے ماتحت دیکھو۔ یہ تو عملوں میں فرق ہوا۔ اب رہا زمین پر آنا۔ رب تعالیٰ نے انہیں زمین ہی کی خلافت کے لئے پیدا کیا تھا کہ فرمایا اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۳۰) جنت میں تو کچھ روز اس لئے رکھا گیا تھا کہ وہاں کے مکانات اور باغات وغیرہ دیکھ کر اسی طرح زمین کو آباد کریں گویا وہ جگہ ان کی ٹریننگ کی تھی کسی کو ٹریننگ سکول میں ہمیشہ نہیں رکھا جاتا۔ ان کو رولا کر اس لئے بھیجا گیا کہ تمام فرشتوں نے سوائے گریہ و زاری ساری عبادتیں کی تھیں درود ہی تو وہ چیز ہے جس کی وجہ سے انسان ملائکہ سے افضل ہوا جنت کا بہانہ تھا درحقیقت

اپنے عشق میں رونا تھا۔ حسناں الابرار سیناں المقربین۔

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو  
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کردِ بیاں  
اے خیال یار کیا کرنا تھا اور کیا کر دیا  
تو تو پردہ میں رہا اور مجھ کو رسوا کر دیا

یہ راز وہ سمجھے جو لذت عشق سے واقف ہو۔ رب نے شیطان سے کہا تھا اخرج منها اور یہاں فرمایا گیا ابطوا منها جمیعاً (پارہ سورہ ۲ آیت نمبر ۳۸) جس میں بتایا گیا کہ تم کچھ عرصہ کے لئے زمین میں بھیجے جا رہے ہو۔ پھر اپنی کروڑہا اولاد کے ساتھ واپس نہیں آؤ گے یعنی دو جا رہے ہو اور کروڑوں کو ساتھ لاؤ گے۔ بزرگان دین فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے ہم کو جنت سے نہ نکلا۔ بلکہ ہم نے انہیں وہاں سے علیحدہ کیا کیوں کہ ان کی پشت شریف میں کفار فاسق سب ہی کی روحیں تھیں جو کہ جنت کے قابل نہ تھے حکم ہوا کہ اے آدم نیچے جا کر ان خبیثا کو چھوڑ آؤ۔ پھر آپ کی جگہ یہی ہے (مرقات باب الایمان بالقدر و روح البیان ج ۱ ص ۱۴۶-۱۴۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت آیت فاذلھما الشیطن (پارہ سورہ ۲ آیت نمبر ۳۶) (۲) شیطان کا زمین پر آنا پردیس میں آتا ہے مگر آدم علیہ السلام کا یہاں آنا پردیس میں آنا نہیں کیونکہ آدم جسم اور روح کے مجموعہ کا نام ہے اور ان کا جسم چونکہ زمین پر اور مٹی سے بنا لہذا زمین ان کا وطن جسم ہوئے اور عالم ارواح کو یا وطن روح و وطن روح سے وطن جسم کی طرف آئے جو انسان مرکز جنت میں گیا۔ وہ پردیس میں نہیں بلکہ وطن جسم سے وطن روح میں گیا۔ مگر شیطان کی پیدائش آگ سے ہے لہذا زمین اس کے لئے پردیس ہوا۔ (۳) اگر آدم علیہ السلام کا زمین پر آنا عذاب ہوتا تو یہاں انہیں خلیفہ نہ بنایا جاتا۔ ان کے سر پر تاج نبوت نہ رکھا جاتا ان کی اولاد میں انبیاء و اولیاء خصوصاً سید الانبیاء علیہ السلام پیدا نہ فرمائے جاتے طرم کو معافی دیکر قید سے نکالتے ہیں۔ شاہی محل میں لا کر پھر اس پر انعامات کی بارش کرتے ہیں نہ کہ جیل خانہ میں ہی رکھ کر حقیقت یہ ہے کہ بڑوں کی ظاہری خطا چھوٹوں کے لئے عطا ہوتی ہے دنیا اور یہاں کی ساری نعمتیں اس خطائے اول کا ہی صدقہ ہیں لطف یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کے لئے دانہ گندم خطا قرار دیا گیا۔ اور ان کی اولاد کے لئے وہی غذا تجویز ہوئی۔

**اعتراض (۲).....:** حضرت آدم وحواء نے اپنے ایک بیٹے کا نام عبدالمارث رکھا۔ حارث شیطان کا نام ہے اس کو قرآن کریم نے فرمایا فلما اتاهما صلحاً جعلالہ شرکاء (پارہ ۹ سورہ ۷ آیت نمبر ۱۹) جس سے معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام کا یہ کام بھی شرک تھا۔ ثابت ہوا کہ پیغمبر شرک بھی کر لیتے ہیں۔ حاکم کی روایت میں ہے کہ اس آیت میں حضرت آدم وحواء مراد ہیں۔

**جواب:-** آدم علیہ السلام اس قسم کے عیب سے پاک ہیں مقررہ نے اس آیت میں دھوکا دیا ہے بہت سے مفسرین فرماتے ہیں کہ **عَصَا** کا قائل نسی اور اس کی بیوی ہے کیونکہ **عَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلْ مِنْهَا زَوْجَهَا** (پارہ ۹ سورہ ۷ آیت نمبر ۱۸۹) کے معنی یہ ہیں کہ اے قریش رب نے تمہیں ایک جان یعنی قصی سے پیدا فرمایا۔ اور اس قصی کی بیوی اس کی جنس سے بنائی۔ قصی نے یہ غضب کیا کہ اپنے رب سے دعائیں کر کے بیٹا مانگا تھا۔ اور اس کا نام عبدالمحارث رکھ دیا (تفسیر خزائن العرفان وغیرہ) اس صورت میں کوئی اعتراض ہی نہیں اور بعض نے فرمایا **عَصَا** میں مضاف پوشیدہ ہے اور اس کا قائل اولاد آدم وحواء ہی ہیں یعنی آدم وحواء کی بعض اولاد نے شرک شروع کر دیا (دیکھو روح البیان و مدارک وغیرہ) اسی لئے آگے جمع کا صیغہ ارشاد ہوا۔ **فَتَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ** (پارہ ۹ سورہ ۷ آیت نمبر ۱۹۰) اگر یہ فعل حضرت آدم وحواء کا ہوتا تو بشر کان مشیہ کا صیغہ ارشاد ہوتا۔ نیز ایک معمولی سی خطا گندم کھا لیتے پر عتاب ہو گیا تھا تو چاہیے تھا کہ شرک



کرنے پر بڑا سخت عذاب ہوتا لیکن بالکل نہ ہوا۔ حاکم کی یہ روایت بالکل معتبر نہیں کیونکہ وہ خبر واحد ہے اور عصمت پیغمبر یقینی و قطعی۔

**اعتراض (۳)۔**.....:۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے فعصی ادم دبه فغوی (پارہ ۱۶ سورہ ۲۰ آیت نمبر ۱۲۱) آدم علیہ السلام نے رب کی نافرمانی کی پس گمراہ ہو گئے اس سے آدم علیہ السلام کا گناہ اور گمراہی دونوں معلوم ہوئے۔

**جواب:۔** یہاں مجازاً خطا کو عصیان فرمایا گیا اور غوثی کے معنی گمراہی نہیں بلکہ مقصود نہ پانا ہیں یعنی حیات دائمی کے لئے گنہم کھایا تھا وہ ان کو حاصل نہ ہوئی۔ بلکہ گنہم سے بجائے نفع کے نقصان ہوا یعنی اپنے مقصد کی طرف راہ نہ پائی۔ دیکھو روح البیان یہی آیت۔ جب رب نے ان کے بھول جانے کا بار بار اعلان فرمایا تو عصی سے گناہ ثابت کرنا کلام اللہ میں تعارض پیدا کرتا ہے۔

**اعتراض (۴)۔**.....:۔ ابراہیم علیہ السلام نے چاند سورج بلکہ تاروں کو اپنا خدا مانا کہ فرمایا خدا ربی اور یہ مریجی شرک ہے معلوم ہوا کہ آپ نے پہلے شرک کیا پھر توبہ کی۔

**جواب:۔** اس کا جواب مقدمہ میں گزرا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے بطریق سوال فرمایا کہ کیا یہ میرا رب ہے پھر خود ہی اس کا جواب مع دلیل بھی ارشاد کیا کہ لا احب الا فلین (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۷۶) کیونکہ اس سے پہلے ارشاد ہوا و کذلک نری ابراہیم ملکوت السموت والارض ولیکون من الموقنین (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۷۵) پھر ستارے دیکھنے کا واقعہ بیان ہوا اور بعد میں فرمایا و تلک حببتنا الینہا ابراہیم علی قومہ (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۸۳) اس ترتیب سے معلوم ہوا کہ ملکوت عالم دیکھنے کے بعد ستاروں کا واقعہ ہوا اور رب نے اس کلام کی تعریف فرمائی۔ اگر یہ بات شرک تھی تو تعریف فرمانا کیسا؟ پھر تو سخت عتاب ہونا چاہیے تھا۔

**اعتراض (۵)۔**.....:۔ ابراہیم علیہ السلام نے تین بار جھوٹ بولا کہ آپ تندرست تھے مگر قوم سے فرمایا انی مسقیم (پارہ ۲۳ سورہ ۳۷ آیت نمبر ۸۹) میں بیمار ہوں خود توڑا مگر قوم کے پوچھنے پر فرمایا بل فعلہ کبیر ہم ہذا (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۶۳) اس سے بڑے بت نے یہ کام کیا اپنی بیوی سارہ کو فرمایا ہذا اختی یہ میری بہن ہیں اور یقیناً جھوٹ بولنا گناہ ہے معلوم ہوا کہ آپ معصوم نہیں۔

**جواب:۔** اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ بحالت مجبوری جبکہ جان کا خطرہ ہو تو جھوٹ گناہ نہیں حتیٰ کہ ایسی مجبوری میں منہ سے کفر بھی نکال دینے کی اجازت ہے الا من اکره و قلبه مطمئن بالايمان (پارہ ۱۲ سورہ ۱۶ آیت نمبر ۱۰۶) جن موقعوں پر آپ نے یہ کلام فرمائے وہاں یا تو خطرہ جان تھا یا خطرہ عصمت تھا وہ عالم بادشاہ آپ سے حضرت سارہ کو جبراً چھیننا چاہتا تھا اور دوسرے موقعوں پر آپ کو خطرہ جان تھا اس لئے یہ فرمایا (روح البیان آیت بل فعلہ کبیر ہم) لہذا یہ فعل گناہ نہ ہوا دوسرے یہ کہ ان میں سے کوئی کلام جھوٹ نہیں بلکہ اس میں بعید معنی مراد لئے گئے ہیں جسے تو یہ کہتے ہیں تو یہ ضرورتاً جائز ہے نبی کریم ﷺ نے ایک بڑھیا سے فرمایا کہ کوئی بڑھیا جنت میں نہ جائے گی دیکھو ایک شخص نے اونٹ مانگا تو فرمایا کہ تجھے اونٹنی کا بچہ دوں گا۔ ایک صحابی کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اس غلام کو کون خریدتا ہے؟ وغیرہ (مشکوٰۃ باب المزاح) حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو بہن فرمانے سے وہ بی بی بن مراد تھی نہ کہ کسی۔ جیسے کہ داؤد علیہ السلام کے پاس دو فرشتے پیشکش مدعی مدعی علیہ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہذا اخسی لہ تسع و تسعون فعجلنا پارہ ۲۳ سورہ ۳۸ آیت نمبر ۲۳) یہ میرا بھائی ہے جس کے پاس ۹۹ بکریاں ہیں یہاں بھائی اور بکریوں کے مجازی معنی مراد ہیں ایسے ہی آپ کا یہ فرمانا کہ انی سقیم اس کے معنی ہیں میں بیمار ہونے والا ہوں نہ کہ فی الحال بیمار جیسے انک میت و انھم میتون (پارہ ۲۳ سورہ ۳۹ آیت نمبر ۳۰) یا سقیم سے دلی بیماری یعنی ناراضی درغ مراد ہے یعنی میرا دل تم سے ناراض ہے اسی طرح بل فعلہ کبیر ہم میں کبیر سے اللہ تعالیٰ مراد ہے اور ہذا سے اسی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ کفار رب تعالیٰ کو بڑا خدا اور بتوں کو چھوٹے معبود سمجھتے تھے یعنی یہ کام اس رب کا ہے جسے تم ان سب

سے بڑا سمجھتے ہو نبی کا کام رب کا ہی کام ہے وہ سمجھے کہ اس بڑے سے بڑا بت مراد ہے یا فعلہ شک کے طریقہ پر فرمایا یعنی بڑے بت نے کیا ہوگا اور شک انشاء ہے جس میں جھوٹ سچ کا احتمال نہیں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ رب نے یہ واقعات بیان فرماتے ہوئے ابراہیم علیہ السلام پر کوئی عتاب نہ فرمایا بلکہ انہیں پسندیدگی کی سند عطا فرمائی۔ چنانچہ بت فکسنی کے بیان سے پہلے فرمایا۔ ولقد اتینا ابراہیم رشده الایۃ (پارہ ۷ سورہ ۲۱ آیت نمبر ۵۱) معلوم ہوا کہ آپ کا یہ فعل رشد و ہدایت تھا اور ظاہر ہے کہ جھوٹ رشد نہیں۔ بیماری کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا اذ جاء ربہ بقلب سلیم اذ قال لا بیہ الاۃ (پارہ ۲۳ سورہ ۳۷ آیت نمبر ۸۳-۸۵) جس سے معلوم ہوا کہ یہ کلام سلامت طبیعت پر دلالت کرتا ہے اور جھوٹ بیماری ہے نہ کہ سلامتی۔

**اعتراض (۶).....:-** داؤد علیہ السلام نے پرانی عورت یعنی اوریا کی بیوی کو نظر بد سے دیکھا جس کا واقعہ سورہ ص میں ہے اور یہ فعل یقیناً جرم ہے۔

**جواب:-** مورخین نے داؤد علیہ السلام کے قصہ میں کچھ زیادتی کر دی ہے اور جو کچھ احادیث احادیث میں ہے وہ بھی نامقبول۔ اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا تھا کہ جو کوئی داؤد علیہ السلام کا قصہ قصے کہانیوں کی طرح بیان کریگا میں اسے ایک سو ساٹھ کوڑے لگاؤں گا یعنی تہمت کی سزا ۸۰ کوڑے ہیں اور اس کو دگنے لگیں گے (روح البیان سورس قصہ داؤد واقعہ صرف یہ تھا کہ ایک شخص اور یانے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا۔ داؤد علیہ السلام نے بھی اسے پیغام پر پیغام دے دیا۔ اس نے آپ کے ساتھ نکاح کر لیا۔ اور یہ شخص نکاح نہ کر سکا چنانچہ تفسیرات احمدیہ آیت لابنال عہدی الظالمین کی تفسیر میں ہے وعن داؤد بكونه اقدماً علی الفعل المشروع وهو نکاح المخطوبة لادریا لانظره منکوحہ۔

(تفسیرات احمدیہ ص ۳۳ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کانسی روڈ کوئٹہ)

مگر چونکہ اس جائز کام سے بھی نبوت کی شان بلند و بالا ہے اس لئے رب تعالیٰ نے ان کے احترام کو زیادہ فرماتے ہوئے دو فرشتوں کو ایک فرضی مقدمہ لے کر بھیجا اور انہوں نے اپنی طرف نسبت کر کے آپ سے فیصلہ کرا کر اشارتاً سمجھا دیا۔ سبحان اللہ کیا شان ہے اور انبیاء کا رب تعالیٰ کے ہاں کتنا احترام ہے کہ نہایت عمدہ طریقہ سے انہیں معاملہ سمجھایا گیا۔ رب تو ان کی عظمت فرمائے اور یہ بے دین ان حضرات پر نظر بد کا اتہام لگائیں خدا کی پناہ۔

**اعتراض (۷).....:-** یوسف علیہ السلام نے عزیز کی بیوی زلیخا سے گناہ کا ارادہ کیا جسے رب فرما رہا ہے ولقد همت به وهم بها لولا ان راہرہان وہ (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۲۳) یعنی زلیخا نے یوسف علیہ السلام کا ارادہ نہیں کرنے لیا اگر اپنے رب کی برحمانہ نہ دیکھتے تو نہ دیکھو تو معلوم کیا ہو جاتا۔ دیکھو کتنا بڑا گناہ تھا جو یوسف علیہ السلام سے صادر ہوا؟

**جواب:-** یوسف علیہ السلام ارادہ گناہ تو کیا اس خیال سے بھی محفوظ رہے جو کہے کہ انہوں نے اس کا ارادہ کر لیا تھا وہ کافر ہے روح البیان میں اسی آیت کی تفسیر میں ہے فمن نسب الى الانبياء الفواحش كالعزم على الزنا ونحوه الذي يقوله الحشويته كقوله لانه شتم لهم كذا في القنية (تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۳۰۹-۳۱۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) رہا تمہارا اعتراض اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کی دو تفسیریں ہیں ایک یہ کہ ولقد همت به پردف کرد اور ہم بھا سے علیحدہ آیت شروع ہو۔ معنی یہ ہوئے کہ بے شک زلیخا نے یوسف علیہ السلام کا قصد کر لیا اور وہ بھی قصد کر لیتے اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھتے۔ اب کوئی اعتراض نہ رہا یہ معنی ثقا و عقدا ہر طرح صحیح ہیں خازن نے فرمایا کہ اصل عبارت یہ ہے ولولا ان رء برهان ربه لهم بھا۔ مدارک شریفہ جس سے یہ کہ

ومن حق القاری اذا قدر خروجه من حکم القسم وجعله کلاماً بواسه ان یقف علی به ویبتدی بقوله وهم بها۔  
(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۶۰۱ مطبوعہ مکتبہ القرآن والسنۃ پشاور)

قاری کو چاہیے کہ بہ پردق کرے اور ہم بھاسے آیت شریع کرے اور یہی بات قرین قیاس بھی ہے کیونکہ قرآن کریم نے اس مقام پر زلیخا کی توتاریاں بیان فرمائیں و غلقت الابواب و قالت هبت لك (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۲۳) کہ اس نے آپ کو ہر طرح راغب کرنے کی کوشش بھی کی اور بلایا بھی دروازہ بھی بند کر لیا۔ مگر یوسف علیہ السلام کی بیزاری نفرت و عصمت کا ہی ذکر فرمایا۔  
قال معاذ الله انه ربي احسن مثنواي انه لا يفلح الظلمون۔

**ترجمہ:** خدا کی پناہ وہ میرا رب ہے اس کے مجھ پر احسانات ہیں ایسی حرکت ظلم ہے اور ظالم کامیاب نہیں۔

(پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۲۳)

اور پھر فرمایا كذلك لنصرف عنه السوء والفحشاء (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۲۴) فشاء سے زنا اور سوء سے ارادہ زنا مراد ہے معلوم ہوا کہ رب نے ارادہ زنا سے بھی ان کو محفوظ رکھا۔ آخر کار زلیخا نے بھی یہی کہا کہ۔  
الان حصحص الحق انار اودقه عن نفسه و انه لمن الصديق۔  
**ترجمہ:** کہ میں نے ہی انہیں رغبت دینے کی کوشش کی تھی۔

(پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۵۱)

وہ تو سچے ہیں بلکہ شیر خوار بچے سے بھی ان کی پاکدامنی اور زلیخا کی خطا کاری کی گواہی دلوادی کہ وشهد شاهد من اهلها (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۲۶) عزیز مصر نے بھی یہی کہا۔ ابوسف اعرض عن هذا واستغفر لي لذنبك انك كنت من الناصطين (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۲۹) اے زلیخا تم اپنے گناہ سے توبہ کرو تم ہی خطا کار ہو دیکھو شیر خوار بچے عزیز مصر خود زلیخا بلکہ خود رب تعالیٰ نے ان کے بے گناہ ہونے پر گواہیاں دیں۔ اگر زلیخا کی طرح وہ بھی ارادہ گناہ کر لیتے تو آپ بھی ملزم ہوتے اور یہ گواہیاں غلط ہو جاتیں اور وہاں صرف یہ ہوتا کہ زلیخا نے جرم کی ابتداء کی مگر بعد میں آپ بھی اس میں شریک ہو گئے۔ نیز اگر یوسف علیہ السلام نے ارادہ زنا کیا ہوتا تو ان کی توبہ اور استغفار کا ذکر ضرور آتا۔  
تفسیر مدارک میں ہے۔

ولانه لو وجد منه ذلك لذكرت توبته واستغفاره۔

(تفسیر مدارک ج ۱ ص ۶۰۱ مطبوعہ مکتبہ القرآن والسنۃ پشاور)

غرض کہ اس آیت کے یہ معنی کرنا بہت بہتر ہیں کہ وہ بھی ارادہ کر لیتے اگر رب کی برحمانہ دیکھے تفسیر کبیر نے فرمایا لولا کا جواب اس پر مقدم بھی ہو سکتا ہے جیسے آیت میں ہے ان کادات لبدي به لولا ان ربطنا على قلبها (پارہ ۲۰ سورہ ۲۸ آیت نمبر ۱۰) (تفسیر کبیر آیت ولقد همت به پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۲۴) دوسری تفسیر یہ ہے کہ بہ پردق نہ کر دبلکہ بھانک ایک ہی جملہ مانو اور آیت کے معنی یہ ہوں کہ بے شک زلیخا نے یوسف علیہ السلام کا اور انہوں نے زلیخا کا ہم کر لیا لیکن اب ان دونوں ہموں میں فرق کرنا ضروری ہے ہمت بی ہم کے معنی ارادہ زنا ہیں اور ہم بھامیں اس کے معنی ہیں قلب کی غیر اختیاری رغبت جس کے ساتھ قصد نہیں ہوتا یعنی زلیخا نے یوسف علیہ السلام کا ارادہ کیا اور ان کے دل میں رغبت غیر اختیاری پیدا ہوئی جو نہ گناہ ہے نہ جرم جیسے کہ رزہ میں ٹھنڈا پانی دیکھ کر اس طرف دل راغب تو ہوتا ہے مگر اس کے پی لینے کا ارادہ تو کیا خیال تک نہیں ہوتا صرف ٹھنڈا پانی اچھا معلوم ہوتا ہے اگر دونوں ہموں کے ایک ہی معنی ہوتے تو درجہ یہ لفظ نہ بولا جاتا۔ بلکہ ولقد همتا شینہ سے کہہ دینا کافی تھا یعنی ان دونوں نے قصد کر لیا دیکھو مکروا و مکروا (پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۵۴) کہ یہاں پہلے مکر کے معنی ہی اور ہیں اور دوسرے مکر کا مقصد ہی کچھ اور تفسیر خازن میں ہے قال الامام فخر الدين ان

آیت نمبر ۱۵) کہ یہ شیطانی کام ہے معلوم ہوا کہ آپ نے ظلماً قتل کیا جو کہ بڑا جرم ہے۔

**جواب:-** آپ کا ارادہ قتل کا نہ تھا بلکہ قتلِ ظالم سے مظلوم اسرائیلی کو چھڑانا تھا جب قتل نے نہ چھوڑا آپ نے ہٹانے کے لئے چیت لگا دی۔ وہ طاقت نبی کی نہ برواشت کر سکا مر گیا تو یہ قتل خطا ہوا اور انبیاء سے خطا ہو سکتی ہے نیز یہ واقعہ عطاءِ نبوت سے پہلے کا ہے روح البیان میں ہے کہ ان هذا قبل النبوة نیز وہ قتل کا فخر حربی تھا جس کا قتل جرم نہیں آپ نے تو ایک ہی قتل کو مارا۔ کچھ دنوں بعد تو سارے ہی قتل غرق کر دیئے گئے۔ رہا اس فعل کو عملِ شیطان فرمانا۔ یہ آپ کی انتہائی کسرت نفسی اور عاجزی کا اظہار ہے کہ خلافِ اولیٰ کام کو بھی اپنی خطا سمجھا یعنی یہ کام وقت سے پہلے ہو گیا جب قتل کی ہلاکت کا وقت آتا تو یہ بھی ہلاک ہوتا مغفولہ اور غلٹ نفسی سے دھوکا نہ کھاؤ کہ یہ الفاظ خطا پر بھی بولے جاتے ہیں یا ہذا سے قتل کا ظلم مراد ہے یعنی یہ ظلمِ شیطانی کام ہے۔

معلوم ہوا کہ آپ بھی پہلے گمراہ تھے بعد کو ہدایت ملی۔

**جواب:-** یہاں جو کوئی بھی ضال کے معنی گمراہ کرے وہ خود گمراہ ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

ما ضل صاحبکم وما غوی۔

**ترجمہ:** تمہارے محبوبؐ کو یہ سزا نہ کبھی گمراہ ہوئے نہ بھکے۔

(یارسہ ۲ سورہ ۵۳ آیت نمبر ۲)

یہاں ضال کے معنی وارفتہ محبت الہی ہیں اور ہدایت سے مراد درجہ سلوک ہے یعنی رب نے آپ کو اپنی محبت میں سرشار اور وارفتہ پایا تو آپ کو سلوک عطا فرمایا۔ براور ان یوسف علیہ السلام نے یعقوب علیہ السلام سے عرض کیا تھا انک لفی ضلالک القدیم (پارہ ۱۳ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۹۵) یا انک لفی ضلال مبین یہاں ضلال بمعنی وارفتگی محبت ہیں۔ شیخ عبدالحق نے مدارج النبوۃ جلد اول باب پنجم میں فرمایا کہ عربی میں ضال وہ اونچا درخت ہے جس سے گے ہوئے لوگ ہدایت پائیں یعنی اسے محبوب ہدایت دینے والا بلند وبالا درخت رب نے تمہیں کو پایا کہ جو عرش فرش ہر جگہ سے نظر آئے لہذا تمہارے ذریعہ خلقت کو ہدایت دے دی یعنی ہدی کا مفعول عام لوگ ہیں نہ کہ نبی ﷺ اور بھی اس کے بہت سے معنی کئے گئے ہیں۔

**اعتراض (۱۰)..... :-** رب فرماتا ہے لیغفرک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر (پارہ ۲۶ سورہ ۳۸ آیت نمبر ۲) یعنی

رب تعالیٰ تمہارے اگلے پچھلے گناہ معاف کرے۔ معلوم ہوا کہ آپ گنہگار تھے۔ حضور علیہ السلام بھی ہمیشہ اپنے لئے دعائے مغفرت کرتے تھے اگر گنہگار نہ تھے تو استغفار کیسی؟

**جواب:-** اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ مغفرت سے مراد عصمت اور حفاظت ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ آپ کو ہمیشہ گناہوں سے محفوظ رکھے۔ روح البیان المراد بالمغفرة الحفظ والعصمة ازلًا وابدًا فیکون المعنى يتحفظك ويعصمك من الذنب المتقدم والمتاخر دوسرے یہ کہ ذنب سے نبوت سے پہلے کی خطائیں مراد ہیں۔ تیسرے یہ کہ ذنب میں ایک مضاف پوشیدہ ہے یعنی آپ کی امت کے گناہ جیسے کہ لک فرمانے سے معلوم ہوا۔ یعنی تمہاری وجہ سے تمہاری امت کے گناہ معاف کرے اگر آپ کے گناہ مراد ہوتے تو لک سے کیا فائدہ ہوتا (روح البیان و خازن) اس آیت کی تفسیر دوسری آیت ہے ولو انهم اذا ظلموا (پارہ ۵ سورہ ۴ آیت نمبر ۶۳) کبھی گناہ کی نسبت گنہگار کی طرف ہوتی ہے اور کبھی بخشش کے ذمہ دار کی طرف جیسے مقدمہ کبھی مجرم کی طرف منسوب ہوتا ہے اور کبھی وکیل کی طرف کہ وکیل کہتا ہے کہ یہ میرا مقدمہ ہے جس کا میں ذمہ دار ہوں یہاں نسبت دوسری طرح کی ہے یعنی آپ کے ذمہ والے گناہ جن کی شفاعت کے آپ ذمہ دار ہیں۔

**اعتراض (۱۱).....:-** حضور علیہ السلام سے رب نے فرمایا ولولا ان ثبتناک لقد کدت ترکن الیہم شیئاً قليلاً (پارہ ۱۵ سورہ ۷۷ آیت نمبر ۷) اگر ہم آپ کو نہ ثابت قدم رکھتے تو قریب تھا کہ آپ کفار کی طرف کچھ مائل ہو جاتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کفار کی طرف مائل ہو چلے تھے مگر رب نے روکا۔ اور کفر کی طرف میلان بھی گناہ ہے۔

**جواب:-** اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ اس میں شرط و جزا ہے یعنی یہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں دونوں مقدموں کا ہونا تو کیا امکان بھی ضروری نہیں رب فرماتا ہے قل لو کان للرحمن ولد فانا اول العبدین (پارہ ۲۵ سورہ ۳۳ آیت نمبر ۸۱) اگر رب کے بیٹا ہوتا تو اس کا پہلا بیٹا ہی میں ہوتا۔ نہ خدا کا بیٹا ہونا ممکن اور نہ نبی علیہ السلام کا اس کی پوجا کرنا ایسے ہی یہاں نہ تو رب تعالیٰ کا حضور علیہ السلام کو محفوظ نہ رکھنا ممکن اور نہ آپ کا ان کی طرف مائل ہونا ممکن۔ دوسرے یہ کہ یہاں فرمایا گیا کہ اگر ہم آپ کو پہلے ہی سے معصوم اور ثابت قدم نہ فرما چکے ہوتے تو آپ ان کی طرف کسی قدر جھکنے کے قریب ہو جاتے کیونکہ ان کے مکر و فریب بہت سخت خطرناک تھے یعنی چونکہ آپ معصوم ہیں لہذا آپ کفار کی طرف نہ جھکنے کے قریب بھی نہ ہوئے۔ اس سے تو آپ کی عصمت ثابت ہوئی دیکھو خازن، مدارک، روح البیان، تیسرے یہ کہ ایک تو حضور علیہ السلام کی طبیعت مبارکہ ہے دوسرے آپ کی نبوت اور عصمت الہی۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبوت و عصمت سے قطع نظر کرتے ہوئے بھی آپ کی فطرت پاک عیب اور گناہوں سے ایسی پاک ہے جس میں اس کی صلاحیت ہی نہیں کیونکہ آپ کی روحانیت بشریت پر غالب ہے۔ یعنی اگر ہم آپ کو معصوم نہ بھی بناتے تب بھی آپ کفار سے ملنے نہیں ان کی طرف جھکتے نہیں بلکہ کچھ جھکنے کے قریب ہو جاتے اب جبکہ فطرت سلیمہ پر رب کا یہ کرم ہوا کہ آپ کو معصوم بھی بنایا سر مبارک پر نبوت کا تاج بھی رکھا۔ اب تو سبحان اللہ کیا ہی کہنا۔ کسی تصور کی گنجائش ہی نہیں۔ اس کی تفسیر میں روح البیان میں ہے

انما سماہ قليلاً لان روحانيته النبى كانت فى اصل الخلق غالباً على البشريته اذ لم يكن حينئذ لروحه شئنى يحجبه عن الله تعالى فالمعنى لولا التثبت وقوة النبوة ونور الهدايته واثر نظر العنايته لقد كدت تركن۔

**اعتراض (۱۲).....:-** رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

ما كنت تدري ما الكتب ولا الايمان۔

اے نبی علیہ السلام آپ نہ جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام پیدا کی عارف باللہ نہیں آپ کو تو ایمان کی خبر بھی نہ تھی۔

**جواب:-** اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ یہاں علم کی نفی نہیں بلکہ درایت یعنی انکل اور قیاس سے جاننے کی نفی ہے۔ پوری آیت یہ ہے و كذلك اوحينا اليك روحاً من امرنا ما كنت تدري ما الكتب (الآیہ) (پارہ ۲۵ سورہ ۳۲ آیت نمبر ۵۲) یعنی ہم نے آپ پر اپنے فضل سے قرآن وحی کیا۔ آپ خود بخود نہ جانتے تھے یعنی اس علم کا ذریعہ وحی الہی ہے نہ کہ محض انکل و قیاس۔ دوسرے یہ کہ اس سے پیدائش مبارک کا منہ نہیں بیان ہو رہا بلکہ نوری محمدی کی پیدائش کا حال ہے۔ یعنی ہم نے آپ کو عالم ارواح میں سفید اور سادہ پیدا فرمایا تھا پھر اس پر علوم کے نقش و نگار فرما کر نبوت کا تاج سر پر رکھ کر دنیا میں بھیجا۔ آپ عالم ارواح میں ہی نبی تھے خود فرماتے ہیں۔ کنت نبياً و ادم بين الماء والطين ہم اس وقت نبی تھے جبکہ آدم علیہ السلام مٹی اور پانی میں جلوہ گر تھے۔ تیسرے یہ کہ اس سے ایمان اور قرآن کے تفصیلی احکام مراد ہیں۔ یعنی آپ وحی سے پہلے احکام اسلامی تفصیل وار نہ جانتے تھے۔ اس کی تفسیر میں روح البیان ج ۸ ص ۳۶۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت میں ہے ای الایمان بتفاصيل ما فی تضاعف الكتب پھر فرماتے ہیں لانه علیہ السلام افضل من یحییٰ و عیسیٰ و قد اوتی کل الحکمة والعلم صبیاً یعنی نبی علیہ السلام بچپن اور عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں اور انہیں تو علم و حکمت بچپن ہی میں عطا ہو گئی تھی۔ تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ آپ بچپن شریف میں علم سے خالی رہے ہوں۔

**اعتراض (۱۳).....:-** رب فرماتا ہے فَاٰزِلَهُمَا الشَّيْطٰنُ (پارہ ۱۴ سورہ ۲ آیت نمبر ۳۶) آدم و حوا علیہم السلام کو شیطان نے پھسلا دیا۔ معلوم ہوا کہ شیطان کا داؤد انبیاء پر چل جاتا ہے۔ پھر تم نے کیوں کہا کہ شیطان ان تک نہیں پہنچ سکتا۔

**جواب:-** ہم نے یہ کہا ہے کہ شیطان انہیں گمراہ نہیں کر سکتا اور نہ ان سے عدا گناہ کبیرہ کر سکتا ہے اس نے خود کہا تھا لَا غَوْ يَسْتَنْهَمُ اَجْمَعِينَ اَلَا عِبَادُكَ الْمُخْلَصِينَ (پارہ ۱۴ سورہ ۱۵ آیت نمبر ۳۹-۴۰) اور یہاں ہے فَاٰزِلَهُمَا الشَّيْطٰنُ گمراہی اور چیز ہے اور پھسلانا اور چیز ہے۔

**اعتراض (۱۴).....:-** یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو بہت سے لوگوں نے پیغمبر مانا ہے حالانکہ انہوں نے بڑے بڑے گناہ کئے بے قصور بھائی کو ستانا آزاد بھائی کو نیچر اس کی قیمت کھانا اپنے والد سے جھوٹ بول کر انہیں چالیس سال تک رلا تا غرضکہ جرموں کی انتہا کردی اور پھر بھی نبی ہوئے معلوم ہوا کہ نبی کا معصوم ہونا شرط نہیں۔

**جواب:-** جمہور علماء نے انہیں پیغمبر نہ مانا۔ ہاں ایک جماعت نے کچھ ضعیف دلائل سے ان کی نبوت کا وہم کیا ہے اسی لئے ہم نے مقدمہ میں عرض کیا کہ انبیاء کرام کا نبوت سے پہلے بدعتیہ کی سے پاک ہونا اجماعی مسئلہ ہے اور گناہ کبیرہ سے پاک ہونا جمہور کا قول ہے اور بعد نبوت گناہ کبیرہ سے پاک ہونے پر بھی اجماع ہے ان حضرات کی نبوت کسی صریحی آیت یا حدیث یا قول صحابی سے ثابت نہیں۔ رب نے یہ فرمایا ہے وَنَمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۶) یہاں نعمت سے نبوت مراد نہیں اور نہ آل یعقوب سے ان کی صلیبی ساری اولاد مراد ہے۔ رب تعالیٰ نے مسلمانوں سے فرمایا اَتَمِّمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي (پارہ ۲ سورہ ۵ آیت نمبر ۳) بعضوں نے کہا کہ رب فرماتا ہے وَمَا اَنْزَلْنَا اِلٰی اِبْرٰهِيْمَ وَاسْمٰعِيْلَ وَاسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ وَالْاِسْبَاطَ (پارہ ۱۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۱۲۶) یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ یہ بھی سب صاحب وحی تھے مگر یہ بھی کمزوری بات ہے کیونکہ نہ تو انزل میں بلا فسطوحی آنے کا بیان ہے نہ اس کی کوئی دلیل ہے کہ اسباط ان کے بیٹوں ہی کا لقب ہے رب فرماتا ہے قُلْ اَمَّا بَاِلٰهِ وَمَا

انزل علینا وما انزل علی ابراہیم (پارہ ۳ سورہ ۳ آیت نمبر ۸۴) یہاں انزل علینا کا یہ مطلب نہیں کہ ہم سب پر وحی آئی اور ہم سب پیغمبر ہیں اور اسباط بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کا لقب ہے اور واقعی ان میں انبیاء آتے رہے رب فرماتا ہے وقطعنا ہم انتی عشرة اسباطاً امّا تفسیر روح المعانی میں ان الشیطن للانسان عدو مبین (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۵) کی تفسیر میں ہے فالذی علیہ الا کثرون سلفاً وخلقاً انہم لم یکنوا انبیاء اصلاً فلم یبقل من الصحابة انه قال بنتوہم اسی طرح تفسیر روح البیان وغیرہ نے بھی ان کی نبوت کی بہت تردید کی ہے۔ ہاں وہ سب حضرات توبہ کے بعد اولیاء اللہ بلکہ پیغمبر کے صحابی ہوئے انہیں یوسف علیہ السلام نے خواب میں تاروں کی شکل میں دیکھا کیونکہ وہ صحابی نبی تھے حضور فرماتے ہیں اصحابی کا لٹخوم نیز ان کے یہ سارے گناہ یعقوب علیہ السلام کی محبت حاصل کرنے کے لئے تھے۔ پھر انہوں نے ان سے بھی اور یوسف علیہ السلام سے بھی معافی حاصل کر لی اور ان دونوں حضرات نے ان کے لئے دعائے مغفرت کی لہذا یہ مغفور ہوئے۔ ان کی شان میں گستاخی سخت محرومی کی علامت ہے قاتل نے ایک عورت کی محبت میں گناہ کیا اور پھر آدم علیہ السلام سے معافی بھی حاصل نہ کر سکا لہذا وہ بے ایمان رہا اور یہ ایماندار ہوئے۔

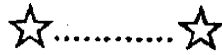
**اعتراض (۱۵)۔۔۔۔۔:** قرآن کریم سے ثابت ہے کہ زلیخا نے ارادہ زنا کیا جو کہ سخت جرم ہے اور تم کہہ چکے ہو کہ نبی کی بیوی فاحشہ نہیں ہوتی تو زلیخا یوسف علیہ السلام کی بیوی کیونکر ہو سکتی ہے۔ وہ فاحشہ بدکار تھی لہذا ایسا تو مانو کہ ان کا نکاح نہیں ہوا یا یہ قاعدہ غلط ہے۔  
نوٹ:۔ گجرات کے بعض جاہل دیوبندیوں نے حضرت زلیخا کے زوجہ یوسف علیہ السلام ہونے کا انکار کیا اور ان کی شان میں سخت گندے الفاظ کہے۔ انہیں کا یہ اعتراض ہے۔

**جواب:۔** حضرت زلیخا یوسف علیہ السلام کی زوجہ اور قاتل احترام بیوی ہیں ان کا یوسف علیہ السلام کے نکاح میں آنا مسلم و بخاری کی حدیث اور عام تفاسیر سے ثابت ہے انہیں سے یوسف علیہ السلام کے فرزند پیدا ہوئے۔ افراسیم اور یشاء تفسیر خازن، تفسیر کبیر، مدارک، معالم التنزیل وغیرہ میں اس کی تصریح ہے چنانچہ حضور ﷺ نے جناب ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور اپنی دوسری ازواج پاک سے فرمایا انکن لاتنن کصواحب یوسف تم تو یوسف علیہ السلام کی بیوی کی طرح ہو گئیں یعنی زلیخا کی۔ صواحب صاحب کی جمع ہے صاحبہ بیوی کو کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے ولم تکن لہ صاحبۃ (پارہ ۷ سورہ ۶ آیت نمبر ۱۰) آپ نہ تو فاحشہ تھیں نہ آپ سے زنا جیسا گناہ کبھی صادر ہوا۔ بیوی زلیخا سے ارادہ اجماع بیہودہ عشق کی حالت میں ہو گیا جمال یوسف نے انہیں وارفتہ و دیوانہ بنا دیا۔ اس والہانہ حالت میں یہ ارادہ کر بیٹھیں جب مصری عورتوں نے اسی جمال سے بیخود ہو کر اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تو اگر حضرت زلیخا نے اس حسن پر فریفتہ ہو کر دامن صبر چاک کر دیا تو کیا تعجب ہے؟ پھر ان تمام خطاؤں سے توبہ کر لی یہ بھی خیال رہے کہ زلیخا نے صرف یوسف علیہ السلام سے ہی رغبت کی نہ کسی۔ دوسرے سے رب نے انہیں ہر طرح محفوظ رکھا۔ ہم نے انبیاء کی بیویوں کو زنا اور فحش سے محفوظ مانا ہے نہ کہ معصوم۔ حضرت زلیخا نے یہ گناہ کر کے توبہ کر لی کہ عرض کیا الان حصحص الحق انار اودتہ عن نفسه (پارہ ۱۲ سورہ ۱۲ آیت نمبر ۵۱) زلیخا نے اپنی خطا کا اقرار کیا اور اقرار جرم توبہ ہے اسی لئے رب تعالیٰ نے زلیخا کی خطا کا ذکر تو فرما دیا مگر ان پر عتاب یا عذاب کا ذکر نہ کیا۔ تاکہ معلوم ہو کہ ان کے گناہ کی معافی ہو چکی۔ اب ان کی خطاؤں کا بے لادبی کے طور پر ذکر کرنا سخت برا ہے ان سے زنا یا فحش کبھی صادر نہیں ہوا۔ نہ معلوم دیوبندیوں کی کس شیطان نے عقل ماردی کہ ان کا حملہ ہمیشہ انبیائے کرام کے عزت و آبرو پر ہوتا ہے۔ حضرت زلیخا یوسف علیہ السلام کی اہل بیت ہیں ان کی توہین اس باکمال پیغمبر کی توہین ہے رب تعالیٰ عقل سلیم عطا فرمائے۔

## خاتمہ

خیال رہے کہ رب تعالیٰ انبیاء کرام کا رب ہے اور وہ حضرات اس کے پیارے بندے رب جس طرح چاہے ان کی لغزشوں اور خطاؤں کا ذکر فرمائے اور یہ حضرات جیسے چاہیں اپنے رب سے اپنی نیاز مندی اور بندگی کا اظہار کریں ہمیں کسی طرح حق نہیں کہ ان کی لغزشوں کو بیان کرتے پھر میں یا گستاخیاں کر کے اپنا نامہ اعمال سیاہ کر لیں۔ رب تعالیٰ نے ہم کو ان کی تعظیم و توقیر کا حکم دیا۔ دیکھو یوسف علیہ السلام چونکہ مصر میں بظاہر فروخت ہوئے تھے اہل مصر سمجھتے تھے کہ یہ عزیز مصر کے زر خرید ہیں۔ رب تعالیٰ نے اسی داغ کو ان کے دامن سے مٹانے کے لئے سات سال کی عام قحط سالی بھیجی پہلے سال میں سب نے آپ کو روپیہ پیسہ دے کر غلہ خریدا دوسرے سال زیور و جواہرات دے کر تیسرے سال جانور اور چوپائے دے کر چوتھے سال اپنے غلام باندیاں دیکر پانچویں سال اپنے مکانات و زمین دیکر چھٹے سال اپنی اولاد دے کر ساتویں سال معروہوں نے اپنے کو یوسف علیہ السلام کے ہاتھ فروخت کر دیا اور عرض کیا کہ ہم آپ کے لونڈی غلام بنتے ہیں۔ ہمیں غلہ بنتے ہیں۔ ہمیں غلہ دو۔ تب آپ نے ان پر احسان فرمایا (مدارک و روح البیان وغیرہ) یہ کیوں ہوا۔ صرف اس لئے کہ جب سارے مصر والے آپ کے غلام بن گئے تو اب انہیں غلام کون کہے۔ پتہ چلا کہ ایک پیغمبر کی عظمت پر قرار رکھنے کے لئے سارے جہان کو مصیبت میں ڈالا جاسکتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک امام ہمیشہ نماز میں سورہ بقرہ پڑھتا تھا۔ آپ کو پتہ لگا تو اسے قتل کر دیا دیکھو روح البیان تفسیر سورہ بقرہ اس سورۃ کی نہایت عمدہ تفسیر ہماری کتاب شان حبیب الرحمن میں دیکھو جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ یہ حضور کی نعت ہے رب تعالیٰ دیوبندیوں کو ہدایت دے۔ انہوں نے انبیاء کرام پر بکواس بکنے کی جرات پیدا کر دی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نور عرشہ سیدنا و مولانا محمد والہ و اصحابہ اجمعین





## لمعات المصابیح علی رکعات التراویح

### پہلا باب

#### بیس رکعت نماز تراویح کا ثبوت

تراویح بیس رکعت پڑھنا سنت اور آٹھ رکعت پڑھنا خلاف سنت ہے ہم بفضلہ تعالیٰ اس کا ثبوت قرآن پاک کی ترتیب و احادیث صحیحہ و اقوال علماء اور عقلی دلائل سے دیتے ہیں (۱) قرآن پاک میں سورتیں بھی ہیں آیتیں بھی اور رکوع بھی۔ وہ مضمون جس کا کوئی نام رکھ دیا گیا ہو وہ سورت کہلاتا ہے اور قرآن کا وہ جملہ جس کا علیحدہ نام نہ ہو آیت کہلاتا ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ رکوع کو رکوع کیوں کہتے ہیں کیونکہ سورت کے معنی احاطہ کرنے والی چیز ہے اور آیت کے معنی ہیں نشانی۔ سورہ چونکہ ایک مضمون کو گھیرے ہوتی ہے جیسے شہر چناہ (سورہ البلد) اور آیت قدرت الہی کی نشانی ہے اس لئے ان کے یہ نام ہوئے۔ مگر رکوع معنی ہیں جھلکا۔ دیکھنا یہ ہے کہ قرآنی رکوع کو رکوع کیوں کہتے ہیں۔ کتب قراۃ سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما تراویح میں جس قدر قرآن پڑھ کر رکوع فرماتے تھے اس حصہ کا نام رکوع رکھا گیا یعنی ان حضرات کے رکوع کرنے کا مقام اتنا پڑھ کر رکوع ہوا اور چونکہ تراویح بیس رکعت پڑھی جاتی تھیں اور ستائیسویں رمضان کو ختم ہوتا تھا۔ اس لحاظ سے قرآن پاک کے کل ۵۴۰ رکوع ہونے چاہئیں۔ لیکن چونکہ ختم کے دن بعض رکعتوں میں چھوٹی چھوٹی دو سورتیں پڑھ لی جاتی تھیں اس لئے قرآن کریم کے ۵۵۷ رکوع ہوئے۔ اگر تراویح آٹھ ہوتیں تو رکوع ۲۱۶ ہونے چاہیے تھے قرآنی رکوعات کی تعداد بتا رہی ہے کہ تراویح بیس رکعت چاہئیں کیا وہابی آٹھ رکعت تراویح مان کر رکوعات قرآنی کی وجہ بتا سکیں گے؟ (۲) تراویح جمع ترویجہ کی ہے جس کے معنی ہیں جسم کو راحت دینا۔ چونکہ ان میں ہر چار رکعت پر کسی قدر راحت کے لئے بیٹھتے ہیں اس بیٹھنے کا نام ترویجہ ہے اسی لئے اس نماز کو تراویح کہا جاتا ہے یعنی راحتوں کا مجموعہ اور تراویح جمع ہے۔ جمع کم از کم تین پر بولی جاتی ہے اگر تراویح آٹھ رکعت ہوتیں تو اس کے درمیان میں ایک ترویجہ آتا پھر اس کا نام تراویح نہ ہوتا تین ترویجوں کے لئے کم از کم سولہ رکعت تراویح چاہئیں۔ جن میں ہر چار رکعت کے بعد ایک ترویجہ ہو اور وہ پہلے کوئی ترویجہ نہیں ہوتا۔ تراویح کا نام ہی آٹھ رکعت کی ترویجہ کرتا ہے (۳) ہر دن میں بیس رکعت نماز ضروری ہے۔ سترہ فرض اور تین وتر، دو فرض فجر میں چار طہر میں چار عصر میں تین مغرب میں اور چار عشاء میں۔ رمضان شریف میں رب تعالیٰ نے ان بیس رکعات کی تکمیل کے لئے بیس رکعت تراویح اور مقرر فرمادیں جس کی ہر رکعت ان کی ہر رکعت کی تکمیل کرے غیر مقلد شاید نمازہ بخگانہ میں بھی آٹھ رکعت ہی پڑھتے ہوں گے۔ ورنہ آٹھ تراویح کو ان بیس رکعت سے کیا نسبت (۴) خیال رہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے نماز تراویح باجماعت پابندی سے ادا نہ فرمائی۔ صرف دو دن ادا کیں اور بعد میں فرمایا کہ اگر اس پر پابندی کی گئی تو فرض ہونے کا اندیشہ ہے۔ جس سے میری امت کو دشواری ہوگی۔ لہذا تم لوگ اپنے گھر ہی میں نماز پڑھ لیا کرو۔ بعض تو کہتے ہیں کہ نماز تہجد ہی تھی جو ماہ رمضان میں اہتمام سے ادا کرائی گئی اس لئے صحابہ کرام سحری کے آخری وقت اس سے فارغ ہوتے زمانہ صدفی میں بھی اس کا کوئی باقاعدہ انتظام نہ فرمایا گیا۔ لوگ متفرق طور پر پڑھ لیتے تھے عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا اہتمام فرمایا اور بیس رکعت تراویح مقرر فرمائیں اور باقاعدہ جماعت کا انتظام کیا لہذا صحیح یہ ہے کہ اصل تراویح سنت رسول اللہ ﷺ ہے مگر اس کی پابندی جماعت میں رکعت

سنت فاروقی ہے چونکہ نبی کریم ﷺ نے نہ تو آٹھ رکعت کا حکم دیا اور نہ اس پر پابندی فرمائی بلکہ حق یہ ہے کہ آپ کا آٹھ رکعت تراویح پڑھنا صراحۃً کہیں ثابت ہی نہیں ہوا لہذا اصحاب کرام کا میں پر اتفاق کرنا سنت کی مخالفت نہیں ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ علیکم بستی وسنت الخلفاء الرشیدین۔

(سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۵-۱۶ رقم الحدیث ۳۳-۳۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (جامع الترمذی جلد ۲ ص ۹۲ مطبوعہ مکتبہ اکرمیہ پشاور) لہذا اب ہم صحابہ کرام کا عمل پیش کرتے ہیں غیر مقلدوں کو چاہیے کہ کوئی حدیث مرفوعہ صحیح ایسی پیش کریں جس سے تراویح کی آٹھ رکعت صراحۃً ثابت ہوں۔ انشاء اللہ نہ کر سکیں گے ہماری احادیث ملاحظہ ہوں۔

(۱) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں بیس رکعت تراویح کی باقاعدہ جماعت کا انتظام فرمایا اسی پر صحابہ کرام کا اجماع ہوا۔ موطا امام مالک میں حضرت سائب ابن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قال کنا نقوم فی عہد عمر بعشرین رکعتہ رواہ البیہقی فی الفرقہ باسناد صحیح۔

(موطا امام مالک کتاب الصلاۃ فی رمضان باب الترغیب فی الصلاۃ فی رمضان ج ۱ ص ۱۱۵ رقم الحدیث ۲۵۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) (۲) ابن منیع نے حضرت ابی ابن کعب سے روایت کی فضلی بہم عشرین رکعتہ بیہقی میں ہے عن ابی الحسنات ان علی ابن ابی طالب امر رجلاً یصلی بالناس خمس ترویحات عشرین رکعتہ۔

(۳) ابن ابی شیبہ اور طبرانی کبیر میں اور بیہقی و عبد اللہ ابن حمید و بخاری نے روایت کی عن ابن عباس ان النبی ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعتہ سوی الوقت۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۳ رقم الحدیث ۶۹۲ مطبوعہ مکتبہ الرشید لکھنؤ) اس سے معلوم ہوا کہ خود حضور علیہ السلام بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

(۵) بیہقی میں ہے وعن شکل وکان من اصحاب علی انه کان یومہم فی رمضان فیصلی خمسترویحات عشرین رکعات۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۳ رقم الحدیث ۶۸۰ مطبوعہ مکتبہ الرشید لکھنؤ) (۶) اسی بیہقی میں ہے وعن ابی عبدالرحمن السلمی ان علیاً رعی القراء فی رمضان فامر رجلاً یصلی الناس عشرین رکعتہ وکان علی یو تریہم۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۳۹۶ رقم الحدیث ۳۳۹۶ مطبوعہ مکتبہ دار البازمکۃ المکرمۃ) (۷) اسی بیہقی نے باسناد صحیح نقل فرمایا عن السائب ابن یزید قال کانوا یقومون علی عہد عمر فی شہر رمضان بعشرین رکعتہ۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۳۹۶ رقم الحدیث ۳۳۹۳ مطبوعہ مکتبہ دار البازمکۃ المکرمۃ) اس کی تحقیق کے لئے صحیح البہاری باب لم یقرأ فی الترویج ویکھوان روایات سے معلوم ہوا کہ خود حضور علیہ السلام بیس تراویح پڑھتے تھے اور عہد فاروقی میں تو اس میں رکعات پر عمل جاری ہو گیا تھا۔ حضرت ابن عباس علی ابی بن کعب و عمر سائب ابن یزید وغیرہم تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہی معمول تھا۔

اقوال علماء امت: (۱) ترمذی شریف ابواب الصوم باب ما جاء فی قیام شہر رمضان میں ہے۔

واکثر اهل العلم علی ما روی عن علی وعمر وغیرہما من اصحاب النبی ﷺ عشرین رکعتہ

وہو قول سفیان الثوری وابن المبارک والشافعی ہکذا ادرکت بیلد مکتہ یصلون عشرين رکعتہ۔  
(سنن الترمذی باب اجاء فی قیام شھر رمضان ج ۳ ص ۱۶۹ رقم الحدیث ۸۰۶ طبع دار احیاء التراث العربی بیروت)

یعنی اہل علم کا عمل اس پر ہے جو حضرت علی و عمرو دیگر صحابہ کرام سے مروی ہے یعنی بیس رکعت یہ ہی فرمان سفیان ثوری ابن مبارک اور امام شافعی نے اپنے شہر مکہ معظمہ میں یہ ہی عمل پایا کہ مسلمان بیس رکعت تراویح پڑھتے ہیں۔ (۲) فتح الملہم شرح مسلم جلد دوم صفحہ ۲۹۱ میں ہے روى محمد ابن نصر من طریق عطاء قال ادرکتہم یصلون عشرين رکعتہ وثلاث رکعات الوتر وفي الباب اثار كثيرة اخرجها ابن ابی شیبہ وغیرہ وقال ابن قدامتہ وهذا کالاجماع اس سے معلوم ہوا کہ بیس رکعت پڑگیا مسلمانوں کا اجماع ہو گیا (۳) عمدۃ القاری شرح بخاری میں جلد پنجم صفحہ ۳۰ میں ہے وروی الحارث ابن عبید الرحمن ابن ابی زباب عن السائب ابن یزید قال کان القیام علی عہد عمر بثلاث وعشرين رکعتہ قال ابن عبد اللہ هذا محمول علی ان الثلاث للوتر اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح اور تین وتر پر عمل تھا (۴) اسی عمدۃ القاری میں جلد پنجم صفحہ ۳۰ اسی جگہ ہے کان عبد اللہ ابن مسعود یصلی بنا فی شھر رمضان فیصرف وعلیہ لیل قال الاعمش کان یصلی عشرين رکعتہ۔ (۵) اسی عمدۃ القاری جلد پنجم صفحہ ۳۵۵ میں ہے۔

قال ابن عبد البر وهو قول جمهور العلماء وبه قال الکوفیون والشافعی واكثر الفقهاء وهو الصحیح عن کعب من غیر خلاف من الصحابہ۔

یعنی ابن عبد البر نے فرمایا کہ بیس رکعت تراویح عام علماء کا قول ہے اسی کے اہل کوفہ اور امام شافعی اور اکثر فقہاء قائل ہیں اور یہ ہی حضرت ابی ابن کعب سے مروی ہے اس میں کسی صحابی کا اختلاف نہیں (۶) ملا علی قاری نے شرح نقایہ میں فرمایا فصارا اجماعا لما روى البيهقي باسناد صحيح انهم كانوا یصلون علی عہد عمر بعشرين رکعتہ و علی عہد عثمان و علی۔

صحابہ کرام حضرات عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں بیس تراویح پڑھتے تھے لہذا اس پر اجماع ہو گیا۔ (۷) مولوی عبدالحی صاحب نے اپنے فتاویٰ جلد اول صفحہ ۱۸۲ میں علامہ ابن حجر مکی کی تہمتی کا قول نقل فرمایا اجماع الصحبتہ علی ان التراويح عشرون رکعتہ یعنی صحابہ کرام کا بیس تراویح پر اجماع ہے (۸) عمدۃ القاری شرح بخاری جلد پنجم صفحہ ۲۵۷ میں ہے

وامام القائلون به من التابعین فشبہ ابن شکر وابن ابی ملیکنہ والحارث الہمدانی وعطاء ابن ابی رباح وابو البختری وسعيد ابن ابی الحسن البصری اخو الحسن وعبدالرحمن ابن ابی بکر وعمر ان العبدی۔  
ان عبارات سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام تابعین و تبع تابعین و فقہاء محدثین کا بیس رکعت تراویح پر اتفاق ہے۔ ان میں سے نہ کسی نے آٹھ تراویح پڑھیں نہ اس کا حکم دیا۔

لطیفہ:- غیر مقلد دراصل اپنی خواہش نفس کے مقلد ہیں اس لئے انہیں اہل ہوا یعنی ہوا پرست کہا جاتا ہے جس میں نفس کو آرام ملے وہ ہی ان کا مذہب۔ ہم ان کے آرام وہ مسائل دکھاتے ہیں مسلمان دیکھیں اور عبرت پکڑیں (۱) دو مکے پانی کبھی گندا نہیں ہوتا لہذا کنواں کتنا ہی پلید ہو جائے اس کا پانی پئے جاؤ (۲) سفر میں چند نمازیں ایک وقت میں پڑھ لو۔ روافض کی طرح کون بار بار اترے اور پڑھے ریل میں بہت بھیڑ ہوتی ہے (۳) عورتوں کے زیورات پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہاں جناب کیوں ہو اس میں خرچ جو ہوتا ہے (۴) تراویح صرف آٹھ رکعت پڑھ کر آرام کرو۔ ہاں صاحب نماز نفس پر گراں ہے (۵) وتر صرف ایک رکعت پڑھ کر سو رہو کیوں نہ ہو جلد نماز سے چھٹکارا اچھا (۶) ایک بار تین طلاق دے دو۔ صرف ایک ہی واقع ہوگی۔ دوبارہ رجوع ہو سکتا ہے کیوں نہ ہو اس میں آسانی ہے غرض کہ جس میں

آرام وہ یاروں کا دین ایمان۔

لطیف:- مسلم شریف کتاب الطلاق میں ہے کہ حضور علیہ السلام اور ابو بکر صدیق کے زمانہ میں تین طلاق ایک ہی ہوتی تھی۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ لوگوں نے اس میں جلدی پیدا کر دی لہذا اب اس سے تین طلاق ہی واقع ہونی چاہئیں۔ آرام طلب غیر مقلدین لے اڑے کہ ایک دم تین طلاقیں ایک ہی ہوتی ہے ان اللہ کے بندوں نے یہ نہ سوچا کہ کیا عمر رضی اللہ عنہ خلاف سنت حکم کر سکتے ہیں اور پھر لطف یہ ہے کہ آپ نے یہ قانون بنادیا اور کسی صحابی نے مخالفت نہ کی۔ بات صرف یہ تھی کہ زمانہ نبوی میں بعض لوگ یوں کہہ دیتے تھے تجھے طلاق ہے طلاق طلاق اور آخر میں دو طلاقیں سے پہلی طلاق کی تاکید کرتے تھے جیسے کوئی کہے میں کل جاؤں گا کل کل۔ میں روٹی کھاؤں گا روٹی روٹی۔ اب بھی اگر کوئی اس نیت سے یہ الفاظ بولے تو عند اللہ ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔ زمانہ فاروقی میں لوگ تین طلاقیں ہی دینے لگے۔ چونکہ عمل بدل گیا حکم بھی بدل گیا تب آپ نے یہ حکم نافذ فرمایا۔ اس مسئلہ کی نہایت ہی نفیس تحقیق ہماری تفسیر جلد دوم آیت الطلاق مروتان (پارہ ۲ سورہ ۲ آیت نمبر ۲۲۹) کی تفسیر میں دیکھو جہاں بہت سی احادیث سے ثابت کیا ہے کہ ایک دم تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں۔

## دوسرا باب

### میں تراویح پر اعتراضات و جوابات

**اعتراض (۱)۔۔۔۔۔۔:-** مشکوٰۃ باب قیام شہر رمضان اور موطا امام مالک میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حم داری کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعتیں پڑھائیں ثابت ہوا کہ آٹھ رکعت تراویح ہے باقی وتر۔

(موطا امام مالک کتاب الصلاۃ فی رمضان باب الترتیب فی الصلاۃ فی رمضان ج ۱ ص ۱۱۵ رقم الحدیث ۲۵۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

**جواب:-** اس کے چند جواب ہیں اولاً یہ کہ یہ حدیث مضطرب ہے اور مضطرب سے دلیل نہیں پکڑی جاسکتی کیونکہ اس کے راوی محمد ابن یوسف ہیں موطا میں تو ان سے گیارہ کی روایت ہے اور محمد ابن نصر مروزی نے انہیں محمد ابن یوسف سے بطریق محمد اسحاق تیرہ رکعت کی روایت کی اور محدث عبدالرزاق نے انہیں محمد ابن یوسف سے دوسری اسناد سے اکیس رکعت نقل کیں۔ اس کی تحقیق کے لئے دیکھو فتح الباری شرح بخاری جلد چہارم صفحہ ۱۸۰ مطبوعہ مطبع خیر مصر۔ ایک ہی راوی کے بیانات میں اس قدر تضاد اور اختلاف ہے اس کو اضطراب کہتے ہیں لہذا یہ تمام روایات غیر معتبر ہیں اس سے استدلال غلط ہے دوسرے یہ کہ اگر یہ حدیث آپ کے نزدیک صحیح ہے تو اس سے تراویح آٹھ رکعت ثابت ہوئیں مگر وتر تین رکعت کہے آپ وتر ایک رکعت کیوں پڑھتے ہیں؟ آپ کے قول پر تو ۹ رکعتیں ہونی چاہئیں کیا ایک ہی حدیث کا آدھا حصہ مقبول اور آدھا غیر مقبول۔ تیسرے یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اولاً آٹھ تراویح کا حکم دیا گیا۔ پھر بارہ کا پھر آخر میں میں پر قرار ہوا۔ کیونکہ مشکوٰۃ باب قیام شہر رمضان میں اسی حدیث کے بعد ہے وکان القاری یقراء سورۃ البقرۃ فی ثمان رکعات واذا قام بها فی ننتی عشرۃ رکعتہ رای الناس انه قد خفف یعنی قاری آٹھ رکعت میں سورۃ بقرہ پڑھتا تھا اور جب بارہ رکعت میں یہ سورۃ پڑھتا تو لوگوں کو ہلکا پین محسوس ہوتا۔

(موطا امام مالک کتاب الصلاۃ فی رمضان باب الترتیب فی الصلاۃ فی رمضان ج ۱ ص ۱۱۵ رقم الحدیث ۲۵۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اس حدیث کے ماتحت مراقۃ میں ہے۔

نعم ثبت العشرون فی زمن عمر و فی الموطا روايته باحدى عشرة وجمع بينهما انه وقع اولاً ثم

استقر الامر على العشرين فانه المتوارث۔

یعنی ان روایات کو یوں جمع کیا گیا کہ اولاً تو آٹھ رکعت کا حکم ہوا پھر بیس پر قرار ہوا یہ بیس رکعت ہی منقول ہیں چوتھے یہ کہ اصل تراویح سنت رسول ﷺ ہے اور تین چیزیں سنت فاروقی۔ ہمیشہ پڑھنا۔ باقاعدہ جماعت سے پڑھنا بیس رکعت پڑھنا۔ حضور علیہ السلام نے بیس رکعت ہمیشہ نہ پڑھیں اور نہ صحابہ کرام کو باقاعدہ جماعت کا حکم دیا۔ اب اگر آٹھ رکعت پڑھی جائیں تو سنت فاروقی پر عمل چھوٹ گیا اور اگر بیس رکعت پڑھی جائیں تو سب پر عمل ہو گیا۔ کیونکہ بیس میں آٹھ آجاتی ہیں۔ اور آٹھ میں بیس نہیں آتیں حدیث شریف میں ہے کہ میری اور خلفائے راشدین کی سنتوں پر عمل کرو۔ تم بھی تراویح ہمیشہ اور باقاعدہ جماعت سے پڑھتے ہو۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں حضور سے ثابت نہیں سنت فاروقی ہیں لہذا بیس رکعت پڑھا کرو۔

**اعتراض (۲)۔** بخاری شریف میں ہے کہ ابوسلمہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور علیہ السلام رمضان کی راتوں میں کتنی رکعت پڑھتے آپ نے جواب دیا ما کان رسول اللہ ﷺ یزید فی رمضان وفی غیرہ علی احدی عشر رکعات۔

(صحیح البخاری کتاب التہجد باب قیام النبی باللیل فی رمضان وغیرہ ج ۱ ص ۱۵۴ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام نے تراویح آٹھ رکعت سے زیادہ کبھی نہ پڑھیں اور باقی وتر بیس رکعت پڑھنا بدعت سیئہ ہے۔

**جواب:** اس کے بھی چند جواب ہیں ایک یہ کہ اس سے نماز تہجد مراد ہے نہ کہ تراویح کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے رمضان اور غیر رمضان میں آٹھ رکعت سے زیادہ نہ پڑھیں جس سے معلوم ہوا کہ یہ وہی نماز ہے جو ہمیشہ پڑھی جاتی ہے نہ کہ تراویح کہ وہ صرف رمضان میں ہوتی ہے۔ نیز ترمذی میں اسی حدیث کے لئے باب باندھا باب عا جاء فی وصف صلوة النبی ﷺ باللیل۔ (سنن الترمذی ج ۲ ص ۳۰۲ رقم الحدیث ۳۳۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) معلوم ہوا کہ یہ صلوة اللیل یعنی نماز تہجد ہے نہ کہ نماز تراویح۔ نیز اسی حدیث کے آخر میں ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ وتر سے پہلے کیوں سو جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اے عائشہ ہماری آنکھیں سوتی ہیں ہمارا دل نہیں سوتا۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ رکعتیں سو کے اٹھ کر ادا فرماتے تھے۔ اور وتر بھی اس کے ساتھ ہی پڑھتے تھے۔ تب ہی تو حضرت صدیقہ کو تعجب ہوا کہ آپ نے ہم کو تو وتر پڑھ کر سونے کا حکم دیا اور خود سو کر مع تہجد وتر پڑھتے ہیں جواب دیا کہ چونکہ ہمیں جاگنے پر پورا بھروسہ ہے۔ جیسے بھروسہ نہ ہو وہ وتر پڑھ کر سوئے اور تراویح سونے سے پہلے پڑھی جاتی ہے اور تہجد سونے کے بعد مدارج النبوة جلد اول صفحہ ۴۰۰ میں ہے تحقیق آنست کہ صلوة آنحضرت در رمضان ہماں نماز معتاد بود یا زودہ رکعت کہ دائم در تہجد سے گزارد۔ دوسرے یہ کہ اگر بیس رکعت تراویح بدعت سیئہ ہے تو حضرت عمر و دیگر صحابہ کرام نے کیوں اختیار فرمائی اور خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کی مخالفت کیوں نہ کی۔ ان پر کیا فتویٰ لگاؤ گے نیز آج سارے غیر مقلد پورے ماہ رمضان میں باجماعت تراویح پڑھتے ہیں۔ بتاؤ ان کی یہ بیٹگی بدعت سیئہ ہے یا نہیں؟

اگر حضور علیہ السلام نے آٹھ تراویح پڑھیں۔ تو صرف دو تین روز پڑھیں تم اس کی بیٹگی کر کے کون ہوئے؟ اگر پورے قمع حدیث حدیث ہو تو سارے ماہ رمضان میں صرف تین دن تراویح پڑھا کرو۔

نیز ترمذی شریف کی روایت سے ثابت ہوا کہ مکہ والوں کا بیس تراویح پر اتفاق ہے اور مدینہ والوں کا اکتالیس پر ان میں سے کوئی بھی آٹھ رکعت کا عامل نہیں۔

## اذان سے قبل درود و سلام کا ثبوت

اذان سے پہلے درود و سلام پڑھنا مستحب ہے پڑھنے والے کو اس کا ثواب بھی ملے گا۔ اگر کوئی اذان سے پہلے درود و سلام نہیں پڑھتا تو کوئی حرج نہیں اس لئے کہ یہ فرض واجب نہیں مستحب ہے لیکن جو پڑھتے ہیں اس کو بدعتی نہ کہنا چاہئے اس لئے کہ یہ بہت بڑا ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

**ترجمہ:** اے ایمان والو تم بھی اس نبی ﷺ پر درود اور سلام خوب بھیجو۔

(سورۃ الاحزاب پارہ ۲۲ رکوع ۴)

یہ آیت کریمہ مطلق و عام ہے اس میں کسی قسم کی قید و تخصیص نہیں ہے یعنی یہ نہیں فرمایا گیا کہ بس فلاں وقت میں ہی پڑھا کرو یا فلاں وقت میں درود و سلام نہ پڑھا کرو بلکہ مطلق رکھا تا کہ تمام ممکن اوقات کو شامل رہے اسی لئے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

**ترجمہ:** اللہ تعالیٰ نے اس امر صلوٰۃ کا وقت معین نہیں کیا تا کہ تمام اوقات کو شامل رہے۔

(شرح المغالطاری ج ۳ ص ۳۳۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ہے:

فِي صَلَواتِكُمْ وَمَسَاجِدِكُمْ وَفِي كُلِّ مَوْطِنٍ

**ترجمہ:** یعنی اپنی نمازوں اور مسجدوں اور ہر مقام میں نبی کریم ﷺ پر درود و شریف پڑھو۔

(جلاء الانہام ص ۲۵۱)

ذکر یا کا مدح و دلیلی دیکھتے ہیں۔

جن اوقات میں بھی (درود و شریف) پڑھ سکتا ہو پڑھنا مستحب ہے۔

(تجلی نصاب نفاک درود و شریف ص ۶۷)

لہذا مطلقاً یہ جگہ اور ہر وقت میں نبی کریم ﷺ پر درود و سلام پڑھنا جس میں اذان کا مقام بھی داخل ہے کلام الہی عز و جل سے مامور و ثابت ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن عروة بن الزبير عن امرأة من بنى النجار قالت ثم كان بيتي من أطول بيت حول المسجد فكان بلال يؤذن اليه الفجر فياتي بسحر فيجلس على البيت ثم ينظر الى الفجر فاذا رآه تمطى ثم قال اللهم اني احمذك واستعينك على قریش ان يقيموا دينك قالت ثم يؤذن قالت والله ما علمته كان تركها ليلة واحدة هذه الكلمات۔

**ترجمہ:** حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنی نجار کی ایک صحابیہ خاتون فرماتی ہیں کہ میرا گھر مسجد مبارک کے ارد گرد والے اونچے مکانوں سے تھا حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس پر صبح کی اذان کہتے تھے صبح صادق سے پہلے آتے اور اس کی جھٹ پر بیٹھ کر وقت کا انتظار کرتے جب صبح صادق ہو جاتی تو کھڑے ہو کر کہتے اے اللہ میں تیری حمد کرتا ہوں اور تجھ سے قریش پر مدد چاہتا ہوں کہ وہ

## ☆ حاشیہ

یصلون عشرين ركعة۔

**ترجمہ:** اکثر اہل علم کا مذہب میں رکعت تراویح ہے جو کہ حضرت علی حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور حضور ﷺ کے دیگر اصحاب سے مروی ہے اور یہی (کبار تابعین) سفیان ثوری عبد اللہ بن مبارک اور امام شافعی رحمہم اللہ کا قول ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے اپنے شہر مکہ میں (اہل علم کو) بیس رکعت تراویح پڑھتے پایا۔

(سنن الترمذی کتاب الصوم ج ۳ ص ۱۶۹ رقم الحدیث ۸۰۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال ان النبي ﷺ كان يصلي في رمضان عشرين ركعة سوى الوتر۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ تراویح میں وتر کے علاوہ بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۳ رقم الحدیث ۷۹۲ مطبوعہ مکتبۃ الرشید الریاض)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۳۹۶ رقم الحدیث ۳۳۹۱ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکتبۃ المکرمۃ)، (مسند عبد بن حمید ج ۱ ص ۲۱۸ رقم الحدیث ۶۵۳ مطبوعہ مکتبۃ المنۃ القاہرۃ مصر)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا احمد بن يحيى الحلواني قال حدثنا علي بن الجعد قال حدثنا ابو شيبة ابراهيم بن عثمان عن الحكم بن عتيبة عن مقسم عن ابن عباس ثم ان النبي ﷺ كان يصلي في رمضان عشرين ركعة سوى الوتر۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ تراویح میں وتر کے علاوہ بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔

(طبرانی اوسط ج ۱ ص ۲۳۳ رقم الحدیث ۷۹۸ مطبوعہ دار الحرمین القاہرہ مصر)، (طبرانی کبیر ج ۱ ص ۳۹۳ رقم الحدیث ۱۲۱۰۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۷۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (اکمال فی ضعفاء الرجال ج ۱ ص ۲۳۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن السائب بن يزيد قال كنا ننصرف من القيام على عهد عمر رضي الله عنه وقد دنا فروع الفجر وكان القيام على عهد عمر رضي الله عنه ثلاثة وعشرين ركعة۔

**ترجمہ:** حضرت سائب بن یزید رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فجر کے قریب تراویح سے فارغ ہوتے تھے اور (بشمول وتر) بیس رکعات پڑھتے تھے۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۲۶۱ رقم الحدیث ۷۷۳۳ مکتبۃ الاسلامی بیروت)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن السائب بن يزيد قال كانوا يقومون على عهد عمر بن الخطاب رضي الله عنه في شهر رمضان بعشرين ركعة قال وكانوا يقراون بالمشين وكانوا يتوكون على عصيهم في عهد عثمان بن عفان رضي الله عنه من شدة القيام۔

**ترجمہ:** حضرت سائب بن یزید رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ماہ رمضان میں بیس ۲۰ رکعت تراویح پڑھتے تھے اور ان میں سو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں شدت قیام کی وجہ سے وہ اپنی لاشیں سے ٹپک لگاتے تھے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۳۹۶ رقم الحدیث ۳۳۹۳ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکتبۃ المکرمۃ)، (معرفت السنن والآثار للبیہقی ج ۳ ص ۲۰۷)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

چند مسائل پر مختصر

و

مدلل تحقیق

تصنیف و تالیف

علامہ سعید اللہ خان قادری



## حاشیہ.....☆

• ربیع بنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قال الشافعی و احب الی اذا كانوا جماعة ان يصلوا عشرين ركعة۔

(معرفۃ السنن والآثار للشیخ ج ۳ ص ۴۰۵)

• م زہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

عن الحسن ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جمع الناس علی ابی بن کعب فی قیام رمضان فكان یصلی بهم عشرين ركعة۔

**ترجمہ:** حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں قیام رمضان کے لئے اکٹھا کیا تو وہ انہیں بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔

(سیرۃ النبلاء ج ۱ ص ۳۰۰ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ بیس رکعت تراویح حضور ﷺ کی سنت مبارک اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خصوصاً خلافت راشدین کی سنت مبارک ہے جن کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

عن عرباض بن ساریہ..... فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ و اياکم والامور المحدثات فان کل بدعة ضلالة۔

**ترجمہ:** حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت میں ہے..... پس تم پر میری سنت اور خلفاء راشدین المحدثین کی سنت کو پکڑ لینا لازم ہے اور ان کے طریقہ کو مضبوطی کے ساتھ دانتوں سے پکڑ لینا اور بدعات سے بچنا کیونکہ ہر بدعت (سیدہ) گمراہی ہے۔

(سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۵-۱۶ رقم الحدیث ۴۲-۴۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (جامع الترمذی جلد ۲ ص ۹۲ مطبوعہ مکتبہ اکرمیہ پشاور)، (سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۰۰ رقم الحدیث ۴۰۷-۴۰۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام امام محبت الدین طبری ج ۱ ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۳۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۳۶-۱۳۷ رقم الحدیث ۲۷۵-۲۷۶-۲۷۷ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبہ مصر)، (مسند الامام الطحاوی ج ۲ ص ۱۶۲ رقم الحدیث ۵۵۳۵ مطبوعہ مکتبۃ الحرمین للنشر والتوزیع دہلی)، (سنن کبریٰ بنی جلد ۱ ص ۱۱۳ مطبوعہ دار الباز مکتبۃ المکتزۃ)، (شعب الایمان جلد ۶ ص ۶۷ رقم الحدیث ۵۱۵-۵۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جامع المسنید و سنن ابن کثیر ج ۹ ص ۳۳۰-۳۳۱ رقم الحدیث ۶۳۷۵-۶۳۷۶-۶۳۷۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (کتاب الاعتقاد والحدیث الی سبیل الرشاد امام سیوطی ص ۲۲۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۵۳۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح السنۃ امام بغوی ج ۱ ص ۱۸۱ رقم الحدیث ۱۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

غیر مقلدین جو آٹھ رکعات تراویح کے قائل ہیں اور اس پر بڑے ضرور دیتے ہیں اور دلیل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا والی روایت پیش کرتے ہیں کہ:

ما کان رسول اللہ ﷺ یزید فی ولا فی غیرہ علی احدى عشرة ركعة۔

**ترجمہ:** یعنی کہ نبی کریم ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ سے زائد نہیں کرتے تھے۔

یہ استدلال درست نہیں اس لئے مذکورہ بالا حدیث سے تراویح کا آٹھ رکعت ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یہاں ایسی نماز کا ذکر فرما رہی ہیں جو رمضان شریف میں بھی پڑھی جاتی ہے اور غیر رمضان میں بھی۔ اور تراویح تو صرف رمضان ہی میں پڑھی جاتی ہے۔ چنانچہ یہاں تراویح کا دوسرے سے ذکر ہی نہیں۔ بلکہ تہجد کا ذکر ہے کہ آپ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں آٹھ رکعت تہجد پڑھتے تھے۔ اور تین وتر۔

ساتوں کنکر ایک دم پھینک دے تو ایک ہی رمی مانی جائے گی اور چھ کنکر اس کے علاوہ مارنے ہوں گے۔ ایسے ہی اگر کوئی قسم کھائے کہ میں ہزار درود پڑھوں گا اور پھر اس طرح پڑھے اللھم صل علی سیدنا محمد الف مرقدہ اس کا یہ درود ہزار نہ مانا جائے گا بلکہ ایک ہی مانا جائے گا لہذا چاہیے کہ اگر کوئی ایک دم تین طلاقیں دے دے تو ایک ہی واقع ہونہ کہ تین۔

**جواب:-** الحمد للہ آپ قیاس کے تو قائل ہوئے اور آپ نے قیاس کرنے کی زحمت گوارا فرمائی مگر جیسے آپ ویسا آپ کا قیاس جناب لعان اور رمی میں فصل مقصود ہے نہ کہ اس کا اثر اور طلاق میں اثر مقصود ہے نہ کہ بعض فعل لہذا یہ قیاس صحیح نہیں۔ لعان کی ہر قسم ایک گواہ کے قائم مقام ہے۔ جب کہ زنا میں گواہیاں چار ہیں تو لعان میں جو اس کا قائم مقام ہے۔ یعنی فعل قسم بھی چار ہی چاہیے۔ بیک لفظ چار قسمیں کھانے میں فعل ایک ہی ہوا۔ نیز رمی جہروں میں سات فعل چاہئیں ایک دم سات کنکر پھینک دینے میں مفعول سات ہوئے۔ مگر فعل ایک چونکہ حضور نبی کریم ﷺ نے رمی میں سات فعل فرمائے ہیں۔ اس کی پیروی چاہیے۔ درود شریف میں ثواب بقدر محنت ملتا ہے ایک ہزار درود کی محنت اتنی محنت کی منت ہے اور ظاہر ہے کہ ایک بار الف مرۃ کہہ لینے میں ہزار درود کی محنت نہیں پڑتی۔ لہذا ان کے احکام بھی مختلف قسم کا مدار عرف پر ہوتا ہے طلاق کو نسا ثواب کا کام ہے۔ تاکہ اس میں زیادہ محنت کا ثواب ملے۔ غرضیکہ تمام اعتراضات کٹری کے جانے کی طرح کمزور ہیں ان سب کی بیاتن آسانی اور نفس پروری ہے خدا تعالیٰ قرآن وحدیث کی صحیح فہم عطا فرمائے۔ اگر تین طلاقیں سے ایک ہی واقع ہوا اور شوہر بیوی سے الگ ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن اگر تینوں واقع ہو جائیں اور بغیر حلالہ رجوع کر لیا جائے تو عمر بھر حرام کاری ہوگی۔ لہذا احتیاط بھی اس میں ہے کہ تین طلاقیں تین ہی مانی جائیں اسی لئے علماء اصول فرماتے ہیں کہ اباحت اور حرمت میں جب تعارض ہو تو حرمت کو ترجیح ہوتی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ ونور عرشہ سیدنا ومولنا محمد والہ واصحبہ اجمعین برحمتہ  
وہو ارحم الراحمین۔

احمد یار خان غفرلہ ولدیہ ومرشدہ بیابونی

مقیم گجرات پاکستان

## رساله طلاق الاوله في حكم الطلاق الثلثه

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک دم تین طلاقیں دے دے تو اگرچہ اس نے برا کیا مگر اس صورت میں طلاقیں تین ہی واقع ہوگئی نہ کہ ایک اور یہ عورت بغیر حلالہ اس مرد کو حلال نہ ہوگی۔ چونکہ زمانہ موجود کے غیر مقلد وہابی اس کے منکر ہیں اور خواہش نفسانی کے ماتحت کہتے ہیں کہ اس صورت میں طلاق ایک ہی واقع ہوگی اور عورت سے رجوع کرنا صحیح ہوگا اس لئے اس بحث میں ایک مقدمہ اور دو باب لکھے جاتے ہیں پہلے باب میں مسئلہ کے دلائل اور دوسرے باب میں اس پر اعتراضات و جوابات۔

مقدمہ:- بہتر یہ ہے کہ اگر عورت کو طلاق دینا ہو تو صرف ایک ہی طلاق طہر میں دے۔ اور اگر تین طلاقیں ہی دینا ہوں تو ہر طہر میں ایک طلاق دے۔ لیکن اگر عورت کو بحالت حیض طلاق دیدے۔ یا تینوں طلاقیں ایک دم دیدے تو اگرچہ اس نے برا کیا۔ مگر جو طلاق دے گا وہ ہی واقع ہوگی ایک ساتھ تین طلاقیں دینے کی تین صورتیں ہیں (۱) اگر شوہر اپنی اس بیوی کو جس سے صرف نکاح ہوا ہو اور خلوت نہ ہوئی ہو ایک دم تین طلاقیں اس طرح دے کہ تجھے طلاق ہے۔ طلاق ہے۔ طلاق ہے۔ اس صورت میں صرف ایک طلاق واقع ہوگی۔ اور آخری دو واقع نہ ہوں گی۔ کیونکہ پہلی طلاق بولتے ہی وہ عورت نکاح سے خارج ہوگئی اور کاس پر عدت بھی واجب نہ ہوئی۔ اور طلاق کے لئے نکاح یا عدت چاہیے ہاں اگر اس عورت سے یوں کہے کہ تجھے تین طلاقیں ہیں تو تینوں پڑ جائیں گی کیونکہ اس صورت میں تینوں طلاقیں نکاح کی موجودگی میں پڑیں (عامہ کتب)

(۲) اگر شوہر اپنی اس بیوی کو جس سے خلوت ہو چکی ہے اس طرح طلاقیں دے کہ تجھے طلاق ہے۔ طلاق ہے۔ طلاق ہے۔ اور آخری دو طلاقیں سے پہلی طلاق کی تاکید کی نیت کرے۔ نہ کہ علیحدہ طلاقیں کی تب بھی دیانہ طلاق ایک ہی ہوگی (قاضی اس کی یہ بات نہ مانے گا) کیونکہ اس شخص نے ایک طلاق کی دو تاکیدیں کی ہیں۔ جیسے کوئی کہے کہ پانی پی لو۔ پانی پانی۔ کھانا کھا لو کھانا کھانا میں کل گیا تھا کل کل۔ ان سب صورتوں میں پچھلے دو لفظوں سے پہلے لفظ کی تاکید ہے۔ (۳) اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے جس سے خلوت ہو چکی ہے۔ بیک وقت تین طلاقیں دے خواہ یوں کہے کہ تجھے تین طلاقیں ہیں یا یہ کہے کہ تجھے طلاق ہے طلاق ہے، طلاق ہے۔ بہر حال طلاقیں تین ہی واقع ہوگی اور یہ عورت اب بغیر حلالہ اس مرد کو حلال نہ ہوگی۔ اس پر امام ابو حنیفہ وشافعی و مالک و احمد اور سلفاً خلفاً جمہور علماء کا اتفاق ہے۔ ہاں بعض ظاہرین مولوی اس آخری صورت میں اختلاف کرتے ہیں۔

چنانچہ تفسیر صادی میں پارہ دوم زیر آیت فان طلقها فلا تحل له (الایہ سورہ البقرہ آیت نمبر ۲۳) ہے  
والمعنى فان ثبت طلاقها ثلاثا في مرة او مرات فلا تحل (الایہ) كما اذا قال لها انت طالق ثلاثا او البتہ وهذا هو المجمع عليه۔

یعنی علماء امت کا اس پر اتفاق ہے کہ جو تین طلاقیں الگ الگ دے یا ایک دم۔ عورت بہر حال حرام ہو جائے گی۔  
(تفسیر صادی ج ۱ ص ۷۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

نیز نووی شرح مسلم جلد اول باب الطلاق الثلث میں ہے۔  
وقد اختلف العلماء في من قال لامرأته انت طالق ثلاثا فقال الشافعي ومالك وابو حنيفة واحمد وجماهير العلماء من السلف والخلف يقع الثلث وقال طاء وس بعض اهل الظاهر يقول لا يقع بذلك الا واحدة۔  
(شرح مسلم نووی کتاب طلاق ج ۵ ص ۱۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

وحدیث نافع ابن عَجیر و عبد اللہ ابن علی ابن یزید ابن رکانہ عن ابیہ عن جدہ ان رکانہ طلق امرأته البیة فردها النبی ﷺ اصح لانهم ولد الرجل واهله اعلم به ان رکانہ اما طلق امرأته البیة وجعلها النبی ﷺ واحدة۔

وهذا الاسناد لاتقوم به الحجته مع ثمانيته ورد عن عباس فالتائه بخلف ذلك ومع روايت اولاد  
ركانه ان طلاق ركانه كان واحده وبالله التوفيق-

ہم پہلے باب میں عرض کر چکے ہیں کہ ابورکانہ نے بارگاہ نبوی میں عرض کیا تھا کہ یا حبیب اللہ میں نے ایک طلاق کی نیت کی تھی اور نبی ﷺ نے اس پر قسم بھی لی تھی جب انہیں رجوع کا حکم دیا۔ امام نووی نے فرمایا کہ ابورکانہ کی تین طلاقیں کی روایت ضعیف ہے اور مجہول لوگوں سے مروی ہے۔ ان کی طلاق کے متعلق صرف وہی روایت صحیح ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں کہ انہوں نے طلاق بتہ دی تھی۔ اور لفظ بتہ میں ایک کا بھی احتمال ہوتا ہے اور تین کا بھی۔ شاید تین طلاق کے ضعیف راوی نے سمجھا کہ بتہ تین طلاق کو کہتے ہیں۔ اس لئے بجاتے بتہ کے تین کی روایت بالمعنی کر گیا۔ جس میں اس نے سخت غلطی کی عبارت یہ ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووی ج ۵ ص ۱۰ کتاب الطلاق باب طلاق الثلاث ص ۶۱ رقم الحدیث ۱۳۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

**اعتراض (۴)۔۔۔۔۔:** سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو بحالت حیض تین طلاقیں لکھ دیں تھیں۔ جنہیں حضور ﷺ نے ایک قرار دیا اور اس سے رجوع کرنے کا حکم دیا اگر یہ طلاقیں تین ہی ہوتیں تو رجوع ناممکن ہوتا۔

**جواب:-** یہ غلط ہے حق یہ ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی بیوی کو بحالت حیض طلاق ایک ہی دہی تھی۔ نبی کریمؐ نے انہیں رجوع کا حکم دیا کیونکہ طلاق بحالت طہر ہونی چاہئے چنانچہ مسلم شریف جلد اول باب تحریم الطلاق الحائض میں ہے۔

عن نافع عن عبد الله انه طلق امرأه له وهي حائض تطليقة واحدة فامر رسول الله ﷺ ان يراجع

فان طلقها الى طلقته ثالثه سواء وقع الاثنان في مرة او مرتين والمعنى فان ثبت طلاقها ثلثا في مرة او مرات فلا تحل۔

(تفسير مساوی ج ۱ ص ۷۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

یعنی اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ اگر تین طلاقیں دیں تو واقع ہو جائیں گی خواہ ایک دم دے یا الگ الگ عورت حلال نہ رہے گی آگے فرماتے ہیں۔

كما اذا قال لها انت طالق ثلثا او البتہ وهذا هو الجمع عليه۔

(تفسير مساوی ج ۱ ص ۷۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

یعنی اگر کوئی شخص یوں کہہ دے کہ تجھے تین طلاقیں ہیں تو تین ہی واقع ہو جائیں گی اس پر امت حضرت محمد ﷺ کا اتفاق ہے اسی طرح اور تفاسیر میں بھی ہے۔

(۲) رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

ومن يتعد حدود الله فقد ظلم نفسه لا تدرى لعل الله يحدث بعد ذلك امرا۔

(پارہ ۱۸ سورہ طلاق آیت نمبر ۱)

یعنی جو کوئی اللہ کی حدیں توڑے کہ ایک دم تین طلاقیں دیدے تو اپنی جان پر ظلم کرتا ہے کیونکہ کبھی انسان طلاق دے کر شرمندہ ہوتا ہے اور رجوع کرنا چاہتا ہے اگر تین طلاقیں ایک دم دیدیگا تو رجوع نہ کر سکے گا اس آیت میں یہ نہ فرمایا کہ ایک دم تین طلاقیں دینے والے کی واقعہ نہ ہوں گی بلکہ فرمایا یہ گیا کہ ایسا آدمی ظالم ہے اگر اس سے طلاق ایک واقعہ ہوتی تو یہ ظالم کیسے ہوتا؟ نووی شرح مسلم باب الطلاق المثلث میں ہے۔

واحتج الجمهور بقوله تعالى ومن يتعد حدود الله فقد ظلم نفسه الخ قالوا معناه ان المطلق قد يحدث له بدم فلا يمكنه تداركه لو فوع اليئونه فلو كانت الثلث لم تقع طلاقه هذا الا رجعيا فلا يندم۔

ترجمہ: وہ ہی ہے جو ہم اوپر عرض کر چکے ہیں۔

(شرح صحیح مسلم نووی کتاب الطلاق ج ۵ ص ۱۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۳) بیہقی اور طبرانی میں سوید ابن غفلہ سے روایت ہے کہ حضرت امام حسن ابن علی رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی عائشہ خنسمیہ کو ایک دم تین طلاقیں دے دیں۔ بعد میں خبر ملی کہ وہ امام حسن کے فراق میں بہت روتی ہیں تو آپ رو پڑے اور فرمانے لگے کہ اگر میں نے اپنے والد سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا کہ جو کوئی اپنی بیوی کو الگ الگ یا ایک دم تین طلاقیں دیدے تو وہ عورت بغیر حلالہ اسے جائز نہیں تو میں ضرور رجوع کر لیتا حدیث کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

لولا انی سمعت جدی وحدثنی ابی انہ سمع جدی یقول ایما رجل طلق امراة ته ثلثا عند الاقراء او ثلثا مبہمته لم تحل له حتی تنکح زوجا غیرہ۔

(سنن کبریٰ بیہقی کتاب الخلع والطلاق باب ما جاء امضاء الطلاق ثلاثا وان کن مجموعات ج ۷ ص ۳۳۶ رقم الحدیث ۳۸۷ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکتبہ الکثرۃ)

اس سنن کبریٰ بیہقی میں حبیب ابن ابی ثابت کی روایت سے ہے۔

قال جاء رجل الى علی رضی اللہ عنہ فقال طلقتم امراة ته ثلث تحرمها عليك واقسم

مسائل هن بین نساءك۔

(سنن کبریٰ بیہقی کتاب الخلع والطلاق باب ما جاء امضاء الطلاق ثلاثا وان کن مجموعات ج ۷ ص ۳۳۵ رقم الحدیث ۳۸۷ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکتبہ الکثرۃ)

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الطلاق باب فی الرجل یطلق امرأته مائة او الفاقی قول واحد ج ۳ ص ۱۱۲ رقم الحدیث ۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

چاہئیں۔ ایک دم تین طلاقیں الگ الگ کہاں ہوئیں۔ مرتان علیحدگی بتا رہا ہے۔

**جواب:-** اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ اس آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ایک دم تین طلاقیں ایک ہی ہوں گی بلکہ مقصد یہ ہے کہ طلاق رجسی وطلاقیں ہیں۔ الطلاق میں الف لام عہدی ہے پھر فرمایا کہ جو کوئی دو سے زیادہ یعنی تین دے۔ تو بغیر حلالہ اسے عورت حلال نہیں۔ تفسیر احمدی و صاوی و جلالین میں ہے الطلاق ای التطليق الذي يراجع بعده مرتن و دوسرے یہ کہ اگر مان لیا جاوے کہ مرتان سے تین طلاقیں کی علیحدگی مراد ہے تو یہ کہنا کہ تجھے طلاق طلاق ہے طلاق ہے اس میں بھی طلاقیں کی لفظاً علیحدگی ہے اور یہ کہنا کہ تجھے تین طلاقیں ہیں اس میں عدوی علیحدگی کے بعد کیسے عدو بنے گا؟ آیت کا یہ مطلب کہاں سے نکالا گیا کہ طلاقیں کے درمیان ایک حیض کا فاصلہ ہونا شرط ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے فارجع البصر کربین (پارہ ۲۹ سورہ ۶۷ آیت نمبر ۴) آسمان کو بار بار دیکھو اس کا یہ مطلب نہیں کہ مہینہ میں ایک ہی بار دیکھ لیا کرو تیسرے یہ کہ تمہاری تفسیر سے بھی آیت کا یہ مطلب بنے گا کہ طلاقیں الگ الگ ہونی چاہئیں ہم بھی یہ ہی کہتے ہیں کہ بے شک ایک دم طلاقیں دینا سخت منع ہے۔ الگ الگ ہی دینا ضروری ہے مگر سوال تو یہ ہے کہ جو کوئی حماقت سے ایک دم تین طلاقیں دیدے تو واقع بھی ہوگی یا نہیں اس سے آیت ساکت ہے۔

**اعتراض (۲) :-** مسلم شریف کتاب الطلاق میں عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ زمانہ نبوی اور زمانہ صدیقی بلکہ شروع عہد فاروقی میں بھی حکم یہ تھا کہ ایک دم تین طلاقیں ایک ہی ہوں گی عبارت یہ ہے۔

عن ابن عباس قال كان الطلاق على عهد رسول الله ﷺ وابي بكر وثنتين من خلافت عمر طلاق الثلاث واحده۔

(صحیح مسلم کتاب الطلاق طلاق الثلاث ص ۵۶۰ رقم الحدیث ۱۴۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

نیز اسی مسلم میں اسی جگہ ہے کہ ابو الصحبہاء نے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ زمانہ نبوی اور زمانہ صدیقی میں تین طلاقیں ایک مانی جاتی تھیں انہوں نے فرمایا ہاں عبارت یہ ہے۔

ان ابا الصحباء قال لابن عباس اتعلم انما كانت الثلاث تجعل واحده على عهد النبي ﷺ وابي بكر وثلاثاً من اماره عمر فقال ابن عباس نعم۔

(صحیح مسلم کتاب الطلاق طلاق الثلاث ص ۵۶۰ رقم الحدیث ۱۴۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ان حدیثوں سے صراحۃً معلوم ہوا کہ ایک دم تین طلاقیں ایک ہیں۔

نوٹ:- غیر مقلدوں کا یہ انتہائی اعتراض ہے۔

**جواب:-** اس کے چند جواب ہیں۔ ایک یہ کہ یہ حدیث منسوخ ہے کیونکہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تو یہ روایت ہے اور خود ان ہی کا یہ فتویٰ ہے کہ ایک دم تین طلاقیں۔ تین طلاقیں ہی ہوں گی۔ جس کا ذکر پہلے باب میں ہو چکا اور جہاں راوی حدیث کا عمل اپنی روایت کے خلاف ہو وہاں معلوم ہوگا کہ اس راوی کے علم میں یہ حدیث منسوخ ہے، نیز صحابہ کرام کی موجودگی میں حضرت عمر فاروق کا یہ قانون بنادینا کہ ایک دم تین طلاقیں تین ہی ہوں گی اور اس پر عمل درآمد ہو جانا اور کسی صحابی بلکہ خود سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اس پر اعتراض نہ کرنا یا آواز بلند نہ کرنا یہ کہ وہ حدیث یا منسوخ ہے یا بادل۔ کیا صحابہ کرام حدیث کے خلاف اجماع کر سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس حدیث میں اس عورت کو طلاق دینا مراد ہے جس سے خلوت نہ ہوئی اور واقعی اگر کوئی شخص اپنی ایسی بیوی کو تین طلاقیں ایک دم اس طرح دے کہ تجھے طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے تو اول ہی واقع ہوگی اور اخیر کی دو طلاقیں لغو۔ چنانچہ ابوداؤد کتاب الطلاق باب نسخ المراجعة بعد التلقيات الثلاث میں ہے کہ ابو صحبہاء نے عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ آپ کو خبر نہیں کہ زمانہ نبوی اور زمانہ صدیقی اور شروع خلافت فاروقی میں جو کوئی اپنی بیوی کو تین طلاقیں

الجواز اء

(سنن كبرى للبخارى كتاب الطلاق باب من جعل الثلاث واحدة وادونى خلاف ذلك ج ٥ ص ٣٣٢ رقم الحديث ١٣٤٥٤ مطبوعه مكتبة دار البازمكة الكثرية)  
(١١) ابن ماجه شروع ابواب الطلاق باب من طلق ثلثا في مجلس واحد میں ہے کہ فاطمہ بنت قيس فرماتی ہیں کہ مجھے میرے شوہر نے یمن جاتے وقت تین طلاقیں ایکدم دیدیں۔ ان تینوں کو حضور ﷺ نے جائز رکھا عبارت یہ ہے۔

قالت طلقني زوجي ثلثا وهو خارج إلى اليمن فاجاز ذلك رسول الله ﷺ

(سنن ابن ماجه كتاب الطلاق من طلاق ثلاثا في مجلس واحد ج ٢ ص ٥٠٤ رقم الحديث ٢٠٣٣ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)، (سنن الدارقطني كتاب الطلاق ج ٢ ص ١٠ رقم الحديث ٣٨٤٢ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)، (سنن الدارقطني كتاب الطلاق باب في المطلقة ثلاثا لها الكسبي والنفقة ام الا ج ٢ ص ١٣٦ رقم الحديث ٢٢٤٥ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)، (مسند احمد ج ٦ ص ٣١١ مطبوعه المكتب الاسلامي بيروت)

(١٢) حاكم ابن ماجه ابوداؤد نے عبد اللہ ابن علی ابن یزید ابن ركانہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا میرے دادا ركانہ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی۔ پھر وہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور حضور ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا اور عرض کیا کہ میں نے ایک کی نیت کی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا اللہ کی قسم تم نے ایک ہی کی نیت کی تھی۔ عرض کیا قسم ہے رب کی میں نے نہ نیت کی مگر ایک کی بس حضرت محمد ﷺ نے ان کی بیوی کو ان پر واپس فرما دیا چنانچہ ابن ماجه اور ابوداؤد میں ہے۔

عن عبد الله ابن علي ابن يزيد ابن ركانه عن ابيه عن جده انه طلق امراته البتة فأتى رسول الله ﷺ فسئل فقال ما اردت بها قال واحدة قال او الله ما اردت بها الا واحدة قال والله ما اردت بها الا واحدة قال فردها اليه۔

(ابن ماجه باب طلاق البتہ ج ١ ص ٦٦١ رقم الحديث ٢٠٥١ مطبوعه دار الفكر بيروت)، (سنن ابوداؤد كتاب الطلاق باب في البتہ ج ٢ ص ٢٦٣ رقم الحديث ٢٢٠٨ مطبوعه دار الفكر بيروت)، (جامع السانيد لابن كثير ج ٣ ص ١١١ رقم الحديث ٢٨٣٥ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)

اگر ایک دم تین طلاقیں سے ایک ہی طلاق ہوتی تو حضور علیہ السلام حضرت ركانہ سے اس نیت کی قسم کیوں لیتے انہوں نے کہا تھا انت طالق طالق طالق اور آخری دو طلاقیں سے پہلی طلاق کی تاکید کی تھی۔ اس لئے اسے ایک قرار دیا گیا یہ روایت نہایت صحیح قابل اعتماد ہے۔ چنانچہ ابن ماجه فرماتے ہیں کہ ما اشرف هذا الحديث یہ حدیث کیا ہی شریف الاسناد ہے (ابن ماجه باب طلاق البتہ ج ١ ص ٦٦١ رقم الحديث ٢٠٥١ مطبوعه دار الفكر بيروت) ابوداؤد نے فرمایا ہے هذا اصح من حديث ابن جريح یہ روایت بمقابلہ روایت ابن جريح زیادہ صحیح ہے (سنن ابوداؤد كتاب الطلاق باب في البتہ ج ٢ ص ٢٦٣ رقم الحديث ٢٢٠٨ مطبوعه دار الفكر بيروت) (١٣) امام مالک وشافعی و ابوداؤد و تہمی میں بروایت معاویہ ابن ابی عباس ہے کہ کسی نے حضرت ابو ہریرہ اور عبد اللہ ابن عباس سے پوچھا کہ جو کوئی اپنی بیوی کو ایکدم تین طلاقیں دیدے۔ اس کا کیا حکم ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک طلاق اسے جدا کر دے گی اور تین حرام کہ بغیر حلالہ نکاح درست نہ ہوگا۔ عبد اللہ ابن عباس نے اس کی تاکید فرمائی۔ عبارت یہ ہے۔

عن محمد ابن ابیاس ان ابن عباس و ابا هريرة و عبد الله ابن عمرو ابن العاص سئلوا عن البكر و طلقها زوجها ثلثا قال لا تحل له حتى تنكح زوجا غيره و روى مالك عن يحيى ابن سعيد عن بكير ابن اشج عن معاوية ابن ابي عياش انه شهد هذه القصته۔

(سنن ابوداؤد كتاب الطلاق باب ح المراجعة بعد التطلق ج ٢ ص ٣٥٠ رقم الحديث ٢١٩٨ مطبوعه دار ابن حزم بيروت)، (مصنف عبد الرزاق ج ٦ ص ٢٦٢ رقم الحديث ١١٣٢١١٥ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)، (شرح معانی الآثار كتاب الطلاق ج ٢ ص ٥٤٩ رقم الحديث ٣٣٤٩ مطبوعه عالم الكتب بيروت)

(١٤) تہمی نے بسام صریفی سے روایت کی کہ جعفر ابن محمد فرماتے ہیں کہ جو کوئی اپنی بیوی کو نادانی سے یا جان بوجھ کر تین طلاقیں دیدے وہ عورت اس پر حرام ہو جائے گی۔

الجوزاء۔

(سنن کبریٰ للبیہقی کتاب الطلاق باب من جعل الثلاث واحدة وادونی خلاف ذلک ج ۷ ص ۳۳۷ رقم الحدیث ۱۳۷۵۷ مطبوعہ مکتبہ دارالبازمکۃ المکرمۃ)  
(۱۱) ابن ماجہ شروع ابواب الطلاق باب من طلق ثلاثاً فی مجلس واحد میں ہے کہ قاطعہ بنت قیس فرماتی ہیں کہ مجھے میرے شوہر نے یمن جاتے وقت تین طلاقیں ایکدم دیدیں۔ ان تینوں کو حضور ﷺ نے جائز رکھا عبارت یہ ہے۔

قالت طلقنی زوجی ثلاثاً وهو خارج الى اليمن فاجاز ذلك رسول الله ﷺ۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الطلاق باب من طلق ثلاثاً فی مجلس واحد ج ۲ ص ۵۰۷ رقم الحدیث ۲۰۲۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)۔ (سنن الدار قطنی کتاب الطلاق ج ۲ ص ۱۰ رقم الحدیث ۳۸۷۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)۔ (سنن الدارمی کتاب الطلاق باب فی المطلقة ثلاثاً قالوا اسکتی ولفقتہ ام الا؟ ج ۲ ص ۳۶ رقم الحدیث ۲۷۵۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۳۱۱ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

(۱۲) حاکم ابن ماجہ ابوداؤد نے عبداللہ ابن علی ابن یزید ابن رکانہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا میرے دادا رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی۔ پھر وہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور حضور ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا اور عرض کیا کہ میں نے ایک کی نیت کی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا اللہ کی قسم تم نے ایک ہی کی نیت کی تھی۔ عرض کیا قسم ہے رب کی میں نے نہ نیت کی مگر ایک کی پس حضرت محمد ﷺ نے ان کی بیوی کو ان پر واپس فرما دیا چنانچہ ابن ماجہ اور ابوداؤد میں ہے۔

عن عبد الله ابن علي ابن يزيد ابن ركانه عن ابيه عن جده انه طلق امراته البتة فأتى رسول الله ﷺ فسئل فقال ما اردت بها قال واحدة قال او الله ما اردت بها الا واحدة قال والله ما اردت بها الا واحدة قال فردها اليه۔

(ابن ماجہ باب طلاق البتہ ج ۱ ص ۶۶۱ رقم الحدیث ۲۰۵۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت)۔ (سنن ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی البتہ ج ۲ ص ۲۶۳ رقم الحدیث ۲۲۰۸ مطبوعہ دارالفکر بیروت)۔ (جامع المسانید لابن کثیر ج ۳ ص ۱۱۱ رقم الحدیث ۲۸۳۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

اگر ایک دم تین طلاقیں سے ایک ہی طلاق ہوتی تو حضور علیہ السلام حضرت رکانہ سے اس نیت کی قسم کیوں لیتے انہوں نے کہا تھا انت طالق طالق طالق اور آخری دو طلاقیں سے پہلی طلاق کی تاکید کی تھی۔ اس لئے اسے ایک قرار دیا گیا یہ روایت نہایت صحیح قابل اعتماد ہے۔ چنانچہ ابن ماجہ فرماتے ہیں کہ ما اشرف هذا الحديث یہ حدیث کیا ہی شریف الاسناد ہے (ابن ماجہ باب طلاق البتہ ج ۱ ص ۶۶۱ رقم الحدیث ۲۰۵۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت) ابوداؤد نے فرمایا ہے هذا اصح من حديث ابن جريح یہ روایت بمقابلہ روایت ابن جریج زیادہ صحیح ہے (سنن ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی البتہ ج ۲ ص ۲۶۳ رقم الحدیث ۲۲۰۸ مطبوعہ دارالفکر بیروت) (۱۳) امام مالک وشافعی و ابوداؤد و بیہقی میں بروایت معاویہ ابن ابی عباس ہے کہ کسی نے حضرت ابو ہریرہ اور عبداللہ ابن عباس سے پوچھا کہ جو کوئی اپنی بیوی کو ایکدم تین طلاقیں دیدے۔ اس کا کیا حکم ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک طلاق اسے جدا کر دے گی اور تین حرام کہ بغیر حلالہ نکاح درست نہ ہوگا۔ عبداللہ ابن عباس نے اس کی تاکید فرمائی۔ عبارت یہ ہے۔

عن محمد ابن اياس ان ابن عباس وابا هريرة وعبد الله ابن عمرو ابن العاص سئلوا عن البكر وطلقها زوجها ثلاثاً قال لا تحل له حتى تنكح زوجاً غيره وروى مالك عن يحيى ابن سعيد عن بكير ابن اشج عن معاوية ابن ابي عياش انه شهد هذه القصة۔

(سنن ابوداؤد کتاب الطلاق باب ح الرہنۃ بعد التلک ج ۲ ص ۴۵۰ رقم الحدیث ۲۱۹۸ مطبوعہ دارالین حزم بیروت)۔ (مسند عبدالرزاق ج ۶ ص ۲۶۲-۲۶۳ رقم الحدیث ۱۱۳۲۱۱۱۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)۔ (شرح معانی الآثار کتاب الطلاق ج ۲ ص ۵۷ رقم الحدیث ۲۳۷۹ مطبوعہ عالم الکتب بیروت)

(۱۴) بیہقی نے بسام صریفی سے روایت کی کہ جعفر ابن محمد فرماتے ہیں کہ جو کوئی اپنی بیوی کو نادانی سے یا جان بوجہ کر تین طلاقیں

دیدے وہ عورت اس پر حرام ہو جائے گی۔



چاہئیں۔ ایک دم تین طلاقیں الگ الگ کہاں ہوئیں۔ مرتان علیحدگی بتا رہا ہے۔

**جواب:-** اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ اس آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ایک دم تین طلاقیں ایک ہی ہوں گی بلکہ مقدمہ یہ ہے کہ طلاق رجعی دو طلاقیں ہیں۔ الطلاق میں الف لام عہدی ہے پھر فرمایا کہ جو کوئی دوسرے زیادہ یعنی تین دے۔ تو بغیر حلالہ اسے عورت حلال نہیں۔ تفسیر احمدی و صاوی و جلالین میں ہے الطلاق ای التطليق الذی یراجع بعده مرنن دوسرے یہ کہ اگر مان لیا جاوے کہ مرتان سے تین طلاقیں کی علیحدگی مراد ہے تو یہ کہنا کہ تجھے طلاق طلاق ہے طلاق ہے اس میں بھی طلاقیں کی لفظاً علیحدگی ہے اور یہ کہنا کہ تجھے تین طلاقیں ہیں اس میں عدوی علیحدگی کے بعد کیسے عدد بنے گا؟ آیت کا یہ مطلب کہاں سے نکال لیا کہ طلاقیں کے درمیان ایک حیض کا فاصلہ ہونا شرط ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے فلارجع البصر کورتین (پارہ ۲۹ سورہ ۶۷ آیت نمبر ۴) آسمان کو بار بار دیکھو اس کا یہ مطلب نہیں کہ مہینہ میں ایک ہی بار دیکھ لیا کرو تیسرے یہ کہ تمہاری تفسیر سے بھی آیت کا یہ مطلب بنے گا کہ طلاقیں الگ الگ ہونی چاہئیں ہم بھی یہ ہی کہتے ہیں کہ بے شک ایک دم طلاقیں دینا سخت منع ہے۔ الگ الگ ہی دینا ضروری ہے مگر سوال تو یہ ہے کہ جو کوئی حماقت سے ایک دم تین طلاقیں دیدے تو واقعہ بھی ہوگی یا نہیں اس سے آیت ساکت ہے۔

**اعتراض (۲)۔**..... مسلم شریف کتاب الطلاق میں عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ زمانہ نبوی اور زمانہ صدیقی بلکہ شروع عہد فاروقی میں بھی حکم یہ تھا کہ ایک دم تین طلاقیں ایک ہوں گی عبارت یہ ہے۔  
عن ابن عباس قال كان الطلاق على عهد رسول الله ﷺ وابي بكر وثلثين من خلافت عمر طلاق الثلاث واحدة۔

(صحیح مسلم کتاب الطلاق طلاق الثلاث ص ۵۶۰ رقم الحدیث ۱۳۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

نیز اسی مسلم میں اسی جگہ ہے کہ ابو الصحباء نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ زمانہ نبوی اور زمانہ صدیقی میں تین طلاقیں ایک مانی جاتی تھیں انہوں نے فرمایا ہاں عبارت یہ ہے۔

ان ابا الصبحاء قال لا ابن عباس اتعلم انما كانت الثلث تجعل واحدة على عهد النبي ﷺ وابي بكر  
ولثامن اماره عمر فقال ابن عباس نعم-

(صحیح مسلم کتاب الطلاق طلاق المکات ۵۶۰ رقم الحدیث ۱۳۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ان حدیثوں سے صراحۃً معلوم ہوا کہ ایک دم تین طلاقیں ایک ہیں۔

نوٹ:- غیر مقلدوں کا یہ انتہائی اعتراض ہے۔

**جواب :-** اس کے چند جواب ہیں۔ ایک یہ کہ یہ حدیث منسوخ ہے کیونکہ سیدنا ابن عباس ہی کی تو یہ روایت ہے اور خود ان ہی کا یہ فتویٰ ہے کہ ایک دم تین طلاقیں۔ تین طلاقیں ہی ہوں گی۔ جس کا ذکر پہلے باب میں ہو چکا اور جہاں راوی حدیث کا عمل اپنی روایت کے خلاف ہو وہاں معلوم ہوگا کہ اس راوی کے علم میں یہ حدیث منسوخ ہے، نیز صحابہ کرام کی موجودگی میں حضرت عمر فاروق کا یہ قانون بنادینا کہ ایک دم تین طلاقیں تین ہی ہوں گی اور اس پر عمل درآمد ہو جانا اور کسی صحابی بلکہ خود سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اس پر اعتراض نہ کرنا یا آواز بلند نہ دینا ہے کہ وہ حدیث یا منسوخ ہے یا ماول۔ کیا صحابہ کرام حدیث کے خلاف اجماع کر سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس حدیث میں اس عورت کو طلاق دینا مراد ہے جس سے خلوت نہ ہوئی اور واقعی اگر کوئی شخص اپنی ایسی بیوی کو تین طلاقیں ایک دم اس طرح دے کہ تجھے طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے تو اول ہی واقع ہوگی اور اخیر کی دو طلاقیں لغو۔ چنانچہ ابوداؤد و کتاب الطلاق باب نسخ المراجعة بعد التظلیقات الثالث میں ہے کہ ابو صحباء نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ آپ کو خبر نہیں کہ زمانہ نبوی اور زمانہ صدیقی اور شروع خلافت فاروقی میں جو کوئی اپنی بیوی کو تین طلاقیں

فان طلقها الى طلقته ثالثه سواء وقع الاثنان في مرة او مرتين والمعنى فان ثبت طلاقها ثلثا في مرة او مرات فلا تحل۔

(تفسیر صاوی ج ۱ ص ۱۷۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

یعنی اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ اگر تین طلاقیں دیں تو واقع ہو جائیں گی خواہ ایک دم دے یا الگ الگ عورت حلال نہ رہے گی آگے فرماتے ہیں۔

كما اذا قال لها انت طالق ثلثا او البتہ وهذا هو الجمع عليه۔

(تفسیر صاوی ج ۱ ص ۱۷۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

یعنی اگر کوئی شخص یوں کہہ دے کہ تجھے تین طلاقیں ہیں تو تین ہی واقع ہو جائیں گی اس پر امت حضرت محمد ﷺ کا اتفاق ہے اسی طرح اور تفاسیر میں بھی ہے۔

(۲) رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

ومن يتعد حدود الله فقد ظلم نفسه لا تدرى لعل الله يحدث بعد ذلك امرا۔

(پارہ ۲۸ سورہ طلاق آیت نمبر ۱)

یعنی جو کوئی اللہ کی حدیں توڑے کہ ایک دم تین طلاقیں دیدے تو اپنی جان پر ظلم کرتا ہے کیونکہ کبھی انسان طلاق دے کر شرمندہ ہوتا ہے اور رجوع کرنا چاہتا ہے اگر تین طلاقیں ایک دم دیدیگا تو رجوع نہ کر سکے گا اس آیت میں یہ نہ فرمایا کہ ایک دم تین طلاقیں دیے جانے والے کی واقعہ نہ ہوں گی بلکہ فرمایا یہ گیا کہ ایسا آدمی ظالم ہے اگر اس سے طلاق ایک واقعہ ہوتی تو یہ ظالم کیسے ہوتا؟ نووی شرح مسلم باب الطلاق الثالث میں ہے۔

واجتنب الجمهور بقوله تعالى ومن يتعد حدود الله فقد ظلم نفسه الخ قالوا معناه ان المطلق قد يحدث له ندم فلا يمكنه تداركه لوقوع اليقوتة فلو كانت الثلث لم تقع طلاقه هذا الا رجعيًا فلا يندم۔

ترجمہ: وہی ہے جو ہم اوپر عرض کر چکے ہیں۔

(شرح صحیح مسلم نووی کتاب الطلاق ج ۵ ص ۱۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۳) بیہقی اور طبرانی میں سوید ابن غفلہ سے روایت ہے کہ حضرت امام حسن ابن علی رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی عائشہ خنیمہ کو ایک دم

تین طلاقیں دے دیں۔ بعد میں خبر ملی کہ وہ امام حسن کے فراق میں بہت روتی ہیں تو آپ رو پڑے اور فرمانے لگے کہ اگر میں نے اپنے والد سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا کہ جو کوئی اپنی بیوی کو الگ الگ یا ایک دم تین طلاقیں دیدے تو وہ عورت بغیر حلالہ سے جائز نہیں تو میں ضرور رجوع کر لیتا حدیث کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

لولا انی سمعت جدی وحديثی ابی انه سمع جدی يقول ایما رجل طلق امراة ته ثلثا عند الاقراء او ثلثا مبہمتہ لم تحل له حتی تنکح زوجا غیرہ۔

(سنن کبریٰ کتب الخلق والطلاق باب ما جاء امضاء الطلاق الثلاث وان کن مجموعات ج ۷ ص ۳۳۶ رقم الحدیث ۱۳۷۳۸ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکتبہ المکرمہ)

اس سنن کبریٰ بیہقی میں حبیب ابن ابی ثابت کی روایت سے ہے۔

قال جاء رجل الى علی رضی اللہ عنہ فقال طلقتم امراة ته ثلثا قال قلت تحرمها علیک واقسم

سائو هن بین نساء لك۔

(سنن کبریٰ مجموعی کتب الخلق والطلاق باب ما جاء امضاء الطلاق الثلاث وان کن مجموعات ج ۷ ص ۳۳۵ رقم الحدیث ۱۳۷۳۸ مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکتبہ المکرمہ)

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الطلاق باب فی الرجل یطلق امراتہ ثلاثہ او لثلاثی قول واحد ج ۳ ص ۱۲ رقم الحدیث ۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اگر انھیں تین طلاقیں تین ہی واقع ہوئیں تو رجوع ناممکن تھا وہاں تو حلالہ کی ضرورت درپیش آتی معلوم ہوا کہ ایک طلاق باقی رہی کئی اور دو کو رد کر دیا گیا حالانکہ خود ابو رکانہ عرض کر رہے ہیں کہ میں نے تین طلاقیں دی ہیں۔ یہاں تاکید کا احتمال نہیں اور پھر بھی ایک ہی مانی گئی۔

**جواب:-** افسوس کہ معترض نے ابو داؤد اور بیہقی کی آدمی روایت نقل کی آگے اس اعتراض کا نہایت نسیس جواب دہاں ہی دیا گیا ہے جسے معترض چھوڑ گیا۔ اس جگہ ابو داؤد بیہقی میں ہے کہ نافع ابن عجبور اور عبد اللہ بن علی ابن یزید ابن رکانہ نے اپنے دادا رکانہ سے روایت کی کہ انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی تھی لہذا حضور نے ان کی بیوی کی ان کی طرف واپس کر دیا۔ یہ حدیث دیگر احادیث سے صحیح ہے کیونکہ اس کا بیٹا اور اس کے گھر والے اس کے حالات سے بمقابلہ غیروں کے زیادہ واقف ہوتے ہیں رکانہ کے پوتے تو فرماتے ہیں کہ میرے دادا نے میری دادی کو طلاق بتہ دی اور دیگر حضرات فرماتے ہیں کہ طلاقیں تین دیں۔ لاحالہ پوتے کی روایت زیادہ صحیح ہوگی عبارت یہ ہے۔

وحدیث نافع ابن عجبور وعبد اللہ ابن علی ابن یزید ابن رکانہ عن ابیہ عن جدہ ان رکانہ طلق امراء تہ البنت فردها النبی ﷺ اصح لانہم ولد الرجل واهلہ اعلم بہ ان رکانہ انما طلق امراء تہ البنت وجعلها النبی ﷺ واحدة۔

(یعنی سنن کبریٰ ج ۷ ص ۳۳۹ مطبوعہ مکتبہ دارالہایزکۃ الکترنہ)، (سنن ابو داؤد باب تحالہ - ج ۲ ص ۱۸۱ رقم الحدیث ۲۱۹۶ مطبوعہ دار ابن حزم بیروت) خلاصہ یہ کہ تین طلاق والی روایات سب ضعیف ہیں بلکہ امام بیہقی نے اسی جگہ فرمایا ہے کہ عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آٹھ روایتیں اس کے خلاف ہیں اور پھر رکانہ کی اولاد سے بھی طلاق بتہ کی روایت ہے بتاؤ کہ تین طلاقوں والی ایک روایت معتبر ہوگی یا طلاق بتہ والی آٹھ اور ایک نور وائیں بیہقی کی عبارت یہ ہے۔

وهذا الاسناد لاتقوم بہ الحجۃ مع ثمانیۃ ورد عن عباس فافتاہ بخلف ذلك ومع روایت اولاد رکانہ ان طلاق رکانہ کان واحدة وباللہ التوفیق۔

(یعنی سنن کبریٰ ج ۷ ص ۳۳۹ مطبوعہ مکتبہ دارالہایزکۃ الکترنہ)

ہم پہلے باب میں عرض کر چکے ہیں کہ ابو رکانہ نے بارگاہ نبوی میں عرض کیا تھا کہ یا حبیب اللہ میں نے ایک طلاق کی نیت کی تھی اور نبی ﷺ نے اس پر قسم بھی لی تھی تب انہیں رجوع کا حکم دیا۔ امام نووی نے فرمایا کہ ابو رکانہ کی تین طلاقوں کی روایت ضعیف ہے اور مجہول لوگوں سے مروی ہے۔ ان کی طلاق کے متعلق صرف وہی روایت صحیح ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں کہ انہوں نے طلاق بتہ دی تھی۔ اور لفظ بتہ میں ایک کا بھی احتمال ہوتا ہے اور تین کا بھی۔ شاید تین طلاق کے ضعیف راوی نے سمجھا کہ بتہ تین طلاق کو کہتے ہیں۔ اس لئے بجاتے بتہ کے تین کی روایت بالمعنی کر گیا۔ جس میں اس نے سخت غلطی کی عبارت یہ ہے۔

واما الروایۃ النی رواها المخالفون ان رکانہ طلقها ثلث فجعلها واحدة فروایتہ ضعیفۃ عن قوم مجهولین وانما الصحیح منها ما قدمناہ انہ طلقها البنتہ ولفظ البنتہ محتمل للواحدۃ وللثلث ولعل صاحب هذا الروایتہ الضعیفۃ اعتقد ان لفظ البنتہ ثلاث افرواہ بالمعنی الذی فہمہ وغلط فی ذالک۔

(شرح صحیح مسلم للنووی ج ۵ ص ۱۰ کتاب الطلاق باب طلاق الثلاث ص ۶۱ رقم الحدیث ۶۴۷۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

**اعتراض (۴)۔۔۔۔۔۔۔** سیدنا عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو بحالت حیض تین طلاقیں اکٹھی دیں تھیں۔ جنہیں حضور ﷺ نے ایک قرار دیا اور اس سے رجوع کرنے کا حکم دیا اگر یہ طلاقیں تین ہی ہوتیں تو رجوع ناممکن ہوتا۔

**جواب:-** یہ غلط ہے حق یہ ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر نے اپنی بیوی کو بحالت حیض طلاق ایک ہی دی تھی۔ نبی کریم نے انہیں رجوع کا حکم دیا کیونکہ طلاق بحالت طہر ہونی چاہیے چنانچہ مسلم شریف جلد اول باب تحریم الطلاق الخائض میں ہے۔

عن نافع عن عبد اللہ انہ طلق امراء تہ لہ وہی حائض تطلیقۃ واحدة فامرہ رسول اللہ ﷺ ان یراجع

## رساله طلاق الاوله في حكم الطلاق الثلثه

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک دم تین طلاقیں دے دے تو اگرچہ اس نے برا کیا مگر اس صورت میں طلاقیں تین ہی واقع ہوگی نہ کہ ایک اور یہ عورت بغیر حلالہ اس مرد کو حلال نہ ہوگی۔ چونکہ زمانہ موجود کے غیر مقلد وہابی اس کے منکر ہیں اور خواہش نفسانی کے ماتحت کہتے ہیں کہ اس صورت میں طلاق ایک ہی واقع ہوگی اور عورت سے رجوع کرنا صحیح ہوگا اس لئے اس بحث میں ایک مقدمہ اور دو باب لکھے جاتے ہیں پہلے باب میں مسئلہ کے دلائل اور دوسرے باب میں اس پر اعتراضات و جوابات۔

مقدمہ:- بہتر یہ ہے کہ اگر عورت کو طلاق دینا ہو تو صرف ایک ہی طلاق طہر میں دے۔ اور اگر تین طلاقیں ہی دینا ہوں تو ہر طہر میں ایک طلاق دے۔ لیکن اگر عورت کو بحالت حیض طلاق دیدے۔ یا تینوں طلاقیں ایک دم دیدے تو اگرچہ اس نے برا کیا۔ مگر جو طلاق دے گا وہ ہی واقع ہوگی ایک ساتھ تین طلاقیں دینے کی تین صورتیں ہیں (۱) اگر شوہر اپنی اس بیوی کو جس سے صرف نکاح ہوا ہو اور خلوت نہ ہوئی ہو ایک دم تین طلاقیں اس طرح دے کہ تجھے طلاق ہے۔ طلاق ہے۔ طلاق ہے۔ اس صورت میں صرف ایک طلاق واقع ہوگی۔ اور آخری دو واقع نہ ہوں گی۔ کیونکہ پہلی طلاق بولتے ہی وہ عورت نکاح سے خارج ہوگئی اور کاس پر عدت بھی واجب نہ ہوئی۔ اور طلاق کے لئے نکاح یا عدت چاہیے ہاں اگر اس عورت سے یوں کہے کہ تجھے تین طلاقیں ہیں تو تینوں پڑ جائیں گی کیونکہ اس صورت میں تینوں طلاقیں نکاح کی موجودگی میں پڑیں (عامہ کتب)

(۲) اگر شوہر اپنی اس بیوی کو جس سے خلوت ہو چکی ہے اس طرح طلاقیں دے کہ تجھے طلاق ہے۔ طلاق ہے۔ طلاق ہے۔ اور آخری دو طلاقیں سے پہلی طلاق کی تاکید کی نیت کرے۔ نہ کہ علیحدہ طلاقیں کی تب بھی دیانہ طلاق ایک ہی ہوگی (قاضی اس کی یہ بات نہ مانے گا) کیونکہ اس شخص نے ایک طلاق کی دو تاکیدیں کی ہیں۔ جیسے کوئی کہے کہ پانی پی لو۔ پانی پانی۔ کھانا کھا لو کھانا کھانا میں کل گیا تھا کل کل۔ ان سب صورتوں میں پچھلے دو لفظوں سے پہلے لفظ کی تاکید ہے۔ (۳) اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے جس سے خلوت ہو چکی ہے۔ بیک وقت تین طلاقیں دے خواہ یوں کہے کہ تجھے تین طلاقیں ہیں یا یہ کہے کہ تجھے طلاق ہے طلاق ہے، طلاق ہے۔ بہر حال طلاقیں تین ہی واقع ہوگی اور یہ عورت اب بغیر حلالہ اس مرد کو حلال نہ ہوگی۔ اس پر امام ابو حنیفہ وشافعی و مالک و احمد اور سلفاً خلفاً جمہور علماء کا اتفاق ہے۔ ہاں بعض ظاہرین مولوی اس آخری صورت میں اختلاف کرتے ہیں۔

چنانچہ تفسیر صادی میں پارہ دوم زیر آیت فان طلقها فلا تحل لہ (الایہ سورہ البقرہ آیت نمبر ۲۳) ہے  
والمعنی فان ثبت طلاقها ثلاثاً فی مرة او مرات فلا تحل (الایہ) کما اذا قال لہا انت طالق ثلاثاً او البشہ وهذا هو المجمع علیہ۔

یعنی علماء امت کا اس پر اتفاق ہے کہ جو تین طلاقیں الگ الگ دے یا ایک دم۔ عورت بہر حال حرام ہو جائے گی۔  
(تفسیر صادی ج ۱ ص ۷۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

نیز نووی شرح مسلم جلد اول باب الطلاق الثلث میں ہے۔

وقد اختلف العلماء فی من قال لامرأته انت طالق ثلاثاً فقال الشافعی ومالك وابو حنیفہ واحمد و جماہیر العلماء من السلف والخلف بقع الثالث وقال طاء وس بعض اهل الظاهر بقول لا يقع بذلك الا واحدة۔  
(شرح مسلم نووی کتاب الطلاق ج ۵ ص ۱۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ساتوں کنکر ایک دم پھینک دے تو ایک ہی رمی مانی جائے گی اور چھ کنکر اس کے علاوہ مارنے ہوں گے۔ ایسے ہی اگر کوئی قسم کھائے کہ میں ہزار درود پڑھوں گا اور پھر اس طرح پڑھے اللھم صل علی سیدنا محمد الف مرقدہ اس کا یہ درود ہزار نہ مانا جائے گا بلکہ ایک ہی مانا جائے گا لہذا چاہیے کہ اگر کوئی ایک دم تین طلاقیں دے دے تو ایک ہی واقع ہونہ کہ تین۔

**جواب :-** الحمد للہ آپ قیاس کے تو قائل ہوئے اور آپ نے قیاس کرنے کی زحمت گوارا فرمائی مگر جیسے آپ ویسا آپ کا قیاس جناب لعان اور رمی میں فعل مقصود ہے نہ کہ اس کا اثر اور طلاق میں اثر مقصود ہے نہ کہ محض فعل لہذا یہ قیاس صحیح نہیں۔ لعان کی ہر قسم ایک گواہ کے قائم مقام ہے۔ جب کہ زنا میں گواہیاں چار ہیں تو لعان میں جو اس کا قائم مقام ہے۔ یعنی فعل قسم بھی چار ہی چاہیے۔ بیک لفظ چار قسمیں کھانے میں فعل ایک ہی ہوا۔ نیز رمی جہروں میں سات فعل چاہئیں ایک دم سات کنکر پھینک دینے میں مشغول سات ہوئے۔ مگر فعل ایک چونکہ حضور نبی کریم ﷺ نے رمی میں سات فعل فرمائے ہیں۔ اس کی پیروی چاہیے۔ درود شریف میں ثواب بقدر محنت ملتا ہے ایک ہزار درود کی محنت اتنی محنت کی منت ہے اور ظاہر ہے کہ ایک بار الف مرۃ کہہ لینے میں ہزار درود کی محنت نہیں پڑتی۔ لہذا ان کے احکام بھی مختلف قسم کا مدار عرف پر ہوتا ہے طلاق کو نسا ثواب کا کام ہے۔ تاکہ اس میں زیادہ محنت کا ثواب ملے۔ غرضیکہ تمام اعتراضات کٹری کے جانے کی طرح کٹ رہے ہیں ان سب کی بنا تن آسانی اور نفس پروری ہے خدا تعالیٰ قرآن وحدیث کی صحیح فہم عطا فرمائے۔ اگر تین طلاقیں سے ایک ہی واقع ہو اور شوہر بیوی سے الگ ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن اگر تینوں واقع ہو جائیں اور بغیر حلالہ رجوع کر لیا جائے تو عمر بھر حرام کاری ہوگی۔ لہذا احتیاط بھی اس میں ہے کہ تین طلاقیں تین ہی مانی جائیں اسی لئے علماء اصول فرماتے ہیں کہ اباحت اور حرمت میں جب تعارض ہو تو حرمت کو ترجیح ہوتی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ ونور عرشہ سیدنا ومولانا محمد والہ واصحابہ اجمعین برحمتہ  
وہو ارحم الراحمین۔

احمد یار خان غفرلہ ولایبہ ومرتبہ بدایونی

مقیم کجرات پاکستان

☆.....

من کنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قال الشافعی و احب الی اذا كانوا جماعة ان یصلوا عشرين رکعة۔

(معرفت السنن والآثار للشیخ ج ۳ ص ۲۰۵)

۔ مذبہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

عن الحسن ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جمع الناس علی ابی بن کعب فی قیام رمضان فكان یصلی بهم عشرين رکعة۔

**ترجمہ:** حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے اقتداء میں قیام رمضان کے لئے اکٹھا کیا تو وہ انہیں بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔

(سیرۃ النبلاء ج ۱ ص ۳۰۰ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ بیس رکعت تراویح حضور ﷺ کی سنت مبارک اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خصوصاً خلاف راشدین کی سنت مبارک ہے جن کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

عن عرباض بن ساریہ..... فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ و اياکم والامور المحدثات فان کل بدعة ضلالة۔

**ترجمہ:** حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت میں ہے..... پس تم پر میری سنت اور خلفاء راشدین الہدیین کی سنت کو پکڑ لینا لازم ہے اور ان کے طریقہ کو مضبوطی کے ساتھ دانتوں سے پکڑ لینا اور بدعات سے بچنا کیونکہ ہر بدعت (سیرہ) گمراہی ہے۔

(سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۵-۱۶ رقم الحدیث ۳۲-۳۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (جامع الترمذی جلد ۲ ص ۹۲ مطبوعہ مکتبہ اکریمہ پشاور)، (سنن ابی داؤد ج ۳ ص ۲۰۰ رقم الحدیث ۳۰۷۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (غایۃ الاحکام فی احادیث الاحکام امام محبت الدین طبری ج ۱ ص ۲۵۳ رقم الحدیث ۲۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۱۲۹-۱۳۰ رقم الحدیث ۲۷۶-۲۷۷ مطبوعہ موسسۃ قرطبہ مصر)، (مسند الامام الطحاوی ج ۶ ص ۱۶۲ رقم الحدیث ۵۵۳۵ مطبوعہ مکتبۃ الحرمین للنشر والتوزیع دہلی)، (سنن نسائی جلد ۱ ص ۱۱۳ مطبوعہ دار البیاض مکتبۃ المکتبۃ)، (شعب الایمان جلد ۶ ص ۶۷ رقم الحدیث ۷۵۱۶-۷۵۱۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (جامع مسند و سنن ابن کثیر ج ۹ ص ۲۳۰۵ تا ۲۳۰۷ رقم الحدیث ۶۳۷-۶۳۸-۶۳۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (کتاب الاعتقاد والحدیث الی سبیل الرشاد امام بیہقی ص ۲۲۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (دلائل النبوة امام بیہقی ج ۶ ص ۵۳۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (شرح السنۃ امام بیہقی ج ۱ ص ۱۸۱ رقم الحدیث ۱۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

غیر مقلدین جو آٹھ رکعات تراویح کے قائل ہیں اور اس پر بڑے ضرور دیتے ہیں اور دلیل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا والی روایت پیش کرتے ہیں کہ:

ما کان رسول اللہ ﷺ یزید فی ولا فی غیرہ علی احدى عشرہ رکعة۔

**ترجمہ:** یعنی کہ نبی کریم ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ سے زائد نہیں کرتے تھے۔

یہ استدلال درست نہیں اس لئے مذکورہ بالا حدیث سے تراویح کا آٹھ رکعت ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یہاں ایسی نماز کا ذکر فرما رہی ہیں جو رمضان شریف میں بھی پڑھی جاتی ہے اور غیر رمضان میں بھی۔ اور تراویح تو صرف رمضان ہی میں پڑھی جاتی ہے۔ چنانچہ یہاں تراویح کا دوسرے سے ذکر ہی نہیں۔ بلکہ تہجد کا ذکر ہے کہ آپ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں آٹھ رکعت تہجد پڑھتے تھے۔ اور تین وتر۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

چند مسائل پر مختصر

و

مدل تحقیق

تصنیف و تالیف

علامہ سعید اللہ خان قادری

## ☆ حاشیہ

یصلون عشرين ركعة۔

**ترجمہ:** اکثر اہل علم کا مذہب میں رکعت تراویح ہے جو کہ حضرت علی حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور حضور ﷺ کے دیگر اصحاب سے مروی ہے اور یہی (کبار تابعین) سفیان ثوری عبد اللہ بن مبارک اور امام شافعی رحمہم اللہ کا قول ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے اپنے شہر مکہ میں (اہل علم کو) میں رکعت تراویح پڑھتے پایا۔

(سنن الترمذی کتاب الصوم ج ۳ ص ۱۶۹ رقم الحدیث ۸۰۶ مطبوعہ: راحیاء التراث العربی بیروت)

امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال ان النبي ﷺ كان يصلي في رمضان عشرين ركعة سوى الوتر۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ رمضان المبارک میں وتر کے علاوہ بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۳ رقم الحدیث ۷۶۹۲ مطبوعہ مکتبۃ الرشید الریاض)، (سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۳۹۶ رقم الحدیث ۳۳۹۱ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکہ المکرمۃ)، (مسند عبد بن حمید ج ۳ ص ۲۱۸ رقم الحدیث ۶۵۳ مطبوعہ مکتبۃ الشیخ القاہرۃ مصر)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا احمد بن يحيى الحلواني قال حدثنا علي بن الجعد قال حدثنا ابو شيبة ابراهيم بن عثمان عن الحكم بن عتيبة عن مقسم عن ابن عباس ثم ان النبي ﷺ كان يصلي في رمضان عشرين ركعة سوى الوتر۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ رمضان المبارک میں وتر کے علاوہ بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔

(طبرانی اوسط ج ۱ ص ۲۳۳ رقم الحدیث ۷۹۸ مطبوعہ دار الحرمین القاہرۃ مصر)، (طبرانی کبیر ج ۱ ص ۳۹۳ رقم الحدیث ۱۲۱۰۲ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۷۲ مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت)، (الکامل فی شفاء الرجال ج ۱ ص ۲۳۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن السائب بن يزيد قال كنا ننصرف من القيام على عهد عمر رضي الله عنه وقد دنا فروع الفجر وكان القيام على عهد عمر رضي الله عنه ثلاثة وعشرين ركعة۔

**ترجمہ:** حضرت سائب بن یزید رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فجر کے قریب تراویح سے فارغ ہوتے تھے اور (بشمول وتر) بیس رکعات پڑھتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۶۱ رقم الحدیث ۷۷۳۳ مطبوعہ: المکتب الاسلامی بیروت)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن السائب بن يزيد قال كانوا يقومون على عهد عمر بن الخطاب رضي الله عنه في شهر رمضان بعشرين ركعة قال و كانوا يقرأون بالمئين و كانوا يتوكون على عصيهم في عهد عثمان بن عفان رضي الله عنه من شدة القيام۔

**ترجمہ:** حضرت سائب بن یزید رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ماہ رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے اور ان میں سو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں شدت قیام کی وجہ سے وہ اپنی لاشیوں سے ٹپک لگاتے تھے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۳۹۶ رقم الحدیث ۳۳۹۳ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکہ المکرمۃ)، (معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۳ ص ۷۰۷)



## اذان سے قبل درود و سلام کا ثبوت

اذان سے پہلے درود و سلام پڑھنا مستحب ہے پڑھنے والے کو اس کا ثواب بھی ملے گا۔ اگر کوئی اذان سے پہلے درود و سلام نہیں پڑھتا تو کوئی حرج نہیں اس لئے کہ یہ فرض واجب نہیں مستحب ہے لیکن جو پڑھتے ہیں اس کو بدعتی نہ کہنا چاہئے اس لئے کہ یہ بہت بڑا ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

**ترجمہ:** اے ایمان والو تم بھی اس نبی ﷺ پر درود اور سلام خوب بھیجو۔

(سورۃ الاحزاب پارہ ۲۲، ص ۴۲)

یہ آیت کریمہ مطلق و عام ہے اس میں کسی قسم کی قید و تخصیص نہیں ہے یعنی یہ نہیں فرمایا گیا کہ بس فلاں وقت میں ہی پڑھا کرو یا فلاں وقت میں درود و سلام نہ پڑھا کرو بلکہ مطلق رکھا تا کہ تمام ممکن اوقات کو شامل رہے اسی لئے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

انه تعالى لم يوقت ذلك ليشمل سائر الاوقات۔

**ترجمہ:** اللہ تعالیٰ نے اس امر صلوة کا وقت معین نہیں کیا تا کہ تمام اوقات کو شامل رہے۔

(نثر: اشعاع القاری ج ۳ ص ۳۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ہے:

في صلوتكم ومساجدكم وفي كل موطن۔

**ترجمہ:** یعنی اپنی نمازوں اور مسجدوں اور ہر مقام میں نبی کریم ﷺ پر درود و شریف پڑھو۔

(جلاء الافہام ص ۲۵۲)

زکریا کا عطلوی دیوبندی لکھتے ہیں۔

جن اوقات میں بھی (درود شریف) پڑھ سکتا ہو پڑھنا مستحب ہے۔

(تبلیغی نصاب فضائل درود شریف ص ۶۷)

لہذا مطلقاً یہ جبکہ اور ہر وقت میں نبی کریم ﷺ پر درود و سلام پڑھنا جس میں اذان کا مقام بھی داخل ہے کلام الہی عز و جل سے مامور

ثابت ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

عن عروة بن الزبير عن امرأة من بنى النجار قالت لم كان بيتي من اطول بيت حهل المسجد فكان بلال يؤذن اليه الفجر فياتي بسحر فيجلس على البيت ثم ينتظر الى الفجر فاذا رآه تمطى ثم قال اللهم انى احمدك واستعينك على قریش ان يقيموا دينك قالت لم يؤذن قالت والله ما علمته كان تركها ليلة واحدة هذه الكلمات۔

**ترجمہ:** حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنی نجار کی ایک صحابیہ خاتون فرماتی ہیں کہ میرا گھر مسجد مبارک کے ارگرد والے اونچے مکانوں سے تھا حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس پر صبح کی اذان کہتے تھے صبح صادق سے پہلے آتے اور اس کی چھت پر بیٹھ کر وقت کا انتظار کرتے جب صبح صادق ہو جاتی تو کھڑے ہو کر کہتے اے اللہ میں تیری حمد کرتا ہوں اور تجھ سے قریش پر مدد چاہتا ہوں کہ وہ

استقر الامر علی العشرين فانه المتوارث۔

یعنی ان روایات کو یوں جمع کیا گیا کہ اولاً تو آٹھ رکعت کا حکم ہوا پھر بیس پر قرار ہوا یہ بیس رکعت ہی منقول ہیں چوتھے یہ کہ اصل تراویح سنت رسول ﷺ ہے اور تین چیزیں سنت فاروقی۔ ہمیشہ پڑھنا۔ باقاعدہ جماعت سے پڑھنا بیس رکعت پڑھنا۔ حضور علیہ السلام نے بیس رکعت ہمیشہ نہ پڑھیں اور نہ صحابہ کرام کو باقاعدہ جماعت کا حکم دیا۔ اب اگر آٹھ رکعت پڑھی جائیں تو سنت فاروقی پر عمل چھوٹ گیا اور اگر بیس رکعت پڑھی جائیں تو سب پر عمل ہو گیا۔ کیونکہ بیس میں آٹھ آجاتی ہیں۔ اور آٹھ میں بیس نہیں آتیں حدیث شریف میں ہے کہ میری اور خلفائے راشدین کی سنتوں پر عمل کرو۔ تم بھی تراویح ہمیشہ اور باقاعدہ جماعت سے پڑھتے ہو۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں حضور سے ثابت نہیں سنت فاروقی ہیں لہذا بیس رکعت پڑھا کرو۔

**اعتراض (۲)۔**.....: بخاری شریف میں ہے کہ ابوسلمہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور علیہ السلام رمضان کی راتوں میں کتنی رکعت پڑھتے آپ نے جواب دیا ما کان رسول اللہ ﷺ یزید فی رمضان وفی غیرہ علی احدی عشر رکعات۔

(صحیح البخاری کتاب التمجید باب تیسرے باللیل فی رمضان وغیرہ ج ۱ ص ۵۴ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام نے تراویح آٹھ رکعت سے زیادہ کبھی نہ پڑھیں اور باقی وتر میں رکعت پڑھنا بدعت سیئہ ہے۔

**جواب:** اس کے بھی چند جواب ہیں ایک یہ کہ اس سے نماز تہجد مراد ہے نہ کہ تراویح کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے رمضان اور غیر رمضان میں آٹھ رکعت سے زیادہ نہ پڑھیں جس سے معلوم ہوا کہ یہ وہی نماز ہے جو ہمیشہ پڑھی جاتی ہے نہ کہ تراویح کہ وہ صرف رمضان میں ہوتی ہے۔ نیز ترمذی میں اسی حدیث کے لئے باب باندھا باب عاجزاء فی وصف صلوۃ النبی ﷺ باللیل۔ (سنن الترمذی ج ۲ ص ۳۰۲ رقم الحدیث ۳۳۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) معلوم ہوا کہ یہ صلوۃ اللیل یعنی نماز تہجد ہے نہ کہ نماز تراویح۔ نیز اسی حدیث کے آخر میں ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ وتر سے پہلے کیوں سو جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا عائشہ ہماری آنکھیں سوتی ہیں ہمارا دل نہیں سوتا۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ رکعتیں سو کے اٹھ کر ادا فرماتے تھے۔ اور وتر بھی اس کے ساتھ ہی پڑھتے تھے۔ جب ہی تو حضرت صدیقہ کو تعجب ہوا کہ آپ نے ہم کو وتر پڑھ کر سونے کا حکم دیا اور خود سو کر مع تہجد وتر پڑھتے ہیں جواب دیا کہ چونکہ ہمیں جاگنے پر پورا بھر دوسرہ ہے۔ جیسے بھر دوسرہ نہ ہو وہ وتر پڑھ کر سوائے اور تراویح سونے سے پہلے پڑھی جاتی ہے اور تہجد سونے کے بعد مدارج النبوة جلد اول صفحہ ۴۰۰ میں ہے تحقیق آنست کہ صلوۃ آنحضرت در رمضان ہماں نماز معاد بود یا زودہ رکعت کہ دائم در تہجدے گزارد۔ دوسرے یہ کہ اگر بیس رکعت تراویح بدعت سیئہ ہے تو حضرت عمرو دیکر صحابہ کرام نے کیوں اختیار فرمائی اور خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کی مخالفت کیوں نہ کی۔ ان پر کیا فتویٰ لگاؤ گے نیز آج سارے غیر مقلد پورے ماہ رمضان میں باجماعت تراویح پڑھتے ہیں۔ بتاؤ ان کی یہ بیہوشی بدعت سیئہ ہے یا نہیں؟

اگر حضور علیہ السلام نے آٹھ تراویح پڑھیں۔ تو صرف دو تین روز پڑھیں تم اس کی بیہوشی کر کے کون ہوئے؟ اگر پورے مجمع حدیث حدیث ہو تو سارے ماہ رمضان میں صرف تین دن تراویح پڑھا کرو۔

نیز ترمذی شریف کی روایت سے ثابت ہوا کہ مکہ والوں کا میں تراویح پر اتفاق ہے اور مدینہ والوں کا اکٹالیس پر ان میں سے کوئی بھی آٹھ رکعت کا عامل نہیں۔

## بحث مسئلہ ضاد و ظاد کی تحقیق

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم۔

ضاد کو ظاء یا مشابہ ظاء کر کے پڑھنا غلط ہے اور اس طرح پڑھنے سے نماز ٹوٹ جائے گی ایسا شخص امامت کا اہل نہیں ہے اور ایسے امام کے پیچھے جو نماز پڑھی ہیں اس کا اعادہ واجب ہے۔ قرآن کریم کے حروف کے ہر حرف کو اس کے مخرج سے ادا کرنا ضروری ہے اور تمام حروف کے مخرج جدا معین ہیں۔

عن حذیفۃ قال رسول اللہ ﷺ اقرؤوا القرآن بلحون العرب.....

(اکمال ابن عدی ج ۲ ص ۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ایک حرف کو دوسرے حرف کی طرح پڑھنا جائز ہے۔ ض اور ظاء دونوں حرف جدا ہیں۔ ان کے مخرج بھی جدا ہیں۔ لہذا جو شخص قصد ایہ جان کر ض کو ظاء پڑھتا ہے کہ قرآن کریم میں اس جگہ یہ حرف اس طرح ہے کافر ہے۔

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وقد اجمع المسلمون..... من نقص منه حرفاً قاصداً لذلك او بدله بحرف آخر مكانه او زاد فيه حرفاً مما لم يشتمل عليه المصحف الذي وقع الاجماع عليه و اجمع على انه ليس من القرآن عامداً لكل هذا انه كافر۔

**ترجمہ:** بے شک اہل اسلام کا اجماع ہے..... کہ جس نے قرآن کا کوئی حرف عمداً گھٹایا یا اس کے عوض دوسرا بڑھایا یا کوئی ایسا حرف زائد کیا جو مصحف شریف کا نہیں اور عمداً ایسے کیا تو وہ شخص بالاتفاق کافر ہے۔

(الفتاویٰ حنفیہ حق المصطفیٰ فضل فی بیان ما حرم من الغلات کفر الخ ج ۲ ص ۱۸۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وفی المحيط سنن الامام الفضلی ممن یقرأ الظاء المعجمة او یقرأ اصحاب الجنة مکان اصحاب النار او علی العکس فقال لا تجوز امامة ولو تعدد یکفر۔

**ترجمہ:** اور محیط میں ہے کہ امام فضلی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ اس شخص کا کیا حکم ہے جو ضاد کی جگہ ظاء یا اصحاب جنت کی جگہ اصحاب النار پڑھے۔ فرمایا اس شخص کی امامت جائز نہیں اور اگر قصد ایسا کرے تو کافر ہے۔

(شرح فقہ اکبر ص ۶۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

جامع الفصولین میں ہے۔

یقرأ الظاء الضاد و یقرأ کیف شاء اصحاب الجنة مکان اصحاب النار لم تجز امامته ولو تعدد یکفر۔

**ترجمہ:** جو آدمی ضاد کی جگہ ظاء پڑھے اور اصحاب الجہنم کی جگہ اصحاب النار پڑھے۔ اس کی امامت جائز نہیں اور اگر قصد ایسا کرے تو کافر ہے۔

(جامع الفصولین کلمات کفریہ ص ۳۱۶)

مدیہ المصلیٰ میں ہے۔

اما اذا قرأ مکان الدال ظاء او مکان الضاد ظاء او علی القلب تفسد الصلوة وعلیه اکثر الانعم۔

**ترجمہ:** بہر حال جب ذال کی ظام یا ضاد کی جگہ ظام پڑھے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اسی پر اکثر ائمہ کا مسلک ہے۔  
(مدیہ المصلیٰ ص ۱۱۸)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ولو قال ولا الضالین بالظاء بطلت صلاته ارجع الوجهین الا ان يعجز عن الضاد بعد التعلم فيعذرہ۔

**ترجمہ:** جو لا الضالین کو ظام کے ساتھ پڑھے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی زیادہ راجح کی وجہ پر مگر اس صورت میں کہ تعلیم کے باوجود ضاد کو صحیح ادا کرنے سے عاجز ہے تو پھر معذور سمجھا جائے گا۔

(الاذکار المختار من کلام سید الابراہیم ص ۳۶ مطبوعہ بیروت)

فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ولو قرء والعديت ظحاً بالظاء ففسد صلاته۔

**ترجمہ:** اور اگر کوئی والعديت ضحاً کی بجائے ظحاً ظام سے پڑھا تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

(فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۴۱)، (کیری ص ۳۳۹)

نیز اسی فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

وكذا لو قرء غير المفظوب بالظاء او بالذال ففسد صلاته۔

**ترجمہ:** اور اسی طرح اگر غیر المفظوب ظام یا ذال سے پڑھے تو نماز ٹوٹ جائے گی۔

(فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۴۲)، (کیری ص ۳۳۹)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

قال القاضي الامام ابو الحسن والقاضي الامام ابو عاصم ان تعمد فسدت۔

**ترجمہ:** قاضی امام ابو الحسن رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی امام ابو عاصم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اگر عمداً ضاد کو ظام پڑھے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۷۹)، (فتاویٰ عالمگیری حرم امیر علی دیوبندی ج ۱ ص ۱۲۲ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)، (فتاویٰ بزاز ج ۱ ص ۳۲)

مولوی قطب الدین اپنی تفسیر میں تحت آیت وما هو علی الغیب بضنین میں لکھتے ہیں۔

کہ حرمین شریفین غیر ہما اکثر ممالک میں تو سب (ضاد کو) دال ٹٹم کی طرح پڑھتے ہیں اور دہلی وغیرہ یا اکثر ہند کے ممالک میں بھی پہلے اسی طرح پڑھتے تھے مگر اب ان ایام میں بعض دنیا سازوں نے ظام کے طور پڑھنے کا فتویٰ دیا جو کہ سراسر غلط ہے ایک مجلس میں بھی اس کی تحقیق کے لئے منہد ہوئی اکثر وکل قراء کی رائے بطور سابق کے ضاد پڑھنے پر غالب رہی۔

(جامع التفسیر ص ۳۶۱)

یہ وہی مولوی ہیں جنہوں نے مظاہر حق لکھی ہے اس پر دیوبندیوں کو اعتماد ہے کیونکہ مولوی محمد اسحاق کے شاگرد ہیں ان سے یہ پتہ چلا کہ اکابر دیوبند بھی ظام نہیں پڑھتے تھے۔

بانی دارالعلوم دیوبند قاسم نانوتوی لکھتے ہیں۔

**سوال:** خدمت میں علماء دین کی عرض ہے کہ ایک شخص کو ہلنڈ مورہ پر گنیز ضلع بخو رکا رہنا والا آیا ہے کہتا ہے کہ ضاد بخرج ظام پڑھو ورنہ نماز باطل ہو جائے گی جواب ہر ایک امر کا اپنی مہر سے مذین فرما کر ارسال کریں کہ اس شخص کو جواب دیا جائے۔

**جواب:** جناب من میسے بے کی جائے اور دال کی جگہ ذال اور جا کے بدلے خا اور شین کے عوض سین اور عین کے مقام ٹین اور لام کے مقام میم نہ کوئی پڑھتا ہے اور نہ کوئی جائز سمجھتا ہے اور ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ تک ہر کوئی اسی کو سمجھتا ہے ایسے ہی ضاد کو چھوڑ کر ظاء پڑھنا بھی خلاف عقل و نقل ہے یہ بات عقل و نقل کی رو سے منجملہ تحریف ہے جس کی برائی خود کلام اللہ میں موجود ہے پھر معلوم نہیں آج کل کے عالم کس وجہ سے ایسی نامعقول بات کہہ دیتے ہیں اور اہل اسلام کیوں ایسی بات تسلیم کر لیتے ہیں مگر شاید عوام فتوؤں کی مہروں کو دیکھ کر پھل جاتے ہیں اور یہ کون جانے کہ کتابوں کا سمجھنا اور فتوؤں کا لکھنا ہر کسی کو نہیں آتا۔

(تصفیہ لفظاً نمبر ۳۲-۳۳ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں۔

سوال ضاد کو کس طرح پڑھنا چاہیے اور اکثر فقہاء کا قول کیا ہے اور اکثر کتب دینیات میں اس ذکر میں کیا لکھتے ہیں؟

جواب:..... فی الجوزیۃ والضاد من حافظہ اذا لی الا صندوق من اسیر ولیناھا۔ جب مخرج معلوم ہو گیا تو ضاد کے ادا کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ اس کے مخرج سے نکالا جاوے اب اس نکالنے سے بوجہ عدم مہارت خواہ کچھ ہی نکلے غلو ہے اور اگر قصد ادا یا ظاء پڑھے وہ جائز نہیں جیسا بعض نے دال پڑھنے کی عادت کر لی ہے اور بعض نے فقہاء کے کلام میں یہ دیکھ کر کہ ضاد مشابہ ظاء ہے ظاء پڑھنا شروع کر دیا حالانکہ مشابہت کی حقیقت صرف مشارکت فی بعض الصفات ہے اور مشارکت فی بعض الصفات سے اتحاد ذات لازم نہیں آتا رہا قاضی خان کی اس جزئی سے لو قرأ الضالین لا تفسد صلوۃ ظاء پڑھنے کی اجازت سمجھ لینا اس کو دوسری جزئیات قاضی خان کی رد کرتی ہے۔

وہی هذا ولو قرأ والعادیات طبعاً بالظاء تفسد صلوۃ اہ و کذا لو قرأ غیر المغضوب علیہم بالظاء اور بالذال تفسد صلوۃ وامثال ذلك من القروع المتعددة۔ واللہ اعلم۔

(فتاویٰ امدادیہ ج ۱ ص ۱۲۷ راجع الاول باب تجوید ص ۱۳۷)

رشید احمد گنگوہی دیوبندی لکھتے ہیں۔

یہ قول قاری صاحب کا درست ہے کہ جو شخص باوجود قدرت کے ضاد کو ضاد کے مخرج سے ادا نہ کرے وہ گنہگار بھی ہے اور اگر دوسرا لفظ بدل جانے سے معنی بدل گئے تو نماز بھی نہ ہوگی اور اگر باوجود کوشش سعی ضاد اپنے مخرج سے ادا نہیں ہوتا تو معذور ہے اس کی نماز ہو جاتی ہے اور جو شخص خود صحیح پڑھنے پر قادر ہے ایسے معذور کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے مگر جو شخص قصد ادا یا ظاء پڑھے اس کے پیچھے نماز نہ ہوگی فقط۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۷)

نیز دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

اصل حرف ضاد ہے اس کو اصل مخرج سے ادا کرنا واجب ہے۔ اگر نہ ہو سکے تو بحالت معذوری دال پر کی صورت سے بھی نماز ہو جائے گی۔ فقط واللہ اعلم بندہ رشید احمد گنگوہی الجواب صحیح عزیر الرحمن۔ خلیل احمد عنایت الہی، محمود، اشرف علی، غلام رسول۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۱)

عوام جو مخارج اور صفات سے واقف نہیں بوجہ نادانیت کے حرف ضاد کے بجاء ظاء پڑھے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں یہ الگ مسئلہ ہے مگر جان بوجھ کر باوجود قادر بالمثل ہونے کے ایسا کرے تو جمہور فقہاء کے نزدیک ان کی نماز ساسد ہو جائے گی۔ ہمارے زمانہ میں اکثر

دیوبندی خصوصاً ہجیری قصداً ضاد کے بجائے ظاد پڑھتے ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ جھگڑتے اور فساد پھیلاتے ہیں۔ ان ہجیری دیوبندیوں کو اپنے مستند عالم مفتی ذرولی خان کے اس قول پر عمل کرنا چاہیے۔ مفتی ذرولی خان دیوبندی سی ڈی کیسٹ آپ کے مسائل اور ان کا حل میں کہتے ہیں۔

اے قاریوں (جو نماز میں ظاد پڑھتے ہیں) دوسروں کی نمازیں خراب نہ کرو (یعنی اپنی نماز تو ہے ہی خراب مگر دوسری کی نمازیں تو خراب نہ کرو) عرب ظاد کو جانتے تک نہیں۔ اس کے بعد محیط برہانی والی عبارت بیان فرمائی ہے اور ظاد کو بالکل غلط ثابت کیا ہے۔ (M-p-3) سی ڈی آپ کے مسائل اور ان کا حل حصہ البارک کے موقع پر سوال و جواب کی صورت میں شائع کردہ شاپ نمبر ۸ سلام کتب مارکیٹ، پوری ٹاؤن کراچی) ہم بھی ان ضاد کے بجائے ظاد پڑھنے والوں کو یہی کہتے ہیں کہ مسلمانوں میں فساد نہ پھیلاؤ اور مسلمانوں کی نمازیں خراب نہ کرو۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ پھر تم کیوں وضوء، ضرورت، فضل الرحمن، ضیاء الدین، حضور وغیرہ الفاظ کہتے ہو۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عجمی لفظ ہیں اور قرآن عربی زبان میں نازل ہوا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

انا انزلناه قرآنا عربیا لعلکم تعقلون۔

**ترجمہ:** بے شک ہم نے اسے عربی قرآن اتارا تا کہ تم سمجھو۔

یہ عجمی الفاظ ہیں اور اردو زبان میں اس کو ظاء پڑھا جاتا ہے جب کہ قرآن عربی میں نازل ہوا ہے لہذا اس کو عجمی طریقہ اور تلفظ کے ساتھ نہیں بلکہ عربی تلفظ اور عربی مخارج کے ساتھ پڑھا جائے گا۔

واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب

سمیع اللہ خان قاسمی

## اقامت میں حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کا شرعی حکم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم۔

امام جب مسجد کے اندر ہو یعنی محراب کے قریب ہو تو اس وقت حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا حضور ﷺ کی سنت مبارک، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت مبارک، تابعین کی سنت مبارک اور تمام فقہاء احناف رحمہم اللہ کے نزدیک مستحب ہیں۔ اور اقامت کے شروع میں کھڑے ہونا فقہاء احناف رحمہم اللہ کے نزدیک بالاتفاق مکروہ ہیں۔ ترتیب وار دلائل حاضر ہیں۔

## اقامت میں حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا حضور

### صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارک ہے

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عن عبد الرزاق عن ابن التیمی عن الصلت عن علقمة عن أمه عن أم حبیبة ان رسول الله ﷺ کان فی بیتها فسمع المؤذن فقال کما یقول فلما قال حی علی الصلوة نهض رسول الله ﷺ الی الصلوة۔  
**ترجمہ:** ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حجرہ مبارک میں تشریف فرما تھے اور مؤذن کے کلمات کا جواب اسی طرح دیا۔ جب مؤذن نے حی علی الصلوة کہا تو آپ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔

(معنف عبدالرزاق ج ۱ ص ۳۸۱ رقم الحدیث ۱۸۵۱ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت)

حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۲۰ھ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا اسحاق بن ابراهیم الدبیری عن عبد الرزاق عن ابن التیمی عن الصلت یعنی ابن دینار عن علقمة عن أمه عن أم حبیبة ان رسول الله ﷺ کان فی بیتها فسمع المؤذن فقال کما یقول فلما قال حی علی الصلوة نهض رسول الله ﷺ الی الصلوة۔

**ترجمہ:** ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حجرہ مبارک میں تشریف فرما تھے اور مؤذن کے کلمات کا جواب اسی طرح دیا۔ جب مؤذن نے حی علی الصلوة کہا تو آپ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔

(المجم الکبیر طبرانی ج ۲۳ ص ۲۳۳ رقم الحدیث ۳۸۵ مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی عراق)، (کنز العمال ج ۸ ص ۳۶۲ رقم الحدیث ۲۳۲۷۳ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت)، (فتح الرحمن فی اثبات مذہب العثمان ج ۲ ص ۶۳ مطبوعہ مکتب لیبزارد و دارالارباب)

امام احمد بن عمرو بن عبدالحق بن عکبی بن زرارہ متوفی ۲۹۲ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا محمد بن المثنی قال اخبرنا الحجاج بن فروخ عن العوام بن حوشب عن عبد الله بن ابي اوفی قال کان بلال اذا قال قد قامت الصلوة نهض رسول الله ﷺ بالتکبیر۔

**ترجمہ:** حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ "قد قامت الصلوة" کہتے تھے تو رسول اللہ ﷺ تکبیر کے ساتھ کھڑے ہوتے۔

(المعراج، العروف بسند ابی ارج ج ۸ ص ۲۹۸ رقم الحدیث ۲۳۷۱ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والکلم المدینۃ المنورۃ)، (الکامل فی معنی الرجال ج ۲ ص ۶۵۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (امسن الکبریٰ ج ۲ ص ۳۵ رقم الحدیث ۲۲۹۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

دیوبند مسلک کے مفتی اعظم محمد شفیع دیوبندی لکھتے ہیں۔

۶..... عن عبد الله ابن ابي اوفى قال كان بلال اذا قال قد قامت الصلوة نهض رسول الله ﷺ (ذکرہ فی مجمع الزوائد عن مسند عبد الرزاق)۔

**ترجمہ:** حضرت عبداللہ بن ابی اوفی نے فرمایا کہ حضرت بلال جب قد قامت الصلوة کہتے تھے تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوتے تھے۔

(جواہر لائقہ ج ۱ ص ۳۱۳ مطبوعہ مکتبہ دارالعلوم کراچی)

نیز محمد شفیع دیوبندی اس حدیث مبارکہ کی شرح میں لکھتے ہیں۔

”چھٹی حدیث سے ایک خاص صورت یہ بھی معلوم ہوئی کہ بعض اوقات رسول اللہ ﷺ نماز سے پہلے ہی مسجد میں تشریف فرما ہوتے تھے تو آپ اس وقت کھڑے ہوتے تھے جب مؤذن قد قامت الصلوة پر پہنچتا تھا اس سے ظاہر یہ ہے کہ عام صحابہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ اسی وقت کھڑے ہوتے ہوں گے۔

(جواہر لائقہ ج ۱ ص ۳۱۵ مطبوعہ مکتبہ دارالعلوم کراچی)

ظفر احمد عثمانی دیوبندی لکھتے ہیں۔

عن عبد الله بن ابي اوفى قال اذا قال بلال قد قامت الصلوة نهض رسول الله ﷺ بالتكبير (أى جلساً به ۱۲ منہ) رواه البزار وفيه الحجاج بن فروخ وهو ضعيف (مجمع الزوائد) قلت ذكره ابن حبان في الثقات كما في اللسان (۱۷۹:۲) فهو حسن الحديث۔

**ترجمہ:** نعیم احمد دیوبندی اس کے ترجمے میں لکھتے ہیں ”عبداللہ بن ابی اوفی سے مروی ہے کہ جب بلال ﷺ قد قامت الصلوة کہتے تھے تو رسول اللہ ﷺ تکبیر کے ساتھ کھڑے ہو جاتے (یعنی مصلیٰ پر کھڑے ہو کر تکبیر کہتے)۔ اس کو بزار نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں حجاج بن فروخ ہے جو ضعیف ہے (مجمع الزوائد)۔ میں کہتا ہوں کہ اس کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے پس حدیث حسن ہے۔

(اعلام السنن ج ۳ ص ۲۱۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)، (احیاء السنن ترجمہ علامہ السنن ج ۱ ص ۲۳۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ بلقان)

## حضور ﷺ کے خادم خاص حضرت انس رضی

### اللہ عنہ کا عمل مبارک

حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۳۵۸ھ روایت کرتے ہیں۔

وروينا عن انس بن مالك انه اذا قيل قد قامت الصلوة وثب فقام وعن الحسين بن علي بن ابي طالب رضي الله عنهما انه كان يفعل ذلك وهو قول عطاء والحسن۔

**ترجمہ:** حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب قد قامت الصلوة کہا جاتا تو وہ جلدی سے کھڑے ہو جاتے اور

حضرت ام حسین بن علی رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے اور یہی عطاء اور حسن بصری کا قول ہے۔

(السنن الکبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۳۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)



حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

حدثنا عثمان بن ابي شيبة قال حدثنا ابن المبارك عن ابي يعلى قال رأيت انس بن مالك اذا قيل قد قامت الصلوة قام فوثب۔

**ترجمہ:** حضرت ابو یعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ جب قد قامت الصلوة کہا گیا تو جلدی سے کھڑے ہو گئے۔

(اتمہید ابن عبد البر ج ۳ ص ۷۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (اکمال العلم بغوائد مسلم شرح مسلم قاضی عیاض ج ۲ ص ۵۵۷ مطبوعہ دار الوفاء بیروت)

## تابعین رحمہم اللہ کا فرمان مبارک

امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ لکھتے ہیں۔

عبد الرزاق عن ابن جريج قال قلت لعطاء انه يقال اذا قال المؤذن قد قامت الصلوة فليقم الناس حينئذ؟ قال نعم۔

**ترجمہ:** ابن جریج فرماتے ہیں میں نے حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ مؤذن قد قامت الصلوة کہے تو لوگ اس وقت کھڑے ہو جائیں؟ تو فرمایا ہاں۔

(معنف عبد الرزاق ج ۱ ص ۵۰۵ رقم الحدیث ۱۹۳۶ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت)

عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

حدثنا ابن عليه عن خالد عن ابي معشر عن ابراهيم قال: كان اذا قال المؤذن حي على الصلوة قام فاذا قال قد قامت الصلوة كبر۔

**ترجمہ:** حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مؤذن (اقامت میں) حی علی الصلوة کہتا تو آپ اٹھ کھڑے ہوتے اور مؤذن جب قد قامت الصلوة کہتا تو تکبیر کہتے۔

(معنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۲۲ رقم الحدیث ۲۰۹۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ روایت کرتے ہیں۔

اخبرنا، عبد الله، حدثنا، عبد الحميد، حدثنا، الخضر، حدثنا ابو بكر قال حدثنا سفيان بن عيينة عن ابن عجلان عن ابي عبيد قال سمعته يقول سمعت عمر بن عبد العزيز بحاضرة يقول حين يقول المؤذن قد قامت الصلوة قوموا قد قامت الصلوة۔

**ترجمہ:** ابو عبیدہ سے ابن عجلان بیان کرتے ہیں کہ ابو عبیدہ نے کہا میں نے عمر بن عبد العزیز کو مقام حاصرة میں یہ فرماتے سنا ہے کہ جب مؤذن قد قامت الصلوة کہے تو اس وقت کھڑے ہوا کرو۔

(اتمہید ج ۳ ص ۱۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

## تمام فقہاء احناف رحمہم اللہ کا فرمان مبارک

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے کہ جب امام مقتدیوں کے ساتھ مسجد میں موجود ہو اور مؤذن حی علی الفلاح کہے تو سب لوگ صف میں کھڑے ہو جائیں۔ اور اسی پر تمام فقہاء احناف کا فتویٰ ہے۔ چند حوالا جات ملاحظہ فرمائیں:

امام ابو یوسف یحییٰ بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ لکھتے ہیں۔

عن ابيه عن ابى حنيفة عن طلحة عن ابراهيم النخعي انه قال اذا قال المؤذن حي على الفلاح قام القوم في الصف۔

**ترجمہ:** حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تو قوم صف میں کھڑی ہو۔  
(کتاب الآثار امام ابو یوسف ص ۱۹ مطبوعہ المعارف العمائد قاہرہ)

امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں۔

محمد قال اخبرنا ابو حنيفة قال حدثنا طلحة بن مصرف عن ابراهيم قال اذا قال المؤذن "حي على الفلاح" فانه ينبغي للقوم ان يقوموا فيصفوا فاذا قال المؤذن "قد قامت الصلوة" كبر الامام قال محمد رحمة الله تعالى عليه و به نأخذ و هو قول أبى حنيفة رحمة الله تعالى عليه۔

(کتاب الآثار امام محمد ص ۲۱ رقم ۶۳ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ بکراچی)

ابوالفتح محمد صغیر الدین دیوبندی اس کے ترجمے میں لکھتے ہیں۔

ظلمہ سے روایت ہے کہ ابراہیم نے کہا کہ جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تو لوگوں کو لائق ہے کہ اٹھ کھڑے ہوں اور صفیں باندھیں اور جب مؤذن قد قامت الصلوة کہے تو اس وقت امام بکبیر تحریرہ کہے امام محمد نے کہا کہ اس کو ہم لیتے ہیں اور یہی قول ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا۔

(کتاب الآثار مترجم ص ۳۵-۳۶ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی)

استاد الفقہ الشیخ ابوالوفا انصاری اس کے حاشیہ پر لکھتے ہیں۔

قلت و الحديث اخرجه الامام ابو يوسف في آثار ص (ع) و في كتاب الاصل للامام محمد قلت فمتى يجب على القوم ان يقوموا في الصف قال اذا كان الامام معهم في المسجد فاني احب لهم ان يقوموا في الصف اذا قال المؤذن حي على الفلاح فاذا قال قد قامت الصلوة كبر الامام و كبر القوم معه۔

**ترجمہ:** میں کہتا ہوں کہ وہ حدیث جس کو امام ابو یوسف نے آثار ص (۱۹) میں اور امام محمد نے کتاب الاصل میں روایت کی میں نے کہا تو قوم پر صف میں کھڑا ہونا کب واجب ہے؟ فرمایا جب امام مقتدیوں کے ساتھ مسجد میں ہو تو میں ان کے لئے پسند کرتا ہوں کہ وہ صف میں حی علی الفلاح کے وقت کھڑے ہوں اور جب مؤذن قد قامت الصلوة کہے تو امام اور قوم بکبیر کہیں۔

(حاشیہ کتاب الآثار ج ۱ ص ۱۰۸ مطبوعہ المعارف الشرقیہ محمہ بازار حیدر آباد دکن ہند)

یہی امام محمد رحمہ اللہ اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں۔

قلت فمتى يجب على القوم ان يقوموا في الصف؟ قال اذا كان الامام معهم في المسجد فاني احب لهم ان يقوموا في الصف اذا قال المؤذن حي على الفلاح۔

**ترجمہ:** میں نے کہا تو قوم پر صف میں کھڑا ہونا کب واجب ہے؟ فرمایا جب امام مقتدیوں کے ساتھ مسجد میں ہو تو میں ان کے لئے پسند کرتا ہوں کہ وہ صف میں حی علی الفلاح کے وقت کھڑے ہوں۔

(کتاب الاصل المعروف بالمسوط ج ۱ ص ۱۸ مطبوعہ ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)

یہی امام محمدؒ اپنی تیسری کتاب میں لکھتے ہیں۔

قال محمد ينبغي للقوم اذا قال المؤذن حي على الفلاح ان يقوموا الى الصلوة فيصفوا ويسوا الصفوف و يحاذوا بين المناكب۔

(مؤطا امام محمد ص ۸۹ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

دیوبندیوں کے استاد حدیث محمد حسن صدیقی اس کے ترجمے میں لکھتے ہیں۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ لوگوں کے لئے یہی مناسب ہے کہ جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تو کھڑے ہوں اور اپنی صفیں سیدھی کریں اور اپنے کندھوں کو کندھوں سے ملائیں۔

(مؤطا امام محمد مترجم ص ۷۴ مطبوعہ مکتبہ حسان کراچی)

علامہ عالم بن العلاء انصاری دہلوی متوفی ۷۶۱ھ لکھتے ہیں۔

قال محمد رحمه الله في "الاصل" اذا كان الامام مع القوم في المسجد فانه يقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حي على الفلاح عند علمائنا الثلاثة۔

**ترجمہ:** فرمایا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاصل میں کہ امام جب مقتدیوں کے ساتھ مسجد میں ہو تو کھڑے ہوں امام اور قوم حی علی الفلاح کے وقت۔ ہمارے تینوں علماء کے نزدیک۔

(فتاویٰ تاتار خانیہ ج ۱ ص ۳۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ علاء الدین حصکلی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں۔

(والقیام) امام و مؤتم (حين قيل حي على الفلاح)

(الدر المختار ج ۲ ص ۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

احسن نانوتوی دیوبندی اس کے ترجمے میں لکھتے ہیں۔

اور مستحب ہے کھڑا ہونا امام اور مقتدی کو جب کہ تکبیر میں حی علی الفلاح کہا جائے۔

(غایۃ الاوطار ج ۱ ص ۲۲۲ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین الشافعی متوفی ۱۲۵۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

قوله حين قيل حي على الفلاح كذا في الكنز ونور الايضاح والاصلاح والظهيرية والبدائع وغيرها والذي في الدرر في متنا و شرحا عند الحيعلة الاولى يعني حين يقال حي على الصلوة وعزاه الشيخ اسماعيل في شرحه الى عيون المذاهب والفيض والوقايه والنقايه والحاوي والمختار اه قلت واعتمده في متن الملتقى وحكي الاول بقليل لكن نقل ابن الكمال تصحيح الاول ونص عبارته قال في الذخيرہ يقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حي على الفلاح عند علمائنا الثلاثة۔

**ترجمہ:** امام اور مقتدیوں کا حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہونا اس کو کنز، نور الايضاح، اصلاح، ظہیریہ اور بدائع وغیرہ نے بھی ذکر کیا ہے اور درر کی متن اور شرح میں ہے کہ حی علی الصلوة پر قیام کریں۔ شیخ اسماعیل نے اپنی شرح عیون المذاهب اور فیض اور وقایہ اور نقایہ اور مختار میں نقل کیا ہے کہ مقتدیوں کے متن میں اسی کو بیان کیا گیا ہے اور ابن کمال نے بھی اسی کو صحیح قرار دیا اور ذخیرہ میں کہا گیا ہے کہ امام اور مقتدی حضرات جب مؤذن حی علی الفلاح کہے اس وقت کھڑے ہوں۔ علمائے ثلاثہ (یعنی امام اعظم ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ) کے نزدیک۔

(فتاویٰ شافعی ج ۲ ص ۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ما نظام الدين متوفى ۱۱۱۱ھ لکھتے ہیں۔

ان كان المؤذن غير الامام وكان القوم مع الامام في المسجد فانه يقوم الامام و القوم اذا قال حي على الفلاح عند علمائنا الثلاثة و هو الصحيح۔

(فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۶۳-۶۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

سید امیر علی دیوبندی اس کے ترجمے میں لکھتے ہیں۔

اگر مؤذن امام کے سوا کوئی اور ہو اور نمازی مع امام کے مسجد کے اندر ہوں تو مؤذن جس وقت اقامت میں حی علی الفلاح کہے اس وقت ہمارے قیوں علماء کے نزدیک امام اور مقتدی کھڑے ہو جائیں۔ یہی صحیح ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری مترجم ج ۱ ص ۸۹ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا حضور ﷺ کی سنت مبارک، صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی سنت مبارک اور تمام فقہاء احناف رحمہم اللہ کے نزدیک مستحب ہیں۔ اس لئے اس کے بعد کسی حنفی کو اس مسئلہ میں اختلاف کرنے کا حق نہیں۔ فقیہ اعظم مفتی امجد علی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

”یہ مسئلہ حاضرہ ایسا ہے کہ خود امام اعظم اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال اس کے متعلق موجود ہیں۔ امرہ خلاش بالاتفاق فرما رہے ہیں کہ امام و مقتدی اس وقت کھڑے ہوں جب مکمل حی علی الصلوٰۃ یا حی علی الفلاح کہے۔ شروع سے کھڑے ہو جائنا مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نہ صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کا قول۔ پس حنفی کو چون و چرا کی اصلاً گنجائش نہیں۔“ (فتاویٰ امجدیہ ج ۱ ص ۵۸ مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی)

## اقامت کے شروع میں کھڑا ہونا مکروہ ہے

اب رہا اقامت کے شروع میں کھڑے ہونے کا مسئلہ تو اس کو بھی تمام فقہاء احناف رحمہم اللہ بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کرام رحمہم اللہ بھی اس کو مکروہ کہتے ہیں۔ چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عبدالرزاق عن التیمی، عن ابی عامر، عن معاوية ابن قرة قالوا: كانوا يكرهون ان ينهض الرجل الى الصلوة حين ياخذ المؤذن في اقامته۔

**ترجمہ:** حضرت معاویہ بن قرہ (تابعی) رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ (صحابہ و تابعین) اس کو مکروہ جانتے تھے کہ نماز میں مؤذن کے اقامت شروع کرتے ہی اٹھ کھڑا ہو۔

(معنف عبدالرزاق ج ۱ ص ۳۸۱-۳۸۲ رقم الحدیث ۱۸۵۰ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت)

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں۔

عن عطية قال كنا جلوسا عند ابن عمر فلما اخذ المؤذن في الاقامة قمنا فقال ابن عمر اجلسوا فاذا قال قد قامت الصلوة فقوموا۔

**ترجمہ:** عطیہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے تھے کہ مؤذن نے اقامت کہنا شروع کر دی تو ہم کھڑے ہو گئے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ جب وہ قد قامت الصلوٰۃ کہے تو کھڑے ہونا۔

(معنف عبدالرزاق ج ۱ ص ۵۰۶ رقم الحدیث ۱۹۳۰ مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت)، (جامع الاحادیث الکبیر للسیوطی ج ۲ ص ۳۹۱ رقم الحدیث ۱۷۳۶۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

## حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان مبارک

عن الحسن انه كره ان يقوم الامام حتى يقول المؤذن قد قامت الصلوة۔

**ترجمہ:** حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ آپ مکروہ سمجھتے تھے کہ امام مؤذن کے قد قامت الصلوة کہنے سے پہلے کھڑا ہو۔  
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۳۳ رقم الحدیث ۳۰۹۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام عبدالوہاب شمرانی متوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں۔

و كان عمرہ يقول لا تقوموا للصلوة حتى يقول المؤذن قد قامت الصلوة۔

**ترجمہ:** حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ مؤذن جب تک قد قامت الصلوة نہ کہے نماز کے لئے کھڑے نہ ہوا کرو۔  
(كشف الغمہ امام شمرانی ص ۹۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں۔

كره هشام يعني ابن عروة ان يقوم حتى يقول المؤذن قد قامت الصلوة۔

**ترجمہ:** حضرت هشام ابن عروہ تابعی رحمۃ اللہ علیہ نے مکروہ جانا کہ کوئی شخص کھڑا ہو یہاں تک کہ مؤذن قد قامت الصلوة کہے۔  
(عمدة القاری ج ۵ ص ۱۵۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام نس الدین بخاری متوفی ۹۶۲ھ لکھتے ہیں۔

و في الكلام ايما الى انه لو دخل المسجد احد عند الاقامة يقعد لكرامة القيام و الانتظار كما في المضمرات۔

**ترجمہ:** اور اس کلام میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر کوئی شخص بکیر کے دوران مسجد میں داخل ہوا تو وہ بیٹھ جائے اس لئے کہ کھڑا رہنا اور انتظار کرنا مکروہ ہے جیسا کہ مضمرات میں ہے۔

(جامع الرموز ج ۱ ص ۱۱۸ مطبوعہ جامعہ سعید کتب کراچی)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین الشافعی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں۔

ويكره له الانتظار قائما و لكن يقعد ثم يقوم اذا بلغ المؤذن حي على الفلاح۔

**ترجمہ:** آدمی کے لئے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ وہ بیٹھ جائے پھر جب مؤذن حي على الفلاح پر پہنچے تو کھڑا ہو جائے۔  
(رد المحتار علی در المختار ج ۱ ص ۲۹۵ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ملائقہ الدین متوفی ۱۱۱۱ھ لکھتے ہیں۔

اذا دخل الرجل عند الاقامة يكره له الانتظار قائما و لكن يقعد ثم يقوم اذا بلغ المؤذن قوله حي على الفلاح كذا في المضمرات۔

(فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۶۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

مولوی امیر علی دیوبندی اس کے ترجمے میں لکھتے ہیں۔

جب کوئی شخص اقامت کے وقت (مسجد میں) داخل ہو جائے تو اس کے لئے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ بیٹھ جائے اور جب مؤذن حي على الفلاح تک پہنچے تو پھر کھڑا ہو جائے۔

(فتاویٰ عالمگیری مترجم ج ۱ ص ۶۹ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

علامہ سید احمد رضا دہلوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں۔

و اذا اخذ المؤذن في الاقامة و دخل رجل المسجد فانه يقعد و لا ينتظر قائما فانه مكروه كما في المضمرات قهستانی و يفهم منه كراهة القيام ابتداء الاقامة و الناس عنه غافلون۔

**ترجمہ:** جب مؤذن اقامت شروع کرے اور کوئی شخص مسجد میں داخل ہو جائے تو وہ بیٹھ جائے اور کھڑے ہو کر انتظار نہ کرے کیونکہ یہ مکروہ ہے۔ اس سے اقامت کے شروع ہی سے کھڑے ہونے کا مکروہ ہونا ثابت ہوا حالانکہ لوگ اس (مسئلے) سے غافل ہیں۔

(طحاوی حاشیہ مراقی الفلاح ص ۲۲۵ مطبوعہ مکتبہ انصاریہ کابل افغانستان)

ان دلائل سے اظہر من الشمس کی طرح واضح ہوا کہ اقامت کے شروع میں کھڑے ہونا مکروہ ہے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین کرام رحمہم اللہ کسی چیز سے منع کرے اور فقہاء احناف رحمہم اللہ بھی اس منع کرے اور اس کو مطلق مکروہ کہے تو اس مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہوتا ہے۔

اس مسئلہ کی پوری تحقیق و تفصیل فقیر کی تصنیف ”اقامت میں حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کا شرعی حکم“ مطبوعہ مکتبہ غوثیہ کراچی میں ملاحظہ فرمائیں۔ یہ فقیر کی زندگی کی پہلی تصنیف ہے۔

واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب

سعید اللہ خان قاسمی